وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاہور

لندن * ہیوسٹن * نیویارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس :4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس :4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس : 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com

② اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون : 7220419 فیکس : 7220431 (001 713) نیویارک فون : 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پارة نمبر گیا رہ 11

جلد اوّل

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام

کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

DARUSSALAM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ

يَارَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان، ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهَٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر گیا رہ 11

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ۭ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ
عذر پیش کریں گے وہ تمہارے سامنے جب لوٹو گے تم ان کی طرف، فرما دیجیے! مت عذر پیش کرو، ہرگز نہیں یقین کریں گے ہم تمہارا، تحقیق
نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ۭ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ
خبردار کر دیا ہے ہمیں اللہ نے تمہارے حالات سے، اور عنقریب دیکھے گا اللہ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول بھی، پھر لوٹائے جاؤ گے تم
اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٩٤ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ
طرف اسکی جو جاننے والا ہے چھپی اور کھلی بات کو، پس خبر دے گا وہ تمہیں ساتھ اسکے جو تھے تم عمل کرتے ○ عنقریب قسمیں کھائیں گے وہ اللہ کی
لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۡ
تمہارے سامنے جب لوٹ کر جاؤ گے تم انکی طرف تاکہ درگزر کرو تم ان سے، پس درگزر (ہی) کرو تم ان سے، یقیناً وہ لوگ ناپاک ہیں،
وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝٩٥ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ
اور ٹھکانا ان کا جہنم ہے بدلے میں ان کاموں کے جو تھے وہ کماتے ○ قسمیں کھائیں گے وہ تمہارے سامنے تاکہ تم راضی ہو جاؤ ان سے،
فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝٩٦
سو اگر تم راضی بھی ہو جاؤ ان سے تو یقیناً اللہ نہیں راضی ہوگا ان لوگوں سے جو فاسق ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دولت مند منافقین کے پیچھے رہنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے پیچھے رہنے کے لیے ان کے پاس کوئی عذر نہ تھا اور یہ بھی آگاہ فرمایا: ﴿ یَعْتَذِرُوْنَ اِلَیْکُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَیْہِمْ ﴾ "جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تو تم سے عذر کریں گے۔" یعنی جب تم ان کے پاس اپنے غزوہ سے واپس لوٹو گے تو یہ منافقین تمہارے پاس معذرت کریں گے۔ ﴿ قُلْ ﴾ آپ ان سے کہہ دیجیے! ﴿ لَا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکُمْ ﴾ "تم بہانے مت بناؤ، ہم ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے" یعنی ہم تمہاری جھوٹی معذرتوں کی تصدیق نہیں کریں گے۔ ﴿ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰہُ مِنْ اَخْبَارِکُمْ ﴾ "اللہ نے ہمیں تمہارے حالات سے خبردار کر دیا ہے" اور اللہ تعالیٰ اپنے قول میں سچا ہے اب معذرت پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ وہ ایسی ایسی معذرتیں پیش کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو آگاہ فرمایا ہے وہ اس کے عین برعکس ہے اور یہ قطعاً محال ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے جھوٹ ہونے کی خبر دے رہا ہے وہ سچ ہو، اللہ تعالیٰ کی خبر تو صداقت کے بلند ترین مرتبے پر ہے۔ ﴿ وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ ﴾ "اللہ اور اس کا رسول تمہارے اعمال دیکھیں گے۔" یعنی دنیا میں، کیونکہ عمل صداقت کی میزان ہے اور عمل کے ذریعے سے سچ اور جھوٹ میں امتیاز ہوتا ہے۔ رہے مجرد اقوال تو ان کی صداقت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ﴿ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ ﴾ "پھر تم غائب وحاضر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" جس سے کوئی چیز اوجھل نہیں۔ ﴿ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ "اور جو عمل تم کرتے رہے، ہو وہ سب تمہیں بتائے گا۔"

یعنی تم برا یا بھلا جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے بارے میں آگاہ فرمائے گا اور تم پر ذرہ بھر ظلم کیے بغیر اپنے عدل اور فضل سے تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

واضح رہے کہ برائی کا ارتکاب کرنے والے کے تین احوال ہیں:

(۱) ظاہر اور باطن میں اس کی بات اور عذر کو قبول کیا جائے اور اس بنا پر اس کو معاف کر دیا جائے اور اس کی یہ حالت ہو جائے گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

(۲) اس کو سزا دی جائے اور اس کے گناہ پر فعلی تعزیر دی جائے۔

(۳) گناہ کا ارتکاب کرنے والے سے اعراض کیا جائے اور اس نے جس گناہ کا ارتکاب کیا ہے اس کے بدلے میں عقوبت فعلی سے گریز کیا جائے۔

یہ تیسرا رویہ ہے جس کی بابت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ منافقین کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا جائے۔ بنا بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ﴾ ''وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے' تاکہ تم ان سے درگزر کرو' پس تم ان سے درگزر کرو۔'' یعنی ان کو زجر و توبیخ کرو نہ ان کو مارو پیٹو اور نہ ان کو قتل کرو ﴿إِنَّهُمْ رِجْسٌ﴾ ''وہ ناپاک ہیں۔'' یعنی وہ ناپاک اور خبیث ہیں اور وہ اس قابل نہیں کہ ان کی پروا کی جائے' زجر و توبیخ اور سزا بھی ان کے لیے مفید نہیں ﴿وَ﴾ ''اور'' ان کے لیے یہی کافی ہے کہ ﴿مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ ''ان کے کرتوتوں کی پاداش میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ﴾ ''وہ قسمیں کھائیں گے تمہارے لئے' تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ'' یعنی وہ تم سے یہ آخری مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ مجرد اعراض نہیں چاہتے' بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ گویا کہ انہوں نے کوئی کوتاہی کی ہی نہیں ﴿فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِينَ﴾ ''لیکن اگر تم ان سے خوش ہو جاؤ گے تو اللہ تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔'' یعنی اے مومنو! تمہارے لئے مناسب نہیں کہ تم ان لوگوں پر رضامندی کا اظہار کرو جن پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں بلکہ تم پر واجب ہے کہ تم اپنے رب کی رضا اور ناراضی میں اس کی موافقت کرو۔

غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے کیسے فرمایا ہے: ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِينَ﴾ ''بے شک اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتا'' اور یہ نہیں فرمایا: ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضَىٰ عَنْهُمْ﴾ ''ان سے راضی نہیں ہوتا'' تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اگر یہ یا کوئی اور جب بھی توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور ان پر راضی ہو جاتا ہے' لیکن جب تک وہ اپنے فسق پر جمے رہیں اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں

ہوتا' کیونکہ اس کی رضا کا مانع موجود ہے...... اور وہ ہے ان کا ان امور سے باہر نکلنا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں مثلاً ایمان اور اطاعت اور ایسے امور میں داخل ہونا جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں مثلاً شرک' نفاق اور نافرمانی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ ذکر فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی عذر کے بغیر جہاد سے جی چرا کر پیچھے بیٹھ رہنے والے منافقین جب اہل ایمان کے سامنے عذر پیش کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے میں ان کے پاس عذر تھا تو وہ چاہتے ہیں کہ تم ان کے معاملے کو نظر انداز کر کے ان سے راضی رہو اور ان کا عذر قبول کر لو۔ رہا ان کا عذر قبول کرنا اور ان سے راضی ہونا تو اس میں ان سے کوئی محبت نہیں اور نہ ان کی کوئی تکریم ہے۔

رہا ان سے اعراض کرنا تو اہل ایمان ان سے اس طرح اعراض کیا کرتے تھے جس طرح ناپاک اور ردی امور سے اعراض کیا جاتا ہے۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ﴾ سے اللہ تعالیٰ کے کلام کا اثبات ہوتا ہے اور اسی آیت کریمہ میں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ﴾ میں اللہ تعالیٰ کے افعال اختیاری کا اثبات بھی ہوتا ہے جو اس کی مشیت اور قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ان کے عمل کو اس کے واقع ہونے کے بعد دیکھے گا۔ ان آیات کریمہ میں نیکوکاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور فاسقین کے ساتھ ناراضی اور غصے کا اثبات ہوتا ہے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

بدوی (دیہاتی) زیادہ سخت ہیں کفر اور نفاق میں، اور زیادہ لائق ہیں اس بات کے کہ نہ جانیں وہ ان احکام کو جو نازل کیے اللہ نے

عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ

اپنے رسول پر اور اللہ خوب جاننے والا' خوب حکمت والا ہے ○ اور کچھ بدوی وہ ہیں جو خیال کرتے ہیں اسکو، جو وہ خرچ کرتے ہیں (اللہ کی راہ میں)

مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٩٨﴾

تاوان، اور انتظار کرتے ہیں تم پر زمانے کی گردشوں کا، انہیں پر ہے گردش بری، اور اللہ خوب سنتا جانتا ہے ○

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ

اور کچھ بدوی وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اللہ اور یوم آخرت کے اور خیال کرتے ہیں اسکو جو خرچ کرتے ہیں (دین کے لیے) قربت کا ذریعہ

عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ

اللہ کے ہاں اور (ذریعہ) دعائیں لینے کا رسول کی، آگاہ رہو! یقیناً یہ (خرچ کرنا) قربت کا ذریعہ ہے ان کے لیے، عنقریب داخل کرے گا ان کو اللہ

ع ١٠ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٩﴾

اپنی رحمت میں، بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا' نہایت مہربان ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَلْاَعْرَابُ﴾ ''بدوی'' اس سے مراد صحرا اور دیہات میں رہنے والے لوگ

ہیں ﴿ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا ﴾ ''زیادہ سخت ہیں کفر اور نفاق میں۔'' یعنی صحرا میں رہنے والوں میں شہر کے ان لوگوں کی نسبت زیادہ کفر اور نفاق ہے جن میں نفاق کا مرض پایا جاتا ہے۔ اس کے بہت سے اسباب ہیں۔

(۱) بدوی لوگ شریعت' اعمال اور احکام سے بہت دور ہوتے ہیں۔ پس وہ اسی قابل ہوتے ہیں ﴿ وَاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ﴾ ''اور اس قابل ہیں کہ جو احکام اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں' ان سے واقف نہ ہوں۔'' یعنی جو احکام شریعت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں' مثلاً اصول ایمان اور اوامر و نواہی وغیرہ...... ان سے واقف نہ ہوں۔ اس کے برعکس شہر میں رہنے والے لوگ اس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان حدود سے واقف ہوں جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہیں اور اس علم کے سبب سے ان میں خوبصورت تصورات اور نیکی کے ارادے جنم لیتے ہیں جن کے بارے میں یہ شہری لوگ جانتے ہیں' بدوی ان کا علم نہیں رکھتے۔

(۲) شہریوں میں لطافت طبع پائی جاتی ہے اور ان میں داعی حق کی اطاعت کا جذبہ موجود ہوتا ہے جو بدویوں میں نہیں ہوتا۔

(۳) شہری بدویوں کی نسبت اہل ایمان کے ساتھ زیادہ اٹھتے بیٹھتے اور ان کے ساتھ زیادہ اختلاط رکھتے ہیں۔ بنابریں وہ بدویوں کی نسبت بھلائی کے زیادہ اہل ہوتے ہیں۔ ہر چند کہ کفار اور منافقین شہر اور دیہات دونوں جگہ پائے جاتے ہیں مگر دیہات میں شہر کی نسبت کفر و نفاق زیادہ شدید ہوتا ہے۔

(۴) بدوی مال و متاع کے زیادہ حریص ہوتے ہیں اور مال کے بارے میں ان میں زیادہ بخل پایا جاتا ہے۔

بدویوں ہی میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں ﴿ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ ﴾ ''جو سمجھتے ہیں اس کو جسے وہ خرچ کرتے ہیں۔'' یعنی زکوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کو ﴿ مَغْرَمًا ﴾ ''تاوان'' یعنی خسارہ اور نقصان اور وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اخروی ثواب نہیں چاہتے اور بہت ناگواری سے زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے ہیں۔ ﴿ وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ﴾ ''اور انتظار کرتے ہیں وہ تم پر زمانے کی گردشوں کا'' یعنی اہل ایمان کے ساتھ اپنے بغض اور عداوت کی بنا پر وہ تمہارے بارے میں گردش ایام اور مصائب زمانہ کے منتظر ہیں مگر یہ گردش ایام الٹا انہی کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی ﴿ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ﴾ ''یہ بری مصیبت انہی پر واقع ہوگی۔'' رہے اہل ایمان تو ان کے لیے ان کے دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی اور ان کا انجام اچھا ہے ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ ''اور اللہ علم رکھنے والا' حکمت والا ہے۔'' وہ بندوں کی نیتوں کو خوب جانتا ہے اور بندوں سے جو اعمال اخلاص کے ساتھ اور اخلاص کے بغیر صادر ہوتے ہیں وہ ان سے بھی آگاہ ہے۔

تمام اعراب قابل مذمت نہیں ہیں' بلکہ ان میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں ﴿ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾

''جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں'' بنابریں وہ کفر و نفاق سے بچے ہوئے ہیں اور ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ﴿ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''اور جو وہ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے نزدیک ہونے میں شمار کرتے ہیں'' یعنی وہ اپنے صدقے پر ثواب کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اس کے قرب کے قصد سے صدقہ دیتے ہیں۔ ﴿ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ﴾ ''اور رسول کی دعائیں لینے میں'' اور وہ اس صدقہ کو اپنے لئے رسول ﷺ کی دعاؤں اور برکت کا وسیلہ بناتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی دعاؤں کے فائدہ مند ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ﴾ ''سنو وہ بے شک ان کے لیے (موجب) قربت ہے۔'' یعنی یہ صدقات اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہیں۔ صدقات سے ان کا مال بڑھتا ہے اور اس میں برکت نازل ہوتی ہے ﴿ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ﴾ ''اللہ ان کو عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔'' وہ ان کو اپنے جملہ نیک بندوں میں شامل کرے گا۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' جو کوئی توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ وہ اپنی رحمت کو اپنے تمام بندوں پر عام کرتا ہے' اس کی بے پایاں رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ وہ اپنے مومن بندوں کو ایسی رحمت کے لئے مخصوص کرتا ہے' جس کے تحت وہ ان کو نیکیوں کی توفیق عطا کرتا ہے اور انہیں اپنے احکام کی خلاف ورزی سے محفوظ رکھتا ہے اور انہیں مختلف انواع کے ثواب عطا کرتا ہے۔

(۱) اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ بدوی لوگ بھی شہروں میں رہنے والے لوگوں کی مانند ہیں ان میں قابل ستائش لوگ بھی ہیں اور قابل مذمت بھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بدویوں کی محض اس بنا پر مذمت نہیں فرمائی کہ وہ صحراؤں میں رہنے والے ہیں' بلکہ ان کی مذمت اس سبب کی بنا پر کی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کر دیا اور اوامر و منہیات کی عدم تعمیل کی ان سے زیادہ توقع ہوتی ہے۔

(۲) کفر اور نفاق کم یا زیادہ اور حسب احوال سخت یا نرم ہوتا رہتا ہے۔

(۳) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ علم کو فضیلت حاصل ہے۔ علم سے محروم شخص' اس شخص کی نسبت شر کے زیادہ قریب ہے جو علم رکھتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اعراب کی مذمت کرتے ہوئے آگاہ فرمایا کہ وہ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر بھی کیا ہے جو اس درشتی کا موجب ہے۔ ان سے زیادہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ان حدود سے ناواقف ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کی ہیں۔

(۴) علم نافع' جو سب سے زیادہ نفع مند علم ہے' دین کے اصول و فروع کی حدود کی معرفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہیں' مثلاً حدود ایمان' حدود اسلام' حدود احسان' تقویٰ' فلاح' اطاعت' نیکی'

صلہ رحمی' بھلائی' کفر' نفاق' فسق وفجور' نافرمانی' زنا' شراب نوشی اور سود خوری وغیرہ کی حدود۔
ان حدود کی معرفت کے بعد ہی عارف ان حدود پر عمل پیرا ہو سکتا ہے جن پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا حرام ہونے کی صورت میں ترک کرنے پر قادر ہو سکتا ہے۔

(۵) بندۂ مومن کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ شرح صدر اور اطمینان قلب کے ساتھ ان حقوق کو ادا کرے جو اس کے ذمے عائد کیے گئے ہیں اور ہمیشہ فائدہ حاصل کرنے میں کوشاں رہے اور نقصان سے بچتا رہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ
اور سبقت کرنے والے (قبول اسلام میں) سب سے پہلے مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ لوگ جنہوں نے اتباع کیا ان کا

بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا
ساتھ احسان کے، راضی ہو گیا اللہ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اللہ سے، اور تیار کیے ہیں اللہ نے ان کیلئے ایسے باغات کہ بہتی ہیں نیچے ان کے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٠٠﴾
نہریں، ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں ابد تک، یہی ہے کامیابی بہت بڑی ○

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ﴾ ''جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے'' اس سے مراد اس امت کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان' ہجرت' جہاد اور اقامت دین میں سبقت کی۔ ﴿ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ ﴾ ''ہجرت کرنے والوں میں سے۔'' یعنی وہ لوگ جن کو ان کے گھروں اور مال ومتاع سے بے دخل کر کے نکال دیا گیا' وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی رضا کی تلاش میں رہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی درحقیقت سچے لوگ ہیں۔

﴿ وَالْاَنْصَارِ ﴾ ''اور انصار میں سے۔'' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مہاجرین سے پہلے' ہجرت کے گھر (یعنی مدینہ منورہ) اور ایمان میں جگہ پکڑی' جو کوئی ہجرت کر کے ان کے پاس جاتا ہے یہ اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو عطا کیا گیا ہے وہ اس کے متعلق دل میں کوئی خلش نہیں پاتے اور مہاجرین کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی کیوں نہ ہو۔

﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ﴾ ''اور جنہوں نے ان کی پیروی کی نیکی کے ساتھ'' جنہوں نے عقائد' اقوال اور اعمال میں ان مہاجرین وانصار کی پیروی کی' یہی وہ لوگ ہیں جو مذمت سے بچے ہوئے ہیں' جنہیں مدح کا بلند ترین درجہ اور اللہ کی طرف سے کرامت کا افضل ترین مقام حاصل ہے۔ ﴿ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ﴾ ''اللہ ان سے راضی ہو گیا'' اور اللہ تعالیٰ کی رضا جنت کی نعمتوں سے بھی بڑی ہے۔ ﴿ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ''اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں''۔ بہنے والی وہ نہریں جو جنت' جنت کی خوبصورت پھلواریوں اور جنت کے عمدہ باغات کو سیراب کرتی ہیں۔

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ ''ہمیشہ اس میں رہیں گے ابد تک۔'' یعنی وہ اس جنت سے کسی اور جگہ منتقل ہونا چاہیں گے نہ اس کو بدلنا' کیونکہ وہ جب بھی کسی چیز کی تمنا کریں گے اس کو حاصل کر لیں گے اور جب بھی کسی چیز کا ارادہ کریں گے اس کو موجود پائیں گے۔

﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یہی ہے بڑی کامیابی۔'' جہاں انہیں ان کے نفس کی ہر محبوب چیز' روح کی لذت' دلوں کی نعمت' اور بدن کی شہوت حاصل ہوگی اور ہر چیز کو ان سے دور رکھا جائے گا۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا

اور بعض ان لوگوں میں سے جو تمہارے آس پاس ہیں دیہاتیوں میں سے منافق ہیں، اور بعض اہل مدینہ میں سے بھی، اڑے ہوئے ہیں وہ

عَلَى النِّفَاقِ ۟ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ

نفاق پر، نہیں جانتے آپ انہیں، ہم جانتے ہیں انہیں، عنقریب ہم عذاب دیں گے ان کو دو مرتبہ،

ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ﴿۱۰۱﴾

پھر لوٹائے جائیں گے وہ طرف عذاب عظیم کی ○

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ﴾ ''اور تمہارے گرد رہنے والے گنواروں میں سے بعض منافق ہیں اور بعض مدینے والوں میں سے'' یعنی مدینہ میں بھی منافقین موجود ہیں ﴿مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ﴾ ''اڑے ہوئے ہیں وہ نفاق پر'' یعنی نفاق کے عادی ہیں اور نفاق میں ان کی سرکشی بڑھتی جا رہی ہے ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ﴾ ''آپ ان کو نہیں جانتے۔'' یعنی آپ ان کے اعیان کو نہیں جانتے کہ آپ ان کو سزا دے سکیں یا ان کے نفاق کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کر سکیں۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت پنہاں ہے۔ ﴿نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ ''ہم ان کو جانتے ہیں' ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے۔'' اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ ''تثنیہ'' کا لفظ اپنے حقیقی باب (معنی) میں استعمال ہوا ہو تب اس سے مراد دنیا کا عذاب اور آخرت کا عذاب ہے۔ پس دنیا میں اہل ایمان کی فتح و نصرت سے ان کو جو غم و ہموم اور سخت ناگواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ دنیا کا عذاب ہے اور آخرت میں ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے اور یہ احتمال بھی موجود ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ہم ان کو نہایت سخت عذاب دیں گے' ان کو دگنا عذاب دیں گے اور بار بار عذاب دیں گے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ

اور (کچھ) دوسرے وہ ہیں جنہوں نے اعتراف کیا اپنے گناہوں کا، ملایا انہوں نے ایک عمل اچھا اور دوسرا (عمل) برا، امید ہے کہ اللہ

اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً

توجہ فرمائے گا ان پر، یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے ○ آپ لیجیے! ان کے مالوں میں سے صدقہ

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ

(تاکہ) پاک کریں آپ انہیں اور تزکیہ کریں انکا اسکے ذریعے سے اور دعا فرمائیں انکے حق میں بلاشبہ آپ کی دعا (ذریعۂ) تسکین ہے

لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

ان کے لیے، اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ○

﴿ وَاٰخَرُوْنَ ﴾ ''اور دوسرے لوگ ہیں'' مدینہ اور اس کے ارد گرد رہنے والے دیگر لوگ' بلکہ تمام بلاد اسلامیہ کے لوگ ﴿ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ ﴾ ''انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا۔'' ان پر نادم ہوئے' پھر وہ گناہوں سے توبہ کرنے اور ان کی گندگی سے پاک وصاف ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ ﴿ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ﴾ ''ملایا انہوں نے ایک نیک کام اور دوسرا برا کام۔'' عمل اس وقت تک صالح نہیں ہو سکتا جب تک کہ بندے کے پاس توحید کی اساس اور ایمان موجود نہ ہو جو اسے کفر اور شرک کے دائرے سے باہر نکالتا ہے اور جو ہر عمل صالح کے لیے شرط ہے۔ پس ان لوگوں نے بعض محرمات کے ارتکاب کی جسارت اور بعض واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہوئے نیک اعمال کو بداعمال کے ساتھ خلط ملط کر لیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر امید رکھتے ہیں کہ وہ ان کے گناہوں کو بخش دے گا۔ تو پس یہی وہ لوگ ہیں ﴿ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ﴾ ''ممکن ہے اللہ ان کی توبہ قبول کر لے''۔

اللہ تعالیٰ دو طرح سے اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا ہے۔

۱۔ اپنے بندے کو توبہ کی توفیق عطا کرتا ہے۔

۲۔ پھر بندے کے توبہ کرنے کے بعد اس توبہ کو قبول کرتا ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' یعنی مغفرت اور رحمت اس کا وصف ہے' کوئی مخلوق اس کی مغفرت اور رحمت سے باہر نہیں' بلکہ اس کی مغفرت اور رحمت کے بغیر تمام عالم علوی اور عالم سفلی باقی نہیں رہ سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم کی پاداش میں پکڑ لے تو روئے زمین پر کوئی جاندار نہیں بچے گا۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ (فاطر: ۳۵/ ۴۱) ''اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں' اگر وہ ٹل جائیں' تو اللہ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں جو اس کو تھام سکے بے شک وہ بہت حلم والا' بخشنے والا ہے''۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مغفرت ہی ہے کہ اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والے' جن کی عمریں برے اعمال میں صرف ہوتی ہیں' جب وہ اپنی موت سے تھوڑا سا پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس کے حضور توبہ کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر کے ان کی برائیوں سے درگزر کر دیتا ہے۔ پس یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جس بندے کی نیکیاں اور گناہ

ملے جلے ہوں وہ اپنے گناہوں کا معترف اور ان پر نادم ہو اور اس نے خالص توبہ کی ہو وہ خوف و رجاء کے مابین ہوتا ہے وہ سلامتی کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اور وہ بندہ جس کی نیکیاں اور گناہ خلط ملط ہوں مگر وہ اپنے گناہوں کا معترف ہو نہ ان پر نادم ہو بلکہ وہ ان گناہوں کے ارتکاب پر مصر ہو تو اس کے بارے میں سخت خوف ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ اور آپ کے قائم مقام کو ان امور کا حکم دیتا ہے جو اہل ایمان کی تطہیر اور ان کے ایمان کی تکمیل کرتے ہیں چنانچہ فرماتا ہے: ﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ﴾ ”لیں ان کے مالوں سے صدقہ“ اس سے مراد فرض زکوٰۃ ہے ﴿ تُطَهِّرُهُمْ ﴾ ”آپ ان کو پاک کریں“ یعنی آپ ان کو گناہوں اور اخلاق رذیلہ سے پاک کریں ﴿ وَتُزَكِّيْهِمْ ﴾ ”اور ان کا تزکیہ کریں“ یعنی آپ ان کی نشوونما کریں ان کے اخلاق حسنہ اعمال صالحہ اور ان کے دنیاوی اور دینی ثواب میں اضافہ کریں اور ان کے مالوں کو بڑھائیں۔ ﴿ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ﴾ ”اور ان کے حق میں دعا کیجیے“ تمام مومنین کے لیے عام طور پر اور خاص طور پر اس وقت جب وہ اپنے مال کی زکوٰۃ آپ کی خدمت میں پیش کریں ﴿ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ﴾ ”آپ کی دعا ان کے لیے موجب تسکین ہے۔“ یعنی آپ کی دعا ان کے لیے اطمینان قلب اور خوشی کا باعث ہے ﴿ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ ﴾ ”اور اللہ سننے والا“ یعنی اللہ آپ کی دعا کو قبول کرنے کے لیے سنتا ہے ﴿ عَلِيْمٌ ﴾ ”جاننے والا ہے۔“ وہ اپنے بندوں کے تمام احوال اور ان کی نیتوں کو خوب جانتا ہے وہ ہر شخص کو اس کے عمل اور اس کی نیت کے مطابق جزا دے گا۔

نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل فرمایا کرتے تھے۔ آپ ان کو صدقات کا حکم دیتے تھے اور صدقات کی وصولی کے لیے اپنے عمال بھیجا کرتے تھے جب کوئی صدقہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اسے قبول فرما لیتے اور اس کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ تمام اموال میں زکوٰۃ واجب ہے جب یہ اموال تجارت کی غرض سے ہوں تو اس کا وجوب صاف ظاہر ہے کیونکہ مال تجارت نمو کا حامل ہوتا ہے اور اس کے ذریعے سے مزید مال کمایا جاتا ہے لہٰذا عدل کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو زکوٰۃ فرض کی ہے اسے ادا کر کے فقرا سے ہمدردی کی جائے۔ مال تجارت کے علاوہ دیگر مال اگر نمو اور اضافے کا حامل ہو جیسے غلہ جات پھل مویشی مویشیوں کا دودھ اور ان کی نسل وغیرہ تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر مال نمو کے قابل نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ جب یہ مال خالص خوراک اور گزارے کے لیے ہے تو یہ ایسا مال نہیں ہے جسے انسان عادۃً متمول ہونے کے لیے رکھتا ہے جس سے مالی مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں بلکہ اس سے مالی فوائد کی بجائے صرف گزارہ کیا جاتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ انسان اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کیے بغیر ظاہری اور باطنی طور پر پاک نہیں ہو سکتا۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے سوا کوئی چیز اس کا کفارہ نہیں بن سکتی کیونکہ زکوٰۃ تطہیر اور پاکیزگی ہے جو

زکوٰۃ کی ادائیگی پر موقوف ہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام یا اس کے نائب کا زکوٰۃ ادا کرنے والے کے لیے برکت کی دعا کرنا مستحب ہے اور مناسب یہ ہے کہ امام بآواز بلند دعا کرے تا کہ اس سے زکوٰۃ ادا کرنے والے کو سکون قلب حاصل ہو۔

اس آیت کریمہ سے یہ معنی بھی نکلتا ہے کہ مومن کے ساتھ نرم گفتگو اور اس کے لیے دعا وغیرہ اور ایسی باتوں کے ذریعے سے اس کو خوش رکھا جائے جن میں اس کے لیے طمانیت اور سکون قلب ہو۔

اَلَمۡ يَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَيَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ

کیا نہیں جانا انہوں نے اس بات کو کہ یقیناً اللہ ہی قبول فرماتا ہے توبہ اپنے بندوں کی اور لیتا ہے صدقات

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿١٠٤﴾

اور یہ کہ بلاشبہ اللہ ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا؟ ○

کیا وہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور اس کے فضل و کرم کے فیضان عام کو نہیں جانتے؟ ﴿يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ﴾ ”اللہ ہی اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے۔“ توبہ کرنے والے بندوں کی خواہ یہ توبہ کسی بھی گناہ سے کیوں نہ ہو بلکہ جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔ ﴿وَيَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ﴾ ”اور صدقات لیتا ہے۔“ یعنی وہ اپنے بندوں کے صدقات قبول کرتا ہے اور ان کو دائیں ہاتھ سے لیتا ہے اور ان کے صدقات کو اس طرح بڑھاتا رہتا ہے جس طرح کوئی شخص اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ صدقہ میں دیا گیا کھجور کا ایک دانہ بڑے پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے اور اس صدقہ کا کیا حال ہو گا جو کھجور کے دانے سے بہت بڑا اور تعداد میں بہت زیادہ ہو۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ﴾ ”اور بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔“ یعنی وہ توبہ کرنے والوں کی بہت کثرت سے توبہ قبول کرتا ہے۔ جو کوئی بھی توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے خواہ وہ بار بار گناہ کا ارتکاب کیوں نہ کرتا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے سے اس وقت تک تنگ نہیں آتا جب تک کہ بندے توبہ کرنے سے تنگ نہ آ جائیں اور اس کے دروازے سے بھاگ کر اس کے دشمن کو دوست نہ بنا لیں۔ ﴿الرَّحِيۡمُ﴾ ”بہت رحم کرنے والا ہے۔“ جس کی بے پایاں رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کے لیے لکھ دیا ہے جو زکوٰۃ دیتے ہیں، اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے رسول کی اتباع کرتے ہیں۔

وَقُلِ اعۡمَلُوۡا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَرَسُوۡلُهٗ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ وَسَتُرَدُّوۡنَ

اور کہہ دیجیے! عمل کرو تم، پس عنقریب دیکھے گا اللہ تمہارے عمل کو، اور اس کا رسول اور مومن بھی، اور عنقریب لوٹائے جاؤ گے تم

إِلَىٰ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾

اس کی طرف جو جاننے والا ہے چھپی اور کھلی باتوں کو، پھر خبر دے گا وہ تمہیں ساتھ ان کے جو تھے تم عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: ﴿ وَقُلِ ﴾ ''اور کہہ دیجیے!'' یعنی ان منافقین سے کہہ دیجیے! ﴿ اعْمَلُوا ﴾ ''عمل کیے جاؤ۔'' یعنی تم جو اعمال بجالانا چاہتے ہو بجالاؤ' اپنے باطل پر جمے رہو اور یہ نہ سمجھو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے چھپا رہے گا۔ ﴿ فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ﴾ ''پھر دیکھ لے گا اللہ تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مومن'' یعنی تمہارا عمل ضرور ظاہر ہو کر رہے گا ﴿ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ ''اور جلد تم لوٹائے جاؤ گے اس کے پاس جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کو جانتا ہے' پس وہ تم کو ان عملوں کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے''۔ وہ اچھے ہوں گے یا برے۔ اس آیت کریمہ میں اس شخص کے لیے سخت وعید اور تہدید ہے جو اپنے باطل' سرکشی' گمراہی اور نافرمانی پر مصر ہے۔ اس میں اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ تم جب بھی کوئی اچھا یا برا عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے' وہ اس عمل کے بارے میں اپنے رسول اور اپنے مومن بندوں کو مطلع کر دے گا' خواہ وہ چھپے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں۔

وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ؕ

اور کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں جو چھوڑ دیے گئے اللہ کے حکم کے (انتظار) میں یا تو وہ سزا دے گا انہیں یا متوجہ ہو گا ان پر،

وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠٦﴾

اور اللہ خوب جاننے والا' خوب حکمت والا ہے ○

﴿ وَآخَرُونَ ﴾ ''اور کچھ دوسرے لوگ'' یعنی جہاد سے پیچھے رہ جانے والے کچھ دوسرے لوگ ﴿ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰهِ ﴾ ''جن کا کام اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔'' یعنی جن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر موخر ہے ﴿ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ﴾ ''چاہے ان کو عذاب دے' چاہے ان کی توبہ قبول کر لے۔'' اس آیت کریمہ میں جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کے لیے سخت تخویف ہے اور ان کو توبہ کرنے اور اپنے اس عمل پر نادم ہونے کی ترغیب دی گئی ہے ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ ''اور اللہ جاننے والا' حکمت والا ہے۔'' یعنی وہ تمام اشیاء کو ان کے لائق مقام پر رکھتا ہے' اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ وہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دے اور ان کو توبہ کی توفیق نہ دے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ

اور وہ لوگ جنہوں نے بنائی ایک مسجد ضرر پہنچانے اور کفر پھیلانے اور تفرقہ ڈالنے کے لیے درمیان مومنوں کے،

وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا

اور انتظار کرنے کے لیے اس شخص کا جس نے لڑائی کی اللہ اور اسکے رسول سے، پہلے اس سے، اور ضرور قسمیں کھائیں گے وہ کہ نہیں ارادہ کیا تھا ہم نے مگر

الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ

اچھائی کا، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ بالکل جھوٹے ہیں ○ نہ کھڑے ہوں آپ اس مسجد (ضرار) میں کبھی بھی، البتہ وہ مسجد

اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ

کہ بنیاد رکھی گئی ہے (اس کی) تقویٰ پر پہلے ہی دن سے، زیادہ حق دار ہے اسکی کہ کھڑے ہوں آپ اس میں، اس میں تو ایسے لوگ ہیں

يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ

جو پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ پاک ہوں وہ اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو ○ کیا پس وہ شخص جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی

عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ

اللہ کے تقویٰ اور (اس کی) رضا مندی پر، (وہ) بہتر ہے یا وہ شخص کہ جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اوپر کنارے کھوکھلے

هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾

گرنے والے کے، پس وہ (گڑھا) لے ہی گرا اس (شخص) کو آتش جہنم میں؟ اور اللہ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو ○

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ

ہمیشہ رہے گی عمارت ان کی، وہ جو انہوں نے بنائی تھی، شک ڈالنے والی ان کے دلوں میں مگر یہ کہ پاش پاش ہو جائیں دل ان کے،

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾

اور اللہ خوب جاننے والا خوب حکمت والا ہے ○

اہل قبا میں سے کچھ منافقین نے مسجد قبا کے پہلو میں ایک مسجد بنائی اس مسجد کی تعمیر سے ان کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا اور ان کے درمیان اختلاف اور افتراق پیدا کرنا تھا' نیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف تخریب کاری کرنے والوں کے لیے بوقت ضرورت محفوظ پناہ گاہ تیار کرنا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کی رسوائی کو بیان کرتے ہوئے ان کا بھید ظاہر کر دیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد بنائی نقصان پہنچانے کے لیے'' یعنی اہل ایمان اور ان کی اس مسجد کو نقصان پہنچانے کی خاطر جس میں اہل ایمان جمع ہو کر نماز پڑھتے تھے ﴿ وَكُفْرًا ﴾ ''اور کفر کے لیے'' اس مسجد کی تعمیر میں ان کا مقصد کفر تھا جبکہ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کا مقصد ایمان تھا۔ ﴿ وَتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اور مومنوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لیے'' تاکہ اہل ایمان مختلف گروہوں میں تقسیم ہو کر افتراق کا شکار ہو جائیں اور آپس میں اختلاف کرنے لگیں ﴿ وَاِرْصَادًا ﴾ ''اور گھات لگانے کے لیے'' یعنی تیار کرنے کے لیے ﴿ لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ﴾

''اس شخص کو جولڑ رہا ہے اللہ اور اس کے رسول سے پہلے سے'' یعنی اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرنے والوں کی اعانت کے لیے' جن کی جنگ اور تخریب کاری پہلے ہی سے جاری اور جن کی عداوت بہت شدید تھی' مثلاً ابو عامر راہب کی عداوت اور اس کی سازشیں۔ ابو عامر اہل مدینہ میں سے تھا جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس نے آپ کا انکار کر دیا حالانکہ وہ زمانہ جاہلیت میں ایک عبادت گزار شخص تھا۔ وہ مشرکین کے پاس چلا گیا' تاکہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ میں مشرکین سے مدد حاصل کرے مگر اسے اپنا مقصد حاصل نہ ہوا' چنانچہ وہ اس خیال سے قیصر روم کے پاس چلا گیا کہ وہ اس کی مدد کرے گا...... مگر وہ لعین راستے ہی میں مر گیا۔ اس نے اور منافقین نے ایک دوسرے کی مدد کا وعدہ کر رکھا تھا' منافقین نے اس کی سازشوں کے لیے پناہ گاہ کے طور پر مسجد ضرار تعمیر کروائی تھی' چنانچہ اس بارے میں وحی نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد کو منہدم کرنے اور اس کو جلانے کے لئے کسی کو بھیجا۔ چنانچہ اس مسجد کو منہدم کر کے جلا دیا گیا اور اس کے بعد مسجد ضرار کی جگہ کوڑا ڈالنے کی جگہ بن گئی۔

اس مسجد کی تعمیر میں پنہاں ان کے برے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَآ ﴾ ''اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے نہیں ارادہ کیا'' یعنی اس مسجد کی تعمیر سے ﴿ إِلَّا الْحُسْنٰى ﴾ ''مگر بھلائی ہی کا'' یعنی کمزور' معذور اور نابینا اہل ایمان کے ساتھ بھلائی کرنا مقصود ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ ''اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں''۔ پس ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی گواہی ان کے حلف سے زیادہ معتبر ہے۔

﴿ لَا تَقُمْ فِيْهِ أَبَدًا ﴾ ''آپ اس میں کبھی کھڑے بھی نہ ہونا'' یعنی اس مسجد میں' جو مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کے لیے تعمیر کی گئی ہے' کبھی نماز نہ پڑھیے۔ اللہ آپ کو اس سے بے نیاز کرتا ہے اور آپ اس مسجد کے ضرورت مند بھی نہیں۔ ﴿ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ ﴾ ''البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی'' قبا میں اسی مسجد سے اسلام ظاہر ہوا' اس سے مراد ''مسجد قبا'' ہے۔ جس کی اساس دین میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص' اس کے ذکر کی اقامت اور اس کے شعائر پر رکھی گئی ہے۔ یہ قدیم اور معروف مسجد تھی۔

یہ فضیلت والی مسجد ﴿ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ﴾ ''زیادہ قابل ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوا کریں'' یعنی اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں عبادت اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں' کیونکہ یہ فضیلت والی مسجد ہے' اس میں نماز پڑھنے والے فضیلت کے مالک ہیں' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ﴾ ''اس میں ایسے لوگ ہیں جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ پاک رہیں'' یعنی گناہوں سے اور میل کچیل' نجاستوں اور ناپاکی سے پاک صاف رہنا پسند کرتے ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ جو کوئی کسی چیز کو پسند کرتا ہے وہ اس کے حصول کی سعی اور جدوجہد کرتا ہے' اس لئے یہ لابدی ہے کہ اہل قبا گناہ' میل کچیل اور

حدث سے پاک رہنے کے بہت حریص تھے۔ اس لئے وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی' جو نماز قائم کرنے والے' رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کی حفاظت کرنے والے' اقامت دین کی کوشش کرنے والے اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے بچنے والے تھے۔ جب اہل قبا کی مدح میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طہارت کے بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے عرض کی کہ وہ استنجا کرتے وقت پتھر کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل پر ان کی تعریف فرمائی۔ ﴿ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴾ ''اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ معنوی طہارت یعنی شرک اور اخلاق رذیلہ سے تنزہ اور حسی طہارت یعنی نجاستوں اور حدث سے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مسجد میں نماز پڑھنے والوں کے مقاصد اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ان کی موافقت کے مطابق اس مسجد کی دیگر مساجد پر فضیلت بیان کی' چنانچہ فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ ﴾ ''بھلا جس شخص نے بنیاد رکھی اللہ کے تقویٰ پر'' یعنی جو صالح نیت اور اخلاص پر بنیاد رکھتا ہے ﴿ وَرِضْوَانٍ ﴾ ''اور اس کی رضامندی پر'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی موافقت کرتے ہوئے اپنے عمل میں اخلاص اور اتباع کو جمع کرتا ہے ﴿ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ ﴾ ''زیادہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی ایک کھائی کے کنارے پر جو گرنے کو ہے'' یعنی کھوکھلے اور بوسیدہ کنارے پر' جو منہدم ہونے کے قریب ہو۔ ﴿ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''پھر وہ اس کو لے کر گر پڑا جہنم کی آگ میں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کیونکہ اس (مسجد ضرار) کے گرانے میں (اہل حق) کے دین اور دنیا کے مصالح ہیں۔

﴿ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ﴾ ''ہمیشہ رہے گا اس عمارت سے جو انہوں نے بنائی' ان کے دلوں میں شبہ'' یعنی شک اور ریب' جو ان کے دل میں جڑ پکڑ گیا ﴿ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ﴾ ''مگر یہ کہ ٹکڑے ہو جائیں ان کے دل کے'' سوائے اس کے کہ انتہائی ندامت کی بنا پر ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں' وہ اپنے رب کی طرف توبہ کے ساتھ رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈریں' تب اس بنا پر اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا۔ ورنہ یہ مسجد جو انہوں نے بنائی ہے ان کے شک و ریب اور نفاق میں اضافہ کرتی چلی جائے گی۔ ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ﴾ اور اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے ظاہر و باطن اور ان کے خفی اور جلی تمام پہلوؤں کو جانتا ہے' نیز وہ ان باتوں کو بھی خوب جانتا ہے جو بندے چھپاتے ہیں یا ظاہر کرتے ہیں۔ ﴿ حَكِيْمٌ ﴾ وہ صرف وہی کام کرتا ہے یا تخلیق کرتا ہے یا وہ حکم دیتا ہے یا منع کرتا ہے' جس کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے فللّٰہ الحمد۔

ان آیات کریمہ سے متعدد فوائد مستفاد ہوتے ہیں:

(۱) کوئی ایسی مسجد تعمیر کرنا جس سے کسی دوسری مسجد کو نقصان پہنچانا مقصود ہو جو اس کے قریب موجود ہو' حرام

ہے' نیز یہ کہ ایسی مسجد ضرار کو' جس کو تعمیر کرنے والوں کا مقصد ظاہر ہو' منہدم کرنا واجب ہے۔

(۲) کام خواہ کتنا ہی فضیلت والا کیوں نہ ہو' فاسد نیت اس کی نوعیت کو بدل ڈالتی ہے' تب وہی کام ممنوع ہو جاتا ہے' جیسے مسجد ضرار کی تعمیر کرنے والوں کی بری نیت نے ان کے اس نیک کام کو برائی میں بدل ڈالا۔

(۳) ہر وہ حالت جس کے ذریعے سے اہل ایمان میں تفرقہ پیدا کیا جائے' گناہ شمار ہوتی ہے اس کو ترک کرنا اور اس کا ازالہ ضروری ہے۔ اسی طرح ہر وہ حالت جس سے اہل ایمان میں اتفاق اور الفت پیدا ہوتی ہے' اس کی پیروی کرنا' اس کا حکم اور اس کی ترغیب دینا ضروری ہے' کیونکہ ان کے مسجد ضرار تعمیر کرنے کی یہ علت بیان کی ہے کہ یہ ان کا فاسد مقصد تھا جو اس مسجد کے ممنوع ہونے کا موجب بنا' جیسے یہ مسجد کفر اور اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کی موجب ہے۔

(۴) اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے معصیت کے مقامات میں نماز پڑھنے اور ان کے قریب جانے سے روکا ہے۔

(۵) گناہ زمین کے ٹکڑوں کو متاثر کرتے ہیں جیسے ان منافقین کے گناہ مسجد ضرار پر اثر انداز ہوئے اور اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا۔ اسی طرح نیکی زمین کے ٹکڑوں پر اثر انداز ہوتی ہے جیسے مسجد قبا پر اثر انداز ہوئی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کے بارے میں فرمایا: ﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ﴾ بنا بریں مسجد قبا کو وہ فضیلت حاصل ہے جو کسی دوسری مسجد کو حاصل نہیں ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ ہر ہفتے مسجد قبا کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے اور اس میں نماز پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

(۶) آیات کریمہ میں مندرجہ بالا تعلیل سے چار اہم شرعی قاعدے بھی مستفاد ہوتے ہیں۔

(الف) ہر وہ کام جس سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچتا ہو یا جس میں اللہ کی نافرمانی ہو...... اور نافرمانی کفر کی ایک شاخ ہے...... یا جس سے اہل ایمان میں تفرقہ پیدا ہوتا ہو یا اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے عداوت رکھنے والے کی اعانت ہوتی ہو' تو یہ کام ممنوع اور حرام ہے۔ اس کے برعکس اور متضاد تمام کام مستحب ہیں۔

(ب) چونکہ مسجد قبا وہ مسجد ہے' جس کی اساس تقویٰ پر رکھی گئی ہے (اس کی یہ فضیلت ہے) جبکہ مسجد نبوی جس کی بنیاد خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے رکھی' آپ نے اس میں کام بھی کیا' اللہ تعالیٰ نے بھی اس مسجد کو آپ کے لیے چن لیا' تو اس مسجد کی بنیاد بھی تقویٰ پر ہے اور یہ فضیلت میں زیادہ اولیٰ ہے۔

(ج) وہ عمل جو اخلاص اور اتباع رسول ﷺ پر مبنی ہے۔ یہی وہ عمل ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے جو اپنے عامل کو نعمتوں بھری جنت میں پہنچائے گا۔

(د) وہ عمل جو برے مقصد اور بدعت و ضلالت پر مبنی ہے یہی وہ عمل ہے جس کی بنیاد کھوکھلے اور بوسیدہ کنارے پر رکھی گئی ہے جو اپنے عامل کو جہنم میں لے گرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کی راہ نمائی نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ
یقیناً اللہ نے خرید لیا ہے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو بدلے اس کے کہ بلاشبہ ان کے لیے جنت ہے،
يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ
وہ (مومن) لڑتے ہیں اللہ کے راستے میں، پس قتل کرتے ہیں وہ اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ وعدہ ہے اللہ کے ذمے سچا تورات
وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ
اور انجیل اور قرآن میں، اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے اپنے عہد کو اللہ سے (بڑھ کر)؟ پس خوش ہو جاؤ تم اپنے اس سودے پر
الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾
وہ جو سودا کیا تم نے اللہ سے اور یہی ہے کامیابی بہت بڑی○

اللہ تبارک و تعالیٰ سچی خبر دیتا ہے ایک عظیم بیع اور ایک بہت بڑے معاوضے کا سچا وعدہ کرتا ہے اور وہ بیع یہ ہے کہ ﴿اشْتَرٰى﴾ ''اس نے خرید لیا'' یعنی اللہ نے بنفس نفیس خرید لیا ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ﴾ ''مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو'' یعنی ان کی جان اور ان کے مال کی قیمت لگا دی گئی ہے اور یہ فروخت شدہ مال تجارت ہے۔ ﴿بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ ''اس کے بدلے میں ان کے لیے (وہ) جنت ہے'' جس میں ہر وہ چیز ہو گی جس کی نفس خواہش کریں گے اور جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی یعنی انواع و اقسام کی لذتیں، فرحتیں، مسرتیں، خوبصورت حوریں اور دلکش مکانات ہوں گے۔

اس عقد و بیع کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اس کے دشمنوں کے خلاف جہاد میں اس کے کلمہ کو سربلند کرنے اور اس کے دین کو غالب کرنے کے لیے اپنی جان اور مال خرچ کرتے ہیں۔ ﴿يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ﴾ ''وہ لڑتے ہیں اللہ کے راستے میں پس مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں'' یہ عقد و بیع بہت سی تاکیدات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوئی ہے ﴿وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ﴾ ''وعدہ ہو چکا ہے اس کے ذمے سچا، تورات میں، انجیل میں اور قرآن میں۔'' جو ان تمام کتابوں میں سب سے افضل و اعلیٰ کتاب ہے اور یہ کتابیں سب سے کامل کتابیں ہیں جو اس دنیا میں بھیجی گئیں اور ان کتابوں کو لانے والے سب سے کامل اور اولوالعزم رسول ہیں، یہ تمام کتابیں اس سچے وعدے پر متفق ہیں۔

﴿وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا﴾ ''اور کون ہے اللہ سے زیادہ قول کا پورا، پس خوشی کرو''۔ اللہ

تعالیٰ کے وعدے پر قائم رہنے والے مومنو! ﴿بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ﴾ ''اس سودے پر جو تم نے اس سے کیا ہے'' تاکہ تم راضی اور خوش ہو جاؤ، ایک دوسرے کو خوشخبری دو اور ایک دوسرے کو جہاد کی ترغیب دو ﴿وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''اور یہی بڑی کامیابی ہے۔'' جس سے بڑی اور جلیل القدر اور کوئی کامیابی نہیں' کیونکہ یہ کامیابی ابدی سعادت' دائمی نعمت اور اللہ تعالیٰ کی رضا' جو کہ جنت کی سب سے بڑی نعمت ہے' کو متضمن ہے۔

اگر آپ اس معاہدۂ بیع کی قدر و منزلت کو جاننا چاہیں تو خریدار کی طرف دیکھیں کہ وہ کون ہے؟ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات گرامی ہے اور اس عوض کی طرف نظر کریں جو سب سے بڑا معاوضہ ہے اور اس معاوضے میں سب سے جلیل القدر چیز جنت ہے اور اس قیمت پر غور کریں جو اس معاوضے کے بدلے میں خرچ کی گئی ہے اور وہ ہے جان اور مال جو انسان کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب چیز ہے اور اس ہستی کی طرف دیکھیں جس کے ہاتھ پر یہ معاہدۂ بیع منعقد ہوا ہے' وہ تمام رسولوں میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہستی ہے۔ یہ معاہدہ کون سی کتابوں میں رقم کیا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی عظیم کتابوں میں یہ معاہدہ تحریر کیا گیا ہے جو مخلوق میں سب سے افضل ہستیوں پر نازل کی گئی ہیں۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ

وہ (مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے،

الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ

حکم کرنے والے نیکی کا اور روکنے والے برائی سے اور حفاظت کرنے والے ہیں حدود اللہ کی،

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور خوش خبری سنا دیجیے مومنوں کو ○

گویا کہ سوال کیا گیا ہے کہ وہ مومن کون ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں داخلے اور اس کی طرف سے عزت و اکرام کی خوشخبری ہے؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلتَّآئِبُوْنَ﴾ ''توبہ کرنے والے'' یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت تمام گناہوں سے توبہ کا التزام کرنے والے ہیں ﴿الْعٰبِدُوْنَ﴾ ''عبادت کرنے والے'' جو اللہ تعالیٰ کے لیے عبودیت کی صفت سے متصف ہیں' ہر وقت واجبات و مستحبات کی ادائیگی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی دائمی اطاعت کا التزام کرتے ہیں۔ جس کی بنا پر بندہ عبادت گزاروں میں شمار ہوتا ہے۔ ﴿الْحٰمِدُوْنَ﴾ ''حمد کرنے والے'' جو رنج و راحت' تنگ دستی اور خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا اعتراف کرتے رہتے ہیں۔ دن رات ان نعمتوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ذریعے سے اس کی مدح و ثنا میں مصروف رہتے ہیں۔ ﴿السَّآئِحُوْنَ﴾ ''سیاحت کرنے والے'' سیاحت

کی تفسیر روزوں سے کی گئی ہے' یا طلب علم کے لیے سفر کرنے سے کی گئی ہے اور سیاحت کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی معرفت ومحبت اور اس کی طرف دائمی انابت میں قلب کی سیاحت سے کی گئی ہے۔ مگر اس کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ سیاحت سے مراد اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے حج' عمرہ' جہاد' طلب علم اور اقارب سے ملنے کے لیے سفر کرنا ہے۔ ﴿الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ﴾ ''رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے'' یعنی کثرت سے نماز پڑھتے ہیں جو رکوع وسجود پر مشتمل ہے۔ ﴿الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''نیک بات کا حکم دینے والے ہیں'' اس میں تمام واجبات و مستحبات داخل ہیں ﴿وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ''بری بات سے روکنے والے ہیں۔'' اس میں وہ تمام امور شامل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے روکا ہے۔ ﴿وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر جو حدود نازل فرمائی ہیں' یعنی اوامر ونواہی اور احکام میں کیا چیز داخل ہے اور کیا چیز داخل نہیں ہے' ان کا علم حاصل کر کے ان حدود کی حفاظت کرتے ہیں اور ترکاً اور فعلاً ان کا التزام کرتے ہیں۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مومنوں کو خوش خبری سنا دیجیے'' یہاں اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں فرمایا کہ اہل ایمان کے لیے کس چیز کی خوشخبری ہے تاکہ یہ خوشخبری دین ودنیا اور آخرت کے ثواب کو شامل ہو جو ایمان پر مترتب ہوتا ہے۔ یہ خوشخبری ہر مومن کے لیے ہے۔ رہی اس خوشخبری کی مقدار اور اس کا وصف تو اہل ایمان کے احوال' ان کے ایمان کی قوت' ضعف اور اس کے تقاضے پر عمل کے مطابق ہوتی ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا

نہیں ہے لائق نبی کے اور (نہ) ان لوگوں کے جو ایمان لائے یہ کہ بخشش طلب کریں وہ (اللہ سے) مشرکوں کے لیے، اگرچہ ہوں وہ

اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ

قرابت دار ہی، بعد اس کے کہ واضح ہو گیا ان کے لیے یہ کہ بلاشبہ وہ دوزخی ہیں ○ اور نہیں تھا

اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ

بخشش طلب کرنا ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے مگر بوجہ ایک وعدے کے جو وعدہ کیا تھا ابراہیم نے اس سے، پھر جب واضح ہو گیا ابراہیم کے لیے

اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿١١٤﴾

یہ کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو بیزار ہو گیا ابراہیم اس سے، بیشک ابراہیم البتہ بہت آہ وزاری کرنے والے، بردبار تھے ○

یعنی نبی ﷺ اور اہل ایمان کے لائق ہے نہ ان کے لیے زیبا ہے۔ ﴿اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''کہ وہ ان لوگوں کے لیے استغفار کریں جنہوں نے (کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غیر اللہ کو) شریک کیا۔'' ﴿وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ ''اگرچہ وہ رشتے دار ہوں' اس

بات کے واضح ہو جانے کے بعد کہ وہ جہنمی ہیں‘‘ کیونکہ اس حال میں ان کے لیے بخشش کی دعا کرنا غلط اور ان کے لیے غیر مفید ہے‘ اس لئے یہ استغفار نبی اکرم ﷺ اور اہل ایمان کی شان کے لائق نہیں‘ کیونکہ جب وہ شرک کی حالت میں مر گئے یا یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ وہ شرک کی حالت میں مریں گے تو ان پر عذاب اور جہنم میں ہمیشہ رہنا واجب ہو گیا کسی شفاعت کرنے والے کی شفاعت اور ان کی بخشش کی دعا کرنے والے کی دعا ان کو کوئی فائدہ نہ دے گی۔ نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان پر واجب ہے کہ اپنے رب کی رضا اور ناراضی کے بارے میں اس کی موافقت کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے دوست بنایا ہے اس سے موالات رکھیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دشمن قرار دیا ہے اس سے عداوت رکھیں اور جس شخص کے بارے میں یہ واضح ہو چکا ہو کہ وہ جہنمی ہے اس کے لیے استغفار کرنا اس کے منافی اور متناقض ہے۔

اگر اللہ رحمٰن کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار کیا تھا ﴿عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ﴾ تو ایک وعدے کی بنا پر تھا جو انہوں نے اپنے باپ کے ساتھ ان الفاظ میں کیا تھا ﴿سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴾ (مریم: ٤٧/١٩) ’’میں اپنے پروردگار سے آپ کے لیے ضرور دعا کروں گا کہ وہ آپ کو بخش دے کیونکہ وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔‘‘ دعا کا یہ وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کیا تھا جب آنجناب علیہ السلام کو اپنے باپ کے انجام کا علم نہیں تھا۔

جب ابراہیم علیہ السلام پر واضح ہو گیا کہ ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اسے موت بھی کفر ہی پر آئے گی اور وعظ و نصیحت نے اسے کوئی فائدہ نہ دیا ﴿تَبَرَّاَ مِنْهُ﴾ ’’تو اس سے بیزار ہو گئے۔‘‘ یعنی اپنے رب کی موافقت اور اس کی اتباع میں اس سے بیزاری کا اعلان کر دیا۔ ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ﴾ ’’کچھ شک نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بڑے نرم دل تھے۔‘‘ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے اور بہت کثرت سے ذکر‘ دعا‘ استغفار کرنے والے اور اپنے رب کی طرف پلٹنے والے تھے۔ ﴿حَلِيْمٌ﴾ ’’نہایت بردبار تھے۔‘‘ یعنی وہ مخلوق الٰہی پر بہت مہربان اور اپنے حق میں ان سے صادر ہونے والی کوتاہیوں اور لغزشوں سے درگزر کرنے والے تھے۔ جہلاء کی جہالت انہیں آپے سے باہر نہیں کر سکتی تھی۔ وہ کسی مجرم کا مقابلہ جرم کے ذریعے سے نہیں کرتے تھے۔ ان کے باپ نے ان سے کہا: ﴿لَاَرْجُمَنَّكَ﴾ (مریم: ٤٦/١٩) ’’میں تجھے سنگسار کر دوں گا‘‘۔ جواب میں آپ نے فرمایا: ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ﴾ (مریم: ٤٧/١٩) ’’آپ پر سلامتی ہو میں اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش طلب کرتا رہوں گا‘‘۔ پس تم پر واجب ہے کہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی اور ہر معاملے میں ملت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرو‘ سوائے آپ کے اس قول کے ﴿اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ﴾ (الممتحنة: ٤/٦٠) ’’ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کے سوا جو انہوں نے باپ سے کہا تھا

کہ میں آپ کے لیے مغفرت طلب کرتا رہوں گا۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں آگاہ کیا ہے۔
بنابریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ
اور نہیں ہے اللہ (ایسا) کہ گمراہ کردے کسی قوم کو بعد اسکے کہ ہدایت دی اس نے ان کو یہاں تک کہ واضح کردے ان کے لیے وہ چیزیں کہ جن سے وہ بچیں،

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْیٖ وَيُمِيْتُ ؕ
بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ○ یقیناً اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾
اور نہیں ہے تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ مددگار ○

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت سے نوازتا ہے اور اسے صراط مستقیم پر گامزن رہنے کا حکم دیتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر اپنے احسان کی تکمیل کرتا ہے اور ان تمام امور کو ان پر واضح کر دیتا ہے جن کے وہ محتاج ہیں اور ضرورت جن کا تقاضا کرتی ہے' پس وہ انہیں ان کے دین کے امور کے بارے میں گمراہ اور جاہل نہیں چھوڑتا۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے پایاں رحمت کی دلیل ہے' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت بندوں کی ان تمام ضروریات کو پورا کرتی ہے جن کے وہ اپنے دین کے اصول وفروع میں محتاج ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ﴾ ''اللہ ایسا نہیں کہ وہ کسی قوم کو راہ راست دکھانے کے بعد گمراہ کر دے جب تک کہ ان پر وہ امور واضح نہ کر دے جن سے وہ بچیں''۔ میں اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان پر وہ تمام امور واضح فرما دیتا ہے جن سے ان کو پرہیز کرنا چاہیے اور وہ ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے' تو اللہ تعالیٰ ان کو واضح حق کو ٹھکرا دینے کی پاداش میں گمراہ کر دیتا ہے' لیکن پہلا معنی زیادہ صحیح ہے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ ''بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔'' یعنی اس کا کامل اور ہر چیز کو شامل علم ہی ہے کہ اس نے تمہیں ان امور کی تعلیم دی جنہیں تم نہ جانتے تھے اور ہر وہ چیز تم پر واضح کر دی ہے جس سے تم فائدہ اٹھاتے ہو۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْیٖ وَيُمِيْتُ ﴾ ''بے شک اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔'' یعنی وہ زمین و آسمان کا مالک ہے وہ زندگی اور موت اور مختلف انواع کی تدابیر کے ذریعے سے اپنے بندوں کی تدبیر کرتا ہے جب اس کی تدبیر کونی وقدری میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا تو تدبیر دینی میں' جو اس کی الوہیت سے متعلق ہے' کیوں کر خلل واقع ہو سکتا ہے' وہ اپنے بندوں کو کیوں کر بیکار اور مہمل یا جاہل اور گمراہ چھوڑ سکتا ہے، حالانکہ وہ اپنے بندوں کا سب سے بڑا سرپرست ہے؟ بنابریں فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ ﴾ ''اور اللہ کے

سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں'' جو تمہاری سرپرستی کرے اور تمہیں مختلف قسم کی منفعتیں عطا کرے۔ ﴿وَلَا نَصِيرٍ﴾ ''اور نہ کوئی مددگار'' جو تم سے مضرتیں دور کرکے تمہاری مدد کرے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ

البتہ تحقیق توجہ فرمائی اللہ نے اوپر نبی اور مہاجرین اور انصار کے، وہ (مہاجرین و انصار) کہ جنہوں نے اتباع کیا آپ کا

فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ

تنگی کی گھڑی میں بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ٹیڑھے ہو جائیں دل ایک فریق کے ان میں سے، پھر توجہ فرمائی اللہ نے

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٧﴾ ۙ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ

ان پر بلا شبہ اللہ ان پر بہت شفیق نہایت مہربان ہے ○ اور (توجہ فرمائی اللہ نے) ان تین شخصوں پر، جو چھوڑ دیے گئے تھے (حکم الٰہی کے انتظار میں)

حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا

یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود فراخی کے اور تنگ ہو گئیں ان پر جانیں ان کی اور یقین کر لیا انہوں نے

اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ

یہ کہ نہیں ہے کوئی جائے پناہ اللہ (کی ناراضی) سے مگر اسی کی طرف، پھر اللہ نے توجہ فرمائی ان پر تاکہ وہ توبہ کریں،

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾ ع

یقیناً اللہ، وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و احسان ہے کہ ﴿تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ﴾ ''مہربان ہوا وہ اپنے پیغمبر پر'' ﴿وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ ''اور مہاجرین اور انصار پر'' پس ان کی تمام لغزشیں معاف کر دیں' انہیں بے شمار نیکیاں عطا کیں اور انہیں بلند ترین مراتب پر فائز فرمایا اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے نہایت مشکل اور مشقت سے لبریز عمل کیے' اسی لئے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾ ''جو ساتھ رہے اس پیغمبر کے مشکل کی گھڑی میں'' یعنی وہ غزوہ تبوک میں دشمن کے ساتھ جنگ کے لیے آپ کے ساتھ نکلے' سخت گرمی کا موسم تھا' سامان سفر اور سواریوں وغیرہ کی قلت اور دشمن کی افرادی تعداد زیادہ تھی۔ یہ ایسے حالات تھے جو لوگوں کے پیچھے رہنے کا باعث بنتے ہیں۔ پس اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ سے مدد کے طلب گار ہوئے اور اس پر قائم رہے ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ﴾ ''بعد اس کے کہ قریب تھا کہ دل پھر جائیں ان میں سے کچھ لوگوں کے'' یعنی ان کے دل آرام و راحت اور سکون کی طرف مائل تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدمی عطا کی' ان کی تائید کی اور ان کو قوت سے نوازا اور زیغ قلب (دل کے پھر جانے) سے مراد ہے قلب کا صراط مستقیم سے انحراف کرنا۔ اگر یہ انحراف اصول دین میں ہو' تو یہ کفر ہے اور اگر انحراف شرائع کے احکام میں ہو' تو یہ انحراف

اس حکم شریعت کے مطابق ہوگا جس سے انحراف کیا گیا ہے۔ یہ انحراف یا تو اس حکم شریعت پر عمل کی کوتاہی کے سبب سے ہوتا ہے یا اس شرعی حکم پر غیر شرعی طریقے سے عمل کرنے کے باعث ہوتا ہے فرمایا: ﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ﴾ ''پھر وہ مہربان ہوا ان پر'' یعنی اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ ﴿إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ ''بے شک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ورافت ہے کہ اس نے ان کو توبہ کی توفیق سے نوازا پھر ان کی توبہ کو قبول فرمایا اور ان کو اس توبہ پر ثابت قدم رکھا۔

﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا﴾ ''اور ان تینوں پر بھی (اللہ مہربان ہوا) جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا۔'' اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان تین حضرات کی توبہ قبول کرلی جو اس غزوہ میں جہاد کے لیے مسلمانوں کے ساتھ نہ نکل سکے تھے۔ وہ تھے کعب بن مالک اور ان کے ساتھی (ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم) ان کا قصہ صحاح اور سنن میں مشہور و معروف ہے[1] ﴿حَتَّىٰ إِذَا﴾ یہاں تک کہ جب وہ بہت زیادہ غم زدہ ہو گئے ﴿وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ ''اور زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہوگئی'' یعنی اپنی وسعت اور کشادگی کے باوجود ﴿وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ﴾ ''اور تنگ ہوگئیں ان پر ان کی جانیں'' جو کہ انہیں ہر چیز سے زیادہ محبوب تھیں۔ پس کشادہ فضا ان کے لیے تنگ ہوگئی اور ہر محبوب چیز ان کے لیے تنگ ہوگئی جو عادۃً کبھی ان کے لیے تنگ نہ تھی۔ یہ صورت حال صرف اسی وقت ہوتی ہے جب کوئی انتہائی گھبراہٹ والا معاملہ ہو جو شدت اور مشقت میں اس حد تک پہنچ گیا ہو جس کی تعبیر ممکن نہ ہو اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کو ہر چیز پر مقدم رکھتے تھے۔ ﴿وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ﴾ ''اور وہ سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف'' یعنی انہیں یقین ہوگیا اور اپنے حال کے ذریعے سے ان کو معلوم ہوگیا کہ ان سختیوں سے نجات دینے والا اور جس کے پاس پناہ لی جائے اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی نہیں' تب مخلوق کے ساتھ ان کا تعلق منقطع ہوگیا اور انہوں نے اپنے رب کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ لیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر اللہ ہی کے پاس پناہ لی۔ وہ پچاس راتوں تک اس شدت اور کیفیت میں مبتلا رہے۔ ﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ﴾ ''پھر مہربان ہوا ان پر'' یعنی اللہ نے ان کو توبہ کی اجازت دے دی اور ان کو توبہ کی توفیق سے نواز دیا ﴿لِيَتُوبُوا﴾ ''تاکہ وہ توبہ کریں۔'' تاکہ ان کی طرف سے توبہ واقع ہو اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ﴾ ''بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ بہت کثرت سے توبہ قبول کرتا ہے' بہت کثرت سے معاف کرتا ہے اور بہت کثرت سے لغزشوں اور نقائص کو بخش دیتا ہے۔ ﴿الرَّحِيمُ﴾ عظیم رحمت اس کا وصف ہے جو ہر آن' ہر وقت اور ہر لحظہ اس کے بندوں پر نازل ہوتی رہتی ہے جس سے ان کے دنیاوی اور دینی امور سرانجام پاتے ہیں۔

---

[1] صحيح بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿وعلى الثلاثة ..... الخ﴾ حديث: ٤٦٧٧

(۱) ان آیات کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی توبہ قبول کرنا' جلیل ترین مقصد اور بلند ترین منزل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے توبہ کو اپنے خاص بندوں کا مقام ومنزل قرار دیا ہے۔ جب بندے ایسے اعمال کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور جن سے وہ راضی ہے' تو اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی منزل سے نوازتا ہے۔

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ کا لطف وکرم ان پر سایہ کناں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہلا دینے والے مصائب کے وقت ان کے ایمان میں ثابت قدمی اور استقامت عطا کرتا ہے۔

(۳) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ نفس پر شاق گزرنے والی عبادت ایسی فضیلت کی حامل ہوتی ہے جو کسی اور عبادت میں نہیں ہوتی۔ عبادت میں مشقت جتنی زیادہ ہوگی اجر اتنا ہی بڑا ہوگا۔

(۴) بندے کی اپنے گناہ پر ندامت اور تاسف کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ جو کوئی گناہ کی پروا نہیں کرتا اور گناہ کے ارتکاب پر کوئی حرج محسوس نہیں کرتا' تو اس کی توبہ عیب دار اور کھوکھلی ہے اگرچہ وہ اس زعم میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے۔

(۵) جب قلب مخلوق سے کٹ کر کامل طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق ہو جائے' تو یہ بھلائی اور شدت (تنگی) کے زوال کی علامت ہے۔

(۶) ان تینوں اصحاب پر یہ اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم تھا کہ اس نے ان کو کسی ایسے وصف سے موصوف نہیں کیا جو ان کے لیے عار کا باعث ہو' چنانچہ فرمایا: ﴿ خُلِّفُوْا ﴾ ''جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے'' اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل ایمان ان کو پیچھے چھوڑ گئے تھے یا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو ان لوگوں سے پیچھے چھوڑ دیا گیا' جن کو ان کی معذرت کے قبول یا رد کے سلسلے میں علیحدہ کر دیا گیا تھا اور یہ کہ ان کا پیچھے رہ جانا بھلائی سے روگردانی کی بنا پر نہ تھا' اسی لئے (تخلفوا) کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔

(۷) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو صدق سے نوازا اور اسی لئے ان کی اقتداء کا حکم دیا' چنانچہ فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! ڈرو اللہ سے اور ہو ساتھ سچ بولنے والوں کے ○

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اور ان امور پر ایمان رکھنے والو! جن پر ایمان رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی منہیات سے اجتناب اور ان سے دور رہ کر تقویٰ کا التزام۔ ﴿ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''اور سچوں کے ساتھ رہو۔'' یعنی ان لوگوں کے ساتھ رہو جو اپنے اقوال' افعال اور احوال میں سچے ہیں۔ جن کے اقوال سچے ہیں' جن

کے اعمال واحوال صدق پر مبنی ہیں، جو کسل مندی اور فتور سے خالی اور برے مقاصد سے محفوظ ہیں، جو اخلاص اور نیک نیتی پر مشتمل ہیں۔ صدق نیکی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ (المائدۃ: ۵/۱۱۹) ''آج وہ دن ہے کہ راست بازوں کو ان کی راست بازی فائدہ دے گی''۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا

نہیں لائق واسطے اہل مدینہ کے اور ان کے جو آس پاس ہیں ان کے دیہاتیوں میں سے، یہ کہ پیچھے رہ جائیں وہ (جہاد میں)

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ

رسول اللہ سے اور نہ یہ (جائز ہے) کہ رغبت رکھیں وہ اپنی جانوں سے بے پرواہ ہو کر رسول اللہ کی جان سے، یہ اس لیے کہ بیشک وہ نہیں پہنچتی انہیں

ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ

(کوئی تکلیف یعنی) پیاس اور نہ تھکاوٹ اور نہ بھوک اللہ کے راستے میں، اور نہیں روندتے (طے کرتے) وہ کسی مقام کو جو غضب ناک کر دے

الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کافروں کو، اور نہیں حاصل کرتے وہ دشمن سے کوئی کامیابی (غنیمت وغیرہ) مگر لکھا جاتا ہے ان کیلئے بدلے اسکے عمل صالح، بیشک اللہ

لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۟ۙ۱۲۰ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً

نہیں ضائع کرتا اجر احسان کرنے والوں کا ○ اور نہیں خرچ کرتے وہ کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا،

وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ

اور نہیں طے کرتے وہ کوئی وادی مگر لکھا جاتا ہے وہ (سب) ان کے لیے تاکہ جزا دے انہیں اللہ

اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۲۱

بہترین (جزا) اس کی جو تھے وہ عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ مدینہ منورہ میں رہنے والے مہاجرین وانصار اور مدینہ منورہ کے اردگرد رہنے والے اعراب کو، جو اسلام لائے اور انہوں نے اپنے اسلام کو صحیح کر لیا، ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور نہیں چاہیے مدینے والوں کو اور ان کے اردگرد رہنے والے گنواروں کو کہ وہ پیچھے رہ جائیں رسول اللہ کے ساتھ سے'' یعنی یہ بات ان کو زیبا نہیں اور نہ ان کے احوال کے لائق ہے ﴿وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ ''اور نہ یہ کہ وہ اپنی جانوں کو چاہیں'' اپنے نفس کی بقاء اور اپنی راحت وسکون کی خاطر ﴿عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ ''رسول کی جان سے زیادہ'' یعنی اپنے نفس کی تو حفاظت کریں، لیکن نبی کریم ﷺ کے نفس زکیہ وکریمہ کی حفاظت سے روگردانی کریں، بلکہ اس کے برعکس ان کا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ

نبی اکرم ﷺ اہل ایمان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہوں۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو اپنی ذات پر مقدم رکھے اور آپ پر اپنی جان قربان کر دے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم' آپ سے محبت اور آپ پر کامل ایمان کی علامت یہ ہے کہ اہل ایمان آپ کو چھوڑ کر پیچھے نہ رہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس ثواب کا ذکر فرمایا جو جہاد کے لیے نکلنے پر آمادہ کرتا ہے۔ فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ﴾ ''یہ اس واسطے کہ وہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ﴿لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ﴾ ''نہیں پہنچتی ان کو کوئی پیاس اور نہ محنت'' یعنی تھکان اور مشقت ﴿وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں''۔ ﴿وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ﴾ ''اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے کہ خفا ہوں کافر'' یعنی ان کے دیار میں گھس جانے اور ان کے وطن پر قبضہ کر لینے کی وجہ سے ﴿وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا﴾ ''اور نہیں چھینتے وہ دشمن سے کوئی چیز'' مثلاً لشکر یا سریہ کے ذریعہ سے فتح و ظفر یا مال غنیمت کا حصول ﴿اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ﴾ ''مگر اس کے بدلے ان کے لئے نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے'' کیونکہ یہ وہ آثار ہیں جو ان کے اعمال سے جنم لیتے ہیں۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے احسن طریقے سے آگے بڑھتے ہیں' حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرتے ہیں۔ پس یہ اعمال ان کے عمل کے آثار ہیں۔ پھر فرمایا: ﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا﴾ ''اور نہیں خرچ کرتے ہیں کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا اور نہیں طے کرتے کوئی میدان'' یعنی دشمن کی طرف جانے کے لئے ﴿اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''مگر لکھ لیا جاتا ہے ان کے لئے' تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ بہتر اس کام کا جو وہ کرتے تھے'' اور اسی میں یہ اعمال بھی شامل ہیں جب ان میں خیر خواہی اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہو۔

ان آیات کریمہ میں نفوس کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب اور ان کو شوق دلایا گیا ہے اور جہاد میں تکالیف پہنچنے پر ثواب کی امید دلائی گئی ہے نیز یہ کہ جہاد ان کے لیے ترقی درجات کا باعث ہے۔ نیز ان آیات کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ بندۂ مومن کے عمل پر مترتب ہونے والے آثار میں بہت بڑا اجر ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ

اور نہیں لائق مومنوں کو یہ کہ نکلیں وہ (جہاد کے لیے) سارے کے سارے، پس کیوں نہیں نکلا ہر فرقے سے ان میں سے ایک گروہ

لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ

تاکہ سمجھ حاصل کریں وہ دین میں اور تاکہ ڈرائیں وہ اپنی قوم کو جب لوٹ کر آئیں وہ ان کی طرف

لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝۱۲۲ ع

تاکہ وہ (پیچھے والے بھی) ڈریں ؟ ○

ع ۱۵

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ان چیزوں سے آگاہ کرتے ہوئے جو ان کے لائق ہیں' فرماتا ہے:
﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً﴾ "اور ایسے تو نہیں مومن کہ کوچ کریں سارے" یعنی یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمام کے تمام مومن دشمن کے خلاف جنگ کے لیے نکل پڑیں' کیونکہ اس طرح وہ مشقت میں پڑ جائیں گے اور بہت سے دیگر مصالح فوت ہو جائیں گے۔ ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ﴾ "پس کیوں نہ نکلا ہر گروہ میں سے" یعنی شہروں' قبیلوں اور خاندانوں میں سے ﴿طَآئِفَةٌ﴾ "ان کا ایک حصہ" جس سے ان کا مقصد اور کفایت حاصل ہو جاتی تو یہ بہتر تھا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو آگاہ فرمایا کہ جو لوگ جہاد کے لیے نہیں نکلے اور پیچھے ٹھہر گئے ان کے نہ نکلنے میں کچھ مصالح تھے جو گھر سے نکلنے کی صورت میں ضائع ہو جاتے۔ پس فرمایا: ﴿لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ﴾ "تاکہ وہ سمجھ حاصل کریں دین میں" یعنی پیچھے بیٹھ رہنے والے ﴿وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ﴾ "اور تاکہ ڈرائیں وہ اپنی قوم کو جب وہ لوٹیں ان کی طرف" تاکہ وہ علم شریعت حاصل کرتے' اس کے معانی کی معرفت حاصل کرتے اور پھر دوسروں کو تعلیم دیتے اور جب واپس لوٹتے تو اپنی قوم کو ڈراتے...... اس سے علم کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے خاص طور پر دین میں سمجھ کی فضیلت' نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تفقه فی الدین بہت اہم معاملہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جو کوئی کسی قسم کا علم حاصل کرتا ہے تو اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس علم کو اللہ کے بندوں میں پھیلائے۔ اس بارے میں ان کے ساتھ خیر خواہی کرے' کیونکہ عالم سے علم کا پھیلنا اس کی برکت اور اس کا اجر ہے جو بڑھتا رہتا ہے۔

رہا عالم کا اپنے آپ پر اقتصار کرنا' حکمت و دانائی اور بہترین نصیحت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت نہ دینا' جہال کو ان امور کی تعلیم دینا ترک کر دینا جو وہ نہیں جانتے..... تو اس کے علم سے مسلمانوں کو کون سا فائدہ حاصل ہوا اور اس کے علم کا کیا نتیجہ نکلا؟ بس اس کی انتہا یہ ہے کہ اس عالم کے مر جانے کے ساتھ اس کا علم بھی موت کی آغوش میں چلا جائے گا۔ یہ اس شخص کی حرماں نصیبی کی انتہا ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے علم و فہم سے نوازا۔

نیز اس آیت کریمہ میں ایک اہم فائدہ کی طرف راہنمائی اور نہایت لطیف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مصالح عامہ میں سے ہر مصلحت کے لیے کچھ لوگوں کو تیار کریں جو ان مصالح کا انتظام کریں اور ان مصالح کے حصول کے لیے ہمہ وقت جدوجہد کریں اور وہ دیگر امور کی طرف التفات نہ کریں' تاکہ ان مصالح کا اچھی طرح انتظام ہو' تاکہ مسلمانوں کے مفادات کی تکمیل ہو اور تمام مسلمانوں کا مقصد ایک ہو اور وہ ہے ان کے دین و دنیا کے مصالح کا قیام۔ اگرچہ راستے مختلف ہوں' مشرب متعدد ہوں' کام ایک دوسرے سے جدا ہوں' مگر مقصد ایک ہو۔ تمام امور میں یہ عام حکمت نافعہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو! لڑو تم ان لوگوں سے جو قریب ہیں تمہارے کافروں میں سے اور چاہیے کہ پائیں وہ تمہارے اندر
غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٣﴾
سختی، اور جان لو تم! یقیناً اللہ ساتھ ہے متقیوں کے ○

جنگی معاملات کی تدبیر میں اہل ایمان کی راہنمائی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف راہنمائی فرمائی ہے کہ ان کفار سے ابتدا کی جائے جو سب سے قریب ہیں ان کے ساتھ رویہ سخت رکھا جائے اور جنگ میں ان کا نہایت سختی‘ بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا جائے ﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ”اور جان رکھو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔“ یعنی تمہیں یہ علم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد تقویٰ کے مطابق نازل ہوتی ہے‘ اس لئے تقویٰ کا التزام کرو‘ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے دشمن کے خلاف تمہیں نصرت سے نوازے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ ﴾ ”قریب کے کافروں سے قتال کرو۔“ عام ہے‘ تاہم جب مصلحت اس بات کا تقاضا کرے کہ ان کافروں کے ساتھ لڑائی کی جائی جو قریب نہیں ہیں‘ تو اس وقت ایسا کرنا ضروری ہوگا اور یہ خاص حکم اس عموم سے مستثنیٰ ہوگا‘ کیونکہ مصالح کی اقسام تو بے شمار ہیں۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ
اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورت تو کچھ ان (منافقوں) میں سے وہ ہیں جو (بطور استہزا) کہتے ہیں تم میں سے کس کو زیادہ کیا ہے اس (سورت) نے ایمان میں؟
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿١٢٤﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ
پس لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے تو زیادہ کیا اس سورت نے ان کو ایمان میں اور وہ خوش ہوتے ہیں ○ اور لیکن وہ لوگ
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا
کہ ان کے دلوں میں روگ ہے تو زیادہ کر دیا ان کو (اس سورت نے) پلیدی میں ساتھ ان کی (پہلی) پلیدی کے، اور مرے وہ
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿١٢٥﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ
اس حال میں کہ کافر تھے ○ کیا نہیں دیکھتے وہ (مومن) کہ بیشک وہ (منافق) فتنے میں مبتلا کیے جاتے ہیں ہر سال ایک بار یا دو بار؟
ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾
پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں ○

نزول قرآن کے وقت منافقین اور اہل ایمان کا جو حال ہوتا ہے‘ اور اس وقت ان کے درمیان جو تفاوت ہوتا ہے اسے بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ ﴾ ”اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے“ جس کے اندر اوامر و نواہی نازل کیے گئے ہوں‘ آپ ﷺ کے اپنے بارے میں خبر دی گئی ہو‘ امور غائبہ سے

آ گاہ کیا گیا ہو اور جہاد کی ترغیب دی گئی ہو۔ ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا﴾ ''تو ان میں سے بعض کہتے ہیں' تم میں سے کس کا ایمان اس سورت نے زیادہ کیا؟'' یعنی دونوں گروہوں میں سے اسے استفہام حاصل ہے جسے اس سورت پر ایمان حاصل ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان دونوں گروہوں کا حال واقع بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ ''پس جو لوگ ایمان رکھتے ہیں' ان کا ایمان اس سورت نے زیادہ کر دیا'' اس سورت کے علم' اس کے فہم' اس پر اعتقاد' اس پر عمل' بھلائی کے کام میں رغبت اور برائی کے کام سے رکنے کے ذریعے سے ان لوگوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جو اہل ایمان ہیں۔ ﴿وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اور وہ خوش خبری حاصل کرتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جو اپنی آیات سے نوازا ہے اور ان کا فہم حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق بخشی ہے اس پر وہ ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے ہیں۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ اہل ایمان کو آیات الٰہی پر انشراح صدر' اطمینان قلب اور سرعت اطاعت حاصل ہے' کیونکہ یہ آیات ان کو اس امر کی ترغیب دیتی ہیں۔

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''اور لیکن جن کے دلوں میں روگ ہے'' یعنی شک اور نفاق ہے ﴿فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ﴾ ''پس ان کو اس سورت نے بڑھا دیا گندگی پر گندگی میں'' یعنی ان کے مرض کے ساتھ مرض اور ان کے شک کے ساتھ مزید شک کا اضافہ ہوتا گیا' کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ ان کے خلاف عناد رکھا اور ان سے روگردانی کی تھی۔ بنابریں ان کا مرض بڑھ گیا تو اس مرض نے ان کو ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دیا۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے یہاں تک کہ ﴿مَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''وہ مریں گے بھی تو کافر کے کافر''۔ یہ ان کے لیے سزا ہے' کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا' اس کے رسول کی نافرمانی کی اس لئے اس کی پاداش میں اس دن تک کے لیے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا' جس روز وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے۔

اللہ تعالیٰ اس بات پر کہ وہ کفر و نفاق پر جمے ہوئے ہیں ان کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ﴾ ''کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر برس ایک یا دو مرتبہ'' یعنی جو ان کو مصیبت پہنچتی ہے یا امراض لاحق ہوتے ہیں یا اوامر الٰہیہ کے ذریعے سے ان کی آزمائش کی جاتی ہے ﴿ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ﴾ ''پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے۔'' یعنی ان برائیوں سے توبہ نہیں کرتے جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں ﴿وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ ''اور نہ وہ نصیحت پکڑتے ہیں'' یعنی کیا چیز انہیں فائدہ دیتی ہے کہ وہ اسے اختیار کریں اور کیا چیز نقصان دیتی ہے کہ وہ اس کو ترک کر دیں۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ...... جیسا کہ تمام قوموں میں اس کی عادت ہے...... ان کو تنگ دستی' فراخی اور اوامر و نواہی کے ذریعے سے ان کو آزماتا ہے' تا کہ وہ اس کی طرف

رجوع کریں مگر وہ توبہ کرتے ہیں نہ نصیحت پکڑتے ہیں۔

ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے ایمان کو ٹٹولتا اور اس کی حفاظت کرتا رہے اس کی تجدید اور نشوونما کرتا رہے تاکہ اس کا ایمان ترقی کی منازل کی طرف گامزن رہے۔

وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَىٰكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ

اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورت تو دیکھتا ہے ایک ان کا طرف دوسرے کی کہ کیا دیکھ رہا ہے تمہیں کوئی شخص (مومنوں میں سے)؟ پھر

ٱنصَرَفُوا۟ صَرَفَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿١٢٧﴾

پھر جاتے ہیں وہ، پھیر دیا اللہ نے ان کے دلوں کو بوجہ اس کے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے ○

یعنی وہ منافقین جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے بارے میں کوئی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے دلوں کا بھید کھول دے ﴿وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ﴾ "جب ان پر کوئی سورت نازل کی جاتی ہے" تاکہ وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کے مضامین پر عمل کریں ﴿نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ﴾ "تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔" یعنی اس پر عمل نہ کرنے کا ارادہ اور عزم کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں وہ مناسب وقت کا انتظار کرتے ہیں تاکہ اہل ایمان کی نظروں سے چھپے رہیں اور کہتے ہیں ﴿هَلْ يَرَىٰكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ ٱنصَرَفُوا۟﴾ "کیا دیکھتا ہے تم کو کوئی مسلمان پھر کھسک جاتے ہیں" یعنی کھسک کر نکل جاتے ہیں اور منہ موڑ کر لوٹ جاتے ہیں۔ تب اللہ ان کے عمل کی جنس ہی سے انہیں جزا دیتا ہے۔ پس جیسے انہوں نے عمل سے منہ پھیر لیا ﴿صَرَفَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُم﴾ "اللہ نے ان کے دلوں کو (حق سے) پھیر دیا" یعنی روک دیا اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا ﴿بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ﴾ "کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔" یعنی وہ ایسی سمجھ نہیں رکھتے جو ان کو فائدہ دے کیونکہ اگر وہ سمجھ رکھتے ہوتے تو جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی وہ اس پر ایمان لا کر اس کے احکام کی تعمیل کرتے۔ اس کا مقصد جہاد وغیرہ شرائع ایمان سے ان کی شدت نفور کو بیان کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿فَإِذَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا ٱلْقِتَالُ رَأَيْتَ ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ ٱلْمَغْشِىِّ عَلَيْهِ مِنَ ٱلْمَوْتِ﴾ (محمد: ٢٠/٤٧) "جب کوئی محکم سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف اس شخص کی طرح دیکھنے لگتے ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو"۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم

یقیناً آ گیا ہے تمہارے پاس ایک عظیم رسول تم میں سے شاق (گراں) ہے اس پر تمہارا تکلیف میں مبتلا ہونا حریص ہے اوپر (بھلائی) تمہاری کے

بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُلْ حَسْبِىَ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ

ساتھ مومنوں کے نہایت شفیق و مہربان ہے ○ پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دیجئے! کافی ہے مجھے اللہ نہیں ہے کوئی معبود (برحق) مگر وہی

عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۱۲۹﴾

اسی پر بھروسہ کیا میں نے اور وہی ہے رب عرش عظیم کا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں پر اپنے احسان کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے ان کے اندر نبی اُمی ﷺ کو مبعوث فرمایا جو خود ان میں سے ہیں وہ آپ کا حال جانتے ہیں' وہ آپ سے اخذ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور آپ کی اطاعت کرنے کو ناپسند نہیں کرتے اور خود رسول اللہ ﷺ ان کے بے انتہا خیر خواہ اور ان کے مصالح کے لیے کوشش کرنے والے ہیں۔ ﴿عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ﴾ ''تمہاری تکلیف ان پر گراں گزرتی ہے۔'' یعنی آپ ﷺ پر ہر وہ معاملہ بہت شاق گزرتا ہے جو تم پر شاق گزرتا ہے اور تمہیں تکلیف میں مبتلا کرتا ہے۔ ﴿حَرِيصٌ عَلَيۡكُمۡ﴾ ''حریص ہیں تمہاری بھلائی پر'' پس آپ ﷺ تمہارے لئے بھلائی پسند کرتے ہیں اور تمہیں بھلائی تک پہنچانے کے لیے بھرپور کوشش کرتے ہیں' ایمان تک تمہاری راہ نمائی کے خواہش مند ہیں۔ آپ شر کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور شر سے تمہیں نفرت دلانے کے لیے پوری کوشش صرف کرتے ہیں ﴿بِالۡمُؤۡمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ ''اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔'' یعنی اہل ایمان کے لیے انتہائی رافت و رحمت کے حامل ہیں بلکہ وہ مومنوں کے لیے ان کے ماں باپ سے بھی بڑھ کر رحیم ہیں۔ بنابریں آپ کا حق تمام مخلوق پر فائق اور مقدم ہے۔ آپ ﷺ پر ایمان لانا' آپ کی تعظیم کرنا' آپ کی عزت و توقیر کرنا تمام امت پر فرض ہے۔ ﴿فَإِن﴾ ''پس اگر'' وہ ایمان لے آئیں تو یہ ان کی خوش نصیبی اور توفیق الٰہی ہے۔ اور اگر وہ ﴿تَوَلَّوۡا﴾ ''پھر جائیں۔'' یعنی ایمان و عمل سے روگردانی کریں تو آپ ﷺ اپنے راستے پر گامزن رہیں اور ان کو دعوت دیتے رہیں۔ ﴿فَقُلۡ حَسۡبِيَ ٱللَّهُ﴾ ''اور کہہ دیں! کہ (تمام امور میں) میرے لئے اللہ کافی ہے۔'' ﴿لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔'' ﴿عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ﴾ ''میں نے اسی پر توکل کیا۔'' یعنی امور نافعہ کے حصول اور ضرر رساں امور کو دور ہٹانے کے لیے' میں اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہوں ﴿وَهُوَ رَبُّ ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡعَظِيمِ﴾ ''اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔'' یعنی جب اللہ تعالیٰ اس عظیم عرش کا رب ہے جو تمام مخلوقات پر سایہ کناں ہے تو عرش سے کم تر مخلوق کا رب ہونا اولیٰ اور احریٰ ہے۔

تفسیر سورۂ یونس

سُورَةُ يُونُس ١٠ مَكِّيَّة ٥١ | بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ | اٰیاتها ١٠٩ رکوعاتها ١١

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ ۚ تِلۡكَ ءَايَٰتُ ٱلۡكِتَٰبِ ٱلۡحَكِيمِ ﴿١﴾ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنۡ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ رَجُلٖ

الٓرٰ' یہ آیتیں ہیں کتاب حکیم کی ○ کیا ہے واسطے لوگوں کے تعجب (کی بات) یہ کہ وحی کی ہم نے طرف ایک آدمی کی

مِّنۡهُمۡ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ

ان میں سے، کہ ڈرائیں آپ لوگوں کو، اور خوش خبری دیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے (اس بات کی کہ) بیشک ان کے لیے مرتبہ ہے سچائی کا

عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؔؕ قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ ۝۲

ان کے رب کے پاس، کہا کافروں نے، بلاشبہ یہ شخص تو یقیناً جادوگر ہے ظاہر○

﴿الٓرٰ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ﴾ ''یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی'' اور وہ کتاب یہ قرآن ہے جو تمام تر حکمت و احکام پر مشتمل ہے جس کی آیات کریمہ حقائق ایمانی اور شریعت کے اوامر و نواہی پر دلالت کرتی ہیں جن کو برضا و رغبت قبول کرنا اور جن پر عمل کرنا تمام امت پر فرض ہے۔ بایں ہمہ اکثر لوگوں نے اس سے روگردانی کی۔ وہ اس کا علم نہیں رکھتے اس لئے انہیں سخت تعجب ہے۔ ﴿اَنۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ﴾ ''کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد پر وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈر سنائے'' یعنی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے اور انہیں اس کی ناراضی کا خوف دلائے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعے سے ان کو نصیحت کرے۔ ﴿وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا﴾ ''اور خوش خبری دیں ایمان والوں کو'' جو صدق دل سے ایمان لائے ہیں ﴿اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ﴾ ''کہ ان کے لئے مقام صدق ہے ان کے رب کے پاس'' یعنی ان کے لیے اپنے رب کے پاس وافر جزا اور جمع کیا ہوا ثواب ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے صدق پر مبنی اعمال صالحہ پیش کئے تھے۔ کفار کو اس عظیم شخص پر سخت تعجب ہے اور اس تعجب نے ان کو اس کے انکار پر آمادہ کیا۔ ﴿قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ﴾ ''اور کفار (اس کے بارے میں) کہتے ہیں'' ﴿اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ﴾ ''یہ تو واضح طور پر جادوگر ہے۔'' ان کے زعم کے مطابق اس کا جادوگر ہونا کسی پر مخفی نہیں اور یہ ان کی سفاہت اور عناد کی دلیل ہے۔

وہ ایسی بات پر تعجب کرتے ہیں جو ایسی انوکھی چیز نہیں جس پر تعجب کیا جائے۔ تعجب تو ان کی جہالت اور اس چیز پر ہونا چاہئے کہ انہیں اپنے مصالح کی معرفت حاصل نہیں۔ وہ اس رسول کریم ﷺ پر کیسے ایمان نہیں لائے۔ جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہی میں سے چن کر رسول مبعوث کیا ہے وہ اسے اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح پہچاننے کا حق ہے۔ پس انہوں نے اس کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اس کے دین کے ابطال کے سخت حریص ٹھہرے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کر کے رہتا ہے خواہ کفار کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى

بے شک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں، پھر مستوی ہو گیا

عَلَى الۡعَرۡشِ يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ مَا مِنۡ شَفِيۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِهٖ ؕ ذٰ لِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ

اوپر عرش کے، وہ تدبیر کرتا ہے (ہر) کام کی، نہیں ہے کوئی سفارشی مگر بعد اس کی اجازت کے، یہی ہے اللہ تمہارا رب،

فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ③ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ اِنَّهٗ

سوتم عبادت کرو اسی کی، کیا پس نہیں نصیحت حاصل کرتے تم؟O اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تم سب کو، وعدہ ہے اللہ کا سچا، بلاشبہ وہی

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۭ

پہلی بار پیدا کرتا ہے مخلوق کو، پھر وہی دوبارہ زندہ کرے گا اس کو، تاکہ وہ جزا دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل کیے نیک، ساتھ انصاف کے،

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا واسطے ان کے پینا ہوگا کھولتے ہوئے پانی سے اور عذاب ہوگا دردناک

بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ④

بہ سبب اس کے جو تھے وہ کفر کرتےO

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ربوبیت، الوہیت اور عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ ''بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا'' اس کے باوجود کہ وہ زمین و آسمان کو ایک لحظہ میں پیدا کرنے پر قادر ہے۔ مگر حکمت الٰہی انہیں اسی طرح تخلیق کرنے میں تھی۔ وہ اپنے افعال میں بہت نرم اور مہربان ہے۔ یہ اس کی حکمت ہے کہ اس نے کائنات کو حق کے ساتھ اور حق کے لیے پیدا کیا' تاکہ اس کے اسماء وصفات کے ذریعے سے اس کی معرفت حاصل ہو نیز یہ کہ وہ اکیلا عبادت کا مستحق ہے۔ ﴿ثُمَّ﴾ ''پھر'' آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بعد ﴿اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''وہ مستوی ہوا عرش پر۔'' وہ استواء ایسا ہے جو اس کی عظمت کے لائق ہے ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ ''وہ معاملے کا انتظام کرتا ہے۔'' یعنی وہ عالم علوی اور عالم سفلی کے تمام معاملات کی تدبیر کرتا ہے۔ موت دینا' زندہ کرنا' رزق نازل کرنا' لوگوں کے درمیان گردش ایام' ضرر رسیدہ لوگوں سے تکلیف دور کرنا اور سوال کرنے والوں کی ضرورت پوری کرنا۔ پس مختلف انواع کی تمام تدابیر اسی کی طرف سے نازل ہوتی ہیں اور اسی کی طرف بلند ہوتی ہیں۔ تمام کائنات اس کے غلبہ کے سامنے مطیع اور اس کی عظمت اور طاقت کے سامنے سرافگندہ ہے۔

﴿مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ﴾ ''کوئی سفارش نہیں کرسکتا' مگر اس کی اجازت کے بعد'' جب تک اللہ تعالیٰ اجازت نہ دے کوئی شخص ...... خواہ وہ مخلوق میں سب سے افضل ہستی ہی کیوں نہ ہو...... اللہ تعالیٰ کے حضور کسی کی سفارش کے لیے آگے نہیں بڑھے گا اور وہ صرف اسی کے لیے سفارش کرے گا جس کے لیے اللہ تعالیٰ خود پسند کرے گا اور وہ صرف انہی کو پسند کرے گا جو اہل اخلاص اور اہل توحید ہوں گے۔

﴿ذٰلِكُمُ﴾ ''یہی'' وہ ہستی جس کی یہ شان ہے ﴿اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ ''اللہ ہے تمہارا رب'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو اوصاف الوہیت اور صفات کمال کی جامع' اوصاف ربوبیت اور صفات افعال کی جامع ہے

﴿ فَاعْبُدُوْهُ ﴾ ''پس تم اسی کی بندگی کرو'' یعنی عبودیت کی وہ تمام اقسام جن کو بجالانے پر تم قادر ہو صرف اس اکیلے کے لیے مخصوص کرو۔ ﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے'' کیا تم ان دلائل سے نصیحت حاصل نہیں کرتے جو اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ واحد معبود حمد و ثناء کا مستحق اور جلال و اکرام کا مالک ہے۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حکم کونی و قدری' یعنی تدبیر عام اور اپنے حکم دینی یعنی اپنی شریعت' جس کا مضمون اور مقصود صرف اسی کی عبادت ہے' جس کا کوئی شریک نہیں' کا ذکر فرمایا تو اپنے حکم جزائی کا ذکر بھی فرمایا۔ یعنی انسان کے مرنے کے بعد اس کے تمام اعمال کی جزا دینا' چنانچہ فرمایا: ﴿ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ﴾ ''اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے'' یعنی وہ تمہارے مرنے کے بعد ایک مقررہ وقت پر تم سب کو جمع کرے گا ﴿ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ﴾ ''اللہ کا وعدہ سچا ہے۔'' یعنی اس کا وعدہ سچا ہے اور اس کا پورا ہونا لابدی ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ﴾ ''وہی پیدا کرتا ہے پہلی بار' پھر دوبارہ پیدا کرے گا اس کو'' پس جو تخلیق کی ابتدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اس کے اعادے پر بھی قادر ہے۔ لہٰذا وہ شخص جو ابتدائے تخلیق کو تسلیم کرتا ہے پھر وہ اعادۂ تخلیق کا انکار کر دیتا ہے' عقل سے عاری ہے جو دو مماثل اشیاء میں سے ایک کا انکار کرتا ہے حالانکہ وہ اس تخلیق کا اقرار کر چکا ہے جو زیادہ مشکل ہے ...... یہ زندگی بعد موت کی نہایت واضح عقلی دلیل ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے نقلی دلیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''تاکہ بدلہ دے ان کو جو ایمان لائے'' جو صدق دل سے ان تمام امور پر ایمان لائے جن پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ﴿ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''اور عمل کیے نیک'' وہ اپنے جوارح کے ذریعے سے واجبات و مستحبات پر عمل کرتے ہیں۔ ﴿ بِالْقِسْطِ ﴾ ''انصاف کے ساتھ'' یعنی اللہ تعالیٰ عدل کے ساتھ ان کے ایمان و اعمال کی جزا دے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ جزا اپنے بندوں کے سامنے بیان کر دی ہے اور ان کو آگاہ فرما دیا کہ یہ ایسی جزا ہے کہ کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ اس جزا میں اس کے لیے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسول کی تکذیب کی۔ ﴿ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴾ ''ان کے لیے پینے کو نہایت گرم پانی ہوگا'' جو چہروں کو جھلسا کر رکھ دے گا اور انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ ﴿ وَعَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ''اور دردناک عذاب'' انہیں دردناک عذاب کی تمام اصناف میں مبتلا کیا جائے گا۔ ﴿ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ ''اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے'' یعنی یہ عذاب ان کے کفر اور ظلم کے سبب سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا' بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ

وہی ہے (اللہ) جس نے بنایا سورج کو چمک (والا) اور چاند کو نور (والا)، اور اس نے مقرر کیں اس کی منزلیں تاکہ معلوم کر لو تم گنتی

السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ
سالوں کی اور حساب (بھی)، نہیں پیدا کیا اللہ نے یہ (سب کچھ) مگر ساتھ حق کے، وہ تفصیل سے بیان کرتا ہے اپنی آیتیں
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۵ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ
واسطے ان لوگوں کے جو جانتے ہیں ○ بلاشبہ (بدل بدل کر) آنے جانے میں رات اور دن کے اور (اس میں بھی) جو کچھ پیدا کیا
اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝۶
اللہ نے آسمانوں اور زمین میں، یقیناً بڑی نشانیاں ہیں واسطے ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ربوبیت اور الوہیت کو متحقق کرنے کے بعد اپنے اسماء وصفات کے کمال پر عقلی اور آفاقی دلائل بیان کرتا ہے جو تمام آفاق، یعنی سورج، چاند، زمین و آسمان اور کائنات میں پھیلی ہوئی تمام مخلوقات پر محیط ہیں اور آگاہ فرماتا ہے کہ یہ نشانیاں ان لوگوں کے لیے ہیں ﴿لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''جو علم رکھتے ہیں'' اور ان کے لیے ہیں جو تقویٰ کا التزام کرتے ہیں، کیونکہ علم دلالت کی معرفت اور انتہائی مناسب طریقے سے دلائل کے استنباط کی کیفیت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ تقویٰ قلب میں بھلائی کی طرف رغبت اور برائی سے خوف کو جنم دیتا ہے۔ یہ دونوں دلائل و براہین اور علم ویقین سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ ان مخلوقات کی اس وصف کے ساتھ مجرد تخلیق اس کی کامل قدرت، اس کے علم، اس کی حیات اور اس کی قیومیت پر دلالت کرتی ہے۔ اس کائنات میں جاری احکام، اس کا اتقان اور اس کا حسن وابداع اللہ تعالیٰ کی حکمت، اس کے حسن تخلیق اور وسعت علم پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کائنات میں پھیلے ہوئے منافع ومصالح...... مثلاً سورج کی روشنی اور چاند کے نور سے جو ضروری فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت، اپنے بندوں پر اس کی عنایت، اس کی لامحدود نوازش اور اس کے احسان پر دلالت کرتے ہیں۔

اس کائنات کی خصوصیات اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادۂ نافذہ پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود، محبوب محمود، جلال واکرام اور عظیم اوصاف کا مالک ہے، رغبت ورہبت کے ساتھ اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ تمام امور میں مخلوقات و مربوبات، جو بذات خود اللہ کی محتاج ہیں، کی بجائے اپنی دعا میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جائے۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور وفکر کرنے اور ان کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنے کی ترغیب ہے۔ اس لیے کہ اس سے بصیرت بڑھتی ہے، ایمان وعقل میں اضافہ ہوتا ہے اور ملکہ راسخ ہوتا ہے اور ان میں غور وفکر نہ کرنے سے اللہ کے احکام سے بے پروائی، ایمان میں زیادتی کا راستہ بند اور قلب وذہن میں جمود طاری ہوتا ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا

بیشک وہ لوگ جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی اور راضی ہیں ساتھ زندگانی کے دنیا کی، اور مطمئن ہیں اسی کے ساتھ،

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝۷ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸

اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں ○ یہی لوگ، ٹھکانا ان کا آگ ہے بہ سبب اس کے جو تھے وہ کماتے ○

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ﴾ ”جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے۔“ یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خواہش نہیں رکھتے ہیں جو سب سے بڑی خواہش اور سب سے بڑی آرزو ہے بلکہ وہ اس سے اعراض اور روگردانی کرتے ہیں اور بسا اوقات اس کی تکذیب کرتے ہیں ﴿ وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ”اور وہ دنیا کی زندگی سے خوش ہیں۔“ یعنی وہ آخرت کی بجائے دنیا پر راضی ہو گئے۔ ﴿ وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا ﴾ ”اور اسی پر مطمئن ہو گئے“ یعنی دنیا کی طرف مائل ہو گئے اور اسی کو اپنی منزل اور اسی کو اپنا مقصد زندگی بنا لیا۔ دنیا کے حصول کے لیے کوشاں رہے اس کی لذات و شہوات پر ٹوٹ پڑے۔ دنیا انہیں جس طریقے سے بھی حاصل ہوئی انہوں نے اسے حاصل کر لیا۔ دنیا کی چمک انہیں جہاں کہیں بھی دکھائی دی یہ اس کی طرف لپکے۔ انہوں نے اپنے ارادوں اور نیتوں کو دنیا ہی میں مصروف رکھا ان کے افکار و اعمال دنیا ہی کے محور پر گھومتے رہے۔ گویا کہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور گویا کہ دنیا ایک گزرگاہ نہیں جہاں سے مسافر زاد راہ اکٹھا کر کے ہمیشہ رہنے والی منزل کی طرف رواں دواں رہتے ہیں۔ اولین و آخرین اس منزل کی نعمتوں اور لذتوں کی طرف کوچ کرتے ہیں اور لپکنے والے انہی کی طرف لپکتے ہیں۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ﴾ ”اور وہ ہماری آیتوں سے غافل ہیں“ پس یہ آیات قرآنی اور آیات نفس و آفاق سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور دلیل سے روگردانی درحقیقت مدلول مقصود سے روگردانی اور غفلت کو مستلزم ہے۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ جن کا یہ وصف ہے ﴿ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ﴾ ”ان کا ٹھکانا آگ ہے۔“ یعنی ان کا ٹھکانا اور مسکن جہنم ہے جہاں سے کبھی کوچ نہیں کریں گے۔ ﴿ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ ”بہ سبب اس کے جو کماتے تھے“ جہنم کا یہ عذاب اس پاداش میں ہے کہ انہوں نے کفر، شرک اور مختلف قسم کے دیگر گناہوں کا ارتکاب کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نافرمانوں کے عذاب کا ذکر کرنے کے بعد اطاعت کرنے والے اہل ایمان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے نیک، رہنمائی کرے گا ان کی ان کا رب (جنت کی طرف) بوجہ ان کے ایمان کے، بہتی ہوں گی

مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۹ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ

نیچے ان کے نہریں، نعمتوں والے باغات میں ○ پکارنا ان کا ہو گا ان میں: پاک ہے تو اے اللہ!

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ ع

اور دعا ان کی ہوگی ان میں سلام، اور آخری پکار ہوگی ان کی یہ کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا○

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ’’اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔‘‘ یعنی انہوں نے ایمان اور ایمان کے تقاضے کو جمع کیا یعنی ایمان لانے کے بعد اخلاص اور اتباع کے ساتھ اعمال صالحہ بجالائے جو اعمال قلوب اور اعمال جوارح پر مشتمل ہیں۔ ﴿يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ﴾ ’’ہدایت کرے گا ان کو ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے سرمایۂ ایمان کے سبب سے انہیں سب سے بڑا ثواب یعنی ہدایت عطا کرتا ہے۔ انہیں وہ علم عطا کرتا ہے جو ان کے لیے نفع مند ہے‘ وہ انہیں ان اعمال سے نوازتا ہے جو ہدایت سے جنم لیتے ہیں۔ وہ اپنی آیات میں غور و فکر کرنے کے لیے ان کی راہ نمائی کرتا ہے‘ اس دنیا میں انہیں راہ راست دکھاتا ہے اور آخرت میں ان کو اس راستے پر گامزن کرتا ہے جو جنت کو جاتا ہے۔

بنابریں فرمایا: ﴿تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ﴾ ’’ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں‘‘ یعنی ہمیشہ بہنے والی نہریں ﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ’’نعمت والے باغوں میں‘‘ اللہ تعالیٰ نے جنت کو (نعیم) ’’نعمتوں والی‘‘ کی طرف مضاف کیا ہے‘ کیونکہ جنت ہر طرح سے کامل نعمتوں پر مشتمل ہوگی۔ قلب کو فرحت و سرور‘ تر و تازگی‘ اللہ رحمٰن کا دیدار‘ اس کے کلام کا سماع‘ اس کی رضا اور قرب کے حصول کی خوشی‘ دوستوں اور بھائیوں سے ملاقاتوں‘ ان کے ساتھ اکٹھے ہونے‘ طرب انگیز آوازوں‘ مسحور کن نغمات اور خوش کن مناظر کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔ بدن کو مختلف انواع کے ماکولات و مشروبات اور بیویاں وغیرہ عطا ہوں گی جو انسان کے علم سے باہر ہیں جن کے بارے میں انسان تصور تک نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس کا وصف بیان کر سکتا ہے۔ ﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ﴾ ’’اس میں ان کی پکار ہوگی‘ اے اللہ تو پاک ہے‘‘ یعنی جنت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اولین چیز تمام نقائص سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تنزیہ ہوگی اور آخر میں اس کے لیے حمد و ثنا۔ دار الجزا میں ان سے تمام تکالیف ساقط ہو جائیں گی۔ ان کے لیے سب سے بڑی لذت‘ جو لذیذ ترین ماکولات سے بھی زیادہ لذیذ ہوگی اور وہ ہوگا اللہ تعالیٰ کا ذکر‘ جس سے دل مطمئن اور روح خوش ہوگی اور ذکر الٰہی کی حیثیت ان کے لیے وہی ہوگی جو کسی متنفس کے لیے سانس کی ہوتی ہے‘ مگر کسی کلفت اور مشقت کے بغیر۔

﴿وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا﴾ ’’اور اس میں ان کی دعائے ملاقات‘‘ یعنی ملاقات اور ایک دوسرے کی زیارت کے وقت ایک دوسرے کو ﴿سَلٰمٌ﴾ ’’سلام ہوگی‘‘ یعنی وہ سلام کہہ کر ایک دوسرے کو خوش آمدید کہیں گے‘ یعنی ان کی باہم گفتگو لغویات اور گناہ کی باتوں سے پاک ہوگی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد ﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ ...... الآية﴾ کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اہل جنت جب کھانے پینے کی حاجت محسوس کریں گے تو کہیں گے

﴿ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ﴾ اوران کے سامنے اسی وقت کھانا حاضر کردیا جائے گا۔ ﴿ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ ﴾ ''اوران کی آخری بات'' جب وہ کھانے سے فارغ ہوں گے تو کہیں گے ﴿ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔''

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ

اور اگر جلدی کرتا اللہ واسطے لوگوں کے برائی (پہنچانے) میں مانند جلدی طلب کرنے ان (لوگوں) کے بھلائی کو تو البتہ پورا کردیا جاتا ان کا وقت مقرر،

فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪

پھر چھوڑ دیتے ہم ان لوگوں کو جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی، ان کی سرکشی میں، وہ سرگرداں پھرتے ○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و احسان ہے کہ جب بندے برائی کے اسباب مہیا کرتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ ان کو اس برائی میں عجلت سے پکڑنا اور انہیں فوراً عذاب میں مبتلا کرنا چاہے جس طرح وہ نیکی کرتے ہیں تو ان کے لیے جلدی سے ثواب لکھ لیا جاتا ہے ﴿ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ﴾ ''تو ختم کردی جائے ان کی عمر'' یعنی عذاب ان کو ملیامیٹ کردے.... مگر اللہ تعالیٰ ان کو مہلت دیتا ہے اور اپنے بہت سے حقوق کے بارے میں ان کی کوتاہیوں کو معاف کردیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ظلم پر ان کا مواخذہ کرے تو روئے زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑے۔

اس آیت کریمہ میں یہ چیز بھی داخل ہے کہ بسا اوقات انسان اپنے اہل و اولاد اور مال پر ناراض ہو کر بددعا کر بیٹھتا ہے اگر اس کی بددعا قبول ہو جائے تو سب ہلاک ہو جائیں اور اس سے اسے سخت نقصان پہنچے۔ مگر اللہ تعالیٰ نہایت حلیم اور حکمت والا ہے۔ (یعنی ایسی بددعاؤں کو قبول نہیں فرماتا)

﴿ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ﴾ ''پس ہم چھوڑے رکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کو ہماری ملاقات کی امید نہیں'' یعنی وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اسی لیے اس کے لیے کوئی تیاری نہیں کرتے اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کون سی چیز انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دے گی۔ ﴿ فِيْ طُغْيَانِهِمْ ﴾ ''اپنی سرکشی میں۔'' یعنی اپنے باطل میں، جس کی بنا پر انہوں نے حق اور حدود سے تجاوز کیا ﴿ يَعْمَهُوْنَ ﴾ ''وہ حیران اور سرگرداں پھرتے ہیں'' انہیں کوئی راستہ نہیں ملتا اور نہ وہ کسی مضبوط دلیل کی توفیق سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور یہ ان کے ظلم اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے انکار کی پاداش میں ان کے لیے سزا ہے۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا

اور جب پہنچتی ہے انسان کو تکلیف تو وہ پکارتا ہے ہمیں اپنے پہلو پر (لیٹے ہوئے) یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے، پھر جب کھول دیتے ہیں ہم

عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ

اس سے تکلیف اس کی تو (یوں) گزر جاتا ہے وہ گویا کہ نہیں پکارا تھا اس نے ہمیں اس تکلیف کے (ہٹانے) کے لیے جو اسے پہنچی تھی،

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢﴾

اسی طرح مزین کر دیے گئے واسطے حد سے گزرنے والوں کے جو تھے وہ (برے) عمل کرتے ○

اس میں انسان کی فطرت کے بارے میں خبر دی گئی ہے کہ جب اسے کسی مرض یا مصیبت کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے' تو خوب دعائیں کرتا ہے اور وہ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے' اپنی دعاؤں میں گڑگڑاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور کر دے۔ ﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ﴾ "پس جب ہم اس سے اس کی تکلیف کو دور کر دیتے ہیں تو وہ (یوں) چلا جاتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں کسی تکلیف کے پہنچنے پر پکارا ہی نہیں" یعنی اپنے رب سے روگردانی کرتے ہوئے غفلت میں مستغرق رہتا ہے گویا کہ اسے کوئی تکلیف ہی نہیں آئی' جسے اللہ تعالیٰ نے دور کیا ہو۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا ظلم ہے کہ انسان اپنی غرض پوری کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور جب اللہ تعالیٰ اس کی یہ غرض پوری کر دے تو پھر وہ اپنے رب کے حقوق کی طرف نہ دیکھے' گویا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا کوئی حق ہی نہیں۔ یہ شیطان کا آراستہ کرنا ہے۔ شیطان ان تمام چیزوں کو مزین کرتا ہے جو انسانی عقل و فطرت کے مطابق انتہائی بری اور قبیح ہیں۔ ﴿كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ﴾ "اسی طرح خوش نما بنا دیے گئے ہیں بے باک لوگوں کے لئے" یعنی ان لوگوں کے لیے جو حدود سے تجاوز کرتے ہیں ﴿مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ "جو عمل وہ کرتے تھے۔"

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کر دیا ان امتوں کو جو تم سے پہلے گزریں، جب انہوں نے ظلم کیا، اور آئے ان کے پاس ان کے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٣﴾ ثُمَّ

ساتھ واضح دلیلوں کے، اور نہ ہوئے وہ کہ ایمان لاتے، اسی طرح سزا دیتے ہیں ہم ان لوگوں کو جو مجرم ہیں ○ پھر

جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾

بنایا ہم نے تمہیں جانشین زمین میں بعد ان کے، تاکہ ہم دیکھیں کیسے تم عمل کرتے ہو؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے گزشتہ قوموں کو ان کے کفر و ظلم کی بنا پر تباہ کر دیا۔ رسولوں کے توسط سے ان کے پاس واضح دلائل آئے اور ان کے سامنے حق واضح ہو گیا مگر انہوں نے حق کو تسلیم نہ کیا اور وہ ایمان نہ لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر دیا جو کسی مجرم اور اللہ تعالیٰ کے محارم کے ارتکاب کی جسارت کرنے والے سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ تمام قوموں میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے۔ ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ﴾ "پھر بنایا ہم نے تم کو" یعنی اے مخاطبو! ﴿خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ "زمین میں جانشین ان کے بعد' تاکہ ہم دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو" اگر تم نے گزشتہ قوموں سے عبرت حاصل کی اور نصیحت پکڑی'

اللہ تعالیٰ کی آیات کی اتباع کی اور اس کے انبیاء ورسل کی تصدیق کی تو تم دنیا وآخرت میں نجات پاؤ گے۔ اور اگر تم نے بھی وہی کام کیے جو تم سے پہلے ظالم قوموں نے کیے تھے تو تم پر بھی وہی عذاب بھیج دیا جائے گا جو ان پر بھیجا گیا تھا۔ اور جس نے تنبیہ کر دی اس نے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ

اور جب تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں واضح، تو کہتے ہیں وہ لوگ جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی، لے آ تو کوئی (اور) قرآن

غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ

علاوہ اس کے، یا بدل دے اس کو (کچھ)، کہہ دیجیے! نہیں لائق واسطے میرے یہ کہ بدل دوں میں اسے اپنی طرف سے،

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ

نہیں اتباع کرتا میں مگر اسی چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف، بیشک میں ڈرتا ہوں، اگر میں نے نافرمانی کی اپنے رب کی، عذاب سے

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۵ قُلْ لَّوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ڮ

بہت بڑے دن کے ○ کہہ دیجیے! اگر چاہتا اللہ تو نہ تلاوت کرتا میں اس کی تم پر، اور نہ اللہ اطلاع دیتا تمہیں اس کی،

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۶ فَمَنْ اَظْلَمُ

پس تحقیق ٹھہرا ہوں میں تمہارے اندر ایک مدت اس (دعوائے نبوت) سے پہلے، کیا پس نہیں عقل رکھتے تم؟ ○ پس کون زیادہ ظالم ہے

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ

اس شخص سے جس نے افتراء باندھا اوپر اللہ کے جھوٹا، یا اس نے جھٹلایا اس کی آیتوں کو؟

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۱۷

بلاشبہ نہیں فلاح پائیں گے مجرم ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی تکذیب کرنے والے کفار کی ڈھٹائی اور تعصب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب ان کے سامنے آیات قرآنی کی تلاوت کی جاتی ہے جو حق کو بیان کرتی ہیں تو یہ ان سے منہ پھیر لیتے ہیں اور جب ان سے اس ڈھٹائی اور تعصب کی وجہ پوچھی جاتی ہے تو وہ ظلم اور جسارت کا ارتکاب کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ﴾ ''اس قرآن کے علاوہ کوئی اور لا یا اس کو بدل دے۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ ان کا برا کرے! وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں کتنی بڑی گستاخی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھکرا کر کتنا سخت ظلم کرتے ہیں۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے عظیم رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وہ ان سے کہہ دیں: ﴿قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ﴾ ''کہہ دیجیے! کہ مجھے یہ زیبا ہے نہ میرے لائق ہے'' ﴿اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ﴾ ''کہ میں اس کو اپنی طرف سے بدل دوں'' کیونکہ میں تو صرف رسول ہوں میرے اختیار میں کچھ نہیں۔

﴿اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ﴾ ’’میں تو اسی حکم کا تابع ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔‘‘ یعنی اتباع وحی کے علاوہ میرا کوئی اختیار نہیں‘ کیونکہ میں تو مامور بندہ ہوں۔ ﴿اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ﴾ ’’میں ڈرتا ہوں‘ اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی‘ بڑے دن کے عذاب سے‘‘ یہ مخلوق میں بہترین ہستی کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر اور وحی کے بارے میں یہ ادب ہے‘ تب یہ بیوقوف اور گمراہ لوگ‘ جنھوں نے جہالت اور گمراہی‘ ظلم اور عناد اور اللہ رب العالمین پر اعتراضات اور عجز کی طرف اس کی نسبت کو جمع کر رکھا ہے‘ کیوں کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے گریز کر سکتے ہیں، کیا وہ ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتے نہیں؟

اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ ان آیات و معجزات کے ذریعے سے ان کے سامنے حق واضح ہو جائے‘ جن کا وہ مطالبہ کر رہے ہیں‘ تو وہ اس بارے میں جھوٹے ہیں‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی آیات بیان کر دی ہیں جو انسان کے بس سے باہر ہیں‘ اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے اپنی رحمت اور حکمت ربانی کے مطابق ان آیات میں تصرف کرتا ہے۔

﴿قُلۡ لَّوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوۡتُهٗ عَلَیۡكُمۡ وَلَاۤ اَدۡرٰىكُمۡ بِهٖ فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡكُمۡ عُمُرًا﴾ ’’کہہ دیجیے! اگر اللہ چاہتا تو میں پڑھتا اس کو تمھارے سامنے نہ وہ خبر کرتا تم کو اس کی‘ پس تحقیق میں رہ چکا ہوں تم میں ایک طویل عرصہ اس سے پہلے‘‘ یعنی بہت طویل عرصے تک میں تمھارے اندر رہا ہوں۔ ﴿مِّنۡ قَبۡلِهٖ﴾ ’’اس سے پہلے‘‘ یعنی اس کی تلاوت اور تمھارے اس کو جان لینے سے قبل۔ اور میں نے کبھی اس کے بارے میں سوچا ہی نہ تھا اور یہ چیز کبھی میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ ﴿اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ﴾ ’’کیا پھر تم نہیں سوچتے‘‘ یعنی میں نے عمر بھر تمھارے سامنے اس کو تلاوت نہیں کیا اور مجھ سے کبھی کوئی ایسی چیز صادر نہیں ہوئی جو اس پر دلالت کرتی ہو‘ پھر اس کے بعد میں کیوں کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں۔ میں نے تمھارے اندر ایک لمبی عمر گزاری ہے‘ تم میری حقیقت حال سے خوب واقف ہو‘ میرے ماں باپ کو جانتے ہو‘ تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں پڑھ سکتا ہوں نہ لکھ سکتا ہوں اور میں کسی سے درس لیتا ہوں نہ کسی سے تعلیم حاصل کرتا ہوں؟

پس میں تمھارے پاس ایک عظیم کتاب لے کر آیا ہوں جس نے بڑے بڑے علماء اور فصحاء کو عاجز اور لاچار کر دیا‘ کیا اس کے باوجود یہ ممکن ہے کہ اس کتاب کو میں نے اپنی طرف سے تصنیف کر لیا ہو یا یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ یہ حکمت والے اور ستائش کے لائق اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے؟ اگر تم اپنی عقل و فکر کو استعمال کرو‘ میرے احوال اور اس کتاب کے حال میں تدبر کرو تو تمھیں قطعی یقین آ جائے گا جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ حق ہے جس کے بعد گمراہی کے سوا کچھ باقی نہیں۔ مگر جب تم نے عناد کی بنا پر اسے جھٹلا دیا تو اس میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ تم سخت ظالم ہو اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتوں کو جھٹلایا؟ اگر میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑوں‘ تو میں لوگوں میں سب سے ظالم شخص اور فلاح سے محروم

ہوں۔ میرے حالات تم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی آیات لے کر آیا ہوں' تم نے ان کو جھٹلایا' جس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ تم ظالم ہو۔ تمہارا معاملہ عنقریب مضمحل ہو جائے گا اور جب تک تم اپنی اس ڈگر پر چلتے رہو گے' ہرگز فلاح نہیں پا سکو گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ﴾ ''جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں وہ کہتے ہیں۔'' دلالت کرتا ہے کہ جس چیز نے ان کو اس تعنت (کٹ حجتی) پر آمادہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے پر عدم ایمان اور اس کے ساتھ ملاقات ہونے پر عدم یقین ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر ایمان رکھتا ہے وہ لازمی طور پر اس کتاب کی اتباع کرتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے' کیونکہ وہ صحیح نیت والا ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ

اور وہ عبادت کرتے ہیں سوائے اللہ کے اس چیز کی جو نہیں نقصان پہنچاتی ان کو اور نہ نفع دیتی ہے انہیں، اور وہ کہتے ہیں' یہی لوگ ہیں

شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ

ہمارے سفارشی اللہ کے ہاں، کہہ دیجیے! کیا تم خبر دیتے ہو اللہ کو ساتھ اس چیز کے کہ نہیں جانتا وہ (اسے) آسمانوں

وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾

اور زمین میں' وہ پاک اور بلند ہے ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَيَعْبُدُونَ ﴾ ''اور پرستش کرتے ہیں'' یعنی رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے مشرکین۔ ﴿ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ﴾ ''اللہ کے سوا' اس چیز کی جو ان کو نقصان پہنچا سکے نہ نفع'' یعنی ان کے معبودان باطل ان کو ذرہ بھر فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور نہ ان سے کسی ضرر کو دور کر سکتے ہیں۔ ﴿ وَيَقُولُونَ ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں'' ایسی بات جو دلیل سے بالکل خالی ہے۔ ﴿ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ﴾ ''یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں'' یعنی وہ ان معبودان باطل کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں' تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں اور اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں۔ یہ ان کی اپنی طرف سے گھڑی ہوئی بات ہے۔

بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے اس عقیدے کا ابطال کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ﴾ ''کہہ دیجیے! کیا تم اللہ کو بتلاتے ہو جو اس کو معلوم نہیں' آسمانوں میں اور زمین میں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے جس نے اپنے علم کے ذریعے سے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اس نے تمہیں آگاہ کیا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے ساتھ کوئی معبود نہیں۔ پس اے مشرکو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں؟ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسے معاملے کی خبر دے رہے ہو جو اللہ تعالیٰ سے مخفی ہے اور تم اسے جانتے ہو؟ کیا تم اللہ تعالیٰ سے زیادہ جانتے ہو؟ کیا اس عقیدے سے

زیادہ باطل عقیدہ پایا جا سکتا ہے جو اس امر کا متضمن ہے کہ یہ گمراہ جہال اور بیوقوف لوگ اللہ رب العالمین سے زیادہ علم رکھتے ہیں؟ عقل مند شخص کے لیے اس عقیدے کا مجرد تصور ہی یہ جاننے کے لیے کافی ہے کہ یہ قطعی طور پر فاسد اور باطل عقیدہ ہے۔ ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾ ''وہ پاک ہے اور ان کے شرک سے بہت بلند ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ کوئی اس کا شریک یا نظیر ہو بلکہ اللہ تعالیٰ واحد' فرد اور بے نیاز ہے' آسمانوں اور زمین میں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس عالم علوی اور سفلی میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر معبود عقل' شرع اور فطرت کے اعتبار سے باطل ہے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ﴾ (الحج: ۶۲/۲۲) ''اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ہی کی ذات برحق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور اللہ ہی بلند اور بڑا ہے''۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

اور نہیں تھے لوگ (پہلے) مگر ایک ہی امت، پھر انہوں نے اختلاف کیا، اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے (سے متعین) ہو چکی ہے

مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ فِیْمَا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَیَقُوْلُوْنَ لَوْ لَاۤ

آپ کے رب کی طرف سے تو یقیناً فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان اس چیز کے بارے میں کہ جس میں وہ اختلاف کر رہے تھے ○ اور وہ کہتے ہیں، کیوں نہیں

اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ

نازل کی گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے؟ سو آپ کہہ دیجیے! یقیناً غیب تو اللہ ہی کے لیے ہے، پس تم انتظار کرو،

اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۲

بلاشبہ میں (بھی) تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ○

﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی امت'' یعنی تمام لوگ صحیح دین پر متفق تھے' پھر ان میں اختلاف واقع ہو گیا' تب اللہ تعالیٰ نے رسول مبعوث فرمائے جو خوشخبری سنانے والے اور برے انجام سے ڈرانے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کتاب نازل فرمائی' تاکہ وہ لوگوں کے درمیان اس بارے میں فیصلہ کرے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ ﴿وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے طے ہو چکی ہے'' کہ نافرمانوں کو مہلت دینی ہے اور ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کا فوری مواخذہ نہیں کرنا۔ ﴿لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ﴾ ''تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا'' بایں طور کہ ہم اہل ایمان کو بچا لیتے اور جھٹلانے والے کفار کو ہلاک کر دیتے اور یہ چیز ان کے درمیان امتیاز اور تفریق کی علامت بن جاتی۔ ﴿فِیْمَا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''ان چیزوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے'' مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ ان کو ایک دوسرے کے ذریعے سے آزمائے اور آزمائش میں مبتلا کرے' تاکہ سچے اور جھوٹے

کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔

﴿وَيَقُولُونَ﴾ ''اور یہ کہتے ہیں۔'' یعنی لغزشیں تلاش کرنے اور جھٹلانے والے کہتے ہیں: ﴿لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ﴾ ''کیوں نہیں اتاری گئی اس پر کوئی آیت اس کے رب کی طرف سے'' یعنی وہ آیات جن کا وہ مطالبہ کرتے ہیں' مثلاً وہ کہا کرتے تھے: ﴿لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا﴾ (الفرقان: ۷/۲۵) ''اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا جو ڈرانے کو اس کے ساتھ رہتا'' اور جیسے ان کا یہ قول ہے۔ ﴿وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا﴾ (بنی اسرائیل: ۹۰/۱۷) ''اور انہوں نے کہا: ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تم ہمارے لئے زمین میں سے چشمہ جاری نہ کر دو۔''

﴿فَقُلْ﴾ جب وہ آپ سے کسی آیت کا مطالبہ کریں تو آپ کہہ دیجئے! ﴿إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ﴾ ''غیب کی بات تو اللہ ہی جانے'' یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے علم کے ذریعے سے اپنے بندوں کے احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے' وہ اپنے علم اور انوکھی حکمت کے تقاضے کے مطابق ان کی تدبیر کرتا ہے۔ کسی حکم' کسی دلیل' کسی غایت و انتہا اور کسی تعلیل کی تدبیر میں کسی کا کوئی اختیار نہیں۔ ﴿فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ﴾ ''پس انتظار کرو' میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں'' یعنی ہر ایک دوسرے کے بارے میں منتظر رہے جس کا وہ اہل ہے اور دیکھے کہ کس کا انجام اچھا ہوتا ہے؟

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ

اور جب ہم چکھاتے ہیں (کافر) لوگوں کو رحمت بعد اس تکلیف کے جو انہیں پہنچی' تو ناگہاں ان کے لیے چالیں ہوتی ہیں (جو وہ چلتے ہیں)

فِي آيَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾

ہماری آیتوں میں' کہہ دیجئے! اللہ سب سے زیادہ تیز ہے چال (چلنے) میں' بیشک ہمارے رسول (فرشتے) لکھتے ہیں جو چالیں تم چلتے ہو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ﴾ ''اور جب چکھائیں ہم لوگوں کو مزا اپنی رحمت کا' ایک تکلیف کے بعد جو ان کو پہنچی تھی'' مثلاً مرض کے بعد صحت' تنگ دستی کے بعد فراخی اور خوف کے بعد امن' تو وہ بھول جاتے ہیں کہ انہیں کیا تکلیف پہنچی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فراخی اور اس کی رحمت پر اس کا شکر ادا نہیں کرتے' بلکہ وہ اپنی سازشوں اور سرکشی پر جمے رہتے ہیں۔

بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا﴾ ''اسی وقت بنانے لگیں وہ حیلے ہماری آیتوں میں'' یعنی وہ باطل میں کوشاں رہتے ہیں' تاکہ اس کے ذریعے سے حق کو باطل ثابت کریں ﴿قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا﴾ ''کہہ دیجئے! اللہ حیلے بنانے (تدبیر کرنے) میں زیادہ تیز ہے'' کیونکہ بری چالوں کا وبال چال چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ ان کے برے مقاصد انہی پر پلٹ جاتے ہیں اور وہ برے انجام سے محفوظ نہیں رہتے'

بلکہ فرشتے ان کے اعمال لکھتے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو محفوظ کر لیتا ہے پھر وہ ان کو ان اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ
وہی ہے (اللہ) جو چلاتا ہے تمہیں خشکی اور تری میں، حتی کہ جب ہوتے ہو تم کشتیوں میں اور چلتی ہیں وہ
بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ
انہیں (تمہیں) لے کر ساتھ ہوا پاکیزہ (موافق) کے، اور خوش ہوتے ہیں وہ ساتھ اس (ہوا) کے تو آتی ہے ان پر سخت ہوا اور آتی ہیں انکے پاس لہریں
مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬
ہر طرف سے اور گمان کرتے ہیں وہ کہ بیشک گھیر لیا گیا ہے ان کو تو (اس وقت) پکارتے ہیں اللہ کو خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے عبادت کو،
لَىِٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝۲۲ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ
کہ اگر تو نے نجات دے دی ہمیں اس (طوفان) سے تو یقیناً ہو جائیں گے ہم شکر گزاروں میں سے ۝ پس جب اس (اللہ) نے نجات دے دی انکو تو فوراً وہ
یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ
سرکشی کرنے لگتے ہیں زمین میں ناحق، اے لوگو! یقیناً تمہاری سرکشی (کا وبال) اوپر تمہاری جانوں ہی کے ہے، (اٹھالو) فائدہ
الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؗ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۳
زندگی کا دنیا کی، پھر ہماری طرف ہی لوٹنا ہے تمہیں، پس ہم خبر دیں گے تمہیں ساتھ اس کے جو تھے تم عمل کرتے ۝

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کے بارے میں ایک عام قاعدہ بیان فرمایا کہ تکلیف کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول اور تنگ دستی کے بعد فراخی کے وقت ان کا کیا حال ہوتا ہے' تو اب ان کی اس حالت کا ذکر فرماتا ہے جو اس کی تائید کرتی ہے۔ یہ ان کی وہ حالت ہے جب وہ سمندر کے اندر سفر کرتے ہیں اور سمندر سخت جوش میں ہوتا ہے اور ان کو اس کے انجام کا خوف ہوتا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ﴾ ''وہی ہے جو تمہیں چلاتا ہے خشکی اور سمندر میں'' یعنی ان اسباب کے ذریعے سے جو اس نے تمہیں مہیا کیے ہیں اور ان کی طرف تمہاری راہ نمائی فرمائی ہے۔ ﴿حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ﴾ ''یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں بیٹھتے ہو'' یعنی بحری جہازوں میں ﴿وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ﴾ ''اور لے کر چلیں وہ ان کو اچھی ہوا سے'' یعنی ایسی ہوا جو ان کی خواہش کے موافق بغیر کسی مشقت اور گھبراہٹ کے ان جہازوں کو چلاتی ہے۔ ﴿وَّ فَرِحُوْا بِهَا﴾ ''اور وہ خوش ہوں ساتھ ان کے'' اور ان ہواؤں پر نہایت مطمئن ہوتے ہیں اور وہ اسی حال میں ہوتے ہیں کہ اچانک ﴿جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ﴾ ''اچانک زناٹے کی ہوا چل پڑتی ہے۔'' یعنی کشتیوں پر سخت ہوا آئی ﴿وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ﴾ ''اور آئی ان پر موج ہر جگہ سے اور انہوں نے جا

وہ گھر گئے'' یعنی انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب ان کی ہلاکت یقینی ہے' تب اس وقت مخلوق سے ان کے تمام تعلق منقطع ہو جاتے ہیں اور انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اس مصیبت اور سختی سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا' تب اس وقت ﴿ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ ''وہ دین کو اللہ کیلئے خالص کر کے اسی کو پکارتے ہیں'' اور التزامی طور پر اپنے آپ سے وعدہ کرتے ہیں' چنانچہ کہتے ہیں ﴿ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ ''اگر تو ہمیں اس مصیبت سے بچالے تو ہم تیرے شکر گزار ہو جائیں گے۔''

﴿ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴾ ''پس جب اللہ نے ان کو نجات دے دی' تو اسی وقت شرارت کرنے لگے زمین میں ناحق۔'' یعنی وہ اس سختی کو جس میں وہ مبتلا تھے' ان دعاؤں کو جو وہ مانگتے رہے تھے اور ان وعدوں کو جو انہوں نے اپنے اوپر لازم کیے تھے' فراموش کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں جس کے بارے میں انہوں نے اعتراف کیا تھا کہ اس کے سوا کوئی ہستی انہیں ان سختیوں سے نجات دے سکتی ہے نہ ان کی تنگی دور کر سکتی ہے۔ پس انہوں نے اپنی فراخی اور کشادگی میں عبادت کو اللہ کے لیے خالص کیوں نہ کیا جس طرح انہوں نے سختی میں اپنی عبادت کو اللہ کے لیے خالص کیا تھا مگر اس بغاوت اور سرکشی کا وبال انہیں پر پڑے گا۔ بنا بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''اے لوگو! تمہاری شرارت تمہی پر پڑے گی' نفع اٹھا لو دنیا کی زندگانی کا'' یعنی اللہ تعالیٰ سے سرکشی و بغاوت اور اس کے لیے اخلاص سے دور بھاگنے میں ان کی غرض وغایت یہ ہے کہ وہ دنیا کے چند ٹکڑے اور اس کا مال و جاہ اور معمولی سے فوائد حاصل ہوں جو بہت جلد ختم ہو جائیں گے' سب کچھ ہاتھوں سے نکل جائے گا اور تم اسے چھوڑ کر یہاں سے کوچ کر جاؤ گے۔ ﴿ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ ﴾ ''پھر ہمارے پاس ہی تمہیں لوٹ کر آنا ہے'' یعنی قیامت کے روز ﴿ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''پھر ہم تمہیں بتلا دیں گے جو کچھ کہ تم کرتے تھے'' اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کو ان کے اپنے ان اعمال پر جمے رہنے سے ڈرایا گیا ہے۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ

یقیناً مثال زندگانی دنیا کی مانند اس پانی کے ہے کہ ہم نے نازل کیا اس کو آسمان سے، پھر مل جل گئی اس کے سبب سے روئیدگی

الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا

زمین کی، اس چیز میں سے جسے کھاتے ہیں انسان اور چوپائے، یہاں تک کہ جب پکڑی زمین نے رونق اپنی

وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا

اور مزین ہوگئی اور گمان کر لیا اہل زمین نے کہ بیشک وہ قادر ہیں اس (سے فائدہ اٹھانے) پر تو (اچانک) آ گیا اس پر ہمارا حکم (عذاب) رات یا دن کو،

فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

پھر کر دیا ہم نے اس (لہلہاتی کھیتی) کو کٹی ہوئی کھیتی (کی طرح) گویا کہ نہیں تھی وہ کل، اسی طرح ہم مفصل بیان کرتے ہیں

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

اپنی آیتیں واسطے ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں○

یہ بہترین مثال ہے اور یہ مثال دنیا کی حالت سے مطابقت رکھتی ہے کیونکہ دنیا کی لذات و شہوات اور اس کا مال وجاہ دنیا کے حریص بندے کے لیے بہت پر کشش ہے اگرچہ اس کی چمک دمک بہت تھوڑے وقت کے لیے ہے۔ جب دنیا مکمل ہو جاتی ہے تو مضمحل ہو کر اپنے چاہنے والے سے زائل ہو جاتی ہے یا چاہنے والا دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ پس بندہ دنیا سے خالی ہاتھ رہ جاتا ہے اور اس کا دل حزن و غم اور حسرت سے لبریز ہو جاتا ہے۔

اس کی مثال ایسے ہے ﴿كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ﴾ ''مانند اس پانی کے جسے ہم نے آسمان سے اتارا' پھر مل جل گیا اس سے سبزہ زمین کا'' یعنی زمین کے اندر ہر قسم کی نباتات اور خوبصورت جوڑے اگ آئے ﴿مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ﴾ ''جو کہ کھائیں آدمی'' مثلاً غلہ جات اور پھل وغیرہ۔ ﴿وَالْاَنْعَامُ﴾ ''اور مویشی'' یعنی اور وہ چیزیں جو مویشی کھاتے ہیں' مثلاً مختلف اقسام کی گھاس پات' وغیرہ ﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ﴾ ''یہاں تک کہ جب پکڑی زمین نے اپنی رونق اور خوب مزین ہو گئی'' یعنی جب اس کا منظر خوبصورت ہو جاتا ہے اور زمین خوبصورت لباس پہن لیتی ہے' تو دیکھنے والوں کے لئے خوش منظر' غم ہلکا کرنے والوں کے لیے ذریعہ تفریح اور بصیرت حاصل کرنے والوں کے لیے ایک نشانی بن جاتی ہے۔ تب تو عجیب نظارہ دیکھے گا جس میں سبز زرد اور سفید رنگ دکھائی دیں گے۔

﴿وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ﴾ ''اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ (فصل) ان کے ہاتھ لگے گی'' یعنی وہ سمجھنے لگتے ہیں یہ دنیا ان کے پاس ہمیشہ رہے گی' کیونکہ ان کا ارادہ اسی پر ٹھہرا ہوا ہے اور ان کی طلب کی انتہا یہی ہے۔ پس وہ اسی حالت میں ہوتے ہیں کہ ﴿اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ﴾ ''ناگہاں پہنچا اس پر ہمارا حکم' رات کو یا دن کو' پھر کر دیا اس کو کاٹ کر ڈھیر' گویا کہ کل یہاں آبادی ہی نہ تھی'' یعنی دنیا کی یہ خوبصورتی کبھی تھی ہی نہیں۔ پس یہی حالت دنیا کی ہے' بالکل اس جیسی ہی۔

﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ﴾ ''ہم اسی طرح کھول کھول کر نشانیاں بیان کرتے ہیں'' یعنی ہم ان آیات کو' ان کے معانی کو قریب لاکر اور مثالیں بیان کر کے واضح کرتے ہیں ﴿لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے سامنے جو غور و فکر کرتے ہیں'' یعنی اپنی فکر کو ان کاموں میں استعمال کرتے ہیں جو ان کو فائدہ دیتے ہیں۔ رہا غفلت میں ڈوبا ہوا اور روگردانی کرنے والا شخص' تو یہ آیات اسے کوئی فائدہ دیتی ہیں نہ ان کا بیان اس کے شک کو کم کر سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کا حال اور اس کی نعمتوں کے حاصل کا ذکر کیا' تو اب ہمیشہ' باقی رہنے والے گھر کا شوق دلایا ہے' چنانچہ فرمایا:

وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِؕ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۲۵﴾

اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف' اور وہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، طرف سیدھی راہ کے ○

لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرۡهَقُ وُجُوۡهَهُمۡ قَتَرٌ

واسطے ان لوگوں کے جنہوں نے کیں نیکیاں، نیک بدلہ (جنت) ہے اور مزید (دیدار الٰہی) ہے' اور نہیں ڈھانپے گی انکے چہروں کو سیاہی

وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ‌ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۶﴾

اور نہ ذلت، یہی لوگ ہیں جنتی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سلامتی کے گھر کی طرف عام دعوت اور اس کو حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ وہ جس کو اپنے لئے خالص کر کے چن لینا چاہتا ہے اس کے لیے ہدایت کو مخصوص کر دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اس کے لیے اپنی رحمت کو مختص کر دیتا ہے' یہ اس کا عدل و حکمت ہے اور حق و باطل کو بیان کر دینے اور رسولوں کو مبعوث کرنے کے بعد کسی کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو ''دارالسلام'' کے نام سے اس لئے موسوم کیا ہے کہ یہ تمام آفات اور نقائص سے محفوظ اور سلامت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی نعمتیں کامل' ہمیشہ باقی رہنے والی اور ہر طرح سے خوبصورت ہیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سلامتی کے گھر کی طرف بلایا تو گویا ان نفوس کو ان اعمال کا اشتیاق پیدا ہوا جو ان کو اس گھر میں پہنچانے کے موجب ہیں۔ فرمایا: ﴿لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ''ان لوگوں کے واسطے جنہوں نے بھلائی کی' بھلائی اور مزید ہے'' یعنی ان لوگوں کے لیے جنہوں نے خالق کی عبادت میں احسان سے کام لیا یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں مراقبہ اور خیر خواہی کے ساتھ اس کی عبادت کی اور مقدور بھر اس عبودیت کو قائم رکھا اور اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے بندوں سے احسان قولی اور احسان فعلی کے ساتھ پیش آئے اور ان کے ساتھ مالی اور بدنی احسانات سے کام لیا' نیکی کا حکم دیا' برائی سے روکا' جہلا کو تعلیم دی' روگردانی کرنے والوں کی خیر خواہی کی' نیکی اور احسان کے دیگر تمام پہلوؤں پر عمل کیا۔

یہی وہ لوگ ہیں جو احسان کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور انہی کے لیے (الحسنی) ہے یعنی ایسی جنت جو اپنے حسن و جمال میں کامل ہے۔ مزید برآں ان کے لیے اور بھی انعام ہے۔ یہاں (زِيَادَةٌ) ''مزید'' سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ انور کا دیدار' اس کے کلام مبارک کا سماع' اس کی رضا کا فیضان اور اس کے قرب کا سرور ہے۔ اس ذریعے سے انہیں وہ بلند مقامات حاصل ہوں گے کہ تمنا کرنے والے ان کی تمنا کرتے ہیں اور سوال کرنے والے اللہ تعالیٰ سے انہی مقامات کا سوال کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے محذورات کے دور ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا يَرۡهَقُ وُجُوۡهَهُمۡ قَتَرٌ وَّلَا

﴿ذِلَّةٌ﴾ ''اور نہ چڑھے گی ان کے چہروں پر سیاہی اور نہ رسوائی'' یعنی انہیں کسی لحاظ سے بھی کسی ناگوار صورت حال کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا' کیونکہ جب کوئی ناگوار امر واقع ہوتا ہے تو یہ ناگوار امر اس کے چہرے پر ظاہر ہو جاتا ہے اور چہرہ تغیر اور تکدر کا شکار ہو جاتا ہے۔ رہے یہ لوگ تو ان کی حالت ایسے ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ﴾ (المطففين: ٨٣/ ٢٤) ''تو ان کے چہروں میں نعمتوں کی تازگی معلوم کرلے گا''۔ ﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾ ''یہی ہیں جنت میں رہنے والے'' ﴿هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' یعنی وہ جنت سے منتقل ہوں گے نہ اس سے دور ہوں گے اور نہ وہ تبدیل ہوں گے۔

وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَا لَهُمْ

اور وہ لوگ جنہوں نے کیے برے کام، تو بدلہ برائی کا اس (برائی) کے مثل ہی ہے، اور ڈھانپ لے گی انکو ذلت، نہیں ہوگا واسطے انکے،

مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ

اللہ (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا، (یوں محسوس ہوگا) گویا کہ اڑھا دیے گئے انکے چہروں کو ٹکڑے رات کے جبکہ وہ اندھیری ہو،

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧﴾

یہی لوگ ہیں اہل دوزخ، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

اصحاب جنت کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کا ذکر فرمایا کہ ان کی کل کمائی جس کا انہوں نے دنیا میں اکتساب کیا' برے اعمال ہیں جن پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے' مثلاً کفر کی مختلف انواع' انبیا کی تکذیب اور گناہ کی مختلف اقسام۔ ﴿جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا﴾ ''تو برائی کا بدلہ بھی ویسا ہی ہوگا'' یعنی ان کو ایسی جزا دی جائے گی جو ان کے مختلف احوال اور ان کے برے اعمال کے مطابق بری ہوگی۔ ﴿وَتَرْهَقُهُمْ﴾ ''اور ان کو ڈھانک لے گی''۔ ﴿ذِلَّةٌ﴾ ''رسوائی'' یعنی ان کے دلوں میں ذلت اور اللہ کے عذاب کا خوف ہوگا۔ کوئی ان سے اس خوف کو دور نہیں کر سکے گا اور نہ کوئی بچانے والا ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے گا۔

یہ باطنی ذلت ان کے ظاہر میں بھی سرایت کر جائے گی اور ان کے چہرے کی سیاہی بن جائے گی۔ ﴿كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ''گویا کہ ڈھانک دیے گئے ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے' یہی لوگ ہیں جہنمی' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے'' ان دو گروہوں کے احوال میں کتنا فرق ہے اور دونوں کے درمیان کتنا بعد اور تفاوت ہے! ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ○ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ○ تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾ (القيامة: ٧٥/ ٢٢-٢٥) ''اس روز بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے' اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوں گے اور بہت سے چہرے اداس ہوں گے اور سمجھ رہے ہوں گے کہ ان پر مصیبت نازل ہونے والی ہے''۔ ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ○ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ○

﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾ (عبس: ۸۰/۳۸_۴۲)
''بہت سے چہرے اس روز روشن اور خنداں وشاداں ہوں گے اور کتنے ہی چہرے ہوں گے جو گرد سے اٹے ہوئے ہوں گے سیاہی نے ان کو ڈھانک رکھا ہوگا۔ یہ فجار اور کفار ہیں''۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ

اور (یاد کرو) جس دن ہم اکٹھا کریں گے انکو سب کو پھر کہیں گے ہم ان لوگوں کے لیے جنھوں نے شرک کیا تھا، (ٹھہرے رہو) اپنی اپنی جگہ پر تم

وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾

اور تمہارے شریک (معبودان باطلہ)، پھر ہم جدائی ڈال دیں گے انکے درمیان، اور کہیں گے انکے شریک (معبود)، نہیں تھے تم ہماری عبادت کرتے ○

فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾

پس کافی ہے اللہ گواہ درمیان ہمارے اور درمیان تمہارے، بلاشبہ تھے ہم تمہاری عبادت سے بالکل غافل ○

هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ ۚ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۖ وَضَلَّ

وہاں جانچ (جان) لے گا ہر نفس، جو کچھ اس نے کیا تھا پہلے (دنیا میں) اور وہ لوٹائے جائیں گے طرف اللہ کی، جو مالک ہے انکا حقیقی، اور گم ہو جائے گا

عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٣٠﴾

ان سے جو تھے وہ افتراء باندھتے ○

عَ ١١
الثلث

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا﴾ ''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے۔'' یعنی ایک مقرر دن میں ہم تمام مخلوقات کو جمع کریں گے، ہم مشرکین اور ان کے ان معبودان باطل کو بھی اکٹھا کریں گے جن کی یہ مشرکین عبادت کیا کرتے تھے۔ ﴿ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ﴾ ''پھر ہم کہیں گے شرک کرنے والوں کو کھڑے ہو اپنی اپنی جگہ تم اور تمہارے شریک'' یعنی اپنی جگہ پر کھڑے رہو تا کہ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ ﴿فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ﴾ ''پھر ہم ان کے درمیان تفرقہ ڈال دیں گے۔'' یعنی ہم بعد بدنی اور بعد قلبی کے ذریعے سے ان کے درمیان جدائی ڈال دیں گے، دنیا میں وہ ایک دوسرے کے لیے خالص محبت و مودّت رکھتے تھے، اب ان کے درمیان سخت عداوت ہوگی۔ یہ محبت اور دوستی سخت عداوت اور بغض میں بدل جائے گی۔ ﴿وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم﴾ ''اور ان کے شریک کہیں گے'' یعنی ان کے ٹھہرائے ہوئے شریک ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے۔ ﴿مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ﴾ ''تم ہماری عبادت تو نہ کرتے تھے'' کیونکہ ہم تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس سے پاک اور منزہ گردانتے ہیں کہ اس کا کوئی شریک اور ہمسر ہو۔

﴿فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ﴾ ''پس اللہ کافی ہے گواہ ہمارے اور تمہارے درمیان، یقیناً ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے'' ہم نے تمہیں عبادت کا حکم دیا تھا نہ ہم نے تمہیں

اس کی طرف بلایا تھا' بلکہ درحقیقت تم نے تو اس کی عبادت کی ہے جس نے تمہیں اس شرک کی طرف دعوت دی اور وہ ہے شیطان مردود' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا تھا: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ (یٰس: ٣٦/٦٠) ''اے اولادِ آدم! کیا میں نے تمہیں کہہ نہ دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا' وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴾ (سبا: ٣٤/٤٠-٤١) ''اور جس روز وہ ان سب کو اکٹھا کرے گا' پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے' تو پاک ہے' ان کی بجائے تو ہمارا دوست ہے' بلکہ یہ جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر لوگ انہی کی بات مانتے تھے''۔

اللہ تعالیٰ کے مکرم فرشتے' انبیائے کرام ﷺ اور اولیائے عظام وغیرہم قیامت کے روز ان لوگوں سے براءت کا اظہار کریں گے جو ان کی عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے آپ کو (اس الزام سے) بری کریں گے کہ وہ ان لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور وہ اپنی اس براءت میں سچے ہوں گے۔

تب اس وقت مشرکین کو اتنی زیادہ حسرت ہوگی کہ اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ انہیں اپنے اعمال کی مقدار کا علم ہو جائے گا اور انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ان سے کیا ردی خصائل صادر ہوتے رہے ہیں۔ اس روز ان پر عیاں ہو جائے گا کہ وہ جھوٹے تھے اور اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی کیا کرتے تھے۔ ان کی عبادتیں گم اور ان کے معبود نابود ہو جائیں گے اور ان کے تمام اسباب و وسائل منقطع ہو جائیں گے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ هُنَالِكَ ﴾ ''وہاں'' یعنی اس روز ﴿ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ ﴾ ''جانچ لے گا ہر کوئی جو اس نے پہلے کیا'' یعنی ان کے اعمال کی پڑتال کی جائے گی اور ان کی نوعیت کے مطابق ان کو جزا دی جائے گی۔ اگر اعمال اچھے ہوں گے' تو اچھی جزا ہوگی' اگر اعمال برے ہوں گے' تو جزا بھی بری ہوگی۔ ﴿ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ ''اور وہ اللہ کی طرف لوٹا دیے جائیں گے' جو ان کا سچا مالک ہے اور جاتا رہے گا ان سے وہ جو جھوٹ باندھتے تھے'' یعنی اپنے شرک کے بارے میں انہوں نے بہتان طرازی کی تھی کہ یہ معبودانِ باطل جن کی یہ عبادت کرتے تھے' ان کو فائدہ دے سکتے ہیں اور عذاب کو ان سے دور کر سکتے ہیں۔ (اس روز ان بہتانوں کی حقیقت واضح ہو جائے گی)۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ

کہہ دیجیے! کون رزق دیتا ہے تمہیں آسمان اور زمین سے؟ یا کون ہے وہ جو مالک ہو کانوں اور آنکھوں کا؟

وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ

اور کون ہے وہ جو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے؟ اور کون ہے وہ جو تدبیر کرتا ہے

الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ

تمام کاموں کی؟ پس وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ، تو کہہ دیجیے! کیا پس نہیں ڈرتے تم (اللہ سے)؟○ پس یہی ہے اللہ تمہارا رب سچا،

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

پس کیا ہے بعد حق کے سوائے گمراہی کے؟ پس کہاں پھیرے جاتے ہو تم؟○ اسی طرح ثابت ہو گیا ہے کلمہ آپ کے رب کا

عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

اوپر ان لوگوں کے جنہوں نے نافرمانی کی، کہ بیشک وہ نہیں ایمان لائیں گے○

﴿قُلْ﴾ یعنی ان کے توحید ربوبیت کے اقرار کو ان کے توحید الوہیت کے انکار پر حجت بناتے ہوئے ان مشرکین سے کہہ دیجیے' جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے شرک کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ ﴿مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کون ہے جو تمہیں روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے'' یعنی آسمان سے رزق نازل کر کے اور زمین سے رزق کی مختلف اقسام کو نکال کر اور اس میں رزق کے اسباب کو آسان بنا کر؟ ﴿اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾ ''یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا'' یعنی کون ہے جس نے ان دونوں قویٰ کو تخلیق کیا اور وہ ان کا مالک ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاص طور پر ان دونوں قویٰ کا ذکر فرمایا' یہ مفضول پر فاضل کی فضیلت پر تنبیہ کے باب سے ہے' نیز ان کے شرف اور فوائد کی بنا پر ان کا ذکر کیا۔ ﴿وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ ''اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے'' مثلاً شجر و نباتات کی تمام اقسام کو دانے اور گٹھلی سے پیدا کیا' مومن کو کافر سے جنم دیا اور پرندے کو انڈے سے تخلیق کیا۔ ﴿وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ 'اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے'' یعنی مذکورہ تمام چیزوں کے برعکس ﴿وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ 'اور کاموں کا انتظام کون کرتا ہے۔'' یعنی کون ہے جو عالم علوی اور عالم سفلی کی تدبیر کرتا ہے؟ اور اس میں تدابیر الٰہیہ کی تمام اقسام شامل ہیں۔

اگر آپ ان سے اس بارے میں سوال کریں ﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ﴾ ''تو وہ کہیں گے' اللہ'' کیونکہ وہ ان تمام امور کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ مذکورہ تمام امور میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿فَقُلْ﴾ تو الزامی حجت کے طور پر ان سے کہہ دیجیے! ﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ 'پھر تم ڈرتے کیوں نہیں۔'' کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کہ خالص اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے اور جھوٹے معبودوں اور بتوں کی بندگی کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکتے۔ ﴿فَذٰلِكُمُ﴾ ''پس یہی'' یعنی وہ ہستی' جس نے اپنے مذکورہ اوصاف بیان کیے۔ ﴿اللّٰهُ رَبُّكُمُ﴾ ''اللہ ہے' تمہارا رب'' وہ معبود محمود ہے جو مختلف نعمتوں کے ذریعے سے تمام مخلوقات کا مربی ہے۔ ﴿الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ﴾ ''اور وہ حق ہے' پس حق کے بعد سوائے گمراہی کے کیا ہے؟'' یعنی وہ تمہارا پروردگار برحق ہے' حق کے بعد' گمراہی کے سوا کیا باقی رہ جاتا ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ اکیلا ہی تمام کائنات کا خالق اور

اس کی تدبیر کرتا ہے‘ بندوں کے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اسی کی طرف سے عطا کی ہوئی ہے۔ تمام بھلائیاں وہی لاتا ہے اور تمام برائیوں کو وہی دور کرتا ہے‘ وہ اسمائے حسنیٰ سے موسوم‘ صفات کاملہ سے موصوف اور جلال و اکرام کا مالک ہے۔ ﴿فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ﴾ ”پس تم کہاں پھیرے جاتے ہو“ یعنی جس ہستی کے یہ اوصاف ہیں اسے چھوڑ کر ان ہستیوں کی عبادت کی طرف کیوں کر پھرے جا رہے ہو جن کا وجود عدم کے سوا کچھ بھی نہیں۔ جو خود اپنی ذات کے لیے کسی نفع و نقصان‘ موت و حیات اور زندہ کرنے پر قادر نہیں۔ جن کا اقتدار میں کسی بھی لحاظ سے ذرہ بھر بھی حصہ اور شراکت نہیں۔ وہ اس کے پاس‘ اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکتیں۔ پس ہلاکت ہے اس کے لیے جو ایسوں کو شریک ٹھہراتا ہے اور برائی ہے اس کے لیے جو اللہ کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ یقیناً اپنے دین سے محروم ہونے کے بعد وہ اپنی عقلوں سے بھی محروم ہو گئے‘ بلکہ وہ اپنی دنیا و آخرت بھی کھو بیٹھے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ”اسی طرح ثابت ہو گئی تیرے رب کی بات ان لوگوں پر جو نافرمان ہوئے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے“۔ اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو واضح نشانات اور روشن دلائل دکھائے جن میں عقل مندوں کے لیے عبرت‘ اہل تقویٰ کے لیے نصیحت اور جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا

کہہ دیجیے! کیا ہے کوئی تمہارے (بناوٹی) شریکوں میں سے جو پہلی بار پیدا کرے مخلوق کو پھر دوبارہ پیدا کر دے اسے؟ کہہ دیجیے! اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ

مخلوق کو، پھر وہی دوبارہ (بھی) پیدا کرے گا اسکو، پس کیسے پھیرے جاتے ہو تم؟ ○ کہہ دیجیے! کیا ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے جو ہدایت دیتا ہو

اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ

حق کی طرف؟ کہہ دیجیے! اللہ ہی ہدایت دیتا ہے واسطے حق کے، کیا پس جو ہدایت دیتا ہے حق کی طرف زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ اسکا اتباع کیا جائے

اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ

یا وہ جو نہیں ہے خود ہدایت یافتہ مگر یہ کہ وہ ہدایت دیا جائے (حق کی)؟ پس کیا ہے تمہیں؟ کیسے فیصلہ کرتے ہو تم؟ ○ اور نہیں اتباع کرتے

اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ

اکثر ان کے مگر ظن کی، بلاشبہ ظن (گمان) تو نہیں فائدہ دیتا حق سے کچھ بھی،

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے اس چیز کو جو وہ کر رہے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کے معبودان باطل کی بے بسی اور ان کے ان صفات سے محروم ہونے کا‘ جو معبود

گردانے جانے کی موجب ہیں ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ﴾ ”کہہ دیجئے! کیا ہے تمہارے شریکوں میں جو پیدا کرے مخلوق کو“ یعنی پہلی مرتبہ اسے بنائے؟ ﴿ثُمَّ يُعِيْدُهٗ﴾ ”پھر اسے دوبارہ زندہ کرے“ یہ استفہام بمعنی نفی اور اثبات کے ہے یعنی مخلوق میں سے کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو مخلوق کی تخلیق کی ابتدا اور پھر اس کا اعادہ کر سکتی ہو وہ ایسا کرنے سے یکسر عاجز اور کمزور ہے۔

﴿قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ﴾ ”کہہ دیجیے! کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ہی بغیر کسی شریک کی شراکت اور بغیر کسی معاون کی مدد کے تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اس کا اعادہ کرتا ہے ﴿فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ”پس کہاں پھرے جاتے ہو تم؟“ یعنی پھر اس ہستی کی عبادت سے منحرف ہو کر جو مخلوق کی ابتدا کرنے اور پھر اس کا اعادہ کرنے میں متفرد ہے ایسی ہستیوں کی عبادت کر رہے ہو جو کچھ تخلیق کرنے سے قاصر بلکہ خود مخلوق ہیں۔

﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ﴾ ”کہہ دیجئے! کیا ہے تمہارے شریکوں میں سے جو حق کی طرف رہنمائی کرے“ یعنی اپنے بیان اور راہ نمائی یا اپنے الہام اور توفیق کے ذریعے سے حق کی طرف راہ نمائی کر سکتا ہو۔ ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ ”کہہ دیجیے اللہ“ یعنی اللہ تعالیٰ اکیلا ﴿يَهْدِيْ لِلْحَقِّ﴾ ”رہنمائی کرتا ہے حق کی طرف“ دلائل و براہین اور الہام و توفیق کے ذریعے سے حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور راست ترین راستے پر گامزن ہونے میں مدد دیتا ہے۔ ﴿اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى﴾ ”کیا پس جو شخص راہ بتائے صحیح اس کی بات ماننی چاہیے یا اس کی جو آپ راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کو راہ بتلائی جائے۔“ یعنی اپنے عدم علم اور گمراہی کے سبب سے اور اس سے مراد ان کے گھڑے ہوئے شریک ہیں جو کسی کو ہدایت دے سکتے ہیں نہ خود ہدایت یافتہ ہیں سوائے اس کے کہ خود ان کی راہ نمائی کی جائے۔ ﴿فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ ”تو تم کو کیا ہوا ہے کیسا فیصلہ کرتے ہو۔“ یعنی کس چیز نے تمہیں اس پر آمادہ کیا ہے کہ تم یہ باطل فیصلہ کرتے ہو اور اس حقیقت پر دلیل و برہان کے ظاہر ہونے کے بعد کہ اللہ واحد کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کی صحت کا حکم لگاتے ہو۔

جب یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ ان کے معبودان باطل میں جن کی یہ عبادت کرتے ہیں وہ معنوی اور فعلی اوصاف موجود نہیں جو اس بات کا تقاضا کرتے ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی بھی عبادت کی جائے بلکہ اس کے برعکس یہ معبودان باطل نقائص سے متصف ہیں جو ان کی الوہیت کے بطلان کا موجب ہیں تب وہ کون سی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ انہیں بھی معبود قرار دیتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے لئے اس کو خوش نما بنا دینا شیطان کا کام ہے یہ قبیح ترین بہتان اور سب سے بڑی گمراہی ہے لیکن یہی اس کا دل پسند اعتقاد بن گیا ہے اور وہ اسی کو حق

سمجھتا ہے حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ﴾ ''اور نہیں پیروی کرتے ان کے اکثر لوگ'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنے گھڑے ہوئے شریکوں کو پکارتے ہیں ﴿اِلَّا ظَنًّا﴾ ''مگر گمان کی۔'' یعنی وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے شریکوں کو نہیں پکارتے' کیونکہ اصل میں عقلاً ونقلاً اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں' یہ لوگ محض اپنے ظن اور گمان کی پیروی کرتے ہیں ﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا﴾ ''اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کسی کام نہیں آتا'' پس انہوں نے ان کو معبود کے نام سے موسوم کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی عبادت بھی کرنے لگے ﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ (النجم: ۲۳/۵۳) ''وہ تو صرف چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے گھڑ لئے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی''۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''بے شک اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ ان کے افعال کو خوب جانتا ہے اور وہ ان افعال پر انہیں سخت سزا دے گا۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ

اور نہیں ہے یہ قرآن کہ گھڑ لیا گیا ہو غیر اللہ کی طرف سے، لیکن (یہ تو) تصدیق کرنے والا ہے ان (کتب) کی جو

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾

اس سے پہلے ہوئیں اور تفصیل بیان کرنے والا ہے تمام کتابوں کی، نہیں ہے کوئی شک اس میں، رب العالمین کی طرف سے ہے ○

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

کیا وہ (کافر) کہتے ہیں کہ اس (رسول) نے گھڑ لیا ہے اسے؟ کہہ دیجیے! پس لے آؤ تم ایک ہی سورت اس جیسی اور بلا لو جنہیں (بلانے کی) استطاعت رکھتے ہو تم

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا

سوائے اللہ کے، اگر ہو تم سچے ○ بلکہ انہوں نے جھٹلایا ایسی چیز کو کہ نہیں طاقت رکھی اس کو جاننے کی، اور ابھی تک

يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

نہیں آئی تھی ان کے پاس حقیقت اس کی، اسی طرح جھٹلایا تھا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے، پھر دیکھیے کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ

انجام ظالموں کا؟○ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اسکے، اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو نہیں ایمان لاتے ساتھ اسکے،

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ ع

اور آپکا رب خوب جانتا ہے فساد کرنے والوں کو ○ اور اگر وہ آپکو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیجیے! میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل،

اَنْتُمْ بَرِيْٓـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾

تم بری ہو اس سے جو میں عمل کرتا ہوں اور میں بری ہوں اس سے جو تم عمل کرتے ہو ○

﴿ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''اور نہیں ہے یہ قرآن کہ اسے گھڑ لیا جائے اللہ کے ورے ورے ہی'' یعنی یہ غیر ممکن اور غیر متصور ہے کہ اس قرآن کو اللہ تعالیٰ پر گھڑ لیا گیا ہو کیونکہ یہ عظیم کتاب ہے۔ جس کے بارے میں فرمایا: ﴿ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴾ (حمٓ السجدۃ: ۴۱/ ۴۲) ''باطل کا دخل اس میں آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے یہ دانا اور قابل ستائش ہستی کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے''۔ یہ ایسی کتاب ہے ﴿ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ (بنی اسرائیل: ۱۷/ ۸۸) ''اگر تمام انسان اور جن اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ وہ اس قرآن جیسی کوئی کتاب بنا کر لائیں تو اس جیسی کوئی کتاب نہ لا سکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں''۔

یہ وہ کتاب ہے جس کے ذریعے سے جہانوں کے پروردگار نے بندوں کے ساتھ کلام کیا' تب مخلوق میں سے کوئی ہستی اس جیسے کلام یا اس کے قریب قریب کلام پر کیوں کر قادر ہو سکتی ہے۔ حالانکہ کلام متکلم کی عظمت اور اس کے اوصاف کے تابع ہوتا ہے۔ اگر کوئی ہستی اپنی عظمت اور اپنے اوصاف کمال میں اللہ تعالیٰ جیسی ہو سکتی ہے' تو اس کے لیے یہ بھی ممکن ہے کہ اس قرآن جیسی کتاب بنا لائے۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ کسی نے اللہ تعالیٰ پر کتاب گھڑ لی ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور فوری سزا دیتا۔ ﴿ وَلٰكِنْ ﴾ مگر اللہ تعالیٰ نے کائنات پر بے پایاں رحمت اور تمام بندوں پر حجت کے طور پر اس کتاب کو نازل فرمایا ﴿ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾ ''تصدیق کرتی ہے پہلے کلام کی'' یعنی آسمانی کتابیں جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں ان کی تصدیق ہے' یہ کتاب ان کی موافقت اور ان کی شہادت کی بنا پر ان کی تصدیق کرتی ہے' ان کتابوں نے اس کے نازل ہونے کی خوشخبری سنائی تھی اور پھر اسی طرح ہوا جس طرح ان کتب الٰہیہ نے خبر دی تھی۔ ﴿ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ ﴾ ''اور کتاب کی تفصیل ہے۔'' یعنی اس میں حلال و حرام' احکام دینیہ' احکام قدریہ اور اخبار صادقہ کی تفصیل ہے۔ ﴿ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔'' یعنی کسی بھی پہلو سے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں' بلکہ یہ یقینی حق ہے اور جہانوں کے پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ جس نے اپنی نعمتوں کے ذریعے سے تمام مخلوق کی پرورش اور اس کی تربیت کی۔ سب سے بڑی تربیت کی قسم یہ ہے کہ اس نے ان پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ان کے دینی اور دنیاوی مصالح پر مبنی اور مکارم اخلاق اور محاسن اخلاق پر مشتمل ہے۔

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ ﴾ ''کیا یہ کہتے ہیں؟'' یعنی اس کتاب کی تکذیب کرنے والے عناد اور تعدی کی بنا پر کہتے ہیں: ﴿ افْتَرٰىهُ ﴾ ''اس نے خود اسے بنا لیا ہے'' یعنی محمد ﷺ نے اس کو تصنیف کیا ہے۔ ﴿ قُلْ ﴾ ''کہہ دیجیے'' یعنی ان پر اس کو لازم کرتے ہوئے کہ وہ جس کا دعویٰ کرتے ہیں اگر اس پر قدرت رکھتے ہیں تو وہ (اس جیسی کتاب)

لے آئیں ورنہ ان کی بات باطل ہے۔ ﴿ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ ﴾ ''اور بلا لو جس کو تم بلا سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو'' یعنی جو اس جیسی سورت بنالانے میں تمہاری مدد کرے اور یہ محال ہے اگر ایسا کرنا ممکن ہوتا تو ضرور اس پر قدرت رکھنے کا دعویٰ کرتے اور اس جیسی کتاب لا دکھاتے۔ مگر چونکہ ان کی بے بسی ظاہر ہو گئی ہے اس لئے ان کا قول باطل ہو گیا جو کہ دلیل سے محروم ہے۔

وہ چیز جس نے ان کو قرآن 'جو حق پر مشتمل ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی حق نہیں' کی تکذیب پر آمادہ کیا ہے 'وہ یہ ہے کہ وہ اس کا علم نہیں رکھتے۔ اگر وہ اس کا علم رکھتے ہوتے اور اگر انہوں نے اس کو سمجھ لیا ہوتا جیسا کہ سمجھنے کا حق ہے 'تو وہ ضرور اس کی حقانیت کی تصدیق کرتے۔ اسی طرح اب تک ان کے پاس ان کے ساتھ کئے ہوئے اس وعدے کی حقیقت 'کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرے گا اور ان کو سزا دے گا' نہیں آئی۔ اور یہ تکذیب جو ان کی طرف سے صادر ہوئی ہے ان سے پہلے لوگوں کی طرف سے صادر ہونے والی تکذیب کی جنس سے ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الظّٰلِمِينَ ﴾ ''اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے' پس دیکھو' کیسا ہوا انجام ظالموں کا'' اس سے مراد وہ عذاب ہے جس نے ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا' لہٰذا ان لوگوں کو تکذیب پر جمے رہنے سے بچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ کہیں ان پر بھی وہ عذاب نازل ہو جائے جو انبیاء و رسل کو جھٹلانے والی اور ہلاک ہونے والی قوموں پر نازل ہوا۔ یہ آیت کریمہ تمام امور میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور اس سے یہ راہ نمائی بھی حاصل ہوتی ہے کہ انسان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی چیز کے بارے میں پوری حقیقت حال معلوم کئے بغیر اسے قبول یا رد کر دے۔

﴿ وَمِنْهُم مَّن يُؤْمِنُ بِهِ ﴾ ''اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اس کے'' یعنی قرآن کریم اور اس کی لائی ہوئی تعلیم پر ایمان رکھتے ہیں ﴿ وَمِنْهُم مَّن لَّا يُؤْمِنُ بِهِ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ﴾ ''اور بعض وہ ہیں جو اس کے ساتھ ایمان نہیں لاتے اور آپ کا رب شرارت کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔'' یہاں مفسدین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے ظلم' عناد اور فساد کی بنا پر قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فساد کی پاداش میں انہیں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ﴿ وَإِن كَذَّبُوكَ ﴾ ''اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں'' تو آپ ان کو اپنی دعوت پہنچاتے رہیے' ان کے حساب میں سے کچھ بھی آپ کے ذمے نہیں اور نہ آپ کا حساب ان کے ذمے ہے' ہر شخص کا عمل اسی کے لیے ہے۔ فرمایا: ﴿ فَقُل لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنتُم بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴾ ''آپ کہہ دیجئے! میرے واسطے میرا عمل ہے اور تمہارے واسطے تمہارا عمل' تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے عملوں سے بری ہوں'' یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی نظیر ہے۔ ﴿ مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ

﴿اَسَاۤءَ فَعَلَیۡهَا﴾ (حمٓ السجدة:۴۱/۴۶) ”جو کوئی نیک کام کرتا ہے تو اپنے لئے‘ جو کوئی برا کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی پر ہے“۔

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّسۡتَمِعُوۡنَ اِلَیۡکَ ؕ اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ وَلَوۡ کَانُوۡا لَا
اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کان لگاتے ہیں آپ کی طرف، کیا پس آپ سنا سکتے ہیں بہروں کو اگرچہ ہوں وہ نہ
یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۲﴾ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡظُرُ اِلَیۡکَ ؕ اَفَاَنۡتَ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَلَوۡ
عقل رکھتے؟○ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو دیکھتے ہیں آپ کی طرف، کیا پس آپ راہ دکھا سکتے ہیں اندھوں کو اگرچہ
کَانُوۡا لَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظۡلِمُ النَّاسَ شَیۡـًٔا
ہوں وہ نہ دیکھتے؟○ بلاشبہ اللہ نہیں ظلم کرتا لوگوں پر کچھ بھی،
وَّلٰکِنَّ النَّاسَ اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۴۴﴾
لیکن لوگ اپنے آپ پر (خود ہی) ظلم کرتے ہیں○

اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جنہوں نے رسول (ﷺ) کی اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی تکذیب کی‘ چنانچہ فرمایا: ﴿وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّسۡتَمِعُوۡنَ﴾ ”اور ان میں سے بعض کان لگاتے ہیں آپ کی طرف“ یعنی وحی کی قراءت کے وقت نبی کریم ﷺ کو غور سے سنتے ہیں‘ رشد و ہدایت کے حصول کی خاطر نہیں‘ بلکہ تکذیب اور کمزوریاں تلاش کرنے کے لیے سنتے ہیں اور اس طرح کا سننا کوئی فائدہ نہیں دیتا اور سننے والے کو کوئی بھلائی عطا نہیں کرتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان پر توفیق کا دروازہ بند ہو گیا اور وہ سننے کے فائدے سے محروم ہو گئے۔ بنابریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ وَلَوۡ کَانُوۡا لَا یَعۡقِلُوۡنَ﴾ ”کیا آپ بہروں کو سنائیں گے‘ اگرچہ وہ سمجھ نہ رکھتے ہوں“ یہ استفہام بمعنی نفی متقرر (استفہام انکاری) ہے‘ یعنی آپ بہروں کو نہیں سنا سکتے جو بات کو غور سے نہیں سنتے خواہ آپ باآواز بلند کیوں نہ سنوائیں خاص طور پر جب کہ وہ عقل سے محروم ہوں۔ جب بہرے کو سنوانا محال ہے جو کلام کو سمجھنے سے قاصر ہے‘ تب یہ تکذیب کرنے والے بھی اسی طرح سننے سے قاصر ہیں آپ ان کو بھی نہیں سنوا سکتے جس سے یہ نفع اٹھا سکیں۔ رہا سماع حجت‘ تو انہوں نے اتنا ضرور سن لیا جس سے ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت بالغہ قائم ہو۔ سماعت حصول علم کے راستوں میں سے ایک بہت بڑا راستہ ہے جو ان پر مسدود ہو چکا ہے اور یہ بھلائی سے متعلق مسموعات ہیں۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسرے راستے کے مسدود ہونے کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ہے نظر کا راستہ‘ چنانچہ فرمایا ﴿وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡظُرُ اِلَیۡکَ﴾ ”اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں۔“ اور ان کا آپ کی طرف دیکھنا ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا اور نہ آپ کو کوئی راحت دے سکتا ہے۔ پس جس طرح آپ اندھوں کو راہ

نہیں دکھا سکتے جو بصارت سے محروم ہیں اسی طرح آپ بہروں کی بھی راہ نمائی نہیں کر سکتے۔ جب ان کی عقل' سماعت اور بصارت' جو حصول علم اور معرفت حقائق کا ذریعہ ہیں' خرابی کا شکار ہو جائیں تب ان کے لئے حق تک پہنچنے کا کون سا راستہ ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ﴾ دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے احوال' آپ کے طریقوں' آپ کے اخلاق اور آپ کے اعمال کو دیکھنا آپ اور آپ کی دعوت کی صداقت پر دلیل مہیا کرتا ہے اور یہ نظر' صاحب بصیرت کو دیگر دلائل سے مستغنی کر دیتی ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا﴾ ''اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا'' پس وہ لوگوں کی برائیوں کو بڑھاتا ہے' نہ نیکیوں میں کمی کرتا ہے۔ ﴿وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''لیکن لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔'' ان کے پاس حق آتا ہے مگر یہ اسے قبول نہیں کرتے ہیں' تب اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر ان کے دلوں' ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ

اور جس دن وہ انہیں اکٹھا کرے گا تو (انہیں یوں محسوس ہوگا) گویا کہ نہ رہے تھے وہ (دنیا میں) مگر ایک گھڑی دن سے، وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے

بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿٤٥﴾

آپس میں، تحقیق خسارا پایا ان لوگوں نے جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی ملاقات کو، اور نہ تھے وہ ہدایت پر چلنے والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ دنیا نہایت سرعت سے ختم ہو جانے والی ہے اور اللہ تعالیٰ جس روز تمام لوگوں کو اکٹھا کرے گا' جس میں کوئی شک نہیں، تو ان کو یوں لگے گا گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی ٹھہرے ہیں اور ان پر کسی نعمت یا تکلیف کے دن نہیں گزرے۔ وہ ایک دوسرے سے اس طرح متعارف ہوں گے جس طرح وہ دنیا میں متعارف تھے۔ اس روز متقی لوگ فائدے میں رہیں گے اور وہ لوگ نقصان اٹھائیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا' وہ راہ راست پر گامزن ہوئے نہ دین قویم پر چلے' کیونکہ وہ نعمتوں سے محروم ہوں گے اور جہنم کے مستحق ہوں گے۔

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

اور اگر ہم دکھا دیں آپ کو بعض وہ (عذاب) کہ وعدہ کرتے ہیں ہم ان سے، یا ہم وفات دے دیں آپ کو، تو ہماری طرف ہی واپسی ہے انکی،

ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤٦﴾

پھر اللہ گواہ ہے اوپر ان کاموں کے جو وہ کرتے ہیں ○

اے رسول! ان جھٹلانے والوں کے بارے میں غمزدہ نہ ہوں اور نہ ان کے بارے میں عجلت سے کام لیں' کیونکہ وہ عذاب ان پر ضرور نازل ہوگا جس کا ہم ان کے ساتھ وعدہ کرتے ہیں' یا تو یہ عذاب دنیا میں نازل ہوگا اور

آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور آپ کا دل ٹھنڈا ہو گا یا ان کے مرنے کے بعد انہیں آخرت میں اس عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا' انہیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور یہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو آگاہ فرمائے گا اس نے ان کے اعمال کو محفوظ کر رکھا ہے جبکہ انہوں نے فراموش کر دیا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔
اس آیت کریمہ میں کفار کے لیے سخت وعید ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی ہے جن کو ان کی قوم نے جھٹلایا اور ان سے عناد رکھا۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ
اور واسطے ہر امت کے ایک رسول ہے، پس جب آ گیا ان کا رسول تو فیصلہ کر دیا گیا درمیان ان کے ساتھ انصاف کے، اور وہ
لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ
نہیں ظلم کیے جاتے ○ اور وہ (کافر) کہتے ہیں کب (پورا) ہو گا یہ وعدہ (عذاب کا) اگر ہو تم سچے؟ ○ کہہ دیجیے!
لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ
نہیں اختیار رکھتا میں واسطے اپنے نفس کے کسی نقصان کا اور نہ کسی نفع کا، مگر جو چاہے اللہ، واسطے ہر امت کے ایک میعاد ہے،
اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾
جب آ جاتی ہے میعاد ان کی تو نہ وہ پیچھے رہ سکتے ہیں (اس سے) ایک گھڑی اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں ○

﴿ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ ﴾ ''ہر امت کے لیے'' یعنی گزشتہ امتوں میں سے ہر امت کے لیے ﴿ رَّسُوْلٌ ﴾ ایک رسول مبعوث کیا گیا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے دین کی دعوت دیتا تھا۔ ﴿ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ ﴾ ''پس جب ان کا رسول آتا'' یعنی ان کے پاس آیات الٰہی لے کر آتا تو ان میں سے کچھ لوگ اس کی تصدیق کرتے اور دوسرے اس کو جھٹلاتے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرماتا' اہل ایمان کو نجات دیتا اور جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیتا۔ ﴿ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ ''اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا'' یعنی رسول بھیجنے اور حجت قائم کرنے سے پہلے یا کسی جرم کے بغیر ان کو عذاب نہیں دیا گیا' اس لئے آپ کو جھٹلانے والے گزشتہ زمانوں میں ہلاک کی گئی قوموں کی مشابہت سے بچیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو ان قوموں پر نازل ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں یہ نہ سمجھیں کہ وہ دیر سے آئے گا اور پھر وہ یہ کہتے پھریں ﴿ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''کب ہے یہ وعدہ' اگر تم سچے ہو'' یہ ان کی طرف سے سخت ظلم کا رویہ ہے کہ وہ نبی ﷺ سے اس کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ آپ کی ذمہ داری تو صرف پہنچا دینا اور لوگوں کے سامنے بیان کر دینا ہے۔

رہا ان کا حساب و کتاب اور ان پر عذاب کا نازل کرنا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جب اس کی مدت

معینہ اور حکمت الٰہیہ کے مطابق ان کا وقت مقررہ آن پہنچے گا' تو ان کے ساتھ ایک گھڑی کی تاخیر کی جائے گی نہ تقدیم۔ اس لیے اس کی تکذیب کرنے والے جلدی مچانے سے بچیں' کیونکہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا عذاب جب نازل ہوتا ہے تو مجرموں کی قوم پر نازل ہونے سے اسے روکا نہیں جا سکتا۔ بنابریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ

کہہ دیجیے! بھلا بتلاؤ تم! اگر آجائے تم پر عذاب اس کا رات کو یا دن کو (تو کیا برداشت کر لو گے؟ پھر) کیا وہ چیز ہے کہ جلدی طلب کر رہے ہیں اس (عذاب) کو

الْمُجْرِمُوْنَ ۝۵۰ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ

مجرم؟ ○ کیا پھر جب واقع ہو جائے گا (عذاب تب) ایمان لاؤ گے تم اس پر؟ (اس وقت کہا جائے گا) کیا اب (ایمان لاتے ہو)؟ حالانکہ تھے تم اسکو

تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۵۱ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ

جلدی طلب کرتے ○ پھر کہا جائے گا واسطے ان لوگوں کے جنہوں نے ظلم کیا، چکھو تم عذاب ہمیشگی کا،

هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۵۲

نہیں بدلہ دیے جاؤ گے تم مگر ساتھ اس کے کہ تھے تم کماتے ○

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا﴾ ''کہہ دیجیے! بتلاؤ' اگر تمہارے پاس اس کا عذاب آجائے راتوں رات۔'' یعنی رات کے وقت سوتے میں۔ ﴿اَوْ نَهَارًا﴾ 'یا دن کو' یعنی تمہاری غفلت کے وقت ﴿مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''تو وہ کیا چیز ہے جس کے لیے مجرمین جلدی کا مطالبہ کر رہے ہیں؟'' یعنی وہ کون سی بشارت ہے' جس کے لیے یہ جلدی مچا رہے ہیں اور کون سا عذاب ہے' جس کی طرف یہ تیزی سے بڑھ رہے ہیں؟

﴿اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ﴾ ''کیا پھر جب وہ عذاب واقع ہو چکے گا' تب اس پر تم ایمان لاؤ گے؟'' کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو گا تو اس وقت ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دے گا اور اس حال میں جب کہ وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ وہ ایمان لے آئے ہیں' عتاب اور زجر و توبیخ کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿آٰلْـٰٔنَ﴾ ''اب'' یعنی اب تم اس شدت اور سخت مشقت کی حالت میں ایمان لاتے ہو؟ ﴿وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''تم تو اس عذاب کے لیے بہت جلدی مچایا کرتے تھے۔'' اپنے بندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وقوع عذاب سے قبل اگر وہ اسے منانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ ان سے اپنی ناراضی کو دور کر دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا عذاب واقع ہو جاتا ہے' تو کسی نفس کو اس کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دیتا' جیسا کہ فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ ڈوبنے لگا' تو اس نے کہا: ﴿اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (یونس: ۹۰/۱۰) ''میں ایمان لایا کہ اس ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں

جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی اس کے سامنے سر اطاعت خم کر دینے والوں میں سے ہوں۔'' تو اس کو جواب دیا گیا: ﴿ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ (یونس: ۹۱/۱۰) ''اب ایمان لاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا ہے اور فساد کرنے والوں میں سے تھا۔'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ﴾ (المومن: ۸۵/۴۰) ''پس جب وہ ہمارا عذاب دیکھ لیں گے تو اس وقت ان کا ایمان لانا ان کو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ یہ سنت الٰہی ہے جو اس کے بندوں کے بارے میں چلی آرہی ہے۔''

اور یہاں فرمایا: ﴿ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ آٰلْـٰٔنَ ﴾ ''کیا جب وہ واقع ہوگا تب اس پر ایمان لاؤ گے؟ (تو کہا جائے گا) اب تم'' (ایمان کا دعویٰ کرتے ہو؟) ﴿ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴾ ''اسی کے لیے تو تم جلدی مچایا کرتے تھے۔'' یہ ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائی اور یہ ہے وہ' جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔ ﴿ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ﴾ ''پھر ظالم لوگوں سے کہا جائے گا'' جب قیامت کے روز ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ﴿ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ﴾ ''چکھو عذاب ہمیشگی کا'' یعنی وہ عذاب جس میں تم ہمیشہ رہو گے' یہ عذاب تم سے ایک گھڑی کے لیے دور نہ ہوگا ﴿ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ ''اسی چیز کا بدلہ تمہیں دیا جا رہا ہے جو تم کماتے تھے'' یعنی کفر' تکذیب رسالت اور معاصی کی تمہیں جزا دی جا رہی ہے۔

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڲ وَمَآ اَنْتُمْ

اور وہ خبر دریافت کرتے ہیں آپ سے، کیا حق ہے وہ (عذاب)؟ آپ کہہ دیجیے! ہاں قسم ہے میرے رب کی! بلاشبہ وہ یقیناً حق ہے، اور نہیں تم

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ۭ

عاجز کر سکتے (اللہ کو) ○ اور اگر بیشک ہو واسطے ہر نفس کے جس نے ظلم کیا، جو کچھ ہے زمین میں (سارا) تو ضرور فدیہ دے گا وہ ساتھ اس کے،

وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ

اور چھپائیں گے وہ (مجرم) ندامت کو جب دیکھیں گے عذاب، اور فیصلہ کیا جائے گا درمیان ان کے ساتھ انصاف کے، اور وہ

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

نہیں ظلم کیے جائیں گے ○ آگاہ رہو! بے شک واسطے اللہ ہی کے ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، خبردار! بلاشبہ وعدہ اللہ کا حق ہے،

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے ○ وہی زندہ کرتا ہے اور (وہی) مارتا ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ ﴾ ''اور آپ سے دریافت کرتے ہیں۔'' یہ مکذبین تحقیق و تبیین اور طلب ہدایت کے لیے نہیں' بلکہ عناد اور نکتہ چینی کے قصد سے آپ سے پوچھتے ہیں ﴿ اَحَقٌّ

﴿هُوَ﴾ ”کیا آیا یہ سچ ہے؟“ یعنی کیا یہ بات صحیح ہے کہ انسانوں کے مرنے کے بعد قیامت کے روز انہیں دوبارہ زندہ کر کے جمع کیا جائے گا۔ پھر ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اچھے اعمال کا بدلہ اچھا ہوگا اور برے اعمال کا بدلہ برا ہوگا۔ ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیجیے!“ اس کی صحت پر قسم اٹھا کر اور واضح دلیل کے ذریعے سے اس پر استدلال کرتے ہوئے کہہ دیجیے! ﴿اِیْ وَرَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ﴾ ”قسم ہے میرے رب کی یہ یقیناً حق ہے“ یعنی اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ﴿وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ﴾ ”اور تم عاجز نہ کر سکو گے۔“ یعنی تم اللہ تعالیٰ کو دوبارہ اٹھانے سے عاجز اور بے بس نہیں کر سکتے۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں تمہیں پیدا کیا ہے جبکہ تم کچھ بھی نہ تھے اسی طرح وہ دوبارہ تمہیں پیدا کر سکتا ہے تاکہ وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے۔

﴿وَ﴾ ”اور“ جب قیامت برپا ہوگی ﴿لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ﴾ اگر ہو ہر گناہ گار کے پاس جس نے کفر ومعاصی کے ذریعے سے ظلم کیا ﴿مَا فِی الْاَرْضِ﴾ ”جو کچھ زمین میں ہے“ یعنی زمین میں جو سونا چاندی وغیرہ ہے تو وہ سب کا سب اپنے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لیے فدیہ میں دے دے۔ ﴿لَافْتَدَتْ بِهٖ﴾ ”تو وہ ضرور فدیے میں دے دے۔“ مگر یہ فدیہ دینا اس کے کسی کام نہ آئے گا کیونکہ نفع ونقصان اور ثواب وعذاب تو نیک اور برے اعمال پر منحصر ہے۔ ﴿وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ﴾ ”اور چھپے چھپے پچھتائیں گے وہ جب دیکھیں گے عذاب“ یعنی وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا دل ہی دل میں اپنے اعمال پر پچھتائیں گے مگر اب رہائی کا کوئی وقت نہیں ہوگا۔ ﴿وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ﴾ ”اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔“ یعنی کامل انصاف کے ساتھ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔ جس میں کسی پہلو سے بھی ظلم وجور نہیں ہوگا۔

﴿اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”خبردار! اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے“ وہ ان کے درمیان حکم دینی اور حکم قدری کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور قیامت کے روز وہ حکم جزائی کے مطابق فیصلہ کرے گا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ”خبردار! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اسی لئے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے تیاری نہیں کرتے، بلکہ بسا اوقات وہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی نہیں رکھتے، حالانکہ نہایت تواتر کے ساتھ قطعی دلائل اور عقلی اور نقلی براہین اس ملاقات پر دلالت کرتے ہیں۔ ﴿هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ﴾ ”وہی جان بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔“ یعنی وہ زندگی اور موت میں تصرف کرتا ہے اور وہ ہر قسم کی تدبیر کرتا ہے اور تدبیر کائنات میں اس کا کوئی شریک نہیں ﴿وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ”اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔“ قیامت کے روز، پس وہ تمہیں تمہارے اچھے اور برے اعمال کی جزا دے گا۔

يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ
اے لوگو! تحقیق آگئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اور شفا واسطے ان (بیماریوں) کے جو سینوں میں ہیں،
وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۷ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ
اور ہدایت اور رحمت واسطے مومنوں کے ۝ کہہ دیجیے! ساتھ اللہ کے فضل اور ساتھ اس کی رحمت کے، تو ساتھ اس کے
فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸
پس چاہیے کہ وہ (لوگ) خوش ہوں، وہ (اللہ کا فضل) بہت بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ کتاب کریم کے اوصاف حسنہ' جو بندوں کے لیے ضروری ہیں' بیان کر کے اس کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی'' یعنی وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے اور وہ تمہیں ان اعمال سے ڈراتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے موجب اور اس کے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں۔ وہ ان اعمال کے اثرات اور مفاسد بیان کر کے تمہیں ان سے بچاتا ہے۔

﴿وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ﴾ ''اور شفا دلوں کے روگ کی'' اور وہ یہی قرآن ہے جو امراض قلب' مثلاً امراض شہوات' جو شریعت کی اطاعت سے روکتے ہیں اور امراض شبہات' جو علم یقینی میں قادح ہیں...... کے لیے شفا ہے۔ اس کتاب کریم کے اندر مواعظ' ترغیب و ترہیب اور وعد و وعید کے جو مضامین ہیں وہ بندے کے لیے رغبت و رہبت کے موجب ہیں۔ جب آپ اس کتاب کریم میں بھلائی کی طرف رغبت' برائی سے ڈر اور قرآن کے معانی میں بتکرار ایسا اسلوب پاتے ہیں' تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کی مراد کو نفس کی مراد پر مقدم رکھنے کی موجب بنتی ہے اور بندۂ مومن کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رضا شہوت نفس سے زیادہ محبوب بن جاتی ہے۔

اسی طرح اس کے اندر جو دلائل و براہین ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے ذکر کیا ہے اور انہیں بہترین اسلوب میں بیان کیا ہے جو ایسے شبہات کو زائل کر دیتا ہے جو حق میں قادح ہیں اور اس کے ذریعے سے قلب یقین کے بلند ترین مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور جب قلب اپنی بیماری سے صحت یاب ہو جاتا ہے اور وہ لباس عافیت کو زیب تن کر لیتا ہے' تو جوارح اس کی پیروی کرتے ہیں اس لئے کہ جوارح' دل کی درستی سے درست رہتے ہیں اگر دل فاسد ہو جاتا ہے تو جوارح بھی خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

﴿وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔'' پس ہدایت حق کے علم اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔ اور ''رحمت'' سے مراد وہ بھلائی' احسان اور دنیاوی و اخروی ثواب ہے جو ہدایت یافتہ انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ تب معلوم ہوا کہ ہدایت جلیل ترین وسیلہ اور رحمت کامل ترین مقصود و مطلوب ہے۔ اس

کی طرف صرف اہل ایمان ہی کو راہ نمائی عطا ہوتی ہے اور اہل ایمان ہی رحمت سے نوازے جاتے ہیں۔ جب بندۂ مومن کو ہدایت حاصل ہوتی ہے اور اسے ہدایت سے جنم لینے والی رحمت سے نواز دیا جاتا ہے تو وہ سعادت' فلاح' نفع' کامیابی' فرحت اور سرور کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خوش ہونے کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ ﴾ ''کہہ دیجیے! اللہ کے فضل کے ساتھ'' فضل سے مراد قرآن ہے جو سب سے بڑی نعمت' احسان اور اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا ہے۔ ﴿ وَبِرَحْمَتِهٖ ﴾ ''اور اس کی مہربانی کے ساتھ'' یعنی دین' ایمان' اللہ تعالیٰ کی عبادت' اس کی محبت اور اس کی معرفت۔

﴿ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾ ''پس اسی پر انہیں خوش ہونا چاہیے' یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔'' یعنی دنیا کی متاع اور اس کی لذات سے بہتر ہے۔ دین کی نعمت' جس سے دنیا و آخرت کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ دنیا کے تمام مال و متاع کا اس سے کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ دنیا کا مال و متاع تو عنقریب مضمحل ہو کر زائل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت پر خوش ہونے کا صرف اس لئے حکم دیا ہے کہ یہ نفس کے انبساط' نشاط' اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے شکر' اس کی قوت' علم و ایمان میں شدید رغبت کا موجب اور علم و ایمان میں ازدیاد کا داعی ہے۔ یہ فرحت اور خوشی محمود ہے۔ اس کے برعکس دنیا کی شہوات و لذات اور باطل پر خوش ہونا مذموم ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قارون کے بارے میں اس کی قوم کا قول نقل فرمایا ہے: ﴿ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴾ (القصص: ۷۶/۲۸) ''خوشی میں اتراؤ مت! اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو اپنے اس باطل پر اتراتے تھے جو انبیاء و رسل کی لائی ہوئی وحی کے متناقض تھا۔ ﴿ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ﴾ (المومن: ۸۳/۴۰) ''جب ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے' تو (بزعم خود) جو علم ان کے پاس تھا اس کی بنا پر اترانے لگے۔''

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ

کہہ دیجیے! بھلا بتلاؤ تو! جو نازل کیا ہے اللہ نے واسطے تمہارے رزق، پس بنایا تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال،

قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى

کہہ دیجیے! کیا اللہ نے حکم دیا ہے واسطے تمہارے یا اوپر اللہ کے افترا باندھتے ہو تم؟ ○ اور کیا گمان ہے ان لوگوں کا جو باندھتے ہیں اوپر

اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

اللہ کے جھوٹ، روز قیامت کے بارے میں؟ بلاشبہ اللہ یقیناً بڑے فضل والا ہے اوپر لوگوں کے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦٠﴾ ع

لیکن اکثر ان کے نہیں شکر کرتے ○

مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانے اور حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینے کے لیے تحریم و تحلیل کے جو ضابطے ایجاد کیے تھے' ان پر نکیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ﴾ "کہہ دیجیے' بھلا بتلاؤ! اللہ نے تمہارے لیے جو روزی اتاری" یعنی حلال جانوروں کی مختلف اقسام جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ذریعہ رزق اور رحمت بنایا ہے۔ ﴿فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا﴾ "پس ٹھہرایا تم نے اس میں سے کچھ کو حرام اور کچھ کو حلال" یعنی اس فاسد قول پر ان کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے ان سے کہہ دیجیے: ﴿آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ﴾ "کیا اللہ نے تم کو حکم دیا یا اللہ پر تم جھوٹ باندھتے ہو؟" اور یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بات کا ہرگز حکم نہیں دیا پس ثابت ہوا کہ یہ لوگ افتراء پرداز ہیں۔

﴿وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ "اور کیا خیال ہے اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کا قیامت کے دن" یہ کہ ان کو سزا دے گا اور ان پر عذاب نازل کرے گا' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ﴾ (الزمر: ۳۹/ ۶۰) "اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا' آپ قیامت کے روز دیکھیں گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہو رہے ہوں گے۔" ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾ "بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت زیادہ فضل و احسان کرنے والا ہے۔ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ "لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔" یا تو اس کی صورت یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا نہیں کرتے یا وہ ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں استعمال کرتے ہیں یا ان میں سے بعض نعمتوں کو حرام ٹھہرا کر ان کو ٹھکرا دیتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا ہے۔ ان میں سے بہت کم لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور پھر اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ کھانے والی تمام اشیاء میں اصل حلت ہے جب تک کہ اس کی حرمت پر شرعی حکم وارد نہ ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر نکیر فرمائی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس رزق کو حرام قرار دے دیا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے نازل کیا۔

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ

اور نہیں ہوتے آپ کسی حالت میں اور نہیں تلاوت کرتے آپ اسکی طرف سے (نازل شدہ) قرآن کا کچھ حصہ اور نہیں عمل کرتے تم لوگ

مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ

کوئی عمل، مگر ہوتے ہیں ہم اوپر تمہارے شاہد جب شروع ہوتے ہو تم اس (کام) میں، اور نہیں پوشیدہ ہوتی

عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ

آپ کے رب سے (کوئی بھی چیز) ذرہ برابر زمین میں اور نہ آسمان میں، اور نہ (کوئی چیز) چھوٹی

مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾

اس سے اور نہ بڑی، مگر (وہ ہے) کتاب واضح میں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے عمومی مشاہدہ کے بارے میں خبر دیتا ہے' نیز وہ فرماتا ہے کہ وہ بندوں کے تمام احوال اوران کی حرکات وسکنات سے آگاہ ہے اوراس ضمن میں اللہ تعالیٰ انہیں دائمی مراقبہ کی دعوت دیتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ﴾ ''اور تم جس حال میں ہوتے ہو'' یعنی آپ اپنے دینی اور دنیاوی احوال میں سے جس حال میں بھی ہوتے ہیں۔ ﴿وَمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ﴾ ''یا قرآن میں کچھ پڑھتے ہو'' یعنی آپ قرآن میں سے جو کچھ تلاوت کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کیا ﴿وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ﴾ ''اور جو بھی عمل آپ کرتے ہیں'' یعنی کوئی چھوٹا یا بڑا عمل۔ ﴿اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ﴾ ''مگر ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم مصروف ہوتے ہو اس میں'' یعنی تمہارے کام شروع کرنے اوراس کام میں تمہارے استمرار کے وقت' لہٰذا اپنے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کو مدنظر رکھو اور تمام اعمال کو خیر خواہی اور خوب کوشش سے بجالاؤ۔ جو امور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان سے بچو' کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام باطنی اور ظاہری امور سے آگاہ ہے۔

﴿وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور نہیں غائب رہتا آپ کے رب سے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے علم' اس کے سمع وبصر اوراس کے مشاہدہ سے باہر نہیں۔ ﴿مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''ایک ذرہ بھر زمین میں نہ آسمان میں اور نہ چھوٹا اس سے اور نہ بڑا' مگر وہ کھلی ہوئی کتاب میں ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ذریعے سے اس کا احاطہ کر رکھا ہے اوراس پر اس کا قلم جاری ہو چکا ہے۔ یہ دونوں مراتب اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کے مراتب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اکثر ان کو مقرون بیان کیا ہے۔

۱۔ تمام اشیا کا احاطہ کرنے والا علم الٰہی۔

۲۔ تمام حوادث کا احاطہ کرنے والی تقدیر (کتاب) الٰہی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (الحج: ۷۰/۲۲) ''کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یہ سب کچھ کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور بے شک یہ سب کچھ اللہ

کے لیے بہت آسان ہے۔“

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

آگاہ رہو! بے شک اولیاء اللہ، نہ کوئی خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ وہ لوگ جو ایمان لائے

وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ

اور تھے وہ ڈرتے (اللہ سے) ○ واسطے ان کے خوش خبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی)،

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۴﴾

نہیں تبدیلی ہوتی اللہ کی باتوں میں، یہی ہے کامیابی بہت بڑی○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اولیاء اور محبوب لوگوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے ان کے اعمال واوصاف اور ان کے ثواب کا ذکر کرتا ہے، چنانچہ فرماتا ہے: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ ”خبردار! اللہ کے جو دوست ہیں ان پر کوئی خوف نہ ہوگا“ یعنی قیامت کے روز میدان محشر میں جو خوفناک اور ہولناک حالات ہوں گے وہاں انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ ﴿وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ ”اور نہ وہ غمگین ہوں گے“ ان اعمال پر جو انہوں نے پہلے کئے ہوں گے، کیونکہ انہوں نے اعمال صالحہ کے سوا کچھ نہیں کیا ہوگا۔ چونکہ انہیں کسی قسم کا خوف ہوگا نہ وہ غمزدہ ہوں گے اس لئے وہاں ان کے لیے امن وسعادت اور خیر کثیر ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے اولیاء اللہ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ”وہ جو ایمان لائے۔“ یعنی جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں، اس کی بھیجی ہوئی کتابوں، اس کے مبعوث کئے ہوئے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے اور تقویٰ کے استعمال، اللہ تعالیٰ کے اوامر کی فرمانبرداری اور اس کے نواہی سے اجتناب کر کے اپنے ایمان کی تصدیق کی۔

پس ہر وہ شخص جو مومن اور متقی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ اسی لئے فرمایا: ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ﴾ ”ان کے لیے خوش خبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں“ دنیا کے اندر بشارت سے مراد ثنائے حسن، مومنوں کے دلوں میں محبت ومودت، سچے خواب، بندۂ مومن کا اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے بہرہ ور ہونا، اللہ تعالیٰ کا بہترین اعمال واخلاق کے راستوں کو آسان کر دینا اور بندے کو برے اخلاق سے دور کر دینا ہے اور آخرت کی بشارتوں میں اولین بشارت یہ ہے کہ روح قبض کئے جانے کے موقع پر ان کو بشارت دی جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ (حم السجدۃ: ۴۱/۳۰) ”بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے پھر وہ اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور نہ غم زدہ ہو

اور جنت کی خبر سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔'' اور قبر میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کی خوشخبری دی جائے گی اور قیامت کے روز نعمتوں بھری جنت میں دخول اور دردناک عذاب سے نجات کے ساتھ اس خوشخبری کا اتمام ہوگا۔

﴿لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کے کلمات بدلتے نہیں'' بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے وہ حق ہے جس میں تغیر و تبدل ممکن نہیں' کیونکہ وہ اپنے قول میں سچا ہے اور اس کی مقرر کی ہوئی قضا و قدر میں کوئی شخص اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یہی ہے بڑی کامیابی'' کیونکہ یہ تمام محذورات سے نجات اور ہر محبوب چیز کے حصول میں ظفریابی پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ''فوز'' کو حصر کے ساتھ بیان کیا ہے' کیونکہ فوز وفلاح اہل ایمان اور اہل تقویٰ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ بشارت ہر خیر و ثواب کو شامل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ایمان اور تقویٰ پر مرتب فرمایا ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اس کو تقیید کے ساتھ نہیں' بلکہ مطلق بیان کیا ہے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ وقف لازم

اور نہ غمگین کریں آپ کو باتیں ان کی، بلاشبہ عزت تو اللہ ہی کے لیے ہے ساری کی ساری، وہی خوب سننے والا جاننے والا ہے ○

یعنی جھٹلانے والوں کی باتوں میں سے کوئی بات' جن کے ذریعے سے وہ آپ پر اور آپ کے دین پر نکتہ چینی کرتے ہیں، آپ کو غم زدہ نہ کرے' کیونکہ ان کی یہ باتیں ان کو عزت فراہم کر سکتی ہیں نہ آپ کو کوئی نقصان دے سکتی ہیں۔ ﴿اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ ''بے شک عزت سب کی سب اللہ ہی کے لئے ہے'' اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزت عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عزت سے محروم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ (فاطر: ١٠/٣٥) ''جو کوئی عزت کا طلب گار ہے تو عزت تمام تر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔'' جسے عزت چاہیے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے سے اسے طلب کرے اور اس کی دلیل بعد میں آنے والا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو اس کی تائید کرتا ہے ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ (فاطر: ١٠/٣٥) ''پاک باتیں اسی کی طرف بلند ہوتی ہیں اور عمل صالح اس کو بلند کرتا ہے''۔ یہ بات معلوم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت صرف آپ اور آپ کے متبعین کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (المنافقون: ٨/٦٣) ''عزت تمام تر اللہ اس کے رسول اور اہل ایمان کے لیے ہے۔'' ﴿هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''وہ سننے والا جاننے والا ہے۔'' یعنی اس کی سماعت نے تمام آوازوں کا احاطہ کر رکھا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے اور اس کا علم تمام ظاہری اور باطنی چیزوں پر محیط ہے۔ آسمانوں اور زمین میں' کوئی چھوٹی یا بڑی ذرہ بھر بھی چیز اس سے اوجھل نہیں۔ وہ آپ کی بات سنتا ہے اور

آپ کے بارے میں آپ کے دشمنوں کی باتیں بھی سنتا ہے اور پوری تفصیل کا علم رکھتا ہے۔ پس آپ اللہ تعالیٰ کے علم اور کفایت کو کافی سمجھے۔ اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ
آگاہ رہو! بیشک اللہ ہی کے لیے ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں، اور نہیں پیروی کرتے وہ لوگ جو
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ
پکارتے ہیں سوائے اللہ کے (دوسرے شریکوں کو) شریکوں کی نہیں پیروی کرتے وہ (حقیقت میں) مگر صرف گمان کی، اور نہیں ہیں وہ
اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ
مگر اٹکل (خود گھڑ کر باتیں) کرتے ○ وہی ہے (اللہ) جس نے بنایا واسطے تمہارے رات کو تا کہ تم سکون کرو اس میں اور (بنایا) دن
مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝
دکھلانے والا (روشن)، بلاشبہ اس میں یقیناً بہت بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اسی کی ملکیت ہے وہ جیسے چاہتا ہے اپنے احکام کے ذریعے سے اس میں تصرف کرتا ہے۔ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی مملوک' اس کے سامنے مسخر اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہے۔ تمام مخلوق عبادت کا کچھ بھی استحقاق نہیں رکھتی اور کسی بھی لحاظ سے مخلوق اللہ تعالیٰ کی شریک نہیں بن سکتی۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾ ''اور یہ جو پیچھے پڑے ہوئے ہیں اللہ کے سوا شریکوں کو پکارنے والے' سو یہ کچھ نہیں' مگر پیروی کرنے والے ہیں اپنے گمان کی'' یعنی وہ ظن اور گمان' جو حق کے مقابلے میں کسی کام نہیں آتا ﴿وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''اور وہ محض اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں۔'' یعنی وہ اس بارے میں محض اندازوں اور بہتان و افترا سے کام لیتے ہیں۔ اپنے گھڑے ہوئے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینے میں اگر وہ سچے ہیں' تو ان کے وہ اوصاف سامنے لائیں جو ان کو ذرہ بھر عبادت کا مستحق قرار دیتے ہوں۔ وہ کبھی ایسا نہیں کر سکیں گے۔ کیا ان میں سے کوئی ایسا ہے جو کوئی چیز پیدا کر سکتا ہو؟ یا وہ رزق عطا کرتا ہو؟ یا وہ مخلوقات میں سے کسی چیز کا مالک ہو؟ یا وہ گردش لیل و نہار کی تدبیر کرتا ہو؟ جس نے اسے لوگوں کی روزی کا سبب بنایا؟

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ﴾ ''وہی اللہ ہے جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو' تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو'' تا کہ اس تاریکی کے سبب سے جو تمام روئے زمین کو ڈھانک لیتی ہے' نیند اور راحت میں سکون پاؤ' اگر سورج کی روشنی ہمیشہ برقرار رہتی تو انہیں قرار و سکون نہ ملتا۔ ﴿وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا﴾ 'اور دن کو (بنایا) دکھلانے والا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے دن کو روشن بنایا' تا کہ دن کی روشنی میں مخلوق دیکھ سکے' لوگ اپنی معاش اور اپنے

دینی اور دنیاوی مصالح کے لیے چل پھر سکیں۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ﴾ ”اس میں سننے والے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔“ جو سمجھنے، قبول کرنے اور رشد و ہدایت طلب کرنے کے لیے سنتے ہیں۔ عناد اور نکتہ چینی کے لیے نہیں سنتے۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں اور ان نشانیوں سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود اور معبود برحق ہے اور اس کے سوا ہر ایک ہستی کی الوہیت باطل ہے اور یہ کہ وہی رؤف و رحیم اور علم و حکمت والا ہے۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِیُّ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا

کہا انہوں نے بنائی ہے اللہ نے اولاد، پاک ہے وہ (اولاد سے) وہ بے پرواہ ہے، اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

فِی الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ مَا لَا

زمین میں ہے، نہیں ہے تمہارے پاس کوئی دلیل اس بات کی، کیا کہتے ہو تم اوپر اللہ کے وہ بات جس کا نہیں

تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

علم رکھتے تم؟ ○ کہہ دیجئے! بے شک وہ لوگ جو باندھتے ہیں اوپر اللہ کے جھوٹ، نہیں فلاح پائیں گے وہ ○

مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ

تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے دنیا میں، پھر ہماری ہی طرف واپسی ہے ان کی، پھر ہم چکھائیں گے انہیں

الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

عذاب شدید بوجہ اس کے جو تھے وہ کفر کرتے ○

الربع ١٣

اللہ رب العالمین کے بارے میں مشرکین کی بہتان طرازی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ ”انہوں نے کہا ٹھہرالی ہے اللہ نے اولاد“ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اس سے منزہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿سُبْحٰنَهٗ﴾ ”وہ پاک ہے“ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی طرف جو نقائص منسوب کرتے ہیں وہ ان سے بلند و برتر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں متعدد دلائل ذکر کئے ہیں:

(١) ﴿هُوَ الْغَنِیُّ﴾ ”وہ بے نیاز ہے“ یعنی غنا (بے نیازی) اسی میں منحصر ہے اور غنا کی تمام اقسام کا وہی مالک ہے۔ وہ غنی ہے جو ہر پہلو، ہر اعتبار اور ہر لحاظ سے غنائے کامل کا مالک ہے۔ جب وہ ہر لحاظ سے غنی ہے تب وہ کس لئے بیٹا بنائے گا؟ کیا اس وجہ سے کہ وہ بیٹے کا محتاج ہے؟ یہ تو اس کے غنا اور بے نیازی کے منافی ہے۔ کوئی شخص صرف اپنے غنا میں نقص کی بنا پر بیٹا بناتا ہے۔

(٢) دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ ”جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔“ یہ عام اور جامع کلمہ ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات

اس کی ملکیت سے خارج نہیں' تمام موجودات اس کی مخلوق' اس کے بندے اور مملوک ہیں اور یہ بات معلوم اور مسلم ہے کہ یہ وصف عام اس بات کے منافی ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو' کیونکہ بیٹا اپنے باپ کی جنس سے ہوگا جو مخلوق ہوگا نہ مملوک۔ پس آسمانوں اور زمین کا اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونا ولادت (اولاد ہونے) کے منافی ہے۔

(۳) تیسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا﴾ ''تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں''، یعنی تمہارے پاس تمہارے اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہے۔ اگر ان کے پاس کوئی دلیل ہوتی تو وہ اسے ضرور پیش کرتے۔ جب انہیں دلیل پیش کرنے کے لیے کہا گیا اور وہ دلیل قائم کرنے سے عاجز آ گئے' تو ان کے دعوے کا بطلان ثابت ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کا قول بلا علم ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''کیا تم اللہ کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے'' پس بلا علم اللہ تعالیٰ کی طرف بات منسوب کرنا سب سے بڑا حرام ہے۔

﴿قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ ''کہہ دیجیے! جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں' وہ کامیاب نہیں ہوں گے''، یعنی وہ اپنا مطلوب و مقصود حاصل نہ کر سکیں گے' وہ دنیا کی زندگی میں اپنے کفر اور جھوٹ کے ذریعے سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لیں گے پھر لوٹ کر اللہ کے حضور حاضر ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کفر کی پاداش میں سخت عذاب کا مزا چکھائے گا۔ ﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران: ۳/۱۱۷) ''اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ
اور آپ پڑھیں ان پر خبر نوح کی، جب اس نے کہا اپنی قوم سے، اے میری قوم! اگر ہے گراں گزرتا تم پر میرا کھڑا ہونا
وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ
اور میرا نصیحت کرنا ساتھ اللہ کی آیتوں کے تو اللہ ہی پر توکل کیا میں نے، پس متفقہ فیصلہ کر لو تم (میرے خلاف) اپنے معاملے کا اپنے شریکوں سمیت،
ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝۷۱ فَاِنْ
پھر نہ رہے معاملہ تمہارا تم پر مبہم، پھر نافذ کر دو (اپنا فیصلہ) مجھ پر، اور نہ مہلت دو مجھے ۝ پس اگر
تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ
منہ پھیر لو تم، تو نہیں سوال کیا میں نے تم سے کسی اجر کا، نہیں ہے اجر میرا مگر اوپر اللہ کے، اور حکم دیا گیا ہوں میں
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۷۲ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ
یہ کہ ہوں میں فرماں برداروں میں سے ۝ پس جھٹلایا انہوں نے اسکو تو ہم نے نجات دی اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں،

وقف لازم

وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ

اور بنا دیا ہم نے انہیں جانشین (ان کا) اور غرق کر دیا ہم نے ان لوگوں کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو، پس دیکھیے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾

کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ڈرائے گئے تھے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ﴾ ”اور ان کو سنائیے“ یعنی اپنی قوم کے سامنے تلاوت کر دیجیے ﴿نَبَاَ نُوْحٍ﴾ ”نوح کا حال“ یعنی جناب نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا حال‘ جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے پیش کی تھی وہ ایک طویل مدت تک ان کو دعوت دیتے رہے۔ پس وہ اپنی قوم کے درمیان نو سو پچاس برس تک رہے مگر ان کی دعوت نے ان کی سرکشی میں اضافہ ہی کیا اور وہ آپ کی دعوت سے اکتا گئے اور سخت تنگ آ گئے۔ نوح علیہ السلام نے ان کو دعوت دینے میں کسی سستی کا مظاہرہ کیا نہ کوتاہی کا‘ چنانچہ آپ ان سے کہتے رہے: ﴿يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ﴾ ”اے میری قوم! اگر بھاری ہوا ہے تم پر میرا کھڑا ہونا اور میرا نصیحت کرنا“ یعنی میرا تمہارے پاس ٹھہرنا اور تمہیں وعظ ونصیحت کرنا جو تمہارے لئے فائدہ مند ہے ﴿بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ”اللہ کی آیتوں سے“ یعنی واضح دلائل کے ذریعے سے اور یہ چیز تمہارے لئے بہت بڑی اور تم پر شاق گزرتی ہے اور تم مجھے نقصان پہنچانے یا دعوت حق کو ٹھکرانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ ﴿فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ”تو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے“ یعنی اس تمام شر کو دفع کرنے میں جو تم مجھے اور میری دعوت کو پہنچانا چاہتے ہو‘ میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ یہی توکل میرا لشکر اور میرا تمام ساز وسامان ہے اور تم اپنے تمام تر سروسامان اور تعداد کے ساتھ جو کچھ کر سکتے ہو کر لو ﴿فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ﴾ ”اب تم سب مل کر مقرر کر و اپنا کام“ تم تمام لوگ اکٹھے ہو کر‘ کہ تم میں سے کوئی پیچھے نہ رہے‘ میرے خلاف جدوجہد میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو۔ ﴿وَشُرَكَآءَكُمْ﴾ ”اور جمع کر و اپنے شریکوں کو“ یعنی ان تمام شریکوں کو بلا لو جن کی تم اللہ رب العالمین کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو اور انہیں تم اپنا والی و مددگار بناتے ہو۔ ﴿ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً﴾ ”پھر نہ رہے تم کو اپنے کام میں اشتباہ“ یعنی اس بارے میں تمہارا معاملہ مشتبہ اور خفیہ نہ ہو‘ بلکہ تمہارا معاملہ ظاہر اور علانیہ ہو۔ ﴿ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ﴾ ”پھر وہ کام میرے حق میں کر گزرو“ یعنی میرے خلاف جو کچھ تمہارے بس میں ہے‘ سزا اور عقوبت کا فیصلہ سنا دو۔ ﴿وَلَا تُنْظِرُوْنِ﴾ ”اور مجھے مہلت نہ دو۔“ یعنی تم مجھے دن کی ایک گھڑی کے لیے بھی مہلت نہ دو۔

یہ نوح علیہ السلام کی رسالت کی صحت اور آپ کے دین کی صداقت کی قطعی دلیل اور بہت بڑی نشانی ہے‘ کیونکہ آپ تنہا تھے آپ کا کوئی قبیلہ تھا جو آپ کی حمایت کرتا نہ آپ کے پاس کوئی فوج تھی جو آپ کی حفاظت کرتی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنی حماقت انگیز آراء‘ فساد دین اور اپنے خودساختہ معبودان کے عیوب کا پرچار کیا اور

آپ کے ساتھ بغض اور عداوت کا مظاہرہ کیا جو پہاڑوں اور چٹانوں سے زیادہ سخت تھی وہ مشرکین قدرت اور سطوت رکھنے والے لوگ تھے۔ نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا ''تم' تمہارے گھڑے ہوئے شریک اور جن کو تم بلانے کی استطاعت رکھتے ہو سب اکٹھے ہو جاؤ اور میرے خلاف جو چال تم چل سکتے ہو اگر قدرت رکھتے ہو تو چل کر دیکھ لو'' پس وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔ تب معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام سچے' اور وہ اپنی دھمکیوں میں جھوٹے تھے۔ اس لئے فرمایا: ﴿فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ﴾ ''پس اگر تم میری دعوت سے منہ موڑتے ہو'' اور اس کی کوئی وجہ نہیں' کیونکہ یہ بات تمہارے سامنے واضح ہو چکی ہے کہ تم باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف نہیں آتے' بلکہ اس کے برعکس تم تو حق سے منہ موڑ کر باطل کی طرف جا رہے ہو جس کے فاسد ہونے پر دلائل قائم ہو چکے ہیں۔ بایں ہمہ ﴿فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ﴾ ''میں نے تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگا'' یعنی میں اپنی دعوت اور تمہاری لبیک پر تم سے کسی معاوضے کا مطالبہ نہیں کرتا تاکہ تم میرے بارے میں یہ نہ کہتے پھرو کہ یہ تو ہمارے مال ہتھیانے کے لیے آیا ہے اور اسی وجہ سے ہم اس کی دعوت قبول نہیں کرتے۔ ﴿إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ﴾ ''میرا معاوضہ تو اللہ کے ذمے ہے۔'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے ثواب اور اجر کا طلب گار نہیں۔ ﴿وَ﴾ نیز میں تمہیں کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیتا جس کی مخالفت کر کے اس کی متضاد بات پر عمل کروں' بلکہ ﴿أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ ''مجھے حکم ہے کہ میں فرماں بردار رہوں'' پس جن امور کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں سب سے پہلے میں خود ان میں داخل ہوتا ہوں اور سب سے پہلے میں خود اس پر عمل کرتا ہوں۔

﴿فَكَذَّبُوهُ﴾ ''پس انہوں نے نوح کو جھٹلایا'' حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو شب و روز اور کھلے چھپے دعوت دی مگر آپ کی دعوت نے ان کے فرار میں اضافہ کے سوا کچھ نہ کیا ﴿فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ﴾ ''پس ہم نے نجات دی اس کو اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے'' یعنی وہ کشتی جس کے بارے میں ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اسے ہماری آنکھوں کے سامنے بنائیں۔ جب تنور سے پانی ابل پڑا تو ہم نے انہیں حکم دیا: ﴿احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ﴾ (ھود: ۱۱/ ۴۰) ''ہر قسم کے جانوروں میں سے جوڑا جوڑا لے لو اور اپنے گھر والوں کو' سوائے اس کے جس کی ہلاکت کا فیصلہ ہو چکا اور اس کو بھی ساتھ لے لینا جو ایمان لا چکا ہو۔'' چنانچہ نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمان کو حکم دیا اس نے زوردار مینہ برسایا اور زمین کے چشمے ابل پڑے اور پانی اس کام کے لیے جمع ہو چکا تھا جس کے بارے میں فیصلہ ہو چکا تھا ﴿وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ﴾ (القمر: ۵۴/ ۱۳) ''اور ہم نے نوح کو ایک ایسی کشتی میں سوار کیا جو تختوں اور میخوں سے بنائی گئی تھی۔'' جو ہماری آنکھوں کے سامنے پانی پر تیر رہی تھی۔ ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ﴾ ''اور ہم نے انہیں خلیفہ بنایا'' یعنی جھٹلانے والوں کو ہلاک کرنے

کے بعد ہم نے انہیں زمین میں جانشین بنایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی نسل میں برکت ڈالی اوران کی نسل ہی کو باقی رکھا اوران کو زمین کے کناروں تک پھیلا دیا۔ ﴿ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ﴾ ’’اور ہم نے ان کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا‘‘ یعنی جنہوں نے واضح کر دینے اور دلیل قائم کر دینے کے بعد بھی ہماری آیات کی تکذیب کی ﴿ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴾ ’’پس دیکھو ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا۔‘‘ ان کا انجام رسوا کن ہلاکت تھی اور مسلسل لعنت تھی جو ہر زمانے میں ان کا پیچھا کرتی رہی‘ آپ ان کے بارے میں صرف حرف ملامت ہی سنیں گے اوران کے بارے میں برائی اور مذمت کے سوا کچھ نہیں دیکھیں گے..... پس ان جھٹلانے والوں کو اس عذاب سے ڈرنا چاہئے جو انبیا ورسل کو جھٹلانے والی ان قوموں پر ہلاکت انگیز اور رسوا کن عذاب نازل ہوا تھا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا

پھر بھیجے ہم نے بعد نوح کے کئی رسول طرف انکی قوموں کے، پس آئے وہ ان کے پاس ساتھ واضح دلیلوں کے، سو نہ ہوئے وہ

لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۷۴﴾

کہ ایمان لے آتے ساتھ اس چیز کے کہ جھٹلا چکے تھے وہ اسے پہلے، اسی طرح ہم مہر لگا دیتے ہیں دلوں پر حد سے تجاوز کرنے والوں کے ○

﴿ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ ’’پھر بھیجے ہم نے اس کے بعد‘‘ یعنی نوح علیہ السلام کے بعد ﴿ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ ﴾ ’’کئی پیغمبر ان کی قوموں کی طرف‘‘ یعنی جھٹلانے والوں کی طرف‘ جو ان کو ہدایت کی طرف بلاتے تھے اور انہیں ہلاکت کے اسباب سے ڈراتے تھے۔ ﴿ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ﴾ ’’پس وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے‘‘ یعنی ہر نبی نے اپنی دعوت کی تائید میں ایسے دلائل پیش کئے‘ جو ان کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتے تھے۔

﴿ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ﴾ ’’پس ان سے یہ نہ ہوا کہ وہ اس بات پر ایمان لے آئیں جسے وہ اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اس وقت سزا دی جب ان کے پاس رسول آیا اور انہوں نے اس کی تکذیب میں جلدی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور وہ ان کے اور ایمان کے درمیان حائل ہو گیا۔ وہ اس سے قبل ایمان لانے پر متمکن تھے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ (الانعام: ۶/۱۱۰) ’’ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیں گے اور جس طرح وہ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے تھے‘ نشانیاں آنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائیں گے۔‘‘ بنابریں یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِ الْمُعْتَدِیْنَ ﴾ ’’اسی طرح ہم زیادتی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں‘‘۔ پس ان کے دلوں میں کسی قسم کی بھلائی داخل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود ہی حق کو ٹھکرا کر..... جب حق ان کے پاس آیا اور اس کو اولین مرتبہ جھٹلا کر..... اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا
پھر بھیجا ہم نے بعد ان کے موسیٰ اور ہارون کو طرف فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کی، ساتھ اپنی آیتوں کے،
فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا
پس تکبر کیا انہوں نے اور تھے وہ لوگ مجرم ○ پھر جب آ گیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے،
قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٦﴾ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ
تو کہا انہوں نے، بلاشبہ یہ تو جادو ہے ظاہر ○ کہا موسیٰ نے، کیا تم کہتے ہو (یہ) واسطے حق کے جب کہ وہ آیا تمہارے پاس؟
اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿٧٧﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا
کیا جادو ہے یہ؟ حالانکہ نہیں فلاح پاتے جادوگر ○ کہا انہوں نے، کیا آیا ہے تو ہمارے پاس کہ پھیر دے ہمیں اس (طریقے) سے کہ پایا ہم نے
عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٨﴾
اس پر اپنے باپ دادا کو، اور ہو واسطے تم دونوں کے بڑائی زمین میں؟ اور نہیں ہیں ہم تم دونوں پر ایمان لانے والے ○
وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ
اور کہا فرعون نے، لے آؤ تم میرے پاس ہر جادوگر ماہر کو ○ پس جب آ گئے تمام جادوگر، تو کہا ان سے
مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ
موسیٰ نے، ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو ○ سو جب انہوں نے ڈالا، تو کہا موسیٰ نے، وہ چیز کہ لائے ہو تم اس کو،
السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ
جادو ہے۔ بلاشبہ اللہ عنقریب باطل کر دے گا اسے، بیشک اللہ، نہیں سنوارتا کام فساد کرنے والوں کا ○ اور ثابت کرتا ہے
ربع
اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ
اللہ حق کو ساتھ اپنے کلمات کے، اگرچہ ناپسند کریں مجرم لوگ ○ پس نہ ایمان لائے موسیٰ پر مگر کچھ لوگ
مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ
اسکی قوم میں سے، ڈرتے ہوئے فرعون سے اور اسکے درباریوں سے (اس اندیشے سے) کہ فتنے میں ڈالے وہ انکو، اور بلاشبہ فرعون
لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ
البتہ سرکشی کرنے والا تھا زمین (مصر) میں، اور بیشک وہ البتہ حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا ○ اور کہا موسیٰ نے، اے میری قوم! اگر
كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ
ہو تم ایمان لائے ساتھ اللہ کے، تو اسی پر توکل کرو تم اگر ہو تم فرماں بردار ○ پس کہا انہوں نے، اوپر اللہ ہی کے
تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ
توکل کیا ہم نے، اے ہمارے رب! نہ بنا تو ہمیں فتنہ واسطے ظالم قوم کے ○ اور تو نجات دے ہمیں ساتھ اپنی رحمت کے

مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ
کافر قوم سے ○ اور وحی کی ہم نے طرف موسیٰ اور اس کے بھائی کی، یہ کہ بناؤ تم
لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ
واسطے اپنی قوم کے مصر میں کچھ گھر، اور بناؤ تم اپنے گھروں کو قبلہ اور قائم کرو نماز، اور خوش خبری دے دیجئے
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً
مومنوں کو ○ اور کہا موسیٰ نے، اے ہمارے رب! بے شک تو نے دی فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کو زینت
وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ
اور مال زندگانیٔ دنیا میں، اے ہمارے رب! تاکہ وہ گمراہ کریں تیری راہ سے، اے ہمارے رب! مٹا دے
عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا
مال ان کے اور سخت کر دے دل ان کے، پس نہ ایمان لائیں وہ یہاں تک کہ دیکھ لیں وہ
الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا
عذاب دردناک ○ اللہ نے کہا، تحقیق قبول کر لی گئی ہے دعا تمہاری، سو ثابت قدم رہو تم دونوں،
وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ
اور مت پیروی کرو راستے کی ان لوگوں کے جو نہیں علم رکھتے ○ اور پار کر دیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے،
فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ
پھر تعاقب کیا ان کا فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور ظلم و زیادتی کرتے ہوئے، یہاں تک کہ جب پالیا اس کو غرقابی نے
قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِىْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا
تو کہا فرعون نے، ایمان لایا میں (ساتھ اس بات) کہ بلاشبہ نہیں کوئی معبود سوائے اس ذات کے کہ ایمان لائے ہیں ساتھ اس کے بنو اسرائیل، اور میں
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾
فرماں برداروں میں سے ہوں ○ (اللہ نے فرمایا) کیا اب (ایمان لایا ہے؟) جب کہ تو نافرمان تھا پہلے، اور تھا تو فساد کرنے والوں میں سے ○
فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ
پس آج نجات دیں گے (باہر نکال پھینکیں گے) ہم تجھے (سمندر سے) تیرے بدن سمیت تاکہ ہو تو واسطے ان کے جو تیرے پیچھے (آنے والے) ہیں نشانی۔
وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع وَلَقَدْ بَوَّاْنَا ع ۹
اور بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے البتہ غافل ہیں ○ اور البتہ تحقیق ٹھکانا دیا ہم نے
بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا
بنی اسرائیل کو ٹھکانا اچھا اور رزق دیا ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے، پھر نہ اختلاف کیا انہوں نے

حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

یہاں تک کہ آ گیا ان کے پاس علم، بلاشبہ آپ کا رب فیصلہ کرے گا درمیان ان کے دن قیامت کے،

فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

اس چیز میں کہ تھے وہ اس میں اختلاف کرتے ○

﴿ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ ﴾ ’’پھر ان کے بعد ہم نے بھیجا‘‘ یعنی ان رسولوں کے بعد جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان قوموں کی طرف مبعوث فرمایا جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور ہلاک ہو گئے۔ ﴿ مُّوْسٰى ﴾ اللہ رحمٰن کے کلیم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو جو ایک اولوالعزم رسول تھے۔ ان کا شمار بڑے بڑے رسولوں میں کیا جاتا ہے جن کی پیروی کی جاتی ہے جن پر شریعت کے بڑے بڑے احکام نازل کئے گئے۔ ﴿ وَ هٰرُوْنَ ﴾ اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو ان کا وزیر بنایا اور ان دونوں کو مبعوث کیا۔ ﴿ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ىِٕهٖ ﴾ ’’فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف‘‘ یعنی فرعون اس کے اکابرین اور روسائے سلطنت کی طرف کیونکہ عوام روسا کے تابع ہوتے ہیں ﴿ بِاٰيٰتِنَا ﴾ ’’اپنی نشانیوں کے ساتھ‘‘ ان کو ایسی آیات کے ساتھ مبعوث کیا جو اس چیز کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں جنہیں یہ دونوں رسول لے کر آئے تھے یعنی توحید الٰہی اور غیر اللہ کی عبادت سے ممانعت۔ ﴿ فَاسْتَكْبَرُوْا ﴾ ’’پس انہوں نے تکبر کیا‘‘ یعنی انہوں نے ان آیات کو دل میں مان لینے کے بعد ظلم کی بنا پر ان سے تکبر کیا ﴿ وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴾ ’’اور وہ گناہ گار لوگ تھے‘‘ یعنی جرم اور تکذیب کا ارتکاب ان کا وصف تھا۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا ﴾ ’’پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا‘‘ جو حق کی تمام انواع میں سب سے بڑی نوع ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جس کی عظمت کے سامنے سب سرافگندہ ہو جاتے ہیں اور وہ ہے اللہ رب العالمین جو نعمتوں کے ذریعے سے اپنی تمام مخلوق کا مربی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر حق آیا تو انہوں نے اس کو ٹھکرا دیا اور قبول نہ کیا۔ ﴿ قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ’’اور کہا یہ تو کھلا جادو ہے‘‘ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے کہ انہوں نے یہی کافی نہیں سمجھا کہ انہوں نے حق سے اعراض کیا اور اس کو رد کر دیا...... بلکہ انہوں نے اس حق کو سب سے بڑا باطل یعنی جادو قرار دے دیا جس کی حقیقت صرف ملمع سازی ہے...... بلکہ انہوں نے اسے کھلا جادو قرار دے دیا...... حالانکہ وہ واضح حق ہے۔

اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے...... ان کے حق ٹھکرانے پر کہ جسے لوگوں میں سب سے بڑا ظالم شخص ہی ٹھکراتا ہے...... ان کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ﴾ ’’کیا تم یہ کہتے ہو حق کو جب وہ تمہارے پاس آیا‘‘ یعنی کیا تم حق کے بارے میں کہتے ہو کہ یہ کھلا جادو ہے ﴿ اَسِحْرٌ هٰذَا ﴾ ’’کیا یہ جادو ہے؟‘‘ یعنی اس کے اوصاف میں غور کرو کہ وہ کس چیز پر مشتمل ہے۔ مجرد اسی کے ذریعے سے قطعی طور پر یقین ہو جاتا ہے کہ یہ

حق ہے۔ ﴿ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴾ ’’اور جادوگر فلاح نہیں پاتے۔‘‘ یعنی جادوگر دنیا میں فلاح پاتے ہیں نہ آخرت میں۔ پس غور کرو کہ انجام کس کا اچھا ہے‘ کس کے لیے فلاح ہے اور کس کے ہاتھ پر کامیابی ہے۔ اس کے بعد انہیں معلوم ہو گیا اور ہر ایک پر عیاں ہو گیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام تھے جنہوں نے فلاح پائی اور دنیا و آخرت میں ظفریاب ہوئے۔ ﴿ قَالُوْۤا ﴾ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا: ﴿ اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ﴾ ’’کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو‘ تاکہ تم ہمیں اس دین سے روک دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔‘‘ مثلاً شرک اور غیر اللہ کی عبادت وغیرہ اور تم ہمیں حکم دیتے ہو کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں چنانچہ انہوں نے اپنے گمراہ باپ دادا کے قول کو حجت بنا لیا جس کی بنیاد پر انہوں نے اس حق کو ٹھکرا دیا جسے موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ ﴿ وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ﴾ ’’اور اس ملک میں تم دونوں ہی کی سرداری ہو جائے‘‘ یعنی تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو تاکہ تم سردار بن جاؤ اور تم ہمیں ہماری زمینوں سے نکال باہر کرو۔ یہ ان کی طرف سے خلاف حقیقت بات اور جہالت کی حوصلہ افزائی ہے۔ نیز ان کا مقصد عوام کو موسیٰ علیہ السلام کی عداوت پر ابھارنا اور ان پر ایمان لانے سے گریز کرنا ہے۔

جو شخص حقائق کو سمجھتا اور معاملات کی خامی اور خوبی میں امتیاز کر سکتا ہے وہ ان کی اس بات کو قابل حجت اور قابل اعتنا خیال نہیں کرتا‘ کیونکہ دلائل کا رد دلائل اور براہین ہی کے ذریعے سے کیا جاتا ہے‘ لیکن جو شخص حق پیش کرتا ہے اور اس کی بات کو اس قسم کے اقوال سے رد کر دیا جائے‘ تو یہ چیز اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ رد کرنے والا ایسی دلیل لانے سے عاجز ہے جو مدمقابل کے قول کو رد کر دے‘ کیونکہ اگر اس کے پاس کوئی دلیل ہوتی تو وہ ضرور پیش کرتا اور اپنے مدمقابل کو یہ نہ کہتا ’’تیرا مقصد یہ ہے‘‘ اور ’’تیری مراد وہ ہے‘‘ خواہ وہ اپنے مدمقابل کے مقصد اور مراد کے بارے میں خبر دینے میں سچا ہے یا جھوٹا...... تاہم اس کے باوجود جو کوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احوال اور ان کی دعوت کی معرفت رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقصد زمین میں تغلب نہ تھا۔ ان کا مقصد تو وہی تھا جو دیگر انبیاء و مرسلین کا تھا...... یعنی مخلوق کی ہدایت اور ان کی ان امور کی طرف راہ نمائی کرنا جو ان کے لیے فائدہ مند ہیں۔ حقیقت دراصل یہ ہے جیسا کہ خود انہوں نے اپنی زبان سے اقرار کیا ﴿ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ’’ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے‘‘ یعنی انہوں نے تکبر اور عناد کی وجہ سے یہ کہا تھا ’’ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے‘‘۔ اور اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ جناب موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے جو دعوت پیش کی تھی وہ باطل تھی اور اس کی وجہ یہ بھی نہ تھی کہ اس میں یا اس کے معانی وغیرہ میں کوئی اشتباہ تھا۔ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ ظلم و تعدی اور ارادۂ تغلب کے سوا کچھ نہ تھا جس کا الزام وہ موسیٰ علیہ السلام پر لگا رہے تھے۔

﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ﴾ ’’اور فرعون نے کہا‘‘ یعنی فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی دعوت حق کی مخالفت‘ اپنے

سرداروں اور اپنی قوم کے لیے غلبہ کی کوشش کرتے ہوئے کہا: ﴿ ائۡتُوۡنِیۡ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيۡمٍ ﴾ ''سب ماہر فن جادوگروں کو ہمارے پاس لے آؤ۔'' یعنی ہر ماہر اور پختہ جادوگر کو میری خدمت میں حاضر کرو۔ اس نے مصر کے شہروں میں ہرکارے دوڑائے' تاکہ وہ مختلف قسم کے جادوگروں کو اس کے پاس لے کر آئیں۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ ﴾ ''پس جب جادوگر آئے'' یعنی موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لیے ﴿ قَالَ لَهُمۡ مُّوۡسٰٓى اَلۡقُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ مُّلۡقُوۡنَ ﴾ ''تو ان سے موسیٰ نے کہا' ڈالو جو تم ڈالتے ہو۔'' یعنی تم وہی کرو جو تم ارادہ رکھتے ہو میں تمہارے لئے کچھ مقرر نہیں کروں گا...... اور ایسا کہنے کی وجہ یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان پر غالب آنے کا پورا یقین تھا' اس لئے ان کو اس بات کی پروانہ تھی کہ وہ جادو کا کون سا کرتب دکھاتے ہیں۔

﴿ فَلَمَّاۤ اَلۡقَوۡا ﴾ ''پس جب انہوں نے ڈالا'' یعنی جب انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں' تو یوں لگا جیسے دوڑتے ہوئے سانپ ہوں۔ ﴿ قَالَ مُوۡسٰى مَا جِئۡتُمۡ بِهِ السِّحۡرُ ﴾ ''موسیٰ نے کہا جو تم نے پیش کیا ہے' وہ جادو ہے'' یعنی یہ بہت بڑا اور حقیقی جادو ہے۔ مگر اس جادو کے بڑے ہونے کے باوجود ﴿ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبۡطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصۡلِحُ عَمَلَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴾ ''اللہ اسے باطل کر دے گا' یقیناً اللہ شریروں کے کام کو نہیں سنوارتا۔'' کیونکہ وہ اس کے ذریعے سے حق کے خلاف باطل کی مدد کرنا چاہتے تھے اور اس سے بڑا اور کون سا فساد ہو سکتا ہے؟ اسی طرح ہر مفسد جب کوئی کام کرتا ہے یا کوئی چال چلتا ہے یا حق کے خلاف کوئی سازش کرتا ہے' تو اس کا عمل باطل ہو کر زائل ہو جاتا ہے ہر چند کہ کسی وقت مفسد کا عمل رائج ہو جاتا ہے مگر مآل کار اسے مٹنا اور زائل ہونا ہے۔ رہے اصلاح کار' تو ان کے اعمال میں ان کا مقصد' اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ یہ اعمال و وسائل فائدہ مند ہیں اور ان اعمال کا ان کو حکم دیا گیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی اصلاح کرتا ہے اور ان میں ترقی عطا کرتا ہے اور ان کو ہمیشہ نشوونما دیتا رہتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ ان کے جادو کو نگلتا چلا گیا۔ پس ان کا جادو باطل اور ان کا باطل زائل ہو کر رہ گیا۔ ﴿ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الۡحَـقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴾ ''اور اللہ سچا کرتا ہے حق بات کو اپنے حکم سے' اگرچہ گناہ گاروں کو ناگوار ہو'' جب جادوگروں کے سامنے حق واضح ہو گیا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔ فرعون نے ان کو سولی پر لٹکانے اور ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کی دھمکی دی مگر انہوں نے اس کی کوئی پروانہ کی اور وہ اپنے ایمان میں ثابت قدم رہے۔

رہا فرعون' اس کے اشراف قوم اور ان کے متبعین' تو ان میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا' بلکہ وہ اپنی سرکشی پر جمے رہے اور اسی میں سرگرداں رہے۔ بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوۡسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنۡ قَوۡمِهٖ ﴾ ''پس نہیں ایمان لایا موسیٰ پر' مگر کچھ لڑکے اس کی قوم کے'' یعنی بنی اسرائیل کے کچھ نوجوان ایمان لے آئے

جنہوں نے دلوں میں ایمان کے جاگزیں ہوجانے کی وجہ سے خوف کے مقابلے میں صبر سے کام لیا۔ ﴿عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ﴾ ’’فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں ان کو آزمائش میں نہ ڈال دیں‘‘ یعنی ان کے دین کے معاملے میں ﴿وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ﴾ ’’اور بے شک فرعون ملک میں متکبر ومتغلب تھا‘‘ یعنی زمین میں فرعون کو غلبہ اور اقتدار حاصل تھا اس لئے وہ اس کی گرفت سے سخت خائف تھے۔ ﴿وَ﴾ ’’اور‘‘ خاص طور پر ﴿اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ﴾ ’’وہ حد سے بڑھا ہوا تھا‘‘ یعنی ظلم اور تعدی میں حد سے تجاوز کرنے والا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم کے نوجوانوں کے ایمان لانے میں حکمت یہ ہے۔ واللہ اعلم...... کہ حق کو نوجوان زیادہ قبول کرتے ہیں اور اس کی اطاعت میں زیادہ سرعت سے آگے بڑھتے ہیں۔ اس کے برعکس بوڑھے جنہوں نے کفر میں پرورش پائی ہوتی ہے' ان کے دلوں میں چونکہ عقائد فاسدہ راسخ ہوتے ہیں' اس وجہ سے وہ' دوسروں کی نسبت حق سے زیادہ دور ہوتے ہیں۔

﴿وَقَالَ مُوْسٰی﴾ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے اور ان امور کو اختیار کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے جو صبر میں مدد کرتے ہیں' کہا: ﴿یٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ﴾ ’’اے میری قوم! اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر‘‘ تو وظیفہ ایمان کو پورا کرنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ ﴿فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ﴾ ’’تو اسی پر توکل کرو اگر تم مسلمان ہو‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو' اسی کی پناہ لو اور اسی سے مدد طلب کرو۔ ﴿فَقَالُوْا﴾ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے کہا: ﴿عَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ’’ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا' اے ہمارے رب' ہمیں ظالم لوگوں کی آزمائش کا نشانہ نہ بنانا‘‘ یعنی ظالموں کو ہم پر مسلط نہ کر کہ وہ ہمیں فتنہ میں مبتلا کریں یا وہ غالب آ کر ہمیں آزمائش میں ڈالیں اور کہیں کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو مغلوب نہ ہوتے۔ ﴿وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ﴾ ’’اور ہمیں اپنی رحمت سے کافر قوم سے نجات عطا فرما۔‘‘ تاکہ ہم ان کے شر سے محفوظ ہو سکیں اور اپنے دین پر عمل کرتے ہوئے شرعی احکام کو قائم اور بغیر کسی مخالفت اور نزاع کے ان کا اظہار کر سکیں۔

﴿وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْهِ﴾ ’’اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی‘‘ جب فرعون اور اس کی قوم کی طرف سے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی قوم کے ساتھ معاملہ بہت سخت ہو گیا اور انہوں نے چاہا کہ وہ ان کو ان کے دین کے بارے میں آزمائش میں ڈالیں' ﴿اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا﴾ ’’کہ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ‘‘ یعنی تم اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ مصر میں اپنے لئے کچھ گھر مقرر کر لیں جہاں وہ چھپ سکیں۔ ﴿وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً﴾ ’’اور اپنے گھروں کو قبلہ (یعنی مسجدیں) ٹھہراؤ‘‘ یعنی جب تم کنیسوں اور عام عبادت گاہوں میں نماز ادا نہ کر سکو تو گھروں کو نماز کی جگہ بنا لو۔ ﴿وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ’’اور نماز قائم کرو‘‘ کیونکہ نماز تمام

معاملات میں مدد کرتی ہے۔ ﴿ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔'' یعنی اہل ایمان کو نصرت و تائید اور غلبہ دین کی خوشخبری سنا دیجیے' کیونکہ تنگی کے ساتھ کئی آسانیاں ہوتی ہیں اور یقیناً تنگی کیساتھ کئی آسانیاں ہوتی ہیں۔ جب تکلیف بڑھ جاتی ہے اور معاملہ تنگ ہو جاتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے کشادہ کر دیتا ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے سرداران سلطنت کی قساوت اور روگردانی کے رویے کا مشاہدہ کیا' تو ان کے لیے بددعا کی اور ہارون علیہ السلام نے اس پر آمین کہی' چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: ﴿ رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً ﴾ ''اے ہمارے رب! بے شک دی ہے تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو زینت'' یعنی وہ مختلف انواع کے زیورات' ملبوسات' سجے ہوئے گھر' اعلیٰ قسم کی سواریاں اور خدام وغیرہ' دنیاوی آرائشوں کو اپنے لئے زینت بناتے ہیں۔ ﴿ وَّ اَمْوَالًا ﴾ اور بڑے بڑے مال ﴿ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ﴾ ''دنیا کی زندگی میں' اے ہمارے رب' تاکہ وہ تیرے راستے سے لوگوں کو بہکائیں'' یعنی وہ اپنے مال و دولت کو تیرے راستے سے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں' خود گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ﴿ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ ﴾ ''اے ہمارے رب! ان کے مال کو برباد کر دے'' یعنی ان کے مال و دولت کو' تباہی کے ذریعے سے تلف کر دے یا اسے پتھر بنا دے جس سے یہ استفادہ نہ کر سکیں۔ ﴿ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ﴾ ''اور ان کے دلوں کو سخت کر دے'' ﴿ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ ''پس وہ نہ ایمان لائیں' یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔'' یہ بددعا انہوں نے سخت غصے کی وجہ سے کی تھی' کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے محارم کے ارتکاب کی جسارت کی تھی' اللہ کے بندوں کو خراب کر کے ان کو اللہ کے راستے سے روک دیا تھا' نیز موسیٰ علیہ السلام کو اپنے رب کی کامل معرفت حاصل تھی کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایمان کا دروازہ بند کر کے ان کو ان کی بداعمالیوں کی سزا دے گا۔

﴿ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا ﴾ ''اللہ نے فرمایا تمہاری دعا قبول ہوئی''...... آیت کریمہ میں تثنیہ کا صیغہ اس بات کی دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے جاتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے اور وہ شخص جو دعا کرنے والے کی دعا پر آمین کہتا ہے' وہ دعا کرنے والے کی دعا میں شریک ہوتا ہے۔ ﴿ فَاسْتَقِيْمَا ﴾ ''پس دونوں ثابت قدم رہنا'' یعنی دونوں اپنے دین پر ثابت قدم اور اپنی دعوت پر جمے رہو۔ ﴿ وَ لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور بے علم لوگوں کے راستے پر نہ چلنا'' یعنی جہلاء کے راستے کی پیروی نہ کرو جنہوں نے صراط مستقیم سے انحراف کر کے جہنم کا راستہ اختیار کیا۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل جائیں اور انہیں اس بات سے بھی آگاہ کر دیا کہ فرعون کے لشکر ضرور ان کا پیچھا کریں گے۔ فرعون نے تمام شہروں میں ہرکارے دوڑا دیے جو اعلان

کرتے تھے ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ﴾ ''یہ لوگ'' یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ﴿لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ○ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ○ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ﴾ (الشعراء: ٢٦/٥٤-٥٦) ''ایک قلیل سی جماعت ہے۔ یہ ہمیں ناراض کر رہے ہیں اور ہم پوری طرح بساز و سامان تیار ہیں''۔ پس فرعون نے دور اور نزدیک سے تمام لشکر جمع کر لئے اور اس نے اپنے لشکر لے کر ظلم و زیادتی کے ساتھ بنی اسرائیل کا تعاقب کیا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم پر ظلم اور زمین میں زیادتی کرتے ہوئے انہیں گھروں سے نکالا۔ جب ظلم و زیادتی حد سے بڑھ جائے اور گناہ جڑ پکڑ لیں تو عذاب کا انتظار کرو۔

﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ﴾ ''اور پار کر دیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے'' اور یہ اس طرح ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ سمندر پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ وہ سمندر پر اپنا عصا ماریں انہوں نے سمندر پر عصا مارا تو سمندر کا پانی پھٹ گیا اور اس میں بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل ان پر چلتے ہوئے پار نکل گئے۔ فرعون اور اس کے پیچھے پیچھے اس کے لشکر سمندر میں داخل ہو گئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم مکمل طور پر سمندر سے باہر آ گئے اور فرعون اور اس کی قوم مکمل طور پر سمندر میں داخل ہو گئے' تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا اور سمندر کے تلاطم نے فرعون اور اس کی فوجوں کو اپنی گرفت میں لے کر غرق کر دیا اور بنی اسرائیل یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ جب فرعون ڈوبنے لگا اور اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو پکار اٹھا ﴿اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''میں ایمان لایا اس بات پر کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے'' کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے' جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ﴿وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور ان تمام امور کو مانتا ہوں جو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے...... یہ واضح کرتے ہوئے کہ اس صورت حال میں ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا...... فرمایا: ﴿آٰلْـٰٔنَ﴾ ''اب'' یعنی اب تو ایمان لاتا ہے اور اللہ کے رسول کا اقرار کرتا ہے؟ ﴿وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ﴾ ''حالانکہ پہلے نافرمانی کرتا رہا'' یعنی اس سے قبل کھلے عام کفر اور معاصی کا ارتکاب کیا کرتا اور اللہ کے رسول کو جھٹلایا کرتا تھا۔ ﴿وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور تو شرارتیوں میں سے تھا'' پس اب تجھے تیرا ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ جیسا کہ عادت الٰہی ہے کہ جب کفار اس اضطراری حالت کو پہنچ جاتے ہیں' تو ان کا ایمان لانا انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتا' کیونکہ ان کا ایمان مشاہدے پر مبنی ہوتا ہے' جیسے اس شخص کا ایمان جو قیامت کا مشاہدہ کرنے کے بعد ایمان لے آئے۔ جو ایمان مفید ہے وہ ایمان بالغیب ہے۔

﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً﴾ ''پس آج ہم تیرے بدن کو بچائے دیتے ہیں' تاکہ تو اپنے پچھلوں کے لئے نشانی ہو'' مفسرین کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے دلوں پر فرعون کا رعب اور دہشت چھائی ہوئی تھی۔ گویا انہیں فرعون کے ڈوبنے کا یقین نہیں آ رہا تھا اور اس بارے میں انہیں شک تھا۔ پس اللہ تعالیٰ

نے سمندر کو حکم دیا کہ وہ فرعون کی لاش کو کسی بلند جگہ پر ڈال دے تاکہ وہ لوگوں کے لیے نشان عبرت بن جائے۔ ﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ﴾ ''اور اکثر لوگ ہماری آیتوں سے بے خبر ہیں''۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بتکرار ان کے سامنے آتی ہیں مگر وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے' کیونکہ وہ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے اور وہ شخص جو عقل اور دل بیدار رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات ان امور پر سب سے بڑی دلیل ہیں جنہیں رسول لے کر آئے ہیں۔

﴿وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ﴾ ''اور جگہ دی ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھی جگہ'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو آل فرعون کے مسکنوں میں آباد کیا اور ان کو آل فرعون کی اراضی اور ان کے گھروں کا مالک بنا دیا۔ ﴿وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ ''اور کھانے کو ستھری چیزیں دیں'' مطعومات اور مشروبات وغیرہ ﴿فَمَا اخْتَلَفُوْا﴾ ''پس ان میں پھوٹ نہیں پڑی'' یعنی حق کے بارے میں ﴿حَتّٰى جَاۗءَھُمُ الْعِلْمُ﴾ ''حتیٰ کہ ان کے پاس علم آ گیا'' جو ان کے اتحاد و اجتماع کا موجب تھا مگر انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف ظلم اور تعدی سے کام لیا اور ان میں سے بہت سے لوگ اپنی اپنی خواہشات اور اغراض کے پیچھے لگ گئے جو حق کے خلاف تھیں اور یوں ان میں بہت زیادہ اختلاف واقع ہو گیا۔ ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَھُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''بے شک جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں' تمہارا رب قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا فیصلہ کرے گا۔'' یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی حکمت عدل سے جو علم کامل اور قدرت شاملہ سے جنم لیتی ہے' قیامت کے روز ان کے اختلافات کا فیصلہ کرے گا۔

یہی وہ بیماری ہے' جس سے دین صحیح کے پیروکاروں کو سابقہ پڑتا ہے۔ شیطان جب کلی طور پر بندوں کو اپنی اطاعت کروانے اور دین ترک کروانے سے عاجز آ جاتا ہے' تب وہ ان کے درمیان اختلافات ابھارتا ہے اور ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیتا ہے اس طرح وہ ان میں اختلافات پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے جو شیطان کا مقصد پورا کرنے کا موجب بنتے ہیں' پھر ایک دوسرے پر گمراہی کے فتوے لگانے سے ایک دوسرے کے خلاف عداوت پیدا ہوتی ہے اور یہ چیز اس لعین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

ورنہ جب ان کا رب ایک ہے' ان کا رسول ایک ہے' ان کا دین ایک ہے اور ان کے مصالح عامہ بھی متفق علیہ ہیں' پھر کس لئے وہ ایسے اختلافات میں مبتلا ہوتے ہیں جو ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرتے ہیں' ان کے اتحاد کو پراگندہ کرتے ہیں' ان کے نظم اور ربط کی رسی کو کھول دیتے ہیں اور یوں ان کے دینی اور دنیاوی مصالح فوت ہو جاتے ہیں اور اختلافات کے سبب سے دین کے بہت سے امور معدوم ہو جاتے ہیں۔

اے اللہ! ہم تیرے مومن بندوں کے لیے تیرے لطف و کرم کا سوال کرتے ہیں' جو ان کے بکھرے ہوئے امور کو مجتمع کر دے' جو ان کے درمیان حائل خلیج کو پر کر دے' جو ان کے دور اور نزدیک کے لوگوں کو اکٹھا کر دے..... یا ذالجلال والاکرام۔

فَاِنۡ كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ فَسۡـَٔلِ الَّذِيۡنَ يَقۡرَءُوۡنَ الۡكِتٰبَ

پس اگر ہوں آپ شک میں اس (کتاب) سے جو نازل کی ہم نے آپ کی طرف، تو پوچھیے ان لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب

مِنۡ قَبۡلِكَ‌ۚ لَـقَدۡ جَآءَكَ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ۝۹۴

آپ سے پہلے، البتہ تحقیق آ گیا ہے آپ کے پاس حق آپ کے رب کی طرف سے، پس نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے ○

وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝۹۵

اور نہ ہوں آپ ان لوگوں میں سے جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو، پس ہو جائیں گے آپ (اس طرح) خسارہ پانے والوں میں سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿فَاِنۡ كُنۡتَ فِىۡ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ﴾ ''اگر آپ اس کی بابت شک میں ہیں جو ہم نے آپ کی طرف اتارا'' کہ آیا یہ صحیح ہے یا غیر صحیح ہے؟ ﴿فَسۡـَٔلِ الَّذِيۡنَ يَقۡرَءُوۡنَ الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكَ﴾ ''تو ان سے پوچھ لیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں'' یعنی انصاف پسند اہل کتاب اور راسخ العلم علماء سے پوچھیے وہ اس چیز کی صداقت کا اقرار کریں گے جس کی آپ کو خبر دی گئی ہے اور وہ یہ بھی اعتراف کریں گے کہ وہ اس ہدایت کے موافق ہے جو ان کے پاس ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہل کتاب' یعنی یہود و نصاریٰ میں سے بہت سے لوگوں نے' بلکہ ان میں سے اکثر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی' آپ سے عناد رکھا اور آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ اہل کتاب سے اپنی صداقت پر گواہی لیں اور ان کی گواہی کو اپنی دعوت پر حجت اور اپنی صداقت پر دلیل بنائیں' تو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب متعدد پہلوؤں سے دیا جاتا ہے۔

(۱) جب شہادت کی اضافت کسی گروہ' کسی مذہب کے ماننے والوں یا کسی شہر کے لوگوں کی طرف کی جاتی ہے تو اس کا اطلاق صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ان میں عادل اور سچے ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ دیگر لوگ خواہ اکثریت ہی میں کیوں نہ ہوں' ان کی شہادت معتبر نہیں' کیونکہ شہادت' عدالت اور صدق پر مبنی ہوتی ہے اور یہ مقصد بہت سے ربانی احبار کے ایمان سے حاصل ہو گیا تھا' مثلاً عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اور بہت سے دیگر اہل کتاب جو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے خلفاء کے عہد میں اور بعد کے زمانوں میں ایمان لاتے رہے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر اہل کتاب کی شہادت دراصل ان کی کتاب تورات‘ جس کی طرف یہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں‘ کے بیان پر مبنی ہے جب تورات میں ایسا مواد موجود ہو جو قرآن کی موافقت اور اس کی تصدیق کرتا ہو اور اس کی صحت کی شہادت دیتا ہو‘ تب اگر اولین و آخرین تمام اہل کتاب اس کے انکار پر متفق ہو جائیں‘ تو ان کا یہ انکار رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے قرآن میں قادح نہیں۔

(۳) اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ اپنے لائے ہوئے قرآن کی صداقت پر اہل کتاب سے استشہاد کریں اور ظاہر ہے کہ یہ حکم علی الاعلان دیا گیا تھا اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اہل کتاب میں بہت سے لوگ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے ابطال کے بڑے حریص تھے۔ اگر ان کے پاس کوئی ایسا مواد موجود ہوتا جو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو رد کر سکتا‘ تو وہ ضرور اسے پیش کرتے‘ چونکہ ان کے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی اس لئے دشمنوں کا عدم جواب اور مستجیب کا اقرار اس قرآن اور صداقت پر سب سے بڑی دلیل ہے۔

(۴) اکثر اہل کتاب ایسے نہ تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو رد کر دیا ہو‘ بلکہ ان میں سے اکثر ایسے لوگ تھے جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا تھا اور انہوں نے اپنے اختیار سے آپ کی اطاعت کی‘ کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو روئے زمین پر اکثر لوگ اہل کتاب تھے۔ اسلام پر زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ شام‘ مصر‘ عراق اور ان کے آس پاس کے علاقوں کے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے‘ یہ ممالک اہل کتاب کے مذہب کا گڑھ تھے۔ اسلام قبول کرنے سے صرف وہی لوگ باقی رہ گئے تھے جن کے پاس سرداریاں تھیں اور جنہوں نے اپنی سرداریوں کو حق پر ترجیح دی تھی‘ نیز وہ لوگ باقی رہ گئے جنہوں نے ان سرداروں کی پیروی کی جو حقیقی طور پر نہیں‘ بلکہ برائے نام اس دین کی طرف منسوب تھے‘ مثلاً فرنگی‘ جن کے دین کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دہریے ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین کے مذاہب کے دائرے سے خارج ہیں وہ صرف ملکی رواج کے طور پر اور اپنے باطل پر ملمع کی خاطر دین مسیح کی طرف منسوب ہیں۔ جیسا کہ ان کے حالات کی معرفت رکھنے والے جانتے ہیں۔

﴿لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ﴾ ”تحقیق آ گیا آپ کے پاس حق“ جس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی شک نہیں ﴿مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ ”آپ کے رب کی طرف سے‘ پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں“ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كِتَٰبٌ أُنزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُن فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ﴾ (الاعراف: ۲/۷) ”یہ کتاب ہے جو آپ پر نازل کی گئی ہے‘ پس آپ کے دل میں کوئی تنگی نہیں آنی چاہئے۔“

﴿وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِـَٔايَٰتِ اللَّهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخَٰسِرِينَ﴾ ”اور آپ ان لوگوں میں

سے نہ ہوں جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا' پس آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' ان دونوں آیات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن کریم کے بارے میں) دو چیزوں سے منع کیا ہے۔

ا۔ قرآن مجید میں شک کرنا اور اس کے بارے میں جھگڑنا۔

۲۔ اور اس سے بھی شدید تر چیز اس کی تکذیب کرنا ہے' حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی واضح آیات ہیں جن کو کسی لحاظ سے بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا اور تکذیب کا نتیجہ خسارہ ہے اور وہ ہے منافع کا بالکل معدوم ہونا اور یہ خسارہ دنیا و آخرت کے ثواب کے فوت ہونے اور دنیا و آخرت کے عذاب سے لاحق ہوتا ہے۔ کسی چیز سے روکنا در اصل اس کی ضد کا حکم دینا ہے۔ تب قرآن کی تکذیب سے منع کرنا در حقیقت قرآن کی تصدیق کامل' اس پر طمانیت قلب اور علم و عمل کے اعتبار سے اس کی طرف توجہ دینے کا نام ہے اور یوں بندۂ مومن نفع کمانے والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ جو جلیل ترین مقاصد' بہترین خواہشات اور کامل ترین مناقب کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اس خسارے کی نفی ہو جاتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ

بیشک وہ لوگ کہ ثابت ہو چکا ہے ان پر حکم آپ کے رب کا' نہیں ایمان لائیں گے وہ ○ اور اگرچہ آجائیں ان کے پاس

كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٩٧﴾

ساری نشانیاں' یہاں تک کہ دیکھ لیں وہ عذاب دردناک ○

﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ﴾ ''جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم قرار پا چکا ہے۔'' یعنی وہ لوگ جن پر یہ بات صادق آئی کہ وہ گمراہ' بھٹکے ہوئے اور جہنمی ہیں' تو یہ لابدی ہے کہ وہ وہی کچھ کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر میں مقدر ہو چکا ہے اگر ان کے پاس ہر قسم کی نشانی اور معجزہ بھی آجائے' تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ آیات و معجزات ان کی سرکشی اور گمراہی میں اضافہ ہی کرتے ہیں۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا' بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلا کر' جب حق ان کے پاس پہلی مرتبہ آیا خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ ان کے دلوں پر' کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگا دی اور اب وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ اس وقت حق یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے گا کہ وہ اب تک جس راستے پر چلتے رہے ہیں وہ گمراہی کا راستہ ہے اور جو چیز رسول لے کر آئے ہیں وہ حق ہے مگر اس روز ان کا ایمان لانا انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اس روز ظالموں کی معذرت کسی کام نہ آئے گی اور ان کی کوئی معذرت قبول نہ ہوگی۔ آیات و معجزات صرف ان لوگوں کو فائدہ دیتے ہیں جو دل رکھتے ہیں اور توجہ سے سنتے ہیں۔

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ط

پس کیوں نہ ہوئی کوئی بستی ایسی کہ ایمان لائی ہو وہ (عذاب سے پہلے)، پھر نفع دیا ہوا سکو اسکے ایمان (لانے) نے سوائے (لوگ) قوم یونس کے،

لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

جب ایمان لائے وہ تو دور کر دیا ہم نے ان سے عذاب رسوائی کا دنیا کی زندگی میں،

وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾

اور ہم نے فائدہ دیا انہیں ایک وقت (مقرر) تک ○

﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ﴾ ”پس کیوں نہ ہوئی کوئی بستی“ یعنی جھٹلانے والی بستیوں میں سے ﴿اٰمَنَتْ﴾ ”کہ وہ ایمان لائی“ جب انہوں نے عذاب دیکھا ﴿فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ﴾ ”پھر کام آیا ہو ان کو ان کا ایمان لانا“ یعنی ان تمام بستیوں میں سے کسی بستی کو عذاب دیکھ کر ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوا جیسا کہ فرعون کے ایمان لانے کے بارے میں گزشتہ صفحات میں قریب ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد گزر چکا ہے اور جیسے فرمایا: ﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ○ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ﴾ (المومن: ٤٠/٨٤۔٨٥) ”پس جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہا ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور ان کا ہم نے انکار کیا جن کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے لیکن ہمارا عذاب دیکھ لینے کے بعد ان کو ان کے ایمان لانے نے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ یہ سنت الٰہی ہے جو اس کے بندوں کے بارے میں چلی آ رہی ہے۔“ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ○ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا﴾ (المؤمنون: ٢٣/٩٩۔١٠٠) ”حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے گی تو وہ کہے گا اے میرے پروردگار! مجھے دنیا میں پھر واپس بھیج دے شاید کہ میں جسے پیچھے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کروں، ہرگز نہیں!“

اور اس میں حکمت ظاہر ہے کہ ایمان اضطراری حقیقی ایمان نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کو دور ہٹا لے جس سے مجبور ہو کر انہوں نے ایمان لانے کا اقرار کیا تھا، تو وہ پھر کفر کی طرف لوٹ جائیں گے۔ فرمایا: ﴿اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ ”سوائے یونس کی قوم کے، جب وہ ایمان لائی (عذاب دیکھ لینے کے بعد) تو ہم نے ان پر سے ذلت کا عذاب اٹھا لیا دنیا کی زندگی میں اور ایک وقت تک ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا“ پس حضرت یونس علیہ السلام کی قوم گزشتہ عموم سے مستثنیٰ ہے اس میں ضرور اللہ تعالیٰ ”عالم الغیب والشہادۃ“ کی حکمت پوشیدہ ہے۔ جہاں تک پہنچنے اور اس کے ادراک سے ہمارا فہم قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ .... وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ○

﴿فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ﴾ (الصافات:۳۷/۱۳۹-۱۴۸) ''اور یونس اللہ کے رسولوں میں سے تھا جب وہ (گھر سے) بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں سوار ہوا اس وقت قرعہ ڈالا گیا تو اس نے زک اٹھائی پس اس کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ قابل ملامت کام کرنے والوں میں سے تھا۔ پس اگر وہ اللہ کی تسبیح بیان نہ کرتا تو قیامت کے روز تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا' پھر ہم نے اس کو (مچھلی کے پیٹ سے نکال کر) اس حالت میں کھلے میدان میں ڈال دیا کہ وہ بیمار تھا اور اس پر کدو کی بیل اگا دی اور اس کو ایک لاکھ یا کچھ اوپر لوگوں کی طرف مبعوث کیا۔ پس وہ ایمان لے آئے اور ہم نے ان کو ایک وقت مقررہ تک فائدہ اٹھانے دیا''۔

شاید اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے علاوہ کوئی اور قوم ہوتی اور ان پر سے عذاب کو ہٹا لیا جاتا تو وہ پھر اسی کام کا اعادہ کرتے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور رہا یونس علیہ السلام کی قوم کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں زیادہ جانتا تھا کہ وہ اپنے ایمان پر قائم رہیں گے' بلکہ وہ قائم رہے۔ واللہ اعلم۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ

اور اگر چاہتا رب آپ کا تو ایمان لے آتے وہ لوگ جو زمین میں ہیں سب کے سب سارے ہی، کیا پس آپ مجبور کریں گے لوگوں کو

حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَجْعَلُ

یہاں تک کہ ہو جائیں وہ مومن؟ ○ اور نہیں ہے (ممکن) واسطے کسی نفس کے یہ کہ ایمان لائے وہ، مگر ساتھ حکم اللہ کے، اور کرتا ہے اللہ

الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٠﴾

پلیدی (عذاب) اوپر ان لوگوں کے جو نہیں عقل رکھتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفی ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا﴾ ''اگر آپ کا رب چاہتا تو زمین میں رہنے والے سب کے سب ایمان لے آتے'' یعنی ان کے دلوں میں ایمان الہام کر دیتا اور ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے درست کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے بعض لوگ ایمان لائیں اور بعض لوگ کافر ہیں۔ ﴿أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ ''کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے' یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں'' یعنی آپ اس پر قدرت رکھتے ہیں نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ یہ چیز غیر اللہ کے اختیار اور قدرت میں ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ ''اور کسی سے نہیں ہو سکتا کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ کے حکم سے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت اور اس کے قدری و شرعی حکم سے۔ پس مخلوق میں سے جو اس کے قبول کرنے کے قابل ہوتا ہے' تو ایمان اس کے پاس پھلتا پھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو توفیق سے نوازتا اور اس کی راہ نمائی کرتا ہے۔ ﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ﴾ ''اور ڈالتا ہے وہ گندگی'' یعنی شر اور گمراہی ﴿عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾ ''ان لوگوں پر جو سوچتے

نہیں‘‘ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی اور اس کے نصائح ومواعظ پر کان نہیں دھرتے۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ
آپ کہہ دیجیے! دیکھو (اور غور کرو اس میں) جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور نہیں فائدہ دیتیں نشانیاں اور تنبیہات
عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا
ان لوگوں کو جو نہیں ایمان لاتے ○ پس نہیں انتظار کرتے وہ مگر مثل ایام ان لوگوں کے جو گزر چکے ہیں
مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ
ان سے پہلے، کہہ دیجیے! پس انتظار کرو تم، بے شک میں بھی تمہارے ساتھ ہوں انتظار کرنے والوں میں سے ○ پھر نجات دیتے ہیں ہم
رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾
اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اسی طرح، حق ہے ہم پر (یہ کہ) نجات دیں ہم مومنوں کو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں غور کریں اور اس سے مراد یہ ہے کہ تفکر اور عبرت کی نظر سے آسمان کو دیکھیں' ان میں جو کچھ موجود ہے اس میں تدبر کریں اور بصیرت حاصل کریں۔ ان میں اہل ایمان کے لئے نشانیاں اور اہل ایقان کے لیے عبرت ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود محمود ہے' وہی صاحب جلال واکرام اور عظیم اسماء وصفات کا مالک ہے۔ ﴿وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ’’اور کچھ کام نہیں آتیں نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو جو ایمان لانے والے نہیں‘‘ کیونکہ یہ لوگ اپنے اعراض اور عناد کی وجہ سے آیات الٰہی سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

﴿فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ’’پس وہ لوگ صرف ان لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔‘‘ یعنی یہ لوگ جو آیات الٰہی کے واضح ہو جانے کے بعد بھی ایمان نہیں لاتے کیا اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کو بھی اسی طرح عذاب بھیج کر ہلاک کر دیا جائے' جیسے ان کے پہلوں کو عذاب کے ذریعے سے ہلاک کیا گیا۔ ان کے اعمال بھی وہی تھے جو ان کے اعمال ہیں اور سنت الٰہی اولین وآخرین میں جاری وساری ہے۔ ﴿قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾ ’’کہہ دیجیے! پس انتظار کرو' میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔‘‘ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انجام اچھا ہے' دنیا اور آخرت میں نجات کس کے لیے ہے اور یہ نجات صرف انبیاء ومرسلین اور ان کے پیروکاروں کے لیے ہے۔ بنابریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ’’پھر ہم اپنے رسولوں اور اہل ایمان کو (دنیا وآخرت کی تکالیف اور شدائد سے) نجات دیتے ہیں‘‘ ﴿كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا﴾ ’’اسی طرح ہمارے ذمہ ہے‘‘ یعنی ہم نے اپنے اوپر واجب ٹھہرایا ہے کہ ﴿نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ’’ایمان والوں کو نجات دیں گے۔‘‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ مومن

بندوں میں جذبہ ایمان کی مقدار کے مطابق ان کا دفاع کرتا ہے اس سے انہیں تکلیف دہ امور سے نجات ملتی ہے۔

قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ

کہہ دیجئے، اے لوگو! اگر ہو تم شک میں، میرے دین سے (متعلق) تو نہیں عبادت کرتا میں ان کی

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖ وَاُمِرْتُ

جن کی تم عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے، لیکن میں تو عبادت کرتا ہوں اللہ کی وہ جو وفات دیتا ہے تمہیں اور حکم دیا گیا ہوں میں

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ

اس بات کا کہ ہوں میں مومنوں میں سے ○ اور یہ کہ سیدھا رکھیں آپ منہ اپنا واسطے دین (اسلام) کے، یکسو ہو کر! اور ہرگز نہ ہوں آپ

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ

مشرکین میں سے ○ اور مت پکاریں آپ سوائے اللہ کے ان کو جو نہ نفع دے سکتے ہیں آپکو اور نہ نقصان دے سکتے ہیں آپکو،

فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

پس اگر آپ نے (ایسا) کیا، تو بلاشبہ آپ بھی اس وقت ظالموں میں سے ہوں گے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول سید المرسلین' امام المتقین' خیر الموقنین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ﴾ "کہہ دیجیے اے لوگو! اگر تم میرے لائے ہوئے دین کے بارے میں کسی شک وشبہ میں مبتلا ہو" تو میں اس بارے میں کسی شک وشبہ میں مبتلا نہیں ہوں' بلکہ میں علم الیقین رکھتا ہوں کہ یہ حق ہے اور تم اللہ کے سوا جن ہستیوں کو پکارتے ہو وہ سب باطل ہیں۔ میں اپنے اس موقف پر واضح دلائل اور روشن براہین رکھتا ہوں۔ بنابریں فرمایا: ﴿فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ "پس جن لوگوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا۔" یعنی میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تمہارے خود ساختہ ہمسروں اور بتوں کی عبادت نہیں کرتا' کیونکہ یہ پیدا کر سکتے ہیں نہ رزق عطا کر سکتے ہیں اور نہ تدبیر کائنات میں ان کا کوئی اختیار ہے' یہ تو خود مخلوق اور اللہ کی قدرت کے سامنے مسخر ہیں' ان میں کوئی ایسی صفات نہیں پائی جاتیں جو ان کی عبادت کا تقاضا کرتی ہوں ﴿وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ﴾ "لیکن میں تو اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو کھینچ لیتا ہے تمہاری روحیں" یعنی وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا' وہی تمہیں موت دے گا' پھر وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا...... پس وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے' اس کے لئے نماز پڑھی جائے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوا جائے۔

﴿وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں شامل ہوں۔"

﴿وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا﴾ "اور یہ کہ سیدھا کر اپنا منہ دین پر یک طرفہ ہو کر" یعنی اپنے ظاہری اور باطنی

اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کیجئے اور یکسو ہو کر تمام شرائع کو قائم کیجئے‘ یعنی ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اللہ کی طرف اپنی توجہ کو مبذول رکھیے۔ ﴿ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ ’’اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔‘‘ ان کا حال اختیار کیجئے نہ ان کا ساتھ دیجئے۔ ﴿ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ﴾ ’’اور اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو مت پکاریں جو آپ کو فائدہ پہنچا سکیں نہ نقصان‘‘ کیونکہ یہ وصف ہر مخلوق کا ہے‘ مخلوق کوئی فائدہ دے سکتی ہے نہ نقصان‘ نفع اور نقصان پہنچانے والی ہستی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ﴿ فَاِنْ فَعَلْتَ ﴾ ’’اگر ایسا کرو گے‘‘ یعنی اگر آپ نے اللہ کے بغیر کسی ہستی کو پکارا جو کسی کو نفع دے سکتی ہے نہ نقصان ﴿ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ’’تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔‘‘ یعنی آپ کا شمار ان لوگوں میں ہو گا جنہوں نے ہلاکت کے ذریعے سے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا۔ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ (لقمان: ۳۱/۱۳) ’’بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے‘‘ اگر اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق‘ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو پکارے تو اس کا شمار مشرکوں میں ہو جاتا ہے‘ تو دیگر لوگوں کا کیا حال ہو گا؟

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا

اور اگر پہنچائے آپ کو اللہ کوئی تکلیف تو نہیں کوئی بھی دور کرنے والا اسے سوائے اسکے، اور اگر ارادہ کرے اللہ آپ کے ساتھ کسی بھلائی کا تو نہیں

رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

کوئی بھی رد کرنے والا اس کے فضل کو، پہنچاتا ہے وہ اس (فضل) کو جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے،

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾

اور وہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے○

یہ آیت کریمہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا عبادت کا مستحق ہے‘ کیونکہ نفع و نقصان اسی کے قبضہء قدرت میں ہے۔ وہی عطا کرتا ہے وہی محروم کرتا ہے۔ جب کوئی تکلیف مثلاً فقر اور مرض وغیرہ لاحق ہوتا ہے ﴿ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ﴾ ’’تو اس کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا‘‘ کیونکہ اگر تمام مخلوق اکٹھی ہو کر کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو وہ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اگر تمام مخلوق اکٹھی ہو کر کسی کو کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ﴾ ’’اور اگر وہ آپ کو کوئی بھلائی پہنچانا چاہے‘ تو اس کے فضل کو کوئی پھیرنے والا نہیں‘‘ یعنی مخلوق میں کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو اس کے فضل و احسان کو روک سکے‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَ مَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ (فاطر: ۳۵/۲) ’’اللہ لوگوں کے لیے اپنی رحمت کا جو دروازہ کھول دے تو اس کو کوئی بند

نہیں کر سکتا اور جو دروازہ بند کر دے اس کے بعد اسے کوئی کھول نہیں سکتا۔‘‘

﴿يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ ’’وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے‘ پہنچاتا ہے‘‘ یعنی وہ مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے مخصوص کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے فضل کا مالک ہے ﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ﴾ اللہ تعالیٰ تمام لغزشوں کو بخش دیتا ہے۔ وہ اپنے بندے کو مغفرت کے اسباب کی توفیق سے نوازتا ہے۔ بندہ جب ان اسباب پر عمل کرتا ہے تو اللہ اس کے تمام کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے اس کا جود واحسان تمام موجودات تک پہنچتا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز لمحہ بھر کے لیے بھی اس کے فضل واحسان سے بے نیاز نہیں رہ سکتی۔

جب بندہ قطعی دلیل کے ذریعے سے یہ معلوم کر لے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے جو نعمتوں سے نوازتا ہے‘ وہی تکالیف کو دور کرتا ہے‘ وہی بھلائیاں عطا کرتا ہے‘ وہی برائیوں اور تکالیف کو ہٹاتا ہے اور مخلوق میں کوئی ہستی ایسی نہیں جس کے ہاتھ میں یہ چیزیں ہوں‘ سوائے اس کے جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ جاری فرما دے…… تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور وہ ہستیاں‘ جنہیں یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں‘ سب باطل ہیں۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا

کہہ دیجیے: اے لوگو! یقیناً آ گیا ہے تمہارے پاس حق (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے، پس جس شخص نے ہدایت کو اپنایا تو یقیناً

يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا

وہ ہدایت کو اپنائے گا اپنے ہی نفس کے لیے اور جس نے گمراہی اختیار کی تو یقیناً وہ گمراہی اختیار کرے گا اپنے ہی نفس کے برے کو اور نہیں ہوں میں

عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ

تم پر نگران ○ اور پیروی کریں آپ اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے آپ کی طرف، اور صبر کریں یہاں تک کہ فیصلہ کرے اللہ،

وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ ع ۱۱

اور وہ سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ○

بنابریں‘ جب اللہ تعالیٰ نے واضح دلیل بیان کر دی‘ تو اس کے بعد فرمایا: ﴿قُلْ﴾ چونکہ دلیل و برہان واضح ہو گئی اس لئے اے رسول فرما دیجیے! ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ ’’اے لوگو! تمہارے رب کے ہاں سے تمہارے پاس حق آ چکا ہے‘‘ یعنی تمہارے پاس سچی خبر آ گئی ہے جس کی تائید دلائل و براہین سے ہوتی ہے جس میں کسی لحاظ سے بھی کوئی شک نہیں اور یہ خبر تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے پہنچی ہے‘ جس کی تمہارے لئے سب سے بڑی ربوبیت یہ ہے کہ اس نے تم پر یہ قرآن نازل کیا‘ جو ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے یہ قرآن مختلف انواع کے احکام‘ مطالب الٰہیہ اور اخلاق حسنہ پر مشتمل ہے جن میں تمہاری تربیت کا

بہترین سامان موجود ہے۔ یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ پس گمراہی سے ہدایت کا راستہ واضح ہو گیا اور کسی کے لیے کوئی شبہ باقی نہ رہا۔ ﴿فَمَنِ اهْتَدٰى﴾ ''اب جو کوئی راہ پر آئے'' یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے ذریعے سے راہ ہدایت اپنالی۔ وہ یوں کہ اس نے حق معلوم کر لیا اور پھر اسے اچھی طرح سمجھ لیا اور دیگر ہر چیز پر اسے ترجیح دی ﴿فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ﴾ ''پس وہ راہ پاتا ہے اپنے بھلے کو'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے نیاز ہے۔ بندوں کے اعمال کے ثمرات انہی کی طرف لوٹتے ہیں ﴿وَمَنْ ضَلَّ﴾ ''اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے'' یعنی جو حق کے علم یا اس پر عمل سے روگردانی کر کے ہدایت کی راہ سے بھٹک جائے ﴿فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ ''تو وہ بہکا پھرے گا اپنے برے کو'' یعنی وہ اپنے لئے گمراہی اختیار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا' وہ صرف اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے۔

﴿وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ﴾ ''اور میں تم پر داروغہ نہیں'' کہ تمہارے اعمال کی نگرانی کروں اور ان کا حساب کتاب رکھوں۔ میں تو تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ تمہارا نگران اور وکیل ہے۔ جب تک تم اس مہلت کی مدت میں ہو اپنے آپ پر نظر رکھو۔ ﴿وَاتَّبِعْ﴾ ''اور پیروی کیے جاؤ'' اے رسول! ﴿مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ﴾ ''اس کی جو حکم آپ کی طرف بھیجا جاتا ہے۔'' یعنی علم' عمل' حال اور دعوت میں اس وحی کی اتباع کیجیے جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے ﴿وَاصْبِرْ﴾ ''اور (اس پر) صبر کیجیے'' کیونکہ یہ صبر کی بلند ترین نوع ہے اور اس کا انجام بھی قابل ستائش ہے۔ سستی اور کسل مندی کا شکار ہوں نہ تنگ دل ہوں' بلکہ اس پر قائم و دائم اور ثابت قدم رہیں۔

﴿حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ﴾ ''یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے'' یعنی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درمیان اور آپ کی تکذیب کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کر دے۔ ﴿وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ ''اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔'' کیونکہ اس کا فیصلہ کامل عدل و انصاف پر مبنی ہے جو قابل تعریف ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور صراط مستقیم پر قائم رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیا۔ آپ کو آپ کے دشمنوں کے مقابلے میں دلائل و براہین کے ذریعے سے نصرت عطا کرنے کے بعد شمشیر و سناں کے ذریعے سے فتح و نصرت سے نوازا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہر قسم کی حمد و ستائش اور ثنائے حسن جیسا کہ اس کی عظمت و جلال' اس کے کمال اور اس کے بے پایاں احسان کے لائق ہے۔

تفسیر سورۂ ہود

سُوْرَةُ هُوْدٍ ١١ | مَكِّيَّةٌ ٥٢ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ١٢٣ | رُكُوْعَاتُهَا ١٠

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان' بہت رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ ①

الٓرٰ' (یہ) کتاب ہے' محکم کی گئی ہیں آیتیں اس کی' پھر تفصیل سے بیان کی گئی ہیں بڑے حکمت والے خبردار کی طرف سے ○

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝۲ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا
یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر اللہ ہی کی، بیشک میں تمہارے لیے اسی کی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں ○ اور یہ کہ مغفرت طلب کرو تم
رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ
اپنے رب سے، پھر توبہ کرو تم اسی کی طرف، وہ فائدہ دے گا تمہیں فائدہ بہت اچھا ایک وقت مقرر تک، اور وہ دے گا ہر
ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝۳
فضل والے کو (بدلہ) اس کے فضل کا، اور اگر منہ پھیرو گے تم تو بے شک میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے ایک بڑے دن کے ○
اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴
اللہ ہی کی طرف واپسی ہے تمہاری، اور وہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے ○

﴿كِتٰبٌ﴾ یہ عظیم کتاب اور بہترین فضل وعنایت ہے۔ ﴿اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ﴾ ”جس کی آیتیں مستحکم ہیں۔“ یعنی اس کی آیات کو بہت اچھے اور محکم طریقے سے بیان کیا گیا ہے‘ اس کی خبریں سچی‘ اس کے اوامر ونواہی عدل پر مبنی‘ اس کے الفاظ نہایت فصیح اور اس کے معانی بہت خوبصورت ہیں۔ ﴿ثُمَّ فُصِّلَتْ﴾ ”پھر ان کی تفصیل بیان کر دی گئی“ یعنی ان کو علیحدہ علیحدہ اور معانی وبیان کی بہترین انواع کے ذریعے سے کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ ﴿مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ﴾ ”حکمت والے کی طرف سے“ وہ تمام اشیاء کو ان کے مناسب مقام پر رکھتا ہے اور ان کے لائق جگہ پر ان کو نازل کرتا ہے۔ صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے اور اسی چیز سے روکتا ہے جس کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے ﴿خَبِيْرٍ﴾ وہ تمام ظاہر و باطن کی خبر رکھتا ہے۔

جب اس کتاب کا محکم کرنا اور اس کی تفصیل حکمت والی اور خبردار ہستی کی طرف سے ہے تب اس ہستی کی عظمت وجلال‘ حکمت وکمال اور بے کراں رحمت کے بارے میں مت پوچھ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عظیم کتاب کو محض اس مقصد کے لیے نازل فرمایا ﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ﴾ ”کہ عبادت صرف اللہ کی کرو“ یعنی دین کو تمام تر اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے کے لیے نازل فرمایا نیز یہ کہ اس کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک نہ بنایا جائے۔ ﴿اِنَّنِيْ لَكُمْ﴾ ”بے شک میں تمہارے لیے“ ﴿مِّنْهُ﴾ ”اس کی طرف سے“ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿نَذِيْرٌ﴾ ”ڈرسنانے والا“ یعنی اس شخص کو دنیا و آخرت کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں جو گناہوں کے ارتکاب کی جسارت کرتا ہے۔ ﴿وَّبَشِيْرٌ﴾ ”اور خوشخبری دینے والا۔“ یعنی اطاعت گزار بندوں کو دنیا وآخرت کے ثواب کی خوشخبری سناتا ہوں۔

﴿وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ﴾ ”اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو“ یعنی ان گناہوں کی بخشش مانگو جو تم سے صادر ہوئے ہیں۔ ﴿ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ ”پھر اس کی طرف توبہ کرو۔“ یعنی اپنی عمر میں جن گناہوں سے سابقہ پڑتا

ہے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کے ذریعے سے توبہ کرو اور جن امور کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے انہیں چھوڑ کر ان امور کی طرف لوٹو جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان امور کا ذکر فرمایا جو توبہ واستغفار پر مترتب ہوتے ہیں۔ فرمایا: ﴿يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا﴾ ”وہ تمہیں متاع نیک سے بہرہ مند کرے گا“ یعنی وہ تمہیں رزق عطا کرے گا جس سے تم استفادہ کرو گے اور منتفع ہو گے۔ ﴿اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”ایک وقت مقرر تک“ یعنی تمہاری وفات تک ﴿وَيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ﴾ ”اور ہر صاحب بزرگ کو اس کی بزرگی دے گا“ یعنی وہ تم میں سے اہل احسان کو اپنے فضل و کرم سے نوازے گا جو چیز انہیں پسند ہے وہ حاصل ہو گی جو ناپسند ہے وہ ان سے ہٹادی جائے گی۔ یہ ان کی نیکی کی جزا ہے۔ ﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ”اگر تم نے روگردانی کی“ یعنی اگر تم نے اس دعوت سے روگردانی کی جو میں نے تمہیں پیش کی ہے بلکہ تم نے اعراض کیا ہے اور بسا اوقات دعوت کو جھٹلایا ہے ﴿فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ﴾ ”تو میں ڈرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے“ اور وہ ہے روز قیامت جس میں اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو اکٹھا کرے گا۔

﴿اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ﴾ ”تمہیں اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے“ تاکہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے اگر اعمال نیک ہوں گے تو جزا اچھی ہو گی اور اگر اعمال برے ہوں گے تو بدلہ بھی برا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ”وہ ہر چیز پر قادر ہے“ اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور مردوں کو زندہ کرنا بھی ”ہر چیز“ کے زمرے میں شامل ہے اور اس کی خبر سب سے سچی ہستی نے دی ہے۔ پس اس خبر کا وقوع عقلاً اور نقلاً واجب ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ

آگاہ رہو! بے شک وہ دوہرے کرتے ہیں سینے اپنے تاکہ وہ چھپ جائیں اللہ سے، آگاہ رہو! جس وقت اوڑھتے ہیں وہ

ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

کپڑے اپنے، جانتا ہے اللہ جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کی جہالت اور ان کی گمراہی کی شدت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے: ﴿يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ﴾ ”وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں“ ﴿لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ﴾ ”تاکہ اس (اللہ) سے پردہ کریں“ یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ سے چھپائیں۔ پس ان کے سینے اللہ کے علم کے لئے رکاوٹ بن جائیں تاکہ وہ ان کے احوال کو جان نہ سکے اور اس کی نگاہ کے لئے بھی تاکہ وہ ان کے حالات کو دیکھ نہ سکے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے اس ظن باطل کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ﴾ ”سن لو جس وقت اوڑھتے ہیں وہ اپنے کپڑے“ یعنی جب وہ اپنے آپ کو کپڑوں سے ڈھانک لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس حال میں بھی ان کو خوب جانتا ہے جو کہ مخفی

ترین حال ہے' بلکہ ﴿يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ﴾ "وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں" یعنی وہ جو اقوال وافعال چھپاتے ہیں ﴿وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ "اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔" بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ "دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ان ارادوں' وسوسوں اور سوچوں کو بھی جانتا ہے جن کو یہ سراپا جہراً نطق زبان سے بھی ظاہر نہیں کرتے...... تب تم اپنے حال کو اپنے سینے کو موڑ کر اس سے کیسے چھپا سکتے ہو؟

اس آیت کریمہ میں اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو جھلانے والوں اور آپ کی دعوت سے غافل لوگوں کے اعراض کا ذکر کرتا ہے' یعنی جب وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے ہیں تو شدت اعراض کی وجہ سے اپنے سینوں کو موڑ لیتے ہیں' تاکہ آپ ان کو دیکھ سکیں نہ ان کو اپنی دعوت سنا سکیں اور نہ ان کو ان باتوں کی نصیحت کر سکیں جو ان کے لیے مفید ہیں۔ کیا اس اعراض سے بھی بڑھ کر اعراض کی کوئی صورت ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ انہیں وعید سناتا ہے کہ وہ ان کے تمام احوال کو جانتا ہے اور وہ اس سے مخفی نہیں ہیں اور وہ عنقریب ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا دے گا۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام
کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض * جدہ * شارجہ * لاھور
لندن * ھیوسٹن * نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب
فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659
ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551
شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن

فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر با رہ 12

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرّحمان بن ناصر السّعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارُالسّلام

کتاب و سنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ

يَٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي ٱتَّخَذُوا۟ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان:۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللهَ يَرْفَعُ

بِهَٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث:۸۱۷)

پارۃ نمبر بارہ 12

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا

اور نہیں کوئی چلنے والا (جاندار) زمین میں مگر اوپر اللہ ہی کے ہے رزق اس کا' اور وہ جانتا ہے قرارگاہ اس کی

وَمُسْتَوْدَعَهَا ط كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦﴾

اور جائے امانت اس کی' ہر چیز کتاب واضح میں (تحریر) ہے ○

روئے زمین پر چلنے والا ہر جاندار' خواہ انسان ہو یا حیوان' خشکی کا جانور ہو یا پانی کا جانور' ان کی خوراک اور رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ ﴿وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا﴾ ''اور وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی۔'' یعنی وہ تمام جانداروں کے ٹھکانوں کو جانتا ہے (مُسْتَقَر) سے مراد وہ جگہ ہے جہاں جانور رہتے ہیں' جسے ٹھکانا بناتے ہیں اور جہاں پناہ لیتے ہیں اور (مُسْتَوْدَع) سے مراد وہ جگہ ہے جہاں' اپنی آمد و رفت اور مختلف احوال میں منتقل ہوتے ہیں۔ ﴿كُلٌّ﴾ ''یہ سب کچھ'' ان کے احوال کی تمام تفاصیل ﴿فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''واضح کتاب میں ہے۔'' یعنی ہر چیز لوح محفوظ میں مرقوم ہے' جو ان تمام حوادث و واقعات پر مشتمل ہے جو اس کائنات میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ تمام حوادث کا اللہ تعالیٰ کے علم نے احاطہ کر رکھا ہے۔ اس نے ہر چیز کی تقدیر لکھ دی ہے ہر چیز پر اس کی مشیت نافذ ہے اور ہر ایک کے لیے اس کا رزق وسیع ہے۔ دل' اس ہستی کی کفایت پر مطمئن ہو جانے چاہئیں' جو ان کے رزق کی کفالت کرتی ہے اور جس کے علم نے مخلوق کی ذات و صفات کا احاطہ کر رکھا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى

اور (اللہ) وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں' اور تھا عرش اس کا اوپر

الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ

پانی کے' تاکہ وہ آزمائے تمہیں کہ کون سا تمہارا اچھا ہے عمل (کرنے) میں؟ اور البتہ اگر کہیں آپ کہ بیشک تم اٹھائے جاؤ گے بعد

الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧﴾ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا

مرنے کے تو البتہ ضرور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا' نہیں ہے یہ مگر جادو ظاہر ○ اور البتہ اگر مؤخر کر دیں ہم

عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ط اَلَا يَوْمَ

ان (پر) سے عذاب ایک مدت گنی ہوئی تک تو البتہ ضرور کہیں گے وہ (کافر) کہ کون سی چیز روک رہی ہے اسکو؟ آگاہ رہو! جس دن

يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨﴾ ع

آئے گا (عذاب) انکے پاس تو نہیں پھیرا جائے گا وہ ان سے' اور گھیر لے گا انہیں وہ (عذاب) کہ تھے وہ ساتھ اسکے استہزاء کرتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اسی نے ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ ''پیدا کیا

آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں'' پہلا دن اتوار اور چھٹا دن جمعہ تھا اور جس وقت اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ﴿ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ﴾ ''اس کا عرش پانی پر تھا'' ساتویں آسمان کے اوپر۔ پس آسمانوں اور زمین کو تخلیق کرنے کے بعد اپنے عرش پر مستوی ہوا' وہ تمام امور کی تدبیر کرتا ہے اور احکام قدریہ اور احکام شرعیہ میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ اسی لئے فرمایا: ﴿ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ ''تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔'' تاکہ وہ اپنے اوامر ونواہی کے ذریعے سے تمہارا امتحان لے اور دیکھے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: ''سب سے اچھا عمل وہ ہے جو سب سے خالص اور سب سے زیادہ صحیح ہو''۔ ان سے پوچھا گیا ''سب سے خالص اور سب سے زیادہ صحیح سے کیا مراد ہے؟'' فرمایا: ''اگر عمل خالص ہو مگر صحیح نہ ہو تو قبول نہیں ہوتا اور اگر عمل صحیح ہو مگر خالص نہ ہو تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے حضور قابل قبول نہیں۔ صرف وہی عمل قابل قبول ہوتا ہے جو خالص بھی ہو اور صحیح بھی ہو۔'' خالص عمل وہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اور صحیح عمل وہ ہے جس میں شریعت اور سنت کی پیروی کی گئی ہو اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ (الذاریات: ٥٦/٥١) ''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔'' اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ (الطلاق: ١٢/٦٥) ''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان کی مانند سات زمینیں اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا حکم اترتا رہتا ہے' تاکہ تم لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ذریعے سے ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوق کو اپنی عبادت اور اپنے اسماء وصفات کی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے اور اسی چیز کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور اس ذمہ داری کو ادا کر دیا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا وہ فلاح پانے والوں میں سے ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعراض کیا' تو یہی گھاٹے میں پڑنے والے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو ایک جگہ جمع کرے گا اور پھر ان کو اپنے اوامر ونواہی کی بنیاد پر جزا دے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جزا کے بارے میں مشرکین کی تکذیب کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''اور اگر آپ کہیں کہ تم لوگ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے تو کافر کہہ دیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔'' یعنی اگر آپ ان سے کہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے بارے میں ان کو آگاہ کریں تو یہ آپ کی تصدیق نہیں کریں گے' بلکہ

وہ نہایت شدت سے آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کی دعوت میں عیب چینی کریں گے اور کہیں گے ﴿إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ ”یہ تو کھلے جادو کے علاوہ کچھ نہیں“ مگر آگاہ رہو کہ یہ واضح حق ہے۔

﴿وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰٓ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ﴾ ”اگر ہم روکے رکھیں ان سے عذاب ایک معلوم مدت تک“ یعنی ایک وقت مقررہ تک، جس کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دن بہت دیر سے آئے گا، تب وہ ظلم و جہالت کی بنا پر کہتے ہیں: ﴿مَا يَحْبِسُهُۥٓ﴾ ”کون سی چیز اس (عذاب) کو روکے ہوئے ہے؟“ اس آیت کا مضمون ان کا رسول کو جھٹلانا ہے۔ وہ ان پر عذاب کے فوری طور پر نہ آنے کو رسول (ﷺ) کے جھوٹا ہونے پر دلیل بناتے ہیں جنھوں نے ان کو عذاب واقع ہونے کی وعید سنائی ہے۔ پس یہ کتنا بعید استدلال ہے! ﴿أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ﴾ ”دیکھو جس روز عذاب ان پر نازل ہوگا تو پھر ٹلے گا نہیں“ کہ وہ اپنے معاملے میں غور کر سکیں ﴿وَحَاقَ بِهِم﴾ ”اور ان کو گھیر لے گا“ یعنی نازل ہوگا ان پر ﴿مَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ”وہ (عذاب) جس کے ساتھ یہ استہزا کیا کرتے تھے۔“ کیونکہ وہ اسے نہایت حقیر سمجھتے تھے حتیٰ کہ جو ان کو عذاب کی وعید سناتا تھا وہ قطعی طور پر اسے جھوٹا سمجھتے تھے۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَٰهَا مِنْهُ إِنَّهُۥ لَيَـُٔوسٌ كَفُورٌ ﴿٩﴾

اور البتہ اگر چکھائیں ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت، پھر چھین لیں ہم وہ (رحمت) اس سے تو بیشک (ہو جاتا ہے) وہ انتہائی ناامید بہت ناشکرا ۝

وَلَئِنْ أَذَقْنَٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّـَٔاتُ عَنِّىٓ ۚ إِنَّهُۥ

اور البتہ اگر چکھائیں ہم اسے راحت بعد اس تکلیف کے جو پہنچی اسے تو ضرور کہے گا چلی گئیں برائیاں (دکھ درد) مجھ سے، بلاشبہ وہ

لَفَرِحٌ فَخُورٌ ﴿١٠﴾ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا۟ وَعَمِلُوا۟ الصَّٰلِحَٰتِ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُم

بہت اترانے والا، بڑا شیخی بگھارنے والا ہے ۝ مگر وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور عمل کیے نیک، یہی لوگ ہیں واسطے ان کے

مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١١﴾

مغفرت ہے اور اجر بہت بڑا ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ انسان کی فطرت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ وہ جاہل اور ظالم ہے بایں طور کہ جب اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتا ہے، مثلاً اسے صحت، رزق اور اولاد وغیرہ سے نوازتا ہے، پھر وہ اس سے چھین لیتا ہے، تو مایوسی اور ناامیدی کے سامنے جھک جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ثواب کی اسے ذرہ بھر امید نہیں رہتی اور اس کے دل میں یہ خیال تک نہیں گزرتا کہ اللہ تعالیٰ یہ تمام چیزیں دوبارہ عطا کر سکتا ہے یا ان جیسی اور چیزوں سے یا ان سے بہتر چیزوں سے اسے نواز سکتا ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ اسے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہے، اپنی رحمت کا مزا چکھاتا ہے، تو خوش ہوتا ہے اور

اتراتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے کہ یہ بھلائی اس کے پاس ہمیشہ رہے گی اور کہتا ہے: ﴿ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ﴾ ''دور ہو گئیں برائیاں مجھ سے' بے شک وہ تو اترانے والا' شیخی خورہ ہے'' یعنی اسے جو کچھ اس کی خواہشات نفس کے موافق عطا کیا گیا اس پر خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کے بندوں کے سامنے فخر اور تکبر کا اظہار کرتا ہے اور یہ چیز اسے غرور' خود پسندی' مخلوق الٰہی کے ساتھ تکبر کرنے' ان کے ساتھ حقارت سے پیش آنے اور انہیں کم تر سمجھنے پر آمادہ کرتی ہے اور اس سے بڑھ کر اور کون سا عیب ہو سکتا ہے؟

یہ ہے انسان کی فطرت' سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ توفیق سے نواز دے اور اسے ان مذموم اخلاق سے نکال کر اخلاق حسنہ کی طرف لے جائے اور یہ وہ لوگ ہیں جو مصائب اور تکالیف کے وقت اپنے نفس کو صبر پر مجبور کرتے ہیں اور مایوس نہیں ہوتے اور خوشی کے وقت بھی صبر کرتے ہیں۔ پس خوشی میں اتراتے نہیں ہیں اور نیکیوں میں واجبات و مستحبات پر عمل کرتے ہیں۔ ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ ان کے لئے ان کے گناہوں کی مغفرت ہے' جس سے ہر خوف زائل ہو جاتا ہے۔ ﴿وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ ''اور بڑا اجر ہے'' اور یہ نعمتوں سے بھرپور جنت کے حصول میں کامیابی ہے' جس میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی نفس چاہت کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا

پس شاید آپ چھوڑنے والے ہوں بعض وہ چیز جو وحی کی جاتی ہے آپکی طرف اور تنگ ہونے والا ہو بوجہ اسکے سینہ آپکا اس اندیشے سے کہ کہیں وہ (کافر)

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ پر کوئی خزانہ یا (کیوں نہیں) آیا آپکے ساتھ کوئی فرشتہ بلاشبہ آپ تو صرف ڈرانے والے ہی ہیں اور اللہ اوپر ہر

شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ

چیز کے نگران ہے ○ کیا وہ کہتے ہیں کہ خود گھڑا ہے اس نے اس (قرآن) کو؟ کہہ دیجیے' پس لے آؤ تم دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی

وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ

اور بلا لو (تعاون کے لیے) جنہیں (بلانے کی) طاقت رکھتے ہو تم سوائے اللہ کے' اگر ہو تم سچے ○ پھر اگر نہ

يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ

جواب دیں وہ تمہیں تو جان لو کہ یقیناً وہ (قرآن) نازل کیا گیا ہے ساتھ اللہ کے علم کے' اور یہ کہ

لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

نہیں کوئی معبود (برحق) سوائے اس کے' تو کیا (اب) تم مسلمان ہوتے ہو؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ کفار کی تکذیب پر اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا﴾ ''شاید آپ کچھ چیز وحی میں سے جو آپ کے

پاس آتی ہے چھوڑ دیں اور اس (خیال) سے آپ کا دل تنگ ہو کہ یہ (کافر) کہنے لگیں ''یعنی آپ جیسی ہستی کے لائق نہیں کہ ان کا قول آپ پر اثر انداز ہو اور آپ کو اپنے راستے سے روک دے اور آپ وحی کے کچھ حصے کو ترک کر دیں اور ان کی عیب چینی اور ان کے اس قول پر تنگ دل ہوں کہ ﴿ لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ﴾ ''کیوں نہ اترا اس پر خزانہ یا کیوں نہ آیا اسکے ساتھ فرشتہ'' کیونکہ یہ قول عیب چینی، ظلم، عناد اور دلائل سے جہالت کی بنا پر جنم لیتا ہے۔ پس آپ اپنے راستے پر گامزن رہیے اور ان کے یہ رکیک الفاظ آپ کی راہ کھوٹی نہ کرنے پائیں جو صرف ایک انتہائی بیوقوف آدمی ہی سے صادر ہو سکتے ہیں اور اسکی وجہ سے آپ تنگ دل نہ ہوں۔

کیا انہوں نے آپ کے سامنے کوئی ایسی دلیل پیش کی ہے، جس کا آپ جواب نہیں دے پائے؟ یا انہوں نے اس چیز کی برائی اس انداز سے بیان کی ہے جسے لے کر آپ آئے ہیں کہ وہ اس میں مؤثر ثابت ہوئی ہے اور جس سے اس کی قدر و منزلت کم ہوئی ہے۔ پس آپ اس سے تنگ دل ہوئے ہیں؟ یا ان کا حساب آپ کے ذمہ ہے اور آپ سے ان کی جبری ہدایت کا مطالبہ کیا گیا ہے؟ ﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾ ''آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا ذمے دار ہے۔'' پس وہ ان جھٹلانے والوں پر نگران ہے، وہ ان کے اعمال کو محفوظ کرتا ہے اور پھر وہ ان کو ان اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ﴾ ''کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اس (قرآن) کو از خود بنا لیا ہے'' یعنی اس قرآن کو محمد ﷺ نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ ﴾ ان سے کہہ دیجیے! ''﴿ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو بلا لو'' یعنی اگر اس قرآن کو تمہارے قول کے مطابق...... محمد ﷺ نے اپنی طرف سے تصنیف کیا ہے، تب تو فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے تمہارے اور محمد ﷺ کے درمیان کوئی فرق نہیں اور تم حقیقی دشمن ہو اور محمد ﷺ کی دعوت کے ابطال کے لیے انتہائی حریص ہو...... اگر تم اپنے موقف میں سچے ہو تو اس جیسی دس سورتیں گھڑ لاؤ۔ ﴿ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ ﴾ ''پس اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں'' یعنی وہ اس کا کوئی جواب نہ دیں ﴿ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ ﴾ ''تو جان لو کہ قرآن تو اترا ہے اللہ کے علم سے'' دلیل و مقتضی کے قیام اور معارض کی نفی کی بنا پر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

﴿ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ''اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' یعنی یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہی الوہیت اور عبادت کا مستحق ہے۔ ﴿ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ''تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟'' یعنی کیا تم اس کی الوہیت کو مانتے ہو اور اس کی عبادت کے لیے سر تسلیم خم کرتے ہو؟

ان آیات کریمہ میں اس امر کی طرف راہ نمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کے لیے مناسب

نہیں کہ دعوت پر اعتراض کرنے والے معترضین کے اعتراضات اور ردوقدح کی بنا پر دعوت دین سے رک جائے۔ خاص طور پر جبکہ اس ردوقدح پر کوئی دلیل نہ ہو اور دعوت میں کوئی خامی بھی نہ ہو۔ نیز یہ کہ داعی کو تنگ دل نہیں ہونا چاہئے' بلکہ اسے اپنی دعوت پر مطمئن ہونا چاہئے' وہ اپنے راستے پر گامزن رہے اور اپنی منزل کو سامنے رکھے' نیز یہ بھی ضروری ہے کہ داعی نئے نئے مطالبات پیش کرنے والوں کو اہمیت نہ دے' صرف دلائل ہی ان کے سامنے رکھے۔ تمام مسائل پر ایسے دلائل کا قائم کر دینا جن کا توڑ نہ کیا جا سکے یہی کافی ہے۔

اور اس آیت کریمہ میں اس امر کی بھی دلیل ہے کہ یہ قرآن بنفسہ معجزہ ہے' کوئی بشر ایسی کتاب نہیں لا سکتا' کتاب تو کیا اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت ہی نہیں بنا سکتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے بڑے بڑے بُلغاء وفصحاء کو مقابلے کی دعوت دی مگر انہوں نے مقابلہ نہ کیا' کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ ایسی کتاب بنانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وہ امور جن میں محض غلبہ ظن کافی نہیں' بلکہ علم یقینی مطلوب ہے' وہ ہیں علم القرآن اور علم التوحید' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿فَاعْلَمُوٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''تو جان لو کہ وہ اللہ کے علم سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ

جو کوئی چاہتا ہے زندگی دنیا کی اور زینت اس کی' تو ہم پوری دے دیتے ہیں انہیں جزا ان کے عملوں کی اسی (دنیا) میں' اور وہ

فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا

دنیا میں نہیں نقصان دیئے جاتے ○ یہی ہیں وہ لوگ کہ نہیں واسطے ان کے آخرت میں مگر

النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

آگ ہی' اور برباد ہوا وہ جو کچھ انہوں نے کیا تھا دنیا میں اور باطل (ضائع) ہو گیا جو تھے وہ عمل کرتے ○

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا﴾ ''جو چاہتا ہے دنیا کی زندگی اور اس کی رونق'' یعنی جس شخص کا بھی ارادہ' دنیاوی زندگی اور اس کی زیب وزینت ہی کے گرد گھومتا ہے' مثلاً عورتوں اور بیٹوں کے حصول کی خواہش' سونے اور چاندی کے خزانوں کی حرص' نشان زدہ گھوڑوں' مویشیوں اور کھیتیوں کی چاہت' اس نے اپنی رغبت' عمل اور کوشش کو صرف انہی چیزوں پر مرکوز کر رکھا ہے اور وہ آخرت کے گھر کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ ایسا شخص کافر کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا' کیونکہ اگر وہ مومن ہوتا تو اس کا ایمان اسے اس بات سے روک دیتا کہ اس کا تمام ارادہ صرف دنیا ہی پر مرکوز رہے' بلکہ اس کا ایمان اور اس کے نیک اعمال' اس کے ارادۂ آخرت ہی کے آثار ہیں۔ مگر یہ کافر بد بخت تو گویا صرف دنیا ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے ﴿نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا﴾ ''بھگتا دیں گے ہم ان کو ان کے عمل دنیا ہی میں'' یعنی ہم ان کو وہ دنیاوی ثواب عطا کر دیتے ہیں جو ان کے لیے لوح محفوظ میں لکھا ہوتا ہے۔

﴿وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ﴾ ''اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔'' یعنی جو کچھ ان کے لیے مقرر کیا گیا ہوتا ہے اس میں ذرہ بھر کمی نہیں کی جاتی۔ مگر یہ ان کو عطا کی جانے والی نعمتوں کی منتہا ہے۔

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ﴾ ''یہی ہیں جن کے واسطے آخرت میں کچھ نہیں ہے سوائے آگ کے'' وہ اس میں ابدالآباد تک رہیں گے' ان کے عذاب میں کوئی وقفہ نہیں کیا جائے گا اور ثواب جزیل سے انہیں محروم کر دیا جائے گا۔ ﴿وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا﴾ ''اور برباد ہو گیا جو کچھ انہوں نے کیا دنیا میں'' یعنی وہ سب اعمال باطل اور مضمحل ہو جائیں گے جو وہ حق اور اہل حق کے خلاف سازشوں کے لئے کرتے رہے ہیں اور نیکی کے اعمال بھی باطل ہو جائیں گے جن کی کوئی اساس ہی نہیں اور ان کی قبولیت کی شرط بھی مفقود ہے اور وہ ہے ایمان۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ

کیا پس (طالب دنیا اس جیسا ہے) جو ہو اوپر واضح دلیل کے اپنے رب کی طرف سے' اور اسکے پیچھے ایک گواہ ہو اللہ کی طرف سے، اور اس سے پہلے ہے

كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ

کتاب موسیٰ کی درانحالیکہ وہ پیشوا اور رحمت ہے یہی لوگ ایمان لاتے ہیں ساتھ اس (قرآن) کے، اور جو شخص کفر کرے ساتھ اس کے

مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ

گروہوں میں سے تو آگ ہی اس کی وعدہ گاہ ہے، پس نہ ہوں آپ شک میں اس سے، بلاشبہ قرآن حق ہے

مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾

آپ کے رب کی طرف سے' لیکن اکثر لوگ نہیں ایمان لاتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ' آپ کے قائم مقام' آپ کے دین کو قائم کرنے والے آپ کے ورثاء کا حال اور اہل ایقان کے دلائل کا ذکر کرتا ہے اور یہ ایسے اوصاف ہیں جن سے ان کے سوا کوئی اور متصف نہیں ہے اور نہ ان جیسا کوئی اور ہے۔ فرمایا: ﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''بھلا وہ شخص جو ہے واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے'' یعنی اس وحی کے ذریعے سے جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہم مسائل اور ان کے ظاہری دلائل نازل کیے ہیں پس ان سے یہ ثبوت اور دلیل مزید متیقن ہو جاتی ہے۔ ﴿وَيَتْلُوْهُ﴾ ''اور اس کے پیچھے ہے'' یعنی اس دلیل اور برہان کے پیچھے ایک اور دلیل ہے۔ ﴿شَاهِدٌ مِّنْهُ﴾ ''ایک گواہ اس کی طرف سے'' اور وہ ہے فطرت مستقیم' عقل سلیم۔ فطرت سلیم اس شریعت کی حقانیت کی گواہی دیتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے نازل اور مشروع فرمایا اور بندہ اپنی عقل کے ذریعے سے اس کے حسن کو معلوم کر لیتا ہے پس اس کے ایمان میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' وہاں ایک تیسرا شاہد بھی ہے ﴿مِنْ قَبْلِهٖ﴾ ''اس سے پہلے'' اور وہ ہے ﴿كِتٰبُ مُوْسٰٓى﴾ ''موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب'' یعنی تورات ﴿اِمَامًا﴾ ''پیشوا'' جس کو اللہ

تعالیٰ نے لوگوں کے لیے امام ﴿ وَرَحۡمَةً ﴾ ’’اور رحمت بنایا ہے۔‘‘ یہ تورات قرآن کی صداقت پر گواہی دیتی ہے اور اس حق کی موافقت کرتی ہے جو اس کے اندر نازل کیا گیا..... یعنی جس کا یہ وصف ہو کہ تمام شواہد ایمان اس کی تائید کرتے ہوں اور اس کے پاس تمام دلائل یقین قائم ہوں، کیا وہ اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو تاریکیوں اور جہالتوں میں ڈوبا ہوا ہے اور ان میں سے نکل نہیں سکتا؟ یہ دونوں اللہ کے ہاں برابر ہیں نہ اللہ کے بندوں کے ہاں۔

﴿ أُولَٰٓئِكَ ﴾ ’’یہی‘‘ یعنی وہ لوگ جن کو دلائل قائم کرنے کی توفیق عطا کی گئی ہے۔ ﴿ يُؤۡمِنُونَ بِهِۦ ﴾ ’’اس پر ایمان لاتے ہیں۔‘‘ یعنی قرآن پر حقیقی ایمان رکھتے ہیں ان کے ایمان کے نتیجے میں انہیں دنیا و آخرت کی ہر بھلائی عطا ہوتی ہے۔ ﴿ وَمَن يَكۡفُرۡ بِهِۦ مِنَ ٱلۡأَحۡزَابِ ﴾ ’’اور جو منکر ہو اس سے سب فرقوں میں سے‘‘ یعنی روئے زمین کے تمام گروہ، جو حق کو ٹھکرانے پر متفق ہیں۔ ﴿ فَٱلنَّارُ مَوۡعِدُهُۥ ﴾ ’’پس دوزخ اس کا ٹھکانا ہے‘‘ وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے۔ ﴿ فَلَا تَكُ فِي مِرۡيَةٖ مِّنۡهُ ﴾ ’’تو آپ اس (قرآن) سے شک میں نہ ہونا۔‘‘ یعنی آپ اس کی طرف سے ادنیٰ سے شک میں بھی مبتلا نہ ہوں۔ ﴿ إِنَّهُ ٱلۡحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يُؤۡمِنُونَ ﴾ ’’بے شک وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔‘‘ یعنی یا تو جہالت کی بنا پر ایمان نہیں لاتے یا ظلم، عناد اور بغاوت کی بنا پر ایمان نہیں لاتے۔ ورنہ جس کا مقصد اچھا اور فہم درست ہے وہ اس پر ضرور ایمان لائے گا، کیونکہ اسے اس میں وہ صداقت نظر آتی ہے جو اسے ہر لحاظ سے ایمان لانے کی دعوت دیتی ہے۔

وَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّنِ ٱفۡتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًاۚ أُوْلَٰٓئِكَ يُعۡرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمۡ وَيَقُولُ

اور کون شخص زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے باندھا اوپر اللہ کے جھوٹ؟ یہی لوگ پیش کیے جائیں گے اوپر اپنے رب کے اور کہیں گے

ٱلۡأَشۡهَٰدُ هَٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ كَذَبُواْ عَلَىٰ رَبِّهِمۡۚ أَلَا لَعۡنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٨﴾

گواہ (فرشتے) یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اوپر اپنے رب کے، آگاہ رہو! لعنت ہے اللہ کی اوپر ظالموں کے ○

ٱلَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ وَيَبۡغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِٱلۡأٓخِرَةِ هُمۡ

وہ لوگ جو روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور تلاش کرتے ہیں اس میں کجی، اور وہی ہیں ساتھ آخرت کے

كَٰفِرُونَ ﴿١٩﴾ أُوْلَٰٓئِكَ لَمۡ يَكُونُواْ مُعۡجِزِينَ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُونِ

کفر کرنے والے ○ یہ لوگ نہ تھے عاجز کرنے والے (اللہ کو) زمین میں اور نہ تھا واسطے ان کے سوائے

ٱللَّهِ مِنۡ أَوۡلِيَآءَۘ يُضَٰعَفُ لَهُمُ ٱلۡعَذَابُۚ مَا كَانُواْ يَسۡتَطِيعُونَ ٱلسَّمۡعَ وَمَا

اللہ کے کوئی حمایتی، دگنا کیا جائے گا واسطے ان کے عذاب، نہ تھے وہ استطاعت رکھتے (حق) سننے کی اور نہ

كَانُواْ يُبۡصِرُونَ ﴿٢٠﴾ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُم مَّا كَانُواْ

تھے وہ (حق کو) دیکھتے ○ یہی لوگ ہیں جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنے آپ کو اور گم ہو گیا ان سے وہ جو تھے

وقف لازم

يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾

وہ افتراء باندھتے ○ یقیناً بلاشبہ وہی لوگ آخرت میں خسارہ پانے والے ہیں ○

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے'' یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے اور اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے یا اس کی طرف کوئی شریک منسوب کرتا ہے یا اسے کسی ایسی صفت سے متصف کرتا ہے جو اس کے جلال کے لائق نہیں یا اس کی طرف سے کوئی ایسی بات کہتا ہے جو اس نے نہیں کہی یا وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی بھی طرح سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ پس یہ لوگ سب سے بڑے ظالم ہیں ﴿اُولٰٓئِكَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ﴾ ''یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے'' تاکہ وہ انہیں ان کے ظلم کا بدلہ دے۔ جب وہ ان کے خلاف سخت عذاب کا فیصلہ سنائے گا ﴿وَیَقُوْلُ الْاَشْهَادُ﴾ ''کہیں گے گواہی دینے والے'' یعنی وہ لوگ جو ان کے خلاف ان کے کذب وافترا پر گواہی دیں گے ﴿هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر، خبردار! اللہ کی لعنت ہے جھوٹوں پر۔'' یعنی وہ لعنت جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا، کیونکہ ظلم ان کا وصف لازم بن چکا ہے، جو تخفیف کے قابل نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ظلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ ''جو کہ روکتے ہیں اللہ کے راستے سے'' پس انہوں نے اپنے آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکے رکھا اور یہ انبیاء و مرسلین کا راستہ ہے جس کی طرف انبیاء لوگوں کو دعوت دیتے رہے اور وہ دوسرے لوگوں کو بھی اس راستے سے روکتے رہے۔ پس وہ ائمہ ضلالت بن گئے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ ﴿وَیَبْغُوْنَهَا﴾ ''اور اس میں چاہتے ہیں'' یعنی اللہ کے راستے کے بارے میں چاہتے ہیں ﴿عِوَجًا﴾ ''کجی'' یعنی اس راستے کو ٹیڑھا کرنے، اسے حقیر اور عیب دار قرار دینے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کا راستہ لوگوں کے نزدیک غیر مستقیم قرار پائے۔ پس وہ باطل کی تحسین اور حق کی برائیاں بیان کرتے ہیں...... اللہ ان کا برا کرے ﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔'' ﴿اُولٰٓئِكَ لَمْ یَكُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ﴾ ''وہ لوگ نہیں تھکانے والے زمین میں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے کہیں بھاگ نہیں سکتے، کیونکہ وہ اس کی گرفت میں اور اس کے دست قدرت کے تحت ہیں ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ﴾ ''اور نہیں ہیں ان کے واسطے اللہ کے سوا کوئی دوست'' جو ان کی تکلیف دور کر سکیں یا ان کے لیے کوئی فائدہ حاصل کر سکیں، بلکہ ان کے درمیان تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے۔ ﴿یُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ﴾ ''دوگنا ہے ان کے لئے عذاب'' ان کے لیے عذاب بہت سخت ہوگا اور بڑھتا چلا جائے گا، کیونکہ انہوں نے خود اپنے آپ کو گمراہ کیا اور دوسروں کی گمراہی کا

سبب بنے۔ ﴿مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ﴾ ''نہیں طاقت رکھتے تھے وہ سننے کی'' یعنی حق کے خلاف بغض اور نفرت رکھنے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سن نہیں سکتے جس سے وہ منتفع ہو سکیں ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ○ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ○ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾ (المدثر: ۷۴/۴۹۔۵۱) ''انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں گویا وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگے ہوں۔'' ﴿وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور نہ دیکھتے تھے'' یعنی وہ عبرت اور تفکر و تدبر کی نظر سے نہیں دیکھتے جس سے وہ فائدہ اٹھا سکیں۔ وہ تو بہروں اور گونگوں کی مانند ہیں جو سوچنے سمجھنے سے محروم ہیں۔ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''وہی لوگ ہیں جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنی جانوں کو'' کیونکہ وہ سب سے بڑے ثواب سے محروم ہو گئے اور شدید ترین عذاب کے مستحق قرار پائے ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور گم ہو گیا ان سے وہ جو جھوٹ باندھتے تھے'' یعنی ان کا وہ دین، جس کی طرف یہ لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے اور جس کی یہ تحسین کیا کرتے تھے، مٹ گیا اور جب آپ کے رب کا حکم آ گیا، تو ان کے وہ جھوٹے خدا ان کے کسی کام نہ آئے جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے۔

﴿لَا جَرَمَ﴾ ''بلاشبہ'' یعنی یہ بات حق اور سچ ہے کہ ﴿اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴾ ''وہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے خسارے کو ان پر منحصر کر دیا ہے، بلکہ ان کے لیے شدید ترین خسارہ مقررہ کیا، کیونکہ ان کی حسرت اور محرومی نہایت شدید ہو گی۔ مشقت اور عذاب ان پر مستزاد ہو گا۔ ہم ان کے حال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک اور عاجزی کی انہوں نے اپنے رب کی طرف، یہی لوگ اہل

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ

جنت ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ مثال دونوں فریقوں کی مانند (مثال) اندھے اور بہرے، اور دیکھنے والے

وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ع

اور سننے والے کی ہے، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں مثال میں؟ کیا پس نہیں نصیحت حاصل کرتے تم؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے (بدبختوں کا حال اور اللہ کے ہاں ان کی جزا بیان کرنے کے بعد خوش بخت لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے) فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''جو لوگ ایمان لائے۔'' یعنی جو لوگ اپنے دل سے ایمان لائے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اصول دین اور اس کے قواعد پر ایمان لانے کا حکم دیا، تو انہوں نے ان امور کا اعتراف کیا اور ان کی تصدیق کی۔ ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور عمل نیک کیے۔'' جو اعمال قلوب، اعمال جوارح اور اقوال لسان پر مشتمل ہیں۔ ﴿وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ﴾ ''اور عاجزی کی انہوں نے اپنے رب کے سامنے'' یعنی وہ اللہ

تعالیٰ کی عظمت کے سامنے سر افگندہ ہو گئے' اس کی قوت و اقتدار کے سامنے تذلل اور انکساری اختیار کی' اپنے دل میں اس کی محبت' اس کا خوف اور اس پر امیدیں رکھتے ہوئے اس کی طرف لوٹے اور اس کے حضور اپنی عاجزی اور بے مائیگی کا اظہار کیا ﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ ''یہی'' یعنی وہ لوگ جن میں یہ تمام صفات جمع ہیں ﴿ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ ''جنتی ہیں' جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔'' کیونکہ بھلائی کا کوئی ایسا مقصد نہیں جو انہوں نے حاصل نہ کیا اور کوئی ایسی منزل نہیں جس کی طرف انہوں نے سبقت نہ کی ہو۔

﴿ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ ﴾ ''مثال دو گروہوں کی'' یعنی بدبختوں کا گروہ اور نیک بختوں کا گروہ ﴿ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ ﴾ ''اندھے اور بہرے کی مانند ہیں'' یعنی ان بدبختوں کا گروہ ﴿ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ﴾ ''اور دیکھنے' سننے والے کی مانند ہیں'' یعنی سعادت مند لوگوں کی مثل۔ ﴿ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ﴾ ''کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہو سکتے ہیں؟'' یعنی مثال میں دونوں مساوی نہیں ہیں' بلکہ دونوں کے درمیان فرق ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''پس تم کیوں دھیان نہیں دیتے'' ان اعمال کی طرف جو تمہیں فائدہ دیں اور تم انہیں بجا لاؤ اور ان اعمال کی طرف' جو تمہارے لئے نقصان دہ ہیں' پس تم ان کو چھوڑ دو۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ ۡ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو طرف اسکی قوم کی (اس نے کہا) بیشک میں تمہارے لیے ڈرانے والا ہوں ظاہر ○ یہ کہ نہ عبادت کرو تم

اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مگر اللہ ہی کی، بلاشبہ میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے ایک دردناک دن کے ○ پس کہا ان وڈیروں نے جنہوں نے کفر کیا

مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ

اس کی قوم میں سے، نہیں دیکھتے ہم تجھے مگر بشر اپنے ہی جیسا اور نہیں دیکھتے ہم تجھے کہ اتباع کیا ہو تیرا مگر ان لوگوں نے کہ وہ

اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

کمترین ہیں ہم میں سے، سرسری رائے سے اور نہیں دیکھتے ہم واسطے تمہارے اوپر اپنے کوئی فضل، بلکہ ہم تو گمان کرتے ہیں تمہیں جھوٹا ○

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

نوح نے کہا، اے میری قوم! دیکھو تو! اگر ہوں میں اوپر واضح دلیل کے اپنے رب کی طرف سے اور اس نے دی ہو مجھے رحمت (نبوت) اپنے پاس سے

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ

پھر پوشیدہ کر دی گئی ہو وہ (دلیل) تم پر تو کیا ہم (زبردستی) چپکا دیں تم پر اس (پر ایمان لانے) کو، جبکہ تم اسکو ناپسند کرتے ہو؟ ○ اور اے میری قوم! نہیں مانگتا میں تم سے

عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا

اس (تبلیغ) پر کوئی مال، نہیں ہے میرا اجر مگر اوپر اللہ کے، اور نہیں ہوں میں دھتکارنے والا ان لوگوں کو جو ایمان لائے، بیشک وہ ملنے والے ہیں

رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ

اپنے رب سے، لیکن میں دیکھتا ہوں تمہیں ایسے لوگ کہ جہالت کرتے ہو تم ○ اور اے میری قوم! کون مدد کرے گا میری اللہ (کے عذاب) سے اگر

طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ

دھتکار دوں میں انہیں؟ کیا پس نہیں نصیحت حاصل کرتے تم؟ ○ اور نہیں کہتا میں تم سے کہ میرے پاس خزانے ہیں اللہ کے، اور نہ میں جانتا ہوں

الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ

غیب اور نہ میں کہتا ہوں (یہ کہ) بیشک میں فرشتہ ہوں اور نہ میں کہتا ہوں واسطے ان لوگوں کے جنہیں حقیر دیکھتی ہیں آنکھیں تمہاری کہ ہرگز نہیں

يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

دے گا انہیں اللہ بھلائی، اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ انکے دلوں میں ہے (اگر میں نے کہا تو) بلاشبہ میں اس وقت البتہ ظالموں سے ہوں گا ○

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ

انہوں نے کہا اے نوح! تحقیق جھگڑا کیا تو نے ہم سے اور خوب کیا تو نے جھگڑا ہم سے، پس لے آ تو ہم پر وہ (عذاب) جس کا وعدہ دیتا ہے تو ہمیں، اگر ہے تو

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾

سچوں میں سے ○ نوح نے کہا، یقیناً لائے گا تم پر وہ (عذاب) اللہ ہی، اگر اس نے چاہا، اور نہیں تم (اسے) عاجز کرنے والے ○

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ

اور نہیں نفع دے گی تمہیں نصیحت میری اگر چاہوں میں یہ کہ نصیحت کروں میں تمہیں، اگر ہو اللہ چاہتا

اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ

گمراہ کرنا تمہیں وہی رب ہے تمہارا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود گھڑا ہے اس (قرآن) کو؟ کہہ دیجیے! اگر

افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ

خود گھڑا ہے میں نے اسے تو مجھ ہی پر ہے جرم میرا، اور میں بری ہوں اس سے جو تم جرم کرتے ہو ○ اور وحی کی گئی طرف نوح کی یہ بات کہ

لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ۚۖ

ہرگز کوئی نہیں ایمان لائے گا تیری قوم میں سے سوائے اس شخص کے جو ایمان لا چکا ہے (پہلے) پس مت غم کھا بوجہ اسکے جو وہ کر رہے ہیں ○

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ

اور تو بنا ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق اور مت گفتگو کرنا مجھ سے ان لوگوں کی بابت جنہوں نے ظلم (کفر) کیا بلاشبہ وہ

مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۫ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ

غرق کیے جائیں گے ○ اور بناتا تھا نوح کشتی، اور جب گزرتے اسکے پاس سے وڈیرے اسکی قوم کے تو وہ مذاق کرتے اس سے

قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ ؕ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ

نوح نے کہا، اگر تم (آج) مذاق کرتے ہو ہم سے تو بیشک ہم بھی (ایک روز) مذاق کریں گے تم سے جس طرح تم مذاق کرتے ہو ○ پس عنقریب تم جان لو گے

مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٣٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ

کون شخص ہے کہ آتا ہے اس پر ایسا عذاب جو رسوا کر دے گا اسکو (دنیا میں) اور اترے گا اس پر عذاب دائمی (آخرت میں) ○ حتی کہ جب آیا

اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ

ہمارا حکم اور جوش مارا تنور نے تو ہم نے کہا، سوار کر لے اس کشتی میں ہر قسم سے جوڑا (نر، مادہ ہر ایک سے) دو اور اپنے گھر والوں کو سوائے اس شخص کے کہ

سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿٤٠﴾ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا

پہلے گزر چکا اسکی بابت حکم اور انکو بھی جو ایمان لا چکے ہیں، اور نہ ایمان لائے تھے اسکے ساتھ مگر تھوڑے لوگ ○ اور نوح نے کہا، سوار ہو جاؤ اس کشتی میں

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤١﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ

ساتھ نام اللہ کے ہے چلنا اسکا اور ٹھہرنا اسکا، بلاشبہ میرا رب البتہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنیوالا ہے ○ اور وہ (کشتی) چلتی تھی انہیں لے کر

فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۬ وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا

ایسی موجوں میں جو پہاڑوں جیسی تھیں، اور پکارا نوح نے اپنے بیٹے کو، اور تھا وہ (سب سے) الگ تھلگ، اے عزیز بیٹے! تو (بھی) سوار ہو جا ہمارے ساتھ اور نہ

تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٢﴾ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا

ہو ساتھ کافروں کے ○ اس نے کہا، ابھی پناہ لے لیتا ہوں میں طرف کسی پہاڑ کی، وہ بچا لے گا مجھے پانی سے، نوح نے کہا نہیں

عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ

کوئی بچانے والا آج اللہ کے حکم (عذاب) سے، مگر جس پر اللہ (ہی) رحم کرے، اور حائل ہو گئی درمیان ان دونوں کے موج، پس ہو گیا وہ

مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿٤٣﴾ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ

غرق شدہ لوگوں میں سے ○ اور کہا گیا اے زمین! نگل لے تو پانی اپنا اور اے آسمان! تھم جا تو (برسنے سے) اور کم (خشک) کر دیا گیا پانی،

وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَنَادٰى

اور تمام کر دیا گیا (انکا) کام، اور کشتی جا ٹھہری اوپر جودی (پہاڑی) کے، اور کہا گیا دوری (لعنت) ہے واسطے ظالم قوم کے ○ اور پکارا

نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ

نوح نے اپنے رب کو، پس کہا اس نے، اے میرے رب! بلاشبہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے، اور بلاشبہ تیرا وعدہ حق (سچا) ہے اور تو بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

الْحٰكِمِيْنَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ

تمام فیصلہ کرنے والوں سے ○ اللہ نے کہا، اے نوح! بیشک وہ نہیں ہے تیرے اہل میں سے، بلاشبہ اس کا عمل غیر صالح ہے،

فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٤٦﴾

پس نہ سوال کر تو مجھ سے اس چیز کا کہ نہیں ہے تجھے اسکا کوئی علم، بیشک میں نصیحت کرتا ہوں تجھے یہ کہ (نہ) ہو تو جاہلوں میں سے ○

قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ

نوح نے کہا، اے میرے رب! بیشک میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ سوال کروں تجھ سے اس چیز کا کہ نہیں ہے مجھے اسکا کوئی علم اور اگر نہ مغفرت کی تو نے میری

وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ

اور (نہ) رحم کیا تو نے مجھ پر تو ہو جاؤں گا میں خسارہ پانے والوں میں سے ○ کہا گیا اے نوح! اتر تو ساتھ سلامتی کے ہماری طرف سے اور برکتوں کے

عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ

اوپر تیرے اور اوپر جماعتوں کے ان میں سے جو تیرے ساتھ ہیں اور کچھ جماعتیں ہوں گی کہ عنقریب ہم فائدہ دیں گے انہیں پھر پہنچے گا انکو ہماری طرف سے عذاب

اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا

دردناک (آخرت میں) ○ یہ کچھ خبریں ہیں غیب کی، ہم وحی کرتے ہیں انکی آپ کی طرف، نہ تھے آپ ہی جانتے ان کو اور نہ

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ ع

آپ کی قوم پہلے اس (وحی) سے، پس آپ صبر کریں، بلاشبہ (بہترین) انجام واسطے متقین ہی کے ہے ○

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا ﴾ ''اور ہم نے نوح علیہ السلام کو بھیجا۔'' یعنی ہم نے نوح علیہ السلام کو اولین رسول بنا کر بھیجا۔ ﴿ اِلٰى قَوْمِهٖ ﴾ ''ان کی قوم کی طرف۔'' جو انہیں اللہ کی طرف بلاتے تھے اور شرک سے روکتے تھے۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''میں تم کو کھول کھول کر ڈر سنانے آیا ہوں۔'' یعنی میں نے جس چیز سے تمہیں ڈرایا ہے اسے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے جس سے اشکال زائل ہو گیا۔ ﴿ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ﴾ ''کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔'' یعنی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی عبادت کو خالص کرو اور تمام باطل معبودوں کو چھوڑ دو جن کی بندگی کی جاتی ہے۔ ﴿ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴾ ''مجھے تمہاری نسبت دردناک عذاب کا اندیشہ ہے۔'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم نہیں کرتے اور میری اطاعت نہیں کرتے تو مجھے تم پر دردناک عذاب کا ڈر ہے۔ ﴿ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ ﴾ ''تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے۔'' یعنی جناب نوح علیہ السلام کی قوم کے اشراف اور روسا نے آپ کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے کہا۔ جیسا کہ ان جیسے دیگر لوگوں کی عادت رہی ہے۔ وہ اولین لوگ تھے جنہوں نے رسولوں کی دعوت کو رد کیا اور کہنے لگے:

﴿ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ﴾ ''ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا انسان دیکھتے ہیں'' ان کے زعم کے مطابق یہ مانع تھا جو انہیں نوح علیہ السلام کی اتباع سے روکتا تھا حالانکہ نفس الامر میں ان کی دعوت حق اور صواب تھی اس کے علاوہ رسول کا کچھ اور ہونا مناسب ہی نہیں' کیونکہ انسان ہی سے انسان علم حاصل کر سکتا ہے اور اپنے ہر معاملے میں وہ صرف انسان کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اس کے برعکس وہ فرشتوں سے سیکھ سکتا ہے نہ ان کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

﴿ وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا ﴾ ''اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیرو وہی لوگ ہوئے ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں۔'' یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے صرف ان لوگوں نے تیری پیروی کی ہے جو ہم میں سے (بزعم خود) رذیل اور گھٹیا لوگ ہیں...... حالانکہ وہ' درحقیقت' اشراف اور عقل مند لوگ تھے یہ وہ لوگ تھے

جو حق کے سامنے سرافگندہ ہو گئے تھے' یہ وہ رذیل لوگ نہ تھے جن کو اشرافیہ کہا جاتا تھا جو ہر سرکش شیطان کے پیچھے لگ جاتے تھے جنہوں نے پتھروں اور درختوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ جن کا یہ لوگ تقرب حاصل کرتے تھے اور جن کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔ کیا آپ ان سے زیادہ رذیل اور ان سے بڑھ کر خسیس کہیں اور دیکھ سکتے ہیں؟ ﴿ بَادِيَ الرَّاْيِ ﴾ ''سرسری نظر والے'' یعنی یہ لوگ بغیر سوچے سمجھے تیری پیروی کرتے ہیں' بلکہ محض تیرے دعوت دینے پر ہی تیری اتباع کرتے ہیں...... یعنی ان کی مراد یہ تھی کہ یہ لوگ اپنے معاملے میں بصیرت سے محروم ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ واضح حق وہ ہے جس کی طرف عقل بدیہی طور پر دعوت دیتی ہے اور یہ مجرد اس چیز کے ذریعے سے حق معلوم کرتے ہیں جس کے ذریعے سے عقل رکھنے والے لوگ معلوم کرتے اور اس کی تحقیق کرتے ہیں۔ حق کا معاملہ ان خفیہ امور کی مانند نہیں ہے جو کسی گہرے سوچ بچار اور طویل غور و فکر کے محتاج ہوتے ہیں۔ ﴿ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ ﴾ ''اور ہم تم میں اپنے اوپر کسی طرح کی فضیلت نہیں دیکھتے۔'' یعنی ہمارے خیال میں تم ہم پر کوئی فضیلت نہیں رکھتے کہ ہم تمہاری اطاعت کریں ﴿ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴾ ''بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا گمان کرتے ہیں'' انہوں نے اس بارے میں جھوٹ بولا تھا' کیونکہ وہ ایسی نشانیاں اور معجزات دیکھ چکے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی تائید کے لیے نازل فرمایا تھا' جو آپ کی صداقت پر انہیں قطعی یقین فراہم کرتی تھیں۔

﴿ قَالَ ﴾ بناء بریں نوح علیہ السلام نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ ﴾ ''اے میری قوم! اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے'' یعنی جزم و یقین پر۔ معنی یہ ہے کہ نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کامل رسول اور ایسے مقتدیٰ تھے جن کی پیروی بڑے بڑے عقل مند کرتے تھے جن کی عقل کے سامنے بڑے بڑے عقل مندوں کی عقل مضمحل ہو جاتی تھی۔ درحقیقت وہ سچے تھے' لہٰذا جب وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل رکھتا ہوں تو گواہی اور تصدیق کے لیے' تمہیں یہی قول کافی ہے۔ ﴿ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ ﴾ ''اور دی ہے اس نے مجھے رحمت اپنی طرف سے'' یعنی اس نے میری طرف وحی کی' مجھے رسول بنا کر مبعوث کیا اور مجھے ہدایت سے نوازا ہے۔ ﴿ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ﴾ ''پھر اسے تمہاری آنکھ سے مخفی رکھا'' یعنی جن کی حقیقت تم پر پوشیدہ ہو گئی اس لیے تم اسے قبول کرنے کے لیے نہ اٹھے۔ ﴿ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا ﴾ ''کیا ہم تمہیں اس چیز کو قبول کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں'' جو ہمارے نزدیک محقق ہے اور تم اس میں شک کرتے ہو؟ ﴿ وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴾ ''جب کہ تم اسے ناپسند کرتے ہو'' یہاں تک کہ تم اس چیز کو ٹھکرانے کے حریص ہو جو میں لایا ہوں۔ یہ چیز ہمیں کوئی نقصان دے سکتی ہے نہ ہمارے یقین میں قادح ہے اور نہ تمہارا بہتان اور ہم پر تمہاری افترا پردازی ہمیں ہمارے راستہ سے ہٹا سکتی ہے۔ اس کی غایت و انتہا تو صرف یہ ہے کہ وہ تمہیں اس راستے سے روک دے گی اور حق کے لیے تمہاری عدم اطاعت کی موجب ہوگی جسے تم باطل سمجھتے ہو۔

جب حالت اس انتہا کو پہنچ جائے تو ہم تمہیں اس چیز پر مجبور کرنے کی قدرت نہیں رکھتے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور نہ ہم وہ چیز تم پر لازم کر سکتے ہیں جس سے تم نفرت کرتے ہو۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ اَنُلۡزِمُكُمُوۡهَا وَاَنۡتُمۡ لَهَا كٰرِهُوۡنَ ﴾ ''کیا ہم اس کے لیے تمہیں مجبور کر سکتے ہیں جب کہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔''

﴿ وَيٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مَالًا ﴾ ''اے میری قوم میں اس کے بدلے تم سے مال و زر کا خواہاں نہیں ہوں۔'' یعنی میں تمہیں دعوت دینے پر تم سے کوئی مال اجر کے طور پر نہیں مانگتا جسے تم بوجھ سمجھو۔ ﴿ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ﴾ ''میرا اجر تو صرف اللہ کے ذمے ہے'' اور گویا کہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ وہ کمزور بے مایہ اہل ایمان کو اپنے پاس سے اٹھا دیں۔ اس لئے آپ نے فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں میں انہیں نکالنے والا نہیں ہوں۔'' یعنی میرے لئے مناسب ہے نہ مجھے یہ زیب دیتا ہے کہ میں ان کو دھتکار دوں' بلکہ میں نہایت عزت و اکرام اور تعظیم کے ساتھ ان کا استقبال کروں گا۔ ﴿ اِنَّهُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّهِمۡ ﴾ ''وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں'' پس وہ انہیں ان کے ایمان اور ان کے تقویٰ کے بدلے نعمتوں بھری جنت عطا کرے گا۔ ﴿ وَلٰـكِنِّىۡۤ اَرٰٮكُمۡ قَوۡمًا تَجۡهَلُوۡنَ ﴾ ''لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم نادان لوگ ہو'' کیونکہ تم مجھے اولیاء اللہ کو دھتکارنے اور اپنے سے دور کرنے کا حکم دیتے ہو اور تم نے حق کو اس لئے رد کر دیا ہے' کیونکہ وہ حق کی اتباع کرتے ہیں' اور اس لیے بھی کہ تم حق کا ابطال کرنے کے لیے اس قسم کا استدلال کرتے ہو کہ میں تم جیسا ایک بشر ہوں اور یہ کہ ہمیں تم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔

﴿ وَيٰقَوۡمِ مَنۡ يَّنۡصُرُنِىۡ مِنَ اللّٰهِ اِنۡ طَرَدْتُّهُمۡ ﴾ ''اور اے میری قوم! اگر میں ان کو دھتکار دوں تو کون مجھے اللہ سے چھڑائے گا؟'' یعنی مجھے اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا۔ کیونکہ ان کو دھتکارنا اللہ کے عذاب کا موجب ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ ﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴾ ''کیا تم نصیحت نہیں حاصل کرتے۔'' یعنی کیا تم اس چیز سے نصیحت نہیں پکڑتے جو تمہارے لئے زیادہ فائدہ مند اور زیادہ درست ہے اور کیا تم ان معاملات پر تدبر نہیں کرتے؟ ﴿ وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَـكُمۡ عِنۡدِىۡ خَزَآئِنُ اللّٰهِ ﴾ ''اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں'' یعنی میری انتہا یہ ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہوں' میں تمہیں خوشخبری سناتا ہوں اور تمہیں برے انجام سے ڈراتا ہوں' اس کے علاوہ میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں ہیں کہ میں ان میں تصرف کروں جس کو چاہوں عطا کروں اور جس کو چاہوں محروم کر دوں۔ ﴿ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ ﴾ ''اور میرے پاس غیب کا علم بھی نہیں'' کہ میں تمہارے سینے کے بھیدوں اور تمہارے ''رازِ دروں'' کے بارے میں تمہیں آگاہ کر سکوں۔ ﴿ وَلَاۤ اَقُوۡلُ اِنِّىۡ مَلَكٌ ﴾ ''اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں'' یعنی میں اپنے مرتبہ سے بڑھ کر کسی مرتبہ کا دعویٰ نہیں کرتا۔ نہ میں اس کے سوا کسی منزلت کا دعویٰ کرتا ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے

مجھے فائز کیا ہے اور نہ میں لوگوں کے بارے میں اپنے ظن اور گمان کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہوں۔

﴿ وَلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ ﴾ ''اور نہ میں کہتا ہوں کہ جو لوگ تمہاری آنکھوں میں حقیر ہیں'' یعنی وہ کمزور اہل ایمان جن کو کافر سرداران قوم حقیر سمجھتے تھے۔ ﴿ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''اللہ ان کو ہرگز بھلائی نہ دے گا۔ اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے'' اگر وہ اپنے ایمان میں سچے ہیں تو ان کے لیے خیر کثیر ہے اور اگر وہ اپنے دعوائے ایمان میں جھوٹے ہیں تو ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

﴿ اِنِّىْٓ اِذًا ﴾ ''بے شک میں تب'' یعنی اگر میں نے تم سے اس بارے میں کچھ کہا جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے ﴿ لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''ظالموں میں سے ہوں گا'' یہ نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو اس بات سے مایوس کر دینا ہے کہ وہ کمزور اہل ایمان کو اپنے سے دور کریں یا ان کو ناراض کر لیں اور اپنی قوم کو ایسے طریقوں سے سمجھانے کی کوشش ہے جو ایک انصاف پسند شخص کو سمجھنے پر آمادہ کر سکتے ہیں۔

جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت نوح علیہ السلام ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے سے باز نہیں آتے اور وہ نوح علیہ السلام سے اپنا مقصد حاصل نہ کر سکے تو انہوں نے نوح علیہ السلام سے کہا: ﴿ يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''اے نوح! تو نے ہم سے جھگڑا کیا اور خوب جھگڑا کیا' اب لے آ جو تو ہم سے وعدہ کرتا ہے' اگر تو سچا ہے'' وہ کتنے جاہل اور کتنے گمراہ تھے کہ انہوں نے اپنے خیر خواہ نبی سے یہ بات کہی۔ اگر وہ سچے تھے تو انہوں نے یہ کیوں نہ کہا ''اے نوح! (علیہ السلام) آپ نے ہماری خیر خواہی کی' ہم پر شفقت فرمائی اور ایسے معاملے کی طرف ہمیں دعوت دی ہے جو ہمارے سامنے نہیں' ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس معاملے کو ہمارے سامنے اچھی طرح واضح کر دیں' تاکہ ہم اس کی پیروی کر سکیں ورنہ آپ تو اپنی خیر خواہی پر شکریہ کے مستحق ہیں''...... تو یہ اس شخص کے لیے انصاف پر مبنی جواب ہوتا جس نے ایک ایسے امر کی طرف دعوت دی ہے جو اس پر مخفی رہ گیا ہے۔

مگر وہ تو اپنے قول میں سخت جھوٹے اور اپنے نبی کے خلاف جسارت کرنے والے تھے۔ ان کا حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو کسی دلیل اور حجت کی بنا پر رد کرنا تو کجا' کوئی ادنیٰ سا شبہ بھی نہ تھا جس کی بنیاد پر انہوں نے اس دعوت کو رد کیا۔ بنا بریں وہ اپنی جہالت اور ظلم کی وجہ سے عذاب کے مطالبے میں جلدی مچانے اور اللہ جل شانہ کو عاجز قرار دینے لگے۔ اس لئے نوح علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَاۗءَ ﴾ ''اس کو تو اللہ ہی چاہے گا تو نازل کرے گا۔'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت نے تم پر عذاب نازل کرنے کا تقاضا کیا' تو وہ ضرور ایسا کرے گا۔ ﴿ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴾ ''اور تم اس (اللہ تعالیٰ) کو عاجز اور بے بس نہیں کر سکتے'' اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو میرے ہاتھ میں اس امر کا کوئی اختیار نہیں۔

﴿ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ﴾ ''اور نہیں نفع دے گی تم کو میری نصیحت' اگر میں تم کو نصیحت کرنا چاہوں' اگر اللہ کا ارادہ تمہیں گمراہ کرنے کا ہو' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارادہ غالب ہے' کیونکہ اگر وہ تمہیں تمہارے حق کو ٹھکرا دینے کی پاداش میں گمراہ کر دے اور خواہ میں پوری کوشش کے ساتھ تمہاری خیر خواہی کروں...... اور جناب نوح علیہ السلام نے ایسا کیا بھی...... تب بھی میری یہ کوشش تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔ ﴿ هُوَ رَبُّكُمْ ﴾ ''وہ تمہارا رب ہے'' تمہارے ساتھ وہی کچھ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے ﴿ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' پس وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ﴾ ''کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے'' اس ضمیر میں اس امر کا احتمال ہے کہ وہ نوح علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہو جیسا کہ پورا سیاق ان کی قوم کے ساتھ ان کے معاملے کے بارے میں ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ کہتے تھے کہ نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر افتراء پردازی کی ہے اور جھوٹ بولا ہے کہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی ہے اور اللہ نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ یہ کہہ دے۔ ﴿ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴾ ''کہہ دیجیے' اگر میں نے اسے گھڑا ہو' تو مجھ پر ہے میرا گناہ اور میں تمہارے گناہوں سے بری ہوں'' یعنی شخص کا بوجھ خود اسی پر ہے ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾ (الانعام: ۶/۱۶۴) ''کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔

اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ضمیر کا مرجع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس صورت میں یہ آیت کریمہ' حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے قصہ کے اثنا میں' جملہ معترضہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا تعلق ایسے امور سے ہے جنہیں انبیاء کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا شروع کیا اور یہ قصہ ان نشانیوں میں سے تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور رسالت پر دلالت کرتی ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی تکذیب کا ذکر فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ پوری طرح کھول کھول کر آیات بیان فرمائیں چنانچہ فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ﴾ ''کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔'' یعنی قرآن کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ یہ انتہائی عجیب اور باطل ترین قول ہے' کیونکہ انہیں علم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ سکتے ہیں نہ پڑھ سکتے ہیں' اہل کتاب کے علوم سیکھنے کے لیے آپ نے کہیں سفر بھی نہیں کیا' بایں ہمہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کتاب پیش کی اور جس کے بارے میں کفار کو مقابلے کی دعوت دی کہ اس جیسی ایک سورت ہی بنا لائیں۔ اس کے باوجود اگر وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ افترا اور بہتان ہے تو معلوم ہوا کہ وہ درحقیقت' حق سے عناد رکھتے ہیں' لہٰذا ان کے ساتھ بحث کرنے اور دلیل دینے کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہا' بلکہ ان حالات میں مناسب یہی ہے کہ آپ ان سے کنارہ کشی کریں۔ اس لئے فرمایا: ﴿ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ ﴾

''کہہ دیجیے کہ اگر میں نے اسے گھڑا ہو تو مجھ پر ہے اس کا گناہ۔'' یعنی میرا گناہ اور میرا جھوٹ میرے ذمہ ہے ﴿ وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴾ ''اور جو گناہ تم کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔'' پھر تم مجھے جھٹلانے پر کیوں اصرار کر رہے ہو۔

﴿ وَ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ ﴾ ''نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تیری قوم میں سے ایمان نہیں لائے گا، مگر جو ایمان لا چکا'' یعنی یہ لوگ پتھر دل ہو گئے ہیں۔ ﴿ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴾ ''پس آپ غم نہ کریں ان کاموں پر جو وہ کر رہے ہیں'' یعنی آپ غم زدہ نہ ہوں اور نہ ان کے کرتوتوں کی کوئی پروا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہے اور اس نے ان کو ایسے عذاب کا مستحق ٹھہرا دیا ہے جس کو ٹالا نہیں جا سکتا۔ ﴿ وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا ﴾ ''اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے روبرو بناؤ۔'' یعنی ہماری حفاظت میں ہمارے سامنے اور ہماری مرضی کے مطابق کشتی بنائیں۔ ﴿ وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ﴾ ''اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے گفتگو نہ کرنا'' یعنی ان کی ہلاکت کے بارے میں ہمارے ساتھ گفتگو نہ کریں۔ ﴿ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴾ ''بے شک یہ غرق ہوں گے'' یعنی وہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں اور ان پر تقدیر کا فیصلہ نافذ ہو چکا ہے۔ نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور کشتی بنانا شروع کر دی ﴿ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ ﴾ ''جب بھی سرداران قوم ان کے پاس سے گزرتے'' اور ان کو کشتی بناتے ہوئے دیکھتے ﴿ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا ﴾ ''تو مذاق کرتے اس سے، نوح نے کہا اگر تم مذاق کرتے ہو ہم سے'' یعنی اب اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو ﴿ فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴾ ''تو ہم بھی مذاق کریں گے تم سے، جیسے تم مذاق کرتے ہو۔ اب جلد جان لو گے کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور اترتا ہے اس پر دائمی عذاب'' یعنی ہم پر یہ عذاب نازل ہوگا یا تم پر؟ اور جب ان پر عذاب نازل ہوا تو انہیں معلوم ہو گیا۔

﴿ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا ﴾ ''یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا۔'' یعنی جب وہ وقت آ گیا جو ہم نے ان پر نزول عذاب کے لیے مقرر کیا تھا۔ ﴿ وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ﴾ ''اور جوش مارا تنور نے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے زوردار بارش سے آسمان کے دہانے کھول دیے اور تمام روئے زمین پر جا بجا پانی کے چشمے جاری کر دیے حتیٰ کہ تنوروں سے بھی پانی ابلنے لگا جو کہ عادۃً آگ کا مقام ہے اور وہاں پانی کا ہونا بعید تر بات ہے۔ تنوروں میں بھی چشمے پھوٹ پڑے اور پانی اس کام کے لیے جمع ہو گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔ ﴿ وَ قُلْنَا ﴾ ''اور ہم نے کہا۔'' یعنی ہم نے نوح علیہ السلام سے کہا ﴿ احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ ﴾ ''ہر قسم میں سے جوڑا جوڑا اس میں سوار کر لیں۔'' یعنی تمام مخلوقات میں سے ہر صنف کا ایک جوڑا، یعنی نر اور مادہ کشتی پر سوار کر لیں، تاکہ تمام مخلوقات کی اصل باقی رہے۔ رہا جوڑے سے

زائد جانور سوار کرنا تو کشتی ان تمام جانوروں کو لا دلینے کی گنجائش نہیں رکھتی۔ ﴿ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو' مگر جس پر سبقت کر گیا ہے حکم'' اور ان لوگوں کو چھوڑ کر جو کافر ہیں' مثلاً نوح علیہ السلام کا بیٹا جو غرق ہوا' اپنے گھر والوں کو بھی کشتی میں سوار کرلیں۔ ﴿ وَمَنْ اٰمَنَ ﴾ ''اور سب ایمان والوں کو'' ﴿ وَ ﴾ اور حال یہ ہے کہ ﴿ مَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴾ ''ان کے ساتھ بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔'' ﴿ وَقَالَ ﴾ اور نوح علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا جن کو سوار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ ﴿ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ﴾ ''اس میں سوار ہو جاؤ' اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور ٹھہرنا'' یعنی وہ اللہ کے نام پر بہتی چلی جا رہی تھی اور اسی کے حکم سے لنگر انداز ہوتی تھی ﴿ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔'' کیونکہ اس نے ہمیں بخش دیا' ہمیں اپنی رحمت سے نوازا اور ظالموں کی قوم سے ہمیں نجات دی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کشتی کے تیرنے کا وصف اس طرح بیان فرمایا گویا ہم اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ﴿ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ ﴾ ''اور وہ ان کو لے کر چلنے لگی۔'' یعنی کشتی نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو لے کر تیر رہی تھی۔ ﴿ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ﴾ ''پہاڑوں جیسی لہروں میں'' اور اللہ تعالیٰ کشتی اور کشتی میں سوار لوگوں کی حفاظت کر رہا تھا۔ ﴿ وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ ﴾ ''اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا'' یعنی جب نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہو گئے تو اسے بلایا' تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ سوار ہو جائے۔ ﴿ وَكَانَ ﴾ ''اور وہ تھا۔'' یعنی نوح علیہ السلام کا بیٹا ﴿ فِيْ مَعْزِلٍ ﴾ ''الگ'' یعنی کشتی والوں سے علیحدہ دور فاصلے پر تھا۔ نوح علیہ السلام چاہتے تھے وہ قریب آ کر کشتی میں سوار ہو جائے۔ اس لئے نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: ﴿ يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو'' ورنہ ان پر نازل ہونے والا عذاب تجھے بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ ﴿ قَالَ ﴾ ''اس نے کہا۔'' یعنی نوح علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے باپ کے قول ''عذاب سے صرف وہی نجات پائے گا جو کشتی میں سوار ہوگا......'' کی تکذیب کرتے ہوئے کہا: ﴿ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ﴾ ''میں پہاڑ سے جا لگوں گا کہ وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔'' یعنی میں کسی پہاڑ پر چڑھ کر پانی سے محفوظ ہو جاؤں گا۔ ﴿ قَالَ ﴾ نوح علیہ السلام نے کہا: ﴿ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ﴾ ''آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں' مگر جس پر وہی رحم کرے'' کوئی پہاڑ وغیرہ کسی کو بچا نہیں سکے گا۔ اگر کوئی اس پانی سے بچنے کے لیے ممکن حد تک بڑے سے بڑے سبب اختیار کر لے تب بھی اگر اللہ تعالیٰ اسے نہ بچائے تو وہ بچ نہیں سکتا۔

﴿ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ ﴾ ''اور حائل ہو گئی دونوں کے درمیان موج' پس ہو گیا وہ'' یعنی بیٹا ﴿ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴾ ''ڈوبنے والوں میں۔''

﴿ وَ ﴾ ''اور'' جب اللہ تعالیٰ نے ان کو سیلاب میں غرق کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بچا

لیا ﴿ قِيلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ ﴾ ''حکم دیا گیا' اے زمین ! نگل لے اپنا پانی'' یعنی وہ تمام پانی نگل لے جو تجھ سے خارج ہوا تھا اور تیری سطح پر آسمان سے نازل ہوا ﴿ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ ﴾ ''اور اے آسمان! تھم جا'' پس زمین اور آسمان دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ زمین نے اپنا پانی نگل لیا اور آسمان تھم گیا۔ ﴿ وَغِيْضَ الْمَآءُ ﴾ ''اور سکھا دیا گیا پانی'' یعنی پانی زمین میں جذب ہوگیا ﴿ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ﴾ ''اور ہو چکا کام'' یعنی جھٹلانے والوں کی ہلاکت اور اہل ایمان کی نجات کا فیصلہ چکا دیا گیا۔ ﴿ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ ﴾ ''اور وہ ٹھہر گئی کوہ جودی پر'' یعنی کشتی 'جودی' پر لنگر انداز ہوگئی جو سر زمین موصل میں ایک معروف پہاڑ ہے۔ ﴿ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''اور کہا گیا' دوری ہو ظالم لوگوں کے لئے'' ان کی ہلاکت پر لعنت' اللہ کی رحمت سے دوری اور پھٹکار ان کے پیچھے لگا دی گئی جو ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی۔

﴿ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ ﴾ ''اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا' بے شک میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے' اور تیرا وعدہ سچا ہے'' اور تو نے مجھ سے فرمایا تھا: ﴿ احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ ﴾ ''ہر قسم کے جانداروں میں سے جوڑا جوڑا کشتی میں سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی'' اور تو نے جو وعدہ مجھ سے کیا ہے' تو اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

شاید کہ نوح علیہ السلام کی شفقت پدری نے جوش مارا ہو' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گھر والوں کو بچانے کا وعدہ کیا تھا' تو نوح علیہ السلام نے سمجھا کہ یہ وعدہ تمام لوگوں کو شامل ہے خواہ وہ ایمان لائے ہوں یا نہ لائے ہوں' اس لئے انہوں نے اپنے رب سے یہ دعا مانگی۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے دعا مانگتے ہوئے تمام معاملہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے سپرد کر دیا اور عرض کیا: ﴿ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴾ ''اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔''

﴿ قَالَ ﴾ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ﴾ ''وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے'' یعنی ان اہل خانہ میں سے' جن کی نجات کا میں نے وعدہ کیا تھا۔ ﴿ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ﴾ ''بے شک اس کے عمل صحیح نہیں ہیں'' یعنی یہ دعا تو نے ایک ایسے کافر کی نجات کے لیے کی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتا۔ ﴿ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ ''پس جس کی بابت تجھے علم نہ ہو' اس کا مجھ سے سوال نہ کر'' یعنی جس کی عاقبت اور انجام کا تجھ کو علم نہیں کہ آیا اس کا انجام اچھا ہے یا برا۔ ﴿ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ ''میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ نادان نہ بن۔'' یعنی میں تجھ کو ایسی نصیحت کرتا ہوں جس پر عمل کر کے تو کاملین میں شمار ہوگا اور جاہلین کی صفات سے نجات حاصل کرے گا۔

اس وقت نوح علیہ السلام اپنی دعا پر سخت نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ ''اے میرے رب! میں اس

بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے ایسی چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہ ہو اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ کیا' تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا'' پس مغفرت اور رحمت بندے کو خسارے والے لوگوں میں شامل ہونے سے بچاتی ہے۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ نوح علیہ السلام کو معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے (کافر) بیٹے کی نجات کے لیے دعا کرنا حرام ہے اور ان کا بیٹا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں داخل ہے۔ ﴿وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾ ''ظالموں کے بارے میں مجھ سے گفتگو نہ کرنا کہ وہ سب غرق ہوں گے۔'' بلکہ نوح علیہ السلام کے نزدیک دونوں امور متعارض ہو گئے اور وہ سمجھے کہ ان کا بیٹا ﴿اَهْلَكَ﴾ کے حکم میں داخل ہے اور بعد میں ان پر واضح ہوا کہ ان کا بیٹا ان لوگوں میں شامل ہے جن کے لیے بخشش کی دعا اور گفتگو کرنے سے روکا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَعَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ﴾ ''حکم ہوا اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اترو اور برکتوں کے ساتھ' تجھ پر اور ان گروہوں پر جو تیرے ساتھ ہیں'' یعنی انسانوں کے علاوہ حیوانوں کے وہ جوڑے جو نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ کشتی میں سوار کیے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سب میں برکت ڈال دی حتیٰ کہ انہوں نے روئے زمین کو اس کے کناروں تک بھر دیا۔

﴿وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ﴾ ''اور دوسرے گروہ ہیں جن کو ہم فائدہ دیں گے'' یعنی دنیا میں ہم انہیں متمتع ہونے دیں گے۔ ﴿ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ ''پھر پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب'' یعنی یہ نجات دینا' ہمارے لیے اس بات میں مانع نہیں ہوگا کہ اگر اس کے بعد کوئی شخص کفر کا ارتکاب کرے گا' تو ہم اس پر عذاب نازل کریں' بلکہ اگر ان کو تھوڑی مدت کے لیے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے گا' تو اس کے بعد ان کا مواخذہ بھی کیا جائے گا۔

یہ مبسوط قصہ بیان کرنے کے بعد...... جسے اس شخص کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا جسے اللہ نے اپنی رسالت سے نوازا ہے...... اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا: ﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾ ''یہ غیب کی خبریں ہیں ہم یہ آپ کی طرف وحی کرتے ہیں نہ آپ کو ان کی خبر تھی نہ آپ کی قوم کو اس سے پہلے'' کہ آپ کی قوم یہ کہتی کہ یہ تو (محمد ﷺ) پہلے ہی جانتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کیجیے اور اس کا شکر ادا کیجیے' اپنے موقف' یعنی دین قیم' صراط مستقیم اور دعوت دین پر نہایت ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہیے۔ ﴿اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ ''بے شک اچھا انجام پرہیزگاروں کا ہے۔'' یعنی وہ لوگ جو شرک اور دیگر تمام گناہوں سے بچتے ہیں۔ آپ کی قوم کے مقابلے میں آپ کا انجام اسی طرح اچھا ہے جس طرح نوح علیہ السلام کی قوم کے مقابلے میں نوح علیہ السلام کا انجام اچھا تھا۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ
اور (بھیجا ہم نے) طرف عاد کی انکے بھائی ہود کو اس نے کہا، اے میری قوم! تم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود سوائے اسکے،
اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝۵۰ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي الَّذِيْ
نہیں ہو تم مگر جھوٹ گھڑنے والے ۝ اے میری قوم! نہیں سوال کرتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کسی اجر کا نہیں ہے اجر میرا مگر اوپر اس ذات کے
فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۵۱ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ
جس نے پیدا کیا مجھے، کیا پس نہیں عقل رکھتے تم؟ ۝ اور اے میری قوم! مغفرت طلب کرو تم اپنے رب سے پھر توبہ کرو اسی کی طرف، وہ بھیجے گا
السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۵۲
بادل اوپر تمہارے خوب برسنے والے اور بڑھادے گا تمہیں قوت میں ساتھ تمہاری (موجودہ) قوت کے، اور مت روگردانی کرو مجرم بن کر ۝
قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا
انہوں نے کہا، اے ہود! نہیں لایا تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل، اور نہیں ہیں ہم چھوڑنے والے اپنے معبودوں کو تیرے کہنے سے، اور نہیں ہیں
نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۳ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْۗءٍ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ
ہم تجھ پر ایمان لانے والے ۝ نہیں کہتے ہم مگر یہ کہ مبتلا کر دیا ہے تجھے کسی ہمارے معبود نے برائی (خلل دماغ) میں، ہود نے کہا، بیشک میں
اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝۵۴ۙ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ
گواہ بناتا ہوں اللہ کو اور تم بھی گواہ رہو کہ بیشک میں بری ہوں ان سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو ۝ سوائے اللہ کے، پس تدبیر کرو تم مجھے نقصان پہنچانے کی
جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝۵۵ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَي اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَاۗبَّةٍ
سب مل کر پھر نہ مہلت دو تم مجھے ۝ بیشک میں نے بھروسہ کیا ہے اوپر اللہ کے، جو رب ہے میرا اور رب ہے تمہارا، نہیں کوئی چلنے والا جاندار (زمین پر)
اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۶ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ
مگر اللہ پکڑے ہوئے ہے پیشانی اس کی، بلاشبہ میرا رب اوپر سیدھے راستے کے ہے ۝ پس اگر روگردانی کرو تم، تو تحقیق
اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا
پہنچا دی ہے میں نے تمہیں وہ چیز کہ بھیجا گیا ہوں میں ساتھ اسکے تمہاری طرف اور (تمہارا) جانشین بنادے گا میرا رب ایک اور قوم کو سوائے تمہارے، اور نہ
تَضُرُّوْنَهٗ شَـيْـــًٔـا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝۵۷ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا
نقصان پہنچا سکو گے تم اسے کچھ بھی، بلاشبہ میرا رب اوپر ہر چیز کے نگہبان ہے ۝ اور جب آ گیا حکم (عذاب) ہمارا تو
نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ
نجات دی ہم نے ہود کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے ساتھ اس کے، اپنے فضل سے، اور نجات دی ہم نے انہیں عذاب
غَلِيْظٍ ۝۵۸ وَتِلْكَ عَادٌ ڐ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ
شدید سے ۝ اور یہ عاد ہیں، انہوں نے انکار کیا تھا آیتوں کا اپنے رب کی، اور نافرمانی کی اللہ کے رسولوں کی اور پیروی کی انہوں نے حکم کی

كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٥٩﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ

ہر سرکش عناد رکھنے والے کے ○ اور پیچھے لگائے گئے وہ اس دنیا میں لعنت اور دن قیامت کے بھی، آگاہ رہو!

اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿٦٠﴾ ع ۵

بلاشبہ عاد (قوم) نے انکار کیا اپنے رب کا 'سن لو! دوری ہے واسطے عاد، قوم ہود کے ○

﴿وَاِلٰى عَادٍ﴾ ''اور عاد کی طرف'' یعنی ہم نے عاد کی طرف مبعوث کیا ''عاد'' ایک معروف قبیلہ تھا جو سرزمین یمن میں وادی احقاف میں آباد تھا۔ ﴿اَخَاهُمْ﴾ ''ان کے بھائی۔'' نسب میں ان کے بھائی ﴿هُوْدًا﴾ ''ہود کو'' تاکہ وہ ان سے علم حاصل کر سکیں۔ ﴿قَالَ﴾ ہود علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ﴾ ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو' تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم بہتان باندھتے ہو'' یعنی ہود علیہ السلام نے ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا اور ان کو غیر اللہ کی عبادت کرنے سے منع کیا اور انہیں آگاہ کیا کہ انہوں نے غیر اللہ کی عبادت کو اختیار کر کے اور اس کو جائز قرار دے کر اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی کی ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے وجوب اور ماسوا کی عبادت کے فساد کو واضح فرمایا۔ پھر اطاعت کے راستے پر گامزن ہونے سے کسی چیز کے مانع نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ ''اے میری قوم! میں اس کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔'' یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے میں تمہارے اموال میں سے کوئی تاوان وصول نہیں کرتا کہ تمہیں کہنا پڑے ''یہ ہمارے مال ہتھیانا چاہتا ہے'' میں تو تمہیں بغیر کسی معاوضہ کے اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں اور تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔ ﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''میرا اجر تو اس ذات کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا' کیا پس تم نہیں سمجھتے'' یعنی جس چیز کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کیا تم اسے سمجھتے نہیں کہ یہ قبولیت کی موجب ہے اس کو قبول کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ﴾ ''اور اے میری قوم! اپنے رب سے بخشش طلب کرو۔'' یعنی جو گناہ تم سے سرزد ہو چکے ہیں ان پر اپنے رب سے بخشش طلب کرو۔ ﴿ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ ''پھر اس کے آگے توبہ کرو۔'' یعنی آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔ جب تم توبہ کرو گے ﴿يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا﴾ ''وہ تم پر موسلا دھار مینہ برسائے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ بکثرت بارش سے نوازے گا جس سے زمین سرسبز و شاداب ہو گی اور رزق میں اضافہ ہو گا۔ ﴿وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ﴾ ''اور زیادہ کرے گا تم کو قوت پر قوت میں'' کیونکہ وہ سب سے طاقت ور لوگ تھے۔ اسی لئے انہوں نے کہا تھا: ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ (حمٰ السجدة: ۱۵/٤١) ''ہم سے زیادہ کون طاقتور ہے'' پس اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر وہ ایمان

لے آئیں تو وہ ان کی قوت میں اور اضافہ کر دے گا۔ ﴿وَلَا تَتَوَلَّوْا﴾ ''اور روگردانی نہ کرو۔'' یعنی اپنے رب سے منہ نہ موڑو ﴿مُجْرِمِيْنَ﴾ ''گناہ گار ہوکر'' یعنی تکبر کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ نہ موڑو اور اس کے محارم کے ارتکاب کی جسارت نہ کرو۔

﴿قَالُوْا﴾ انہوں نے ہود علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے کہا: ﴿يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ﴾ ''اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آیا'' اگر دلیل سے مراد وہ دلیل ہے جس کا وہ مطالبہ کرتے تھے تو ایسی دلیل حق کی صداقت کے لیے لازم نہیں' بلکہ لازم صرف یہ ہے کہ نبی ان کو ایسی دلیل اور ایسا ثبوت پیش کرے جو اس کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتا ہو اور اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ ہود علیہ السلام ان کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں لائے جو ان کی دعوت کی صداقت کی گواہی دیتی ہو تو اس بارے میں وہ جھوٹ کہتے ہیں' کیونکہ جب بھی کسی قوم میں کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر ایسے ایسے معجزات ظاہر کرتا ہے جو انسان کے بس میں نہیں ہوتے۔

اگر ان کے ہاتھ پر کوئی معجزہ نہ بھی ظاہر ہوا ہوتا سوائے دعوت کے جس میں دین کو اللہ وحدہ لاشریک کے لئے خالص کرنے کی تاکید ہو' نیک عمل اور اخلاق جمیلہ کا حکم دیا گیا ہو اور اخلاق مذمومہ' یعنی شرک' فواحش' ظلم اور دیگر مختلف قسم کی برائیوں سے روکا گیا ہو نیز اس کی تائید میں ہود علیہ السلام کی وہ صفات بھی ہوں جو مخلوق میں سب سے اچھے اور سب سے سچے شخص کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتیں' تو ان کی صداقت پر دلیل کے لئے یہی چیز کافی تھی...... بلکہ عقلمند لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز مجرد خرق عادت معجزات سے زیادہ بڑی نشانی ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی صداقت پر دلالت کرنے والی آیات و بینات میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ وہ فرد واحد ہے' اس کے کوئی انصار و اعوان نہیں' وہ اپنی قوم میں پکار پکار کر کہتا ہے اور ان کو عاجز کر دیتا ہے وہ کہتا ہے ﴿اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ﴾ ''میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے'' ﴿اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ﴾ ''ہود نے کہا میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان ہستیوں سے بیزار ہوں جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے پھر تم سب مل کر میرے خلاف چالیں چل لو اور مجھے مہلت نہ دو''۔ وہ دشمن ہیں ان کے پاس سطوت' غلبہ اور اقتدار ہے وہ ہر طریقے سے اس روشنی کو بجھانا چاہتے ہیں جسے ہود علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ ان دشمنوں کی کوئی پروا نہیں کرتے اور یہ ہیں کہ ہود علیہ السلام کو کوئی نقصان پہنچانے سے عاجز اور بے بس ہیں۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

کفار نے کہا: ﴿وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ﴾ ''اور ہم تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں۔'' یعنی ہم مجرد تیرے قول پر جس پر...... ان کے زعم کے مطابق...... کوئی دلیل نہیں' اپنے معبودوں کی عبادت نہیں چھوڑ سکتے ﴿وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور ہم تیرا یقین کرنے والے نہیں ہیں'' یہ ان کی طرف سے

اپنے ایمان کے بارے میں اپنے نبی ہود علیہ السلام کے ساتھ مایوسی کا اظہار تھا۔ وہ اپنے کفر میں ہمیشہ سرگرداں رہے۔

﴿إِن نَّقُولُ﴾ ہم تیرے بارے میں یہی کہتے ہیں: ﴿إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ﴾ "تجھے آسیب پہنچایا ہے ہمارے بعض معبودوں نے" یعنی ہمارے کسی معبود نے تیری عقل سلب کر کے تجھے جنون لاحق کر دیا ہے اور تو نے ہذیان بولنا شروع کر دیا ہے جو سمجھ میں نہیں آتا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے ظالموں کے دلوں پر مہر ثبت کر دی۔ انہوں نے کس طرح سب سے سچے انسان کو جو سب سے بڑا حق لے کر آیا' ایسے گھٹیا مقام پر کھڑا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خود بیان نہ کیا ہوتا' تو ایک عقل مند شخص کو ان سے اس بات کو روایت کرتے ہوئے بھی شرم آتی۔ اسی لئے ہود علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ انہیں پورا وثوق ہے کہ ان کی طرف سے یا ان کے معبودوں کی طرف سے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی' بنا بریں فرمایا: ﴿إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ○ مِن دُونِهِ فَكِيدُونِي جَمِيعًا﴾ یعنی تم سب ہر ممکن طریقے سے مجھے نقصان پہنچانے کی بھرپور کوشش کر لو ﴿ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ﴾ "پھر مجھے کوئی مہلت بھی نہ دو۔"

﴿إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ﴾ "میں نے اللہ پر توکل کیا" یعنی میں نے اپنے تمام معاملے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔ ﴿رَبِّي وَرَبِّكُم﴾ "جو میرا اور تمہارا رب ہے" یعنی وہ تمام موجودات کا خالق ہے' وہی ہے جو ہماری اور تمہاری تدبیر کرتا ہے اور وہی ہے جس نے ہماری تربیت کی ﴿مَّا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا﴾ "جو چلنے پھرنے والا ہے وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے۔" یعنی کوئی جان دار اس کے حکم کے بغیر حرکت کرتا ہے نہ ساکن ہوتا ہے۔ اگر تم سب مل کر مجھے کسی مصیبت میں مبتلا کرنے کی کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ تمہیں مجھ پر مسلط نہ کرے' تو تم اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور اگر وہ تمہیں مجھ پر مسلط کر دے تو اس میں اس کی کوئی حکمت پنہاں ہے۔

﴿إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ "بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے" یعنی میرا رب عدل و انصاف اور حکمت پر ہے وہ اپنی قضا و قدر' شرع و امر' جزا اور اپنے ثواب و عقاب میں قابل ستائش ہے اس کے افعال صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے نہیں جس کی وجہ سے اس کی حمد و ثنا کی جاتی ہے۔

﴿فَإِن تَوَلَّوْا﴾ "پس اگر تم روگردانی کرو۔" یعنی اگر تم اس چیز سے منہ موڑ لو جس کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں ﴿فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ﴾ "تو تحقیق میں پہنچا چکا تمہیں وہ پیغام جسے دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا" پس میرے ذمے تمہارے معاملے میں کوئی چیز باقی نہیں۔ ﴿وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ "اور جانشین بنائے گا میرا رب' تمہارے علاوہ کسی اور قوم کو' جو اس کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ﴿وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا﴾ 'اور تم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے" کیونکہ تمہارا ضرر تمہاری ہی طرف لوٹے گا۔ اہل معاصی کی معصیت اسے کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے نہ اہل اطاعت کی اطاعت اسے کوئی

فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا﴾ (حم السجدة: ٤١/ ٤٦) ''جو کوئی نیک کام کرتا ہے تو اپنے لئے اور جو کوئی برے کام کرتا ہے تو اس کا نقصان اسی کے لئے ہے۔'' ﴿اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ ''بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔''

﴿وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ ''اور جب ہمارا حکم آ پہنچا'' یعنی جب نامبارک ہوا کی صورت میں ہمارا عذاب آیا۔ ﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ﴾ (الذاريات: ٥١/ ٤٢) ''جس چیز پر بھی وہ چلتی تھی اسے بوسیدہ ہڈی کی مانند ریزہ ریزہ کیے دیتی تھی۔'' ﴿نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''تو ہم نے اپنی رحمت سے ہود اور اس پر ایمان لانے والوں کو نجات دی اور ہم نے ان کو سخت عذاب سے بچا لیا'' یعنی نہایت عظیم عذاب جسے اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر نازل فرمایا۔ اس عذاب نے ان کی یہ حالت کر دی کہ ان کے مساکن کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔

﴿وَتِلْكَ عَادٌ﴾ ''یہ قوم عاد تھی'' جن پر ان کے ظلم کی پاداش میں یہ عذاب نازل فرمایا' کیونکہ ﴿جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾ ''انہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کو جھٹلایا'' اور کہنے لگے: ﴿مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ﴾ ''تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آئے'' پس اس سے واضح ہوا کہ ہود علیہ السلام کی دعوت کی صداقت کے بارے میں انہیں یقین تھا' انہوں نے محض عناد کی وجہ سے اس کا انکار کیا تھا۔ ﴿وَعَصَوْا رُسُلَهٗ﴾ ''اور انہوں نے اس کے رسولوں کی نافرمانی کی۔'' یعنی انہوں نے اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کی تھی اور جو کوئی کسی ایک رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ تمام رسولوں کی نافرمانی کرتا ہے' کیونکہ تمام انبیاء و رسل کی دعوت ایک ہے۔

﴿وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ﴾ ''اور انہوں نے حکم مانا ہر اس شخص کا جو سرکش تھا'' یعنی وہ شخص جو جبر و استبداد کے ذریعے سے اللہ کے بندوں پر مسلط ہو جاتا ہے۔ ﴿عَنِيْدٍ﴾ ''سرکش'' جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ عناد رکھتا ہے۔ انہوں نے ہر خیر خواہ اور مشفق کی نافرمانی کی اور ہر دھوکے باز کی پیروی کی جو ان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔

﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً﴾ ''اور پیچھے لگی رہی ان کے اس دنیا میں پھٹکار'' پس ہر وقت اور ہر زمانے میں ان کے کرتوتوں اور بری خبروں کا لوگ ذکر کرتے رہتے ہیں اور ایسی مذمت کے ساتھ ان کو یاد کرتے ہیں جو ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ ﴿وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور قیامت کے روز بھی'' وہ ملعون ٹھہریں گے۔ ﴿اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ﴾ ''خبردار! بے شک عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا'' انہوں نے اس ہستی کا انکار کر دیا جس نے ان کو پیدا کیا' ان کو رزق دیا اور ان کی تربیت کی ﴿اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ﴾ ''سنو! ہود کی قوم عاد کے لئے دوری ہو'' یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو ہر بھلائی سے دور اور برائی سے قریب کر دیا۔

وقف لازم

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

اور (بھیجا ہم نے) طرف ثمود کی انکے بھائی صالح کو اس نے کہا' اے میری قوم! تم عبادت کرو اللہ کی نہیں واسطے تمہارے کوئی معبود

غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا

سوائے اس کے، اسی نے پیدا کیا تمہیں زمین سے اور اسی نے آباد کیا تمہیں اس میں، سو تم مغفرت طلب کرو اس سے پھر توبہ کرو

اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ

طرف اسی کی بلاشبہ میرا رب، بہت قریب ہے، (دعائیں) قبول کرنیوالا ہے ۝ انہوں نے کہا، اے صالح! تحقیق تھا تو ہم میں امیدوں کا مرکز پہلے

هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ

اس سے، کیا تو روکتا ہے ہمیں یہ کہ عبادت کریں ہم انکی جنکی عبادت کرتے تھے آباء ہمارے؟ اور بیشک ہم البتہ شک میں ہیں اس چیز سے کہ بلاتا ہے تو ہمیں

اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ

طرف اسکی، جو اضطراب میں ڈالنے والی ہے ۝ صالح نے کہا، اے میری قوم! بھلا بتلاؤ تو مجھے اگر ہوں میں اوپر واضح دلیل کے اپنے رب کی طرف سے

وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ

اور دی ہو اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت، تو کون مدد کرے گا میری اللہ (کے عذاب) سے اگر نافرمانی کروں میں اسکی؟ پس نہیں زیادہ کرو گے تم مجھ کو

غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿٦٣﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ

سوائے خسارہ دینے کے ۝ اور اے میری قوم! یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لیے نشانی، پس تم چھوڑ دو اسے کہ کھاتی (چرتی) پھرے

فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوْهَا

زمین میں اللہ کی اور نہ ہاتھ لگانا تم اسے ساتھ برائی کے، پس پکڑ لے گا تمہیں عذاب قریب ہی ۝ پس ٹانگیں کاٹ ڈالیں انہوں نے اس کی،

فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا

تو کہا صالح نے، تم فائدہ اٹھا لو اپنے گھروں میں تین دن، یہ (ایسا) وعدہ ہے نہیں جھوٹ بولا گیا ہے (اس میں) ۝ پھر جب

جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ

آ گیا حکم (عذاب) ہمارا تو نجات دی ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے ساتھ اسکے، ساتھ اپنی رحمت کے اور رسوائی سے بھی

يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

اس (قیامت کے) دن کی، بیشک آپکا رب، وہی ہے نہایت طاقتور، بہت زبردست ۝ اور آ پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا تھا چیخ نے،

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟

پس وہ ہو گئے اپنے گھروں میں اوندھے منہ گرے ہوئے ۝ گویا کہ نہ رہے تھے وہ ان (گھروں) میں، آگاہ رہو! بیشک ثمود (قوم) نے

كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ ع

انکار کیا اپنے رب کا، سن لو! دوری ہے واسطے ثمود کے ۝

﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ﴾ ''اور ثمود کی طرف۔'' یعنی ہم نے ثمود کی طرف مبعوث کیا۔ ثمود، عاد ثانیہ کے نام سے معروف ہیں جو وادی القریٰ اور الحجر کے علاقے میں آباد تھے۔ ﴿اَخَاهُمْ﴾ ''ان کے بھائی۔'' یعنی نسب میں ان کے بھائی

﴿صٰلِحًا﴾ ''صالح (علیہ السلام) کو'' جو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول تھا جوان کو اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتا تھا۔ ﴿قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''انہوں نے کہا' اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک مانو اور دین کو اس کے لیے خالص کرو۔ ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' نہ آسمان والوں میں سے اور نہ اہل زمین میں سے۔ ﴿هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ﴾ ''اسی (اللہ تعالیٰ) ہی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا'' ﴿وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا﴾ ''اور اس میں تمہیں بسایا'' یعنی تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا' تمہیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا' تمہیں زمین میں تمکن واقتدار عطا کیا' تم عمارتیں بناتے ہو' باغات لگاتے ہو اور کھیتیاں اگاتے ہو' جو چاہتے ہو کاشت کرتے ہو' اس سے منفعت حاصل کرتے ہو اور اسے اپنے مصالح اور مفاد میں استعمال کرتے ہو۔ جس طرح ان تمام امور میں اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح اس کی عبادت میں بھی کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ﴿فَاسْتَغْفِرُوْهُ﴾ ''پس اسی سے مغفرت طلب کرو۔'' یعنی تم سے کفر' شرک اور دیگر جو گناہ صادر ہوئے ہیں ان کی بخشش طلب کرو اور ان گناہوں کو چھوڑ دو۔ ﴿ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ ''پھر اس کے حضور توبہ کرو۔'' یعنی خالص توبہ اور انابت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ ﴿اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾ ''بے شک میرا رب نزدیک اور (دعا کو) قبول کرنے والا ہے۔'' یعنی وہ اس شخص کے قریب ہے جو اس کو سوال کرنے کے لیے پکارتا ہے یا عبادت کے لیے پکارتا ہے وہ اس کو اس کا سوال عطا کر کے اور اس کی دعا قبول کر کے اور اس پر جلیل ترین ثواب عطا کرتے ہوئے اس کی پکار کا جواب دیتا ہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرب کی دو قسمیں ہیں۔ قرب عام اور قرب خاص۔ قرب عام سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے علم کے ذریعے سے اپنی تمام مخلوق کے قریب ہونا' قرب کی یہ نوع اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ (ق: ۱۶/۵۰) ''اور ہم اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں'' میں مذکور ہے۔ قرب خاص سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں' اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے قریب ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ (العلق: ۱۹/۹۶) ''سجدہ کر اور اس کا قرب حاصل کر'' میں قرب کی اسی نوع کا ذکر ہے۔

اس آیت کریمہ میں نیز اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ﴾ (البقرۃ: ۱۸۶/۲) ''جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں (تو ان سے کہہ دیں) کہ میں ان کے قریب ہوں اور پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں'' میں اس قرب کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم' ان کی دعاؤں کو قبول کرنے اور ان کی مرادیں پوری کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمائے حسنیٰ (اَلْقَرِيْب) اور (اَلْمُجِيْب) کو مقرون (ساتھ ساتھ) بیان کیا ہے۔

جب ان کے نبی صالح علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کی ترغیب دی' تو انہوں نے آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور آپ سے انتہائی برے طریقے سے پیش آئے ﴿ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ ﴾ ''انہوں نے کہا صالح! اس سے پہلے ہم تجھ سے امیدیں رکھتے تھے۔'' یعنی ہم نے تجھ سے امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں اور تجھ سے عقل مندی اور نفع کی توقع تھی۔ یہ ان کی طرف سے ان کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کے حق میں ایک گواہی ہے کہ وہ مکارم اخلاق اور محاسن عادات میں معروف تھے اور وہ اپنی قوم میں بہترین شخص گردانے جاتے تھے۔ مگر جب وہ یہ دعوت توحید لے کر آئے جو ان کی فاسد خواہشات کے موافق نہ تھی تب انہوں نے یہ بات کہی جس کے مضمون کا لب لباب یہ ہے۔ ''تو کامل شخصیت کا حامل تھا مگر تو ہمارے ظن و گمان کے بالکل خلاف نکلا اور اب تیری حالت ایسی ہے کہ تجھ سے کسی بھلائی کی امید نہیں کی جا سکتی۔''

صالح علیہ السلام کا گناہ صرف وہی تھا جو وہ آپ کے بارے میں کہا کرتے تھے: ﴿ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ﴾ ''کیا تو ہمیں اس بات سے روکتا ہے کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے'' اور وہ سمجھتے تھے کہ صالح علیہ السلام میں سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ کیسے وہ ان کی عقل کی خامی بیان کرتے ہیں؟ اور کیسے وہ ان کے گمراہ آباء و اجداد کو بے عقل کہتے ہیں؟ اور کیسے وہ ان کو ان ہستیوں کی عبادت سے روکتے ہیں جو ان کو کوئی فائدہ دے سکتی ہیں نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں اور پتھر اور لکڑی کے گھڑے ہوئے یہ معبود کسی کام نہیں آ سکتے؟ صالح علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ وہ دین کو اپنے رب' اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کریں جو انہیں اپنی نعمتوں سے پیہم نوازتا رہتا ہے۔ اس کے دائمی احسانات کا ابر رحمت ان پر برستا رہتا ہے۔ ہر نعمت جو انہیں حاصل ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور برائیوں کو ان سے وہی دور کرتا ہے۔

﴿ وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴾ ''تو ہمیں جس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے اس بارے میں ہم ہمیشہ شک میں مبتلا رہتے ہیں۔'' یہ شک ہمارے دلوں میں شبہات کو جنم دیتا ہے۔ بزعم خود' اگر وہ صالح علیہ السلام کی دعوت کو صحیح سمجھتے تو وہ ضرور ان کی اتباع کرتے۔ وہ اس بارے میں جھوٹ بولتے تھے۔ بنا بریں صالح علیہ السلام نے ان کے جھوٹ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ ﴾ ''اے میری قوم! بھلا بتاؤ تو اگر میں ہی اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر ہوں۔'' یعنی میں اپنے رب کی طرف سے برہان اور اپنے یقین پر ہوں۔ ﴿ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً ﴾ ''اور اس نے دی مجھے رحمت' اپنی طرف سے'' اس نے اپنی رسالت اور وحی سے مجھے نوازا۔ تب بھی کیا تم جس چیز کی طرف مجھے بلاتے ہو اور جس پر تم عمل پیرا ہو' میں اس میں تمہاری پیروی کروں؟ ﴿ فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴾ ''پھر کون بچائے گا مجھ کو اس سے' اگر میں نے اس کی نافرمانی کی۔ پس تم میرے نقصان ہی میں اضافہ کرتے ہو'' یعنی تم خسارے

ہلاکت اور ضرر کے سوا میرے لئے کسی چیز کا اضافہ نہیں کرو گے۔ ﴿ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً ﴾ ''اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لئے نشانی'' کنویں سے ایک دن صرف اونٹنی پانی پیے گی' پھر تمام لوگ اس کے تھنوں سے دودھ پئیں گے اور ایک دن ان کے پانی پینے کے لیے مقرر ہوگا۔ ﴿ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ ﴾ ''پس تم اسے چھوڑ دو وہ کھائے پھرے اللہ کی زمین میں'' یعنی تم پر اونٹنی کے چارہ وغیرہ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے ﴿ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ ﴾ ''اور تم اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ دینا۔'' یعنی اس کو قتل کرنے کی نیت سے مت چھونا ﴿ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴾ ''ورنہ تمہیں بہت جلد عذاب آ پکڑے گا۔'' ﴿ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ ﴾ ''پس انہوں نے اس کے پاؤں کاٹ دیئے' تو کہا'' یعنی جناب صالح علیہ السلام نے ﴿ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴾ ''تم اپنے گھروں میں تین دن فائدہ اٹھاؤ' یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا'' بلکہ یہ ضرور واقع ہو کر رہے گا۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا ﴾ ''پس جب ہمارا حکم آ گیا۔'' یعنی وقوع عذاب کا ﴿ نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ﴾ ''تو ہم نے صالح اور اس پر ایمان لانے والوں کو نجات دی' اپنی رحمت سے اور اس دن کی رسوائی سے'' یعنی ہم نے ان کو عذاب' رسوائی اور فضیحت سے بچا لیا۔ ﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴾ ''بیشک آپ کا رب زور آور غالب ہے'' یہ اس کی قوت اور غلبے کی دلیل ہے کہ اس نے سرکش قوموں کو ہلاک کر دیا اور انبیاء و مرسلین اور ان کے متبعین کو بچا لیا۔

﴿ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ ﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو چنگھاڑ نے آ پکڑا'' یعنی ایک چنگھاڑ کی صورت میں عذاب نے ان ظالموں کو دھر لیا اور ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ﴿ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴾ ''وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔'' یعنی اپنی بستیوں میں بے حس و حرکت پڑے رہ گئے۔ ﴿ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ﴾ گویا کہ..... جب ان پر عذاب آیا..... وہ اپنی بستیوں میں کبھی بسے ہی نہ تھے' وہ ان بستیوں میں کبھی آباد ہوئے تھے نہ انہوں نے ان بستیوں میں ایک دن بھی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھایا تھا۔ نعمتیں ان سے دور ہو گئیں اور سرمدی عذاب نے ان کو آن لیا' وہ عذاب جو منقطع نہیں ہوگا اور وہ جو ہمیشہ رہے گا۔ ﴿ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ﴾ ''سن لو بے شک ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا'' یعنی ان کے پاس نمایاں نشان آ جانے کے بعد بھی انہوں نے اللہ کا انکار کیا۔ ﴿ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴾ ''سنو! دوری ہے ثمود کے لیے'' پس کتنے بدبخت اور کس قدر ذلیل تھے ثمود! ہم دنیا کے عذاب اور اس کی رسوائی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا

اور البتہ تحقیق آئے قاصد ہمارے (فرشتے) ابراہیم کے پاس ساتھ خوشخبری کے انہوں نے کہا سلام (کرتے ہیں ہم) ابراہیم نے بھی کہا سلام ہو (تم پر) پھر نہ

لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ

دیر کی اس نے کہ لے آیا بچھڑا بھنا ہوا ○ پس جب دیکھے ابراہیم نے ہاتھ اُنکے کہ نہیں پہنچتے طرف اس (بچھڑے) کی تو اوپرا جانا انہیں

وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَاَتُهٗ

اور (دل میں) محسوس کیا ان سے خوف اُنہوں نے کہا، نہ ڈر (ہم سے) بلاشبہ ہم تو بھیجے گئے ہیں طرف قوم لوط کی ○ اور بیوی ابراہیم کی

قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿٧١﴾ قَالَتْ

کھڑی تھی تو وہ ہنس پڑی، پھر خوش خبری دی ہم نے اسے اسحٰق کی اور بعد اسحٰق کے یعقوب (پوتے) کی ○ اس نے کہا،

يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿٧٢﴾

ہائے ہائے! کیا (اب) میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے؟ بیشک یہ تو البتہ ایک چیز ہے عجیب ہی ○

قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ

فرشتوں نے کہا، کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر، اے اہل بیت! بلاشبہ اللہ

حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿٧٣﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى

قابل تعریف ہے، نہایت بزرگی والا ○ پس جب چلا گیا ابراہیم سے خوف اور آ گئی اس کے پاس خوش خبری

يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٤﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿٧٥﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ

تو وہ جھگڑتا تھا ہم سے قوم لوط کے بارے میں ○ بلاشبہ ابراہیم البتہ بڑا بردبار، بہت آہ وزاری کرنیوالا، رجوع کرنیوالا تھا ○ اے ابراہیم!

اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ

اعراض کر اس بات سے، بے شک تحقیق آ گیا ہے حکم تیرے رب کا، اور بلاشبہ وہ لوگ، آئے گا ان پر (ایسا) عذاب جو نہیں

مَرْدُوْدٍ ﴿٧٦﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِىْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا

پھیرا جائے گا (ان سے) ○ اور جب آئے قاصد ہمارے لوط کے پاس تو مغموم ہوا وہ بوجہ انکے اور تنگ ہوا بوجہ انکے دل میں،

وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿٧٧﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا

اور کہا یہ دن ہے انتہائی سخت ○ اور آئی اس کے پاس قوم اس کی دوڑتی ہوئی اس کی طرف، اور پہلے ہی سے تھے وہ

يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

عمل کرتے برے، لوط نے کہا، اے میری قوم! یہ ہیں بیٹیاں میری (قوم کی ان سے نکاح کرلو)، وہ بہت پاکیزہ ہیں تمہارے لیے، پس ڈرو تم اللہ سے

وَلَا تُخْزُوْنِ فِىْ ضَيْفِىْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿٧٨﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا

اور نہ رسوا کرو مجھے میرے مہمانوں میں، کیا نہیں ہے تم میں کوئی بھی مرد بھلا؟ ○ انہوں نے کہا، البتہ تحقیق جانتا ہے تو کہ نہیں ہمارے لیے

فِىْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿٧٩﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِىْ بِكُمْ قُوَّةً

تیری (قوم کی) بیٹیوں میں کوئی حق (دلچسپی) اور بلاشبہ تو البتہ جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں ○ لوط نے کہا، کاش کہ ہوتی میرے لیے تمہارے مقابلے میں کوئی قوت

أَوْ آوِيٓ إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ﴿٨٠﴾ قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَن يَصِلُوٓا إِلَيْكَ

یا پناہ پکڑتا میں طرف کسی مضبوط سہارے کے ○ فرشتوں نے کہا،اے لوط! بیشک ہم قاصد ہیں تیرے رب کے،ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے وہ تیری طرف،

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ إِلَّا امْرَأَتَكَ

پس لے چل تو اپنے گھر والوں کو ایک حصے میں رات کے، اور نہ پیچھے مڑ کر دیکھے تم میں سے کوئی بھی سوائے تیری بیوی کے'

إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَآ أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ﴿٨١﴾

بیشک پہنچنے والا ہے اسے وہ (عذاب) جو پہنچے گا انہیں، بیشک ان کے وعدے کا وقت صبح ہے، کیا نہیں ہے صبح قریب؟○

فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ

پس جب آگیا حکم (عذاب) ہمارا تو کر دیا ہم نے انکے اوپر والے حصے کو نیچے (اور نیچے والے حصے کو اوپر) اور برسائے ہم نے ان بستیوں پر پتھر کھنگر کی قسم سے،

مَّنضُودٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ﴿٨٣﴾

تہ بہ تہ ○ نشان زدہ آپ کے رب کے ہاں (سے) اور نہیں وہ بستی ان ظالموں سے دور ○

ربع الحزب

﴿ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَا ﴾ ''تحقیق آئے ہمارے مکرم فرشتے'' ہمارے قاصد ﴿ إِبْرَاهِيمَ ﴾ ''ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس'' ﴿ بِالْبُشْرَىٰ ﴾ ''بشارت کے ساتھ۔'' یعنی بیٹے کی بشارت کے ساتھ۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہو کر جائیں اور ان کو اسحٰق علیہ السلام کی خوشخبری دیتے جائیں، تو جب فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے ﴿ قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ ﴾ ''تو انہوں نے سلام کیا، انہوں نے بھی (جواب میں) سلام کہا۔'' یعنی فرشتوں نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ اس آیت مقدسہ میں سلام کرنے کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملت ابراہیمی میں کلام کرنے سے پہلے سلام کا طریقہ ہمیشہ سے رہا ہے اور مناسب یہ ہے کہ سلام کا جواب سلام کرنے سے زیادہ بلیغ ہو، کیونکہ ان کا سلام جملہ فعلیہ کے ذریعے سے تجدد پر دلالت کرتا ہے اور جملہ اسمیہ کے ذریعے سے ان کے سلام کا جواب ثبات اور استمرار پر دلالت کرتا ہے، دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے جیسا کہ عربی زبان کے علم میں معروف ہے۔

﴿ فَمَا لَبِثَ ﴾ ''انہوں نے کچھ تاخیر نہ کی۔'' یعنی جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے تاخیر نہ کی ﴿ أَن جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ﴾ ''اور ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔'' یعنی وہ جلدی سے اپنے گھر گئے اور اپنے مہمانوں کے لیے ایک موٹا تازہ اور گرم پتھر پر بھنا ہوا بچھڑا لے آئے اور ان کے سامنے پیش کیا اور بولے: ﴿ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴾ (الذاریات: ۵۱/۲۷) ''تم کھاتے کیوں نہیں؟'' ﴿ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ ﴾ ''جب انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس (ضیافت) کی طرف نہیں بڑھتے'' ﴿ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ ﴾

﴿ خِيفَةً ﴾ ”تو انہیں کھٹکا لگا اور دل میں ان سے ڈرے“ ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا کہ وہ کسی برے ارادے سے آئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ گمان اور اندازہ ان کی اصلیت معلوم ہونے سے پہلے تھا‘ ﴿ قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ﴾ ”انہوں نے کہا‘ ڈریں نہیں‘ ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں“ یعنی اللہ تعالیٰ کے قاصد اور فرشتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا ہے۔

﴿ وَامْرَأَتُهُ ﴾ ”اور اس کی بیوی“ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ﴿ قَائِمَةٌ ﴾ ”کھڑی تھی۔“ یعنی کھڑی اپنے مہمانوں کی خدمت کر رہی تھی ﴿ فَضَحِكَتْ ﴾ ”وہ ہنس پڑی“ جب اس کو مہمانوں کی اصلیت کے بارے میں معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انہیں کس غرض سے بھیجا گیا ہے تو وہ تعجب سے ہنس پڑی ﴿ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ﴾ ”پس ہم نے اسے خوش خبری دی اسحاق کے پیدا ہونے کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی“ اسے اس پر بھی تعجب ہوا۔ ﴿ قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا ﴾ ”وہ بولیں‘ کیا میں جنوں گی جب کہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند (بھی) بوڑھا ہے“ پس یہ دو امور (بظاہر) مانع ہیں ﴿ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ﴾ ”یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔“

﴿ قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ﴾ ”انہوں نے کہا‘ کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے“ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں کوئی تعجب نہیں‘ اس لئے کہ اس کی مشیت تامہ ہر شے میں نافذ ہے اس کی قدرت کو سامنے رکھتے ہوئے کسی چیز کو انہونی اور نادر نہ سمجھا جائے خاص طور پر اس مبارک گھر والوں کے اس معاملے میں جس کی تدبیر اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ ﴿ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ ﴾ ”اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت‘ اس کا احسان اور اس کی برکات ہیں‘ یعنی احسان اور بھلائی میں اضافہ اور خیر الٰہی کا نزول ہمیشہ رہے گا ﴿ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴾ ”تم پر اے گھر والو! بے شک وہ تعریف کیا گیا‘ بزرگی والا ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ صفات حمیدہ کا مالک ہے‘ اس کی تمام صفات‘ صفات کمال ہیں۔ اس کے تمام افعال قابل تعریف ہیں‘ کیونکہ اس کے تمام افعال احسان‘ جود‘ بھلائی‘ حکمت اور عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔ (مَجِید) اور (مَجد) سے مراد اس کی صفات کی عظمت اور وسعت ہے وہ صفات کمال کا مالک ہے‘ اس کی ہر صفت کامل‘ تام اور عام ہے۔

﴿ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ ﴾ ”جب ابراہیم سے خوف دور ہوا“ جو مہمانوں کی آمد پر انہیں لاحق ہوا تھا۔ ﴿ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ ﴾ ”اور (بیٹے کی) خوشخبری ملی“ تب وہ قوم لوط کی ہلاکت کے بارے میں فرشتوں سے جھگڑنے لگے اور ان سے کہنے لگے: ﴿ إِنَّ فِيهَا لُوطًا قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَن فِيهَا لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ ﴾ (العنکبوت: ۳۲،۲۹) ”کہ اس بستی میں تو لوط بھی ہیں فرشتوں نے کہا جو لوگ وہاں رہتے ہیں ہم انہیں زیادہ جانتے ہیں‘ ہم لوط کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے سوائے اس کی بیوی کے۔“

﴿ إِنَّ إِبْرٰهِيمَ لَحَلِيمٌ ﴾ ''بے شک ابراہیم بڑے بردبار تھے۔'' یعنی ابراہیم علیہ السلام اچھے اخلاق والے اور کشادہ دل شخص تھے اور جاہلوں کی جہالت پر غیظ و غضب کا شکار نہیں ہوتے تھے۔ ﴿ أَوَّاهٌ ﴾ ''نرم دل تھے'' اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے رہتے تھے۔ ﴿ مُّنِيبٌ ﴾ ''رجوع کرنے والے تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت' اس کی محبت' اس کی طرف توجہ کے ساتھ اور ہر ماسوا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے اسی لئے وہ ان لوگوں کی طرف سے جھگڑ رہے تھے جن کی ہلاکت کا اللہ تعالیٰ نے حتمی فیصلہ کر دیا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا: ﴿ يَا إِبْرٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ﴾ ''اے ابراہیم اس سے اعراض کریئے'' یعنی اس جھگڑے کو چھوڑ یئے۔ ﴿ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ﴾ ''تمہارے رب کا حکم آچکا ہے۔'' یعنی ان کی ہلاکت کا حکم ہو چکا ہے ﴿ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴾ ''اور ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے' جو لوٹایا نہیں جائے گا'' اس لئے تمہارے جھگڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ﴿ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا ﴾ ''اور جب ہمارے فرشتے آئے۔'' یعنی جب وہ فرشتے آئے جو جناب ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہوئے تھے۔ ﴿ لُوطًا سِيءَ بِهِمْ ﴾ ''لوط ''لوط علیہ السلام کے پاس' تو ان کا آنا ان پر بہت شاق گزرا''۔ ﴿ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴾ ''اور تنگ ہوئے دل میں اور بولے آج کا دن بڑا سخت ہے'' یعنی بہت حرج والا دن ہے' کیونکہ لوط علیہ السلام کو علم تھا کہ ان کی قوم ان کو نہیں چھوڑے گی چونکہ وہ انتہائی حسین و جمیل' نوجوان' بے ریش لڑکوں کی صورت میں آئے تھے' اس لئے ان کے بارے میں ان کے دل میں یہ خیال گزرا تھا۔

﴿ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ﴾ ''اور ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے۔'' یعنی ان کی قوم کے لوگ بھاگے بھاگے آئے وہ لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے ساتھ بدکاری کرنا چاہتے تھے جیسے وہ پہلے سے کرتے آئے ہیں' جیسے اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ﴾ ''اور یہ لوگ پہلے ہی سے فعل شنیع (بدکاری) کیا کرتے تھے۔'' یعنی ایسی بدکاری جو اس سے پہلے دنیا میں کسی نے نہ کی تھی۔

﴿ قَالَ يَا قَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ ﴾ ''انہوں نے کہا' اے میری قوم! یہ جو میری لڑکیاں ہیں تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں۔'' یعنی میری یہ بیٹیاں تمہارے لئے میرے مہمانوں سے زیادہ پاک ہیں۔ جناب لوط علیہ السلام کا یہ قول اسی طرح ہے۔ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے تحقیق حق کی خاطر ان دونوں عورتوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ متنازع فیہ بچے کو دو ٹکڑوں میں برابر کاٹ کر دونوں میں تقسیم کر دیا جائے' کیونکہ انہیں علم تھا کہ ان کی بیٹیاں ان کا مقصد نہ تھیں اور نہ ان میں ان کا کوئی حق تھا۔ اس سے جناب لوط علیہ السلام کا سب سے بڑا مقصد اس بڑی بدکاری کو روکنا تھا۔ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي ﴾ ''پس اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو۔'' یعنی یا تو تم اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی رعایت رکھو یا تم میرے مہمانوں کے

بارے میں میرا لحاظ رکھو اور مجھے ان کے سامنے رسوا نہ کرو۔ ﴿ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ﴾ ''کیا تم میں کوئی ایک آدمی بھی سمجھ دار نہیں ہے'' جو تمہیں روکے اور تمہیں زجر و توبیخ کرے۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ وہ لوگ بھلائی اور مروت سے بالکل خالی تھے۔

﴿ قَالُوْا ﴾ انہوں نے لوط علیہ السلام سے کہا: ﴿ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ﴾ ''تو تو جانتا ہے ہمیں تیری بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں' اور تو جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں'' یعنی ہم صرف مردوں کے ساتھ بدکاری کرنا چاہتے ہیں اور عورتوں میں ہمیں کوئی رغبت نہیں۔ پس لوط علیہ السلام کو شدید قلق ہوا ﴿ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴾ ''انہوں نے کہا' کاش میرے پاس تمہارے مقابلے میں قوت ہوتی یا میں کسی مستحکم پناہ میں جا بیٹھتا'' مثلاً کوئی قبیلہ ہوتا جو تمہاری دست درازیوں کو روکتا۔ یہ بات انہوں نے اسباب محسوسہ کی بنا پر کہی تھی ورنہ حقیقت یہ ہے کہ لوط علیہ السلام سب سے زیادہ' مضبوط سہارے' یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں تھے۔ جس کی قوت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس لئے جب ان کے معاملے کی انتہا ہوگئی اور کرب شدید ہوگیا تو ﴿ قَالُوْا ﴾ فرشتوں نے لوط علیہ السلام سے کہا: ﴿ یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ ﴾ ''اے لوط! ہم تیرے رب کے فرشتے ہیں۔'' یعنی فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو اپنی اصلیت کے بارے میں آگاہ کیا' تاکہ انہیں اطمینان قلب حاصل ہو۔ ﴿ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ ﴾ ''یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔'' پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا پر ہلایا اور ان کو اندھا کر دیا اور وہ لوط علیہ السلام کو صبح آنے کی دھمکی دیتے ہوئے چلے گئے۔ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ وہ اپنے گھر والوں کو لے کر راتوں رات نکل جائیں ﴿ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ ﴾ ''رات کے کسی حصہ میں'' یعنی طلوع صبح سے بہت پہلے رات کے کسی حصے میں' تاکہ وہ صبح ہوتے بستی سے بہت دور نکل جائیں۔ ﴿ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ ﴾ ''اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔'' یعنی بستی سے نکلنے میں جلدی کریں تمہارا مقصد عذاب سے بچنا ہونا چاہئے' لہٰذا پیچھے مڑ کر مت دیکھنا۔

﴿ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا ﴾ ''بجز تیری بیوی کے' اسے عذاب اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔'' ﴿ مَاۤ اَصَابَهُمْ ﴾ ''وہی (عذاب) جو ان پر آئے گا۔'' کیونکہ یہ عورت بھی اپنی قوم کے گناہ میں برابر کی شریک تھی۔ جب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس مہمان آتے تو یہ ان کی آمد کے بارے میں کفار کو اطلاع دیا کرتی تھی۔ ﴿ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ﴾ ''ان کے وعدے کا وقت صبح ہے۔'' یعنی ان پر عذاب نازل کرنے کے لیے صبح کا وقت مقرر کیا گیا ہے۔ گویا لوط علیہ السلام کی خواہش تھی کہ ان پر بہت جلد عذاب نازل ہو جائے' چنانچہ ان سے کہا گیا: ﴿ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴾ ''کیا صبح قریب نہیں؟'' ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا ﴾ ''تو جب ہمارا حکم آیا۔'' یعنی جب ان پر نزول عذاب کا وقت آ پہنچا ﴿ جَعَلْنَا ﴾ ''کر دیا ہم نے۔'' ''ان کی بستیوں کو ﴿ عَالِیَهَا سَافِلَهَا ﴾ ''اوپر نیچے'' یعنی ہم نے تلپٹ کر دیا ﴿ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴾ ''اور برسائے ان پر پتھر کھنگر کے'' یعنی سخت حرارت

والی آگ میں پکے ہوئے پتھر ان پر برسائے گئے۔ ﴿مَنْضُوْدٍ﴾ ''تہ بہ تہ'' یعنی ان پر تابڑ توڑ پتھر برسائے گئے جو بستی سے بھاگنے والوں کا پیچھا کرتے تھے۔ ﴿مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ﴾ ''نشان کئے ہوئے تیرے رب کے پاس'' یعنی ان پر عذاب اور غضب کی علامت لگی ہوئی تھی ﴿وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ﴾ ''اور وہ (بستی ان) ظالموں سے کچھ دور نہیں۔'' یعنی جو لوگ قوم لوط کے فعل کی مشابہت کرتے ہیں یہ بستی ان سے کچھ دور نہیں۔ پس بندوں کو ان جیسے کام کرنے سے بچنا چاہیے' تاکہ ان پر بھی وہ عذاب نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
اور (بھیجا ہم نے) طرف (اہل) مدین کی ان کے بھائی شعیب کو، اس نے کہا، اے میری قوم! تم عبادت کرو اللہ کی نہیں واسطے تمہارے کوئی معبود
غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ
سوائے اس کے، اور نہ کم کرو تم ماپ اور تول کو، بے شک میں دیکھتا ہوں تمہیں آسودگی میں' اور بے شک میں ڈرتا ہوں تم پر
عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۸۴ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا
عذاب سے ایک گھیرنے والے دن کے ○ اور اے میری قوم! پورا کرو تم ماپ اور تول کو ساتھ انصاف کے، اور مت کم دو تم
النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۸۵ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
لوگوں کو چیزیں ان کی، اور نہ پھرو تم زمین میں فسادی بن کر ○ بچت اللہ کی (جائز نفع) بہت بہتر ہے تمہارے لیے اگر
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ڬ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۸۶ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ
ہو تم مومن، اور نہیں ہوں میں تم پر محافظ ○ انہوں نے کہا، اے شعیب! کیا تیری نماز حکم دیتی ہے تجھے
اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰۗؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ
یہ کہ ہم چھوڑ دیں ان (معبودوں) کو جنکی عبادت کرتے تھے باپ دادا ہمارے؟ یا (چھوڑ دیں ہم) کرنا اپنے مالوں میں جو ہم چاہیں، بلاشبہ تو البتہ
الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۸۷ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ
بہت بردبار، بڑا سمجھدار ہے ○ شعیب نے کہا، اے میری قوم! بھلا بتلاؤ! (میں کیسے نافرمان بنوں؟) اگر ہوں میں اوپر واضح دلیل کے اپنے رب کی طرف سے
وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ
اور دیا ہو اس نے مجھے اپنی طرف سے رزق اچھا اور نہیں چاہتا میں کہ مخالفت کروں تمہاری طرف ان کاموں کے کہ روکتا ہوں میں تمہیں ان سے
اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
نہیں چاہتا میں مگر اصلاح (تمہاری) جس قدر استطاعت رکھتا ہوں میں، اور نہیں توفیق مجھے مگر ساتھ اللہ (کی مدد) کے، اسی پر توکل کیا میں نے
وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۸۸ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ
اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ○ اور اے میری قوم! نہ باعث بنے تمہارے لئے میری مخالفت (اس بات کی) کہ پہنچے تمہیں مانند اس عذاب کے جو پہنچا

قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٩﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا
قوم نوح کو اور قوم ہود کو اور قوم صالح کو اور نہیں قوم لوط تم سے کچھ دور ○ اور تم مغفرت طلب کرو
رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا
اپنے رب سے پھر توبہ کرو اسی کی طرف، بلاشبہ میرا رب بڑا رحم والا نہایت محبت کرنیوالا ہے ○ انہوں نے کہا اے شعیب نہیں سمجھتے ہم بہت کچھ
مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ اَنْتَ
اس میں سے جو تو کہتا ہے، اور بیشک ہم البتہ دیکھتے ہیں تجھے درمیان اپنے ضعیف، اور اگر نہ ہوتا قبیلہ تیرا تو یقیناً سنگسار کر دیتے ہم تجھے، اور نہیں ہے تو
عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿٩١﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ
ہم پر کچھ غالب ○ شعیب نے کہا، اے میری قوم! کیا میرا قبیلہ زیادہ دباؤ والا ہے تم پر اللہ سے؟ اور کر دیا تم نے اللہ کو پیچھے ڈالا ہوا
ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٩٢﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ
اپنی پیٹھوں کے، بیشک میرا رب ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو گھیرنے والا ہے ○ اور اے میری قوم! تم عمل کرو اوپر اپنی جگہ کے، بلاشبہ میں بھی
عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ
عمل کر رہا ہوں عنقریب تم جان لوگے کہ کون شخص ہے کہ آتا ہے اس پر (ایسا) عذاب جو رسوا کرے گا اسے؟ اور کون ہے کہ وہ جھوٹا ہے؟
وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اور تم انتظار کرو، بیشک میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں ○ اور جب آیا حکم (عذاب) ہمارا تو نجات دی ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے
مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ
ساتھ اس کے، ساتھ اپنی رحمت کے، اور آ پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا تھا چیخ نے، پس وہ ہو گئے اپنے گھروں میں
جٰثِمِيْنَ ۙ ﴿٩٤﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿٩٥﴾ ع ۸/۱۲
گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ○ گویا کہ وہ نہ رہے تھے ان میں، آگاہ رہو! دوری ہے (اہل) مدین کیلئے جیسے (رحمت سے) دور ہوئے تھے ثمود ○

﴿ وَاِلٰى مَدْيَنَ ﴾ ”اور مدین کی طرف بھیجا“ مدین ایک معروف قبیلہ تھا جو فلسطین کے زیریں علاقے مدین میں آباد تھا۔ ﴿ اَخَاهُمْ ﴾ یعنی نسب میں ان کے بھائی ﴿ شُعَيْبًا ﴾ ”شعیب (علیہ السلام) کو۔“ گویا وہ جناب شعیب علیہ السلام کو اچھی طرح جانتے تھے اور ان سے ان کے لئے کچھ حاصل کرنا ممکن تھا۔ ﴿ قَالَ ﴾ شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ ”اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔“ یعنی اس کے لیے عبودیت کو خالص کرو...... کیونکہ وہ لوگ شرک میں مبتلا تھے۔ شرک کرنے کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں بھی کمی کرتے تھے اس لئے شعیب علیہ السلام نے ان کو ناپ تول میں کمی کرنے سے منع کیا۔ ﴿ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ ﴾ ”اور نہ کم کرو ماپ اور تول کو“ بلکہ ناپ تول کو انصاف کے

ساتھ پورا کرو۔ ﴿اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ﴾ ’’میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں۔‘‘ یعنی میں دیکھتا ہوں کہ تم بے شمار نعمتوں، صحت اور کثرت مال واولاد سے بہرہ مند ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ عطا کر رکھا ہے اس پر اس کا شکر کرو اور کفران نعمت نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے یہ نعمتیں واپس لے لے ﴿وَاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ﴾ ’’اور میں ڈرتا ہوں تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب سے‘‘ یعنی ایسا عذاب جو تمہیں گھیر لے گا اور تم میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

﴿وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾ ’’اے میری قوم! پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ‘‘ یعنی عدل وانصاف کے ساتھ، جو تم چاہتے ہو کہ تمہیں بھی اسی طرح دیا جائے۔ ﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ﴾ ’’اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔‘‘ یعنی لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو اور ناپ اور تول میں کمی کر کے لوگوں کی چیزیں چوری نہ کرو۔ ﴿وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ﴾ ’’اور زمین میں فساد مت مچاؤ‘‘ کیونکہ گناہوں پر اصرار، ادیان وعقائد اور دین ودنیا کو خراب اور کھیتیوں اور نسلوں کو تباہ کر دیتا ہے۔

﴿بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ﴾ ’’جو بچ رہے اللہ کا دیا، وہ تمہارے لئے بہتر ہے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو بھلائی باقی رکھی ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے، پس ایسے معاملے کی طمع نہ کرو جس سے تم مستغنی ہو اور وہ تمہارے لئے بہت نقصان دہ ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ’’اگر تم مومن ہو‘‘ پس اپنے ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرو۔ ﴿وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ﴾ ’’اور میں تم پر نگران نہیں ہوں۔‘‘ یعنی میں تمہارے اعمال کا محافظ اور ان پر نگران نہیں ہوں۔ تمہارے اعمال کا نگران تو اللہ تعالیٰ ہے میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا دیتا ہوں جو میری طرف بھیجا جاتا ہے۔ ﴿قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ﴾ ’’انہوں نے کہا، اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے‘‘ یہ بات انہوں نے اپنے نبی سے تمسخر کرتے ہوئے اور ان کی دعوت کے قبول کرنے کو بعید سمجھتے ہوئے کہی تھی۔ ان کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ تو ہمیں ان باتوں سے صرف اس لئے منع کرتا ہے کہ تو نماز پڑھتا ہے اور اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر یہ معاملہ ہے، تو کیا ہم ان معبودوں کی عبادت، جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے، محض تیرے قول پر چھوڑ دیں، جس پر کوئی دلیل نہیں؟ سوائے اس کے کہ وہ تیری خواہش کے موافق ہے۔ پس ہم اپنے عقل مند آباواجداد کو چھوڑ کر تیری اتباع کیسے کر سکتے ہیں؟

اسی طرح تمہارا ہمیں یہ کہنا ﴿اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا﴾ ’’یا چھوڑ دیں ہم کرنا اپنے مالوں میں جو چاہیں‘‘ یعنی تو جو کہتا ہے کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے موافق تصرف نہ کریں، بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق ماپ اور تول کو پورا کریں اور مال میں جو حقوق واجبہ ہیں، انہیں ادا کریں۔ ہم ایسا نہیں کریں گے، بلکہ ہم اپنے اموال کے

بارے میں جو چاہیں گے کرتے رہیں گے' کیونکہ یہ ہمارے اموال ہیں ان میں تصرف کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ بنابریں انہوں نے ازراہ تمسخر کہا! ﴿اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ﴾ ''تو تو بڑا بردبار اور راست باز ہے۔'' یعنی تو تو وہ شخص ہے کہ حلم و وقار تیرا اخلاق ہے' رشد و ہدایت تیری عادت ہے' رشد و ہدایت کے سوا تجھ سے کچھ صادر نہیں ہوتا' تو رشد و ہدایت کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیتا اور تو گمراہی کے سوا کسی چیز سے نہیں روکتا...... یعنی معاملہ ایسا نہیں ہے۔ ان کے کہنے کا مقصد درحقیقت یہ تھا کہ شعیب علیہ السلام اس سے برعکس حماقت اور گمراہی کے اوصاف سے متصف ہیں...... اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم تو حلیم و رشید ہو اور ہمارے آباء و اجداد احمق اور گمراہ؟ اور یہ قول جس کی انہوں نے تمسخر اور استہزاء کے طریقے سے تخریج کر کے معاملے کو شعیب علیہ السلام کے قول کے برعکس ثابت کرنے کی کوشش کی ہے...... ایسے نہیں جیسے وہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ معاملہ وہی ہے جو وہ کہتے ہیں۔ بے شک شعیب علیہ السلام کی نماز انہیں حکم دیتی ہے کہ وہ انہیں ان باطل معبودوں کی عبادت سے روکیں جن کی عبادت ان کے گمراہ آباء و اجداد کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم اپنے اموال میں ویسے ہی تصرف کریں گے جیسے ہم چاہیں گے...... کیونکہ نماز خود فواحش اور برے کاموں سے روکتی ہے اور غیر اللہ کی عبادت سے بڑھ کر کون سا کام برا اور فحش ہے اور اس شخص سے بڑھ کر کون فحش کاموں کا ارتکاب کرتا ہے جو اللہ کے بندوں کو ان کے حقوق سے محروم کرتا ہے یا ناپ تول میں کمی کر کے ان کے مال کو چرا لیتا ہے اور شعیب علیہ السلام کا وصف تو حلم و رشد ہے۔

﴿قَالَ﴾ جناب شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ﴾ ''اے میری قوم! بھلا بتلاؤ' اگر ہوں میں اوپر واضح دلیل کے اپنے رب کی طرف سے'' یعنی خواہ مجھے اس وحی کی صحت پر یقین اور اطمینان ہو ﴿وَ رَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا﴾ ''اور اس نے روزی دی مجھ کو اچھی روزی'' یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے رزق کی مختلف اصناف عطا کر رکھی ہیں ﴿وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ﴾ ''اور میں یہ نہیں چاہتا کہ بعد میں خود وہ کام کروں جس سے میں تمہیں روکتا ہوں'' پس میں نہیں چاہتا کہ میں تمہیں تو ناپ تول میں کمی سے منع کروں اور خود اس برائی کا ارتکاب کرتا رہوں اور اس بارے میں تہمت اٹھاتا رہوں' بلکہ اس کے برعکس صورت حال یہ ہے کہ میں جس کام سے تمہیں روکتا ہوں اس کو سب سے پہلے خود ترک کرتا ہوں۔

﴿اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ﴾ ''میں تو اصلاح کرنی چاہتا ہوں جہاں تک ہو سکے'' یعنی اس کے سوا میرا کوئی مقصد نہیں کہ تمہارے احوال کی اصلاح ہو اور تمہارے منافع درست ہوں اور اپنی ذات کے لئے کچھ حاصل کرنا میرا مقصد نہیں۔ حسب استطاعت میں کام کرتا ہوں اور چونکہ اس میں ایک قسم کے تزکیہ نفس کا دعویٰ ہے اس لئے اس قول کے ذریعے سے اس کو دور کیا ﴿وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''اور سب صرف اللہ کی توفیق سے ہے'' یعنی بھلائی کے کام کرنے اور شر سے بچنے کی توفیق مجھے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔ اس میں

میری قوت واختیار کا کوئی دخل نہیں۔ ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ''میں اسی پر توکل کرتا ہوں''یعنی میں اپنے تمام معاملات میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کے کافی ہونے پر مجھے اعتماد ہے۔ ﴿وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ ''اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' اس نے مختلف اقسام کی عبادات کا جو مجھے حکم دیا ہے اس کی تعمیل کے لیے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ تمام نیکیاں اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہیں اور ان دو امور کے ذریعے سے بندۂ مومن کے احوال درست ہوتے ہیں:

۱۔ اپنے رب سے مدد طلب کرنا۔

۲۔ اور اس کی طرف رجوع کرنا...... جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (هود: ۱۱/ ۱۲۳) ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اسی پر بھروسا کر۔'' اور فرمایا: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحه: ۱/ ۴) ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔''

﴿وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ﴾ ''اے میری قوم! میری مخالفت تم سے کوئی ایسا کام نہ کرا دے۔'' یعنی میری دشمنی اور مخالفت تمھیں ایسے کام پر آمادہ نہ کرے۔ ﴿أَنْ يُّصِيْبَكُمْ﴾ کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے۔ ﴿مَآ أَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ أَوْ قَوْمَ هُوْدٍ أَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ وَّمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ﴾ ''جو نازل ہوا قوم نوح، قوم ہود یا قوم صالح پر اور قوم لوط تو تم سے زیادہ دور نہیں ہے'' یعنی زمان و مکان، دونوں اعتبار سے تم سے دور نہیں۔ ﴿وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ﴾ ''اور اپنے رب سے بخشش مانگو۔'' یعنی تم سے جن گناہوں کا ارتکاب ہوا ہے ان پر بخشش طلب کرو۔ ﴿ثُمَّ تُوْبُوْٓا إِلَيْهِ﴾ ''پھر اس کے حضور توبہ کرو۔'' تمام عمر میں آئندہ گناہوں پر خالص توبہ کرو اور اس کی اطاعت اور ترک مخالفت کے ذریعے سے اس کی طرف رجوع کرو ﴿إِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ﴾ ''بے شک میرا رب رحم والا، محبت والا ہے۔'' یعنی جو کوئی توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے، اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے (اَلْوَدُوْد) کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ (ودود) (فعول) کے وزن پر ''فاعل'' اور ''مفعول'' دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

﴿قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ﴾ ''انھوں نے کہا، اے شعیب! تیری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔'' یعنی وہ شعیب علیہ السلام کے وعظ و نصیحت سے بہت زچ ہوئے اور ان سے کہنے لگے ''ہم نہیں سمجھتے بہت سی وہ باتیں جو تو کہتا ہے'' یہ بات محض اس لئے کہتے تھے، کیونکہ انہیں شعیب علیہ السلام کی دعوت سے بغض اور ان سے نفرت تھی۔ ﴿وَإِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا﴾ ''اور ہم تجھے اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں'' یعنی تو اپنی حیثیت

میں بہت کمزور آدمی ہے' تیرا شمار اشراف اور رؤسا میں نہیں ہوتا بلکہ تیرا شمار مستضعفین میں ہوتا ہے۔

﴿ وَلَوْ لَا رَهْطُكَ ﴾ یعنی اگر تیری جماعت اور تیرا قبیلہ نہ ہوتا ﴿ لَرَجَمْنٰكَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴾ ''تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے اور ہماری نگاہ میں تیری کوئی عزت نہیں'' یعنی ہمارے دل میں تیری کوئی قدر اور کوئی احترام نہیں۔ ہم تجھے چھوڑ کر دراصل تیرے قبیلے کا احترام کر رہے ہیں۔ ﴿ قَالَ ﴾ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو نرم کرنے کے لیے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ''اے میری قوم! کیا میرا قبیلہ تمہارے ہاں اللہ سے زیادہ عزیز ہے؟'' یعنی تم میرے قبیلے کی خاطر کیسے میری رعایت کر رہے ہو مگر اللہ تعالیٰ کی خاطر میری کوئی رعایت نہیں کر رہے۔ گویا میرا قبیلہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ عزیز ہے۔ ﴿ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ﴾ ''اور اس کو ڈال دیا ہے تم نے اپنی پیٹھ پیچھے بھلا کر'' یعنی تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا تم نے کوئی پروا کی نہ اللہ تعالیٰ کا خوف محسوس کیا۔ ﴿ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴾ ''بے شک میرا رب تمہارے عملوں کو گھیرنے والا ہے'' یعنی تمہارے اعمال زمین میں نہ آسمان میں ذرہ بھر بھی چھپے ہوئے نہیں' پس وہ تمہارے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' جب کفار نے ان کو بہت تنگ کر کے ان کو بے بس کر دیا تو شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ﴾ ''اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ'' یعنی تم اپنے احوال اور اپنے دین کے مطابق عمل کرتے رہو۔ ﴿ اِنِّيْ عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ ﴾ ''میں بھی کام کرتا ہوں' عنقریب تم جان لو گے کہ کس کے پاس رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے'' یعنی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کن پر رسوا کن اور ہمیشہ رہنے والا عذاب نازل ہو گا۔ ﴿ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ﴾ ''اور جھوٹا کون ہے۔'' یعنی یہ بھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں جھوٹا ہوں یا تم جھوٹے ہو اور جب ان پر عذاب واقع ہوا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ کون جھوٹا تھا؟ ﴿ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴾ ''اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔'' یعنی تم اس بات کا انتظار کرو کہ میرے ساتھ کیا ہوتا ہے اور میں انتظار کرتا ہوں کہ تم پر کیا عذاب نازل ہوتا ہے۔

﴿ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا ﴾ ''اور جب ہمارا حکم آ پہنچا'' یعنی جب شعیب کی قوم کی ہلاکت کا وقت آ پہنچا ﴿ نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴾ ''تو ہم نے نجات دی شعیب کو اور ان کو جو ایمان لائے اس پر اپنی رحمت سے اور آ پکڑا ان ظالموں کو کڑک نے' پس صبح کو رہ گئے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے'' ان کی کوئی آواز سنائی دیتی تھی نہ ان میں کوئی حرکت دکھائی دیتی تھی ﴿ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ﴾ یعنی گویا وہ اپنی بستیوں میں کبھی آباد ہی نہ تھے اور جب ان پر عذاب نازل ہوا تو ایسے لگتا تھا کہ گویا انہوں نے کبھی نعمتوں سے فائدہ ہی نہیں اٹھایا تھا۔ ﴿ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ ﴾ ''سنو! پھٹکار

ہے مدین کے لیے'' کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مدین کو ہلاک اور رسوا کیا ﴿ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴾ ''جیسے پھٹکار ہوئی ثمود پر'' یعنی پھٹکار' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور ہلاکت میں دونوں قبیلے مشترک تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو' قوم کے ساتھ ان کے حسن گفتگو کی بنا پر ''خطیب الانبیاء'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس قصہ سے بہت سے فوائد اور بہت سی عبرتیں مستنبط ہوتی ہیں:

(۱) کفار کو جس طرح اصول اسلام کے ذریعے سے مخاطب کیا جاتا ہے اور جس بنا پر ان کو عذاب دیا جاتا ہے' اسی طرح شرائع اسلام اور اس کی فروع میں بھی وہ مخاطب ہیں' کیونکہ جناب شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید اور ناپ تول کے پورے کرنے کی دعوت دی تھی اور مجموعی طور پر توحید اور ناپ تول کو پورا کرنے کے حکم کی عدم تعمیل پر وعید کو مترتب کیا۔

(۲) ناپ تول میں کمی کبیرہ گناہ ہے اور اس کے مرتکب کے بارے میں ڈر ہے کہ کہیں وہ عذاب کی لپیٹ میں نہ آجائے۔ ناپ تول میں کمی کرنا لوگوں کا مال چوری کرنے کے مترادف ہے۔ جب ناپ تول کے ذریعے سے چوری کرنا عذاب کی وعید کا موجب ہے' تو جبر اور تغلب کے ذریعے سے لوگوں کے مال چوری کرنا بدرجہ اولیٰ وعید کا موجب ہے۔

(۳) عمل کی جزا اس کی جنس ہی سے ہوتی ہے جو کوئی لوگوں کے مال کو کم کر کے خود اپنے مال میں اضافہ کرنا چاہتا ہے' تو اس کو اس کے مال میں کمی کے ذریعے سے عذاب دیا جائے گا۔ ناپ تول میں کمی اس کے رزق کے زوال کا سبب بنتی ہے۔ جیسے ارشاد ہے: ﴿ اِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ ﴾ ''میں تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں'' اس لئے اپنے کرتوتوں کے ذریعے سے اس رزق کے زوال کا باعث نہ بنو۔

(۴) بندے پر واجب ہے کہ وہ اس رزق پر قناعت کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کیا ہے' چنانچہ وہ حرام کو چھوڑ کر حلال پر اور حرام ذرائع اکتساب کو چھوڑ کر حلال ذرائع پر قناعت کرے اور یہ اس کے لیے بہتر ہے ﴿ بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ ﴾ ''اللہ کا عطا کیا ہوا نفع تمہارے لئے بہتر ہے۔'' حلال ذرائع اکتساب میں جو برکت اور اضافہ رزق ہے' وہ دنیا کی حرص کی خاطر حرام اسباب کسب اختیار کرنے میں نہیں۔ اس میں سراسر مال کا زوال اور برکت کی ضد ہے۔

(۵) یہ لوازم ایمان اور اس کے آثار میں سے ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ عمل کو وجود ایمان پر مترتب کیا ہے۔ پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر عمل کا وجود نہ ہو تو ایمان ناقص یا قطعی طور پر معدوم ہے۔

(۶) اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیائے سابقین کی شریعت میں نماز مشروع تھی' نیز یہ کہ نماز تمام اعمال سے افضل ہے۔ حتیٰ کہ کفار کے نزدیک بھی نماز کی افضلیت اور نماز کا تمام اعمال پر مقدم ہونا متحقق

ہے۔ نیز ان کے ہاں یہ بات بھی متحقق ہے کہ نماز فواحش اور منکرات سے روکتی ہے اور نماز ایمان اور شرائع کی میزان ہے' نماز کو مسنون طریقے سے ادا کرنے سے بندۂ مومن کے احوال کی تکمیل ہوتی ہے اور نماز کی عدم ادائیگی سے اس کے دینی احوال میں خلل واقع ہوتا ہے۔

(۷) وہ مال جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کر رکھا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس مال کا مالک بنا رکھا ہے تاہم انسان یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ اپنی مرضی سے اس میں تصرف کرے' کیونکہ یہ مال اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے' لہٰذا اس پر فرض ہے کہ وہ اس میں سے لوگوں کے حقوق ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے حق کو قائم کرے اور ان ذرائع اکتساب کو اختیار کرنے سے باز رہے جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہے۔ اس کے برعکس کفار اور ان سے مشابہت رکھنے والے دیگر لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے مال کے خود مالک ہیں اور وہ جیسے چاہیں اس میں تصرف کریں خواہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو یا مخالف۔

(۸) ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ داعی کی دعوت کی تکمیل یہ ہے کہ وہ خود اس کام پر عمل کرنے میں سبقت کرے جس کی طرف وہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے اور جس کام سے وہ لوگوں کو روکتا ہے سب سے پہلے وہ خود اس کام سے رک جائے' جیسا کہ جناب شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْهُ ﴾ ''میں نہیں چاہتا کہ میں تمہیں جن باتوں سے روکتا ہوں ان کا خود ارتکاب کروں'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ (الصف:٢/٦١) ''اے مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جن پر خود عمل نہیں کرتے۔''

(۹) تمام انبیاء و مرسلین کا وظیفہ اور ان کی سنت وملت یہ ہے کہ حسب امکان اور مقدور بھر مصالح کے حصول اور ان کی تکمیل کے ذریعے سے لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں اور استطاعت کے مطابق مفاسد کو دور یا کم کرتے ہیں اور مصالح خاصہ کی رعایت رکھتے ہیں...... اور حقیقی مصلحت وہ ہے جس سے بندوں کے احوال کی اصلاح ہوتی ہے اور جس سے ان کے دینی اور دنیاوی امور درست ہوتے ہیں۔

(۱۰) جو کوئی مقدور بھر اصلاح کی کوشش کرتا ہے' تو وہ ایسے کسی فعل کے نہ کرنے پر قابل ملامت اور قابل مذمت نہیں جس کے کرنے کی وہ قدرت اور استطاعت نہیں رکھتا۔ پس بندے پر واجب ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق خود اپنی اور دوسروں کی اصلاح کرے۔

(۱۱) بندۂ مومن کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ لمحہ بھر کے لیے بھی اپنے نفس پر بھروسہ نہ کرے' بلکہ اس کے برعکس وہ ہمیشہ اپنے رب پر بھروسہ کرے' اسی سے مدد طلب کرے اور اسی سے توفیق کا طلب گار رہے۔ جب اسے کوئی نیک توفیق حاصل ہو جائے تو اسے توفیق عطا کرنے والی ہستی کی طرف منسوب کرے اور خود پسندی کا شکار نہ

ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا تَوْفِيقِيٓ إِلَّا بِٱللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ (ھود: ۸۸/۱۱)

(۱۲) امم سابقہ پر جو تباہی نازل ہوئی اور عذاب کے ذریعے سے ان کو جو پکڑا گیا اس میں بندوں کے لیے ترہیب ہے اور یہ نہایت مناسب بات ہے کہ وعظ و نصیحت کے دوران گزشتہ قوموں کے ان واقعات کا ذکر کیا جائے جن میں مجرموں پر عذاب نازل کیا گیا...... اور اسی طرح یہ بھی مناسب ہے کہ تقویٰ کی ترغیب کے لیے اہل تقویٰ کے ان واقعات کا ذکر کیا جائے جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اکرام سے نوازا۔

(۱۳) گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے اس کے تمام گناہوں سے درگزر کر کے اسے معاف کر دیا گیا ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے سے محبت کرتا ہے اور اس شخص کا قول قابل اعتبار نہیں جو یہ کہتا ہے ''توبہ کرنے والا جب توبہ کرتا ہے تو اس کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کو مغفرت اور عفو سے نواز دیا جائے اور رہا اللہ تعالیٰ کی محبت اور مودت کا واپس لوٹنا تو اللہ تعالیٰ کی محبت دوبارہ نہیں آتی''...... کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّى رَحِيمٌ وَدُودٌ﴾ ''اپنے رب سے بخشش طلب کرو اور اس کی طرف لوٹ آؤ بے شک میرا رب بہت ہی رحم کرنے والا اور اپنی مخلوق سے بہت محبت رکھتا ہے۔''

(۱۴) اللہ تبارک و تعالیٰ بہت سے اسباب کے ذریعے سے اہل ایمان کی مدافعت کرتا ہے بعض اسباب کا ان کو علم ہوتا ہے اور بعض اسباب کا ان کو بالکل علم نہیں ہوتا۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ ان کے قبیلے اور اہل وطن کے ذریعے سے ان کی مدافعت کرتا ہے جیسے شعیب علیہ السلام کو ان کے قبیلے کے سبب سے رجم ہونے سے بچایا۔ اس قسم کے روابط کے لیے جن کے ذریعے سے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع اور ان کی حفاظت کا حصول مقصود ہو' کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں' بلکہ ایسی کوشش لازم ہے کیونکہ مقدور بھر اور حسب امکان' اصلاح مطلوب ہے۔

لہٰذا اس اصول کو مدنظر رکھ کر کفار کی سلطنت میں رہنے والے مسلمان اگر اسی قسم کی کوشش کریں اور نظام حکومت کو جمہوری اصولوں پر چلانے کے لیے کام کریں جس میں افراد یا جماعتوں کے لئے ممکن ہو کہ وہ اپنے دینی اور دنیاوی حقوق کی حفاظت کر سکیں' تو یہ اس صورت حال سے بہتر ہے جس میں مسلمان کافر ریاست کے مطیع ہوں اور ریاست ان کے دینی اور دنیاوی حقوق کے بارے میں من مانے فیصلے کرے' مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کرے اور کفار کی خدمت کے لیے ان کو معمولی درجے کے کارکن اور خدام بنا ڈالے۔ البتہ اگر ریاست میں مسلمانوں کا اقتدار اور ان کی حکومت ممکن ہو تو اس حکومت کا قیام لازم ہے' لیکن اگر اقتدار کا یہ مرتبہ حاصل نہ ہو سکے' تو اس مرتبے کا حصول جس میں دینی اور دنیاوی مصالح کی حفاظت ہو' مقدم ہے۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِـَٔايَٰتِنَا وَسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ ﴿٩٦﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَإِي۟هِۦ فَٱتَّبَعُوٓا۟

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ اپنی آیتوں اور دلیل واضح کے ○ طرف فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کی، پس انہوں نے پیروی کی

أَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴿٩٧﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ

فرعون کے حکم کی، اور نہیں تھا حکم فرعون کا کوئی بھلائی والا ○ وہ آگے آگے ہوگا اپنی قوم کے دن قیامت کے، پس جا داخل کرے گا انہیں

ٱلنَّارَ ۖ وَبِئْسَ ٱلْوِرْدُ ٱلْمَوْرُودُ ﴿٩٨﴾ وَأُتْبِعُوا۟ فِى هَٰذِهِۦ لَعْنَةً وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۚ

آگ میں اور برا ہے وہ گھاٹ جس پر وہ لائے جائیں گے ○ اور پیچھے لگائے گئے وہ اس (دنیا) میں لعنت اور دن قیامت کے بھی،

بِئْسَ ٱلرِّفْدُ ٱلْمَرْفُودُ ﴿٩٩﴾ ذَٰلِكَ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلْقُرَىٰ نَقُصُّهُۥ عَلَيْكَ ۖ مِنْهَا قَآئِمٌ

برا ہے وہ عطیہ جو وہ عطیہ دیے جائیں گے ○ یہ کچھ خبریں ہیں ان (تباہ شدہ) بستیوں کی، ہم بیان کرتے ہیں انکو آپ پر کچھ تو ان میں سے قائم ہیں

وَحَصِيدٌ ﴿١٠٠﴾ وَمَا ظَلَمْنَٰهُمْ وَلَٰكِن ظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ ۖ فَمَآ أَغْنَتْ عَنْهُمْ

اور کچھ نیست و نابود کر دی گئیں ○ اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر، لیکن انہوں نے (خود ہی) ظلم کیا اپنے نفسوں پر، پس نہ فائدہ دیا انہیں

ءَالِهَتُهُمُ ٱلَّتِى يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مِن شَىْءٍ لَّمَّا جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ

انکے ان معبودوں نے جنہیں وہ پکارتے تھے سوائے اللہ کے، کچھ بھی، جب آ گیا حکم آپ کے رب کا،

وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ ﴿١٠١﴾

اور نہ زیادہ کیا انہوں نے ان کو سوائے تباہی کے ○

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ ﴾ ”اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو“ یعنی موسیٰ بن عمران کو ﴿ بِـَٔايَٰتِنَا ﴾ ”اپنی نشانیوں کے ساتھ“ ۔ جو ان کی دعوت کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں' مثلاً عصا اور ید بیضا اور دیگر معجزات' جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا ﴿ وَسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ ﴾ ”اور دلیل واضح (کے ساتھ)“ اور ایسی واضح دلیل کے ساتھ' جو سورج کی مانند عیاں تھی۔ ﴿ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَإِي۟هِۦ ﴾ ”فرعون اور اس کے اشرافیہ کی طرف“ کیونکہ اشرافیہ متبوع اور دیگر لوگ ان کے تابع ہوتے ہیں۔ ان اشرافیہ نے موسیٰ علیہ السلام کے ان معجزات کو نہ مانا جو جناب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو دکھائے تھے جیسا کہ بسط و تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے۔

﴿ فَٱتَّبَعُوٓا۟ أَمْرَ فِرْعَوْنَ ۖ وَمَآ أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴾ ”پس وہ پیچھے لگے فرعون کے حکم کے اور فرعون کا حکم اچھا نہیں تھا“ بلکہ وہ بھٹکا ہوا اور گمراہ ہے۔ وہ جس چیز کا حکم دیتا ہے وہ ضرر محض کے سوا کچھ نہیں۔ اس کی قوم نے اس کی اتباع کی اور اس نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ﴿ يَقْدُمُ قَوْمَهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ ٱلنَّارَ ۖ وَبِئْسَ ٱلْوِرْدُ ٱلْمَوْرُودُ ﴾ ”وہ قیامت کے روز اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا اور اپنی قیادت میں ان کو جہنم میں جا اتارے گا' اور یہ بہت ہی برا مقام ہے جہاں یہ لوگ وارد ہوں گے۔“ ﴿ وَأُتْبِعُوا۟ فِى هَٰذِهِۦ لَعْنَةً ﴾ ”اور اس میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی۔“ یعنی اس دنیا میں ﴿ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ﴾ ”اور قیامت کے دن بھی“ یعنی اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتے اور تمام لوگ دنیا و آخرت میں ان پر لعنت بھیجیں گے۔ ﴿ بِئْسَ ٱلرِّفْدُ ٱلْمَرْفُودُ ﴾ ”بہت ہی برا ہے جو ان کو عطیہ دیا گیا“ اور اس

کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا عذاب اور دنیا و آخرت کی لعنت ان کا پیچھا کرے گی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کے ساتھ ان کی قوموں کے واقعات بیان کرنے کے بعد اپنے رسول ﷺ سے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ﴾ ''یہ بستیوں کے تھوڑے سے حالات ہیں جن میں سے بعض ہم آپ کو سناتے ہیں'' تاکہ آپ اس کے ذریعے سے اپنی قوم کو ڈرائیں اور یہ چیز آپ کی رسالت پر دلیل اور اہل ایمان کے لیے نصیحت اور یاددہانی ہو۔ ﴿مِنْهَا قَآئِمٌ﴾ ''ان میں سے بعض تو باقی ہیں۔'' یعنی ان کی بستیوں کی بعض نشانیاں اب بھی باقی کھڑی ہیں یعنی تلف نہیں ہوئیں۔ جو ان قوموں کی تباہی پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿وَّ﴾ اور ان میں سے بعض نشانیاں ﴿حَصِيْدٌ﴾ ''ان کی جڑ کٹ گئی'' یعنی ان کے مسکن منہدم ہو گئے' ان کے گھر نیست و نابود ہو گئے اور ان کے نشانات تک باقی نہ رہے۔

﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ﴾ ''اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔'' یعنی مختلف قسم کے عذاب کے ذریعے سے ان کو پکڑ کر ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ ﴿وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔'' یعنی انہوں نے شرک' کفر اور عناد کے ذریعے سے خود اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ﴿فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ﴾ ''پس نہ کام آئے ان کے وہ معبود جن کو وہ پکارتے تھے اللہ کو چھوڑ کر' کسی چیز میں' جب آپ کے رب کا حکم آیا'' اسی طرح ہر وہ شخص جو مصیبت اور سختیوں کے وقت غیر اللہ کی پناہ لیتا ہے' اس سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ﴿وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ﴾ ''اور تباہ کرنے کے سوا ان کے حق میں کچھ نہ کر سکے۔'' یعنی ان کی خواہشات کے برعکس خسارے اور تباہی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ ہوا۔

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿١٠٢﴾

اور اسی طرح ہے پکڑ آپ کے رب کی جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو جب کہ وہ ظالم ہوتی ہیں، بلاشبہ پکڑ اسکی نہایت دردناک (اور) شدید ہے ○

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿١٠٤﴾ ۭ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿١٠٥﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿١٠٦﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

بیشک اس میں یقیناً نشان (عبرت) ہے اس شخص کیلئے جو ڈر گیا عذاب آخرت سے، وہ (یوم آخرت) ایک دن ہے کہ جمع کیے جائیں گے اس میں سب لوگ، اور وہ دن ہے کہ حاضر کیے جائیں گے (اس میں سب) ○ اور نہیں مؤخر کرتے ہیں ہم اس دن کو مگر واسطے (پورا کرنے) وقت مقرر کے ○ (جب) وہ دن آجائے گا تو نہ کلام کرے گا کوئی نفس مگر اللہ کے حکم سے، پھر کوئی ان میں سے بدبخت ہوگا اور کوئی نیک بخت ○ پس لیکن وہ لوگ، جو بدبخت ہونگے، تو (وہ) آگ میں ہونگے، ان کیلئے اس میں چیخنا چلانا اور دھاڑنا ہوگا ○ ہمیشہ رہیں گے وہ اس (آگ) میں جب تک (باقی) رہیں گے آسمان

وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ

اور زمین مگر جو چاہے آپکا رب' بیشک آپکا رب کر گزرنے والا ہے اسکو جو وہ چاہتا ہے ○ اور لیکن وہ لوگ

سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا

جو نیک بخت بنائے گئے، تو (وہ) جنت میں ہونگے، ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں جب تک (باقی) رہیں گے آسمان اور زمین مگر

مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

جو چاہے آپ کا رب' (یہ اللہ کی) عطاء ہے نہ ختم ہونے والی ○

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ عذاب کے ذریعے سے ظالموں کی کمر توڑ دیتا ہے اور ان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور وہ ہستیاں ان کے کسی کام نہیں آتیں جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ ﴾ ''بے شک ان میں'' یعنی عذاب کی مختلف انواع کے ذریعے سے ظالموں کو اللہ تعالیٰ کے پکڑنے میں۔ ﴿ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ﴾ ''اس شخص کے لئے نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے'' یعنی اس میں عبرت اور دلیل ہے کہ جو لوگ ظلم اور جرم کا ارتکاب کرتے ہیں ان کے لیے دنیاوی سزا اور اخروی عذاب ہے پھر اللہ تعالیٰ نے عذاب کے ذکر سے منتقل ہو کر آخرت کے وصف کا ذکر فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ ﴾ ''یہ وہ دن ہو گا جس میں سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے۔'' یعنی اس روز تمام لوگوں کو جزا و سزا کے لیے جمع کیا جائے گا' تا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا عدل عظیم ظاہر ہو اور اس کے ذریعے سے وہ اس کو اچھی طرح پہچان لیں ﴿ وَ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴾ ''اور وہ دن ہے سب کے پیش ہونے کا'' یعنی اس روز اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتے اور تمام مخلوقات اس کا مشاہدہ کرے گی۔

﴿ وَ مَا نُؤَخِّرُهٗۤ ﴾ ''ہم اس میں تاخیر نہیں کر رہے۔'' یعنی قیامت کے روز کی آمد کو ہم موخر نہیں کرتے۔ ﴿ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴾ ''مگر وقت مقرر کے لئے'' یعنی جب دنیا کی مدت اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر مقرر کیا ہے پورا ہو جائے گا اس وقت وہ ان کو ایک اور جہان میں منتقل کرے گا اور وہاں ان پر اپنے احکام جزائی اسی طرح جاری کرے گا جس طرح اس دنیا میں ان پر احکام شرعیہ نافذ کئے تھے۔

﴿ یَوْمَ یَاْتِ ﴾ ''جس روز وہ آ جائے گا'' یعنی جس روز یہ دن آئے گا اور تمام مخلوق اکٹھی ہو گی۔ ﴿ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ ''اس کی اجازت کے بغیر کوئی کلام نہیں کرے گا'' یہاں تک کہ اس روز انبیائے کرام اور مکرم فرشتے بھی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکیں گے۔ ﴿ فَمِنْهُمْ ﴾ ''پس ان میں سے بعض'' یعنی تمام مخلوق میں سے ﴿ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ ﴾ ''بد بخت اور بعض نیک بخت ہیں'' بد بخت وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا' اس کے رسولوں کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور خوش بخت وہ لوگ ہیں جو

مومن اور متقی ہیں۔ ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا﴾ ''تو جو بد بخت ہوں گے۔'' یعنی وہ لوگ جو بد بختی' رسوائی اور فضیحت میں مبتلا ہوں گے۔ ﴿فَفِى النَّارِ﴾ تو وہ جہنم کے عذاب میں غوطے کھائیں گے اور آگ کا نہایت سخت عذاب ان کو جکڑ لے گا۔ ﴿لَهُمْ فِيْهَا﴾ ''ان کے لئے اس میں'' یعنی اس سختی کی وجہ سے جس میں وہ مبتلا ہوں گے۔ ﴿زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ﴾ ''چیخنا ہے اور دھاڑنا ہوگا'' اور یہ نہایت بری اور قبیح ترین آواز ہوگی۔

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' یعنی اس جہنم میں جس کا عذاب یہ ہے ﴿مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ﴾ ''جب تک رہے گا آسمان اور زمین' مگر جو چاہے آپ کا رب'' یعنی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے سوائے اس مدت کے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ اس مدت کے دوران جہنم میں نہ رہیں اور یہ مدت جہنم میں داخل ہونے سے قبل کی ہے۔ یہ جمہور مفسرین کا قول ہے۔ پس اس صورت میں استثناء جہنم میں دخول سے قبل کی مدت کی طرف راجع ہے' یعنی وہ تمام زمانوں تک جہنم میں رہیں گے سوائے اس زمانے کے جو جہنم میں داخل ہونے سے پہلے تھا۔ ﴿اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ ''بے شک آپ کا رب جو چاہتا ہے' کرتا ہے'' ہر وہ فعل جس کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اور اس کی حکمت مقتضی ہوتی ہے' کر گزرتا ہے کوئی اسے اس کے ارادے سے روک نہیں سکتا۔

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا﴾ ''اور جو نیک بخت ہوں گے۔'' یعنی وہ لوگ جنہیں سعادت اور فوز و فلاح سے نوازا گیا ہے۔ ﴿فَفِى الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ﴾ ''وہ جنت میں داخل ہوں گے اور وہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین و آسمان قائم ہیں مگر جو چاہے آپ کا رب۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کے طور پر فرمایا: ﴿عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ ''بخشش بے انتہا'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور لذتیں عطا کرے گا وہ ہمیشہ رہیں گی اور کسی وقت بھی منقطع نہ ہوں گی۔ ہم اللہ کریم سے اس کے فضل کا سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی ان خوش بخت لوگوں کی معیت عطا کرے۔

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ

پس نہ ہوں آپ شک میں اس سے جو عبادت کرتے ہیں یہ لوگ نہیں عبادت کرتے وہ مگر جیسے عبادت کرتے تھے باپ دادے انکے

مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع

پہلے (ان سے)، اور بے شک ہم البتہ پورا دیں گے انہیں حصہ ان کا نہیں کم کیا جائے گا (اس سے کچھ) ○

رکوع ۹

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے: ﴿فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ﴾ ''آپ ان معبودان باطل کی طرف سے کسی شک میں نہ رہیں جن کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں'' یعنی آپ کو ان کے حال کے بارے میں کوئی شک نہ رہے وہ جس راہ پر چل رہے ہیں وہ باطل ہے اور ان

کے پاس کوئی شرعی اور عقلی دلیل نہیں ہے۔ ان کی دلیل اور شبہ تو بس یہ ہے کہ وہ ﴿ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ﴾ ''یہ انہی کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت اس سے قبل ان کے باپ دادا کرتے تھے'' اور یہ واضح طور پر معلوم ہے کہ ان کے آباء واجداد کا ان باطل معبودوں کی عبادت کرنا' دلیل ہونا تو کجا یہ تو شبہ کے زمرے میں بھی نہیں آتا' کیونکہ انبیاء کے سوا کسی کا قول حجت نہیں۔ خاص طور پر ان جیسے گمراہ لوگ' جو اصول دین میں بکثرت اغلاط اور فساد اقوال کے حامل ہوتے ہیں' کیونکہ ان کے اقوال اگرچہ وہ ان کے ہاں متفق علیہ کیوں نہ ہوں خطا اور ضلالت پر مبنی ہیں۔ ﴿ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴾ ''اور ہم دینے والے ہیں ان کو ان کا حصہ' بغیر کمی کئے'' یعنی وہ لازمی طور پر دنیا کے حصے سے بہرہ ور ہوں گے جو ان کے لیے لکھ دیا گیا ہے۔ خواہ یہ دنیاوی نصیب آپ کی نظر میں کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو مگر یہ ان کے احوال کے درست ہونے پر دلالت نہیں کرتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے بھی دنیا عطا کرتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی عطا کرتا ہے جس سے محبت نہیں کرتا مگر ایمان اور دین سے صرف اسی شخص کو نوازتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ گمراہ لوگوں کے اپنے گمراہ آباء واجداد کے نظریات پر اتفاق کر لینے سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے اور نہ اس بات سے دھوکہ کھانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیاوی مال ومتاع سے نواز رکھا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب تو اختلاف کیا گیا اس میں، اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے (طے) ہو چکی ہے

مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ

آپکے رب کی طرف سے تو ضرور فیصلہ کر دیا جاتا درمیان انکے اور یقیناً وہ البتہ ایسے شک میں ہیں اس سے (جو انہیں) بے چین کرنیوالا ہے ○ اور بیشک

كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ

ہر ایک کو البتہ ضرور پوری پوری دے گا آپکا رب (جزاء) ان کے عملوں کی، بیشک وہ ساتھ اسکے جو وہ عمل کرتے ہیں خبر دار ہے ○ پس ثابت رہیں آپ

كَمَاۤ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾

جسطرح حکم کیے گئے ہیں آپ، اور وہ لوگ بھی جنہوں نے توبہ کی آپ کیساتھ، اور نہ سرکشی کرو تم، بیشک وہ (اللہ) اسے جو تم عمل کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے ○

وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور نہ جھکو تم طرف ان لوگوں کی جنہوں نے ظلم کیا، پس (ورنہ) چھوئے گی تمہیں آگ اور نہیں ہوگا تمہارے لیے سوائے اللہ کے

مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

کوئی دوست، پھر نہ مدد کیے جاؤ گے تم ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی' جس کو تورات کہا جاتا ہے جو

اس کے اوامر و نواہی پر ان کے اتفاق و اجتماع کی موجب ہے۔ مگر اس کے باوجود تورات سے نسبت رکھنے والوں نے اس میں اختلاف پیدا کیا جس نے ان کے عقائد اور ان کی دینی جمعیت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی۔'' یعنی ان کے معاملہ کو مؤخر کرنے اور ان کو عذاب میں عجلت نہ کرنے کے بارے میں ایک بات پہلے طے نہ ہو چکی ہوتی ﴿لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ ''تو ان کا فیصلہ کر دیا جاتا۔'' یعنی ظالم پر عذاب نازل ہو چکا ہوتا۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے فیصلے کو قیامت تک کے لیے مؤخر کر دے اور یہ لوگ شک و شبہ ہی میں مبتلا رہیں۔ جب ان کا اپنی کتاب کے ساتھ یہ حال ہے' تو قرآن جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کیا ہے یہود کے ایک گروہ کا یہ رویہ تعجب خیز نہیں ہے کہ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور اس کے بارے میں شک و ریب میں مبتلا ہیں۔

﴿وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اور جتنے لوگ ہیں' سب کو پورا دے گا آپ کا رب ان کے اعمال (کا بدلہ)'' یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے درمیان ضرور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور ان کو وہی سزا و جزا دے گا جس کے وہ مستحق ہوں گے۔ ﴿اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''بے شک وہ اس سے جو عمل یہ کرتے ہیں'' اچھے یا برے ﴿خَبِيْرٌ﴾ ''باخبر ہے۔'' ان کے اعمال میں سے کوئی چھوٹی یا بڑی چیز اس پر مخفی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہود کی عدم استقامت کا ذکر کرنے کے بعد' جو ان کے اختلاف و افتراق کا باعث تھی' اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ اور اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ صراط مستقیم پر گامزن رہیں جیسا کہ ان کو حکم دیا گیا ہے اور اس شریعت کو لائحہ عمل بنائیں جو ان کے لیے مشروع کی گئی ہے اور ان اعتقادات صحیحہ کو اپنا عقیدہ بنائیں جو اللہ تعالیٰ نے وحی کئے ہیں۔ اس سیدھے راستے کو چھوڑ کر دائیں' بائیں ٹیڑھی راہوں پر نہ چلیں اور دائمی طور پر اسی عقیدے اور اسی شریعت پر عمل پیرا رہیں اور سرکشی اختیار نہ کریں' یعنی استقامت کی ان حدود سے تجاوز نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر فرمائی ہیں۔ ﴿اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے۔'' اللہ تعالیٰ پر تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی مخفی نہیں اور وہ تمہیں ان اعمال کی جزا دے گا۔ ان آیات کریمہ میں استقامت کو مسلک بنانے کی ترغیب اور اس کے برعکس راستہ اختیار کرنے پر ترہیب دی گئی ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی طرف میلان رکھنے سے منع فرمایا جنہوں نے استقامت کو چھوڑ دیا۔

﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''اور مت جھکو ان لوگوں کی طرف جو ظالم ہیں'' کیونکہ اگر تم ان کی طرف مائل ہوئے' ان کے ظلم و تعدی پر ان کی موافقت کی یا ان کے ظلم پر راضی ہوئے ﴿فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ ''تو تمہیں جہنم کی آگ آ لپٹے گی۔'' ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ﴾ ''اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی مددگار نہیں'' جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکیں۔ اس آیت کریمہ میں ظالم کی طرف میلان رکھنے سے روکا گیا ہے یہاں

جب ظالموں کی طرف میلان رکھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی شدید وعید ہے' تو خود ظالموں کا کیا حال ہوگا...... ہم اللہ تعالیٰ سے ظلم سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ

اور آپ قائم کریں نماز دونوں طرفوں (حصوں) میں دن کے اور کچھ گھڑیوں میں رات سے بھی بلاشبہ نیکیاں دور کر دیتی ہیں برائیوں کو،

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٥﴾

یہ نصیحت ہے واسطے ذکر کرنے والوں کے ○ اور آپ صبر کریں، پس بے شک اللہ نہیں ضائع کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ کامل طور پر نماز کو قائم کرنے کا حکم دیتا ہے ﴿ طَرَفَيِ النَّهَارِ ﴾ "دن کے دونوں طرفوں میں" یعنی دن کے ابتدائی اور آخری حصے میں۔ اس میں فجر' ظہر اور عصر کی نماز شامل ہے۔ ﴿ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ﴾ "اور رات کے کچھ حصوں میں" اور اس میں مغرب اور عشاء کی نماز داخل ہے۔ تہجد کی نماز بھی اسی میں شامل ہے' کیونکہ بندۂ مومن تہجد کی نماز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ﴿ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ﴾ "بے شک نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو" یعنی یہ نماز پنجگانہ اور اس سے ملحق نوافل سب سے بڑی نیکی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کہ نماز سب سے بڑی نیکی اور ثواب کی موجب ہے اور برائیوں کو مٹاتی بھی ہے۔ اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ صحیح احادیث میں اس اطلاق کو مقید کیا گیا ہے' مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر مومن کبائر سے اجتناب کرتا ہے تو نماز پنج گانہ' جمعہ دوسرے جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک' یہ ان کے مابین ہونے والے گناہوں کو مٹا دینے والے عمل ہیں۔"[1] بلکہ اس آیت کریمہ کے اطلاق کو سورۃ النساء کی اس آیت نے بھی مقید کر دیا ہے فرمایا: ﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴾ (النساء: ٣١/٤) "اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہوں کو مٹا دیں گے اور تمہیں عزت وتکریم کی جگہ میں داخل کریں گے۔" ﴿ ذٰلِكَ ﴾ شاید یہ گزشتہ باتوں کی طرف اشارہ ہے' جیسے صراط مستقیم پر استقامت کا التزام' حدود الٰہی سے عدم تجاوز اہل ظلم کی طرف عدم میلان' اقامت صلوۃ کا حکم اور یہ بیان کہ نیکیاں تمام برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یہ سب ﴿ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴾ "نصیحت ہے یاد رکھنے والوں کے لئے" وہ اس چیز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کو سمجھتے ہیں اور ان تمام اوامر کی تعمیل کرتے ہیں جن کا ثمرہ نیکیاں ہیں جو شر اور برائی کو مٹاتی ہیں۔ مگر ان امور میں مجاہدۂ نفس اور صبر کی سخت ضرورت ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ ﴾ "اور صبر کیجیے۔" یعنی اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم اور اس کی نافرمانی سے باز رکھیں اور اس کا ہمیشہ التزام کریں اور تنگ

[1] صحیح مسلم' کتاب الطهارة' باب الصلوات الخمس...... الخ' حدیث: ٢٣٣

دل نہ ہوں ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ''اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتا'' بلکہ وہ ان کے اچھے اعمال کو قبول فرماتا ہے اور ان کو ان کے اعمال کی بہترین جزا عطا کرتا ہے۔ جب نفوس ضعیفہ انقطاع اور اکتاہٹ کا شکار ہو کر کمزور پڑ جاتے ہیں تو آیت کریمہ میں ان کو صبر کے التزام کی ترغیب اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کا شوق دلایا گیا ہے۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ

پس کیوں نہ ہوئے ان امتوں میں سے جو تم سے پہلے تھیں کچھ لوگ عقل و بصیرت والے کہ وہ روکتے فساد (کرنے) سے

فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ

زمین میں، مگر تھوڑے ہی ان لوگوں میں سے جنہیں نجات دی ہم نے ان میں سے اور پیچھے لگے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا، ان چیزوں کے

اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

کہ آسودگی دیے گئے تھے وہ (ظالم) ان چیزوں میں، اور تھے وہ مجرم ○

جب اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں کی ہلاکت کا ذکر فرمایا جنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا' نیز یہ کہ ان میں سے اکثر وہ لوگ تھے جنہوں نے کتب سماویہ کے ماننے والوں سے انحراف کیا' حتیٰ کہ ان لوگوں نے بھی جو کتب الٰہیہ کو ماننے والے تھے اور یہ چیز اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ گزشتہ ادیان انعدام و اضمحلال کا شکار ہو گئے تو اب ذکر فرمایا کہ گزشتہ قوموں میں ایسے اصحاب خیر کیوں نہ ہوئے جو لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے رہتے' فساد اور ہلاکت سے روکتے رہتے' تو ان سے کچھ فائدہ حاصل ہوتا جب تک ان کے ادیان باقی رہتے۔ مگر ایسے لوگ بہت ہی قلیل تھے۔

اس سارے معاملے کی غرض و غایت یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے جو تھوڑے لوگوں نے نجات پائی تو انہوں نے انبیاء و مرسلین کی اتباع اور اقامت دین کی وجہ سے نجات پائی نیز یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حجت بن گئے جس کو اس نے ان کے ہاتھوں پر جاری کیا' تاکہ جو ہلاک ہو تو دلیل کی بنا پر ہلاک ہو اور زندہ رہے تو دلیل ہی سے زندہ رہے۔

﴿ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ ﴾ ''اور پیچھے پڑے رہے ظالم اسی چیز کے جس میں ان کو عیش ملا'' یعنی وہ جن نعمتوں اور آسائشوں سے متمتع ہو رہے تھے انہی کے پیچھے پڑے رہے اور ان چیزوں کے بدلے انہوں نے کچھ اور نہیں چاہا۔ ﴿ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴾ ''اور تھے وہ گناہ گار'' یعنی ان نعمتوں اور آسائشوں کے پیچھے پڑ کر انہوں نے ظلم کا ارتکاب کیا' لہٰذا وہ عتاب کے مستحق ٹھہرے اور عذاب نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔

اس آیت کریمہ میں اس امت کو ترغیب دی گئی ہے کہ ان کے اندر ایسے ہوش مند مصلحین ہونے چاہئیں جو ان امور کی اصلاح کریں جن کو لوگوں نے فاسد کر دیا ہے' جو اللہ کے دین کو قائم کرنے والے ہوں' بھٹکے ہوؤں کو

ہدایت کی طرف بلاتے رہیں۔ اگر اس راہ میں تکلیفیں آئیں تو اس پر صبر کرتے رہیں اور وہ گمراہی کی تاریکیوں میں لوگوں کو بصیرت کی روشنی دکھاتے رہیں۔ یہ بندۂ مومن کا بلند ترین حال ہے جس کی طرف رغبت کرنے والے راغب ہوتے ہیں اور اسی حال کو اختیار کرنے والا مرتبۂ امامت پر فائز ہوتا ہے' کیونکہ اس کا عمل خالص رب العالمین کے لیے ہے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

اور نہیں ہے آپکا رب (ایسا) کہ وہ ہلاک کرے بستیوں کو ساتھ ظلم کے جبکہ ان کے رہنے والے اصلاح کرنے والے ہوں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ ظلم کے ساتھ بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا درآں حالیکہ وہ اصلاح کرنے والے ہوں' یعنی وہ درست رویے پر قائم اور اس پر دوام کا التزام کرتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صرف اسی وقت ہلاک کرتا ہے جب وہ ظلم کا ارتکاب کریں اور ان کے خلاف حجت قائم ہو جائے اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ جب لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اپنے رب کی طرف لوٹ آئیں اور اپنے اعمال کی اصلاح کر لیں تو تیرا رب ان بستیوں کو ان کے گزشتہ ظلم کی پاداش میں ہلاک نہیں کرے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا اور ان کے گزشتہ ظلم کو مٹا دے گا۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

اور اگر چاہتا آپ کا رب تو البتہ بنا دیتا تمام لوگوں کو امت ایک ہی، جبکہ وہ ہمیشہ رہیں گے (باہم) اختلاف کرنے والے ہی ○

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ

سوائے ان لوگوں کے جن پر رحم کیا آپکے رب نے، اور اسی لئے اس نے پیدا کیا انہیں، اور پوری ہوئی بات آپکے رب کی، کہ ضرور بھروں گا میں

جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

جہنم کو جنوں اور انسانوں سے، سب سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو تمام لوگوں کو دین اسلام پر مجتمع کر کے انہیں ایک امت بنا دیتا اس کی مشیت ایسا کرنے سے قاصر نہ تھی اور کوئی چیز اس کی گرفت سے باہر نہیں۔ مگر اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ وہ اختلاف کرتے رہیں' صراط مستقیم کی مخالفت کریں اور جہنم کی طرف جانے والے راستوں پر رواں دواں رہیں اور ہر کوئی اپنی رائے کو حق اور دوسرے کے قول کو گمراہی سمجھے۔ ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ﴾ ''مگر جن پر رحم کیا آپ کے رب نے'' پس اللہ تعالیٰ نے ان کی علم حق کی طرف رہنمائی کی' انہیں اس پر عمل اور اس پر اتفاق کی توفیق بخشی۔ پس یہی لوگ ہیں کہ ان کے لیے سعادت کو لکھ دیا گیا تھا اور عنایت ربانی اور توفیق الٰہی نے ان کو جا لیا تھا...... رہے ان کے علاوہ دیگر لوگ تو ان کو ان کے نفسوں کے حوالے کر دیا گیا۔

﴿ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ﴾ ''اور اسی لئے ان کو پیدا کیا'' یعنی ان کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا' تا کہ ان میں سے کچھ لوگ خوش بخت اور کچھ لوگ بد بخت ہوں' ان میں کچھ لوگ اتفاق کرنے والے اور کچھ لوگ اختلاف کرنے والے ہوں۔ ان میں سے ایک گروہ وہ ہو جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نواز دیا اور ایک گروہ وہ ہو جو گمراہی کا حق دار قرار پایا' تا کہ بندوں پر اس کا عدل اور اس کی حکمت عیاں ہو جائے' نیز طبائع بشری میں جو کچھ بھی اچھائی اور برائی پنہاں ہے وہ ظاہر ہو جائے اور تا کہ جہاد اور ان عبادات کا بازار گرم ہو جو امتحان اور آزمائش کے بغیر درست اور مکمل نہیں ہوتیں اور اس لئے کہ ﴿ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾ ''آپ کے رب کی وہ بات پوری ہو جائے (جس میں اس نے کہا تھا) کہ میں جہنم کو جنوں' انسانوں سب سے بھر دوں گا۔'' پس لازم ٹھہرا کہ وہ جہنم کو اس میں رہنے والے مہیا کرے جو ایسے اعمال بجا لائیں جو جہنم میں پہنچاتے ہیں۔

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَ جَآءَكَ

اور (ضرورت کی) ہر ایک چیز کو بیان کرتے ہیں ہم آپ پر خبروں میں سے رسولوں کی، کہ مضبوط رکھتے ہیں ہم ساتھ اسکے دل آپکا، اور آیا ہے آپکے پاس

فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَ قُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اس (سورت یا واقعات) میں حق اور نصیحت، اور یاد دہانی واسطے مومنوں کے ○ اور آپ کہہ دیجئے واسطے ان لوگوں کے جو نہیں ایمان لاتے،

اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ انْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ لِلّٰهِ

عمل کرو تم اوپر اپنی جگہ کے، بلاشبہ ہم بھی عمل کرنیوالے ہیں ○ اور انتظار کرو تم، بلاشبہ ہم بھی انتظار کرنیوالے ہیں ○ اور واسطے اللہ ہی کے ہے

غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ

غیب آسمانوں اور زمین کا، اور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کام سب کے سب' سو آپ عبادت کریں اسی کی اور توکل کریں اسی پر،

وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع

اور نہیں ہے آپ کا رب غافل اس سے جو تم عمل کرتے ہو ○

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں انبیائے کرام کے حالات بیان فرمائے' تو اب اس میں پنہاں حکمت کا ذکر فرمایا: ﴿ وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ﴾ ''اور یہ سب چیز بیان کرتے ہیں ہم آپ کے پاس رسولوں کے احوال سے جس سے مضبوط کریں ہم آپ کے دل کو'' تا کہ وہ مطمئن رہے' اس کو ثبات حاصل ہو اور وہ صبر کرے' جیسے اولوالعزم انبیاء و مرسلین نے صبر کیا تھا' کیونکہ نفوس انسانی اقتدا سے مانوس ہوتے ہیں اور اعمال پر ان کو نشاط حاصل ہوتا ہے اور وہ دوسروں کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتے ہیں' حق کے شواہد اور اس کو قائم کرنے والوں کی کثرت کا ذکر کرنے سے حق کی تائید ہوتی ہے۔

﴿وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ﴾ ''اور آیا آپ کے پاس اس میں'' یعنی اس سورۂ مقدسہ میں ﴿الْحَقُّ﴾ ''حق'' آپ کے پاس یقین آ گیا اور اس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی شک نہیں۔ اس کا علم' حق کا علم ہے جو نفس کے لیے سب سے بڑی فضیلت ہے۔ ﴿وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور نصیحت اور یاد دہانی مومنوں کے لئے'' یعنی وہ اس سے نصیحت پکڑتے ہیں پس برے کاموں سے باز رہتے ہیں اور محبوب کاموں کو یاد کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ اور جو ایمان نہیں رکھتے انہیں نصیحتیں اور مختلف انواع کی یاد دہانیاں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور ان لوگوں سے کہہ دیجیے جو (دلائل قائم ہو جانے کے بعد بھی) ایمان نہیں لاتے'' ﴿اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ﴾ ''اپنی جگہ عمل کیے جاؤ۔'' یعنی اسی حالت میں جس میں کہ تم ہو' عمل کرتے رہو ﴿اِنَّا عٰمِلُوْنَ﴾ ''ہم بھی (اپنے طریقے کے مطابق) عمل کر رہے ہیں۔''

﴿وَانْتَظِرُوْا﴾ ''تم بھی انتظار کرو۔'' یعنی ہم پر جو کچھ نازل ہوگا' تم اس کا انتظار کرو ﴿اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾ ''ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔'' اور تم پر جو کچھ نازل ہوگا' ہم اس کے منتظر ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں گروہوں کے درمیان جو فرق ہے اسے بیان کر دیا۔ اس نے اپنے بندوں کو دکھا دیا کہ وہ اپنے مومن بندوں کی مدد کرتا ہے اور انبیائے کرام کو جھٹلانے والے دشمنان الٰہی کا قلع قمع کرتا ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور اللہ ہی کے پاس ہے چھپی بات آسمانوں اور زمین کی'' یعنی تمام مخفی چیزیں اور غیبی امور جو آسمانوں اور زمین میں سربستہ ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے ﴿وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ﴾ ''اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے تمام کام'' تمام اعمال اور عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے وہ پاک اور ناپاک کو علیحدہ علیحدہ کر دے گا۔ ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''پس اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عبودیت کو قائم کیجئے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ تمام احکام ہیں جن کی تعمیل پر آپ (ﷺ) قادر ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے۔ ﴿وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''آپ کا رب (ان اچھے اور برے) اعمال سے غافل نہیں ہے جن کو تم بجالاتے ہو'' بلکہ اس کا علم ان اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ان پر اس کا قلم جاری ہو چکا ہے اور اب اس پر اس کا حکم اور جزا کا فیصلہ جاری ہوگا۔

تفسیر سورۂ یوسف

سُوْرَةُ يُوْسُف (۱۲) مَكِّيَّةٌ (۵۳) — اٰيَاتُهَا ۱۱۱ — رُكُوْعَاتُهَا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ ۣ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

الرٰ، یہ آیتیں ہیں کتاب واضح کی ○ بلاشبہ ہم نے نازل کیا ہے اس کو قرآن عربی (زبان میں) تاکہ تم

تَعۡقِلُوۡنَ ﴿٢﴾ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا

سمجھو ○ ہم بیان کرتے ہیں آپ پر بہترین بیان بذریعہ اپنے وحی کرنے کے آپ کی طرف یہ

الۡقُرۡاٰنَ ۖ وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ ﴿٣﴾

قرآن، جب کہ یقیناً تھے آپ پہلے اس سے البتہ بے خبروں میں سے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ قرآن کی آیات کتاب مبین کی آیات ہیں' یعنی جس کے الفاظ اور معانی واضح ہیں۔ اس کے واضح اور بین ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عربی زبان میں نازل کیا جو سب سے زیادہ فضیلت کی حامل اور سب سے زیادہ واضح زبان ہے۔ (الْمُبِين) سے مراد یہ ہے کہ یہ کتاب مقدس ان تمام حقائق نافعہ کو بیان کرتی ہے جن کے لوگ حاجت مند ہیں اور یہ سب ایضاح وتبیین ہے ﴿لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ﴾ "تاکہ تم سمجھو" یعنی تاکہ اس کی حدود' اس کے اصول وفروع اور اس کے اوامر ونواہی کو سمجھ سکو جب تم اس کو ایقان کے ساتھ سمجھ لو گے اور تمہارے دل اس کی معرفت سے لبریز ہو جائیں گے تو اس کے ثمرات' جوارح کے عمل اور اطاعت کی صورت میں ظاہر ہوں گے اور ﴿لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ﴾ یعنی تمہارے اذہان میں عالی شان معانی کی تکرار سے تمہاری عقل میں اضافہ ہوگا اور تم ادنیٰ حال سے اعلیٰ واکمل احوال میں منتقل ہو جاؤ گے۔

﴿نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ﴾ "ہم آپ پر بہت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں" یعنی یہ قصہ اپنی صداقت' اپنی عبارت کی سلاست اور اپنے معانی کی خوبصورتی کی وجہ سے سب سے اچھا قصہ ہے۔ ﴿بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ﴾ "اس واسطے کہ بھیجا ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن" یعنی وہ امور جن پر یہ قرآن مشتمل ہے جس کی ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی اور اس کے ذریعے سے ہم نے آپ کو تمام انبیاء ومرسلین پر فضیلت بخشی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔ ﴿وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ﴾ "اور یقیناً اس سے پہلے آپ بے خبروں میں سے تھے" یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نزول وحی سے قبل آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ مگر ہم نے اسے روشنی بنایا ہے اور اس کے ذریعے سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ ہدایت دکھاتے ہیں۔

چونکہ یہ قرآن کریم جن قصوں پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی نیز ذکر فرمایا کہ یہ قصہ علی الاطلاق بہترین قصہ ہے اور تمام کتابوں میں کوئی قصہ ایسا نہیں ملتا جیسا اس قرآن میں پایا جاتا ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام' ان کے والد یعقوب علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا نہایت خوبصورت اور تعجب انگیز قصہ ذکر فرمایا۔

اِذۡ قَالَ يُوۡسُفُ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡ رَاَيۡتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوۡكَبًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ

(یاد کرو!) جس وقت کہا یوسف نے اپنے باپ سے' اے ابا جان! بے شک میں نے دیکھا گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو،

رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝۴ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ

دیکھا میں نے انکو اپنے واسطے سجدہ کرتے ہوئے ○ اس (یعقوب) نے کہا، اے میرے عزیز بیٹے! مت بیان کرنا خواب اپنا اوپر اپنے بھائیوں کے،

فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۵ وَكَذٰلِكَ

پس وہ تدبیر کریں گے واسطے تیرے کوئی تدبیر (بری)، بے شک شیطان ہے واسطے انسان کے دشمن ظاہر ○ اور اسی طرح

يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ

برگزیدہ کرے گا تجھے تیرا رب اور سکھائے گا تجھے حقیقت (تعبیر) باتوں (خواب) کی، اور پوری کرے گا اپنی نعمت

عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ

اوپر تیرے اور اوپر آل یعقوب کے، جس طرح اس نے پورا کیا تھا اسے اوپر تیرے باپ دادا کے پہلے اس سے

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶ ع

(اوپر) ابراہیم اور اسحٰق کے، بے شک تیرا رب خوب جاننے والا، حکمت والا ہے ○

معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے اس کتاب کریم میں اپنے رسول ﷺ پر بہترین قصہ بیان فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا اور اس قصے کے متعلق تمام واقعات ذکر کیے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ قصہ نہایت کامل اور بہت خوبصورت ہے۔ جو کوئی اس قصہ کی ان اسرائیلیات کے ذریعے سے تکمیل اور اس کو مزین کرنا چاہتا ہے، جن کا کوئی سر پیر نہیں ہے اور ان کو روایت کرنے والے کا نام تک معلوم نہیں۔ جن میں سے اکثر جھوٹ پر مبنی ہیں، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ پر استدراک کرنا چاہتا ہے۔ وہ بزعم خود ناقص اور نامکمل چیز کی تکمیل کرتا ہے اور آپ کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی برائی اس حد تک پہنچتی ہے اس لئے کہ بہت سی کتب تفسیر اس سورۂ مبارکہ سے کئی گنا زیادہ جھوٹے قصے کہانیوں اور انتہائی قبیح امور سے، جو اللہ کے بیان کردہ واقعات کے متناقض ہیں، لبریز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اکثر باتوں کو بیان نہیں فرمایا۔ اس لئے بندے پر فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ واقعات کو خوب اچھی طرح سمجھ لے اور ان تمام قصے کہانیوں کو چھوڑ دے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں ہیں۔

﴿ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ ﴾ ''جب یوسف (علیہ السلام) نے کہا۔'' یعنی جب یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ﴿ يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴾ ''ابا جان! میں نے دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں'' یہ خواب یوسف علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا مقدمہ ہے جن کی بنا پر وہ دنیا و آخرت میں بلند مقام پر فائز ہوئے۔ اسی طرح جب اللہ بڑے بڑے اصولی امور کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے پہلے تقدیم پیش کرتا ہے جو اس امر کے لیے تمہید اور تسہیل

کا کام دیتی ہے اور بندے کو ان مشقوں کے لیے تیار کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے احسان کے طور پر بندے پر وارد ہوتی ہیں۔

یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کی یہ تاویل کی' کہ سورج سے مراد یوسف علیہ السلام کی والدہ' چاند سے مراد والد اور ستاروں سے مراد ان کے بھائی ہیں۔ نیز یہ کہ یہ حالات ایسے حالات میں بدل جائیں گے کہ مذکورہ تمام لوگ یوسف علیہ السلام کے مطیع ہوں گے اور ان کی تعظیم و تکریم کے لیے ان کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔ یہ سب کچھ صرف ان اسباب کی بنا پر ہو گا جو یوسف علیہ السلام کو پیش آئیں گے' اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کو اپنے فضل و کرم کے لئے چن لے گا اور علم و عمل کی نعمت سے ان کو مالا مال فرمائے گا اور زمین میں اقتدار عطا کر کے آپ پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرے گا اور اقتدار کی یہ نعمت تبعاً تمام آل یعقوب کو شامل ہو گی جو یوسف علیہ السلام کے سامنے سرافگندہ ہوں گے۔

جب یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر مکمل کر لی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا: ﴿يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا﴾ ''اے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا پھر وہ بنائیں گے تیرے واسطے کچھ فریب'' یعنی تمہارے ساتھ اپنے حسد کی وجہ سے تمہارے خلاف کوئی چال چلیں گے کہ کہیں تم ان کے سردار اور سربراہ نہ بن جاؤ۔ ﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے'' وہ دن رات اور کھلے چھپے اس پر وار کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس لئے ان اسباب سے دور رہنا بہتر ہے جن کے ذریعے سے وہ بندے پر تسلط حاصل کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور انہوں نے اپنے بھائیوں کو اس خواب کے بارے میں کچھ نہ بتایا' بلکہ اس کو چھپائے رکھا۔

﴿وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ﴾ ''اور اسی طرح چن لے گا تجھ کو تیرا رب'' یعنی اللہ جل شانہ تجھ کو اوصاف جلیلہ اور مناقب جمیلہ کی نعمتوں سے نواز کر چن لے گا۔ ﴿وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ ''اور سکھلائے گا تجھ کو ٹھکانے پر لگانا باتوں کا'' یعنی خوابوں کی تعبیر اور کتب سماویہ میں وارد ہونے والے سچے واقعات کی تاویل وغیرہ۔ ﴿وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ﴾ ''اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا'' اور دنیا و آخرت میں تجھ پر اپنی نعمت کی تکمیل کرے گا' یعنی وہ دنیا میں بھی تجھ کو بھلائی عطا کرے گا اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کرے گا۔ ﴿كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ﴾ ''جیسے اس نے پورا کیا اس نعمت کو اس سے پہلے تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر'' اللہ تعالیٰ نے جناب ابراہیم اور جناب اسحٰق علیہما السلام کو عظیم اور بے پایاں دینی اور دنیاوی نعمتوں سے نوازا ﴿اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''بے شک تیرا رب جاننے والا' حکمت والا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء اور بندوں کے سینوں میں چھپے ہوئے اچھے برے خیالات کو محیط ہے۔ پس وہ سب کو اپنی حمد و

حکمت کے مطابق عطا کرتا ہے۔ وہ حکمت والا ہے اور تمام اشیا کو ان کے اپنے اپنے مقام پر رکھتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۞ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ

البتہ تحقیق تھیں یوسف اور اسکے بھائیوں (کے واقعے) میں نشانیاں سوال کرنے والوں کیلئے ○ جب کہا انہوں نے (آپس میں) البتہ یوسف

وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ

اور اسکا بھائی (بنیامین) زیادہ پیارے ہیں طرف ہمارے باپ کی ہم سے حالانکہ ہم ایک (طاقتور) جماعت ہیں، بیشک ہمارا باپ غلطی میں ہے

مُّبِيْنِ ۞ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ

جو کہ واضح ہے ○ تم قتل کردو یوسف کو یا پھینک دو اسے کسی زمین میں، کہ خالی ہو جائے تمہارے لئے چہرہ تمہارے باپ کا،

وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۞

اور تم ہو جانا بعد اس کے نیک لوگ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ﴾ ''یقیناً یوسف اور ان کے بھائیوں (کے قصہ) میں نشانیاں ہیں۔'' یعنی قصہء یوسف میں عبرتیں اور بہت سے مطالب حسنہ پر دلائل ہیں ﴿لِّلسَّآئِلِيْنَ﴾ ''پوچھنے والوں کے لیے۔'' یعنی ہر اس شخص کے لیے جو زبان حال یا زبان قال کے ذریعے سے اس قصے کے بارے میں سوال کرتا ہے' کیونکہ سوال کرنے والے لوگ ہی آیات الٰہی اور عبرتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور رہے روگردانی کرنے والے' تو وہ آیات الٰہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں' نہ قصوں اور واضح دلائل سے۔

﴿اِذْ قَالُوْا﴾ ''جب انہوں نے کہا۔'' یعنی جب انہوں نے آپس میں کہا: ﴿لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ﴾ ''یوسف اور اس کا بھائی۔'' یعنی یوسف علیہ السلام اور ان کے حقیقی بھائی بنیامین' ورنہ تو وہ سب ان کے بھائی تھے ﴿اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ﴾ ''ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں'' یعنی حالانکہ ہم بھائی ایک جماعت ہیں پھر وہ اپنی محبت اور شفقت میں ان دونوں کو کیوں فضیلت دیتے ہیں؟ ﴿اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ﴾ ''یقیناً ہمارا باپ واضح غلطی پر ہے'' کیونکہ اس نے بغیر کسی موجب کے جس کو ہم دیکھ سکیں اور بغیر کسی ایسے سبب کے جس کا ہم مشاہدہ کر سکیں' ان دونوں کو ہم پر ترجیح دی ہے۔

﴿اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا﴾ ''یوسف کو مار ڈالو یا اس کو پھینک دو کسی زمین میں'' یعنی کہیں دور علاقے میں لے جا کر اس کو باپ کی نظروں سے دور کر دو جہاں وہ اپنے باپ کو نظر نہ آسکے۔ اگر تم نے ان دونوں امور میں سے کسی ایک پر عمل کر لیا ﴿يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ﴾ ''تو خالص ہو جائے گی تمہارے باپ کی توجہ تمہارے لئے'' یعنی وہ تمہارے لئے فارغ ہوگا اور تمہارا باپ تمہارے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آئے گا' کیونکہ وہ اس وقت یوسف کی محبت میں مشغول ہے تمہاری محبت کے لیے اس کے پاس فراغت نہیں۔ ﴿وَتَكُوْنُوْا

﴿مِنۢ بَعۡدِهٖ﴾ ''اور ہو جانا تم اس کے بعد'' یعنی یہ کام کرنے کے بعد ﴿قَوۡمًا صٰلِحِيۡنَ﴾ ''نیک لوگ'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر لینا اور اپنے اس گناہ کی معافی مانگ لینا۔ انہوں نے گناہ کے صدور سے پہلے ہی توبہ کا عزم کیا' تاکہ گناہ کا ارتکاب آسان ہو' اس کی برائی زائل ہو اور اس گناہ پر آمادہ کرنے کے لیے ایک دوسرے میں حوصلہ پیدا کریں۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا يُوۡسُفَ وَاَلۡقُوۡهُ فِىۡ غَيٰبَتِ الۡجُبِّ يَلۡتَقِطۡهُ

کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے، نہ قتل کرو تم یوسف کو اور ڈال دو تم اسے تہ میں کنویں کی، کہ اٹھا لے جائے

بَعۡضُ السَّيَّارَةِ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ۝۱۰

اسے کوئی مسافر، اگر ہو تم کرنے والے ہی ○

﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ﴾ ''ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا۔'' یعنی یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے کسی نے کہا جنہوں نے یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے یا جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا ﴿لَا تَقۡتُلُوۡا يُوۡسُفَ﴾ ''یوسف کو قتل نہ کرو'' کیونکہ اس کو قتل کرنا بہت بڑی برائی اور بہت بڑا گناہ ہے اور یہ مقصد کہ یوسف علیہ السلام کو اس کے باپ سے دور کر دیا جائے' یوسف کو قتل کیے بغیر حاصل ہو جائے گا' اس لیے تم یہ کرو کہ باپ سے دور کرنے کے لیے اسے اندھے کنویں میں ڈال دو اور یوسف کو دھمکی دو کہ وہ بھائیوں کی اس کارستانی کے بارے میں کسی کو آگاہ نہ کرے اور اپنے بارے میں یہی بتائے کہ وہ بھاگا ہوا ایک غلام ہے۔ اس وجہ سے کہ ﴿يَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّيَّارَةِ﴾ ''کوئی قافلے والا نکال کر اسے لے جائے گا۔'' جو کہیں دور جا رہے ہوں گے اور وہ یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جائیں گے اور اس کی حفاظت کریں گے۔ اس قول کا قائل جناب یوسف علیہ السلام کے بارے میں سب سے اچھی رائے رکھنے والا اور اس پورے قضیے میں سب سے زیادہ نیک اور تقویٰ پر مبنی رویے کا حامل تھا' کیونکہ کچھ برائیاں دوسری برائیوں سے کم تر ہوتی ہیں اور کم تر نقصان کے ذریعے سے بڑے نقصان کو دور کر لیا جا سکتا ہے۔ پس جب وہ اس رائے پر متفق ہو گئے۔

قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاۡمَنَّا عَلٰى يُوۡسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوۡنَ ۝۱۱ اَرۡسِلۡهُ

انہوں نے کہا، اے ابا جان! کیا ہے تجھے کہ نہیں امین سمجھتا تو ہمیں یوسف پر؟ حالانکہ یقیناً ہم اسکے خیر خواہ ہیں○ تو بھیج اسے

مَعَنَا غَدًا يَّرۡتَعۡ وَيَلۡعَبۡ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝۱۲ قَالَ اِنِّىۡ لَيَحۡزُنُنِىۡۤ

ہمارے ساتھ کل' کہ وہ (فراخی سے) کھائے اور کھیلے کودے اور ہم اسکی یقیناً حفاظت کرنیوالے ہیں○ یعقوب نے کہا، بیشک مجھے تو البتہ رنج میں ڈالتی ہے

اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ وَاَخَافُ اَنۡ يَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ وَاَنۡتُمۡ عَنۡهُ غٰفِلُوۡنَ ۝۱۳

یہ بات کہ تم لے جاؤ اسے، اور ڈرتا ہوں میں یہ کہ کھا جائے اسے بھیڑیا اور تم اس سے غافل ہو○

قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

انہوں نے کہا، البتہ اگر کھا جائے اسے بھیڑیا، جبکہ ہم ایک (طاقتور) جماعت ہیں، بلاشبہ ہم اس وقت یقیناً خسارہ پانے والے ہونگے ○

یعنی جناب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے اپنے باپ سے کہا: ﴿ یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى یُوْسُفَ ﴾ ''ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے۔'' یعنی کون سی چیز بغیر کسی سبب اور موجب کے یوسف علیہ السلام کے بارے میں آپ کو ہم سے خائف کر رہی ہے اور حال یہ ہے کہ ﴿ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴾ ''ہم اس کے خیر خواہ ہیں'' یعنی ہم اس پر شفقت رکھتے ہیں اور ہم اس کے لیے وہی کچھ چاہتے ہیں جو اپنے لئے چاہتے ہیں۔ برادران یوسف کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ جنگل وغیرہ کی طرف نہیں جانے دیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے اپنے آپ سے اس تہمت کو رفع کر دیا جو یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیجنے سے مانع تھی تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں اس مصلحت کا ذکر کیا جسے یعقوب علیہ السلام پسند کرتے تھے جو اس امر کا تقاضا کرتی تھی کہ وہ یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیج دیں' تو کہنے لگے: ﴿ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ ﴾ ''بھیج دو اس کو ہمارے ساتھ کل کو خوب کھائے اور کھیلے'' یعنی وہ جنگل میں تفریح کر کے وحشت دور کر لے۔ ﴿ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ ''اور ہم اس کے نگہبان ہیں'' یعنی ہم اس کا دھیان رکھیں گے اور ہر تکلیف دہ چیز سے اس کی حفاظت کریں گے۔

یعقوب علیہ السلام نے جواب میں ان سے فرمایا: ﴿ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ ﴾ ''تمہارا اس (یوسف) کو محض ساتھ لے جانا ہی مجھے غم زدہ کرتا ہے'' اور مجھ پر شاق گزرتا ہے کیونکہ میں اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا خواہ یہ تھوڑے سے وقت کے لیے ہی کیوں نہ ہو اور یہ چیز یوسف علیہ السلام کو تمہارے ساتھ بھیجنے سے مانع ہے اور دوسرا مانع یہ ہے ﴿ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴾ ''مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ تم اس سے غافل ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے۔'' تمہارے اس سے غفلت کرنے کی وجہ سے' کیونکہ وہ چھوٹا ہے اور اپنی حفاظت نہیں کر سکتا۔ ﴿ قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ﴾ ''انہوں نے کہا' اگر اس کو بھیڑیا کھا گیا اور ہم ایک قوی جماعت ہیں'' یعنی ہم ایک جماعت ہیں اور اس کی حفاظت کے حریص ہیں۔ ﴿ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴾ ''تب تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والے ہیں'' یعنی اگر بھیڑیا یوسف علیہ السلام کو ہم سے چھین کر کھا جائے تب تو ہم میں کوئی بھلائی اور کوئی نفع نہیں جس کی امید کی جا سکے۔ جب انہوں نے اپنے باپ کے سامنے ان تمام اسباب کو تمہید کے ساتھ بیان کیا جو یوسف علیہ السلام کو ساتھ بھیجنے کے داعی تھے اور عدم موانع کا ذکر کیا تو یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تفریح کے لیے ان کے ساتھ بھیج دیا۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

پھر جب وہ لے گئے اسے، اور عزم کر لیا انہوں نے یہ کہ ڈال دیں وہ اسے تہ میں کنویں کی، اور وحی کی ہم نے اس کی طرف کہ تو ضرور خبر دے گا انہیں

بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٥﴾ وَجَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا يٰۤاَبَانَاۤ

انکےاس کام کی جب کہ وہ نہیں سمجھتے ہوں گے O اور آئے وہ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے O انہوں نے کہا، ابا جان!

اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَاۤ

بیشک گئے تھے ہم مقابلہ کرتے تھے ہم دوڑ کا اور چھوڑ دیا تھا ہم نے یوسف کو نزدیک اپنے سامان کے، پس کھا گیا اسے بھیڑیا، اور نہیں

اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ

تو یقین کرنے والا ہماری بات کا اگرچہ ہوں ہم سچے O اور (لگا) لائے وہ اوپر اس کی قمیص کے خون جھوٹا، یعقوب نے کہا،

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ

(حقیقت یہ نہیں) بلکہ بنادی ہے تمہارے لئے تمہارے نفسوں نے ایک بات، سو صبر ہی بہتر ہے،

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾

اور اللہ (ہی سے) مدد طلب کی جاتی ہے اس پر جو تم بیان کرتے ہو O

یعنی جب وہ باپ کی اجازت کے بعد یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے گئے اور انہوں نے اپنے میں سے ایک کی رائے کے مطابق، جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے، یوسف علیہ السلام کو اندھے کنوئیں میں پھینکنے کا عزم کر لیا اور اب وہ اپنے فیصلے پر عمل کرنے کی قدرت رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے یوسف علیہ السلام کو اندھے کنوئیں میں پھینک دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جناب یوسف علیہ السلام کو...... جو کہ اس وقت سخت خوف کی حالت میں تھے...... اپنے لطف و کرم سے نوازتے ہوئے، ان کی طرف وحی کی ﴿لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''کہ تو جتائے گا ان کو ان کا یہ کام اور وہ تجھ کو نہ جانیں گے'' یعنی آپ عنقریب اس معاملے میں ان پر عتاب کریں گے اور ان کو اس بارے میں آگاہ کریں گے اور انہیں اس معاملے کا شعور تک نہ ہوگا۔ اس میں جناب یوسف علیہ السلام کے لیے بشارت تھی کہ وہ اس مصیبت سے ضرور نجات پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس حالت میں ان کو اپنے گھر والوں کے ساتھ اکٹھا کرے گا کہ عزت اور ملک کا اقتدار ان کے پاس ہوگا۔

﴿وَجَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ﴾ ''اور وہ اندھیرا پڑتے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے'' تاکہ ان کے معمول کے مطابق آنے کے وقت سے تاخیر کر کے اور ان کا روتے دھوتے آنا ان کے حق میں دلیل اور ان کی صداقت کا قرینہ ہو۔ وہ جھوٹا عذر پیش کرتے ہوئے بولے: ﴿يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ﴾ ''ابا جان! ہم تو دوڑتے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں مصروف ہو گئے۔'' ابا جان! ہم مقابلہ کرنے لگ گئے تھے۔ یہ ''مقابلہ'' یا تو دوڑ کا مقابلہ تھا یا تیر اندازی اور نیزہ بازی کا۔ ﴿وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا﴾ ''اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے۔'' ہم نے سامان کی حفاظت اور یوسف علیہ السلام کے آرام کی خاطر اسے سامان کے پاس چھوڑ دیا

تھا ﴿ فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ﴾ ''تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔'' جب ہم مقابلہ کر رہے تھے تو ہماری عدم موجودگی میں اسے بھیڑیا کھا گیا ﴿ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴾ ''اور آپ ہماری بات کو گو ہم سچے بھی ہوں' باور نہیں کریں گے۔'' یعنی ہم یہ عذر پیش کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ ہماری بات نہیں مانیں گے' کیونکہ آپ کا دل یوسف علیہ السلام کے بارے میں سخت غم زدہ ہے۔ مگر آپ کا ہماری بات کو نہ ماننا اس بات سے مانع نہیں کہ ہم آپ کے سامنے حقیقی عذر پیش کریں اور یہ سب کچھ ان کے اپنے عذر پر تاکید کے لیے تھا۔

﴿ وَ ﴾ اور انہوں نے اپنی بات کو اس طرح مؤکد کیا ﴿ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ﴾ ''وہ یوسف کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لائے'' اور دعویٰ کیا کہ یہ یوسف علیہ السلام کا خون ہے اور یہ خون اس وقت لگا تھا جب بھیڑیے نے یوسف کو کھایا تھا۔ مگر ان کے باپ نے ان کی بات کو تسلیم نہ کیا ﴿ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ﴾ ''انہوں (یعقوب) نے کہا' بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے ہو۔'' یعنی تمہارے نفس نے میرے اور یوسف علیہ السلام کے درمیان جدائی ڈالنے کے لیے ایک برے کام کو تمہارے سامنے مزین کر دیا' کیونکہ قرائن و احوال اور یوسف علیہ السلام کا خواب' یعقوب علیہ السلام کے اس قول پر دلالت کرتے تھے۔ ﴿ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴾ ''اچھا صبر (کہ وہی) خوب (ہے) اور جو تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔'' یعنی رہا میں' تو میرا وظیفہ...... جس کو قائم رکھنا چاہتا ہوں...... یہ ہے کہ میں اس آزمائش پر صبر جمیل سے کام لوں گا۔ مخلوق کے پاس اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہیں کروں گا۔ میں اپنے اس وظیفے پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں۔ میں اپنی قوت و اختیار پر بھروسہ نہیں کرتا۔ جناب یعقوب علیہ السلام نے اپنے دل میں اس امر کا وعدہ کیا اور اپنے خالق کے پاس اپنے اس صدمے کی شکایت ان الفاظ میں کی ﴿ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ﴾ (یوسف: ۱۲/۸۶) ''میں تو اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ کے پاس کرتا ہوں۔'' کیونکہ خالق کے پاس شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں اور نبی جب وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ

اور آیا قافلہ پس بھیجا انہوں نے اپنا پانی لانیوالا، پس لٹکایا اس نے اپنا ڈول تو کہا اس نے، واہ خوش خبری ہے! یہ تو لڑکا ہے،

وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ

اور چھپایا انہوں نے اسے پونجی سمجھ کر اور اللہ خوب جانتا تھا اسے جو وہ کر رہے تھے ○ اور بیچ ڈالا انہوں نے اسے بہ قیمت ناقص،

دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۱۲

(یعنی) چند درہموں میں گنتی کے اور تھے وہ اس کی بابت بے رغبت ○

جناب یوسف علیہ السلام کچھ عرصہ اس اندھے کنویں میں پڑے رہے ﴿ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ ﴾ ''ایک قافلہ آ وارد

ہوا۔“ یہاں تک کہ ایک قافلہ آیا جو مصر جا رہا تھا ﴿ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ ﴾ ”انہوں نے اپنے ہراول سقے کو بھیجا“ اس سے مراد وہ شخص ہے جو قافلے کے لیے پانی تلاش کرتا ہے اور ان کے لیے حوض وغیرہ تیار کرتا ہے۔ ﴿ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ﴾ ”پس اس نے اپنا ڈول لٹکایا۔“ یعنی پانی تلاش کرنے والے اس سقے نے کنوئیں میں اپنا ڈول ڈالا تو یوسف علیہ السلام اس ڈول سے چمٹ کر باہر آ گئے ﴿ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ﴾ یعنی وہ بہت خوش ہوا اور بولا ”یہ تو قیمتی غلام ہے“ ﴿ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ﴾ ”اور اس کو تجارت کا مال سمجھ کر چھپا لیا“ یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی کہیں قریب ہی تھے۔ قافلے والوں نے یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں سے خرید لیا ﴿ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ ﴾ ”بہت ہی معمولی قیمت میں۔“ پھر اس کی تفسیر یوں بیان فرمائی: ﴿ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴾ ”چند درہموں میں اور وہ اس سے بیزار ہو رہے تھے“ کیونکہ ان کا مقصد تو صرف یوسف علیہ السلام کو غائب کر کے اپنے باپ سے جدا کرنا تھا۔ ان کا مقصد یوسف علیہ السلام کی قیمت حاصل کرنا نہ تھا۔

اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام اس قافلے کے ہاتھ لگ گئے تو قافلے والوں نے ان کے معاملے کو چھپانے کا عزم کر لیا' تاکہ وہ انہیں بھی اپنے سامان تجارت میں شامل کر لیں' حتیٰ کہ ان کے بھائی آ گئے اور انہوں نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں ظاہر کیا کہ وہ ان کا بھاگا ہوا غلام ہے۔ پس قافلے والوں نے انہیں اس معمولی قیمت پر خرید لیا اور انہوں نے قافلے والوں سے یقین حاصل کیا کہ وہ بھاگ نہ جائے۔ واللہ اعلم۔

وَقَالَ الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ

اور کہا اس شخص نے جس نے خریدا تھا یوسف کو مصر میں، اپنی بیوی سے اچھی طرح سے کرنا دیکھ بھال اسکی، امید ہے کہ وہ نفع دے ہمیں یا

نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۫ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ

یہ کہ بنا لیں ہم اسے بیٹا، اور اسی طرح قوت دی ہم نے یوسف کو زمین (مصر) میں، اور تاکہ ہم سکھائیں اسے کچھ تعبیر کرنا باتوں (خواب) کی،

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور اللہ غالب ہے اوپر اپنے (ہر) کام کے' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

یعنی قافلہ یوسف علیہ السلام کو لے کر مصر چلا گیا اور وہاں جا کر ان کو فروخت کر دیا اور عزیز مصر نے انہیں خرید لیا۔ جب عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو خریدا تو وہ ان کو اچھے لگے' چنانچہ اس نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں اپنی بیوی کو وصیت کرتے ہوئے کہا: ﴿ اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ﴾ ”اس کو عزت سے رکھ' شاید یہ ہمارے کام آئے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں“ یعنی یہ ہمیں یا تو اس طرح فائدہ دے گا جس طرح خدمت کے ذریعے سے غلام فائدہ دیتے ہیں یا ہم اس سے اس انداز سے فائدہ اٹھائیں گے جیسے اولاد سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ یہ بات اس نے اس لئے کہی کہ شاید ان کے ہاں اولاد نہ تھی۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ﴾ ”اسی طرح

ہم نے جگہ دی یوسف کو اس ملک میں'' یعنی جس طرح ہم نے نہایت آسان کر دیا کہ عزیز مصر یوسف علیہ السلام کو خرید لے اور آپ کو عزت و تکریم دے' تو اسی طریقے سے ہم نے یوسف علیہ السلام کے اقتدار عطا کرنے کے لیے راہ ہموار کی۔ ﴿وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ ''اور اس واسطے کہ اس کو سکھائیں کچھ ٹھکانے پر بٹھانا باتوں کا'' یعنی انہیں کوئی شغل اور کوئی ہم و غم لاحق نہ رہا سوائے حصول علم کے اور یہ چیز ان کے لیے علم الاحکام اور علم التعبیر وغیرہ کے حصول کا باعث بن گئی۔

﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ﴾ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم نافذ ہے کوئی ہستی اسے باطل کر سکتی ہے نہ اللہ تعالیٰ پر غالب آسکتی ہے۔ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' اسی وجہ سے ان سے اللہ تعالیٰ کے احکام قدریہ کے مقابلے میں افعال سرزد ہوتے ہیں حالانکہ وہ انتہائی عاجز اور انتہائی کمزور ہیں' کوئی مقابلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ پر غالب نہیں آسکتا۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

اور جب پہنچا یوسف اپنی جوانی کو تو دیا ہم نے اسے حکم اور علم، اور اسی طرح ہم جزاء دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ○

﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ﴾ ''اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے'' یعنی جب جناب یوسف علیہ السلام کے قوائے حسیہ اور قوائے معنویہ اپنے درجہ کمال کو پہنچ گئے اور ان میں یہ صلاحیت پیدا ہو گئی کہ وہ نبوت اور رسالت کا بھاری بوجھ اٹھا سکیں۔ ﴿اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾ ''تو ہم نے ان کو دانائی اور علم بخشا'' یعنی ہم نے ان کو نبی' رسول اور عالم ربانی بنا دیا۔ ﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو'' یعنی جو پوری کوشش اور خیر خواہی سے خالق کی عبادت میں ''احسان'' سے کام لیتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو نفع پہنچا کر ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آتے ہیں ہم ان کو ان کے اس احسان کے بدلے علم نافع عطا کرتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ یوسف علیہ السلام مقام احسان پر فائز تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی قوت' علم کثیر اور نبوت عطا کی۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ

اور پھسلایا اس نے اسکو کہ تھا وہ (یوسف) اسکے گھر میں' اسکے نفس سے اور بند کر دیے اس (عورت) نے دروازے، اور کہا، لو آ جاؤ!

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ

یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! وہ (عزیز) تو میرا آقا ہے، اچھا کیا اس نے میرا ٹھکانا' بیشک نہیں فلاح پاتے ظالم لوگ ○ اور البتہ تحقیق ارادہ کیا اس عورت نے

بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ

یوسف کا اور وہ بھی ارادہ کر لیتا اسکا اگر نہ ہوتی یہ بات کہ دیکھ لی تھی اس نے برہان اپنے رب کی، اسی طرح (اسے برہان دکھائی) تا کہ ہم پھیر دیں اس سے برائی

وَالْفَحْشَآءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ

اور بے حیائی کو، بیشک یوسف ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں میں سے تھا○ اور دوڑے وہ دونوں دروازے کو اور پھاڑ دی اس نے قمیص یوسف کی

مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۭ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ

پیچھے سے، اور پایا دونوں نے اسکے خاوند کو نزدیک دروازے کے، کہا اس عورت نے کیا سزا ہے اسکی جو ارادہ کرے تیری بیوی سے برائی کا سوائے اسکے

اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾ قَالَ هِىَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

کہ وہ قید کیا جائے یا (دیا جائے) عذاب دردناک○ یوسف نے کہا، اسی نے ورغلایا مجھے میرے نفس سے اور گواہی دی ایک شاہد نے

مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٦﴾

اس عورت کے خاندان میں سے کہ اگر ہے قمیص یوسف کی پھٹی ہوئی آگے (کی طرف) سے تو وہ عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹوں میں سے ہے○

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٧﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ

اور اگر ہے قمیص یوسف کی پھٹی ہوئی پیچھے سے تو جھوٹی ہے وہ عورت اور یوسف سچوں میں سے ہے○ پھر جب دیکھی عزیز نے اسکی قمیص

قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ

کہ وہ پھٹی ہوئی تھی پیچھے سے تو کہا عزیز نے بیشک یہ تم عورتوں کے مکر و فریب سے ہے، بلاشبہ تم عورتوں کا مکر و فریب بہت بڑا ہے○ اے یوسف اور گزر کر

عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ښ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـــِٕيْنَ ﴿٢٩﴾ ع

اس (بات) سے، اور (بیوی سے کہا) تو مغفرت طلب کر واسطے اپنے گناہ کے، بلاشبہ تو ہی ہے خطا کاروں میں سے○

١٢/ ع٣

یہ عظیم آزمائش اس سے بہت بڑی تھی جو جناب یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائیوں کی طرف سے پیش آئی اور اس پر ان کا صبر کرنا بہت بڑے اجر کا موجب بنا' کیونکہ اس قبیح فعل کے وقوع کے لیے کثیر اسباب کے باوجود انہوں نے صبر کو اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو ان اسباب پر مقدم رکھا۔ اس لئے ان کا یہ صبر اختیاری تھا اور ان کو اپنے بھائیوں کے ہاتھوں جو آزمائش پیش آئی وہاں ان کا صبر اضطراری تھا۔ جیسے مرض اور دیگر تکالیف بندے کے اختیار کے بغیر اسے لاحق ہوتی ہیں جن میں طوعاً یا کرہاً صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں اور آزمائش کا یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے گھر میں نہایت عزت و اکرام کے ساتھ رہ رہے تھے۔ وہ کامل حسن و جمال اور مردانہ وجاہت کے حامل تھے اور یہی چیز ان کی آزمائش کا موجب بنی۔ ﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ ''تو جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے اس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔'' یعنی یوسف علیہ السلام جس عورت کے غلام اور اس کے زیر دست تھے اس نے ان پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیے۔ وہ ایک ہی گھر میں رہتے تھے جہاں کسی شعور اور احساس کے بغیر اس مکروہ فعل کے مواقع میسر تھے اور اس سے بھی بڑھ کر مصیبت یہ نازل ہوئی کہ ﴿وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ﴾ ''اس نے دروازے بند کر دیے'' اور مکان خالی ہو گیا اور

دروازوں کو بند کر دینے کی بنا پر کسی کے وہاں آنے کا ڈر نہ رہا۔ اس عورت نے جناب یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ بدکاری کی دعوت دی۔ ﴿وَ قَالَتْ هَيْتَ لَكَ﴾ ''کہنے لگی' جلدی آؤ۔'' یعنی میرے پاس آؤ اور میرے ساتھ یہ فعل بد سرانجام دو۔

اس کے باوجود کہ یوسف علیہ السلام ایک غریب الوطن شخص تھے اور ایسا شخص اس طرح اپنے غصے اور ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کر سکتا جس طرح وہ اپنے وطن میں جان پہچان کے درمیان ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے اور وہ اس عورت کے اسیر تھے اور وہ عورت ان کی آقا تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس عورت میں حسن و جمال تھا۔ یوسف علیہ السلام خود جوان اور غیر شادی شدہ تھے اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ عورت دھمکی دے رہی تھی کہ اگر یوسف (علیہ السلام) نے اس کی خواہش پوری نہ کی تو وہ انہیں قید خانے میں بھجوا دے گی یا انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گی۔

مگر بایں ہمہ' جناب یوسف علیہ السلام اپنے اندر اس فعل کا قوی داعیہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے رکے رہے' کیونکہ جس فعل کا ارادہ انہوں نے کر لیا تھا اسے اللہ تعالیٰ کی خاطر ترک کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی مراد کو اپنے نفس کی مراد پر مقدم رکھا جو ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے۔ انہیں اپنے رب کی برہان نظر آئی' یعنی ان کے پاس جو علم و ایمان تھا وہ اس بات کا موجب تھا کہ وہ ہر اس چیز کو ترک کر دیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے یہ برہان حق ان کو اس بڑے گناہ سے دور رکھنے کی باعث تھی۔

﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ﴾ ''انہوں نے کہا' اللہ کی پناہ'' یعنی میں اس انتہائی قبیح فعل کے ارتکاب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اپنے سے دور کر دیتا ہے' نیز یہ فعل اپنے آقا کے حق میں خیانت ہے جس نے مجھے عزت و تکریم سے نوازا۔ پس مجھے یہ ہرگز زیب نہیں دیتا کہ میں اس کی بیوی کے ساتھ اس بدترین فعل کے ذریعے سے اس کے احسانات کا بدلہ دوں۔ یہ تو سب سے بڑا ظلم ہے اور ظالم کبھی فلاح نہیں پاتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اس قبیح فعل سے جن امور کو موانع قرار دیا وہ تھے تقوائے الٰہی' اپنے آقا کے حق کی رعایت جس نے ان کو عزت و اکرام سے نوازا تھا اور اپنے آپ کو ظلم کرنے سے بچانا جس کا مرتکب کبھی فلاح نہیں پاتا۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جناب یوسف علیہ السلام کو ایمان کی برہان حق سے نوازا جوان کے قلب میں جاگزیں تھا جو ان سے اوامر الٰہی کی اطاعت اور نواہی سے اجتناب کا تقاضا کرتا تھا...... اس پورے معاملے میں جامع بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام سے بدی اور بے حیائی کو دور کر دیا تھا' کیونکہ وہ ان بندوں میں سے تھے جو اپنی عبادات میں اخلاص سے کام لیتے ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور اپنے لئے خاص کر لیا اور ان پر اپنی نعمتوں کی بارش کر دی اور تمام ناپسندیدہ امور کو ان سے دور کر دیا۔ بنابریں وہ اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق میں سے تھے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام اس عورت کی طرف سے بدی کی سخت ترغیب کے باوجود اس کی خواہش پوری کرنے سے ممتنع رہے اور وہ اس عورت سے اپنے آپ کو چھڑا کر دروازے کی طرف تیزی سے بھاگے' تاکہ وہ بھاگ کر اس فتنہ سے بچ کر نکل جائیں تو وہ عورت بھی ان کی پیچھے بھاگی اور پیچھے سے ان کی قمیص کا دامن پکڑ لیا اور ان کی قمیص پھاڑ ڈالی۔ جب وہ دونوں اس حالت میں دروازے پر پہنچے تو انہوں نے دروازے پر عورت کے خاوند کو موجود پایا اس نے یہ معاملہ دیکھا تو اسے سخت شاق گزرا۔ اس عورت نے فوراً جھوٹ گھڑ لیا اور دعویٰ کیا کہ یوسف اس کے ساتھ زیادتی کرنا چاہتا تھا اور کہنے لگی: ﴿مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا﴾ ''اس شخص کی کیا سزا ہے جو تیری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے'' اور یہ نہیں کہا (مَنْ فَعَلَ بِاَهْلِكَ سُوْءًا) ''جس نے تیری بیوی کے ساتھ برائی کی'' کیونکہ وہ اپنے آپ کو اور یوسف علیہ السلام کو اس فعل سے بری ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ تمام نزاع تو صرف برائی کے ارادے اور ڈورے ڈالنے کے بارے میں تھا۔ ﴿اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''مگر یہی کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے یا اسے دردناک سزا دی جائے''۔

یوسف علیہ السلام نے اس الزام سے' جو اس عورت نے لگایا تھا' اپنے آپ کو بری کرتے ہوئے کہا: ﴿هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ﴾ ''اسی نے مجھ کو مائل کرنا چاہا تھا۔'' اس صورت حال میں دونوں کی صداقت کا احتمال تھا مگر یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ دونوں میں سے کون سچا ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حق اور صداقت کی کچھ علامات اور نشانیاں مقرر فرمائی ہیں۔ جو حق کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں جنہیں بسا اوقات بندے جانتے ہیں اور بسا اوقات نہیں جانتے' چنانچہ اس قضیہ میں اللہ تعالیٰ نے سچے کی پہچان سے نوازا' تاکہ اس کے نبی اور چنیدہ بندے' جناب یوسف علیہ السلام کی براءت کا اظہار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے گھر والوں میں سے ایک شاہد کو کھڑا کر دیا اور اس نے قرینے کی گواہی دی کہ جس کے پاس یہ قرینہ موجود ہوگا وہی سچا ہے۔ اس گواہ نے کہا: ﴿اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اگر اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو وہ عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے'' کیونکہ یہ صورت حال دلالت کرتی ہے کہ یوسف علیہ السلام ہی بڑھ کر اس عورت پر ہاتھ ڈالنے والے' اس کو پھسلانے والے اور زور آزمائی کرنے والے تھے اور وہ عورت تو بس اپنی مدافعت کر رہی تھی اور اس نے اپنی مدافعت کی حالت میں اس جانب سے یوسف کا کرتہ پھاڑ ڈالا۔ ﴿وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اور اگر اس کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے' تو وہ عورت جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے'' کیونکہ یہ صورت حال جناب یوسف علیہ السلام کے اپنے آپ کو چھڑا کر بھاگنے پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ یہ عورت ہی ہے جس نے یوسف علیہ السلام پر ڈورے ڈالنے چاہے اور اس طرح کرتہ اس جانب سے پھٹ گیا۔

﴿فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ﴾ ''پس جب عزیز مصر نے ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا'' تو اسے جناب

یوسف علیہ السلام کی صداقت اور ان کی براءت کا یقین ہو گیا' نیز یہ کہ عورت جھوٹی ہے' تو عورت کے شوہر نے اس سے کہا: ﴿ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴾ "یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا' یقیناً تمہارا فریب بڑا ہے" اس سے بڑھ کر کوئی اور فریب ہو سکتا ہے کہ اس عورت نے بدی کا ارادہ کیا' اس کا ارتکاب کرنے کی کوشش کی پھر اپنے آپ کو بری قرار دے کر اپنا کرتوت اللہ تعالیٰ کے نبی جناب یوسف علیہ السلام کے سر تھوپ دیا۔

جب اس عورت کے شوہر کے سامنے سارا معاملہ متحقق ہو گیا تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا ﴿ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ﴾ "یوسف! جانے دو اس ذکر کو" یعنی اس واقعہ کے بارے میں کوئی بات نہ کرو' اسے بھول جاؤ اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرو۔ وہ اپنی بیوی کے فعل پر پردہ ڈالنا چاہتا تھا۔ ﴿ وَاسْتَغْفِرِيْ ﴾ "اے عورت! بخشش مانگ" ﴿ لِذَنْۢبِكِ ښ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴾ "اپنے گناہ پر' بے شک تو ہی گناہ گار تھی" اس شخص نے یوسف علیہ السلام کو اس تمام معاملے کو نظر انداز کرنے کی درخواست کی اور اس عورت کو توبہ واستغفار کا حکم دیا۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا

اور کہا عورتوں نے شہر (مصر) میں کہ عزیز مصر کی بیوی نے پھسلایا (ورغلایا) اپنے غلام کو اسکے نفس سے، تحقیق غالب آ گیا ہے یوسف اس پر

حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝30 فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ

ازروئے محبت کے، بیشک ہم البتہ دیکھتی ہیں اسے گمراہی ظاہر میں ○ پس جب اس عورت نے سنی ملامت انکی تو اس نے (پیغام) بھیجا انکی طرف (بلانے کو)

وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ

اور تیار کیں ان کے لیے نشست گاہیں، اور دی اس نے ہر ایک عورت کو ان میں سے ایک چھری، اور کہا (یوسف سے) نکل

عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۡ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ

ان پر، پس جب ان عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو بہت بڑا جانا اسے اور کاٹ لئے اپنے ہاتھ، اور بولیں، حاشاللہ! (پاکیزگی اللہ کی) نہیں ہے یہ بشر،

اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝31 قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ

نہیں ہے یہ مگر فرشتہ نہایت معزز ○ اس نے کہا، پس یہی تو ہے وہ شخص کہ ملامت کی تم نے مجھے اسکے بارے میں، اور البتہ تحقیق ورغلایا تھا میں نے اسے

عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝32

اسکے نفس سے، پس وہ بچ گیا، اور البتہ اگر نہ کیا اس نے جو حکم دیتی ہوں میں اسے تو ضرور قید کیا جائے گا اور یقیناً ہوگا بے عزت ہونے والوں میں سے ○

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ

یوسف نے کہا، اے رب! قید خانہ زیادہ پسند ہے مجھے اس سے کہ بلاتی ہیں یہ عورتیں مجھے اسکی طرف، اور اگر نہ پھیرے گا تو مجھ سے ان کا مکر

اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝33 فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ

تو مائل ہو جاؤں گا میں طرف انکی اور ہو جاؤں گا میں جاہلوں میں سے ○ پس قبول کر لی (دعاء) اسکی اسکے رب نے، سو پھیر دیا اس نے اس سے مکر ان عورتوں کا،

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ

بے شک وہی ہے خوب سننے والا، خوب جاننے والا○ پھر ظاہر ہوا واسطے ان کے بعد اس کے کہ دیکھ لیں انہوں نے نشانیاں

لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

کہ بہر صورت قید کریں وہ لوگ اس (یوسف) کو کچھ وقت تک○

یعنی اس واقعے کی خبر مشہور ہوگئی اور تمام شہر میں پھیل گئی اور اس بارے میں عورتوں نے چہ میگوئیاں کیں اور عزیز مصر کی بیوی کو ملامت کرنے لگیں اور کہنے لگیں: ﴿ اِمْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ﴾ ''عزیز کی بیوی، پھسلاتی ہے اپنے غلام کو اس کے جی سے' اس کا دل اس کی محبت میں فریفتہ ہوگیا ہے'' یہ کام بہت برا ہے یہ عورت ایک انتہائی معزز شخص کی معزز بیوی ہے' بایں ہمہ وہ اپنے غلام پر ڈورے ڈالتی رہی ہے جو زیر دست اور اس کی خدمت پر مامور تھا' اس کے باوجود اس عورت کے دل میں اس غلام کی محبت جاگزیں ہوگئی ﴿ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ﴾ ''اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی۔'' یعنی یوسف علیہ السلام کی محبت عورت کے دل کی گہرائیوں تک پہنچ گئی ہے۔ یہ محبت کا انتہائی درجہ ہے۔ ﴿ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''یقیناً ہم اس کو کھلی گمراہی میں دیکھتی ہیں۔'' یہ عورت اس حالت کو پہنچ گئی ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں' یہ حالت لوگوں کے ہاں اس کی قدر و قیمت گھٹا دے گی۔ ان عورتوں کا اس قول سے مجرد ملامت اور محض لعن طعن مقصود نہیں تھا' بلکہ یہ ان کی ایک چال تھی۔ وہ درحقیقت یہ بات کہہ کر جناب یوسف علیہ السلام تک رسائی حاصل کرنا چاہتی تھیں جن کی وجہ سے عزیز مصر کی بیوی فتنے میں پڑ گئی...... تاکہ یہ بات سن کر عزیز مصر کی بیوی غصے میں آئے اور ان کے سامنے آپ کو معذور ظاہر کرنے کے لیے یوسف علیہ السلام کا دیدار کروا دے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو مکر قرار دیا۔

چنانچہ فرمایا: ﴿ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ ﴾ ''جب اس نے ان کا فریب سنا تو ان کو بلوا بھیجا'' ان کو اپنے گھر ایک ضیافت پر بلایا ﴿ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً ﴾ ''اور ان کے لئے ایک مجلس تیار کی'' ان کے لیے ایک ایسی جگہ تیار کی جہاں مختلف اقسام کے فرش بچھے ہوئے تھے جن پر تکئے لگے ہوئے تھے اور کھانے سجے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں اس ضیافت میں عزیز مصر کی بیوی نے کچھ ایسے کھانے بھی پیش کئے جن میں چھری کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے' مثلاً لیموں وغیرہ۔ ﴿ وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا ﴾ ''اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں چھری دی'' تاکہ اس چھری سے وہ مخصوص کھانا کاٹ سکیں۔ ﴿ وَّقَالَتِ ﴾ اور یوسف علیہ السلام سے بولی: ﴿ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ﴾ ''ان کے سامنے نکل آؤ'' اپنے پورے جمال اور رعنائیوں کے ساتھ ان عورتوں کے سامنے آؤ۔ ﴿ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ ﴾ ''پس جب انہوں نے اسے دیکھا تو اسے بہت بڑا سمجھا'' یعنی اپنے دل میں اسے بہت بڑا سمجھا اور انہیں ایک نہایت عمدہ اور سحر انگیز منظر نظر آیا کہ اس سے پہلے انہوں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔

﴿ وَقَطَّعْنَ ﴾ ''اور کاٹ لئے انہوں نے'' یعنی تحیر اور مدہوشی میں ﴿ اَیْدِیَهُنَّ ﴾ ''اپنے ہاتھ'' ان چھریوں سے جو ان کے پاس تھیں اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ ﴿ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ ﴾ ''اور کہنے لگیں اللہ تعالیٰ پاک ہے''۔ ﴿ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴾ ''یہ شخص انسان نہیں ہے یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے'' اس کی وجہ یہ تھی کہ جناب یوسف علیہ السلام کو بے پناہ حسن و جمال، نورانیت اور مردانہ وجاہت عطا کی گئی تھی جو دیکھنے والوں کے لیے ایک نشانی اور غور کرنے والوں کے لیے عبرت تھی۔

جب ان عورتوں کے سامنے یوسف علیہ السلام کا ظاہری جمال متحقق ہو گیا اور یوسف علیہ السلام ان کو بہت ہی اچھے لگے، تو عزیز مصر کی بیوی پر ان کا بہت کچھ عذر ظاہر ہو گیا۔ پھر اس نے چاہا کہ وہ ان عورتوں کو یوسف علیہ السلام کے باطنی جمال...... یعنی عفت کاملہ...... کا نظارہ کروائے چنانچہ اس عورت نے کسی چیز کی پروا کیے بغیر، کیونکہ آج عورتوں کی طرف سے ملامت منقطع ہو گئی تھی...... یوسف علیہ السلام سے اپنی شدید محبت کا اعلان کرتے ہوئے کہا: ﴿ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ﴾ ''یہ وہی ہے کہ طعنہ دیا تھا تم نے مجھ کو اس کے بارے میں اور میں نے پھسلایا تھا اس کو اس کے جی سے، پس اس نے اپنے کو بچا لیا'' یعنی اس نے اپنے آپ کو بچا لیا گویا وہ اب بھی یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کے موقف پر قائم تھی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی بے قراری، محبت اور شوق وصال میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔ لہٰذا اس نے ان عورتوں کی موجودگی میں یوسف علیہ السلام سے کہا: ﴿ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴾ ''اگر اس نے وہ کام نہ کیا، جس کا حکم میں اس کو دے رہی ہوں، تو یہ یقیناً قید کر دیا جائے گا اور بے عزت ہو گا'' تاکہ وہ اس دھمکی کے ذریعے سے جناب یوسف علیہ السلام سے اپنا مقصد حاصل کر سکے۔

تب یوسف علیہ السلام نے اپنے رب سے پناہ مانگی اور ان عورتوں کے مکر و فریب کے مقابلے میں اپنے رب سے مدد کے طلب گار ہوئے ﴿ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ﴾ ''انہوں نے کہا، اے رب! مجھے قید اس سے زیادہ پسند ہے جس طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں'' یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی مالکہ کا حکم مانیں اور ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو فریب سے پھسلانا شروع کر دیا تھا۔ اس لئے یوسف علیہ السلام نے اس لذت کے مقابلے میں، جو اخروی عذاب کی موجب ہے، قید خانے اور دنیاوی عذاب کو پسند کیا۔

﴿ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ ﴾ ''اور اگر تو نے ان عورتوں کی چالوں اور مکر و فریب کو مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو کر ان کے دام میں پھنس جاؤں گا'' کیونکہ میں تو ایک عاجز اور کمزور بندہ ہوں ﴿ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ ''اور میں جاہلوں سے ہو جاؤں گا'' کیونکہ یہ سب جہالت کا کام ہے، کیونکہ جاہل

ختم ہوجانے والی قلیل لذت کو جنت میں حاصل ہونے والی دائمی لذات اور انواع واقسام کی شہوات پر ترجیح دیتا ہے اور جو دنیا کی اس لذت کو جنت کی لذتوں پر ترجیح دیتا ہے اس سے بڑھ کر جاہل کون ہے؟ علم و عقل ہمیشہ بڑی مصلحت اور دائمی لذت کو مقدم رکھنے اور ان امور کو ترجیح دینے کی دعوت دیتے ہیں جن کا انجام قابل ستائش ہوتا ہے۔

﴿فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ﴾ ''تو اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی۔'' جب یوسف علیہ السلام نے دعا مانگی' اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا ﴿فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ﴾ ''پس ان سے ان عورتوں کا فریب پھیر دیا'' وہ عورت جناب یوسف علیہ السلام پر ڈورے ڈال کر ان کو اپنے دام فریب میں پھانسنے کی کوشش کرتی رہی اور اس سلسلے میں وہ تمام وسائل استعمال کرتی رہی جو اس کی قدرت واختیار میں تھے۔ یہاں تک کہ یوسف علیہ السلام نے اس کو مایوس کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس مکر وفریب کو یوسف علیہ السلام سے رفع کر دیا۔ ﴿إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ﴾ اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والے کی دعا کو سنتا ہے ﴿الْعَلِيْمُ﴾ اور اس کی نیک نیت اور کمزور فطرت کو خوب جانتا ہے جو اس کی مدد' معاونت اور اس کے لطف و کرم کا تقاضا کرتی ہے۔ پس یہ دعا تھی جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے جناب یوسف علیہ السلام کو اس فتنہ اور بہت بڑی آزمائش سے نجات دی۔

رہے ان کے آقا تو جب یہ خبر مشہور ہوئی اور بات کھل گئی تو لوگوں میں سے کسی نے ان کو معذور سمجھا' کسی نے ملامت کی اور کسی نے جرح وقدح کی۔ ﴿بَدَا لَهُمْ﴾ ''ان پر ظاہر ہوا۔'' ﴿مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ﴾ ایسی نشانیاں دیکھنے کے بعد جو یوسف علیہ السلام کی براءت پر دلالت کرتی تھیں ﴿لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ﴾ ''کہ ایک وقت تک ان کو قید میں رکھیں'' تاکہ اس طرح خبر منقطع ہو جائے اور لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں' کیونکہ جب کوئی خبر شائع ہو جاتی ہے تو اس کا ذکر عام ہونے لگتا ہے اور وجود اسباب کے باعث یہ خبر پھیلتی چلی جاتی ہے۔ جب اسباب معدوم ہو جاتے ہیں اس واقعہ کو بھلا دیا جاتا ہے...... چنانچہ انہوں نے اس میں یہی مصلحت دیکھی تو یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں ڈال دیا۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ

اور داخل ہوئے اسکے ساتھ قید خانے میں دو جوان، ان میں سے ایک نے کہا، بیشک میں دیکھتا ہوں اپنے آپ کو کہ نچوڑ رہا ہوں میں شراب، اور کہا

الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا

دوسرے نے بیشک میں دیکھتا ہوں اپنے آپ کو کہ اٹھا رہا ہوں میں اوپر اپنے سر کے روٹی' کھا رہے ہیں پرندے اس میں سے، بتلا تو ہمیں تعبیر اسکی، بیشک ہم

نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ

دیکھتے ہیں تجھے احسان کرنیوالوں میں سے ○ یوسف نے کہا نہیں آئے گا تم دونوں کے پاس کھانا جو دیئے جاتے ہو تم وہ مگر بتلا دوں گا میں تمہیں تعبیر اسکی

قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ

پہلے اس سے کہ وہ آئے تمہارے پاس، یہ ان چیزوں میں سے ہے جو سکھائیں مجھے میرے رب نے، یقیناً میں نے چھوڑ دیا دین ان لوگوں کا جو نہیں ایمان لاتے

بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ

اللہ کے ساتھ، اور وہ ساتھ آخرت کے بھی کفر کرنے والے ہیں ○ اور میں نے پیروی کی دین کی اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق

وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا

اور یعقوب کے، نہیں جائز واسطے ہمارے یہ کہ شریک ٹھہرائیں ہم ساتھ اللہ کے کسی چیز کو، یہ ہے فضل سے اللہ کے اوپر ہمارے

وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ

اور اوپر تمام لوگوں کے، لیکن اکثر لوگ نہیں شکر کرتے ○ اے میرے دونوں ساتھیو قید خانے کے! کیا معبود

مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً

متفرق بہتر ہیں یا اللہ ایک نہایت غالب؟ ○ نہیں عبادت کرتے تم سوائے اسکے مگر چند ناموں کی

سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ

جو نام رکھے ہیں خود ہی تم نے وہ، تم نے اور تمہارے باپ دادا نے، نہیں نازل کی اللہ نے انکی کوئی دلیل، نہیں ہے حکم مگر اللہ ہی کا،

اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

اس نے حکم دیا یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر صرف اسی کی، یہی ہے دین سیدھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

﴿ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ﴾ ''اور ان کے ساتھ دو اور جوان بھی قید خانے میں داخل ہوئے۔'' جب یوسف علیہ السلام قید خانے میں ڈالے گئے تو ان کے ساتھ دو اور نوجوان بھی قید کیے گئے۔ ان دونوں نوجوان قیدیوں نے خواب دیکھا' انہوں نے تعبیر پوچھنے کی غرض سے اپنا اپنا خواب یوسف علیہ السلام کو سنایا ﴿ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا ﴾ ''ان میں سے ایک نے کہا' میں دیکھتا ہوں کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا' میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھا رہا ہوں'' اور یہ روٹی ﴿ تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ﴾ ''پرندے کھا رہے ہیں۔'' ﴿ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ﴾ ''ہمیں اس کی تعبیر بتا دیجیے۔'' یعنی اس کی تفسیر سے ہمیں آگاہ کیجیے کہ اس خواب کا انجام کیا ہوگا۔ ان دونوں نوجوان قیدیوں نے کہا: ﴿ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ''بے شک ہم آپ کو بھلائی کرنے والا دیکھتے ہیں'' یعنی آپ مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے والے ہیں۔ آپ ہمیں ہمارے خوابوں کی تعبیر بتا کر ہم پر احسان کیجیے جیسا کہ آپ نے دوسرے لوگوں پر احسان کیا ہے۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کے احسان کو وسیلہ بنایا۔

﴿ قَالَ ﴾ یوسف علیہ السلام نے ان کی درخواست کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ﴾ ''جو کھانا تم کو ملنے والا ہے وہ آنے نہیں پائے گا کہ میں اس سے پہلے تم کو ان کی تعبیر بتا دوں گا۔'' یعنی تمہیں دلی اطمینان ہونا چاہیے کہ میں تمہیں تمہارے خواب کی تعبیر ضرور بتاؤں گا میں

تمہارا کھانا آنے سے بھی پہلے تمہیں تمہارے خواب کی تعبیر بتادوں گا۔

شاید یوسف علیہ السلام یہ ارادہ رکھتے تھے کہ اس حال میں' جب کہ ان قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی حاجت محسوس کی وہ ان قیدیوں کو ایمان کی دعوت دیں' تا کہ یہ حال ان کی دعوت کے لیے زیادہ مفید اور ان قیدیوں کے لیے زیادہ قابل قبول ہو۔ پھر یوسف علیہ السلام سے فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمَا ﴾ یعنی یہ تعبیر جو میں تم دونوں کو بتاؤں گا ﴿مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ﴾ ''یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے عطا کیا ہے۔'' نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا اور وہ احسان یہ ہے ﴿ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''میں نے اس قوم کا دین چھوڑا جو اللہ پر یقین نہیں رکھتی اور وہ آخرت کے منکر ہیں'' (ترک) کا اطلاق جس طرح اس داخل ہونے والے پر ہوتا ہے جو داخل ہونے کے بعد وہاں سے منتقل ہو جاتا ہے اسی طرح اس شخص پر بھی ہوتا ہے جو اصلاً اس میں داخل ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اس سے پہلے یوسف علیہ السلام ملت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ کسی اور ملت پر تھے۔

﴿ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ﴾ ''اور میں نے پیروی کی اپنے باپ دادا کی ملت کی' ابراہیم' اسحاق اور یعقوب کی'' اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے ملت ابراہیم علیہ السلام کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ﴾ ''ہمارے لائق نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں'' یعنی ہم اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں اور اسی کے لیے دین اور عبودیت کو خالص کرتے ہیں۔ ﴿ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ﴾ ''یہ ہم پر اللہ کی بہترین نوازش اور اس کا فضل واحسان ہے۔'' یہ احسان ان لوگوں پر بھی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہماری طرح راہ ہدایت پر گامزن کیا ہے' کیونکہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی اس نوازش اور عنایت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ وہ ان کو اسلام اور دین قویم سے نواز دے۔

پس جو کوئی اسے قبول کر لیتا ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے' تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے وہ سب سے بڑی نعمت اور جلیل ترین فضیلت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے'' اسی لئے ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی نوازشیں اور احسانات آتے ہیں مگر وہ انہیں قبول نہیں کرتے اور نہ اللہ تعالیٰ کے کسی حق کو قائم کرتے ہیں۔

یہ بات مخفی نہیں کہ اس میں اس راستے کی اتباع کی ترغیب ہے جس پر خود جناب یوسف علیہ السلام گامزن تھے۔ یوسف علیہ السلام نے چونکہ ان نوجوانوں کے بارے میں یہ چیز محسوس کر لی تھی کہ وہ ان کی عزت وتکریم کرتے ہیں' وہ سمجھتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام ایک اچھے اور تعلیم دینے والے شخص ہیں...... اس لئے جناب یوسف علیہ السلام نے ان دونوں کو بتایا کہ میری یہ حالت' جس پر میں اس وقت ہوں' یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر

احسان فرمایا کہ میں شرک سے بچ گیا اور میں نے اپنے آباء واجداد کی ملت کی اتباع کی اور میں اس مقام پر پہنچ گیا جہاں تم مجھے دیکھ رہے ہو تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ تم بھی اس راستے پر چلو جس پر میں چل رہا ہوں۔

پھر یوسف علیہ السلام نے نہایت صراحت کے ساتھ ان دونوں کو توحید کی دعوت دی۔ فرمایا: ﴿یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ''اے قید کے ساتھیو! کیا متفرق معبود بہتر ہیں یا ایک غالب اللہ'' یعنی عاجز اور کمزور معبود جو کسی کو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان' جو کسی کو عطا کر سکتے ہیں نہ محروم کر سکتے ہیں یہ معبود شجر و حجر' فرشتوں' مردہ ہستیوں اور دیگر مختلف قسم کے معبودوں میں بکھرے ہوئے اور منقسم ہیں جن کو ان مشرکین نے معبود بنا رکھا ہے کیا یہ معبودان اچھے ہیں ﴿اَمِ اللّٰهُ﴾ ''یا اللہ'' جو صفات کمال کا مالک ہے ﴿الْوَاحِدُ﴾ وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یکتا ہے۔ ان تمام امور میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿الْقَهَّارُ﴾ اس کے قہر اور تسلط کے سامنے تمام کائنات سرافگندہ ہے وہ جو چیز چاہتا ہے ہو جاتی ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتی۔ ﴿مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا﴾ (ھود: ۱۱/۵٦) ''جو بھی چلنے پھرنے والا جاندار ہے اس کی پیشانی اس کے قبضہ اختیار میں ہے''۔ یہ بات معلوم ہے کہ جس ہستی کی یہ شان اور یہ وصف ہو وہ ان متفرق معبودوں سے بہتر ہے جو محض گھڑے ہوئے نام ہیں جو کسی کمال اور فعل سے عاری ہیں۔

بنا بریں یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ﴾ ''تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں'' یعنی تم نے ان کو معبود کا نام دے دیا ہے حالانکہ یہ کچھ بھی نہیں اور نہ ان میں الوہیت کی صفات میں سے کوئی صفت ہے۔ ﴿مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ ''اللہ نے ان پر کوئی دلیل نازل نہیں کی'' بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت کی ممانعت نازل کر کے ان کا باطل ہونا واضح کیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان معبودان باطل کے حق میں کوئی دلیل نازل نہیں کی اس لئے کوئی طریقہ' کوئی وسیلہ اور کوئی دلیل ایسی نہیں جس سے ان کا استحقاق عبودیت ثابت ہوتا ہو۔

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ ''اللہ اکیلے کے سوا کسی کا حکم نہیں' وہی ہے جو حکم دیتا ہے اور منع کرتا ہے' وہی ہے جو تمام شرائع اور احکام کو مشروع کرتا ہے اور وہی ہے ﴿اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ﴾ ''جس نے حکم دیا کہ عبادت صرف اسی کی کرو' یہی سیدھا مضبوط دین ہے'' یعنی یہی صراط مستقیم ہے جو ہر بھلائی کی منزل تک پہنچاتا ہے' دیگر تمام ادیان سیدھی راہ سے محروم ہیں' بلکہ یہ ٹیڑھے راستے ہیں اور ہر برائی تک پہنچاتے ہیں۔ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ مگر اکثر لوگ اشیاء کے حقائق کو نہیں جانتے۔ ورنہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور اس کے ساتھ شرک میں فرق سب سے زیادہ واضح اور نمایاں چیز ہے۔ مگر اکثر لوگ علم سے محروم ہونے کی وجہ سے

شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ

اے میرے دونوں ساتھیو قید خانے کے! لیکن ایک تو تم دونوں میں سے پس وہ پلائے گا اپنے مالک کو شراب، اور لیکن دوسرا، سو وہ سولی دیا جائے گا

فَتَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ؕ ﴿۴۱﴾

اور کھائیں گے پرندے اس کے سر میں سے، فیصلہ کیا گیا ہے اس معاملے کا، وہ جس کی بابت تم مجھ سے پوچھتے تھے ○

پس یوسف علیہ السلام نے قید کے دونوں ساتھیوں کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور اخلاص کی طرف دعوت دی‘ تو یہ احتمال بھی ہے کہ ان دونوں ساتھیوں نے یوسف علیہ السلام کی دعوت قبول اور آپ کی اطاعت اختیار کر لی ہو اور اللہ کی نعمت کا ان پر اتمام ہو گیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے شرک پر جمے رہے ہوں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو گئی ہو۔ پھر یوسف علیہ السلام نے ان دونوں کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کے مطابق ان کے خوابوں کی تعبیر بتانا شروع کی۔ فرمایا ﴿یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا﴾ ”میرے جیل خانے کے رفیقو! تم میں سے ایک۔“ یہ وہ شخص تھا جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ شراب نکال رہا ہے۔ اس کے بارے میں یوسف علیہ السلام نے بتایا کہ وہ قید سے آزاد ہو گا ﴿فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا﴾ ”پس وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔“ یعنی وہ اپنے آقا کو جس کی وہ خدمت کیا کرتا تھا شراب پلائے گا اور یہ تعبیر اسکے قید سے نکلنے کو مستلزم تھی۔ ﴿وَ اَمَّا الْاٰخَرُ﴾ ”رہا دوسرا قیدی“ جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہے اور پرندے روٹیاں کھا رہے ہیں ﴿فَیُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ﴾ ”وہ سولی دیا جائے گا اور جانور اس کا سر کھا جائیں گے۔“ یوسف علیہ السلام نے روٹیاں سر پر اٹھانے کی جن کو پرندے کھا رہے ہوں‘ یہ تعبیر بتلائی کہ اس کا سر قلم کیا جائے گا۔ اس کے سر کا گوشت‘ چربی اور مغز جدا کئے جائیں گے‘ اس کو دفن نہیں کیا جائے گا اور نہ اسے پرندوں سے بچایا جائے گا‘ بلکہ اسے ایسی جگہ صلیب پر لٹکایا جائے گا جہاں پرندے اس کو نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ جناب یوسف علیہ السلام نے آگاہ فرمایا کہ خواب کی یہ تعبیر‘ جو انہوں نے ان کو بتائی ہے پوری ہو کر رہے گی۔ فرمایا ﴿قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ﴾ ”جو امر تم مجھ سے پوچھتے تھے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔“ یعنی جس معاملے کی تعبیر و تفسیر کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے اس کا فیصلہ ہو چکا۔

وَ قَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ ؗ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ

اور کہا اسے کہ گمان کیا تھا (اس کو) کہ وہ نجات پانے والا ہے ان دونوں میں سے تو ذکر کرنا میرا اپنے مالک کے ہاں، پس بھلوا دیا اسے شیطان نے

ع ۵ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ؕ۠ ﴿۴۲﴾

ذکر کرنا اپنے مالک کے پاس، سو ٹھہرا رہا یوسف قید خانے میں کئی سال ○

﴿وَقَالَ﴾ یعنی یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا﴾ ''اس شخص سے جس کی بابت انہوں نے گمان کیا تھا کہ وہ بچے گا'' یہ وہ شخص تھا جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ شراب پلا رہا ہے۔ ﴿اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ ''اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا'' یعنی اس کے پاس میرے قصے اور میرے معاملے کا ذکر کرنا شاید وہ نرم پڑ جائے اور مجھے اس قید خانے سے نکال دے۔ ﴿فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ﴾ ''لیکن شیطان نے ان کا اپنے آقا سے ذکر کرنا بھلا دیا'' یعنی قید سے نجات پانے والے اس شخص کو شیطان نے اللہ تعالیٰ کا ذکر فراموش کرا دیا① اور نیز ہر اس چیز کو فراموش کرا دیا جو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا باعث تھی اور انہی چیزوں میں یوسف علیہ السلام کا تذکرہ بھی تھا جو اس چیز کے مستحق تھے کہ بہترین اور کامل ترین بھلائی کے ساتھ ان کو بدلہ دیا جاتا۔ یہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کا حکم پورا ہو۔ ﴿فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ﴾ ''پس ٹھہرے رہے یوسف علیہ السلام جیل میں کئی سال'' (بِضْع) کا اطلاق تین سے لے کر نو تک کے عدد پر ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سات برس تک قید میں رہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے چاہا کہ اس کا حکم پورا ہو اور یوسف علیہ السلام کو قید سے نکالنے کا اذن دے تو اس نے یوسف علیہ السلام کو قید سے نکالنے، ان کی شان بلند کرنے اور ان کی قدر ومنزلت نمایاں کرنے کے لیے ایک سبب مقدر کر دیا...... وہ تھا بادشاہ کا خواب دیکھنا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ

اور کہا بادشاہ نے، بے شک میں دیکھتا ہوں (خواب میں) سات گائیں موٹی کہ کھا رہی ہیں انہیں سات دبلی، اور سات بالیاں

خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿٤٣﴾

سبز اور دوسری خشک، اے درباریو! تعبیر بتلاؤ تم مجھے میرے خواب کی اگر ہو تم خواب کی تعبیر کر سکتے ○

قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَقَالَ الَّذِيْ

انہوں نے کہا، (یہ ہیں) پریشان خواب، اور نہیں ہیں ہم تعبیر ایسے خوابوں کی جاننے والے ○ اور کہا اس شخص نے جس نے

نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿٤٥﴾ يُوْسُفُ

نجات پائی تھی ان دونوں میں سے، اور یاد آیا اسے بعد مدت کے، میں خبر دوں گا تمہیں اس کی تعبیر کی پس تم بھیجو مجھے ○ (اس نے جا کر کہا) اے یوسف!

اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ

اے بہت ہی سچے! تعبیر بتلا ہمیں سات گائیوں کی بابت جو موٹی ہیں کہ کھا رہی ہیں انہیں سات دبلی، اور سات

---

① فاضل مصنف کے برعکس اکثر مفسرین نے (ذکر ربه) میں رب سے آقا یعنی بادشاہ وقت مراد لیا ہے یعنی نجات پانے والے کو شیطان نے بھلا دیا اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خواہش کے مطابق بادشاہ سے آ کر ان کے جیل میں محبوس رہنے کا ذکر نہیں کیا۔ (ص ی)

سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۴۶ قَالَ

بالیاں سبز اور دوسری خشک، تاکہ میں لوٹوں طرف لوگوں کی (اور) تاکہ وہ جان لیں ○ یوسف نے کہا،

تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا

کاشت کرو گے تم سات سال لگاتار، پس جو کاٹو تم تو چھوڑ دو اسے اس کی بالی ہی میں مگر تھوڑا سا

مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝۴۷ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا

اس میں سے جو کھاؤ تم ○ پھر آئیں گے اس کے بعد سات سال سخت، وہ کھا جائیں گے اسے جو

قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝۴۸ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

پہلے (ذخیرہ) کیا تم نے واسطے ان کے مگر تھوڑا سا اس (ذخیرے) میں سے جو محفوظ رکھو گے تم (بیج کیلئے) ○ پھر آئے گا اس (قحط سالی) کے بعد

عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝۴۹ ع

ایسا سال کہ اس میں بارش دیئے جائیں گے لوگ، اور اسمیں وہ رس نچوڑیں گے ○

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے نکالنا چاہا تو بادشاہ کو ایک عجیب و غریب خواب دکھایا۔ جس کی تعبیر تمام قوم کو متاثر کرتی تھی...... تاکہ یوسف علیہ السلام اس خواب کی تعبیر بتائیں اور یوں ان کا علم و فضل ظاہر ہو اور دین و دنیا میں ان کو رفعت حاصل ہو۔ اس میں تقدیر کی مناسبت یہ ہے کہ بادشاہ نے...... جو رعایا کے تمام امور کا ذمہ دار ہوتا ہے...... یہ خواب دیکھا' کیونکہ قوم کے مصالح کا تعلق بادشاہ سے ہوتا ہے۔ اس بادشاہ نے ایک خواب دیکھا جس نے بادشاہ کو خوف زدہ کر دیا۔ اس نے اپنی قوم کے اہل علم اور اصحاب الرائے کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا: ﴿اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ﴾ ''میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات موٹی گائیں' ان کو کھاتی ہیں سات کمزور اور لاغر گائیں۔'' یہ عجیب بات ہے کہ لاغر اور کمزور گائیں' جن میں قوت ختم ہو چکی ہے وہ ایسی سات موٹی گایوں کو کھا جائیں جو انتہائی طاقتور ہوں۔ ﴿وَ﴾ اور میں نے دیکھا ہے ﴿سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ﴾ ''سات خوشے سبز ہیں اور سات خشک۔'' یعنی ان سات ہری بالیوں کو سوکھی بالیاں کھا رہی ہیں۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ﴾ ''اے دربار والو! مجھے میرے خواب کی تعبیر بتلاؤ'' کیونکہ سب کی تعبیر ایک تھی اس خواب کی تاویل بھی ایک ہی چیز تھی۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ﴾ ''اگر ہو تم خواب کی تعبیر کرنے والے'' پس وہ سخت حیران ہوئے اور اس خواب کی کوئی تعبیر نہ کر سکے۔ کہنے لگے: ﴿اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ﴾ ''یہ تو پریشان سے خواب ہیں۔'' یعنی یہ ایسا پریشان خواب ہے جس کا کوئی حاصل ہے نہ اس کی کوئی تعبیر۔ یہ ان کی اس بارے میں حتمی رائے تھی جس کے بارے میں وہ کچھ جانتے ہی نہ تھے اور انہوں نے ایسی چیز کو عذر بنایا جو درحقیقت عذر ہی نہیں۔ پھر انہوں نے کہا: ﴿وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ﴾ ''ہم

ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔“ یعنی ہم تو صرف خوابوں کی تعبیر بتاتے ہیں۔ رہے پریشان خواب جو شیطانی وسوسوں اور نفس کی خواہشات پر مبنی ہوتے ہیں تو ہم ان کی تفسیر نہیں جانتے۔

پس انہوں نے جہالت، حتمی رائے کہ یہ پریشان خواب ہیں اور خود پسندی کو ایک جگہ جمع کر دیا‘ کیونکہ انہوں نے یہ نہ کہا کہ ہم اس خواب کی تعبیر نہیں جانتے اور یہ ایسا رویہ ہے جو اہل دین اور عقل مندوں کو زیب نہیں دیتا، نیز یہ یوسف علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بھی ہے‘ کیونکہ اگر شروع ہی سے‘ بادشاہ کے اعیان سلطنت اور ان کے علماء کے سامنے یہ خواب پیش ہونے اور ان کے اس کی تعبیر بتانے سے عاجز ہوئے بغیر‘ جناب یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر بتائی ہوتی تو ان کی تعبیر کی اتنی وقعت نہ ہوتی۔ مگر جب بادشاہ نے یہ خواب علماء اور اعیان سلطنت کے سامنے پیش کیا اور وہ اس کی تعبیر بتانے سے عاجز آ گئے اور بادشاہ کو خواب نے بہت زیادہ فکر میں ڈال دیا تھا‘ پس جب یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر بتا دی تو ان کے ہاں یوسف علیہ السلام کی قدر اور وقعت بہت بڑھ گئی۔ یہ اس واقعہ کی نظیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر علم کے ذریعے سے جناب آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر کی۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے سوال کیا‘ وہ جواب نہ دے سکے‘ پھر آدم علیہ السلام سے سوال کیا انہوں نے فرشتوں کو ہر چیز کا نام بتا دیا اور اس طرح فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہو گئی۔

اسی طرح قیامت کے روز اللہ کی مخلوق میں بہترین ہستی‘ جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ظاہر ہو گی‘ اللہ مخلوق کو الہام کرے گا اور تمام مخلوق جناب آدم‘ پھر جناب نوح‘ پھر جناب ابراہیم‘ پھر جناب موسیٰ اور پھر جناب عیسیٰ (علیہم السلام) سے شفاعت کی درخواست کرے گی مگر وہ معذرت کر دیں گے‘ پھر تمام مخلوق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی استدعا کرے گی جسے قبول کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے ”ہاں میں شفاعت کروں گا‘ میں ہی اس کا مستحق ہوں“......اور یوں آپ تمام مخلوق کی شفاعت کریں گے اور اس طرح وہ اس مقام محمود پر فائز ہوں گے جس پر اولین و آخرین رشک کریں گے۔ پاک ہے وہ ذات جس کا لطف و کرم مخفی ہے اور وہ اپنے اولیاء و اصفیاء اور اپنے خاص بندوں کو نہایت دقیق طریقے سے اپنے فضل و احسان سے نوازتی ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا﴾ ”ان دونو جوانوں میں سے جو بچ گیا تھا‘ اس نے کہا“ اور یہ وہ شخص تھا جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ شراب نچوڑ رہا ہے‘ جس سے یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ وہ اپنے آقا کے پاس ان کا ذکر کرے ﴿وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ﴾ ”اور جسے مدت کے بعد وہ بات یاد آ گئی۔“ یعنی کئی سال کی مدت کے بعد اسے یوسف علیہ السلام اور ان کا ان دونوں قیدیوں کے خواب کی تعبیر بتانا اور یوسف علیہ السلام کا وصیت کرنا یاد آیا اور اسے معلوم تھا کہ اس خواب کی تعبیر صرف یوسف علیہ السلام ہی بتا سکتے ہیں۔ اس لئے وہ کہنے لگا: ﴿اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ﴾ ”میں بتاؤں تم کو اس کی تعبیر‘ پس تم مجھے بھیجو“ یعنی مجھے یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجو تاکہ میں ان سے

اس خواب کی تعبیر پوچھ سکوں۔ انہوں نے اسے بھیج دیا وہ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یوسف علیہ السلام نے اس کے فراموش کر دینے پر اس پر عتاب نہیں فرمایا' بلکہ اس نے جو کچھ پوچھا یوسف علیہ السلام نے اسے نہایت غور سے سنا اور اس کے سوال کا جواب دیا۔ اس شخص نے کہا تھا: ﴿ يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ ﴾ "اے یوسف' اے سچے!" یعنی اپنے اقوال وافعال میں بہت ہی سچے شخص۔ ﴿ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَّعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴾ "ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلاؤ' کہ سات موٹی گائیں' ان کو سات کمزور گائیں کھا جاتی ہیں اور سات ہری بالیاں' دوسری خشک بالیوں' تاکہ میں لوگوں کی طرف واپس جاؤں شاید ان کو معلوم ہو" کیونکہ اس خواب نے ان لوگوں کو سخت پریشان کر رکھا ہے اور وہ اس خواب کی تعبیر جاننے کے لیے سخت بے تاب ہیں۔

یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا کہ سات موٹی تازی گایوں اور سات ہری بالیوں سے سات آئندہ سالوں کی سرسبزی و شادابی کی طرف اشارہ ہے اور سات لاغر اور کمزور گایوں اور سات سوکھی بالیوں سے شادابی کے بعد آنے والی خشک سالی اور قحط کے سات سالوں کی طرف اشارہ ہے۔ اس تعبیر کا پہلو غالباً یہ ہے۔۔۔۔ اللہ اعلم۔۔۔۔ چونکہ کھیتی کا دارومدار شادابی اور خشک سالی پر ہے' جب شادابی آتی ہے تو کھیتیوں اور فصلوں کو طاقت ملتی ہے' وہ خوشنما نظر آتی ہیں' غلے کی بہتات ہوتی ہے' قحط سالی میں کھیتیوں کی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ گیہوں کی بالیاں سب سے اچھی اور سب سے بڑی خوراک لئے ہوئے ہوتی ہیں' وجود مناسبت کی بنا پر یوسف علیہ السلام نے تعبیر بیان کی۔

اس خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ ساتھ جناب یوسف علیہ السلام نے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔ شادابی کے سالوں کے دوران قحط سالی کا مقابلہ کرنے کے لیے انہیں کیسے تیاری کرنی چاہئے اور کیا کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں' چنانچہ فرمایا: ﴿ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا ﴾ "تم لگاتار سات سال تک (شادابی کی وجہ سے) کھیتی باڑی کرتے رہو گے" ﴿ فَمَا حَصَدتُّمْ ﴾ "پس جو فصلیں تم کاٹو" ﴿ فَذَرُوهُ ﴾ "تو اس (فصل) کو چھوڑ دو" ﴿ فِي سُنبُلِهِ ﴾ "اس کے خوشوں میں" کیونکہ اس سے غلہ زیادہ عرصہ تک باقی رہ سکتا ہے اور تلف ہونے کا امکان بعید تر ہوتا ہے ﴿ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ ﴾ "تھوڑے غلے کے سوا جو تم کھاتے ہو۔" یعنی شادابی کے ان دنوں میں اپنی خوراک کا اس طرح انتظام کرو کہ کم سے کم خوراک استعمال کرو' تاکہ زیادہ سے زیادہ خوراک کا ذخیرہ کر سکو۔ جس کا فائدہ اور وقعت زیادہ ہو گی۔ ﴿ ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ ﴾ "پھر اس کے بعد آئیں گے۔" یعنی شادابی کے ان سات سالوں کے بعد ﴿ سَبْعٌ شِدَادٌ ﴾ "خشک سالی اور سخت قحط کے سات سال آئیں گے۔" ﴿ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ ﴾ (یعنی قحط کے یہ سات سال) "وہ سب کچھ کھا جائیں گے جو کچھ تم نے ذخیرہ کیا

ہوگا'' خواہ کتنا ہی زیادہ ذخیرہ کیوں نہ کیا ہو۔ ﴿ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴾ ''مگر تھوڑا سا جو روک رکھو گے تم بیج کے واسطے''، یعنی جنہیں تم اصلی فصل کی تیاری کے لئے روک کر رکھو گے۔

﴿ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ﴾ ''پھر اس کے بعد آئے گا۔'' یعنی سخت قحط سالی کے ان سات سالوں کے بعد ﴿ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴾ ''ایک سال' اس میں لوگوں پر بارش ہوگی اور اس میں وہ رس نچوڑیں گے''، یعنی اس سال بہت کثرت سے بارشیں ہوں گی' بہت زیادہ سیلاب آئیں گے۔ کثرت سے غلہ پیدا ہوگا جو ان کی خوراک کی ضروریات سے زیادہ ہوگا' حتیٰ کہ وہ انگوروں کا رس نچوڑیں گے جو ان کے کھانے سے زیادہ ہوں گے۔

شاید اس شادابی اور سرسبز سال پر استدلال اس لئے کیا...... حالانکہ بادشاہ کے خواب میں اس سال کی صراحت نہیں تھی...... کہ یوسف علیہ السلام نے سات سالہ قحط کی تعبیر سے سمجھا کہ ان کے بعد آنے والے سال میں قحط کی شدت زائل ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ سات سال کا لگاتار قحط بکثرت شادابی کے ذریعے سے ہی ختم ہو سکتا ہے ورنہ اندازے کا کوئی فائدہ نہیں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ

اور کہا بادشاہ نے، لے آؤ تم میرے پاس اسکو، پھر جب آیا اسکے پاس قاصد، تو کہا یوسف نے، لوٹ جا طرف اپنے مالک کی اور پوچھ اس سے کہ

مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿50﴾ قَالَ مَا

کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے کاٹ لیے تھے ہاتھ اپنے؟ بیشک میرا رب انکے مکر کو خوب جاننے والا ہے ○ کہا بادشاہ نے، کیا

خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ

حال ہے تمہارا جب پھسلایا (ورغلایا) تھا تم نے یوسف کو اسکے نفس سے؟ انہوں نے کہا حاشا للہ، نہیں جانی ہم نے اسکے ذمے کوئی برائی،

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ

کہا عزیز (مصر) کی بیوی نے، اب واضح ہو گیا ہے حق، میں نے ہی ورغلایا تھا اسے اس کے نفس سے، اور بلاشبہ وہ

لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿51﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ

البتہ سچوں میں سے ہے ○ یہ اس لیے تاکہ وہ جان لے کہ بیشک میں نے نہیں خیانت کی تھی اس کی پیٹھ پیچھے، اور یہ کہ بیشک اللہ

لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ﴿52﴾

نہیں چلنے دیتا مکر خیانت کرنے والوں کا ○

جب قاصد بادشاہ اور لوگوں کے پاس واپس پہنچا اور انہیں یوسف علیہ السلام کی تعبیر کے بارے میں آگاہ کیا تو انہیں تعبیر سن کر تعجب ہوا اور بے حد خوش ہوئے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ ﴾ ''بادشاہ نے (وہاں موجود لوگوں سے) کہا'' ﴿ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ﴾ ''اسے میرے پاس لاؤ''۔ یعنی یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے نکال کر میرے

سامنے حاضر کرو۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ﴾ ''پس جب بادشاہ کا ایلچی جناب یوسف علیہ السلام کے پاس آیا'' اور اسے بادشاہ کے پاس حاضر ہونے کے لیے کہا' تو انہوں نے اس وقت تک قید خانے سے باہر آنے سے انکار کر دیا جب تک کہ ان کی براءت مکمل طور پر لوگوں کے سامنے عیاں نہیں ہو جاتی۔ یہ چیز ان کے صبر' عقل اور اصابت پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿قَالَ﴾ اس وقت انہوں نے بادشاہ کے ایلچی سے کہا: ﴿ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ﴾ ''بادشاہ کے پاس واپس جا'' ﴿فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ﴾ ''بادشاہ سے پوچھ کہ ان عورتوں کا کیا قصہ ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔'' کیونکہ ان کا معاملہ بالکل ظاہر اور واضح ہے ﴿اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ﴾ ''میرا رب تو ان کا فریب' سب جانتا ہے۔''

بادشاہ نے ان عورتوں کو بلوایا اور ان سے پوچھا ﴿مَا خَطْبُكُنَّ﴾ ''تمہارا کیا معاملہ ہے؟'' ﴿اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ ''جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے پھسلانا چاہا تھا؟'' کیا تم نے یوسف میں کوئی برائی دیکھی؟ ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کی براءت کا اقرار کیا اور کہنے لگیں: ﴿قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ ''حاشا اللہ ہم نے اس میں کوئی برائی معلوم نہیں کی۔'' یعنی تھوڑا یا بہت ہم نے اس میں کوئی عیب نہیں دیکھا۔ تب وہ سبب زائل ہو گیا جس پر تہمت کا دارومدار تھا۔ اب کوئی سبب باقی نہ بچا سوائے اس الزام کے جو عزیز مصر کی بیوی نے لگایا تھا۔ ﴿قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ﴾ ''عزیز کی بیوی نے کہا' اب حق واضح ہو گیا ہے'' یعنی حق واضح ہو گیا ہے جب کہ ہم نے یوسف کو برائی اور تہمت میں ملوث کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی جو اس کو محبوس کرنے کا باعث بنا۔ ﴿اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ ''میں نے ہی اس کو اس کے جی سے پھسلانے کی کوشش کی تھی اور وہ یقیناً سچا ہے'' یعنی یوسف علیہ السلام اپنے اقوال اور اپنی براءت کے دعوے میں سچے ہیں۔ ﴿ذٰلِكَ﴾ یعنی یہ اقرار جس میں' میں نے تسلیم کیا ہے کہ میں نے ہی یوسف پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ ﴿لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ﴾ ''تاکہ وہ جان لے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کی'' اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد عورت کا خاوند ہے' یعنی یہ اقرار میں نے اس لئے کیا' تاکہ میرا خاوند جان لے کہ میں نے یوسف پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی' مگر میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔ میں نے مجرد اس کو پھسلانے کی کوشش کی مگر میں نے عزیز مصر کے بستر کو خراب نہیں کیا۔

اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یوسف علیہ السلام ہوں' یعنی تاکہ یوسف علیہ السلام جان لے کہ وہ سچا ہے اور میں نے ہی اس پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ جب وہ میرے پاس موجود نہیں تھا تو میں نے اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔ ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآىِٕنِیْنَ﴾ ''اور یہ کہ اللہ دغا بازوں کا فریب نہیں چلنے دیتا'' یہ لازمی امر ہے کہ ہر خائن کی خیانت اور اس کی سازش کا وبال آخر کار اسی کی طرف پلٹے گا اور حقیقت حال ضرور واضح ہو گی۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

دارُالسّلام
کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاھور
لندن • ھیوسٹن • نیو یارک
DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب
فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659
ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551
شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم۔ اے۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون : 6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پارۃ نمبر تیرہ 13

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ

يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ

بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر نبیرہ 13

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ
اور نہیں بری کرتا میں اپنے نفس کو، بے شک نفس تو یقیناً بہت حکم دینے والا ہے برائی ہی کا، مگر جس پر رحم کرے میرا رب بے شک میرا رب
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا
بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ○ اور کہا بادشاہ نے لاؤ تم میرے پاس اسکو، خالص کروں گا میں اسے واسطے اپنی ذات کے، پھر جب
كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ
بادشاہ نے بات چیت کی یوسف سے تو کہا، بے شک تو آج ہمارے ہاں مرتبے والا، امین ہے ○ یوسف نے کہا، بنا دے مجھے
عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ
خزانوں (پیداوار) پر زمین کے (نگران)، بے شک میں نہایت نگہبانی کرنے والا، خوب جاننے والا ہوں ○ اور اسی طرح اقتدار دیا ہم نے یوسف کو
فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ
زمین (مصر) میں، جگہ پکڑتا تھا اس (ملک) میں جہاں چاہتا، ہم پہنچاتے ہیں رحمت اپنی جسے چاہیں اور نہیں ضائع کرتے ہم
اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾
اجر نیکی کرنے والوں کا ○ اور یقیناً اجر آخرت کا بہت بہتر ہے واسطے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور رہے وہ ڈرتے ○

چونکہ اس کلام میں عورت کے اپنے لئے تزکیہ کے دعوے کا شائبہ پایا جاتا ہے اور یہ دعویٰ بھی پایا جاتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے معاملے میں اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ اس لئے عورت نے استدراک کے طور پر کہا: ﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ﴾ ''اور میں اپنے تئیں پاک صاف نہیں کہتی۔'' یعنی میں نے یوسف کو پھسلانے' اس کے ساتھ برائی کے ارادے اور اس کی شدید حرص اور اس کے بارے میں سازش کرنے میں اپنے آپ کو بری قرار نہیں دیتی۔ ﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ﴾ ''کیونکہ نفس امارہ (انسان کو) برائی ہی سکھاتا رہتا ہے۔'' یعنی نفس انسان کو بہت کثرت سے برائی' یعنی بے حیائی اور دیگر تمام گناہوں کا حکم دیتا ہے۔ نفس شیطان کی سواری ہے اور شیطان نفس کے راستے سے انسان میں داخل ہوتا ہے۔ ﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ﴾ ''سوائے اس شخص کے جس پر میرا رب رحم کر دے'' اور اسے اس کے نفس امارہ سے نجات دے دے اور اس طرح اس کا نفس امارہ نفس مطمئنہ میں بدل جائے۔ ہلاکت کے داعی کی نافرمانی کر کے ہدایت کے داعی کی آواز پر لبیک کہے۔ اس میں نفس کا کوئی کمال نہیں' بلکہ یہ اللہ کا اپنے بندے پر بے انتہا فضل و کرم اور اس کی بے پایاں رحمت ہے۔ ﴿اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ﴾ ''بے شک میرا رب بخشنے والا'' جب کوئی گناہ اور معاصی کے ارتکاب کی جرأت کرنے کے بعد توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ ﴿رَّحِيْمٌ﴾ ''رحم کرنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر کے اور اسے نیک اعمال کی توفیق عطا کر کے اس پر رحم کرتا ہے۔ ان آیات کریمہ کی تفسیر میں قرین صواب یہی ہے کہ یہ عزیز مصر کی

بیوی کا قول ہے یوسف علیہ السلام کا نہیں' کیونکہ یہ بات عورت کے کلام کے سیاق میں آئی ہے اور یوسف علیہ السلام تو اس وقت قید میں تھے۔

جب بادشاہ اور لوگوں کے پاس یوسف علیہ السلام کی کامل براءت متحقق ہوگئی' تو بادشاہ نے ان کو بلا بھیجا اور کہا: ﴿ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي﴾ ''اسے میرے پاس لاؤ میں اسے اپنا مصاحب خاص بناؤں گا۔''یعنی میں اس کو مقربین خاص میں شامل کرلوں گا اسے میرے پاس نہایت عزت واحترام سے لے کر آؤ۔ ﴿فَلَمَّا كَلَّمَهُ﴾ ''پس جب اس نے ان سے گفتگو کی''یعنی جب بادشاہ نے یوسف علیہ السلام سے گفتگو کی تو اسے ان کی باتیں اچھی لگیں اور اس کے ہاں ان کی وقعت اور زیادہ ہوگئی،تو اس نے یوسف علیہ السلام سے کہا: ﴿إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا﴾ ''بے شک آپ آج ہمارے ہاں'' ﴿مَكِينٌ أَمِينٌ﴾ ''صاحب منزلت اور صاحب اعتبار ہیں۔''یعنی آپ ہمارے ہاں بلند مرتبہ کے مالک اور ہمارے رازوں کے امین ہیں۔

﴿قَالَ﴾ یوسف علیہ السلام نے مصلحت عامہ کی خاطر بادشاہ سے مطالبہ کیا۔ ﴿اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ﴾ ''مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجیے۔''یعنی مجھے زمین کی پیداوار'اس کے محاصل کا نگران' محافظ اور منتظم مقرر کردیں ﴿إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ﴾ ''کیونکہ میں حفاظت بھی کرسکتا ہوں اور اس کام سے واقف بھی ہوں۔''یعنی جس چیز کا آپ مجھے نگران بنائیں گے میں اس کی حفاظت کروں گا اس میں سے کچھ بھی بے محل استعمال ہو کر ضائع نہیں ہوگی' میں ان محاصل کے داخل خارج کو منضبط کرسکتا ہوں میں ان کے انتظام کی کیفیت کا پورا علم رکھتا ہوں۔ میں یہ بھی خوب جانتا ہوں کہ کسے عطا کرنا ہے کسے محروم رکھنا ہے اور ان میں تصرفات کی پوری طرح دیکھ بھال کر سکتا ہوں۔ یوسف علیہ السلام کی طرف سے اس عہدے کا مطالبہ' عہدے کی حرص کی وجہ سے نہ تھا' بلکہ نفع عام میں رغبت کی وجہ سے تھا۔ یوسف علیہ السلام اپنے بارے میں اپنی کفایت اور حفظ وامانت کے متعلق جو کچھ جانتے تھے وہ لوگ نہیں جانتے تھے۔ بنابریں یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں زمین کے محاصل کے خزانوں کے انتظام پر مقرر کردے۔ چنانچہ بادشاہ نے انہیں زمین کے محاصل کے خزانوں کا والی اور منتظم مقرر کردیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكَذَٰلِكَ﴾ ''اور اسی طرح''یعنی ان مذکورہ اسباب اور مقدمات کے ذریعے سے ﴿مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ﴾ ''ہم نے یوسف کو جگہ دی اس ملک میں' وہ اس میں جہاں چاہتے' جگہ پکڑتے''وہ نہایت آسودہ زندگی' بے شمار نعمتوں اور بے پناہ جاہ وجلال میں رہنے لگے۔ ﴿نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَن نَّشَاءُ﴾ ''ہم اپنی رحمت جس کو چاہتے ہیں' پہنچادیتے ہیں'' یوسف علیہ السلام پر یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی جو اس نے ان کے لیے مقدر کر رکھی تھی جو صرف دنیاوی نعمتوں پر ہی مشتمل نہ تھی۔

﴿وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ ''اور ہم محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتے'' اور یوسف علیہ السلام کا شمار تو سادات

محسنین میں ہوتا ہے۔ ان کے لیے دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت میں بھی بھلائی ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ﴾ ''آخرت کا اجر (دنیا کے اجر سے) بہتر ہے'' ﴿ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾ ''ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے'' یعنی جن لوگوں میں تقویٰ اور ایمان جمع ہے۔ پس تقویٰ کے ذریعے سے حرام امور یعنی کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو ترک کیا جاتا ہے اور ایمان کامل کے ذریعے سے ان امور میں تصدیق قلب حاصل ہوتی ہے جن امور کی تصدیق کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور فرض و مستحب اعمال قلوب اور اعمال جوارح' تصدیق قلب کی پیروی کرتے ہیں۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾

اور آئے بھائی یوسف کے تو وہ داخل ہوئے اس پر' پس اس نے پہچان لیا ان کو جبکہ وہ (بھائی) اسے پہچاننے والے نہ تھے ○

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ

اور جب تیار کردیا یوسف نے انکے لیے سامان ان کا' تو کہا' تم لانا میرے پاس بھائی اپنا جو تمہارے باپ کی طرف سے ہے' کیا نہیں دیکھتے تم

اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ

کہ بے شک میں پورا دیتا ہوں ماپ؟ اور میں بہترین مہمان نوازی کرنے والا ہوں ○ پس اگر نہ لائے تم میرے پاس اسکو تو نہیں کوئی ماپ (غلہ)

لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا

تمہارے لیے میرے پاس' اور نہ تم قریب آنا میرے ○ انہوں نے کہا ضرور مطالبہ کریں گے ہم اسکا اسکے باپ سے' اور بے شک ہم

لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ

یہ کام ضرور کرنے والے ہیں ○ اور یوسف نے کہا اپنے جوانوں (خادموں) سے' رکھ دو تم پونجی (نقدی) انکی انکے سامان میں' تاکہ وہ

يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا

پہچان لیں اسے جب وہ لوٹ کر جائیں طرف اپنے گھر والوں کی شاید کہ وہ پھر لوٹ آئیں ○ پس جب لوٹے وہ

اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا

طرف اپنے باپ کی تو انہوں نے کہا' اے ہمارے باپ! روکا گیا ہے ہم سے (آئندہ) ماپ (غلہ) پس تو بھیج ہمارے ساتھ ہمارا بھائی (بنیامین تاکہ)

نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ

غلہ لائیں ہم اور بے شک ہم اسکی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں ○ یعقوب نے کہا' نہیں امین سمجھتا میں تمہیں اس پر مگر جیسا کہ

اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

امین سمجھا تھا میں نے تمہیں اوپر اسکے بھائی کے' اس سے پہلے' پس اللہ ہی بہتر محافظ ہے اور وہی سب مہربانوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے ○

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا

اور جب کھولا انہوں نے سامان اپنا تو پائی انہوں نے پونجی اپنی کہ واپس کردی گئی ہے طرف انکی' انہوں نے کہا اے ہمارے باپ!

مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ

(اور) کیا چاہتے ہیں ہم؟ یہ ہماری پونجی ہے واپس کردی گئی ہے ہماری طرف، اور ہم غلہ لائیں گے اپنے اہل وعیال کے لیے، اور حفاظت کریں گے

اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ

اپنے بھائی کی، اور ہم زیادہ لائیں گے ماپ (غلہ) ایک اونٹ کا، یہ ماپ (غلہ لانا تو) بہت آسان ہے ○ یعقوب نے کہا: ہرگز نہیں بھیجوں گا میں اسے تمہارے ساتھ

حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ

یہاں تک کہ تم دو مجھے پختہ وعدہ اللہ کا کہ تم ضرور لاؤ گے میرے پاس اسے مگر یہ کہ گھیرے جاؤ تم (سب)، پھر جب

اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا

انہوں نے دیا اسکو اپنا پختہ وعدہ تو اس نے کہا، اللہ اوپر اسکے جو ہم کہتے ہیں نگہبان ہے ○ اور یعقوب نے کہا، اے میرے بیٹو! مت داخل ہونا تم

مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

ایک ہی دروازے سے اور داخل ہونا تم متفرق دروازوں سے، اور نہیں کفایت کرسکتا میں تم سے اللہ (کے فیصلے) سے

مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

کچھ، نہیں ہے حکم مگر اللہ ہی کا، اوپر اسی کے بھروسہ کیا ہے میں نے، اور اوپر اسی کے پس چاہیے کہ بھروسہ کریں

الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ

بھروسہ کرنے والے ○ اور جب داخل ہوئے وہ جہاں سے حکم دیا تھا انہیں انکے باپ نے نہیں تھا وہ (یعقوب) کفایت (دفع) کرسکتا

عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ

ان سے اللہ (کے فیصلے) سے کچھ بھی، مگر ایک حاجت (تمنا) تھی دل میں یعقوب کے کہ اس نے پورا کیا اسے، اور بے شک وہ

لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ ع

البتہ صاحب علم تھا بوجہ اس کے جو سکھایا تھا ہم نے اسے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

جب یوسف علیہ السلام زمین کے محاصل کے ذخیرہ کے منتظم بن گئے تو انہوں نے بہترین طریقے سے ان کا انتظام کیا۔ انہوں نے شادابی کے سالوں میں مصر کی تمام قابل کاشت زمین میں غلہ کاشت کردیا اور اس غلہ کو ذخیرہ کرنے کے لیے بڑے بڑے مکانات بنوائے۔ خراج اور لگان میں بہت سا غلہ جمع کیا' اس کی حفاظت کی اور اس کا بہترین انتظام کیا۔ جب قحط سالی شروع ہوئی اور قحط تمام علاقوں میں پھیل گیا حتیٰ کہ فلسطین بھی قحط کی لپیٹ میں آگیا جہاں یعقوب اور ان کے بیٹے رہتے تھے' تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اناج کے لیے مصر بھیجا۔ چنانچہ ﴿ وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴾ ''یوسف کے بھائی آئے اور ان کے دربار میں داخل ہوئے' تو یوسف نے ان کو پہچان لیا' جب کہ وہ ان کو نہیں پہچانتے تھے'' یعنی انہوں نے

یوسف علیہ السلام کو نہ پہچانا۔ ﴿ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ ﴾ ''اور جب تیار کر دیا ان کو ان کا اسباب'' یعنی جب یوسف علیہ السلام نے ان کو اناج ناپ کر دے دیا جیسا کہ وہ دوسروں کو ناپ کر دیا کرتے تھے۔ یہ ان کا حسن انتظام تھا کہ وہ کسی کو ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ اناج نہیں دیا کرتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے ان کا حال احوال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا ایک اور بھائی ہے' جو اپنے باپ کے پاس ہے اس کا نام بنیامین ہے۔ ﴿ قَالَ ﴾ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ﴾ ''اپنے بھائی کو میرے پاس لاؤ جو تمہارے باپ کی طرف سے ہے'' پھر آنجناب نے اپنے بھائی کو مصر لانے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا: ﴿ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴾ ''کیا دیکھتے نہیں ہو کہ میں ماپ بھی پورا دیتا ہوں اور خوب مہمان نواز بھی ہوں۔'' یعنی مہمان نوازی اور عزت و اکرام کرنے میں سب سے بہتر ہوں' پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو اپنا بھائی ساتھ نہ لانے کی صورت میں ڈراتے ہوئے کہا: ﴿ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴾ ''پس اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لئے میرے پاس کوئی ماپ نہیں ہے اور میرے پاس نہ آنا'' یہ بات حضرت یوسف علیہ السلام نے اس لئے کہی' کیونکہ انہیں علم تھا کہ وہ مصر ان کے پاس ضرور آئیں گے اور اپنے بھائی کو ساتھ لانے پر مجبور ہوں گے۔

﴿ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ ﴾ ''انہوں نے کہا' ہم ضرور خواہش کریں گے اس کی بابت اس کے باپ سے'' یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ یعقوب علیہ السلام بنیامین سے بے حد محبت کرتے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کے بعد بنیامین ہی ان کے لیے تسلی کا باعث تھے۔ اس لئے یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو بھائیوں کے ساتھ بلوانے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی ﴿ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴾ ''اور ہم (یہ کام) کر کے رہیں گے۔'' یعنی جو کچھ آپ نے کہا ہے ہم اس پر ضرور عمل کریں گے۔ ﴿ وَقَالَ ﴾ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ لِفِتْيَانِهِ ﴾ ''اپنے خدام سے۔'' یعنی اپنے کارندوں سے جو ان کی خدمت میں موجود تھے۔ ﴿ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ ﴾ ''رکھ دو ان کی پونجی'' یعنی وہ قیمت جس کے بدلے انہوں نے اناج خریدا تھا۔ ﴿ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا ﴾ ''ان کے اسباب میں' شاید وہ اس کو پہچان لیں'' یعنی جب وہ اپنے مال کو جو انہوں نے قیمت کے طور پر ادا کیا تھا' واپس اپنے اپنے کجاووں میں دیکھیں گے ﴿ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ ''شاید یہ پھر یہاں آئیں۔'' یعنی شاید وہ اپنے مال کی واپسی کو گناہ سمجھتے ہوئے اسے لوٹانے کے لیے مصر واپس آئیں۔

ظاہر ہے یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ پورے تول کے ذریعے سے نیکی کی تھی' پھر ان کی قیمت بھی ان کو اس طرح واپس لوٹا دی تھی کہ اس کی واپسی کا انہیں پتہ بھی نہ چلا' کیونکہ احسان انسان کے لیے واجب ٹھہراتا ہے کہ محسن کے لیے پوری وفاداری کی جائے۔

﴿ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ ﴾ ''پس جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹے' تو بولے ابا جان روک دی گئی ہے ہم سے ماپ'' یعنی اگر آپ ہمارا بھائی ہمارے ساتھ نہیں بھیجیں گے تو ہمیں اناج نہیں ملے گا۔ ﴿ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ ﴾ ''پس ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجیں کہ ہم ماپ لے کر آئیں'' یعنی تاکہ اناج حاصل کرنے میں ہمارا بھائی ہمارے لئے سبب بن سکے۔ پھر انہوں نے اپنے بھائی کی حفاظت کا ذمہ اٹھاتے ہوئے کہا: ﴿ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ ''اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔'' یعنی ہم کسی ناخوشگوار صورت حال میں اس کی حفاظت کریں گے۔ ﴿ قَالَ ﴾ یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''کیا میں تمہارا اسی طرح اعتبار کروں جیسے اس سے پہلے اس کے بھائی کے معاملے میں اعتبار کیا تھا؟'' یعنی یوسف کی حفاظت کے بارے میں تم اپنی ذمہ داری کے التزام کا وعدہ اس سے پہلے بھی کر چکے ہو۔ بایں ہمہ تم نے اس کی حفاظت کا وعدہ پورا نہیں کیا تھا' لہٰذا مجھے تمہارے اس عہد پر کوئی بھروسہ نہیں کہ تم اس کی حفاظت کا التزام کرو گے۔ مجھے تو بس اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ ﴿ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ ''سو اللہ ہی بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' یعنی وہ میرے حال کو جانتا ہے مجھے امید ہے کہ وہ مجھ پر رحم کرے گا اس کی حفاظت کر کے اسے میرے پاس واپس لائے گا۔ گویا انہوں نے بنیامین کو بھائیوں کے ساتھ بھیجنے کے لیے اپنی گفتگو میں نرمی کا مظاہرہ کیا۔

﴿ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ﴾ ''اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے پایا کہ ان کا مال بھی واپس کر دیا گیا ہے۔'' یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام نے یہ مال قصداً واپس کیا تھا اور وہ اس مال کا واپس بھائیوں کو مالک بنانا چاہتے تھے۔ ﴿ قَالُوْا ﴾ انہوں نے بھائی کو ساتھ بھیجنے کے لیے ترغیب دیتے ہوئے باپ سے کہا: ﴿ يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ﴾ ''ابا جان! ہمیں (اور) کیا چاہیے۔'' یعنی اس بہترین اکرام و تکریم کے بعد ہمیں اور کیا چاہئے جب کہ بادشاہ نے ہمیں اناج پورا دیا ہے اور نہایت خوبصورت طریقے سے ہمارا مال بھی واپس لوٹا دیا ہے اور یہ بات اخلاص اور مکارم اخلاق پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا ﴾ ''یہ ہے ہماری پونجی جو ہمیں واپس کر دی گئی ہے' اب جائیں تو غلہ لے کر آئیں اپنے گھر والوں کے لیے'' یعنی جب ہم اپنے بھائی کو ساتھ لے کر جائیں گے تو ہم اس کے حصے کا غلہ حاصل کر سکیں گے اور اپنے گھر والوں کے لیے غلہ لا سکیں گے' کیونکہ وہ خوراک کے سخت محتاج ہیں۔ ﴿ وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ﴾ ''اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کی بھرتی بھی زیادہ لیں گے'' یعنی ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیجنے کی وجہ سے ایک اونٹ کا بوجھ غلہ زیادہ ملے گا' کیونکہ ہر شخص کو ایک اونٹ کا بوجھ غلہ دیا جاتا تھا۔ ﴿ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴾ ''اور وہ بھرتی آسان ہے۔'' یہ بڑا آسان سا کام

ہے اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا' کیونکہ یہ کوئی زیادہ لمبی مدت نہیں اور اس میں جو مصلحت ہے وہ بھی آپ کے سامنے واضح ہے۔

﴿قَالَ﴾ یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ﴾ "میں ہرگز اس کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا' یہاں تک کہ دو تم مجھے عہد اللہ کا" یعنی جب تک تم اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر پکا عہد نہ کرو۔ ﴿لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ﴾ "کہ تم ضرور اس کو میرے پاس پہنچا دو گے' مگر یہ کہ گھیرے جاؤ تم سب" یعنی سوائے کسی ایسی صورت حال کے جو تمہیں پیش آ جائے جس پر تمہارا کوئی اختیار نہ ہو اور تم اس کو ہٹانے کی قدرت نہ رکھتے ہو۔ ﴿فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ﴾ "پس جب انہوں نے ان سے عہد کر لیا" یعنی جب یعقوب علیہ السلام کی خواہش کے مطابق انہوں نے عہد و پیمان دے دیا۔ ﴿قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ﴾ "حضرت یعقوب نے کہا' اللہ ہماری باتوں پر نگہبان ہے" یعنی اللہ تعالیٰ کی گواہی' اس کی حفاظت اور اس کی کفایت ہمارے لئے کافی ہے۔ پھر جب یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو بھائیوں کے ساتھ بھیج دیا' تو ان کو وصیت کی کہ جب وہ مصر پہنچیں تو ﴿لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ﴾ "ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہوں' بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہوں" یعنی وہ ان کے ایک ہی شخص کے بیٹے ہوتے ہوئے ان کی کثرت اور ان کے حسن منظر کی وجہ سے ان کو نظر لگنے سے ڈرتے تھے۔ یہ تو محض سبب ہے جو میں اختیار کر رہا ہوں ورنہ حقیقت یہ ہے ﴿وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ﴾ "میں تم کو اللہ کی کسی بات سے نہیں بچا سکتا" پس جو چیز تقدیر میں لکھی جا چکی ہے وہ ہو کر رہے گی۔ ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ "حکم تو اللہ ہی کا ہے" یعنی فیصلہ وہی ہے جو اللہ کا فیصلہ ہے اور حکم وہی ہے جو اس کا حکم ہے۔ پس جس چیز کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کر دے وہ ضرور واقع ہوتا ہے۔ ﴿عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ "اسی پر میرا بھروسہ ہے" یعنی جن اسباب کو اختیار کرنے کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے' میں اس پر بھروسہ نہیں کرتا' بلکہ میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ ﴿وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ "اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے" کیونکہ توکل ہی کے ذریعے سے ہر مطلوب و مقصود حاصل ہوتا ہے اور توکل ہی کے ذریعے سے ہر خوف کو دور کیا جاتا ہے۔

﴿وَلَمَّا﴾ "اور جب" یعنی جب وہ روانہ ہو گئے۔ ﴿دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا﴾ "(اور) داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے ان کو حکم دیا تھا' (ان کا یہ فعل) ان کو اللہ کی کسی بات سے نہ بچا سکتا تھا' مگر ایک خواہش تھی یعقوب کے جی میں' سو وہ اس نے پوری کر لی۔" اور وہ تھا اولاد کے لیے شفقت اور محبت کا موجب' ایسا کرنے سے ان کو ایک قسم کا اطمینان حاصل ہو گیا تھا اور ان کے دل میں جو خیال گزر رہا تھا وہ بھی پورا ہو گیا اور یہ یعقوب علیہ السلام کے علم

کی کوتاہی نہیں، کیونکہ وہ انبیائے کرام اور علمائے ربانی میں سے تھے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی مدافعت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ ﴾ ”وہ علم عظیم کے مالک تھے“ ﴿ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ ﴾ ”کیونکہ ہم نے ان کو تعلیم دی تھی۔“ یعنی انہوں نے اپنی قوت و اختیار سے اس کا ادراک نہیں کیا تھا بلکہ اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کا عطا کردہ علم کار فرما تھا۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ”لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ یعنی اکثر لوگ معاملات کے انجام اور اشیاء کی باریکیوں کو نہیں جانتے۔ اسی طرح اہل علم پر بھی علم، احکام اور اس کے لوازم میں سے بہت کچھ مخفی رہ جاتا ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ

اور جب وہ داخل ہوئے اوپر یوسف کے تو اس نے جگہ دی اپنے پاس اپنے بھائی کو (اور) کہا، بلاشبہ میں بھائی ہوں تیرا،

فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ

سو نہ غم کھا تو بوجہ اس کے جو تھے وہ عمل کرتے ○ پھر جب تیار کر دیا یوسف نے ان کے لیے سامان ان کا تو رکھ دیا

السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ

مرصع پیالہ سامان میں اپنے بھائی کے، پھر اعلان کیا ایک اعلان کرنے والے نے، اے قافلہ والو! بے شک تم لوگ

لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ

تو چور ہو ○ انہوں نے کہا، اور وہ متوجہ ہوئے ان کی طرف، کیا چیز گم پاتے ہو تم؟ ○ انہوں نے کہا، گم پاتے ہیں ہم پیالہ

الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ

بادشاہ کا، اور واسطے اس شخص کے جو لائے گا اسے، ایک بار شتر ہے (غلہ) اور میں ساتھ اس (وعدے) کے ضامن ہوں ○ انہوں نے کہا، اللہ کی قسم!

لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا

البتہ تحقیق جانتے ہو تم کہ نہیں آئے ہم تاکہ فساد کریں ہم اس زمین میں، اور نہیں ہیں ہم چور ○ انہوں نے کہا، پھر کیا

جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ

سزا ہے اس (چور) کی اگر ہو تم جھوٹے؟ ○ انہوں نے کہا، سزا اس کی یہ ہے، جو شخص کہ پایا جائے وہ (پیالہ) اس کے سامان میں

فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ

پس وہی شخص ہے بدلہ اس کا، اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں ظالموں کو ○ پس شروع ہوا (لگا) یوسف (تلاشی لینے) ان کے بوروں کی

قَبْلَ وِعَاۗءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاۗءِ اَخِيْهِ ۭ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ

پہلے اپنے بھائی کے بورے کے، پھر نکال لیا وہ (پیالہ) بورے سے اپنے بھائی کے، اسی طرح تدبیر کی ہم نے واسطے یوسف کے،

مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ

نہیں تھا یوسف کہ وہ لے سکتا اپنے بھائی کو قانون میں اس بادشاہ کے، مگر یہ کہ چاہے اللہ، بلند کرتے ہیں ہم درجے جس کے

نَشَاۤءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ

چاہیں، اور اوپر ہر صاحب علم کے ایک زیادہ علم والا ہے ○ انہوں نے کہا، اگر اس نے چوری کی ہے تو تحقیق چوری کی تھی

اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَ لَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ

ایک بھائی نے اسکے، اس سے پہلے، پس چھپایا اس (بات) کو یوسف نے اپنے دل میں اور نہ ظاہر کیا اسے اسے واسطے انکے، کہا (دل میں)

اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ

تم بدترین ہو مرتبے میں، اور اللہ خوب جانتا ہے اس کو جو تم بیان کرتے ہو ○ انہوں نے کہا، اے عزیز! بے شک

لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ

اس (بنیامین) کا باپ ہے بوڑھا بڑی عمر والا، پس آپ لے لیں کسی ایک کو ہم میں سے اس کی جگہ، بے شک ہم دیکھتے ہیں آپ کو

مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا

احسان کرنیوالوں میں سے ○ یوسف نے کہا، پناہ اللہ کی اس بات سے کہ لیں ہم (کسی اور کو) سوائے اس شخص کے کہ پایا ہم نے

مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع

سامان اپنا اس کے پاس، (ایسا کیا تو) بلاشبہ ہم اسوقت البتہ ظالم ہونگے ○

جب یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ﴿ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ ﴾ ''تو اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی'' یوسف علیہ السلام نے اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو، جس کو لانے کے لیے انہوں نے اپنے بھائیوں کو حکم دیا تھا، پاس بلا کر اپنے ساتھ بٹھایا اور بھائیوں سے اس کو الگ کر لیا اور اسے تمام حقیقت حال سے آگاہ کر دیا۔

﴿ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ ﴾ ''اس نے کہا' میں تیرا بھائی ہوں' پس غمگین مت ہو'' یعنی غم زدہ نہ ہو ﴿ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾ ''ان کاموں سے جو یہ کرتے رہے ہیں'' کیونکہ ہماری عاقبت اچھی ہے' پھر انہوں نے بنیامین کو اپنے اس منصوبے اور حیلے سے آگاہ کیا جس کے مطابق یوسف علیہ السلام 'بنیامین کو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے جب تک کہ معاملہ اپنے انجام کو نہیں پہنچ جاتا۔ ﴿ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ ﴾ ''پس جب تیار کر دیا ان کے واسطے ان کا اسباب'' یعنی جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں میں سے ہر ایک کو غلہ ناپ کر دے دیا' ان میں ان کا حقیقی بھائی بنیامین بھی شامل تھا۔ ﴿ جَعَلَ السِّقَایَةَ ﴾ ''تو رکھ دیا پینے کا پیالہ'' اس سے مراد وہ پیالہ ہے جس میں پانی پیا جاتا ہے اور اس میں اناج وغیرہ بھی ناپا جاتا ہے ﴿ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ ﴾ یعنی پیالہ بھائی کے سامان میں رکھ دیا۔ پھر جب انہوں نے اپنا سامان سمیٹ لیا اور وہ کوچ کرنے لگے تو ﴿ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴾ ''اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ اے قافلے والو! تم تو چور ہو'' شاید اعلان کرنے والے کو حقیقت حال کا علم نہیں تھا۔

﴿ قَالُوْا ﴾ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: ﴿ وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ ﴾ ''اور ان کی طرف متوجہ ہوئے'' تہمت کو دور کرنے کے لیے' کیونکہ چور ہمیشہ اس شخص سے دور ہونے کی کوشش کرتا ہے جس کی اس نے چوری کی ہوتا کہ اس کی چوری پکڑی نہ جائے اور یہ لوگ ان کے پاس واپس آ گئے' تہمت کے ازالے کے سوا ان کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اس صورت میں انہوں نے اعلان کرنے والوں سے پوچھا ﴿ مَاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴾ ''تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے؟'' انہوں نے یہ نہیں پوچھا ''ہم نے تمہاری کیا چیز چرا لی ہے؟'' کیونکہ وہ چوری کے اس الزام سے اپنے آپ کو یقینی طور پر بری سمجھتے تھے۔ ﴿ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ ﴾ ''ہم نہیں پاتے بادشاہ کا پیمانہ اور جو کوئی اس کو لائے گا' اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ ہے'' یعنی اس کو ڈھونڈنے کی اجرت میں ایک بار شتر اناج ملے گا ﴿ وَاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴾ ''اور میں اس کا ضامن ہوں۔'' یعنی یہ اناج دلانے کا میں ذمہ لیتا ہوں' یہ بات تلاش کرنے والے نے کہی تھی۔ ﴿ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''انہوں نے کہا' اللہ کی قسم' تم جانتے ہو' ہم ملک میں بگاڑ ڈالنے کے لئے نہیں آئے'' گناہوں کی تمام اقسام کے ذریعے سے ﴿ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴾ ''اور نہ ہم چور ہی ہیں'' کیونکہ چوری فساد فی الارض کی سب سے بڑی قسم ہے۔

انہوں نے قسم اس لئے اٹھائی تھی' کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ فساد پھیلانے والے ہیں نہ چور۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے احوال کی خوب جانچ پڑتال ہوئی ہے جو ان کی پاکیزگی اور پرہیزگاری پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ یہ کام ان کے علم سے نہیں ہو سکتا جن پر وہ چوری کی تہمت لگا رہے ہیں...... یہ پیرایہ چوری کی تہمت کی نفی میں اس فقرے سے زیادہ بلیغ ہے (تَاللّٰهِ لَمْ نُفْسِدْ فِي الْاَرْضِ وَلَمْ نَسْرِقْ) ''اللہ کی قسم ہم نے زمین میں فساد کیا ہے نہ ہم نے چوری کی ہے۔'' ﴿ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗ ﴾ ''انہوں نے کہا' تو اس کی جزا کیا ہے'' یعنی اس فعل کی جزا کیا ہوگی ﴿ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴾ ''اگر تم جھوٹے ہوئے؟'' یعنی اگر بادشاہ کا پیمانہ تمہارے پاس ہوا۔

﴿ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ ﴾ ''انہوں نے کہا' اس کی جزا یہی ہے کہ جس کے سامان میں وہ پیالہ پایا جائے تو وہی'' یعنی جس کے سامان میں موجود ہوگا ﴿ جَزَآؤُهٗ ﴾ ''اس کی جزا ہے''۔ یعنی جس کی چوری کی گئی ہے وہ اس کا مالک بن جائے گا' ان کے دین میں چوری کی سزا یہ تھی کہ اگر اس پر چوری کا الزام ثابت ہو جاتا تو وہ مال مسروقہ کے مالک کی ملکیت بن جاتا، اسی لئے انہوں نے کہا: ﴿ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔''

﴿ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ﴾ ''پھر انہوں نے اپنے بھائی کے سامان سے پہلے ان کے سامان کو دیکھنا شروع کیا۔'' یعنی تلاشی لینے والے نے پہلے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی خرجیوں کی تلاشی لی' تاکہ وہ شک زائل ہو جائے کہ سب کچھ قصداً کیا گیا ہے۔ ﴿ ثُمَّ ﴾ ''پھر'' یعنی جب بھائیوں کی خرجیوں سے کچھ نہ ملا' تو

﴿ اسۡتَخۡرَجَهَا مِنۡ وِّعَآءِ اَخِيۡهِ ﴾ ''اس برتن کو نکال لیا اپنے بھائی کی خرجی سے'' یعنی حقیقت واقعہ کی رعایت رکھتے ہوئے (وَجَدَهَا) یا (سَرَقَهَا) نہیں کہا۔

اس طرح یوسف علیہ السلام کے اس منصوبے کی تکمیل ہوگئی جس کے مطابق وہ اپنے بھائی کو اس طرح اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے کہ ان کے بھائیوں کو اصل صورت حال کا علم نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ كِدۡنَا لِيُوۡسُفَ ﴾ ''اس طرح تدبیر کی ہم نے یوسف کے لئے'' یعنی ہم نے یوسف علیہ السلام کے لیے اس تدبیر کو آسان کر دیا جس کے ذریعے سے وہ غیر مذموم طریقے سے اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ﴿ مَا كَانَ لِيَاۡخُذَ اَخَاهُ فِىۡ دِيۡنِ الۡمَلِكِ ﴾ ''وہ اپنے بھائی کو نہیں لے سکتا تھا اس بادشاہ کے دین میں'' یعنی بادشاہ کے قانون کے مطابق مال مسروقہ کے مالک کو یہ اختیار حاصل نہ تھا کہ وہ چور کا مالک بن سکے۔ ان کے ہاں چوری کی کوئی اور سزا تھی۔ اگر فیصلہ بادشاہ کے قانون کے مطابق ہوتا تو یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو اپنے پاس نہ رکھ سکتے۔ اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فیصلہ کروایا' تاکہ ان کے منصوبے کی تکمیل ہو۔

﴿ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ﴾ ''ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں'' یعنی علم نافع اور اس راستے کی معرفت عطا کر کے جو منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔ جیسے ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے درجات بلند کئے۔ ﴿ وَفَوۡقَ كُلِّ ذِىۡ عِلۡمٍ عَلِيۡمٌ ﴾ ''اور ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے۔'' یعنی ہر صاحب علم کے اوپر ایک شخص ہوتا ہے جو اس سے زیادہ علم رکھتا ہے' یہاں تک کہ یہ سلسلہ غائب اور موجود کا علم رکھنے والی ہستی تک جا پہنچتا ہے۔ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ معاملہ دیکھا' تو ﴿ قَالُوۡۤا اِنۡ يَّسۡرِقۡ ﴾ ''انہوں نے کہا' اگر اس (بھائی) نے چوری کی ہے'' تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ ﴿ فَقَدۡ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ ﴾ ''اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی'' ان کی مراد یوسف علیہ السلام تھے۔ ان کا مقصود خود اپنی براءت کا اظہار کرنا تھا۔ نیز یہ کہ بنیامین اور اس کے بھائی سے چوری صادر ہوئی ہے اور یہ دونوں ہمارے حقیقی بھائی نہیں ہیں۔ یہ ان کی طرف سے یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کا مرتبہ گھٹانے کی کوشش تھی۔ اس لئے یوسف علیہ السلام نے اس کے جواب کو اپنے دل میں رکھا۔ ﴿ وَلَمۡ يُبۡدِهَا لَهُمۡ ﴾ ''اور اس کو ان کے سامنے ظاہر نہیں کیا'' اس لئے ان کی اس بات پر کسی ایسے ردعمل کا اظہار نہ کیا جو انہیں ناگوار گزرے' بلکہ وہ اپنے غصے کو پی گئے اور تمام معاملے کو اپنے دل میں چھپا لیا۔ ﴿ قَالَ ﴾ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا: ﴿ اَنۡتُمۡ شَرٌّ مَّكَانًا ﴾ ''تم بدتر ہو درجے میں'' کیونکہ تم نے ایک بے بنیاد بات پر ہماری مذمت کی ہے اور خود اس سے بھی بدتر اعمال کے مرتکب ہوئے ہو۔ ﴿ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا تَصِفُوۡنَ ﴾ ''اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کرتے ہو'' ہماری بابت' جو تم ہمیں سرقہ سے متصف کرتے ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم چوری کے بہتان سے بری ہیں۔

پھر انہوں نے یوسف علیہ السلام کی خوشامد شروع کر دی شاید کہ وہ ان کے بھائی کے بارے میں نرمی سے کام لیں ، پس ﴿ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا ﴾ ''انہوں نے کہا' اے عزیز! اس کا باپ بوڑھا ہے' بڑی عمر کا'' یعنی وہ اس کی جدائی پر صبر نہیں کر سکے گا' اس کی جدائی اس پر بہت شاق گزرے گی ۔ ﴿ فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾ ''پس اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لے' یقیناً ہم تجھے احسان کرنے والا دیکھتے ہیں'' پس ہم پر اور ہمارے باپ پر احسان کیجیے۔

﴿ قَالَ ﴾ یوسف علیہ السلام نے کہا: ﴿ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ﴾ ''اللہ پناہ میں رکھے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا کسی اور کو پکڑ لیں'' یعنی ہماری طرف سے یہ بہت بڑا ظلم ہوگا اگر ہم اس شخص کے بدلے جس کے پاس سے ہمارا مال برآمد ہوا ہے، ایک بے گناہ شخص کو پکڑ لیں۔ یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں کہا ''جس نے چوری کی'' یہ جھوٹ سے احتراز ہے۔

﴿ اِنَّاۤ اِذًا ﴾ ''ہم تو پھر'' یعنی اگر ہم اس شخص کو پکڑنے کی بجائے جس کے سامان سے ہمارا مال برآمد ہوا ہے کسی اور شخص کو پکڑ لیں ﴿ لَّظٰلِمُوْنَ ﴾ ''ظالم ہوں گے'' کیونکہ اس طرح ہم ایسے شخص کو سزا دیں گے جو سزا کا مستحق نہیں۔

فَلَمَّا اسْتَیْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا

پس جب وہ نا امید ہو گئے اس سے تو الگ ہوئے وہ (اور لگے) باہم مشورہ کرنے' کہا ان کے بڑے نے ، کیا نہیں جانتے تم

اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ

کہ بے شک تمہارے باپ نے لیا ہے تم سے پختہ وعدہ اللہ کا؟ اور (کیا نہیں جانتے) اس سے پہلے جو کوتاہی کر چکے ہو تم

فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ

یوسف کی بابت؟ پس ہرگز نہیں چھوڑوں گا میں تو اس زمین (مصر) کو یہاں تک کہ اجازت دے میرے لیے میرا باپ یا فیصلہ کر دے اللہ

لِیْ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ۝۸۰ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤی اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ

میرے لیے، اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ○ (اے بھائیو!) تم واپس جاؤ طرف باپ اپنے کی اور کہو' اے ہمارے باپ!

اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَیْبِ

بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور نہیں گواہی دی ہم نے مگر ساتھ اس چیز کے جس کا علم تھا ہمیں، اور نہیں تھے ہم غیب کے

حٰفِظِیْنَ ۝۸۱ وَ سْـَٔلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا وَ الْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ

یاد رکھنے والے ○ اور پوچھ لیجیے اس بستی (والوں) سے کہ تھے ہم اس میں اور اس قافلہ (والوں) سے (بھی) کہ آئے ہیں ہم اس میں،

وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۸۲ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ

اور بے شک ہم البتہ سچے ہیں ○ یعقوب نے کہا، (حقیقت یہ نہیں) بلکہ بنا لی ہے تمہارے لیے تمہارے نفسوں نے ایک بات، پس صبر ہی بہتر ہے

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾

امید ہے اللہ، یہ کہ لے آئے میرے پاس ان کو اکٹھا، بے شک وہی ہے خوب جاننے والا، خوب حکمت والا○

جب یوسف علیہ السلام کے بھائی اس بارے میں مایوس ہو گئے کہ وہ ان کے بھائی کے معاملے میں نرمی اختیار کریں۔ ﴿خَلَصُوْا نَجِيًّا﴾ ”تو وہ علیحدگی میں اکٹھے ہوئے اور صلاح کرنے لگے“ جہاں کوئی اور موجود نہ تھا انہوں نے سرگوشیوں میں ایک دوسرے سے مشورہ کیا۔ ﴿قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ﴾ ”ان کے بڑے نے کہا' کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لیا تھا“ یعنی تم سے اس کی حفاظت کرنے اور ساتھ لے کر آنے کا عہد لیا تھا، سوائے اس کے کہ تم کسی مصیبت میں گھر کر بے بس ہو جاؤ۔ ﴿وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ﴾ ”اور اس سے پہلے تم یوسف کے بارے میں کوتاہی کر چکے ہو“ پس تم میں دو امور اکٹھے ہو گئے ہیں۔

(۱) یوسف علیہ السلام کے بارے میں تمہاری گزشتہ کوتاہی۔

(۲) اس کے چھوٹے بھائی کو اپنے ساتھ نہ لانا...... میرے پاس تو ایسی کوئی دلیل نہیں جس کے ذریعے سے میں اپنے باپ کا سامنا کر سکوں۔

﴿فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ﴾ پس میں تو یہیں مقیم رہوں گا اور یہاں سے نہیں جاؤں گا ﴿حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ﴾ ”یہاں تک کہ حکم دے مجھ کو میرا باپ یا اللہ میری بابت فیصلہ کر دے“ یعنی اللہ تعالیٰ میرے لئے اکیلے یا بھائی کے ساتھ آنا مقدر کر دے۔ ﴿وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ ”اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے“ پھر اس نے اپنے بھائیوں کو وصیت کی کہ انہیں اپنے باپ سے جا کر کیا کہنا ہے۔

﴿اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ﴾ ”اپنے باپ کے پاس جاؤ اور کہو' ابا جان! آپ کے بیٹے نے تو چوری کی“ یعنی وہ چوری کے جرم میں دھر لیا گیا ہے اس کے باوجود کہ ہم نے اس کے بارے میں بھرپور کوشش کی مگر ہم اس کو ساتھ نہ لا سکے۔ صورت حال یہ ہے کہ ہم کسی ایسی چیز کی گواہی نہیں دیتے جو ہمارے سامنے نہ تھی ہم تو صرف اسی چیز کا مشاہدہ کر سکتے تھے جو ہمارے سامنے تھی' کیونکہ ہم نے مشاہدہ کیا کہ بادشاہ کا پیمانہ بنیامین کی خرجی سے برآمد ہوا۔ ﴿وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ﴾ ”اور ہم کو غیب کی بات کا دھیان نہ تھا“ اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا تو ہم اسے اپنے ساتھ لے جانے کی خواہش کرتے نہ اس کو ساتھ لے جانے کے لیے اتنی کوشش کرتے اور نہ آپ کو کوئی عہد دیتے۔ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔

﴿وَسْـَٔلِ﴾ ”اور دریافت کر لیجیے“ یعنی اگر آپ کو ہماری بات میں کوئی شک ہے، تو ﴿الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا﴾ ”اس بستی سے جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے جس میں ہم آئے ہیں“

ہم نے جو آپ کو خبر سنائی ہے وہ اس کے بارے میں پوری اطلاع رکھتے ہیں۔ ﴿وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اور ہم البتہ سچے ہیں'' ہم نے جھوٹ بولا ہے نہ ہم نے تغیر و تبدل کیا ہے' بلکہ یہی واقعات ہیں۔ (جو ہم آپ کو بتا رہے ہیں)

جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس پہنچے اور انہیں ان واقعات سے آگاہ کیا تو یعقوب علیہ السلام بہت غم زدہ ہوئے اور ان کی اداسی کئی گنا بڑھ گئی۔ پہلے کی طرح اس واقعہ میں بھی حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو متہم قرار دیا ﴿قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ﴾ ''(اور) کہا بلکہ بنالی ہے تمہارے جی نے ایک بات' پس اب صبر ہی بہتر ہے'' یعنی میں اس معاملے میں صبر جمیل کی پناہ لیتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناراضی ہے نہ بے صبری کا مظاہرہ اور نہ مخلوق کے پاس شکوہ۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ غم و کرب بہت شدید ہو گیا تو انہوں نے سکون کا سہارا لینے کے لیے کہا: ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا﴾ ''شاید اللہ لے آئے میرے پاس ان سب کو'' یعنی یوسف' بنیامین اور سب سے بڑا بھائی' جو مصر میں رہ پڑا تھا۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ﴾ ''بے شک وہ جاننے والا ہے'' جو میرے حال کو جانتا ہے' جو یہ بھی جانتا ہے کہ میں اس کی طرف سے کشادگی اور نوازش کا محتاج اور اس کے احسان کا ضرورت مند ہوں۔ ﴿الْحَكِيْمُ﴾ ''وہ دانا ہے۔'' جس نے اپنی حکمت ربانی کے تقاضے کے مطابق ہر چیز کا اندازہ اور اس کا منتہا مقرر کیا ہے۔

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ
اور اس نے منہ پھیرا ان سے اور کہا ہائے افسوس اوپر یوسف کے اور سفید ہو گئیں آنکھیں اس کی غم سے اور وہ
كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا
غم سے بھرا ہوا تھا○ انہوں نے کہا' قسم اللہ کی! تو سدا یاد کرتا رہے گا یوسف کو یہاں تک کہ ہو جائے تو (غم میں) گھل جانے والا
اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ
یا ہو جائے تو ہلاک ہونے والوں سے○ اس نے کہا' میں تو شکایت کرتا ہوں اپنی بے قراری اور اپنے غم کی صرف اللہ کی طرف
وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾
اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو نہیں جانتے تم○

یعنی جب یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے انہیں یہ خبر سنائی تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے منہ پھیر لیا' ان پر غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا' دل میں چھپے ہوئے غم اور کرب کی وجہ سے رو رو کر ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ ﴿فَهُوَ كَظِيْمٌ﴾ ''سو وہ اپنے آپ کو گھونٹ رہا تھا'' یعنی ان کا دل حزن و غم سے لبریز تھا۔ ﴿وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ﴾ ''اور کہا' اے افسوس یوسف پر'' یعنی پرانا حزن و غم اور نہ ختم ہونے والا اشتیاق جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے دل میں چھپا رکھا تھا' ظاہر ہو گیا اور اس نئی اور پہلی مصیبت کی نسبت قدرے ہلکی مصیبت نے پہلی

مصیبت کی یاد تازہ کر دی۔ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے ان کے حال پر تعجب کرتے ہوئے کہا: ﴿ تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوسُفَ ﴾ ''اللہ کی قسم! آپ اسی طرح یوسف کو یاد کرتے رہیں گے'' یعنی آپ اپنے تمام احوال میں یوسف علیہ السلام کو یاد کرتے رہیں گے۔ ﴿ حَتّٰى تَكُونَ حَرَضًا ﴾ ''یہاں تک کہ آپ فنا ہو جائیں گے'' آپ حرکت تک نہیں کر سکیں گے اور آپ میں بولنے کی قدرت نہیں رہے گی۔ ﴿ اَوْ تَكُونَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴾ ''یا ہو جائیں گے آپ ہلاک''یعنی آپ یوسف علیہ السلام کو یاد کرنے کی قدرت رکھتے ہوئے اس کو یاد کرنا کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

﴿ قَالَ ﴾ یعقوب علیہ السلام نے کہا: ﴿ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ ﴾ ''میں تو کھولتا ہوں اپنا اضطراب'' یعنی میں جو بات کرتا ہوں ﴿ وَحُزْنِيْٓ ﴾ ''اور اپنا غم'' وہ جو میرے دل میں پوشیدہ ہے ﴿ اِلَى اللّٰهِ ﴾ ''اللہ کے سامنے'' یعنی میں اپنے حزن و غم کا شکوہ تمہارے پاس یا کسی اور کے پاس نہیں کرتا' بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس کرتا ہوں۔ اس لئے تم جو چاہو کہتے رہو۔ ﴿ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے'' یعنی میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور انہیں میرے پاس لوٹائے گا اور ان سب کو میرے پاس اکٹھا کر کے میری آنکھیں ٹھنڈی کرے گا۔

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ

اے میرے بیٹو! تم جاؤ اور تلاش کرو یوسف اور اس کے بھائی کو، اور نہ مایوس ہو اللہ کی رحمت سے،

اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ

بے شک نہیں مایوس ہوتے اللہ کی رحمت سے مگر کافر لوگ ہی ○ پھر جب وہ داخل ہوئے یوسف پر

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ

تو انہوں نے کہا، اے عزیز! پہنچی ہے ہمیں اور ہمارے اہل و عیال کو تکلیف اور لائے ہیں ہم پونجی ناقص،

فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

پس آپ پورا دیجیے ہمارے لئے ماپ (غلے کا) اور صدقہ خیرات کیجیے ہم پر، بے شک اللہ جزا دیتا ہے صدقہ خیرات کرنے والوں کو○

یعنی یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا: ﴿ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ ﴾ ''اے بیٹو! جاؤ اور تلاش کرو یوسف اور اس کے بھائی کو'' یعنی پوری حرص اور کوشش کے ساتھ دونوں کو تلاش کرو۔ ﴿ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ﴾ ''اور اللہ کے فیض سے ناامید نہ ہو'' کیونکہ امید بندے کو اپنے مقصد کے لیے کوشش اور جدوجہد کے لیے آمادہ کرتی ہے اور مایوسی اسے سست اور کاہل بنا دیتی ہے اور سب سے بہترین چیز جس کی بندے کو امید رکھنی چاہئے وہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت و مہربانی۔ ﴿ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ''اور اللہ کے فیض سے کافر ہی ناامید ہوتے ہیں'' کیونکہ کفار اپنے کفر کی وجہ سے اپنے آپ کو

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان سے دور ہے' اس لئے کفار کی مشابہت اختیار نہ کرو۔
یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بندہ اپنے ایمان کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی کی امید رکھتا ہے۔

پس وہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ﴿فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ﴾ "جب وہ اس کے پاس گئے" یعنی جب وہ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ﴿قَالُوا﴾ تو انہوں نے عاجزی کے ساتھ عرض کیا: ﴿يَٰٓأَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا﴾ "اے عزیز! پڑی ہے ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر سختی اور ہم ناقص پونجی لے کر آئے ہیں، سو ہمیں بھرتی پوری دیں اور ہم پر خیرات کریں" یعنی ہم اور ہمارے اہل و عیال سخت محتاج ہو گئے ہیں۔ ﴿وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ﴾ "اور ہم تھوڑا سا سرمایہ لائے ہیں" یعنی ہم ایسا مال لے کر آئے ہیں جو قلیل، بے وقعت ہونے کی بنا پر کسی اہمیت کا حامل نہیں۔

﴿فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ﴾ "پس آپ ہمیں پورا غلہ دیجیے۔" یعنی ہمارے پاس قیمت کم ہونے کے باوجود، ہمیں قیمت سے زیادہ غلہ عنایت کر کے ہم پر صدقہ کیجئے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ﴾ "بیشک اللہ صدقہ کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو دنیا و آخرت کا ثواب عطا کرتا ہے۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُم مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنتُمْ جَٰهِلُونَ ﴿٨٩﴾ قَالُوٓا
یوسف نے کہا، کیا معلوم ہے تمہیں جو کچھ کیا تم نے ساتھ یوسف اور اس کے بھائی کے جب تھے تم نادان؟ ○ انہوں نے کہا،
أَءِنَّكَ لَأَنتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا۠ يُوسُفُ وَهَٰذَآ أَخِى ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَآ ۖ
کیا واقعی تو یوسف ہی ہے؟ اس نے کہا، (ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، تحقیق احسان کیا ہے اللہ نے ہم پر،
إِنَّهُۥ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٠﴾ قَالُوا تَاللَّهِ
بے شک جو شخص ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ نہیں ضائع کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا ○ انہوں نے کہا، قسم اللہ کی!
لَقَدْ ءَاثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِن كُنَّا لَخَٰطِـِٔينَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ
یقیناً فضیلت دی تجھے اللہ نے ہم پر، اور بلاشبہ ہم ہی تھے خطاکار ○ اس نے کہا، نہیں کوئی ملامت اوپر تمہارے آج،
يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّٰحِمِينَ ﴿٩٢﴾
معاف کرے اللہ تمہیں اور وہی سب مہربانوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ○

جب معاملہ اپنی انتہا اور شدت کو پہنچ گیا' تو یوسف علیہ السلام نرم پڑ گئے اور انہوں نے ان کو اپنا تعارف کرایا اور ان پر عتاب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿هَلْ عَلِمْتُم مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ﴾ "کیا تمہیں معلوم ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟" رہے یوسف علیہ السلام تو ان کے ساتھ ان کا سلوک ظاہر ہے اور رہا ان کا بھائی بنیامین تو شاید...... واللہ اعلم...... اس سے مراد بھائیوں کا یہ قول ہے ﴿قَالُوٓا إِن يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهُۥ مِن قَبْلُ﴾

(یوسف: ۱۲/ ۷۷) یا اس سے مراد وہ حادثہ ہے جس کی بنا پر باپ اور بیٹے میں جدائی واقع ہوئی اور اس جدائی کے اصل سبب اور موجب وہی تھے۔ ﴿اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ﴾ ''جب تم ناسمجھ تھے'' یہ ان کی جہالت پر ایک قسم کا اعتذار ہے یا ان پر زجر و توبیخ ہے کیونکہ انہوں نے جاہلوں کا سا کام کیا' حالانکہ یہ کام ان کے شایان شان نہیں تھا۔

انہوں نے پہچان لیا کہ جو شخص ان سے مخاطب ہے وہ یوسف ہے اس لئے انہوں نے پوچھا: ﴿ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ ''کیا آپ یوسف ہیں؟ انہوں نے کہا' ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے' اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے'' کہ اس نے ہمیں ایمان' تقویٰ اور زمین میں اقتدار سے نوازا۔ یہ سب کچھ صبر اور تقویٰ کا ثمرہ ہے۔ ﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ﴾ ''بے شک جو شخص اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے'' یعنی جو کوئی فعل حرام سے پرہیز کرتا ہے' آلام و مصائب پر صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''تو اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' یہ تمام امور احسان کے زمرے میں آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی کے اعمال حسنہ کو ضائع نہیں کرتا۔

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ ''انہوں نے کہا' اللہ کی قسم' اللہ نے آپ کو ہمارے مقابلے میں پسند کر لیا ہے'' یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو مکارم اخلاق اور محاسن عادات کے ذریعے سے ہم پر فضیلت سے نوازا، ہم نے آپ کے ساتھ انتہائی برا سلوک کیا' ہم نے آپ کو تکلیف پہنچانے اور آپ کو اپنے باپ سے دور کرنے کی خواہش کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فضیلت بخشی اور ان امور کو آپ کے لیے ممکن بنا دیا جو آپ چاہتے تھے۔ ﴿وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم خطا کار تھے۔''

﴿قَالَ﴾ یوسف علیہ السلام نے اپنے جود و کرم کی بنا پر ان سے کہا: ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ ''آج تم پر کوئی الزام نہیں'' یعنی میں تمہارا کوئی مواخذہ اور تم پر کوئی ملامت نہیں کرتا۔ ﴿يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اللہ تمہیں معاف کرے' وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے گزشتہ جرائم پر عار دلائے بغیر ان کے ساتھ انتہائی نرمی اور فراخ دلی کا سلوک کیا اور ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی' یہ احسان کی انتہا ہے' اس سلوک کا مظاہرہ اللہ تعالیٰ کے خاص اور چنے ہوئے بندے ہی کر سکتے ہیں۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ

لے جاؤ تم قمیص میری یہ پس ڈال دو اسے اوپر چہرے میرے باپ کے، ہو جائے گا وہ دیکھنے والا اور لے آؤ تم میرے پاس

بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ

اپنے اہل و عیال کو سب کو○ اور جب نکلا قافلہ (مصر سے) تو کہا ان کے باپ نے، بے شک میں پاتا ہوں مہک

يُوسُفَ لَوْ لَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿٩٤﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿٩٥﴾

یوسف کی، اگر نہ بہکا ہوا کہو تم مجھے○ انہوں نے کہا قسم اللہ کی، بے شک تو البتہ اپنی پرانی غلطی میں ہے○

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

پس جب آیا خوشخبری دینے والا تو ڈالی اسنے وہ قمیص اوپر اسکے چہرے کے تو پھر سے ہو گیا وہ دیکھنے والا، یعقوب نے کہا، کیا نہیں کہا تھا میں نے

لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا

تم سے بے شک میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ جو نہیں جانتے تم○ انہوں نے کہا، اے ہمارے باپ! مغفرت طلب کر ہمارے لیے

ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ

ہمارے گناہوں کی بے شک ہم ہی تھے خطا کار○ اس نے کہا، عنقریب میں مغفرت طلب کروں گا تمہارے لئے اپنے رب سے،

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٩٨﴾

بے شک وہی غفور ہے رحیم ہے○

یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا: ﴿ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ﴾ ''تم میری یہ قمیص لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا' وہ آنکھوں سے دیکھتا ہوا آئے گا'' کیونکہ ہر بیماری کا علاج اس کی ضد کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔ اس قمیص میں چونکہ یوسف علیہ السلام کی خوشبو کا اثر تھا جس کی جدائی نے اپنے باپ کے دل کو اس قدر حزن و غم سے لبریز کر دیا تھا...... جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے...... حضرت یوسف علیہ السلام چاہتے تھے کہ یہ قمیص ان کے باپ کو سونگھائی جائے تو ان کی روح، ان کا نفس اور ان کی بصارت لوٹ آئے گی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور اسرار پنہاں ہیں جن کو بندے نہیں جانتے مگر اس معاملے پر یوسف علیہ السلام کو مطلع کیا گیا۔ ﴿ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ ''اور میرے پاس اپنا سارا گھر لے آؤ'' یعنی اپنے بال بچوں' قبیلے والوں اور دیگر تمام متعلقہ لوگوں کو میرے پاس لاؤ تاکہ ملاقات کی تکمیل ہو اور تمہاری معاشی بدحالی اور رزق کی تنگی دور ہو۔ ﴿ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ ﴾ ''اور جب قافلہ جدا ہوا'' یعنی مصر سے فلسطین کی طرف روانہ ہوا تو یعقوب علیہ السلام نے قمیص کی خوشبو سونگھ لی اور کہنے لگے: ﴿ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴾ ''میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں' اگر تم میرا تمسخر نہ اڑاؤ'' اور یہ نہ سمجھو کہ بات مجھ سے غیر شعوری طور پر صادر ہوئی ہے، کیونکہ یعقوب علیہ السلام نے اس حال میں ان کی طرف سے تعجب کا مظاہرہ ہی دیکھا جو اس قول کا موجب بنا۔

پس وہی کچھ ہوا جو حضرت یعقوب علیہ السلام سمجھتے تھے، چنانچہ وہ کہنے لگے: ﴿ تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴾ ''اللہ کی قسم! آپ تو اسی پرانی غلطی میں ہیں'' یعنی آپ تو ہمیشہ محبت کے سمندر میں سرگرداں رہیں گے' آپ نہیں جانتے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

﴿ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ ﴾ ''پس جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا'' یعنی جب ایلچی حضرت یوسف علیہ السلام 'ان کے بھائیوں اور ان کے باپ کے اجتماع کی خوشخبری لے کر آیا ﴿ اَلْقٰىهُ ﴾ ''تو ڈال دیا اس کو'' یعنی قمیص کو ﴿ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ﴾ ''ان کے چہرے پر' جس سے وہ دوبارہ دیکھنے والے ہو گئے'' یعنی یعقوب علیہ السلام اپنی پہلی سی بصارت والی حالت میں آ گئے حالانکہ غم و اندوہ کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں۔ یعقوب علیہ السلام نے ان لوگوں سے...... جو وہاں موجود تھے اور جو ان کی رائے کو جھٹلاتے رہے تھے اور ان پر تعجب کر رہے تھے...... اللہ تعالیٰ کی نعمت پر خوش ہو کر فاتحانہ انداز میں کہا: ﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں اللہ سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' کیونکہ میں یوسف علیہ السلام کے ملنے کی امید رکھتا تھا اور حزن و غم کے ختم ہونے کا منتظر تھا۔

جب یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہوئے کہا: ﴿ يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِــِٕيْنَ ﴾ ''ابا جان! ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کریں بے شک ہم گناہ گار تھے'' کیونکہ ہم نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی بنا پر ہم خطا کار ہیں۔ ﴿ قَالَ ﴾ یعقوب علیہ السلام نے ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے جواب دیا: ﴿ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''میں ضرور تمہارے لئے اپنے رب سے بخشش مانگوں گا' بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا' نہایت مہربان ہے''۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ تمہیں بخش دے گا' تم پر رحم کرے گا اور تمہیں اپنی رحمت سے ڈھانپ دے گا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت یعقوب نے ان کے لیے استغفار کو فضیلت والے وقت سحر تک موخر کر دیا تاکہ استغفار کامل ترین اور قبولیت کے قریب ترین ہو۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰي يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ

پس جب داخل ہوئے وہ اوپر یوسف کے تو اس نے جگہ دی اپنے پاس اپنے ماں باپ کو اور کہا، داخل ہو تم مصر میں اگر

شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿99﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَي الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ

چاہا اللہ نے امن سے ○ اور اس نے اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو اوپر تخت کے، اور گر پڑے وہ سب واسطے اس کے سجدہ کرتے ہوئے،

وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ

اور یوسف نے کہا، اے میرے باپ! یہ ہے تعبیر میرے خواب کی جو اس سے پہلے (دیکھا) تھا، تحقیق کر دیا ہے اسے میرے رب نے سچا،

وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ

اور تحقیق احسان کیا اس نے میرے ساتھ جب اس نے نکالا مجھے قید خانے سے اور لے آیا تمہیں (یہاں) صحرا سے،

مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ

بعد اس کے کہ اختلاف ڈال دیا تھا شیطان نے درمیان میرے اور درمیان میرے بھائیوں کے، بے شک میرا رب

لَطِيفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْحَكِيمُ ﴿١٠٠﴾

خوب تدبیر کرنے والا ہے واسطے اس کے جو وہ چاہتا ہے، بے شک وہی ہے خوب جاننے والا بڑا حکمت والا○

﴿ فَلَمَّا ﴾ جب یعقوب علیہ السلام ان کے بیٹے اور تمام گھر والے تیار ہو کر اپنے ملک فلسطین سے روانہ ہوئے ان کا مقصد مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ کر وہاں آباد ہونا تھا، پس جب وہ مصر پہنچ گئے ﴿ دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ ﴾ "وہ یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی" یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو اپنے ساتھ بٹھایا ان کو اپنا قرب عطا کیا اور ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک اور نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ ﴿ وَقَالَ ﴾ اور اپنے تمام گھر والوں سے کہا: ﴿ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ﴾ "داخل ہو مصر میں، اگر اللہ نے چاہا، بے خوف ہو کر" ہر قسم کے خطرناک حالات اور سختیوں سے محفوظ ہو۔ وہ اسی حالت میں مصر میں داخل ہوئے ان سے تمام سختی اور معاشی تنگی دور ہو گئی اور بہجت و سرور حاصل ہو گیا۔ ﴿ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ ﴾ "اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر" یعنی انہیں شاہی تخت اور مقام عزت پر بٹھایا ﴿ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ﴾ "اور سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑے" یعنی یوسف علیہ السلام کے والدین اور ان کے بھائی ان کی تعظیم اور عزت و اکرام کے لیے ان کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ ﴿ وَقَالَ ﴾ جب یوسف علیہ السلام نے انہیں اس حالت میں دیکھا کہ وہ ان کے سامنے سجدہ ریز ہیں، تو کہنے لگے: ﴿ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ ﴾ "ابا جان! یہ ہے تعبیر میرے خواب کی جو اس سے پہلے دیکھا تھا" یعنی جب یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ تھی اس خواب کی تعبیر، جو اس مقام پر پہنچ کر پوری ہوئی۔ ﴿ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ﴾ "میرے رب نے اسے سچ کر دیا۔" یعنی میرے رب نے اس خواب کو حقیقت بنا دکھایا اور اسے خواب پریشان نہ بنایا۔ ﴿ وَقَدْ أَحْسَنَ بِي ﴾ "اور اس نے مجھ پر بڑا احسان کیا" ﴿ إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ ﴾ "جب اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور تم کو گاؤں سے (یہاں) لے آیا" یہ یوسف علیہ السلام کی مہربانی اور حسن تخاطب ہے کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کے لئے اتمام عفو کی خاطر اپنی حالت قید کا تو ذکر کیا مگر اندھے کنوئیں میں ان پر جو کچھ گزری، اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ انہوں نے اپنے بھائیوں کے قصور کا ذکر کیا نیز ان کو صحرا سے مصر لانے میں اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر کیا۔

یوسف علیہ السلام نے یہ پیرایہ بھی اختیار نہیں کیا کہ "تمہیں بھوک اور بدحالی سے نکال کر یہاں لایا" نہ یہ کہا "اس نے تم پر احسان کیا" بلکہ کہا "اس نے مجھ پر احسان فرمایا" اور اللہ تعالیٰ کے احسان کو اپنی طرف لوٹایا۔ نہایت بابرکت ہے وہ ذات جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتی ہے اپنی رحمت کے لیے مختص کر لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں کو اپنی طرف سے بے پایاں رحمت سے نوازتا ہے وہ بہت زیادہ نوازشات کرنے والا ہے۔

﴿مِنۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ﴾ ''بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا'' اور یہ نہیں کہا: (نَزَغَ الشَّيْطَانُ اِخْوَتِي) ''شیطان نے میرے بھائیوں کو بہکا دیا'' بلکہ پیرایہ یہ استعمال کیا گیا گویا گناہ اور جہالت دونوں طرف سے صادر ہوئی...... تمام ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے شیطان کو رسوا کر کے دھتکار دیا اور اس انتہائی تکلیف دہ جدائی کے بعد اس نے ہمیں پھر اکٹھا کر دیا۔

﴿اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ﴾ ''بے شک میرا رب تدبیر سے کرتا ہے جو چاہتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنے کرم اور احسان سے اس طرح نوازتا ہے کہ اسے شعور تک نہیں ہوتا اور بعض ناپسندیدہ امور کے ذریعے سے بلند ترین منازل پر پہنچا دیتا ہے۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ﴾ ''بے شک وہ جاننے والا'' یعنی وہ جو تمام معاملات کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور وہ بندوں کے ضمیر میں نہاں رازوں کو بھی جانتا ہے۔ ﴿الْحَكِيْمُ﴾ وہ حکمت والا ہے اور تمام اشیاء کو ان کے لائق مقام پر رکھتا ہے اور تمام امور کو ان کے اوقات مقررہ پر وقوع پذیر کرتا ہے۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ

اے میرے رب! تحقیق دی تو نے مجھے کچھ بادشاہی، اور سکھائی تو نے مجھے تعبیر خوابوں کی،

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ

اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے! تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں،

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

تو فوت کر مجھے مسلمان اور ملا دے مجھے ساتھ صالحین کے ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو زمین میں مکمل اقتدار عطا کر دیا اور ان کے والدین اور بھائیوں کی ملاقات کے ذریعے سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں، تو یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار کرتے، اس پر اس کا شکر ادا کرتے اور اسلام پر ثبات اور استقامت کی دعا کرتے ہوئے کہا: ﴿رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ﴾ ''اے رب تو نے مجھے بادشاہی سے حصہ دیا'' یہ انہوں نے اس لئے کہا تھا کہ وہ زمین کے خزانوں کے منتظم اور بادشاہ کے بہت بڑے وزیر تھے۔ ﴿وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ ''اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا'' یعنی تو نے مجھے آسمانی کتاب کی تفسیر اور خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا۔ ﴿فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا﴾ ''اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں، مجھے اسلام پر موت دے'' یعنی مجھے اسلام پر قائم اور ثابت قدم رکھ حتیٰ کہ اسلام ہی پر مجھے وفات دے۔ یہ دعا موت کے جلدی آنے کی دعا نہیں ہے۔ ﴿وَاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾

''اور مجھے نیک بندوں میں داخل کر دیجئے۔'' یعنی مجھے انبیاء وابرار اپنے چنے ہوئے اور بہترین بندوں میں شامل کر۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ

یہ کچھ خبریں ہیں غیب کی، ہم وحی کرتے ہیں یہ آپ کی طرف، اور نہیں تھے آپ پاس ان (برادران یوسف) کے

اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

جب اتفاق کیا تھا انہوں نے اپنے معاملے پر، اور وہ مکر وفریب کرتے تھے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول مصطفیٰ ﷺ پر یہ قصہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ذٰلِكَ﴾ یعنی یہ خبر جس سے ہم نے آپ کو آگاہ کیا ہے۔ ﴿مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ﴾ ''غیب کی خبریں ہیں' جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں'' اور اگر ہم آپ کی طرف وحی نہ کرتے تو اس جلیل القدر واقعہ کی خبر آپ تک نہ پہنچ سکتی۔ ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ﴾ ''اور آپ ان کے پاس موجود نہ تھے'' ﴿اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ﴾ ''جب وہ اتفاق کر رہے تھے اپنے کام پر'' یعنی یوسف کے بھائی فریب پر اتفاق کر رہے تھے۔ ﴿وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ﴾ ''اور وہ چال چل رہے تھے۔'' جب کہ ان کے اور ان کے باپ کے درمیان جدائی ڈالنے کے لئے اس طرح سازش کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی اور نہ کسی کے لیے یہ ممکن ہی تھا کہ اصل واقعہ معلوم کر سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اصل واقعہ سے آگاہ نہ کرے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے کے بعد وہ حالات بیان فرمائے جن کا علم' اللہ کی وحی کے بغیر مخلوق کو حاصل نہیں ہو سکتا' تو وہاں فرمایا: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ......﴾ (القصص: ۴۴/۲۸) ''اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی تو آپ طور کے غربی جانب نہ تھے اور نہ آپ اس واقعہ کا مشاہدہ کرنے والے تھے۔'' اور یہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ

اور نہیں اکثر لوگ، اگرچہ آپ حرص رکھیں، ایمان لانے والے ○ اور نہیں مانگتے آپ ان (مشرکین مکہ) سے اوپر اس (تبلیغ) کے

مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ

کوئی اجر، نہیں ہے وہ (قرآن) مگر نصیحت جہان والوں کے لیے ○ اور کتنی ہی نشانیاں ہیں (توحید اور قدرت الٰہی کی) آسمانوں

وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ

اور زمین میں کہ وہ گزرتے ہیں ان پر سے، اور وہ ان سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں ○ اور نہیں ایمان لاتے اکثر انکے

بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ

ساتھ اللہ کے مگر وہ مشرک ہی ہوتے ہیں ○ کیا پس وہ بے خوف ہیں اس سے کہ آئے ان کے پاس چھا جانے والا کوئی

عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

عذاب اللہ کا یا آئے ان کے پاس قیامت اچانک، اور وہ نہ آگاہی رکھتے ہوں؟ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ ﴾ ''اور نہیں ہیں اکثر لوگ' اگرچہ آپ ان کے ایمان کی شدید خواہش رکھتے ہوں'' ﴿ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''ایمان لانے والے''۔ کیونکہ ان کے مدارک و مقاصد فاسد ہو چکے ہیں اس لئے خیر خواہوں کی خیر خواہی انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی اگرچہ موانع معدوم ہی کیوں نہ ہوں' یعنی اگرچہ یہ خیر خواہ انہیں تعلیم دیتے رہیں انہیں ان امور کی طرف بلاتے رہیں جن میں ان کے لیے بھلائی اور ان سے شر کا دفعیہ ہے، خواہ یہ خیر خواہ اپنی صداقت پر شواہد' آیات اور دلائل ہی کیوں نہ پیش کریں۔ بنا بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اور آپ ان سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتے' یہ تو صرف جہانوں کے لئے نصیحت ہے'' اس کے ذریعے سے یہ نصیحت حاصل کرتے ہیں کہ کون سی چیز فائدہ مند ہے' تاکہ اس پر عمل کریں اور کون سی چیز نقصان دہ ہے تاکہ اسے چھوڑ دیں۔

﴿ وَكَاَيِّنْ ﴾ ''اور کتنی ہی'' ﴿ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا ﴾ ''نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں' جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے'' جو توحید الٰہی پر دلالت کرتی ہیں ﴿ وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴾ ''اور یہ ان سے روگردانی کرتے ہیں۔'' ﴿ وَ ﴾ ''اور'' ان میں سے کچھ لوگوں میں کچھ ایمان پایا بھی جاتا ہے' تو ﴿ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ ''ان اللہ کے ماننے والوں کی اکثریت مشرک ہے۔'' یعنی وہ اگرچہ توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق' رازق اور تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے مگر وہ توحید الوہیت میں شرک کرتے ہیں۔ پس یہ لوگ اب اس حالت کو پہنچ گئے ہیں کہ ان پر نزول عذاب کے سوا کوئی بات باقی نہیں رہی اور یہ کہ ان کے پاس اچانک عذاب آجائے اور وہ اپنے آپ کو محفوظ اور مامون سمجھتے ہوں۔

بنا بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنُوْٓا ﴾ ''کیا یہ بے خوف ہیں'' یعنی کیا ان افعال کا ارتکاب کرنے اور آیات الٰہی سے روگردانی کرنے والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ﴿ اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ ﴾ ''ان پر اللہ کا ایسا عذاب نازل ہو' جو سب کو ڈھانپ لے'' اور ان کی جڑ کاٹ دے۔ ﴿ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً ﴾ ''یا ان پر قیامت کی گھڑی اچانک آجائے'' ﴿ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ ''اور ان کو خبر نہ ہو۔'' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن چکے ہیں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کریں اور ان اسباب کو ترک کر دیں جو ان کے لیے عذاب کا باعث ہیں۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ

(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے، یہی ہے راستہ میرا، میں بلاتا ہوں (تمہیں) طرف اللہ کی، اوپر بصیرت کے ہوں میں اور وہ لوگ جنہوں نے میری پیروی کی،

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١٠٨ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا

اور پاک ہے اللہ (شریکوں سے)، اور نہیں میں مشرکوں میں سے ○ اور نہیں بھیجے ہم نے پہلے آپ سے مگر مرد ہی،

نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

ہم وحی کرتے تھے انکی طرف، بستیوں کے رہنے والوں میں سے، کیا پس نہیں سیر کی انہوں نے زمین میں، پس دیکھتے وہ کہ کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ

انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے؟ اور البتہ گھر آخرت کا بہت بہتر ہے

لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝١٠٩

واسطے ان لوگوں کے جنہوں نے تقوی اختیار کیا، کیا پس نہیں عقل پکڑتے تم؟ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿قُلْ﴾ ''(لوگوں سے) کہہ دیجیے!'' ﴿هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ﴾ ''یہ میرا راستہ ہے'' جس کی طرف میں دعوت دیتا ہوں' یہ راستہ اللہ تعالیٰ اور اس کے کرامت کے گھر تک پہنچاتا ہے جو علم حق' اس پر عمل کرنے' اس کو ترجیح دینے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص دین کو متضمن ہے۔

﴿اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ﴾ ''میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں'' یعنی میں تمام مخلوق اور تمام بندوں کو اپنے رب کے پاس پہنچنے پر آمادہ کرتا ہوں اور انہیں اس کی ترغیب دیتا ہوں اور انہیں ان تمام امور سے ڈراتا ہوں جو انہیں اللہ تعالیٰ سے دور کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ﴿عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا﴾ ''سمجھ بوجھ کر'' یعنی میں اپنے دین کے بارے میں بغیر کسی شک وشبہ کے پورے علم ویقین پر ہوں۔ ﴿وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ﴾ ''اور میرے متبعین بھی'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں جیسے میں اللہ تعالیٰ کے معاملے میں پوری بصیرت اور یقین کے ساتھ اس کی طرف بلاتا ہوں۔ ﴿وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ پاک ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ایسے تمام امور کی نسبت سے پاک ہے جو اس کے کمال کے منافی ہیں اور اس کے جلال کے لائق نہیں۔ ﴿وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''میں کسی بھی معاملے میں مشرکین میں شامل نہیں۔'' بلکہ دین کو صرف اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مرد ہی رسول بنا کر بھیجے'' یعنی ہم انسانوں کی ہدایت کے لیے فرشتے یا کوئی اور مخلوق نہیں بھیجتے۔ تب آپ ﷺ کی قوم کو آپ کی رسالت میں کون سی چیز انوکھی نظر آرہی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس کو ان پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ پس آپ کے لیے انبیائے سابقین میں اسوۂ حسنہ ہے۔ ﴿نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ ''ہم وحی کرتے تھے ان کی طرف، (وہ) بستیوں

کے رہنے والے ہیں'' یعنی یہ انبیائے کرام صحراؤں میں رہنے والے نہیں تھے' بلکہ بستیوں میں رہنے والے تھے جو سب سے زیادہ کامل عقل اور سب سے زیادہ صحیح رائے کے حامل تھے' تاکہ ان کا معاملہ نہایت واضح اور ان کی شان نمایاں ہو۔ ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ ﴾ ''کیا پس انہوں نے زمین کی سیر نہیں کی'' جب وہ آپ ﷺ کی بات کی تصدیق نہیں کرتے تو پھر کیا انہوں نے چل پھر کر نہیں دیکھا ﴿ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''تو وہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا۔'' یعنی اور وہ دیکھتے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کر ڈالا۔ لہٰذا تم بھی اس رویہ کو اختیار کرنے سے بچو جس رویے پر وہ قائم رہے ہیں ورنہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے گا جو ان پر نازل ہوا تھا۔ ﴿ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ ﴾ ''اور آخرت کا گھر'' یعنی جنت اور جنت کی دائمی نعمتیں ﴿ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ﴾ ''ان لوگوں کے لئے بہتر ہیں جو پرہیزگار ہیں'' جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں' کیونکہ دنیا کی نعمتیں منقطع ہو کر ختم ہو جانے والی ہیں۔ آخرت کی نعمت کامل اور کبھی نہ فنا ہونے والی ہے' بلکہ وہ ہمیشہ بڑھتی چلی جاتی ہے ﴿ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴾ (ھود: ۱۱/۱۰۸) ''یہ (اللہ تعالیٰ کی) بخشش ہے جو کبھی منقطع نہ ہو گی'' ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ ''کیا تم سمجھتے نہیں۔'' یعنی کیا تمہارے پاس اتنی سی بھی عقل نہیں جو اعلیٰ کو ادنیٰ پر ترجیح دے سکے۔

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ
یہاں تک کہ جب ناامید ہو گئے رسول اور انہوں نے گمان کیا (وسوسے کی حد تک) کہ بے شک وہ جھوٹ بولے گئے تو آ گئی انکے پاس مدد ہماری
فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۱۰ لَقَدْ كَانَ
پھر نجات دی گئی اسے جسے ہم چاہتے تھے، اور نہیں پھیرا جاتا عذاب ہمارا مجرم قوم سے ○ البتہ تحقیق ہے
فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ
ان کے بیان (احوال) میں عبرت واسطے عقل والوں کے، نہیں ہے یہ (قرآن) ایسی بات کہ گھڑ لی گئی ہو، لیکن
تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى
(یہ تو) تصدیق ہے اس کی جو اس سے پہلے ہے اور تفصیل ہے ہر چیز کی، اور ہدایت ہے
وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۱۱ ع
اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ انبیاء کرام کو مبعوث فرماتا ہے ان کی قوم کے مجرم اور لئیم لوگ انہیں جھٹلا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مہلت دیتا ہے کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مہلت پر مہلت دیئے چلا جاتا ہے یہاں تک کہ انبیاء کرام پر ان کی سختیاں انتہا کو پہنچ جاتی ہیں اور انبیاء و مرسلین یقین کامل اور اللہ تعالیٰ کے

وعدووعید کی تصدیق کے باوجود کبھی کبھی ان کے دل میں مایوسی کا کوئی خیال سا گزرتا ہے اور ان کے علم اور یقین میں ایک قسم کا ضعف سا آجاتا ہے۔ جب معاملہ اس حال کو پہنچ جاتا ہے ﴿جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَن نَّشَآءُ﴾ ''تو ان کے پاس ہماری مدد پہنچ گئی' پس جن کو ہم نے چاہا' نجات دے دی گئی'' اس سے مراد انبیاء و رسل اور ان کے متبعین ہیں۔ ﴿وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ﴾ ''اور ہمارا عذاب مجرموں سے پھرا نہیں کرتا۔'' یعنی ہمارے عذاب کو مجرموں اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں جراءت کرنے والے پر سے دور نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی کوئی پیش چل سکے گی نہ ان کی کوئی مدد کر سکے گا۔

﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ﴾ ''ان کے قصے میں۔'' یعنی انبیاء و رسل کے اپنی قوم کے ساتھ قصے میں ﴿عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ ''عقل والوں کے لئے عبرت ہے'' یعنی وہ اہل خیر اور اہل شر کے بارے میں عبرت لیتے ہیں۔ جو کوئی ان جیسے افعال کا ارتکاب کرے گا تو اپنے فعل کے مطابق کرامت یا اہانت کا مستحق ٹھہرے گا۔ وہ ان قصوں میں سے اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور اس کی عظیم حکمت کا استنباط کرتے ہیں۔ نیز وہ ان قصوں سے اس حقیقت کو اخذ کرتے ہیں کہ اللہ واحد کے سوا عبادت کسی کے لیے مناسب نہیں۔

﴿مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ﴾ ''یہ ایسی بات نہیں جو بنالی گئی ہو۔'' یعنی یہ قرآن جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تمہیں غیب کی خبروں سے آگاہ کرتا ہے' گھڑی ہوئی باتوں اور خود ساختہ کہانیوں پر مشتمل نہیں ہے۔ ﴿وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ''بلکہ جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں ان کی تصدیق کرنے والا ہے۔'' بلکہ کتب سابقہ کی تصدیق' ان کی موافقت اور ان کی صحت کی شہادت پر مشتمل ہے۔ ﴿وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''اور ہر چیز کی تفصیل ہے'' بندے جن کے محتاج ہیں' مثلاً دین کے اصول و فروع اور دلائل و براہین۔ ﴿وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ ''اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے'' یعنی اس سبب سے کہ اس قرآن کے ذریعے سے انہیں جو حق کا علم حاصل ہوتا ہے اور وہ حق کو ترجیح دیتے ہیں...... انہیں ہدایت حاصل ہوتی ہے اور انہیں جو دنیاوی یا اخروی ثواب حاصل ہوتا ہے اس کے ذریعے سے رحمت سے نوازے جاتے ہیں۔

ضمیمہ: اس عظیم قصہ میں بعض فوائد اور عبرتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن پر یہ مشتمل ہے۔ اس قصہ کی ابتدا میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ﴾ ''ہم آپ پر بہترین قصہ بیان کرتے ہیں۔'' اور فرمایا ہے: ﴿لَّقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ﴾ ''یوسف اور اس کے بھائیوں (کے واقعے) میں' پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔'' اور سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ﴾ ''ان کے واقعات میں عبرتیں ہیں۔'' یہ فوائد ان فوائد کے علاوہ ہیں جو (سورت کی تفسیر کے دوران) گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں۔

(۱) یہ قصہ سب سے اچھا' سب سے واضح اور سب سے صریح قصہ ہے' کیونکہ یہ مختلف انواع کے انتقالات پر مشتمل ہے' مثلاً ایک حال سے دوسرے حال میں' ایک امتحان سے دوسرے امتحان میں' امتحان سے اللہ تعالیٰ کی نوازشات میں' ذلت سے عزت میں' غلامی سے بادشاہی میں' تفرقہ وتشتت سے اجتماع واتحاد میں' حزن وغم سے مسرت وسرور میں' فراخی سے قحط میں' قحط سے شادابی میں' تنگی سے وسعت میں اور انکار سے اقرار میں انتقال۔ پس نہایت بابرکت ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جس نے یہ قصہ نہایت خوبصورت اور واضح اسلوب میں بیان کیا۔

(۲) اس سورۂ مبارکہ میں خواب کی تعبیر کی اصل بیان کی گئی ہے' کیونکہ علم تعبیر اہم علوم میں شمار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے یہ عطا کرتا ہے۔ غالب طور پر علم تعبیر' نام اور صفات میں مناسبت اور مشابہت پر مبنی ہے' کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خواب میں دیکھا تھا کہ سورج' چاند اور ستارے ان کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ اس خواب میں مناسبت کا پہلو یہ ہے کہ روشنی کے تینوں ذرائع آسمان کی زینت اور اس کا حسن و جمال ہیں اور انہی پر اس کے فوائد کا دارومدار ہے۔ اسی طرح انبیاء اور علماء زمین کی زینت اور اس کا حسن و جمال ہیں۔ جیسے اندھیروں میں ستاروں سے راہ نمائی لی جاتی ہے' اسی طرح گمراہی کی تاریکیوں میں انبیاء اور علماء راہ دکھاتے ہیں۔ نیز حضرت یوسف علیہ السلام کے ماں اور باپ اصل ہیں اور ان کے بھائی فرع ہیں۔ پس مناسبت کا تقاضا یہ ہے کہ اصل' روشنی میں بھی اپنی فرع سے سب سے زیادہ بڑا ہو اور حجم کے اعتبار سے بھی عظیم تر۔ اس لئے سورج سے یوسف علیہ السلام کی ماں' چاند سے ان کے باپ اور ستاروں سے ان کے بھائی مراد ہیں اور ان میں مناسبت کا پہلو یہ ہے کہ الشمس ایک مونث لفظ ہے' لہٰذا اس کی مناسبت ماں سے ہے۔ القمر اور الکواکب مذکر ہیں اس لئے ان کی مناسبت باپ اور بھائیوں سے ہے۔

نیز اس خواب میں مناسبت کا پہلو یہ بھی ہے کہ سجدہ کرنے والا المسجود لہ' کے لئے معظّم و محترم اور مسجود لہ معظّم و محترم ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے ماں باپ اور بھائیوں کے نزدیک نہایت معظّم اور محترم ہوں گے اور اس کا لازم یہ ہے کہ وہ علم اور دیگر فضائل کے اعتبار سے صاحب فضیلت اور چنے ہوئے شخص ہوں گے اس لئے ان کے والد نے کہا تھا: ﴿ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ﴾ (یوسف: ۶/۱۲) ''اور اسی طرح تیرا رب تجھے چن لے گا اور تجھے باتوں کی تعبیر کا علم سکھا دے گا۔''

اور دونوں نوجوان قیدیوں کے خواب میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے نوجوان نے خواب دیکھا کہ وہ شراب کشید کر رہا ہے اور وہ شخص جو شراب کشید کرتا ہو وہ عادۃً دوسروں کا خادم ہوتا ہے' شراب دوسروں کے لیے کشید کی جاتی

ہے اس لئے یوسف علیہ السلام نے اس کی یہ تعبیر کی کہ وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور یہ چیز قید سے اس کی رہائی کو متضمن ہے۔

یوسف علیہ السلام نے دوسرے نوجوان کے خواب کی تعبیر، جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں جنہیں پرندے کھا رہے ہیں، یہ کی کہ اس کے سر کی کھال، گوشت اور مغز وغیرہ جنہیں وہ اٹھائے ہوئے ہے، کھول کر ایسی جگہ پھینک دیا جائے گا جہاں گوشت خور پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ یوسف علیہ السلام نے اس کے احوال کو دیکھ کر اس کے خواب کی یہ تعبیر کی کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور قتل کرنے کے بعد اسے صلیب پر لٹکایا جائے گا۔ یہ سب کچھ تبھی ممکن ہے جب قتل کے بعد اسے صلیب پر چڑھایا گیا ہو۔

یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب، جس میں اس نے گائیں اور اناج کی بالیاں دیکھی تھیں، کی تعبیر شادابی اور قحط سالی سے کی۔ اس میں وجہ مناسبت یہ ہے کہ رعایا کے احوال اور اس کے مصالح کا دارومدار بادشاہ پر ہوتا ہے اگر بادشاہ ٹھیک ہے تو رعایا بھی درست رہے گی اگر بادشاہ خراب ہے تو رعایا میں خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اسی طرح سال بہ سال حالات کے ساتھ رعایا کے احوال مربوط ہیں، رعایا کی درستی، ان کا معاشی استحکام اور عدم استحکام کا دارومدار سال بہ سال (موسمی) حالات پر ہے۔ رہی گائیں تو ان کے ذریعے سے زمین میں ہل چلایا جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے آبپاشی کی جاتی ہے، اگر شادابی کا سال ہو تو گائیں موٹی تازی ہو جاتی ہیں اور اگر قحط سالی ہو تو گائیں دبلی اور لاغر ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح شادابی کے سالوں میں اناج کے خوشے سرسبز اور بکثرت ہوتے ہیں۔ جبکہ خشک سالی میں یہ خوشے بہت کم پیدا ہوتے ہیں اور سوکھ جاتے ہیں اور زمین کا بہترین اناج خوشوں ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

(۳) یہ قصہ نبوت محمدی (صلوات اللہ وسلامه علی صاحبها) کی صحت پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے سامنے یہ طویل قصہ بیان کیا درآں حالیکہ آپ نے گزشتہ انبیاء کی کتابیں پڑھی تھیں نہ کسی سے درس لیا تھا۔ آپ کی قوم نے آپ کا خوب اچھی طرح مشاہدہ کیا ہے۔ آپ کے شب وروز آپ کی قوم کے سامنے تھے وہ خوب جانتے تھے کہ آپ اُمّی ہیں، آپ لکھ سکتے ہیں نہ پڑھ سکتے ہیں۔ یہ قصہ کتب سابقہ میں مذکور قصہ سے مطابقت رکھتا ہے حالانکہ آپ وہاں موجود نہ تھے جب یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے خلاف منصوبے بنا رہے تھے اور سازش کر رہے تھے۔

(۴) شر کے اسباب سے دور رہنا مناسب ہے۔ اسی طرح ایسے امور کو چھپانا مناسب ہے جن سے ضرر پہنچنے کا خدشہ ہو جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام سے فرمایا تھا: ﴿لَا تَقۡصُصۡ رُءۡيَاكَ عَلَىٰٓ إِخۡوَتِكَ فَيَكِيدُواْ لَكَ كَيۡدًا﴾ "اپنا خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا ورنہ وہ تجھے آزار پہنچانے کے لیے

سازشیں کریں گے“۔

(۵) کسی کے سامنے خیر خواہی کے طور پر ناپسندیدہ امور کا ذکر کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے ﴿فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا﴾ ”وہ تجھے آزار پہنچانے کے لیے سازشیں کریں گے“۔

(۶) یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمت اس کے تمام متعلقین، مثلاً اس کے گھر والوں، عزیز و اقارب اور دوست احباب سب کے لیے نعمت ہوتی ہے اور بسا اوقات وہ اس نعمت میں سب کو شامل کر لیتا ہے اور ان کو بھی اس کے باعث وہ چیز حاصل ہو جاتی ہے جو اسے حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ﴾ ”اسی طرح تیرا رب تجھے چن لے گا اور باتوں کی تعبیر کا علم دے گا اور تجھ پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کا اتمام کرے گا۔“ جب یوسف علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اتمام ہوا تو آل یعقوب کو بھی عزت و وقار اور ملک میں اقتدار حاصل ہوا اور یوسف علیہ السلام کے سبب سے انہیں بھی مسرت اور خوشی حاصل ہوئی۔

(۷) سورۂ مقدسہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ عدل و انصاف تمام امور میں مطلوب و مقصود ہے، بادشاہ کا اپنی رعیت وغیرہ کے ساتھ ہی انصاف کا معاملہ کرنا ضروری نہیں، بلکہ محبت اور ترجیح دینے کے معاملے میں والد اور اولاد کے مابین بھی عدل و انصاف مطلوب ہے اگر والد کے انصاف میں خلل واقع ہو جائے تو اس کے تمام معاملے میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور حالات خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں، کیونکہ جب محبت کے معاملے میں یعقوب علیہ السلام نے یوسف کو ان کے بھائیوں پر ترجیح دی تو بھائیوں کی طرف سے خود ان پر، ان کے باپ پر اور ان کے بھائی پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے۔

(۸) گناہوں کی نحوست سے بچنا چاہیے کیونکہ ایک گناہ اپنے ساتھ متعدد گناہ لاتا ہے اور بہت سے جرائم کے بعد اس گناہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام اور ان کے باپ کے مابین جدائی ڈالنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے بہت سے حیلے استعمال کیے، متعدد بار جھوٹ بولا، انہوں نے یوسف علیہ السلام کی قمیص اور خون کے سلسلے میں باپ کے سامنے باطل افسانہ گھڑا۔ ان کے اس افسانے اور عشاء کے وقت روتے ہوئے آنے میں نرا جھوٹ تھا اور یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ اس مدت کے دوران اس بارے میں بہت بحث و تمحیص ہوئی ہو بلکہ شاید یہ بحث اس وقت تک ہوتی رہی ہو جب تک کہ وہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ اکٹھے نہ ہوئے اور جب کبھی بحث ہوتی ہے تو جھوٹی خبریں اور افترا پردازی ضرور ہوتی ہے۔ یہ گناہ کی نحوست اور اس کے آثار ہیں۔

(۹) بندے کے احوال میں ابتدائی نقص میں عبرت نہیں ہوتی' بلکہ کمال انتہا میں عبرت حاصل ہوتی ہے' کیونکہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں سے ابتدائی طور پر جو کچھ صادر ہوا وہ نقص کا سب سے بڑا سبب اور ملامت کا موجب تھا مگر اس کی انتہا' خالص توبہ اور یوسف علیہ السلام اور ان کے باپ کی طرف سے کامل معافی' مغفرت اور رحمت کی دعا پر ہوئی اور جب بندہ اپنے حق کو معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اس لئے صحیح ترین قول یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے اور اس کی دلیل اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ ﴾ (النساء: ۱۶۳/۴) ''اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف۔'' یہاں ﴿ الْاَسْبَاطِ ﴾ سے مراد یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے اور ان کی اولاد ہے۔ نیز ان کی نبوت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے خواب میں ان کو روشن ستاروں کے طور پر دیکھا اور ستاروں میں روشنی اور راہ نمائی ہوتی ہے [1] اور یہ انبیاء کے اوصاف ہیں اور اگر وہ نبی نہیں تھے تو وہ راہ نمائی کرنے والے علماء تھے۔

(۱۰) اللہ تبارک و تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو علم' حلم' مکارم اخلاق اور اللہ اور اس کے دین کی طرف دعوت سے نوازا۔ نیز یہ بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی نوازش اور عنایت ہی تھی کہ انہوں نے اپنے خطا کار بھائیوں کو فوراً معاف کر دیا اور اس معافی کی تکمیل یہ کہہ کر کر دی کہ اب وہ ان کا کوئی مواخذہ کریں گے نہ اس پر انہیں کوئی عار دلائیں گے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے ماں باپ کے ساتھ عظیم نیکی کرنا اور اپنے بھائیوں بلکہ تمام مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

(۱۱) کچھ برائیاں دوسری برائیوں سے خفیف تر اور چھوٹی ہوتی ہیں۔ (اگر دو برائیوں میں سے ایک برائی کا ارتکاب ناگزیر ہو تو) اس برائی کا ارتکاب کرنا جس کا ضرر کم تر ہو' اس برائی کے ارتکاب سے اولیٰ و افضل ہے جس کا ضرر بڑا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں جب حضرت یوسف علیہ السلام کے قتل یا ان کو کہیں دور زمین میں پھینکنے پر اتفاق ہو گیا، تو ان میں سے ایک نے کہا: ﴿ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ

[1] برادران یوسف کی نبوت کی یہ ''دلیلیں'' جن سے فاضل مفسر نے استدلال کیا ہے' کوئی واضح اور مضبوط دلیل نہیں۔ ان کے مقابلے میں عدم نبوت کی دلیل زیادہ واضح ہے' انہوں نے ایک ایسے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا جس میں چھوٹے معصوم بچے کے ساتھ سنگ دلانہ اقدام اور ظلم و ستم ہے' قطع رحمی ہے' والدین کی نافرمانی اور ان کی ایذا رسانی ہے' جھوٹ کا ارتکاب ہے' وغیرہ۔ انبیاء علیہم السلام سے ان حرکتوں کا صدور ممکن ہے؟ (مزید دیکھیے تفسیر فتح القدیر و ابن کثیر' تفسیر سورہ یوسف آیت: ۹'۱۰) علاوہ ازیں ''اوحینا'' کے لفظ سے بھی نبوت پر استدلال اپنے اندر کوئی قوت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ یہ لفظ غیر انبیاء کے لیے بھی قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ (ص-ی)

الْجُبِّ﴾ ''یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ اسے کسی اندھے کنوئیں میں پھینک دو''۔ گویا اس کی تجویز سب سے بہتر اور نرم تجویز تھی۔ جس کے سبب سے ان کے بھائیوں سے ایک بہت بڑا گناہ ٹل گیا اور یہ بڑا گناہ ایک خفیف تر گناہ میں منتقل ہو گیا۔

(۱۲) جب کوئی چیز کاروبار میں دست بدست متداول ہو جائے اور وہ مال شمار ہونے لگے اور کاروبار کرنے والے کو اس کے غیر شرعی ہونے کا علم نہ ہو تو اس کی خرید و فروخت کا کاروبار کرنے والے' اس میں خدمت کرنے والے' اس سے مفاد اٹھانے والے اور اس کو استعمال میں لانے والے کے لیے کوئی گناہ نہیں۔ حضرت یوسف کے بھائیوں نے انہیں بیع حرام کی صورت میں فروخت کیا تھا' یہ بیع قطعاً جائز نہ تھی۔ پھر حضرت یوسف کو خریدنے والا قافلہ انہیں لے کر مصر چلا گیا اور وہاں لے جا کر فروخت کر دیا اور وہ اپنے آقا کے پاس غلام کے طور پر رہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو ''آقا'' کے نام سے موسوم کیا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام اس کے پاس ایک مکرم غلام کے طور پر رہتے رہے۔

(۱۳) ان عورتوں کے ساتھ خلوت سے بچنا چاہئے جن سے فتنے کا خوف ہو۔ اسی طرح ایسی محبت سے بھی بچنا چاہئے جس سے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔ عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے جو کچھ ہوا وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ خلوت اور ان کے ساتھ اس کی شدید محبت کے سبب سے ہوا' محبت نے اس عورت کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کے لیے ڈورے نہیں ڈالے' پھر ان پر بہتان لگایا اور یوسف علیہ السلام اس عورت کے بہتان کے سبب سے طویل مدت تک قید میں رہے۔

(۱۴) یوسف علیہ السلام نے اس عورت کے ساتھ ارادہ کیا پھر اسے اللہ تعالیٰ کی خاطر ترک کر دیا۔ اس ترک ارادہ نے حضرت یوسف' کو اللہ تعالیٰ کے اور قریب کر دیا۔ کیونکہ اس قسم کا ارادہ نفس امارہ کے اسباب میں شمار ہوتا ہے جو ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے اور اکثر لوگوں کی یہی فطرت ہے۔ پس جب انہوں نے اس ارادے کا اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت کے ساتھ تقابل کیا تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت نفس امارہ کے داعیے اور اس کی خواہش پر غالب آ گئی۔ گویا آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى﴾ (النّٰزعٰت: ۷۹/ ۴۰) ''جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکتا رہا'' اور آپ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق، ان سات قسم کے لوگوں میں سے ہیں جنہیں قیامت کے روز عرش کے سائے میں جگہ ملے گی' جس روز اس کے سائے کے سوا کہیں سایہ نہ ہو گا اور ان سات قسم کے لوگوں میں ایک وہ شخص ہو گا جسے حسن و جمال رکھنے والی اور منصب و حیثیت کی حامل کوئی عورت بدکاری کی دعوت دیتی ہے اور وہ

جواب میں کہتا ہے ''میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔''[1] اور وہ ارادہ جس پر بندہ قابل ملامت ہے' وہ ارادہ ہے جو دل میں جاگزیں ہو کر عزم بن جائے جس کے ساتھ بسا اوقات فعل مل جاتا ہے۔

(۱۵) جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو جاتا ہے اور وہ تمام امور میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان' صدق اور اخلاص کی برہان کے ذریعے سے مختلف اقسام کی برائیوں' بے حیائی اور گناہوں کے اسباب سے مدافعت کرتا ہے۔ یہ مدافعت اس کے ایمان اور اخلاص کی جزا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ أَن رَّءَا بُرْهَانَ رَبِّهِۦ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ ٱلسُّوٓءَ وَٱلْفَحْشَآءَ ۚ إِنَّهُۥ مِنْ عِبَادِنَا ٱلْمُخْلَصِينَ﴾ (لنصرف) کے یہ معنی لام کے کسرے کے ساتھ ہیں (جیسا کہ متداول قراءت میں ہے) اور اگر اسے لام کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوں گے' اللہ تعالیٰ کا اسے اپنے لئے چن لینا اور یہ خود اس کے اخلاص کو متضمن ہے' یعنی جب بندہ اپنے عمل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے برائی اور بے حیائی سے پاک کر کے اسے اپنے لئے چن لیتا ہے۔

(۱۶) بندۂ مومن کے لیے مناسب یہ ہے کہ جب وہ کوئی ایسا مقام دیکھے جہاں فتنہ اور معصیت کے اسباب موجود ہوں' تو مقدور بھر وہاں سے نکلنے اور بھاگنے کی کوشش کرے تاکہ وہ گناہ سے بچ سکے' کیونکہ جب یوسف علیہ السلام پر اس عورت نے، جس کے گھر میں وہ رہ رہے تھے' ڈورے ڈالنے شروع کیے تو وہ اس جگہ سے فرار ہو کر دروازے کی طرف بھاگے' تاکہ وہ اس عورت کے شر سے بچ جائیں۔

(۱۷) اشتباہ کے موقع پر قرائن سے کام لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اگر خاوند اور بیوی گھر کے ساز و سامان کی ملکیت کے بارے میں جھگڑ پڑیں اور دونوں کے پاس اپنی ملکیت کا واضح ثبوت نہ ہو تو جو چیز مرد کے حال کے مطابق ہے وہ مرد کی ملکیت ہے اور جو عورت کے حال کے مطابق ہے وہ اس کی مالک ہے۔ اسی طرح اگر بڑھئی اور لوہار کسی اوزار کی ملکیت پر جھگڑ پڑیں اور دونوں میں سے کسی کے پاس بھی کوئی ثبوت نہ ہو تو قرائن پر عمل کیا جائے گا۔ ملتی جلتی چیزوں اور نشان قدم میں قیافہ پر عمل کرنا بھی اسی باب میں شامل ہے۔ یوسف علیہ السلام کے گواہ نے قرینے کی گواہی دی تھی۔ اس نے قمیص کی پھٹن کو دیکھ کر قرینے کی گواہی دی اور قمیص کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت اور اس عورت کے جھوٹے ہونے پر استدلال کیا۔

اس قاعدے کی صحت پر ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کی خرجی میں سے گیہوں ناپنے والے پیالے کے پائے جانے سے استدلال کرتے ہوئے بغیر کسی ثبوت اور اقرار کے اس پر چوری کا حکم لگایا گیا۔ پس اگر مال مسروقہ چور کے قبضے میں پایا جائے' خاص طور پر جبکہ وہ چوری کرنے میں معروف ہو تو اس پر

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الأذان، باب من جلس... الخ، حديث: ٦٦٠

چوری کا حکم لگایا جائے گا اور یہ (عینی) شہادت سے زیادہ بلیغ شہادت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص شراب کی قے کرتا ہے یا کوئی ایسی عورت، جس کا شوہر یا آقا نہیں، حاملہ پائی جاتی ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے قرینے کے اس فیصلے کو شاہد سے موسوم کیا ہے۔ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا﴾

(۱۸) حضرت یوسف علیہ السلام ظاہری اور باطنی حسن و جمال کے حامل تھے ان کا ظاہری حسن و جمال اس عورت کے لئے، جس کے گھر میں حضرت یوسف علیہ السلام تھے، اس امر کا موجب بنا جس کی تفصیل گزری اور اسی طرح ان کا حسن و جمال ان عورتوں کے لئے بھی، جن کو عزیز مصر کی بیوی نے ان کے ملامت کرنے پر اکٹھا کیا تھا، اس امر کا موجب بنا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور وہ بے ساختہ پکار اٹھیں: ﴿مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ﴾ ''یہ شخص انسان نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔''

رہا ان کا باطنی حسن و جمال تو وہ ان کی عظیم عفت تھی۔ گناہ میں پڑنے کے بہت سے اسباب کے باوجود گناہ سے بچے رہے۔ اس کے بعد خود عزیز مصر کی بیوی اور ان عورتوں نے آپ کی عفت اور پاک دامنی کی شہادت دی۔ اس لئے عزیز مصر کی بیوی نے کہا: ﴿وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ﴾ ''میں نے اسے پھسلانے کی بھرپور کوشش کی تھی مگر وہ بچ نکلا'' اس کے بعد اس نے کہا: ﴿اَلْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اب حق واضح ہو گیا ہے، میں نے ہی اسے پھسلانے کی کوشش کی تھی اور بے شک وہ سچا ہے'' عورتوں نے کہا: ﴿حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ ''حاشا اللہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔''

(۱۹) یوسف علیہ السلام نے معصیت کے مقابلے میں قید کو ترجیح دی۔ بندۂ مومن کے یہی شایان شان ہے کہ اگر وہ دو امور کے بارے میں کسی آزمائش میں مبتلا ہو جائے۔ ایک طرف کسی معصیت کا ارتکاب ہو اور دوسری طرف دنیاوی عقوبت، تو وہ گناہ کی بجائے، جو دنیا و آخرت میں سخت عقوبت کا موجب ہے، دنیاوی عقوبت کو ترجیح دے۔ ایمان کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ بندہ کفر کی طرف لوٹنے کو، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچا لیا ہے، اسی طرح ناپسند کرے، جس طرح وہ آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

(۲۰) بندۂ مومن کے لئے مناسب یہی ہے کہ اسباب گناہ کے موجود ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ کر اسی کی پناہ میں رہے اور اپنی قوت و اختیار سے دست بردار ہو جائے جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''اگر تو نے ان کی چالوں کو مجھ سے دور نہ ہٹایا تو میں ان کی چالوں میں آ کر جاہلوں میں شامل ہو جاؤں گا۔''

(۲۱) جس طرح فراخی میں بندے پر اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا التزام واجب ہے، اسی طرح تنگی میں بھی اس پر یہ

التزام واجب ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے رہے جب وہ قید میں ڈال دیئے گئے تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت پر قائم رہے اور ان دونو جوان قیدیوں کو (جو ان کے ساتھ قید میں ڈالے گئے تھے) توحید کی دعوت دی اور ان کو شرک سے روکا۔

یہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی ذہانت تھی کہ جب انہوں نے دیکھا کہ ان نوجوان قیدیوں میں ان کی دعوت قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے...... کیونکہ وہ دونوں حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے چنانچہ ان کا قول تھا ﴿ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اپنے اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے آئے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی دیکھا کہ وہ ان کے پاس اپنے خواب کی تعبیر جاننے کا اشتیاق رکھتے ہیں، تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ان کو ان کے خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے توحید کی دعوت دی تاکہ وہ اپنا مطلوب و مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔

سب سے پہلے آپ نے ان کے سامنے واضح کیا کہ جس نے آپ کو علم و کمال کے اس مقام پر پہنچایا، جسے وہ دیکھ رہے ہیں، وہ ہے ایمان، توحید اور ان لوگوں کی ملت کو چھوڑ دینا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ زبان حال سے ان کو توحید کی دعوت دینا ہے۔ پھر آنجناب نے ان کو زبان قال سے توحید کی دعوت دی۔ آپ نے ان کے سامنے شرک کی خرابی بیان کی اور اس کی دلیل اور برہان پیش کی اور دلیل و برہان ہی کے ساتھ ان کے سامنے حقیقت توحید کو بیان کیا۔

(۲۲) معاملات میں، اہم ترین معاملے سے ابتدا کرنی چاہیے۔ جب مفتی سے کوئی سوال کیا جائے اور سائل اس سوال سے زیادہ کسی اور چیز کا ضرورت مند ہو تو مفتی کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ سب سے پہلے اسے اس چیز کی تعلیم دے جس کا وہ زیادہ حاجت مند ہے۔ یہ معلم کی خیر خواہی، اس کی فطانت اور اس کے حسن تعلیم و ارشاد کی علامت ہے۔ جب نوجوان قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے ان کو خواب کی تعبیر بتانے سے قبل اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دی۔

(۲۳) اگر کوئی شخص کسی ناخوشگوار صورت حال اور کسی سختی میں گرفتار ہو جائے تو کسی ایسے شخص سے مدد لینا جو اس صورت حال سے نجات میں مددگار ثابت ہو سکتا ہو، یا اسے اپنے حال سے آگاہ کرے تو یہ مخلوق کے پاس شکوے کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ اس کا تعلق امور عادیہ سے ہے۔ جو عرف عام میں لوگوں کی ایک دوسرے کی مدد کے ذریعے سے سر انجام پاتے ہیں۔ بنابریں یوسف علیہ السلام نے ان نوجوان قیدیوں میں سے جس کے رہا ہونے کی امید تھی، اس سے کہا: ﴿ اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ﴾ ''اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا''

(۲۴) معلم کے لئے تاکید ہے کہ وہ تعلیم دینے میں کامل اخلاص سے کام لے اور اپنی تعلیم کو کسی سے معاوضہ میں

مال و جاہ یا کوئی منفعت حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنائے۔ تعلیم دینے میں خیر خواہی سے کام لے جب تک سائل کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے معلم کو تکلیف پہنچے، تعلیم دینے سے یا اس کی خیر خواہی کرنے سے انکار نہ کرے۔ یوسف علیہ السلام نے ان دونو جوان قیدیوں میں سے جس کو تاکید کی تھی کہ وہ اپنے آقا کے پاس ان کا ذکر کرے مگر اسے اپنے آقا کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا یاد نہ رہا۔ جب انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سوال کرنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے اسی نوجوان کو بھیجا وہ اس خواب کی تعبیر کے بارے میں پوچھنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے محض اس بنا پر کہ اس نے ان کا ذکر اپنے آقا کے پاس نہیں کیا' اس پر ناراضی کا اظہار کیا نہ اس پر زجر و توبیخ کی' بلکہ اس کے برعکس انہوں نے اسے ہر لحاظ سے اس کے سوال کا مکمل جواب دیا۔

(۲۵) مسئول کو چاہیے کہ وہ سوال کا جواب دیتے وقت سائل کی ایسے معاملے کی طرف راہنمائی کرے جو اس کے سوال سے متعلق اور اس کے لئے فائدہ مند ہو۔ اسے وہ راستہ دکھائے جس پر گامزن ہو کر وہ دین و دنیا میں فائدہ اٹھائے۔ یہ اس کی طرف سے کامل خیر خواہی' اس کی فطانت اور اس کا حسن ارشاد ہے۔ کیونکہ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر کو صرف اس کے خواب کی تعبیر بتانے پر اکتفا نہیں کیا تھا' بلکہ آپ نے خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ ساتھ ان کی راہنمائی فرمائی کہ وہ شادابی کے سالوں میں بکثرت پیدا ہونے والے اناج اور محاصل کو ذخیرہ کرنے کے لئے کیا انتظامات کریں۔

(۲۶) اگر کوئی شخص اپنے ذمے کسی تہمت کو دور کرنے اور اپنی براءت کو ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو ملامت نہیں کی جا سکتی' بلکہ اس کا یہ فعل قابل ستائش ہے۔ جیسے جناب یوسف علیہ السلام نے اس وقت تک قید سے رہا ہونے سے انکار کر دیا تھا جب تک کہ ان عورتوں کے احوال کے ذریعے سے لوگوں کے سامنے آپ کی براءت نہ ہو جائے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔

(۲۷) ان آیات کریمہ سے علم' یعنی علم شریعت و احکام' علم تعبیر' علم تدبیر اور علم تربیت کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے۔ نیز علم' ظاہری شکل و صورت سے افضل ہے خواہ یہ ظاہری شکل و صورت' حسن یوسف ہی کو کیوں نہ پہنچ جائے' کیونکہ یوسف علیہ السلام کو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے ابتلاء و محن اور قید و بند کا سامنا کرنا پڑا اور اپنے علم کے سبب سے انہیں عزت' سربلندی اور زمین میں اقتدار حاصل ہوا۔ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی علم کے آثار اور اس کے موجبات ہیں۔

(۲۸) علم تعبیر' علوم شرعیہ میں شمار ہوتا ہے' اس کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہونے والے کو ثواب حاصل ہوتا ہے اور خواب کی تعبیر فتویٰ میں داخل ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ﴾

''اس بات کا فیصلہ کر دیا گیا جس کے بارے میں تم فتویٰ طلب کر رہے تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کا قول نقل فرمایا: ﴿ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ ﴾ ''مجھے میرے خواب کے بارے میں فتویٰ دو'' نجات پانے والے نوجوان نے یوسف علیہ السلام سے کہا: ﴿ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ ﴾ ''ہمیں سات گایوں کے بارے میں فتویٰ دو'' ان تمام آیات میں تعبیر کے لئے فتویٰ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس لئے علم کے بغیر خواب کی تعبیر نہیں بتانی چاہیے۔

(۲۹) اگر انسان اپنی کسی صفت کمال مثلاً علم یا عمل وغیرہ کے بارے میں کسی حقیقی مصلحت کے تحت لوگوں کو آگاہ کرتا ہے' نیز اس سے ریاکاری مقصود نہ ہو اور جھوٹ سے محفوظ ہو...... تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا تھا: ﴿ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴾ ''مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے، میں حفاظت کرنے والا ہوں اور ان کے انتظام کا علم بھی رکھتا ہوں'' اسی طرح عہدہ قابل مذمت نہیں جبکہ اس عہدہ پر متعین شخص مقدور بھر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت کرتا ہو اور اسی طرح اس عہدے کے طلب کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں جبکہ وہ کسی دوسرے سے زیادہ اس عہدے کا اہل ہو' عہدہ طلب کرنا اس وقت قابل مذمت ہے جب وہ اس عہدے کا اہل نہ ہو اور اس عہدے کی قابلیت رکھنے والا اس جیسا یا اس سے زیادہ قابل کوئی اور شخص موجود ہو۔ یا وہ اس عہدے کے ذریعے سے ان امور کو قائم کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو جن کو قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر اسے عہدہ حاصل کرنے سے روکا جائے گا۔

(۳۰) اللہ تبارک وتعالیٰ کا جود و کرم بحر بے کراں کی مانند ہے۔ وہ اپنے بندے کو دنیا و آخرت کی بھلائی سے نوازتا ہے۔ آخرت کی بھلائی کے دو اسباب ہیں...... ایمان اور تقویٰ...... آخرت کی بھلائی' دنیاوی ثواب اور دنیاوی اقتدار سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے لئے دعا کرتا رہے اور اسے اخروی ثواب کا شوق دلاتا رہے اور وہ نفس کو یوں نہ چھوڑ دے کہ وہ دنیاداروں کی زیب و زینت اور لذات کو دیکھ کر غم زدہ ہوتا رہے۔ درآں حالیکہ وہ ان کے حصول پر قادر نہ ہو' بلکہ اس کے برعکس وہ اخروی ثواب اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ذریعے سے اسے تسلی دیتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴾ ''اور آخرت کا اجر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ایمان لائے اور تقویٰ سے انہوں نے کام لیا۔''

(۳۱) غلے اور اناج کو جمع اور ذخیرہ کر کے رکھنا' جبکہ اس سے لوگوں کی فلاح و بہبود اور ان کے لئے وسعت مقصود ہو، اور اس سے لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو، کوئی حرج نہیں۔ یوسف علیہ السلام نے شادابی اور فراوانی

کے ایام میں غلے اور اناج کو جمع کر کے رکھنے کا حکم دیا، تاکہ خشک سالی کے ایام کا مقابلہ کرنے کی تیاری کی جا سکے اور اس طرح غلہ جمع کرنا توکل کے منافی نہیں' بلکہ بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور وہ تمام اسباب کام میں لائے جو اس کے لئے دین و دنیا میں فائدہ مند ہوں۔

(۳۲) یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو زمین کے خزانوں کا منتظم مقرر کیا گیا تو انہوں نے حسن انتظام سے کام لیا یہاں تک کہ ان کے ہاں بکثرت اناج جمع ہو گیا اور دوسرے ملکوں سے لوگ غلہ اور خوراک حاصل کرنے کے لئے مصر کا قصد کرنے لگے' کیونکہ انہیں علم تھا کہ مصر میں غلہ بکثرت موجود ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام ہر آنے والے کو بقدر حاجت غلہ دیتے ہیں' وہ غلہ زیادہ دیتے تھے نہ کم۔ چنانچہ ہر آنے والے کو ایک بار شتر سے زیادہ غلہ نہیں دیتے تھے۔

(۳۳) مہمان نوازی مشروع ہے اور یہ انبیاء و مرسلین کی سنت ہے مہمان کی عزت و تکریم یوسف علیہ السلام کے اس قول سے مستفاد ہے ﴿اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْٓ اُوْفِی الْكَیْلَ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ﴾ ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں اناج پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمانی کرتا ہوں''

(۳۴) قرینے کی دلیل موجود ہوتے ہوئے بدظنی ممنوع ہے نہ حرام۔ کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا اور ان کے بیٹوں نے سخت اصرار کیا اور جب انہوں نے جھوٹا بہانہ بنایا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا' تو یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا﴾ ''بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لئے ایک کام کو مزین کر کے آسان بنا دیا۔'' پھر یعقوب علیہ السلام نے دوسرے بھائی (بنیامین) کے بارے میں فرمایا: ﴿هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓی اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ﴾ ''کیا میں اس کے بارے میں بھی اسی طرح اعتماد کر لوں جس طرح میں نے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں اعتماد کیا تھا'' اور جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روک لیا اور اس کے بھائی اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے پھر یہی کہا: ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا﴾ حالانکہ دوسری مرتبہ انہوں نے کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ البتہ ان سے ایک ایسا کام سرزد ہوا جس پر ان کے باپ کو یہ کہنا پڑا' جس میں کوئی گناہ اور حرج نہیں۔

(۳۵) نظر بد کے اثرات کے سدباب یا اس کے اثر انداز ہونے کے بعد اس اثر کو ختم کرنے کے لئے اسباب کو استعمال کرنا ممنوع نہیں' بلکہ جائز ہے' اگرچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر ہی سے واقع ہوتی ہے اور اسباب اختیار کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر ہی ہے' چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اسباب اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے ان سے فرمایا: ﴿یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ﴾

''اے میرے بیٹو! ایک ہی دروازے میں سے شہر میں مت داخل ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔''

(۳۶) اس سورۂ مقدسہ سے 'حقوق کے حصول کے لئے' حیلہ سازی کا جواز مستفاد ہوتا ہے اور خفیہ طریقوں کو استعمال کر کے ایسی معلومات حاصل کرنا، جن کے ذریعے سے ان کے مقاصد تک پہنچنا آسان ہو ایسے امور میں سے ہے، جس پر بندہ قابل ستائش ہے۔ صرف ایسی حیلہ سازی حرام اور ممنوع ہے جس سے کسی واجب کا اسقاط اور کسی حرام کا ارتکاب لازم آتا ہو۔

(۳۷) اس شخص کے لئے' جو کسی کو کسی ایسے معاملے میں وہم میں ڈالنا چاہتا ہے جس کے بارے میں اسے مطلع کرنا اسے پسند نہ ہو، مناسب ہے کہ وہ ایسی قولی اور فعلی تعاریضات استعمال کرے، جو جھوٹ سے مانع ہوں۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے کیا تھا' چنانچہ انہوں نے گیہوں ناپنے والا پیمانہ اپنے بھائی کی خرجی میں ڈلوادیا۔ پھر اس میں سے نکال دکھایا اور ظاہر کیا کہ وہ چور ہے اور اس میں اس کے بھائیوں کے لئے اس کے چور ہونے کا بس ایک قرینہ تھا۔

اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ﴾ ''اللہ کی پناہ! ہم اس شخص کو چھوڑ کر جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے دوسرے کو کیسے پکڑ سکتے ہیں'' نیز حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا: (مَنْ سَرَقَ مَتَاعَنَا) ''جس نے ہمارا سامان چوری کیا'' اور نہ یہ فرمایا (اِنَّا وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ) ''بے شک ہم نے اپنا سامان اس کے پاس پایا ہے۔'' بلکہ انہوں نے ایک ایسے اسلوب میں بات کی جس کا اطلاق ان کے بھائی کے علاوہ کسی اور پر بھی ہو سکتا تھا اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے بچا جانا چاہیے' اس میں صرف یہ ایہام ہے کہ وہ چور ہے تاکہ وہ مقصد حاصل ہو سکے جو ان کے پیش نظر تھا اور ان کا بھائی ان کے پاس رہ سکے اور جب صورت حال واضح ہو گئی تو ان کے بھائی سے یہ ایہام بھی زائل ہو گیا۔

(۳۸) انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے علم' تحقیق' مشاہدہ اور قابل اعتماد خبر جس پر اطمینان نفس ہو...... کے علاوہ کسی اور چیز کے مطابق گواہی دے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا: ﴿ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا ﴾ ''ہم تو صرف اسی کے متعلق گواہی دے سکتے ہیں جس کے متعلق ہم جانتے ہیں''

(۳۹) یہ ایک عظیم آزمائش تھی جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اپنے چنے ہوئے بندے' یعقوب علیہ السلام کو آزمایا' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے بیٹے یوسف علیہ السلام کے درمیان جدائی ڈال دی جن سے ایک گھڑی کے لئے جدا ہونا بھی ان کے بس میں نہ تھا' اتنی سی جدائی بھی انہیں سخت غم زدہ کر دیتی تھی۔ پس طویل عرصے تک وہ ایک دوسرے سے جدا رہے جو تیس سال سے کم نہ تھا اس عرصہ کے دوران حزن و غم یعقوب علیہ السلام کے دل سے کبھی جدا نہ ہوا ﴿ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ

﴿ کَظِیْمٌ ﴾ ''غم سے ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں اور وہ غم میں گھل رہا تھا۔'' اور معاملہ اس وقت اور بھی زیادہ سخت ہو گیا جب ان کا دوسرا بیٹا' یوسف کا حقیقی بھائی بھی' ان سے جدا ہو گیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر کی امید میں اس کے حکم کے مطابق صبر کر رہے تھے انہوں نے اپنے آپ سے صبر کا عہد کر لیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنے عہد پر پورے اترے۔ ان کا یہ قول صبر کے منافی نہیں ﴿ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ﴾ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں ہوتا۔ صرف وہ شکوہ صبر کے منافی ہے جو مخلوق کے پاس کیا جائے۔

(۴۰) دکھ کے بعد سکھ اور تنگی کے بعد فراخی ضرور آتی ہے۔ یعقوب علیہ السلام پر رنج و غم کی مدت بہت طویل ہو گئی۔ شدت غم اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور آل یعقوب کو بدحالی نے لاچار کر دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر خوش حالی بھیج دی۔ انتہائی سخت حالات میں ان کی ملاقات ہوئی اور یوں اجر کی تکمیل ہو گئی اور انہیں راحت و سرور حاصل ہوا۔ اس سے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو سختی اور نرمی' تنگ دستی اور فراخ دستی کے ذریعے سے آزماتا ہے' تاکہ ان کے صبر و شکر کا امتحان لے اور اس طرح ان کے ایمان' یقین اور عرفان میں اضافہ ہو۔

(۴۱) اگر انسان اپنے موجودہ احوال یعنی کسی مرض اور فقر وغیرہ کے بارے میں ناراضی کا اظہار کیے بغیر کسی کو آگاہ کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ ﴾ ''اے عزیز مصر! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت اور بدحالی نے آ گھیرا ہے۔'' اور ان کے اس قول پر حضرت یوسف علیہ السلام نے نکیر نہیں فرمائی۔

(۴۲) اس پورے قصے میں تقویٰ کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے۔ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی تقویٰ اور صبر کے آثار کی وجہ سے ہے۔ اہل تقویٰ اور اہل صبر کا انجام بہترین انجام ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ''اللہ نے ہم پر احسان فرمایا بے شک اگر کوئی تقویٰ اور صبر سے کام لے تو اللہ نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔''

(۴۳) جس کسی کو شدید محتاجی اور بدحالی کے بعد اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے نوازا ہو اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرے اور اپنی پہلی بدحالی اور محتاجی کو یاد رکھے تاکہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتا رہے۔ جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور تم لوگوں کو صحرا سے یہاں لایا۔''

(۴۴) یوسف علیہ السلام پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا عظیم لطف وکرم تھا کہ اس نے آپ کو ان احوال سے منتقل کر کے سختیوں اور مصائب میں مبتلا کیا، تاکہ اس کے ذریعے سے وہ آپ کو اعلیٰ ترین منازل اور بلند ترین درجات پر فائز کرے۔

(۴۵) بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان پر ثابت قدمی کے لئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑاتا رہے اور ایسے اسباب روبہ عمل لاتا رہے جو ایمان پر ثابت قدمی کے موجب ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اتمام نعمت اور خاتمہ بالخیر کا سوال کرتا رہے۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے عرض کیا: ﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴾ ''اے میرے رب! تو نے مجھے اقتدار عطا کیا اور تو نے مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے دنیا و آخرت میں تو ہی میرا سرپرست ہے۔ اسلام پر مجھے موت دے اور مآل کار مجھے نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر۔''

اس بابرکت قصے میں یہ چند نکات اور تعبیرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے آسان فرمایا اور ضروری ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس قصہ میں غور وفکر کرنے والے پر تعبیرات کے کچھ اور دریچے وا کر دے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے علم نافع اور عمل مقبول کا سوال کرتے ہیں' بلاشبہ وہ جود وکرم کا مالک ہے۔

تفسیر سورۃ الرّعد

سُوْرَةُ الرَّعْدِ (۱۳) مَدَنِيَّةٌ (۹۶) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۴۳ رُكُوْعَاتُهَا ۶

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ

الٓمّٓرٰ، یہ آیتیں ہیں کتاب کی' اور وہ جو نازل کیا گیا آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے، حق ہے،

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ①

لیکن اکثر لوگ نہیں ایمان لاتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن' کتاب اللہ کی آیات ہیں جو دین کے اصول وفروع میں ہر اس چیز کی طرف راہنمائی کرتی ہیں جس کے بندے محتاج ہیں اور یہ قرآن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا وہ واضح حق ہے' کیونکہ اس کی خبریں صدق پر مبنی اور اس کے اوامر ونواہی سراسر عدل ہیں اور قطعی دلائل و براہین ان کی تائید کرتے ہیں۔ جو کوئی اس کے علم کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہی حقیقی اہل علم میں شمار ہوتا ہے اور اس کا علم اس کے لئے عمل کا موجب بنتا ہے۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''لیکن اکثر لوگ

ایمان نہیں لاتے۔'' یعنی اکثر لوگ یا تو (قرآن) سے جہالت' اس سے روگردانی اور اس کی طرف عدم توجہ کی بنا پر یا محض عناد اور ظلم کی وجہ سے' اس قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ بنابریں اکثر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے' اس کی وجہ اس سبب کا معدوم ہونا ہے جو فائدہ اٹھانے کا موجب ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ

اللہ وہ ذات ہے جس نے بلند کیے آسمان بغیر ستونوں کے' تم دیکھتے ہو ان کو، پھر مستوی ہوا وہ اوپر عرش کے،

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ

اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو، ہر ایک چل رہا ہے واسطے وقت مقرر کے، وہ تدبیر کرتا ہے کام کی، تفصیل سے بیان کرتا ہے

الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ

نشانیاں (اپنی) تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو ○ اور وہی ہے (اللہ) جس نے بچھائی زمین

وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ

اور بنائے اس میں پہاڑ اور نہریں، اور ہر قسم کے پھلوں سے بنائے اس میں جوڑے،

اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳

دو دو' ڈھانپتا ہے رات سے دن کو' بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں واسطے ان لوگوں کے جو غور و فکر کرتے ہیں ○

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ

اور زمین میں ٹکڑے ہیں ایک دوسرے کے قریب قریب، اور (اسی طرح) باغات ہیں انگوروں کے اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جڑ سے ملی ہوئی

وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ

اور جدا جدا' سیراب کی جاتی ہیں ساتھ ایک ہی پانی کے، اور ہم فضیلت دیتے ہیں بعض کو بعض پر پھلوں (کے ذائقے) میں'

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۴

بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں واسطے ان لوگوں کے جو عقل رکھتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ تخلیق و تدبیر اور عظمت و سلطان میں منفرد ہے اس کی یہ وحدانیت دلالت کرتی ہے کہ وہ اکیلا معبود ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں کرنی چاہیے، چنانچہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ﴾ ''اللہ وہی تو ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا'' آسمانوں کے بہت بڑے اور بہت وسیع ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند کر رکھا ہے۔ ﴿بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾ ''ستونوں کے بغیر جیسا کہ تم دیکھتے ہو'' یعنی آسمانوں کو سہارا دینے کے لئے ان کے نیچے کوئی ستون نہیں اور ان کو ستون نے سہارا دیا ہوتا تو وہ تمہیں ضرور دکھائی دیتے۔ ﴿ثُمَّ﴾ ''پھر'' یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بعد ﴿اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ ''وہ عرش پر مستوی ہوا'' وہ

عرش عظیم جو اعلیٰ ترین مخلوق ہے۔ استواء کی کیفیت وہ ہے جو اس کے جلال کے لائق اور اس کے کمال کے مناسب ہے۔ ﴿ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ﴾ ''اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا۔'' بندوں کے مصالح نیز ان کے مویشیوں' باغات اور کھیتیوں کے مصالح کی خاطر۔ ﴿ كُلٌّ ﴾ ''ہر ایک'' یعنی چاند اور سورج ﴿ يَجْرِي ﴾ ''چل رہا ہے'' یعنی غالب اور علم والی ہستی کے مقرر کردہ اندازے پر چل رہا ہے۔ ﴿ لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ ''ایک وقت مقرر تک'' دونوں ایک منظم رفتار سے چل رہے ہیں جس میں کوئی فرق آتا ہے نہ ان کی رفتار میں کوئی سستی آتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت مقرر آ جائے گا اور اللہ اس جہان آب وگل کی بساط لپیٹ دے گا اور بندوں کو دار آخرت میں منتقل کر دے گا۔ جو ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ تب اس وقت اللہ تعالیٰ ان آسمانوں کو لپیٹ دے گا اور ان کو اور ہی آسمانوں سے بدل دے گا اور اسی طرح اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دے گا۔ سورج اور چاند بے نور کر دیے جائیں گے اور ان کو اکٹھا کر کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ تاکہ ان کی عبادت کرنے والے دیکھ لیں کہ وہ عبادت کے مستحق نہ تھے تاکہ وہ سخت حسرت زدہ ہوں اور کفار کو معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹے تھے۔

﴿ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ ﴾ ''تدبیر کرتا ہے کام کی' وہ کھول کر بیان کرتا ہے آیتوں کو'' یہاں خلق وامر کو اکٹھا بیان کیا گیا ہے یعنی اللہ عظمت والا تخت اقتدار پر مستوی ہے اور وہ عالم علوی اور عالم سفلی کی تدبیر کر رہا ہے' پس وہی پیدا کرتا ہے اور رزق عطا کرتا ہے' وہی غنی کرتا اور محتاج کرتا ہے' وہ کچھ قوموں کو سربلند کرتا ہے اور کچھ قوموں کو قعر مذلت میں گرا دیتا ہے' وہی عزت عطا کرتا ہے، وہی ذلت سے ہمکنار کرتا ہے' وہی گراتا ہے اور وہی رفعتیں عطا کرتا ہے' وہی لغزشوں پر عذر قبول کرتا ہے' وہی مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کرتا ہے' وہی تقدیر کو اس کے وقت مقرر پر نافذ کرتا ہے' جو اس کے احاطۂ علم میں ہے اور جس پر اس کا علم جاری ہو چکا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان فرشتوں کو تدبیر کائنات کے لیے بھیجتا ہے جن کو اس تدبیر کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔

وہ کتب الٰہی کو اپنے رسولوں پر نازل فرماتا ہے' احکام شریعت اور اوامر ونواہی کو جن کے بندے سخت محتاج ہیں' کھول کھول کر بیان کرتا ہے توضیح' تبیین' اور تمیز کے ذریعے سے ان کی تفصیل بیان کرتا ہے ﴿ لَعَلَّكُم ﴾ ''شاید کہ تم'' یعنی اس سبب سے کہ اس نے تمہیں آفاق میں اپنی نشانیاں دکھائیں اور تم پر آیات قرآنیہ نازل فرمائیں ﴿ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ﴾ ''اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو'' کیونکہ دلائل کی کثرت اور ان کی توضیح وتبیین تمام امور الٰہیہ میں' خاص طور پر بڑے بڑے عقائد مثلاً زندگی بعد موت اور قبروں سے نکلنے میں یقین کے حصول کا سبب بنتی ہے۔ نیز ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿ حَكِيمٌ ﴾ ''حکمت والا'' ہے وہ مخلوق کو بے فائدہ پیدا نہیں کرتا' نہ وہ ان کو عبث چھوڑے گا۔ پس جیسے اس نے انبیاء ومرسلین مبعوث کیے اور بندوں کے لیے اوامر ونواہی کی خاطر کتابیں نازل فرمائیں۔ تب یہ ضروری ٹھہرا کہ وہ بندوں کو ایک ایسے جہاں میں منتقل کرے جہاں انہیں

ان کے اعمال کی جزا دی جائے۔ نیکوکاروں کو بہترین بدلہ اور بدکاروں کو ان کی بدی کا بدلہ۔

﴿ وَهُوَ الَّذِىْ مَدَّ الْاَرْضَ ﴾ ''وہی ہے جس نے پھیلائی زمین'' یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنے بندوں کے لئے تخلیق کیا' اس کو وسعت بخشی' اس میں برکت عطا کی' اپنے بندوں کے لئے اس کو پھیلایا اور اس کے اندر ان کے لئے فوائد و مصالح ودیعت کیے۔ ﴿ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِىَ ﴾ ''اور رکھے اس میں پہاڑ'' یعنی زمین پر بڑے بڑے پہاڑ رکھ دیئے تاکہ زمین مخلوق کے ساتھ ڈھلک نہ جائے۔ اس لئے اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین اپنے رہنے والوں کے ساتھ ایک طرف جھک جاتی' کیونکہ زمین پانی کی سطح پر تیر رہی ہے جس کو ثبات و استقرار نہیں۔ مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے پہاڑوں کے ذریعے سے اس میں توازن پیدا کیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے میخیں بنایا ہے۔ ﴿ وَاَنْهٰرًا ﴾ ''اور دریا'' یعنی زمین کے اندر دریا بنائے جو انسانوں' ان کے مویشیوں اور ان کے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں۔ پس ان دریاؤں کے ذریعے سے درخت' کھیتیاں اور باغات اگائے اور ان کے ذریعے سے خیر کثیر برآمد کیا۔ اس لئے فرمایا: ﴿ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ﴾ ''اور ہر پھل کے رکھے اس میں جوڑے' دو دو قسم'' یعنی ان میں دو اصناف پیدا کیں جن کے بندے محتاج ہوتے ہیں۔ ﴿ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ ﴾ ''ڈھانکتا ہے دن پر رات کو'' وہ دن پر رات کو طاری کر دیتا ہے جس سے تمام آفاق پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور ہر جاندار اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر دن بھر کی مشقت اور تھکن کو دور کرنے کے لئے آرام کرتا ہے۔ جب وہ اپنی نیند پوری کر لیتے ہیں تو دن رات پر چھا جاتا ہے تو لوگ دن کے وقت پھیل کر اپنے مصالح کے حصول اور اپنے کام کاج میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ (القصص: ۷۳/۲۸) ''اور یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے دن اور رات بنائے تاکہ تم اس میں آرام کرو اور تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور شاید کہ تم شکر گزار بنو۔''

﴿ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ﴾ ''اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔'' یعنی اس میں مطالب الٰہیہ پر دلائل ہیں ﴿ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ''غور و فکر کرنے والوں کے لیے۔'' یعنی ان لوگوں کے لئے جو ان آیات و دلائل میں غور و فکر کرتے ہیں' انہیں عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو اس ہستی کی طرف راہنمائی کرتی ہیں جس نے ان کو تخلیق کیا' ان کی تدبیر کی اور ان میں تصرف کیا۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی الٰہ اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ وہ غائب اور موجود ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہ مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے' وہ اپنے ہر کام میں حکمت رکھتا ہے' اپنے خلق و امر میں قابل تعریف' نہایت بابرکت اور بہت بلند ہستی ہے۔

﴿ وَفِى الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ ﴾ ''اور زمین میں کئی طرح کے قطعات ہیں ایک دوسرے سے

ملے ہوئے اور باغات۔'' اس کے کمال قدرت اور انوکھی صنعت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ زمین میں الگ الگ مگر ایک دوسرے سے متصل خطے پائے جاتے ہیں اور اس کے اندر باغات ہیں جن میں انواع واقسام کے درخت ہیں ﴿مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ﴾ ''انگور کے باغ، کھیتیاں اور کھجور کے باغ ہیں'' اور دیگر پھل اور کھجور کے باغات جن میں سے بعض ﴿صِنْوَانٌ﴾ ''ایک کی جڑ دوسری سے ملی ہوئی'' یعنی متعدد درخت ایک ہی جڑ سے پھوٹے ہیں ﴿وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ﴾ ''اور بعض بن ملی' ان کو پانی بھی ایک ہی دیا جاتا ہے'' یعنی تمام درخت ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور ایک ہی زمین میں اگے ہوئے ہیں۔ ﴿وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ﴾ ''اور فضیلت دی ہم نے بعض کو بعض پر میووں میں'' یعنی رنگ' ذائقہ' فوائد اور لذت میں بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

پس یہ اچھی اور زرخیز زمین ہے جس میں بکثرت سرسبز گھاس' بیل بوٹے' درخت اور کھیتیاں اگتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ملی ہوئی زمین کی ایک قسم وہ ہے جس میں گھاس اگتی ہے نہ وہ پانی کو روک کر اس کا ذخیرہ کر سکتی ہے۔ زمین کی ایک قسم وہ ہے جو پانی کو روک کر ذخیرہ کرتی ہے مگر اس میں ہریالی نہیں اگتی' ایک زمین وہ ہے جس میں درخت اور کھیتیاں اگتی ہیں مگر گھاس نہیں ہوتی۔ کوئی پھل شیریں ہے' کوئی تلخ اور کسی کا ذائقہ ان کے بین بین ہے۔

کیا یہ تنوع ان کا ذاتی اور طبعی ہے یا غالب اور رحم کرنے والی ہستی کی مقرر کردہ تقدیر ہے؟

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''بے شک اس میں سمجھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔'' یعنی اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایسی عقل سے بہرہ ور ہیں جو ان کی ان امور کی طرف راہنمائی کرتی ہے جو ان کے لئے مفید ہیں یہ عقل ان امور کی طرف لے چلتی ہے جن کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے اوامر و نواہی کو سمجھتے ہیں۔

رہے روگرداں اور بلید الذہن لوگ تو وہ اپنے نظریات کے اندھیروں میں حیران و سرگرداں اور اپنی گمراہی میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اپنے رب کی طرف انہیں کوئی راہ سجھائی دیتی ہے نہ اس کی بات کو یاد رکھتے ہیں۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ

اور اگر تعجب کریں آپ تو عجیب ہے بات ان کی کہ کیا جب ہو جائیں گے ہم مٹی تو کیا ہم البتہ نئی پیدائش میں ہوں گے؟

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا ساتھ اپنے رب کے، اور یہی لوگ ہیں کہ طوق ہوں گے ان کی گردنوں میں اور یہی لوگ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۵

دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَاِنْ تَعْجَبْ﴾ ''اور اگر آپ تعجب کریں'' میں احتمال ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت اور توحید کے دلائل کی کثرت پر تعجب ہو۔ اس لئے کہ اس کے باوجود جھٹلانے والوں کا انکار اور ان کا روز قیامت کی تکذیب کرنا عجیب بات ہے، ان کا یہ کہنا: ﴿ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ ''کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے' کیا نئے سرے سے بنائے جائیں گے؟'' یعنی ان کے زعم باطل کے مطابق، یہ بہت بعید اور ممتنع ہے کہ جب وہ مٹی میں رل مل جائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ انہوں نے بربنائے جہالت خالق کی قدرت کو مخلوق کی قدرت پر قیاس کر لیا ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ مخلوق کی قدرت سے باہر ہے تو انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ خالق کے لئے بھی ممتنع ہے۔ حالانکہ وہ فراموش کر بیٹھے کہ ان کو پہلی بار اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھے۔

آیت کریمہ میں اس معنیٰ کا احتمال بھی ہے اگر آپ ان کی بات اور ان کی ان کے مرنے کے بعد اٹھائے جانے کی تکذیب پر تعجب کرتے ہیں تو واقعی ان کی یہ بات عجائبات میں شمار ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ شخص جس کے سامنے آیات الٰہی بیان کی جائیں' جو زندگی بعد موت پر ایسے قطعی دلائل دیکھتا ہو جن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور اس کے بعد وہ انکار کر دے تو یہ عجیب بات ہے۔ مگر ان کی یہ بات کوئی انوکھی چیز نہیں ہے ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا'' اور اس کی وحدانیت کو جھٹلایا حالانکہ توحید سب سے زیادہ واضح اور سب سے زیادہ روشن چیز ہے۔

﴿وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ﴾ ''اور وہی لوگ' طوق ہیں'' جو ان کو راہ ہدایت سے روکتے ہیں ﴿فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ﴾ ''ان کی گردنوں میں'' کیونکہ انہیں ایمان کی طرف بلایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے' ان کے سامنے ہدایت پیش کی گئی مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا، لہٰذا سزا کے طور پر ان کے دل پلٹ دیئے گئے کیونکہ یہ لوگ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے۔ ﴿وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''یہی لوگ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے'' یعنی وہ جہنم سے کبھی نہیں نکلیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ

اور وہ جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے برائی (عذاب) پہلے بھلائی (رحمت) سے، اور تحقیق گزر چکی ہیں پہلے ان سے مثالیں (عذاب کی)،

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ

اور بلاشبہ آپ کا رب البتہ مغفرت والا ہے واسطے لوگوں کے باوجود ان کے ظلم کے،

وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۶

اور بے شک آپ کا رب البتہ سخت سزا والا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو جھٹلانے والے مشرکین کی جہالت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے۔ جن کو نصیحت کی گئی مگر انہوں نے نصیحت حاصل نہ کی۔ ان پر دلائل قائم کیے گئے مگر انہوں نے ان دلائل کو نہ مانا' بلکہ اس کے برعکس انہوں نے کھلم کھلا انکار کیا انہوں نے اللہ واحد و قہار کے حلم اور ان کے گناہوں پر فوری طور پر گرفت نہ ہونے کی وجہ سے استدلال کیا کہ وہ حق پر ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہنا شروع کر دیا کہ وہ جلدی سے عذاب لے آئیں اور ان میں سے بعض تو یہاں تک کہہ دیتے: ﴿اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (الانفال: ۳۲/۸) ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔''

﴿وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ﴾ ''اور گزر چکی ہیں ان سے پہلے مثالیں'' اور حال یہ ہے کہ جھٹلانے والی قوموں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے کے واقعات گزر چکے ہیں کیا وہ اپنے حال پر غور و فکر کر کے اپنی جہالت کو چھوڑ نہیں سکتے؟ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ﴾ ''اور آپ کا رب لوگوں کو ان کے ظلم کے باوجود معاف کرنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی بھلائی' اس کا احسان' اس کا کرم اور اس کا عفو و درگزر اس کے بندوں پر ہمیشہ نازل ہوتا رہتا ہے اور بندوں کی طرف سے ان کا شرک و عصیان اس کی طرف بلند ہوتا ہے' اس کے بندے اس کی نافرمانی کرتے ہیں وہ ان کو اپنے دروازے کی طرف بلاتا ہے' وہ جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں مگر وہ انہیں اپنے فضل و احسان سے محروم نہیں کرتا۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو وہ ان کا دوست ہے' کیونکہ وہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں سے بہت محبت کرتا ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو وہ ان کا طبیب ہے' وہ ان کو مصائب میں مبتلا کرتا ہے' تاکہ وہ ان کو گناہوں سے پاک کر دے۔ وہ کہتا ہے: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (الزمر: ۵۳/۳۹) ''کہہ دیجیے! اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا' بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ وہ بہت بخشنے والا' نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''بے شک آپ کا رب سخت عذاب دینے والا ہے۔'' ان لوگوں کو جو اپنے گناہوں پر مصر رہتے ہیں' جو اللہ غالب اور بخشنے والے کے پاس توبہ' استغفار' اور التجا کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ پس بندوں کو اللہ تعالیٰ کی ان سزاؤں سے ڈرنا چاہیے جو وہ اہل جرائم کو دیتا ہے' اس کی پکڑ نہایت سخت اور دردناک ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، کیوں نہیں نازل کی گئی اوپر اس (رسول) کے کوئی نشانی (معجزہ) اسکے رب کی طرف سے؟

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۧ

(اے پیغمبر!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں' اور واسطے ہر قوم کے ایک راہ دکھانے والا ہوتا ہے O

یعنی کفار آپ ﷺ سے بغیر سوچ سمجھے اور اپنی خواہشات کے مطابق معین آیات و معجزات کا مطالبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ ''کیوں نہیں اتاری گئی آپ پر کوئی نشانی' آپ کے رب کی طرف سے'' معجزات کے مطالبے کا جواب نہ ملنے پر رسول اللہ ﷺ کے سامنے عذر پیش کرتے ہوئے یہ بات کہتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ تو محض ڈرانے والے ہیں آپ کو کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو آیات و معجزات نازل فرماتا ہے۔ اس نے ایسے واضح دلائل کے ساتھ رسول کی تائید فرمائی جو عقل مندوں پر مخفی نہیں ہیں اور طالب حق ان دلائل کے ذریعے سے راہ راست پا سکتا ہے۔ رہا منکر حق' جو اپنے ظلم و جہالت کی وجہ سے بغیر سوچے سمجھے آیات و معجزات کا مطالبہ کرتا ہے تو یہ مطالبہ باطل جھوٹ اور بہتان طرازی ہے' کیونکہ اس کے پاس جو بھی معجزہ اور نشانی آئے گی وہ اس پر ایمان لائے گا نہ اس کی اطاعت کرے گا' کیونکہ اس کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس کی صحت پر دلائل نہیں' بلکہ اس کے ایمان نہ لانے کی وجہ صرف خواہشات نفس اور شہوات کی پیروی ہے۔ ﴿ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ ''اور ہر قوم کے لیے ایک راہنما ہوا کرتا ہے۔'' یعنی ہر قوم کے پاس انبیاء و مرسلین اور ان کے متبعین میں سے ایک داعی آتا ہے جو انہیں ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔ ان کے پاس دلائل و براہین ہوتے ہیں جو اس ہدایت کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ
اللہ جانتا ہے جو کچھ اٹھاتی ہے (پیٹ میں) ہر ایک مادہ، اور جو کچھ کم کرتے ہیں رحم اور جو کچھ زیادہ کرتے ہیں، اور ہر ایک چیز
عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۞ ۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۞ ۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ
اسکے ہاں ساتھ ایک اندازے کے ہے ○ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کا، بہت بڑا نہایت بلند ○ برابر ہے (اللہ کے علم میں) تم میں سے
مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۞ ۱۰
جو کوئی آہستہ کہے بات کو یا بلند آواز سے کہے اسے، اور جو شخص کہ وہ چھپنے والا ہے رات (کے اندھیرے) میں اور جو چلنے والا ہے دن (کی روشنی) میں ○
لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ
واسطے اس (انسان) کے باری باری آنے والے فرشتے ہیں اسکے آگے سے اور اسکے پیچھے سے، وہ حفاظت کرتے ہیں اسکی اللہ کے حکم سے،
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ
بیشک اللہ نہیں بدلتا اس نعمت کو جو کسی قوم کے پاس ہے یہاں تک کہ وہ (خود) بدل لیں اپنی اس کیفیت کو جو انکے دلوں میں ہے؛ اور جب ارادہ کرتا ہے اللہ
بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۞ ۱۱
ساتھ کسی قوم کے برائی (عذاب) کا تو نہیں کوئی پھیرنے والا اسکو، اور نہیں واسطے ان (لوگوں) کے سوائے اللہ کے کوئی کارساز ○

اللہ تبارک و تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کا علم سب کو شامل' اس کی اطلاع بہت وسیع اور اس نے ہر چیز کا احاطہ کر

رکھا ہے چنانچہ فرماتا ہے: ﴿ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى ﴾ ''اللہ جانتا ہے جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ'' یعنی انسان اور جانوروں میں سے ﴿ وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ ﴾ ''اور جو کم کرتے ہیں پیٹ'' یعنی رحم میں موجود حمل میں جو کمی ہوتی ہے' یا وہ ہلاک ہو جاتے ہیں' یا وہ سکڑ کر مضمحل ہو جاتے ہیں' ﴿ وَمَا تَزْدَادُ ﴾ ''اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں'' اور ان میں موجود بچے بڑے ہو جاتے ہیں۔ ﴿ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴾ ''اور ہر چیز کا اس کے ہاں اندازہ ہے''۔ کوئی چیز اس مقدار سے آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔ اس مقدار سے زیادہ ہو سکتی نہ کم' مگر جس کا تقاضا اس کی حکمت اور علم کرے۔ ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ ﴾ ''وہ نہاں اور آشکار کا جاننے والا اور بڑا ہے'' یعنی وہ عالم غیب اور عالم ظاہر کا علم رکھتا ہے وہ اپنی ذات اور اپنے اسماء وصفات میں بڑا ہے۔ ﴿ الْمُتَعَالِ ﴾ ''عالی رتبہ ہے۔'' یعنی وہ اپنی ذات' قدرت اور غلبہ کے اعتبار سے تمام مخلوق پر بلند ہے۔

﴿ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ ﴾ ''برابر ہے تم میں سے'' یعنی اس کے علم اور سمع و بصر میں ﴿ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ ﴾ ''جو آہستہ بات کہے اور جو پکار کر کہے اور جو چھپنے والا ہے رات میں'' یعنی رات کے وقت کسی خفیہ مقام پر ٹھہرا ہوا ہے ﴿ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ﴾ ''اور جو دن میں چلنے والا ہے'' یعنی دن کے وقت اپنی پناہ گاہ کے اندر ہے۔ اور (اَلسَّرَب) اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان چھپتا ہے' خواہ یہ جگہ گھر کے اندر ہو' کوئی غار ہو یا کوئی کھوہ وغیرہ ہو۔ ﴿ لَهٗ ﴾ ''اس کے لیے'' یعنی انسان کے لئے ﴿ مُعَقِّبٰتٌ ﴾ ''پہرے دار ہیں'' یعنی فرشتے جو شب و روز ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں ﴿ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ ''بندے کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے' اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں'' یعنی یہ فرشتے اس کے جسم و روح کی ہر اس چیز سے حفاظت کرتے ہیں جو اس کو نقصان پہنچانا چاہتی ہے' وہ اس کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ پس جیسے اللہ تعالیٰ کے علم نے انسان کا احاطہ کر رکھا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حفاظت کے لئے یہ فرشتے بھیج رکھے ہیں جب کہ انسان کے اعمال اور احوال اللہ تعالیٰ سے اوجھل ہیں نہ وہ ان میں سے کچھ بھولتا ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ ﴾ ''بے شک اللہ' وہ نہیں بدلتا جو لوگوں کو حاصل ہے'' یعنی نعمت' احسان اور اسباب زیست کی فراوانی' ﴿ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ﴾ ''جب تک وہ خود اس چیز کو نہ بدل دیں'' یعنی جب تک کہ وہ ایمان سے کفر' اطاعت سے نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر سے ناشکری کی طرف منتقل نہیں ہوتے' تب اس صورت میں اللہ تعالیٰ ان سے اپنی نعمتیں سلب کر لیتا ہے اور اسی طرح جب بندے اپنی حالت کو بدل لیتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑ کر اطاعت کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں تو پھر ان کی بدبختی کی حالت کو بھلائی' مسرت' خوشی اور رحمت کی حالت میں بدل دیتا ہے۔ ﴿ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا ﴾ ''اور جب اللہ کسی قوم

کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کے لئے کسی عذاب' سختی یا کسی ایسے امر کا ارادہ کرتا ہے جسے وہ ناپسند کرتے ہیں' تو اس کا ارادہ ان پر ضرور نافذ ہوتا ہے۔ ﴿فَلَا مَرَدَّ لَهٗ﴾ ''اسے کوئی رد نہیں کرسکتا'' یعنی اس سے انہیں کوئی بچا نہیں سکتا۔ ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ﴾ ''اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں ہے۔'' یعنی جو ان کے معاملات کی سرپرستی کرکے ان کے لئے ان کی محبوب و مرغوب اشیاء مہیا کرے اور ناپسندیدہ چیزوں کو ان سے دور کرے۔ پس لوگ ان امور پر قائم رہنے سے بچیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں مبادا کہ ان پر وہ عذاب نازل ہو جائے جو مجرموں پر سے ہٹایا نہیں جاتا۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَیُسَبِّحُ

وہی ہے (اللہ) جو دکھاتا ہے تمہیں بجلی ڈرانے اور امید دلانے کے لئے، اور وہی پیدا کرتا ہے بادل بھاری ○ اور تسبیح بیان کرتی ہے

الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا

گرج ساتھ اس کی حمد کے، اور فرشتے بھی اس کے خوف سے، اور وہ بھیجتا ہے کڑکتی بجلیاں، پھر پہنچاتا (گراتا) ہے وہ بجلیاں

مَنْ یَّشَآءُ وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

جس پر چاہتا ہے، اور وہ (کافر) جھگڑا کرتے ہیں اللہ کی بابت، اور وہ شدید قوت والا ہے ○

﴿هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾ ''وہی ہے جو دکھاتا ہے تم کو بجلی' ڈرانے کے لئے اور امید دلانے کے لئے'' یعنی اس بجلی (کے گرنے) کی وجہ سے کڑک اور عمارتوں کے منہدم ہونے کا نیز باغات اور کھیتیوں کے پھلوں پر مختلف اقسام کے ضرر رساں اثرات کا خدشہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس میں بھلائی اور فائدے کی امید بھی ہوتی ہے۔ ﴿وَیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ﴾ ''اور وہ بارش سے لدے ہوئے بھاری بادل اٹھاتا ہے۔'' یہ بارش بندوں کو اور زمین کو فائدہ دیتی ہے ﴿وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ﴾ ''اور تسبیح بیان کرتا ہے گرجنے والا' اس کی خوبیوں کی'' (الرَّعد) سے مراد بجلی کی کڑک کی آواز ہے جو بادلوں سے سنائی دیتی ہے اور بندوں کو ڈرا دیتی ہے۔ یہ کڑک اپنے رب کے سامنے جھکی ہوئی' اس کی تسبیح کے ساتھ اس کی حمد کرتی ہے۔ ﴿وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ﴾ ''اور سب فرشتے اس کے ڈر سے'' یعنی اپنے رب کے سامنے فروتنی کے ساتھ اور اس کی سطوت سے ڈرتے ہوئے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں ﴿وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ﴾ ''اور بھیجتا ہے وہ کڑکتی بجلیاں'' اس سے مراد وہ آگ ہے' جو بادلوں سے نکلتی ہے ﴿فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ﴾ ''پھر ڈالتا ہے ان کو جس پر چاہے'' وہ یہ کڑکتی ہوئی بجلیاں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اور جتنی چاہتا ہے اور جب ارادہ کرتا ہے گرا دیتا ہے ﴿وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ﴾ ''اور وہ جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں اور اس کی گرفت سخت ہے'' وہ بہت زیادہ قوت و اختیار کا مالک ہے وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے کوئی اس کے سامنے دم مار

سکتا ہے نہ بھاگ کر بچ سکتا ہے۔
جب اللہ تعالیٰ اکیلا ہی بندوں کے لئے بادل اور بارش لاتا ہے جس کے اندر ان کے رزق کا مادہ ہے وہی ہے جو تمام امور کی تدبیر کرتا ہے بڑی سے بڑی مخلوق اس کے خوف سے نہایت عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے سرافگندہ ہے بندے اس کے خوف سے لرزاں ہیں اور وہ بہت بڑی قوت کا مالک ہے...... تب وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ

اسی کے لیے ہے پکارنا سچا اور جنہیں وہ (مشرک) لوگ پکارتے ہیں سوائے اللہ کے نہیں جواب دیتے وہ ان کو کچھ بھی

اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ

مگر مانند (اس شخص کے جو) پھیلانے والا ہے دونوں ہتھیلیاں اپنی، پانی کی طرف، تاکہ پہنچے وہ (پانی) اس شخص کے منہ میں حالانکہ نہیں ہے وہ

بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿١٤﴾

پہنچنے والا اس (کے منہ) تک اور نہیں ہے پکارنا کافروں کا مگر گمراہی میں ○

﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ﴾ ''سودمند پکارنا تو اسی کا ہے۔'' یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دعوت حق ہے۔ دعوت حق سے سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ کو صرف اسی کے لئے خالص کرنا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو پکارا جائے اس سے ڈرا جائے اس پر امیدیں باندھی جائیں اس سے محبت کی جائے اس کی طرف رغبت رکھی جائے اس سے خوف کھایا جائے اور اسی کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ اسی کی الوہیت حق ہے اور غیر اللہ کی الوہیت باطل ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ﴾ ''اور جن کو یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور خود ساختہ معبودوں کو جن کو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے، پکارتے ہیں ﴿ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ ﴾ ''وہ ان کی پکار کو کسی طرح قبول نہیں کر سکتے۔'' یعنی یہ خود ساختہ معبود ان کو تھوڑا یا بہت کوئی جواب نہیں دے سکتے جو ان کو پکارتے اور عبادت کرتے ہیں خواہ اس پکار کا تعلق امور دنیا سے ہو یا آخرت سے ﴿ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ ﴾ ''مگر جیسے کسی نے پھیلائے دونوں ہاتھ پانی کی طرف'' یعنی وہ شخص جس کے ہاتھ دور ہونے کی بنا پر پانی تک پہنچ نہیں سکتے ﴿ لِيَبْلُغَ ﴾ ''کہ آ پہنچے وہ پانی'' یعنی اپنے ہاتھوں کو پانی کی طرف پھیلانے کی وجہ سے ﴿ فَاهُ ﴾ ''اس کے منہ تک'' کیونکہ وہ پیاسا ہے اور شدت پیاس کی وجہ سے اپنا ہاتھ پانی کی طرف بڑھاتا ہے مگر وہ پانی اس تک پہنچ نہیں پاتا۔ اسی طرح کفار جو اللہ کے ساتھ خود ساختہ معبودوں کو پکارتے ہیں یہ معبود ان کو کوئی جواب دے سکتے ہیں نہ ان کی حاجت کے شدید ترین اوقات میں ان کو کچھ فائدہ پہنچا

سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود اسی طرح محتاج ہیں جس طرح ان کو پکارنے والے محتاج ہیں۔ وہ زمین و آسمان میں ذرہ بھر کسی چیز کے مالک نہیں نہ وہ ان میں شریک ہیں اور نہ ان میں کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ ﴿ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴾ ''اور کافروں کی ساری پکار گمراہی میں ہے'' کیونکہ جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، باطل ہیں۔ پس ان کی عبادت کرنا اور ان کو پکارنا سب باطل ٹھہرا، مقاصد کے بطلان کے ساتھ وسائل بھی باطل ہو جاتے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ ہی واضح حقیقی بادشاہ ہے، اس لئے اس کی عبادت حق ہے اور عبادت گزار کو دنیا و آخرت میں نفع پہنچاتی ہے۔

غیر اللہ کو پکارنے والے کفار کی پکار کو اس شخص سے تشبیہ دینا جو پانی کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے...... ایک بہترین تشبیہ ہے، کیونکہ یہ ایک امر محال سے تشبیہ ہے۔ جس طرح یہ امر محال ہے اسی طرح مشبہ بہ بھی محال ہے۔ کسی چیز کی نفی کے لئے اس کو امر محال پر معلق ٹھہرانا، نفی کا بلیغ ترین پیرایہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ﴾ (الاعراف: ۴۰/۷) ''بے شک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ تکبر سے پیش آئے ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔ ان کا جنت میں داخل ہونا اتنا ہی محال ہوگا جتنا اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزرنا''۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ

اور واسطے اللہ ہی کے سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی سے اور ناخوشی سے اور ان کے سائے بھی

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۞ ۱۵ السجدة

صبح اور شام کے وقت ○

السجدة ۲

یعنی زمین و آسمان کی ہر چیز اپنے رب کی مطیع اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہے ﴿ طَوْعًا وَّكَرْهًا ﴾ ''خوشی سے اور ناخوشی سے'' (طَوْعًا) اس شخص کے لئے جو اختیاری طور پر اللہ کے سامنے جھکتا اور اسے سجدہ کرتا ہے جیسے اہل ایمان اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں (کَرْھًا) اس شخص کے لئے استعمال ہوا ہے جو تکبر کرتے ہوئے اپنے رب کی عبادت نہیں کرتا مگر خود اس کی فطرت اور اس کا حال اس کی تکذیب کرتے ہیں ﴿ وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴾ ''اور ان کی پرچھائیاں صبح اور شام'' یعنی تمام مخلوقات کے سائے، صبح و شام اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور ہر چیز کا سجدہ اس کے حسب حال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ﴾ (بنی اسرائیل: ۴۴/۱۷) ''اس جہان ہست و بود میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح بیان نہ کر رہی ہو مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھتے

نہیں‘‘۔ جب صورت حال یہ ہے کہ تمام کائنات طوعاً وکرہاً اپنے رب کے سامنے سرافگندہ ہے تو معلوم ہوا کہ وہی الٰہ حقیقی اور وہی معبود حقیقی ہے اور غیر اللہ کی الوہیت باطل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی الوہیت کے بطلان کا ذکر کرتے ہوئے دلیل دی ہے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ

کہہ دیجیے (پوچھیے) کون ہے رب آسمانوں اور زمین کا؟ کہہ دیجیے، اللہ! کہیے، کیا پس پکڑے ہیں تم نے سوائے اسکے ایسے حمایتی

لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ۬ اَمْ

کہ نہیں اختیار رکھتے وہ واسطے اپنے نفسوں کے (بھی) نفع کا اور نہ نقصان کا، کہہ دیجیے، کیا برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھنے والا؟ یا

هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ۬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ

کیا برابر ہوتے ہیں اندھیرے اور روشنی؟ کیا بنائے ہیں انہوں نے واسطے اللہ کے ایسے شریک کہ پیدا کیا انہوں نے مانند پیدا کرنے اللہ کے

فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

پس مشتبہ ہوگئی پیدائش ان پر؟ کہہ دیجیے، اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا، اور وہ یکتا ہے نہایت غالب ہے ○

یعنی ان مشرکین سے کہہ دیجیے جو بتوں اور خود ساختہ معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان کے ساتھ ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور ان کے تقرب کے لئے مختلف انواع کی عبادات ان کو پیش کرتے ہیں۔ کیا تمہاری عقل ماری گئی ہے کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا سرپرست بنا لیا ہے، تم ان کی عبادت کرتے ہو حالانکہ وہ عبادت کے مستحق نہیں ہیں؟ ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا﴾ ’’وہ اپنے نفسوں کے لئے بھی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتے‘‘ اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم نے اس ہستی کی سرپرستی کو چھوڑ دیا جو اسماء وصفات میں کامل، زندوں اور مردوں کی مالک ہے، جس کے ہاتھ میں تمام کائنات کی تخلیق وتدبیر اور نفع ونقصان ہے۔ پس اللہ وحدہ کی عبادت اور خود ساختہ شریکوں کی عبادت برابر نہیں ہوسکتی۔ فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ﴾ ’’کہہ دیجیے! کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتا ہے یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو سکتی ہے؟‘‘ اگر انہیں کوئی شک وشبہ ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا دیئے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے معبود بھی پیدا کر سکتے ہیں جیسے اللہ پیدا کرتا ہے ان کے معبود بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل قائم کر کے ان کا شک وشبہ زائل کر دیجیے۔

پس ان سے کہہ دیجیے ﴿اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ’’اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے‘‘ پس یہ محال ہے کہ کوئی چیز اپنے آپ کو پیدا کر سکتی ہے اور یہ بھی محال ہے کہ کوئی چیز خالق کے بغیر وجود میں آجائے اور تب یہ حقیقت متعین ہوگئی کہ کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو کائنات کی خالق اور الٰہ ہے، اس کی تخلیق میں کوئی اس کا شریک نہیں

کیونکہ وہ واحد وقہار ہے اور وحدانیت اور غلبہ یہ باہم لازم ہیں اور یہ اکیلے اللہ کے لئے متعین ہیں۔ تمام کائنات میں ہر مخلوق کے اوپر ایک اور مخلوق ہے جو اس پر غالب ہے پھر اس غالب مخلوق پر فوقیت رکھنے والی ایک اور مخلوق ہے حتیٰ کہ یہ سلسلہ اس واحد وقہار ہستی پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ غلبہ اور توحید لازم وملزوم اور اللہ واحد کے لئے متحقق اور متعین ہیں..... تب ناقابل تردید عقلی دلیل کے ذریعے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن ہستیوں کو پکارا جاتا ہے انہوں نے ان مخلوقات میں سے کسی چیز کو بھی تخلیق نہیں کیا اور اس طرح یہ بات متحقق ہوگئی کہ ان ہستیوں کی عبادت باطل ہے۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ

اللہ نے نازل کیا آسمان سے پانی، پس بہہ پڑیں (اس سے) وادیاں ساتھ اپنے اندازے کے، پھر اٹھا لیا سیلاب نے جھاگ ابھرا ہوا،

وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ

اور ان چیزوں میں بھی کہ تپاتے ہیں انہیں وہ آگ میں، واسطے تلاش کرنے زیور یا سامان کے جھاگ ہے مانند اس (آب رواں کے) جھاگ کے،

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا

اسی طرح مثال بیان کرتا ہے اللہ حق اور باطل کی، پس لیکن جو جھاگ ہے تو وہ چلا جاتا ہے خشک ہو کر، اور لیکن

مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿١٧﴾

جو چیز نفع دیتی ہے لوگوں کو تو وہ ٹھہرتی ہے زمین میں، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ مثالیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہدایت کو جسے قلب وروح کی زندگی کے لئے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا، پانی سے تشبیہ دی ہے جسے اس نے بدن کی زندگی کے لئے نازل فرمایا۔ ہدایت الٰہی میں جو عام اور کثیر نفع ہے اور بندے جس کے محتاج ہیں، اس کو بارش میں موجود اس نفع عام سے تشبیہ دی ہے جو بندوں کے لئے بہت ضروری ہے اور ہدایت کے حامل قلوب اور ان کے تفاوت (باہمی فرق) کو ان وادیوں سے تشبیہ دی ہے جن کے اندر سیلاب بہتے ہیں۔ پس بڑی وادی، جس میں بہت زیادہ پانی سما جاتا ہے اس بڑے دل کی مانند ہے جو بہت زیادہ علم سے لبریز ہے اور چھوٹی وادی جو تھوڑے سے پانی کی متحمل ہوتی ہے اس چھوٹے دل کی مانند ہوتی ہے جس میں بہت تھوڑا علم سماتا ہے۔ وصول حق کے وقت دلوں کے اندر جو شہوات وشبہات ہوتے ہیں ان کو اس جھاگ سے تشبیہ دی ہے جو سیلاب کے پانی کی سطح پر آ جاتا ہے اور یہ جھاگ اس وقت بھی اوپر آ جاتا ہے جب زیور کو کھوٹ سے خالص کرنے کے لئے آگ میں تپایا جاتا ہے اور جھاگ برابر پانی کے اوپر رہتا ہے اور پانی کو مکدر کرنے والا میل کچیل پانی کی سطح پر تیرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مضمحل ہو کر ختم ہو جاتا ہے اور صاف پانی اور خالص زیور باقی رہ جاتا ہے جو لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے۔

یہی حال شبہات و شہوات کا ہے قلب ان شبہات و شہوات کو ناپسند کرتا ہے وہ دلائل و براہین اور پختہ ارادے کے ذریعے سے ان کے خلاف جدوجہد کرتا ہے حتیٰ کہ یہ شبہات و شہوات مضمحل ہو کر ختم ہو جاتے ہیں اور قلب پاک صاف اور خالص ہو جاتا ہے اور حق کے علم اس کو ترجیح دینے اور اس کی رغبت کے سوا اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ باطل زائل ہو جاتا ہے اور حق اس کو مٹا دیتا ہے۔ ﴿إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ (بنی اسرائیل: ۸۱/۱۷) ''بے شک باطل مٹنے ہی والا ہے۔'' یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ﴾ ''اس طرح بیان کرتا ہے اللہ مثالیں'' تاکہ باطل میں سے حق اور گمراہی میں سے ہدایت واضح ہو جائے۔

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم

واسطے ان لوگوں کے جنہوں نے قبول کیا (حکم) اپنے رب کا بھلائی ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے نہیں قبول کیا (حکم) اس کا اگر بے شک ہو واسطے انکے

مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ

جو کچھ زمین میں ہے سارا اور اسکی مثل (اور) اسکے ساتھ تو ضرور بدلے میں دے دیں وہ اسے، یہی لوگ ہیں واسطے انکے سخت

الْحِسَابِ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٨﴾ ع

حساب ہے اور ٹھکانا ان کا جہنم ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ○

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے حق کو باطل سے واضح کر دیا، تو اب فرما رہا ہے کہ لوگ دو اقسام میں منقسم ہیں:

(۱) اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہنے والے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ثواب کا ذکر فرمایا۔

(۲) اپنے رب کی دعوت پر لبیک نہ کہنے والے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عذاب کا ذکر فرمایا۔

﴿لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا'' یعنی جن کے دل علم و ایمان کے سامنے سرافگندہ ہیں اور ان کے جوارح امر و نہی پر عمل پیرا ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے جو کچھ چاہتا ہے وہ اس کی مراد کی موافقت کرتے ہیں۔ ﴿الْحُسْنَىٰ﴾ ''بھلائی ہے۔'' یعنی اچھی حالت اور اچھا ثواب ان کی صفات جلیل ترین، ان کے مناقب بہترین اور ان کے لئے دنیاوی اور اخروی ثواب ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا گزر ہوا ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ﴾ ''اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا'' یعنی ان کے سامنے مثالیں بیان کرنے اور حق واضح کرنے کے بعد بھی انہوں نے اپنے رب کی آواز پر لبیک نہ کہا، ان کی حالت اچھی نہ ہوگی۔ ﴿لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ ''اگر ان کے پاس ہو جو کچھ کہ زمین میں ہے سارا'' یعنی زمین کا تمام سونا چاندی وغیرہ ﴿وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ﴾ ''اور اتنا ہی اس کے ساتھ اور، تو سب دے ڈالیں اپنے بدلے میں'' یعنی قیامت کے روز کے عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ میں، تو ان سے یہ سب کچھ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اور یہ مال انہیں حاصل بھی کہاں سے ہوگا؟

﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ﴾ ''ان کے لئے ہے برا حساب'' یعنی یہ حساب ہر اس بد اعمالی کے بارے میں ہوگا جس کا انہوں نے دنیا میں ارتکاب کیا تھا اور بندوں کے جو حقوق ضائع کیے تھے' ان کی تمام بد اعمالیاں لکھ کر محفوظ کر لی گئی ہیں۔ وہ پکار اٹھیں گے ﴿ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ (الکهف: ۴۹/۱۸) ''ہائے ہماری بدبختی! یہ کیسی کتاب ہے جو کسی چھوٹی بات کو لکھنے سے چھوڑتی ہے نہ کسی بڑی بات کو' اور وہ اپنے تمام اعمال کو موجود پائیں گے جو انہوں نے سرانجام دیئے ہوں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔''

﴿ وَ ﴾ ''اور'' یعنی اس برے حساب کتاب کے بعد ﴿ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ﴾ ''ان کا ٹھکانا جہنم ہے'' جس میں ہر قسم کا عذاب جمع ہے۔ مثلاً شدید بھوک' دردناک پیاس' بھڑکتی ہوئی آگ' کھانے کو تھوہر' ٹھٹھرا دینے والی سردی' خاردار جھاڑ اور عذاب کی وہ تمام اقسام جن کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے ﴿ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ ''اور وہ بری جگہ ہے۔'' یعنی ان کا مسکن اور ٹھکانا بدترین ہوگا۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا

کیا پس وہ شخص جو جانتا ہے کہ یقیناً جو کچھ نازل کیا گیا ہے آپکی طرف آپکے رب کی طرف سے وہ حق ہے، مانند اس شخص کے (ہوسکتا ہے) جو اندھا ہے؟ یقیناً

يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۱۹ۙ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝۲۰ۙ

نصیحت حاصل کرتے ہیں عقل والے ہی ○ وہ لوگ جو پورا کرتے ہیں عہد اللہ کا اور نہیں توڑتے وہ پختہ عہد کو ○

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ

اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس چیز کو کہ حکم دیا ہے اللہ نے اسکی بابت کہ ملایا جائے (اسے)، اور وہ ڈرتے ہیں اپنے رب سے، اور ڈرتے ہیں وہ سخت

الْحِسَابِ ۝۲۱ۭ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا

حساب سے ○ اور وہ لوگ کہ جنہوں نے صبر کیا واسطے تلاش کرنے کے رضامندی اپنے رب کی، اور انہوں نے قائم کی نماز اور خرچ کیا اس میں سے جو

رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى

رزق دیا ہم نے انہیں پوشیدہ اور ظاہر اور وہ دور کرتے ہیں ساتھ اچھائی کے برائی کو، یہی لوگ ہیں واسطے انکے (بہتر) انجام ہے

الدَّارِ ۝۲۲ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ

آخرت کا ○ باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے، وہ داخل ہونگے انمیں، اور وہ بھی جو نیک ہیں ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں

وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝۲۳ۚ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

اور ان کی اولاد میں سے، اور فرشتے داخل ہونگے اوپر ان کے (جنت کے) ہر دروازے سے ○ (اور کہیں گے) سلام ہو تم پر

بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝۲۴ۭ

بوجہ اس کے کہ صبر کیا تم نے' سو بہت ہی اچھا انجام ہے آخرت کا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اہل علم و عمل اور غیر اہل علم لوگوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ ﴾ ''بھلا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھ اترا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے' حق ہے'' پس اس حق کو خوب سمجھ لیا اور اس پر عمل پیرا ہوا' ﴿ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ﴾ ''برابر ہو سکتا ہے اس کے جو کہ اندھا ہے'' اور وہ حق کا علم رکھتا ہے نہ حق پر عمل کرتا ہے' دونوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔ پس بندے پر لازم ہے کہ وہ غور کرے کہ فریقین میں سے کس کا حال اچھا اور کس کا انجام بہتر ہے۔ پھر اسے چاہیے کہ اسی راستے کو ترجیح دے اور اسی گروہ کی پیروی میں رواں دواں رہے۔ مگر اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص غور و فکر نہیں کرتا کہ اس کے لئے کیا چیز فائدہ مند اور کیا چیز نقصان دہ ہے؟ ﴿ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ ''عقل مند لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں'' یعنی جو پختہ عقل اور کامل رائے رکھتے ہیں یہ لوگ کائنات کا لب لباب اور بنی آدم میں چنے ہوئے لوگ ہیں۔

اگر آپ ان کے اوصاف کے بارے میں سوال کریں تو آپ ان اوصاف سے بڑھ کر کوئی وصف نہیں پائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو موصوف کیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ ﴾ ''وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں'' وہ ذمہ داری جو اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کی تھی اور وہ عہد جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا تھا یعنی اس کے حقوق کو کامل طور پر قائم کرنا' ان کو پوری طرح ادا کرنا یعنی ان حقوق کی نشو ونما اور ان میں خیر خواہی کرنا۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' ان حقوق کی تکمیل یہ ہے کہ وہ ﴿ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴾ وہ اقرار کو نہیں توڑتے۔'' یعنی اس عہد کو نہیں توڑتے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے باندھا ہے۔ اس آیت کریمہ کے حکم میں ہر قسم کا معاہدہ' عہد' قسم اور نذر وغیرہ داخل ہیں جنہیں بندے اپنے آپ پر لازم کرتے ہیں۔ اس عہد اور میثاق کو تمام پورا کئے بغیر بندہ' عقل مندوں میں شمار نہیں ہو سکتا جن کے لئے ثواب عظیم ہے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ ﴾ ''اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا'' یہ ان تمام امور کے لئے عام ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ملانے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت' اللہ تعالیٰ وحدہ کی عبادت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لئے سر تسلیم خم کرنا۔ سب اس میں داخل ہے۔ یہ لوگ اپنے ماں باپ کے ساتھ قولی اور فعلی حسن سلوک کے ذریعے سے صلہ رحمی کرتے ہیں اور ان کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اسی طرح اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اپنے قول و فعل میں حسن سلوک کے ذریعے سے صلہ رحمی کرتے ہیں۔ اپنی بیویوں' اپنے دوستوں' ساتھیوں اور اپنے غلاموں کے دین اور دنیاوی حقوق کی کامل ادائیگی کے ذریعے سے حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔

اور وہ سبب جس کی بنا پر بندہ ان امور کو ملاتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ملانے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ اور روز

حساب کا خوف ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ﴾ ''اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا خوف اور قیامت کے دن اس کے حضور پیش ہونے کا ڈر انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ارتکاب اور اس کے احکام میں کوتاہی سے بچاتا ہے' ان کا یہ رویہ عذاب کے ڈر اور ثواب کی امید کی بنا پر ہے۔

﴿وَالَّذِينَ صَبَرُوا﴾ ''اور جو صبر کرتے ہیں۔'' یعنی وہ لوگ جو مامورات کی تعمیل اور منہیات سے بچنے اور ان سے دور رہنے اور اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر پر عدم ناراضی کے ساتھ صبر کرتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ صبر صرف ﴿ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ﴾ ''اپنے رب کی رضا کی خاطر ہو'' کسی فاسد اغراض و مقاصد کے لئے نہ ہو۔ یہی وہ صبر ہے جو فائدہ مند ہے جو بندے کو اپنے رب کی رضا کی طلب اور اس کے قرب کی امید کا پابند اور اس کے ثواب سے بہرہ ور کرتا ہے اور یہی وہ صبر ہے جو اہل ایمان کی خصوصیات میں شمار ہوتا ہے۔ وہ صبر جو بہت سے لوگوں میں مشترک ہوتا ہے اس کی غایت و انتہا استقلال اور فخر ہے یہ صبر نیک اور بد' مومن اور کافر' ہر قسم کے لوگوں سے صادر ہو سکتا ہے، صبر کی یہ قسم درحقیقت ممدوح نہیں ہے۔ ﴿وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ﴾ ''اور نماز قائم کرتے ہیں۔'' یعنی وہ نماز کو اس کے تمام ارکان' شرائط اور ظاہری و باطنی تکمیل کے ساتھ قائم کرتے ہیں' ﴿وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً﴾ ''اور جو ہم نے ان کو دیا ہے' اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں'' اس میں تمام نفقات واجبہ مثلاً زکوۃ اور کفارہ اور نفقات مستحبہ داخل ہیں۔ یہ کھلے چھپے ان تمام مقامات پر خرچ کرتے ہیں جہاں ضرورت تقاضا کرتی ہے۔

﴿وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ﴾ ''اور وہ برائی کے مقابلے میں بھلائی کرتے ہیں'' یعنی جو کوئی قول و فعل کے ذریعے سے ان کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے' وہ اس کے ساتھ برے طریقے سے پیش نہیں آتے بلکہ اس کے برعکس حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ پس جو کوئی انہیں محروم کرتا ہے یہ اسے عطا کرتے ہیں' جو کوئی ان پر ظلم کرتا ہے یہ اسے معاف کر دیتے ہیں' جو کوئی ان سے قطع تعلق کرتا ہے یہ اس سے جڑتے ہیں اور جو کوئی ان سے برا سلوک کرتا ہے یہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں...... جب برا سلوک کرنے والوں کے ساتھ ان کے حسن سلوک کی یہ کیفیت ہے تو اس شخص کے ساتھ ان کے حسن سلوک کی کیا کیفیت ہو گی جس نے ان کے ساتھ کبھی برا سلوک نہیں کیا۔ ﴿أُولَئِكَ﴾ ''یہی'' یعنی وہ لوگ جو ان صفات جلیلہ اور مناقب جمیلہ کے حامل ہیں ﴿لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ''انہی کے لئے آخرت کا گھر ہے۔'' اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿جَنَّاتُ عَدْنٍ﴾ ''باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے'' یعنی وہ ان جنتوں میں قیام کریں گے وہ کبھی ان سے دور نہ ہوں گے اور نہ وہ ان جنتوں سے منتقل ہونا چاہیں گے وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے اوپر کوئی منزل نہیں...... کیونکہ یہ جنتیں ایسی نعمت اور مسرت پر مشتمل ہیں جو مطلوب و مقصود ہے۔

اوران کے لیے نعمت کی تکمیل اوران کی آنکھوں کی ٹھنڈک یہ ہے کہ ﴿ يَدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ﴾ ''وہ اس (جنت) میں داخل ہوں گے اور جو نیک ہوئے ان کے باپ دادا میں سے (مردوں اور عورتوں میں سے) اور ان کی بیویوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے'' اور اسی طرح ان جیسے دیگر لوگ' ان کے دوست' ہم نشین' ان کے ساتھی۔ اس لئے کہ یہ سب ان کی ازواج اور اولاد کی قبیل ہی میں شمار ہوں گے ﴿ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴾ ''اور فرشتے ان پر ہر دروازے سے داخل ہوں گے''۔ وہ انہیں سلام اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اکرام وتکریم کے ذریعے سے ہدیہ تہنیت پیش کریں گے۔ اور کہیں گے ﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ﴾ ''تم پر سلامتی ہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر سلامتی اور سلام کا ہدیہ ہے جو تمہیں پیش کیا گیا ہے اور یہ سلام ہر ناخوشگوار کے زائل ہونے کو متضمن اور ہر محبوب چیز کے حصول کو مستلزم ہے ﴿ بِمَا صَبَرْتُمْ ﴾ ''تمہارے صبر کے سبب سے'' یہ صبر ہی ہے جس نے تمہیں ان مقامات بلند اور جنت عالیشان میں پہنچایا ﴿ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ ''سو کیا خوب ہے عاقبت کا گھر'' پس جو کوئی اپنے نفس کا خیر خواہ ہے اور اس کے نزدیک اس کی قدر وقیمت ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے تزکیہ کے لئے پوری جدوجہد کرے شاید وہ عقل مندوں کے اوصاف سے بہرہ ور ہو سکے اور شاید اسے آخرت کے گھر سے کوئی حصہ مل سکے، جو دلوں کی آرزو اور روح کا سرور ہے، جو ہر قسم کی لذتوں اور فرحتوں کا جامع ہے۔ پس اس قسم کی منزل کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے اور اس قسم کے مقام کے لئے سبقت کرنی چاہیے۔

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ

اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں عہد اللہ کا بعد پختہ کرنے کے اس کو، اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو کہ حکم دیا اللہ نے اس کی بابت

اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝۲۵

کہ ملایا جائے (اسے) اور وہ فساد کرتے ہیں زمین میں، یہی لوگ ہیں واسطے انکے لعنت ہے اور واسطے انہی کے بہت برا گھر ہے (آخرت کا) ○

اہل جنت کا حال بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کے ایسے احوال بیان فرمائے ہیں جو اہل جنت کے اوصاف کے برعکس ہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ﴾ ''وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں اس کو مضبوط کرنے کے بعد'' یعنی اللہ تعالیٰ کے اپنے انبیاء ومرسلین کے ذریعے سے اس عہد کو مؤکد اور پکا کرنے کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑا اور اطاعت وتسلیم سے اس عہد کو پورا نہ کیا بلکہ اس سے روگردانی کرتے ہوئے اس کو توڑ دیا۔ ﴿ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ ﴾ ''اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا'' پس انہوں نے ایمان وعمل کے ذریعے سے اپنے اور اپنے رب کے مابین تعلق کو قائم کیا' نہ انہوں نے صلہ رحمی کی اور نہ انہوں نے حقوق ادا کئے بلکہ اس کے برعکس انہوں نے

کفر و معاصی کا ارتکاب کر کے، لوگوں کو اللہ کے راستے سے روک کر اور اس کے راستے کو ٹیڑھا کرنے کی کوششوں کے ذریعے سے زمین میں فساد پھیلایا۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ ﴾ ''ایسوں پر لعنت ہے'' یعنی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور اس کے فرشتوں اور اس کے مومن بندوں کی طرف سے مذمت ہے ﴿ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ ''اور ان کے لیے گھر بھی برا ہے۔'' اس سے مراد جہنم ہے کیونکہ اس میں ان کے لئے المناک عذاب ہوگا۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ

اللہ کشادہ کرتا ہے رزق واسطے جس کے چاہے اور تنگ کرتا ہے (جس کے لیے چاہے) اور وہ کافر اتراتے ہیں ساتھ زندگانی دنیا کے

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

اور نہیں ہے زندگانی دنیا آخرت (کے مقابلے) میں مگر متاع (حقیر) ○

یعنی وہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے۔ رزق وسیع کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے اسے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے نپا تُلا رزق عطا کر کے اس پر رزق کو تنگ کر دیتا ہے ﴿ وَفَرِحُوْا ﴾ ''اور وہ خوش ہیں'' یعنی کفار، ﴿ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''دنیا کی زندگی پر'' انہیں ایسی خوشی ہے جو ان کے لئے دنیا پر اطمینان اور آخرت سے غفلت کی موجب ہے اور یہ ان کی کم عقلی ہے۔ ﴿ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴾ ''اور نہیں ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں، مگر حقیر سامان'' یعنی دنیا کی زندگی ایک حقیر سی چیز ہے جس سے بہت کم فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور جو فائدہ اٹھانے والے دنیا داروں سے جدا ہو جائے گی اور اپنے پیچھے ایک طویل ہلاکت چھوڑ جائے گی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، کیوں نہیں نازل کی گئی آپ پر کوئی (بڑی) نشانی آپکے رب کی طرف سے؟ کہہ دیجیے، بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ

جسے چاہے اور وہ ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس شخص کو جو (اسکی طرف) رجوع کرے ○ وہ لوگ جو ایمان لائے اور مطمئن ہوتے ہیں

قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دل ان کے ساتھ اللہ کے ذکر کے، آگاہ رہو! اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی مطمئن ہوتے ہیں دل ○ وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

اور انہوں نے عمل کیے نیک، راحت و فرحت ہے ان کے لیے اور اچھا ٹھکانا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، اللہ کے رسول سے بطریق تلبیس بے سوچے سمجھے سوال کرتے ہیں اور کہتے ہیں ﴿ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ ''کیوں نہ اتری اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے'' یعنی ان کے زعم کے مطابق، اگر ان کے پاس معجزہ آ گیا ہوتا تو

وہ ضرور ایمان لے آتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ﴾ "کہہ دیجئے! اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے اور راہ دکھلاتا ہے اپنی طرف اس کو جس نے رجوع کیا" یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گار رہا۔ پس ہدایت اور گمراہی ان کے ہاتھ میں نہیں ہے کہ وہ اسے آیات و معجزات پر موقوف قرار دیں، بایں ہمہ وہ سخت جھوٹے ہیں۔ ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ (الانعام: ۶/۱۱۱) "اگر ہم ان پر فرشتے نازل کر دیں، انکے ساتھ مردے ہم کلام ہوں اور انکے سامنے ہر چیز اکٹھی کر دیں تب بھی یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر ایمان نہیں لائیں گے۔ مگر ان میں سے اکثر لوگ جاہل ہیں۔"

یہ لازم نہیں کہ رسول ان کے پاس وہی متعین معجزہ لے کر آئے جس کا وہ مطالبہ کرتے ہیں بلکہ وہ جو نشانی لے کر آئے جس سے حق واضح ہو جائے تو کافی ہے اور اس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور ان کے لئے ان کے متعین معجزات کے طلب کرنے سے زیادہ نفع مند ہے۔ کیونکہ اگر ان کے مطالبے کے مطابق نشانی آ جائے اور وہ اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیں تو بہت جلد ان کو اللہ تعالیٰ کا عذاب آ لے گا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل ایمان کی علامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ "وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں" یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کا قلق اور اضطراب دور ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ فرحت اور لذت آ جاتی ہے۔ فرمایا: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ "سنو! اللہ کے ذکر ہی سے دل چین پاتے ہیں۔" دلوں کے لائق اور سزاوار بھی یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا کسی چیز سے مطمئن نہ ہوں کیونکہ دلوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے انس اور اس کی معرفت سے بڑھ کر کوئی چیز لذیذ اور شیریں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت کی مقدار کے مطابق دل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس قول کے مطابق یہاں ذکر سے مراد بندے کا اپنے رب کا ذکر کرنا ہے مثلاً تسبیح اور تکبیر و تہلیل وغیرہ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کتاب اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یاد دہانی کے لئے نازل فرمائی ہے۔ تب ذکر الٰہی کے ذریعے سے اطمینان قلب کے معنی یہ ہوں گے کہ دل جب قرآن کے معانی اور اس کے احکام کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں تو اس پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کے معانی حق مبین پر دلالت کرتے ہیں اور دلائل و براہین سے ان کی تائید ہوتی ہے اور اس پر دل مطمئن ہوتے ہیں کیونکہ علم اور یقین کے بغیر دلوں کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور کتاب اللہ کامل ترین وجوہ کے ساتھ علم اور یقین کو متضمن ہے۔ کتاب اللہ کے سوا دیگر کتب علم و یقین کی طرف راجع نہیں ہوتیں، اس لئے دل ان پر مطمئن نہیں ہوتے، بلکہ اس کے برعکس وہ دلائل کے تعارض اور احکام کے تضاد کی بنا پر ہمیشہ قلق کا شکار رہتے ہیں ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا

﴿فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النساء: ٤/ ٨٢) ''اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت سا اختلاف پاتے''۔ اور یہ چیز کتاب اللہ کی دی ہوئی خبر' کتاب اللہ میں تدبیر اور دیگر مختلف علوم میں غور وفکر سے واضح ہو جاتی ہے پس (طالب حق) ان کتب علوم اور کتاب اللہ کے درمیان بہت بڑا فرق پائے گا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے''، یعنی جو اپنے دل سے اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ یعنی اعمال قلوب مثلاً محبت الٰہی' خشیت الٰہی اور اللہ تعالیٰ پر امید وغیرہ اور اعمال جوارح مثلاً نماز وغیرہ کے ذریعے سے اس ایمان کی تصدیق کرے۔ ﴿طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ﴾ ''ان کے لیے خوش حالی اور عمدہ ٹھکانا ہے''، یعنی ان کا حال پاک صاف اور ان کا انجام اچھا ہے اور یہ اس بنا پر ہے کہ انہیں دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی طرف سے اکرام وتکریم حاصل ہے اور انہیں کامل راحت اور پورا اطمینان قلب عطا کیا گیا ہے۔ ان جملہ نعمتوں میں' جنت کا ''شجر طوبیٰ'' بھی شامل ہے کہ ایک سوار اس درخت کے سائے میں ایک سو سال تک چلتا رہے گا مگر سایہ ختم ہونے کو نہیں آئے گا۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے۔[1]

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ

(جیسے پہلے رسول بھیجے تھے) اسی طرح بھیجا ہم نے آپ کو ایسی امت میں کہ گزر چکی ہیں پہلے اس سے کئی امتیں، تاکہ آپ پڑھیں اوپر ان کے وہ (قرآن)

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

جو وحی کیا ہم نے آپ کی طرف، اور وہ کفر کرتے ہیں ساتھ رحمٰن کے، کہہ دیجیے وہ میرا رب ہے' نہیں کوئی معبود (برحق)

هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰

مگر وہی' اسی پر بھروسہ کیا میں نے اور اسی کی طرف ہے لوٹنا میرا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ﴾ ''اسی طرح ہم نے آپ کو بھیجا''، یعنی ہم نے آپ ﷺ کو آپ کی قوم کی طرف مبعوث کیا تاکہ آپ ان کو ہدایت کی طرف دعوت دیں ﴿فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ﴾ ''ایک امت میں کہ اس سے پہلے کئی امتیں گزر چکی ہیں''، جن کے اندر ہم نے اپنے رسول بھیجے' لہٰذا آپ کوئی انوکھے رسول نہیں ہیں کہ وہ آپ کی رسالت کو اوپرا سمجھیں اور نہ آپ اپنی طرف سے کوئی بات کرتے ہیں۔ بلکہ آپ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی ہیں جو دلوں کی تطہیر اور نفوس کا تزکیہ کرتی ہیں اور آپ کی قوم کا حال یہ ہے کہ وہ رحمان کا انکار کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت اور احسان سے نوازا اور سب سے بڑی رحمت یہ ہے کہ ہم نے آپ

[1] مسند احمد' (۳/ ۷۱)

کو ان کی طرف مبعوث فرمایا اور ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی مگر انہوں نے شکر گزاری کے ساتھ اس کو قبول کرنے کی بجائے اس کا انکار کر کے اسے ٹھکرا دیا۔ پس انہوں نے تکذیب کرنے والی ان قوموں سے عبرت حاصل نہ کی جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں' کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا۔ ﴿قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ ''کہہ دیجئے! وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' یہ آیت کریمہ دو قسم کی توحید کو متضمن ہے' توحید الوہیت اور توحید ربوبیت۔ پس وہ میرا رب ہے اور جب سے وہ مجھے وجود میں لایا ہے اس وقت سے میری پرورش کر رہا ہے اور وہی میرا معبود ہے ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ''میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں'' یعنی میں اپنے تمام امور میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں ﴿وَإِلَيْهِ مَتَابِ﴾ ''اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' یعنی میں اپنی تمام عبادات اور حاجات میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ

اور اگر بیشک ہوتا کوئی قرآن کہ چلائے جاتے اسکے ذریعے سے پہاڑ یا قطع کی جاتی اسکے ذریعے سے زمین یا بلوائے جاتے اسکے ذریعے سے

الْمَوْتَىٰ ۗ بَل لِّلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ۗ أَفَلَمْ يَيْأَسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ

مردے (تو وہ یہی قرآن ہوتا) بلکہ واسطے اللہ ہی کے ہے معاملہ (اختیار) سارا، کیا پس (ابھی تک) نہیں جانا ان لوگوں نے جو ایمان لائے کہ اگر چاہتا اللہ

لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۗ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ

تو البتہ ہدایت دیتا لوگوں کو سب کو، اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا پہنچے گی انہیں بوجہ اسکے جو انہوں نے کیا، سخت آفت

أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٣١﴾

یا وہ اترے گی قریب انکے گھروں کے یہاں تک کہ آ جائے وعدہ اللہ کا، بے شک اللہ نہیں خلاف کرتا (اپنے) وعدے کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام کتب منزلہ پر قرآن کریم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا﴾ ''اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا'' یعنی کتب الہیہ میں سے کوئی قرآن ایسا ہوتا ﴿سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ﴾ ''کہ اس کے ذریعے سے پہاڑوں کو (اپنی جگہ سے) ہلا دیا جاتا'' ﴿أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ﴾ ''یا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی اس سے زمین'' اور اس کے ذریعے سے زمین پھٹ جاتی اور وہ باغات اور دریاؤں میں تبدیل ہو جاتی ﴿أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ﴾ ''اور اس کے ذریعے سے مردے بولنے لگتے'' تو وہ یہی قرآن ہوتا' ﴿بَل لِّلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا﴾ ''بلکہ سب کام تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔'' اس لئے اللہ تعالیٰ صرف وہی معجزے دکھاتا ہے جن کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے۔ تب ان جھٹلانے والوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنی خواہش سے معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں؟ پس کیا ان کو یا کسی اور کو آیات و معجزات پر کوئی اختیار ہے؟

﴿أَفَلَمْ يَيْأَسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا﴾ ''کیا ایمان والوں کو اس

بات پر اطمینان نہیں کہ اللہ چاہے تو سب لوگوں کو ہدایت سے نواز دے‘‘ پس انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہدایت دینے پر قادر ہے مگر اللہ تعالیٰ ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ ﴿وَ لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ’’اور کفار اپنے کفر پر جمے رہیں گے‘‘ یعنی وہ عبرت حاصل کریں گے نہ نصیحت حاصل کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے شہروں پر پے در پے ہلاکتیں اور عذاب نازل فرماتا ہے یا ان کے قریب علاقوں پر مصائب نازل ہوتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے کفر پر مصر ہیں ﴿حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ﴾ ’’یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ پہنچے‘‘ یعنی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فوری نزول عذاب کے وعدے کا وقت آ جائے جس کو روکنا ممکن نہیں۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ ’’بے شک اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا‘‘ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول عذاب کے بارے میں تہدید و تخویف ہے‘ جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر‘ عناد اور ظلم کی بنا پر وعدہ کر رکھا ہے۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور البتہ تحقیق استہزاء کیا گیا ساتھ رسولوں کے آپ سے پہلے تو مہلت دی میں نے واسطے ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کیا،

ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۳۲

پھر پکڑا میں نے ان کو، پس کیسا (شدید) تھا عذاب میرا؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو ثبات کی تلقین کرتے اور تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ’’اور ٹھٹھا کیا گیا آپ سے پہلے کتنے رسولوں کے ساتھ‘‘ یعنی آپ پہلے رسول نہیں ہیں جس کی تکذیب کی گئی اور جسے ایذا پہنچائی گئی ہو‘ ﴿فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ’’پس میں نے کافروں کو ڈھیل دی‘‘ یعنی جنہوں نے اپنے رسولوں کا انکار کیا‘ میں نے ایک مدت تک ان کو مہلت دی حتیٰ کہ وہ اس گمان باطل میں مبتلا ہو گئے کہ ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا ﴿ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ﴾ ’’پھر میں نے ان کو (مختلف قسم کے عذاب کے ذریعے سے) پکڑ لیا‘‘ ﴿فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ ’’پس کیسا تھا میرا عقاب‘‘؟ اللہ تعالیٰ کی سزا بڑی سخت اور اس کا عذاب بڑا دردناک ہے۔ وہ لوگ جو آپ کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کا تمسخر اڑاتے ہیں‘ ہماری دی ہوئی مہلت سے دھوکے میں مبتلا نہ ہوں‘ ان کے سامنے ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کا نمونہ موجود ہے، لہذا انہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان کے ساتھ بھی وہی سلوک نہ کیا جائے جو گزشتہ نافرمان قوموں کے ساتھ کیا گیا۔

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ

کیا پس وہ ذات جو نگہبان ہے ہر نفس پر ساتھ اسکے جو اس نے کمایا (مانند ہو سکتی ہے جو ایسا نہیں؟) اور بنائے انہوں نے اللہ کیلئے شریک، کہہ دیجیے تم نام تو لو ان کے

اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ

بلکہ تم خبر دیتے ہو اللہ کو ان چیزوں کی کہ نہیں جانتا وہ (انہیں) زمین میں؟ بلکہ (تم شریک قرار دیتے ہو انکو) ظن باطل سے، بلکہ مزین کر دیا گیا واسطے ان لوگوں کے

كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

جنہوں نے کفر کیا، مکر ان کا، اور وہ روکے گئے راہ حق سے، اور جسے گمراہ کرے اللہ، تو نہیں ہے واسطے اس کے کوئی بھی ہدایت دینے والا○

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ

ان کے لیے عذاب ہے زندگانی دنیا میں اور البتہ عذاب آخرت کا سخت ترین ہے اور نہیں ہے واسطے ان کے

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

اللہ (کے عذاب) سے (کوئی بھی) بچانے والا○

﴿ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ﴾ ''تو کیا جو ہر متنفس کے اعمال کا نگران ہے۔'' یعنی کیا وہ ہستی جو دنیاوی اور اخروی جزا اور عدل و انصاف کے ساتھ ہر متنفس کے عمل کو دیکھ رہی ہے..... اور وہ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ..... اس ہستی کی مانند ہو سکتی ہے جو اس جیسی نہیں ہے۔ بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ﴾ ''اور انہوں نے اللہ کے شریک ٹھہرا لئے'' حالانکہ اللہ تعالیٰ ایک ہے' وہ یکتا اور بے نیاز ہے' جس کا کوئی شریک ہے نہ ہمسر اور نظیر۔ ﴿ قُلْ ﴾ اگر وہ سچے ہیں تو ان سے کہہ دیجئے ﴿ سَمُّوْهُمْ ﴾ ''ان کے نام لو'' تاکہ ہمیں ان کا حال معلوم ہو ﴿ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''یا تم اللہ کو بتلاتے ہو جو وہ نہیں جانتا زمین میں'' جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ غائب اور حاضر ہر چیز کو جانتا ہے اور اس کے علم میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو اس کی شریک ہو تو ان کے اس دعویٰ کا بطلان واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے اور تم اس شخص کی مانند ہو جو اللہ تعالیٰ کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس کا کوئی شریک ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کا علم نہیں ہے اور یہ باطل ترین قول ہے اس لئے فرمایا: ﴿ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ﴾ ''یا کرتے ہو اوپر ہی اوپر باتیں'' تمہارے دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہے، کی انتہا یہ ہے کہ یہ تمہاری خالی خولی باتیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تمام کائنات میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو کچھ بھی عبادت کی مستحق ہو۔

﴿ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ ﴾ ''بلکہ خوب صورت کر دیئے گئے ہیں کافروں کے لیے ان کے فریب'' وہ چال جو انہوں نے چلی' یعنی ان کا کفر' شرک اور آیات الٰہی کو جھٹلانا ﴿ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ﴾ ''اور وہ (ہدایت کے) راستے سے روک لیے گئے ہیں۔'' یعنی انہیں صراط مستقیم سے روک دیا گیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے کرامت کے گھر تک پہنچاتا ہے ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ ''اور جس کو گمراہ کر دے اللہ اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں'' کیونکہ کسی کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ﴾

''ان کے لئے عذاب ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے''یعنی آخرت کا عذاب اپنی شدت اور دوام کی بنا پر دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔ ﴿ وَمَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ﴾ ''اور ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں'' جو انہیں اللہ کے عذاب سے بچا سکے' جب اس کے عذاب کا رخ ان کی طرف پھیر دیا جائے گا تو اسے کوئی نہیں روک سکے گا۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ أُكُلُهَا دَائِمٌ

صفت اس جنت کی جس کا وعدہ دیئے گئے ہیں متقی لوگ (یہ ہے کہ) بہتی ہیں اس کے نیچے نہریں' اس کے پھل دائمی ہیں

وَظِلُّهَا ۚ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوا ۖ وَّعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ﴿٣٥﴾

اور اس کا سایہ بھی، یہ انجام ہے ان لوگوں کا جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور انجام کافروں کا آگ ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ﴾ ''جنت کا حال' جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے''یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نواہی کو ترک کر دیا اور اس کے اوامر کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کی' ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔ اس جنت کا وصف اور اس کی حقیقت یہ ہے ﴿ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴾ ''بہتی ہیں اس کے نیچے نہریں''یعنی شہد' شراب' دودھ اور پانی کی نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں گڑھے نہ ہوں گے۔ یہ نہریں جنت کے باغات اور درختوں کو سیراب کریں گی' یہ باغات اور درخت ہر قسم کے پھل اٹھائیں گے۔ ﴿ أُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا ﴾ ''ان کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان کا سایہ بھی لازوال ہے'' ﴿ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوا ﴾ ''یہ انجام ہے ان لوگوں کا جو ڈرتے رہے''یعنی ان کا انجام اور ان کی عاقبت جس کی طرف یہ رواں دواں ہیں ﴿ وَّعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ﴾ ''اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔'' پس دیکھ لو! دونوں فریقوں کے درمیان کتنا واضح فرق ہے۔

وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ ۖ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَن يُنكِرُ

اور وہ لوگ کہ دی ہم نے انکو کتاب، وہ خوش ہوتے ہیں ساتھ اس (قرآن) کے جو اتارا گیا ہے آپکی طرف، اور کچھ گروہ وہ ہیں جو انکار کرتے ہیں

بَعْضَهُ ۚ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۚ

اسکے بعض (احکام) کا' کہہ دیجئے مجھے تو حکم دیا گیا ہے اسکا کہ میں عبادت کروں صرف اللہ ہی کی، اور نہ شریک ٹھہراؤں ساتھ اسکے (کسی کو بھی)

إِلَيْهِ أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ ﴿٣٦﴾

اسی کی طرف بلاتا ہوں میں اور اسی کی طرف واپسی ہے میری ○

﴿ وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ ﴾ ''اور وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب''یعنی ہم نے ان کو کتاب اللہ اور اس کی معرفت سے نوازا ﴿ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ ﴾ ''وہ خوش ہوتے ہیں اس پر جو نازل ہوا آپ پر'' پس

وہ اس پر ایمان لاتے ہیں' اس کی تصدیق کرتے ہیں اور کتب الٰہیہ کی ایک دوسری کے ساتھ موافقت اور ایک دوسری کی تصدیق کرنے کی بنا پر خوش ہوتے ہیں یہ ان لوگوں کا حال ہے جو اہل کتاب میں سے ایمان لائے۔

﴿ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ﴾ ''اور بعض گروہ وہ ہیں جو اس کی بعض باتوں کا انکار کرتے ہیں'' یعنی کفار کے' حق سے منحرف' گروہ اس قرآن کے کچھ حصے کا انکار کرتے ہیں اور اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ ﴿ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ﴾ (الزمر ۴۱/۳۹) ''تو جو کوئی راہ راست پر چلتا ہے (تو اس کی راست روی) اس کے اپنے لئے فائدہ مند ہے۔ اور جو کوئی گمراہی اختیار کرتا ہے تو گمراہی کا وبال بھی اسی پر ہے۔'' اے محمد! (ﷺ) آپ تو صرف ڈرانے والے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہیں۔

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ﴾ ''کہہ دیجئے! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں'' یعنی مجھے صرف اللہ وحدہ کے لئے دین کو خالص کرنے کا حکم دیا گیا ہے ﴿ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴾ ''اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانا ہے'' یعنی وہی میرا مرجع ہے جس کی طرف میں لوٹوں گا وہ مجھے اس بات کی جزا دے گا کہ میں نے اس کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور مجھے جو حکم دیا گیا میں نے اس کی تعمیل کی۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا

اور اسی طرح نازل کیا ہم نے اس (قرآن) کو حکم عربی زبان میں، اور البتہ اگر پیروی کی آپ نے انکی خواہشوں کی بعد اسکے کہ

جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾

آیا آپ کے پاس علم، تو نہیں ہوگا واسطے آپ کے اللہ (کے عذاب) سے کوئی حمایتی اور نہ کوئی بچانے والا ○

یعنی ہم نے اس قرآن اور اس کتاب کو فرمان عربی بنا کر نازل کیا ہے یعنی واضح ترین اور فصیح ترین زبان کے ذریعے سے اسے محکم اور پختہ بنا کر نازل کیا ہے تا کہ اس میں کوئی شک وشبہ واقع نہ ہو' تا کہ یہ اس امر کا موجب ہو کہ صرف اسی کی اتباع کی جائے' اس میں مداہنت نہ کی جائے اور بے علم لوگوں کی خواہشات نفس میں سے اس کے متضاد اور متناقض امور کی پیروی نہ کی جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو...... درآں حالیکہ آپ معصوم ہیں...... وعید سنائی تا کہ آپ کو آپ کی عصمت یاد دلائے' اور تا کہ تمام احکام میں آپ امت کے لئے نمونہ بنیں۔ فرمایا: ﴿ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ﴾ ''اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی' اس علم کے بعد جو آپ کے پاس پہنچا'' واضح علم' جو آپ کو ان کی خواہشات نفس کی پیروی سے روکتا ہے ﴿ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ ﴾ ''تو نہیں ہوگا آپ کے لئے اللہ کے مقابلے میں کوئی حمایتی'' جو آپ کی سرپرستی کرے اور آپ کو آپ کا امر محبوب عطا کرے ﴿ وَّلَا وَاقٍ ﴾ ''اور نہ کوئی بچانے والا'' جو آپ کو امر مکروہ سے بچا سکے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ
اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے کئی رسول آپ سے پہلے، اور کیں ہم نے واسطے ان کے بیویاں اور اولاد، اور نہیں ہے (اختیار)
لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ
واسطے کسی رسول کے یہ کہ وہ لے آئے کوئی نشانی (معجزہ) مگر ساتھ اللہ کے حکم کے، ہر مقررہ وعدے کیلئے لکھا ہوا (وقت) ہے○ مٹاتا ہے اللہ
مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾
جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے (جو چاہے)، اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب○

یعنی آپ ﷺ پہلے رسول نہیں ہیں، جن کو لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، کہ یہ لوگ آپ کی رسالت کو کوئی انوکھی چیز سمجھیں۔ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً﴾ ''اور آپ سے پہلے ہم نے کئی رسول بھیجے اور دیں ہم نے ان کو بیویاں اور اولاد'' اس لئے آپ ﷺ کے دشمن اس وجہ سے آپ کی عیب چینی نہ کریں کہ آپ کے بیوی بچے ہیں۔ آپ کے بھائی دیگر انبیاء و مرسلین کے بھی بیوی بچے تھے۔ تب وہ آپ میں کس بات پر جرح و قدح کرتے ہیں؟ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ سے قبل انبیاء و رسل بھی اسی طرح تھے۔ ان کی یہ عیب چینی اپنی اغراض فاسدہ اور خواہشات نفس کی خاطر ہے...... اگر وہ آپ سے کوئی معجزہ طلب کرتے ہیں تو اپنی خواہش کے مطابق مطالبہ کرتے ہیں۔ آپ کو کسی چیز کا بھی اختیار نہیں۔

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور کسی رسول سے یہ نہیں ہوا کہ وہ لے آئے کوئی نشانی، مگر اللہ کے حکم سے'' اور اللہ تعالیٰ معجزے دکھانے کی تب اجازت دیتا ہے جب اس کی قضا و قدر کے مطابق مقرر کیا ہوا وقت آ جاتا ہے۔ ﴿لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ﴾ ''ہر ایک وعدہ لکھا ہوا ہے'' اور یہ مقرر کیا ہوا وقت آ گے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے، لہٰذا ان کا آیات و معجزات اور عذاب کے مطالبے میں جلدی مچانا اس بات کا موجب نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرر کردہ وقت کو آ گے کر دے جس کو اس نے اپنی تقدیر میں موخر کر رکھا ہے۔ بایں ہمہ کہ وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے'' یعنی وہ اپنی مقرر کردہ تقدیر میں سے جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے ﴿وَيُثْبِتُ﴾ ''اور قائم رکھتا ہے۔'' یعنی اس تقدیر میں سے جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور یہ تغیر اور محو کرنا ان امور کے علاوہ ہے جن کو اس کا قلم تقدیر لکھ چکا ہے۔ پس ان امور میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ محال ہے کہ اس کے علم میں کوئی نقص یا خلل ہو۔ اس لئے فرمایا: ﴿وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ ''اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔'' یعنی اس کے پاس لوح محفوظ ہے۔ جس کی طرف تمام اشیاء لوٹتی ہیں یہ اصل ہے اور باقی تمام اشیاء اس کی فروع ہیں۔ پس تغیر و تبدل فروع میں واقع ہوتا ہے مثلاً روز و شب کے اعمال جن کو فرشتے لکھ لیتے ہیں اور ان اعمال کو قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ اسباب فراہم کرتا ہے

اور ان کو محو کرنے کے لئے بھی اسباب مہیا کرتا ہے اور یہ اسباب اس نوشتہ تقدیر سے تجاوز نہیں کرتے جو لوح محفوظ میں مرقوم ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے نیکی، صلہ رحمی اور احسان کو لمبی عمر اور کشائش رزق کے لئے اسباب بنایا ہے، جیسے گناہوں کو رزق اور عمر میں بے برکتی کا سبب بنایا ہے۔ اور جیسے ہلاکت سے نجات کے اسباب کو سلامتی کا سبب بنایا اور جیسے ہلاکت کے مواقع میں پڑنے کو ہلاکت کا سبب بنایا۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور ارادے کے مطابق تمام امور کی تدبیر کرتا ہے، اس کی تدبیر اس کے مخالف نہیں ہوتی جسے اس نے اپنے علم کے مطابق لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ

اور اگر ہم دکھائیں آپکو بعض وہ (عذاب) جس کا ہم وعدہ کرتے ہیں ان سے، یا ہم وفات دیدیں آپکو، پس آپ پر تو صرف پہنچانا ہی ہے،

وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط

اور ہم پر ہے حساب (لینا) ○ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بیشک ہم چلے آتے ہیں (انکی) زمین کو، کم کرتے ہوئے اسے اس کے اطراف سے

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ط وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٤١﴾

اور اللہ حکم کرتا ہے، نہیں ہے کوئی رد کرنے والا اس کے حکم کو، اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا ہے کہ کفار کو جس عذاب کی وعید سنائی گئی ہے آپ اس کے بارے میں جلدی نہ کریں۔ اگر وہ اپنی سرکشی اور کفر پر جمے رہے تو وہ عذاب ان کو ضرور آئے گا جس کی ان کو وعید سنائی گئی ہے۔ ﴿وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ﴾ ''اگر دکھلا دیں ہم آپ کو'' یعنی ان کو عذاب دیا جانا ہم آپ کو دنیا ہی میں دکھا دیں جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ یہ نزول عذاب اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف اور اس کی حمد وثنا پر مبنی ہے کوئی اس میں نقص اور خامی تلاش نہیں کر سکتا اور نہ اس میں جرح وقدح کی کوئی گنجائش ہے۔ ﴿اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ﴾ ''یا آپ کو اٹھا لیں'' یعنی ان پر نزول عذاب سے قبل اگر ہم آپ کو وفات دے دیں پس آپ اس میں مشغول نہ ہوں۔ ﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ﴾ ''آپ کے ذمہ تو پہنچا دینا ہے۔'' اور مخلوق کے سامنے بیان کر دینا ہے ﴿وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ ''اور حساب لینا ہمارے ذمے ہے'' ہم مخلوق سے ان کی ذمہ داریوں کا حساب لیں گے کہ انہوں نے ان کو پورا کیا ہے یا ضائع کیا ہے۔ پھر ہم انہیں ثواب سے نوازیں گے یا عذاب میں مبتلا کریں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جھٹلانے والوں کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا﴾ ''کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں'' یعنی جھٹلانے والوں کی ہلاکت اور ظالموں کے استیصال کے ذریعے سے زمین کا دائرہ ہر طرف سے تنگ کرتے چلے آرہے

ہیں۔ نیز اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مشرکین کے شہروں کی فتح' ان کے مال اور بدن میں کمی کے ذریعے سے چاروں طرف سے ان پر حلقہ تنگ ہوتا جا رہا ہے...... اس کی تفسیر میں بعض دیگر اقوال بھی ہیں۔

اس کے ظاہر معنی یہ ہیں...... واللہ تعالیٰ اعلم...... کہ اللہ تعالیٰ نے ان جھٹلانے والوں کی اراضی کی حالت یہ بنا دی کہ وہ فتح ہو رہی ہیں اور چھینی جا رہی ہیں' ان پر چاروں طرف سے مصائب ٹوٹ رہے ہیں' ان کی جان و مال میں کمی سے پہلے یہ ان کے لئے تنبیہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان پر ایسے عذاب نازل کر رہا ہے جسے کوئی رد کرنے پر قادر نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ﴾ ''اور اللہ فیصلہ کرتا ہے' اس کے فیصلے کو کوئی پیچھے ڈالنے والا نہیں'' اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم شرعی' حکم کونی وقدری اور حکم جزائی داخل ہے۔ یہ تمام احکام' جن کا اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے' حکمت اور پختگی کے بلند ترین درجے پر پائے جاتے ہیں' جن میں کوئی نقص اور کوئی خلل نہیں۔ بلکہ یہ تمام احکام عدل و انصاف اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر مبنی ہیں کوئی ان فیصلوں میں خامی اور نقص تلاش نہیں کر سکتا اور نہ ان میں جرح وقدح کی کوئی گنجائش ہے۔ اس کے برعکس دیگر ہستیوں کے فیصلے کبھی حق و صواب کے موافق ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے۔ ﴿وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''اور وہ جلد حساب لینے والا ہے'' یعنی وہ عذاب کے مطالبے میں جلدی نہ مچائیں کیونکہ ہر وہ چیز جسے آنا ہے وہ قریب ہوتی ہے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ

اور تحقیق تدبیریں کی تھیں (انبیاء کے خلاف) ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے' پس واسطے اللہ ہی کے ہیں تدبیریں ساری' وہ جانتا ہے جو کچھ کماتا ہے ہر

نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝۴۲ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ

نفس' اور عنقریب جان لیں گے کافر' کس کیلئے ہے (اچھا) انجام آخرت کا؟ ○ اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا' نہیں ہے تو رسول'

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝۴۳ ع۱۲

آپ کہہ دیجئے' کافی ہے اللہ گواہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان' اور وہ شخص (بھی) کہ اس کے پاس ہے علم کتاب کا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''ان سے پہلے لوگوں نے بھی چال چلی۔'' یعنی انہوں نے اپنے رسولوں اور اس حق کے خلاف سازشیں کیں جنہیں لے کر رسول آئے تھے مگر ان کی چالیں اور سازشیں کسی کام نہ آئیں اور وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔ کیونکہ وہ اللہ کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔ ﴿فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا﴾ ''پس اللہ کے ہاتھ میں ہے سب تدبیر'' یعنی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی چال چلنے پر قادر نہیں اور یہ چال اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے تحت آتی ہے۔ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے خلاف سازشیں کرتے ہیں لہذا ان کی سازش اور چال ناکامی اور ندامت کا داغ لے کر انہی کی طرف لوٹے گی۔ ﴿يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ﴾ ''وہ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر نفس'' کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر جان کے بارے میں خوب جانتا ہے کہ اس نے کیا کمائی کی'

یعنی اللہ تعالیٰ ہر ایک نفس کے عزم و ارادے اور ظاہری اور باطنی اعمال کو خوب جانتا ہے۔ مکر اور سازش بھی لازمی طور پر انسان کے اکتساب میں شمار ہوتے ہیں، پس ان کا مکر اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں۔ اس لئے یہ ممتنع ہے کہ ان کی چال حق اور اہل حق کو نقصان پہنچا کر ان کو کوئی فائدہ دے۔ فرمایا: ﴿وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ''اور عنقریب جان لیں گے کافر کہ کس کے لئے ہے گھر عاقبت کا'' یعنی اچھا انجام کفار کے لئے ہے یا اللہ کے رسولوں کے لئے؟ اور یہ حقیقت معلوم ہے کہ اہل تقویٰ کی عاقبت اچھی ہے۔ کفر اور اہل کفر کی عاقبت اچھی نہیں ہے۔

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ ''اور کافر کہتے ہیں کہ آپ بھیجے ہوئے نہیں ہیں'' یعنی کفار آپ ﷺ کی اور اس حق کی تکذیب کرتے ہیں جس کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا گیا ہے ﴿قُلْ﴾ اگر وہ آپ سے گواہ طلب کریں تو ان سے کہہ دیجئے ﴿كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ﴾ ''اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے'' اور اس کی گواہی اس کے قول و فعل اور اقرار کے ذریعے سے ہوتی ہے۔

قول کے ذریعے سے اس کی شہادت یہ ہے کہ اس نے یہ قرآن مخلوق میں سب سے سچی ہستی پر نازل فرمایا جو آپ ﷺ کی رسالت کو ثابت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنی تائید سے نوازا اور آپ کو ایسی فتح و نصرت عطا کی جو آپ کی، آپ کے اصحاب اور آپ کے متبعین کی قدرت و اختیار سے باہر تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فعل و تائید کے ذریعے سے شہادت ہے۔ اقرار کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی شہادت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خبر دی کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کریں۔ پس جو کوئی آپ کی اطاعت کرتا ہے اس کے لئے اللہ کی رضامندی اور اس کی کرامت ہے اور جو کوئی آپ کی اطاعت نہیں کرتا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم ہے اور اس کا خون اور مال حلال ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دعوے پر برقرار رکھتا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر کوئی جھوٹ باندھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں آپ کو عذاب دے دیتا۔

﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾ ''اور جس کو خبر ہے کتاب کی'' یہ آیت کریمہ اہل کتاب کے تمام علماء کو شامل ہے۔ کیونکہ ان میں سے جو کوئی ایمان لا کر حق کی اتباع کرتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی گواہی دیتا ہے اور نہایت صراحت سے آپ کے حق میں شہادت دیتا ہے اور ان میں سے جو کوئی گواہی کو چھپاتا ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خبر کہ اس کے پاس شہادت ہے، اس کی خبر سے زیادہ بلیغ ہے۔ اگر اس کے پاس شہادت نہ ہوتی، تو دلیل کے ساتھ اپنے طلب شہادت کو رد کر دیتا۔ پس اس کا سکوت دلالت کرتا ہے کہ اس کے پاس رسول کے حق میں شہادت موجود ہے جو اس نے چھپا رکھی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل کتاب سے گواہی لینے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ وہ گواہی دینے کی اہلیت رکھتے ہیں

ہر معاملے میں صرف اسی شخص سے گواہی لی جانی چاہیے جو اس کا اہل ہو اور دوسروں کی نسبت اس بارے میں زیادہ علم رکھتا ہو۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو اس معاملے میں بالکل اجنبی ہوں' مثلاً ان پڑھ مشرکین عرب وغیرہ' تو ان سے شہادت طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ انہیں اس معاملے کی کوئی خبر ہے نہ انہیں اس کی معرفت ہی حاصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تفسیر سورۃ ابراھیم

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ (۱۴) مَكِّيَّةٌ (۷۲) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۵۲ رُكُوْعَاتُهَا ۷

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

الٓرٰ' (یہ) عظیم الشان کتاب ہے، نازل کیا ہے ہم نے اسے آپ کی طرف تاکہ آپ نکالیں لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف' ان کے رب کے حکم سے'

اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ ① اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

اس کے راستے کی طرف جو غالب ہے، قابل تعریف ہے ○ (یعنی) اللہ (کی طرف) وہ ذات کہ اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے'

وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ ② الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

اور ہلاکت ہے واسطے کافروں کے سخت عذاب سے ○ وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں زندگانی دنیا کو

عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ

اوپر آخرت کے اور وہ روکتے ہیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے، اور تلاش کرتے ہیں اس میں کجی'

اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ③

یہ لوگ ہیں دور کی گمراہی میں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے مخلوق کے فائدے کے لئے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ لوگوں کو کفر و جہالت' اخلاق بد اور مختلف اقسام کے گناہوں کی تاریکی سے نکال کر علم وایمان اور اخلاق حسنہ کی روشنی میں لے جائے اور فرمایا ﴿بِاِذْنِ رَبِّهِمْ﴾ "ان کے رب کے حکم سے" یعنی اللہ تعالیٰ کی محبوب مراد صرف اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اس کی مدد ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں بندوں کے لئے ترغیب ہے کہ وہ اپنے رب سے مدد طلب کریں۔ پھر اللہ نے اس "نور" کی تفسیر بیان فرمائی جس کی طرف یہ کتاب راہنمائی کرتی ہے چنانچہ فرمایا: ﴿اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ "غالب اور قابل تعریف (اللہ) کے راستے کی طرف۔" یعنی اللہ تعالیٰ کے عزت و تکریم والے گھر تک پہنچانے والا راستہ' جو حق کے علم اور اس پر عمل کو متضمن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے راستے کا ذکر کرنے کے بعد ﴿الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ

ہے کہ جو کوئی اس راستے پر گامزن ہوتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے کوئی اعوان وانصار نہ ہوں' تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے غلبے کے ساتھ غالب اور طاقتور ہے' وہ اپنے تمام امور میں قابل ستائش اور اچھے انجام کا مالک ہے۔ نیز یہ اس بات پر دلالت کرے کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ' اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور نعوت جلال پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور جس نے اپنے بندوں کے لئے یہ راستہ مقرر کیا ہے' وہ غالب' قوت والا' اپنے اقوال وافعال اور احکام میں قابل ستائش ہے۔ وہ معبود ہے اور تمام عبادات کا مستحق ہے یہ عبادات اس صراط مستقیم کی منازل ہیں۔ اللہ تعالیٰ' تخلیق' رزق اور تدبیر کے اعتبار سے جس طرح آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اسی طرح وہ اپنے بندوں پر احکام دینی بھی نافذ کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی ملکیت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں کہ وہ ان کو بے فائدہ چھوڑ دے۔

جب اللہ تعالیٰ نے دلیل اور برہان واضح کر دی تو اس نے ان لوگوں کو سخت وعید سنائی ہے جو اس کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ﴾ ''اور ہلاکت ہے کافروں کے لئے سخت عذاب کی صورت میں'' یعنی اس کی شدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے نہ اس کا وصف بیان کیا جا سکتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کفار کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ﴾ ''وہ لوگ جو دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں آخرت پر'' پس وہ دنیا پر راضی اور مطمئن ہو کر آخرت سے غافل ہو گئے۔ ﴿ وَيَصُدُّوْنَ ﴾ ''اور (لوگوں کو) روکتے ہیں'' ﴿ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ کے راستے سے'' وہ راستہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اور اسے اپنی کتابوں میں اور اپنے رسولوں کی زبان پر خوب بیان کر دیا ہے' مگر یہ لوگ اپنے آقا و مولا کے مقابلے میں عداوت و محاربت کا اظہار کرتے ہیں ﴿ وَيَبْغُوْنَهَا ﴾ ''اور تلاش کرتے ہیں اس میں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿ عِوَجًا ﴾ ''کجی'' یعنی وہ اس راستے کو خراب کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کفار کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ یعنی وہ لوگ جن کا وصف بیان کیا گیا ہے' ﴿ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴾ ''دور کی گمراہی میں ہیں'' کیونکہ وہ خود گمراہ ہوئے' لوگوں کو گمراہ کیا' انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور ان کے خلاف جنگ کی۔ پس اس سے بڑھ کر اور کون سی گمراہی ہے؟ لیکن اہل ایمان کا معاملہ اس کے برعکس ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں' دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے ہیں' وہ لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف دعوت دیتے ہیں' وہ امکان بھر اس راستے کو خوبصورت بناتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ راستہ سیدھا رہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ

اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر زبان میں اسی کی قوم کی' تاکہ وہ (کھول کر) بیان کرے ان کے لئے' پھر گمراہ کرتا ہے اللہ

مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④

جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے' اور وہ غالب ہے نہایت حکمت والا ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف وکرم ہے کہ ''اس نے ہر ایک رسول کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تا کہ وہ ان کے سامنے ان امور کو واضح کرے جن کے وہ محتاج ہیں'' اور وہ ان کی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں کتاب لے کر آیا ہوتا تو وہ اس زبان کو سیکھنے کے محتاج ہوتے جس میں رسول کلام کرتا ہے تب کہیں جا کر رسول کی باتیں ان کی سمجھ میں آتیں۔ پس جب رسول ان تمام امور کو بیان کر دیتا ہے جن کا انہیں حکم دیا گیا اور جن سے ان کو روکا گیا ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جاتی ہے تو ان میں سے جو لوگ ہدایت کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے' اللہ تعالیٰ ان کو گمراہ کر دیتا ہے اور جن کو اپنی رحمت کے لئے مختص کر لیتا ہے ان کو راہ ہدایت سے نواز دیتا ہے۔ ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ''اور وہ غالب حکمت والا ہے'' جس کا غلبہ یہ ہے کہ وہ ہدایت دینے' گمراہ کرنے اور جس طرف چاہے دلوں کو پھیر دینے میں منفرد ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ ہدایت اور گمراہی کو اسی مقام پر واقع کرتا ہے جو ان کے لائق ہے۔ اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ علوم عربیہ، جن کے ذریعے سے کلام اللہ اور کلام رسول کی توضیح وتبیین ہوتی ہے' امور مطلوبہ میں شمار ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں کیونکہ ان کے بغیر کتاب اللہ کی معرفت کی تکمیل نہیں ہوتی۔ البتہ اگر لوگوں کی حالت یہ ہو کہ وہ ان علوم عربیہ کے محتاج نہ ہوں' اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ انہیں عربی زبان پر عبور حاصل ہو اور ان کے چھوٹے بچوں نے عربی زبان میں تعلیم وتربیت حاصل کی ہو اور عربی زبان ان کی طبیعت بن گئی ہو' تو اس صورت میں اس مشقت میں پڑنے کی ان کو ضرورت نہیں' اور وہ ابتدا ہی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دین اس طرح اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (بغیر علوم آلیہ اور عربیہ کے) دین اخذ کیا تھا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ اپنی آیتوں (معجزوں) کے یہ کہ نکال تو اپنی قوم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف،

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى

اور یاد دلا انہیں احسانات اللہ کے، بیشک ان میں البتہ نشانیاں ہیں واسطے ہر صابر شاکر کے ○ اور (یاد کرو) جب کہا موسیٰ نے

لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ

اپنی قوم سے، یاد کرو تم نعمت اللہ کی اوپر اپنے' جب اس نے نجات دی تمہیں آل فرعون سے، وہ پہنچاتے تھے تم کو سخت

الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ

عذاب، اور ذبح کرتے تھے وہ بیٹے تمہارے اور زندہ چھوڑتے تھے بیٹیاں تمہاری، اور اس میں آزمائش تھی

مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ

تمہارے رب کی طرف سے، بہت بڑی ○ اور جب آگاہ کر دیا (تھا) تمہارے رب نے، البتہ اگر شکر کرو گے تم تو یقیناً (اور) زیادہ دوں گا میں تمہیں

وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ

اور البتہ اگر کفر کرو گے تم تو بلاشبہ میرا عذاب بھی بہت سخت ہے ○ اور کہا موسیٰ نے، اگر کفر کرو گے تم

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں سارے، تو بے شک اللہ یقیناً بے پروا، قابل تعریف ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنی بڑی بڑی نشانیوں کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو آپ کی رسالت کی صداقت اور صحت پر دلالت کرتی تھیں اور ان کو بھی وہی حکم دیا جو اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے بلکہ یہ وہی حکم ہے جو تمام انبیاء و مرسلین نے اپنی قوم کو دیا تھا ﴿ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ ''یہ کہ نکال اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف'' یعنی جہالت، کفر اور اس کی فروعات کی تاریکیوں سے نکال کر علم' ایمان اور اس کے توابع کی روشنی کی طرف۔ ﴿ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ﴾ ''اور یاد دلا ان کو اللہ کے دن'' یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کے احسانات اور جھٹلانے والی قوموں (کفار) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک اور وقائع یاد دلایئے تاکہ یہ اس کی نعمت کا شکر ادا کریں اور اس کے عذاب سے ڈریں۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ ﴾ ''اس میں'' یعنی بندوں کے متعلق ایام الٰہی میں ﴿ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ ''ہر صابر وشاکر کے لئے نشانیاں ہیں'' یعنی مصائب' تکلیف اور تنگی میں نہایت صابر' اور خوشحالی اور نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے۔

ایام الٰہی سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت' بے پایاں احسان اور اپنے کامل عدل وحکمت پر استدلال کیا ہے۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور ان کو اللہ کی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا: ﴿ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ﴾ ''اللہ نے تم پر جو انعامات کیے ہیں ان کو یاد کرو۔'' یعنی اپنے دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو۔ ﴿ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ ﴾ ''جب اس نے تمہیں فرعونیوں سے بچایا' وہ چکھاتے تھے تمہیں'' یعنی تمہیں عذاب دیتے تھے ﴿ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾ ''برے عذاب'' یعنی سخت ترین عذاب' پھر اس عذاب کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ﴾ ''اور وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے'' یعنی وہ تمہاری عورتوں کو قتل نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو زندہ رکھتے تھے ﴿ وَفِيْ ذٰلِكُمْ ﴾ ''اور اس میں'' یعنی اس نجات میں ﴿ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾ ''تمہارے رب کی طرف سے عظیم نعمت تھی۔'' یعنی عظیم نعمت تھی یا (اس کا معنیٰ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ) اس عذاب میں جس میں تمہیں فرعون اور اس کے سرداروں نے مبتلا کیا تھا' تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی تاکہ وہ دیکھے کہ آیا تم اس سے عبرت حاصل کرتے ہو یا نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نعمتوں پر شکر کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ ﴾ ''جب تمہارے

رب نے آگاہ کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا اور وعدہ کیا ﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ﴾ ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا'' یعنی اپنی نعمتوں میں اضافہ کروں گا ﴿ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴾ ''اور اگر تم نے کفر کیا' تو میرا عذاب نہایت سخت ہے'' عذاب کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ ان نعمتوں کو زائل کر دے جو انہیں عطا کی تھیں۔ شکر سے مراد دل سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا' ان نعمتوں پر دل سے اس کی حمد و ثنا کرنا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق صرف کرنا ہے۔ اور ان امور کے برعکس رویہ اختیار کرنا' کفران نعمت ہے۔

﴿ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ﴾ ''موسیٰ نے کہا' اگر تم اور جو لوگ زمین میں ہیں سارے کفر کریں'' تو تم اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سب خوبیوں والا'' پس نیکیاں اس کی بادشاہی میں اضافہ کر سکتی ہیں نہ گناہ اس کی بادشاہی میں کوئی کمی واقع کر سکتے ہیں' وہ غنا میں کامل ہے اور وہ اپنی ذات' اپنے اسماء و صفات اور افعال میں قابل حمد و ستائش ہے اس کی ہر صفت' صفت حمد و کمال ہے۔ اس کا ہر نام اچھا نام ہے اور اس کا ہر فعل' فعل جمیل ہے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ

کیا نہیں آئی تمہارے پاس خبر ان لوگوں کی جو تم سے پہلے تھے (یعنی) قوم نوح اور عاد اور ثمود کی، اور وہ لوگ جو

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا

انکے بعد ہوئے نہیں جانتا انہیں (کوئی بھی) سوائے اللہ کے، آئے تھے انکے پاس رسول انکے واضح دلیلوں کیساتھ، پس لوٹائے انہوں نے

اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا

اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں اور کہا، بیشک ہم نہیں مانتے اس چیز کو کہ بھیجے گئے ہو تم ساتھ اسکے، اور بیشک ہم تو البتہ ایسے شک میں ہیں اس سے کہ

تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ⑨ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

تم بلاتے ہو ہمیں اسکی طرف، جو اضطراب میں ڈالنے والا ہے ○ کہا انکے رسولوں نے، کیا اللہ کی بابت شک ہے؟ (تمہیں) جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

اور زمین کا؟ وہ بلاتا ہے تمہیں تاکہ وہ بخش دے تمہارے لیے تمہارے گناہ، اور (تاکہ) مہلت دے تمہیں ایک وقت مقرر (موت) تک،

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

انہوں نے کہا، نہیں ہو تم مگر بشر ہم جیسے ہی، تم چاہتے ہو یہ کہ روک دو ہمیں ان (معبودوں) سے کہ تھے (ان کی) عبادت کرتے

اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑩ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ

باپ دادا ہمارے، پس لے آؤ تم ہمارے پاس کوئی دلیل واضح ○ کہا ان سے ان کے رسولوں نے نہیں ہیں ہم مگر بشر

مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ

تم جیسے ہی، لیکن اللہ احسان کرتا ہے اوپر جس کے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے، اور نہیں ہے (اختیار) واسطے ہمارے یہ کہ ہم لے آئیں تمہارے پاس

بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿11﴾ وَمَا لَنَآ اَلَّا

کوئی معجزہ بغیر حکم اللہ کے، اور اوپر اللہ ہی کے پس چاہیے کہ بھروسہ کریں مومن ○ اور کیا (عذر) ہے ہمارے لیے کہ نہ

نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۭ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰي مَآ

بھروسہ کریں ہم اوپر اللہ کے جبکہ اس نے دکھائیں ہمیں ہماری (ہدایت کی) راہیں؟ اور البتہ ہم ضرور صبر کریں گے اوپر اس کے

اٰذَيْتُمُوْنَا ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿12﴾

جو اذیت دیتے ہو تم ہمیں، اور اوپر اللہ ہی کے پس چاہیے کہ بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے ○

جھٹلانے والی قوموں کے پاس جب ان کے رسول آئے اور انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ان قوموں پر عذاب نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس دنیا ہی میں ان کو جو سزا دے دی یہ عذاب لوگوں نے دیکھا اور سنا' پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس عذاب سے ڈراتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴾ ''کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے' قوم نوح' عاد اور ثمود'' اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نہایت بسط و تفصیل سے ان کے واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ ''اور جو ان کے بعد ہوئے' جن کو صرف اللہ جانتا ہے'' ان کی کثرت اور ان کی تاریخ مٹ جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا ﴿ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر آئے'' یعنی ان کے رسول ان کے پاس ایسے دلائل لے کر آئے جو ان کی تعلیمات کی صداقت پر دلالت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی رسول مبعوث فرمایا اس کو ایسی آیات عطا فرمائیں جو انسان کے بس میں نہ تھیں۔ جب ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ ان کے پاس آئے تو انہوں نے ان دلائل کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا بلکہ انہوں نے نہایت تکبر کے ساتھ ان کو ٹھکرا دیا۔ ﴿ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ ﴾ ''پس لوٹائے انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں'' یعنی وہ اس وحی پر ایمان نہ لائے جو رسول لے کر آئے تھے انہوں نے کوئی ایسی بات نہ کہی جو ان کے ایمان پر دلالت کرتی ہو۔ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے۔ ﴿ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ﴾ (البقرۃ: ۱۹/۲) ''تو یہ بجلی کی کڑک سے ڈر کر موت کے خوف سے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں۔''

﴿ وَقَالُوْٓا ﴾ اور صراحت کے ساتھ اپنے رسولوں سے انہوں نے کہا: ﴿ اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴾ ''ہم نے انکار کیا اس چیز کا جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا اور بے شک ہمیں اس چیز میں جس کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ایک خلجان میں ڈالنے والا شک ہے۔''

اس بارے میں انہوں نے یقیناً جھوٹ کہا تھا اور ظلم کیا تھا۔ اسی لیے ﴿ قَالَتْ رُسُلُهُمْ ﴾ ''ان کے رسولوں نے

(ان سے) کہا: ﴿ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ ﴾ ''کیا اللہ کے بارے میں بھی شک ہے؟'' یعنی اللہ تعالیٰ کا وجود واضح ترین اور روشن ترین حقیقت ہے۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک کرتا ہے ﴿ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔'' یعنی جس کے وجود پر تمام اشیاء کے وجود کا دارومدار ہے۔ تو اس کے پاس کوئی مضبوط دلیل نہیں جو معلوم ہو' حتیٰ کہ امور محسوسہ بھی اس کی تائید نہیں کرتے۔ اس لئے انبیاء و مرسلین نے ان کو اس طرح خطاب فرمایا ہے کہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ ﴿ یَدْعُوْكُمْ ﴾ ''وہ تمہیں بلاتا ہے'' یعنی وہ تمہیں تمہارے فائدے کے امور اور تمہارے مصالح کی طرف بلاتا ہے ﴿ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ ''تاکہ تمہارے گناہ بخشے اور فائدہ پہنچانے کے لیے ایک مدت مقرر تک تم کو مہلت دے۔'' یعنی تمہیں رسول کی دعوت پر لبیک کہنے کے اجر میں دنیاوی اور اخروی ثواب عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس لئے دعوت نہیں دی کہ تمہاری عبادت سے مستفید ہو بلکہ تمہاری عبادت کا فائدہ تمہاری ہی طرف لوٹے گا۔ انہوں نے اپنے رسولوں کی دعوت کو اس طرح ٹھکرا دیا جیسے جاہل اور بے قوف لوگ ٹھکراتے ہیں ﴿ قَالُوْۤا ﴾ انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا ﴿ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ﴾ ''تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو'' یعنی تمہیں ہم پر نبوت اور رسالت کی بنا پر کیسے فضیلت حاصل ہے؟ ﴿ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ﴾ ''تم چاہتے ہو کہ تم ہمیں ان چیزوں سے روک دو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے'' تب ہم تمہاری رائے کی خاطر اپنے آباء واجداد کی سیرت اور ان کے نظریات کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں اور ہم کیسے تمہاری اطاعت کر سکتے ہیں جب کہ تم ہماری ہی طرح انسان ہو؟ ﴿ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴾ ''پس ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل لاؤ۔'' یعنی واضح دلیل اور حجت پیش کرو اور دلیل سے ان کی مراد وہ آیت اور معین معجزہ تھا جس کا وہ مطالبہ کرتے تھے' حالانکہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ ان کے رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تھے۔

﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ ﴾ ان کے رسولوں نے ان کے مطالبے اور اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴾ ''ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں۔'' یعنی یہ صحیح اور حقیقت ہے کہ ہم تمہاری ہی طرح بشر ہیں ﴿ وَلٰكِنَّ ﴾ مگر تمہارا یہ اعتراض اس حق کو باطل نہیں کر سکتا جسے ہم لے کر آئے ہیں' کیونکہ ﴿ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ ''اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے' احسان فرماتا ہے۔'' جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی وحی اور رسالت سے نواز دیا' تو یہ اس کا فضل و احسان ہے اور کسی کے بس میں نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو روک سکے اور اس کو اس کی نوازشوں سے منع کر سکے۔ تم اس چیز میں غور کرو جو ہم تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اگر وہ حق ہے تو اسے قبول کر لو اور اگر وہ حق نہیں ہے تو بے شک اسے ٹھکرا دو۔ مگر ہم جو کچھ لے کر آئے اسے ٹھکرانے کے لئے ہمارے حال کو اپنے لئے دلیل نہ بناؤ اور تمہارا یہ کہنا ﴿ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴾ ''کوئی واضح

دلیل لے کر آؤ‘‘ تو یہ چیز ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے اور ہمارے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں۔
﴿وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ’’ہمارا کام نہیں کہ تمہارے پاس کوئی دلیل لے آئیں مگر اللہ کے حکم سے‘‘ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اگر وہ چاہے تو تمہارے پاس معجزہ لے آئے اور اگر وہ نہ چاہے تو تمہارے پاس معجزہ نہ لائے اور وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اپنی حکمت اور رحمت کے تقاضے کے مطابق کرتا ہے ﴿وَعَلَى اللّٰهِ﴾ ’’اور اللہ تعالیٰ ہی پر‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر نہیں ﴿فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ’’چاہیے کہ مومن بھروسہ کریں‘‘ پس وہ اپنے مصالح کے حصول اور ضرر کو روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کفایت تامہ قدرت کاملہ اور بے پایاں احسان کا مالک ہے۔ جلب مصالح اور دفع ضرر میں آسانی پیدا کرنے میں اہل ایمان اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اور ان کا توکل ان کے ایمان کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے توکل کا وجوب مستفاد ہوتا ہے نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ توکل لوازمات ایمان اور بڑی بڑی عبادات میں شمار ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے کیونکہ تمام عبادات توکل پر موقوف ہیں۔ ﴿وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا﴾ ’’اور ہم کو کیا ہوا کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں اور وہ بتا چکا ہمیں ہماری راہیں‘‘ یعنی کون سی چیز ہمیں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے سے روک سکتی ہے۔ حالانکہ ہم واضح حق اور ہدایت پر ہیں اور جو کوئی حق اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو یہ ہدایت اس کے لئے توکل کی تکمیل کی موجب بنتی ہے۔ اسی طرح یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ راہ ہدایت پر چلنے والے کے بوجھ کی کفالت کرتا اور اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے، توکل کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے برعکس جو کوئی حق اور ہدایت کی راہ اختیار نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی کفالت و کفایت کا ضامن نہیں ہوتا پس اس کا حال متوکل کے حال کے برعکس ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں انبیاء و مرسلین کی طرف سے گویا اپنی قوم کے لئے ایک عظیم معجزے کی طرف اشارہ ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کی قوم غالب حالات میں اقتدار اور غلبہ کی مالک ہوتی ہے۔ اس کے رسول ان کو مقابلے کی دعوت دیتے ہوئے کہتے تھے کہ وہ ان کی چالوں اور سازشوں کو ناکام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی کفایت کا پورا یقین ہے اور کفار کی انبیاء و مرسلین کی بیخ کنی کی خواہش اور نور حق کو بجھانے کی حرص کے باوجود اللہ نے انبیاء و مرسلین کی کفایت کی اور انہیں کفار کے مکر و کید سے بچایا۔

یہ جناب نوح علیہ السلام کے اس قول کی مانند ہے جو انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ﴾ (یونس: ۷۱/۱۰) ’’اے میری قوم! اگر تمہارے درمیان میرا قیام اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعے سے تمہیں میرا نصیحت کرنا تم پر گراں گزرتا ہے، تو میرا توکل اللہ پر ہے

پس تم اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو ساتھ لے کر ایک فیصلے پر متفق ہو جاؤ اور تمہارے اس فیصلے کا کوئی پہلو تم پر پوشیدہ نہ رہے پھر میرے خلاف جو کچھ کرنا چاہو کر گزرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔" اسی طرح ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ﴾ (ھود: ۱۱/۵۴، ۵۵) "میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم نے جو اللہ کے شریک ٹھہرا رکھے ہیں میں ان سے بیزار ہوں، پس تم سب مل کر میرے خلاف چال چل لو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔"

﴿وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَا﴾ "اور ہم ضرور ان تکلیفوں پر صبر کریں گے جو تم ہمیں دو گے" یعنی ہم تمہیں حق کی دعوت دیتے اور تمہیں وعظ و نصیحت کرتے رہیں گے اور تمہاری طرف سے ہمیں جو تکلیف پہنچے گی ہم اس کی پروا نہ کریں گے، ہم اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کرتے ہوئے اپنے آپ کو تمہاری اذیتوں کا عادی بنائیں گے۔ شاید کثرت نصیحت کی بنا پر اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت سے نواز دے۔ ﴿وَ عَلَى اللّٰهِ﴾ "اور صرف اللہ پر" اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر نہیں، ﴿فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ "چاہیے کہ بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے۔" کیونکہ اللہ تعالیٰ پر توکل ہر بھلائی کی کنجی ہے...... آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ انبیاء و مرسلین توکل کے بہترین مطالب اور بلند ترین مراتب پر فائز ہیں اور وہ ہے اقامت دین میں، اللہ تعالیٰ کی مدد میں، اس کے بندوں کی راہنمائی اور ان سے گمراہی کے ازالے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا اور یہ کامل ترین توکل ہے۔

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ
اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، اپنے رسولوں سے البتہ ہم ضرور نکال دیں گے تمہیں اپنی زمین سے، یا تم واپس آ جاؤ

فِیْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِیْنَ ۝۱۳ وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ
ہمارے دین میں، پس وحی کی انکی طرف انکے رب نے کہ یقیناً ہم ضرور ہلاک کر دینگے ظالموں کو ○ اور یقیناً ہم ضرور آباد کرینگے تمہیں اس زمین میں

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ خَافَ وَعِیْدِ ۝۱۴ وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ
بعد انکے، یہ (وعدہ) اس شخص کیلئے ہے جو ڈرے میرے سامنے کھڑا ہونے سے اور ڈرے میری وعید سے ○ اور فتح طلب کی انہوں نے، اور نا کام ہوا

كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ۝۱۵ مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَ یُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ ۝۱۶
ہر سرکش، عناد رکھنے والا ○ آگے اس کے جہنم ہے، اور وہ پلایا جائے گا پانی (جہنمیوں کی) پیپ کا ○

یَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ وَ یَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ
وہ گھونٹ گھونٹ پیئے گا اسے، اور نہیں قریب کہ اتار سکے وہ اس کو حلق سے، اور آئیگی اس کو موت ہر طرف سے، اور نہیں ہوگا وہ

بِمَیِّتٍ ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ ۝۱۷
مرنے والا، اور اس (عذاب) سے آگے (اور) عذاب ہو گا نہایت سخت ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل کی اپنی قوم کے سامنے دعوت' اس پر دوام اور عدم ملال کا ذکر فرمایا' تو ان کی قوم کے ساتھ ان کا منتہائے حال بھی بیان فرمایا' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ ﴾ ''اور جو کافر تھے انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا'' ان کو دھمکی دیتے ہوئے کہا: ﴿ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ﴾ ''ہم تمہیں اپنے وطن سے نکال دیں گے یا پھر تم ہمارے مذہب میں واپس آ جاؤ'' یہ انبیاء کی دعوت کو ٹھکرانے کا سب سے زیادہ بلیغ طریقہ ہے اور اس کے بعد ان پر کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ انہوں نے ہدایت ہی سے روگردانی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے رسولوں کو ان کے وطن سے نکال دینے کی بھی دھمکی دی اور وطن کو صرف اپنی طرف منسوب کیا' ان کا زعم تھا کہ وطن پر رسولوں کا کوئی حق نہیں۔ اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو روئے زمین پر پھیلایا اور ان کو اپنی عبادت کا حکم دیا اور زمین اور زمین کی ہر چیز کو ان کے لئے مسخر کر دیا' اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر ان چیزوں سے مدد لیتے ہیں۔ پس جو کوئی ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں استعمال کرتا ہے یہ اس کے لئے جائز ہیں اور اس پر کوئی گرفت نہیں اور جو کوئی ان کو کفر اور مختلف قسم کے گناہ اور معاصی میں استعمال کرتا ہے تو یہ اشیاء اس کے لئے خالص ہیں نہ اس کے لئے حلال ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ دشمنان انبیاء' درحقیقت' زمین کی کسی شے کے مالک نہیں' وہ زمین سے جس سے وہ انبیاء کرام کو جلاوطن کرنے کی دھمکی دیتے ہیں اس کی کسی چیز کے بھی مالک نہیں...... اگر ہم مجرد عادت کی طرف رجوع کریں تو انبیاء ومرسلین بھی اہل بلاد میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے وطن ہی میں بسنے والے افراد ہیں' تب وہ انہیں ان کے واضح اور صریح حق سے کیوں محروم کر رہے ہیں کیا یہ تمام تر دین اور مروت کے منافی نہیں؟...... اسی لئے جب رسولوں کے خلاف ان کی سازشیں اس حال کو پہنچ گئیں تو اس کے سوا کچھ باقی نہ رہا کہ اللہ اپنے حکم کو نافذ کر دے اور اپنے اولیاء کی مدد کرے۔ ﴿ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ﴾ ''پس ان کے رب نے ان کی طرف وحی کی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کر دیں گے'' عذاب کی مختلف اقسام کے ذریعے سے۔ ﴿ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِن بَعْدِهِمْ ذَٰلِكَ ﴾ ''اور ان کے بعد ہم تم کو زمین میں آباد کریں گے یہ'' یعنی یہ اچھا انجام جس سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل اور ان کے پیروکاروں کو بہرہ ور کیا' اس شخص کی جزا ہے ﴿ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي ﴾ ''جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے'' یعنی جو دنیا میں' مرے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کا اس شخص کی مانند خوف کھاتا ہو جسے علم ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ ﴿ وَخَافَ وَعِيدِ ﴾ ''اور میرے عذاب سے خوف کرے۔'' یعنی میری وعید سے ڈرتا ہو جو میں نے اپنے نافرمانوں کو سنائی ہے' پس یہ ڈر اس بات کا موجب ہے کہ وہ ان امور سے رک جائے جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور ان کی طرف سبقت کرے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

﴿ وَاسْتَفْتَحُوا ﴾ ''اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا''یعنی کفار نے۔ یعنی یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے' اس کے اولیاء اور اس کے اعداء کے درمیان تفریق و امتیاز کے مطالبے میں جلدی مچائی' پس انہوں نے جو فیصلہ طلب کیا تھا' وہ ان کے پاس آ گیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو نہایت حلم والا ہے۔ وہ اپنے نافرمانوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ ﴿ وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴾ ''اور نامراد ہوا ہر سرکش ضدی''یعنی جو اللہ تعالیٰ' حق اور اللہ کے بندوں کے مقابلے میں سرکشی دکھاتا ہے' زمین میں تکبر کرتا ہے اور انبیاء و رسل کے خلاف عناد رکھتا ہے اور ان کی مخالفت کرتا ہے' وہ دنیا و آخرت میں خائب و خاسر ہوتا ہے۔

﴿ مِّن وَرَآئِهِ جَهَنَّمُ ﴾ ''اس کے پیچھے دوزخ ہے''یعنی جہنم اس معاند حق' جابر شخص کی گھات میں ہے وہ ضرور اس جہنم میں وارد ہو گا' تب اسے سخت عذاب کا مزا چکھایا جائے گا۔ ﴿ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ ﴾ ''اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا'' جو اپنے رنگ' ذائقے اور بدبو میں خون اور پیپ جیسا ہو گا اور وہ انتہائی گرم ہو گا۔

﴿ يَتَجَرَّعُهُ ﴾ ''وہ اس کو گھونٹ گھونٹ پئے گا''یعنی سخت پیاس کے مارے گھونٹ گھونٹ پئے گا ﴿ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ ﴾ ''اور اس کو گلے سے نہیں اتار سکے گا'' کیونکہ جب وہ اسے اپنے منہ کے قریب لے کر جائے گا تو وہ چہرے کو بھون کر رکھ دے گا اور جب یہ پانی پیٹ میں جائے گا تو جہاں سے گزرے گا انتڑیوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ ﴿ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ﴾ ''اور اسے ہر جگہ سے موت آئے گی جب کہ وہ مرے گا نہیں''یعنی اس کو ہر قسم کا سخت عذاب دیا جائے گا اور اپنی شدت کے اعتبار سے عذاب کی ہر نوع موت کی مانند ہو گی مگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو گا کہ اسے موت نہ آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ۝ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا ﴾ (فاطر: ۳۵/ ۳۶، ۳۷) ''انہیں موت نہیں آئے گی کہ مر جائیں نہ ان پر عذاب ہی کو ہلکا کیا جائے گا ہم ہر بڑے کافر کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور وہ اس میں چلائیں گے''۔ ﴿ وَمِن وَرَآئِهِ ﴾ ''اور اس کے پیچھے''یعنی جبار' معاند حق کے پیچھے ﴿ عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴾ ''سخت عذاب ہو گا۔''یعنی نہایت قوی اور سخت عذاب' جس کے وصف اور شدت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

مَّثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ

حال ان لوگوں (کے عملوں) کا جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کیساتھ (یہ ہو گا کہ) انکے اعمال مانند اس راکھ کے ہوں گے کہ سخت چلی اس (راکھ) پر ہوا،

فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ۖ لَّا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ⑱

آندھی والے روز نہیں قدرت رکھیں گے وہ ان اعمال میں سے جو انہوں نے کمائے اوپر کسی چیز کے (ان میں سے) یہی ہے گمراہی دور کی ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ کفار کے اعمال کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے...... اور ان اعمال سے یا تو وہ اعمال مراد

ہیں جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر کئے ہیں۔ یہ اعمال بے فائدہ جانے، اپنے بطلان اور اپنے اضمحلال میں راکھ کی مانند ہیں جو سب سے گھٹیا اور سب سے ہلکی چیز ہے۔ سخت آندھی والے دن جب سخت ہوا چلتی ہے، تو اس راکھ میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا، اس راکھ کے اڑ جانے اور مضمحل ہونے سے روکنے کی قدرت کوئی نہیں رکھتا۔ اسی طرح کفار کے اعمال ہیں ﴿لَا یَقۡدِرُوۡنَ مِمَّا کَسَبُوۡا عَلٰی شَیۡءٍ﴾ ''جو وہ کام کرتے رہے ان پر وہ کچھ دسترس نہ رکھیں گے۔'' یعنی وہ اپنے اعمال میں سے ذرہ بھر عمل کے اجر کے حصول پر بھی قادر نہ ہوں گے کیونکہ یہ عمل کفر اور تکذیب پر مبنی ہے ﴿ذٰلِکَ ہُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِیۡدُ﴾ ''یہی ہے دور کی گمراہی'' کیونکہ ان کی کوشش رائیگاں گئی اور ان کا عمل باطل ہو گیا۔ یا ان اعمال سے مراد کفار کے وہ اعمال ہیں جن کے ذریعے سے وہ حق کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے، وہ حق میں جرح اور قدح کیا کرتے تھے۔ ان کے مکر و فریب کا وبال انہی کی طرف لوٹ آئے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کے لشکر اور حق کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ وَ یَاۡتِ بِخَلۡقٍ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بیشک اللہ نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے؟ اگر وہ چاہے تو لے جائے تمہیں اور لے آئے مخلوق

جَدِیۡدٍ ﴿ۙ۱۹﴾ وَّ مَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیۡزٍ ﴿۲۰﴾ وَ بَرَزُوۡا لِلّٰہِ جَمِیۡعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا

نئی ○ اور نہیں ہے یہ (کام) اوپر اللہ کے کچھ بھی مشکل ○ اور وہ سامنے (کھڑے) ہوں گے اللہ کے سب، تو کہیں گے کمزور لوگ

لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡۤا اِنَّا کُنَّا لَکُمۡ تَبَعًا فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّغۡنُوۡنَ عَنَّا مِنۡ

ان لوگوں سے جو تکبر کرتے تھے (دنیا میں)، بے شک ہم تو تھے تمہارے تابع، پس کیا تم دور کر سکنے والے ہو ہم سے

عَذَابِ اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ قَالُوۡا لَوۡ ہَدٰىنَا اللّٰہُ لَہَدَیۡنٰکُمۡ ؕ سَوَآءٌ عَلَیۡنَاۤ

اللہ کا عذاب کچھ؟ وہ کہیں گے، اگر ہدایت دیتا ہمیں اللہ تو البتہ ہم بھی ہدایت کرتے تمہیں، برابر ہے ہم پر

اَجَزِعۡنَاۤ اَمۡ صَبَرۡنَا مَا لَنَا مِنۡ مَّحِیۡصٍ ﴿٪۲۱﴾

آیا جزع فزع کریں ہم یا صبر کریں ہم، نہیں ہے واسطے ہمارے کوئی بھاگنے کی جگہ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ﴾ ''بے شک اللہ نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ'' یعنی تاکہ مخلوق اس کی عبادت کرے اور اس کی معرفت حاصل کرے، اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے اوامر و نواہی جاری کرے اور مخلوق ان آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی صفات کمال پر استدلال کرے اور ان کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہستی جس نے اتنے بڑے اور وسیع آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ تمام مخلوق کو نئے سرے سے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے تاکہ ان کی نیکی اور بدی پر ان کو جزا و سزا دے اور اس کی قدرت و مشیت ایسا کرنے سے قاصر نہیں ہے۔ بنابریں

فرمایا: ﴿اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ﴾ ''اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے'' اس آیت کریمہ میں اس معنیٰ کا احتمال بھی ہے کہ اللہ تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے جو تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والی ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کر دے اور پھر تمہیں دوبارہ زندہ کر کے ایک نئی تخلیق عطا کرے۔ اس احتمال کے مطابق اس آیت سے قیامت کے احوال کا اثبات ہوتا ہے جن کا ذکر مابعد سطور میں آرہا ہے۔ ﴿وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ﴾ ''اور یہ اللہ کو کچھ بھی مشکل نہیں۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل نہیں، بلکہ بہت آسان ہے ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ (لقمان: ۲۸/۳۱) ''تمہیں پیدا کرنا اور پھر دوبارہ جلا اٹھانا ایک شخص کو پیدا کرنے اور اس کو جلا اٹھانے کی مانند ہے۔'' ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ﴾ (الروم: ۲۷/۳۰) ''وہی تو ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہ اس کا اعادہ کرے گا اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے زیادہ آسان ہے۔''

﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا﴾ ''اور سب لوگ اللہ کے حضور کھڑے ہوں گے۔'' یعنی قیامت کے روز جب صور پھونکا جائے گا تو تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگی، سب اپنی اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی خدمت میں جائیں گے۔ وہ ایک ہموار زمین میں کھڑے ہوں گے جس میں تو کوئی نشیب و فراز نہ دیکھے گا۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے اور اس سے ان کی کوئی بات پوشیدہ نہ رہے گی۔ پس جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہوں گے تو آپس میں جھگڑا کریں گے، ہر شخص اپنے آپ کی مدافعت کرے گا۔ مگر وہ ایسا نہیں کر سکیں گے ﴿فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا﴾ ''پس کمزور کہیں گے'' یعنی پیروی کرنے والے اور مقلدین ﴿لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا﴾ ''بڑائی والوں کو'' یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں پیروی کی جاتی تھی جو گمراہی کے میدان میں قیادت کرتے تھے ﴿اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا﴾ ''ہم تو تمہارے پیرو تھے۔'' یعنی دنیا میں ہم تمہاری پیروی کرتے تھے، تم ہمیں گمراہی کا حکم دیا کرتے تھے اور گمراہی کو ہمارے سامنے آراستہ کیا کرتے تھے، پس تم نے ہمیں بدراہ کر دیا ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ﴾ ''کیا پس تم ہم کو بچاؤ گے اللہ کے کسی عذاب سے کچھ'' یعنی خواہ یہ عذاب سے بچانا ذرہ بھر ہی کیوں نہ ہو ﴿قَالُوْا﴾ یعنی قائدین اور سردار کہیں گے جیسے ہم گمراہ تھے ویسے ہی ہم نے تمہیں گمراہ کر دیا۔ اور ﴿لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ﴾ ''اگر اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں ہدایت کر دیتے'' پس کوئی کسی کے کام نہ آئے گا ﴿سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ﴾ ''اب برابر ہے ہمارے حق میں ہم بے قراری کریں'' عذاب کی وجہ سے۔ ﴿اَمْ صَبَرْنَا﴾ ''یا صبر کریں'' اس عذاب پر ﴿مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ﴾ ''ہمارے لئے کوئی خلاصی نہیں۔'' یعنی کوئی پناہ گاہ نہیں جہاں ہم پناہ لے سکیں اور کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں ہم اللہ کے عذاب سے بھاگ کر جا سکیں۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ

اور کہے گا شیطان، جب فیصلہ کر دیا جائے گا تمام معاملات کا' بیشک اللہ نے وعدہ کیا تھا تم سے وعدہ سچا، اور میں نے وعدہ کیا تھا تم سے

فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ

پس خلاف ورزی کی میں نے تم سے' اور نہیں تھا واسطے میرے تم پر کوئی غلبہ سوائے اسکے کہ میں نے بلایا تمہیں اور تم نے مان لی میری بات،

فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ

سو نہ ملامت کرو تم مجھے اور ملامت کرو تم اپنے آپکو' نہیں ہوں میں تمہاری فریاد رسی کرنیوالا، اور نہ تم ہی میری فریاد رسی کرنیوالے ہو، بلاشبہ میں تو

كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ

انکار کرتا ہوں اسکا جو تم شریک ٹھہراتے تھے مجھے (اللہ کا) پہلے اس سے، بیشک ظالم لوگ' ان کیلئے عذاب ہے، بہت دردناک ○ اور داخل کیے جائیں گے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے نیک، ایسے باغات میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں'

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

ساتھ حکم اپنے رب کے' ان کی (ملاقات کی) دعاء ہوگی ان میں سلام ○

﴿ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ ﴾ شیطان' جو دنیا میں واقع ہونے والی ہر برائی کا سبب ہے' جہنمیوں سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے ان سے مخاطب ہو کر کہے گا: ﴿ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ ﴾ ''جب فیصلہ ہو چکے گا سب امور کا'' اور جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جہنمی جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ ﴾ ''جو وعدہ اللہ نے کیا تھا وہ تو سچ تھا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی زبان پر تمہارے ساتھ سچا وعدہ کیا تھا مگر تم نے اس کی اطاعت نہ کی' اگر تم نے اس کی اطاعت کی ہوتی تو تم فوز عظیم سے بہرہ ور ہوتے ﴿ وَوَعَدْتُّكُمْ ﴾ ''اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا'' بھلائی کا ﴿ فَاَخْلَفْتُكُمْ ﴾ ''پس میں نے تم سے وعدہ خلافی کی'' یعنی میں نے تمہیں جو جھوٹی آرزوئیں اور امیدیں دلائی تھیں وہ حاصل نہیں ہوئیں اور نہ کبھی حاصل ہوں گی۔ ﴿ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ﴾ ''اور میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا'' میرے پاس کوئی دلیل اور اپنے قول کی کوئی تائید نہ تھی ﴿ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ﴾ ''مگر یہ کہ میں نے تمہیں بلایا اور تم نے میری بات مان لی'' یعنی میرے پاس زیادہ سے زیادہ جو اختیار تھا وہ یہ تھا کہ میں نے تمہیں اپنے مقصد کی طرف بلایا اور تمہارے سامنے اسے خوب آراستہ کیا' تم نے اپنی خواہشات نفس اور شہوات کی پیروی کرتے ہوئے میری دعوت پر لبیک کہا۔

جب صورت حال یہ ہے ﴿ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾ ''تو تم مجھے ملامت نہ کرو' اپنے آپ کو ملامت کرو'' پس موجب عذاب میں تم ہی پر دار و مدار ہے اور تم ہی اس عذاب کا سبب ہو۔ ﴿ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ ﴾

''میں تمہاری فریاد کو نہیں پہنچ سکتا'' یعنی جس شدت عذاب میں تم مبتلا ہو میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ ﴿وَمَآ اَنۡتُمۡ بِمُصۡرِخِیَّ﴾ ''اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو'' ہر ایک کے لئے اپنے اپنے حصے کا عذاب ہے ﴿اِنِّیۡ کَفَرۡتُ بِمَاۤ اَشۡرَکۡتُمُوۡنِ مِنۡ قَبۡلُ﴾ ''میں منکر ہوں جو تم نے مجھے شریک بنایا تھا اس سے پہلے'' یعنی تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تھا' میں اللہ تعالیٰ کا شریک نہ تھا اور تم پر میری اطاعت واجب نہ تھی پس میں تم سے بریٔ الذمہ ہوں ﴿اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ بے شک شیطان کی اطاعت کر کے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ﴿لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾ ''ان کے لئے دردناک عذاب ہے'' وہ اس عذاب میں ابدالآباد تک رہیں گے۔ اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم ہے کہ اس نے انہیں شیطان کی اطاعت سے ڈرایا ہے' اس نے شیطان کے مقاصد اور ان راستوں کی نشاندہی کر دی ہے جہاں سے وہ داخل ہو کر انسان کو گمراہ کرتا ہے' اس کا مقصد صرف انسان کو جہنم کی آگ میں جھونکنا ہے۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر واضح کر دیا ہے کہ جب شیطان اپنے لشکر سمیت جہنم میں داخل ہو گا تو وہ اپنے متبعین سے بریٔ الذمہ ہو جائے گا اور ان کے شرک سے صاف انکار کر دے گا۔ ﴿وَلَا یُنَبِّئُکَ مِثۡلُ خَبِیۡرٍ﴾ (فاطر: ١٤/٣٥) ''اور اللہ باخبر کی مانند تمہیں کوئی خبر نہیں دے سکتا۔''

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطان کے پاس کوئی اختیار نہیں اور ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿اِنَّمَا سُلۡطٰنُہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ یَتَوَلَّوۡنَہٗ وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ بِہٖ مُشۡرِکُوۡنَ﴾ (النحل: ١٠٠/١٦) ''شیطان کا زور تو صرف انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اسے اپنا والی اور سرپرست بناتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔'' پس وہ ''زور'' اور ''تسلط'' جس کی اللہ تعالیٰ نے نفی کی ہے اس سے مراد حجت اور دلیل ہے' شیطان جس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے' اس پر درحقیقت اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرتا ہے کہ ان کو شبہات میں مبتلا کرے' گناہوں کو ان کے سامنے مزین اور آراستہ کرے' جن سے متاثر ہو کر وہ گناہوں کے ارتکاب کی جسارت کریں۔ رہا وہ ''زور'' جس کا اللہ تعالیٰ نے اثبات کیا ہے تو اس سے مراد وہ تسلط ہے جس کے بل پر وہ اپنے دوستوں کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے اور ان کو نافرمانیوں پر ابھارتا ہے۔ بندے شیطان سے موالات پیدا کر کے اور اس کے گروہ میں شامل ہو کر اس کو اپنے آپ پر مسلط کر لیتے ہیں۔ اس لئے شیطان کا ان لوگوں پر کوئی زور نہیں چلتا جو ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو دیئے جانے والے عذاب کا ذکر کرنے کے بعد اطاعت کرنے والوں کے لئے ثواب کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَاُدۡخِلَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور داخل کئے گئے وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے قول و فعل اور اعتقاد کے ساتھ دین کو قائم کیا ﴿جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ﴾ ''ایسے باغات میں' جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' ان جنتوں میں ایسی لذات و شہوات

ہوں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کے تصور کا گزر ہوا ہے۔
﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ﴾ ''وہ ان میں اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ رہیں گے'' یعنی وہ اپنی قوت واختیار سے جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قوت واختیار سے جنت میں داخل ہوں گے ﴿تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ﴾ ''ان کی دعائے ملاقات ہے ان میں سلام'' وہ سلام اور اچھے کلمات کے ساتھ ایک دوسرے کا خیر مقدم کریں گے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ کس طرح بیان فرمائی ہے اللہ نے مثال کلمہ طیبہ کی؟ (کہ وہ ہے) مانند درخت پاکیزہ (کھجور) کے کہ جڑ اس کی مضبوط ہے

وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ

اور شاخیں اس کی آسمان میں ہیں ○ لاتا ہے وہ (درخت) پھل اپنا ہر وقت ساتھ حکم اپنے رب کے اور بیان فرماتا ہے اللہ

الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ

مثالیں لوگوں کے لئے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اور مثال کلمۂ خبیثہ (کفر و شرک) کی ہے مانند درخت

خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾

ناپاک کے، وہ اکھیڑ دیا جاتا ہے اوپر سے زمین کے، نہیں ہے اس کے لئے کوئی قرار ○

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا' کیسے بیان کی اللہ نے ایک مثال' ستھری بات'' یہاں کلمہ طیبہ (ستھری بات) سے مراد ہے اس امر کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی فروعات (ایسے ہے) ﴿كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ﴾ ''جیسے ایک ستھرا درخت ہے'' اور اس سے مراد کھجور کا درخت ہے ﴿اَصْلُهَا ثَابِتٌ﴾ ''اس کی جڑ مضبوط ہے'' یعنی زمین میں مضبوطی سے گڑی ہوئی ہے ﴿وَّفَرْعُهَا﴾ ''اور اس کی شاخیں'' یعنی اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ﴿فِي السَّمَآءِ﴾ ''آسمان میں'' اور یہ درخت دائمی طور پر کثیر الفوائد ہے۔ ﴿تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا﴾ ''وہ پھل لاتا ہے'' ﴿كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا﴾ ''ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے'' یہی حال شجر ایمان کا ہے' اس کی جڑیں علم واعتقاد کے اعتبار سے بندۂ مومن کے قلب کی گہرائیوں میں نہایت مضبوطی سے جمی ہوئی ہیں' اس کی شاخیں یعنی کلمات طیبات' عمل صالح' اخلاق جمیلہ' آداب حسنہ ہمیشہ آسمان کی طرف بلند رہتی ہیں۔ بندۂ مومن کی طرف سے ایسے اعمال واقوال بلند ہوتے ہیں' جو شجر ایمان سے نکلتے ہیں' جن سے بندۂ مومن اور دیگر لوگ منتفع ہوتے ہیں۔ ﴿وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور اللہ لوگوں کے واسطے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں'' ان سے جن کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے اور ان سے جن سے ان کو روکا ہے' کیونکہ ضرب الامثال میں' معانی معقولہ کو امثال محسوسہ کے

ذریعے سے قریب لایا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے معنیٰ مراد کی غایت حد تک تبیین اور توضیح ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا حسن تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے پوری، کامل اور بے پایاں حمد وثنا ہے۔ پس یہ بندۂ مومن کے قلب میں کلمۂ توحید کا وصف اور اس کے ثبات کا بیان ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے کلمۂ توحید کی ضد کلمۂ کفر اور اس کی شاخوں کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ﴾ ''اور گندی بات کی مثال' جیسے گندا درخت ہے'' جو کھانے اور ذائقے میں بدترین درخت ہے اور اس سے مراد اندرائن وغیرہ کا پودا ہے ﴿اجْتُثَّتْ﴾ یعنی اس پودے کو اکھاڑ لیا گیا ﴿مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾ ''زمین کے اوپر سے' اس کو کوئی ٹھہراؤ نہیں'' یعنی اس پودے کو ثبات حاصل نہیں اس پودے کی رگیں نہیں ہیں جو اس کو سہارا دے کر کھڑا کر سکیں اور نہ یہ کوئی اچھا پھل لاتا ہے بلکہ اس میں پھل پایا بھی جاتا ہے تو انتہائی بدذائقہ۔

اسی طرح کفر اور گناہ کی بات قلب میں کوئی فائدہ مند مضبوطی اور ثبات پیدا نہیں کرتی' اس کا ثمرہ بھی قول خبیث اور عمل خبیث کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جو اس کو تکلیف دیتا ہے۔ اس بندے کی طرف سے کوئی عمل صالح اللہ تعالیٰ کی طرف بلند نہیں ہوتا۔ اس قول وعمل سے وہ خود منتفع ہوتا ہے نہ کوئی اور۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ

ثابت قدم رکھتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، ساتھ قول ثابت (کلمۂ توحید) کے زندگانی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی،

وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙۛ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾ ع

اور گمراہ کرتا ہے اللہ ظالموں کو، اور کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے جو کامل طور پر قلبی ایمان کو قائم کرتے ہیں۔ جو اعمال جوارح کو مستلزم ہے یہ اعمال اس ایمان کا ثمرہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیا کے اندر شبہات کے وارد ہونے کے وقت ہدایت اور یقین کے ذریعے سے ثبات اور استقامت عطا کرتا ہے اور جب شہوات پیش آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں قطعی اور پختہ ارادہ عطا کرتا ہے تب وہ خواہش نفس اور اس کی مراد پر اس امر کو مقدم رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ آخرت میں' موت کے وقت دین اسلام اور خاتمہ بالخیر پر ثابت قدمی عطا کرتا ہے اور قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے وقت صحیح جواب کی توفیق عطا کر کے ثبات اور مضبوطی سے نوازتا ہے۔ جب میت سے پوچھا جاتا ہے ''تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ صحیح جواب کی طرف اس کی راہ نمائی کرتا ہے اور مومن جواب دیتا ہے ''میرا رب اللہ ہے' میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد (ﷺ) ہیں۔'' ﴿وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔'' یعنی دنیا و آخرت

میں راہ صواب سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔

یہ آیت کریمہ‘ قبر کے امتحان‘ قبر کے عذاب اور اس کی نعمت اور آرام پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ قبر کے امتحان‘ اس کی صفت و کیفیت‘ قبر کے عذاب اور اس کے آرام کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے نہایت تواتر کے ساتھ نصوص وارد ہوئی ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ

کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جنہوں نے بدل ڈالا اللہ کی نعمت (ایمان) کو کفر سے، اور جا اتارا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں ○ (یعنی) جہنم میں،

يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَن سَبِيلِهِ ۗ

وہ داخل ہوں گے اس میں، اور بہت ہی برا ہے وہ ٹھکانا ○ اور بنائے انہوں نے واسطے اللہ کے شریک، تاکہ وہ گمراہ کریں (لوگوں کو) اسکے راستے سے،

قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾

کہہ دیجیے، تم فائدہ اٹھاؤ (دنیا میں) پھر بلاشبہ واپسی تمہاری ہے طرف آگ کی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ‘ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے کفار قریش کا اور ان کے معاملات کا مآل بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا﴾ ”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا“ یہاں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت ہے۔ آپ انہیں دنیا و آخرت میں نیکیوں کے ادراک کی طرف دعوت دیتے تھے‘ مگر انہوں نے اس نعمت کو ٹھکرا کر‘ اس کا انکار کر کے اور اپنے آپ کو اس نعمت کو قبول کرنے سے باز رکھ کر اس نعمت کو بدل ڈالا۔ ﴿وَ﴾ اور دوسروں کو اس نعمت کو قبول کرنے سے روکا حتیٰ کہ ﴿أَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾ ”اتارا انہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں“ اس سے مراد جہنم ہے‘ کیونکہ وہ ان کی گمراہی کا سبب بنے اور اپنی قوم کے لئے وبال بن گئے جبکہ ان سے نفع کی امید تھی۔ منجملہ اس کے یہ بھی ہے کہ غزوہ بدر کے لئے ان کو نکلنے پر آمادہ کرنے کے لئے جنگ پر نکلنے کے بڑے فوائد بیان کئے۔ تاکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کریں۔ پس ان کے ساتھ عبرت ناک سلوک ہوا اور جنگ بدر میں ان کے بہت سے بڑے بڑے سردار اور بہادر مارے گئے۔

﴿جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا﴾ ”جہنم‘ داخل ہوں گے وہ اس میں“ یعنی جہنم کی حرارت انہیں ہر جانب سے گھیر لے گی ﴿وَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾ ”اور (جہنم) بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔“

﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا﴾ ”اور ٹھہرائے انہوں نے اللہ کے لئے مقابل“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہمسر اور شریک ﴿لِّيُضِلُّوا عَن سَبِيلِهِ﴾ ”تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کریں۔“ یعنی‘ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہمسر بنا کر اور ان کی عبادت کی طرف دعوت دے کر بندوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا سکیں ﴿قُلْ﴾ ان کو وعید سناتے ہوئے کہہ

دیجیے ﴿ تَمَتَّعُوْا ﴾ اپنے کفر اور گمراہی سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لو۔ پس یہ تمہیں کوئی فائدہ نہ دیں گے ﴿ فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴾ ”اس لیے کہ تمہارا ٹھکانا جہنم ہے“ اور یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

کہہ دیجیے میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے، کہ وہ قائم کریں نماز اور خرچ کریں اس میں سے جو رزق دیا ہم نے انہیں پوشیدہ

وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿٣١﴾

اور ظاہر، پہلے اس سے کہ آئے وہ دن کہ نہ خرید و فروخت ہوگی اس میں اور نہ دوستی (ہی کام آئے گی)۞

﴿ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ”میرے مومن بندوں سے کہہ دو۔“ یعنی انہیں ان امور کا حکم دیجیے جن میں ان کی اصلاح ہے اور انہیں یہ بھی حکم دیا کہ اس سے قبل کہ ان کی اصلاح ممکن نہ ہو وہ فرصت کو غنیمت جانیں۔ ﴿ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ وہ ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ نماز قائم کریں ﴿ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ ﴾ ”اور ہم نے جو انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کریں۔“ یعنی ہم نے انہیں کم یا زیادہ جو بھی نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سے خرچ کریں ﴿ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ﴾ ”چھپے اور ظاہر“ یہ حکم نفقات واجبہ مثلاً زکوٰۃ اور نفقات کفالت اور نفقات مستحبہ مثلاً عام صدقات وغیرہ کو شامل ہے۔ ﴿ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴾ ”پہلے اس کے کہ وہ دن آ جائے، جس میں نہ کوئی سودا ہوگا نہ دوستی“ یعنی اس دن کوئی چیز فائدہ نہ دے گی اور جو چیز فوت ہو گئی ہو گی تو کسی خرید و فروخت کے معاوضے، کسی ہبہ اور کسی دوست یار کے ذریعے سے اس کا تدارک ممکن نہیں ہوگا۔ پس ہر شخص کا اپنا اپنا معاملہ ہوگا جو اس کو دوسروں سے بے نیاز کر دے گا۔ اس لیے ہر شخص کو اپنے لئے کچھ بھیجنا چاہیے، اور خوب اچھی طرح غور کر لے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہا ہے؟ وہ اپنے اعمال پر نظر ڈالے اور بڑے حساب کتاب سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کر لے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ

اللہ ہی ہے وہ ذات جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین، اور نازل کیا آسمان سے پانی، پھر اس نے نکالے (پیدا کیے) اس (پانی) کے ذریعے سے

الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

پھل روزی تمہارے لئے، اور تابع کر دیا واسطے تمہارے کشتیوں کو تاکہ چلیں وہ سمندر میں اس (اللہ) کے حکم سے، اور تابع کر دیا تمہارے لئے

الْاَنْهٰرَ ﴿٣٢﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿٣٣﴾ ۚ

نہروں کو۞ اور تابع کر دیا واسطے تمہارے سورج اور چاند کو درانحالیکہ وہ دونوں برابر چل رہے ہیں، اور مطیع کر دیا واسطے تمہارے رات اور دن کو۞

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ

اور اس نے دی تمہیں ہر وہ چیز کہ سوال کیا تم نے اس کا، اور اگر تم شمار کرو نعمتیں اللہ کی تو نہ گن سکو گے تم انہیں،

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾

بے شک انسان البتہ بڑا ظالم نہایت ناشکرا ہے O

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اکیلا ہی ہے ﴿ اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ ''جس نے آسمانوں اور زمین کو (ان کی وسعتوں کے ساتھ) پیدا کیا'' ﴿ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ﴾ ''اور اتارا آسمان سے پانی'' اس سے مراد وہ بارش ہے جسے اللہ تعالیٰ بادلوں سے برساتا ہے ﴿ فَاَخْرَجَ بِهٖ ﴾ ''پس اس کے ذریعے سے نکالے۔'' یعنی اس پانی کے ذریعے سے ﴿ مِنَ الثَّمَرٰتِ ﴾ مختلف انواع کے پھل ﴿ رِزْقًا لَّكُمْ ﴾ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیے رزق ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ ﴾ ''اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے کشتیوں کو'' یعنی جہاز اور کشتیاں ﴿ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ﴾ ''کہ چلیں وہ سمندر میں اس کے حکم سے'' وہی ہے جس نے جہازوں اور کشتیوں کی صنعت کو تمہارے لئے آسان بنا کر تمہیں ان پر قدرت عطا کی۔ پانی کی موجوں پر ان کی حفاظت کی۔ تاکہ تمہیں اور تمہارے تجارتی مال واسباب کو اس شہر تک اٹھا لے جائے جہاں کا تم قصد رکھتے ہو۔

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴾ ''اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے نہروں کو'' تاکہ تم اپنے کھیتوں اور باغات کو سیراب کرو اور خود بھی ان کا پانی پیو۔ ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَیْنِ ﴾ ''اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے سورج اور چاند کو ایک دستور پر برابر'' ان کی رفتار میں نرمی آتی ہے نہ وہ سست پڑتے ہیں بلکہ تمہارے مصالح یعنی زمان واوقات کے حساب' تمہارے ابدان' تمہارے مویشی وحیوانات' کھیتوں اور باغات کے فائدے کے لئے رواں دواں رہتے ہیں۔ ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ ﴾ ''اور کام میں لگا یا دیا تمہارے لئے رات کو'' تاکہ تم آرام کرسکو۔ ﴿ وَالنَّهَارَ ﴾ ''اور دن کو'' تمہارے دیکھنے کے لئے تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو۔ ﴿ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ﴾ ''اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگا'' یعنی اس نے تمہیں ہر وہ چیز عطا کی جس کے ساتھ تمہاری آرزوئیں اور ضرورتیں وابستہ ہیں جو تم اپنی زبانِ حال یا زبان قال کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہو۔ مثلاً مال مویشی' مختلف اقسام کے آلات وصناعات وغیرہ۔ ﴿ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ﴾ ''اور اگر اللہ کے احسان گننے لگو تو تم شمار نہ کرسکو'' یعنی تمہارا ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا تو کجا' تم ان کو شمار بھی نہیں کر سکتے ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴾ ''یقیناً انسان نہایت نادان' بہت بے شکرا ہے'' یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے' کیونکہ وہ نہایت ظالم' معاصی کے ارتکاب کی جسارت کرنے والا' اپنے رب کے حقوق کے بارے میں کوتاہی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف اور اس کا شکر وہی ادا کرسکتا ہے' جس کی اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرے۔ تب وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے' اپنے رب کے حق کو پہچانتا ہے اور اسے قائم کرتا ہے۔

پس ان آیات کریمہ میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بہت سی اصناف مجمل اور مفصل طور پر بیان ہوئی ہیں...... اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کا ذکر اور اس کا شکر ادا کریں اور وہ ان کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ دن رات اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے اور اس سے دعا مانگتے رہیں جیسے ہر وقت بتکرار ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا فیضان رہتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ

اور (یاد کرو!) جب کہا ابراہیم نے، اے میرے رب! تو بنا دے اس شہر (مکہ) کو امن والا اور دور رکھ مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم عبادت کریں

الْاَصْنَامَ ۝۳۵ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ

بتوں کی ۝ اے میرے رب! بلاشبہ انہوں نے گمراہ کیے ہیں، بہت سے لوگ، پس جس شخص نے پیروی کی میری تو بیشک وہ میرا ہے

وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۶ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ

اور جس نے نافرمانی کی میری، سو تو بڑا بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ۝ اے ہمارے رب! بیشک میں نے بسائی ہے اپنی کچھ اولاد ایک ایسی وادی میں جو نہیں ہے

ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ

کھیتی والی، نزدیک تیرے حرمت والے گھر (کعبے) کے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ قائم کریں نماز پس کر دے تو دل کچھ

النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝۳۷ رَبَّنَآ اِنَّكَ

لوگوں کے کہ مائل ہوں ان کی طرف، اور تو رزق دے انہیں پھلوں سے تاکہ وہ (تیرا) شکر کریں ۝ اے رب ہمارے! بے شک تو

تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا

جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں، اور نہیں چھپتی اوپر اللہ کے کوئی بھی چیز زمین میں اور نہ

فِي السَّمَاۗءِ ۝۳۸ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ

آسمان میں ۝ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، وہ جس نے عطا کیے مجھے باوجود بڑھاپے کے اسماعیل اور اسحٰق، بے شک

رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝۳۹ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا

میرا رب البتہ خوب سننے والا ہے دعا کا ۝ اے میرے رب! بنا دے مجھے قائم رکھنے والا نماز کو اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب!

وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ۝۴۰ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝۴۱ ع ۱۸

اور تو قبول فرما میری دعا ۝ اے ہمارے رب! تو بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور (سب) مومنوں کو جس دن قائم ہو گا حساب ۝

﴿وَ﴾ ''اور'' یعنی اس حالت جمیلہ میں ابراہیم علیہ السلام کو یاد کیجیے ﴿اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ﴾ ''جب ابراہیم نے کہا، اے رب! بنا دے اس شہر کو'' یعنی حرم مبارک کو ﴿اٰمِنًا﴾ ''امن والا'' پس اللہ تعالیٰ نے شرعاً اور قدراً آپ کی دعا قبول فرمائی اور اس کی حرمت کے اسباب میسر فرمائے جو کہ ہمیں معلوم ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی

ظالم حرم میں برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا قلع قمع کر دیتا ہے جیسے اصحاب فیل کے ساتھ کیا تھا......
ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لئے' اپنے بیٹوں کے لئے اور اس ارض محترم کے لئے امن کی دعا کی۔ چنانچہ فرمایا:
﴿ وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴾ ''اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے دور رکھ'' یعنی ان کے قریب جانے سے بچا۔ پھر آپ نے اپنے اور اپنی اولاد کے بارے میں ان خدشات کا ذکر فرمایا جو انہیں اکثر لوگوں کے ان بتوں کی عبادت کے فتنے میں مبتلا ہونے کی وجہ سے لاحق ہوئے' اس لئے انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:
﴿ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ﴾ ''اے پروردگار! انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔'' یعنی ان کے سبب سے بہت سے لوگ گمراہ ہوئے۔ ﴿ فَمَنْ تَبِعَنِي ﴾ ''پس جس نے میری اتباع کی'' یعنی توحید الٰہی اور اخلاص للہ میں جس نے میری پیروی کی۔ ﴿ فَإِنَّهُ مِنِّي ﴾ ''تو وہ میرا ہے۔'' یعنی کامل موافقت کی وجہ سے وہ مجھ سے ہے' جو کوئی جس قوم سے محبت کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے' وہ اسی قوم سے ملحق شمار ہوتا ہے۔
﴿ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ ''اور جس نے میری نافرمانی کی' تو تو بہت بخشنے والا مہربان ہے'' یہ حضرت خلیل علیہ السلام کی شفقت ہے کہ انہوں نے گناہ گاروں کے لئے بخشش اور رحمت کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ صرف اسے عذاب دے گا جو سرکشی اختیار کرتا ہے۔
﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ﴾ ''اے رب! میں نے بسایا ہے اپنی ایک اولاد کو' ایسے میدان میں جہاں کھیتی نہیں' تیرے محترم گھر کے پاس'' یعنی آنجناب ﷺ نے حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو شام سے لا کر مکہ مکرمہ کی سرزمین میں بسایا تھا' اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام دودھ پیتے تھے۔ اس وقت یہ وادی بالکل سنسان تھی اور اس میں کوئی آبادی نہ تھی۔ جب آپ نے ماں بیٹے کو اس وادی میں آباد کر دیا تو اس وقت یہ دعا مانگی: ﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي ﴾ یعنی میں نے اپنی تمام اولاد کو نہیں بلکہ اپنی کچھ اولاد کو یہاں لا بسایا ہے۔ کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام شام میں تھے اسی طرح ان کے دیگر بیٹے بھی شام میں آباد تھے۔ وادی مکہ میں انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کو آباد کیا۔
﴿ بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ ﴾ ''ایسی وادی میں جہاں کھیتی نہیں'' کیونکہ ارض مکہ بے آب و گیاہ تھی ﴿ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ ﴾ ''اے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں'' یعنی ان کو موحد اور نماز قائم کرنے والے بنا کیونکہ نماز سب سے زیادہ خصوصیت کی حامل اور سب سے افضل عبادت ہے اور جس نے نماز کو قائم کر لیا' وہ دین کو قائم کرنے والا ہو گیا۔ ﴿ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ ﴾ ''پس کر دے کچھ لوگوں کے دل کہ مائل ہوں ان کی طرف'' یعنی لوگ ان سے محبت کریں اور اس جگہ سے محبت کریں جہاں یہ آباد ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا

ہوئے، آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو دین اسلام اور ملت ابراہیم کی طرف دعوت دی انہوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور نماز قائم کرنے والے بن گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی زیارت کو فرض قرار دیا جس کے پاس ابراہیم علیہ السلام کی اولاد آباد تھی اور اس میں ایک ایسا بھید پنہاں رکھا جو دلوں کے لئے کشش رکھتا ہے' دل اس گھر کی زیارت کا قصد کرتے ہیں اور اس کی زیارت سے کبھی سیر نہیں ہوتے بلکہ بندۂ مومن جس قدر زیادہ اس گھر کی زیارت کرتا ہے اس کی آتش شوق اسی قدر زیادہ بھڑکتی ہے اور اس کا سر نہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف مضاف کیا ہے۔ ﴿ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴾ ''اور ان کو روزی دے پھلوں سے' شاید وہ شکر کریں'' اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت خلیل علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ہر قسم کا پھل اس ارض پاک میں پہنچنے لگا۔ آپ دیکھیں گے کہ مکہ مشرفہ میں ہر وقت ہر قسم کا پھل بافراط ملتا ہے اور رزق ہر طرف سے مکہ مکرمہ کی طرف کھنچا چلا آتا ہے۔

﴿ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ﴾ ''اے ہمارے رب! تو جانتا ہے جو ہم چھپا کر کرتے ہیں اور جو دکھا کر کرتے ہیں'' یعنی تو ہم کو ہم سے زیادہ جانتا ہے' پس ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ اپنی تدبیر اور تربیت سے ہمارے لئے ان کاموں کو آسان فرما دے جن کو ہم جانتے ہیں اور ان کو بھی جن کو ہم نہیں جانتے' جو تیرے علم اور تیری رحمت کا تقاضا ہے۔ ﴿ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴾ ''اور اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے' زمین میں اور نہ آسمان میں'' اور اس میں یہ دعا بھی شامل ہے جس میں حضرت خلیل علیہ السلام کا ارادہ بھلائی اور اللہ رب العالمین کے لئے کثرتِ شکر کے سوا کچھ نہ تھا۔ ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ﴾ ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق عطا کئے'' اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے اور بڑھاپے میں' مایوسی کی حالت میں اولاد کا عطا ہونا ایک دوسری نعمت ہے۔ پھر ان سب کا صالح انسان اور نبی ہونا جلیل ترین اور افضل ترین مرتبہ ہے۔ ﴿ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴾ ''میرا رب دعا کا سننے والا ہے'' یعنی جو کوئی اس سے دعا مانگتا ہے وہ قبولیت کے قریب ہوتی ہے۔ میں نے بھی اس کے سامنے دست دعا دراز کیا اور اس نے مجھے ناامید نہیں کیا۔ پھر خلیل علیہ السلام نے اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے ان الفاظ میں دعا مانگی ﴿ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴾ ''اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا اور میری دعا قبول فرما' اے ہمارے رب! بخش مجھ کو' میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو جس دن قائم ہو حساب''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہر دعا قبول فرمائی' سوائے ان کے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کے' جو انہوں نے اپنے باپ کے ساتھ ایک وعدے کی بنا پر مانگی تھی' اور جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن

ہے، تو آپ نے اس سے براءت کا اظہار کر دیا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ

اور نہ گمان کریں آپ اللہ کو بے خبر اس سے جو عمل کرتے ہیں ظالم، یقیناً وہ مہلت دیتا ہے اس دن تک کہ

تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ

پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اس میں آنکھیں ○ دوڑ رہے ہوں گے وہ (محشر کی طرف) اٹھائے اپنے سروں کو نہیں لوٹے گی

اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

(خود) ان کی طرف ان کی نگاہ، اور ان کے دل (عقل و شعور سے) خالی ہوں گے ○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ظالموں کے لئے سخت وعید اور مظلوموں کے لئے تسلی ہے، فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ہرگز مت خیال کریں کہ اللہ ان کاموں سے بے خبر ہے جو ظالم کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ان کو مہلت دی ہے اور ان کو نہایت فراوانی سے رزق عطا کیا اور ان کو چھوڑ دیا کہ وہ نہایت اطمینان اور امن کے ساتھ چلیں پھریں۔ پس یہ مہلت اور رزق کی فراوانی ان کے حسن حال پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ اس کے گناہوں میں اضافہ ہو جائے یہاں تک کہ جب وہ اسے پکڑ لیتا ہے تو پھر وہ چھوٹ نہیں سکتا۔ ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ (هود: ۱۱/ ۱۰۲) ''اور اسی طرح ہوتی ہے تیرے رب کی پکڑ جب وہ کسی بستی کو اس کے ظلم کے سبب سے پکڑتا ہے، بے شک اس کی پکڑ بڑی سخت اور المناک ہوتی ہے''۔ یہاں ظلم سے مراد وہ ظلم بھی ہے جو بندے اور اس کے رب کے مابین ہے اور وہ ظلم بھی ہے جو بندہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر روا رکھتا ہے۔

﴿اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾ ''ان کو تو اس دن کے لئے ڈھیل دے رکھی ہے کہ کھلی رہ جائیں گی اس میں آنکھیں'' یعنی ہول اور دہشت کی وجہ سے آنکھیں ادھر ادھر دیکھ نہیں سکیں گی، کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ ﴿مُهْطِعِيْنَ﴾ ''دوڑتے ہوں گے'' جب پکارنے والا انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور حساب دینے کے لئے پکارے گا تو وہ جلدی سے اس پکار پر لبیک کہیں گے، وہ اس سے بچ نہ سکیں گے، ان کا کوئی ٹھکانا ہو گا نہ کوئی پناہ گاہ ﴿مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ﴾ ''اوپر اٹھائے اپنے سر'' یعنی اپنے سروں کو اس طرح اٹھائے ہوئے ہوں گے کہ ان کے ہاتھ ان کی ٹھوڑیوں کے ساتھ بندھے ہوں گے جس کی وجہ سے ان کے سر اوپر کو اٹھ جائیں گے۔ ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ ''ان کی طرف ان کی آنکھیں پھر کر نہیں آئیں گی اور ان کے دل اڑ گئے ہوں گے'' ان کے دل خالی ہوں گے اور حلق تک آ جائیں گے مگر وہ ہر قسم کے غم و ہموم اور حزن و قلق سے لبریز ہوں گے۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ

اور آپ ڈرائیں لوگوں کو اس دن سے کہ آئے گا (اس دن) ان پر عذاب، پس کہیں گے وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا تھا، اے ہمارے رب! مہلت دے ہمیں

اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ

تھوڑی سی مدت تک، ہم قبول کرلیں گے تیری دعوت اور پیروی کریں گے رسولوں کی، (تو کہا جائے گا) کیا نہیں تھے تم کہ قسمیں کھاتے تھے

مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿٤٤﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

پہلے اس سے کہ نہیں ہے تمہارے لئے کوئی زوال ○ اور آباد تھے تم گھروں میں انہی لوگوں کے جنہوں نے ظلم کیا تھا اپنی جانوں پر،

وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿٤٥﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا

اور واضح ہوگیا تھا واسطے تمہارے کہ کیسا (سلوک) کیا ہم نے ساتھ ان کے؟ اور بیان کی تھیں ہم نے تمہارے لئے مثالیں ○ اور تحقیق مکر کیے تھے انہوں نے

مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾

اپنے مکر، اور اللہ کے پاس ہیں ان کے مکر، اور نہ تھے مکر ان کے کہ ٹل جاتے بوجہ ان (مکروں) کے پہاڑ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفی ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ ﴾ یعنی ان کے سامنے اس دن کے احوال کا وصف بیان کیجئے اور انہیں برے اعمال سے ڈرایئے جو اس عذاب کے موجب ہیں جو انہیں شدائد میں آ پکڑے گا۔ ﴿ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ﴾ ”تب ظالم لوگ کہیں گے“ یعنی جنہوں نے کفر، تکذیب اور دیگر معاصی کے ذریعے سے ظلم کیا وہ اپنے کرتوتوں پر نادم ہو کر واپس دنیا میں لوٹائے جانے کی درخواست کریں گے مگر یہ واپس لوٹنے کا وقت نہ ہوگا۔ ﴿ رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ﴾ ”اے ہمارے رب! مہلت دے ہم کو تھوڑی دیر تک“ یعنی ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے ہم پر ہر بات واضح ہو چکی ہے ﴿ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ ﴾ ”کہ ہم قبول کرلیں تیری دعوت کو“ اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے ﴿ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ﴾ ”اور پیروی کرلیں ہم رسولوں کی“ ان کی یہ تمام آہ وزاریاں دردناک عذاب سے گلوخلاصی کے لئے ہوں گی ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس وعدے میں بھی جھوٹے ہیں۔ ﴿ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ ﴾ (الانعام: ٢٨/٦) ”اگر انہیں واپس بھیج بھی دیا جائے تو یہ وہی کام دوبارہ کریں گے جن سے ان کو روکا گیا ہے۔“ اس لئے ان کو سخت زجر و توبیخ کی جائے گی اور کہا جائے گا ﴿ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴾ ”کیا تم پہلے قسمیں نہ کھاتے تھے کہ تم کو دنیا سے نہیں ٹلنا“ یعنی اس دنیا سے منتقل ہو کر آخرت میں نہیں جاؤ گے، یہ تو اب تم پر واضح ہوگیا کہ تم اپنی قسم میں سخت جھوٹے تھے اور جو تم دعوے کیا کرتے تھے وہ تمہارے سب دعوے بھی جھوٹ تھے۔

﴿ وَّ ﴾ تمہارے اعمال کی کوتاہی کی وجہ یہ نہ تھی کہ تمہارے پاس واضح دلائل نہ آئے تھے۔ بلکہ ﴿ سَكَنْتُمْ فِيْ

﴿ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ ﴾ ''تم ان بستیوں میں آباد تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تم پر واضح ہو گیا تھا کہ کیسا کیا ہم نے ان کے ساتھ'' ان کو مختلف انواع کی سزائیں دے کر اور جب انہوں نے واضح دلائل کی تکذیب کی تو کیسے ہم نے ان پر عذاب نازل کیا؟ ہم نے تمہارے سامنے واضح مثالیں بیان کر دی ہیں جو دل میں شک کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں رہنے دیتیں۔ پس ان آیات بینات نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ اس کے برعکس تم نے روگردانی کی اور اپنے باطل پر جمے رہے، حتیٰ کہ تم پر یہ روز بد آ گیا جس میں تمہاری جھوٹی معذرت خواہی کوئی فائدہ نہ دے گی۔

﴿ وَقَدْ مَكَرُوْا ﴾ ''اور چال چلی'' یعنی انبیاء و مرسلین کو جھٹلانے والوں نے ﴿ مَكْرَهُمْ ﴾ ''اپنی چال'' ایسی ایسی چالیں چلیں جن کا انہوں نے ارادہ کیا اور جو وہ چل سکتے تھے۔ ﴿ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ﴾ ''اور اللہ کے ہاں ہے ان کی چال'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم اور اپنی قدرت کے ذریعے سے ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ان کی چالیں لوٹ کر انہی کے خلاف گئیں۔ ﴿ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ﴾ (فاطر: ٣٥/ ٤٣) ''اور بری چالوں کا وبال انہی لوگوں پر پڑتا ہے جو چالیں چلتے ہیں۔'' ﴿ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴾ ''اگرچہ ان کی چال ایسی تھی کہ ٹل جائیں اس سے پہاڑ'' یعنی انبیاء و رسل اور وحی کو جھٹلانے والوں کی چالیں اور سازشیں اتنی بڑی ہیں کہ ان کے سبب سے بڑے بڑے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔ یعنی ﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴾ (نوح: ٧١/ ٢٢) ''انہوں نے بڑی بڑی چالیں چلیں۔'' ان کی سازشیں اتنی بڑی تھیں کہ ان کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی سازشیں انہی پر الٹ دیں۔

اس آیت کریمہ کی وعید میں ہر وہ شخص شامل ہے جو باطل کی نصرت اور حق کے ابطال کے لئے انبیاء و رسل کے خلاف سازشیں کرتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان کی چالیں ان کے کسی کام نہ آئیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان پہنچا سکے، بلکہ انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ
پس نہ گمان کریں آپ اللہ کو خلاف کرنیوالا اپنے وعدے کا، اپنے رسولوں سے، بیشک اللہ غالب ہے، انتقام لینے والا ○ جس دن

تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾
کہ بدل دی جائیگی یہ زمین اور زمین سے اور آسمان بھی، اور سامنے ہوں گے وہ لوگ اللہ کے، (جو) ایک ہے بڑا زبردست ○

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ
اور آپ دیکھیں گے مجرموں کو اس دن جکڑے ہوئے ہوں گے وہ زنجیروں میں ○ قمیصیں ان کی ہوں گی گندھک کی

وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ
اور ڈھانکتی ہوگی ان کے چہروں کو آگ ○ تاکہ بدلہ دے اللہ ہر نفس کو اس عمل کا جو اس نے کمایا، بے شک

اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٥١﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا
اللہ بہت ہی جلد حساب لینے والا ہے ○ یہ (قرآن) پیام ہے لوگوں کیلئے، اور تا کہ وہ (لوگ) ڈرائے جائیں اسکے ذریعے سے، اور تا کہ وہ جان لیں
اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٥٢﴾
کہ صرف وہی (اللہ) معبود ہے ایک، اور تا کہ نصیحت حاصل کریں عقل والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ﴾ ''پس خیال مت کریں کہ اللہ خلاف کرے گا اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان کے پیروکاروں کی نجات اور ان کی سعادت، رسولوں کے دشمنوں کی ہلاکت، دنیا میں ان کو بے یارومددگار چھوڑنے اور آخرت میں ان کو سزا دینے کا جو وعدہ کر رکھا ہے اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ پس اس وعدے کا پورا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ صادق القول ہستی کا وعدہ ہے جو اس نے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ سچے لوگوں، یعنی اپنے رسولوں کی زبان پر کیا ہے اور یہ مرتبے کے اعتبار سے بلند ترین خبر ہے...... خاص طور پر اس بنا پر بھی کہ یہ حکمت الٰہی، سنت ربانی اور عقل انسانی کے مطابق ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ﴾ ''بے شک اللہ'' اور اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز بے بس نہیں کر سکتی، اس لیے کہ وہ ﴿عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ ''زبردست، بدلہ لینے والا ہے۔'' جب وہ کسی سے انتقام لینے کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اس سے بچ سکتا ہے نہ اسے عاجز کر سکتا ہے اور یہ قیامت کے روز ہو گا۔ ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ﴾ ''جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی۔'' یعنی جس روز زمین اور آسمان کو بدل کر کچھ اور ہی بنا دیا جائے گا' یہ تبدیلی ذات کی تبدیلی نہیں بلکہ صفات کی تبدیلی ہو گی کیوں کہ قیامت کے روز زمین کو ہموار کر کے اس طرح پھیلا دیا جائے گا جیسے چمڑے کو پھیلا دیا جاتا ہے' روئے زمین پر کوئی پہاڑ یا کوئی بلند جگہ نہ ملے گی تمام زمین ہموار اور برابر ہو جائے گی اور تو اس میں کوئی نشیب و فراز نہیں دیکھے گا اور آسمان اس دن کی دہشت کی وجہ سے پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہو جائے گا' پھر اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ پر لپیٹ لے گا۔

﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ﴾ ''اور سب لوگ اللہ کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔'' یعنی قیامت کے روز تمام خلائق اپنی قبروں سے اٹھ کھڑی ہو گی اور ان میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے چھپ نہ سکے گا ﴿الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''یگانہ زبردست'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات' اپنے اسماء و صفات کی عظمت اور اپنے افعال کی عظمت میں منفرد ہے۔ وہ تمام کائنات پر غالب ہے۔ کائنات کی ہر چیز اس کے دست تصرف اور تدبیر کے تحت ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز حرکت کر سکتی ہے نہ ساکن ہو سکتی ہے۔ ﴿وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''اور دیکھے گا تو گناہ گاروں کو'' جن کا وصف جرم کرنا اور گناہوں کی کثرت ہے ﴿يَوْمَئِذٍ﴾ ''اس روز'' ﴿مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ﴾ ''باہم جکڑے ہوں گے زنجیروں میں'' یعنی تمام مجرموں کو آگ کی زنجیروں سے باندھ دیا جائے گا اور ذلیل ترین صورت' بدترین

ہیئت اور قبیح ترین حالت میں ان کو جہنم کے عذاب کی طرف ہانکا جائے گا۔ ﴿سَرَابِيلُهُم﴾ ''ان کے کرتے'' یعنی ان کے کپڑے ﴿مِّن قَطِرَانٍ﴾ ''گندھک کے ہوں گے''یعنی وہ انتہائی شدید شعلہ زن آگ، سخت حرارت اور جہنم کی بدبو میں ہوں گے۔ ﴿وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ﴾ ''اوران کے چہروں کو لپیٹ لے گی۔'' جوان کے بدن میں سب سے زیادہ شرف کے حامل ہوں گے ﴿النَّارُ﴾ ''آگ''یعنی آگ ان کے چہرے کو گھیر لے گی اور ہر جانب سے اس کو جلا ڈالے گی۔اور چہرے کے علاوہ جسم کے دیگر حصے تو بدرجہ اولیٰ اس آگ میں جلیں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ظلم نہیں ہے بلکہ یہ ان کے اعمال کی جزا ہے جن کا انہوں نے اکتساب کر کے آگے بھیجے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ﴾ ''تا کہ اللہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دے۔''یعنی اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے اچھے برے اعمال کا نہایت عدل وانصاف کے ساتھ بدلہ دے جس میں کسی بھی پہلو سے کوئی ظلم نہ ہو ﴿إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ ''بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے'' جیسا کہ فرمایا: ﴿اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۱) ''لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ غفلت میں ڈوبے اور منہ موڑے ہوئے ہیں''۔اس میں اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ بہت سرعت سے ان کا حساب کتاب ہوگا اور ایک ہی گھڑی میں تمام مخلوق کا حساب کتاب ہو جائے گا جیسے اللہ تعالیٰ آن واحد میں تمام مخلوق کو رزق عطا کرتا ہے اور ان میں مختلف انواع کی تدبیر کرتا ہے۔کوئی معاملہ اسے کسی دوسرے معاملے سے غافل نہیں کر سکتا اور یہ سب کچھ اس کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات کو پوری طرح کھول کھول کر اس قرآن میں بیان کر دیا تو پھر اس کی مدح میں فرمایا ﴿هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ﴾ ''یہ خبر پہنچا دینی ہے لوگوں کو''یعنی یہ ان کے لئے کافی ہے' وہ اسے زادراہ بنا کر بلند ترین مقامات پر اور افضل ترین کرامات تک پہنچ سکتے ہیں کیونکہ یہ تمام علوم اور اصول وفروع پر مشتمل ہے جس کے بندے محتاج ہیں ﴿وَلِيُنذَرُوا بِهِ﴾ ''اور تاکہ انہیں اس سے ڈرایا جائے'' کیونکہ اس میں برے اعمال اور اس عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بداعمال لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾ ''اور تا کہ وہ جان لیں کہ معبود صرف وہی ایک ہے'' کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور وحدانیت پر ایسے دلائل اور براہین بیان کئے ہیں جن سے یہ علم حق الیقین بن جاتا ہے ﴿وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ ''اور تا کہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔''یعنی عقل کامل کے حامل لوگ اس سے نصیحت پکڑیں' وہ کام کریں جو ان کے لئے فائدہ مند ہے اور وہ کام چھوڑ دیں جو ان کے لئے نقصان دہ ہے۔ایسا کرنے سے وہ عقل مند اور اصحاب بصیرت بن جائیں گے۔اس لئے کہ قرآن کے ذریعے سے ان کے معارف اور آراء صائبہ میں اضافہ اور ان کے افکار روشن ہوتے ہیں۔کیونکہ انہوں نے قرآن کے تازہ افکار حاصل کئے ہیں' قرآن

انہیں بلند ترین اخلاق و اعمال کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہ ان پر قوی ترین' واضح ترین دلائل سے استدلال کرتا ہے۔ ایک ذہین بندۂ مومن جب اس قاعدہ کلیہ کو اپنا لائحہ عمل بنا لیتا ہے تو وہ دائمی طور پر ہر قابل ستائش خصلت میں ترقی کی راہوں پر گامزن رہتا ہے۔

تفسیر سُوْرَةُ الْحِجْر

سُوْرَةُ الْحِجْر (۱۵) مَكِّيَّةٌ (۵۴) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۹۹ رُكُوْعَاتُهَا ۶

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①

الٓرٰ یہ آیتیں ہیں کتاب اور قرآن واضح کی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب کی تعظیم اور مدح بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ﴾ ''یہ کتاب کی آیات ہیں۔'' یعنی یہ آیات بہترین معانی اور افضل ترین مطالب پر دلالت کرتی ہیں ﴿وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور قرآن روشن کی۔'' جو بہترین الفاظ اور اپنے مقصد پر قوی ترین دلائل کے ذریعے سے حقائق کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ مخلوق اس کی اطاعت کرے' اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور فرحت و سرور کے ساتھ اس کو قبول کرے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تَيْسِيرُ الْكَرِيمِ الرَّحْمٰنِ
فِي تَفْسِيرِ كَلَامِ الْمَنَّانِ

الْمَعْرُوفُ

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام

کتاب وسُنّت کی اشاعت کا عالمی اِدارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاھور
لندن * ھیوسٹن * نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس :4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس:4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس :8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون:7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس:7354072 ای میل:darussalampk@hotmail.com

② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون:7120054 فیکس :7320703

لندن فون :5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون :7220419 فیکس :7220431 (001 713) نیویارک فون : 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر تیرہ 14

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ
يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے :
"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پس پُشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ
بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پا رۃ نمبر تیرہ 14

شمار پارہ	صفحہ نمبر	نام سورت	نمبر شمار
۱۳ - ۱۴	1363	سورۃ الحجر (جاری)	۱۵
۱۴	1385	سورۃ النحل	۱۶

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝۲ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا

بسا اوقات چاہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، کاش کہ وہ ہوتے مسلمان ○ آپ چھوڑ دیجیے انہیں، وہ کھائیں اور فائدہ اٹھائیں،

وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۳ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا

اور غفلت میں ڈالے رکھے انہیں (لمبی) امید، پس عن قریب وہ جان لیں گے ○ اور نہیں ہلاک کی ہم نے کوئی بستی مگر

وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۴ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝۵

اس حال میں کہ اسکے لئے میعاد مقرر تھی ○ نہیں آگے نکل سکتی کوئی امت اپنے (مقررہ) وقت سے، اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے ○

جو کوئی اس عظیم نعمت کو ٹھکراتا ہے اور اس کا انکار کرتا ہے تو وہ گمراہ اور مکذبین میں شمار ہوتا ہے جن پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے یعنی انہوں نے اس کے احکام کو تسلیم کیا ہوتا اور یہ وہ وقت ہوگا جب ان کی آنکھوں پر سے پردہ ہٹ جائے گا' آخرت کی علامات اور موت کے مقدمات شروع ہو جائیں گے۔ وہ آخرت کے تمام احوال میں تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے مگر اب وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔ یہ لوگ اس دنیا میں دھوکے میں پڑے رہے۔ پس ﴿ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا﴾ ''چھوڑ دیں ان کو کھالیں اور فائدہ اٹھالیں'' اپنی لذتوں سے ﴿وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ﴾ ''اور امید ان کو غفلت میں ڈالے رکھے'' یعنی وہ دنیا میں باقی رہنے کی امید رکھتے ہیں۔ پس بقاء کی یہ امید انہیں آخرت سے غافل کر دیتی ہے ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا'' یعنی اپنے باطل موقف کو عنقریب جان لیں گے اور ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے اعمال ان کے لئے محض خسارے کا باعث تھے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت سے دھوکا نہ کھائیں۔ کیونکہ قوموں کے بارے میں یہ مہلت سنت الٰہی ہے۔ ﴿وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ﴾ ''اور کسی بستی کو ہم نے ہلاک نہیں کیا'' جو کہ عذاب کی مستحق تھی ﴿اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ﴾ ''مگر اس کا وقت لکھا ہوا مقرر تھا'' یعنی اس کی ہلاکت کا وقت مقرر تھا۔ ﴿مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ﴾ ''کوئی قوم اپنے وقت مقررہ سے پہلے ہلاک ہو سکتی ہے نہ پیچھے رہ سکتی ہے''۔ ورنہ خواہ کتنی ہی تاخیر ہو گناہوں کی تاثیر کا واقع ہونا لابدی ہے۔

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝۶ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا

اور انہوں نے کہا، اے وہ شخص! کہ نازل کیا گیا ہے اوپر اسکے یہ قرآن یقیناً تو تو دیوانہ ہے ○ کیوں نہیں لے آتا تو ہمارے پاس

بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ

فرشتے، اگر ہے تو سچوں میں سے؟ ○ نہیں نازل کرتے ہم فرشتے مگر ساتھ حق (عذاب) کے

وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝۸ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹

اور نہ ہوں گے وہ (کافر) اس وقت مہلت دیے گئے ○ بے شک ہم ہی نے نازل کیا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم ہی اسکے محافظ ہیں ○

رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے کفار نے تمسخر اور استہزا کے طور پر کہا۔ ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ ﴾ ''اے وہ شخص کہ اترا ہے اس پر قرآن'' یعنی تیرے زعم کے مطابق ﴿ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴾ ''بے شک تو دیوانہ ہے'' کیونکہ تو سمجھتا ہے کہ محض تیرے کہنے پر ہم تیری پیروی کرنے لگ جائیں گے اور اس مذہب کو چھوڑ دیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ ﴿ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ ﴾ ''کیوں نہیں لے آتا تو ہمارے پاس فرشتوں کو'' جو اس چیز کی صداقت اور صحت کی گواہی دیں جو تو لے کر آیا ہے ﴿ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''اگر تو سچا ہے'' اور چونکہ تیری تائید کے لئے تیرے ساتھ فرشتے نہیں آئے اس لئے تو سچا نہیں ہے اور ان کا یہ کہنا سب سے بڑا ظلم اور سب سے بڑی جہالت ہے۔ رہا اس کا ظلم ہونا تو یہ صاف ظاہر ہے کیونکہ معین معجزات کا مطالبہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت بڑی جسارت اور محض تعنت (بے جا سختی) ہے حالانکہ ان معین معجزات کے بغیر بھی بہت سی نشانیوں کے ذریعے سے دلیل اور برہان کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے جو اس چیز کی صحت اور اس کے حق ہونے پر دلالت کرتی ہیں...... اور رہی جہالت' تو وہ اپنے مصالح اور نقصان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے' پس فرشتوں کو نازل کرنے میں ان کے لئے کوئی بھلائی نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ جب فرشتے نازل کرتا ہے تو حق کے ساتھ نازل کرتا ہے اور اس کے بعد ان لوگوں کو کوئی مہلت نہیں دی جاتی جو حق کی پیروی نہیں کرتے۔

﴿ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا ﴾ ''اور اس وقت نہ ملے گی'' یعنی فرشتے کے نازل ہونے کے بعد اگر وہ ایمان نہ لائے...... اور وہ ایمان نہیں لائیں گے ﴿ مُّنْظَرِيْنَ ﴾ ''ان کو مہلت'' یعنی ان کو مہلت نہیں دی جائے گی۔ فرشتوں کے نازل ہونے کا مطالبہ' ان کی فوری ہلاکت اور تباہی کا باعث بن جائے گا۔ کیونکہ ایمان ان کے اختیار میں نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴾ (الانعام: ۶/ ۱۱۱) ''اگر ہم ان پر فرشتوں کو بھی نازل کر دیتے۔ مردے ان سے ہم کلام ہوتے اور ہر چیز ان کے سامنے اکٹھی کر دیتے تب بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے' اِلّا یہ کہ اللہ چاہتا' مگر ان میں سے اکثر لوگ جاہل ہیں۔'' اگر یہ اپنی بات میں سچے ہوتے تو قرآن عظیم کی یہ آیات ہی ان کے لئے کافی ہوتیں۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ ﴾ ''بے شک ہم نے اتاری ہے یہ نصیحت'' یعنی قرآن جس میں ہر چیز کا تذکرہ ہے مثلاً مسائل اور واضح دلائل وغیرہ اور جو کوئی نصیحت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے' اس سے نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ ﴿ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ ''اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں'' یعنی اس کو نازل کرنے کی حالت میں ہر شیطان مردود کی چوری سے ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اس کو نازل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے قلب میں اور آپ کی امت کے قلوب میں ودیعت کر دیا۔ نیز اس کے

الفاظ کو تغیر و تبدل' کمی بیشی اور اس کے معانی کو ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ کر دیا۔ تحریف کرنے والا جب بھی اس کے معنی میں تحریف کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو مقرر فرما دیتا ہے جو حق مبین کو واضح کر دیتا ہے۔ قرآن کی حقانیت کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کی اپنے مومن بندوں پر سب سے بڑی نعمت ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی حفاظت یہ ہے کہ وہ اہل قرآن کو ان کے دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے اور وہ ان پر کسی ایسے دشمن کو مسلط نہیں کرتا جو ان کو ہلاک کر ڈالے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۰ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا

اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے آپ سے پہلے بھی (کئی رسول) پہلے گروہوں میں ○ اور نہیں آتا تھا ان کے پاس کوئی رسول مگر

كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۱ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۲ لَا يُؤْمِنُوْنَ

تھے وہ اسکے ساتھ استہزاء کرتے ○ اسی طرح ہم داخل کرتے ہیں اس (استہزا) کو دلوں میں مجرموں کے ○ (چنانچہ) نہیں ایمان لاتے وہ

بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳

ساتھ اس (قرآن) کے، اور تحقیق گزر چکا ہے (یہ) طریقہ پہلے لوگوں کا ○

جب مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ گزری ہوئی قوموں اور قرون ماضیہ میں مشرکین کا اپنے انبیاء کے ساتھ یہی رویہ رہا ہے۔ ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے لوگوں میں رسول بھیجے تھے۔'' یعنی گزرے ہوئے گروہوں اور جماعتوں میں رسول مبعوث کر چکے ہیں۔ ﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ﴾ ''اور جو بھی رسول ان کے پاس آتا'' جو ان کو حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتا۔ ﴿اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''تو وہ (مشرکین) ان کا تمسخر ہی اڑاتے تھے۔'' ﴿كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ﴾ ''اسی طرح داخل کر دیتے ہیں ہم اس کو'' یعنی جھٹلانے کو ﴿فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''گناہ گاروں کے دلوں میں'' ہم نے ان کو یہ سزا دی' جب ان کے دل کفر و تکذیب میں پچھلے لوگوں کے مشابہ ہو گئے اور اپنے رسولوں اور پیغمبروں کے ساتھ استہزاء و تمسخر اور عدم ایمان کے بارے میں بھی ان کا معاملہ ان کے مشابہ ہو گیا۔ یعنی وہ لوگ جن کا وصف ظلم اور بہتان طرازی تھا۔ ہم نے ان کو اس بنا پر سزا دی کہ ان کے دلوں نے کفر اور تکذیب کی مشابہت اختیار کی' اپنے انبیاء کے معاملے میں تشابہ کا شکار ہو گئے' اپنے رسولوں کے ساتھ ان کا یہ رویہ استہزاء' تمسخر اور عدم ایمان کا تھا۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور ہوتی آئی ہے رسم پہلوں کی'' یعنی ان کے بارے میں عادت الٰہی یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتا اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا

اور اگر کھول دیں ہم اوپر ان کے ایک دروازہ آسمان کا، پس ہو جائیں وہ اس میں چڑھنے والے ○ تو بھی وہ کہیں گے یقیناً

سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ ع

بند کر دی گئی ہیں نظریں ہماری، بلکہ ہم لوگ ہیں جادو کیے ہوئے ○

یعنی اگر ان کے پاس کوئی بڑا سا معجزہ بھی آ جائے تو یہ حق کا انکار کر دیں گے اور ہرگز ایمان نہیں لائیں گے چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''اگر کھول دیں ہم ان پر دروازہ آسمان سے'' اور وہ خود اس دروازے کا عیاں طور پر مشاہدہ کر لیں اس دروازے میں سے اوپر چڑھ بھی جائیں تب بھی وہ اپنے ظلم وعناد کی بنا پر اس معجزے کا انکار کرتے ہوئے کہیں گے ﴿اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا﴾ ''باندھ دیا گیا ہے ہماری نگاہوں کو'' یعنی ہماری آنکھوں پر نشے کا پردہ آ گیا' حتی کہ ہم نے وہ کچھ دیکھا جو ہم دیکھ نہ سکتے تھے۔ ﴿بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا گیا ہے'' یعنی یہ حقیقت نہیں ہے بلکہ جادو ہے۔ اور جو قوم انکار کی اس حالت کو پہنچ جائے' تو ان لوگوں میں اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان آیات کا ذکر فرمایا جو انبیاء و رسل کے لائے ہوئے حق پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ فرمایا:

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا

اور البتہ تحقیق بنائے ہم نے آسمان میں برج اور خوب صورت کر دیا ہم نے اسے دیکھنے والوں کے لیے ○ اور حفاظت کی ہے ہم نے اسکی

مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾

ہر شیطان مردود سے ○ مگر جو چوری چھپے لگائے کان (اور کچھ سن لے) تو پیچھے لگتا ہے اس کے شعلہ ظاہر (دہکتا ہوا) ○

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

اور زمین' پھیلایا ہم نے اسے' اور ڈال (گاڑ) دیے ہم نے اس میں مضبوط پہاڑ، اور ہم نے اگائی اس میں ہر چیز سے

مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾

مناسب مقدار ○ اور بنائے ہم نے تمہارے لئے اس میں گزران کے اسباب، اور ان کے لئے (بھی) کہ نہیں ہو تم واسطے انکے روزی رساں ○

اللہ تعالیٰ اپنے کامل اقتدار اور مخلوق پر اپنی رحمت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا﴾ ''اور ہم نے بنائے ہیں آسمان میں برج'' یعنی ہم نے ستاروں کو برجوں کی مانند بنایا اور انہیں بڑی علامتیں بنایا جن کے ذریعے سے بحر و بر کی تاریکیوں میں راستے تلاش کیے جاتے ہیں ﴿وَزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ﴾ ''اور خوب صورت بنایا ہے اس کو دیکھنے والوں کے لئے'' اگر ستارے نہ ہوتے تو آسمان کا منظر اتنا خوبصورت اور اس کی ہیئت اتنی تعجب خیز نہ ہوتی اور یہ چیز دیکھنے والوں کو ان پر تدبر' ان کے معانی میں غور وفکر اور ان کے ذریعے

سے ان کے پیدا کرنے والے پر استدلال کی دعوت دیتی ہے۔

﴿ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴾ ''اور ہم نے اس کی حفاظت کی ہر شیطان مردود سے'' جب وہ سن گن لینے کی کوشش کرتا ہے تو شہاب ثاقب اس کا پیچھا کرتے ہیں اور یوں آسمان شیطان کی دست برد سے محفوظ ہے۔ آسمان کا ظاہری حصہ روشن ستاروں کے ذریعے سے خوبصورتی سے سجا ہوا ہے اور اس کا باطنی حصہ آفتوں سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ ﴿ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ ﴾ ''مگر جو چوری سے سن بھاگا'' یعنی بعض اوقات' کبھی کبھار کوئی شیطان سن گن لینے کی کوشش کرتا ہے ﴿ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''تو چمکتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لپکتا ہے۔'' یعنی ایک روشن ستارہ اس کا پیچھا کر کے اس کو قتل کر دیتا ہے یا اسے سن گن لینے سے روک دیتا ہے اور کبھی کبھی یہ شہاب ثاقب اس شیطان کو اپنے دوست کے پاس پہنچنے سے پہلے جا لیتا ہے اور آسمان کی خبر زمین پر جانے سے روک دیتا ہے۔ بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ شہاب ثاقب کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ آسمانی خبر اپنے دوست کو القا کر دیتا ہے۔ پس وہ شخص اس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے اور وہ کلام جو اس نے آسمان سے سنا ہوتا ہے اس سے استدلال کرتا ہے۔

﴿ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا ﴾ ''اور زمین کو ہم نے پھیلایا'' یعنی ہم نے زمین کو نہایت وسیع اور کشادہ بنایا ہے تاکہ انسانوں اور حیوانوں کی اس وسیع و عریض زمین کے کناروں تک رسائی' اس سے وافر مقدار میں رزق کا حصول اور اس کے اطراف و جوانب میں سکونت آسان ہو۔ ﴿ وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ ﴾ ''اور اس پر پہاڑ رکھ دیے۔'' یعنی زمین پر بڑے بڑے پہاڑ رکھ دیئے جو اللہ کے حکم سے زمین کی حفاظت کرتے ہیں کہ کہیں وہ جھک نہ جائے اور وہ زمین کو جمائے رکھتے ہیں کہ کہیں وہ ڈھلک نہ جائے۔ ﴿ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴾ ''اور اگائی اس میں ہر چیز اندازے سے'' یعنی فائدہ مند اور درست چیز جس کے لوگ اور بستیاں ضرورت مند ہوتی ہیں مثلاً کھجور' انگور' مختلف اصناف کے درخت' انواع و اقسام کی نباتات اور معدنیات۔

﴿ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ﴾ ''اور بنا دیئے تمہارے لئے اس میں روزی کے اسباب'' یعنی کھیتی باڑی' مویشیوں اور مختلف اقسام کے پیشوں اور دستکاریوں کے ساتھ تمہاری روزی وابستہ کی ﴿ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴾ ''اور ایسی چیزیں جن کو تم روزی نہیں دیتے'' یعنی ہم نے تمہارے فائدے اور تمہارے مصالح کے لئے تمہیں غلام' لونڈیاں اور مویشی عطا کیے جن کا رزق تمہارے ذمے نہیں ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہیں عطا کیا اور ان کے رزق کی کفالت اپنے ذمے لی۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾

اور نہیں ہے کوئی چیز مگر ہمارے پاس خزانے ہیں اس کے، اور نہیں اتارتے ہم اس کو مگر ساتھ اندازے مقرر کے ○

یعنی ہر قسم کا رزق اور ہر قسم کی تقدیر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے قبضہ ء اختیار میں نہیں، رزق کے خزانے اسی کے ہاتھ میں ہیں وہ اپنی حکمت اور بے کراں رحمت کے مطابق جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے ﴿وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ﴾ ''اور نہیں اتارتے ہم اس کو'' یعنی ہر مقررہ چیز جیسے بارش وغیرہ ﴿اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ''مگر معین اندازے پر'' یعنی اس کی جو مقدار اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے اس سے زیادہ ہوتی ہے نہ اس سے کم ہوتی ہے۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ

اور بھیجیں ہم نے ہوائیں بوجھل، پس نازل کیا ہم نے آسمان سے پانی، پھر پلایا ہم نے تمہیں وہ (پانی)،

وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

اور نہیں ہو تم اس (پانی) کا ذخیرہ کرنے والے ○

ہم نے ہواؤں، یعنی رحمت کی ہواؤں کو مسخر کیا ہے جو بادلوں کو بار آور کرتی ہیں جیسے نر مادہ کو بار آور کرتا ہے۔ ان بادلوں سے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی نازل ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ بندوں کو، ان کے مویشیوں اور زمینوں کو سیراب کرتا ہے اور باقی پانی زمین میں ذخیرہ ہو جاتا ہے، وہ ان کی حاجات وضروریات میں کام آتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کا تقاضا ہے۔ ﴿وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ﴾ ''اور تم تو اس کا خزانہ نہیں رکھتے۔'' یعنی تمہیں یہ قدرت حاصل نہیں کہ تم پانی کو جمع کر کے اس پانی کا ذخیرہ کر سکو بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہارے لئے اس کے خزانے جمع کرتا ہے پھر چشموں کی صورت میں زمین پر بہا دیتا ہے یہ اس کی تم پر رحمت اور احسان ہے۔

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ

اور بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں، اور ہم ہی وارث ہیں ○ اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں ان لوگوں کو جو پہلے گزر چکے ہیں

مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ؕ

تم میں سے، اور البتہ تحقیق جانتے ہیں ان لوگوں کو (بھی) جو پیچھے رہنے والے ہیں ○ اور بے شک آپ کا رب، وہی اکٹھا کرے گا انہیں،

اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع

بلاشبہ وہ بڑی حکمت والا، خوب جاننے والا ہے ○

یہ اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے جو تمام خلائق کو عدم سے وجود میں لاتا ہے حالانکہ وہ اس سے قبل کچھ بھی نہ تھے اور ان کی مدت مقررہ پوری ہونے کے بعد ان کو موت دیتا ہے۔ ﴿وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ﴾ ''اور ہم ہی ہیں پیچھے رہنے والے'' اللہ کا یہ ارشاد اس آیت کریمہ کی مانند ہے ﴿اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ﴾ (مریم: ۱۹/ ۴۰) ''ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور سب ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔'' اور یہ چیز

اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل اور محال نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ پہلے لوگوں کو بھی جانتا ہے اور اسے آنے والے لوگوں کا بھی علم ہے' زمین ان میں جو کمی واقع کر رہی ہے اور ان کے اجزا کو بکھیر رہی ہے' سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے دست قدرت کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ پس وہ اپنے بندوں کو دوبارہ نئے سرے سے پیدا کرے گا پھر ان کو اپنے حضور اکٹھا کرے گا ﴿اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾ ''وہ دانا' جاننے والا ہے۔'' یعنی وہ تمام اشیاء کو ان کے لائق شان مقام پر رکھتا ہے اور ان کے لائق حال مقام پر نازل کرتا ہے' وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا' اگر اچھا عمل ہوگا تو اچھی جزا ہوگی اور اگر برا عمل ہوگا تو بری جزا ہوگی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۚ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ

اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو بجنے والی مٹی سے (یعنی) گارے سڑے ہوئے سے ○ اور جن،

خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ

پیدا کیا ہم نے اسے اس سے پہلے سخت حرارت والی آگ سے ○ اور (یاد کرو!) جب کہا آپ کے رب نے فرشتوں سے، بے شک میں

خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ

پیدا کرنے والا ہوں ایک بشر (آدم) بجنے والی مٹی سے (یعنی) گارے سڑے ہوئے سے ○ پس جب درست کرلوں میں اس کو

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ

اور پھونک دوں میں اس میں اپنی روح تو گر پڑنا تم اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے ○ پس سجدہ کیا فرشتوں نے سب کے سب نے

اَجْمَعُوْنَ ۙ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ

اکٹھے ○ سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا (اس سے) کہ ہو وہ ساتھ سجدہ کرنے والوں کے ○ اللہ نے کہا، اے ابلیس!

مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ

کیا ہے تجھے اس (بات میں) کہ نہ ہو تو ساتھ سجدہ کرنے والوں کے؟ ○ اس نے کہا نہیں ہوں میں کہ سجدہ کروں (ایسے) بشر کو کہ

خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ

پیدا کیا تو نے اسکو بجنے والی مٹی سے (یعنی) گارے سڑے ہوئے سے ○ اللہ نے کہا، پس تو نکل جا اس سے، پس بلاشبہ تو

رَجِيْمٌ ۙ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ

مردود ہے ○ اور بے شک تجھ پر لعنت ہے روز جزا تک ○ اس نے کہا، اے میرے رب! پس تو مہلت دے مجھے اس دن تک کہ

يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۙ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾

وہ (لوگ) دوبارہ اٹھائے جائیں ○ اللہ نے کہا، پس بے شک تو مہلت دیئے گئے لوگوں سے ہے ○ اس دن تک کہ (اس کا) وقت مقرر ہے ○

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ

اس نے کہا، اے رب! بہ سبب اسکے کہ گمراہ کیا تو نے مجھ کو یقیناً سنوار کر دکھاؤں گا میں انکو (گناہ) زمین میں، اور البتہ ضرور گمراہ کروں گا میں انکو

اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ
سب کو○ سوائے تیرے (ان) بندوں کے، ان میں سے' جو چنے ہوئے ہیں○ اللہ نے کہا، یہی راستہ ہے مجھ تک
مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ
سیدھا○ بے شک میرے بندے، نہیں ہے واسطے تیرے اوپر ان کے کوئی غلبہ مگر جس نے پیروی کی تیری
مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ
گمراہوں میں سے○ اور بے شک جہنم ہی وعدہ گاہ ہے ان کی سب کی○ اس (جہنم) کے سات دروازے ہیں،
لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾
واسطے ہر ایک دروازے کے ان (گمراہوں) میں سے ایک حصہ ہے الگ کیا ہوا○

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام پر اپنی نعمت اور اپنے احسان کا ذکر کرتا ہے' حضرت آدم علیہ السلام کا اپنے دشمن ابلیس کے ساتھ جو معاملہ ہوا اس کو بھی بیان کرتا ہے اور اس ضمن میں ہمیں ابلیس کے شر اور فتنہ سے ڈراتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ﴾ ''ہم نے انسان کو پیدا کیا۔'' یعنی آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ﴿مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ ''کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے'' یعنی خمیر شدہ گارے سے پیدا کیا جس میں خشک ہونے کے بعد کھنکھناہٹ کی آواز پیدا ہوجاتی ہے۔ جیسے پکی ہوئی ٹھیکری کی آواز۔

(اَلْحَمَأُ الْمَسْنُوْن) اس گارے کو کہتے ہیں' جس کا رنگ اور بو طویل عرصے تک پڑا رہنے کی وجہ سے بدل گئے ہوں۔ ﴿وَالْجَآنَّ﴾ ''اور جنوں کو۔'' اس سے مراد جنوں کا باپ' یعنی ابلیس ہے ﴿خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ﴾ ''پیدا کیا ہم نے اس کو پہلے'' یعنی تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے ﴿مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ﴾ ''لو کی آگ سے'' یعنی نہایت سخت حرارت والی آگ سے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے کہا: ﴿اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ﴾ ''میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک انسان بنانے لگا ہوں۔ پس جب میں اس کو ٹھیک ٹھاک کرلوں'' یعنی جب میں اس کے جسد کی تکمیل کرچکوں ﴿وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ﴾ ''اور اپنی روح اس میں پھونک دوں' تو سب اس کو سجدہ کرتے ہوئے گر پڑنا۔'' پس انہوں نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی۔ ﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ﴾ ''پس تمام فرشتوں نے سجدہ کیا'' یہاں تاکید کے بعد تاکید کو ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ اسلوب اس حقیقت پر دلالت کرے کہ فرشتوں میں سے کوئی ایک فرشتہ بھی سجدہ کرنے سے پیچھے نہیں رہا تھا اور یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم اور آدم علیہ السلام کی تکریم کے لئے تھا' کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام وہ کچھ جانتے تھے جس کا فرشتوں کو علم نہیں تھا۔ ﴿اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ﴾ ''مگر ابلیس نے اس بات سے انکار کردیا کہ وہ سجدہ کرنے

والوں کے ساتھ ہو'' یہ شیطان کی آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے ساتھ پہلی عداوت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ○ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴾ ''اے ابلیس! تجھے کیا ہے کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا' اس نے کہا' میں اس انسان کو سجدہ نہیں کروں گا جس کو تو نے کھنکتے' سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے'' پس شیطان مردود نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں تکبر' حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے خلاف عداوت کا اظہار کیا اور اپنے عناصر ترکیبی پر خود پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا ''میں آدم سے بہتر ہوں۔'' ﴿ قَالَ ﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شیطان کے کفر واستکبار پر سخت گرفت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴾ ''پس تو نکل جا یہاں سے' بے شک تو مردود ہے'' یعنی تو دھتکارا ہوا اور ہر بھلائی سے دور کر دیا گیا ہے۔ ﴿ وَّ اِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ ﴾ ''اور تجھ پر لعنت ہے'' یعنی تو مذمت اور ملامت کا مستحق اور اللہ کی رحمت سے دور ہے ﴿ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ ﴾ ''جزا کے دن تک'' اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات میں دلیل ہے کہ شیطان اپنے کفر پر قائم اور بھلائی سے دور رہے گا۔

﴿ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ ﴾ ''شیطان نے کہا' اے رب مجھے ڈھیل دے'' یعنی مجھے مہلت دے ﴿ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ○ اِلٰى یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴾ ''قیامت کے دن تک' اللہ نے کہا' تجھ کو ڈھیل دی' اسی مقرر وقت کے دن تک'' اللہ تعالیٰ کا شیطان کی دعا کو قبول کر لینا اس کے حق میں اکرام وتکریم نہیں' بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیطان اور بندوں کے لئے ابتلاء اور امتحان ہے' تاکہ دشمن میں سے اس کا وہ سچا بندہ الگ ہو جائے جو اس کی اطاعت کرتا ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے ہمیں شیطان مردود سے بہت ڈرایا ہے اور کھول کھول کر بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔

﴿ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ ﴾ ''شیطان نے کہا' اے رب' جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے' میں بھی ان سب کو بہاریں دکھلاؤں گا زمین میں'' یعنی میں ان کے سامنے دنیا کو آراستہ کروں گا' میں ان کو اس بات پر آمادہ کروں گا کہ وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں یہاں تک کہ وہ ہر گناہ کرنے لگ جائیں گے۔ ﴿ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴾ ''اور ان سب کو بہکا دوں گا'' یعنی میں تمام انسانوں کو راہ راست پر چلنے سے روک دوں گا۔ ﴿ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴾ ''مگر ان میں سے جو تیرے مخلص بندے ہیں۔'' یعنی وہ لوگ جن کو تو نے ان کے اخلاص' ایمان اور توکل کی وجہ سے چن کر اپنے لئے خالص کر لیا۔ (وہ میرے جال سے بچ جائیں گے۔)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ﴾ ''یہ راستہ ہے مجھ تک سیدھا'' یعنی یہ راستہ معتدل' مجھ تک اور میرے عزت والے گھر تک پہنچاتا ہے۔ ﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ﴾ ''جو میرے بندے ہیں ان پر تجھے کچھ قدرت نہیں۔'' یعنی میرے بندوں پر تجھے کوئی اختیار نہیں کہ تو جہاں چاہے انہیں مختلف

انواع کی گمراہیوں میں مبتلا کر دے اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے اور انہیں شیطان سے بچاتا ہے ﴿إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ﴾ "مگر جس نے تیری پیروی کی" اور اللہ رحمٰن کی اطاعت کی بجائے تیری سرپرستی قبول کرنے اور تیری اطاعت کرنے پر راضی ہو گیا ﴿مِنَ الْغٰوِينَ﴾ "بہکے ہوؤں میں سے ہے" (الغاوی) "گمراہ" (الراشد) "ہدایت یافتہ" کی ضد ہے اور اس شخص کو کہتے ہیں جو حق کو پہچان کر ترک کر دے اور (الضال) اس شخص کو کہتے ہیں جو حق کو جانے بغیر اس کو ترک کر دے۔ ﴿وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ﴾ "اور جہنم ان سب کے وعدے کی جگہ ہے" یعنی ابلیس اور اس کے لشکروں کے لئے۔

﴿لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ﴾ "اس کے سات دروازے ہیں" ہر دروازہ دوسرے دروازے سے نیچے ہوگا۔ ﴿لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ﴾ "ہر دروازے کے واسطے ان میں سے" یعنی ابلیس کے پیروکاروں میں سے ﴿جُزْءٌ مَّقْسُومٌ﴾ "ایک حصہ ہے بانٹا ہوا" یعنی ان کے اعمال کے مطابق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ۝ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ﴾ (الشعراء: ۲۶/ ۹۴۔ ۹۵) "پس ان کے معبود' یہ گمراہ لوگ اور ابلیس کے لشکر سب کے سب اوپر تلے جہنم میں پھینک دیے جائیں گے"۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ﴿٤٥﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٤٦﴾

بے شک متقی لوگ باغات اور چشموں میں ہوں گے ○ (انہیں کہا جائے گا) داخل ہو جاؤ تم ان میں ساتھ سلامتی کے، باامن ○

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٧﴾

اور نکال دیں گے ہم جو کچھ ان کے سینوں میں ہوگا (باہم) کینہ، وہ بھائی بھائی ہوں گے، اور پر تختوں کے آمنے سامنے (بیٹھے ہوئے) ○

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ

نہیں چھوئے گی انہیں ان (باغات) میں کوئی تھکاوٹ، اور نہ وہ ان سے نکالے ہی جائیں گے ○ (اے پیغمبر!) خبر دے دیجیے میرے بندوں کو

اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٤٩﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿٥٠﴾

کہ یقیناً میں بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہوں ○ اور بلاشبہ عذاب میرا، وہی عذاب ہے بڑا دردناک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاں یہ ذکر فرمایا کہ آخرت میں اس کے دشمنوں یعنی ابلیس کے پیروکاروں کو کیا سخت عذاب اور سزا دی جائے گی وہاں یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے دوستوں کو کس فضل عظیم اور دائمی نعمتوں سے نوازے گا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ﴾ "بے شک پرہیزگار" جو شیطان کی اطاعت' اس کے وسوسوں' گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے ہیں ﴿فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ﴾ "باغات اور چشموں میں ہوں گے" جن میں درختوں کی تمام اقسام ہوں گی اور اس میں ہر وقت اور ہر قسم کے پکے ہوئے پھل ہوں گے۔ جنت میں داخل ہوتے وقت ان سے

کہا جائے گا ﴿ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴾ ''داخل ہو جاؤ اس میں سلامتی سے ہر نقصان سے محفوظ'' یعنی موت' نیند' تھکن سے' وہاں حاصل نعمتوں میں سے کسی نعمت کے منقطع ہونے' یا ان میں کمی واقع ہونے سے' بیماری' حزن و غم اور دیگر تمام کدورتوں سے مامون و محفوظ۔ ﴿ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ ﴾ ''اور نکال ڈالیں گے ہم ان کے سینوں سے کینہ'' پس ان کے دل ہر قسم کے کینہ اور حسد سے سلامت' پاک صاف اور آپس میں محبت کرنے والے ہوں گے ﴿ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴾ ''وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔'' یہ آیت کریمہ ان کے آپس میں ایک دوسرے کی زیارت کرنے' ان کو اکٹھے ہونے اور ان کے آپس میں حسن ادب پر دلالت کرتی ہے نیز یہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ جنت میں ایک دوسرے سے پیٹھ پھیر کر نہیں بلکہ سجے تختوں پر تکیے لگا کر' موتی اور مختلف قسم کے جواہرات جڑے ہوئے بچھونوں پر' ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں گے۔

﴿ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ ﴾ ''نہیں پہنچے گی وہاں ان کو کوئی تھکاوٹ'' انہیں ظاہری تھکاوٹ لاحق ہو گی نہ باطنی' اور یہ اس وجہ سے ہو گا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں ایسی حیات کاملہ سے نوازا ہو گا جو آفات کا اثر قبول نہیں کرے گی۔ ﴿ وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴾ ''اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔'' یعنی وہ کسی بھی وقت جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فیصلوں' یعنی جنت اور جہنم کا ذکر فرمانے کے بعد' جو ترغیب و ترہیب کا موجب ہیں' اپنے ان اوصاف کا ذکر فرمایا جو جنت و جہنم کے موجب ہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ ﴾ ''میرے بندوں کو بتا دو۔'' یعنی میرے بندوں کو نہایت جزم کے ساتھ خبر دیجیے' جس کی تائید دلائل کرتے ہوں کہ ﴿ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''میں بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہوں۔'' کیونکہ جب بندے اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ اور اس کی مغفرت کی معرفت حاصل کر لیں گے تو ان اسباب کے حصول میں کوشاں ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ تک پہنچاتے ہیں' گناہوں کے ارتکاب سے رک کر ان سے توبہ کریں گے' تاکہ وہ اس کی مغفرت کے مستحق قرار پائیں اور وہ امید کے اس حال تک نہ پہنچ جائیں کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کی گرفت سے مامون سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے بارے میں جرأت کا رویہ رکھیں۔ نیز انہیں اس بات سے بھی آگاہ کر دیجیے! ﴿ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴾ ''میرا عذاب' وہ دردناک عذاب ہے'' درحقیقت اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سوا دوسرا عذاب کوئی عذاب ہی نہیں' اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوئی اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ اس کی کنہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں' کیونکہ جب انہیں اس حقیقت کی معرفت حاصل ہو گی کہ ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴾ (الفجر: ۸۹/ ۲۵-۲۶) ''اس روز نہ کوئی اللہ کے عذاب کی مانند کوئی

عذاب دے گا اور نہ اللہ کی گرفت کی مانند کوئی گرفت کر سکے گا۔'' تب وہ ڈریں گے اور ہر اس سبب سے دور رہیں گے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا موجب بنتا ہے۔ بندۂ مومن کے لائق یہی ہے کہ اس کا قلب دائمی طور پر خوف اور امید، رغبت اور رہبت کے درمیان رہے۔ جب بندہ اپنے رب کی بے پایاں رحمت، اس کی مغفرت اور اس کے جود واحسان کی طرف نظر کرے تو اس کا قلب امید اور رغبت سے لبریز ہو جائے اور جب وہ اپنے گناہوں اور اپنے رب کے حقوق کے بارے میں اپنی تقصیر پر نظر ڈالے تو اس کے دل میں خوف اور رہبت پیدا ہو اور وہ گناہوں کو چھوڑ دے۔

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ﴿۵۱﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ۖ قَالَ

اور خبر دیجیے انہیں مہمانوں کی بابت ابراہیم کے O جس وقت داخل ہوئے وہ اس پر تو کہا انہوں نے، سلام (کرتے ہیں ہم)، ابراہیم نے کہا،

إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ﴿۵۲﴾ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ

تحقیق ہم تو تم سے ڈرتے ہیں O انہوں نے کہا، نہ ڈر تو، بلاشبہ ہم تو خوش خبری دیتے ہیں تجھے ایک لڑکے علم والے کی O ابراہیم نے کہا،

أَبَشَّرْتُمُونِي عَلٰى أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ﴿۵۴﴾ قَالُوا

کیا تم خوشخبری دیتے ہو مجھے باوجود اس کے کہ پہنچ چکا ہے مجھے بڑھاپا؟ سو (اب) کس چیز کی خوشخبری دیتے ہو تم؟ O انہوں نے کہا،

بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقٰنِطِينَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ

ہم بشارت دیتے ہیں تجھے حق (امر واقعی) کی پس نہ ہو تو نا امیدوں میں سے O ابراہیم نے کہا، اور کون ناامید ہوتا ہے

مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ﴿۵۶﴾

رحمت سے اپنے رب کی سوائے گمراہوں کے؟ O

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ﴾ ''ان کو ابراہیم کے مہمانوں کی بابت خبر دیں'' یعنی اس عجیب قصے کے بارے میں ان کو آگاہ کیجیے' کیونکہ آپ کے ان کے سامنے انبیاء کرام کے قصے اور ان کے حالات بیان کرنے سے' ان کو عبرت حاصل ہوگی اور وہ ان کی پیروی کریں گے..... خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا قصہ' جن کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان کی ملت کی پیروی کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں سے مراد وہ مکرم فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مہمان بنا کر ان کو اعزاز بخشا۔ ﴿إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا﴾ ''جب وہ آئے ان کے گھر میں تو کہا سلام'' یعنی انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے ان کو سلام کا جواب دیا اور کہا ﴿إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ﴾ ''ہم تم لوگوں سے خائف ہیں۔'' اور خوف زدہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جب فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے ان کو مہمان سمجھا اور آپ جلدی سے گھر گئے اور ان کی مہمان

نوازی کے لئے بھنا ہوا بچھڑا لے آئے اور ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ نے ان کو چور وغیرہ سمجھا اور خوف زدہ ہو گئے۔

﴿ قَالُوْا ﴾ فرشتوں نے ان سے کہا: ﴿ لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴾ ''ڈریں مت' ہم آپ کو ایک سمجھدار لڑکے کی خوش خبری سناتے ہیں'' یہاں لڑکے سے مراد اسحاق علیہ السلام ہیں۔ یہ بشارت اس بات کو متضمن ہے کہ وہ بچہ جس کی خوشخبری دی گئی تھی' لڑکا تھا' لڑکی نہ تھا' یہاں ''علیم'' سے مراد ہے ''کثیر العلم'' (بہت علم وفہم والا) ایک اور آیت کریمہ میں یوں آتا ہے ﴿ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ (الصافات: ۳۷/ ۱۱۲) ''اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی کہ وہ نبی اور صالح لوگوں میں سے ہوں گے۔''

ابراہیم علیہ السلام نے اس خوش خبری پر متعجب ہو کر کہا ﴿ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ ﴾ ''کیا تم مجھے (بیٹے کی) خوشخبری دیتے ہو۔'' ﴿ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ ﴾ ''جب کہ پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا'' بنا بریں وہ اولاد ہونے کے بارے میں ایک قسم کی مایوسی سے دوچار تھے ﴿ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴾ ''پس کس وجہ سے تم مجھے خوشخبری دیتے ہو؟'' حالانکہ اولاد ہونے کے اسباب تو معدوم ہو چکے ہیں۔ ﴿ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ ﴾ ''انہوں نے کہا' ہم نے آپ کو سچی خوش خبری سنائی ہے'' جس میں کوئی شک وشبہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے خاص طور پر...... اے نبوت کے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں...... تمہیں تو اللہ کے فضل واحسان کو نادر و ناممکن نہیں سمجھنا چاہیے۔ ﴿ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴾ ''پس آپ ناامیدوں میں سے نہ ہوں'' یعنی آپ ان لوگوں میں سے نہ ہو جائیں جو بھلائی کے وجود کو مستبعد سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی عنایات واحسان کے امیدوار رہیے۔

ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ ﴾ ''رب کی رحمت سے ناامید گمراہ لوگ ہی ہوتے ہیں'' جو اپنے رب اور اس کی قدرت کاملہ سے لاعلم ہیں' لیکن جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور علم عظیم سے نواز رکھا ہو' مایوسی اس تک راہ نہیں پا سکتی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کے لئے اسباب و وسائل اور طریقوں کی کثرت کو خوب جانتا ہے۔ پھر جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی تو انہوں نے جان لیا کہ ان کو نہایت اہم کام پر بھیجا گیا ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾

اس نے کہا، پس کیا مقصد ہے تمہارا اے بھیجے ہوئے (فرشتو)؟ ○ انہوں نے کہا، بے شک ہم بھیجے گئے ہیں مجرم قوم کی طرف ○

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا

سوائے کنبے لوط کے، بے شک ہم البتہ نجات دینے والے ہیں انکو سب کو ○ سوائے اسکی بیوی کے، مقدر کر دیا ہم نے کہ بے شک وہ

لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا جَاۗءَ اٰلَ لُوْطِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾

ضرور پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی ○ پھر جب آئے آل لوط کے پاس وہ قاصد ○ لوط نے کہا، بے شک تم لوگ تو ہو اجنبی ○

قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا

انہوں نے کہا، بلکہ آئے ہیں ہم تیرے پاس ساتھ اس چیز (عذاب) کے کہ تھے وہ لوگ اس میں شک کرتے ○ اور لائے ہیں ہم تیرے پاس حق اور بلاشبہ ہم

لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ

یقیناً سچے ہیں ○ پس لے چل تو اپنے گھر والوں کو ایک حصے میں رات کے، اور چل تو پیچھے ان (سب) کے اور نہ پیچھے مڑ کر دیکھے

مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ

تم میں سے کوئی بھی، اور چلے جاؤ جہاں حکم کیے جاتے ہو تم ○ اور فیصلہ سنا دیا ہم نے اسے اس معاملے کا

اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ

کہ بے شک جڑ ان لوگوں کی کاٹ دی جائے گی صبح کے وقت ○ اور آئے اس شہر (سدوم) والے

يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

خوشیاں مناتے ہوئے ○ لوط نے کہا، بے شک یہ لوگ میرے مہمان ہیں، پس نہ رسوا کرو تم مجھے ○ اور ڈرو اللہ سے،

وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ

اور نہ ذلیل کرو تم مجھے ○ انہوں نے کہا، کیا نہیں روکا تھا ہم نے تجھے جہان والوں (کی حمایت) سے؟ ○ اس نے کہا، یہ ہیں

بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ

بیٹیاں میری (قوم کی ان سے نکاح کرلو)، اگر ہو تم کرنے والے ○ آپ کی زندگی کی قسم! بے شک وہ یقیناً اپنی مستی (گمراہی) میں

يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا

سرگرداں تھے ○ پس آ پکڑا انہیں ایک چیخ نے سورج نکلتے وقت ○ پس (الٹ کر) کر دیا ہم نے ان کے اوپر والے حصے کو نیچے

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور برسائے ہم نے ان پر پتھر، کھنگر کی قسم سے ○ بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں گہری نظر سے غور و فکر کرنے والوں کے لیے ○

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور بے شک وہ (بستیاں) ایسے راستے پر ہیں (جو اب تک) موجود ہے ○ بلاشبہ اس (واقعے) میں نشانیاں ہیں واسطے مومنوں کے ○

﴿قَالَ﴾ خلیل علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا: ﴿فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''پس کیا تمہاری مہم ہے اے اللہ کے بھیجے ہوؤ؟'' یعنی تمہارا کیا معاملہ ہے اور تمہیں کس کام کے لئے بھیجا گیا ہے؟ ﴿قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا' ہم ایک گناہ گار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں'' یعنی ان میں شر اور فساد بہت زیادہ ہو گیا ہے' اس لئے ہمیں ان کو سزا دینے اور ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ ﴿اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''سوائے لوط (علیہ السلام) اور ان کے گھر والوں کے' ان سب کو ہم بچالیں گے۔''

﴿ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴾ ''سوائے اس کی بیوی کے ہم نے ٹھہرا لیا ہے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔'' یعنی وہ عذاب میں رہ جانے والوں میں شامل ہوگی۔ رہے لوط علیہ السلام تو ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو وہاں سے نکال کر بچالیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم لوط کی ہلاکت کے بارے میں فرشتوں سے جھگڑنے لگے۔ حضرت ابراہیم سے کہا گیا: ﴿ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴾ (ہود: ١١/٧٦) ''اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو تیرے رب کا حکم صادر ہو چکا ہے اب ان پر عذاب آ کر رہے گا اب اس کو روکا نہیں جا سکتا۔'' اور فرشتے حضرت ابراہیم کے پاس سے چلے گئے۔ ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ا۟لْمُرْسَلُوْنَ ﴾ ''پس جب فرشتے آل لوط کے پاس آئے۔''

﴿ قَالَ ﴾ تو لوط علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا: ﴿ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴾ ''بے شک تم اوپرے لوگ ہو'' یعنی میں تمہیں پہچانتا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ ﴿ بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴾ ''ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں لوگ شک کرتے تھے۔'' یعنی ہم ان پر وہ عذاب نازل کرنے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں جس کے بارے میں وہ شک کیا کرتے تھے اور جب آپ ان کو عذاب کی وعید سناتے تھے تو آپ کو جھٹلایا کرتے تھے۔ ﴿ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ ﴾ ''اور ہم آپ کے پاس پکی بات لے کر آئے ہیں'' جو مذاق نہیں ہے۔ ﴿ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ ''اور بے شک ہم سچے ہیں۔'' اس میں جو ہم آپ سے کہہ رہے ہیں۔

﴿ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ ﴾ ''پس لے نکل اپنے گھر والوں کو کچھ رات رہے سے'' یعنی رات کے اوقات میں جب لوگ سو رہے ہوں اور کسی کو آپ کے نکل جانے کا علم نہ ہو ﴿ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ ﴾ ''اور تو ان کے پیچھے چل اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے'' یعنی جلدی سے نکل جاؤ ﴿ وَامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴾ ''اور چلے جاؤ جہاں تم کو حکم دیا جاتا ہے'' گویا ان کے ساتھ کوئی رہبر تھا جو ان کی راہنمائی کرتا تھا کہ انہیں کہاں جانا ہے۔ ﴿ وَقَضَيْنَاۤ اِلَيْهِ ذٰلِكَ ﴾ ''اور مقرر کر دی ہم نے اس کی طرف یہ بات'' یعنی ہم نے اسے ایسی خبر سے آگاہ کیا جس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ﴿ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴾ ''ان لوگوں کی جڑ صبح ہوتے ہوتے کاٹ دی جائے گی۔'' یعنی صبح سویرے عذاب انہیں آ لے گا اور ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دے گا۔ ﴿ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ﴾ ''اور اہل شہر آئے۔'' یعنی اس شہر کے لوگ آئے جس میں لوط علیہ السلام رہتے تھے۔ ﴿ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ ''خوشیاں کرتے'' یعنی لوط علیہ السلام کے خوبصورت مہمانوں کی آمد اور ان پر انہیں قدرت حاصل ہونے کی بنا پر وہ ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے تھے۔ ان کا مقصد ان کے ساتھ بدفعلی کرنے کا تھا۔ پس وہ آئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پہنچ گئے اور ان کے مہمانوں کے بارے میں ان کے ساتھ جھگڑنے لگے اور لوط علیہ السلام نے ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا:

﴿ قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴾ ''یہ میرے مہمان ہیں مجھے رسوانہ کرو' اور اللہ سے ڈرو اور میری رسوائی کا سامان نہ کرو۔'' یعنی اس بارے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرو' اگر اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں تو میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوانہ کرو۔ انتہائی گندے کام کے ذریعے سے ان کی ہتک حرمت کرنے سے باز آ جاؤ۔ ﴿ قَالُوْٓا ﴾ انہوں نے لوط علیہ السلام کے قول ''مجھے رسوانہ کرو'' کے جواب میں بس یہی کہا: ﴿ اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''کیا ہم نے تجھے منع نہیں کیا جہان کی حمایت کرنے سے'' یعنی ان کی مہمان نوازی وغیرہ کرنے سے۔ پس ہم نے تجھے ان باتوں سے ڈرایا ہے اور جس نے ڈرا دیا ہے وہ بری الذمہ ہے۔

﴿ قَالَ ﴾ لوط علیہ السلام نے معاملے کی شدت کی بنا پر ان سے کہا: ﴿ هٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴾ ''یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں اگر تم کو کرنا ہے'' (1) مگر انہوں نے جناب لوط علیہ السلام کے اس قول کی کوئی پروانہ کی۔

اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول ﷺ سے فرمایا: ﴿ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ ''آپ کی زندگی کی قسم' وہ اپنی مستی میں مدہوش ہیں'' اور یہ مستی فحش کام کی چاہت کی مستی ہے جس کے ہوتے ہوئے وہ کسی ملامت کی پروا نہیں کرتے۔ پس جب فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے سامنے اپنی حقیقت کھول دی تو ان کا کرب اور پریشانی دور ہو گئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے گھر والوں کے ساتھ راتوں رات وہاں سے نکل گئے اور نجات پائی۔ رہے بستی کے لوگ ﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴾ ''پس آ پکڑا ان کو چنگھاڑ نے سورج نکلتے وقت'' یعنی طلوع آفتاب کے وقت' کیونکہ اس وقت عذاب کی شدت زیادہ ہوتی ہے۔

﴿ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا ﴾ ''پھر کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر تلے'' یعنی ہم نے ان پر ان کی بستی کو الٹ دیا ﴿ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴾ ''اور ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسائی'' یہ پتھر اس شخص کا پیچھا کرتے تھے جو بستی سے فرار ہوتا تھا۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴾ ''بے شک اس میں دھیان کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں'' یعنی غور وفکر کرنے والوں کے لئے۔ وہ لوگ جو فکر ورائے اور فراست کے مالک ہیں' وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے کیا مراد ہے' انہیں معلوم ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرأت کرتا ہے' خاص طور پر اس انتہائی فحش کام کا ارتکاب' تو اللہ تعالیٰ اسے اسی طرح بدترین سزا دے گا جس طرح انہوں نے بدترین جرم کے ارتکاب کی جسارت کی ہے۔ ﴿ وَاِنَّهَا ﴾ یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا شہر ﴿ لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴾ ''واقع ہے سیدھے راستے پر'' یعنی یہ بستی گزرنے والوں کے لئے ایک عام گزرگاہ پر واقع ہے اور جس کسی کا اس علاقے میں آنا جانا

(1) بیٹیوں سے مراد ان کی بیویاں ہیں' یعنی اپنی بیویوں سے اپنی جنسی خواہش پوری کرو۔ پیغمبر بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے' اس لئے ان کی بیویوں کو اپنی بیٹیاں کہا۔ یا یہ مطلب ہے کہ تم میری بیٹیوں سے نکاح کر لو اور اپنی خواہش کی تسکین کا سامان کرلو' میں اپنی بیٹیاں تمہارے حبالۂ عقد میں دینے کو تیار ہوں۔ (ص ۔ ی)

ہے وہ اس جگہ کو پہچانتا ہے۔ ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ ”بے شک اس (واقعے) میں مومنوں کے لیے نشانیاں ہیں“ اور اس قصے میں بہت سی عبرتیں ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام پر بے حد عنایات تھیں۔ لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے اہل ایمان ابراہیم علیہ السلام کے متبعین میں شمار ہوتے ہیں۔ گویا حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شاگرد تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے ہلاکت کے مستحق ہونے پر ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہو کر جائیں' تاکہ وہ ان کو بیٹے کی خوشخبری دے سکیں اور ان کو آگاہ بھی کریں کہ ان کو کس کام کے لئے بھیجا گیا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم لوط کے بارے میں فرشتوں سے بحث کرنے لگے۔ حتیٰ کہ فرشتوں نے ان کو مطمئن کر دیا اور وہ مطمئن ہو گئے۔

(۲) اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عنایات تھیں۔ کیونکہ ان کی قوم کے لوگ' ان کے اہل وطن تھے' اس لئے بسا اوقات ان کو ان پر رحم آ جاتا تھا' اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب مقرر فرمائے جن کی بنا پر ان کو اپنی قوم پر سخت غصہ آیا حتیٰ کہ وہ سمجھنے لگے کہ ان کی قوم پر عذاب نازل ہونے میں دیر ہو رہی ہے۔ ان سے کہا گیا: ﴿إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ﴾ (ھود: ۱۱/ ۸۱) ”ان کے عذاب کے لئے صبح کا وقت مقرر ہے' کیا صبح قریب نہیں؟“

(۳) جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے' تو ان کا شر اور ان کی سرکشی بڑھ جاتی ہے اور جب شر اور سرکشی کی انتہا ہو جاتی ہے' تو اللہ تعالیٰ ان پر وہ عذاب واقع کر دیتا ہے جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں۔

وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ

اور بے شک تھے ایکہ (بستی) والے البتہ ظالم ○ پس انتقام لیا ہم نے ان سے،

وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿٧٩﴾

اور بے شک وہ دونوں (تباہ شدہ بستیاں) البتہ راستے ظاہر پر (واقع) ہیں ○

ع ۵

یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی (الأیکة) کی طرف اضافت کی ہے اور (الأیکة) سے مراد وہ باغ ہے جس میں بکثرت درخت ہوں' تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی نعمت کا ذکر فرمائے' مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا نہ کیا' بلکہ اس کے برعکس' جب ان کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام ان کے پاس آئے اور ان کو توحید کی دعوت دی' ناپ تول میں ان کو لوگوں پر ظلم کرنے سے باز آنے کی تلقین کی اور اس ظلم سے ان کو سختی سے منع کیا مگر وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں اپنے ظلم پر جمے رہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا یہاں ظالمین کے لفظ سے ذکر فرمایا۔ ﴿فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ ”پس ہم نے ان سے بدلہ لیا“ اور چھتری والے دن کے عذاب

نے ان کو آ لیا' بلاشبہ یہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا۔ ﴿وَ اِنَّهُمَا﴾ "اور یہ دونوں" یعنی دیار قوم لوط اور اصحاب ایکہ ﴿لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ "کھلے راستے پر ہیں۔" یعنی یہ دونوں بستیاں واضح راستے پر واقع ہیں جہاں ہر وقت مسافروں کے قافلے گزرتے رہتے ہیں۔ ان کے وہ آثار نمایاں ہیں جن کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور عقل مند لوگ اس سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا

اور البتہ تحقیق جھٹلایا باشندگان حجر نے رسولوں کو ○ اور دیں ہم نے انہیں اپنی نشانیاں

فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٨١﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿٨٢﴾

پس تھے وہ ان سے اعراض کرنے والے ○ اور تھے وہ تراشتے پہاڑوں سے گھر بے خوف ہو کر ○

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٤﴾

پس آ پکڑا انہیں چیخ نے صبح کے وقت ○ پس نہ فائدہ دیا انہیں اس (مال) نے جو تھے وہ کماتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اہل حجر یعنی صالح علیہ السلام کی قوم کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جو حجاز کے علاقہ حجر میں آباد تھی انہوں نے اپنے رسولوں' یعنی صالح علیہ السلام کو جھٹلایا' جس نے کسی ایک رسول کو جھٹلایا اس نے گویا تمام رسولوں کو جھٹلایا' کیونکہ ان سب کی دعوت ایک تھی۔ انہوں نے کسی رسول کی اس کی ذاتی شخصیت کی بنا پر تکذیب نہیں کی بلکہ انہوں نے حق کی تکذیب کی جس کے لانے میں تمام رسول مشترک تھے۔ ﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا﴾ اور ہم نے انہیں وہ نشانیاں عطا کیں جو اس حق کی صحت پر دلالت کرتی تھیں جنہیں صالح علیہ السلام لے کر آئے تھے' ان نشانیوں میں سے وہ اونٹنی بھی تھی جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کی بہت بڑی نشانی تھی۔ ﴿فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ﴾ "پس وہ ان سے منہ پھیرتے رہے" وہ تکبر اور سرکشی کی بنا پر ان نشانیوں سے روگردانی کیا کرتے تھے۔

﴿وَكَانُوْا﴾ "اور تھے وہ" اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کثرت کی بنا پر ﴿يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ﴾ "تراشتے تھے پہاڑوں کے گھر اطمینان کے ساتھ" یعنی اپنے گھروں میں ہر قسم کے خوف سے مطمئن ہو کر۔ پس اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کیا ہوتا اور اپنے نبی صالح علیہ السلام کی تصدیق کی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو بے پناہ رزق عطا کرتا اور مختلف انواع کے دنیاوی اور اخروی ثواب کے ذریعے سے ان کی عزت افزائی کرتا۔ مگر انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے کہنے لگے: ﴿يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (الاعراف: ۷/۷۷) "اے صالح! لے آ وہ عذاب جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم واقعی رسول ہو۔" ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ﴾ "سو پکڑ لیا ان کو چنگھاڑ نے' صبح ہونے کے وقت" پس ان کے سینوں میں ان کے دل پارہ پارہ ہو کر رہ گئے اور وہ اپنے گھر میں ہلاک ہو کر اوندھے منہ پڑے

رہ گئے اور اس کے ساتھ ساتھ دائمی رسوائی اور لعنت نے ان کا پیچھا کیا۔ ﴿فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''پس کام نہ آیا ان کے جو کچھ وہ کماتے تھے۔'' کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم (عذاب) آ جاتا ہے تو پھر اس کو لشکروں کی کثرت' انصار و اعوان کی قوت اور مال و دولت کی بہتات واپس نہیں لوٹا سکتی۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ

اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، مگر ساتھ حق کے، اور بے شک قیامت

لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾

البتہ آنیوالی ہے، پس آپ درگزر کریں (ان سے) درگزر کرنا اچھے انداز سے ○ بلاشبہ آپکا رب، وہی پیدا کرنیوالا، خوب جاننے والا ہے ○

یعنی ہم نے زمین و آسمان کو عبث اور باطل پیدا نہیں کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن سمجھتے ہیں۔ ﴿اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ بلکہ ہم نے زمین و آسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے' جو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے اندر ہے اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے نیز زمین و آسمان اللہ کی قدرت کاملہ' بے پایاں رحمت' حکمت اور اس کے علم محیط پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جس کے سوا کوئی دوسری ہستی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ﴾ ''اور قیامت بے شک آنے والی ہے'' اور اس گھڑی کے آنے میں کوئی شک نہیں' کیونکہ ابتدا میں زمین و آسمان کی تخلیق' مخلوقات کو دوسری مرتبہ پیدا کرنے کی نسبت زیادہ مشکل ہے۔ ﴿فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ﴾ ''پس درگزر کریں اچھی طرح درگزر کرنا'' یعنی ان سے اس طرح درگزر کیجئے کہ اس میں کسی قسم کی اذیت نہ ہو بلکہ اس کے برعکس برائی کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیے' اس کی تقصیر کو بخش دیجئے' تاکہ آپ اپنے رب سے بہت زیادہ اجر و ثواب حاصل کریں۔ کیونکہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔

اس آیت کریمہ کے جو معانی میں نے یہاں ذکر کیے ہیں مجھ پر اس سے بہتر معانی ظاہر ہوئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ...... رسول اللہ ﷺ کو جس کام کا حکم دیا گیا ہے وہ ہے نہایت اچھے طریقے سے درگزر کرنا' یعنی وہ اچھا طریقہ جو بغض' کینہ اور قولی و فعلی اذیت سے پاک ہو۔ اس طرح درگزر کرنا نہ ہو جو احسن طریقے سے نہیں ہوتا اور یہ ایسا درگزر کرنا ہے جو صحیح مقام پر نہ ہو۔ اس لئے جہاں سزا دینے کا تقاضا ہو وہاں عفو اور درگزر سے کام نہ لیا جائے' مثلاً زیادتی کرنے والے ظالموں کو سزا دینا' جن کو سزا کے سوا کوئی اور طریقہ درست نہیں کر سکتا...... یہ ہے اس آیت کریمہ کا معنی۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ﴾ بے شک آپ کا رب تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔ ﴿الْعَلِيْمُ﴾ اور ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اس کی مخلوقات اور اس کے احاطہ علم یعنی تمام کائنات میں سے کوئی چیز اسے بے بس نہیں کر سکتی۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ

اور البتہ تحقیق دی ہیں ہم نے آپ کو سات (آیتیں) بار بار دہرائی جانے والیں اور قرآن عظیم ○ نہ ڈالیں آپ

عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا

اپنی آنکھیں طرف اس (مال ومتاع) کے کہ فائدہ دیا ہم نے ساتھ اسکے کئی قسم کے لوگوں کو ان (کافروں) میں سے، اور نہ

تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ

غم کھائیں ان پر، اور جھکا دیں اپنا بازو مومنوں کے لیے ○ اور فرما دیجیے، بے شک میں تو خوب ڈرانے والا ہوں

الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ

ظاہر ○ (ایسے ہی عذاب سے) جیسا کہ نازل کیا تھا ہم نے اوپر قسمیں کھانے والوں کے ○ وہ لوگ جنھوں نے کر دیا قرآن

عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

کو ٹکڑے ٹکڑے ○ پس قسم ہے آپ کے رب کی! ہم ضرور پوچھیں گے ان سے سب سے ○ اس چیز کی بابت جو تھے وہ عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ پر اپنی نوازشوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ ﴾ ''ہم نے دیں آپ کو سات آیتیں' دہرائی جانے والی'' صحیح ترین تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد (السبع الطوال) ''سات لمبی سورتیں' یعنی البقرہ' آل عمران' النساء' المائدہ' الانعام' الاعراف' الانفال اور التوبہ ہیں۔ یا اس سے مراد سورۂ فاتحہ ہے۔ پس ﴿ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴾ کا عطف' عام کا عطف خاص پر' کے باب سے ہوگا۔ کیونکہ ان بار بار پڑھی جانے والی سورتوں میں توحید' علوم غیب اور احکام جلیلہ کا ذکر کیا گیا ہے اور ان مضامین کو بار بار دہرایا گیا ہے اور ان مفسرین کے قول کے مطابق جو سورۂ فاتحہ کو (السبع المثانی) کی مراد قرار دیتے ہیں' معنی یہ ہے کہ یہ سات آیتیں ہیں جو ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول ﷺ کو قرآن عظیم اور اس کے ساتھ ''سبع مثانی'' عطا کیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بہترین عطیے سے نواز دیا جس کے حصول میں لوگ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رغبت رکھتے ہیں اور مومنین جس پر سب سے زیادہ خوشی محسوس کرتے ہیں۔ فرمایا: ﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾ (یونس: ۵۸/۱۰) ''کہہ دیجیے کہ یہ اللہ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت کے سبب سے ہے' پس اس پر انھیں خوش ہونا چاہیے۔ یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جنھیں یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔''

بنابریں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ ﴾ ''آپ ان چیزوں کی طرف نظر نہ ڈالیں جو ہم نے ان میں سے کئی قسم کے لوگوں کو برتنے کے لیے دیں'' یعنی یہ چیزیں آپ کو اتنی زیادہ اچھی نہ لگیں کہ آپ کے فکر ونظر کو شہوات دنیا میں مشغول کر دیں جن سے دنیا پرست خوش حال لوگ متمتع ہو رہے ہیں اور ان کی وجہ سے جاہل لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو سات بار بار دہرائی

جانے والی آیات اور قرآن عظیم عطا کیا ہے اس کے ذریعے سے بے نیاز رہیے۔ ﴿ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ ﴾ ”اور ان پر غم نہ کھائیں“ کیونکہ ان سے کسی بھلائی کی امید اور کسی فائدہ کی توقع نہیں ہے۔ پس اہل ایمان کی صورت میں آپ کو بہترین نعم البدل اور افضل ترین عوض عطا کر دیا گیا ہے۔ ﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴾ ”اور مومنوں کے لئے اپنے بازو جھکائے رکھیں“ یعنی ان کے ساتھ نرم رویہ رکھیے اور ان کے ساتھ حسن اخلاق، محبت، تکریم اور مودت سے پیش آیئے۔ ﴿ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ﴾ ”اور کہہ دیجئے، میں تو کھول کر ڈرانے والا ہوں“ یعنی لوگوں کو ڈرانے، رسالت کی ادائیگی، قریب اور بعید، دوست اور دشمن کو تبلیغ کی ذمہ داری آپ (ﷺ) پر عائد ہے اسے پورا کیجئے۔ جب آپ نے یہ ذمہ داری ادا کر دی تو ان کا حساب آپ (ﷺ) پر ہے نہ آپ کا حساب ان کے ذمہ ہے۔ ﴿ كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ﴾ ”جیسا کہ (عذاب) بھیجا ہم نے ان بانٹنے والوں پر“ یعنی (آپ ان کو اسی طرح عذاب سے ڈرا رہے ہیں) جیسے ہم نے اس چیز کو جھٹلانے والوں پر، جسے لے کر آپ ﷺ مبعوث ہوئے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے میں کوشاں رہنے والوں پر، عذاب نازل کیا۔ ﴿ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ﴾ ”جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔“ یعنی جنہوں نے قرآن کو مختلف اصناف، اعضا اور اجزا میں تقسیم کر رکھا ہے اور اپنی خواہشات نفس کے مطابق اس میں تصرف کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض (قرآن کے متعلق) کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ کہانت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ افتراء پردازی ہے اور اس قسم کے دیگر اقوال جو ان جھٹلانے والے کفار نے پھیلا رکھے ہیں جو محض اس مقصد کے لئے قرآن میں جرح وقدح کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو ہدایت کے راستے سے روک سکیں۔ ﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴾ ”پس قسم ہے آپ کے رب کی، ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے“ یعنی ان تمام لوگوں سے جنہوں نے اس قرآن میں جرح وقدح کی، اس میں عیب چینی اور اس میں تحریف کر کے اس کو بدل ڈالا۔ ﴿ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ ”ان کاموں کے بارے میں جو وہ کرتے رہے۔“ یعنی ہم ان سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھیں گے۔ یہ ان کے لئے سب سے بڑی ترہیب اور ان کے اعمال پر زجر وتوبیخ ہے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۴﴾ إِنَّا كَفَيْنَاكَ

پس کھول کر سنا دیں اس چیز کو کہ حکم دیئے گئے ہیں آپ (اس کا)، اور اعراض کریں مشرکوں سے ○ بلاشبہ ہم کافی ہیں آپ کو

الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿۹۵﴾ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۹۶﴾

استہزاء کرنے والوں سے ○ وہ لوگ جو بناتے ہیں ساتھ اللہ کے معبود دوسرے، پس عنقریب وہ جان لیں گے (انجام اپنا) ○

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ

اور البتہ تحقیق جانتے ہیں ہم کہ بے شک آپ، تنگ ہوتا ہے آپ کا سینہ بوجہ اس کے جو وہ کہتے ہیں ○ پس آپ تسبیح بیان کریں

بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿۹۹﴾

ساتھ حمد کے اپنے رب کی، اور ہوں آپ سجدہ کرنیوالوں سے ○ اور آپ عبادت کریں اپنے رب کی یہاں تک کہ آ جائے آپکے پاس یقین (موت) ○

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ کفار مکہ اور دیگر کفار کو ہرگز خاطر میں نہ لائیں اور اس چیز کو کھلا کھلا بیان کر دیں جس کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور تمام لوگوں کے سامنے اس کا اعلان کر دیں' کوئی رکاوٹ آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل سے روک نہ دے اور ان مضطرب اذہان کے مالک لوگوں کی باتیں آپ کو اللہ کی راہ سے روک نہ دیں ﴿ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴾ ''اور مشرکین سے اعراض کریں۔'' یعنی مشرکین کی پروانہ کیجیے اور اپنا کام کرتے رہیے۔ ﴿ اِنَّا كَفَيۡنٰكَ الۡمُسۡتَهۡزِءِيۡنَ ﴾ ''ہم تمہیں ان لوگوں کے شر سے بچانے کے لیے کافی ہیں جو تم سے استہزا کرتے ہیں۔'' یعنی جو لوگ آپ کا اور اس حق کا جسے لے کر آپ مبعوث ہوئے ہیں تمسخر اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول سے یہ وعدہ ہے کہ تمسخر اڑانے والے آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ان کے مقابلہ میں' اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا کر دکھایا' چنانچہ جس کسی نے بھی رسول اللہ ﷺ اور حق کے ساتھ استہزاء کیا' اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کیا اور اسے بدترین طریقے سے قتل کیا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کا وصف بیان کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ جس طرح آپ کو ایذا پہنچاتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی ایذا دیتے ہیں۔ ﴿ الَّذِيۡنَ يَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ ''جو کہ ٹھہراتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسرے معبود'' حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کا رب اور ان کا خالق ہے اور ان پر تمام احسان اسی کی طرف سے ہیں۔ ﴿ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ﴾ ''عنقریب وہ جان لیں گے'' یعنی جب وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے تو انہیں اپنے کرتوتوں کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ ﴿ وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّكَ يَضِيۡقُ صَدۡرُكَ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ ﴾ ''اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ ان باتوں سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں'' یعنی وہ آپ کی تکذیب اور استہزاء کی بابت جو باتیں کہتے ہیں' وہ ہمیں معلوم ہیں اور ہم عذاب کے ذریعے سے ان کے استیصال پر پوری پوری قدرت رکھتے ہیں نیز ان کو فوری طور پر وہ سزا دے سکتے ہیں جس کے وہ مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دے رہا ہے' تاہم ان کو مہمل نہیں چھوڑے گا۔

﴿ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ ﴾ ''پس (اے محمد ﷺ) آپ اپنے رب کی خوبیاں بیان کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہوں۔'' یعنی نہایت کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی تسبیح و تحمید کیجیے اور نماز پڑھیے کیونکہ اس سے شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور یہ ذکر اور نماز آپ کے امور میں آپ کی مدد کریں گے۔ ﴿ وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ ﴾ ''اور اپنے رب کی عبادت کیجیے' یہاں تک کہ آپ کے پاس یقینی بات آ جائے'' یعنی آپ کو موت آ جائے۔ یعنی اپنے تمام اوقات میں' اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے دائمی طور پر مختلف عبادات میں مصروف رہیے۔ پس نبی مصطفیٰ ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی حتیٰ کہ آپ کو آپ کے رب کی طرف سے واپسی کا حکم آ پہنچا۔ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما کثیرا۔

تفسیر سورۃ النحل

سُوْرَةُ النَّحْلِ (١٦) مَكِّيَّةٌ (٧٠) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ١٢٨ رُكُوْعَاتُهَا ١٦

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ① يُنَزِّلُ

آ پہنچا حکم اللہ کا سو نہ جلدی طلب کرو تم اسے، پاک ہے وہ اور برتر ہے ان سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ○ وہی نازل کرتا ہے

الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا

فرشتوں (جبریل) کو ساتھ روح (وحی) کے، اپنے حکم سے، اوپر جس کے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے، یہ کہ ڈراؤ تم (لوگوں کو)

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

کہ بے شک نہیں کوئی معبود مگر میں ہی، سو تم ڈرو مجھ ہی سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے وعدے کو قریب بتلاتے ہوئے اور اس کے وقوع کو متحقق کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ﴾ ''اللہ کا حکم آ پہنچا' پس آپ اس میں جلدی نہ کریں'' کیونکہ یہ وعدہ ضرور آئے گا اور جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہی ہوتی ہے۔ ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''وہ پاک اور بلند ہے ان چیزوں سے جن کو وہ اس کا شریک بناتے ہیں'' اللہ تبارک و تعالیٰ شریک' بیٹے' بیوی اور ہمسر وغیرہ کی نسبت سے بالکل پاک ہے جن کو یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں' یہ نسبت اللہ تعالیٰ کے جلال کے لائق نہیں اور اس کے کمال کے منافی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ان سے منزہ قرار دیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کو اس کے دشمنوں نے متصف کیا ہے۔ اس لئے اس وحی کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے انبیاء و مرسلین پر نازل فرمائی جس کی اتباع کو وہ پسند فرماتا ہے۔ اس وحی میں ان صفات کمال کا ذکر فرمایا جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جانا چاہیے۔ فرمایا: ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ﴾ ''وہ اتارتا ہے فرشتوں کو وحی دے کر اپنے حکم سے'' یعنی اس وحی کے ساتھ' جس پر روح کی زندگی کا دارومدار ہے ﴿عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ ''اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے'' یعنی ان بندوں پر وحی نازل فرماتا ہے جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ اس کی رسالت کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

تمام انبیاء و مرسلین کی دعوت کا لب لباب اور اس کا دارومدار اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر ہے: ﴿اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا﴾ ''انہیں خبردار کرو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں'' یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور صفات عظمت میں اس کی وحدانیت کے بارے میں ڈراؤ' جو کہ درحقیقت صفات الوہیت ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاؤ جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں نازل فرمائیں اور اپنے رسول مبعوث کئے۔ تمام شرائع اللہ تعالیٰ

کی عبادت کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر زور دیتی ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی مخالفت کرتا اور اس کے متضاد کام کرتا ہے یہ شرائع اس کے خلاف جہاد کرتی ہیں۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے دلائل و براہین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③ خَلَقَ الْاِنْسَانَ

اس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے، وہ برتر ہے ان سے جو وہ (اس کے) شریک ٹھہراتے ہیں ○ اس نے پیدا کیا انسان کو

مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ④ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ

نطفے سے، پس ناگہاں (ہوگیا) وہ جھگڑنے والا صریح ○ اور چوپائے بھی، اسی نے پیدا کیا ان کو، تمہارے لئے ان میں گرماؤ ہے

وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ⑤ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ

اور کئی فائدے ہیں، اور بعض ان میں سے تم کھاتے ہو ○ اور تمہارے لئے ان (چوپایوں) میں رونق بھی ہے، جب شام کے وقت تم چرا کر لاتے ہو

وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ⑥ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا

اور جب صبح کے وقت تم چرانے لے جاتے ہو ○ اور وہ اٹھالے جاتے ہیں بوجھ تمہارے طرف اس شہر کی کہ نہیں تھے تم پہنچنے والے اس (شہر) کو مگر

بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑦ وَّالْخَيْلَ

ساتھ (سخت) مشقت جسمانی کے بلاشبہ تمہارا رب بہت ہی شفقت کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ○ اور (اسی نے پیدا کئے) گھوڑے

وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ⑧ وَعَلَى اللّٰهِ

اور خچر اور گدھے تاکہ تم سوار ہوان پر، اور واسطے زینت کے، اور وہ پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے ○ اور اوپر اللہ ہی کے (پہنچتی) ہے

قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَاۗىِٕرٌ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ⑨ ع

سیدھی راہ، اور کچھ ان (راہوں) میں سے ٹیڑھی ہیں، اور اگر اللہ چاہتا تو ہدایت دیتا تم کو سب کو ○

اس سورۂ مبارکہ کو ''سورۃ النعم'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے اصول اور اس کے قواعد بیان کئے ہیں اور اس کے آخر میں وہ امور بیان کئے ہیں جو ان کی تکمیل کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے زمین اور آسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا تاکہ بندے اس کے ذریعے سے ان کے خالق کی عظمت اور اس کی صفات کمال پر استدلال کریں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو اپنے ان بندوں کے رہنے کے لئے پیدا کیا ہے جو اس کی عبادت اس طرح کرتے ہیں جس طرح اس نے اپنی شرائع میں ان کو حکم دیا ہے جن کو اس نے اپنے رسولوں کی زبان پر نازل فرمایا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مشرکین کے شرک سے منزہ قرار دیا۔ فرمایا: ﴿ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ ''یہ لوگ جو شریک بناتے ہیں وہ اس سے بالاتر ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بہت بڑا ہے۔ وہی معبود حقیقی ہے جس کے سوا کسی اور

کی عبادت' کسی اور سے محبت اور کسی اور کے سامنے عاجزی کا اظہار مناسب نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کا ذکر کرنے کے بعد زمین و آسمان کی مخلوق کا ذکر فرمایا اور اشرف المخلوقات یعنی انسان سے اس کی ابتدا کی' چنانچہ فرمایا: ﴿خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ﴾ "اس نے انسان کو ایک بوند سے پیدا کیا" اللہ تعالیٰ اس نطفہ کی تدبیر کرتا رہا اور اس کو نشوونما دیتا رہا یہاں تک کہ وہ ظاہری اور باطنی طور پر کامل اعضاء کے ساتھ کامل انسان بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بے شمار نعمتوں سے نوازا یہاں تک کہ اس کی تکمیل ہو گئی تو اپنے آپ پر فخر کرنے لگا اور خود پسندی کا شکار ہو گیا۔ فرمایا: ﴿فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ﴾ "پھر جبھی ہو گیا وہ علانیہ جھگڑا کرنے والا" اس میں اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے رب کی مخالفت کرنے لگا' اس کا انکار کرنے لگا' اس کے انبیاء و رسل سے جھگڑنے لگا اور اس کی آیات کی تکذیب کرنے لگا۔ اس نے اپنی تخلیق کے اولین مراحل اور اس کی نعمتوں کو فراموش کر دیا اور ان نعمتوں کو نافرمانی میں استعمال کیا۔ اور اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو نطفہ (بوند) سے پیدا کیا' پھر اس کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ وہ ایک کلام کرنے والا' ذہین' صاحب رائے' عقل مند انسان بن گیا تو جھگڑے اور بحث کرنے لگ گیا۔ پس بندے کو اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے جس نے اسے اس حالت تک پہنچایا۔ جس حالت تک پہنچنا کسی طرح بھی اس کی قدرت اور اختیار میں نہ تھا۔

﴿وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ﴾ "اور چوپایوں کو بھی اس نے تمہارے لیے پیدا کیا۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے چوپایوں کو تمہاری خاطر' تمہارے فوائد اور مصالح کی خاطر تخلیق فرمایا۔ ان کے جملہ بڑے بڑے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے ﴿لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ﴾ "ان میں تمہارے لئے گرمی ہے" جو تم ان کی صوف' ان کی پشم' ان کے بالوں سے لباس' بچھونے اور خیمے بنا کر حاصل کرتے ہو۔ ﴿وَمَنَافِعُ﴾ اس کے علاوہ تمہارے لئے دیگر فوائد ہیں ﴿وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ "اور ان (جانوروں) میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔" ﴿وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ﴾ "اور تمہارے واسطے ان میں خوب صورتی ہے جب شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب چرانے لے جاتے ہو" یعنی شام کے وقت ان مویشیوں کے گھر لوٹنے اور آرام کرنے اور صبح کے وقت چرنے کے لئے باہر جانے میں تمہارے لئے خوبصورتی ہے۔ ان چوپایوں کی خوبصورتی کا ان کے لئے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ تم ہی ہو جو ان مویشیوں کو' اپنے لباس' اپنی اولاد اور اپنے مال کو اپنے جمال کا ذریعہ بناتے ہو اور یہ چیزیں تمہیں اچھی لگتی ہیں۔

﴿وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ﴾ "اور وہ تمہارے بوجھ اٹھاتے ہیں۔" یعنی یہ چوپائے تمہارے بھاری بھاری بوجھ اٹھاتے ہیں بلکہ وہ تمہیں بھی اٹھاتے ہیں۔ ﴿إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ﴾ "ان شہروں تک کہ تم نہ پہنچتے وہاں' مگر جان مار کر" لیکن اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے مطیع بنا دیا۔ ان میں سے بعض پر تم

سواری کرتے ہو اور بعض جانوروں پر تم جو چاہتے ہو بوجھ لادتے ہو اور دور دراز شہروں اور ملکوں تک لے جاتے ہو۔ ﴿اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بے شک تمہارا رب بڑا شفقت کرنے والا' نہایت مہربان ہے'' اس نے تمہارے لئے ان تمام چیزوں کو مسخر کر دیا جن کی تمہیں ضرورت اور جن کی تمہیں حاجت تھی۔ پس ہر قسم کی حمد و ثنا کا وہی مستحق ہے' جیسا کہ اس کے جلال' اس کی عظمت سلطنت اور اس کے بے پایاں جود و کرم کے لائق ہے۔

﴿وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ﴾ ''اور گھوڑے' خچر اور گدھے'' یعنی ہم نے ان تمام چوپایوں کو تمہارے قابو میں دے دیا ﴿لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً﴾ ''تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے لئے'' یعنی کبھی تو تم انہیں سواری کی ضرورت کے لئے استعمال کرتے ہو اور کبھی خوبصورتی اور زینت کی خاطر تم انہیں پالتے ہو۔ یہاں ان کو کھانے کا ذکر نہیں کیا کیونکہ خچر اور گدھے کا گوشت حرام ہے۔ گھوڑوں کو بھی غالب طور پر کھانے کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے برعکس اس کو کھانے کی غرض سے ذبح کرنے سے منع کیا گیا ہے' اس ڈر سے کہ کہیں ان کی نسل منقطع نہ ہو جائے۔ ورنہ صحیحین میں حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے۔ ﴿وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے'' نزول قرآن کے بعد بہت سی ایسی چیزیں وجود میں آئیں جن پر انسان بحر و بر اور فضا میں سواری کرتے ہیں اور جنہیں وہ اپنے فوائد اور مصالح کے لئے اپنے کام میں لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعیان کے ساتھ ان کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صرف ایسی ہی چیزوں کا ذکر فرماتا ہے جن کو اس کے بندے جانتے ہوں یا جن کی نظیر کو وہ جانتے ہوں اور جس کی نظیر ان کے زمانے میں دنیا میں موجود نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ کرتا تو لوگ اس چیز کو نہ پہچان سکتے اور یہ نہ سمجھ سکتے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ صرف جامع اصول ذکر فرماتا ہے جس میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جنہیں لوگ جانتے ہیں اور جنہیں لوگ نہیں جانتے۔ جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کے بارے میں ان چیزوں کا نام لیا ہے جن کو ہم جانتے ہیں اور جن کی نظیر کا مشاہدہ کرتے ہیں' مثلاً کھجور' انگور اور انار وغیرہ اور جس کی کوئی نظیر ہم نہیں جانتے' اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا ذکر مجمل طور پر اپنے اس ارشاد میں کیا ہے۔ ﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ﴾ (الرحمن: ۵۲/۵۵) ''ان میں سب میوے دو دو قسم کے ہوں گے۔'' اسی طرح یہاں بھی صرف انہی سواریوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے ہم متعارف ہیں' مثلاً گھوڑے' خچر' گدھے' اونٹ اور بحری جہاز وغیرہ اور باقی کو اس نے اس قول ﴿وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ میں مجمل رکھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاں حسی راستے کا ذکر فرمایا' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ عنایت فرمائی کہ وہ اس راستے کو اونٹوں اور دیگر سواریوں کے ذریعے سے طے کرتے ہیں...... وہاں اس معنوی راستے کا بھی ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ﴾ ''اور اللہ تک پہنچتا ہے سیدھا راستہ'' یعنی صراط

مستقیم جو قریب ترین اور مختصر ترین راستہ ہے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔

رہا عقائد و اعمال میں ظلم کا راستہ تو اس سے مراد ہر وہ راستہ ہے جو صراط مستقیم کی مخالفت کرتا ہے یہ راستہ اللہ تعالیٰ سے منقطع کر کے شقاوت کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔ پس ہدایت یافتہ لوگ اپنے رب کے حکم سے صراط مستقیم پر گامزن رہتے ہیں اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگ ظلم و جور کے راستوں کو اختیار کرتے ہیں ﴿ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ ''اور اگر وہ چاہے تو سب کو ہدایت دے دے'' مگر اللہ تعالیٰ بعض کو اپنے فضل و کرم سے ہدایت عطا کرتا ہے اور بعض کو اپنے عدل و حکمت کی بنا پر گمراہ کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ

وہی ہے جس نے نازل کیا آسمان سے پانی تمہارے لئے، اسی میں سے ہے پینا اور اسی سے (ہوتے) ہیں درخت، ان میں

تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ

تم چراتے ہو (جانور) ○ وہی اگاتا ہے تمہارے لئے ساتھ اس (پانی) کے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور ہر قسم کے پھل، بے شک اس میں (بڑی) نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ ان آیات کریمہ میں اپنی عظمت اور قدرت کے بارے میں انسان کو آگاہ فرماتا ہے اور ان آیات کے اختتام پر ﴿ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ''غور و فکر کرنے والوں کے لیے۔'' کہہ کر اپنی قدرت کاملہ پر غور و فکر کرنے کی ترغیب دی ہے، جس نے اپنی قدرت کاملہ سے اس رقیق و لطیف بادل سے پانی برسایا، یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے بکثرت پانی نازل کیا جسے وہ خود پیتے ہیں، اپنے مویشیوں کو پلاتے ہیں اور اس سے اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں، پس ان کھیتوں سے بے شمار پھل اور دیگر نعمتیں پیدا ہوتی ہیں۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ

اور تابع کر دیے اس نے واسطے تمہارے رات اور دن، اور سورج اور چاند، اور ستارے بھی تابع کر دیے گئے ہیں ساتھ اسی کے حکم کے،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ۙ

بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں ○

یعنی یہ تمام چیزیں تمہارے فوائد اور تمہارے مختلف مصالح کے لئے مسخر کی ہیں کیونکہ تم ان چیزوں سے کبھی بھی بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ رات کے وقت تم سوتے ہو، سکون اور آرام حاصل کرتے ہو، دن کے وقت تم اپنی معاش اور اپنے دینی اور دنیاوی مفادات کے حصول کی خاطر زمین میں پھیل جاتے ہو۔ سورج اور چاند سے تمہیں روشنی، نور اور اجالا حاصل ہوتا ہے، اس سے درختوں، پھلوں اور نباتات کی اصلاح ہوتی ہے۔ زمین کی مختلف رطوبتوں

میں کمی واقع ہوتی ہے اور اس برودت کا ازالہ ہوتا ہے جو زمین اور حیوانی ابدان کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے......
اور اس قسم کی دیگر ضروریات و حوائج جن کا دارومدار سورج اور چاند کے وجود پر ہے۔ علاوہ ازیں چاند' سورج اور ستارے آسمان کی زینت ہیں' بحر و بر کی تاریکیوں میں ان کے ذریعے سے راستے تلاش کئے جاتے ہیں' اوقات معلوم کئے جاتے ہیں اور زمانوں کا حساب لگایا جاتا ہے۔ جن سے مختلف انواع کے دلائل حاصل ہوتے ہیں اور آیات میں تصرف ہوتا ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے ان سب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ﴾ ''بے شک ان میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں'' یعنی ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں اور جس مقصد کے لیے یہ اشیاء بنائی اور تیار کی گئی ہیں اس میں غور و فکر اور تدبر کرتے ہوئے وہ اس عقل کو استعمال کرتے ہیں اور عقل جس چیز کو بھی دیکھتی یا سنتی ہے اسے سمجھتی ہے۔ نہ کہ غافلوں کی مانند نظر رکھنا' جو دیکھنے سے اتنے ہی بہرہ ور ہوتے ہیں جتنے وہ جانور جو عقل و فہم سے عاری ہیں۔

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

اور (تابع کیں) وہ چیزیں جو اس نے پیدا کیں تمہارے لئے زمین میں' اس حال میں کہ مختلف ہیں رنگ ان کے، بے شک اس میں

لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

البتہ (بڑی) نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں ○

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے مختلف انواع کے جو حیوانات' نباتات اور شجر وغیرہ پیدا کئے ہیں' جن کے رنگ ایک دوسرے سے مختلف اور جن کے فوائد بہت متنوع ہیں اور ان کو بندوں کے استفادے کے لئے زمین پر پھیلایا ہے' یہ سب اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت' بے پایاں احسان اور بے حساب فضل و کرم کی نشانیاں ہیں' نیز اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لئے نشانی ہیں جو سوچتے ہیں'' یعنی وہ لوگ جو اپنے حافظے میں علم نافع کو محفوظ رکھتے ہیں' پھر ان امور پر غور و فکر کرتے ہیں جن پر غور و فکر کرنے کی اللہ تعالیٰ نے دعوت دی ہے یہاں تک کہ وہ اس حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں جس پر یہ علم دلالت کرتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ

اور وہی ہے (اللہ) جس نے مسخر کیا سمندر کو تاکہ تم کھاؤ اس میں سے گوشت تر و تازہ (مچھلی کا)' اور (تاکہ) نکالو تم اس میں سے

حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَی الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا

زیور کہ پہنتے ہو تم اس کو' اور تو دیکھتا ہے کشتیوں کو کہ پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں اس میں، اور تاکہ تم تلاش کرو

مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾

اس کا فضل (رزق)' اور تاکہ تم شکر کرو ○

وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے ﴿الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ﴾ ’’جس نے سمندر کو مسخر کیا‘‘ اور تمہارے مختلف انواع کے فوائد کے لئے اسے تیار کیا۔ ﴿لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا﴾ ’’تا کہ کھاؤ تم اس سے تازہ گوشت‘‘ اس سے مراد مچھلی وغیرہ ہے جسے تم شکار کرتے ہو۔ ﴿وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا﴾ ’’اور نکالو تم اس سے زیور جو تم پہنتے ہو‘‘ جو تمہارے حسن و جمال میں اضافہ کرتے ہیں۔ ﴿وَتَرَى الْفُلْكَ﴾ ’’اور تم دیکھتے ہو کشتیاں‘‘ یعنی جہاز اور کشتیاں وغیرہ ﴿مَوَاخِرَ فِيْهِ﴾ ’’چلتی ہیں اس میں پانی پھاڑ کر‘‘ یعنی موجیں مارتے ہوئے ہولناک سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی کشتیاں ایک ملک سے دوسرے ملک تک جاتی ہیں جو مسافروں، ان کا رزق، ان کا مال اسباب اور ان کا سامان تجارت لے کر چلتی ہیں۔ سامان تجارت سے وہ رزق اور اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں۔ ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ’’اور تا کہ تم شکر کرو‘‘ یعنی اس ہستی کا شکر ادا کرو جس نے تمہارے لئے یہ تمام چیزیں تیار کر کے تمہیں میسر کیں اور تم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو جس نے تمہیں ان چیزوں سے نوازا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہی شکر کا مستحق ہے اور اس کے لئے حمد و ثنا ہے کیونکہ اس نے اپنے بندوں کو ان کی طلب سے زیادہ اور ان کی آرزوؤں سے بڑھ کر مصالح اور فوائد عطا کئے۔ اس کی حمد و ثنا کا شمار نہیں جا سکتا بلکہ وہ ویسے ہی ہے جیسے اس نے اپنی ثنا خود بیان کی۔

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا

اور اس نے گاڑ دیئے زمین میں مضبوط پہاڑ تا کہ (نہ) جھک پڑے وہ (کسی ایک طرف) تمہیں لے کر اور (بنائیں اس میں) نہریں اور راستے

لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

تا کہ تم راہ پاؤ ○ اور (بنائیں) نشانیاں (بھی) اور ساتھ ستاروں کے بھی وہ راہ پاتے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَلْقٰى﴾ ’’اور رکھ دیئے اس نے‘‘ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی خاطر ﴿فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ﴾ ’’زمین میں بوجھ‘‘ اس سے مراد بڑے بڑے پہاڑ ہیں تا کہ زمین مخلوق کے ساتھ ڈھلک نہ جائے اور تا کہ زمین پر کھیتی باڑی کر سکیں، اس پر عمارتیں بنا سکیں اور اس پر چل پھر سکیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا کرشمہ ہے کہ اس نے زمین پر دریاؤں کو جاری کر دیا، وہ ان دریاؤں کو دور دراز زمین سے بہا کر اس زمین تک لاتا ہے جو ان کے پانی کی ضرورت مند ہے تا کہ وہ خود، ان کے مویشی اور کھیت سیراب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ دریا سطح زمین پر اور کچھ دریا سطح زمین کے نیچے جاری کئے، لوگ کنوئیں کھودتے ہیں یہاں تک کہ وہ زیر زمین بہنے والے دریاؤں تک پہنچ جاتے ہیں تب وہ رہٹ اور دیگر آلات کے ذریعے سے، جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مسخر کر دیا ہے...... ان زمینی دریاؤں (کے پانی) کو باہر نکالتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بے کراں رحمت ہی ہے کہ اس نے زمین میں تمہارے لئے راستے بنا دیئے جو دور دراز شہروں تک لے جاتے ہیں۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ شاید کہ تم ان راستوں کے ذریعے سے اپنی منزل مقصود کو پا لو حتیٰ کہ تم ایسا علاقہ بھی پاؤ گے جو پہاڑوں کے سلسلے سے گھرا ہوا

ہے' مگر اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑوں میں لوگوں کے لئے درے اور راستے بنا دیئے ہیں۔

أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٧﴾ وَإِنْ تَعُدُّوا

کیا پس وہ (اللہ) جو (سب کچھ) پیدا کرتا ہے' اسکی طرح ہے جو (کچھ بھی) پیدا نہیں کرتا؟ کیا پس نہیں نصیحت حاصل کرتے تم؟○ اور اگر تم

نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٨﴾ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ

نعمتیں اللہ کی، تو نہ گن سکو گے تم انکو، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے○ اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو

وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا

اور جو تم ظاہر کرتے ہو○ اور وہ لوگ جن کو وہ پکارتے ہیں سوائے اللہ کے، نہیں پیدا کر سکتے وہ کوئی چیز بھی

وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ ۙ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٢١﴾ ع ٢

جبکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں○ (وہ) مردے ہیں، نہیں ہیں زندہ، اور نہیں شعور رکھتے وہ کہ کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے○

إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكِرَةٌ وَهُمْ

معبود تمہارا، معبود ایک ہی ہے، پس وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے ساتھ آخرت کے' ان کے دل ہی انکاری ہیں (توحید کے) اور وہ

مُسْتَكْبِرُونَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ

تکبر کرتے ہیں○ یقیناً بے شک اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں،

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ﴿٢٣﴾

بلاشبہ اللہ نہیں پسند کرتا تکبر کرنے والوں کو○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ذکر کرنے کے بعد کہ اس نے بڑی بڑی مخلوقات کو تخلیق کیا اور اس نے تمہیں لامحدود نعمتیں عطا کیں...... فرمایا کہ کوئی ہستی اس کے مشابہ ہے نہ اس کی برابری کر سکتی ہے اور نہ اس کی ہمسر ہے' چنانچہ فرمایا:﴿ أَفَمَنْ يَخْلُقُ ﴾ ''پس کیا وہ ہستی جو تمام مخلوقات کو پیدا کرتی ہے'' اور وہ جو ارادہ کرتی ہے اسے کر گزرتی ہے۔﴿ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ﴾ ''اس ہستی کی مانند ہو سکتی ہے جو (کم یا زیادہ) کچھ بھی پیدا کرنے پر قادر نہیں۔''﴿ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴾ ''کیا تم (اتنا) نہیں سمجھتے'' کہ تم پہچان سکو کہ وہ ہستی جو تخلیق میں یکتا ہے' وہی ہر قسم کی عبودیت کی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی تخلیق وتدبیر میں یکتا ہے اسی طرح وہ اپنی الوہیت' وحدانیت اور عبادت میں بھی یکتا ہے اور جس طرح اس وقت اس کا کوئی شریک نہ تھا جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور دیگر چیزوں کو پیدا کیا۔ پس اس کی عبادت میں اس کے ہم سر نہ بناؤ بلکہ دین کو اس کے لئے خالص رکھو۔

﴿ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ ﴾ ''اور اگر تم شمار کرو اللہ کی نعمتوں کو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے شکر سے صرف نظر کرتے ہوئے' صرف تعداد کے اعتبار سے﴿ لَا تُحْصُوهَا ﴾ ''تو تم ان کو شمار نہیں کر سکو گے'' یعنی ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا

تو بھی تم ان کو شمار بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ ہر قسم کی ظاہری و باطنی نعمتیں' جو اس نے سانسوں اور لحظوں کی تعداد میں بندوں پر کی ہیں' جن میں سے کچھ کو وہ جانتے ہیں اور کچھ کو نہیں جانتے' اسی طرح جو تکلیفیں وہ ان سے دور فرماتا رہتا ہے' یہ سب اتنی زیادہ ہیں کہ حیطہ شمار سے باہر ہیں۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''بے شک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے'' وہ معمولی سے شکر کو بھی قبول کر لیتا ہے باوجود اس بات کے کہ اس کے انعامات بہت زیادہ ہیں اور جیسے اس کی رحمت بے پایاں' اس کا جود و کرم لامحدود اور اس کی مغفرت تمام بندوں کو شامل ہے' ایسے ہی اس کا علم ان سب کو محیط ہے۔ ﴿يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ﴾ ''وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔'' اور اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے' وہ اس کے برعکس ہیں یعنی وہ کچھ نہیں جانتے۔ کیونکہ ﴿لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا﴾ ''وہ (کم یا زیادہ) کچھ بھی تخلیق کرنے پر قادر نہیں ہیں'' ﴿وَهُمْ يُخْلَقُونَ﴾ ''اور ان کو پیدا کیا گیا ہے۔'' یعنی حالت یہ ہے کہ خود ان کو پیدا کیا گیا ہے وہ ہستیاں جو خود اپنے وجود کے لئے اللہ تعالیٰ کی محتاج ہوں وہ کیسے کوئی چیز پیدا کر سکتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ تمام اوصاف کمال اور علم وغیرہ سے محروم ہیں۔ ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ ''وہ مردہ ہیں' زندہ نہیں'' جو سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ وہ کچھ عقل رکھتے ہیں۔ کیا تم اللہ رب العالمین کو چھوڑ کر ان کو معبود بناتے ہو؟ پس مشرکین کی مت ماری گئی ہے' ان کی عقل کتنی گمراہ اور کتنی فاسد ہے کہ وہ ان اشیاء میں بھی بہک گئی جن کا فساد بالکل واضح اور اظہر ہے۔

انہوں نے ان لوگوں کو جو ہر لحاظ سے ناقص' اوصاف کمال سے عاری اور افعال سے محروم ہیں...... اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دے دیا ہے جو ہر لحاظ سے کامل ہے۔ وہ ہر صفت کمال کا مالک ہے اور یہ صفت اس میں سب سے کامل اور سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس کا علم کامل تمام اشیاء پر محیط' اس کی قدرت سب کو شامل اور اس کی رحمت بے حد و حساب ہے جو تمام کائنات پر سایہ کناں ہے۔ وہ حمد و ثنا' مجد و کبریاء اور عظمت کا مالک ہے' اس کی مخلوق میں کوئی بھی اس کی کسی صفت کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ بنابریں فرمایا: ﴿إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾ ''تمہارا معبود' ایک معبود ہے'' اور وہ ہے اللہ جو ایک اور یکتا ہے اور وہ بے نیاز ہے اس نے کسی کو جنم دیا ہے نہ اس کو کسی نے جنم دیا ہے اور اس کا کوئی بھی ہمسر نہیں۔ پس عقل مند اور اہل ایمان نے اللہ تعالیٰ اور اس کی عظمت کو اپنے دلوں میں بسا لیا ہے' ان کے دل اس سے بے پناہ محبت کرتے ہیں' بدنی اور مالی عبادات' اعمال قلوب اور اعمال جوارح میں سے جو کچھ بھی ان کی استطاعت میں ہے اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کرتے ہیں اور اس کے اسمائے حسنیٰ' صفات علیا اور افعال مقدسہ کے ذکر کے ذریعے سے اس کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔

﴿فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٌ﴾ ''پس وہ لوگ' جن کو آخرت کا یقین نہیں' ان کے دل نہیں مانتے'' یعنی ان کے دل اس امر عظیم کے منکر ہیں اور اس کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جن میں جہالت اور

عناد بہت زیادہ ہو اور یہ امر عظیم اللہ تعالیٰ کی توحید ہے۔ ﴿ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ ''اور وہ مغرور ہیں'' اور وہ تکبر ہی وجہ کی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے انکار کرتے ہیں۔ ﴿ لَا جَرَمَ ﴾ ''کوئی شک نہیں۔'' یعنی یہ ایک اٹل حقیقت ہے ﴿ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴾ ''جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں بے شک اللہ اس کو جانتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے کھلے چھپے قبیح اعمال کو جانتا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴾ ''بے شک وہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہوتا ہے وہ ان کو ان کے عمل کی جنس کے مطابق جزا دے گا۔ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ (غافر: ۶۰/۴۰) ''وہ لوگ جو تکبر کی بنا پر میری عبادت سے انکار کرتے ہیں وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا

اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ کیا ہے جو نازل کیا تمہارے رب نے؟ تو وہ کہتے ہیں، قصے کہانیاں پہلے لوگوں کی ○ تاکہ وہ اٹھائیں

اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ

اپنے بوجھ پورے، دن قیامت کے، اور بوجھ ان لوگوں کے بھی جنہیں وہ گمراہ کرتے ہیں

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى

بغیر علم کے، آگاہ رہو! بہت ہی برا ہے جو کچھ وہ اٹھا رہے ہیں ○ تحقیق مکر کیا تھا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے، پس آیا

اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ

اللہ (کا عذاب) ان کی عمارت کو (تباہ کرنے) بنیادوں سے، پس گر پڑی ان پر چھت ان کے اوپر سے، اور آیا ان کے پاس

الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ

عذاب جہاں سے نہیں شعور رکھتے تھے وہ ○ پھر دن قیامت کے اللہ رسوا کرے گا انہیں اور کہے گا،

اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاۗقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ

کہاں ہیں میرے شریک وہ جو تھے تم جھگڑا کرتے ان کی بابت (مومنوں سے)؟ کہیں گے وہ لوگ جو دیے گئے علم، بلاشبہ

الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ ۙ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ

رسوائی آج کے دن اور برائی (عذاب) ہے اوپر کافروں کے ○ وہ لوگ کہ قبض کرتے ہیں ان کی روحیں فرشتے،

ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ

اس حال میں کہ وہ ظلم کرنیوالے تھے اپنی جانوں پر، پس پیش کرینگے وہ صلح (موت کے وقت یہ کہتے ہوئے) کہ نہیں تھے ہم عمل کرتے کوئی بھی برا

بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا

(کہتے ہیں فرشتے) کیوں نہیں؟ بیشک اللہ خوب جانتا ہے ساتھ اس چیز کے کہ تھے تم عمل کرتے ○ (انہیں کہا جائیگا) پس داخل ہو جاؤ تم

ربع

اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ فَلَبِئۡسَ مَثۡوَی الۡمُتَكَبِّرِیۡنَ ﴿۲۹﴾

دروازوں میں جہنم کے، ہمیشہ رہو گے اس میں، پس البتہ بہت ہی برا ہے ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آیات الٰہی کے بارے میں مشرکین کی شدت تکذیب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ مَّاذَاۤ اَنۡزَلَ رَبُّكُمۡ ﴾ ''جب ان سے کہا جاتا ہے' تمہارے رب نے کیا اتارا ہے؟'' یعنی جب ان سے قرآن اور وحی' جو اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر سب سے بڑی نعمت ہے...... کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے...... کہ تمہارا اس کی بابت کیا جواب ہے؟ کیا تم اس نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے شکر ادا کرتے ہو یا اس کی ناشکری کرتے ہوئے عناد رکھتے ہو؟'' تو وہ بدترین جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں یہ ﴿ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴾ ''پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں'' یعنی یہ جھوٹ ہے جسے محمد (ﷺ) نے گھڑ لیا ہے۔ یہ گزرے ہوئے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں جنہیں لوگ نسل در نسل نقل کرتے چلے آ رہے ہیں' ان میں کچھ قصے سچے ہیں اور بعض محض جھوٹے ہیں۔ یہ ان کا نظریہ تھا اور انہوں نے اپنے پیروکاروں کو اس نظریہ کے قبول کرنے کی دعوت دی اور اس طرح انہوں نے ان کا بوجھ اٹھایا اور قیامت تک کے لئے ان لوگوں کا بوجھ بھی اٹھا لیا جو ان کی پیروی کریں گے۔

﴿ وَمِنۡ اَوۡزَارِ الَّذِیۡنَ یُضِلُّوۡنَهُمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ﴾ ''اور ان لوگوں کا بوجھ' جن کو وہ گمراہ کرتے ہیں بغیر علم کے'' یعنی اپنے مقلدین کا بوجھ بھی اٹھائیں گے جن کے پاس کوئی علم نہیں سوائے اس کے جس کی طرف یہ قائدین بلاتے ہیں۔ پس یہ قائدین ان کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ رہے وہ لوگ جو ان کے باطل ہونے کا علم رکھتے ہیں تو ان میں ہر ایک مستقل مجرم ہے کیونکہ وہ ان کے باطل نظریات کو جانتے ہیں جس طرح وہ خود جانتے ہیں۔ ﴿ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوۡنَ ﴾ ''سن رکھو کہ جو بوجھ یہ اٹھا رہے ہیں' برے ہیں۔'' یعنی کتنا برا ہے وہ بھاری بوجھ جو انہوں نے اپنی پیٹھ پر اٹھا رکھا ہے۔ خود ان کے اپنے گناہوں کا اور ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ جن کو انہوں نے گمراہ کیا۔

﴿ قَدۡ مَكَرَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ﴾ ''تحقیق سازش کی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے'' یعنی جنہوں نے اپنے رسولوں کے خلاف سازشیں کیں اور ان کی دعوت کو ٹھکرانے کے لئے مختلف قسم کے حیلے ایجاد کئے اور اپنے مکروفریب کی اساس اور بنیاد پر خوفناک عمارت اور محل تعمیر کیے۔ ﴿ فَاَتَی اللّٰهُ بُنۡیَانَهُمۡ مِّنَ الۡقَوَاعِدِ ﴾ یعنی اللہ کے عذاب نے ان کے مکروفریب (کی عمارتوں) کو بنیادوں اور جڑوں سے اکھاڑ پھینکا، ﴿ فَخَرَّ عَلَیۡهِمُ السَّقۡفُ مِنۡ فَوۡقِهِمۡ ﴾ ''پس گر پڑی ان پر چھت'' سازشوں کا تانا بانا بن کر انہوں نے مکروفریب کی جو عمارت کھڑی کی تھی ان کے لئے عذاب بن گئی جس کے ذریعے سے ان کو عذاب دیا گیا۔ ﴿ وَاَتٰىهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴾ ''اور آیا ان کے پاس عذاب' جہاں سے ان کو خبر نہ تھی'' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سمجھا کہ یہ عمارت ان کو فائدہ دے گی اور ان کو عذاب سے بچا لے گی مگر اس کے برعکس انہوں نے جو بنیاد رکھی تھی

وہ ان کے لئے عذاب بن گئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے دشمنوں کے مکروفریب کے ابطال میں بہترین مثال دی ہے' کیونکہ جب انہوں نے رسولوں کی دعوت کی تکذیب کی تو انہوں نے خوب سوچ سمجھ کر ان کی تکذیب کی انہوں نے کچھ باطل اصول و قواعد وضع کیے جن کی طرف یہ رجوع کرتے تھے اور ان خود ساختہ اصولوں کی بنا پر رسولوں کی دعوت کو ٹھکراتے تھے' نیز انبیاء و رسل اور ان کے متبعین کو نقصان اور تکالیف پہنچانے کے لئے حیلے وضع کرتے تھے۔ پس ان کا مکروفریب ان کے لئے وبال بن گیا اور ان کی تدبیریں خود ان کی تباہی کا باعث بن گئیں۔ کیونکہ ان کا مکروفریب انتہائی برا کام تھا ﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ (فاطر: ٣٥/ ٤٣) ''اور مکروفریب کا وبال انہی پر پڑتا ہے جو مکروفریب کرتے ہیں۔'' یہ تو ہے دنیا کا عذاب' اور آخرت کا عذاب اس سے زیادہ رسوا کن ہے' اس لئے فرمایا: ﴿ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيهِمْ﴾ ''پھر قیامت کے دن رسوا کرے گا ان کو'' یعنی اللہ تعالیٰ برسرعام خلائق کے سامنے ان کو رسوا کرے گا' ان کے جھوٹ اور اللہ تعالیٰ پر ان کی افترا پردازی کو آشکارا کرے گا۔ ﴿يَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تُشَاقُّونَ فِيهِمْ﴾ ''اور کہے گا' کہاں ہیں میرے وہ شریک جن پر تم کو بڑی ضد تھی'' یعنی جن کی خاطر تم اللہ تعالیٰ اور حزب اللہ سے عداوت اور ان سے جنگ کرتے اور ان کے بارے میں یہ زعم باطل رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ان سے یہ سوال کرے گا تو ان کے پاس اپنی گمراہی کے اقرار اور اپنے عناد کے اعتراف کے سوا کوئی جواب نہ ہوگا۔ پس وہ کہیں گے: ﴿ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ﴾ (الاعراف ٧/ ٣٧) ''وہ سب غائب ہو گئے اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ واقعی وہ حق کا انکار کیا کرتے تھے۔'' ﴿قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ﴾ ''وہ لوگ کہیں گے جن کو علم دیا گیا تھا'' یعنی علمائے ربانی ﴿إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ﴾ ''بے شک رسوائی آج کے دن'' یعنی قیامت کے روز ﴿وَالسُّوءَ﴾ ''اور برائی'' یعنی بہت برا عذاب ﴿عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ ''کافروں پر ہے'' اس آیت کریمہ میں اہل علم کی فضیلت کا بیان ہے کہ وہ اس دنیا میں حق بولتے ہیں اور اس روز بھی حق بات کہیں گے جس روز گواہ کھڑے ہوں گے اور ان کی بات اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک قابل اعتبار ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ ان کی وفات کے وقت اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے کیا سلوک کرے گا' چنانچہ فرمایا: ﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ﴾ ''جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے لگتے ہیں جب کہ وہ اپنے ہی حق میں ظلم کرنے والے ہیں۔'' یعنی فرشتے اس حال میں ان کی جان قبض کر رہے ہوں گے کہ ان کا ظلم اور ان کی گمراہی اپنے عروج پر ہوگی اور ظالم لوگ جس طرح وہاں' مختلف قسم کے عذاب' رسوائی اور اہانت سے دوچار ہوں گے' معلوم ہو جائے گا۔ ﴿فَأَلْقَوُا السَّلَمَ﴾ ''تب وہ ظاہر کریں گے فرماں برداری''

یعنی اس وقت وہ بڑی فرمانبرداری کا اظہار اور اپنے ان معبودوں کا انکار کریں گے جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے اور کہیں گے: ﴿مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوٓءٍ﴾ "ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے۔" ان سے کہا جائے گا: ﴿بَلٰٓى﴾ "کیوں نہیں" تم برائی کیا کرتے تھے۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌۢ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ "یقیناً اللہ تم جو کچھ کرتے تھے جانتا ہے" پس تمہارا انکار تمہیں کچھ فائدہ نہ دے گا۔ ان کے یہ احوال قیامت کے بعض مقامات پر ہوں گے۔ وہ یہ گمان کرتے ہوئے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا انکار کر دیں گے کہ ان کا یہ انکار ان کو کچھ فائدہ دے گا۔ مگر جب ان کے ہاتھ پاؤں اور دیگر جوارح ان کے خلاف گواہی دیں گے اور ان کے اعمال لوگوں کے سامنے آشکارا ہو جائیں گے تو اپنے کرتوتوں کا اقرار اور اعتراف کر لیں گے' اس لئے وہ اس وقت تک جہنم میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف نہ کر لیں گے۔ جب وہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہوں گے تو تمام گناہ گار اپنے گناہ کے مطابق اور اپنے حسب حال دروازوں میں سے داخل ہوں گے۔ ﴿فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ﴾ "پس کیا برا ٹھکانا ہے غرور کرنے والوں کا" یعنی جہنم کی آگ' کیونکہ یہ حسرت و ندامت کا ٹھکانا' الم و شقاوت کی منزل' رنج و غم کا مقام اور اللہ حی و قیوم کی سخت ناراضی کا موقع ہوگا۔ جہنم کا عذاب ان سے دور نہ کیا جائے گا' جہنم کے عذاب کی المناکی کو ان سے ایک دن کے لئے بھی رفع نہ کیا جائے گا۔ رب رحیم ان سے منہ پھیر لے گا اور ان کو عذاب عظیم کا مزا چکھائے گا۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا

اور (جب) کہا جاتا ہے ان لوگوں سے جو پرہیزگار ہوئے کیا چیز ہے جو نازل کی تمہارے رب نے؟ تو وہ کہتے ہیں، خیر، ان لوگوں کیلئے جنہوں نے نیکی کی

فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ۝٣٠

اس دنیا میں، (بدلہ ہے) اچھا، اور البتہ گھر آخرت کا بہترین ہے، اور یقیناً بہت ہی اچھا ہے گھر پرہیزگاروں کا ○ (یعنی)

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُونَ ۚ

باغات ہمیشہ کے، وہ داخل ہوں گے ان میں، بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، واسطے ان کے ہوگا ان میں جو کچھ وہ چاہیں گے،

كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِينَ ۝٣١ الَّذِينَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ

اسطرح ہی جزاء دیتا ہے اللہ متقی لوگوں کو ○ وہ لوگ کہ قبض کرتے ہیں انکی روحیں فرشتے، درآنحالیکہ وہ پاک ہوتے ہیں (کفر و شرک سے)

يَقُولُونَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٣٢

تو کہتے ہیں (فرشتے) سلام ہو تم پر، داخل ہو جاؤ تم جنت میں بوجہ ان کے جو تھے تم عمل کرتے ○

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کو جھٹلایا' ان کے قول کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کے قول کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اس بات کا اقرار و اعتراف کیا کہ اللہ نے جو کتاب نازل فرمائی ہے' وہ ایک عظیم نعمت اور بڑی

بھلائی ہے جس کے ذریعے سے اللہ نے بندوں پر احسان فرمایا۔ (ان کے لئے اس دنیا میں بھلائی ہے) پس انہوں نے اس نعمت کا قبولیت اور اطاعت کے جذبے کے ساتھ استقبال کیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پس انہوں نے اسے جانا اور اس پر عمل کیا۔ ﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا﴾ ''ان کے لیے جو نیکوکار ہیں۔'' یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مقام احسان پر فائز ہوئے اور انہوں نے اللہ کے بندوں کے ساتھ بھلائی کی ﴿فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ﴾ ''اس دنیا میں بھلائی ہے'' یعنی اس دنیا میں ان کے لئے وسیع رزق' بہترین زندگی' اطمینان قلب اور امن و سرور ہے۔ ﴿وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ﴾ ''اور آخرت کا گھر بہت ہی اچھا ہے۔'' یعنی آخرت کا گھر دنیا کے گھر اور اس میں موجود لذات و شہوات سے بہتر ہے کیونکہ دنیا کی نعمتیں بہت کم' مختلف قسم کی آفات سے گھری ہوئی اور آخر کار ختم ہو جانے والی ہیں۔ اس کے برعکس آخرت کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں اس لئے فرمایا: ﴿وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ﴾ ''اور کیا خوب گھر ہے پرہیز گاروں کا' باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے' جن میں وہ داخل ہوں گے' بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں' ان کے لئے وہاں وہ ہے جو وہ چاہیں گے'' یعنی جب بھی ان کے دل کسی چیز کی آرزو اور اس کا ارادہ کریں گے تو وہ چیز انہیں اپنی کامل ترین شکل میں حاصل ہو جائے گی' یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ کوئی ایسی نعمت طلب کریں جس میں ان کے دلوں کی لذت اور روح کا سرور ہو اور وہ حاضر نہ ہو اس لئے اللہ تعالیٰ اہل جنت کو ہر وہ چیز عطا کرے گا جس کی وہ تمنا کریں گے حتی کہ وہ ان کو ایسی ایسی نعمتیں یاد دلائے گا جو کبھی ان کے خواب و خیال میں بھی نہ آئی ہوں گی۔

نہایت بابرکت ہے وہ ذات جس کے کرم کی کوئی انتہا اور اس کی سخاوت کی کوئی حد نہیں۔ اس کی صفات ذات' صفات افعال' ان صفات کے آثار اور اس کے اقتدار اور بادشاہی کی عظمت و جلالت میں' کوئی چیز اس جیسی نہیں ہے ﴿كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ﴾ ''اللہ پرہیز گاروں کو اسی طرح جزا دیتا ہے'' جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ان فرائض کو ادا کرتے ہیں جو ان کے ذمے عائد ہیں' یعنی وہ فرائض و واجبات جو قلب' بدن' زبان اور حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہیں اور ان تمام امور کو ترک کر دینا جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔

﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ﴾ ''وہ لوگ' فرشتے جن کی جان قبض کرتے ہیں'' اس حالت میں کہ وہ دائمی طور پر تقویٰ کا التزام کرتے ہیں۔ ﴿طَيِّبِينَ﴾ ''وہ پاکیزہ ہیں'' یعنی وہ ہر نقص اور گندگی سے پاک صاف رہتے ہیں جو ایمان میں خلل انداز ہوتی ہے۔ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت سے' ان کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر و ثنا سے اور ان کے جوارح اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے شاد کام ہوتے ہیں۔ ﴿يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ﴾ ''فرشتے کہتے ہیں' تم پر سلامتی ہو'' تمہارے لئے خاص طور پر کامل سلام اور ہر آفت سے سلامتی اور تم ہر ناپسندیدہ چیز سے محفوظ ہو۔ ﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''جو عمل تم کیا کرتے تھے ان کے بدلے میں جنت میں

داخل ہو جاؤ۔'' یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے حکم کی تعمیل کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ عمل ہی دراصل جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے نجات کا سبب ہے اور اس عمل کی توفیق اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عنایت سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ انسانوں کی قوت و اختیار سے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ

نہیں انتظار کرتے وہ مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا آئے حکم آپ کے رب کا، اس طرح ہی کیا تھا

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾

ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے، اور نہیں ظلم کیا تھا ان پر اللہ نے، لیکن تھے وہ (خود ہی) اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ○

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ ع

پس پہنچی انکو (جزاء) ان برائیوں کی جن کا ارتکاب انہوں نے کیا' اور گھیر لیا انکو اس عذاب نے کہ تھے وہ ساتھ اسکے استہزاء کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: کیا یہ لوگ جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی آیتیں آئیں مگر وہ ایمان نہ لائے انہیں نصیحت کی گئی مگر انہوں نے نصیحت نہ پکڑی...... اس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟ ﴿اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ''کہ فرشتے (ان کی روح قبض کرنے کے لئے) ان کے پاس آئیں''۔ ﴿اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ﴾ ''یا تمہارے رب کا حکم (عذاب) نازل ہو جائے'' کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو عذاب کے وقوع کا مستحق بنالیا ہے۔ ﴿كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اسی طرح کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے'' انہوں نے انبیاء کی تکذیب کی اور ان کا انکار کیا' پھر وہ اس وقت تک ایمان نہ لائے جب تک ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہ ہوا ﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ﴾ ''اور نہیں ظلم کیا ان پر اللہ نے'' یعنی جب ان پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کیا۔ ﴿وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے'' کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں تاکہ ان کا انجام اللہ تعالیٰ کے اکرام و تکریم کا حصول ہو۔ پس انہوں نے ظلم کیا اور اس چیز کو ترک کر دیا جس کے لئے ان کو پیدا کیا گیا تھا اور انہوں نے اپنے نفوس کو دائمی اہانت اور پیچھا نہ چھوڑنے والی بدبختی کے سامنے پیش کر دیا۔ ﴿فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا﴾ ''پھر پڑے ان کے سر ان کے برے کام'' یعنی ان کے اعمال بد کے اثرات اور ان کی سزا ﴿وَحَاقَ بِهِمْ﴾ ''اور الٹ پڑا ان پر'' یعنی ان پر وہ عذاب نازل ہوا ﴿مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے'' کیونکہ ان کے رسولوں نے جب انہیں عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے ان سے استہزا کیا اور جو خبر انہوں نے دی اس کا تمسخر اڑایا آخر ان پر وہ عذاب ٹوٹ پڑا جس کا وہ تمسخر اڑایا کرتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے شریک ٹھہرائے، اگر چاہتا اللہ، تو نہ عبادت کرتے ہم سوائے اللہ کے کسی (اور) چیز کی، ہم اور نہ

اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ

ہمارے باپ دادا ہی، اور نہ حرام کرتے ہم بغیر اس (کے حکم) کے کسی چیز کو، اسی طرح ہی کیا تھا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے،

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۳۵﴾

پس نہیں ہے اوپر رسولوں کے (کچھ اور) مگر پہنچا دینا صریح ○

مشرکین اپنے شرک پر مشیت الٰہی کو دلیل بناتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ کبھی شرک نہ کرتے اور نہ وہ ان مویشیوں کو حرام ٹھہراتے جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے' مثلاً بحیرہ' وصیلہ اور حام وغیرہ...... مگر ان کی یہ دلیل باطل ہے اگر ان کی یہ دلیل صحیح ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان سے پہلے لوگوں کو ان کے شرک کی پاداش میں کبھی عذاب نہ دیتا اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ان کو سخت عذاب کا مزا چکھایا۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کے شرک کو پسند کرتا تو ان کو کبھی عذاب نہ دیتا۔ دراصل حق کو' جسے رسول لے کر آئے' رد کرنے کے سوا ان کا کوئی اور مقصد نہیں ہے ورنہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خلاف ان کے پاس کوئی دلیل نہیں' کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو امر ونہی کا پابند بنایا ہے' ان کو اسی چیز کا مکلف ٹھہرایا ہے جس پر عمل پیرا ہونا ممکن ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے اور دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی ان کو قوت عطا کی ہے جس سے ان کے افعال صادر ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا قضاء و قدر کو دلیل بنانا سب سے بڑا باطل ہے اور ہر شخص حسی طور پر جانتا ہے کہ انسان جس فعل کا ارادہ کرتا ہے' اسے اس کو کرنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے' اس میں کوئی نزاع نہیں ہے' پس انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی تکذیب اور عقلی اور حسی امور کی تکذیب کا ارتکاب کیا۔ ﴿فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾ ''پس رسولوں کی ذمے داری' کھول کر پہنچا دینا ہے'' یعنی واضح اور ظاہر ابلاغ جو دل کی گہرائیوں تک پہنچ جائے اور کسی کے پاس اللہ تعالیٰ کے خلاف کوئی حجت نہ رہے۔ جب انبیاء و رسل ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے اوامر و نواہی پہنچا دیتے ہیں اور وہ اس کے مقابلے میں تقدیر کا بہانہ کرتے ہیں' تو رسولوں کے اختیار میں کچھ نہیں' ان کا حساب اللہ عزوجل کے ذمے ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے ہر امت میں رسول یہ کہ عبادت کرو تم اللہ کی اور بچو تم طاغوت سے،

فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

پھر بعض ان میں سے وہ تھے جنہیں ہدایت دی اللہ نے، اور بعض ان میں سے وہ تھے کہ ثابت ہوگئی ان پر گمراہی، پس سیر کرو تم زمین میں

فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ

پھر دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا؟ ○ اگر حرص کریں آپ ان کو ہدایت پر لانے کی،

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿۳۷﴾

تو بے شک اللہ نہیں ہدایت دیتا اس کو جسے وہ گمراہ کرتا ہے، اور نہیں ہے ان کے لیے کوئی مددگار ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ تمام قوموں میں اس کی حجت قائم ہو چکی ہے' نیز یہ کہ متقدمین یا متاخرین میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول مبعوث نہ فرمایا ہو اور تمام رسول ایک دعوت اور ایک دین پر متفق تھے اور وہ ہے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا' ﴿اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ﴾ ''صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (غیر اللہ کی عبادت) سے بچو۔'' پس قومیں' انبیاء کی دعوت کو قبول کرنے اور رد کرنے کی بنیاد پر دو گروہوں میں منقسم ہوگئیں۔ ﴿فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ هَدَى اللّٰهُ﴾ ''بعض ان میں سے وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی'' پس انہوں نے علم و عمل کے لحاظ سے رسولوں کی اتباع کی ﴿وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَيۡهِ الضَّلٰلَةُ﴾ ''اور بعض ان میں سے وہ ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوگئی'' پس انہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ ﴿فَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''پس تم (اپنے قلب و بدن کے ساتھ) زمین پر چلو پھرو۔'' ﴿فَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ﴾ ''اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا'' پس تم روئے زمین پر بڑی بڑی عجیب چیزوں کا مشاہدہ کرو گے۔ تم جھٹلانے والا کوئی ایسا شخص نہیں پاؤ گے جس کا انجام ہلاکت نہ ہو۔ ﴿اِنۡ تَحۡرِصۡ عَلٰى هُدٰٮهُمۡ﴾ ''اگر آپ خواہش رکھیں ان کی ہدایت کی'' اور اس بارے میں آپ اپنی جدوجہد صرف کریں ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ يُّضِلُّ﴾ ''تو اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جس کو وہ گمراہ کر دے'' اگرچہ وہ ہدایت کا ہر سبب ہی کیوں نہ استعمال کر لے' اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے نہ نوازے گا۔ ﴿وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ﴾ ''اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں'' جو اللہ کے عذاب کے مقابلے میں ان کی مدد کر سکیں اور ان کو اللہ کے عذاب سے بچا سکیں۔

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ‌ۙ لَا يَبۡعَثُ اللّٰهُ مَنۡ يَّمُوۡتُ‌ؕ بَلٰى وَعۡدًا

اور قسمیں کھائیں انہوں نے اللہ کی، اپنی پختہ قسمیں کہ نہیں دوبارہ اٹھائے گا اللہ اسکو جو مر جاتا ہے، کیوں نہیں؟ (ضرور اٹھائے گا) وعدہ ہے

عَلَيۡهِ حَقًّا وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۙ‏ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىۡ

اس کے ذمے سچا' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ تاکہ واضح کرے ان کے لیے وہ چیز کہ

يَخۡتَلِفُوۡنَ فِيۡهِ وَلِيَـعۡلَمَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰذِبِيۡنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا

اختلاف کرتے تھے وہ اس میں، اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا کہ بے شک وہی تھے جھوٹے ○ یقیناً

قَوۡلُنَا لِشَىۡءٍ اِذَاۤ اَرَدۡنٰهُ اَنۡ نَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۴۰﴾

ہمارا کہنا کسی بھی چیز کے لیے، جب ارادہ کریں ہم اس کا، (یہ ہوتا ہے) کہ ہم کہتے ہیں اس کو ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے ○

اپنے رسولوں کو جھٹلانے والے مشرکین کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ﴾ ''اور یہ اللہ کی بڑی پکی قسمیں کھاتے ہیں۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب پر بہت پکی قسمیں کھاتے ہیں اور اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا نہ وہ ان کے مٹی ہو جانے کے بعد ان کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے: ﴿ بَلٰى ﴾ ''کیوں نہیں۔'' اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا' پھر انہیں ایسے روز اکٹھا کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ﴿ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا ﴾ ''اس پر وعدہ ہو چکا ہے پکا'' اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف کرتا ہے نہ اسے تبدیل کرتا ہے ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی اور جزا سزا کو جھٹلانا ان کی سب سے بڑی جہالت ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ زندگی بعد موت اور سزا و جزا کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِیْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ﴾ ''تاکہ وہ ان کے سامنے واضح کرے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں'' وہ مسائل بڑے ہوں یا چھوٹے۔ پس وہ ان کے حقائق کو بیان کرے گا۔ ﴿ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴾ ''اور تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔'' حتیٰ کہ وہ دیکھ لیں گے کہ ان کے اعمال ان کے لئے حسرت کا باعث ہیں اور جب آپ کے رب کا حکم آ گیا تو ان کے خود ساختہ معبود ان کی کوئی مدد نہ کر سکے جن کو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پکارا کرتے تھے اور اس وقت وہ دیکھ لیں گے کہ ان کے معبودان باطل جہنم کا ایندھن ہیں اور سورج اور چاند بے نور کر دیئے جائیں گے' ستارے جھڑ کر بکھر جائیں گے اور جو لوگ سورج' چاند اور ستاروں کی عبادت کیا کرتے تھے ان پر واضح ہو جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غلام اور اس کے سامنے مسخر ہیں اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ صرف اتنا کہتا ہے ''ہو جا'' اور وہ ہو جاتی ہے بغیر اس کے کہ کوئی جھگڑا ہو یا کوئی رکاوٹ بلکہ وہ چیز اس کے ارادے اور مشیت کے مطابق ہی ہوتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا

اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اللہ کی راہ میں بعد اس کے کہ وہ ظلم کئے گئے، البتہ ضرور ٹھکانا دیں گے ہم ان کو دنیا میں

حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا

وقف لازم

اچھا، اور البتہ اجر آخرت کا تو بہت ہی بڑا ہے، کاش! کہ ہوتے وہ جانتے ○ وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا

وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٤٢﴾

اور وہ اوپر اپنے رب کے بھروسہ کرتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ ان اہل ایمان کی فضیلت سے آگاہ کرتا ہے جن کو امتحان میں ڈالا گیا تھا۔ چنانچہ فرمایا

﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ﴾ ''جنہوں نے اللہ کی رضا کی خاطر (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) ہجرت کی'' ﴿مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا﴾ ''بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا'' یعنی ان کی قوم کی طرف سے اذیت اور تعذیب کے ذریعے سے ان پر ظلم کیا گیا' کفر اور شرک کی طرف واپس لانے کے لئے ان کو آزمائش اور ابتلاء میں ڈالا گیا۔ پس انہوں نے اپنے وطن اور دوست احباب کو اللہ رحمٰن کی اطاعت کی خاطر چھوڑ دیا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ثواب کی دو اقسام بیان کی ہیں:

(۱) دنیاوی ثواب: یعنی کشادہ رزق اور خوشحال زندگی۔ اس ثواب کا انہوں نے ہجرت کے بعد اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ انہوں نے اپنے دشمنوں کے خلاف فتح و نصرت حاصل کی' ان کے شہر فتح کئے' انہیں غنیمت میں بہت سا مال ہاتھ آیا جس سے وہ مال دار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دنیا ہی میں بھلائی سے نواز دیا۔

(۲) اخروی ثواب: ﴿وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ﴾ ''اور آخرت کا اجر'' یعنی وہ ثواب جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبان پر کیا ہے' ﴿اَكْبَرُ﴾ ''(دنیا کے ثواب سے) بہت بڑا ہے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ (التوبة: ۹/ ۲۰۔ ۲۲) ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کیا' ان کے لئے اللہ کے ہاں سب سے بڑا درجہ ہے اور یہی لوگ کامیاب ہیں ان کا رب انہیں اپنی رحمت' خوشنودی اور ایسی جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں ان جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔'' ﴿لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''کاش وہ جانتے۔'' یعنی کاش انہیں اس اجر و ثواب کا علم اور یقین ہوتا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور اس کی راہ میں ہجرت کی اور ہجرت کرنے سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا﴾ ''وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں۔'' یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی' اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اذیتوں پر صبر کرتے ہیں ﴿وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ''اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب امور کے نفاذ میں اپنے آپ پر بھروسہ نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اسی طرح ان کے تمام معاملات سرانجام پاتے ہیں اور ان کے احوال درست رہتے ہیں کیونکہ صبر اور توکل تمام امور کا سرمایہ ہے۔

جب بھی کوئی شخص کسی بھلائی سے محروم ہوتا ہے تو عدم صبر اور اپنے مقصود میں عدم جہد کی وجہ سے ناکام ہوتا ہے یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل نہیں کرتا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ

اور نہیں بھیجے ہم نے پہلے آپ سے مگر مرد ہی، ہم وحی کرتے تھے ان کی طرف، پس پوچھو تم اہل کتاب سے

اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ

اگر ہو تم نہیں جانتے O (ہم نے بھیجا تھا انہیں) ساتھ دلیلوں اور کتابوں کے، اور نازل کیا ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن)

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

تاکہ بیان کریں آپ لوگوں کے لیے جو کچھ نازل کیا گیا ہے ان کی طرف اور تاکہ وہ بھی غور و فکر کریں O

النصف

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفی ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا ﴾ "نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے مگر مردوں ہی کو" یعنی آپ ﷺ کوئی نئے اور انوکھے رسول نہیں ہیں۔ پس آپ سے پہلے ہم نے فرشتوں کو رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ کامل ترین انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور اسی طرح عورتوں میں سے بھی کسی عورت کو رسول نہیں بنایا۔ ﴿ نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ ﴾ "وحی کرتے تھے ہم ان کی طرف" ہم ان رسولوں کی طرف شریعت اور احکام وحی کرتے تھے جو بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے اور یہ رسول اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔

﴿ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ ﴾ "پس پوچھ لو یاد رکھنے والوں سے" یعنی اہل کتاب سے ﴿ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ "اگر تم نہیں جانتے۔" یعنی اگر تمہیں گزشتہ امتوں کے بارے میں کوئی خبر نہیں اور تمہیں شک ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو رسول بنایا ہے یا نہیں تو تم ان لوگوں سے پوچھ لو جو اس کا علم رکھتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور معجزات نازل ہوئے جنہوں نے ان کتابوں کو پڑھا اور سمجھا۔ ان سب کے ہاں یہ بات متحقق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بستیوں میں سے صرف انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت کریمہ کا عموم اہل علم کی مدح پر دلالت کرتا ہے، نیز علم کی تمام انواع میں کتاب اللہ کا علم بلند ترین علم ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جو علم نہیں رکھتا حکم دیا ہے کہ وہ تمام حوادث میں اہل علم کی طرف رجوع کرے۔ یہ آیت کریمہ اہل علم کی تعدیل اور ان کے تزکیہ کو بھی متضمن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے، نیز جاہل آدمی اہل علم سے سوال کرنے پر گرفت سے نکل جاتا ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو اپنی وحی اور تنزیل کا امین بنایا ہے اور وہ تزکیہ اور صفات کمال سے متصف ہونے پر مامور ہیں اور اہل ذکر میں بہترین لوگ اہل قرآن ہیں کیونکہ وہی در حقیقت اہل ذکر ہیں اور دوسروں کی

نسبت زیادہ اس نام کے مستحق ہیں' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ ﴾ ''اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا''، یعنی قرآن جس میں ہر وہ چیز مذکور ہے' جس کی بندوں کو ظاہری اور باطنی طور پر اپنے دینی اور دنیاوی امور میں سخت ضرورت ہے۔ ﴿ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾ ''تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ان باتوں کی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کی گئیں'' اور یہ تبیین' الفاظ اور معانی دونوں کو شامل ہے۔ ﴿ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ''اور تاکہ وہ غور وفکر کریں''، پس وہ اس میں غور وفکر کر کے اپنی استعداد اور اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ کے مطابق' اس کے علوم میں سے معانی کے خزانوں کا استخراج کریں۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ
کیا پس بے خوف ہو گئے ہیں وہ لوگ جنہوں نے تدبیریں کیں بری (اس بات سے) کہ دھنسا دے اللہ انکو زمین میں؟ یا آئے ان پر
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ
عذاب جہاں سے نہ شعور رکھتے ہوں وہ؟ ○ یا وہ پکڑ لے ان کو ان کے چلتے پھرتے (کی حالت) میں پس نہیں وہ
بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾
عاجز کر سکتے (اللہ کو) ○ یا وہ پکڑ لے انکو اوپر انکی خوف زدگی کے؟ پس بے شک تمہارا رب البتہ بہت ہی شفقت کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکار کرنے والوں' جھٹلانے والوں اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے تخویف ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب انہیں غفلت میں نہ آ پکڑے اور انہیں شعور تک نہ ہو۔ یہ عذاب ان پر یا تو اوپر سے نازل ہو' یا نیچے سے پھوٹ پڑے' جیسے زمین میں دھنس جانے یا کسی اور صورت میں ظاہر ہو یا یہ عذاب ان پر اس وقت نازل ہو' جب وہ زمین پر چل پھر رہے ہوں اور اپنے کاروبار میں مصروف ہوں اور عذاب کا نازل ہونا ان کے خواب وخیال میں بھی نہ ہو یا اس حال میں ان پر عذاب نازل ہو کہ وہ عذاب سے خائف ہوں۔ پس وہ کسی بھی حالت میں اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور ان کی پیشانیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نہایت مہربان اور بہت رحیم ہے' وہ گناہ گاروں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ وہ ان کو ڈھیل دیتا ہے اور ان کو معاف کر دیتا ہے' وہ ان کو رزق سے نوازتا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ اسے اور اس کے اولیاء کو ایذا پہنچاتے ہیں۔

بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے توبہ کے دروازے کھول رکھے ہیں' وہ انہیں گناہوں کو ختم کرنے کی دعوت دیتا ہے' جو ان کے لئے سخت ضرر رساں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس کے بدلے میں بہترین اکرام وتکریم اور ان کے گناہوں کو بخش دینے کا وعدہ کرتا ہے...... پس مجرم کو اپنے رب سے شرمانا چاہیے کہ اس کی نعمتیں ہر حال میں اس پر نازل ہوتی رہتی ہیں اور اس کے بدلے میں اس کی طرف سے ہر وقت نافرمانیاں اپنے رب کی طرف بلند ہوتی

ہیں۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے مہمل نہیں چھوڑتا اور جب وہ گناہ گار نافرمان کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ ایک غالب اور مقتدر ہستی کی پکڑ ہے۔ پس اسے توبہ کرنی چاہیے اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ بس اس کی بے پایاں رحمت اور اس کے لامحدود احسان کے سائے کے نیچے آ جاؤ اور جلدی سے اس راستے پر گامزن ہو جاؤ جو رب رحیم کے فضل و کرم کی منزل تک پہنچاتا ہے اور یہ راستہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور اس کے محبوب اور پسندیدہ امور پر عمل کرنے سے عبارت ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآىِٕلِ

کیا نہیں دیکھا انہوں نے اس بات کو کہ جو بھی پیدا کی اللہ نے کوئی چیز، جھکتا ہے سایہ اس کا دائیں اور بائیں طرف سے،

سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

سجدہ کرتے ہوئے اللہ کو، اور وہ (اسکے سامنے) عاجز ہیں ○ اور واسطے اللہ ہی کے سجدہ کرتی ہے جو چیز ہے آسمانوں میں اور جو چیز ہے زمین پر

مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓىِٕكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ

چلنے والوں میں سے اور فرشتے بھی، اور نہیں وہ تکبر کرتے ○ وہ ڈرتے ہیں اپنے رب سے اپنے اوپر سے

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ السجدة

اور وہ کرتے ہیں (وہی کچھ) جو وہ حکم دیے جاتے ہیں ○

السجدة ۳ ع ۱۲ ع

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا ﴾ "کیا انہوں نے نہیں دیکھا" یعنی کیا اپنے رب کی توحید اس کی عظمت اور اس کے کمال میں شک کرنے والوں نے نہیں دیکھا؟ ﴿ اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ﴾ "ان چیزوں کی طرف جن کو اللہ نے پیدا کیا" یعنی تمام مخلوقات کی طرف ﴿ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ ﴾ کہ "ان کے سائے لوٹتے رہتے ہیں" ﴿ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ ﴾ "ان کی دائیں طرف سے یا بائیں طرف سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے" یعنی تمام اشیا کے سائے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے سامنے نہایت عاجزی کے ساتھ سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

﴿ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴾ "اور وہ جھکے رہتے ہیں۔" یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل، مسخر اور اس کے دست تدبیر کے تحت مقہور ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی اللہ تعالیٰ کی گرفت میں اور اس کی تدبیر اس کے پاس نہ ہو۔ ﴿ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ ﴾ "اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے جانداروں میں سے" یعنی تمام انسانوں اور حیوانات میں سے ﴿ وَّالْمَلٰٓىِٕكَةُ ﴾ "اور فرشتے" یعنی اللہ تعالیٰ کے مکرم فرشتے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی فضیلت، ان کے شرف اور ان کی کثرت عبادت کی وجہ سے، تمام مخلوقات کا عمومی ذکر کرنے کے بعد ان کا خصوصی ذکر کیا ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ "اور وہ تکبر نہیں کرتے۔" یعنی وہ اپنی کثرت، عظمت اخلاق اور قوت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت

سے انکار نہیں کرتے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ (النساء: ٤/ ١٧٢) ''مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) اور مقرب فرشتے اس بات کو عار نہیں سمجھتے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں۔'' ﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ﴾ ''ڈر رکھتے ہیں وہ اپنے رب کا اپنے اوپر سے'' اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی کثرت اطاعت اور ان کے خشوع و خضوع پر ان کی مدح کرنے کے بعد' اللہ تعالیٰ سے ان کے خوف پر ان کی مدح فرمائی ہے' جو بالذات ان کے اوپر' ان پر غالب اور کامل اوصاف کا مالک ہے اور وہ اس کے دست قدرت کے تحت ذلیل اور مقہور ہیں۔ ﴿وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''جو ان کو ارشاد ہوتا ہے وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ جو بھی انہیں حکم دیتا ہے وہ خوشی اور پسندیدگی سے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے مخلوق کے سجدے کی دو اقسام ہیں۔

(۱) سجدۂ اضطراری: یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال پر دلالت کرتا ہے۔ اس سجدہ میں مومن اور کافر' نیک اور بد' انسان اور حیوان سب شامل ہیں۔

(۲) سجدۂ اختیاری: جو اس کے اولیاء' اس کے مومن بندوں' فرشتوں اور دیگر مخلوقات سے مختص ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿٥١﴾

اور کہا اللہ نے، مت بناؤ تم معبود دو، یقیناً وہ تو معبود ہے ایک ہی، سو مجھ ہی سے پس ڈرو تم ○

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَمَا بِكُمْ

اور اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اسی کیلئے ہے اطاعت ہمیشہ، کیا پس غیر اللہ سے ڈرتے ہو تم؟ ○ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے

مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿٥٣﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ

کوئی نعمت تو (وہ) اللہ ہی کی طرف سے ہے، پھر جب پہنچتی ہے تمہیں تکلیف تو اسی کی طرف آہ و زاری کرتے ہو تم ○ پھر جب وہ ہٹا دیتا ہے

الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٤﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ

تکلیف تم سے تو اسی وقت ایک فریق تم میں سے اپنے رب کیساتھ شریک ٹھہرانے لگ جاتا ہے ○ تاکہ وہ ناشکری کریں ان (نعمتوں) کی

اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٥٥﴾

جو ہم نے دیں ان کو، سو تم فائدہ اٹھالو، پس عنقریب تم جان لو گے (انجام) ○

اللہ تعالیٰ صرف اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے کہ وہی یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور اس پر وہ اس بات سے استدلال کرتا ہے کہ نعمتیں عطا کرنے والا صرف وہی اکیلا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ﴾ ''نہ بناؤ تم معبود دو'' یعنی تم ان کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شریک نہ ٹھہراؤ۔ ﴿اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ''وہ صرف ایک ہی معبود ہے'' وہ اپنی ذات' اپنے اسماء و صفات اور اپنے افعال میں متفرد ہے۔ پس جس طرح وہ اپنی ذات' اپنے اسماء

وصفات اور افعال میں ایک ہے اسی طرح ان کو چاہیے کہ وہ عبادت میں بھی اس کو ایک مانیں۔ اسی لئے فرمایا:
﴿ فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ﴾ ”پس مجھ ہی سے ڈرو“ میرے حکم کی تعمیل اور میرے نواہی سے اجتناب کرو اور میرے ساتھ مخلوق میں سے کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ‘ کیونکہ تمام مخلوق تو اللہ تعالیٰ کی مملوک ہے۔ ﴿ وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلَهُ الدِّينُ وَاصِبًا ﴾ ”اور اسی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کی اطاعت ہے ہمیشہ“ یعنی اطاعت‘ عبادت اور تذلل دائمی طور پر ہر وقت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تمام مخلوق پر فرض ہے کہ وہ اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کریں اور اس کی عبودیت میں رنگے جائیں۔ ﴿ أَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُونَ ﴾ ”کیا اللہ کے سوا اوروں سے تم ڈرتے ہو“ زمین والوں میں سے یا آسمان والوں میں سے؟ وہ تمہارے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ اپنی نوازشات اور احسانات میں یکتا ہے۔

﴿ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ ﴾ ”اور جو کچھ تمہارے پاس ہے نعمت“ ظاہری اور باطنی ﴿ فَمِنَ اللّٰهِ ﴾ ”پس وہ اللہ کی طرف سے ہے“ یعنی کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو یہ نعمتیں عطا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی شریک ہو۔ ﴿ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ ﴾ ”پس جب پہنچتی ہے تمہیں کوئی تکلیف“ یعنی محتاجی‘ بیماری یا کوئی اور مصیبت ﴿ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ﴾ ”تو تم اسی سے فریاد کرتے ہو۔“ یعنی گڑگڑا کر آہ وزاری کرتے ہوئے دعا کرتے ہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ نقصان اور مصیبت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا۔ پس وہ اللہ جو تمہاری پسندیدہ اشیاء عطا کرنے اور ناپسندیدہ امور کو تم سے دور کرنے میں متفرد (یکتا) ہے تو اس اکیلے کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔ مگر بہت سے لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ان کو مصیبت سے نجات دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر حمد وثنا بیان کرتے ہیں۔ مگر جب وہ آرام اور خوشحالی کی حالت میں آجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی محتاج مخلوق کو شریک ٹھہرا دیتے ہیں‘ اسی لئے فرمایا: ﴿ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنٰهُمْ ﴾ ”تاکہ انکار کریں وہ اس چیز کا جو ہم نے ان کو دی“ یعنی جو کچھ ہم نے انہیں عطا فرمایا۔ کیونکہ ہم ہی نے انہیں سختیوں سے نجات دلائی اور مشقت سے چھڑایا۔ ﴿ فَتَمَتَّعُوا ﴾ ”پس فائدہ اٹھا لو تم“ اپنی دنیا میں تھوڑا سا۔ ﴿ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴾ تمہیں عنقریب اپنے کفر کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۗ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ

اور ٹھہراتے ہیں وہ واسطے ان (معبودوں) کے جنکی بابت وہ نہیں جانتے‘ ایک حصہ اس میں سے جو ہم نے رزق دیا انکو‘ قسم اللہ کی! البتہ ضرور پوچھے جاؤ گے تم

عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾ وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا

اس چیز کی بابت جو تھے تم (اللہ پر) افترا باندھتے ○ اور ٹھہراتے ہیں وہ اللہ کے لیے بیٹیاں، پاک ہے وہ (اولاد سے) اور ان کیلیے وہ جو

يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ

وہ چاہتے ہیں (یعنی بیٹے) ○ اور جب خوش خبری دی جاتی ہے ایک کو ان میں سے بیٹی کی (پیدائش کی) تو ہو جاتا ہے اسکا چہرہ سیاہ جبکہ وہ

كَظِيْمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ
غم وغصہ سے بھرا ہوتا ہے○ چھپتا پھرتا ہے لوگوں سے بوجہ اس عار کے کہ جو خوشخبری دیا گیا وہ ساتھ اسکے، کیا روک (باقی) رکھے اسے اوپر ذلت کے
اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
یا گاڑ (دبا) دے اسکو مٹی میں؟ آگاہ رہو! بہت ہی برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں○ ان لوگوں کے لیے جو نہیں ایمان لاتے
بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٠﴾
ساتھ آخرت کے، مثال ہے بری، اور اللہ کے لیے ہے مثال سب سے اونچی، اور وہی ہے بڑا غالب، خوب حکمت والا○

اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کی جہالت' ان کے ظلم اور اللہ تبارک وتعالیٰ پر ان کی افترا پردازی کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے' نیز وہ خبر دیتا ہے کہ وہ اپنے ان بتوں کو...... جو کوئی نہ علم رکھتے ہیں' نہ کوئی نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں...... اس رزق میں حصہ دار بناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا اور جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق سے اس کا شریک بنانے میں مدد حاصل کی اور خود ساختہ اور گھڑے ہوئے بتوں کے تقرب کے لئے اللہ تعالیٰ کے اس رزق کو پیش کرتے ہیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ﴾ الآية (الانعام: ١٣٦/٦) "ان مشرکین نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے اللہ کے لئے ایک حصہ مقرر کر دیا اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے لئے ہے اور یہ ہمارے خود ساختہ شریکوں کے لئے ہے پھر جو حصہ ان کے شریکوں کے لئے ہے' وہ اللہ تک نہیں پہنچتا......" ﴿ تَاللّٰهِ لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴾ "اللہ کی قسم! تم جو افترا پردازی کرتے ہو اس کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔" فرمایا ﴿ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ○ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ "کیا اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے یا تم اللہ پر افترا کر رہے ہو؟ اور ان لوگوں کا کیا خیال ہے' جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ قیامت کے روز ان کے ساتھ کیا معاملہ ہو گا؟" اس افترا پردازی پر انہیں سخت عذاب دیا جائے گا۔ (یونس: ٦٠،٥٩/١٠)

﴿ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ﴾ "اور ٹھہراتے ہیں وہ اللہ کے لئے بیٹیاں' وہ اس سے پاک ہے" کیونکہ انہوں نے فرشتوں کے بارے میں' جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں' کہا تھا کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں ﴿ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴾ "اور ان کے لئے وہ ہے جو وہ چاہتے ہیں" یعنی خود اپنے لئے بیٹے چاہتے ہیں حتیٰ کہ بیٹیوں کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ پس ان کا یہ حال تھا کہ ﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا ﴾ "جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوش خبری ملتی' تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا" اس کرب و غم سے جو اس کو پہنچتا۔ ﴿ وَهُوَ كَظِيْمٌ ﴾ "اور

وہ جی میں گھٹتا'' یعنی جب اسے بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جاتی تو وہ حزن وغم کے مارے خاموش ہو جاتا حتیٰ کہ وہ اس خبر سے اپنے ابنائے جنس میں اپنی فضیحت محسوس کرتا اور اس خبر پر وہ عار کی وجہ سے منہ چھپاتا پھرتا' پھر وہ اپنی اس بیٹی کے بارے میں جس کی اس کو خوش خبری ملتی' اپنی فکر اور فاسد رائے کی وجہ سے تذبذب کا شکار ہو جاتا کہ وہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرے؟

﴿ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ ﴾ ''کیا اسے رہنے دے ذلت قبول کر کے'' یعنی آیا اہانت اور ذلت برداشت کر کے اسے قتل نہ کرے اور زندہ چھوڑ دے۔ ﴿ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ﴾ ''یا اس کو داب دے مٹی میں'' یعنی اسے زندہ دفن کر دے۔ یہی وہ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی سخت مذمت کی ہے۔ ﴿ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ ''خبردار' برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں'' کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے متصف کیا جو اس کے جلال کے لائق نہ تھیں' یعنی اس کی طرف اولاد کو منسوب کرنا' پھر انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دونوں قسموں میں سے اس بدتر قسم کو اللہ کی طرف منسوب کیا جس کو خود اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے اسے منسوب کر دیتے تھے؟ پس بہت ہی برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے۔ چونکہ یہ بری مثال تھی جس کو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں' مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ﴾ ''ان لوگوں کے واسطے جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے' بری مثال ہے'' ناقص مثال اور کامل عیب ﴿ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ﴾ ''اور اللہ کے لئے مثال ہے سب سے بلند'' اس سے مراد ہر وصف کمال ہے اور تمام کائنات میں جو بھی صفت کمال پائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے اور کسی بھی پہلو سے کسی نقص کو مستلزم نہیں ہے اور اس کے اولیاء کے دلوں میں بھی مثل اعلیٰ یعنی اس کی تعظیم' اجلال' محبت' اس کی طرف انابت اور اس کی معرفت جاگزیں ہے۔ ﴿ وَهُوَ الْعَزِيْزُ ﴾ ''اور وہ زبردست ہے'' جو تمام اشیاء پر غالب ہے اور تمام کائنات اس کی مطیع ہے ﴿ الْحَكِيْمُ ﴾ ''حکمت والا ہے'' جو تمام اشیاء کو ان کے لائق محل و مقام پر رکھتا ہے۔ وہ جو بھی حکم دیتا ہے اور جو بھی فعل سرانجام دیتا ہے' اس پر اس کی ستائش کی جاتی ہے اور اس کے کمال پر اس کی ثنا بیان کی جاتی ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ

اور اگر پکڑتا اللہ لوگوں کو بوجہ ان کے ظلم (کرنے) کے تو نہ چھوڑتا اوپر اس (زمین) کے کوئی چلنے والا (جاندار) لیکن

يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ

وہ مہلت دیتا ہے ان کو ایک وقت مقرر تک' پھر جب آ جاتا ہے وقت (مقرر) ان کا تو نہیں پیچھے رہ سکتے وہ

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾

لمحہ بھر اور نہ آگے ہی بڑھ سکتے ہیں (اس وقت سے) ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ظالموں کی افترا پردازی بیان کرنے کے بعد اپنا کامل حلم وصبر ذکر کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ﴾ ’’اگر پکڑے اللہ لوگوں کو ان کی بے انصافی پر‘‘ بغیر کسی کمی یا زیادتی کے ﴿مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ ’’نہ چھوڑے وہ زمین پر ایک بھی چلنے والا‘‘ یعنی معصیت کا ارتکاب کرنے والوں کے علاوہ چوپایوں اور حیوانات میں سے بھی کچھ نہ بچتا‘ کیونکہ گناہوں کی نحوست کھیتیوں اور نسل کو ہلاک کر دیتی ہے۔ ﴿وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ﴾ ’’لیکن وہ ان کو ڈھیل دیتا ہے‘‘ یعنی انہیں جلدی سزا نہیں دیتا‘ بلکہ ایک مقرر مدت یعنی قیامت کے روز تک مؤخر کر دیتا ہے ﴿فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ’’پس جب ان کا مقرر وقت آ جائے گا‘ تو پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی نہ آگے سرک سکیں گے‘‘ اس لئے جب تک انہیں مہلت کا وقت حاصل ہے‘ اس سے پہلے کہ وہ وقت آن پہنچے جب کوئی مہلت نہ ہوگی‘ انہیں ڈر جانا چاہیے۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ

اور وہ ٹھہراتے ہیں اللہ کیلئے وہ چیز کہ وہ (خود اسے) ناپسند کرتے ہیں‘ اور بیان کرتی ہیں زبانیں انکی جھوٹ‘ کہ بیشک ان کیلئے اچھا (انجام) ہے

لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلٰٓى

یقیناً بلا شبہ ان کیلئے آگ ہے اور بلا شبہ وہ (اس میں) سب سے آگے بھیجے جائیں گے ○ قسم اللہ کی! البتہ تحقیق بھیجے ہم نے (رسول) طرف

أُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ

کئی امتوں کی آپ سے پہلے‘ پس آراستہ کر دیے ان کے لیے شیطان نے اعمال ان کے‘ سو وہی (شیطان) دوست ہے ان کا

الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

آج بھی‘ اور ان کے لیے عذاب ہے‘ بہت درد ناک ○

اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے: ﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ﴾ ’’اور وہ کرتے ہیں اللہ کے لئے وہ‘ جسے خود پسند نہیں کرتے‘‘ یعنی خود بیٹیوں اور دیگر اوصاف قبیحہ کو ناپسند کرتے ہیں۔ اس سے مراد شرک ہے‘ یعنی عبادات میں بعض ہستیوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی غلام ہیں، جس طرح ان کو یہ پسند نہیں کہ ان کے غلام...... حالانکہ وہ بھی انہی جیسی مخلوق ہیں...... اس رزق میں ان کے برابر کے شریک ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا ہے‘ پھر وہ بعض مخلوق ہستیوں کو کیسے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی غلام ہیں۔ ﴿وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى﴾ ’’اور ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ ان کے لئے بھلائی ہے‘‘ وہ اس عظیم برائی کے ساتھ ساتھ یہ جھوٹ بھی بولتے ہیں کہ ان کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ﴾ ’’یقیناً ان کے لئے آگ ہے اور وہ (اس کی طرف) بڑھائے جا رہے ہیں‘‘ یعنی وہ جہنم میں داخل ہوں گے‘ جہنم میں رہیں گے اور

اس سے کبھی نہیں نکلیں گے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے سامنے واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ پہلے رسول نہیں ہیں جن کو جھٹلایا گیا ہے۔ ﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ ”اللہ کی قسم! ہم نے آپ سے پہلے، مختلف امتوں کی طرف رسول بھیجے۔“ ایسے رسول، جو انہیں توحید کی دعوت دیتے تھے۔ ﴿ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ ﴾ ”پس اچھے کر کے دکھلائے ان کو شیطان نے ان کے کام“ پس انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور انہوں نے یہ باطل گمان کیا کہ وہ جس راستے پر چل رہے ہیں وہی حق اور ہر دکھ سے نجات دینے والا ہے اور جس راستے کی طرف انبیاء و رسل بلاتے ہیں وہ اس کے برعکس ہے۔ پس جب شیطان نے ان کے سامنے ان کے اعمال مزین کر دیئے ﴿ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ ﴾ ”تو وہ آج ان کا دوست ہے“ دنیا میں۔ پس وہ اس کی اطاعت کرنے لگے اور انہوں نے اس کو اپنا دوست بنا لیا۔ ﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ (الکھف: ۱۸/۵۰) ”کیا تم اسے اور اس کی ذریت کو میرے سوا اپنا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور یہ ظالموں کے لئے بہت برا بدل ہے۔“ ﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ”اور (آخرت میں) ان کے لئے دردناک عذاب ہے“ کیونکہ وہ اللہ رحمان کی دوستی سے منہ موڑ کر شیطان کی دوستی پر راضی ہو گئے۔ بنا بریں وہ رسوا کن عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ

اور نہیں نازل کی ہم نے آپ پر کتاب (قرآن)، مگر تاکہ آپ بیان کریں واسطے ان لوگوں کے وہ چیز کہ اختلاف کیا انہوں نے اس میں،

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾

اور (تاکہ ہو) ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد! (ﷺ) ہم نے آپ پر یہ قرآن صرف اس لئے نازل فرمایا ہے کہ آپ توحید، تقدیر، احکام افعال اور احوال معاد کے بارے میں ان کے اختلافات کے موقع پر ان کے سامنے حق واضح کر دیں تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی نازل کردہ کتاب پر ایمان رکھنے والوں کے لئے کامل ہدایت اور بے پایاں رحمت ہو۔

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ

اور اللہ نے نازل کیا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا اس نے ساتھ اس کے زمین کو بعد اس کی موت کے، بے شک

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع ۱۴/۵

اس میں البتہ نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں (غور سے) ○

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ سب سے بڑی نعمت کا ذکر فرماتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے وعظ و تذکیر کو سمجھیں اور وہ اس حقیقت پر استدلال کریں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے کیونکہ وہ بارش نازل کر

کے اور مختلف اصناف کی نباتات اگا کر بندوں کو نعمتوں سے نوازتا ہے اور اس پر بھی استدلال کریں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور وہ ہستی جس نے زمین کو اس کے مر جانے کے بعد زندہ کیا' وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتی ہے اور وہ ہستی جس نے ان احسانات کو عام کیا ہے' وہ بے کراں رحمت اور عظیم سخاوت کی مالک ہے۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ

اور بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں البتہ غور کا سامان ہے، ہم پلاتے ہیں تمہیں اس میں سے جو پیٹوں میں ہے ان کے (یعنی) درمیان میں سے گوبر اور خون کے،

لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝۶۶ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ

دودھ خالص، آسانی سے گزر جانے والا ہے حلق سے واسطے پینے والوں کے ○ اور کچھ پھلوں میں سے کھجوروں اور انگوروں کے (وہ ہیں کہ) بناتے ہو تم

مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۶۷

اس میں سے نشہ (آور شراب) اور رزق اچھا، بلاشبہ اس میں البتہ نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں ○

﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ﴾ ''اور بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں'' جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے فوائد کے لئے مسخر کیا ﴿لَعِبْرَةً﴾ ''سوچنے کی جگہ ہے'' جس سے تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور وسعت احسان پر استدلال کر سکتے ہو کیونکہ اس نے تمہیں ان مویشیوں کے پیٹ سے (دودھ) پلایا جس کا مادہ گوبر اور خون پر مشتمل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گوبر اور خون سے ایسا دودھ نکالا جو ہر قسم کی آلائش سے پاک اور اپنی لذت کی بنا پر پینے والوں کے لئے انتہائی خوش ذائقہ ہے' نیز یہ کہ اس کو پیا جاتا ہے اور اس سے غذا حاصل کی جاتی ہے۔ کیا یہ سب کچھ طبیعی امور کی بجائے قدرت الٰہیہ نہیں ہے؟ اس عالم طبیعیات میں کون سی چیز ہے جو اس چارے کو جسے چوپائے کھاتے ہیں اور اس میٹھے یا کھارے پانی کو جسے یہ چوپائے پیتے ہیں' پینے والوں کے لیے خالص اور لذیذ دودھ میں بدل دیتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے کھجور اور انگور پیدا کئے' نیز بندوں کے فوائد کے لئے رزق حسن کی مختلف انواع پیدا کی ہیں جن کو وہ تازہ بتازہ اور ان کے پکنے کے بعد کھاتے ہیں' انہیں ذخیرہ کرتے ہیں' انہیں کھانے پینے کے لئے استعمال میں لاتے ہیں' ان سے رس نچوڑ کر نبیذ اور دیگر نشہ آور مشروبات بناتے ہیں جو اس سے قبل ان کے لئے حلال تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے تمام نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دے دیا اور اس کے عوض انہیں پھلوں سے نچوڑے ہوئے پاک وصاف رس' نبیذ اور مختلف اقسام کے لذیذ اور مباح مشروبات عطا کئے۔ اس لئے جن مفسرین کا قول یہ ہے کہ ''یہاں نشہ آور چیزوں سے مراد لذیذ مطعومات و مشروبات ہیں'' وہ پہلے قول سے زیادہ قرین صواب ہے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لیے ان (چیزوں) میں نشانی ہے۔'' یعنی اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو اس کی قدرت کاملہ کو خوب سمجھتے ہیں کیونکہ اس نے درختوں پر ایندھن سے مشابہت رکھنے والی چیزیں پیدا کیں جو ایک لذیذ پھل اور خوش ذائقہ میوہ بن

جاتی ہیں۔ اس کی رحمت عام اور بے پایاں ہے جو اس کے تمام بندوں پر سایہ کناں ہے' اللہ تعالیٰ نے اس رحمت کو سب کے لئے آسان کر دیا...... نیز وہ اکیلا ہی معبود برحق ہے کیونکہ ان نعمتوں کو عطا کرنے میں وہ یکتا ہے۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا

اور الہام کیا آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو یہ کہ بنا تو پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور ان میں جو

يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ

(بلند) چھتریاں بناتے ہیں لوگ ○ پھر کھا تو (یعنی رس چوس) ہر قسم کے پھلوں سے، پھر چل تو راستوں پر اپنے رب کے، آسان کیے ہوئے،

يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ

نکلتی ہے ان کے پیٹوں سے پینے کی چیز (شہد) مختلف ہیں رنگ اس کے، اس میں شفاء ہے لوگوں کے لیے،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

بلاشبہ اس میں البتہ نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں ○

اس چھوٹی سی شہد کی مکھی میں بھی غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز طریقے سے راہنمائی کی اور اسے (پھولوں کا رس چوسنے کے لئے) پھلواریاں مہیا کیں' پھر ان گھروں کی طرف واپس لوٹنے کے لئے وحی کی جو اس نے اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے تیار کیے تھے۔ وہ شہد کی اس مکھی کے پیٹ سے نہایت لذیذ شہد نکالتا ہے جو زمین اور پھلواری کے مطابق مختلف رنگوں کا ہوتا ہے۔ شہد میں لوگوں کے لئے متعدد امراض سے شفا رکھ دی گئی ہے۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی لامحدود عنایت اور اپنے بندوں پر اس کے کامل لطف و کرم پر دلالت کرتی ہے' نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے سوا کسی سے محبت کی جائے نہ اس کے سوا کسی کو پکارا جائے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ڟ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ

اور اللہ نے پیدا کیا تمہیں، پھر وہ وفات دیتا ہے تمہیں، اور بعض تم میں سے وہ ہیں جو لوٹائے جاتے ہیں طرف ناکارہ عمر کی

لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾

تاکہ نہ جانیں وہ، بعد جان لینے کے' کچھ بھی۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا، نہایت قدرت والا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہی ہے جس نے بندوں کو پیدا کیا اور ان کو تخلیق کے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں داخل کیا اور جب وہ اپنی مدت مقررہ پوری کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو وفات دے دیتا ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ طویل عمر عطا کرتا ہے حتیٰ کہ ﴿يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾ ''اس کو بدترین عمر تک پہنچا دیا جاتا ہے'' اس عمر میں انسان ظاہری اور باطنی قویٰ کی کمزوری کا شکار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ عقل بھی' جو کہ انسان کا جوہر ہے' اس سے متاثر ہوتی ہے' اس کی عقل کی کمزوری میں اضافہ ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ ان تمام

چیزوں کو بھول جاتا ہے جو اسے معلوم تھیں' اس کی عقل بچے کی عقل کی مانند ہو جاتی ہے' اس لئے فرمایا: ﴿لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾ ''تاکہ سمجھنے کے بعد اب کچھ نہ سمجھے' اللہ تعالیٰ جاننے والا' قدرت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے۔ یہ چیز بھی اللہ تعالیٰ کے دست قدرت کے تحت ہی ہے کہ آدمی تخلیق کے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں داخل ہوتا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ﴾ (الروم: ٥٤/٣٠) ''وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد اس نے تمہیں قوت عطا کی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دے دیا' وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' وہ علم اور قدرت والا ہے''۔

وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا

اور اللہ نے فضیلت دی تمہارے بعض کو اوپر بعض کے رزق میں، پس نہیں ہیں وہ لوگ جو فضیلت دیئے گئے (رزق میں)

بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ۚ

لوٹانے والے اپنا رزق اوپر ان (غلاموں) کے کہ مالک ہیں (جن کے) دائیں ہاتھ ان کے کہ ہو جائیں وہ اس (رزق) میں (ایک دوسرے کے) برابر،

أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٧١﴾

کیا پس اللہ کی نعمت کا وہ انکار کرتے ہیں؟ ○

یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل اور شرک کی قباحت پر برہان ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سب اس بات میں مشترک ہو کہ تم مخلوق اور مرزوق ہو ﴿فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ﴾ (البتہ اللہ تعالیٰ نے) ''رزق کے معاملے میں تمہیں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے'' تم میں سے بعض کو آزاد بنایا' ان کو مال و دولت اور ثروت سے نوازا اور تم میں بعض کو ان کا غلام بنا دیا' وہ دنیا میں کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور جس طرح ان غلاموں کے وہ آقا جن کو اللہ تعالیٰ نے رزق میں فضیلت عطا کی ہے۔ ﴿بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ﴾ ''وہ روزی پہنچانے والے نہیں ان کو جن کے ان کے دائیں ہاتھ مالک ہوئے کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں'' اور وہ اس امر کو محال سمجھتے ہیں۔ اسی طرح وہ ہستیاں جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا رکھا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں وہ کسی ذرہ بھر چیز کے مالک نہیں ہیں...... پھر تم ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک کیسے ٹھہراتے ہو؟ کیا یہ سب سے بڑا ظلم اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار نہیں؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ ''کیا پس وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں؟'' اگر انہوں نے ان نعمتوں کا اقرار کیا ہوتا اور ان کو اس ہستی کی طرف منسوب کیا ہوتا جو اس کی مستحق ہے تو یہ کبھی شرک نہ کرتے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ

اور اللہ نے بنائیں واسطے تمہارے تم ہی میں سے بیویاں، اور اسی نے بنائے واسطے تمہارے تمہاری بیویوں سے بیٹے

وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ

اور پوتے، اور اسی نے رزق دیا تمہیں پاکیزہ (نفیس) چیزوں سے، کیا پھر بھی باطل پر تو وہ ایمان لاتے ہیں

وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ؀ۙ۷۲

اور اللہ کی نعمتوں کی وہ ناشکری کرتے ہیں؟ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں پر اس احسان عظیم کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے ان کی بیویاں بنائیں تاکہ وہ ان بیویوں کے پاس سکون حاصل کریں اور ان بیویوں سے ان کو اولاد عطا کی تاکہ ان سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، یہ اولاد ان کی خدمت کرے اور ان کی مختلف حوائج پوری کرے اور وہ متعدد پہلوؤں سے اپنی اولاد سے فائدہ اٹھائیں اور ان کو پاک مطعومات ومشروبات سے نوازا اور دیگر ظاہری نعمتیں عطا کیں جن کو شمار کرنا بندوں کے بس میں نہیں۔ ﴿ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ”کیا پس وہ باطل کو مانتے ہیں؟“ یعنی کیا یہ لوگ باطل پر ایمان رکھتے ہیں جو کوئی قابل ذکر چیز تھا ہی نہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود عطا کیا اور اس کا وجود عدم کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ پس یہ باطل معبود تخلیق، رزق اور تدبیر کسی چیز پر بھی قادر نہیں اور یہ بات ہر اس چیز کو شامل ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، کیونکہ وہ باطل ہے۔ تب مشرکین اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو معبود کیسے بنا لیتے ہیں؟ ﴿ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴾ ”اور وہ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں“ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور کفر میں اس کو استعمال کرتے ہیں۔ کیا یہ سب سے بڑا ظلم، سب سے بڑا گناہ اور سب سے بڑی حماقت نہیں؟

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ

اور عبادت کرتے ہیں وہ سوائے اللہ کے ان کی کہ نہیں اختیار رکھتے وہ ان کے لئے رزق کا آسمانوں سے

وَالْاَرْضِ شَيْـــًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ؀ۚ۷۳ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور زمین سے کچھ بھی، اور نہ وہ (اس کی) استطاعت ہی رکھتے ہیں ○ پس مت بیان کرو تم اللہ کے لئے مثالیں، بے شک اللہ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ؀۷۴ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ بیان کی اللہ نے ایک مثال، ایک غلام مملوک کی، نہیں قدرت رکھتا وہ

عَلٰي شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا

اوپر کسی چیز کے، اور (دوسرا) وہ شخص کہ دیا ہم نے اسے اپنی طرف سے رزق اچھا، پس وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے پوشیدہ طور پر

وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؀۷۵ وَضَرَبَ

اور ظاہر (بھی)، کیا وہ دونوں برابر ہیں؟ تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے ○ اور بیان کی

اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيۡنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبۡكَمُ لَا يَقۡدِرُ عَلٰى شَىۡءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى

اللہ نے ایک (اور) مثال دو مردوں کی، ایک ان میں سے گونگا ہے، نہیں قدرت رکھتا وہ اوپر کسی چیز کے، اور وہ (نرا) بوجھ ہے اوپر

مَوۡلٰٮهُ ۙ اَيۡنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاۡتِ بِخَيۡرٍ ‌ؕ هَلۡ يَسۡتَوِىۡ هُوَ ۙ وَمَنۡ

اپنے مالک کے، جہاں کہیں وہ بھیجتا ہے اسے نہیں لاتا کوئی بھلائی، کیا برابر ہے وہ اور (دوسرا) وہ شخص جو

يَّاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۷۶﴾

حکم کرتا ہے ساتھ انصاف کے، اور وہ ہے وہ اوپر راہ راست کے؟ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کی جہالت اور ان کے ظلم کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا خودساختہ معبودوں کی عبادت کرتے ہیں جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا دیا ہے اور ان باطل معبودوں کا حال یہ ہے کہ وہ ان کے لئے زمین و آسمان میں رزق کا اختیار نہیں رکھتے۔ وہ بارش برسا سکتے ہیں نہ رزق عطا کر سکتے ہیں اور نہ ہی زمین میں نباتات اگا سکتے ہیں' وہ زمین و آسمان میں کسی ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں بلکہ اگر وہ چاہیں بھی تو کسی چیز کے مالک نہیں بن سکتے' کیونکہ بسا اوقات کسی چیز کا غیر مالک بھی اس چیز پر' جو نفع دے سکتی ہو' قدرت اور اختیار رکھتا ہے...... مگر یہ خودساختہ معبود کسی چیز کے مالک ہیں نہ قدرت اور اختیار رکھتے ہیں۔ یہ ہیں ان کے خودساختہ معبودوں کے اوصاف' کیسے انہوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبود بنا لیا' مالک ارض و سماء کے ساتھ تشبیہ دے دی جو تمام تر اقتدار کا مالک' ہر قسم کی حمد و ثنا کا مستحق ہے اور تمام قوت اسی کے پاس ہے؟ اسی لئے فرمایا: ﴿فَلَا تَضۡرِبُوۡا لِلّٰهِ الۡاَمۡثَالَ﴾ ''اللہ کے لئے مثالیں بیان مت کرو'' جو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان مساوات کو متضمن ہیں۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' پس ہم پر واجب ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں بلا علم کوئی بات نہ کہیں اور ان مثالوں کو غور سے سنیں جن کو اللہ علیم و خبیر نے بیان کیا ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے دو مثالیں بیان کی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔

پہلی مثال ایک غلام کی ہے جو کسی دوسرے کی غلامی میں ہے جو مال کا مالک ہے نہ دنیا کی کسی چیز کا جبکہ دوسرا ایک آزاد اور دولت مند شخص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مال کی تمام اصناف میں سے بہترین رزق سے نوازا ہے وہ سخی اور بھلائی کو پسند کرنے والا شخص ہے۔ وہ اس مال میں سے کھلے چھپے خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ مرد آزاد اور وہ غلام برابر ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ یہ دونوں مخلوق ہیں اور ان کے درمیان مساوات محال نہیں ہے۔ پس جب یہ دونوں مخلوق ہوتے ہوئے برابر نہیں ہو سکتے' تو ایک مخلوق اور غلام ہستی' جو کسی چیز کی مالک ہے نہ کوئی قدرت اور اختیار رکھتی ہے بلکہ وہ ہر لحاظ سے محتاج ہے' رب تعالیٰ کے برابر کیسے ہو سکتی ہے جو تمام سلطنتوں کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہے؟

بنابریں اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف کی اور حمد وستائش کی تمام انواع سے اپنے آپ کو متصف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ ''تمام تعریف اللہ کے لئے ہے'' گویا کہ یوں کہا گیا کہ جب معاملہ یہ ہے تو مشرکین نے اپنے خود ساختہ معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر کیوں ٹھہرا دیا؟ اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''بلکہ ان کے اکثر لوگ علم نہیں رکھتے'' پس اگر انہیں حقیقت کا علم ہوتا تو وہ اس شرک عظیم کے ارتکاب کی کبھی جرأت نہ کرتے۔

دوسری مثال یہ ہے ﴿ رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ ﴾ ''دو آدمی ہیں' ایک ان میں سے گونگا ہے'' جو سن سکتا ہے نہ بول سکتا ہے ﴿ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ ﴾ ''جو (قلیل یا کثیر) کسی چیز پر قادر نہیں'' ﴿ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ﴾ ''اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے'' وہ خود اپنی خدمت کرنے پر قادر نہیں بلکہ اس کے برعکس اس کا مالک اس کی خدمت کرتا ہے اور وہ ہر لحاظ سے ناقص ہے۔ ﴿ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ ''کیا برابر ہے وہ اور ایک وہ شخص جو انصاف کے ساتھ حکم کرتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے'' پس اس کے اقوال عدل پر مبنی اور اس کے افعال درست ہیں تو جس طرح یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے' اسی طرح وہ ہستی جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے درآں حالیکہ وہ اپنے مصالح پر بھی کوئی اختیار نہیں رکھتی' اللہ تعالیٰ کے برابر کیسے ہو سکتی ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ اس کے مصالح کا انتظام نہ کرے تو وہ ان میں سے کسی چیز پر بھی قادر نہیں۔ ایسا شخص اس شخص کی برابری کر سکتا ہے نہ اس کا ہمسر ہو سکتا ہے جو حق کے سوا کچھ نہیں بولتا اور وہ صرف وہی فعل سرانجام دیتا ہے جو قابل ستائش ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ

اور اللہ ہی کے لئے ہے غیب آسمانوں اور زمین کا، اور نہیں ہے معاملہ قیامت کا مگر مانند جھپکنے آنکھ کے

اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۷۷

یا (بلکہ) وہ اس سے بھی قریب تر ہے، بے شک اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے ○

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم رکھنے میں منفرد اور یکتا ہے' پس چھپی ہوئی باطن کی باتیں اور اسرار نہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' قیامت کی گھڑی کا علم بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ چنانچہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ جب قیامت کی گھڑی نمایاں ہو کر سامنے آجائے گی تو یہ ﴿ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ﴾ ''آنکھ جھپکنے یا اس سے بھی کم وقت میں آجائے گی۔'' پس لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور محشر کی طرف دوڑیں گے اور جو لوگ مہلت چاہیں گے ان کے لئے مہلت کا وقت ختم ہو جائے گا۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ ''بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے' جو ہر چیز کو شامل ہے' مردوں کو زندہ کرنا کوئی انوکھی بات نہیں۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

اور اللہ نے نکالا تمہیں پیٹوں سے تمہاری ماؤں کے، نہیں جانتے تھے تم کچھ بھی، اور اسی نے بنائے تمہارے لئے کان

وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾

اور آنکھیں اور دل، تاکہ تم شکر کرو ○

یعنی اللہ تعالیٰ یہ نعمتیں عطا کرنے میں متفرد اور یکتا ہے۔ ﴿اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا﴾ ''اس نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا' تم کچھ نہیں جانتے تھے'' اور نہ کسی چیز پر قدرت رکھتے تھے۔ اور اس نے ﴿وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ﴾ ''تمہارے کان' آنکھیں اور دل بنائے'' اللہ تعالیٰ نے ان تینوں اعضاء کا ان کے فضل و شرف کی بنا پر خاص طور پر ذکر کیا ہے' نیز اس خصوصیت کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ تینوں اعضاء ہر علم کی کلید ہیں۔ صرف یہی تین دروازے ہیں جن کے ذریعے سے علم انسان تک پہنچتا ہے ورنہ تمام اعضاء اور تمام ظاہری اور باطنی قوی اللہ تعالیٰ ہی نے عطا کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو نشوونما دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اس حالت کو پہنچ جاتے ہیں جو انسان کے لائق ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اس لئے عطا کیا ہے کہ وہ ان جوارح کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ پس جو کوئی ان جوارح کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے علاوہ کہیں اور استعمال کرتا ہے تو یہ جوارح اس کے خلاف حجت ہوں گے کیونکہ وہ اللہ کی نعمت کا بدترین رویے سے مقابلہ کرتا ہے۔

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

کیا نہیں دیکھا انہوں نے طرف پرندوں کی کہ تابع فرمان ہیں فضائے آسمان میں، نہیں روکتا ان کو (فضاء میں) مگر اللہ ہی،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٧٩﴾

بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں ○

کیونکہ اہل ایمان آیات الٰہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور آیات الٰہی میں غور و فکر کرتے ہیں۔ رہے کفار' تو وہ آیات الٰہی کو لہو و لعب اور غفلت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسی ہیئت میں پیدا کیا ہے جو ان کے اڑنے کے لئے درست ہے' پھر ان کے لئے اس لطیف ہوا کو مسخر کر دیا' پھر ان پرندوں میں حرکت کرنے کی قوت اور وہ چیز ودیعت کی جن کے ذریعے سے وہ اڑنے پر قادر ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت' لامحدود علم' تمام مخلوق پر اس کی عنایت ربانی اور اس کے اقتدار کامل کی دلیل ہے۔ نہایت بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ
اور اللہ نے بنائے تمہارے لئے تمہارے گھر جائے سکونت، اور اسی نے بنائے تمہارے لئے چمڑوں سے چوپایوں کے
بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا
ایک قسم کے گھر (خیمے) کہ تم ہلکا سمجھتے ہوانکو اپنے کوچ کے دن اور اپنی اقامت کے دن، اور (بنایا) ان (بھیڑوں) کی اون سے،
وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٨٠﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ
اور ان (اونٹوں) کی پشم سے، اور ان (بکریوں) کے بالوں سے، گھر کا سامان اور کئی فائدے (کی چیزیں)، ایک وقت تک ○ اور اللہ ہی نے بنائے
لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ
تمہارے لئے ان چیزوں سے جو اس نے پیدا کیں، سائے اور اسی نے بنائیں تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں (غاریں)، اور اسی نے بنائیں
لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ
تمہارے لئے قمیصیں، وہ بچاتی ہیں تمہیں گرمی (اور سردی) سے، اور قمیصیں (زرہیں)، وہ بچاتی ہیں تمہیں تمہاری لڑائی میں، اسی طرح اللہ پوری کرتا ہے
نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ
نعمت اپنی تم پر، تا کہ تم مطیع ہو جاؤ ○ پھر اگر وہ منہ پھیریں (اسلام سے)، تو یقیناً آپ پر تو صرف پہنچا دینا ہے
الْمُبِيْنُ ﴿٨٢﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع ١١
صریح طور پر ○ وہ پہچانتے ہیں اللہ کی نعمت کو پھر وہ انکار کرتے ہیں اس کا، اور اکثر ان کے کافر ہیں ○

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی نعمتیں یاد دلاتا ہے اور ان سے ان نعمتوں کے اعتراف اور ان پر شکر کا مطالبہ کرتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا﴾ ''اور اللہ ہی نے تمہارے لیے گھروں کو رہنے کی جگہ بنایا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گھر اور بڑے بڑے محل بنائے جو تمہیں گرمی اور سردی سے بچاتے ہیں' تمہیں' تمہاری اولاد اور تمہارے مال و متاع کو ٹھکانا مہیا کرتے ہیں۔ تم ان گھروں میں' اپنے مختلف اقسام کے فوائد اور مصالح کے لئے کمرے اور بالا خانے بناتے ہو۔ ان گھروں میں تمہارے مال و متاع اور تمہاری عزت و ناموس کی حفاظت ہے اور اس قسم کے دیگر فوائد جن کا روز مشاہدہ ہوتا ہے۔ ﴿وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ﴾ ''اور بنا دیئے تمہارے لئے چوپاؤں کی کھالوں سے'' یعنی یا تو خود ان چوپایوں کی کھال سے یا اس کھال پر اگنے والے بالوں اور اون سے ﴿بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا﴾ ''ڈیرے' جو ہلکے رہتے ہیں تم پر'' یعنی جن کے بوجھ کو اٹھانا تمہارے لئے بہت آسان ہوتا ہے ﴿يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ﴾ ''سفر اور حضر میں۔'' یعنی وہ سفر اور ان منزلوں میں تمہارے ساتھ ہوتے ہیں جہاں گھر بنانا تمہارا مقصد نہیں ہوتا۔ پس یہ خیمے تمہیں گرمی' سردی اور بارش سے بچاتے ہیں اور تمہارے مال و متاع کو بھی بارشوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بنائے ﴿ وَمِنْ اَصْوَافِهَا ﴾ ''ان کی اون سے۔'' یعنی ان چوپایوں کی پشم سے ﴿ وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا ﴾ ''اور اونٹوں کی پشم سے اور بکریوں کے بالوں سے کتنے اسباب'' (اثاث) کا لفظ برتنوں، خرجیوں، بچھونوں، لباس اور اوپر اوڑھنے والے کپڑوں وغیرہ سب کو شامل ہے ﴿ وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴾ ''اور استعمال کی چیزیں ایک وقت مقرر تک'' یعنی ان چیزوں کو اس دنیا میں استعمال کرتے ہو اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہو۔ پس یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کی صنعت وحرفت کے لئے اللہ نے بندوں کو مقرر کر دیا ہے۔

﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ﴾ ''اور بنادیئے اللہ نے تمہارے واسطے ان میں سے جن کو پیدا کیا'' یعنی جن میں تمہارے لئے کوئی صنعت نہیں ہے۔ ﴿ ظِلٰلًا ﴾ ''سائے'' مثلاً درختوں پہاڑوں اور ٹیلوں کے سائے۔ ﴿ وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا ﴾ ''اور بنا دیں تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں'' یعنی غار اور کھوہ بنائے جہاں تم گرمی، سردی، بارش اور اپنے دشمنوں سے بچنے کے لئے پناہ لیتے ہو ﴿ وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ ﴾ ''اور بنادیئے تمہارے لئے کرتے'' یعنی لباس اور کپڑے ﴿ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ ﴾ ''وہ تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے سردی کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اس سورہ مبارکہ کی ابتداء میں اصولی نعمتوں کا ذکر ہے اور اس کے آخر میں ان امور کا ذکر ہے جو ان نعمتوں کی تکمیل کرتے ہیں۔ سردی سے بچاؤ ایک بنیادی نعمت اور ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے سورت کی ابتداء میں اس کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے: ﴿ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ ﴾ (النحل: ۵/۱۶) ''جن میں تمہارے لئے جاڑے کا سامان ہے اور فائدے ہیں'' ﴿ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ﴾ ''اور کرتے جو تمہیں لڑائی سے محفوظ رکھیں۔'' یعنی وہ لباس جو جنگ اور لڑائی کے وقت تمہیں ہتھیاروں کی زد سے بچاتے ہیں مثلاً زرہ، بکتر وغیرہ۔ ﴿ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ ﴾ ''اسی طرح پوری کرتا ہے وہ اپنی نعمت'' اس نے تمہیں لامحدود نعمتوں سے نوازا ہے جن کا شمار ممکن نہیں۔ ﴿ لَعَلَّكُمْ ﴾ ''تاکہ تم'' جب اللہ کی نعمت کو یاد کرو اور دیکھو کہ اس نعمت نے تمہیں ہر لحاظ سے ڈھانپ رکھا ہے۔ ﴿ تُسْلِمُوْنَ ﴾ ''فرماں بردار بن جاؤ'' تب شاید تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کرو اور اس کے حکم کی تعمیل کرو اور اس نعمت کو تم اس کے والی اور عطا کرنے والے کی اطاعت میں صرف کرو۔ پس نعمتوں کی کثرت بندوں کی طرف سے ایسے اسباب کی باعث بنتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے شکر اور اس کی حمد وثنا میں اضافے کا موجب ہیں۔ مگر ظالموں نے تکبر اور عناد ہی کا مظاہرہ کیا۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا ﴾ ''پھر اگر وہ پھر جائیں'' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی آیات کے ذریعے سے تذکیر کے بعد بھی اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی اطاعت سے روگردانی کریں ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ ''تو آپ کا کام صرف کھول کر سنا دینا ہے'' ان کی ہدایت وتوفیق آپ کے ذمے نہیں ہے بلکہ آپ سے صرف وعظ وتذکیر اور انذار وتحذیر کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ جب آپ نے یہ فرض ادا کر دیا تو ان کا حساب

اللہ کے پاس ہے اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کو دیکھ رہے ہیں اور اس کی نعمت کو پہنچانتے ہیں مگر اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ ﴿ وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ﴾ ''اور ان کے اکثر لوگ انکار کرنے والے ہیں'' ان میں کوئی بھلائی نہیں' آیات الٰہی کا بار بار آنا بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتا' کیونکہ ان کی عقل فساد کا اور ان کے مقاصد برائی کا شکار ہیں' وہ عنقریب دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ عناد رکھنے والے جابر' اس کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والے اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ تکبر سے پیش آنے والے کو سزا دے گا۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا

اور (یاد کرو!) جس دن ہم کھڑا کریں گے ہر امت میں سے ایک گواہ، پھر نہ اجازت دی جائیگی ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا،

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ

اور نہ ان سے توبہ ہی کا مطالبہ کیا جائے گا ○ اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا، عذاب کو، تو نہ کم کیا جائے گا ان سے

وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا

اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے ○ اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا، اپنے (ٹھہرائے ہوئے) شریکوں کو تو کہیں گے اے ہمارے رب!

هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِن دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ

یہی ہیں ہمارے وہ شریک جنہیں تھے ہم پکارتے تیرے سوا، پس وہ پھینک ماریں گے ان کی طرف یہ بات (اور کہیں گے)

إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ

بلاشبہ تم یقیناً جھوٹے ہو ○ اور وہ پیش کریں گے اللہ کی بارگاہ میں، اس دن فرماں برداری (عاجزی) اور گم ہو جائے گا

عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾

ان سے وہ جو تھے وہ افتراء باندھتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز کفار کے حال کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اس روز ان سے کوئی عذر قبول کیا جائے گا نہ ان سے عذاب کو رفع کیا جائے گا اور ان کے ٹھہرائے ہوئے شریک ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور وہ اقرار کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور اس پر افترا پردازی کیا کرتے تھے' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ﴾ ''اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر امت میں سے ایک گواہی دینے والا'' جو ان کے اعمال پر گواہی دے گا کہ انہوں نے داعی ہدایت کو کیا جواب دیا تھا اور یہ گواہ جس کو اللہ گواہی کے لئے کھڑا کرے گا' وہ سب سے پاک اور سب سے عادل گواہ ہوگا اور یہ گواہ رسول ہی ہوں گے۔ جب وہ گواہی دیں گے تو لوگوں کے خلاف فیصلہ مکمل ہو جائے گا۔ ﴿ ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ ''پھر کافروں کو اجازت نہیں دی جائے گی'' یعنی کفار کو معذرت پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ ان کو اپنے موقف کے بطلان کے

معلوم ہونے کے بعد ان کا عذر، محض جھوٹا عذر ہو گا' جو ان کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اگر وہ دنیا میں واپس جانا چاہیں گے تاکہ وہ اپنے گناہوں کی تلافی کر سکیں تو انہیں واپس جانے کی اجازت ملے گی نہ ان سے ناراضی کو دور کیا جائے گا بلکہ جب وہ عذاب کو دیکھ لیں گے تو ان کو جلدی سے عذاب میں دھکیل دیا جائے گا' وہ عذاب جس میں کوئی تخفیف کی جائے گی نہ ان کو کوئی ڈھیل دی جائے گی اور نہ مہلت' کیونکہ ان کے دامن میں کوئی نیکی نہ ہو گی۔ ان کے اعمال کو شمار کر کے ان کے سامنے کیا جائے گا وہ اس کا اقرار کریں گے اور شرمسار ہوں گے۔ ﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ﴾ "اور جب دیکھیں گے مشرک اپنے شریکوں کو" یعنی قیامت کے روز جب وہ اپنے خود ساختہ شریکوں کو دیکھیں گے اور ان کا بطلان ان پر واضح ہو جائے گا اور ان کے لئے انکار ممکن نہیں رہے گا۔ ﴿قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ﴾ "تو کہیں گے' اے ہمارے رب! یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم تجھے چھوڑ کر پکارتے تھے۔" یہ کوئی نفع دے سکتے ہیں نہ سفارش کر سکتے ہیں۔ وہ خود پکار پکار کر ان خود ساختہ معبودوں کے بطلان کا اعلان کر کے ان کا انکار کریں گے اور ان کے اور ان کے معبودوں کے درمیان عداوت ظاہر ہو جائے گی۔

﴿فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ﴾ "پس ڈالیں گے وہ ان کی طرف بات" یعنی ان کے خود ساختہ معبود ان کے قول کی تردید کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ "بے شک تم جھوٹے ہو" کیونکہ تم نے ہمیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اور تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہماری بھی عبادت کیا کرتے تھے۔ پس ہم نے تمہیں عبادت کا حکم دیا تھا نہ ہم نے کبھی الوہیت کے استحقاق کا دعویٰ کیا تھا' اس لئے اپنے آپ کو کوسو۔ تب اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے شرک کو تسلیم کر لیں گے اور اس کے فیصلے کے سامنے جھک جائیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ عذاب کے مستحق ہیں ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ "اور ان سے گم ہو جائیں گے جو جھوٹ وہ باندھتے تھے" پس وہ جہنم میں داخل ہوں گے اور ان کے دل خود اپنے آپ پر غصے اور اپنے رب کی حمد و ستائش سے لبریز ہوں گے' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں انہی بداعمالیوں کی سزا دی ہے جن کا انہوں نے ارتکاب کیا۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکا اللہ کی راہ سے، زیادہ دیں گے ہم انہیں عذاب اوپر عذاب کے

بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾

بوجہ اس کے جو تھے وہ فساد کرتے ○

اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں مجرموں کے انجام کا ذکر فرماتا ہے کہ انہوں نے کفر کیا' آیات الٰہی کی تکذیب کی' انبیاء و رسل کے خلاف جنگ کی' لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا اور گمراہی کے داعی بن گئے' اس لئے وہ کئی گنا عذاب کے

مستحق قرار پائے، جس طرح ان کا جرم کئی گنا ہے اور جس طرح انہوں نے اللہ کی زمین میں فساد برپا کیا۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ

اور (یاد کرو) جس دن ہم کھڑا کریں گے ہر امت میں سے ایک گواہ ان پر انہی میں سے، اور لائیں گے ہم آپ کو

شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى

گواہ اوپر ان لوگوں کے، اور نازل کی ہم نے آپ پر یہ کتاب (قرآن) کھول کر بیان کرنے والی ہر چیز کو، اور ہدایت

وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾

اور رحمت اور خوش خبری واسطے مسلمانوں کے ○

گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر امت میں ایک گواہ کھڑا کرے گا۔ ﴿فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا﴾ یہاں بھی گواہ کھڑا کرنے کا ذکر کیا ہے اور رسول کریم ﷺ کے گواہ ہونے کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ﴾ ”اور لائیں گے ہم آپ کو ان پر گواہ“ یعنی آپ ﷺ اپنی امت کے خیر و شر پر گواہ ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کمال عدل ہے کہ ہر رسول اپنی امت پر گواہی دے گا کیونکہ وہ اپنی امت کے اعمال کے بارے میں کسی دوسرے کی نسبت زیادہ اطلاع رکھتا ہے، وہ اتنا عادل اور اپنی امت کے بارے میں اتنا شفیق ہوتا ہے کہ وہ ان کے بارے میں صرف اسی چیز کی گواہی دے گا جس کے وہ مستحق ہوں گے۔ اس کی نظیر اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ قول ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (البقرۃ: ۱۴۳/۲) ”اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول (ﷺ) تم پر گواہی دیں۔“ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ○ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ﴾ (النساء: ۴۱/۴-۴۲) ”اس وقت ان کا کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور ان لوگوں پر آپ کو گواہ بنائیں گے۔ اس روز کافر اور رسول کی نافرمانی کرنے والے تمنا کریں گے کہ کاش وہ زمین میں سما جائیں اور ان پر مٹی برابر کر دی جائے۔“

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ ”اور اتاری ہم نے آپ پر کتاب، کھلا بیان ہر چیز کا“ دین کے اصول و فروع، دنیا و آخرت کے احکام اور ہر وہ چیز جس کے بندے محتاج ہیں اس کتاب میں واضح الفاظ و معانی کے ساتھ مکمل طور پر بیان کر دی گئی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کریم میں بڑے بڑے امور کو بتکرار بیان کرتا ہے جن کے بارے میں قلب کو ہر وقت اور ہر گھڑی تکرار اور بار بار دہرانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان امور کا مختلف عبارات اور متنوع دلائل کے ساتھ اعادہ کرتا رہتا ہے تاکہ وہ دلوں کی گہرائی میں اتر کر اچھی طرح جاگزیں ہو جائیں۔ پس یہ دل میں جس طرح راسخ ہوتے ہیں اس کے مطابق خیر و شر کی صورت میں ثمرات حاصل ہوتے

ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نہایت قلیل اور واضح الفاظ میں بہت سے معانی جمع کر دیتا ہے' الفاظ ان معانی کے لئے بنیاد اور اساس کا کام دیتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کے بعد آنے والی آیت اور اس میں جو اوامر و نواہی ہیں' جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا' اس پر غور کریں تو یہ نکتہ واضح ہو جائے گا۔

چونکہ یہ قرآن عظیم ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے اس لئے تمام انسانوں پر حجت ہے۔ اس کے خلاف ظالموں کی حجت منقطع ہو گئی۔ مسلمانوں نے اس سے استفادہ کیا اور وہ ان کے لئے راہ نما بن گیا۔ وہ اپنے دینی اور دنیاوی امور میں اس سے راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔ وہ ان کے لئے رحمت ہے جس کے ذریعے سے وہ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی حاصل کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے جو وہ علم نافع اور عمل صالح حاصل کرتے ہیں' وہی ہدایت ہے۔ دنیا و آخرت کا جو ثواب اس پر مترتب ہوتا ہے' مثلاً اصلاح قلب' اطمینان قلب اور نیکی وغیرہ' وہی رحمت ہے۔

قرآن عظیم کے معانی کے مطابق' جو کہ بلند ترین معانی ہیں...... تربیت کے بغیر عقل کی تکمیل نہیں ہوتی...... اس کے معانی کے مطابق تربیت کے بغیر اعمال کریمہ' اخلاق فاضلہ' رزق کشادہ' قول و فعل کے ذریعے سے دشمنوں پر فتح و نصرت' اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی عزت و اکرام والی جنت حاصل نہیں ہوتی جس میں ہمیشہ رہنے والی ایسی ایسی نعمتیں ہیں جن کو رب رحیم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَآئِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ

بلاشبہ اللہ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کرنے' اور (امداد) دینے کا قرابت داروں کو، اور وہ روکتا ہے

عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾

بے حیائی اور برے کام اور سرکشی سے، وہ نصیحت کرتا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس عدل کا حکم دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں عدل اور بندوں کے حقوق کے بارے میں عدل کو شامل ہے۔ عدل یہ ہے کہ تمام حقوق کو پوری طرح ادا کیا جائے۔ بندہ مالی' بدنی اور ان دونوں پر مبنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کئے ہیں۔ مخلوق کے ساتھ کامل انصاف پر مبنی معاملہ کیا جائے۔ پس ہر ولی اپنی ولایت کے تحت آنے والے ہر معاملے میں عدل و انصاف سے کام لے' خواہ یہ ولایت امامت کبریٰ (خلافت و امارت) یا ولایت قضا' یا خلیفہ کی نیابت یا قاضی کی نیابت ہو' اس معاملے میں سب برابر ہیں۔

عدل وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے رسول (ﷺ) کے توسط سے اہل ایمان پر فرض کیا ہے اور عدل کے راستے پر گامزن رہنے کا حکم دیا ہے۔ معاملات میں عدل یہ ہے کہ خرید و فروخت اور تمام معاوضات

میں آپ لوگوں کے ساتھ اس طرح معاملہ کریں کہ آپ کے ذمہ جو کچھ ہے اسے پوری طرح ادا کریں۔ آپ ان کے حق میں کمی کریں نہ دھوکہ دیں نہ ان کے ساتھ فریب کاری کریں اور نہ ان پر ظلم کریں۔ عدل کرنا فرض ہے' احسان سے پیش آنا فضیلت اور مستحب ہے' مثلاً لوگوں کو مال' بدن' علم اور دیگر مختلف قسم کی منفعتوں کے ذریعے سے فائدہ پہنچانا حتیٰ کہ اس جانور کے ساتھ احسان کرنا بھی اس میں داخل ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے یا نہیں کھایا جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرابت داروں کو عطا کرنے کا خاص طور پر ذکر کیا ہے...... اگرچہ وہ (احسان کرنے کے) عمومی حکم میں داخل ہیں...... کیونکہ ان کا حق موکد' ان کے ساتھ صلہ رحمی اور نیکی متعین ہے اور صلہ رحمی کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس حکم میں' قریب اور دور کے تمام رشتہ دار داخل ہیں مگر جو رشتہ میں زیادہ قریب ہے وہ صلہ رحمی اور حسن سلوک کا زیادہ مستحق ہے۔ ﴿وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ﴾ ''اور وہ فحشاء سے منع کرتا ہے'' (الفحشاء) ہر اس بڑے گناہ کو کہتے ہیں جس کو شریعت اور فطرت سلیم برا سمجھتی ہو' مثلاً شرک' قتل ناحق' زنا' چوری' خود پسندی' تکبر اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ حقارت سے پیش آنا وغیرہ۔ (المنکر) میں ہر وہ گناہ اور معصیت داخل ہے جس کا تعلق حقوق اللہ کے ساتھ ہو۔ (البغی) سے مراد ہے لوگوں کے جان' مال اور ناموس پر ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرنا...... اس طرح یہ آیت کریمہ تمام مامورات و منہیات کی جامع ہے کوئی چیز ایسی نہیں جو اس میں داخل نہ ہو۔ یہ ایک اصول ہے جس کی طرف تمام جزئیات لوٹتی ہیں۔

پس ہر مسئلہ جو عدل' احسان یا قرابت داروں کو عطا کرنے پر مشتمل ہے تو وہ ان چیزوں میں سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور وہ مسئلہ جو فواحش' منکرات یا ظلم اور زیادتی پر مشتمل ہے تو وہ ان چیزوں میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے حسن و قبح کی معرفت حاصل ہوتی ہے' اسی کے ذریعے سے لوگوں کے اقوال کو جانچا جاتا ہے اور اسی کی طرف تمام احوال لوٹتے ہیں۔ نہایت ہی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے کلام کو ہدایت' شفا' روشنی اور تمام اشیاء کو پرکھنے کے لئے فرقان بنایا۔ اسی لئے فرمایا: ﴿يَعِظُكُمْ﴾ ''وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان امور کے ذریعے سے تمہیں نصیحت کرتا ہے جن کو اس نے تمہارے لئے اپنی کتاب میں واضح فرمایا۔ وہ تمہیں اس چیز کا حکم دیتا ہے جس میں تمہاری بھلائی ہے اور اس چیز سے روکتا ہے جو تمہارے لئے ضرر رساں ہے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تاکہ تم نصیحت پکڑو'' جس چیز کی تمہیں نصیحت کی گئی ہے۔ پس تم اس کو سمجھو کیونکہ جب تم اس سے نصیحت حاصل کر کے اس کو سمجھ لو گے تب تم اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرو گے اور تم ایسی سعادت سے فیض یاب ہو گے جس کے اندر شقاوت کا شائبہ نہیں ہوتا۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے ان امور کا حکم دیا جو اصل شریعت میں واجب ہیں' تو اس نے ان امور کے پورا کرنے

کا بھی حکم دیا جن کو بندہ خود اپنے آپ پر واجب کرتا ہے' چنانچہ فرمایا:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا

اور پورا کرو تم عہد اللہ کا جب آپس میں عہد و پیماں کرو تم، اور نہ توڑو تم قسمیں (اپنی) بعد پختہ کر لینے کے ان کو،

وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٩١﴾ وَلَا

جب کہ بنا لیا تم نے اللہ کو اوپر اپنے (عہد و پیماں کے) ضامن، بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو○ اور نہ

تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ

ہو تم مانند اس عورت کی جس نے توڑ ڈالا کاتا ہوا سوت اپنا بعد مضبوطی (سے کاتنے) کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے، کہ بناؤ تم اپنی قسموں کو

دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ

دھوکا دینے کا ذریعہ آپس میں، اسلیے کہ ہو ایک جماعت بڑھی ہوئی (مال و افراد میں) دوسری جماعت سے، یقیناً آزماتا ہے تمہیں اللہ

بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٢﴾

ساتھ اس (عہد و پیماں) کے' اور البتہ ضرور بیان کرے گا وہ تمہارے لیے دن قیامت کے وہ چیز کہ تھے تم اس میں اختلاف کرتے○

یہ آیت کریمہ ان تمام عہدوں کو شامل ہے جو بندے نے اپنے رب کے ساتھ کیے ہیں' مثلاً عبادات' نذریں اور قسمیں وغیرہ جن کو بندے نے اپنے آپ پر لازم کیا ہو جبکہ وہ صحیح اور جائز ہوں اور یہ اس معاہدے کو بھی شامل ہے جو دو بندوں کے درمیان ہو' مثلاً لین دین کرنے والے دو اشخاص کے درمیان معاہدہ اور وہ وعدہ جو بندہ کسی اور کے ساتھ کرتا ہے اور اپنے آپ پر اس کو لازم قرار دے لیتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں قدرت رکھتے ہوئے معاہدوں اور وعدوں کو پورا کرنا واجب ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے عہد توڑنے سے روکا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا﴾ ''اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو۔'' یعنی اللہ کے نام پر قسمیں کھانے کے بعد ان کو مت توڑو۔ ﴿وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور تم نے کیا ہے اللہ کو اپنا'' اے معاہدہ کرنے والو! ﴿كَفِيْلًا﴾ ''ضامن'' اس لئے تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ تم اس کے مطابق عمل نہ کرو جس پر تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن مقرر کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کو ترک کرنا اور اس کی استہانت ہے۔ حالانکہ دوسرا فریق تم سے حلف لینے اور اس تاکید پر راضی ہو گیا جس میں تم نے اللہ تعالیٰ کو ضامن بنایا۔ جس طرح اس نے تمہیں امین بنایا اور تم پر اپنے حسن ظن کا اظہار کیا ہے اسی طرح تم بھی اپنے الفاظ اور تاکید کی پاسداری کرو۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''تم جو کچھ کرتے ہو' اللہ جانتا ہے'' اس لئے اللہ تعالیٰ ہر عمل کرنے والے کو اس کی نیت اور قصد کے مطابق جزا دے گا۔ ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا﴾ اپنے عہد توڑنے میں بدترین مثال نہ بنو جو بد عہدی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والوں کی صفت پر دلالت کرتی ہے ﴿كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا﴾ ''اس عورت کی مانند' جس نے مضبوطی

سے سوت کاتنے کے بعد اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔'' یعنی پہلے اس نے محنت سے سوت کاتا' جب وہ مضبوط اور اس کی خواہش کے مطابق ہو گیا' تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' گویا اس نے پہلے کاتنے کی محنت کی' پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں محنت کی۔ پس ناکامی' تھکاوٹ' حماقت اور عقل کی کمی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اسی طرح جو کوئی عہد کو توڑتا ہے وہ ظالم' جاہل اور احمق ہے' اس کے دین اور مروت میں نقص ہے۔

﴿ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ﴾ ''کہ ٹھہراؤ اپنی قسموں کو دخل دینے کا بہانہ آپس میں' اس واسطے کہ ایک فرقہ ہو چڑھا ہوا دوسرے سے'' یعنی تمہاری یہ حالت نہیں ہونی چاہیے کہ موکد اور پختہ قسمیں اٹھاؤ' پھر موقع اور حالات کی تلاش میں رہو۔ پس ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اگر معاہدہ کرنے والا کمزور ہو اور مخالف فریق پر قدرت نہ رکھتا ہو تو معاہدے کو پورا کرے مگر قسم اور معاہدے کی حرمت اور تعظیم کی خاطر نہیں بلکہ اپنی بے بسی کی بنا پر اور اگر معاہدہ کرنے والا طاقتور ہو اور معاہدہ توڑنے میں اسے کوئی دنیاوی مصلحت نظر آتی ہو تو اسے توڑ ڈالے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے عہد کی پروا نہ کرے۔ یہ سب کچھ خواہشات نفس کے تابع ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی مراد' مروت انسانی اور اخلاق فاضلہ پر مقدم رکھا گیا ہو اور یہ اس لئے کہ ایک قوم عدد اور طاقت کے لحاظ سے دوسری قوم سے بڑی ہے۔ ﴿ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ﴾ ''یہ تو اللہ پرکھتا ہے تم کو اس کے ذریعے سے'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارا امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمانے کے لئے مصیبتوں کے اسباب مقرر کرتا ہے جس سے سچا اور وفادار شخص بدعہد اور بدبخت شخص سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ ﴿ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴾ ''اور آئندہ کھول دے گا اللہ تمہارے لئے قیامت کے دن جس بات میں تم جھگڑتے تھے'' پس وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے گا اور بدعہدی کرنے والے کو رسوا کرے گا۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ

اور اگر چاہتا اللہ تو بنا دیتا تمہیں امت ایک ہی، لیکن وہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْـَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾

جس کو چاہتا ہے، اور البتہ ضرور سوال کیے جاؤ گے تم ان (اعمال) کی بابت جو تھے تم کرتے ○

﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ ﴾ ''اور اگر اللہ چاہے'' تو تمام لوگوں کو ہدایت پر جمع کر دے اور ﴿ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ ''تم کو ایک امت بنا دے۔'' مگر اللہ تعالیٰ ہدایت دینے اور گمراہ کرنے میں یکتا ہے اور اس کا ہدایت دینا اور گمراہ کرنا اس کے ایسے افعال ہیں جو اس کے علم و حکمت کے تابع ہیں' وہ اپنے فضل و کرم سے ایسے شخص کو ہدایت سے نوازتا ہے جو اس کا مستحق ہے اور اپنے عدل کی بنا پر ایسے شخص کو ہدایت سے محروم کر دیتا ہے جو اس کا مستحق نہیں۔

﴿ وَلَتُسْـَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اور جو عمل تم کرتے ہو ان کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔'' یعنی

تمہارے اچھے برے اعمال کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ عدل کے ساتھ تمہیں اسکی پوری پوری جزا دے گا۔

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا

اور مت بناؤ تم اپنی قسموں کو دھوکا دینے کا ذریعہ آپس میں، کہ ڈگمگا جائے قدم (اسلام سے) بعد اس کے جمنے کے، اور چکھو تم

السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾

سزا (دنیا میں) بوجہ اس کے کہ روکا تم نے اللہ کی راہ سے، اور ہوگا تمہارے لئے عذاب بہت بڑا (آخرت میں) ○

﴿وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ﴾ ”اور نہ ٹھہراؤ تم اپنی قسموں کو“ یعنی اپنے عہد اور میثاق کو ﴿دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ﴾ ”آپس میں دھوکے کا ذریعہ“ یعنی اپنی خواہشات نفس کا تابع نہ بناؤ کہ جب چاہو پورا کر دو اور جب چاہو توڑ دو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو صراط مستقیم پر سے تمہارے قدم پھسل جائیں گے۔ ﴿وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ﴾ ”اور چکھو گے تم سزا“ یعنی تم ایسے عذاب کا مزا چکھو گے جو بہت برا اور غمزدہ کر دینے والا عذاب ہوگا ﴿بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ”اس بات پر کہ تم نے اللہ کے راستے سے روکا“ کیونکہ تم خود بھی راہ راست سے بھٹکے اور دوسروں کو بھی بھٹکا دیا۔ ﴿وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ”اور تمہارے لئے عذاب ہے بڑا“ یعنی کئی گنا۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

اور نہ خریدو تم بدلے میں اللہ کے عہد کے قیمت تھوڑی (دنیوی فائدہ) یقیناً جو (اجر) اللہ کے ہاں ہے وہ بہت ہی بہتر ہے واسطے تمہارے،

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ

اگر ہو تم جانتے ○ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فنا ہو جائے گا اور جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے وہ (ہمیشہ) باقی رہنے والا ہے،

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ

اور البتہ ضرور ہم بدلہ (میں) دیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا، اجر وثواب ان کا زیادہ اچھا اس سے جو تھے وہ عمل کرتے ○ جس نے

عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

عمل کیا نیک، مرد ہو یا عورت، جب کہ وہ مومن ہو، تو زندگی بخشیں گے ہم اس کو (دنیا میں) زندگی پاکیزہ

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

اور البتہ ضرور بدلہ (میں) دیں گے ان کو اجر وثواب ان کا، زیادہ اچھا اس سے جو تھے وہ عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو ڈراتا ہے جو متاع دنیا اور اس کے چند ٹکڑوں کی خاطر عہد اور قسم کو توڑتے ہیں۔ فرمایا: ﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ”اور نہ لو تم اللہ کے عہد پر تھوڑا سا مول“ یعنی وہ متاع دنیا جو تم بدعہدی کے ذریعے سے حاصل کرتے ہو۔ ﴿اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ”بے شک جو اللہ کے ہاں ہے“ دنیوی اور اخروی

ثواب اس شخص کے لئے جو اللہ کی رضا کو ترجیح دیتا اور اس عہد کو پورا کرتا ہے جو اللہ نے اس سے لیا۔ ﴿هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''وہ تمہارے لئے بہتر ہے'' اور وہ زائل ہو جانے والی دنیا کی متاع سے کہیں بہتر ہے۔ پس انہوں نے باقی رہنے والی چیز کو ختم ہو جانے والی چیز پر ترجیح دی ہے۔ ﴿مَا عِندَكُمْ﴾ ''جو کچھ تمہارے پاس ہے'' خواہ وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو ﴿يَنفَدُ﴾ ''وہ ختم (ہو کر فنا) ہو جائے گا'' ﴿وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ﴾ ''اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا'' کیونکہ وہ خود باقی رہنے والا ہے اسے فنا اور زوال نہیں۔ پس وہ شخص عقل مند نہیں جو فانی اور خسیس چیز کو ہمیشہ رہنے والی نفیس چیز پر ترجیح دیتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے۔ ﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ (الاعلیٰ: ۸۷/۱۶-۱۷) ''مگر تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔'' ﴿وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ﴾ (آل عمران: ۳/۱۹۸) ''اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہتر ہے۔''

اس آیت کریمہ میں زہد اور دنیا سے بے رغبتی کی ترغیب دی گئی ہے خاص طور پر زہد متعین اور اس سے مراد ان چیزوں میں بے رغبتی اور ان سے پہلو بچانا ہے جو بندے کے لئے ضرر رساں ہیں اور اس بات کی موجب ہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی واجب کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ کر ان دنیاوی چیزوں میں مشغول ہو جائے اور حقوق اللہ پر ان دنیاوی چیزوں کو ترجیح دینے لگے اس لئے کہ یہ زہد فرض ہے۔ زہد کے اسباب میں سے ایک داعیہ (سبب) یہ ہے کہ بندہ دنیا کی ناپائیدار لذات وشہوات کا آخرت کی بھلائیوں کے ساتھ تقابل کرے۔ وہ ان کے درمیان بہت بڑا فرق اور تفاوت پائے گا اور یہ تفاوت اسے بلند تر چیز کو ترجیح دینے پر آمادہ کرے گا۔

اور عبادات مثلاً نماز روزے اور ذکر اذکار وغیرہ پر توجہ مرکوز کر کے دنیا سے منقطع ہو جانا زہد ممدوح نہیں ہے بلکہ صحیح معنوں میں زاہد بننا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ بندہ مقدور بھر شریعت کے ظاہری اور باطنی احکام کی تعمیل نہ کرے اور قول و فعل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت نہ دے۔ پس حقیقی زہد یہ ہے کہ بندہ ہر اس چیز سے منہ موڑ لے جس کا دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں اور ہر اس چیز کے حصول کے لئے رغبت کے ساتھ کوشش کرے جو دین و دنیا میں فائدہ مند ہے۔

﴿وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا﴾ ''اور ہم بدلے میں دیں گے صبر کرنے والوں کو'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اور اس کی نافرمانی سے باز رہ کر صبر کرتے ہیں اور دنیاوی شہوات سے منہ موڑ لیتے ہیں جو ان کے دین کے لئے مضر ہیں۔ ﴿أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ''ان کے اعمال کا نہایت اچھا بدلہ۔'' یعنی نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ تک۔ کیونکہ جو کوئی نیک کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے عمل کرنے والوں کے لئے دنیاوی اور اخروی ثواب کا ذکر کرتے

ہوئے فرمایا: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ ﴾ ”جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو“ اس لئے کہ ایمان اعمال صالحہ کی صحت اور ان کی قبولیت کے لئے شرط ہے بلکہ اعمال صالحہ کو ایمان کے بغیر اعمال صالحہ کہا ہی نہیں جا سکتا۔ ایمان اعمال صالحہ کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ ایمان تصدیق جازم کا نام ہے۔ واجبات و مستحبات پر مشتمل اعمال جوارح ایمان کا ثمرہ ہیں۔

پس جو کوئی ایمان اور عمل صالح کو جمع کر لیتا ہے ﴿ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ﴾ ”تو ہم اس کو زندگی دیں گے اچھی زندگی“ یہ زندگی اطمینان قلب سکون نفس اور ان امور کی طرف عدم التفات پر مشتمل ہے جو قلب کو تشویش میں مبتلا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح رزق حلال سے نوازتا ہے کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ ﴿ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ ﴾ ”اور ہم بدلے میں دیں گے ان کو“ یعنی آخرت میں ﴿ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ”ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ۔“ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں مختلف قسم کی لذات سے نوازے گا جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں کبھی ان کا خیال گزرا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی بھلائی سے نوازے گا اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کرے گا۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ

پس جب آپ پڑھنے لگیں قرآن تو پناہ طلب کریں اللہ کی، شیطان مردود سے ○ بلاشبہ وہ (شیطان) نہیں ہے

لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٩٩﴾

اس کے لئے کوئی غلبہ اوپر ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اور اوپر اپنے رب کے وہ بھروسہ کرتے ہیں ○

اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿١٠٠﴾

یقیناً اس کا غلبہ تو اوپر ان لوگوں کے ہے جو دوستی کرتے ہیں اس سے، اور (ان پر) جو اس (اللہ) کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں ○

یعنی جب آپ کتاب اللہ کی قراءت کا ارادہ کریں جو تمام کتابوں میں سب سے زیادہ شرف کی حامل اور جلیل ترین کتاب ہے۔ اس کتاب میں دلوں کی اصلاح اور بہت سے علوم پنہاں ہیں۔ بندہ جب فضیلت والے امور کی ابتداء کرتا ہے تو شیطان کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے کہ بندے کو ان کے مقاصد اور معانی سے دور کر دے۔ شیطان کے شر سے سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی پناہ کے لئے التجا کرے چنانچہ کتاب اللہ کی قراءت کرنے والا تعوذ کے معانی میں تدبر کے ساتھ ﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾ پڑھے اور اپنے دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے کہ وہ شیطان کے شر کو اس سے دور رکھے گا۔ وہ شیطان کے وسوسوں اور ردی افکار کو دور جھٹکنے کی پوری کوشش کرے اور ان وسوسوں کو دفع کرنے کے لئے مضبوط ترین سبب استعمال کرے اور وہ ہے ایمان اور توکل کے زیور سے آراستہ ہونا اس لئے کہ شیطان ﴿ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ ﴾ ”اسے کوئی تسلط حاصل نہیں“

﴿عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ﴾ ''ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر'' جس کا کوئی شریک نہیں ﴿يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ''بھروسہ کرتے ہیں۔'' پس اللہ تبارک وتعالیٰ توکل کرنے والے اہل ایمان سے شیطان کے شر کو دور ہٹا دیتا ہے اور شیطان کو ان پر کوئی اختیار نہیں رہتا۔ ﴿اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ﴾ یعنی شیطان کا تسلط ﴿عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ﴾ ''صرف انہی لوگوں پر ہے جو اسے اپنا دوست بناتے ہیں'' اور اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی سے نکل کر شیطان کی اطاعت میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس کے گروہ میں شمولیت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو شیطان کی سرپرستی میں دے دیتے ہیں۔ شیطان ان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر ابھارتا رہتا ہے اور انہیں جہنم کے راستوں پر لے جاتا ہے۔

وَاِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ

اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کو بجائے (دوسری) آیت کے اور اللہ خوب جانتا ہے اس چیز کو جو وہ نازل کرتا ہے، تو کہتے ہیں وہ (کافر) یقیناً

اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ

تو خود گھڑ لانے والا ہے، بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے ○ آپ کہہ دیجئے، نازل کیا ہے اس (قرآن) کو جبریل نے آپ کے رب کی طرف سے

بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ساتھ حق کے، تاکہ ثابت (قدم) رکھے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور ہدایت اور خوش خبری ہے واسطے مسلمانوں کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اس قرآن کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ لوگ قرآن کریم میں ایسے امور کی تلاش میں رہتے ہیں جو ان کے لئے حجت ہوں حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ حاکم اور حکمت والا ہے' جو احکام کو مشروع کرتا ہے اور اپنی حکمت اور رحمت کی بنا پر کسی حکم کو بدل کر اس کی جگہ کسی دوسرے حکم کو لے آتا ہے۔ پس جب وہ اس قسم کی تبدیلی دیکھتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم میں عیب چینی کرتے ہیں ﴿قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ﴾ ''تو کہتے ہیں کہ تو افترا پرداز ہے'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''بلکہ ان میں سے اکثر نادان ہیں۔'' پس وہ جاہل ہیں جنہیں اپنے رب کے بارے میں کچھ علم ہے نہ شریعت کے بارے میں اور یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ جاہل کی جرح وقدح کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ کسی چیز کے بارے میں جرح وقدح اس کے بارے میں علم کی ایک شاخ ہے جو مدح اور قدح کی موجب ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ﴾ ''کہہ دیجئے! اس کو روح القدس نے اتارا'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے فرشتے جناب جبریل علیہ السلام ہیں جو نہایت مقدس اور ہر عیب' خیانت اور آفت سے پاک ہیں۔ ﴿مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ ''آپ کے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوا ہے' اس کی خبریں اور اس کے اوامر ونواہی حق پر مشتمل ہیں۔ پس کسی کے لئے گنجائش نہیں کہ اس میں بامعنی جرح وقدح کر

سکے' کیونکہ جب اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ حق ہے تو اسے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ جو چیز اس کے متناقض اور معارض ہے' وہ باطل ہے۔

﴿لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ "تاکہ ثابت کرے ایمان والوں کو" وقتاً فوقتاً اس کی آیات کے نزول اور ان پر توارد کے وقت۔ اور یوں رفتہ رفتہ حق ان کے دلوں میں جاگزیں ہو کر پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے کیونکہ انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حق ہے اور جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم مشروع کر کے اسے منسوخ کر دیتا ہے تو انہیں یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو اسی جیسے یا اس سے بہتر کسی اور حکم سے بدل دیا ہے' نیز اللہ تعالیٰ کا کسی حکم کو منسوخ کرنا حکمت ربانی اور عقلی مناسبت رکھتا ہے۔ ﴿وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾ "اور ہدایت اور خوش خبری ہے واسطے مسلمانوں کے"' یعنی اللہ تعالیٰ اشیاء کے حقائق کی طرف ان کی راہنمائی کرتا ہے' ان کے سامنے باطل میں سے حق اور گمراہی میں سے ہدایت کو واضح کرتا ہے اور وہ انہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے' نیز اللہ تعالیٰ کا اپنے احکام کو رفتہ رفتہ نازل کرنا اہل ایمان کے لئے زیادہ ہدایت اور بشارت کا باعث بنتا ہے۔ یک بارگی نازل کرنے سے فکر تفرق اور تشتت کا شکار ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ حکم اور بشارت کو زیادہ کثرت سے نازل کرتا ہے۔ جب اہل ایمان ایک حکم کو سمجھ کر اس کی فہم حاصل کر لیتے ہیں' انہیں اس کی مراد کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اس کے مفاہیم و معانی سے خوب سیراب ہو جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ اس جیسا ایک اور حکم نازل کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب اللہ پر عمل کر کے بہت بڑے مقام پر پہنچ گئے' ان کی عادات اور طبائع بدل گئیں اور انہوں نے ایسے اخلاق' عادتیں اور اعمال اختیار کر لئے جن کی بنا پر وہ تمام اولین و آخرین سے بڑھ گئے۔ ان کے بعد آنے والوں کے لئے زیادہ مناسب یہی ہے کہ وہ کتاب اللہ کے علوم کے ذریعے سے اپنی تربیت کریں' اس کے اخلاق کو اپنائیں' گمراہی اور جہالتوں کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں اس کے نور سے روشنی حاصل کریں اور تمام حالات میں اس کو اپنا راہنما بنائیں پس اس طرح ہی ان کے دینی اور دنیاوی معاملات درست رہیں گے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ

اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ بے شک وہ (کفار) کہتے ہیں کہ یقیناً سکھاتا ہے اسکو (قرآن) ایک آدمی، (حالانکہ) زبان اس شخص کی

يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

کہ غلط نسبت کرتے ہیں وہ (قرآن کی) اسکی طرف، عجمی (غیر فصیح) ہے، اور یہ (قرآن تو) زبان عربی ہے واضح ○ بلاشبہ وہ لوگ جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا

نہیں ایمان لاتے ساتھ آیات الٰہی کے، نہیں ہدایت دیتا انہیں اللہ، اور ان کے لیے عذاب ہے بہت دردناک ○ یقیناً

يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

باندھتے ہیں جھوٹ تو صرف وہی لوگ جو نہیں ایمان لاتے ساتھ آیات الٰہی کے، اور وہ لوگ، وہی ہیں جھوٹے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے مشرکین کے قول کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے۔ ﴿ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ ﴾ "وہ کہتے ہیں کہ اس کو تو سکھلاتا ہے" یعنی یہ قرآن جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں ﴿ بَشَرٌ ﴾ "ایک آدمی" اور وہ شخص جس کی طرف یہ لوگ اشارہ کرتے ہیں عجمی زبان رکھتا ہے ﴿ وَهٰذَا ﴾ اور یہ قرآن ﴿ لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ "زبان عربی ہے صاف" کیا یہ بات ممکن ہے؟ کیا اس بات کا ذرا بھی احتمال ہو سکتا ہے؟ مگر جھوٹا شخص جھوٹ بولتا ہے اور وہ نہیں سوچتا کہ اس کا جھوٹ اسی کی طرف لوٹ آئے گا۔ اس کی بات ایسے تناقض اور فساد کی حامل ہوگی جو محض تصور ہی سے اس بات کی تردید کا موجب ہوگا۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ "بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے" جو نہایت صراحت کے ساتھ حق مبین پر دلالت کرتی ہیں۔ پس یہ لوگ ان آیات کریمہ کو ٹھکراتے ہیں اور انہیں قبول نہیں کرتے۔ ﴿ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ ﴾ "ان کو اللہ ہدایت نہیں دیتا" کیونکہ ان کے پاس ہدایت آئی مگر انہوں نے اسے ٹھکرا دیا اس لئے ان کو یہ سزا دی گئی کہ ان کو ہدایت سے محروم کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ﴿ وَلَهُمْ ﴾ "اور ان کے واسطے" یعنی آخرت میں ﴿ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ "دردناک عذاب ہے۔"

﴿ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ ﴾ یعنی جھوٹ اور افترا پردازی ان لوگوں سے صادر ہوتی ہے ﴿ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ "جو آیات الٰہی پر ایمان نہیں رکھتے" مثلاً وہ لوگ جو واضح دلائل آ جانے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد رکھتے ہیں ﴿ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾ "اور وہی لوگ جھوٹے ہیں" یعنی جھوٹ ان میں منحصر ہے اور دوسروں کی بجائے وہی جھوٹ کے اطلاق کے زیادہ مستحق ہیں۔ رہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ آیات الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھکتے ہیں اس لئے محال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں اور اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی بات منسوب کریں جو اس نے نہیں کہی۔ پس آپ کے دشمنوں نے آپ پر جھوٹ کا الزام لگایا، حالانکہ جھوٹ خود ان کا اپنا وصف تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی رسوائی کو ظاہر اور ان کی فضیحت کو واضح کر دیا۔ پس ہر قسم کی ستائش اسی کے لئے ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ

جو شخص کفر کرے ساتھ اللہ کے بعد اپنے ایمان کے، سوائے اس شخص کے جو مجبور کیا جائے اور دل اس کا مطمئن ہو

بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ

ایمان پر لیکن وہ شخص جس نے کھول دیا ساتھ کفر کے سینہ (اپنا)، تو ایسے لوگوں پر غضب ہے اللہ کا

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٦﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

اور ان کے لئے عذاب ہے بہت بڑا ○ یہ اس لئے کہ انہوں نے پسند کیا زندگانیء دنیا کو اوپر آخرت کے،

وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠٧﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ

اور بے شک اللہ، نہیں ہدایت دیتا کافروں کی قوم کو ○ یہ وہ لوگ ہیں کہ مہر لگا دی ہے اللہ نے

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٠٨﴾

اوپر ان کے دلوں کے اور ان کے کانوں، اور ان کی آنکھوں کے، اور یہ لوگ، وہی ہیں غافل ○

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٠٩﴾

یقیناً بلاشبہ یہی لوگ آخرت میں خسارہ پانے والے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ کفار کے احوال بد کے بارے میں خبر دیتا ہے۔ ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ﴾ ''جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اس پر ایمان لانے کے بعد'' یعنی چشم بینا سے حقائق کو دیکھ لینے کے بعد بھی اندھا ہی رہا' راہ پالینے کے بعد گمراہی کی طرف لوٹ گیا اور اس نے برضا و رغبت' شرح صدر اور اطمینان قلب کے ساتھ کفر کو اختیار کر لیا۔ ایسے لوگوں پر رب رحیم سخت غضب ناک ہوگا۔ وہ جب ناراض ہوتا ہے تو دنیا کی کوئی چیز اس کے غضب کے سامنے نہیں ٹھہرتی اور ہر چیز ان سے ناراض ہو جاتی ہے۔ ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ''اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے'' یعنی یہ عذاب اپنی انتہائی شدت کے ساتھ ساتھ دائمی بھی ہوگا۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ﴾ ''یہ اس واسطے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو پسند کیا آخرت پر'' کیونکہ وہ دنیا کے چند ٹکڑوں میں طمع اور رغبت کی بنا پر اور آخرت کی بھلائی سے روگردانی کر کے الٹے پاؤں پھر گئے۔ پس جب انہوں نے ایمان کے مقابلے میں کفر کو چن لیا تب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت سے محروم کر دیا اور ان کی راہنمائی نہ کی' کیونکہ کفر ان کا وصف ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ پس کسی قسم کی بھلائی ان کے اندر داخل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اس لئے کوئی ایسی چیز ان میں نفوذ نہیں کر سکتی جو ان کے لئے فائدہ مند ہو اور ان کے دلوں تک پہنچ سکے۔ پس غفلت ان پر طاری ہو گئی' رسوائی نے ان کا احاطہ کر لیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو گئے جو ہر چیز پر سایہ کناں ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کے پاس آئی انہوں نے اس کو ٹھکرا دیا اور وہ ان پر پیش کی گئی مگر انہوں نے اس کو قبول نہ کیا۔ ﴿لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''یقیناً وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں'' یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے روز اپنی جان' مال اور اہل وعیال کے بارے میں گھاٹے میں پڑ گئے' ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے محروم ہو گئے اور ان کو دردناک عذاب میں ڈال دیا گیا۔ اس کے برعکس جس

شخص کو جبر کے ساتھ کفر پر مجبور کیا گیا مگر اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے اور ایمان میں پوری رغبت رکھتا ہے تو اس پر کوئی حرج ہے نہ گناہ۔ ایسے شخص کے لئے جبر و اکراہ کے تحت کلمۂ کفر کہنا جائز ہے۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جبر و اکراہ کے تحت دی گئی طلاق، غلام کی آزادی، خرید و فروخت اور تمام معاہدوں کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ان امور پر کوئی شرعی حکم مترتب ہوتا ہے کیونکہ جب جبر و اکراہ کی صورت میں کلمۂ کفر کہنے پر اس پر کوئی گرفت نہیں تو دوسرے امور زیادہ اس بات کے مستحق ہیں کہ جبر کی صورت میں ان پر گرفت نہ ہو۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا

پھر بلاشبہ آپ کا رب، ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ہجرت کی بعد اس کے کہ وہ آزمائے گئے، پھر انہوں نے جہاد کیا

وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ

اور صبر کیا، بیشک آپ کا رب بعد اس کے البتہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ○ (یاد کرو!) جس دن آئے گا ہر نفس

تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

جھگڑتا ہوا اپنی بابت، اور پورا پورا (بدلہ) دیا جائے گا ہر نفس کو اس کا جو اس نے عمل کیا، اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے ○

یعنی پھر بلاشبہ آپ کا رب جس نے اپنے مخلص بندوں کی، اپنے لطف و احسان کے ذریعے سے تربیت کی اس شخص کے لئے بہت غفور و رحیم ہے جو اس کی راہ میں ہجرت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اپنا گھر بار اور مال اسباب سب چھوڑ دیتا ہے، دین کی وجہ سے اسے ستایا جاتا ہے تاکہ وہ کفر کی طرف دوبارہ لوٹ آئے، مگر وہ ایمان پر ثابت قدم رہتا ہے اور اپنے یقین کو بچا لیتا ہے، پھر وہ اپنے ہاتھ اور زبان سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتا ہے تاکہ ان کو اللہ کے دین میں داخل کرے اور وہ ان عبادات پر صبر کرتا ہے جو اکثر لوگوں پر بہت شاق گزرتی ہیں۔ یہ سب سے بڑے اسباب ہیں جن کے ذریعے سے سب سے بڑے عطیات اور بہترین مواہب حاصل ہوتے ہیں اور وہ عطیات و مواہب یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے اور ہر امر مکروہ کو اس سے دور کر دیتا ہے اور وہ اپنی عظیم رحمت سے اسے ڈھانپ لیتا ہے جس سے بندوں کے احوال صحیح اور ان کے دینی اور دنیاوی امور درست ہوتے ہیں۔ پس قیامت کے روز ان کے لئے رحمت ہے۔

﴿يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا﴾ ''جس دن آئے گا ہر نفس جھگڑا کرتا ہوا اپنی طرف سے'' یعنی ہر شخص (نفسی نفسی) پکارے گا اور اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا، پس اس روز بندہ ذرہ بھر نیکی کے حصول کا بھی محتاج ہوگا۔ ﴿وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ﴾ ''اور پورا ملے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا'' یعنی نیک یا بد جو بھی عمل کیا ہوگا ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' یعنی ان کے گناہوں میں اضافہ کیا جائے گا نہ ان کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی۔ ﴿فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (یٰسٓ: ۳۶/۵۴)

"آج کسی جان پر ظلم نہ کیا جائے گا اور تمہیں ویسی ہی جزا دی جائے گی جیسے تم عمل کرتے رہے ہو۔"

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا

اور بیان کی اللہ نے مثال ایک بستی کی کہ تھی وہ بستی امن والی، چین والی، آتا تھا اس کے پاس رزق اس کا بافراغت

مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ

ہر جگہ سے، پس ناشکری کی اس (کے باشندوں) نے اللہ کی نعمتوں کی تو چکھایا انہیں اللہ نے لباس بھوک اور خوف کا

بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ

بوجہ اس کے جو تھے وہ کرتے ○ اور البتہ تحقیق آیا ان کے پاس ایک رسول انہی میں سے، پس انہوں نے جھٹلایا اس کو

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١١٣﴾

تو آ پکڑا ان کو عذاب نے اور وہ ظالم تھے ○

اس بستی سے مراد مکہ مکرمہ ہے' جو امن کا گہوارہ اور اطمینان کی جگہ تھی' اس بستی میں کسی کو پریشان نہیں کیا جاتا تھا۔ بڑے بڑے جہلا بھی اس کا احترام کرتے تھے حتیٰ کہ اس بستی میں کوئی شخص اپنے باپ یا بھائی کے قاتل کو بھی دیکھتا تو اس کا جذبہء انتقام جوش نہیں مارتا تھا' حالانکہ ان میں عربی حمیت و تکبر بہت زیادہ تھا۔ مگر مکہ مکرمہ میں کامل امن تھا جو کسی اور شہر میں نہ تھا۔ اسی طرح اس کو کشادہ رزق سے بھی نوازا گیا تھا۔ مکہ مکرمہ ایسا شہر تھا جہاں کھیتیاں تھیں نہ باغات بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رزق کو آسان کر دیا تھا' ہر سمت سے ان کو رزق پہنچتا تھا۔ پس ان کے پاس انہی میں سے ایک رسول آیا' جس کی صداقت اور امانت کو وہ خوب جانتے تھے جو انہیں کامل ترین امور کی طرف دعوت دیتا تھا اور انہیں بری باتوں سے روکتا تھا۔ مگر انہوں نے اسے جھٹلایا اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو امن و اطمینان کے برعکس بدامنی کا مزہ چکھایا' انہیں بھوک کا لباس پہنا دیا جو خوشحالی کی ضد ہے اور ان پر خوف طاری کر دیا جو امن کی ضد ہے۔ یہ سب ان کی بداعمالیوں' ان کے کفر اور ان کی ناشکری کی پاداش میں تھا۔ ﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ (النحل: ۱۶/۳۳) "اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔"

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ

پس کھاؤ تم اس میں سے جو رزق دیا تمہیں اللہ نے حلال پاکیزہ، اور شکر کرو تم اللہ کی نعمت کا، اگر

كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿١١٤﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ

ہو تم خاص اسی کی عبادت کرتے ○ یقیناً اللہ نے حرام کیا ہے تم پر مردار اور خون

وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ

اور گوشت خنزیر کا اور وہ چیز کہ نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا اس پر' پس جو شخص لاچار ہو جائے، نہ ہو وہ سرکش

وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ

اور نہ حد سے بڑھنے والا تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بڑا رحم کرنے والا ہے ○ اور نہ کہو تم اسکو کہ بیان کرتی ہیں (اسکی بابت) تمہاری زبانیں

الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ

جھوٹ، کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ باندھو تم اوپر اللہ کے جھوٹ، بے شک وہ لوگ جو

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ

باندھتے ہیں اوپر اللہ کے جھوٹ، نہیں فلاح پائیں گے وہ ○ (ان کے لئے) فائدہ ہے تھوڑا سا اور واسطے ان کے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١٧﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ

عذاب ہے بہت دردناک ○ اور اوپر ان لوگوں کے جو یہودی ہوئے' حرام کیا تھا ہم نے جو کچھ کہ بیان کیا ہے ہم نے آپ پر

مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٨﴾

اس سے پہلے' اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر' لیکن تھے وہ (خود) اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق میں سے حیوانات' غلہ جات اور میوہ جات وغیرہ کھائیں۔ ﴿حَلٰلًا طَيِّبًا﴾ ''حلال اور پاکیزہ'' یعنی اس رزق کو اس حالت میں کھائیں کہ وہ مذکورہ دو اوصاف سے متصف ہو یعنی یہ ان چیزوں میں سے نہ ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اور نہ وہ رزق کسی غصب کے نتیجے میں حاصل ہوا ہو۔ پس بغیر کسی اسراف اور زیادتی کے اللہ تعالیٰ کے رزق سے فائدہ اٹھاؤ ﴿وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو'' قلب کے ذریعے سے اس نعمت کا اعتراف کر کے' اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کر کے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کر کے ﴿اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مخلص ہو تو صرف اسی کا شکر ادا کرو اور نعمتیں عطا کرنے والے کو فراموش نہ کرو۔

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ﴾ ''اس نے تم پر صرف حرام کر دیا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکیزگی کی خاطر ضرر رساں چیزوں کو تم پر حرام ٹھہرا دیا ہے۔ ﴿الْمَيْتَةَ﴾ ''مردار'' یعنی ان چیزوں میں ایک مردار ہے اس میں ہر وہ جانور داخل ہے جس کی موت مشروع طریقے سے ذبح کئے بغیر واقع ہوئی ہو۔ ٹڈی اور مچھلی کا مردار اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ ﴿وَالدَّمَ﴾ ''اور خون'' یعنی بہایا ہوا (جو ذبح کے وقت بہتا ہے) اور وہ خون جو ذبح کرنے کے بعد رگوں اور گوشت میں باقی رہ جائے اس میں کوئی حرج نہیں۔ ﴿وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ﴾ ''اور خنزیر کا گوشت'' یہ اس کی گندگی اور ناپاکی کی وجہ سے حرام ہے اور یہ حکم اس کے گوشت' اس کی چربی اور اس کے تمام اجزا کو شامل ہے۔

﴿وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ ''اور جس پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا۔'' مثلاً وہ جانور جو بتوں اور

قبروں وغیرہ پر ذبح کیا جائے کیونکہ اس کا مقصد شرک ہے۔ ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ﴾ ''پس جو شخص مجبور ہو جائے'' ان محرمات میں سے کسی چیز کے استعمال کرنے پر یعنی ضرورت اسے اس کے استعمال پر مجبور کر دے اور اسے ڈر ہو کہ اگر وہ یہ حرام چیز نہیں کھائے گا تو مر جائے گا تو اس حرام چیز کو کھا لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ ﴿غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ﴾ ''نہ سرکشی کرنے والا ہو اور نہ زیادتی کرنے والا'' یعنی جب وہ مجبور نہ ہو تو حرام چیز کھانے کا ارادہ رکھتا ہو نہ حلال کو چھوڑ کر حرام کی طرف جاتا ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ حرام چیز کو استعمال میں لاتا ہو۔ یہ وہ محرمات ہیں جن کو اضطراری حالت میں اللہ تعالیٰ نے حلال کر دیا ہے۔

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ﴾ ''اور نہ کہو تم جن کو تمہاری زبانیں جھوٹ بنا لیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے اور افترا پردازی کرتے ہوئے خود اپنی طرف سے حلال اور حرام کے ضابطے نہ بناؤ۔ ﴿لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ ''تاکہ تم اللہ پر بہتان باندھو۔ بے شک جو اللہ پر بہتان باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے'' دنیا میں نہ آخرت میں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو ضرور ذلیل و رسوا کرے گا' اگر انہوں نے اس دنیا سے فائدہ اٹھایا بھی ﴿مَتَاعٌ قَلِيْلٌ﴾ ''تو یہ بہت ہی قلیل متاع ہے'' اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے ﴿وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے'' پس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان کی بنا پر ہمیں گندگی سے بچانے کے لئے ہمارے لئے صرف ناپاک چیزوں کو حرام کیا ہے لیکن یہودیوں پر اللہ تعالیٰ نے ان کے ظلم کی سزا کے طور پر طیبات کو حرام ٹھہرا دیا تھا جو ان کے لئے حلال تھیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام میں ان الفاظ میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ (الانعام: ٦/١٤٦)

''اور یہودیوں پر ہم نے ناخن والے جانور حرام کر دیئے' گائے اور بکری کی چربی بھی حرام ٹھہرا دی سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ یا ان کی انتڑیوں یا ہڈی کے ساتھ لگی ہوئی رہ جائے۔ یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی تھی اور بے شک ہم سچے ہیں''۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا

پھر بے شک آپ کا رب، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے عمل کئے برے بوجہ جہالت کے، پھر توبہ کی انہوں نے

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٩﴾ ع ١٥/٢١

بعد اس کے اور (اپنی) اصلاح کر لی، بے شک آپ کا رب بعد اس (توبہ) کے یقیناً بہت بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو توبہ کی ترغیب اور انابت کی طرف دعوت ہے۔ اس لئے آگاہ فرمایا کہ

اگر کوئی شخص گناہ کے انجام سے لاعلمی کی بنا پر گناہ کر بیٹھتا ہے‘ خواہ یہ گناہ عمداً ہی کیوں نہ کیا ہو تو گناہ کے ارتکاب کے وقت اس کے قلب میں لازمی طور پر علم کم ہو جاتا ہے۔ جب وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیتا ہے‘ یعنی ترک گناہ کے بعد گناہ پر نادم ہوتا ہے اور اپنے اعمال کی اصلاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے‘ اس پر رحم کرتا ہے‘ اس کی توبہ قبول کر کے اس کو اس کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیتا ہے یا پہلے سے بھی بلند تر مقام عطا کرتا ہے۔

إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾

بلاشبہ ابراہیم تھا ایک امت، فرماں بردار اللہ کا‘ حق کا پرستار، اور نہ تھا وہ مشرکوں میں سے ○

شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ٱجْتَبَىٰهُ وَهَدَىٰهُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَءَاتَيْنَٰهُ فِى ٱلدُّنْيَا

شکر کرنے والا اللہ کی نعمتوں کا، چن لیا تھا اسے اللہ نے، اور اس نے ہدایت دی تھی اس کو طرف راہ راست کی ○ اور دی ہم نے اسے دنیا میں

حَسَنَةً وَإِنَّهُۥ فِى ٱلْءَاخِرَةِ لَمِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ أَنِ

نیکی (اچھائی)، اور بلاشبہ وہ آخرت میں یقیناً صالح لوگوں میں سے ہوگا ○ پھر وحی کی ہم نے آپ کی طرف یہ کہ

ٱتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٣﴾

پیروی کریں آپ ملت ابراہیم کی جو حق کا پرستار تھا، اور نہ تھا وہ مشرکوں میں سے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو فضیلت بخشی اور انہیں فضائل عالیہ اور مناقب کاملہ سے مختص کیا۔ فرمایا: ﴿إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً﴾ ”بے شک ابراہیم ایک امت تھے“ یعنی امام‘ بھلائی کے خصائل کے جامع‘ ہدایت یافتہ اور راہنما تھے۔ ﴿قَانِتًا لِّلَّهِ﴾ ”اللہ کے فرماں بردار“ اپنے رب کے دائمی مطیع اور اس کے لئے دین کو خالص کرنے والے۔ ﴿حَنِيفًا﴾ ”سب سے ایک طرف ہو کر“ یعنی محبت‘ انابت اور عبودیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے والے اور ماسوا سے منہ موڑنے والے: ﴿وَلَمْ يَكُ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ﴾ ”اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے“ اپنے قول و عمل اور اپنے تمام احوال میں مشرکین میں سے نہ تھے کیونکہ وہ یکسو موحدین کے امام تھے۔ ﴿شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ﴾ ”اس کے احسانات کا شکر ادا کرنے والے“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بھلائی عطا کی‘ ان کو ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا اور انہوں نے ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ان تمام اچھی خصلتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ﴿ٱجْتَبَىٰهُ﴾ ”ان (ابراہیم علیہ السلام) کے رب نے ان کو چن لیا“ انہیں اپنا خلیل بنایا اور انہیں اپنی مخلوق میں سے چنے ہوئے مقرب بندوں میں شامل کیا۔ ﴿وَهَدَىٰهُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ ”اور انہیں (اپنے علم و عمل میں) صراط مستقیم پر گامزن کیا“ یعنی انہوں نے حق کو جان لیا اور اسے دیگر ہر چیز پر ترجیح دی۔ ﴿وَءَاتَيْنَٰهُ فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ ”اور دی ہم نے ان کو دنیا میں بھلائی“ یعنی ہم نے انہیں دنیا میں کشادہ رزق‘ خوبصورت و نیک سیرت بیوی‘ نیک اولاد اور اچھے اخلاق و عادات سے

نوازا ﴿ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ ''اور وہ آخرت میں اچھے لوگوں میں سے ہیں'' یعنی وہ لوگ جنہیں عالی قدر منزلت اور اللہ تعالیٰ کا قرب عظیم حاصل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سید الوریٰ اور کامل ترین ہستی' نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی اتباع کریں' آپ اور آپ کی امت ان کی پیروی کریں۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ

یقیناً بنایا گیا تھا ہفتے کا دن (قابل تعظیم) صرف ان لوگوں پر جنہوں نے اختلاف کیا تھا اس میں، اور بے شک آپ کا رب البتہ فیصلہ کرے گا

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

درمیان ان کے دن قیامت کے، اس چیز کی بابت کہ تھے وہ اس میں اختلاف کرتے ○

﴿ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ ﴾ ہفتے کا دن فرض کیا گیا ﴿ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ﴾ ''صرف انہی پر جو اس میں اختلاف کرتے تھے'' یعنی جب وہ جمعہ کے دن کے بارے میں بھٹک گئے...... مراد یہود ہیں...... ان کا اختلاف اس بات کا سبب بنا کہ اللہ ہفتے کے دن کا احترام اور تعظیم ان پر واجب کر دے ورنہ حقیقی فضیلت تو جمعہ کے دن ہی کو حاصل ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس امت کی راہنمائی فرمائی۔ ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ ''بے شک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا ان چیزوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے'' پس اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے سامنے حق پسند اور باطل پسند کے درمیان فرق واضح کر دے گا اور ظاہر کر دے گا کہ ثواب کا مستحق کون ہے اور عذاب کا مستحق کون ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ

(اے پیغمبر!) بلایئے (لوگوں کو) طرف راستے کی اپنے رب کے ساتھ حکمت اور اچھی نصیحت کے، اور بحث کیجیے ان سے ساتھ اس طریقے کے

هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ

کہ وہ بہت اچھا ہو، بلاشبہ آپ کا رب، وہی خوب جانتا ہے اس شخص کو جو گمراہ ہوا اس کی راہ سے،

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

اور وہی خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو ○

یعنی تمام مخلوق کو' خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر' آپ کی اپنے رب کے سیدھے راستے کی طرف دعوت' علم نافع اور عمل صالح پر مشتمل ہونی چاہیے ﴿ بِالْحِكْمَةِ ﴾ ''حکمت کے ساتھ'' یعنی ہر ایک کو اس کے حال' اس کی فہم اور اس کے اندر قبولیت اور اطاعت کے مادے کے مطابق دعوت دیجیے۔ حکمت یہ ہے کہ جہل کی بجائے علم کے ذریعے سے دعوت دی جائے اور اس چیز سے ابتدا کی جائے جو سب سے زیادہ اہم' عقل اور فہم کے سب سے زیادہ

قریب ہو اور ایسے نرم طریقے سے دعوت دی جائے کہ اسے کامل طور پر قبول کر لیا جائے۔ اگر حکمت کے ساتھ دی گئی دعوت کے سامنے سر تسلیم خم کر دے تو ٹھیک ورنہ اچھی نصیحت کے ذریعے سے دعوت کی طرف منتقل ہو جائے اور اس سے مراد امر و نہی ہے جو ترغیب و ترہیب سے مقرون ہو...... یا تو ان متعدد مصالح کا ذکر کرے جن پر اوامر مشتمل ہیں اور ان متعدد مضرتوں کو بیان کرے جو نواہی میں پنہاں ہیں' یا ان لوگوں کی اللہ کے ہاں تکریم کو بیان کرے جنہوں نے اللہ کے دین کو قائم کیا اور ان لوگوں کی اہانت کا تذکرہ کرے جنہوں نے اللہ کے دین کو قائم نہیں کیا' یا اس دنیاوی اور اخروی ثواب کا ذکر کرے جو اس نے اپنے اطاعت کیش بندوں کے لئے تیار کر رکھا ہے اور اس دنیاوی اور اخروی عذاب کا ذکر کرے جو اس نے نافرمانوں کے لئے تیار کیا ہوا ہے۔

اگر وہ شخص جس کو دعوت دی گئی ہے' یہ سمجھتا ہے کہ اس کا موقف برحق ہے یا داعی باطل کی طرف دعوت دینے والا ہے تو اس کے ساتھ احسن طریقے سے بحث کی جائے۔ یہ ایسا طریقہ ہے جو عقلاً اور نقلاً دعوت کی قبولیت کا زیادہ موجب ہے' مثلاً اس شخص سے ایسے دلائل کے ساتھ بحث کی جائے جن کو وہ خود تسلیم کرتا ہو یہ حصول مقصد کا قریب ترین ذریعہ ہے۔ یہ بحث جھگڑے اور گالی گلوچ تک نہ پہنچے ورنہ مقصد فوت ہو جائے گا اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ بحث کا مقصد تو لوگوں کی حق کی طرف راہنمائی کرنا ہے نہ کہ بحث میں جیتنا وغیرہ۔

﴿إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ﴾ ''آپ کا رب ہی بہتر جانتا ہے اس کو جو بھٹک گیا اس کے راستے سے'' یعنی آپ کا رب اس سبب کو زیادہ جانتا ہے جس نے اسے گمراہی میں مبتلا کیا ہے اور وہ اس کے ان اعمال کو بھی جانتا ہے جو اس کی گمراہی پر مترتب ہوئے ہیں وہ عنقریب ان کو ان اعمال کی جزا دے گا۔ ﴿وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ ''اور وہ ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔'' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت سے نوازا' پھر ان پر احسان کرتے ہوئے انہیں چن لیا۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ

اور اگر بدلہ لو تم تو بدلہ لو برابر اس (تکلیف) کے جو ایذاء دیئے گئے ہو تم ساتھ اس کے، اور البتہ اگر صبر کرو تم تو وہ (صبر) بہت

خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے ○ اور آپ صبر کیجئے اور نہیں ہے صبر کرنا آپ کا مگر اللہ (کی توفیق) سے ہی،

وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ

اور نہ غم کریں آپ ان پر اور نہ ہوں آپ تنگی میں اس سے جو وہ سازشیں کرتے ہیں ○ بلاشبہ اللہ ساتھ ہے ان لوگوں کے

اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿۱۲۸﴾ ع

جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، اور ان لوگوں کے کہ وہ نیکی کرنے والے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ عدل کو مباح کرتے اور فضل واحسان کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ﴾ ''اور اگر تم بدلہ لو'' اگر تم اس شخص کا مواخذہ کرنا چاہو جس نے تمہیں قول وفعل کے ذریعے سے برے سلوک کا نشانہ بنایا ہے ﴿فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ ''تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی گئی'' یعنی تمہارے ساتھ جو معاملہ کیا گیا ہے بدلہ لیتے وقت تمہاری طرف سے اس میں زیادتی نہ ہو۔ ﴿وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ﴾ ''اور اگر تم صبر کرلو'' یعنی بدلہ نہ لو اور ان کا جرم معاف کردو تو ﴿لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ﴾ ''وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔'' یعنی یہ بدلہ لینے سے بہتر ہے اور جو اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے بہتر اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (الشوریٰ:٤٢/٤٠) ''جو معاف کر کے معاملے کی اصلاح کر دے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔'' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت پر صبر کریں اور اس پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں اور نفس پر بھروسہ نہ کریں چنانچہ فرمایا: ﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''اور صبر کیجیے اور آپ کے لئے صبر ممکن نہیں، مگر اللہ ہی کی مدد سے'' وہی صبر پر آپ کی مدد کرتا ہے اور آپ کو ثابت قدم رکھتا ہے ﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور ان کے بارے میں غم نہ کرو۔'' یعنی جب آپ ان کو دین کی دعوت دیں اور دیکھیں کہ وہ اس دعوت کو قبول نہیں کر رہے تو غمزدہ نہ ہوں کیونکہ حزن وغم آپ کو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ ﴿وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ﴾ ''اور تنگ دل نہ ہوں۔'' یعنی آپ کسی سختی اور حرج میں نہ پڑیں۔ ﴿مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾ ''ان کی چالوں سے'' کیونکہ ان کے مکروفریب کا وبال انہی پر لوٹے گا اور آپ تو پرہیزگاروں اور نیکوکاروں میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی معونت، توفیق اور تسدید کے ذریعے سے پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے یہ وہ لوگ ہیں جو کفر اور معاصی سے اجتناب کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں مقام احسان پر فائز ہیں یعنی وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں گویا وہ اسے دیکھ رہے ہیں اگر ان پر یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو انہیں یہ یقین حاصل ہو کہ اللہ تعالیٰ تو انہیں دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر احسان یہ ہے کہ اسے ہر لحاظ سے فائدہ پہنچایا جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں پرہیزگاروں اور احسان کرنے والوں میں شامل کرے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدي (اردو)

فضيلة الشيخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

دارُالسّلام

کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاهور
لندن * هیوسٹن * نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن
فی تفسیر کلام المنان
(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر پندرہ 15

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان:۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث:۸۱۷)

پا رۃ نمبر پندرہ 15

تفسیر سورۃ بنی اسرائیل

سُوۡرَۃُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ (۱۷) مَکِّیَّۃٌ (۵۰) — اٰیَاتُهَا ۱۱۱ — رُکُوۡعَاتُهَا ۱۲

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا

پاک ہے وہ (اللہ) جو لے گیا اپنے بندے کو رات کے ایک حصے میں مسجد حرام (بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک،

الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ①

وہ جو برکت رکھی تھی ہم نے اس کے اردگرد، تاکہ ہم دکھائیں اس کو اپنی کچھ نشانیاں بلاشبہ وہی ہے خوب سننے والا، دیکھنے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات مقدس کی تنزیہ وتعظیم بیان کرتا ہے کیونکہ اس کے افعال بہت عظیم اور اس کے احسانات بہت جسیم ہیں۔ اس کے جملہ افعال و احسانات میں سے ایک یہ ہے ﴿ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا ﴾ ''وہ رات کے ایک حصے میں اپنے بندے کو لے گیا۔'' یعنی وہ اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو راتوں رات لے گیا ﴿ مِنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ﴾ ''مسجد حرام سے'' جو علی الاطلاق تمام مساجد میں جلیل ترین مسجد ہے۔ ﴿ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا ﴾ ''مسجد اقصیٰ تک'' جو فضیلت والی مسجدوں میں شمار ہوتی ہے اور وہ انبیاء کرام کی سرزمین ہے۔

جناب نبی مجتبیٰ ﷺ کو ایک ہی رات میں بہت دور مسافت تک لے جایا گیا پھر اسی رات واپس لایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی نشانیاں دکھائیں جن سے ہدایت، بصیرت، ثبات اور قوت تفریق وامتیاز میں اضافہ ہوا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی آپ پر عنایت اور لطف وکرم ہے کہ اس نے تمام امور میں آپ کے لئے بھلائی کو آسان فرما دیا اور آپ کو ایسی ایسی نعمتوں سے نوازا جن کی بنا پر آپ نے تمام اولین وآخرین پر فوقیت حاصل کی۔ آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''اسراء'' کا یہ واقعہ رات کے ابتدائی حصے میں پیش آیا اور سفر مسجد حرام سے شروع ہوا مگر صحیح حدیث میں آتا ہے کہ آپ کو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے رات کے اس سفر پر لے جایا گیا۔[1] اس سے ظاہر ہوا کہ مسجد حرام کو جو فضیلت حاصل ہے، وہ تمام حرم کے لئے ہے۔ حرم میں عبادات کا ثواب اسی طرح کئی گنا بڑھ جاتا ہے جس طرح مسجد حرام میں عبادت کا ثواب کئی گنا ہو جاتا ہے، نیز یہ ''اسراء'' (معراج) کا واقعہ آپ کو بیک وقت جسم اور روح کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اگر آپ کو معراج جسم اور روح کے ساتھ نہ ہوئی ہوتی تو اس میں ''آیتِ کبریٰ'' کا کوئی مفہوم ہے نہ کسی بڑی منقبت کا کوئی پہلو ہے۔[2]

① تفسیر طبری: ۹/۵

② صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب کان النبی ﷺ تنام عینه...... الخ، حدیث: ۳۵۷۰

معراج کے واقعہ میں نبی اکرم ﷺ سے بہت سی صحیح احادیث منقول ہیں ان میں ان تمام امور کی تفاصیل مذکور ہیں جن کا آپ نے مشاہدہ کیا۔ آپ کو بیت المقدس لے جایا گیا وہاں سے آسمانوں پر لے جایا گیا حتیٰ کہ آپ تمام آسمانوں کے اوپر چلے گئے۔ وہاں آپ نے جنت، جہنم اور تمام انبیاء کرام کو ان کے مراتب کے مطابق دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر پچاس نمازیں فرض کیں، پھر آپ موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے بار بار اپنے رب کے حضور حاضر ہوتے رہے حتیٰ کہ وہ بالفعل پانچ ہو گئیں مگر ان کا ثواب، پچاس نمازوں کا ہے۔ اس رات آپ کو اور آپ کی امت کو بہت سے مفاخر عطا کئے گئے جن کی مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں، قرآن مجید کو نازل کرنے کے ذکر کے مقام پر (سورۂ فرقان میں) اور جہاں قرآن کی بابت چیلنج کیا گیا، (سورۂ بقرہ میں) ان تینوں مقامات میں نبی ﷺ کی صفت عبودیت (آپ کے بندے ہونے کی خوبی) کو بیان فرمایا، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ مقامات بلند اپنے رب کی عبودیت کی تکمیل کی وجہ ہی سے حاصل کئے ہیں۔

﴿ الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ ﴾ "وہ جس کے گرد ہم نے برکت رکھی ہے" یعنی درختوں، دریاؤں اور سدا بہار شادابی کے ذریعے سے برکت عطا کی اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی برکت ہی ہے کہ مسجد اقصیٰ کو مسجد حرام اور مسجد نبوی کے سوا دیگر تمام مسجدوں پر فضیلت عطا کی گئی، نیز مسجد اقصیٰ میں عبادت کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے دور سے سفر کر کے جانا مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو اپنے نبیوں اور چنے ہوئے بندوں کے رہنے کے لئے مختص فرمایا۔

وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ

اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور بنایا ہم نے اسے ہدایت بنی اسرائیل کے لیے، یہ کہ نہ پکڑو تم سوائے میرے (کسی کو بھی)

وَكِیْلًا ۝۲ ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳ وَقَضَیْنَاۤ

کارساز ○ (اے) اولاد ان لوگوں کی! جنہیں سوار کیا تھا ہم نے (کشتی میں) ساتھ نوح کے، بیشک وہ تھا بندہ نہایت شکر گزار ○ اور فیصلہ سنا دیا ہم نے

اِلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا

بنی اسرائیل کو کتاب (تورات) میں، البتہ تم ضرور فساد کرو گے زمین میں دو بار، اور البتہ تم ضرور سرکشی کرو گے سرکشی

كَبِیْرًا ۝۴ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ

بہت بڑی ○ پھر جب آ گیا وعدہ پہلا ان دونوں میں سے تو مسلط کر دیئے ہم نے تم پر بندے اپنے، لڑائی والے نہایت سخت،

فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَیْهِمْ وَ

پس گھس گئے وہ درمیان شہروں کے، (قتل و غارت کیلئے) اور تھا یہ وعدہ (پورا) کیا ہوا ○ پھر دوبارہ دے دیا ہم نے تمہیں غلبہ ان پر، اور

اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِیْرًا ۝۶ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ

بڑھایا ہم نے تمہیں ساتھ مالوں اور بیٹوں کے، اور کر دیا ہم نے تمہیں زیادہ تعداد میں ○ اگر نیکی (اچھائی) کرو گے تم تو نیکی کرو گے

لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ

اپنے نفسوں کیلئے، اور اگر برائی کرو گے تم، تو (وہ بھی) اسی کیلئے ہوگی، پھر جب آیا وعدہ دوسرا (تو مسلط کیے ہم نے اور بندے تم پر) تا کہ وہ بگاڑ دیں تمہارے چہرے

وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۷ عَسٰى

اور تا کہ وہ داخل ہو جائیں مسجد (اقصیٰ) میں جیسا کہ وہ داخل ہوئے تھے پہلی بار، اور تا کہ وہ تباہ کر دیں اس چیز کو جس پر غالب آئیں (مکمل) تباہ کرنا○ قریب ہے

رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۸

تمہارا رب، یہ کہ وہ رحم کرے تم پر، اور اگر تم دوبارہ (سرکشی) کرو گے تو ہم بھی دوبارہ (سزا) دیں گے، اور بنایا ہے ہم نے جہنم کو کافروں کیلئے قید خانہ○

اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر نبوت محمدی اور نبوت موسوی' قرآن اور تورات اور دونوں کی شریعتوں کو مقرون (ساتھ ساتھ) بیان کیا ہے کیونکہ دونوں کی کتابیں سب سے افضل' دونوں کی شریعتیں سب سے کامل' دونوں کی نبوتیں سب سے اعلیٰ اور دونوں کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں۔ اس لئے یہاں فرمایا: ﴿ وَ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ﴾ ''اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب'' یعنی تورات ﴿ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴾ ''اور کیا اس کو ہدایت واسطے بنی اسرائیل کے'' یعنی بنی اسرائیل جہالت کی تاریکیوں میں علم حق تک پہنچنے کے لئے تورات سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔ ہم نے ان سے کہا ﴿ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ﴾ ''تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا'' اور ہم نے اس مقصد کے لیے ان کی طرف کتاب نازل کی تاکہ وہ اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' صرف اسی کی طرف رجوع کریں' اپنے دینی اور دنیاوی امور میں اکیلے اسی کو اپنا کارساز اور مدبر بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق کے ساتھ الوہیت کا کوئی تعلق نہ رکھیں جو کسی چیز کی مالک نہیں اور نہ وہ انہیں کوئی نفع دے سکتی ہے۔

﴿ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ﴾ ''اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا'' یعنی اے ان لوگوں کی اولاد جن پر ہم نے احسان کیا۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴾ ''بلاشبہ وہ شکر گزار بندہ تھا'' اس میں نوح علیہ السلام کی' ان کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور شکر گزاری کی صفت سے موصوف ہونے کی بنا پر مدح و ثنا ہے اور ان کی ذریت کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ شکر کے بارے میں نوح علیہ السلام کی پیروی کریں اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کریں جس سے اس نے انہیں نوازا' جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا کر باقی رکھا اور ان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو غرق کر دیا۔ ﴿ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴾ ''اور صاف کہہ سنایا ہم نے بنی اسرائیل کو'' یعنی ہم نے ان کے بارے میں فیصلہ کیا اور انہیں ان کی کتاب میں آگاہ کیا کہ وہ نافرمانیوں' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری اور زمین میں تکبر اور اقتدار کی بنا پر زمین میں دو بار فساد پھیلانے کا باعث بنیں گے۔ جب ان کی طرف سے ایک فساد واقع ہوا تو ہم نے ان پر دشمنوں کو مسلط کر دیا جو ان سے انتقام لیتے تھے۔ یہ ان کے لئے تحذیر و انذار تھا شاید کہ وہ لوٹ آئیں اور نصیحت پکڑیں۔

﴿ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا ﴾ ''پس جب پہلے وعدے کا وقت آیا'' یعنی جب دو مرتبہ فساد کرنے کے وعدے

میں سے پہلے وعدے کا وقت آ گیا یعنی ان سے فساد واقع ہوا ﴿ بَعَثْنَا عَلَیْکُمْ ﴾ ”تو ہم نے تم پر مسلط کر دیے۔“ یعنی ہم نے تکوینی تقدیر اور جزا کے طور پر تم پر مسلط کر دیے ﴿ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ ﴾ ”اپنے بندے سخت لڑائی والے“ بہت کثیر تعداد میں بہادر بندے جن کو اللہ نے تم پر فتح و نصرت عطا کی انہوں نے تمہیں قتل کیا، تمہاری اولاد کو غلام بنایا اور تمہارے مال و متاع کو لوٹا۔ ﴿ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ ﴾ ”پس وہ شہروں کے اندر پھیل گئے۔“ یعنی وہ تمہارے گھروں میں گھس گئے اور انہیں کو تہس نہس کر دیا۔ انہوں نے مسجد اقصیٰ میں داخل ہو کر مسجد کو برباد کر دیا۔ ﴿ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴾ ”اور وہ وعدہ ہونا ہی تھا“ چونکہ انہوں نے اس وعدے کے پورے ہونے کے تمام اسباب مہیا کر دیے تھے لہٰذا اس وعدے کا پورا ہونا ضروری تھا۔ اصحاب تفسیر کا مسلط ہونے والی قوم کے تعین کے بارے میں اختلاف ہے البتہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ وہ کافر تھی۔ اس قوم کا تعلق یا تو عراق سے تھا یا وہ جزیرۃ العرب سے تھی یا ان کے علاوہ کوئی اور قوم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل پر مسلط کر دیا کیونکہ ان کی نافرمانیاں بڑھ گئی تھیں، انہوں نے شریعت کے اکثر احکام کو پس پشت ڈال دیا اور انہوں نے زمین میں سرکشی اختیار کر لی تھی۔

﴿ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ ﴾ ”پھر ہم نے پھیر دی تمہاری باری ان پر“ یعنی پھر ہم نے تمہیں اس متغلب کافر قوم پر غلبہ عطا کیا اور تم نے انہیں اپنے شہروں سے نکال باہر کیا ﴿ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ ﴾ ”اور قوت دی ہم نے تم کو مالوں سے اور بیٹوں سے“ یعنی ہم نے نہایت کثرت سے تمہیں رزق عطا کیا، تمہاری تعداد کو زیادہ کر دیا اور تمہیں ان کے مقابلے میں طاقتور بنا دیا۔ ﴿ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِیْرًا ﴾ ”اور تمہاری نفری کو ان کے مقابلے میں بڑھا دیا“ اور اس کا سبب تمہارے نیک کام اور اللہ کے سامنے تمہارا خشوع و خضوع تھا۔

﴿ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ﴾ ”اگر بھلائی کی تم نے تو بھلائی کی اپنے لئے“ یعنی تمہاری نیکی کا فائدہ تمہاری ہی طرف لوٹے گا حتیٰ کہ دنیا میں بھی تمہیں ہی فائدہ ہوگا، جیسا کہ تم نے مشاہدہ کر لیا ہے کہ دشمن کے مقابلے میں تم فتح یاب ہوئے۔ ﴿ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ﴾ ”اور اگر برائی کی تو اپنے لئے“ یعنی اگر تم برائی کا ارتکاب کرتے ہو تو اس کا نقصان بھی خود تمہاری طرف لوٹے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بداعمالیوں کی پاداش میں تمہارے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا تھا۔ ﴿ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ ﴾ ”پس جب دوسرے وعدے کا وقت آیا“ جس میں ذکر تھا کہ تم زمین میں فساد برپا کرو گے، ہم نے تم پر دشمنوں کو مسلط کر دیا ﴿ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ ﴾ ”تاکہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں۔“ یعنی وہ فتح یاب ہو کر تمہیں غلام بنائیں اور چہروں کو بگاڑ دیں۔ ﴿ وَلِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ ”اور گھس جائیں مسجد میں جیسے گھس گئے تھے وہ پہلی بار“ یہاں مسجد سے مراد بیت المقدس ہے ﴿ وَّلِیُتَبِّرُوْا ﴾ ”اور خراب کر دیں“ یعنی اجاڑ کر پیوند زمین کر دیں ﴿ مَا عَلَوْا ﴾ ”جس جگہ پر وہ غالب

آ جائیں۔" ﴿ تَتۡبِیۡرًا ﴾ "پوری طرح خراب کرنا" پس وہ تمہارے گھروں، تمہاری عبادت گاہوں اور تمہارے کھیتوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیں۔

﴿ عَسٰی رَبُّكُمۡ اَنۡ یَّرۡحَمَكُمۡ ﴾ "بعید نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے" یعنی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر فتح و نصرت عطا کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کرتے ہوئے انہیں دوبارہ حکومت عطا کی اور انہیں نافرمانیوں پر وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاِنۡ عُدۡتُّمۡ ﴾ "اور اگر تم پھر وہی کرو گے" یعنی اگر تم زمین میں فساد برپا کرنے کا اعادہ کرو گے ﴿ عُدۡنَا ﴾ "تو ہم پھر وہی کریں گے" ہم بھی تمہیں دوبارہ سزا دیں گے۔ پس انہوں نے زمین میں دوبارہ فساد برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے رسول محمد مصطفی ﷺ کو مسلط کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے سے ان سے انتقام لیا۔ یہ تو ہے دنیا کی سزا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو آخرت کی سزا ہے وہ اس سے زیادہ بڑی اور رسوا کن ہے، اس لئے فرمایا: ﴿ وَجَعَلۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِیۡنَ حَصِیۡرًا ﴾ "اور کیا ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ" جس میں وہ جھونکے جائیں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے کبھی نہ نکلیں گے۔ ان آیات کریمہ میں اس امت کے لئے تحذیر و تخویف ہے کہ وہ معاصی سے بچیں ایسا نہ ہو کہ ان کو بھی سزا دی جائے جو بنی اسرائیل کو دی گئی تھی۔ سنت الٰہی ایک ہی ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں آتا۔ جو کوئی اس بارے میں غور و فکر کرے کہ کس طرح کفار مسلمانوں پر مسلط ہوئے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ ان کے گناہوں کی سزا ہے۔ کیونکہ (اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ) جب مسلمان قرآن اور سنت کو نافذ کریں گے تو وہ انہیں زمین کا اقتدار عطا کرے گا اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کرے گا۔

اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَهۡدِیۡ لِلَّتِیۡ هِیَ اَقۡوَمُ وَیُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ

بیشک یہ قرآن ہدایت دیتا ہے اس (راہ) کی جو سب (راہوں) سے زیادہ سیدھی ہے، اور خوشخبری دیتا ہے مومنوں کو، وہ لوگ جو

یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا كَبِیۡرًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ

عمل کرتے ہیں نیک، کہ بے شک ان کے لیے ہے اجر بہت بڑا ○ اور (یہ کہ) بلاشبہ وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے

بِالۡاٰخِرَةِ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۰﴾ ع

ساتھ آخرت کے، تیار کیا ہے ہم نے ان کے لیے عذاب بہت دردناک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم کے شرف اور اس کی جلالت شان کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے اور یہ کہ وہ ﴿ یَهۡدِیۡ لِلَّتِیۡ هِیَ اَقۡوَمُ ﴾ "بتلاتا ہے وہ راستہ جو سب سے زیادہ سیدھا ہے" یعنی عقائد، اعمال اور اخلاق کے بارے میں زیادہ معتدل اور بلند موقف کا حامل ہے، لہذا جو کوئی ان امور سے راہنمائی حاصل کرتا ہے جن کی طرف قرآن دعوت دیتا ہے تو وہ تمام امور میں تمام لوگوں سے زیادہ کامل، سب سے زیادہ درست اور سب سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔ ﴿ وَیُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ ﴾ "اور خوش خبری سناتا ہے ایمان والوں کو جو

اچھے عمل کرتے ہیں' یعنی واجبات وسنن ادا کرتے ہیں ﴿ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا كَبِيۡرًا ﴾ "کہ ان کے لئے ہے بڑا ثواب" جو اللہ تعالیٰ نے اپنے عزت والے گھر میں تیار کر رکھا ہے جس کے وصف کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ﴿ وَّاَنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴾ "اور یہ کہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے' ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔" قرآن کریم تبشیر وانذار پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ اسباب ذکر فرما دیئے ہیں جن کی بنا پر بشارت ملتی ہے اور وہ ہیں ایمان اور عمل صالح اور ان اسباب کا بھی ذکر فرمایا ہے جو انذار کا مستحق ٹھہراتے ہیں اور وہ ہیں ایمان اور عمل صالح کے متضاد امور۔

وَيَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالۡخَيۡرِ‌ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا ﴿۱۱﴾

اور دعاء مانگتا ہے انسان برائی کی مانند دعا مانگنے اس کے بھلائی کی، اور ہے انسان نہایت جلد باز ○

یہ انسان کی جہالت اور عجلت پسندی ہے کہ وہ غیظ وغضب کے وقت اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے بددعا کرنے میں جلدی کرتا ہے جس طرح اچھی دعا کرنے میں جلدی کرتا ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے کہ وہ اس کی اچھی دعا کو تو قبول کر لیتا ہے اور بددعا کو قبول نہیں کرتا۔ ﴿ وَلَوۡ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسۡتِعۡجَالَهُمۡ بِالۡخَيۡرِ لَقُضِىَ اِلَيۡهِمۡ اَجَلُهُمۡ ﴾ (یونس: ۱۰/ ۱۱) "اگر اللہ ان کے ساتھ برا معاملہ کرنے میں اتنی ہی جلدی کرتا جیسے کہ وہ جلدی خیر مانگتے ہیں تو ان کی مدت مقررہ کے خاتمے کا فیصلہ کر دیا جاتا۔"

وَجَعَلۡنَا الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيۡنِ‌ فَمَحَوۡنَاۤ اٰيَةَ الَّيۡلِ وَجَعَلۡنَاۤ اٰيَةَ النَّهَارِ

اور بنایا ہم نے رات کو اور دن کو دو نشانیاں، پھر مٹا دی ہم نے نشانی رات کی، اور بنا دی ہم نے نشانی دن کی

مُبۡصِرَةً لِّتَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَلِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِيۡنَ وَالۡحِسَابَ‌ؕ

دکھلانے والی (ہر چیز کو) تاکہ تم تلاش کرو فضل (رزق) اپنے رب کا، اور تاکہ تم جان لو گنتی سالوں کی اور حساب،

وَكُلَّ شَىۡءٍ فَصَّلۡنٰهُ تَفۡصِيۡلًا ﴿۱۲﴾

اور ہر چیز، خوب بیان کیا ہے ہم نے اس کو تفصیل کے ساتھ ○

﴿ وَجَعَلۡنَا الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيۡنِ ﴾ "اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا۔" یعنی یہ دن رات اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور بے پایاں رحمت پر دلالت کرتے ہیں' نیز یہ کہ صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ ﴿ فَمَحَوۡنَاۤ اٰيَةَ الَّيۡلِ ﴾ "پھر مٹا دیا ہم نے رات کی نشانی کو" یعنی ہم نے رات کو تاریک بنایا تاکہ لوگ اس میں سکون اور راحت حاصل کریں ﴿ وَجَعَلۡنَاۤ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبۡصِرَةً ﴾ "اور بنایا دن کی نشانی کو دکھلانے والی" یعنی روشن ﴿ لِّتَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ﴾ "تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو" اپنی معاش' اپنی صنعت وحرفت' اپنی تجارت اور اپنے سفر میں اللہ کا فضل تلاش کرو۔ ﴿ لِتَعۡلَمُوۡا ﴾ "اور تاکہ تم جان لو" رات اور دن کے پے در پے آنے جانے اور

چاند کے گھٹنے بڑھنے سے ﴿عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ﴾ ”برسوں کا شمار اور حساب“ پس تم جیسے چاہتے ہو دونوں کے اس حساب و کتاب پر اپنے مصالح کی بنیاد رکھتے ہو۔ ﴿وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا﴾ ”اور ہر چیز کو ہم نے کھول کر بیان کر دیا ہے“ یعنی ہم نے آیات کو واضح کر کے ان کو مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے تاکہ چیزیں ایک دوسرے سے ممتاز ہوں اور باطل میں سے حق نمایاں اور واضح ہو جائے‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام : ۳۸/۶) ”ہم نے نوشتہء تقدیر میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔“

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا

اور ہر انسان، لازم کر دیا ہم نے اس کیلئے عمل اس کا اسکی گردن میں، اور ہم نکالیں گے اس کے لیے دن قیامت کے ایک کتاب،

يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ ؕ

وہ دیکھے گا اسے کھلی ہوئی ○ (اسے کہا جائے گا) پڑھ لے اپنا اعمال نامہ، کافی ہے تیرا نفس ہی آج، تجھ پر حساب لینے والا ○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے عدل کامل کے بارے میں خبر ہے‘ نیز یہ کہ ہر انسان کا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا ہوا ہے‘ یعنی بندہ جو اچھا یا برا کام سرانجام دیتا ہے وہ اسی کے ساتھ لازم ہوتا ہے وہ کسی دوسرے کی طرف متعدی نہیں ہوتا اور کسی دوسرے کے عمل کا حساب اس سے لیا جائے گا نہ اس کا حساب کسی اور سے لیا جائے گا۔ ﴿وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا﴾ ”اور نکال دکھائیں گے ہم اس کو قیامت کے دن ایک کتاب‘ وہ دیکھے گا اس کو کھلی ہوئی“ اس کتاب میں اس کے تمام اچھے اور برے‘ چھوٹے اور بڑے تمام اعمال موجود ہوں گے اس سے کہا جائے گا: ﴿اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ ”پڑھ لے اپنی کتاب‘ تو ہی کافی ہے آج کے دن اپنا حساب لینے والا“ یہ سب سے بڑا عدل و انصاف ہے کہ بندے سے کہا جائے کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کے ذمہ کون کون سے حقوق ہیں جو سزا کے موجب ہیں۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ

جس شخص نے ہدایت پائی تو یقیناً وہ ہدایت پاتا ہے اپنے نفس ہی کے (فائدے کے) لئے اور جو کوئی گمراہ ہوا تو یقیناً وہ گمراہ ہوتا ہے اپنے نفس ہی پر،

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

اور نہیں بوجھ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا، بوجھ کسی دوسرے کا، اور نہیں ہیں ہم عذاب دینے والے، جب تک کہ (نہ) بھیجیں ہم کوئی رسول ○

یعنی ہر نفس کی ہدایت اور گمراہی خود اس کے لئے ہے کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور نہ ذرہ بھر تکلیف اس سے دور ہٹا سکے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے بڑا عادل ہے وہ اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ اس پر رسالت کی حجت قائم نہ ہو جائے اور یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے اس حجت کے ساتھ عناد کا مظاہرہ کیا۔ رہا وہ شخص جس نے رسالت کی اس حجت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا‘ یا اس کے پاس حجت پہنچی ہی نہیں‘

تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو عذاب نہیں دے گا۔ اس آیت کریمہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل فترات (یعنی اس زمانے یا علاقے کے لوگ جن تک نبوت نہیں پہنچی) اور مشرکین کے بچوں کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ ان کی طرف رسول نہ بھیج لے کیونکہ وہ ظلم سے پاک اور منزہ ہے۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ

اور جب چاہتے ہیں ہم یہ کہ ہلاک کریں کسی بستی کو تو حکم دیتے ہیں ہم اسکے خوشحال لوگوں کو، تو وہ نافرمانی کرتے ہیں اس میں، پھر ثابت ہو جاتی ہے

عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ

اس (بستی) پر بات (عذاب کی)، پس تباہ کر دیتے ہیں ہم اسے (مکمل) برباد کرنا ○ اور کتنی ہی ہلاک کر دیں ہم نے قومیں

مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

بعد نوح کے، اور کافی ہے آپ کا رب، اپنے بندوں کے گناہوں کی خوب خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ جب بھی وہ کسی ظالم بستی کو ہلاک کرنا اور عذاب کے ذریعے سے اس کا استیصال کرنا چاہتا ہے تو وہ اس میں رہنے والے خوشحال لوگوں کو حکم دیتا ہے...... یعنی کونی و قدری حکم...... وہ اس میں نافرمانیاں کرتے ہیں اور ان کی سرکشی بڑھ جاتی ہے۔ ﴿فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ﴾ "تب ثابت ہو جاتی ہے ان پر بات" یعنی کلمۂ عذاب، جسے کوئی نہیں ٹال سکتا ﴿فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا﴾ "پس اس بستی کو ہم ہلاک کر کے رکھ دیتے ہیں۔"

نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد بہت سی قوموں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب کے ذریعے سے ہلاک کیا مثلاً عاد، ثمود اور قوم لوط وغیرہ۔ یہ وہ قومیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سزا دی کیونکہ جب ان کی بغاوت بہت زیادہ ہوگئی اور ان کا کفر بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا بڑا عذاب نازل کر دیا۔ ﴿وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا﴾ "اور کافی ہے آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے والا دیکھنے والا۔" پس بندوں کو اس کی طرف سے کسی ظلم کا خوف نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صرف ان کے اپنے اعمال کی سزا دیتا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا

جو چاہتا ہے جلدی والی (دنیا) تو جلدی دے دیتے ہیں ہم اسکو، اس (دنیا) میں جو ہم چاہتے ہیں، جس کیلئے ہم چاہتے ہیں، پھر ٹھہرا دیتے ہیں ہم

لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا

اس کیلئے جہنم، وہ داخل ہوگا اس میں ملامت زدہ، دھتکارا ہوا ○ اور جو کوئی چاہتا ہے آخرت، اور کوشش کرتا ہے اس کے لئے،

سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ

اسکے لائق کوشش، جبکہ وہ مومن بھی ہے، تو یہی لوگ ہیں کہ ہے کوشش ان کی قابل قدر ○ ہر ایک کو، ہم نوازتے ہیں، ان کو بھی

وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا

اور انکو بھی عطیے سے آپکے رب کے، اور نہیں ہے عطیہ آپکے رب کا روکا ہوا (کسی سے بھی) ○ دیکھئے! کس طرح فضیلت دی ہے ہم نے

بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

ان کے بعض کو اوپر بعض کے؟ اور البتہ آخرت تو بڑھ کر ہے درجوں میں، اور بڑھ کر ہے باعتبار فضیلت کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے۔ ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ﴾ ''جو شخص دنیا کا خواہش مند ہو'' یعنی جو کوئی ختم اور زائل ہو جانے والی دنیا چاہتا ہے وہ اس کے لئے عمل اور کوشش کرتا ہے' اس کی ابتدا یا انتہا کو فراموش کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ جلدی سے دنیا کے وہ ٹکڑے اور اس کا مال ومتاع اسے عطا کر دیتا ہے' جسے وہ چاہتا تھا اور اس کا ارادہ رکھتا تھا' جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لوح محفوظ میں لکھ دیا تھا۔ مگر یہ متاع دنیا فائدہ دینے والی ہے نہ ہمیشہ رہنے والی ہے۔ پھر آخرت میں اس کے لئے ﴿جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا﴾ ''جہنم ہے جس میں وہ داخل ہوگا'' یعنی اس کے عذاب میں ڈالا جائے گا۔ ﴿مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾ ''مذموم اور راندہ ہو کر'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کی طرف سے مذمت' رسوائی اور فضیحت کی حالت میں ہوگا' وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہت دور ہوگا' اس کے لئے رسوائی اور عذاب کو جمع کر دیا جائے گا۔ ﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''جو آخرت چاہتا ہے'' اس پر راضی ہے اور اسے دنیا کے مال ومتاع پر ترجیح دیتا ہے ﴿وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا﴾ ''اور اس کے لیے اتنی کوشش کرتا ہے جتنی اسے لائق ہے۔'' یعنی جس کی طرف تمام کتب سماوی اور آثار نبوت نے دعوت دی ہے اور امکان بھر اس کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ ''اور وہ مومن بھی ہے۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ ﴿فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ ''پس یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش مقبول ہے۔'' جو اللہ تعالیٰ کے ہاں نشوونما پا کر جمع ہوتی رہے گی۔ ان کا اجروثواب ان کے رب کے پاس ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ دنیا کے حصے سے بھی محروم نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو سامان زیست عطا کرتا ہے کیونکہ یہ اس کی عطا اور اس کا فضل واحسان ہے ﴿وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا﴾ ''اور تیرے رب کی عطاء وبخشش رکی ہوئی نہیں۔'' یعنی اللہ کی عطا کسی کے لئے ممنوع نہیں بلکہ تمام مخلوق اس کے فضل وکرم سے بہرہ ور ہو رہی ہے۔ ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''دیکھو' کیسے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی'' یعنی کیسے ہم نے ان کو دنیا میں رزق کی کشادگی اور کمی' آسانی اور تنگی' علم اور جہالت' عقل اور سفاہت وغیرہ امور میں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا﴾ ''اور آخرت کے گھر میں تو اور بڑے درجے ہیں اور بڑی فضیلت'' دنیا کی لذتوں اور نعمتوں کو آخرت سے کسی لحاظ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ کتنے ہی لوگ بلند وبالا محلوں' مختلف انواع کی لذتوں' فرحتوں' خوبصورت چیزوں سے حظ اٹھاتے ہوں گے اور دوسری طرف وہ لوگ ہوں گے جن کو جہنم میں جھونک دیا گیا ہوگا' وہاں وہ دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے اور رب رحیم کی سخت ناراضی ان پر نازل ہوگی اور دنیا وآخرت کے لوگوں میں اس قدر تفاوت ہے کہ کسی

کے لئے اس کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾

نہ ٹھہرائیں آپ ساتھ اللہ کے معبود دوسرا، پھر بیٹھ رہیں گے آپ ملامت زدہ، بے یارو مددگار ○

یعنی' یہ اعتقاد نہ رکھ کہ مخلوق میں سے کوئی ہستی کسی قسم کی عبادت کی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا کیونکہ شرک مذمت اور خذلان کو دعوت دیتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں نے شرک سے روکا ہے اور مشرک کی سخت مذمت کی ہے اور اسے اس شرک کی بنا پر انتہائی مذموم ناموں سے موسوم اور قبیح اوصاف سے موصوف کیا ہے۔ جو اس شرک کا مرتکب ہے' وہ بدترین اوصاف اور قبیح ترین صفات سے متصف ہے۔ وہ جتنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو ترک کرتا ہے' اس کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کے دینی اور دنیاوی معاملات میں اسے اپنے حال پر چھوڑ کر اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ پس جو کوئی اس کے سوا کسی اور سے تعلق قائم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور اس کو اسی کے سپرد کر دیتا ہے جس کے ساتھ وہ تعلق جوڑتا ہے اور مخلوق میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور ہستی کو معبود بنالیتا ہے وہ مذمت و خذلان کا مستحق ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کو ایک گردانتا ہے' اس کے لئے اپنے دین کو خالص کرتا ہے اور دوسروں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑتا ہے وہ قابل ستائش ہے اور اس کے تمام احوال میں اس کی دست گیری کی جاتی ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ

اور فیصلہ کر دیا آپکے رب نے یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر اسی کی' اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا، اگر پہنچے تیرے سامنے بڑھاپے کو

اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾

ایک ان دونوں میں سے یا (وہ) دونوں ہی تو نہ کہہ تو ان سے "اف" بھی، اور نہ جھڑک تو انہیں، اور کہہ تو ان دونوں کیلئے بات نرم لہجے میں ○

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ؕ ﴿۲۴﴾

اور جھکائے رکھ تو ان دونوں کیلئے بازو عاجزی کا، نیاز مندی سے، اور کہہ اے رب! رحم فرما ان دونوں پر جیسا کہ پرورش کی انہوں نے میری بچپن میں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے شرک سے منع کرنے کے بعد توحید کا حکم دیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ ﴾ "آپ کے رب نے (دینی) فیصلہ کر دیا" اور شرعی حکم دے دیا ہے ﴿ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا ﴾ "کہ تم عبادت نہ کرو۔" یعنی زمین اور آسمان کے رہنے والوں' زندوں یا مردوں میں سے کسی کی عبادت نہ کرو۔ ﴿ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ﴾ "مگر صرف اس کی" کیونکہ وہ واحد اور یکتا' فرد اور بے نیاز ہے۔ جو ہر صفت کمال کا مالک ہے۔ اس کی ہر صفت کامل ترین ہے اور مخلوق میں کوئی ہستی اس کی کسی صفت میں کسی بھی پہلو سے مشابہت نہیں کر سکتی وہ منعم ہے ظاہری اور باطنی نعمتوں سے وہی

نوازتا ہے وہی تمام تکالیف کو دور کرتا ہے' وہ خالق رازق اور تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے۔ وہ ان تمام اوصاف میں منفرد اور یکتا ہے اس کے سوا کوئی دوسری ہستی اوصاف میں سے کسی چیز کی بھی مالک نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بعد والدین کے حقوق کو قائم کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾ ''اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔'' یعنی قول و فعل ' ہر لحاظ سے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ کیونکہ والدین ہی بندے کے وجود میں آنے کا سبب ہیں' وہ اولاد کے لئے محبت رکھتے ہیں' اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں اور اولاد کو قریب رکھتے ہیں، یہ امور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے حق کی تاکید اور ان کے ساتھ بھلائی کے وجوب کا تقاضا کرتے ہیں۔

﴿ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا ﴾ ''اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ان میں سے ایک یا دونوں'' یعنی جب وہ اس عمر کو پہنچ جائیں جس میں ان کے قوی کمزور پڑ جاتے ہیں اور وہ نرمی اور حسن سلوک کے معروف طریقے سے محتاج ہوتے ہیں۔ ﴿ فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ ﴾ ''تو توان کو ہوں بھی نہ کہہ'' یہ اذیت کا ادنیٰ مرتبہ ہے اس کے ذریعے سے اذیت کی دیگر انواع پر تنبیہ کی ہے۔ معنیٰ یہ ہے کہ ان کو ادنیٰ اذیت بھی نہ پہنچاؤ۔ ﴿ وَلَا تَنْهَرْهُمَا ﴾ ''اور نہ ان کو جھڑکو'' اور نہ ان سے سخت کلامی کرو۔ ﴿ وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴾ ''اور کہہ ان سے بات ادب کی'' ان کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرو جن کو وہ پسند کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ نہایت ادب اور مہربانی سے پیش آؤ۔ انتہائی نرمی اور اچھے پیرائے میں بات کرو جس سے ان کے دل لذت محسوس کریں اور ان کو اطمینان حاصل ہو۔ یہ حسن سلوک احوال و عادات اور زمانے کے اختلاف کے مطابق مختلف ہوتا ہے ﴿ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ﴾ ''اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کے' نیازمندی سے'' یعنی ان کے سامنے تواضع' انکساری اور شفقت کا اظہار کرتے ہوئے جھک کر رہو۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید پر ہو نہ کہ ان سے ڈر کی بنا پر یا ان کے مال وغیرہ کے لالچ کی وجہ سے یا اس قسم کے دیگر مقاصد کی بنا پر جن پر بندے کو اجر نہیں ملتا۔ ﴿ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا ﴾ ''اور کہہ' اے رب ان پر رحم فرما'' یعنی ان کی زندگی میں اور ان کے وفات پا جانے کے بعد ان کے لئے رحمت کی دعا کرو۔ انہوں نے بچپن میں تمہاری جو تربیت کی ہے یہ اس کا بدلہ ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ تربیت جتنی زیادہ ہوگی والدین کا حق بھی اتنا ہی زیادہ ہو جائے گا۔ اسی طرح والدین کے سوا کوئی شخص دینی اور دنیاوی امور میں کسی کی نیک تربیت کرتا ہے تو تربیت کرنے والے شخص کا اس شخص پر حق ہے جس کی اس نے تربیت کی ہے۔

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۚ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ

تمہارا رب خوب جانتا ہے اسے جو تمہارے دلوں میں ہے، اگر ہو گے تم صالح، تو بلاشبہ وہ

كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

ہے (اپنی طرف) رجوع کرنے والوں کے لیے، بہت بخشنے والا ○

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے اچھے اور برے چھپے ہوئے بھیدوں کو جانتا ہے۔ وہ تمہارے اعمال اور ابدان کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور ان کے اندر چھپے ہوئے خیر و شر پر نظر رکھتا ہے۔ ﴿اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ﴾ ''اگر تم نیک ہو گے'' یعنی اگر تمہارے ارادے اور مقاصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے دائرے میں اور تمہاری رغبت صرف انہی امور پر مرتکز رہے جو اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہیں اور تمہارے دلوں میں غیر اللہ کے ارادے براجمان نہ ہوں۔ ﴿فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ﴾ ''تو وہ رجوع کرنے والوں کو'' یعنی وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کے لئے ﴿غَفُوْرًا﴾ ''بخشنے والا ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ جس کے دل میں جھانکتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ اس دل میں' اللہ تعالیٰ کی طرف انابت' اس کی محبت اور ان امور کی محبت جو قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں کے سوا کچھ بھی نہیں' تب اگر اس بندے سے طبائع بشری کے تقاضے کے مطابق کوئی گناہ سرزد ہو بھی جائے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان عارضی گناہوں کو بخش دیتا ہے' جو مستقل طور پر جڑ نہیں پکڑتے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ

اور دے تو قرابت دار کو اس کا حق، اور مسکین اور مسافر کو بھی' اور نہ فضول خرچی کر فضول خرچی کرنا ○ یقیناً

الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ

فضول خرچی کرنے والے ہیں بھائی شیطانوں کے، اور ہے شیطان اپنے رب کا نہایت ناشکرا ○ اور اگر اعراض کرے تو

عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ

ان سے، انتظار میں رحمت کے اپنے رب کی کہ امید رکھتا ہے تو اس کی، تو کہہ تو واسطے ان کے بات آسان نرم ○ اور نہ کر تو

يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾

اپنا ہاتھ بندھا ہوا اپنی گردن کے ساتھ، اور نہ کھول دے اسے بالکل کھول دینا، کہ بیٹھ رہے تو ملامت کیا ہوا، تھکا ماندہ ○

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ ع

بیشک آپ کا رب ہی فراخ کرتا ہے رزق جس کیلئے وہ چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے' بلاشبہ وہ ہے اپنے بندوں کی خوب خبر رکھنے والا، (انکو) دیکھنے والا ○

﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ ''اور دے رشتے دار کو اس کا حق'' یعنی رشتہ دار کو واجب و مسنون حسن سلوک اور اکرام و تکریم میں سے اس کا حق ادا کرو اور یہ حق احوال' زمان و مکان' ضرورت اور عدم ضرورت اور اقارب میں تفاوت کے مطابق متفاوت ہوتا ہے۔ ﴿وَالْمِسْكِيْنَ﴾ ''اور مسکین کو'' یعنی زکوٰۃ وغیرہ میں سے مسکین کو اس کا حق ادا کرو تا کہ اس کی مسکینی دور ہو جائے۔ ﴿وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ ''اور مسافر کو'' اس سے مراد وہ غریب الوطن شخص ہے

جو اپنے شہر سے دور پھنس کر رہ گیا ہو۔ ﴿ وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِیۡرًا ﴾ ''اور بے جا مت اڑا'' پس مال اس طریقے سے عطا کیا جائے کہ عطا کرنے والے کو نقصان پہنچے نہ اس مقدار سے زائد ہو جو دی جانی چاہیے ورنہ یہ اسراف و تبذیر کے زمرے میں آئے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور بتلایا ہے کہ ﴿ اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ كَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ ﴾ ''بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں'' کیونکہ شیطان ہمیشہ ہر قسم کی مذموم خصلت ہی کی طرف دعوت دیتا ہے' وہ انسان کو بخل اور مال روک رکھنے کی طرف دعوت دیتا ہے اگر انسان اس کی بات نہ مانے تو وہ اسے اسراف اور تبذیر کی راہ پر لے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ معتدل اور مبنی بر عدل رویے کا حکم دیتا ہے اور اس کی مدح کرتا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿ وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ یُسۡرِفُوۡا وَلَمۡ یَقۡتُرُوۡا وَكَانَ بَیۡنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴾ (الفرقان : ۶۷/۲۵) ''رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں۔''

اور یہاں فرمایا: ﴿ وَلَا تَجۡعَلۡ یَدَكَ مَغۡلُوۡلَةً اِلٰی عُنُقِكَ ﴾ ''اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا ہوا اپنی گردن کے ساتھ'' یہ بخل اور خرچ نہ کرنے کے لئے کنایہ ہے۔ ﴿ وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ الۡبَسۡطِ ﴾ ''اور نہ کھول اسے بالکل کھول دینا'' ایسا نہ ہو کہ تم ان معاملات میں خرچ کرنے لگو جہاں خرچ کرنا مناسب نہیں یا جتنا خرچ کرنا ہو اس سے زیادہ خرچ کرنے لگو۔ ﴿ فَتَقۡعُدَ ﴾ ''پس تو بیٹھ رہے گا'' اگر تو نے یہ کام کیا ﴿ مَلُوۡمًا ﴾ ''الزام کھایا ہوا'' یعنی اپنے کئے پر ملامت زدہ ہو کر ﴿ مَّحۡسُوۡرًا ﴾ ''ہارا ہوا'' یعنی تم خالی ہاتھ ہو کر رہ جاؤ گے' تمہارے ہاتھ میں مال باقی بچے گا نہ اس کے پیچھے مدح و ثناء...... اور رشتہ داروں کو عطا کرنے کا یہ حکم صرف قدرت اور غنا کی صورت میں ہے۔ رہی تنگدستی اور اخراجات میں عدم گنجائش' تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان کو نہایت اچھے طریقے سے جواب دیا جائے' پس فرمایا: ﴿ وَاِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ تَرۡجُوۡهَا ﴾ ''اگر تو اعراض کرے ان سے اپنے رب کی مہربانی کے انتظار میں جس کی تجھ کو امید ہے'' یعنی اگر تم ان کو عطا نہیں کرتے اور تم اس کو کسی ایسے وقت کے لئے اٹھا رکھتے ہو جب اللہ تمہیں خوشحالی عطا کرے۔ ﴿ فَقُلۡ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّیۡسُوۡرًا ﴾ ''تو کہہ ان کو نرم بات'' یعنی ان سے نرم لہجے میں بات کرو اور اچھا وعدہ کہ جب بھی گنجائش ہوئی تو ان کو عطا کیا جائے گا اور اس وقت عطا کرنا ممکن نہ ہونے پر ان سے معذرت کرے تاکہ جب وہ تمہارے پاس سے واپس جائیں تو ان کے دل مطمئن ہوں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّمَغۡفِرَةٌ خَیۡرٌ مِّنۡ صَدَقَةٍ یَّتۡبَعُهَاۤ اَذًی ﴾ (البقرة: ۲۶۳/۲) ''صدقہ دینے کے بعد ایذا پہنچانے سے تو یہ بہتر ہے کہ نرم بات کہہ دی جائے اور کسی ناگوار بات پر چشم پوشی کی جائے۔'' یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم ہے کہ اس نے ان کو رحمت اور رزق کا انتظار کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ انتظار عبادت ہے۔ اسی طرح ضرورت مندوں کے ساتھ گنجائش اور فراخدستی کے وقت عطا کرنے کا وعدہ کرنا بھی عبادت ہے کیونکہ نیک کام کا ارادہ بھی نیکی ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ مقدور بھر نیکی کرتا رہے

اور جس نیک کام پر اسے قدرت نہیں اسے کرنے کی نیت رکھے تاکہ اسے ثواب ملتا رہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کی امید کے سبب سے اس کے لئے آسانی پیدا کر دے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''بے شک آپ کا رب جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے'' ﴿ وَيَقْدِرُ ﴾ اور جس کے لئے چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔ یہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴾ ''وہ اپنے بندوں کو خوب جاننے والا دیکھنے والا ہے۔'' پس جو اس کے علم کے مطابق ان کے لئے درست ہے' اس پر انہیں جزا دے گا اور اپنے لطف و کرم سے ان کی تدبیر کرے گا۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ

اور مت قتل کرو تم اپنی اولاد کو ڈرتے ہوئے مفلسی سے، ہم ہی رزق دیتے ہیں انہیں اور تمہیں بھی،

اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿٣١﴾

بلاشبہ انکو قتل کرنا ہے گناہ بہت بڑا ○

یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر بے پایاں رحمت ہے۔ وہ اپنے بندوں پر ان کے ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے والدین کو بھوک اور فقر کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کرنے سے منع کیا اور سب کی کفالت کا ذمہ لیا ہے اور آگاہ فرمایا ہے کہ اولاد کو قتل کرنا' بہت بڑی خطا اور کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کا سبب دل کا شفقت سے خالی ہونا اور بچوں کے قتل کی جسارت ہے جن سے کوئی گناہ اور معصیت سرزد نہیں ہوئی۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿٣٢﴾

اور مت قریب جاؤ تم زنا کے، یقیناً وہ ہے بے حیائی اور برا راستہ ○

زنا کے قریب جانے کی ممانعت' زنا کے مجرد فعل کی ممانعت سے زیادہ بلیغ ہے' اس لیے زنا کے قریب جانے کی ممانعت' زنا کے تمام مقدمات اور اس کے اسباب کو شامل ہے کیونکہ اگر کوئی بادشاہ کی مخصوص چراگاہ کے آس پاس پھرتا ہے تو ہو سکتا ہے وہ چراگاہ میں جا داخل ہو۔ خاص طور پر جب کہ بات یہ ہے کہ اکثر نفوس کے اندر زنا کا قوی ترین داعیہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے زنا کی برائیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كَانَ فَاحِشَةً ﴾ ''وہ بے حیائی'' یعنی زنا عقل' شریعت اور فطرت انسانی کے نزدیک بہت بڑی برائی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ' عورت' اس کے گھر والوں اور اس کے شوہر کے حق میں ہتک حرمت' شوہر کے بستر کو خراب کرنے اور انساب وغیرہ کے اختلاط اور دیگر مفاسد کو متضمن ہے۔ ﴿ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴾ ''اور بری راہ ہے۔'' یعنی جو کوئی اس گناہ عظیم کے ارتکاب کی جرأت کرتا ہے

اس کا یہ راستہ بہت ہی برا راستہ ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ

اور مت قتل کرو تم اس جان کو وہ جسے حرام کیا ہے اللہ نے، مگر ساتھ حق کے اور جو کوئی قتل کیا جائے مظلوم تو تحقیق

جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝۳۳

کر دیا ہے ہم نے اس کے وارث کے لیے غلبہ، پس نہ زیادتی کرے وہ قتل میں، بے شک وہ (وارث) ہے مدد دیا ہوا۝

اس آیت کریمہ کا حکم ہر اس جان کو شامل ہے جس کے قتل کو ﴿ حَرَّمَ اللّٰهُ ﴾ ''اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے'' وہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا' مرد ہو یا عورت' آزاد ہو یا غلام اور مسلم ہو یا کافر معاہد ﴿ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ ''سوائے اس (قتل) کے جو برحق ہو'' مثلاً مقتول کے قصاص میں قاتل کو قتل کرنا' شادی شدہ زانی کو قتل کرنا' مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہونے والے مرتد کو قتل کرنا اور باغی کو بغاوت کی حالت میں قتل کرنا جبکہ اس کو قتل کیے بغیر بغاوت پر قابو نہ پایا جا سکتا ہو۔ ﴿ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا ﴾ ''اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے۔'' یعنی جسے ناحق قتل کیا گیا ہو ﴿ فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ ﴾ ''تو کی ہم نے اس کے ولی کے لئے'' یہاں ''ولی'' سے مراد وہ شخص ہے جو مقتول کے ورثاء اور عصبہ میں سے اس کے سب سے زیادہ قریب ہو۔ ﴿ سُلْطٰنًا ﴾ ''دلیل'' یعنی ہم نے مقتول کے ولی کے لئے قاتل سے قصاص لینے کی ظاہری دلیل فراہم کر دی' نیز اسے قدری طور پر بھی قاتل پر اختیار عطا کر دیا ہے مگر یہ اس وقت ہے جب قصاص کی موجب تمام شرائط یکجا ہوں' مثلاً ارادہ اور تعدی کے ساتھ قتل کرنا اور مقتول اور قاتل میں برابری وغیرہ۔ ﴿ فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ﴾ ''پس وہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے۔'' یعنی ولی قاتل کے قتل میں اسراف سے کام نہ لے۔ یہاں ''اسراف'' سے مراد یہ ہے کہ مقتول کا ولی قاتل کو قتل کرنے میں حد سے تجاوز کرے۔ (اس اسراف کی تین صورتیں ہیں۔)

(۱) ولی قاتل کا مثلہ کرے۔ (یعنی اسے ایذا دے دے کر مارے' ناک کاٹے' کان کاٹے' وغیرہ وغیرہ۔)

(۲) ولی قاتل کو کسی ایسی چیز کے ذریعے سے قتل کرے جس کے ذریعے سے مقتول کو قتل نہ کیا گیا ہو۔

(۳) قاتل کو چھوڑ کر کسی اور کو قتل کر دیا جائے۔

اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ صرف ولی کو قصاص لینے کا حق ہے اور ولی کی اجازت کے بغیر قصاص نہیں لیا جا سکتا۔ اگر ولی قاتل کو معاف کر دے تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے' نیز اس میں اس امر کی بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ قاتل اور اس کے مددگاروں کے مقابلے میں مقتول کے ولی کی مدد کرتا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠

اور مت قریب جاؤ تم مال یتیم کے، مگر ساتھ اس طریقے کے کہ وہ بہت ہی اچھا ہو، یہاں تک کہ پہنچ جائے یتیم اپنی جوانی کو،

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾

اور پورا کرو تم عہد کو، بلاشبہ عہد، ہو گی باز پرس (اس کی بابت)۝

یہ اللہ تعالیٰ کا اس یتیم پر اپنی رحمت اور لطف کرم کا اظہار ہے۔ جس کا باپ اس کی چھوٹی عمر میں فوت ہو جائے اور وہ ابھی اپنے مفادات کی معرفت رکھتا ہو نہ ان کا انتظام کر سکتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یتیم کے سرپرستوں کو حکم دیا ہے کہ وہ یتیم اور اس کے مال کی حفاظت کریں اور اس کے مال کی اصلاح کریں اور یہ کہ اس کے قریب بھی نہ جائیں ﴿اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ ''مگر ایسے طریقے سے جو بہتر ہو'' یعنی تم اس کے مال کو تجارت میں لگاؤ' اس کو اتلاف کے خطرے میں نہ ڈالو اور اس میں اضافے اور نشوونما کی خواہش رکھو اور یہ صورت حال اس وقت تک رہے یہاں تک کہ ﴿یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ﴾ ''وہ (یتیم) جوانی کو پہنچ جائے۔'' یعنی بلوغت اور عقل ورشد کی عمر کو پہنچ جائے۔ پس جب وہ بالغ و عاقل ہو جائے تو اس سے سرپرستی زائل ہو جائے گی اور وہ اپنے معاملات کا خود سرپرست بن جائے گا اور اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جائے گا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ﴾ (النساء: ٤/ ٦) ''پس اگر تم ان میں عقل کی پختگی پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔''

﴿وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ﴾ ''اور عہد کو پورا کرو'' جو تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ باندھا ہے' نیز اس عہد کو پورا کرو جو تم نے مخلوق کے ساتھ کیا ہے۔ ﴿اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا﴾ ''عہد کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی۔'' یعنی ایفائے عہد کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا اگر تم نے عہد پورا کیا تو تمہارے لئے بہت بڑا ثواب ہے اور اگر تم نے عہد کو پورا نہ کیا تو تم پر بہت بڑا گناہ ہے۔

وَاَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ذٰلِكَ خَیْرٌ

اور پورا کرو تم ماپ کو جب ماپو تم، اور تولو تم ساتھ ترازو سیدھی کے، یہ بہت ہی بہتر ہے

وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۳۵﴾

اور بہت اچھا ہے باعتبار انجام کے ۝

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عدل اور ناپ تول کو بغیر کسی کمی کے انصاف کے ساتھ پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ آیت کے عمومی معنی سے دھوکہ دہی' اندازے سے قیمت لگانے' کسی چیز کی قیمت طے ہونے کے بعد کسی دوسرے شخص کی طرف سے قیمت لگانے کی ممانعت اور معاملات میں خیر خواہی اور صداقت مستنبط ہوتی ہے۔

﴿ذٰلِكَ خَیْرٌ﴾ ''یہ بہتر ہے'' اس کے نہ ہونے سے ﴿وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ ''اور اس کا انجام اچھا ہے'' یعنی یہ عدل انجام کے اعتبار سے بہتر ہے' بندہ تاوان اور نقصان سے محفوظ رہتا ہے اور عدل و انصاف اور ناپ تول پورا کرنے سے برکت نازل ہوتی ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ

اور نہ پیچھا کریں آپ اس چیز کا کہ نہیں ہے آپ کو اس چیز کا کوئی علم، بلاشبہ کان اور آنکھ اور دل،

كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــــُٔوْلًا ۳۶

ہر ایک (کی بابت) ان میں سے، ہوگی اس سے باز پرس ○

یعنی اس چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہیں بلکہ تم جو کچھ کہتے یا کرتے ہو اس کے بارے میں پوری تحقیق کر لیا کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ تمہارا قول و فعل یوں ہی ختم ہو جائے گا، تمہیں اس کا کوئی فائدہ یا نقصان نہیں ہوگا۔ ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــــُٔوْلًا﴾ ''بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی'' پس جو بندہ یہ جانتا ہے کہ اس سے اس کے قول و فعل کے بارے میں پوچھا جائے گا اور اس بارے میں اسے جواب دہی کرنی ہوگی کہ اس نے اپنے ان اعضاء کو کہاں کہاں استعمال کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے..... اس پر لازم ہے کہ وہ اس سوال کا جواب تیار کر لے۔ ان امور کا جواب اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس نے ان اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں استعمال نہ کیا ہو دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص نہ کیا ہو اور ان باتوں سے باز نہ رہا ہو جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ

اور مت چل تو زمین میں اتراتے ہوئے، بلاشبہ تو ہرگز نہیں پھاڑ سکے گا زمین کو اور ہرگز نہیں پہنچ سکے گا تو پہاڑوں کو

طُوْلًا ۳۷ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۳۸ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى

لمبائی میں ○ تمام یہ (مذکورہ کام) ہے برائی ان کی نزدیک آپ کے رب کے ناپسند ○ یہ اس میں سے ہے جو وحی کی ہے

اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى

آپ کی طرف آپ کے رب نے حکمت سے، اور نہ ٹھہراؤ ساتھ اللہ کے معبود دوسرا، پس ڈال دیئے جاؤ گے

فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۳۹

جہنم میں ملامت زدہ، دھتکارے ہوئے ○

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا﴾ ''اور زمین میں اتراتا ہوا مت چل'' یعنی تکبر، غرور، اتراہٹ، حق کے سامنے استکبار اور تکبر کے ساتھ مخلوق سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے زمین پر مت چلو۔ ﴿اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾ ''بے شک تو پھاڑ نہ ڈالے گا زمین کو اور نہ پہنچے گا پہاڑوں کو لمبا ہو کر'' بلکہ اس کے برعکس تو اللہ تعالیٰ کے سامنے بہت حقیر ہوگا اور مخلوق کے نزدیک بہت ذلیل، ناپسندیدہ اور مذموم ہوگا۔ بلاشبہ جن چیزوں کا تو نے قصد کیا ہے ان میں بغیر سوچے سمجھے تو نے بدترین اور رذیل ترین اخلاق کا اکتساب

کیا ہے۔ ﴿ کُلُّ ذٰلِکَ ﴾ مذکورہ تمام امور جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے جن کا ذکر گزشتہ سطور میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ﴾ میں گزر چکا ہے' نیز والدین کی نافرمانی وغیرہ۔ ﴿ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴾ ''اس کی برائی آپ کے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے'' یعنی ان میں سے ہر برائی کا ارتکاب کرنے والوں کے ساتھ یہ برائی برا سلوک کرے گی اور ان کو نقصان پہنچائے گی اور اللہ تعالیٰ اس برائی کو ناپسند کرتا اور اس کا انکار کرتا ہے۔

﴿ ذٰلِكَ ﴾ ''یہ ہے'' یعنی یہ احکام جلیلہ جن کو ہم نے واضح کر کے بیان کر دیا ہے ﴿ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ﴾ ''ان باتوں میں سے ہیں جو وحی بھیجی آپ کے رب نے آپ کی طرف حکمت کے کاموں سے'' اور حکمت محاسن اعمال' مکارم اخلاق کے حکم اور اخلاق رذیلہ اور اعمال قبیحہ سے ممانعت کا نام ہے اور یہ اعمال جو ان آیات کریمہ میں مذکور ہیں' حکمت عالیہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کو رب کائنات نے' افضل ترین کتاب' قرآن کریم میں سید المرسلین ﷺ کی طرف وحی کیا تاکہ آپ بہترین امت کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیں اور جسے یہ حکمت عطا کر دی گئی اسے خیر کثیر عطا کر دی گئی۔ پھر آیت کریمہ کو غیر اللہ کی عبادت کی ممانعت پر ختم کیا جیسا کہ غیر اللہ کی عبادت کی ممانعت سے اس کی ابتدا کی تھی۔ فرمایا: ﴿ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ ﴾ ''اور نہ ٹھہرا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود پھر پڑے گا تو جہنم میں'' یعنی ابد الآباد تک جہنم میں رہے گا۔ کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے ﴿ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴾ ''ملامت زدہ دھتکارا ہوا'' یعنی تیرے لئے ملامت اور لعنت ہوگی اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی طرف سے۔

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ

کیا چن لیا ہے تمہیں تمہارے رب نے ساتھ بیٹوں کے، اور بنا لیا (خود) فرشتوں کو بیٹیاں؟

اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع

بلاشبہ تم البتہ کہتے ہو بات بہت بڑی (خطرناک) ○

یہ اس شخص پر نہایت شدت سے نکیر ہے جس کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بعض ہستیوں کو اپنی بیٹیاں بنا لیا ہے بنا بریں فرمایا: ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴾ ''کیا تمہارے رب نے تم کو لڑکے دیے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے چن کر تمہارے لئے کامل ترین حصہ مقرر کر دیا اور خود فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنا لیا...... کیونکہ مشرکین کا یہ خیال تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ ﴿ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ ''بے شک تم کہتے ہو بھاری بات۔'' تمہارا یہ قول اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت بڑی جسارت ہے کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد منسوب

کر دی۔ تمہارا قول اس بات کو متضمن ہے کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور اس کی کچھ مخلوق اس سے بے نیاز ہے اور تم نے اللہ تعالیٰ کے حق میں اولاد کی دونوں قسموں میں سے زیادہ ردی قسم کا فیصلہ کیا یعنی تم نے اس کی طرف بیٹیوں کو منسوب کر دیا' حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں بیٹے عطا کیے۔ پس بہت بلند ہے اللہ تعالیٰ اس بات سے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔

وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِیۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِیَذَّكَّرُوۡا ؕ وَمَا یَزِیۡدُهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرًا ﴿۴۱﴾ قُلۡ لَّوۡ كَانَ

اور البتہ تحقیق پھیر پھیر کر بیان کیا ہم نے اس قرآن میں، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، اور نہیں زیادہ کرتا یہ انکو مگر نفرت ہی میں ○ کہہ دیجئے، اگر ہوتے

مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوۡلُوۡنَ اِذًا لَّابۡتَغَوۡا اِلٰی ذِی الۡعَرۡشِ سَبِیۡلًا ﴿۴۲﴾ سُبۡحٰنَهٗ

اللہ کے ساتھ اور معبود جیسا کہ کہتے ہیں وہ (مشرک) تو اس وقت البتہ تلاش کرتے وہ (معبود) طرف عرش والے (اللہ) کے کوئی راستہ ○ پاک ہے وہ،

وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوۡلُوۡنَ عُلُوًّا كَبِیۡرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَالۡاَرۡضُ

اور برتر ہے ان سے جو وہ (مشرک) کہتے ہیں، برتر بہت زیادہ ○ پاکیزگی بیان کرتے ہیں اسکی ساتوں آسمان اور زمین بھی،

وَمَنۡ فِیۡهِنَّ ؕ وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ

اور جو (مخلوق) ان میں ہے، اور نہیں ہے کوئی چیز مگر وہ تسبیح بیان کرتی ہے ساتھ اس کی حمد کے، لیکن نہیں سمجھتے تم

تَسۡبِیۡحَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۴﴾

تسبیح ان کی، بلاشبہ وہ ہے نہایت حوصلے والا، بہت بخشنے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے قرآن مجید میں اپنے بندوں کے لیے مختلف انواع کے احکام واضح کر کے بیان کیے ہیں اور اپنی دعوت کی حقانیت پر بہت سے دلائل اور براہین بیان کیے ہیں اور انہیں وعظ ونصیحت کی ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں جس سے انہیں فائدہ ہو اور اسے اپنا لائحہ عمل بنائیں اور جس سے نقصان ہو اسے چھوڑ دیں۔ مگر اکثر لوگ باطل سے محبت اور حق کے خلاف بغض رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات سے بدک کر دور بھاگتے ہیں حتیٰ کہ وہ باطل کے لیے تعصب میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے آیات الٰہی کو سنا نہ ان کی کوئی پروا کی۔

جس موضوع پر اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ دلائل وبراہین بیان کیے' وہ توحید ہے جو تمام اصولوں کی اساس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور اس کی ضد سے روکا ہے اور اس پر بہت سے عقلی اور نقلی دلائل بیان کیے ہیں۔ جو کوئی ان میں سے کسی پر توجہ دیتا ہے تو اس کے قلب میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔ ان دلائل میں سے ایک عقلی دلیل یہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یہاں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے ﴿ قُلۡ ﴾ یعنی ان مشرکین سے کہہ دیجئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور بھی معبود بنا لیے ہیں ﴿ لَّوۡ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوۡلُوۡنَ ﴾ ''اگر اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں'' یعنی ان کے زعم اور افترا پردازی کے مطابق ﴿ اِذًا لَّابۡتَغَوۡا اِلٰی

﴿ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا﴾ ”تو نکالتے صاحب عرش کی طرف کوئی راستہ“ یعنی وہ عبادت‘ انابت‘ تقرب اور وسیلے کے ذریعے سے ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی راستہ تلاش کرتے۔ پس وہ شخص جو اپنے آپ کو اپنے رب کی عبودیت کا نہایت شدت سے محتاج سمجھتا ہے‘ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کو معبود کیسے قرار دے سکتا ہے؟ کیا یہ سب سے بڑا ظلم اور سب سے بڑی سفاہت نہیں ہے؟

اس معنی کے مطابق یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد جیسی ہے۔ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ﴾ (بنی اسرائیل: ١٧/٥٧) ”جن لوگوں کو یہ پکارتے ہیں وہ تو خود اللہ کے ہاں تقرب کے حصول کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ کون اس کے قریب تر ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے۔ ﴿وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَؕ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِیَآءَ﴾ (الفرقان: ٢٥/١٧۔١٨) ”اور جس روز وہ ان لوگوں کو اکٹھا کرے گا اور ان کو بھی جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر پوجا کرتے ہیں‘ پھر ان سے پوچھے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ یا وہ خود گمراہ ہو گئے تھے؟ وہ جواب دیں گے تیری ذات پاک ہے ہمارے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ ہم تجھے چھوڑ کر کسی اور کو اپنا مولا بنائیں۔“

اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر غالب آنے کے لئے کوشش کرتے اور کوئی راستہ تلاش کرتے۔ پس یا تو وہ اس پر غالب آجاتے اور جو غالب آجاتا وہی رب اور الٰہ ہوتا لیکن جیسا کہ انہیں علم ہے اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ ان کے خود ساختہ معبود جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں‘ مقہور و مجبور اور مغلوب ہیں انہیں کسی چیز کا کوئی اختیار نہیں‘ ان کا یہ حال ہوتے ہوئے پھر ان کو انہوں نے معبود کیوں بنایا ہے؟ تب اس معنی کے مطابق یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مشابہ ہے۔ ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ﴾ (المؤمنون: ٢٣/٩١) ”اللہ نے کوئی بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوق لے کر الگ ہو جاتا پھر تمام ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے۔“ فرمایا: ﴿سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی﴾ ”وہ پاک اور بلند ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ مقدس اور منزہ ہے اس کے اوصاف عالیشان ہیں ﴿عَمَّا یَقُوْلُوْنَ﴾ ”ان سے جو وہ کہتے ہیں“ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے اور ان کے اس کا ہمسر بنا لینے سے پاک ہے ﴿عُلُوًّا كَبِیْرًا﴾ ”بہت بلند۔“ پس وہ عالی قدر اور عظیم الشان ہے اور اس کی کبریائی ظاہر ہے اس کی کبریائی برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہو۔ جو کوئی اس بات کا قائل ہے وہ صاف گمراہ اور بہت بڑا ظالم ہے۔ اس کی عظمت کے سامنے بڑی بڑی مخلوقات نہایت عاجز اور اس کی کبریائی کے سامنے بہت حقیر ہیں۔ ساتوں آسمان اور جو کچھ ان کے اندر موجود ہے اور

ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان کے اوپر ہے' سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ﴿ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ﴾ (الزمر : ٣٩/٦٧) ''قیامت کے روز تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔''

تمام عالم علوی اور عالم سفلی اپنی ذات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اور یہ احتیاج کسی وقت بھی ان سے جدا نہیں ہوتی یہ فقر و احتیاج ہر لحاظ سے' تخلیق' رزق اور تدبیر کی احتیاج ہے نیز یہ اضطراری طور پر بھی فقر و احتیاج ہے کہ ان کا کوئی معبود و محبوب ہو جس کا وہ تقرب حاصل کریں اور ہر حال میں اس کی پناہ لیں۔ بنا بریں فرمایا ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ ﴾ ''اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے اور نہیں ہے کوئی چیز۔'' یعنی حیوان ناطق' حیوان غیر ناطق' درخت' نباتات' جمادات' زندہ اور مردہ ﴿ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ﴾ ''مگر تسبیح بیان کرتی ہے اس کی خوبیوں کے ساتھ'' اپنی زبانِ حال اور زبانِ مقال سے ﴿ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ﴾ ''لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے'' یعنی تم باقی تمام مخلوقات کی تسبیح نہیں سمجھتے جن کی زبان تمہاری زبان سے مختلف ہے۔ مگر اللہ علام الغیوب ان سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴾ ''بے شک وہ بردبار اور بڑا بخشنے والا ہے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی فوراً سزا نہیں دیتا جو اس کے بارے میں ایسی بات کہتا ہے کہ اس کی اس بات سے آسمان پھٹ جائیں اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔ مگر اللہ تعالیٰ انہیں مہلت دیتا ہے' انہیں نعمتوں سے نوازتا ہے' ان سے درگزر کرتا ہے' ان کو رزق عطا کرتا ہے اور ان کو اپنے دروازے پر بلاتا ہے تاکہ وہ اس گناہ عظیم سے توبہ کریں اور وہ ان کو ثواب جزیل عطا کرے اور ان کے گناہ بخش دے۔ اگر اس کا حلم اور مغفرت نہ ہوتی تو آسمان زمین پر گر پڑتے اور زمین کی پیٹھ پر ایک جاندار بھی زندہ نہ بچتا۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا

اور جب پڑھتے ہیں آپ قرآن، تو بنا دیتے ہیں ہم درمیان آپکے اور درمیان ان لوگوں کے جو نہیں ایمان لاتے ساتھ آخرت کے ایک پردہ

مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ

چھپا ہوا ○ اور بنا دیے ہم نے اوپر انکے دلوں کے پردے (اس سے) کہ وہ سمجھیں اسکو اور انکے کانوں میں ڈاٹ ہیں، اور جب ذکر کرتے ہیں آپ

رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ

اپنے رب کا قرآن میں تنہا اسی کا تو پھر جاتے ہیں وہ اوپر اپنی پیٹھوں کے نفرت سے ○ ہم خوب جانتے ہیں اس (نیت) کو کہ سنتے ہیں وہ (قرآن کو)

بِهٖٓ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا

ساتھ اسکے، جب کان لگاتے ہیں وہ آپکی طرف، اور جب وہ سرگوشیاں کرتے ہیں (یعنی) جب کہتے ہیں ظالم لوگ، کہ نہیں پیروی کرتے تم مگر

رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾

آدمی سحر زدہ کی ○ دیکھیے! کس طرح بیان کرتے ہیں وہ آپ کے لیے مثالیں؟ پس گمراہ ہو گئے وہ، سو نہیں پا سکتے وہ راستہ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ حق کی تکذیب کرنے والوں کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے' جنہوں نے حق کو ٹھکرایا اور اس سے روگردانی کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے ایمان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ ﴾ ''اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں'' جس کے اندر وعظ وتذکیر' ہدایت وایمان' بھلائی اور علم کثیر ہے۔ ﴿ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴾ ''تو ہم کر دیتے ہیں آپ کے اور ان کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے' ایک چھپا ہوا پردہ۔'' جو انہیں اس کے حقیقی فہم' اس کے حقائق کے تحقق اور جس بھلائی کی طرف یہ دعوت دیتا ہے اس کی اطاعت سے محجوب (آڑ) کر دیتا ہے۔ ﴿ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً ﴾ ''اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں'' ان کے ہوتے ہوئے یہ اس قرآن کو سمجھنے سے عاری ہیں۔ البتہ یہ اسے اس طرح سنتے ہیں جس سے ان پر حجت قائم ہو جاتی ہے۔ ﴿ وَّفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ﴾ ''اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے'' یعنی ان کے کان قرآن سننے سے بہرے ہیں۔ ﴿ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ ﴾ ''اور جب آپ ذکر کرتے ہیں اپنے رب کا قرآن میں کہ وہ اکیلا ہے'' یعنی توحید کی طرف دعوت دیتے ہوئے اور شرک سے روکتے ہوئے ﴿ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴾ ''تو بھاگ جاتے ہیں اپنی پیٹھ پر بدک کر'' قرآن سے نہایت سخت بغض رکھنے اور اپنے باطل موقف سے محبت کی وجہ سے منہ پھیر کر چلے جاتے ہیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ (الزمر: ۴۵/۳۹) ''جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل کراہت کی وجہ سے منقبض ہو جاتے ہیں اور جب اللہ کے سوا خود ساختہ خداؤں کا ذکر کیا جاتا ہے تو خوشی سے کھل جاتے ہیں۔''

﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ ﴾ ''ہم خوب جانتے ہیں جس واسطے یہ سنتے ہیں'' یعنی ہم نے ان کو قرآن کے استماع کے وقت اس سے فائدہ اٹھانے سے روک دیا ہے کیونکہ ہم ان کے برے ارادوں کا علم رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی چھوٹی سی بات ہی ہاتھ آئے تاکہ اس کے ذریعے سے اس میں عیب جوئی کریں۔ ان کا قرآن سننا طلب ہدایت اور قبول حق کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس وہ تو اس کی عدم اطاعت کا تہیہ کئے ہوئے ہیں اور جن کا یہ حال ہو تو استماع قرآن ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا' اس لئے فرمایا: ﴿ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى ﴾ ''جب وہ کان لگاتے ہیں آپ کی طرف اور جب وہ مشاورت کرتے ہیں'' یعنی جب وہ ایک دوسرے کے ساتھ سرگوشی کرتے ہیں۔ ﴿ اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ ''جب کہ ظالم کہتے ہیں'' اپنی سرگوشیوں میں: ﴿ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ

﴿اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾ ''جس کی تم پیروی کرتے ہو' وہ تو ایک سحرزدہ آدمی ہے۔'' پس جب ان کی باہمی سرگوشی اس طرح کی بے انصافی پر مبنی ہوتی تھی جس کی بنیاد اس امر پر تھی کہ یہ شخص جادوزدہ ہے تو اس لیے وہ اس کے قول کا اعتبار نہیں کرتے اور سمجھتے تھے کہ یہ شخص نامعقول باتیں کرتا ہے اور اسے خود بھی معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

﴿اُنْظُرْ﴾ یعنی تعجب کے ساتھ ان کی طرف دیکھئے۔ ﴿كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ﴾ ''کیسے بیان کرتے ہیں وہ آپ کے لئے مثالیں'' جو کہ گمراہ ترین اور حق وصواب سے سب سے زیادہ ہٹی ہوئی مثالیں ہیں ﴿فَضَلُّوْا﴾ ''پس وہ گمراہ ہوگئے۔'' یعنی اس بارے میں وہ گمراہ ہو گئے یا یہ ضرب الامثال ان کی گمراہی کا سبب بن گئیں کیونکہ انہوں نے اپنے معاملات کی بنیاد ان مثالوں پر رکھی اور کسی فاسد چیز پر رکھی ہوئی بنیاد اس سے زیادہ فاسد ہوتی ہے۔ ﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ ''پس وہ راہ نہیں پا سکتے'' یعنی انہیں کسی طور بھی راستہ نہیں مل سکتا' اس لئے ان کے نصیب میں محض گمراہی اور صرف ظلم ہے۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ

اور کہا انہوں نے، کیا جب ہو جائیں گے ہم ہڈیاں اور چورا چورا تو کیا بیشک ہم البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے پیدا کر کے نئے سرے سے؟○ کہہ دیجیے!

كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ

ہو جاؤ تم پتھر یا لوہا○ یا (کوئی اور) مخلوق اس میں سے جو بڑی معلوم ہو تمہارے سینوں (دلوں) میں، پھر عنقریب کہیں گے وہ، کون

يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ

دوبارہ لوٹائے گا ہمیں؟ آپ کہہ دیں، وہی جس نے پیدا کیا تمہیں پہلی بار، پھر عنقریب وہ ہلائیں گے آپ کی طرف اپنے سر اور وہ کہیں گے

مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ

کب ہوگا وہ؟ کہہ دیجیے! شاید کہ ہو وہ قریب ہی○ جس دن وہ (اللہ) بلائے گا تمہیں تو تم تعمیل ارشاد کرو گے،

بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ ع ۵

حمد کرتے ہوئے اس کی، اور تم گمان کرو گے کہ نہیں ٹھہرے تم مگر تھوڑا (سا وقت)○

اللہ تبارک و تعالیٰ' زندگی بعد موت کا انکار کرنے والوں' اس کو جھٹلانے والوں اور اس کو بعید سمجھنے والوں کا یہ قول نقل کرتا ہے۔ ﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا﴾ ''کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں اور چورا چورا'' یعنی جب ہم بوسیدہ ہو جائیں گے ﴿ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا﴾ ''کیا پھر ہم اٹھیں گے نئے بن کر؟'' یعنی ایسا نہیں ہو سکتا ان کے زعم کے مطابق یہ بہت محال ہے۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی تکذیب کر کے اور اس کی آیات کو جھٹلا کر سخت جہالت کا ثبوت دیا ہے' خالق کائنات کی قدرت کو اپنی کمزور اور عاجز قدرت پر قیاس کیا ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ایسا کرنا ان کے بس میں نہیں اور وہ اس پر قدرت نہیں رکھتے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت

کو بھی اسی پر قیاس کر لیا۔

پس پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق میں سے کچھ لوگوں کو جہالت کی مثال بنایا ہے...... اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت عقلمند ہیں' حالانکہ ان کی جہالت سب سے واضح' سب سے نمایاں' دلائل و براہین کے اعتبار سے سب سے روشن اور سب سے بلند ہے...... تا کہ وہ اپنے بندوں کو دکھائے کہ یہاں سوائے اس کی توفیق اور اعانت یا ہلاکت اور ضلالت کے کچھ بھی نہیں۔ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (آل عمران : ٣/٨) ''اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت بخش دینے کے بعد ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر ہمیں اپنی رحمت سے نواز' بے شک تو بہت نوازنے والا ہے۔''

بنابریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ زندگی بعد موت کو بعید سمجھنے والوں سے کہہ دیں ﴿كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ﴾ ''تم ہو جاؤ پتھر یا لوہا یا کوئی ایسی مخلوق جس کو تم مشکل سمجھو اپنے جی میں'' تا کہ تم اس طرح اپنے زعم کے مطابق اس بات سے محفوظ ہو جاؤ کہ تم قدرت الٰہی کی گرفت میں آ ؤ یا اس کی مشیت تمہاری بابت نافذ ہو۔ پس تم کسی بھی حالت میں اور کسی بھی وصف میں منتقل ہو کر اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے اور اس زندگی میں اور موت کے بعد تم اپنے بارے میں کسی تدبیر کا اختیار نہیں رکھتے' اس لئے تدبیر اور تصرف اس ہستی کے لئے چھوڑ دو جو ہر چیز پر قادر اور ہر چیز پر محیط ہے۔

﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''پس وہ کہیں گے'' یعنی جب آپ زندگی بعد موت کے بارے میں ان پر حجت قائم کرتے ہیں۔ ﴿مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''کون لوٹا کر لائے گا ہم کو؟ کہہ دیجئے! وہ جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔'' یعنی جب تم کوئی قابل ذکر چیز نہ تھے اس نے تمہیں پیدا کیا اسی طرح وہ تمہیں نئے سرے سے پیدا کرے گا۔ ﴿كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ﴾ (الانبیاء : ٢١/١٠٤) ''جس طرح ہم نے تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم تخلیق کا اعادہ کریں گے۔'' ﴿فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ﴾ ''تو (تعجب سے) تمہارے آگے سر ہلائیں گے۔'' یعنی وہ آپ کی بات پر تعجب اور انکار سے سر ہلاتے ہیں ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ﴾ ''اور کہتے ہیں کہ یہ کب ہوگا؟'' یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا وقت کب ہوگا جیسا کہ تم کہتے ہو۔ یہ ان کی طرف سے زندگی بعد موت کا اقرار نہیں' بلکہ یہ ان کی سفاہت اور بزعم خود دلیل میں بے بس کرنا ہے۔ ﴿قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا﴾ ''کہہ دیجئے! شاید یہ نزدیک ہی ہوگا'' اس لئے اس کے وقت کے تعین کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کا فائدہ اور اس کا دارومدار تو اس کے اقرار اس کی تحقیق اور اس کے اثبات میں ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اسے ضرور آنا ہے اس اعتبار سے وہ قریب ہی ہے۔

﴿يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ﴾ ''جس دن وہ تم کو پکارے گا'' جب موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے لئے اللہ

تعالیٰ تمہیں پکارے گا اور صور پھونکا جائے گا۔ ﴿ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ ﴾ ''پس تم اس کی خوبی بیان کرتے ہوئے چلے آؤ گے'' یعنی تم اس کے حکم کی تعمیل کرو گے اور تم اس کی نافرمانی نہیں کر سکو گے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ بِحَمْدِهٖ ﴾ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فعل پر قابل ستائش ہے۔ جب وہ اپنے بندوں کو قیامت کے روز اکٹھا کرے گا تو ان کو جزا دے گا۔ ﴿ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ ''اور تم خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) تھوڑا ہی عرصہ ٹھہرے ہو'' یعنی قیامت کے نہایت سرعت کے ساتھ واقع ہونے کی بنا پر اور جو نعمتیں تمہیں حاصل رہی ہیں۔ گویا کہ یہ سب کچھ واقع ہوا ہی نہیں۔ پس وہ لوگ جو قیامت کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے: ﴿ مَتٰى هُوَ ﴾ ''قیامت کا دن کب ہوگا؟'' وہ قیامت کے ورود کے وقت بہت نادم ہوں گے اور ان سے کہا جائے گا: ﴿ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ (المطففین: ۱۷/۸۳) ''یہ وہی دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ

اور کہہ دیجیے! میرے بندوں سے کہ وہ کہیں وہ بات کہ وہ بہت ہی اچھی ہو، بلا شبہ شیطان جھگڑا ڈلواتا ہے انکے درمیان، بیشک شیطان،

كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ

ہے واسطے انسان کے دشمن صریح○ تمہارا رب خوب جانتا ہے تمہیں، اگر وہ چاہے تو رحم کرے تم پر یا اگر چاہے

یُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ

تو عذاب دے تمہیں، اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر ذمے دار (بنا کر)○ اور آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو جو آسمانوں میں

وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

اور زمین میں ہیں، اور البتہ تحقیق فضیلت دی ہم نے بعض نبیوں کو اوپر بعض کے، اور دی ہم نے داود کو زبور○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم ہے کہ اس نے انہیں بہتر اخلاق، اعمال اور اقوال کا حکم دیا ہے جو دنیا و آخرت کی سعادت کے موجب ہیں چنانچہ فرمایا: ﴿ وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾ ''کہہ دو، میرے بندوں سے، بات وہی کہیں جو اچھی ہو'' یہ ہر اس کلام کے بارے میں حکم ہے جو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہے مثلاً قراءت قرآن، ذکر الٰہی، حصول علم، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور لوگوں کے ساتھ ان کے حسب مراتب اور حسب منزلت شیریں کلامی وغیرہ۔ اگر دو اچھے امور درپیش ہوں اور ان دونوں میں جمع و تطبیق ممکن نہ ہو تو ان میں جو بہتر ہو اس کو ترجیح دی جائے اور اچھی بات ہمیشہ خلق جمیل اور عمل صالح کو دعوت دیتی ہے، اس لیے جسے اپنی زبان پر اختیار ہے اس کے تمام معاملات اس کے اختیار میں ہیں۔ ﴿ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ﴾ ''بے شک شیطان ان کے درمیان جھڑپ کرواتا ہے'' یعنی شیطان بندوں کے دین و دنیا کو خراب کر کے ان کے درمیان فساد پھیلانا چاہتا ہے اور اس فساد کی دوا یہ ہے کہ وہ بری باتوں میں شیطان کی پیروی نہ کریں جن کی طرف شیطان

دعوت دیتا رہتا ہے اور آپس میں نرم رویہ اختیار کریں تا کہ شیطان کی ریشہ دوانیوں کا قلع قمع ہو جوان کے درمیان فساد کا بیج بوتا رہتا ہے‘ اس لئے کہ شیطان ان کا حقیقی دشمن ہے اور ان پر لازم ہے کہ وہ شیطان کے خلاف مصروف جنگ رہیں۔ اس لیے کہ وہ تو انہیں دعوت دیتا رہتا ہے ﴿ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحٰبِ السَّعِيرِ ﴾ (فاطر: ۶/۳۵) ”تا کہ وہ جہنم والے بن جائیں۔“ اگر چہ شیطان ان کے درمیان فساد اور عداوت ڈالنے کی بھر پور کوشش کرتا ہے لیکن اس بارے میں کامل حزم واحتیاط یہ ہے کہ اپنے دشمن شیطان کی مخالفت کی جائے‘ نفس امارہ کا قلع قمع کیا جائے جس کے راستے سے شیطان داخل ہوتا ہے‘ اس طرح وہ اپنے رب کی اطاعت کر سکیں گے‘ ان کا معاملہ درست رہے گا اور راہ ہدایت پالیں گے۔

﴿ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ﴾ ”تمہارا رب تمہارے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہے“ اس لئے تمہارے لئے وہی چاہتا ہے جس میں تمہاری بھلائی ہے اور تمہیں صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں تمہاری کوئی مصلحت ہے بسا اوقات تم ایک چیز کا ارادہ کرتے ہو مگر بھلائی اس کے برعکس کسی اور چیز میں ہوتی ہے۔ ﴿ إِنْ يَشَأْ يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِنْ يَشَأْ يُعَذِّبْكُمْ ﴾ ”اگر وہ چاہے‘ تو تم پر رحم کرے اور اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے۔“ پس جسے چاہتا ہے اسباب رحمت کی توفیق عطا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو اس کے حال پر چھوڑ کر اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ پس وہ اسباب رحمت سے محروم ہو کر عذاب کا مستحق بن جاتا ہے۔ ﴿ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴾ ”اور ہم نے آپ کو ان پر ذمے دار بنا کر نہیں بھیجا“ کہ آپ ان کے معاملات کی تدبیر کریں اور ان کو جزا دیں۔ وکیل اور کارساز تو صرف اللہ ہے اور آپ تو صرف صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔

﴿ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ﴾ ”اور آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں“ یعنی وہ تمام مخلوق کو جانتا ہے۔ پس ان میں سے جو کوئی جس چیز کا مستحق ہے اور اس کی حکمت جس کا تقاضا کرتی ہے اسے وہی عطا کرتا ہے اور وہ تمام حسی اور معنوی خصائل میں ان کو ایک دوسرے پر فضیلت عطا کرتا ہے۔ جیسے اس نے بعض انبیاء علیہم السلام کو وحی میں ان کے اشتراک کے باوجود بعض فضائل اور خصائص میں‘ جو محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے‘ بعض پر فضیلت دی ہے‘ مثلاً اوصاف ممدوحہ‘ اخلاق جمیلہ‘ اعمال صالحہ‘ کثرت متبعین اور ان میں سے بعض پر کتابوں کا نزول جو عقائد اور احکام شریعت پر مشتمل ہیں‘ جیسا کہ داؤد علیہ السلام پر زبور نازل فرمائی جو کہ ایک معروف آسمانی کتاب ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے اور ان میں سے بعض کو کتاب شریعت عطا کی‘ تو پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے کفار اس کتاب اور نبوت کا کیوں انکار کرتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی اور اس فضیلت کا کیوں انکار کرتے ہیں جو آپ کو عطا کی گئی۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿٥٦﴾

کہہ دیجیے! بلاؤ ان کو جنہیں (معبود) سمجھتے ہو تم سوائے اللہ کے، پس نہیں وہ اختیار رکھتے تکلیف ہٹانے کا تم سے، اور نہ (اسے) بدلنے ہی کا○

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ

یہ لوگ جنہیں وہ (مشرک) پکارتے ہیں، تلاش کرتے ہیں وہ اپنے رب کی طرف ذریعہ قرب کہ کونسا ان کا زیادہ قریب ہے (اللہ سے)؟

وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿٥٧﴾

اور امید رکھتے ہیں وہ اسکی رحمت کی، اور ڈرتے ہیں وہ اسکے عذاب سے، بلاشبہ عذاب آپکے رب کا (واقعی) ہے ڈرنے کی چیز○

﴿قُلِ﴾ ''کہہ دیجیے۔'' یعنی مشرکین سے ان کے اعتقاد کی صحت پر دلیل طلب کرتے ہوئے کہہ دیجیے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں، جن کی یہ اسی طرح عبادت کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے، جن کو یہ اسی طرح پکارتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں...... کہ اگر وہ سچے ہیں تو ﴿ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ﴾ ''پکارو تم ان کو جن کو تم گمان کرتے ہو'' یعنی جن کے بارے میں تم اس زعم میں مبتلا ہو کہ وہ معبود ہیں ﴿مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ ''اللہ کو چھوڑ کر'' پس غور کرو کہ آیا وہ تمہیں کوئی نفع دے سکتے ہیں یا تمہیں کسی نقصان سے بچا سکتے ہیں۔ ﴿فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ﴾ ''سو وہ نہیں اختیار رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے کا'' یعنی یہ خود ساختہ معبود، فقر اور سختی وغیرہ کو بالکل دور نہیں کر سکتے۔ ﴿وَلَا تَحْوِيْلًا﴾ ''اور نہ بدلنے کا'' اور نہ یہ باطل معبود کسی سختی کو کسی ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہی کر سکتے ہیں۔ پس جب ان باطل معبودوں کے یہ اوصاف ہیں تو تم اللہ کے سوا انہیں کس لئے پکارتے ہو؟ یہ کسی کمال کے مالک ہیں نہ افعال نافعہ کے۔ تب ان بے بس اور بے اختیار ہستیوں کو معبود بنانا عقل و دین کی کمی اور رائے کی سفاہت ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جب انسان سفاہت میں پڑے رہنے کی وجہ سے اس کا عادی ہو جاتا ہے اور اس کو اپنے گمراہ آباء واجداد سے اخذ کرتا ہے تو اسی سفاہت کو انتہائی درست رائے اور عقل مندی سمجھنے لگتا ہے اور اس کے برعکس اللہ واحد کے لئے...... جو تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کرنے والا ہے...... اخلاص کو سفاہت خیال کرتا ہے۔ یہ کتنا تعجب خیز معاملہ ہے، جیسا کہ مشرکین کا قول ہے: ﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ (صٓ: ٣٨/٥) ''کیا اس نے بہت سے معبودوں کو ایک معبود بنا دیا ہے یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔''

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ مشرکین اللہ کے سوا جن لوگوں کی عبادت کرتے ہیں وہ ان سے بے خبر ہیں، وہ خود اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اس کی طرف وسیلہ کے متلاشی ہیں۔ فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ﴾ ''وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں'' یعنی انبیاء و صالحین اور فرشتے ﴿يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ﴾ ''وہ ڈھونڈتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ کہ کون زیادہ نزدیک ہے'' یعنی اپنے رب کے قرب کے حصول کے

لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور مقدور بھر ایسے اعمال میں اپنی پوری کوشش صرف کرتے ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہیں ﴿ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ﴾ ''اور اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔'' پس وہ ہر اس کام سے اجتناب کرتے ہیں جو عذاب کا موجب ہے۔ ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴾ ''آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کے لائق ہے'' اس لئے ضروری ہے کہ ان تمام اسباب سے بچا جائے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے موجب ہیں۔

خوف' امید اور محبت' یہ تین امور جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقربین کا وصف قرار دیا ہے' ہر بھلائی کی اساس ہیں۔ جس نے ان تینوں امور کی تکمیل کر لی' اس کے تمام امور مکمل ہو گئے اور اگر قلب ان امور سے خالی ہے تو وہ تمام بھلائیوں سے محروم ہو جائے گا اور برائیاں اس کو گھیر لیں گی اور اللہ تعالیٰ نے محبت الٰہی کی علامت یہ بتائی ہے کہ بندہ ہر اس کام میں جدوجہد کرتا ہے جو قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور اپنے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص' خیر خواہی اور حتی المقدور ان کو بہترین طریقے سے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر کے اس کے قرب کے حصول کے لئے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ ان تمام امور کے بغیر اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا

اور نہیں کوئی بستی مگر ہم ہلاک کریں گے اسے پہلے دن قیامت سے یا عذاب دیں گے اسے

عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

عذاب شدید، ہے یہ کتاب میں لکھا ہوا ○

یعنی اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے والی کوئی بستی ایسی نہیں جسے روز قیامت سے پہلے ہلاکت یا عذاب کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کی مقرر کردہ تقدیر ہے جس کا وقوع لازمی ہے' لہٰذا اس سے قبل کہ عذاب کا حکم آ جائے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہو جائے تکذیب کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس کے رسولوں کی تصدیق کریں۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ

اور نہیں منع کیا ہمیں (اس سے) کہ بھیجیں ہم نشانیاں، مگر (اس بات نے) کہ جھٹلایا تھا ان کو پہلے لوگوں نے، اور دی تھی ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی

مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ

(نشانی) واضح پس ظلم کیا انہوں نے اس کے ساتھ، اور نہیں بھیجتے ہم نشانیاں مگر ڈرانے کیلئے ○ اور جب کہا ہم نے آپ سے، کہ بیشک آپ کے رب نے

اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ

گھیرا ہوا ہے لوگوں کو، اور نہیں بنایا ہم نے اس رؤیا (دیکھنے) کو، وہ جو دکھایا ہم نے آپ کو، مگر ایک آزمائش لوگوں کیلئے اور اس درخت (زقوم) کو بھی

الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَ نُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا ۠ ﴿۶۰﴾

جس پر لعنت کی گئی ہے قرآن میں، اور ہم ڈراتے ہیں انہیں، پس نہیں بڑھاتا انہیں (ہمارا ڈرانا) مگر زیادہ بڑی سرکشی ہی میں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے اہل تکذیب کے مطالبے کے مطابق معجزات نازل نہیں فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے صرف اس وجہ سے معجزات ارسال نہیں فرمائے کہ وہ ان کو جھٹلا دیں گے اور جب یہ ان معجزات کو جھٹلا دیں گے تو ان پر بغیر کسی تاخیر کے فوراً عذاب نازل ہو جائے گا' جیسا کہ پہلے لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا جنہوں نے معجزات کی تکذیب کی اور سب سے بڑا معجزہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ثمود کی طرف ارسال کیا وہ عظیم اونٹنی تھی کہ جس کے پانی پینے کے دن تمام قبیلے کو پانی نہ ملتا تھا مگر اس کے باوجود انہوں نے اس کی تکذیب کی اور اس کی پاداش میں ان پر وہ عذاب ٹوٹ پڑا جس کا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح اگر ان کے پاس بڑے بڑے معجزات آتے' تب بھی یہ ایمان نہ لاتے۔ اس لئے کہ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ چیز ان سے اوجھل اور ان پر مشتبہ ہوگئی جو رسول لے کر آیا تھا کہ آیا یہ حق ہے یا باطل کیونکہ رسول تو ان کے پاس بے شمار دلائل و براہین لے کر آیا ہے جو اس کی دعوت کی حقانیت پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ دعوت اس شخص کی ہدایت کی موجب ہے جو ہدایت کا طلب گار ہے ان کے سوا دیگر معجزات و براہین بھی انہی دلائل کی مانند ہیں جو رسول اللہ ﷺ پیش کر چکے ہیں انہوں نے جو سلوک ان کے ساتھ کیا تھا ان کے ساتھ بھی یہی سلوک کریں گے اور ان کی حالت یہ ہو تو معجزات کا نازل نہ کرنا ان کے لئے بہتر اور فائدہ مند ہے۔

﴿وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا﴾ ''اور نہیں بھیجتے ہم نشانیاں مگر ڈرانے کے لئے'' یعنی ان آیات کا یہ مقصد نہ تھا کہ یہ ایمان کی موجب اور اس کی طرف دعوت دیتی تھیں اور ایمان کا حصول ان کے بغیر ممکن نہ تھا بلکہ ان آیات کا مقصد صرف تخویف و ترہیب تھا تاکہ وہ اپنے کرتوتوں سے باز آ جائیں۔

﴿وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ﴾ ''اور جب ہم نے آپ سے کہا کہ آپ کے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و قدرت سے لوگوں کو گھیر رکھا ہے۔ پس ان کے لئے کوئی ٹھکانا نہیں جہاں یہ چھپ سکیں اور کوئی پناہ گاہ نہیں جہاں اللہ سے بھاگ کر پناہ لے سکیں اور یہ چیز عقل مند کے لئے ان امور سے باز رہنے کے لئے کافی ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں جس نے تمام لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ ''اور نہیں کیا ہم نے وہ خواب جو آپ کو دکھایا مگر لوگوں کی آزمائش کے لئے۔'' اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ اس سے مراد شب معراج ہے۔ ﴿وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ﴾ ''اور (ایسے ہی) وہ درخت جس پر قرآن میں پھٹکار ہے'' جس کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے اور اس سے مراد زقوم (تھوہر) کا پودا ہے جو جہنم کی تہہ سے اگتا ہے...... معنی یہ ہے کہ یہ دونوں امور لوگوں کے لئے

آزمائش بن گئے یہاں تک کہ کفار اپنے کفر پر جم گئے اور ان کا شر اور زیادہ ہو گیا۔ جب آپ نے ان کو بعض امور کے بارے میں آگاہ فرمایا جن کا آپ نے معراج کی رات مشاہدہ فرمایا تھا اور آپ نے خبر دی تھی کہ ''مجھے راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا'' جو ایک خارق عادت واقعہ تھا تو بعض کمزور ایمان والے اپنے ایمان سے پھر گئے۔ زقّوم کے پودے کے بارے میں خبر دینا' جو جہنم کی تہہ سے اگتا ہے' یہ بھی ایک خارق عادت معاملہ ہے جو ان کے لئے تکذیب کا موجب بنا۔ پس اگر وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں اور بڑے بڑے خارق عادت واقعات کا مشاہدہ کر لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ اور اس کے سبب سے ان کے شر میں اضافہ نہ ہو جاتا؟ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کرتے ہوئے ان خوارق کو ان سے ہٹا دیا۔ یہیں سے آپ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ بڑے بڑے امور کا قرآن و سنت میں صراحت کے ساتھ مذکور نہ ہونا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے کیونکہ وہ امور جن کی نظیر کا لوگوں نے مشاہدہ نہ کیا ہو بسا اوقات ان کی عقل ان کو قبول نہیں کر پاتی اور یوں یہ چیز بعض اہل ایمان کے دلوں میں شکوک و شبہات کا باعث بنتی ہے اور ایسا مانع رکاوٹ بن جاتی ہے جو لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکتی ہے اور ان کو اسلام سے متنفر کرتی ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے عام الفاظ استعمال کئے ہیں جو تمام امور کو شامل ہیں۔

﴿وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا﴾ ''اور ہم ان کو ڈراتے ہیں (نشانیوں کے ساتھ) تو وہ ان کو بڑی شرارتوں میں زیادہ ہی کرتی ہیں۔'' تخویف ان کی سرکشی کو اور زیادہ بڑھا دیتی ہے اور شر کی محبت اور خیر سے بغض رکھنے اور خیر کی عدم پیروی کے بارے میں یہ بلیغ ترین پیرایہ ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ

اور جب کہا ہم نے فرشتوں سے، سجدہ کرو تم آدم کو، تو سجدہ کیا انہوں نے سوائے ابلیس کے، اس نے کہا، کیا سجدہ کروں میں اسے جسے

خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ ﴿٦١﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ

پیدا کیا ہے تو نے مٹی سے؟ ○ ابلیس نے کہا، دیکھ تو یہ شخص جسے بزرگی دی ہے تو نے مجھ پر البتہ اگر مہلت دی تو نے مجھے روز

الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ

قیامت تک، تو البتہ ضرور جڑ سے اکھیڑ دوں گا اس کی اولاد کو، سوائے تھوڑے سے لوگوں کے ○ اللہ نے فرمایا، جا، پھر جو کوئی پیروی کرے گا تیری ان میں سے، تو بلاشبہ

جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ

جہنم ہی سزا ہے تمہاری، سزا پوری پوری ○ اور بہکا لے جس کو تو استطاعت رکھتا ہے ان میں سے، ساتھ اپنی آواز کے، اور کھینچ لا

عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ

ان پر سوار اپنے اور پیادے اپنے، اور شریک (ساجھی) بن جا تو ان کا مالوں اور اولاد میں اور وعدے دے انہیں (جھوٹے)، اور نہیں وعدہ دیتا انہیں

الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٦٤﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿٦٥﴾

شیطان مگر فریب ہی کا ○ بے شک میرے بندے، نہیں ہے واسطے تیرے ان پر کوئی غلبہ، اور کافی ہے آپ کا رب بطور کارساز ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو شیطان کی سخت عداوت اور اس کی بندوں کو گمراہ کرنے کی بے پناہ حرص کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے' نیز اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جب اس نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا' تو شیطان نے تکبر کا اظہار کرتے ہوئے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ﴿قَالَ﴾ اور نہایت تکبر سے کہا: ﴿ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا﴾ ''کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی کا بنایا'' یعنی جس کو تو نے گارے سے پیدا کیا اور بزعم خود وہ آدم سے بہتر ہے کیونکہ اسے آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ گزشتہ صفحات میں متعدد پہلوؤں سے اس قیاس باطل کی خرابی بیان کی جا چکی ہے۔ جب ابلیس پر واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فضیلت بخشی ہے ﴿قَالَ﴾ تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: ﴿اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ﴾ ''بھلا یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے' اگر تو مجھے قیامت تک ڈھیل دے دے تو میں اس کی اولاد کو اپنے بس میں کر لوں گا'' یعنی میں ضلالت کے ذریعے سے ضرور ان کو تباہ کروں گا اور ضرور ان کو سیدھے راستے سے بھٹکاؤں گا۔ ﴿اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''سوائے تھوڑے لوگوں کے'' اس خبیث کو اچھی طرح معلوم تھا کہ بنی آدم میں سے کچھ لوگ ضرور ایسے ہوں گے جو اس سے عداوت رکھیں گے اور اس کی بات نہیں مانیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: ﴿اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ﴾ ''جا' ان میں سے جس نے تیری پیروی کی'' اور اپنے رب اور اپنے حقیقی سرپرست کو چھوڑ کر تجھے چن لیا۔ ﴿فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاۗؤُكُمْ جَزَاۗءً مَّوْفُوْرًا﴾ ''پس تم سب کی سزا جہنم ہے' سزا پوری'' یعنی تمہارے لئے تمہارے اعمال کی پوری پوری جزا جمع کر دی گئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو حکم دیا کہ وہ اس کے بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے پورا زور لگا لے' چنانچہ فرمایا: ﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ﴾ ''اور بہکا لے ان میں سے جس کو تو بہکا سکے اپنی آواز سے۔'' اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو معصیت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ ﴿وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ﴾ ''اور لے آ ان پر اپنے سوار اور پیادے۔'' ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی معصیت میں سوار ہو کر یا پیدل بھاگ دوڑ کرتا ہے' شیطان کے سواروں اور پیادوں میں داخل ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس کھلے دشمن کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالا ہے جو اپنے قول وفعل کے ذریعے سے ان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دیتا ہے ﴿وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ﴾ ''اور ساجھا کر ان سے مالوں میں اور اولاد میں۔'' اس میں ہر وہ معصیت شامل ہے جو ان کے مال اور اولاد سے متعلق ہے' مثلاً زکوٰۃ' کفارات' حقوق واجبہ ادا نہ کرنا' اولاد کی بھلائی اختیار کرنے اور شر کو ترک کرنے کی تربیت نہ کرنا'

ناحق مال لینا یا مال کو ناحق خرچ کرنا اور روزگار میں حرام ذریعے اختیار کرنا' وغیرہ بلکہ بہت سے مفسرین ذکر کرتے ہیں کہ کھانا کھاتے' پانی پیتے اور جماع کرتے وقت بسم اللہ سے ابتدا نہ کرنا' مال اور اولاد میں شیطان کو شریک کرنے میں داخل ہے کیونکہ حدیث [1] میں وارد ہے کہ ان مذکورہ کاموں میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو اس میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ ﴿وَعِدْهُمْ﴾ یعنی ان کے ساتھ سجا سجا کر جھوٹے وعدے کر جن کی کوئی حقیقت نہیں' بنابریں فرمایا: ﴿وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''شیطان ان سے جو وعدہ کرتا ہے' وہ فریب ہوتا ہے'' یعنی شیطان ان کے ساتھ جو وعدہ کرتا ہے وہ محض جھوٹا اور انتہائی بودا ہوتا ہے' جیسے وہ ان کے سامنے معاصی اور عقائد فاسدہ کو سجا کر پیش کرتا ہے اور ان پر اجر کا وعدہ کرتا ہے' کیونکہ وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا﴾ (البقرۃ: ۲۶۸/۲)

''شیطان تمہیں تنگدستی سے ڈراتا ہے اور تمہیں فحش کام کا حکم دیتا ہے اور اللہ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل عطا کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔''

یہ خبر دینے کے بعد کہ شیطان بندوں کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ وہ کون سی چیز ہے جس کے ذریعے سے اس کے فتنے سے بچا جا سکتا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی عبودیت' ایمان پر قائم رہنا اور اللہ تعالیٰ پر توکل' چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾ ''بے شک میرے بندوں پر تجھے غلبہ نہیں ہوگا'' یعنی تجھے ان پر کوئی تسلط ہوگا نہ تو ان کو بھٹکا سکے گا' بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے قیام عبودیت کی بنا پر ان سے ہر قسم کے شر کو دور ہٹا دے گا' شیطان مردود سے ان کی حفاظت کرے گا اور ان کے لئے کافی ہو جائے گا۔ ﴿وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا﴾ ''اور آپ کا رب کافی ہے بطور کارساز'' یعنی جو کوئی اس پر بھروسہ کرتا ہے اور اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے' تو آپ کا رب اس کا کارساز ہے اور اس کے لئے کافی ہے۔

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ

تمہارا رب تو وہ ہے جو چلاتا ہے تمہارے لئے کشتیاں سمندر میں تاکہ تلاش کرو تم فضل (رزق) اس کا بیشک وہ ہے تمہارے ساتھ

رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ

بہت رحم کرنے والا ○ اور جب پہنچتی ہے تمہیں تکلیف سمندر میں تو گم ہو جاتے ہیں وہ جنہیں تم پکارتے ہو سوائے اس ایک اللہ کے پھر جب وہ نجات دیتا ہے تمہیں

اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ

خشکی کی طرف تو منہ پھیر لیتے ہو تم اور ہے انسان نہایت ناشکرا ○ کیا پس بے خوف ہو گئے ہو تم اس سے کہ وہ دھنسا دے تمہیں ایک جانب

الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ

خشکی کے یا بھیج دے تم پر سنگ ریزوں والی سخت ہوا؟ پھر نہ پاؤ تم اپنے لئے کوئی کارساز ○ یا بے خوف ہو گئے ہو تم اس سے کہ وہ لوٹا دے تمہیں

[1] صحیح بخاری، الأطعمة، باب التسمية...... الخ، حدیث: ۵۳۷۶

فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ

اسی (سمندر) میں دوسری بار، پھر وہ بھیجے تم پر توڑ پھوڑ دینے والی ہوا کہ وہ غرق کر دے تمہیں بوجہ اس کے کہ کفر کیا تم نے،

ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾

پھر نہ پاؤ تم اپنے لئے ہم پر بدلے اس کے کوئی پیچھا کرنے والا؟○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی نعمت کا ذکر فرماتا ہے کہ اس نے ان کے لئے کشتیوں' سفینوں اور دیگر سواریوں کو مسخر کر دیا اور ان کو الہام کے ذریعے سے کشتی سازی کی صنعت ودیعت کی' موجیں مارتا ہوا سمندر ان کے لئے مسخر کر دیا جس کی پیٹھ پر یہ سفینے تیرتے پھرتے ہیں تاکہ بندے اس پر سوار ہوں اور اپنے مال و متاع کی نقل و حمل میں اس سے فائدہ اٹھائیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر بے پایاں رحمت ہے وہ ہمیشہ سے ان پر بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ وہ انہیں ہر وہ چیز عنایت کرتا ہے جس کا وہ ارادہ کرتے ہیں اور جس کے ساتھ ان کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے جو یہ دلالت کرتی ہے کہ باطل معبودوں کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے۔ جب سمندر میں انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور نیچے بلند ہوتی ہوئی موجوں کی وجہ سے جب وہ ہلاکت سے ڈرتے ہیں تو وہ ان تمام زندہ اور مردہ معبودوں کو بھول جاتے ہیں جنہیں وہ اپنی خوش حالی میں اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے...... اس وقت تو ایسے لگتا ہے جیسے انہوں نے کسی وقت بھی ان کمزور معبودوں کو نہیں پکارا جو کسی قسم کی تکلیف دور کرنے سے عاجز ہیں اور وہ کائنات کو پیدا کرنے والے کو پکارتے ہیں جس کو تمام مخلوق اپنی سختیوں میں مدد کے لئے پکارتی ہے اور وہ اس حال میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے اور اسی کے سامنے گڑگڑاتے ہیں۔

پس جب اللہ تعالیٰ ان کی مصیبت دور کر دیتا ہے اور انہیں صحیح سلامت کنارے پر لگا کر سمندر کی ہلاکت سے نجات دے دیتا ہے تو وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں جو انہوں نے اللہ کو پکارا تھا۔ پھر وہ ان ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیتے ہیں جو کوئی نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان' جو کسی کو عطا کر سکتی ہیں نہ کسی کو محروم کر سکتی ہیں اور اپنے رب اور مالک سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ یہ انسان کی جہالت اور ناسپاسی ہے۔ بے شک انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سخت ناسپاس ہے' سوائے اس شخص کے جسے اللہ تعالیٰ راہ راست دکھا دے۔ پس اسے عقل سلیم سے نواز دیتا ہے اور وہ راہ راست پر گامزن ہو جاتا ہے' کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو مصیبتیں دور کرتا ہے' اہوال سے نجات دیتا ہے وہی اس بات کا مستحق ہے کہ سختی اور نرمی میں' خوشحالی اور تنگدستی میں تمام اعمال کو صرف اسی کے لئے خالص کیا جائے۔ رہا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ اس کی کمزور عقل کے حوالے کر دے تو وہ مصیبت اور سختی کے وقت صرف موجودہ اور عارضی مصلحت کو ملحوظ اور اس حال میں اپنی نجات کو مد نظر رکھتا ہے اور جب اسے اس مصیبت سے نجات حاصل

ہوتی ہے اور اس سے سختی دور ہو جاتی ہے تو وہ اپنی حالت کی وجہ سے سمجھ بیٹھتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو بے بس کر دیا اور اس کے دل میں آخرت کا خیال تو کجا اسے اپنے دنیاوی انجام کے بارے میں بھی کبھی خیال نہیں آتا۔

اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کہہ کر یاددہانی کروائی ہے۔ ﴿ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ﴾ ''کیا تم (اس سے) بے خوف ہو کہ اللہ تمہیں خشکی کی طرف (لے جا کر زمین میں) دھنسا دے یا تم پر سنگریزوں کی بھری ہوئی آندھی چلا دے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اگر وہ چاہے تو تمہیں عذاب کے طور پر زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی طوفانی ہوا بھیج دے اور یہ وہ عذاب ہے جو ان کو پہنچے گا اور وہ سب ہلاک ہو جائیں اس لیے یہ نہ سوچو کہ سمندر کے سوا کہیں اور عذاب نہیں آسکتا اور اگر تم یہی سمجھتے ہو تو کیا تم اس بات سے محفوظ ہو کہ ﴿ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ ﴾ ''وہ تمہیں پھر سمندر میں لے جائے دوسری مرتبہ، پھر بھیجے وہ تم پر سخت ہوا کا جھونکا'' یعنی سخت تیز ہوا جو جہاں سے گزرے ہر چیز کو توڑ کر رکھ دے۔ ﴿ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴾ ''پس وہ تمہیں تمہاری ناشکری کی وجہ سے غرق کر دے، پھر نہ پاؤ تم اپنی طرف سے ہم پر اس کا کوئی باز پرس کرنے والا'' یعنی کوئی تاوان اور مطالبہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذرہ بھر تم پر ظلم نہیں کیا۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ

اور البتہ تحقیق عزت دی ہم نے بنی آدم کو اور سوار کیا ہم نے انہیں خشکی اور تری میں اور رزق دیا ہم نے انکو پاکیزہ (چیزوں) سے،

وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ﴿۷۰﴾ ع

اور فضیلت دی ہم نے ان کو اوپر بہت سی (مخلوقات) کے ان میں سے جنکو پیدا کیا ہم نے، فضیلت بڑی O

یہ اس کا بے پناہ کرم و احسان ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا...... کہ اس نے بنی آدم کو ہر لحاظ سے عزت و تکریم سے نوازا۔ انہیں علم و عقل عطا کر کے، انبیاء و رسل بھیج کر اور ان پر کتابیں نازل کر کے اکرام بخشا، ان میں سے اپنے اولیاء اور دیگر چنے ہوئے بندے پیدا کئے اور ان کو اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔ ﴿ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ ﴾ ''اور ہم نے سواری دی ان کو خشکی میں'' یعنی ہم نے انہیں اونٹوں، خچروں، گدھوں اور دیگر زمینی سواریوں پر سوار کرایا۔ ﴿ وَالْبَحْرِ ﴾ ''اور دریا میں'' یعنی ہم نے انہیں بحری جہازوں اور کشتیوں پر سوار کرایا۔ ﴿ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ﴾ ''اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے روزی دی'' یعنی ہم نے انہیں ماکولات، مشروبات ملبوسات اور بیویاں عطا کیں، چنانچہ ہر وہ پاک چیز جس کے ساتھ ان کی ضروریات وابستہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ان کو مشرف فرمایا اور اس کا حصول ان کے لئے نہایت آسان کر دیا۔

﴿ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ﴾ ''اور ہم نے بہت سی مخلوق پر ان کو بڑی فضیلت عطا کی'' یعنی

ہم نے انہیں بہت سے مناقب کے ذریعے سے خصوصی اعزاز بخشا اور انہیں بہت سے فضائل عطا کیے جو مختلف اقسام کی دیگر مخلوقات کو عطا نہیں کیے...... پھر وہ اس ہستی کا شکر کیوں نہیں کرتے جس نے نعمتیں عطا کیں، تکالیف دور کیں؟ یہ نعمتیں انہیں اللہ تعالیٰ سے محجوب نہ کریں کہ وہ ان نعمتوں میں مشغول ہو کر اپنے رب کی عبادت سے غافل ہو جائیں بلکہ بسا اوقات انہوں نے ان نعمتوں کو اپنے رب کی نافرمانی میں استعمال کیا۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

جس دن بلائیں گے ہم تمام انسانوں کو انکے امام کے ساتھ، پس جو شخص کہ دیا گیا اس کا نامۂ اعمال اسکے دائیں ہاتھ میں، سو یہی لوگ

يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ

پڑھیں گے اعمال نامے اپنے اور نہ ظلم کیے جائیں گے وہ تاگے برابر بھی ○ اور جو کوئی ہے اس (دنیا) میں

اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾

اندھا تو وہ ہوگا آخرت میں بھی اندھا اور بہت زیادہ بھٹکا ہوا راہ سے ○

قیامت کے روز مخلوق کا جو حال ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ وہ تمام لوگوں کو (اپنی عدالت میں) بلائے گا ان کے ساتھ ان کے امام اور رشد و ہدایت کی طرف راہنمائی کرنے والے راہنما یعنی انبیاء و مرسلین اور ان کے نائبین بھی ہوں گے۔ پس ہر امت اللہ کے حضور پیش ہوگی اور اس امت کو وہی رسول، اللہ کے حضور پیش کرے گا جس نے دنیا میں اسے دعوت توحید پیش کی تھی۔ ان کے اعمال اس کتاب کے سامنے پیش کیے جائیں گے، جسے لے کر رسول اس امت میں مبعوث ہوا تھا کہ آیا ان کے اعمال اس کتاب کے موافق ہیں یا نہیں۔ تب یہ لوگ دو قسم کے گروہوں میں منقسم ہو جائیں گے۔ ﴿فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ﴾ ''پس جس کو ملا اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں'' کیونکہ اس نے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے والے اپنے ہادی و راہنما کی پیروی کی تھی اور اس کی کتاب کو اپنا لائحہ عمل بنایا تھا تب اس کی نیکیاں بڑھ گئیں اور اس کے گناہ کم ہو گئے۔ ﴿فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ﴾ ''پس وہ (خوش خوش) اپنے اعمال نامے کو پڑھیں گے'' کیونکہ وہ اس اعمال نامے میں ایسی چیزیں دیکھیں گے جنہیں دیکھ کر انہیں فرحت و سرور حاصل ہوگا۔ ﴿وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾ ''اور ان پر ایک دھاگے برابر ظلم نہیں ہوگا'' یعنی انہوں نے جو نیک عمل کیے ہیں اس بارے میں ان پر ذرہ بھر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ﴾ اور جو رہا اس دنیا میں ﴿اَعْمٰى﴾ ''اندھا'' یعنی حق کے دیکھنے سے۔ پس اس نے حق کو قبول کیا نہ اس کی پیروی کی بلکہ وہ گمراہی کے راستے پر چلتا رہا ﴿فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى﴾ ''تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا'' یعنی جس طرح وہ دنیا میں جنت کے راستے پر گامزن نہ ہوا اسی طرح وہ آخرت میں بھی جنت کے راستے کو دیکھ نہ سکے گا ﴿وَاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ ''اور بہت دور پڑا ہوا راستے سے'' کیونکہ عمل کی جزا بھی اسی کی جنس

سے ہوتی ہے یعنی جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہر امت کو اس کے دین اور کتاب کی طرف بلایا جائے گا کہ آیا اس نے اس کتاب کے مطابق عمل کیا یا نہیں؟ ان کا کسی ایسے نبی کی شریعت کے مطابق مواخذہ نہیں کیا جائے گا جس کی اتباع کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو صرف اسی وقت عذاب دیتا ہے جب اس پر حجت قائم کر دی گئی ہو اور اس نے اس کی مخالفت کی ہو اور نیک لوگوں کو ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے اور انہیں بہت زیادہ فرحت وسرور حاصل ہوگا اور اس کے برعکس برے لوگوں کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ غم زدہ ہوں گے وہ شدت حزن وغم اور ہلاکت کی وجہ سے اپنے اعمال ناموں کو پڑھنے پر قادر نہ ہوں گے۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا

اور بلاشبہ قریب تھا کہ وہ البتہ پھسلا دیتے آپکو اس چیز سے جو وحی کی ہم نے آپکی طرف، تاکہ گھڑ لیں آپ ہم پر (باتیں) سوائے اس (وحی) کے، اور اس وقت

لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ۝ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝

ضرور بنا لیتے وہ آپکو دوست ○ اور اگر نہ ثابت (قدم) رکھتے ہم آپکو تو البتہ تحقیق قریب تھے آپ کہ جھک جاتے انکی طرف کچھ تھوڑا سا ○

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝ وَاِنْ

اس وقت ضرور چکھاتے ہم آپکو دوگنا عذاب زندگی میں اور دوگنا عذاب موت پر، پھر نہ پاتے آپ اپنے لئے ہمارے خلاف کوئی مددگار ○ اور بلاشبہ

كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ

قریب تھے وہ کہ اکھاڑ دیں وہ آپ (کے قدموں) کو اس زمین (مکہ) سے، تاکہ نکال دیں وہ آپکو اس سے، اور اس وقت نہ ٹھہرتے وہ (خود بھی) بعد آپکے

اِلَّا قَلِيْلًا ۝ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا

مگر تھوڑی ہی دیر ○ (مانند) طریقے انکے جنہیں بھیجا ہم نے پہلے آپ سے اپنے رسولوں میں سے،

وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝ ع

اور نہیں پائیں گے آپ ہمارے طریقے (قانون) میں کوئی تبدیلی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے احسان ونوازش اور آپ کے دشمنوں سے آپ کی حفاظت کا ذکر کرتا ہے جو ہر طریقے سے آپ کو آزمائش میں مبتلا کرنے کی شدید خواہش رکھتے تھے چنانچہ فرمایا: ﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ﴾ ”یقیناً قریب تھا کہ وہ آپ کو بہکا دیتے اس وحی سے جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی تاکہ آپ جھوٹ بنا لائیں ہم پر وحی کے سوا“ یعنی وہ آپ کے خلاف ایک معاملے میں سازش کر چکے ہیں مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے انہوں نے آپ کے خلاف چال

چلی تھی کہ آپ اس قرآن کے علاوہ اللہ تعالیٰ پر کوئی اور بہتان گھڑیں جو ان کی خواہشات نفس کے موافق ہو اور آپ اس چیز کو چھوڑ دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمائی ہے۔

﴿وَاِذًا﴾ ''اور تب'' یعنی اگر آپ وہ کچھ کرتے جو وہ چاہتے ہیں تو ﴿لَّا تَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا﴾ ''وہ بنا لیتے آپ کو دوست'' یعنی خاص دوست' جو ان کو ان کے دوستوں سے زیادہ عزیز ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکارم اخلاق اور محاسن آداب سے نوازا ہے جو قریب اور بعید' دوست اور دشمن سب کو پسند ہیں۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ آپ کے ساتھ صرف اس حق کی وجہ سے عداوت رکھتے ہیں جسے آپ لے کر مبعوث ہوئے ہیں' ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ کوئی عداوت نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ (الانعام:۶/۳۳) ''ہم جانتے ہیں کہ جو لوگ یہ باتیں بناتے ہیں ان سے آپ کو دکھ ہوتا ہے مگر در حقیقت یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔''

﴿وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ﴾ ''اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے آپ کو سنبھالے رکھا'' بایں ہمہ اگر ہم نے آپ کو حق پر ثابت قدم نہ رکھا ہوتا اور آپ کو گمراہی کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہ کرکے آپ پر احسان نہ کیا ہوتا ﴿لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا﴾ ''تو قریب تھا کہ آپ جھک جاتے ان کی طرف تھوڑا سا'' یعنی ان کی ہدایت کی کوشش اور چاہت میں ﴿اِذًا﴾ ''تب'' یعنی اگر آپ ان کی خواہشات کی طرف مائل ہو جاتے ﴿لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ﴾ ''ہم ضرور چکھاتے آپ کو دگنا (عذاب) زندگی میں اور دگنا مرنے میں'' یعنی ہم آپ کو دنیا و آخرت میں کئی گنا عذاب دیتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامل ترین نعمتوں سے نوازا ہے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی کامل معرفت حاصل ہے۔

﴿ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا﴾ ''پھر نہ پاتے آپ اپنے لئے ہم پر مدد کرنے والا'' جو آپ کو نازل ہونے والے عذاب سے بچا سکے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آپ کو شر اور تمام اسباب شر سے محفوظ رکھا' آپ کو ثابت قدمی عطا کی اور صراط مستقیم کی طرف آپ کی راہنمائی فرمائی اور آپ کسی طرح بھی مشرکین کی طرف مائل نہ ہوئے۔ پس آپ کو اللہ تعالیٰ نے کامل ترین نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔

﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا﴾ ''اور یقیناً قریب تھا کہ وہ پھسلا دیں آپ کو اس زمین سے تاکہ نکال دیں وہ آپ کو یہاں سے'' یعنی آپ کے ساتھ ان کے درمیان رہنے پر بغض کے سبب سے آپ کو سرزمین مکہ سے نکالنے اور آپ کو جلا وطن کرنے کے لئے سازشیں کرتے رہے ہیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو آپ کے بعد بہت تھوڑا عرصہ یہاں ٹھہر سکیں گے یہاں تک کہ ان پر عذاب نازل ہو جائے جیسا کہ سنت

الٰہی ہے اور تمام قوموں کے بارے میں سنت الٰہی میں کبھی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوتا۔ جس قوم نے اپنے رسول کو جھٹلایا اور اس کو نکال دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا ہی میں اس پر عذاب نازل کر دیا۔ جب کفار مکہ نے آپ کے خلاف سازشیں کیں اور آپ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا تو وہ کچھ زیادہ عرصہ مکہ میں نہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر میدان بدر میں عذاب نازل کر دیا' ان کے تمام بڑے بڑے اور سرکردہ سردار قتل کر دیے گئے اور ان کی کمر توڑ دی گئی۔ فَلَهُ الْحَمْدُ.

یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ بندہ اس بات کا شدید محتاج ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدمی سے نوازے رکھے اور یہ کہ بندہ گڑگڑا کر اپنے رب سے دعا کرتا رہے کہ وہ اسے ایمان پر ثابت قدمی عطا کرے اور اس مقصد کے حصول کے لئے تمام اسباب اختیار کرنے میں کوشاں رہے۔ نبی مصطفیٰ ﷺ مخلوق میں سب سے کامل ہستی تھے بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا: ﴿ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴾ اور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے تو دوسروں کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔

ان آیات کریمہ میں اللہ کی طرف سے اس بات کی یاد دہانی ہے کہ اس نے اپنے رسول پر احسان فرمایا اور اس کو شر سے محفوظ رکھا۔ پس یہ بات دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف سے یہ امر پسند کرتا ہے کہ وہ اسباب شر کے وجود کے وقت اس کی نعمتوں کا ادراک کریں کہ اس نے ان کو شر سے بچایا اور ایمان پر ثبات عطا کیا۔ ان آیات کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بندے کے بلند مرتبے کے مطابق اس کو پے در پے نعمتیں عطا ہوتی ہیں۔ اسی طرح جب وہ قابل ملامت فعل سرانجام دیتا ہے تو اس کا گناہ بھی بڑا ہوتا ہے اور اس کا جرم کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس ارشاد کے ذریعے سے نصیحت فرمائی حالانکہ آپ ہر گناہ سے پاک اور معصوم ہیں۔ ﴿ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴾ ان آیات کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے جرائم بڑھ کر کئی گنا ہو جاتے ہیں' ان پر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ حق ثابت ہو جاتا ہے' تب اللہ ان پر عذاب واقع کر دیتا ہے جیسا کہ قوموں کے بارے میں سنت الٰہی ہے جب وہ اپنے رسول کو اس کے وطن سے نکال دیتی ہیں۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ

قائم کیجیے نماز وقت ڈھلنے سورج کے، رات کے اندھیرے تک' اور نمازِ صبح بھی، بے شک نمازِ صبح ہے (وقت فرشتوں کے

مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ

حاضر ہونے کا ○ اور کچھ حصہ رات سے بھی، پس تہجد پڑھیں آپ ساتھ اس (قرآن کے، یہ) زائد ہے آپ کیلئے قریب ہے کہ کھڑا کرے آپکو آپکا رب،

مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ

مقام محمود میں ○ اور کہیے اے میرے رب! داخل کر مجھے داخل کرنا سچا اور نکال مجھے نکالنا سچا

وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿٨٠﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ

اور کر میرے لئے اپنی طرف سے غلبہ مدد دینے والا ○ اور آپ کہہ دیجئے! آ گیا حق اور مٹ گیا

الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿٨١﴾

باطل، بلاشبہ باطل ہے ہی مٹنے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وہ نماز کو ظاہری اور باطنی طور پر اس کے اوقات میں مکمل طور پر قائم کریں ﴿لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ﴾ ''سورج ڈھلنے سے'' یعنی زوال کے بعد سورج کے مغربی افق کی طرف مائل ہو جانے سے لے کر' اس میں ظہر اور عصر کی نمازیں داخل ہیں ﴿اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ﴾ ''رات کے اندھیرے تک'' یعنی رات کی تاریکی میں اور اس میں مغرب اور عشاء کی نمازیں داخل ہیں۔ ﴿وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ﴾ ''اور فجر کا قرآن پڑھنا'' یعنی فجر کی نماز' اور اسے ''قرآن'' اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اس میں قراءت قرآن کی طوالت مشروع ہے۔ یہ قراءت دوسری نمازوں کی قراءت سے زیادہ لمبی ہوتی ہے نیز فجر کی نماز میں قراءت کی فضیلت ہے کیونکہ اس میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں فرض نمازوں کے اوقات پنجگانہ کا ذکر ہے ان اوقات میں پڑھی جانے والی نمازیں فرض ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ان کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ آیت کریمہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ وقت' صحت نماز کے لئے شرط ہے اور دخول وقت' نماز کے واجب ہونے کا سبب ہے کیونکہ اس نے ان اوقات میں نماز کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے' نیز آیت سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کو کسی عذر کی بناء پر جمع کیا جا سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر دو نمازوں کے اوقات کو اکٹھا بیان کیا ہے۔ اس سے نماز فجر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نماز فجر میں لمبی قراءت کی فضیلت ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ قراءت نماز کا رکن ہے کیونکہ جب عبادت کے کسی جز کو اس عبادت کے نام سے موسوم کر دیا جائے تو وہ اس جز کی فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ﴾ ''اور رات کے ایک حصے میں آپ اس قرآن کے ساتھ جاگئے'' یعنی اس کے تمام اوقات میں نماز پڑھئے ﴿نَافِلَةً لَّكَ﴾ ''آپ کے لیے زیادت ہے۔'' یعنی تاکہ رات کی یہ نماز آپ کے لئے زیادہ ثواب' بلند مراتب اور بلند درجات کی باعث ہو' بخلاف دیگر اہل ایمان کے' کہ ان کے لئے یہ نماز ان کی برائیوں کا کفارہ ہے۔ اس میں اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ پانچ نمازیں آپ پر اور تمام اہل ایمان پر فرض ہیں اور تہجد کی نماز خصوصی طور پر آپ پر فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تکریم بخشی کہ آپ کا وظیفہء عبادت دوسرے مومنوں سے زیادہ مقرر فرمایا تاکہ وہ آپ کی عظمت شان کو سمجھیں اور آپ اس کے ذریعے سے مقام محمود پر فائز ہوں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اولین و آخرین آپ کی ستائش کریں گے۔ یہ شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے جب تمام

خلائق حضرت آدم' حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس شفاعت کروانے کے لئے جائیں گے تو یہ تمام رسول شفاعت کرنے سے معذرت کریں گے اور پیچھے ہٹ جائیں گے تب لوگ بنی آدم کے سردار حضرت رسول اکرم ﷺ سے شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتے ہوئے اس مقام کی ہولناکیوں سے ان کو نجات دے۔ نبی مصطفیٰ ﷺ اپنے رب کے پاس شفاعت کریں گے' اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا اور آپ کو ایسے مقام پر فائز کرے گا کہ اولین و آخرین آپ پر رشک کریں گے اور یوں تمام مخلوق آپ کی احسان مند ہوگی۔

﴿ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ ﴾ ''کہہ دیجئے! اے میرے رب داخل کر مجھ کو سچا داخل کرنا اور نکال مجھ کو سچا نکالنا'' یعنی میرا داخل ہونا اور میرا باہر نکلنا تیری اطاعت میں اور تیری رضا کے مطابق ہو تاکہ داخل ہونا اور باہر نکلنا اخلاص کو متضمن اور امر کے موافق ہو ﴿ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴾ ''اور کر دے میرے لئے اپنی طرف سے مدد کرنے والی دلیل'' یعنی مجھے اپنی طرف سے ان تمام امور پر حجت ظاہرہ اور برہان قاطع عطا کر' جن کو میں اختیار کروں اور جن کو میں ترک کروں۔ یہ بندے کا بلند ترین حال ہے جس پر اللہ تعالیٰ اسے فائز کرتا ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ بندے کے تمام احوال بہترین احوال ہوں جو اسے اپنے رب کے قریب کریں اور بندے کے پاس اس کے ہر حال پر ایک ظاہری دلیل ہو اور یہ چیز علم نافع' عمل صالح اور مسائل و دلائل کے علم کو متضمن ہے۔

﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ﴾ ''اور کہہ دیجئے! حق آ گیا اور باطل نکل بھاگا۔'' حق وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف نازل فرمایا اور آپ کو حکم دیا کہ وہ اپنے قول سے اس کا اعلان کر دیں کہ حق آ گیا ہے اس کے مقابلے میں کوئی چیز کھڑی نہیں رہ سکتی اور باطل چلا گیا' یعنی مضمحل ہو کر معدوم ہو گیا۔ ﴿ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ ''بے شک باطل ہے نکل بھاگنے والا'' یعنی یہ باطل کا وصف ہے مگر کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر باطل کے مقابلے میں حق موجود نہ ہو تو باطل عروج پا کر مروج ہو جاتا ہے تاہم جب حق آ جاتا ہے تو باطل مضمحل ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی حرکت باقی نہیں رہتی' اسی لئے باطل صرف انہی زمانوں اور انہی علاقوں میں رواج پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی بینات کے علم سے خالی ہوتے ہیں۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ

اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن کہ وہ شفاء اور رحمت ہے مومنوں کے لئے،

وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

اور نہیں زیادہ کرتا وہ ظالموں کو مگر خسارے ہی میں ○

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴾ ''اور اتارتے ہیں ہم قرآن میں سے جس میں شفا ہے اور مومنوں کے لئے رحمت اور گناہ گاروں کا تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے'' یعنی قرآن کریم شفا اور رحمت پر مشتمل ہے اور یہ شفا اور رحمت ہر ایک کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف اہل ایمان کے لئے ہے جو اس کی آیات کی تصدیق کر کے اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ رہے ظالم جو اس کی تصدیق نہیں کرتے یا اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے تو اس کی آیات ان کے خسارے ہی میں اضافہ کرتی ہیں کیونکہ ان پر حجت قائم ہو جاتی ہے۔ پس وہ شفا جس کو قرآن متضمن ہے وہ قلوب کے لئے شفائے عام ہے اور قلوب کو شبہات' جہالت' آراء فاسدہ' انحراف مذموم اور گھٹیا مقاصد جیسے امراض کو دور کرتی ہے کیونکہ قرآن علم یقینی پر مشتمل ہے جو ہر قسم کی جہالت اور تمام شبہات کو زائل کر دیتا ہے۔ قرآن وعظ و تذکیر پر مشتمل ہے جو ہر شہوت کو ختم کر دیتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت ہو۔ قرآن ابدان کے آلام و امراض سے شفا کو بھی متضمن ہے۔

رہی رحمت' تو قرآن کے اندر ایسے اسباب اور وسائل ذکر کیے گئے ہیں جن کو اختیار کرنے کی قرآن ترغیب دیتا ہے۔ جب بندہ ان کو اختیار کر لیتا ہے تو بے پایاں رحمت' ابدی سعادت' دنیاوی اور اخروی ثواب سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ

اور جب انعام کرتے ہیں ہم اوپر انسان کے تو وہ اعراض کرتا ہے اور دور کر لیتا ہے وہ پہلو اپنا اور جب پہنچتی ہے اسے

الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾

تکلیف تو ہو جاتا ہے وہ ناامید ○

انسان جہاں بھی ہے یہ اس کی فطرت ہے' سوائے اس کے جس کی اللہ راہنمائی فرمائے' کہ جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عطا ہوتی ہیں تو وہ ان نعمتوں پر بہت خوش ہوتا ہے' ان پر اتراتا ہے' حق سے روگردانی کرتا ہے' اینٹھتا ہے اور اپنے رب سے منہ موڑ لیتا ہے' وہ اس کا شکر ادا کرتا ہے نہ اس کو یاد کرتا ہے۔ ﴿ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ ﴾ ''اور جب اس کو برائی پہنچتی ہے'' مثلاً بیماری وغیرہ ﴿ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴾ ''تو مایوس ہو جاتا ہے۔'' یعنی بھلائی سے بالکل مایوس ہو جاتا ہے' رب سے اپنی امید منقطع کر لیتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ جس حالت میں ہے ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ اور وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ ہدایت سے نواز دیتا ہے وہ نعمتیں میسر ہونے پر اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھک جاتا ہے اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے اور جب وہ سختی اور مصیبت سے دوچار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتا ہے' اللہ تعالیٰ سے عافیت اور اس مصیبت کے دور ہونے کی امید رکھتا ہے اور اس سے اس کی مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے۔

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع ۹

کہہ دیجئے! ہر شخص عمل کرتا ہے اوپر اپنے طریقے کے، پس تمہارا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو، جو ہے زیادہ سیدھے راستے پر ○

﴿ قُلْ كُلٌّ ﴾ ”کہہ دیجیے ہر ایک“ یعنی لوگوں میں سے۔ ﴿ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ﴾ ”کام کرتا ہے اپنے ڈھنگ پر“ یعنی اس طریقے پر جو اس کے احوال کے لائق ہوتا ہے۔ اگر وہ نیک بندوں میں سے ہیں تو ان کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ان کا عمل رب کائنات کی رضا کی خاطر ہوتا ہے اور اگر وہ نیک اور ابرار لوگوں کی بجائے ان لوگوں میں سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ ان کے حال پر چھوڑ کر ان سے الگ ہو گیا ہو تو ان کے لئے صرف وہی عمل مناسب ہوتا ہے جو اس نے مخلوق کو خوش کرنے کے لئے کیا ہو اور ان کے موافق صرف وہی عمل ہوتا ہے جو ان کی اغراض کے موافق ہو۔ ﴿ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴾ ”پس تمہارا رب اس شخص سے خوب واقف ہے جو سب سے زیادہ سیدھے راستے پر ہے۔“ یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ کون ہے جو ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ پس اسے ہدایت سے نواز دیتا ہے اور کون ہے جو صلاحیت نہیں رکھتا تو وہ اسے اپنے حال پر چھوڑ کر ہدایت سے محروم کر دیتا ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ
اور پوچھتے ہیں وہ (یہودی) آپ سے، روح کی بابت، کہہ دیجیے، روح امر ہے میرے رب کا اور نہیں دیے گئے تم

مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۵
علم سے مگر بہت ہی تھوڑا ○

یہ آیت کریمہ ایسے لوگوں کو باز رکھنے کو متضمن ہے جو ایسے سوالات پوچھتے ہیں جن سے ان کا مقصد محض تعنّت اور مسئول کو لاجواب کرنا ہوتا ہے۔ درآں حالیکہ وہ اہم امور کے بارے میں سوال نہیں کرتے۔ پس وہ روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں جس کا تعلق مخفی امور سے ہے۔ کوئی شخص بھی روح کا وصف اور اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا اور ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اس علم میں بھی قاصر ہیں جس کے وہ محتاج ہیں اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ وہ ان کے سوال کا یہ جواب دیں۔ ﴿ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ ﴾ ”کہہ دیجیے! روح میرے رب کے امر سے ہے“ یعنی من جملہ مخلوقات سے ہے جن کے بارے میں میرے رب نے حکم دیا کہ ”ہو جاؤ“ اور وہ وجود میں آ گئیں لہٰذا ان کے بارے میں سوال کرنا تمہارے لئے کوئی زیادہ فائدہ مند نہیں جبکہ ان کے علاوہ دیگر امور میں بھی تمہارا علم معدوم ہے۔ اس آیت مقدسہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب مسئول سے کسی معاملے میں سوال کیا جائے تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ (لایعنی) سوال کا جواب دینے سے گریز کرے جو سائل نے پوچھا ہے اور اس امر میں اس کی راہنمائی کرے جس کا وہ محتاج ہے اور جو اس کے لئے فائدہ مند ہے۔

وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ
اور البتہ اگر ہم چاہیں تو یقیناً لے جائیں اس چیز (قرآن) کو جو وحی کیا ہم نے آپ کی طرف، پھر نہ پائیں گے آپ اپنے لئے اس (قرآن کے لانے) پر

عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿٨٦﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿٨٧﴾

ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی ○ مگر مہربانی سے آپ کے رب کی، بلاشبہ فضل اس کا ہے آپ پر بہت بڑا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن اور وحی جسے اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کیا ہے وہ آپ پر اور بندوں پر رحمت اور احسان ہے قرآن اور وحی علی الاطلاق رسول اللہ ﷺ کے لئے سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ فضل وکرم ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا...... پس جس ہستی نے آپ پر یہ فضل و کرم کیا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ اسے واپس لے لے پھر آپ کوئی ایسی ہستی نہیں پائیں گے جو یہ فضل وکرم واپس لا سکے اور آپ کو کوئی ایسا وکیل اور کارساز نہیں ملے گا جو اللہ کے حضور اس بارے میں بات کر سکے۔ پس آپ کو اس بارے میں خوش ہونا چاہیے اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی رہنی چاہئیں اور تکذیب کرنے والوں کی تکذیب اور گمراہوں کا استہزا و تمسخر آپ کو غم زدہ نہ کرے۔ اس لئے کہ لوگوں کے سامنے جلیل ترین نعمت پیش کی گئی انہوں نے اسے ٹھکرا دیا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت حقیر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔

قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا

کہہ دیجئے! البتہ اگر جمع ہو جائیں (تمام) انسان اور جن اوپر اس بات کے کہ (بنا) لائیں وہ مثل اس قرآن کے تو نہ

يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿٨٨﴾

لا سکیں گے وہ مثل اس کے اگرچہ ہو ان کا بعض، بعض کا مددگار ہی ○

یہ اس بات کی قطعی دلیل اور واضح برہان ہے کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں وہ صحیح اور صداقت پر مبنی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام جنوں اور انسانوں کو معارضے کی دعوت دی ہے کہ وہ اس جیسا قرآن بنا لائیں اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ بھی فرما دیا کہ وہ اس جیسا قرآن نہیں لا سکتے۔ خواہ وہ ایک دوسرے کی مدد ہی کیوں نہ کر لیں۔ یہ سب کچھ اسی طرح واقع ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ جھٹلانے والوں کی بہت زیادہ خواہش تھی کہ وہ کسی طریقے سے اس دعوت کو جھوٹا ثابت کریں جسے رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اور وہ لغت عرب کے ماہر اور فصاحت و بلاغت کے مالک تھے۔ اگر ان میں اس دعوت کا مقابلہ کرنے کی ذرا سی بھی اہلیت ہوتی تو وہ ضرور اس کا مقابلہ کرتے۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ انہوں نے طوعاً و کرہاً اس بارے میں اپنی بے بسی کو تسلیم کر لیا اور قرآن کے معارضے سے عاجز آ گئے...... اور وہ مخلوق جو مٹی سے پیدا کی گئی' جو ہر پہلو سے ناقص ہے' جو علم' قدرت' ارادہ اور مشیت سے محروم ہے' اس کا کلام اور کمال اس کے رب کا عطا کردہ ہے' رب کائنات کے کلام کا کس طرح مقابلہ کر سکتی ہے' جو تمام بھید کو جاننے والا ہے' جو کمال مطلق' حمد مطلق اور مجد عظیم کا مالک ہے' وہ ایسی ہستی ہے کہ اگر سات سمندروں کو روشنائی اور تمام درختوں کے قلم بنا دیے جائیں' تو تمام روشنائی ختم ہو جائے گی

اور قلم فنا ہو جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات کبھی ختم نہ ہوں گے۔

پس جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات میں، اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کے مماثل نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام بھی...... جو کہ اس کی صفت ہے...... بے مثل ہے۔ اس کی ذات، اس کے اسماء، اس کی صفات اور اس کے افعال میں کوئی چیز اس کی مثیل نہیں۔ تب ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو مخلوق کے کلام کو خالق کے کلام کے مشابہ قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ محمد (ﷺ) نے اسے اپنے دل سے گھڑ کر اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کی ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍۡ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ

اور البتہ تحقیق پھیر پھیر کر بیان کی ہے ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر ایک مثال، پس انکار کیا اکثر لوگوں نے

اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ

مگر کفر کرنے سے (نہیں) ○ اور کہا انہوں نے، ہرگز نہیں ایمان لائیں گے ہم تجھ پر، یہاں تک کہ جاری کرے تو ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ ○ یا

تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ

ہو واسطے تیرے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا، پھر جاری کر دے تو نہریں اس (باغ) کے درمیان (جگہ جگہ) جاری کرنا ○ یا گرا دے تو

السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِىَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰۤئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ

آسمان، جیسا کہ دعوی کرتا ہے تو، ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے، یا لے آ تو اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے ○ یا ہو

لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ

تیرے لئے ایک گھر سونے کا، یا چڑھ جا تو آسمان میں، اور ہرگز نہیں مانیں گے ہم تیرے چڑھ جانے کو، یہاں تک کہ اتار لائے تو

عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّىْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ وَمَا مَنَعَ

ہم پر ایک کتاب کہ ہم پڑھیں اسے، آپ کہہ دیجئے! پاک ہے میرا رب، نہیں ہوں میں مگر صرف ایک بشر (اور) رسول ○ اور نہیں منع کیا

النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾

لوگوں کو (اس سے) کہ ایمان لائیں وہ، جب آ گئی انکے پاس ہدایت، مگر اس بات نے کہ انہوں نے کہا، کیا بھیجا ہے اللہ نے ایک بشر کو رسول (بنا کر)؟ ○

قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰۤئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ

کہہ دیجئے! اگر ہوتے زمین میں فرشتے، وہ چلتے (پھرتے) اطمینان سے تو البتہ نازل کرتے ہم ان پر آسمان سے

مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ؕ

کوئی فرشتہ ہی رسول (بنا کر) ○ کہہ دیجئے! کافی ہے اللہ گواہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان،

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾

بے شک وہ ہے اپنے بندوں سے خوب خبردار، خوب دیکھنے والا ○

ع۱۰

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ﴾ ''اور ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی واسطے لوگوں کے اس قرآن میں ہر مثال'' یعنی ہم نے اس میں مختلف انواع کے مواعظ اور مثالیں بیان کی ہیں اور ان معانی و مضامین کو بار بار دہرایا ہے لوگ جن کے ضرورت مند ہیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں اور تقویٰ اختیار کریں مگر ان میں سے بہت کم لوگوں نے نصیحت پکڑی ہے' سوائے ان لوگوں کے' جن کے بارے میں پہلے ہی سے سعادت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق کے ذریعے سے ان کی اعانت فرمائی مگر اکثر لوگوں نے اس نعمت کی ناقدری کی جو تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے اور انہوں نے اپنی خواہشات کے مطابق معجزات و آیات کا مطالبہ کر کے تعنت کا مظاہرہ کیا اور وہ اپنے نفس کی طرف سے' جو ظالم اور جاہل ہے' آیات گھڑتے ہیں۔ پس وہ رسول اللہ ﷺ سے' جو یہ قرآن لے کر مبعوث ہوئے ہیں جو ہر قسم کی دلیل اور برہان پر مشتمل ہے' کہتے ہیں: ﴿ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴾ ''ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو جاری کر دے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ'' یعنی بہتی ہوئی نہریں جاری کر دے۔

﴿ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ ﴾ ''یا ہو تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا'' جن کی مدد سے تو بازاروں میں چلنے پھرنے اور آ جانے سے مستغنی ہو جائے۔ ﴿ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا ﴾ ''یا گرا دے ہم پر آسمان' جیسا کہ تو کہا کرتا ہے' ٹکڑے ٹکڑے کرکے'' یعنی عذاب سے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ﴿ اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴾ ''یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے'' یعنی تمام فرشتے' یا دوسرا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمام فرشتے روبرو آ جائیں اور وہ تیری نبوت کی گواہی دیں۔ ﴿ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ ﴾ ''یا ہو تیرے واسطے گھر سنہرا'' یعنی سونے وغیرہ سے منقش اور آراستہ ﴿ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ﴾ ''یا تو آسمان پر چڑھ جا'' یعنی حسی طور پر آسمان پر چڑھ جائے۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' اس کے باوجود ﴿ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ﴾ ''ہم نہیں مانیں گے تیرے چڑھ جانے کو یہاں تک کہ لائے تو ہمارے پاس کتاب جسے ہم پڑھیں'' چونکہ یہ کلام محض تعنت اور رسول کو بے بس کرنے کی خواہش اور داعیہ ہے' یہ احمق ترین اور ظالم ترین لوگوں کا کلام ہے جو حق کو ٹھکرا دینے کو متضمن ہے' نیز یہ اللہ تعالیٰ کے حضور بے ادبی اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بے بنیاد دعویٰ ہے کہ آپ یہ آیات خود تصنیف کرتے ہیں...... اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ اللہ کی تنزیہ بیان کریں۔ ﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ ﴾ ''کہہ دیجئے! پاک ہے میرا رب'' یعنی جو کچھ تم اللہ کے بارے میں کہتے ہو وہ اس سے بہت بلند اور بالاتر ہے۔ اس کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کے احکام اور آیات ان کی خواہشات نفس اور گمراہ آراء و نظریات کے تابع ہوں۔ ﴿ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ ''میں نہیں ہوں مگر ایک آدمی بھیجا ہوا'' میرے ہاتھ میں کچھ بھی اختیار نہیں...... یہی وہ سبب ہے جس کی بنا پر اکثر لوگ ایمان نہ لائے کیونکہ ان کی

طرف جو رسول اور نبی مبعوث کیے گئے وہ سب انہی کی جنس میں سے تھے یعنی وہ سب بشر تھے۔
یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت ہے کہ اس نے ان کی طرف انسانوں کو رسول بنا کر بھیجا کیوں کہ وہ فرشتوں سے بلاواسطہ احکام وصول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' اس لیے فرمایا: ﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓىِٕكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّیْنَ ﴾ ''کہہ دیجیے! اگر ہوتے زمین میں فرشتے پھرتے' بستے'' یعنی اگر وہ فرشتوں کو دیکھ لینے اور ان سے احکام اخذ کرنے کی طاقت رکھتے ہوتے ﴿ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴾ ''تو اتارتے ہم ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام دے کر۔'' ﴿ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴾ ''کہہ دیجیے اللہ کافی ہے بطور گواہ میرے اور تمہارے درمیان' بے شک وہ ہے اپنے بندوں سے خبردار' دیکھنے والا۔'' اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول کے لیے گواہی یہ ہے کہ اس نے آیات اور معجزات کے ذریعے سے اس کی تائید کی اور ان لوگوں کے خلاف آپ کو فتح و نصرت سے نوازا جنہوں نے آپ سے عداوت کی۔ اگر آپ نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر آپ کی رگ جاں کاٹ دیتا۔ اللہ تعالیٰ باخبر اور دیکھنے والا ہے اور بندوں کے احوال میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ

اور جس کو ہدایت دے اللہ، پس وہی ہے ہدایت پانے والا، اور جسے وہ گمراہ کرے تو ہرگز نہیں پائیں گے آپ ان کیلئے کوئی دوست سوائے اس (اللہ) کے،

وَنَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ

اور ہم اکٹھا کریں گے انکو دن قیامت کے انکے منہ کے بل اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہونگے، ٹھکانا انکا جہنم ہے،

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ۝97 ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا

جب وہ بجھنے لگے گی تو زیادہ کردیں گے ہم ان کیلئے آگ کا بھڑکانا ○ یہ سزا ہے انکی بوجہ اسکے کہ بیشک انہوں نے کفر کیا ساتھ ہماری آیتوں کے، اور کہا، کیا جب

كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ۝98 اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ

ہو جائیں گے ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ تو کیا بلاشبہ ہم البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے پیدا کر کے نئے سرے سے؟ ○ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بیشک اللہ،

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا

جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو، قادر ہے اوپر اسکے کہ وہ پیدا کرے مثل انکی، اور مقرر کیا اس نے ان کیلئے ایک وقت (معین)، کہ

لَّا رَیْبَ فِیْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝99 قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ

نہیں شک اس میں، پس انکار کیا ظالموں نے، مگر کفر کرنے سے (نہیں) ○ کہہ دیجیے! اگر تم اختیار رکھتے خزانوں کا رحمت کے

رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝100 ع

میرے رب کی، تو اس وقت ضرور روک لیتے تم (ان کو) خرچ ہو جانے کے ڈر سے، اور ہے انسان نہایت ہی بخیل ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ہدایت اور گمراہی صرف اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ جسے ہدایت

سے نوازنا چاہتا ہے تو اسے آسان راہیں میسر کر دیتا ہے اور اس کو تنگی سے بچا لیتا ہے اور وہی درحقیقت ہدایت یافتہ ہے اور جسے گمراہ کرتا ہے اسے اس کے نفس کے حوالے کر کے اس سے الگ ہو جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کوئی راہ نہیں دکھا سکتا اور ان کا اس روز کوئی حمایتی نہیں ہوگا جو ان کی اللہ کے عذاب کے مقابلے میں مدد کر سکے جب اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو ان کے چہروں کے بل، نہایت رسوائی کی حالت میں اندھے اور گونگے بنا کر اکٹھے کرے گا وہ دیکھ سکیں گے نہ بول سکیں گے۔ ﴿ مَاْوٰىهُمْ ﴾ ''ان کا ٹھکانا'' یعنی ان کی جائے قرار اور ان کا گھر ﴿ جَهَنَّمُ ﴾ ''جہنم ہے'' جہاں ہر قسم کا حزن و غم اور عذاب جمع ہے۔ ﴿ كُلَّمَا خَبَتْ ﴾ ''جب وہ بجھنے لگے گی'' ﴿ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴾ ''تو ہم ان پر اس آگ کو اور بھڑکا دیں گے۔'' عذاب ان پر سے منقطع نہ ہوگا۔ ان کو موت آئے گی نہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بات کی جزا دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے اور قیامت کے روز پر ایمان نہیں رکھتے تھے جس کے بارے میں تمام انبیاء و رسل نے آگاہ فرمایا اور تمام آسمانی کتابوں نے اس کے برپا ہونے کا اعلان کیا۔ انہوں نے اپنے رب کو عاجز قرار دے کر اس کی قدرت کاملہ کا انکار کر دیا۔

﴿ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴾ (بنی اسرآءیل: ۴۹/۱۷) ''اور انہوں نے کہا، جب ہم ہو گئے ہڈیاں اور چورا چورا، کیا ہم اٹھائے جائیں گے نئے بنا کر'' یعنی یہ ہو ہی نہیں سکتا...... وہ یہ بات اس لئے کہتے تھے کہ ان کی فاسد عقل کے مطابق ایسا ہونا بہت بعید تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے آسمان اور زمین بنائے'' جو کہ انسانوں کی تخلیق سے زیادہ مشکل امر ہے۔ ﴿ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ﴾ ''وہ قادر ہے کہ پیدا کرے ان جیسوں کو'' کیوں نہیں! بے شک اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر قادر ہے ﴿ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ﴾ ''اور اس نے ان کے لئے ایک مدت مقرر کر دی ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں'' اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس گھڑی کو اچانک لے آئے اور اس بات کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی بعد موت پر دلائل و براہین قائم کر دیئے ہیں۔ ﴿ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴾ ''پھر بھی نہیں رہا جاتا ظالموں سے ناشکری کیے بغیر'' ظلم کرتے اور افترا کرتے ہوئے۔

﴿ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ ﴾ ''کہہ دیجیے! اگر تمہارے ہاتھ میں ہوتے میرے رب کی رحمت کے خزانے'' جو کبھی ختم ہوتے ہیں نہ تباہ ہوتے ہیں ﴿ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ﴾ ''تو تم ضرور بند کر رکھتے، اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں'' یعنی اس خوف سے کہ جو کچھ خرچ کرتے ہو کہیں ختم نہ ہو جائے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا ختم ہونا محال ہے مگر بخل اور کنجوسی انسان کی جبلت میں رکھ دیئے گئے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْــَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ

اور البتہ تحقیق دیئے تھے ہم نے موسیٰ کو نو معجزے واضح پس پوچھ لیجیے آپ بنی اسرائیل سے، جب آیا وہ (موسیٰ) انکے پاس تو کہا اس سے

فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا

فرعون نے، بیشک میں البتہ گمان کرتا ہوں تجھے اے موسیٰ! سحر زدہ ○ موسیٰ نے کہا، البتہ تحقیق جانتا ہے تو کہ نہیں نازل کیا انکو، مگر

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ

رب نے آسمانوں اور زمین کے، واسطے دکھانے کے، اور بیشک میں البتہ گمان کرتا ہوں تجھے اے فرعون! ہلاک کیا ہوا ○ پس ارادہ کیا فرعون نے،

اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ

یہ کہ اکھاڑ دے انکو اس زمین سے، تو غرق کر دیا ہم نے اسے، اور ان لوگوں کو جو ساتھ تھے اس کے سب کو ○ اور کہا ہم نے بعد اس کے

لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ﴿۱۰۴﴾ ط

بنی اسرائیل سے رہو تم اس زمین میں، پھر جب آئے گا وعدہ آخرت کا تو لے آئیں گے ہم تم (سب) کو باہم اکٹھا ○

یعنی اے رسول! کہ جس کی آیات و معجزات کے ذریعے سے تائید کی گئی ہے...... آپ پہلے رسول نہیں ہیں جس کی لوگوں نے تکذیب کی ہم نے آپ ﷺ سے پہلے موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) کو رسول بنا کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا' ہم نے انہیں عطا کیے ﴿تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ﴾ "نو معجزات" جو شخص حق کا قصد رکھتا ہے اس کے لئے ان میں ایک ہی معجزہ کافی ہے...... جیسے اژدہا' عصا' طوفان' ٹڈی دل' جوئیں' مینڈک' خون' ید بیضا اور سمندر کا پھٹ جانا۔ اگر آپ کو اس بارے میں کوئی شک ہے ﴿فَسْـَٔلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ﴾ "تو آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیں جب آئے موسیٰ ان کے پاس تو (ان معجزات کے باوجود) فرعون نے کہا: ﴿اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا﴾ "اے موسیٰ! میں سمجھتا ہوں' تجھ پر ضرور جادو کر دیا گیا ہے۔" ﴿قَالَ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے فرعون! ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ﴾ "تجھے علم ہے" ﴿مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ﴾ "نہیں نازل کیا ان معجزات کو" ﴿اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ﴾ "مگر آسمان و زمین کے رب نے سمجھانے کو" اپنی طرف سے بندوں کے لئے۔ پس تیرا یہ قول حقیقت پر مبنی نہیں۔ تیرا یہ قول اپنی قوم میں ابہام پیدا کرنے اور حق و صواب کی راہ سے ہٹانے کے لئے ہے۔ ﴿وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ "اے فرعون! میں خیال کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہو جائے گا۔" یعنی اے فرعون! میں سمجھتا ہوں کہ تو سخت مبغوض' مذموم' دھتکارا ہوا اور اللہ کے عذاب میں پھینکا جانے والا ہے۔ ﴿فَاَرَادَ﴾ پس فرعون نے ارادہ کیا ﴿اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ﴾ "کہ وہ ان کو اس زمین (مصر) سے نکال دے۔" یعنی بنی اسرائیل کو سرزمین مصر سے نکال کر جلاوطن کر دے ﴿فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا﴾ "پس ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو سب کو غرق کر دیا" اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو ان کی زمینوں اور گھروں کا وارث بنا دیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا﴾ "اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا' رہو تم زمین میں' پس جب آخرت کا وعدہ

آ ئے گا' تو ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے'' یعنی تم سب کو لے کر آئیں گے اور پھر ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی جزا دیں گے۔

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وقف لازم

اور ساتھ حق کے نازل کیا ہے ہم نے اسکو، اور ساتھ حق کے وہ نازل ہوا، اور نہیں بھیجا ہم نے آپکو مگر خوشخبری دینے اور ڈرانے والا ○

یعنی ہم نے اس قرآن کو حق کے ساتھ' اپنے بندوں کے لئے امر و نہی اور ان کے عذاب و عقاب کی خاطر نازل کیا ہے ﴿ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ﴾ ''اور حق کے ساتھ اترا'' یعنی یہ قرآن صدق و عدل اور شیطان مردود کے ہر وسوسہ سے محفوظ نازل ہوا ہے ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا ﴾ ''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر خوشخبری دینے والا بنا کر'' یعنی ان لوگوں کو دنیاوی اور اخروی ثواب کی خوشخبری دینے کے لئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ﴿ وَنَذِيْرًا ﴾ ''اور ڈرانے والا'' یعنی انہیں دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈرانے کے لئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس سے ان امور کا بیان لازم آتا ہے جو تبشیر و انذار پر مبنی ہیں۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا

اور قرآن جدا جدا (نازل) کیا ہم نے اسکو تاکہ آپ پڑھیں اسکو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر، اور اتارا ہم نے اسے اتارنا (تھوڑا تھوڑا) ○ کہہ دیجیے! ایمان لاؤ تم

بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ

ساتھ اس کے یا نہ ایمان لاؤ، بے شک وہ لوگ جو دیئے گئے علم پہلے اس سے، جب پڑھا جاتا ہے ان پر تو وہ گر پڑتے ہیں

لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾

ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے ○ اور وہ کہتے ہیں، پاک ہے ہمارا رب، بلاشبہ ہے وعدہ ہمارے رب کا (پورا) کیا ہوا ○

وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۩ ﴿۱۰۹﴾ السجدۃ ۳

اور وہ گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے، اور زیادہ کرتا ہے (قرآن) ان کو گڑگڑانے میں ○

یعنی ہم نے اس قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کیا ہے جو ہدایت اور گمراہی' حق اور باطل کے درمیان تفریق کرتا ہے ﴿ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ ﴾ ''تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں'' تاکہ وہ اس کے معانی میں تدبر کریں اور اس میں سے اس کے مختلف علوم کا استخراج کریں۔ ﴿ وَنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴾ ''اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارا ہے۔'' یعنی اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے' ٹکڑوں میں تیئس (۲۳) سال کے عرصہ میں نازل کیا ہے۔ ﴿ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴾ (الفرقان: ۳۳/۲۵) ''اور وہ جب کبھی آپ کے پاس کوئی پیچیدہ بات لے کر آئے تو ہم نے حق کے ساتھ اس کا جواب دے دیا اور بہترین طریقے سے بات کو کھول دیا۔'' پس جب حق واضح ہو جائے جس میں کسی بھی پہلو سے کوئی شک و شبہ نہیں ﴿ قُلْ ﴾ تو ان

لوگوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے حق کو جھٹلایا اور اس سے منہ موڑا ﴿ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ﴾ ''تم اس کے ساتھ ایمان لاؤ یا نہ لاؤ'' اللہ تعالیٰ کو تمہاری کوئی حاجت نہیں اور تم اللہ تعالیٰ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس تکذیب کا نقصان تمہیں ہی پہنچے گا کیونکہ تمہارے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اور بھی بندے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علم نافع عطا کیا ہے۔ ﴿ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴾ ''جب پڑھا جاتا ہے ان پر، تو وہ گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدہ کرتے ہوئے'' یعنی اس سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور اس کے سامنے نہایت عاجزی سے سرافگندہ ہوتے ہیں۔

﴿ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ ﴾ ''اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب'' وہ ان تمام صفات سے پاک اور منزہ ہے جو اس کے جلال کے لائق نہیں اور جو مشرکین نے ان کی طرف منسوب کر رکھی ہیں ﴿ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا ﴾ ''اور بے شک ہمارے رب کا وعدہ'' یعنی اس نے زندگی بعد موت اور اعمال کی جزا کا جو وعدہ کر رکھا ہے۔ ﴿ لَمَفْعُوْلًا ﴾ ''ہونے والا ہے'' اس میں کوئی وعدہ خلافی ہے نہ اس میں کوئی شک ہے۔ ﴿ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ ﴾ ''اور گرتے ہیں وہ ٹھوڑیوں پر'' یعنی منہ کے بل ﴿ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ ﴾ ''روتے ہوئے اور زیادہ کرتا ہے ان کو'' یعنی قرآن ﴿ خُشُوْعًا ﴾ ''خشوع خضوع میں'' یہ اہل کتاب کے ان مومنین کی مانند ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور وہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اور اس کے بعد ایمان لائے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا

کہہ دیجئے! پکارو تم اللہ یا پکارو تم رحمٰن (کہہ کر) جس (نام) کے ساتھ پکارو تم، سو اسی کیلئے ہیں (سب) نام بہت اچھے، اور مت

تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿١١٠﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ

بلند آواز کریں ساتھ اپنی نماز کے، اور نہ بہت آہستہ (کریں آواز) ساتھ اسکے، اور تلاش کریں درمیان اسکے راستہ ○ اور کہہ دیجئے! حمد

لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ

اللہ ہی کے لیے ہے، وہ جس نے نہیں بنائی کوئی اولاد، اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک بادشاہی میں، اور نہیں ہے اس کا

وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿١١١﴾ ع

کوئی حمایتی بوجہ ذلت (کمزوری) کے، اور بڑائی بیان کیجئے اس (اللہ) کی خوب بڑائی بیان کرنا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے: ﴿ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ﴾ ''تم پکارو اللہ کو یا پکارو رحمٰن کو'' یعنی ان دونوں ناموں میں سے چاہے جس نام سے پکارو ﴿ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ﴾ ''جو کہہ کر پکارو گے پس اسی کے ہیں سب نام اچھے'' یعنی اس کا کوئی اسم مبارک ایسا نہیں جو اچھا نہ ہو اور اس کو اس نام سے پکارنے سے روکا گیا ہو۔ تم جس نام سے بھی اسے پکارو گے اس سے مقصد حاصل ہو جائے گا۔ مگر مناسب یہی

ہے کہ اسے ہر مطلوب کی مناسبت سے مطلوب کے مطابق نام سے پکارا جائے۔ ﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ ﴾ ''اور پکار کر نہ پڑھیں اپنی نماز'' یعنی بہت بلند آواز سے قراءت نہ کیجئے ﴿ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ﴾ ''اور نہ چپکے سے پڑھیں'' یعنی ان دونوں امور سے بچا جانا چاہیے۔ زیادہ بلند آواز میں قراءت سے اس لئے روکا گیا ہے کہ مشرکین قرآن مجید سن کر برا بھلا کہیں گے اور قرآن لانے والے کو سب وشتم کا نشانہ بنائیں گے اور بہت نیچی آواز میں قرآن پڑھنے سے اس شخص کا مقصد پورا نہ ہو سکے گا جو دھیمی آواز میں قرآن سننا چاہتا ہے۔ ﴿ وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴾ ''اور ڈھونڈ لیں اس کے درمیان راستہ'' یعنی بہت زیادہ بلند آواز اور بہت زیادہ پست آواز کے بین بین اور ان دونوں کے درمیان متوسط راہ اختیار کیجئے۔

﴿ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ﴾ ''اور کہہ دیجئے! تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے'' جو ہر لحاظ سے کمال، مدح وثنا اور حمد ومجد کا مالک اور ہر آفت اور نقص سے پاک ہے۔ ﴿ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ ﴾ ''جو نہیں رکھتا اولاد اور نہیں اس کا کوئی شریک بادشاہی میں'' بلکہ تمام تر اقتدار کا مالک اللہ واحد وقہار ہے' تمام عالم علوی اور عالم سفلی کے رہنے والے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں ﴿ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ ﴾ ''اور نہیں ہے اس کا کوئی مددگار عاجزی کے وقت'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنا سرپرست نہیں بناتا کہ وہ اس کے تعاون کے ذریعے سے عزت وغلبہ حاصل کرے۔ پس وہ بے نیاز اور قابل ستائش ہے' وہ زمین اور آسمانوں میں اپنی مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہیں۔ مگر وہ اپنے بندوں پر احسان کرتے اور ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپتے ہوئے ان کو اپنا دوست بناتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ﴾ (البقرۃ: ۲۵۷/۲) ''جو لوگ ایمان لائے' اللہ ان کا دوست ہے جو انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔'' ﴿ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ﴾ ''اور اس کی بڑائی بیان کر بڑا جان کر'' یعنی اس کے عظیم اوصاف کے بارے میں خبر دے کر' اس کے اسماء حسنیٰ کے ذریعے سے حمد وثنا کے ساتھ' اس کے افعال مقدسہ کے ذریعے سے ستائش کے ساتھ' صرف اس کے لئے عبادت کے ذریعے سے اس کی عظمت وجلال بیان کرتے ہوئے اس کی تعظیم وجلال کا اعتراف کیجئے' اس کا کوئی شریک نہیں اور اخلاصِ دین صرف اسی کے لئے ہے۔

تفسیر سورۃ الکہف

سُورَةُ الْكَهْفِ (۱۸) مَكِّيَّةٌ (۶۹) | بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ | آیاتہا ۱۱۰ رکوعاتہا ۱۲

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان' بہت رحم کرنے والا ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا ۜ ﴿١﴾ قَيِّمًا

تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے' جس نے نازل کی اپنے بندے پر کتاب' اور نہیں رکھی اس میں کوئی کجی ○ اس حال میں کہ وہ سیدھی ہے'

لِّيُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِيۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡهُ وَيُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ

تاکہ ڈرائے وہ عذاب سخت سے، اس (اللہ) کی طرف سے، اور (تاکہ) وہ خوشخبری دے مومنوں کو، وہ لوگ جو عمل کرتے ہیں نیک،

اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ﴿۲﴾ مَّاكِثِيۡنَ فِيۡهِ اَبَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّيُنۡذِرَ الَّذِيۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ

بیشک ان کیلئے اجر ہے اچھا ○ اس حال میں کہ وہ رہنے والے ہونگے اس میں ہمیشہ ہی ○ اور (تاکہ) وہ ڈرائے ان لوگوں کو جنہوں نے کہا، بنائی ہے

اللّٰهُ وَلَدًا ۗ﴿۴﴾ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمۡ ؕ كَبُرَتۡ كَلِمَةً تَخۡرُجُ

اللہ نے اولاد ○ نہیں ہے انکو ساتھ اس (دعویٰ) کے کوئی علم، اور نہ انکے باپ دادا ہی کو، بڑی ہی خطرناک بات ہے جو نکلتی ہے

مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ؕ اِنۡ يَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿۵﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ

ان کے مونہوں سے، نہیں کہتے وہ، مگر جھوٹ ہی ○ پس شاید کہ آپ ہلاک کرنے والے ہیں اپنے آپ کو

عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا ﴿۶﴾

پیچھے ان کے، اگر نہ ایمان لائیں وہ ساتھ اس بات (قرآن) کے غم کے مارے ○

حمد سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات کے ذریعے سے، جو کہ صفت کمال ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی اور دینی و دنیاوی نعمتوں کے اظہار و اعتراف کے ذریعے سے اس کی ثنا بیان کرنا...... اور علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کی جلیل ترین نعمت اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر قرآن نازل کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود اپنی حمد بیان کی اور اس ضمن میں بندوں کے لئے اس امر کی طرف راہنمائی ہے کہ وہ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں کہ اس نے ان کی طرف اپنا رسول بھیجا اور کتاب نازل کی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی دو خوبیاں بیان فرمائیں جو اس بات پر مشتمل ہیں کہ یہ کتاب ہر لحاظ سے کامل ہے۔ یہ دو صفات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اس کتاب عظیم سے کجی کی نفی۔

(۲) اس بات کا اثبات کہ یہ کتاب کجی دور کرنے والی اور راہ راست پر مشتمل ہے۔

کجی کی نفی اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ کتاب میں کوئی جھوٹی خبر ہو نہ اس کے اوامر و نواہی میں ظلم کا کوئی پہلو ہو اور نہ کوئی عبث بات ہو۔

استقامت کا اثبات اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ کتاب جلیل ترین امور کا حکم دیتی اور جلیل ترین خبروں سے آگاہ کرتی ہے اور یہ وہ خبریں ہیں جو قلوب انسانی کو معرفت الٰہی اور ایمان و عقل سے لبریز کر دیتی ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور اس کے افعال کے بارے میں خبریں، نیز گزرے ہوئے اور آئندہ آنے والے غیبی معاملات کی خبریں۔ اس کتاب کی استقامت کا اثبات اس امر کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ اس کے اوامر و نواہی نفوس

انسانی کا تزکیہ ان کی نشوونما اور ان کی تکمیل کرتے ہیں کیونکہ یہ اوامر و نواہی کامل عدل و انصاف اخلاص اور اکیلے اللہ رب العالمین کے لئے عبودیت پر مشتمل ہیں۔ یہ کتاب جس کے مذکورہ بالا اوصاف بیان کئے گئے ہیں اس بات کی مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نازل کرنے پر اپنی حمد بیان کرے اور اپنے بندے سے اپنی حمد و ستائش کا مطالبہ کرے۔

﴿ لِّيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّن لَّدُنْهُ ﴾ ”تاکہ وہ اپنی طرف سے ڈرائے سخت عذاب سے“ یعنی اس قرآن کریم کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے ہاں موجود عذاب سے ڈرائے یعنی اس شخص کو اپنی اس قضا و قدر سے ڈرائے جو اس کے احکامات کی مخالفت کرنے والوں کے لئے ہے۔ یہ دنیاوی عذاب اور اخروی عذاب دونوں کو شامل ہے نیز یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو خوف دلایا ہے اور ان کو ان امور سے ڈرایا ہے جو ان کے لئے نقصان اور ہلاکت کا باعث ہیں۔ جیسا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آگ کا وصف بیان کیا تو فرمایا: ﴿ ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ ۚ يَا عِبَادِ فَاتَّقُونِ ﴾ (الزمر: ۱۶/۳۹) ”اللہ اس کے ذریعے سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اے میرے بندو! پس مجھ سے ڈرو۔“ پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے ان لوگوں کے لئے سخت سزائیں مقرر کر رکھی ہیں جو ان کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان سزاؤں کو ان کے سامنے بیان کر دیا اور ان اسباب کو بھی واضح کر دیا جو ان سزاؤں کے موجب ہیں۔

﴿ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ ﴾ ”اور خوشخبری دیجئے مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی تاکہ اس کے ذریعے سے نیز اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے سے ان لوگوں کو خوشخبری سنائے جو اس کتاب پر ایمان لا کر اپنے ایمان کی تکمیل کرتے ہیں۔ پس اس نے اپنے بندوں پر نیک اعمال واجب کئے اور اس سے مراد واجبات و مستحبات پر مشتمل نیک اعمال ہیں جن میں اخلاص اور اتباع رسول جمع ہوں۔ ﴿ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ﴾ ”کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے“ اس سے مراد وہ ثواب ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح پر مترتب کیا ہے۔ سب سے بڑا اور جلیل ترین ثواب اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا حصول ہے جس کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے تصور میں اس کا گزر ہوا ہے...... اور اس اجر کو ”حسن“ کے وصف کے ساتھ موصوف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ جنت میں کسی بھی لحاظ سے کوئی تکدر نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر اس میں کسی قسم کا تکدر پایا جائے تو یہ اجر مکمل طور پر حسن نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کہ یہ اچھا اجر ہے۔ ﴿ مَّاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا ﴾ ”وہ اس میں ابدالآباد تک رہیں گے“۔ یہ اجر و ثواب کبھی ان سے زائل ہوگا نہ یہ اس سے دور کئے جائیں گے بلکہ ان کی یہ نعمتیں ہر وقت بڑھتی ہی رہیں گی۔ تبشیر کا ذکر تقاضا کرتا ہے کہ ان اعمال کا ذکر کیا جائے جو بشارت کے موجب ہیں اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم تمام اعمال صالحہ

پر مشتمل ہے جو اس اجر وثواب کا سبب ہیں جس سے نفس خوش ہوں گے اور روحوں کو فرحت حاصل ہوگی۔

﴿ وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴾ ''اور ان لوگوں کو ڈرائے جنہوں نے کہا اللہ اولاد رکھتا ہے'' یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین، جن کا یہ بدترین قول ہے اور ان کا یہ قول کسی علم و یقین پر مبنی نہیں ہے۔ وہ اس کے بارے میں خود کوئی علم رکھتے ہیں نہ ان کے آباؤ اجداد کے پاس کوئی علم تھا جن کی یہ تقلید کرتے ہیں، بلکہ یہ تو محض ظن و گمان اور خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں۔

﴿ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ﴾ ''بڑی ہے بات جو نکلتی ہے ان کے مونہوں سے'' یعنی ان کی اس بات کی قباحت بہت زیادہ اور اس کی سزا بہت سخت ہے، اور اس شخص کے اس قول کی قباحت سے بڑھ کر اور کون سی قباحت ہوسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹا منسوب کرتا ہے حالانکہ یہ نسبت اس کی ذات میں نقص اور خصائص ربوبیت والوہیت میں غیر اللہ کی شراکت اور اس پر بہتان طرازی کی مقتضی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ (الانعام: ٢١/٦) ''اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔'' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا: ﴿ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴾ ''یہ لوگ محض جھوٹ بولتے ہیں'' جس میں صداقت کا ذرہ بھر شائبہ نہیں۔

غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح بتدریج ان کے قول کا ابطال کیا ہے اور کم تر باطل چیز سے زیادہ باطل چیز کی طرف انتقال کیا ہے، چنانچہ پہلے مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی۔ ﴿ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ﴾ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بلا علم اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرنا ممنوع اور باطل ہے پھر دوسرے مرحلے میں فرمایا کہ یہ انتہائی قبیح قول ہے، فرمایا: ﴿ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ﴾ پھر قباحت کے تیسرے مرتبے میں فرمایا کہ یہ محض جھوٹ ہے جو صدق کے منافی ہے۔

چونکہ نبی اکرم ﷺ خلائق کی ہدایت کی بے انتہا خواہش رکھتے تھے اور ان کی ہدایت کے لئے بے حد کوشاں رہتے تھے۔ آپ دین اسلام اختیار کرنے والے کے ہدایت قبول کرنے پر بہت خوش ہوتے تھے۔ تکذیب کرنے والے گمراہ لوگوں پر رحم و شفقت کی بنا پر متاسف اور غم زدہ ہوتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کے رویے پر افسوس اور تاسف میں مشغول نہ ہوں جو اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴾ (الشعراء: ٣/٢٦) ''شاید آپ اسی غم میں اپنے آپ کو ہلکان کرلیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ﴾ (فاطر: ٨/٣٥) ''پس ان لوگوں کے غم میں آپ کی جان نہ گھلے۔'' یہاں فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ ﴾ ''کیا آپ اپنے آپ کو ہلاک کرڈالیں گے۔'' یعنی ان کے غم میں، حالانکہ آپ کا

اجر وثواب تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہو چکا ہے اگر ان لوگوں کی کوئی بھلائی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتی تو وہ ضرور ان کو ہدایت سے نواز دیتا۔ مگر اسے معلوم ہے کہ یہ لوگ آگ کے سوا' کسی چیز کے قابل نہیں ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے اور وہ راہ راست نہ پا سکے۔ آپ کا ان کے غم اور تاسف میں اپنے آپ کو مشغول کرنا آپ کو کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

اس آیت کریمہ اور اس قسم کی دیگر آیات کریمہ میں عبرت ہے۔ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے پر مامور شخص پر تبلیغ دعوت' ان تمام اسباب کے حصول میں کوشاں رہنا جو ہدایت کی منزل پر پہنچاتے ہیں' امکان بھر گمراہی کے راستوں کو مسدود کرنا اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ پر توکل فرض ہے۔ پس اگر وہ راہ راست پر گامزن ہو جائیں تو بہتر ہے ورنہ اس کو ان کے افسوس میں گھلنا نہیں چاہیے کیونکہ یہ چیز نفس کو کمزور اور قویٰ کو منہدم کر دیتی ہے۔ اس میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ ایسا کرنے سے وہ مقصد فوت ہو جائے گا جس پر اسے مامور کیا گیا ہے۔ تبلیغ دعوت اور کوشش کے سوا ہر چیز اس کے اختیار سے باہر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ ﴾ (القصص : ۵۶/۲۸) ''آپ اسے ہدایت نہیں دے سکتے جسے آپ چاہتے ہیں۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراف کیا۔ ﴿ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِكُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَ اَخِیۡ ﴾ (المائدۃ : ۲۵/۵) ''اے میرے رب! میں اپنے آپ پر اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر کوئی اختیار نہیں رکھتا۔'' تو انبیائے کرام کے علاوہ دیگر لوگ بدرجہ اولیٰ کسی کو ہدایت دینے کا اختیار نہیں رکھتے' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ فَذَكِّرۡ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ ﴾ (الغاشیہ : ۸۸/۲۱-۲۲) ''آپ نصیحت کیجئے۔ آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں' آپ ان پر کوئی داروغہ مقرر نہیں ہوئے۔''

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى الۡاَرۡضِ زِيۡنَةً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ اَيُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾

بیشک ہم نے بنایا اسکو جو کچھ اوپر زمین کے ہے زینت اس کیلئے' تاکہ ہم آزمائیں انہیں کہ کون ان میں سے زیادہ اچھا ہے عمل میں ○

وَاِنَّا لَجٰعِلُوۡنَ مَا عَلَيۡهَا صَعِيۡدًا جُرُزًا ﴿۸﴾

اور بلاشبہ ہم البتہ بناڈالنے والے ہیں اس کو جو کچھ اوپر اس (زمین) کے ہے صاف چٹیل میدان ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے روئے زمین پر پائی جانے والی ہر چیز کو' لذت بھرے ماکولات و مشروبات' خوبصورت ملبوسات' اشجار و انہار' کھیتیوں' باغات' دلفریب مناظر' خوش منظر باغیچوں' سحر انگیز آوازوں' خوبصورت چہروں' سونے چاندی' اونٹوں اور گھروں' ان سب کو دنیا کی زینت' فتنہ اور آزمائش کے لئے پیدا کیا ہے۔ ﴿ لِنَبۡلُوَهُمۡ اَيُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴾ ''تاکہ ہم ان کو آزمائیں کہ کون ان میں اچھے عمل کرتا ہے۔'' یعنی کون زیادہ خالص اور زیادہ صحیح اعمال پیش کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ تمام چیزوں کو مضمحل

ہونے والی' فانی اور زائل ہو جانے والی بنایا ہے۔ عنقریب یہ زمین بے آب و گیاہ اور بنجر ہو جائے گی' اس کی تمام لذتیں ناپید ہو جائیں گی' اس کے دریا خشک ہو جائیں گے' اس کے تمام آثار مٹ جائیں گے اور اس کی نعمتیں زائل ہو جائیں گی۔ یہ ہے اس دنیا کی حقیقت' اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو ہمارے سامنے اس طرح بیان کر دیا ہے گویا کہ ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا سے دھوکہ کھانے سے بچنے کے لئے کہا ہے اور ہمیں اس گھر کے حصول کی ترغیب دی ہے جس کی نعمتیں دائمی اور جہاں کے رہنے والے بہت خوش بخت ہیں۔ یہ سب کچھ ہم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ جن لوگوں کا باطن گناہوں کے میل کچیل سے آلودہ ہے اور وہ دنیا کی ظاہری شکل کی طرف دیکھتے ہیں تو وہ دنیا کی زیب و زینت سے فریب کھا جاتے ہیں تب وہ دنیا میں بہائم کی طرح رہتے ہیں' مویشیوں کی طرح اس دنیا سے فائدہ اٹھاتے ہیں' اپنے رب کے حق میں غور کرتے ہیں نہ اس کی معرفت کے حصول کا اہتمام کرتے ہیں بلکہ ان کے ارادے صرف شہوات کے حصول پر مرتکز ہوتے ہیں خواہ وہ کسی بھی طریقے سے اور کسی بھی حالت میں حاصل ہوں۔ جب ان لوگوں کی موت کا وقت آتا ہے تو انہیں اپنی ذات کے ویران ہونے اور لذتوں کے چھوٹ جانے پر بہت قلق ہوتا ہے۔ اس قلق کا سبب یہ نہیں کہ وہ کوتاہی اور گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔

اور جو اس دنیا کے باطن پر نظر ڈالتا ہے اور اسے دنیا اور خود اپنے مقاصد کا علم ہوتا ہے وہ اس دنیا سے صرف اتنا سا استفادہ کرتا ہے جس سے وہ اپنے مقاصد کے حصول میں مدد لے سکے جن کے لئے اس کو تخلیق کیا گیا ہے اور اپنی عمر میں فرصت کو غنیمت جانتا ہے وہ دنیا کو راہ گزر سمجھتا ہے' آرام کی منزل نہیں۔ وہ اسے انتہائی دشوار اور تکلیف دہ سفر سمجھتا ہے' عیش و آرام کا گھر نہیں۔ پس وہ اپنے رب کی معرفت کے حصول اس کے احکام کے نفاذ اور اپنے اعمال کو مقام احسان پر پہنچانے کے لئے پوری جدوجہد کرتا ہے۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین منازل میں قیام کرے گا وہ ہر قسم کے اکرام و تکریم' نعمتوں اور مسرتوں کا مستحق ہو گا۔ جب فریب خوردہ لوگ دنیا کے ظاہر کو دیکھتے تھے تو اس شخص کی نظر دنیا کے باطن پر تھی' جب لوگ حصول دنیا کے لئے کام کرتے تھے تو یہ اپنی آخرت کے لئے کام کرتا تھا۔ دونوں فریقوں میں بہت بڑا فرق اور دونوں گروہوں کے درمیان بہت بڑا تفاوت ہے۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾ اِذْ

کیا خیال کیا ہے آپ نے کہ بلاشبہ غار اور رقیم والے، تھے وہ ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب (نشانی)؟○ جب

اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا

پناہ لی ان نوجوانوں نے غار کی طرف تو انہوں نے کہا، ہمارے رب! تو دے ہمیں اپنی طرف سے رحمت، اور آسان کر دے ہمارے لئے

مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۙ ﴿١١﴾

ہمارے کام میں بھلائی کا راستہ○ پس ڈال دیا ہم نے ان کے کانوں پر (پردہ)، غار میں کئی سال تک گنتی کے○

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ ع ۱۴

پھر اٹھایا ہم نے انکو تا کہ جان لیں ہم کہ کون دو گروہوں میں سے زیادہ یاد رکھنے والا ہے، اسکو کہ ٹھہرے رہے وہ اس مدت تک ○

یہ استفہام، نفی اور نہی کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی اصحاب کہف کے قصہ اور ان کے واقعات کو اللہ تعالیٰ کی آیات کے سامنے انہونی بات، اس کی حکمت میں انوکھا واقعہ نہ سمجھو اور نہ یہ سمجھو کہ اس کی کوئی نظیر نہیں اور اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار تعجب خیز معجزات ہیں جو اصحاب کہف کے معجزے کی جنس میں سے ہیں یا اس سے بھی بڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اپنے بندوں کو آفاق اور ان کے نفوس میں اپنی نشانیاں دکھاتا رہا ہے جن سے حق و باطل اور ہدایت و ضلالت واضح ہوتے ہیں۔ نفی سے مراد یہ نہیں کہ اصحاب کہف کا قصہ عجائبات میں سے نہیں بلکہ یہ قصہ تو اللہ تعالیٰ کے معجزات میں سے ہے اور اس سے صرف یہ مراد ہے کہ اس جنس سے اور بہت سے معجزات ہیں، اس لئے صرف اس ایک معجزے پر تعجب کے ساتھ ٹھہر جانا علم و عقل میں نقص ہے۔ بندۂ مومن کا وظیفہ تو یہ ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان تمام آیات میں غور و فکر کرے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو غور و فکر کی دعوت دی ہے کیونکہ غور و فکر ایمان کی کلید اور علم و ایقان کا راستہ ہے۔ اصحاب کہف کو (الکھف) اور (الرقیم) کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ کہف سے مراد پہاڑ کے اندر ایک غار ہے اور رقیم سے مراد کتبہ ہے جس پر اصحاب کہف کے نام اور ان کا واقعہ درج تھا کہ وہ طویل زمانے تک اس غار میں پڑے رہے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا واقعہ نہایت مجمل طور پر ذکر کیا اور پھر اس کی تفصیل بیان کی، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ ﴾ ''جب جا بیٹھے وہ نوجوان غار میں'' اور یہ نوجوان اس غار میں پناہ گزین ہو کر اپنی قوم کی تعذیب اور فتنے سے بچنا چاہتے تھے۔ ﴿ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ﴾ ''پس انہوں نے کہا، اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے'' یعنی اپنی رحمت کے ذریعے سے ہمیں ثابت قدمی عطا کر، شر سے محفوظ رکھ اور ہمیں نیکی کی توفیق دے۔ ﴿ وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴾ ''اور ہمارے کام میں درستی پیدا کر'' یعنی رشد و ہدایت تک پہنچانے والا ہر راستہ ہمارے لئے آسان فرما دے اور ہمارے دینی اور دنیاوی امور کی اصلاح کر۔ پس وہ کوشش کے ساتھ اپنی قوم کی تعذیب اور فتنہ سے فرار ہو کر ایسے محل و مقام کی طرف بھاگے جہاں ان کے لئے چھپنا ممکن تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ اور اپنے نفس اور مخلوق پر بھروسہ کئے بغیر، اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے آسانی کا سوال کرتے رہے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے لئے ایک ایسا امر مقرر کر دیا جو ان کے گمان میں بھی نہ تھا۔ فرمایا: ﴿ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ ﴾ ''پس تھپک دیئے ہم نے ان کے کان اس غار میں'' یعنی ہم نے انہیں سلا دیا ﴿ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴾ ''چند سال گنتی کے'' اور یہ تین سو نو سال کا عرصہ ہے۔ اس نیند میں ان کے دلوں کے لئے اضطراب اور

خوف سے اور ان کی قوم سے حفاظت تھی۔

﴿ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ﴾ ''پھر ہم نے ان کو اٹھایا'' یعنی پھر ہم نے ان کو ان کی نیند سے بیدار کیا ﴿لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا﴾ ''تاکہ ہم جانیں کہ دونوں گروہوں میں سے کس نے یاد رکھی ہے وہ مدت' جس میں وہ ٹھہرے رہے'' یعنی تاکہ ہم دیکھیں کہ ان میں سے اپنی مدت کی مقدار کو کون ٹھیک طرح سے شمار کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِیَتَسَآءَلُوْا بَیْنَهُمْ﴾ (الکھف: ۱۹/۱۸) ''اور اس طرح ہم نے انہیں دوبارہ اٹھایا تاکہ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں۔'' یعنی اپنے سوئے رہنے کی مدت کی مقدار' ضبط حساب اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ' اس کی حکمت اور رحمت کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کریں...... اور اگر وہ دائمی طور پر سوئے رہتے تو ان کے واقعہ کی کسی کو کوئی اطلاع نہ ہوتی۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ

ہم بیان کرتے ہیں آپ پر حال ان کا ساتھ حق کے، بیشک وہ چند نوجوان تھے ایمان لائے تھے وہ ساتھ اپنے رب کے، اور زیادہ کیا تھا ہم نے ان کو

هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

ہدایت میں ○ اور مضبوط کر دیا ہم نے انکے دلوں کو جب کھڑے ہوئے وہ تو کہا انہوں نے، ہمارا رب تو رب ہے آسمانوں اور زمین کا،

لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾

ہرگز نہیں پکاریں گے ہم سوائے اس کے کسی اور معبود کو، البتہ تحقیق کہی ہم نے اس وقت ظلم و زیادتی والی بات ○

یہاں سے اصحاب کہف کے واقعہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس قصے کو حق اور صداقت کے ساتھ اپنے نبی ﷺ پر بیان کرتا ہے جس میں کسی لحاظ سے کوئی شک و شبہ نہیں۔ ﴿اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ﴾ ''وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے'' (فِتْیَةٌ) جمع قلت ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ نوجوان تعداد میں دس سے کم تھے۔ وہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے مگر ان کی قوم ایمان نہ لائی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی قدر کی اور ان کی ہدایت میں اضافہ کیا' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے راہ ایمان پر گامزن ہونے کے سبب سے ان کی ہدایت کو اور زیادہ کر دیا۔ ہدایت سے مراد علم نافع اور عمل صالح ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًى﴾ (مریم: ۷۶/۱۹) ''جو لوگ راہ راست اختیار کرتے ہیں اللہ ان کی راست روی اور زیادہ بڑھاتا ہے۔'' ﴿وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ ''اور گرہ لگا دی ہم نے ان کے دلوں پر'' یعنی ہم نے انہیں صبر عطا کیا اور ان کو ثابت قدم رکھا اور ان کو اس انتہائی پریشان کن حالت میں اطمینان قلب سے نوازا۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے ان کو ایمان اور ہدایت کی توفیق عطا کی اور ان کو صبر و ثبات اور طمانیت قلب سے نوازا۔ ﴿اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ ''جب وہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے

کہا ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے“ یعنی جس نے ہمیں پیدا کیا‘ ہماری پرورش کی اور جو ہمیں رزق عطا کرتا ہے اور ہماری تدبیر کرتا ہے وہی تمام کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ان عظیم مخلوقات کو پیدا کرنے میں منفرد ہے۔ یہ بت اور خود ساختہ معبود اس کائنات کے خالق نہیں ہیں جو کسی چیز کو پیدا کر سکتے ہیں نہ رزق دے سکتے ہیں‘ وہ کسی نفع و نقصان کے مالک ہیں نہ موت و حیات کے اور نہ موت کے بعد دوبارہ اٹھانے پر قادر ہیں۔

پس انہوں نے توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال کیا اور کہا: ﴿لَنۡ نَّدۡعُوَا۟ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلٰهًا﴾ ”ہم اس کے سوا کسی کو معبود نہ پکاریں گے۔“ یعنی ہم تمام مخلوقات میں سے کسی کو الٰہ نہیں بنائیں گے۔ ﴿لَقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا﴾ ”تحقیق کہی ہم نے بات اس وقت“ یعنی یہ جان لینے کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ ہمارا پروردگار اور معبود حقیقی ہے اس کے سوا کسی اور کے لئے عبادت جائز ہے نہ مناسب ہے ﴿شَطَطًا﴾ ”عقل سے دور“ یعنی حق وصواب سے دور۔

پس انہوں نے توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کے اقرار اور التزام کو جمع کیا اور واضح کر دیا کہ صرف یہی حق ہے اس کے سوا سب کچھ باطل ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں اپنے رب کی مکمل معرفت حاصل تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ہدایت عطا کی گئی تھی۔

هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمُنَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوۡلَا يَاۡتُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِسُلۡطٰنٍۢ بَيِّنٍ ؕ

یہ ہماری قوم، بنا لئے ہیں انہوں نے سوائے اللہ کے کئی معبود، کیوں نہیں لاتے وہ ان (کی عبادت) پر کوئی دلیل واضح؟

فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ ﴿۱۵﴾

پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جس نے باندھا اوپر اللہ کے جھوٹ؟ ○

یہ ذکر کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان‘ ہدایت اور تقویٰ سے نوازا‘ وہ اپنی قوم کے شرک کی طرف متوجہ ہوئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کو معبود بنا رکھا ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کے نظریات پر ناراضی کا اظہار کیا اور ان پر واضح کیا کہ ان کے مشرکانہ عقائد یقین پر مبنی نہیں ہیں بلکہ اس کے برعکس وہ جہالت اور ضلالت میں مبتلا ہیں‘ چنانچہ انہوں نے کہا: ﴿لَوۡلَا يَاۡتُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِسُلۡطٰنٍۢ بَيِّنٍ﴾ ”کیوں نہیں لاتے ان پر کوئی واضح دلیل“ یعنی وہ اپنے باطل عقائد پر کوئی حجت و برہان پیش نہیں کر سکتے نہ ان کے پاس اس کا کوئی چارہ ہے یہ تو ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان طرازی ہے اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے‘ اس لئے فرمایا: ﴿فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ”اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔“

وَاِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاۡوٗۤا اِلَى الۡكَهۡفِ يَنۡشُرۡ لَكُمۡ

اور جب الگ ہو گئے ہو تم ان سے اور جن کی وہ عبادت کرتے ہیں سوائے اللہ کے، تو پناہ لو تم اس غار کی طرف‘ پھیلا دے گا تم پر

رَبُّكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَيُهَيِّئۡ لَكُمۡ مِّنۡ اَمۡرِكُمۡ مِّرۡفَقًا ﴿۱۶﴾

تمہارا رب اپنی رحمت‘ اور مہیا کر دے گا تمہارے لئے تمہارے کام میں آسانی ○

یعنی انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ چونکہ تم جسمانی اور دینی طور پر اپنی قوم سے الگ ہو گئے ہو اس لئے اب ان کے شر سے نجات پانا اور اس کے لئے اسباب اختیار کرنا باقی ہے کیونکہ وہ ان کے ساتھ جنگ کر سکتے ہیں نہ اس بنا پر ان کے ساتھ رہ سکتے ہیں کہ ان کا دین ان کی قوم کے دین سے مختلف ہے۔ ﴿فَأْوٗا إِلَى الْكَهْفِ﴾ ”پس جگہ پکڑو غار کی طرف“ یعنی غار میں جا کر چھپ جاؤ۔ ﴿يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ أَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا﴾ ”پھیلا دے گا تم پر تمہارا رب اپنی رحمت اور مہیا کرے گا تمہیں تمہارے کام میں آسانی“ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی اس دعا کے بارے میں خبر دی تھی۔ ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا﴾ انہوں نے اپنی قوت و اختیار سے براءت کا اظہار کیا' اپنے معاملے کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس کے حضور ملتجی ہوئے اور اس پر بھروسہ کیا کہ وہ ان کے معاملے کی اصلاح کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی بے پایاں رحمت سے ڈھانپ لیا اور ان کے معاملے میں آسانی پیدا کر دی۔ ان کی زندگی اور ان کے دین کی حفاظت کی اور خلائق کے لئے انہیں ایک بڑا معجزہ بنا دیا اور ان کی ثنائے حسن کو دنیا میں پھیلا دیا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور ان کے لئے ہر سبب آسان کر دیا حتیٰ کہ وہ جگہ جہاں وہ سوتے رہے ممکن حد تک محفوظ تھی۔

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ

اور تو دیکھے گا سورج کو جب طلوع ہوتا ہے وہ تو جھک (ہٹ) جاتا ہے ان کے غار سے دائیں طرف کو، اور جب غروب ہوتا ہے

تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ

وہ تو کترا (کر نکل) جاتا ہے ان کی بائیں طرف سے، اور وہ کھلی جگہ میں ہیں اس (غار) سے، یہ (واقعہ) نشانیوں میں سے ہے اللہ کی، جسے

يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾

ہدایت دے اللہ، تو وہی ہے ہدایت پانے والا، اور جسے وہ گمراہ کر دے، تو ہرگز نہیں پائیں گے آپ اس کیلئے کوئی دوست راہنمائی کرنیوالا ○

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ڰ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ڰ

اور آپ خیال کریں گے انہیں بیدار حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں، اور ہم کروٹیں بدلتے ہیں انکی دائیں طرف اور بائیں طرف،

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ

اور کتا ان کا پھیلائے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ دہلیز پر، اگر آپ جھانکیں ان پر تو آپ پیٹھ پھیر لیں

مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

ان سے بھاگتے ہوئے اور بھر جائے آپ میں ان کی دہشت ○

یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج کی تمازت سے ان کی حفاظت کی۔ انہیں ایک ایسا غار مہیا کیا کہ جب سورج طلوع

ہوتا تو اس کے دائیں طرف سے گزر جاتا اور جب غروب ہوتا تو اس کی بائیں طرف سے گزر جاتا اس طرح سورج کی تمازت ان تک نہ پہنچ پاتی' جوان کے ابدان کو خراب کرتی۔ ﴿وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ﴾ ''اور وہ اس کے میدان میں تھے۔'' یعنی وہ غار کے اندر ایک کھلی جگہ میں لیٹے ہوئے تھے تاکہ وہاں تازہ ہوا کا گزر رہو اور یوں وہ گھٹن اور بدن کے خراب ہونے سے بچیں رہیں خاص طور پر جبکہ انہوں نے طویل عرصہ تک پڑے رہنا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے جو اس کی قدرت اور رحمت پر دلالت کرتی ہے' نیز ان کی دعا کے قبول ہونے اور ان کے ہدایت یافتہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ بناء بریں فرمایا: ﴿مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ﴾ ''جس کو ہدایت دے اللہ' پس وہی ہدایت پر ہے'' یعنی اللہ کے سوا ہدایت کے حصول کا کوئی راستہ نہیں' دین و دنیا کے مصالح کے لئے اللہ تعالیٰ ہی ہادی اور راہنما ہے۔

﴿وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ ''اور جس کو وہ گمراہ کر دے' پس آپ اس کے لیے ہرگز رہنمائی کرنے والا رفیق نہیں پائیں گے۔'' یعنی آپ کوئی ایسی ہستی نہیں پائیں گے جو اس کی سرپرستی کرے اور اس کے معاملے کی اس طرح تدبیر کرے جو اس کے لئے درست ہے اور نہ کوئی ایسی ہستی پائیں گے جو نیکی اور فلاح کی طرف اس کی راہ نمائی کر سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی گمراہی کا فیصلہ کر دیا ہے اور اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ ﴿وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ﴾ ''اور تم ان کو خیال کرو کہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں۔'' یعنی اے ان کی طرف دیکھنے والے شخص! تجھے ان کے بارے میں یوں لگے گا جیسے کہ وہ جاگ رہے ہیں' حالانکہ وہ سو رہے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں' اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تاکہ خراب نہ ہوں' اس لئے ان کو دیکھنے والا سمجھتا تھا کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ محوخواب تھے۔

﴿وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ﴾ ''اور کروٹیں دلاتے ہیں ہم ان کو دائیں اور بائیں جانب۔'' یہ انتظام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے جسموں کی حفاظت کے لیے تھا کیونکہ یہ زمین کی خاصیت ہے کہ جو چیز اس کے ساتھ پیوست رہتی ہے یہ اس کو کھا جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی کہ وہ ان کو دائیں پہلو پر اور کبھی بائیں پہلو پر پلٹتا رہتا تھا تاکہ زمین ان کے جسم کو خراب نہ کرے اور اللہ تعالیٰ تو اس پر بھی قادر ہے کہ وہ ان کے پہلوؤں کو ادل بدل کئے بغیر ہی ان کے جسموں کی حفاظت کرے۔ مگر اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس نے ارادہ فرمایا کہ وہ اس تکوینی قوانین میں اپنی سنت کو جاری و ساری کرے اور اسباب کو ان کے مسببات کے ساتھ مربوط کرے۔

﴿وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ﴾ ''اور ان کا کتا اپنے بازو پھیلائے ہوئے تھا چوکھٹ پر'' یعنی وہ کتا جو اصحاب کہف کے ساتھ تھا اس کی چوکیداری کے وقت' اس پر بھی وہی نیند طاری ہوئی جو ان پر طاری ہوگئی تھی وہ اس وقت اپنی اگلی ٹانگیں زمین پر بچھائے غار کے دہانے پر بیٹھا تھا یا وہ غار میں کھلی جگہ پر بیٹھا تھا' یہ انتظام تو ان کو زمین

سے بچانے کے لیے تھا۔ رہا لوگوں سے ان کی حفاظت کرنا' تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ رعب کے ذریعے سے ان کی حفاظت کی جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہیئت میں رکھ دیا تھا۔ اگر کوئی شخص غار کے اندر جھانک کر دیکھے تو اس کا دل رعب سے بھر جائے اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے۔ یہی وہ چیز تھی جو اس امر کی موجب تھی کہ وہ طویل مدت تک صحیح سلامت باقی رہیں۔ اور شہر سے بہت قریب ہونے کے باوجود کسی کو ان کے بارے میں علم نہ ہوا اور شہر سے ان کے قرب کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنے میں سے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ شہر سے کھانا خرید کر لائے اور دوسرے لوگ اس کا انتظار کرتے رہے یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ شہر ان سے بہت قریب تھا۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا

اور اسی طرح دوبارہ اٹھایا ہم نے انکو تا کہ وہ سوال کریں آپس میں، کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے کتنا (عرصہ) ٹھہرے ہو تم؟ انہوں نے کہا،

لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ

ٹھہرے ہیں ہم ایک دن یا کچھ حصہ دن کا، انہوں نے کہا' تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا ٹھہرے ہو تم، پس بھیجو تم اپنے ایک آدمی کو

بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ

ساتھ اپنی اس چاندی کے شہر کی طرف، پس چاہیے کہ دیکھے وہ کونسا ان میں سے زیادہ پاکیزہ ہے کھانا' پھر چاہیے کہ لے آئے وہ تمہارے پاس کھانا

مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝۱۹ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ

اس میں سے، اور چاہیے کہ وہ نرمی (سے بات) کرے اور نہ آگاہ کر دے وہ تمہارے معاملے سے کسی کو ○ بلاشبہ وہ اگر مطلع ہو گئے تم پر

يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝۲۰

تو سنگسار کر دیں گے وہ تمہیں یا لوٹا دیں گے تم کو اپنے دین میں، اور ہرگز نہیں فلاح پاؤ گے تم اس وقت کبھی بھی ○

﴿ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ ﴾ یعنی اسی طرح ہم نے ان کو ان کی طویل نیند سے بیدار کیا ﴿ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ﴾ ''تا کہ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کریں۔'' یعنی سونے کی مدت کے بارے میں حقیقت معلوم کرنے کے لئے ایک دوسرے سے پوچھیں۔ ﴿ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ﴾ ''ان میں سے ایک نے کہا' تم کتنی مدت ٹھہرے؟ انہوں نے کہا' ہم ٹھہرے ایک دن یا ایک دن سے کم۔'' یہ قائل کے ظن پر مبنی ہے گویا ان کو اپنی مدت کی طوالت کے بارے میں اشتباہ واقع ہو گیا تھا' اس لئے ﴿ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ﴾ ''انہوں نے کہا تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے جتنی مدت تم ٹھہرے'' پس انہوں نے اپنے علم کو اس ہستی کی طرف لوٹا دیا جس کا علم اجمالاً اور تفصیلاً ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے سوئے رہنے کی مدت سے ان کو مطلع کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو

بیدار کر دیا تھا تاکہ وہ اس مدت کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھیں پھر اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ انہوں نے ایک دوسرے سے سوال کیا اور اپنے اپنے مبلغ علم کے مطابق انہوں نے کلام کیا اور ان کی آپس میں بحث کا نتیجہ یہ رہا کہ ان کے سونے کی مدت کا معاملہ مشتبہ ہی رہا۔ یہ لازمی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یقینی طور پر آگاہ کیا ہوگا اور ہمیں یہ بات ان کے بیدار کئے جانے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت سے معلوم ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل عبث نہیں ہوتا اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہے کہ جو کوئی ان معاملات میں حقیقت کا طلب گار ہوتا ہے جن کا جاننا مطلوب ہے اور اس کے لئے امکان بھر کوشش بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان معاملات کو اس پر واضح کر دیتا ہے اور بعد میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے۔﴿ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ﴾ (الکھف: ۲۱/۱۸) ''اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے آگاہ کر دیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور بے شک قیامت کی گھڑی ضرور آئے گی۔'' اگر ان کے حال کے بارے میں آگاہی نہ ہوئی ہوتی تو ان کے لئے مذکورہ واقعہ میں کوئی دلیل نہ ہوتی۔ پھر جب انہوں نے ایک دوسرے سے سوال کیا اور ان کے درمیان وہ سوال جواب ہوا جس کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے تو انہوں نے اپنے میں سے ایک شخص کو کچھ سکے' یعنی دراہم دے کر' جو ان کے پاس تھے' کھانا خرید کر لانے کے لئے اس شہر میں بھیجا جہاں سے وہ نکل کر آئے تھے اور اس سے کہا کہ وہ اچھا اور لذیذ ترین کھانا منتخب کر کے لائے' نیز اس کے شہر جانے' کھانا خریدنے اور واپس لوٹنے میں ایسا نرم رویہ اختیار کرے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ وہ اپنے آپ کو بھی چھپائے اور اپنے بھائیوں کے حال کو بھی مخفی رکھے اور کسی کو اس کے بارے میں کوئی علم نہ ہو۔

ان کے سامنے یہ اندیشہ تھا کہ لوگوں کو اگر ان کی اطلاع ہوگئی تو اس کے نتیجے میں ان کے ساتھ جو سلوک ہوگا وہ ان دو امور میں سے ایک ہوگا۔ یا تو وہ ان کو سنگسار کر کے نہایت برے طریقے سے ان کو قتل کر دیں گے کیونکہ انہیں ان پر اور ان کے دین پر سخت غصہ ہے۔ یا انہیں تعذیب اور آزمائش میں مبتلا کر کے ان کو اپنے دین میں واپس لانے کی کوشش کریں گے اور اس حال میں وہ کبھی فلاح نہیں پائیں گے بلکہ وہ اپنے دین' دنیا اور آخرت کے بارے میں سخت خسارے میں رہیں گے۔

یہ دو آیات کریمہ متعدد فوائد پر دلالت کرتی ہیں:

(۱) حصول علم اور علمی مباحثہ پر ترغیب کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی خاطر اصحاب کہف کو دوبارہ زندہ کیا۔

(۲) جب بندے پر علم مشتبہ ہو جائے تو اس کا ادب یہ ہے کہ وہ اس علم کو اس شخص کی طرف لوٹا دے جو اس کا عالم ہے اور خود اپنی حد پر ٹھہر جائے۔

(۳) خرید وفروخت میں وکالت اور اس میں شراکت صحیح ہے۔

(۴) اچھی چیزیں اور لذیذ کھانے کھانا جائز ہے جبکہ ان میں اسراف نہ ہو جو ممنوع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ ﴾ ’’پس وہ دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں سے ملتا ہے پس وہ تمہارے لئے وہیں سے کچھ کھانے کے لئے لے کر آئے۔‘‘ خاص طور پر جبکہ انسان کو اس کے سوا کوئی اور کھانا موافق نہ آتا ہو۔ شاید یہی آیت کریمہ ان مفسرین کے قول کی بنیاد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اصحاب کہف بادشاہوں کی اولاد تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے کھانا لانے والے کو اچھا اور لذیذ کھانا لانے کا حکم دیا تھا کیونکہ خوشحال اور بڑے لوگوں کی عادت ہے کہ وہ اچھا کھانا تناول کرتے ہیں۔

(۵) جب دین میں ابتلا اور فتنہ کا موقع ہو تو اس سے بچنے، چھپنے اور فتنوں کی جگہوں سے دور رہنے کی ترغیب دی گئی ہے، نیز یہ کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے دینی بھائیوں کو چھپائے۔

(۶) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ان نوجوانوں کو دین میں شدید رغبت تھی وہ اپنے دین کے بارے میں ہر قسم کے فتنہ سے دور بھاگتے تھے اور انہوں نے دین کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑ دیا تھا۔

(۷) ان آیات کریمہ میں اس شر کا ذکر ہے جو ضرر اور ان مفاسد پر مشتمل ہے جو اس کی ناپسندیدگی کا باعث اور اس کو ترک کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور یہ کہ یہ طریقہ تمام متقدمین اور متاخرین اہل ایمان کا طریقہ ہے کیونکہ اہل کہف نے کہا تھا: ﴿ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴾ اگر وہ تمہیں اپنی ملت میں واپس لوٹا دیں تو تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ

اور اسی طرح مطلع کر دیا ہم نے ان پر (لوگوں کو) تاکہ وہ جان لیں کہ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور بلاشبہ قیامت، نہیں کوئی شک اس میں،

اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ

جب وہ ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے باہم انکے معاملے میں سو کہا انہوں نے، بناؤ ان پر ایک عمارت، انکا رب خوب جانتا ہے ان کو،

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱

کہا ان لوگوں نے جو غالب آئے تھے اوپر ان کے معاملے کے، البتہ ضرور بنائیں گے ہم ان پر مسجد ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے لوگوں کو اصحاب کہف کے احوال سے مطلع کیا اور یہ اطلاع یوں ہوئی (واللہ اعلم) کہ اصحاب کہف جب اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو کھانا لانے کے لئے شہر بھیجا اور اسے ہدایت کی کہ وہ خود اپنے آپ کو اور ان کے معاملے کو چھپائے رکھے۔

مگر اللہ تعالیٰ ایک ایسا معاملہ چاہتا تھا جس میں لوگوں کی بھلائی اور ان کے لئے زیادہ اجر تھا۔ انہوں نے

اصحاب کہف میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے اس بات کی نشانی کا عینی مشاہدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کا قیامت کا وعدہ سچا ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور اس کا آنا بعید نہیں۔ اس سے پہلے وہ اس امر میں اختلاف کیا کرتے تھے۔ بعض لوگ قیامت اور جزائے اعمال کو مانتے تھے اور بعض اس کا انکار کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے واقعہ کو اہل ایمان کے لئے ان کے یقین وبصیرت میں اضافے اور منکرین کے خلاف حجت وبرہان کا باعث بنایا اور اس تمام قضیے کا اجر اصحاب کہف کو حاصل ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اصحاب کہف کے واقعہ کو تشہیر بخشی، ان کی قدر ومنزلت بلند کی یہاں تک کہ ان لوگوں کی بھی عظمت بیان کی جو ان کے احوال پر مطلع ہوئے۔ ﴿ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ﴾ ”پس انہوں نے کہا، بناؤ ان پر ایک عمارت۔“ اللہ تعالیٰ ان کے حال ومآل کے بارے میں زیادہ جانتا ہے۔ وہ لوگ جو ان کے معاملے میں اختیار رکھتے تھے، یعنی اصحاب اقتدار وہ کہنے لگے: ﴿ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ﴾ ”ہم بنائیں گے ان کی جگہ پر ایک مسجد“ یعنی ہم اس مسجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس مسجد کی وجہ سے ان کے حالات وواقعات کو یاد رکھیں گے۔ مگر یہ حالت ممنوع اور حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے اور ایسا کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے۔ ① یہاں اس کا ذکر کرنا اس کے مذموم نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ آیات کا سیاق اصحاب کہف کی شان اور ان کی مدح وثنا کے بارے میں ہے، یعنی اصحاب کہف کے بارے میں اطلاع پا کر لوگوں کی حالت یہ تھی کہ وہ یہاں تک کہنے لگے کہ ان پر ایک مسجد تعمیر کر دو۔ کہاں تو اصحاب کہف کو اپنی قوم سے شدید خوف اور اپنے بارے میں اطلاع ہونے کا ڈر تھا اور کہاں یہ حالت تھی جو آپ کے سامنے ہے۔

(١) یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو کوئی اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے فرار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فتنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

(٢) جو کوئی عافیت کی خواہش رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عافیت عطا کرتا ہے۔

(٣) جو اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پناہ دیتا ہے اور اسے دوسروں کے لئے ذریعہ ہدایت بنا دیتا ہے۔

(٤) جو کوئی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کی رضا کی خاطر ذلت اٹھاتا ہے انجام کار اسے بہت زیادہ عزت نصیب ہوتی ہے اور اسے اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ ﴿ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴾ (آل عمران: ١٩٨/٣) ”جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکوکار لوگوں کے لئے بہت بہتر ہے۔“

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا

عنقریب کہیں گے (لوگ) وہ تین تھے، چوتھا ان کا، کتا تھا ان کا اور کہیں گے (وہ) پانچ تھے، چھٹا ان کا، کتا تھا ان کا، (یہ تو) رائے زنی کرنا ہے

① صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور، حدیث: ١٣٣٠

بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم

بغیر علم کے اور کہیں گے، (وہ) سات تھے، آٹھواں ان کا، کتا تھا ان کا، آپ کہہ دیجیے، میرا رب خوب جانتا ہے ان کی تعداد،

مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا

نہیں جانتے ان (کے حال) کو، مگر بہت تھوڑے لوگ ہی، سو نہ جھگڑا کریں آپ ان کی بابت مگر جھگڑا سرسری،

وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٢﴾

اور نہ پوچھیے آپ ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے بھی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں اہل کتاب کے اختلاف کا ذکر فرماتا ہے ان کا اختلاف محض انکل پچو اور بے تکی باتیں تھیں۔ انہوں نے بغیر کسی علم کے یہ باتیں گھڑلی تھیں۔ ان کی تعداد کے متعلق اہل کتاب کے تین اقوال تھے:

(۱) ان میں سے بعض کا خیال تھا کہ اصحاب کہف تین آدمی تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا۔

(۲) بعض کی رائے تھی کہ وہ پانچ آدمی تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا...... یہ دو قول ہیں جن کو ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو (رجما بالغیب) قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ان دونوں اقوال کے بطلان پر دلالت کرتا ہے۔

(۳) بعض کہتے ہیں کہ وہ تعداد میں سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا اور یہی قرین صواب ہے۔ (واللہ اعلم) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو اقوال کا ابطال کیا ہے مگر اس قول کا ابطال نہیں کیا جو اس کی صحت کی دلیل ہے۔

تاہم یہ ایسا اختلاف ہے جس کے تحت کوئی فائدہ نہیں، نہ ان کے عدد کی معرفت سے لوگوں کو کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ﴾ ”کہہ دیجیے! میرا رب ہی خوب جانتا ہے ان کی تعداد کو، تھوڑے لوگ ہی ان کا علم رکھتے ہیں۔“ اور یہ وہ لوگ ہیں جو صواب تک پہنچ گئے اور انہیں اپنی اصابت کا علم بھی ہو گیا۔ ﴿ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ ﴾ ”لہٰذا ان کے بارے میں جھگڑا نہ کیجیے“ ﴿ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا ﴾ ”مگر سرسری گفتگو“ یعنی ایسی بحث جو علم و یقین پر مبنی ہو اس میں فائدہ بھی ہو۔ رہی وہ بحث اور مجادلہ جو جہالت اور انکل پچو دلائل پر مبنی ہو یا اس بحث میں کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو یا مد مقابل عناد رکھتا ہو یا زیر بحث مسئلہ کی کوئی اہمیت نہ ہو، اس کی معرفت سے کوئی دینی فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو، مثلاً اصحاب کہف کی تعداد وغیرہ...... تو اس قسم کے امور میں کثرت سے بحث مباحثہ کرنا تضییع اوقات ہے اور یہ بحث مباحثہ باہمی مودت و محبت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ ﴿ وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم ﴾ ”اور نہ پوچھیے ان کے بارے میں“ یعنی اصحاب کہف کے بارے میں ﴿ مِّنْهُمْ ﴾ یعنی اہل کتاب میں سے ﴿ أَحَدًا ﴾ ”کسی سے بھی“ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان

کا کلام محض اندازوں اور وہم وگمان پر مبنی ہے جو حق کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو فتویٰ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس سے استفتاء نہ کیا جائے' خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ جس امر کے بارے میں فتویٰ پوچھا جارہا ہے وہ اس میں کوتاہ علم ہے یا اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ بولتے وقت اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ وہ کیا بول رہا ہے اور وہ ورع سے بھی خالی ہے جو اسے لایعنی کلام سے روک دے۔ جب اس قسم کے امور میں استفتاء ممنوع ہے تو فتویٰ دینا تو بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ انسان کو بسا اوقات کسی ایک امر میں استفتاء کرنے سے روکا گیا مگر کسی دوسرے معاملے میں استفتاء کی اجازت ہوتی ہے۔ پس وہ ایسے شخص سے فتویٰ طلب کرے جو فتویٰ دینے کا اہل ہو' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فتویٰ پوچھنے سے علی الاطلاق منع نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے صرف اصحاب کہف کے قصے میں اور اس قسم کے دیگر واقعات میں فتویٰ پوچھنے سے روکا ہے۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ

اور قطعاً نہ کہیں آپ کسی چیز کے متعلق کہ بے شک میں کرنے والا ہوں یہ کل ○ مگر یہ کہ چاہے اللہ، اور یاد کریں

رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾

اپنے رب کو جب بھول جائیں آپ اور کہیے! امید ہے کہ ہدایت دے دے مجھے میرا رب قریب تر راستے کی اس سے، بھلائی کے ○

یہ نہی دیگر نواہی کی مانند (عام) ہے اگرچہ یہ ایک خاص سبب کی بنا پر ہے اور اس کے مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں' مگر اس کا خطاب عام مکلفین کے لئے بھی ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے روک دیا ہے کہ بندۂ مومن' مستقبل کے امور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کو ملائے بغیر کہے ''میں یہ کام کروں گا'' اور یہ اس لیے کہ اس میں خطرات ہیں' اور وہ ہے مستقبل کے غیبی معاملات کے بارے میں کلام کرنا' جن کے بارے میں بندہ نہیں جانتا کہ وہ ان پر عمل کر سکے گا یا نہیں' یا وہ ہو گا یا نہیں؟ اس طرح کہنے میں فعل کے کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ مستقل طور پر بندے کی طرف لوٹانا ہے' حالانکہ یہ قابل احتراز شے اور ممنوع ہے' کیونکہ مشیت تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ فرمایا: ﴿ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (التکویر: ٢٩/٨١) ''تم نہیں چاہتے مگر جو اللہ جہانوں کا رب چاہتا ہے۔'' اپنے کسی امر میں اللہ کی مشیت کے ذکر کرنے میں اس امر کی آسانی' تسہیل' اس میں برکت کا حصول اور بندے کی اپنے رب سے مدد کی طلب ہے۔ علاوہ ازیں بندہ ایک بشر ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ذکر کو بھول جانا ایک لابدی امر ہے اس لئے اس نے اپنے بندے کو حکم دیا کہ جب اسے یاد آئے وہ استثناء کر لیا کرے (یعنی ''ان شاء اللہ'' کہہ لیا کرے) تاکہ مطلوب و مقصود حاصل ہو اور محذور سے بچا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ ﴾ ''جب تو بھول جائے' تو اپنے رب کو یاد کر'' کے عموم سے بھی یہ حکم

اخذ کیا جاتا ہے کہ نسیان کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نسیان کو زائل کر دیتا ہے اور بندے کو وہ امر یاد دلا دیتا ہے جو اسے بھول گیا تھا۔ اسی طرح اللہ کا ذکر بھول جانے اور نسیان کا شکار ہو جانے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے رب کو یاد کرے اور اور غافلوں میں شامل نہ ہو۔

چونکہ بندہ اصابت کی توفیق اور اپنے اقوال و افعال میں عدم خطا کے لئے اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا ہے کہ وہ کہے ﴿ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴾ ''امید ہے کہ دکھائے مجھے میرا رب اس سے زیادہ نزدیک نیکی کی راہ'' پس اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پکارے' اسی سے امید وابستہ کرے اور اسی پر اس بارے میں بھروسہ کرے کہ وہ اس کی رشد و ہدایت کے لئے قریب ترین راستہ کی طرف اس کی راہنمائی کرے گا۔ جس بندے کا حال یہ ہو' پھر وہ رشد و ہدایت کی طلب میں اپنی کوشش اور جہد صرف کرے' وہ اس لائق ہے کہ اس کو رشد و ہدایت کی توفیق عطا ہو اس کے پاس اس کے رب کی مدد آئے اور اس کے تمام امور میں اسے درستی و راستی عطا ہو۔

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ

اور ٹھہرے وہ اپنے غار میں تین سو سال اور زیادہ رہے (اس سے) نو سال ○ آپ کہہ دیجئے! اللہ ہی خوب جانتا ہے

بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ

اس مدت کو کہ جو وہ ٹھہرے، اسی کیلئے ہے غیب آسمانوں اور زمین کا، کیا ہی خوب دیکھنے والا ہے وہ، اور کیا ہی خوب سننے والا ہے، نہیں ہے ان کیلئے

مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

سوائے اس (اللہ) کے کوئی دوست، اور نہیں شریک کرتا وہ اپنے حکم میں کسی کو بھی ○

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے بارے میں اہل کتاب سے سوال کرنے سے منع کر دیا ہے کیونکہ انہیں اس کے متعلق کچھ علم نہیں' اللہ تعالیٰ ہی غیب اور حاضر کا علم رکھتا ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے...... اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سوئے رہنے کی مدت سے آگاہ فرمایا۔ اس مدت کو وہ اکیلا ہی جانتا ہے کیونکہ اس کا تعلق آسمانوں اور زمین کے غیبی امور سے ہے اور غیبی امور کا علم اللہ تعالیٰ سے مختص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان امور کے بارے میں اپنے رسولوں کی زبانی آگاہ فرمایا ہے وہی حق یقینی ہے جس میں کوئی شک نہیں اور وہ امور جن کے بارے میں وہ اپنے انبیاء و رسل کو مطلع نہیں کرتا مخلوق میں سے کوئی بھی ان کو نہیں جان سکتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ﴾ ''کیا ہی خوب وہ دیکھتا اور سنتا ہے'' تمام معلومات پر اپنے علم کے احاطہ کے بارے میں آگاہ کرنے کے بعد کامل سمع و بصر' تمام مسموعات و مبصرات پر اس سمع و بصر کے محیط ہونے پر تعجب کا اظہار ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ولایت عامہ اور ولایت خاصہ میں وہی منفرد ہے وہی

ولی اور مددگار ہے جو تمام کائنات کی تدبیر کرتا ہے اپنے مومن بندوں کا دوست اور مددگار ہے وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ فرمایا: ﴿مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ﴾ ''نہیں ہے واسطے ان کے اس کے سوا کوئی دوست، کارساز'' یعنی وہی ہے جس نے اپنے لطف وکرم سے اصحاب کہف کی سرپرستی فرمائی اور ان کے معاملے کو اپنی مخلوق میں سے کسی پر نہیں چھوڑا۔ ﴿وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا﴾ ''اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا'' اور یہ حکم کونی وقدری اور حکم دینی وشرعی دونوں کو شامل ہے وہی قضا وقدر اور تخلیق وتدبیر کے ذریعے سے اور امر ونہی اور ثواب وعقاب کے ذریعے سے اپنی مخلوق میں اپنا حکم نافذ کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا کہ آسمانوں اور زمین کے تمام غیبی امور کو وہ جانتا ہے تو مخلوق کے لئے ان کو جاننے کا اس طریقے کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں، جو اس نے اپنے بندوں کو بتایا ہے۔ یہ قرآن کریم بہت سے غیبی امور پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی توجہ مرکوز کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ

اور تلاوت کیجئے اس کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف، کتاب میں سے آپ کے رب کی نہیں کوئی بدلنے والا اس کی باتوں کو،

وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿٢٧﴾

اور ہرگز نہیں پائیں گے آپ سوائے اس کے کوئی جائے پناہ ○

تلاوت سے مراد اتباع کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف جو وحی بھیجی ہے اس کے معانی کی معرفت اور ان کا فہم حاصل کر کے، اس کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق اور اس کے اوامر ونواہی کی تعمیل کر کے اس کی اتباع کیجئے کیونکہ یہ بہت ہی جلیل القدر کتاب ہے جس کی باتوں کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا، ان کلمات کے صدق وعدل اور حسن میں ہر غایت وانتہا سے بڑھ جانے کی وجہ سے، ان میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہو سکتا۔ ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ (الانعام: ۱۱۵/۶) ''آپ کے رب کی بات صدق وعدل کے اعتبار سے کامل ہے۔''

پس اپنے کمال کی وجہ سے ان باتوں میں تغیر وتبدل محال ہے اگر اللہ تعالیٰ کے کلمات ناقص ہوتے تو ان میں تغیر وتبدل واقع ہو سکتا۔ اس میں قرآن کریم کی عظمت کا اظہار ہے اور اسی ضمن میں قرآن کریم کی طرف توجہ کرنے کی ترغیب ہے۔ ﴿وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ ''اور اس کے سوا تم کہیں پناہ کی جگہ بھی نہیں پاؤ گے۔'' یعنی آپ کے رب کے سوا آپ کو کہیں کوئی ٹھکانا نہیں ملے گا جہاں آپ چھپ سکیں، نہ پناہ گاہ ملے گی جہاں پناہ لے سکیں۔ پس جب یہ حقیقت متعین ہو گئی کہ تمام امور میں وہی ملجا وماویٰ ہے تو یہ بات بھی متعین ہو گئی کہ وہی اللہ ہے، خوشحالی اور بدحالی میں اسی کی طرف رغبت کی جائے، لوگ اپنے تمام احوال میں اسی کے محتاج ہیں اور اپنے تمام مطالب میں اسی سے سوال کیا جائے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ

اور روک رکھئے اپنے آپ کو ساتھ ان لوگوں کے جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام، وہ چاہتے ہیں

وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ

چہرہ اس (اللہ) کا اور نہ تجاوز کریں آپ کی آنکھیں ان سے، ارادہ کرتے ہیں آپ زینت کا زندگانی دنیا کی، اور مت اطاعت کریں آپ

مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

اس شخص کی کہ غافل کردیا ہم نے اس کے دل کو اپنے ذکر سے اور پیروی کی اس نے اپنی خواہش کی، اور ہے معاملہ اس کا حد سے بڑھا ہوا○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو اور دوسروں کو جو اوامر و نواہی میں آپ کے نمونہ پر عمل پیرا ہیں' حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مومنوں کے ساتھ جوڑے رکھیں جو اللہ کے بندے اور اس کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔﴿ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ ﴾ ''جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام'' یعنی دن کے پہلے اور آخری حصے میں' اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بندگی اور اس میں ان کے اخلاص کو بیان کیا ہے۔ پس اس آیت کریمہ میں حکم دیا گیا ہے کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے' ان کی صحبت اختیار کرنے اور ان کے ساتھ اختلاط میں' نفس کے ساتھ مجاہدہ کیا جائے۔ خواہ یہ نیک لوگ فقرا ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ ان کی صحبت میں اتنے فوائد ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔﴿ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ﴾ ''اور تمہاری نگاہیں ان میں سے (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں۔'' یعنی آپ ﷺ کی نظریں ان سے تجاوز کریں نہ آپ اپنی نظروں کو ان سے ہٹائیں۔﴿ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''دنیا کی زندگی کی رونق کی تلاش میں'' کیونکہ یہ چیز نقصان دہ ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں یہ تمام دینی مصالح کی قاطع ہے یہ دنیا سے دل کے تعلق کی موجب بنتی ہے' دل میں اندیشے اور وسوسے جاگزیں ہو جاتے ہیں اور دل سے آخرت کی رغبت زائل ہو جاتی ہے۔ دنیا کی زیب و زینت دیکھنے والے کو بہت خوش کن نظر آتی ہے' قلب پر جادو کر دیتی ہے جس سے قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو کر لذات و شہوات میں مگن ہو جاتا ہے تب وہ اپنے وقت کو ضائع کر کے اپنے معاملے میں کوتاہی کا شکار ہوتا ہے۔ وہ دائمی خسارے میں پڑ جاتا ہے اور ابدی ندامت اس کا نصیب بن جاتی ہے' اس لئے فرمایا:﴿ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا ﴾ ''اس شخص کا کہنا نہ مانیے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دی کہ اسے اپنے ذکر سے غافل کر دیا۔

﴿ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ﴾ ''اور وہ اپنی خواہشات نفس کے پیچھے لگ گیا'' اس کے نفس نے جو چاہا وہ کیا اور اس کو پا لینے کی کوشش کرنے لگا خواہ اس میں اس کی ہلاکت اور اس کے لئے خسارہ ہی کیوں نہ ہو۔ پس اس نے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنا لیا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ

﴿اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ﴾ (الجاثیة: ٤٥/ ٢٣) ''کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہ کر دیا۔'' ﴿وَكَانَ اَمْرُهٗ﴾ ''اور اس کا کام ہے'' یعنی اس کے دین و دنیا کے مصالح ﴿فُرُطًا﴾ ''حد سے نکل جانا'' یعنی ضائع اور معطل ہونے والے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی اطاعت سے روکا ہے کیونکہ اس کی اطاعت اس کی پیروی کرنے کی دعوت دیتی ہے' نیز اس لیے کہ وہ صرف اسی چیز کی طرف دعوت دیتا ہے جس سے وہ خود متصف ہے۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ وہی شخص اطاعت کے لائق اور لوگوں کا امام بننے کے قابل ہے جس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہو اور اس کی زبان پر محبت الٰہی کا فیضان ہو' وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو' اپنے رب کی رضا کی پیروی کرتا ہو اور اسے اپنے نفس کی خواہشات پر مقدم رکھتا ہو۔ پس اس طرح وہ اپنے وقت کی حفاظت کرے گا' اس کے تمام احوال درست اور تمام افعال ٹھیک ہو جائیں گے۔ وہ لوگوں کو اس چیز کی طرف دعوت دے گا جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اس پر احسان کیا ہے۔ پس یہ شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے اور اس کو امام بنایا جائے۔ آیت مقدسہ میں جس صبر کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر ہے۔ یہ صبر کی بلند ترین قسم ہے اس کی تکمیل سے صبر کی باقی تمام اقسام کی تکمیل ہوتی ہے۔ آیت مبارکہ سے ذکر الٰہی' دعا اور دن کے دونوں حصوں میں عبادت کا استحباب مستفاد ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل پر ان کی مدح کی ہے اور جس فعل پر اللہ تعالیٰ فاعل کی مدح کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس فعل کو پسند کرتا ہے تو اس کا حکم اور اس کی ترغیب دیتا ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ

اور کہہ دیجیے! حق تو ہے تمہارے رب کی طرف سے، سو جو چاہے تو ایمان لائے وہ اور جو چاہے تو کفر کرے، بلاشبہ

اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ

ہم نے تیار کی ہے ظالموں کیلئے ایسی آگ کہ گھیر رکھا ہے انکو اسکی قناتوں نے، اور اگر وہ فریاد کریں گے تو فریاد رسی کیے جائیں گے ساتھ ایسے پانی کے

كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝٢٩ اِنَّ الَّذِيْنَ

جو مانند تیل کی تلچھٹ کے ہوگا، وہ بھون ڈالے گا چہرے (انکے)، برا پینا ہے وہ اور بری آرام گاہ ہے وہ ○ بے شک وہ لوگ جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝٣٠ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک، بلاشبہ ہم نہیں ضائع کرتے اجر اس شخص کا جس نے اچھا عمل کیا ○ یہی لوگ، انہی کے لیے ہیں

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

باغات ہمیشگی کے، بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں، وہ زیور پہنائے جائیں گے اس میں، کنگن سونے کے،

وَّيَلۡبَسُوۡنَ ثِيَابًا خُضۡرًا مِّنۡ سُنۡدُسٍ وَّاِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا عَلَى

اور وہ پہنیں گے کپڑے سبز رنگ کے، باریک اور موٹے ریشم کے اس حال میں کہ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے وہ ان میں اوپر

الۡاَرَآٮِٕكِ‌ؕ نِعۡمَ الثَّوَابُ‌ؕ وَحَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۳۱﴾

تختوں کے، اچھا بدلہ ہے (جنت)، اور اچھی آرام گاہ ہے ○

اے محمد (ﷺ)! لوگوں سے کہہ دیجیے کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے' یعنی ضلالت میں سے ہدایت' گمراہی میں سے راہ راست اور اہل شقاوت واہل سعادت کی صفات واضح ہوگئی ہیں اور یہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو اپنے رسول ﷺ کی زبان پر واضح کر دیا اور جب حق واضح ہو گیا تو اس میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہا۔ ﴿فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ﴾ ''پھر جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے''یعنی دو راستوں میں سے ایک راستے کو اختیار کیے بغیر چارہ نہیں۔ جس پر بندہ توفیق اور عدم توفیق کے مطابق گامزن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو ارادے کی آزادی عطا کی ہے' اس آزادی کی بنا پر بندہ ایمان لانے' کفر کرنے اور خیر وشر کے ارتکاب کی قدرت رکھتا ہے۔ پس جو کوئی ایمان لے آتا ہے اسے حق وصواب کی توفیق عطا ہوتی ہے اور جو کوئی کفر کرتا ہے اس پر حجت قائم ہو جاتی ہے۔ اسے ایمان پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَاۤ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَىِّ‌﴾ (البقرۃ:٢/٢٥٦) ''دین میں کوئی جبر نہیں' ہدایت گمراہی سے واضح ہوگئی ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِيۡنَ﴾ ''بے شک ہم نے ظالموں کے لیے تیار کی ہے'' یعنی جنہوں نے کفر' فسق اور معصیت کے ذریعے سے ظلم کا ارتکاب کیا ﴿نَارًا اَحَاطَ بِهِمۡ سُرَادِقُهَا‌﴾ ''آگ' جن کو گھیر رہی ہیں اس کی قناتیں'' یعنی آگ کی بڑی بڑی دیواریں ہیں جنہوں نے ان ظالموں کو گھیر رکھا ہے۔ وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہوگا نہ نجات کا کوئی ذریعہ' وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ ﴿وَاِنۡ يَّسۡتَغِيۡثُوۡا﴾ ''اور اگر وہ فریاد کریں گے'' یعنی اگر وہ اپنی سخت پیاس بجھانے کے لئے پانی مانگیں گے ﴿يُغَاثُوۡا بِمَآءٍ كَالۡمُهۡلِ﴾ ''تو ملے گا ان کو پانی' جیسے پیپ'' یعنی انہیں پگھلے ہوئے سیسے یا تیل کی تلچھٹ جیسا پانی پلایا جائے گا۔ ﴿يَشۡوِى الۡوُجُوۡهَ‌﴾ ''جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔'' یعنی جو شدت حرارت کی وجہ سے چہروں کو بھون کر رکھ دے گا' تب انتڑیوں اور پیٹ کا کیا حال ہوگا؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يُصۡهَرُ بِهٖ مَا فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ وَالۡجُلُوۡدُ ۝ وَلَهُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِيۡدٍ﴾ (الحج:٢٢/٢٠-٢١) ''اس گرم پانی سے ان کے پیٹ اور ان کی کھالیں گل جائیں گی اور ان کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے۔'' ﴿بِئۡسَ الشَّرَابُ﴾ ''کیا برا پینا ہے'' وہ جس سے پیاس بجھانا اور پیاس کے اس عذاب کو دور کرنا مقصود ہوگا مگر اس کے برعکس ان کے عذاب میں اضافہ اور ان کی عقوبت میں شدت ہوگی۔ ﴿وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا﴾ ''اور کیا بری

(یہ آگ) آرام گاہ ہے" یہ آگ کے احوال کی مذمت ہے یعنی یہ آرام کی بدترین جگہ ہوگی۔ کیونکہ یہاں آرام نہیں بلکہ عذاب عظیم ہوگا جو بہت ہی تکلیف دہ ہوگا۔ گھڑی بھر کے لئے بھی یہ عذاب ان سے دور نہیں ہوگا اور وہ سخت مایوسی کے عالم میں ہوں گے۔ وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے جس طرح انہوں نے مہربان اللہ کو فراموش کر دیا وہ بھی انہیں' فراموش کر دے گا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ' فریق ثانی یعنی اہل ایمان کا ذکر فرماتا ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ﴾ "بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے" یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں اس کے رسولوں' یوم آخرت اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ نیک کام یعنی واجبات و مستحبات پر عمل کیا ﴿ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴾ "بے شک ہم ان لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرتے ہیں۔" عمل میں احسان یہ ہے کہ اس عمل میں بندے کے پیش نظر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور یہ عمل شریعت کی اتباع میں ہو۔ یہی وہ عمل ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہرگز ضائع نہیں کرے گا بلکہ اسے عمل کرنے والوں کے لئے محفوظ رکھے گا اور اپنے فضل و کرم سے ان کے عمل کے مطابق انہیں پورا پورا اجر عطا کرے گا اور ان الفاظ میں ان کے اجر کا ذکر فرمایا: ﴿ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ﴾ "ایسے لوگوں کے لے ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن میں ان کے (محلوں کے) نیچے نہریں بہ رہی ہیں ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک دیبا اور اطلس کے سبز کپڑے پہنا کریں گے اور تختوں پر تکیے لگا کر بیٹھا کریں گے۔" یعنی وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کی صفات سے موصوف ہیں ان کے لئے بلند باغات ہوں گے جن میں بکثرت درخت ہوں گے جو جنت کے رہنے والوں پر سایہ کناں ہوں گے' ان میں بکثرت دریا ہوں گے جو ان خوبصورت درختوں اور عالیشان محلوں کے نیچے بہہ رہے ہوں گے۔ جنت میں ان کے لئے سونے کے زیورات ہوں گے' ان کے ملبوسات سبز ریشم کے بنے ہوئے ہوں گے (سندس) سے مراد دبیز ریشم اور (استبرق) سے مراد باریک ریشم جو عصفر سے رنگا ہوا ہو۔ وہ قیمتی کپڑوں سے آراستہ کئے ہوئے اور سجائے ہوئے تختوں پر براجمان ہوں گے۔ (اریکۃ) کو اس وقت تک (اریکۃ) نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ وہ مذکورہ صفات سے متصف نہ ہو۔

تختوں پر سہارا لگا کر ان کے بیٹھنے کی کیفیت دلالت کرتی ہے کہ وہ کامل راحت میں ہوں گے اور ہر قسم کی تکان ان سے دور ہوگی' خدام ان کی دل پسند چیزوں کے ساتھ ان کی خدمت میں مصروف ہوں گے اور ان تمام امور کی تکمیل اس طرح ہوگی کہ انہیں جنتوں میں دائمی خلود اور ابدی قیام حاصل ہوگا۔ پس یہ جلیل القدر گھر ﴿ نِعْمَ

﴿الثَّوَابُ﴾ ''کیا خوب بدلہ ہے'' نیک عمل کرنے والوں کے لئے ﴿وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا﴾ ''اور کیا خوب آرام کی جگہ ہے'' جس میں یہ آرام کریں گے اور اس کی چیزوں سے متمتع ہوں گے جن کی ان کے نفس خواہش کریں گے' آنکھیں لذت اٹھائیں گی' یعنی خوشی' مسرت' دائمی فرحت' کبھی ختم نہ ہونے والی لذتیں اور وافر نعمتیں۔ اس گھر سے بہتر آرام کرنے کی جگہ اور کون سی ہو سکتی ہے کہ اس کے رہنے والوں میں سے سب سے ادنیٰ شخص اپنی ملکیت اور اپنی نعمتوں میں' اپنے محلوں اور باغوں میں دو ہزار سال چلے پھرے گا اور وہ اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں دیکھے گا۔ اس کی تمام آرزوئیں اور اس کے تمام مقاصد پورے ہوں گے۔ جہاں اس کی آرزوئیں پہنچنے سے قاصر ہوں گی وہاں ان کے مطالب میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان نعمتوں کا دوام ان کے اوصاف اور حسن میں اضافے کا باعث ہے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے شر' ہماری تقصیر اور ہمارے گناہوں کے سبب سے ہمیں اپنے اس احسان سے محروم نہ کرے جو اس کے پاس ہے۔

اس آیت کریمہ اور اس قسم کی دیگر آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جنت میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے زیورات ہوں گے جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿يُحَلَّوْنَ﴾ ''زیور پہنائے جائیں گے'' علی الاطلاق بیان کیا گیا ہے اور اسی طرح ریشم کے ملبوسات بھی سب کے لئے ہوں گے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا

اور بیان کیجئے ان کیلئے مثال دو آدمیوں کی، کہ بنائے (تھے) ہم نے ایک کیلئے ان میں سے دو باغ انگوروں کے، اور باڑ لگا دی ہم نے دونوں کے گرد

بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ

کھجوروں کے درختوں کی، اور کی ہم نے درمیان ان کے کھیتی ○ دونوں باغوں نے دیا اپنا پھل اور نہ کم کیا اس میں سے

شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ

کچھ بھی، اور جاری کردی ہم نے درمیان ان دونوں کے ایک نہر ○ اور تھا اس کیلئے پھل،

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ ان کے سامنے دو آدمیوں کی مثال بیان کر دیجئے' ایک وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے دوسرا وہ جو ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا ناشکر گزار ہے اور ان دونوں سے جس قسم کے اقوال و افعال صادر ہوتے ہیں اور ان کی بنا پر انہیں جو دنیاوی اور اخروی عذاب اور ثواب حاصل ہوگا' تاکہ یہ لوگ ان دونوں کے احوال سے عبرت حاصل کریں اور انہیں جو عذاب یا ثواب حاصل ہوا اس سے نصیحت پکڑیں۔ ان دونوں آدمیوں کی متعین طور پر معرفت حاصل کرنے اور یہ معلوم کرنے میں کہ وہ کس زمانے اور کون سی جگہ کے لوگ ہیں؟ کوئی فائدہ نہیں۔ فائدہ اور نتیجہ صرف ان کے واقعہ کو بیان کرنے میں ہے۔ ان کے قصہ کے علاوہ دیگر امور میں تعرض کرنا محض تکلف ہے۔ پس ان دونوں میں سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی

ناسپاسی کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ نے دو باغ عطا کیے، یعنی انگوروں کے دو خوبصورت باغ ﴿وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ﴾ "اور ان دونوں کے گرد کھجوروں کے درخت تھے" یعنی ان باغات میں ہر قسم کے پھل تھے خاص طور پر انگور اور کھجور کے درخت جو سب سے افضل درخت ہیں۔ باغ کے وسط میں انگور کی بیلیں تھیں کھجور کے درختوں نے اس کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ اس طرح وہ بہت خوبصورت نظر آتا تھا انگور کی بیلوں اور کھجور کے درختوں کو بکثرت ہوا اور سورج کی وافر روشنی حاصل ہوتی تھی، ہوا اور روشنی پھل کی تکمیل اور اس کے پکنے کے لئے بہت ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ درختوں کے درمیان کھیتی کاشت کی ہوئی تھی۔ پس ان کے لئے اس کے سوا کچھ باقی نہ تھا کہ ان سے کہا جاتا کہ ان دونوں باغوں کے پھل کیسے ہیں؟ کیا ان کو سیراب کرنے کے لئے کافی پانی موجود ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ دونوں باغوں میں سے ہر باغ کا پھل اور اس کی فصل کئی گنا ہوتی تھی ﴿وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا﴾ "اور وہ نہیں گھٹاتے تھے اس میں سے کچھ" یعنی پھل لانے میں تھوڑی سی بھی کسر نہ چھوڑی اور اس کے ساتھ ساتھ دریا پانی سے لبریز اس کے چاروں جانب بہہ رہے تھے۔ ﴿وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ﴾ "اور اس شخص کا باغ بہت پھل لایا تھا جیسا کہ لفظ (ثَـمَرٌ) کے نکرہ ہونے سے مستفاد ہوتا ہے۔ اس کے باغوں کا پھل پوری طرح پک گیا تھا ان کے درخت پھل کے بوجھ سے جھک رہے تھے۔ ان پر کوئی آفت نازل نہیں ہوئی تھی۔ پس یہ کھیتی باڑی کے پہلو سے دنیا کی زیب وزینت کی انتہا ہے، اس وجہ سے وہ شخص دھوکے میں پڑ گیا، تکبر کرنے اور اترانے لگا اور اپنی آخرت کو فراموش کر بیٹھا۔

فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝۳۴

پس کہا اس نے اپنے ساتھی سے جبکہ وہ گفتگو کر رہا تھا اس سے، میں زیادہ ہوں تجھ سے مال میں، اور زیادہ باعزت ہوں تجھ سے باعتبار جتھے کے ○

وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝۳۵

اور وہ داخل ہوا اپنے باغ میں جبکہ وہ ظلم کرنے والا تھا اپنے آپ پر، اس نے کہا، نہیں گمان کرتا میں یہ کہ تباہ ہو گا یہ (باغ) کبھی بھی ○

وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ

اور نہیں گمان کرتا میں قیامت کو قائم ہونے والی، اور البتہ اگر (بالفرض) لوٹایا گیا میں اپنے رب کی طرف تو ضرور پاؤں گا میں

خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝۳۶

بہتر ان باغوں سے بھی، لوٹ کر جانے کی جگہ ○

ان باغوں کے مالک نے اپنے صاحب ایمان ساتھی سے نہایت فخر سے کہا جبکہ وہ دونوں روزمرہ کے بعض معاملات میں ایک دوسرے سے بات چیت کر رہے تھے: ﴿اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا﴾ "میرے پاس

تجھ سے زیادہ مال ہے اور زیادہ آبرو والے لوگ'' اس نے اپنے مال کی کثرت اور اپنے اعوان و انصار' یعنی اپنے غلام و خدام اور عزیز و اقارب کی طاقت پر فخر کا اظہار کیا۔ یہ اس کی جہالت تھی ورنہ ایک ایسے خارجی امر میں کون سی فخر کی بات ہے جس میں کوئی نفسی فضیلت ہے نہ معنوی صفت۔ یہ تو ایک بچے کا سا فخر ہے جو محض اپنی آرزوؤں پر فخر کرتا ہے جن کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

پھر اس نے صرف اپنے ساتھی پر فخر کے اظہار پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی جہالت اور ظلم کی بنا پر حکم لگایا اور جب وہ اپنے باغ میں داخل ہوا تو اس نے اپنے گمان کو الفاظ کا پیرایہ دیا: ﴿قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا﴾ ''اس نے کہا' میں نہیں خیال کرتا کہ یہ (باغ) کبھی تباہ ہو'' یعنی یہ باغ کبھی ختم اور مضمحل نہ ہوگا۔ وہ اس دنیا پر مطمئن ہو کر اسی پر راضی ہو گیا اور اس نے آخرت کا انکار کر دیا' کہنے لگا: ﴿وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ﴾ ''اور نہیں خیال کرتا میں کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا'' یعنی فرض کیا قیامت قائم ہوتی ہے ﴿لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا﴾ ''تو پاؤں گا اس سے بہتر وہاں پہنچ کر'' یعنی اللہ مجھے ان باغوں سے بہتر ٹھکانا عطا کرے گا' اس کی یہ بات دو امور سے خالی نہیں:

(۱) یا تو وہ حقیقت حال کا علم رکھتا ہے تب اس کا یہ کلام ٹھٹھے اور تمسخر کے طور پر ہے یہ اس کے کفر میں اضافے کا باعث ہے۔

(۲) یا وہ حقیقت میں یہی سمجھتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا تب وہ دنیا کا جاہل ترین شخص اور عقل سے بے بہرہ ہے۔

دنیا کی عطا اور آخرت کی عطا میں کون سا تلازم ہے کہ کوئی جاہل شخص اپنی جہالت کی بنا پر یہ سمجھے کہ جسے اس دنیا میں عطا کر دیا گیا ہے اسے آخرت میں بھی عطا کیا جائے گا بلکہ غالب طور پر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور خاص بندوں سے دنیا کو دور ہٹا دیتا اور اپنے دشمنوں کو دنیا عطا کرتا ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو حقیقت کا علم تھا مگر اس نے بات محض ٹھٹھے اور تمسخر کے طور پر کہی تھی اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ ''اور وہ اپنے باغ میں گیا' جب کہ وہ اپنے ساتھ ظلم کر رہا تھا'' پس باغ میں داخل ہوتے وقت اس سے صادر ہونے والے کلمات سے اس کے وصف ظلم کا اثبات' اس کے تمرّد اور عناد پر دلالت کرتا ہے۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ

کہا اس سے اسکے (مومن) ساتھی نے' جبکہ وہ گفتگو کر رہا تھا اس سے' کیا کفر کیا ہے تو نے ساتھ اس ذات کے' جس نے پیدا کیا تجھے مٹی سے' پھر

مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ

نطفے سے' پھر ٹھیک اور درست بنایا تجھے مرد؟ ○ لیکن (میں تو کہتا ہوں) وہی اللہ میرا رب ہے اور نہیں شریک ٹھہراتا میں اپنے رب کیساتھ'

اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ

کسی کو بھی ○ اور کیوں نہیں، جب داخل ہوا تو اپنے باغ میں، کہا تو نے، جو چاہے اللہ (وہی ہوگا)؟ نہیں کوئی قوت مگر ساتھ اللہ (کی توفیق) کے،

یعنی اس کے صاحب ایمان ساتھی نے اس کو نصیحت کرتے ہوئے اور اس کو اس کی ابتدائی حالت یاد دلاتے ہوئے جس حالت میں اللہ تعالیٰ اسے وجود میں لایا تھا...... کہا: ﴿ اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴾ ''کیا تو نے اس ذات کا انکار کیا جس نے تجھے پیدا کیا مٹی سے' پھر قطرے سے' پھر پورا کر دیا تجھ کو مرد۔'' پس وہی ہے جس نے تجھے وجود بخشا اور تجھ تک اپنی نعمتیں پہنچائیں' تجھے ایک ہیئت سے دوسری ہیئت میں منتقل کیا یہاں تک کہ تجھے کامل اعضائے محسوسہ و معقولہ کے ساتھ آدمی بنا کر پیدا کیا' تیرے لئے اسباب میں آسانی پیدا کی اور تجھے دنیا کی نعمتیں مہیا کیں۔ تو اپنی قوت و اختیار سے کبھی یہ دنیا حاصل نہ کر سکتا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر فضل و کرم کیا ہے۔ تب تیرے لئے کیونکر یہ مناسب ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا انکار کرے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفہ سے جنم دیا اور نک سک درست کر کے آدمی بنایا اور تو اس کی نعمت کو جھٹلاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ تیرے مرنے کے بعد وہ تجھ کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا اور اگر اس نے تجھے دوبارہ زندہ کیا تو تجھے تیرے اس باغ سے بہتر باغ عطا کرے گا اور یہ ایسی بات ہے جو تیرے لئے مناسب اور تیرے لائق نہیں۔ جب اس کے مومن ساتھی نے دیکھا کہ وہ اپنے کفر اور سرکشی پر جما ہوا ہے تو اس نے مجادلات و شبہات کے وارد ہونے کے وقت اپنے رب کی شکر گزاری اور اپنے دین کا اعلان کرتے ہوئے بتایا: ﴿ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا ﴾ ''میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ میرا رب ہے' میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔'' پس اس نے اپنے رب کی ربوبیت اور اس ربوبیت میں اس کی یکتائی اور اس کی اطاعت و عبادت کے ضروری ہونے کا اقرار کیا اور یہ کہ وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرائے گا' پھر اس نے آگاہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان اور اسلام کی نعمت سے نوازا ہے اگرچہ اس کے پاس مال اور اولاد قلیل ہے' لیکن حقیقی نعمت ایمان اور اسلام ہی ہے اور ان کے سوا ہر چیز زائل ہو جانے والی ہے اور سزا اور عقوبت کی باعث ہے' چنانچہ فرمایا:

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا

اگر تو دیکھتا ہے مجھے، کہ میں کم تر ہوں تجھ سے مال میں اور اولاد میں ○ تو امید ہے کہ میرا رب، یہ کہ دے وہ مجھے زیادہ بہتر

مِّنْ جَنَّتِكَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا

تیرے باغ سے، اور بھیجے اوپر اس (تیرے باغ) کے کوئی عذاب آسمان سے، پھر ہو جائے وہ (باغ) چٹیل میدان

زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ

پھسلنے والا ○ یا ہو جائے پانی اس کا گہرا، پس ہرگز نہ استطاعت رکھے تو اسے ڈھونڈ لانے کی ○ اور گھیر لیا (تباہ کر دیا) گیا پھل اس کا،

فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا

سو ہو گیا وہ ملتا تھا دونوں ہتھیلیاں اپنی (افسوس سے) اوپر اسکے جو خرچ کیا تھا اس نے اس میں، جبکہ وہ (باغ) گرا ہوا تھا اوپر اپنی چھتریوں کے

وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿٤٢﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ

اور وہ کہتا تھا، کاش نہ شریک ٹھہراتا میں ساتھ اپنے رب کے کسی کو بھی ○ اور نہ ہوئی اس کے لئے کوئی جماعت،

يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ

کہ وہ مدد کرتی اس کی سوائے اللہ کے، اور نہ ہوا وہ (خود) بدلہ لینے والا (ہم سے) ○ وہاں تو تمام اختیار

لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾ ع

اللہ سچے ہی کا ہے، وہی ہے بہتر ثواب (دینے) میں، اور بہتر ہے اچھے انجام سے بہرہ ور کرنے میں ○

ع ١٤/١٧

یعنی صاحب ایمان شخص نے اس کافر سے کہا کہ تو اگرچہ کثرت مال و اولاد کی بنا پر مجھ پر فخر جتاتا ہے اور تو سمجھتا ہے کہ میں مال و اولاد کے لحاظ سے تجھ سے کم تر ہوں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور جو امید اللہ تعالیٰ کی نوازش اور احسان پر رکھی جا سکتی ہے وہ اس دنیا و مافیہا سے بہتر ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے لوگ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ﴿فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا﴾ ''پس امید ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا کرے گا، اور بھیجے گا اس پر'' یعنی اس باغ پر جس کی بنا پر تو نے سرکشی کا رویہ اختیار کیا اور اس باغ نے تجھے دھوکے میں مبتلا کر دیا، ﴿حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''عذاب آسمان سے'' یعنی طوفانی بارش یا اور کسی قسم کا عذاب ﴿فَتُصْبِحَ﴾ ''پس اس سبب سے وہ ہو جائے'' ﴿صَعِيْدًا زَلَقًا﴾ ''میدان صاف'' کہ اس کے تمام درخت جڑوں سے اکھڑ جائیں، اس کا پھل تلف ہو جائے، اس کی کھیتی تباہ ہو جائے اور اس کا فائدہ مفقود ہو کر رہ جائے۔

﴿اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا﴾ ''یا ہو جائے پانی اس کا'' یعنی باغ کے پانی کا سرچشمہ ﴿غَوْرًا﴾ ''زمین میں اور گہرا'' ﴿فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا﴾ ''پس ہرگز نہیں لا سکے گا تو اسے ڈھونڈ کر'' یعنی اتنی گہرائی میں چلا جائے کہ تم کھدائی کے آلات کے ذریعے سے بھی وہاں تک نہ پہنچ سکو۔ اس صاحب ایمان شخص نے صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر غضبناک ہو کر اس کے باغ کے لئے بددعا کی تھی کیونکہ اس باغ نے اس کو دھوکے اور سرکشی میں مبتلا کر دیا تھا اور وہ اس باغ پر مطمئن ہو کر رہ گیا تھا۔ اس بددعا کا مقصد یہ تھا کہ شاید وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اس کی رشد و ہدایت کی طرف لوٹ آئے اور اپنے بارے میں وہ خوب غور و فکر کرے۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ ﴿وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ﴾ ''اور سمیٹ لیا گیا اس کا سارا پھل'' یعنی اس کے پھل پر عذاب نازل ہو گیا، اس نے اس کا احاطہ کر کے اس کو تباہ کر دیا اور اس میں سے کچھ بھی باقی نہ

چھوڑا۔ پھل کا احاطہ کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ اس کے باغ کے تمام درخت' ان کا تمام پھل اور زمین میں کاشت کی ہوئی تمام فصل سب کچھ تباہ ہو گیا۔ پس وہ بے حد نادم ہوا اور اسے سخت افسوس ہوا۔ ﴿فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا﴾ ''پس رہ گیا وہ اپنے ہاتھوں کو پھیرتا ہوا' اس مال پر جو اس نے اس باغ میں لگایا تھا'' یعنی اس نے اپنے باغ پر جو دنیاوی اخراجات کئے تھے وہ سب ضائع ہو گئے اور وہ کف افسوس ملتا رہ گیا اور اس کا کوئی عوض باقی نہ رہا' نیز وہ اپنے شرک اور اپنی بدی پر بھی پشیمان ہوا' اس لئے وہ کہنے لگا: ﴿وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا﴾ ''کاش میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا﴾ ''اور نہ ہوئی اس کی کوئی جماعت کہ وہ اس کی مدد کرے اور نہ ہوا وہ خود بدلہ لینے والا'' یعنی جب اس کے باغ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو ہر چیز اس کے ہاتھوں سے نکل گئی جس پر وہ فخر کیا کرتا تھا جس کے زعم پر کہا کرتا تھا: ﴿اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا﴾ یہ اعوان و انصار اس سے کچھ بھی عذاب دور نہ کر سکے جبکہ اسے ان کی سخت ضرورت تھی اور وہ خود بھی اپنی مدد نہ کر سکا اور وہ اس عذاب سے کیسے بچ سکتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر کے مقابلے میں کون اس کی مدد کر سکتا تھا جس کا فیصلہ جب اللہ تعالیٰ جاری فرما دیتا ہے تو زمین و آسمان کے تمام رہنے والے مل کر بھی اس میں سے کسی چیز کو زائل کرنا چاہیں تو وہ اس کی قدرت نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے لطف و کرم سے بعید نہیں کہ اس شخص نے جس کے باغ پر آفت نازل ہوئی تھی' اپنے احوال کی اصلاح کر لی ہو' وہ اپنے رشد و ہدایت کی طرف لوٹ آیا ہو اور اس کا تمام تکبر اور اس کی سرکشی ختم ہو گئی ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنے شرک پر ندامت کا اظہار کیا تھا اور یہ بھی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے تمرد اور سرکشی کو دور کر کے اس کو دنیا ہی میں سزا دے دی ہو کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اسے اس دنیا ہی میں سزا دے دیتا ہے۔ عقل و وہم اللہ تعالیٰ کے فضل کا احاطہ نہیں کر سکتے اور اس کا انکار صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو ظالم اور سخت جاہل ہے۔

﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا﴾ ''وہاں سب اختیار اللہ برحق کا ہے' اسی کا انعام بہتر ہے اور اسی کا دیا ہوا بدلہ اچھا ہے'' یعنی اس حال میں جس میں اللہ تعالیٰ اس شخص کو سزا دینے کا حکم جاری کرتا ہے جس نے سرکشی اختیار کی اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دی۔ اور عزت و تکریم اس شخص کے لئے جس نے ایمان لا کر نیک عمل کئے' اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا رہا اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دیتا رہا۔ اس بنا پر واضح ہو گیا کہ حقیقی ولایت کا مالک صرف اکیلا اللہ تعالیٰ ہے۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر تقویٰ اختیار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کا ولی اور دوست ہے' وہ اسے مختلف اقسام کی کرامات کے ذریعے سے تکریم بخشتا ہے اور اس کو شر اور تمام آفتوں سے

بچاتا ہے۔ جو اپنے رب پر ایمان نہیں رکھتا اور نہ اسے اپنا والی اور سرپرست بناتا ہے' وہ دین و دنیا میں خسارہ اٹھاتا ہے...... پس اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دنیاوی اور اخروی ثواب بہترین ثواب ہے جس پر امیدوں کو مرتکز ہونا چاہیے۔

اس عظیم قصے میں اس شخص کے حال میں جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نعمتیں عنایت کیں' مگر ان نعمتوں نے اسے آخرت سے غافل کر کے سرکش بنا دیا اور وہ ان میں مگن ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگا...... لوگوں کے لئے عبرت ہے کہ ان نعمتوں کا انجام زوال اور اضمحلال ہے اگر بندہ ان نعمتوں سے تھوڑا فائدہ اٹھاتا ہے تو طویل عرصے تک محرومی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بندۂ مومن کے لئے مناسب یہی ہے کہ جب اسے اپنے مال اور اولاد میں سے کچھ اچھا لگے تو وہ اس نعمت کو نعمت عطا کرنے والے کی طرف منسوب کرے اور یہ کہے: (مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ) تاکہ وہ شکر گزار بنے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی بقا کے لئے سبب بننے والا بنے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''کیوں نہ جب تو داخل ہوا اپنے باغ میں' کہا تو نے' جو چاہے اللہ سو وہ ہو۔ طاقت نہیں مگر جو دے اللہ۔''

ان آیات کریمہ میں لذات دنیا اور اس کی شہوات کے بدلے میں ان بہتر چیزوں کے ذریعے تسلی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ فرمایا: ﴿اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ﴾

ان آیات کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ مال اور اولاد اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مددگار نہ بنیں تو وہ کوئی فائدہ نہیں دیتے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ (السبا: ٣٤/٣٧) ''تمہارا مال اور تمہاری اولاد نہیں' جو تمہیں ہم سے قریب کرتی ہو مگر وہی قریب ہوتا ہے جو ایمان لائے اور نیک کام کرے۔'' اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ جس شخص کا مال اس کی سرکشی' کفر اور اس کے لئے اخروی خسارے کا سبب ہو اس مال کے تلف ہونے کی دعا کرنا جائز ہے۔ خاص طور پر جبکہ وہ اس مال کی بنا پر اپنے آپ کو اہل ایمان سے افضل سمجھتا ہو اور ان پر فخر کا اظہار کرتا ہو۔

ان آیات کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت اور عدم ولایت' اس وقت ظاہر ہوگی جب غبار چھٹ جائے گا' جزا و سزا ثابت ہوگی اور عمل کرنے والے اپنا اجر پالیں گے: ﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا﴾ ''اس وقت معلوم ہوگا کہ کارسازی تو اللہ برحق کے اختیار میں ہے' اسی کا انعام بہتر ہے اور اسی کا دیا ہوا بدلہ اچھا ہے''۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ

اور بیان کیجیے ان کیلئے مثال زندگانی دنیا کی، وہ مانند اس پانی کے ہے کہ اتارا ہم نے اسے آسمان سے، پس مل جل گئی ساتھ اس کے

نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

روئیدگی زمین کی، پھر ہوگئی وہ (روئیدگی) چورا چورا، اڑا لے جاتی ہیں اس کو ہوائیں، اور ہے اللہ اوپر ہر چیز کے

مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ

قادر ○ یہ مال اور بیٹے تو زینت ہیں زندگانی دنیا کی اور باقی رہنے والی نیکیاں

خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

بہت بہتر ہیں آپ کے رب کے ہاں ثواب میں، اور بہت بہتر ہیں باعتبار امید کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی سے اصلاً اوران لوگوں سے تبعاً فرماتا ہے جو آپ کے بعد آپ کے قائم مقام ہیں کہ لوگوں کے سامنے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کر دیجئے تاکہ وہ اس زندگی کا اچھی طرح تصور کرلیں اوراس کے ظاہر و باطن کی معرفت حاصل کرلیں۔ پس وہ دنیاوی زندگی اور ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کے درمیان تقابل کریں اوران میں جو ترجیح دیئے جانے کی مستحق ہے اسے ترجیح دیں۔اس دنیاوی زندگی کی مثال بارش کی سی ہے جو آسمان سے زمین پر برستی ہے جس سے زمین کی روئیدگی بہت گھنی ہو جاتی ہے اور ہر قسم کی خوش منظر نباتات اگ آتی ہیں۔پس اس وقت کہ جب اس کی خوب صورتی اور سجاوٹ دیکھنے والوں کو خوش کن لگتی ہے' لوگ اس سے فرحت حاصل کرتے ہیں اور زمین کا یہ حسن غافل لوگوں کی نظروں کو اپنی طرف متوجہ کرلیتا ہے کہ اچانک نباتات بھس بن کر رہ جاتی ہیں اور ہوائیں اسے اڑائے لے جاتی ہیں۔پس وہ تر و تازہ' خوبصورت اور خوش منظر روئیدگی ختم ہو جاتی ہے' زمین چٹیل میدان بن جاتی ہے جہاں خاک اڑتی ہے جس سے نظریں دور ہٹ جاتی ہیں اور دل وحشت محسوس کرتے ہیں۔

دنیا کی زندگی کا بھی یہی حال ہے دنیا کی زندگی میں مگن شخص کو اپنا شباب بہت اچھا لگتا ہے' وہ اس زندگی میں اپنے ساتھیوں اور ہم جولیوں سے آگے نکل جاتا ہے' اس کے درہم و دینار کے حصول میں لگا رہتا ہے' اس کی لذت سے خوب حظ اٹھاتا ہے' ہر وقت اس کی شہوات کے سمندر میں غوطہ زن رہتا ہے اور وہ یہی سمجھتا ہے کہ زندگی بھراس دنیا کی لذتیں اور شہوتیں زائل نہ ہوں گی...... کہ اچانک موت اسے آلیتی ہے یا اس کا مال تلف ہو جاتا ہے۔ خوشیاں اس سے روٹھ جاتی ہیں' اس کی لذتیں اس سے چھن جاتی ہیں' اس کا قلب مصائب و آلام سے وحشت کھاتا ہے' اس کی جوانی' اس کی طاقت اور اس کا مال سب اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور وہ نیک یا برے اعمال کے ساتھ اکیلا باقی رہ جاتا ہے۔

یہی وہ حال ہے کہ جب ظالم کو اس کی حقیقت کا علم ہوگا تو اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا۔وہ تمنا کرے گا کہ اسے دنیا میں واپس بھیجا جائے' اس لئے نہیں کہ وہ ان شہوات کو پورا کرے جو نامکمل رہ گئی تھیں بلکہ اس لئے کہ اس سے

غفلت میں جو کوتاہیاں صادر ہوئیں توبہ و استغفار اور اعمال صالحہ کے ذریعے سے ان کی تلافی کر سکے' لہٰذا عقل مند اور پختہ ارادے والا شخص' جسے توفیق سے نوازا گیا ہو' اپنے آپ پر یہی حالت طاری کرتا ہے اور اپنے آپ سے کہتا ہے: ''فرض کر لو کہ تم مر چکے ہو' اور موت ایک یقینی امر ہے۔ پس مذکورہ دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت کو تو اختیار کرتا ہے؟ اس دنیا کی زیب و زینت سے دھوکہ کھانا' اس سے اس طرح فائدہ اٹھانا جس طرح چراگاہ میں مویشی چرتے ہیں یا ایسی جنت کے حصول کی خاطر عمل کرنا جس کے پھل ہمیشہ رہنے والے اس کے سائے بہت گھنے ہیں۔ وہاں وہ سب کچھ ہو گا جو دل چاہے گا اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔''

پس یہی وہ حالت ہے جس کے ذریعے سے یہ معرفت حاصل ہوتی کہ بندے کو توفیق الٰہی سے نوازا گیا ہے یا اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے؟ اسے نفع حاصل ہوا ہے یا خسارہ؟ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زیب و زینت ہیں اور اس سے آگے کچھ نہیں۔ انسان کے لئے جو کچھ باقی رہ جاتا اور جو اسے فائدہ اور خوشی دیتا ہے وہ باقی رہنے والی نیکیاں ہیں اور وہ واجب اور مستحب نیکی کے تمام کاموں کو شامل ہیں مثلاً: حقوق اللہ' حقوق العباد' نماز' زکوٰۃ' صدقہ' حج' عمرہ' تسبیح' تحمید' تہلیل' قراءت قرآن' طلب علم' نیکی کا حکم دینا برائی سے روکنا' صلہ رحمی' والدین کے ساتھ حسن سلوک' بیویوں کے حقوق پورے کرنا' غلاموں اور جانوروں کے حقوق کا احترام کرنا اور مخلوق کے ساتھ ہر لحاظ سے اچھا سلوک کرنا' یہ تمام باقی رہنے والی نیکیاں ہیں یہی وہ نیکیاں ہیں جن کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر ہے اور انہی سے اچھی امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ ان کا اجر و ثواب باقی رہتا ہے اور ابدالآباد تک بڑھتا ہے۔ ان کے اجر و ثواب اور نفع کی ضرورت کے وقت امید کی جا سکتی ہے۔

پس یہی وہ کام ہیں کہ سبقت کرنے والوں کو ان کی طرف سبقت کرنی چاہیے' عمل کرنے والوں کو انہی کے لئے آگے بڑھنا چاہیے اور جدوجہد کرنے والوں کو ان کے حصول کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔ غور کیجئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کے حال اور اس کے اضمحلال کی مثال دی تو اس کی دو قسمیں بیان کیں:

(۱) دنیاوی زندگی کی زیب و زینت' جس سے انسان بہت کم فائدہ اٹھاتا ہے۔ پھر بغیر کسی فائدے کے یہ دنیا زائل ہو جاتی ہے اور اس کا نقصان انسان کی طرف لوٹتا ہے بلکہ بسا اوقات اس کا نقصان اس کیلئے لازم ہو جاتا ہے۔ یہ مال اور بیٹے ہیں۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جو انسان کے لئے ہمیشہ باقی رہتی ہے اور وہ ہیں باقی رہنے والی نیکیاں۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ

اور جس دن چلائیں گے ہم پہاڑوں کو اور آپ دیکھیں گے زمین کو صاف کھلی ہوئی اور اکٹھا کریں گے ہم انکو، پس نہ چھوڑیں گے ہم ان میں سے

اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ

کسی کو O اور پیش کئے جائیں گے وہ آپکے رب پر صفیں بنائے ہوئے (کہا جائے گا) البتہ تحقیق آئے ہو تم ہمارے پاس جیسے پیدا کیا ہم نے تمہیں پہلی بار،

بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ

بلکہ تم تو خیال کرتے تھے کہ ہرگز نہیں مقرر کریں گے ہم تمہارے لئے وعدہ گاہ○ اور رکھے جائیں گے نامۂ اعمال پس دیکھیں گے آپ مجرموں کو

مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ

کہ وہ ڈرنے والے ہوں گے اس سے جو کچھ اس میں ہے، اور کہیں گے، ہائے ہماری کم بختی! کیا ہے اس نامۂ اعمال کو نہیں چھوڑ رہا

صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ

کسی چھوٹے (عمل) کو اور نہ بڑے کو، مگر اس نے شمار کر رکھا ہے اس کو، اور وہ پائیں گے، جو عمل کیے تھے انہوں نے، حاضر۔

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ ع

اور نہیں ظلم کرے گا آپ کا رب کسی پر بھی○

اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن کا حال بیان کرتا ہے کہ اس میں پریشان کن ہولناکیاں اور تڑپا دینے والی سختیاں ہوں گی' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ ﴾ ''اور جس دن ہم چلائیں گے پہاڑ'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ان کی جگہ سے ہٹا کر ان کو ریت کے ٹیلے بنا دے گا' پھر ان کو دھنکی ہوئی اون کی مانند کر دے گا پھر وہ مضمحل ہو کر غبار کی مانند اڑ جائیں گے اور زمین ایک ہموار میدان نظر آئے گی جس میں کوئی نشیب و فراز نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس زمین پر تمام مخلوق کو اکٹھا کرے گا کسی کو باقی نہیں چھوڑے گا۔ وہ اگلوں پچھلوں سب کو صحراؤں کے پیٹوں سے اور سمندروں کی گہرائیوں سے نکال کر ایک جگہ اکٹھا کرے گا۔ جب ان کے اجزا بکھر چکے ہوں گے اور وہ پارہ پارہ ہو چکے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو نئی زندگی عطا کرے گا۔

پس لوگ صفیں باندھے اس کے سامنے پیش ہوں گے تاکہ وہ ان سے جوابدہی کرے' ان کے اعمال دیکھ کر ان کے بارے میں عدل پر مبنی فیصلہ کرے گا جس میں کوئی ظلم و جور نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ﴿ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ ''تم اسی طرح ہمارے سامنے حاضر ہو گئے ہو، جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ (اکیلا اکیلا) پیدا کیا تھا۔'' یعنی لوگ مال و متاع' اہل و عیال اور قبیلے کنبے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ ان کے ساتھ صرف وہی اعمال ہوں گے جو وہ کرتے رہے تھے اور نیکی اور بدی ساتھ ہو گی جس کا اکتساب کرتے رہے ہوں گے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ﴾ (الانعام: ۶/ ۹۴) ''تم اسی طرح ہمارے سامنے تن تنہا حاضر ہو گئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ (اکیلا اکیلا) پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا تھا تم اسے اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہمیں تمہارے ساتھ تمہارے وہ سفارشی بھی نظر نہیں آتے جن کے متعلق تم سمجھتے تھے کہ وہ اللہ کے شریک ہیں''۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ منکرین آخرت سے مخاطب ہو کر فرمائے گا جب کہ وہ اس کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر لیں گے: ﴿بَلۡ زَعَمۡتُمۡ اَلَّنۡ نَّجۡعَلَ لَکُمۡ مَّوۡعِدًا﴾ ''لیکن تم نے یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے لیے کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا۔'' یعنی تم اعمال کی سزا و جزا کا انکار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ اس جزا و سزا کا وعدہ کر رکھا تھا' لو! اس کا وعدہ آ گیا تم نے اسے دیکھ لیا اور اس کا مزا چکھ لیا۔ اس وقت وہ اعمال نامے حاضر کیے جائیں گے جن کو کراماً کاتبین لکھا کرتے تھے۔ ان کو دیکھ کر دل اڑنے لگیں گے ان کے وقوع سے غم اور مشقتیں بڑھ جائیں گی۔ جن کو دیکھ کر ٹھوس اور سخت چٹانیں بھی پگھل جائیں گی اور مجرم ڈریں گے۔ جب وہ دیکھیں گے کہ ان اعمال ناموں میں ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں اور ان کے تمام اقوال و افعال ان اعمال ناموں میں محفوظ ہیں' تو بول اٹھیں گے: ﴿یٰوَیۡلَتَنَا مَالِ ہٰذَا الۡکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیۡرَۃً وَّ لَا کَبِیۡرَۃً اِلَّاۤ اَحۡصٰہَا﴾ ''ہائے افسوس! کیسی ہے یہ کتاب' نہیں چھوڑا اس نے چھوٹی بات کو نہ بڑی بات کو' مگر اس نے ان کو شمار کر لیا۔'' یعنی کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ ایسا نہیں جو اس میں لکھا ہوا اور محفوظ نہ ہو اور کوئی کھلا یا چھپا' رات کے وقت کیا ہوا یا دن کے وقت کیا ہوا گناہ ایسا نہیں جو بھولے سے لکھنے سے رہ گیا ہو۔

﴿وَ وَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا﴾ ''اور پائیں گے جو کچھ انہوں نے کیا' سامنے۔'' وہ اس کا انکار نہیں کر سکیں گے ﴿وَ لَا یَظۡلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا﴾ ''اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔'' اس وقت ان کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی' وہ ان اعمال کا اقرار کریں گے' ان اعمال کی بنا پر رسوا ہوں گے اور ان پر عذاب واجب ہو جائے گا۔ ﴿ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَیۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ﴾ (آل عمران:۳/۱۸۲' الانفال:۸/۵۱) ''یہ سب کچھ ان اعمال کی جزا ہے جو تم نے آگے بھیجے تھے اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔'' بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و عدل سے باہر نہیں نکلیں گے۔

وَ اِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ کَانَ مِنَ الۡجِنِّ

اور (یاد کرو) جب کہا ہم نے فرشتوں سے، سجدہ کرو تم آدم کو تو سجدہ کیا انہوں نے مگر ابلیس نے (نہ کیا)، تھا وہ جنوں میں سے،

فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّہٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوۡنَہٗ وَ ذُرِّیَّتَہٗۤ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِیۡ وَ ہُمۡ

پس نافرمانی کی اس نے حکم کی، اپنے رب کے، کیا پھر (بھی) بناتے ہو تم اسے اور اس کی اولاد کو دوست میرے سوا؟ حالانکہ وہ

لَکُمۡ عَدُوٌّ ؕ بِئۡسَ لِلظّٰلِمِیۡنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

تمہارے دشمن ہیں، برا ہے ظالموں کے لئے از روئے بدل کے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے ساتھ ابلیس کی عداوت کا ذکر کرتا ہے' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تعظیم و تکریم اور اپنے حکم کی تعمیل کے لیے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں۔ پس انہوں نے حکم

کی تعمیل کی۔ ﴿ اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ﴾ ''سوائے ابلیس کے وہ جنوں میں سے تھا' پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی'' اور کہنے لگا ﴿ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴾ (بنی اسرائیل:١٧/٦١) ''کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا۔'' اور کہا: ﴿ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ﴾ (الاعراف:٧/١٢) ''میں اس سے بہتر ہوں۔'' اس سے واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور تمہارے جد امجد سے عداوت رکھتا ہے' پھر کیسے تم اس کو اور اس کی ذریت کو دوست بناتے ہو؟ ﴿ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ ''برا ہے ظالموں کے لیے بدل'' یعنی کتنی بری ہے شیطان کی دوستی اور سرپرستی جو انہوں نے اپنے لئے چنی ہے' جو انہیں صرف فحش اور برے کاموں کا حکم دیتا ہے اور رب رحمٰن کی دوستی اور سرپرستی چھوڑ دی جس کی دوستی میں ہر قسم کی سعادت' فلاح اور سرور ہے۔

اس آیت کریمہ میں پر زور ترغیب ہے کہ شیطان کو دشمن سمجھا جائے اور وہ سبب بھی بیان کر دیا گیا جو اس کو دشمن قرار دینے کا موجب ہے' نیز یہ بھی واضح کر دیا کہ صرف ظالم شخص ہی اس کو اپنا دوست قرار دیتا ہے اور اس شخص کے ظلم سے بڑھ کر کون سا ظلم ہو سکتا ہے جو اپنے حقیقی دشمن کو دوست سمجھے اور اپنے حقیقی اور قابل تعریف دوست کو چھوڑ دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ﴾ (البقرۃ:٢/٢٥٧) ''اللہ ان لوگوں کا دوست اور مددگار ہے جو ایمان لائے' وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور وہ لوگ جو کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے والی اور مددگار طاغوت ہیں جو ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (الاعراف:٧/٣٠) ''انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو دوست اور سرپرست بنا لیا ہے۔''

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ

نہیں گواہ بنایا تھا میں نے ان کو پیدائش میں آسمانوں اور زمین کی، اور نہ پیدائش میں ان کی اپنی ہی اور نہیں میں بنانے والا

الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿٥١﴾ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ

گمراہ کرنے والوں کو بازو (مددگار) ○ اور جس دن کہے گا اللہ، بلاؤ تم میرے ان شریکوں کو جن کا دعویٰ کرتے تھے تم،

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿٥٢﴾

تو وہ بلائیں گے انہیں، سو نہیں جواب دیں گے وہ ان کو، اور بنا دیں گے ہم ان کے درمیان ہلاکت گاہ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ''میں نے شیاطین (اور ان گمراہی پھیلانے والوں) کو گواہ نہیں بنایا'' ﴿ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''آسمانوں' زمین اور ان کی اپنی تخلیق پر۔'' یعنی میں نے ان کی پیدائش پر ان کو حاضر کیا نہ ان سے مشورہ لیا۔ پھر وہ ان میں سے کسی چیز کے خالق کیسے کہلا سکتے ہیں؟ بلکہ اللہ تعالیٰ تخلیق و

تدبیر اور حکمت و تقدیر میں یکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کا خالق ہے اور وہی اپنی حکمت سے ان میں تصرف کرتا ہے پس کیسے شیاطین کو اللہ کے شریک ٹھہرایا جاتا ہے ان کو والی و مددگار بنایا جاتا ہے اور ان کی اسی طرح اطاعت کی جاتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی جاتی ہے' حالانکہ انہوں نے کچھ پیدا کیا ہے نہ کائنات کی پیدائش پر وہ حاضر تھے اور نہ کائنات کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کے معاون و مددگار تھے؟ اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا﴾ ''اور نہیں ہوں میں کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناؤں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے کسی کام میں معاونین کا ہونا' اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں اور نہ یہ مناسب ہے کہ وہ تدبیر کائنات کا کچھ حصہ ان کے سپرد کر دے کیونکہ وہ تو مخلوق کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے رب کی عداوت پر کمربستہ رہتے ہیں' اس لیے وہ اسی لائق ہیں کہ وہ ان کو دور رکھے اور اپنے قریب نہ آنے دے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا حال بیان کیا جنہوں نے دنیا میں اس کے ساتھ شرک کیا تھا اور ان کے شرک کا پوری طرح ابطال کیا اور مشرک پر جہالت اور سفاہت کا حکم لگایا تو قیامت کے روز ان کے خود ساختہ شریکوں کی معیت میں ان کا جو حال ہوگا وہ بھی بیان کر دیا' چنانچہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا: ﴿نَادُوا شُرَكَاءِيَ﴾ ''پکارو میرے شریکوں کو۔'' یعنی تمہارے اپنے زعم باطل کے مطابق میرے جو شریک ہیں ان سب کو بلالو۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ زمین و آسمان میں کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں یعنی اب ان خود ساختہ شریکوں کو بلالو تاکہ تمہیں کوئی فائدہ دے سکیں اور تمہیں ان سختیوں سے نجات دلا سکیں۔ ﴿فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ﴾ ''پس یہ ان کو پکاریں گے مگر وہ ان کو جواب نہ دیں گے۔'' اس لیے کہ اس روز اقتدار اور فیصلے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہوگا کسی ہستی کے پاس ذرہ بھر بھی اختیار نہیں ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو یا کسی اور کو کوئی نفع پہنچا سکے: ﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم﴾ ''اور کر دیں گے ہم ان کے درمیان'' یعنی مشرکین اور ان کے شریکوں کے درمیان ﴿مَّوْبِقًا﴾ ''ہلاکت کا سامان'' یعنی ہلاکت کا گڑھا ان کے درمیان حائل کر دیں گے جو ان کو جدا کر دے گا اور ان کو ایک دوسرے سے دور کر دے گا۔ اس وقت ان کی ایک دوسرے کے ساتھ عداوت ظاہر ہو جائے گی' ان کے خود ساختہ شرکاء ان کا انکار کریں گے اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ﴾ (الاحقاف: ۶/۴۶) ''جب تمام لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو اس وقت وہ اپنے پکارنے والوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے۔''

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾

اور دیکھیں گے مجرم لوگ آگ کو تو گمان کریں گے وہ کہ بیشک وہ گرنے والے ہیں اس میں، اور نہیں پائیں گے وہ اس سے پھرنے (بچنے) کی جگہ ○

جب قیامت کے روز حساب کتاب ختم ہو جائے گا اور مخلوق میں سے ہر گروہ اپنے اعمال کی بنا پر علیحدہ ہو

جائے گا اور مجرموں کے بارے میں عذاب کا وعدہ پورا ہو جائے گا۔ پس وہ جہنم میں داخل ہونے سے قبل جہنم کو دیکھیں گے اور گھبرا جائیں گے اور یہ یقین کر کے کہ ان کو اس میں پھینکا جائے گا ان کا قلق بڑھ جائے گا۔ آیت کریمہ میں مذکور (ظن) کے بارے میں اہل تفسیر کہتے ہیں کہ یہاں (ظن) سے مراد یقین ہے۔ پس انہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے۔ ﴿وَلَمۡ يَجِدُوۡا عَنۡهَا مَصۡرِفًا﴾ ''اور نہیں پائیں گے وہ اس سے پھر جانے کی جگہ'' یعنی کوئی جائے پناہ نہیں جہاں وہ پناہ لے سکیں اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی ان کی سفارش نہیں کر سکے گا۔ اس آیت کریمہ میں تخویف و ترہیب ہے جس سے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِیۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِلنَّاسِ مِنۡ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ

اور البتہ تحقیق پھیر پھیر کر بیان کی ہے ہم نے، اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثال، اور ہے

الۡاِنۡسَانُ اَكۡثَرَ شَیۡءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾

انسان تمام چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید کی عظمت و جلالت اور اس کے عموم کا ذکر کرتے ہوئے آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے قرآن کریم میں ہر قسم کی مثال بیان کی ہے یعنی ہر وہ راستہ واضح کر دیا ہے جو علوم نافعہ اور سعادت ابدیہ تک پہنچاتا ہے اور ہر اس طریق سے آگاہ فرما دیا ہے جو انسان کو شر اور ہلاکت سے بچاتا ہے۔ پس اس قرآن کریم میں حلال و حرام' جزائے اعمال' ترغیب و ترہیب کی مثالیں ہیں' سچی خبریں ہیں جو اعتقاد' طمانینت اور روشنی کے اعتبار سے دلوں کے لئے فائدہ مند ہیں۔ یہ چیز واجب ٹھہراتی ہے کہ قرآن کریم کو اطاعت و انقیاد اور کسی بھی امر میں عدم منازعت کے ساتھ تسلیم کیا جائے..... مگر اس کے باوجود اکثر لوگ' حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی' باطل دلائل کے ساتھ حق کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ ﴿لِيُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَقَّ﴾ (الکہف: ۱۸/۵۶) ''تاکہ حق کو نیچا دکھائیں۔'' بنابریں فرمایا: ﴿وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ اَكۡثَرَ شَیۡءٍ جَدَلًا﴾ ''اور ہے انسان سب چیز سے زیادہ جھگڑالو'' یعنی بہت جھگڑالو اور بحثیں کرنے والا ہے' حالانکہ یہ اس کے لائق ہے نہ یہ قرین انصاف ہے اور اس کا اللہ پر ایمان نہ لانے کا سبب یہ نہیں کہ اس کو بیان کرنے اور اس کی حجت و برہان کو واضح کرنے میں کوئی کمی رہ گئی ہے بلکہ ظلم و عناد ان کے اس رویے کا موجب ہے۔ ورنہ اگر ان پر عذاب اور وہ سختیاں اور مصیبتیں آ جاتیں جو پہلے لوگوں پر آئی تھیں تو ان کا یہ حال نہ ہوتا' اس لئے فرمایا:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰى وَيَسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّهُمۡ اِلَّاۤ

اور نہیں منع کیا لوگوں کو (اس سے) کہ ایمان لائیں وہ، جب آ گئی ان کے پاس ہدایت، اور مغفرت طلب کریں اپنے رب سے، مگر

اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ سُنَّةُ الۡاَوَّلِيۡنَ اَوۡ يَاۡتِيَهُمُ الۡعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾

(اس بات نے) کہ (پیش) آئے ان کو معاملہ پہلے لوگوں کا (سا)، یا آئے ان کے پاس عذاب مختلف قسم کا ○

یعنی لوگوں کو ایمان لانے سے کس چیز نے منع کیا ہے حالانکہ ہدایت جس سے راہ راست اور گمراہی' حق اور باطل کے درمیان فرق واضح ہوتا ہے ان تک پہنچ چکی ہے اور ان پر حجت قائم ہو چکی ہے...... ان کے ایمان نہ لانے کی یہ وجہ بھی نہیں کہ حق واضح نہیں ہوا بلکہ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ ظلم و تعدی ہے۔ پس اب کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے اس کے کہ سنت الٰہی کے مطابق وہی عذاب آ جائے جو پہلی قوموں پر آیا تھا؟ جب وہ ایمان نہ لاتے تو ان پر عذاب بھیج دیا جاتا یا عذاب ان کے سامنے آ جاتا اور وہ اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیتے...... مطلب یہ ہے کہ پس انہیں ڈرنا چاہیے اور اپنے کفر سے توبہ کر لینی چاہیے قبل اس کے کہ ان پر عذاب ٹوٹ پڑے جسے روکا نہیں جا سکتا۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور نہیں بھیجتے ہم رسولوں کو مگر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے (بنا کر ہی) اور جھگڑا کرتے ہیں، وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

ساتھ باطل کے، تاکہ باطل کر دیں ساتھ اس کے حق کو، اور بنالیا انہوں نے میری آیتوں کو اور اس چیز کو کہ ڈرائے گئے تھے وہ اس سے، ٹھٹھا مذاق ○

یعنی ہم رسولوں کو عبث اور بے فائدہ نہیں بھیجتے نہ ان کو اس لئے مبعوث کرتے ہیں کہ لوگ ان کو معبود بنالیں اور نہ اس لئے کہ وہ خود معبود ہونے کا دعویٰ کریں بلکہ ہم نے انہیں صرف اس لئے مبعوث کیا ہے تاکہ وہ لوگوں کو ہر بھلائی کی طرف بلائیں اور ہر برائی سے روکیں' اطاعت کرنے پر ان کو دنیاوی اور اخروی ثواب کی خوشخبری سنائیں اور نافرمانی کرنے پر دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈرائیں۔ پس رسولوں کو بھیج کر اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر حجت قائم ہو گئی۔ بایں ہمہ ظالم کفار باطل ہتھکنڈوں کے ساتھ حق کو نیچا دکھانے کے لئے جھگڑتے ہیں۔ پس جہاں تک ممکن ہوا کفار حق کے ابطال اور اس کے نیچا دکھانے کے لئے باطل کی مدد میں کوشاں رہے' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اس کی آیات کا تمسخر اڑایا اور ان کے پاس جو کچھ علم تھا اسی پر اتراتے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کئے بغیر نہیں رہتا اگرچہ کفار کو یہ بات ناپسند ہی کیوں نہ ہو' وہ حق کو باطل پر غالب کرتا ہے۔ ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ (الانبیاء: ۱۸/۲۱) "بلکہ ہم تو باطل پر حق کے ذریعے سے چوٹ لگاتے ہیں جو اس کو نیست و نابود کر دیتی ہے' اور باطل دیکھتے ہی دیکھتے مٹ جاتا ہے۔"

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی رحمت ہے کہ اس کا باطل ہتھکنڈوں کے ذریعے سے حق کے خلاف جھگڑنے والے باطل پسندوں کو مقرر کرنا' حق کے ظہور اور اس کے شواہد و دلائل کی توضیح' باطل اور اس کے فساد کے ظاہر ہونے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ کیونکہ: (بضد ھا تتبین الاشیاء) "اشیاء اپنی ضد ہی سے واضح ہوتی ہیں۔"

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ

اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے کہ وہ نصیحت کیا گیا ساتھ آیات کے اپنے رب کی تو اعراض کیا اس نے ان سے، اور بھول گیا وہ، جو کچھ کہ آگے بھیجا تھا

يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ

اسکے دونوں ہاتھوں نے، بلاشبہ ہم نے کر دیئے اوپر انکے دلوں کے پردے (اس سے) کہ وہ سمجھیں اس (قرآن) کو، اور ان کے کانوں میں ڈاٹ

وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ

اور اگر آپ بلائیں ان کو ہدایت کی طرف تو ہرگز نہ ہدایت پائیں گے وہ اس وقت کبھی بھی ○ اور آپ کا رب تو بہت بخشنے والا،

ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ

رحمت والا ہے، اگر وہ پکڑے ان کو بہ سبب ان کے جو (عمل) کمائے انہوں نے تو یقیناً جلدی لے آئے ان پر عذاب، بلکہ ان کیلئے

مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ

ایک مقررہ وقت ہے ہرگز نہیں پائیں گے وہ سوائے اسکے کوئی جائے پناہ ○ اور یہ بستیاں، ہلاک کیا ہم نے ان (کے باشندوں) کو،

لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع

جب انہوں نے ظلم کیا، اور کر دیا ہم نے ان کی ہلاکت کے لیے ایک مقرر وقت ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس بندے سے بڑھ کر کوئی ظالم اور اس سے بڑا کوئی مجرم نہیں جسے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کی جائے' اس کے سامنے حق اور باطل' ہدایت اور ضلالت کو واضح کر دیا گیا ہو' اسے برے انجام سے ڈرایا گیا اور آخرت کے ثواب کی ترغیب دی گئی ہو...... اور وہ روگردانی کرے' نصیحت نہ پکڑے' اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئے اور اپنے ہاتھوں کی کمائی سے انجان بنا رہے اور اللہ علام الغیوب کو اپنے اوپر نگران نہ سمجھے۔ پس یہ اس روگرداں شخص کے ظلم سے بڑا ظلم ہے جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی آیات نہیں پہنچیں اور اس کو ان آیات کے ذریعے سے نصیحت نہیں کی گئی...... یہ بھی اگرچہ ظالم ہے مگر وہ پہلا شخص اس سے زیادہ بڑا ظالم ہے کیونکہ علم اور بصیرت رکھتے ہوئے گناہ کرنے والا لاعلمی سے گناہ کرنے والے سے زیادہ بڑا گناہ گار ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے' آیات الٰہی سے اس کے اعراض' اپنے گناہوں کو بھول جانے اور حالت شر پر راضی رہنے کے سبب سے اس کو سزا دی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے علم ہے کہ ہدایت کے دروازے اس پر بند ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے قلب پر پردے ڈال دیئے ہیں یعنی مضبوط پردوں نے اس کو آیات الٰہی کے تفقہ سے محروم کر رکھا ہے اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتا ہے مگر ان میں ایسا تفقہ حاصل کرنا جو قلب کی گہرائی میں اتر جائے اس کے بس کی بات نہیں۔

﴿وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا﴾ ''اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے'' یعنی ان کے کانوں میں گرانی ہے جو ان کو آیات الٰہی کے فائدہ مند سماع سے محروم کر دیتی ہے اور اگر وہ اسی حالت میں رہیں تو ان کی ہدایت کا کوئی راستہ نہیں۔

﴿وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا﴾ ''اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف بلائیں تو ہرگز ہدایت پر

نہ آئیں اس وقت کبھی'' کیونکہ داعیٔ ہدایت کی دعوت پر اسی شخص کے لبیک کہنے کی امید ہوتی ہے جو علم نہیں رکھتا۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے آیات الٰہی کو خوب دیکھا' بھالا پھر اندھے پن کا مظاہرہ کیا' انہوں نے راہ حق کو پہچان لیا مگر اسے چھوڑ دیا اور گمراہی کی راہ پر گامزن ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی یہ سزا دی کہ ان کے دلوں پر تالے ڈال دیئے اور ان پر مہر لگا دی......تو ان لوگوں کی ہدایت کا کوئی راستہ اور کوئی حیلہ نہیں۔

اس آیت کریمہ میں اس شخص کے لئے تخویف وترہیب ہے جو حق کو پہچان لینے کے بعد اسے ترک کر دے اور یہ کہ اس کے اور حق کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے اور اس کے بعد اس کے لیے کوئی چیز ایسی نہ رہے جو اس کے حق میں اس سے بڑھ کر ڈرانے والی اور اس غلط روی سے اسے روکنے والی ہو۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی بے پایاں مغفرت اور رحمت کا ذکر کیا ہے' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش دیتا ہے' جو کوئی توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور اسے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے اور اسے اپنے احسان میں شامل کر لیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ان کے گناہوں پر گرفت کرے تو ان پر فوراً عذاب بھیج دے مگر وہ حلم والا ہے وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا وہ اپنے بندوں کو مہلت دیتا ہے مہمل نہیں چھوڑتا، جبکہ گناہوں کے آثار کا واقع ہونا ضروری امر ہے اگرچہ اس میں طویل مدت تک تاخیر ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے فرمایا: ﴿بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا﴾ ''بلکہ ان کے لیے ایک وعدہ ہے' ہرگز نہیں پائیں گے اس سے ورے سرک جانے کو جگہ'' یعنی ان کے لئے ایک وقت مقرر ہے جس میں انہیں ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ یہ جزا انہیں ضرور ملے گی اور اس جزا وسزا سے بچنے کی ان کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ اس سے بچنے کے لئے کوئی پناہ گاہ ہے نہ کوئی جائے فرار......اولین وآخرین میں یہی سنت الٰہی ہے کہ وہ عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ وہ انہیں توبہ اور انابت کی طرف بلاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر کے رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دیتا ہے اور ان کو اپنی رحمت کے سائے میں لے کر ان سے عذاب کو ہٹا دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے ظلم اور عناد پر جمے رہیں اور وقت مقررہ آ جائے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب نازل کر دیتا ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا﴾ ''اور یہ بستیاں' ہم نے ان کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کیا'' یعنی ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود ان کے ظلم کی بنا پر ہم نے انہیں ہلاک کیا۔ ﴿وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا﴾ ''اور مقرر کیا تھا ہم نے ان کی ہلاکت کا ایک وعدہ'' یعنی ایک وقت مقرر جس سے وہ آگے ہوئے نہ پیچھے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ

اور (یاد کرو!) جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان (یوشع) سے، میں ہمیشہ (چلتا ہی) رہوں گا یہاں تک کہ پہنچ جاؤں میں مجمع البحرین پر یا چلتا رہوں گا میں

حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ

مدت ہائے دراز تک ○ پس جب وہ دونوں پہنچے ملنے کی جگہ پر دونوں (سمندروں) کی تو وہ دونوں بھول گئے مچھلی اپنی، سو بنا لیا اس نے اپنا راستہ سمندر میں

سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدۡ لَقِيۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا هٰذَا

سرنگ (کی مثل) ○ پس جب آگے گزر گئے وہ دونوں تو موسیٰ نے کہا اپنے جوان سے دے ہمیں ہمارا ناشتہ، البتہ تحقیق دوچار ہوئے ہیں ہم اپنے اس سفر میں

نَصَبًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اَرَءَيۡتَ اِذۡ اَوَيۡنَاۤ اِلَى الصَّخۡرَةِ فَاِنِّىۡ نَسِيۡتُ الۡحُوۡتَ ۡ وَمَاۤ اَنۡسٰنِيۡهُ

تھکاوٹ سے ○ اس نے کہا، بھلا دیکھا تو نے؟ جب ٹھہرے تھے ہم چٹان کے پاس تو بلاشبہ بھول گیا میں (وہ) مچھلی، اور نہیں بھلوایا مجھے اس کو،

اِلَّا الشَّيۡطٰنُ اَنۡ اَذۡكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيۡلَهٗ فِى الۡبَحۡرِ ۖ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا

مگر شیطان ہی نے، یہ کہ یاد کروں میں اسے، اور بنایا اس نے راستہ اپنا سمندر میں عجیب طرح ○ موسیٰ نے کہا، یہی تو ہے وہ جو کچھ

كُنَّا نَبۡغِ ۖ فَارۡتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۙ ﴿٦٤﴾ فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ

تھے ہم چاہتے، پس واپس لوٹے وہ اپنے نشانات پر، انکا اتباع کرتے ہوئے ○ پس پایا ان دونوں نے ایک بندے (خضر) کو ہمارے بندوں میں سے

اٰتَيۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهٗ مُوۡسٰى

دی تھی ہم نے اسے رحمت اپنی طرف سے اور سکھایا تھا ہم نے اسے اپنے پاس سے ایک (خاص) علم ○ کہا اس (خضر) سے موسیٰ نے،

هَلۡ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ

کیا میں پیروی کر سکتا ہوں تیری اس (شرط) پر کہ تو سکھائے مجھے اس سے جو سکھائی گئی ہے تجھے بھلائی؟ ○ اس نے کہا، بلاشبہ تو نہیں استطاعت رکھے گا

مَعِىَ صَبۡرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰى مَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ خُبۡرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ

میرے ساتھ صبر کی ○ اور کس طرح تو صبر کرے گا اس چیز پر کہ نہیں احاطہ کیا تو نے اسکا باعتبار علم کے؟ ○ موسیٰ نے کہا، یقیناً تو پائے گا مجھے اگر

شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعۡصِىۡ لَكَ اَمۡرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِىۡ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِىۡ

چاہا اللہ نے صبر کرنیوالا، اور نہیں نافرمانی کروں گا میں تیری کسی حکم کی بھی ○ خضر نے کہا، پس اگر تو پیروی کرنا چاہتا ہے میری تو مت سوال کرنا مجھ سے

عَنۡ شَىۡءٍ حَتّٰۤى اُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا ﴿٧٠﴾ فَانۡطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا ع ٩ ٢١

کسی چیز کی بابت، یہاں تک کہ میں (خود ہی) کروں تیرے لیے اس کا ذکر ○ پس چلے وہ دونوں، یہاں تک کہ جب سوار ہوئے وہ دونوں

فِى السَّفِيۡنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقۡتَهَا لِتُغۡرِقَ اَهۡلَهَا ۚ لَقَدۡ جِئۡتَ

کشتی میں تو اس (خضر) نے شگاف کر دیا اس میں، موسیٰ نے کہا، کیا تو نے شگاف کیا ہے اس میں تا کہ غرق کر دے اس کشتی والوں کو؟ تحقیق آیا ہے تو

شَيۡـًٔـا اِمۡرًا ﴿٧١﴾ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ﴿٧٢﴾ قَالَ

بہت ہولناک کام کو ○ خضر نے کہا، کیا نہیں کہا تھا میں نے، کہ بیشک تو ہرگز نہیں استطاعت رکھے گا میرے ساتھ صبر کی؟ ○ موسیٰ نے کہا،

لَا تُؤَاخِذۡنِىۡ بِمَا نَسِيۡتُ وَلَا تُرۡهِقۡنِىۡ مِنۡ اَمۡرِىۡ عُسۡرًا ﴿٧٣﴾

نہ مؤاخذہ کر تو میرا اس پر جو بھول گیا میں، اور نہ ڈال تو مجھ پر میرے (اس) معاملے میں تنگی ○

فَانۡطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا

پھر چلے وہ دونوں، یہاں تک کہ جب وہ ملے ایک لڑکے کو تو قتل کر دیا اسے اس (خضر) نے، موسیٰ نے کہا، کیا قتل کر دیا تو نے ایک نفس

زَكِيَّةً ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

پاک (بے گناہ) کو؟ تحقیق آیا ہے تو نہایت ہی برے کام کو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام 'اور بھلائی اور طلب علم میں ان کی شدید رغبت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ انہوں نے اپنے خادم سے فرمایا جو سفر و حضر میں ہمیشہ ان کے ساتھ ہوتا تھا اور وہ یوشع بن نون علیہ السلام تھے جن کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا: ﴿لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ﴾ ''جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں ہٹنے کا نہیں۔'' یعنی میں سفر کرتا رہوں گا خواہ مسافت کتنی ہی طویل اور مشقت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو یہاں تک کہ میں دونوں دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں۔ یہ وہ جگہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی تھی کہ وہاں آپ کو اللہ تعالیٰ کا علم رکھنے والے بندوں میں سے ایک بندہ ملے گا جس کے پاس ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں۔ ﴿اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا﴾ ''خواہ برسوں چلتا رہوں۔'' یعنی طویل مسافت تک چلتا چلا جاؤں گا۔ معنی یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے شوق اور رغبت کی بنا پر اپنے نوجوان خادم سے یہ بات کہی اور یہ ان کا عزم جازم تھا جس کی بنا پر انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا۔

﴿فَلَمَّا بَلَغَا﴾ ''پھر جب دونوں پہنچے'' یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کا خادم ﴿مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا﴾ ''دونوں دریاؤں کے ملاپ تک' تو بھول گئے اپنی مچھلی'' ان کے ساتھ مچھلی تھی جو ان کے لئے زاد راہ تھی جسے وہ تناول کرتے تھے' اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ جہاں یہ مچھلی غائب ہو جائے گی وہیں وہ بندہ رہتا ہے جس کے پاس جانے کا آپ قصد رکھتے ہیں۔ مچھلی نکل کر دریا میں چلی گئی یہ ایک معجزہ تھا۔ مفسرین نے کہا ہے کہ وہ مچھلی جسے انہوں نے زاد راہ کے طور پر لیا تھا' وہ جب اس مقام پر پہنچے تو اسے دریا کی نمی پہنچی اور وہ اللہ کے حکم سے کھسک کر دریا میں چلی گئی اور زندہ ہو کر دیگر حیوانات میں شامل ہو گئی۔

جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کا نوجوان خادم اس سنگم سے آگے بڑھ گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا: ﴿اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ ''لا ہمارے پاس ہمارا کھانا' تحقیق ہم نے پائی اس سفر میں تکلیف'' یعنی ہم اس سفر سے' جو اس سنگم سے متجاوز سفر تھا' تھک گئے ہیں ورنہ اتنا طویل سفر جو انہوں نے دونوں دریاؤں کے سنگم تک کیا' اس میں نہیں تھکے تھے۔ یہ ایک علامت اور نشانی تھی جو موسیٰ علیہ السلام کے لئے دلیل تھی کہ انہوں نے اپنا مقصد پا لیا ہے' نیز اس منزل پر پہنچنے کے شوق نے ان کے لئے سفر کو آسان بنا دیا' جب وہ اس مقام سے آگے بڑھ گئے تو انہوں نے تھکاوٹ محسوس کی۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے یہ بات کہی تو اس نے جواب دیا: ﴿اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ﴾ ''کیا دیکھا آپ نے جب ہم نے جگہ پکڑی اس پتھر کے پاس' سو میں بھول گیا مچھلی' اور یہ شیطان ہی نے مجھے اس کا

ذکر کرنے سے بھلا دیا۔'' کیونکہ وہ بھول جانے کا سبب بنا۔ ﴿ وَ اتَّخَذَ سَبِیۡلَہٗ فِی الۡبَحۡرِ عَجَبًا ﴾ ''اور پکڑا اس نے اپنا راستہ دریا میں عجیب طرح'' یعنی جب مچھلی دریا میں چلی گئی تو یہ چیز عجائبات میں سے تھی۔

مفسرین کہتے ہیں کہ مچھلی کا پانی میں چلے جانا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کے لئے بڑا تعجب خیز تھا۔

جب موسیٰ علیہ السلام کے خادم نے یہ بات کہی...... اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا ہوا تھا کہ جہاں مچھلی غائب ہو جائے گی، وہیں حضرت خضر کو پائیں گے ...... تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿ ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبۡغِ ﴾ ''یہی تو ہے جسے ہم تلاش کرتے تھے۔'' یعنی یہی جگہ مطلوب تھی۔ ﴿ فَارۡتَدَّا ﴾ ''پھر الٹے پھرے وہ دونوں'' یعنی واپس لوٹے ﴿ عَلٰۤی اٰثَارِہِمَا قَصَصًا ﴾ ''اپنے پاؤں کے نشان پہچانتے ہوئے'' یعنی اپنے قدموں کے نشانات پر چلتے ہوئے واپس اس جگہ پہنچے جہاں مچھلی بھول گئے تھے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا اور وہ خضر علیہ السلام تھے، وہ ایک صالح شخص تھے اور صحیح مسلک یہ ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔

﴿ اٰتَیۡنٰہُ رَحۡمَۃً مِّنۡ عِنۡدِنَا ﴾ ''جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی تھی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی خاص رحمت سے نوازا تھا جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ علم اور حسن عمل سے بہرہ ور تھے۔ ﴿ وَ عَلَّمۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ﴾ ''اور سکھایا تھا اس کو اپنے پاس سے ایک علم۔'' حضرت خضر کو وہ علم عطا کیا گیا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا نہیں کیا گیا تھا۔ اگرچہ موسیٰ علیہ السلام بہت سے امور میں سے ان سے زیادہ علم رکھتے تھے خاص طور پر علوم ایمانیہ اور علوم اصولیہ، کیونکہ حضرت موسیٰ اولوالعزم رسولوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے علم و عمل کے ذریعے سے تمام مخلوق پر فضیلت سے نوازا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر سے ملے تو از راہ ادب و مشاورت اور اپنا مقصد بیان کرتے ہوئے ان سے کہا: ﴿ ہَلۡ اَتَّبِعُکَ عَلٰۤی اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا ﴾ یعنی کیا میں آپ کی پیروی کروں کہ آپ مجھے وہ علم سکھا دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کر رکھا ہے، تاکہ اس کے ذریعے سے میں رشد و ہدایت کی راہ پا سکوں اور اس علم کے ذریعے سے ان تمام قضیوں میں حق کو پہچان سکوں؟ خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہام و کرامت سے نوازا ہوا تھا جس کی وجہ سے انہیں بہت سی چیزوں کے اسرار نہاں کی، جو دوسرے لوگوں پر مخفی تھے حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام پر بھی مخفی تھے، اطلاع ہو جاتی تھی۔ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں ایسا کرنے سے انکار نہیں کرتا لیکن ﴿ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ﴾ ''آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر پائیں گے۔'' یعنی آپ کو میرے ساتھ رہنے اور میری پیروی کرنے کی قدرت حاصل نہیں کیونکہ آپ ایسے امور ملاحظہ کریں گے جن کا ظاہر برا اور باطن اس کے برعکس ہوگا۔ بنابریں خضر علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَ کَیۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰی مَا لَمۡ تُحِطۡ بِہٖ خُبۡرًا ﴾ ''اور کیوں کر صبر کریں گے آپ ایسی چیز پر کہ جس کا سمجھنا آپ کے بس میں نہیں۔'' یعنی آپ کسی ایسے معاملے میں کیسے صبر کر سکتے ہیں جس کے ظاہر و باطن کا آپ کو علم ہے نہ اس کے مقصد و مآل کا۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴾ ''اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے اور آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔'' جس چیز کے بارے میں امتحان تھا' اس کے سامنے آنے سے پہلے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عزم کا اظہار تھا۔ عزم ایک الگ چیز ہے اور صبر کا وجود ایک دوسری چیز ہے' اس لئے جب وہ امر واقع ہوا تو موسیٰ علیہ السلام اس پر صبر نہ کر سکے۔ اس وقت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴾ ''پس اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو مت پوچھنا مجھ سے کسی چیز کی بابت' جب تک کہ میں شروع نہ کروں آپ کے سامنے اس کا ذکر'' یعنی مجھ سے کوئی سوال کرنے میں پہل کرنا نہ میرے کسی فعل پر مجھ پر کوئی نکیر کرنا جب تک کہ میں خود ہی آپ کو مناسب وقت پر اس کے حال کے بارے میں نہ بتا دوں۔ یہ گویا حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ بالآخر حقیقت حال سے انہیں آگاہ کریں گے۔

﴿ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ﴾ ''پس وہ دونوں چلے' یہاں تک کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوئے' تو اس کو پھاڑ ڈالا'' یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا اور اس کے پیچھے ایک مقصد تھا جس کو وہ عنقریب بیان کریں گے۔ موسیٰ علیہ السلام اس پر صبر نہ کر سکے کیونکہ ظاہری طور پر یہ ایک برا فعل تھا۔ خضر علیہ السلام نے کشتی میں عیب ڈال دیا تھا جو کشتی میں سوار لوگوں کے ڈوبنے کا باعث ہو سکتا تھا۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا ﴾ ''کیا آپ نے اس کو پھاڑ دیا تاکہ ڈبو دیں اس کے لوگوں کو' البتہ کی آپ نے ایک چیز انوکھی'' یعنی آپ نے بہت برا کام سرانجام دیا ہے۔ اس بولنے کا سبب موسیٰ علیہ السلام کا عدم صبر تھا۔ خضر علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴾ ''کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے'' یعنی بالکل اسی طرح واقع ہوا جیسا میں نے آپ سے کہا تھا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام سے بھول کر صادر ہوا تھا' اس لئے انہوں نے کہا: ﴿ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴾ ''میری بھول پر آپ مجھے نہ پکڑیں اور نہ ڈالیں مجھ پر میرا کام مشکل'' یعنی مجھے مشکل میں نہ ڈالئے' میرے ساتھ نرمی کیجئے کیونکہ بھول میں مجھ سے ایسا ہوا ہے۔ پہلی مرتبہ میری گرفت نہ کیجئے۔ پس انہوں نے اقرار اور عذر کو اکٹھا کر دیا۔ اے خضر! اپنے ساتھی پر سختی کرنا آپ کے شایان شان نہیں' چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے درگزر کیا۔

﴿ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا ﴾ ''پھر وہ دونوں چلے' یہاں تک کہ ایک بچے کو ملے'' یعنی چھوٹا سا بچہ ﴿ فَقَتَلَهٗ ﴾ ''پس (خضر علیہ السلام نے) اس کو قتل کر ڈالا'' اس پر موسیٰ علیہ السلام سخت ناراض ہوئے۔ جب خضر علیہ السلام نے اس چھوٹے سے بچے کو قتل کر دیا جس سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوا، تو موسیٰ علیہ السلام کی حمیت دینی نے جوش مارا

اور کہنے لگے: ﴿ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴾ ''کیا آپ نے ایک ستھری جان بغیر عوض کسی جان کے مار ڈالی' بے شک آپ نے ایک نامعقول کام کیا۔'' چھوٹے سے معصوم بچے کے قتل جیسا برا کام اور کون سا ہو سکتا ہے' جس کا کوئی جرم نہیں اور نہ اس نے کسی کو قتل کیا ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام

کتاب وسنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض • جدہ • شارجہ • لاھور
لندن • ھیوسٹن • نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com

② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون :7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پارۃ نمبر سولہ 16

مفسرِ قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم الله الرحمن الرحيم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ
يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت) فرمائیں گے:
"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ
بِهَٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر سولہ 16

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنۡ سَاَلۡتُكَ

خضر نے کہا، کیا نہیں کہا تھا میں نے تجھ سے کہ بلاشبہ تو ہرگز نہیں کر سکے گا میرے ساتھ صبر ○ موسیٰ نے کہا، اگر سوال کروں میں تجھ سے

عَنۡ شَىۡءٍۢ بَعۡدَهَا فَلَا تُصٰحِبۡنِىۡ‌ۚ قَدۡ بَلَغۡتَ مِنۡ لَّدُنِّىۡ عُذۡرًا ﴿٧٦﴾ فَانۡطَلَقَا وقفة

کسی چیز کی بابت اس کے بعد تو نہ ساتھ رکھنا مجھے، تحقیق پہنچ گیا تو میری طرف سے عذر کو ○ پھر چلے وہ دونوں،

حَتّٰٓى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهۡلَ قَرۡيَةِ ۨاسۡتَطۡعَمَاۤ اَهۡلَهَا فَاَبَوۡا اَنۡ يُّضَيِّفُوۡهُمَا

یہاں تک کہ جب آئے وہ دونوں ایک بستی والوں کے پاس، تو انہوں نے کھانا مانگا اس بستی والوں سے، پس انہوں نے انکار کر دیا ان دونوں کی مہمان نوازی سے

فَوَجَدَا فِيۡهَا جِدَارًا يُّرِيۡدُ اَنۡ يَّنۡقَضَّ فَاَقَامَهٗ‌ ؕ قَالَ لَوۡ شِئۡتَ لَـتَّخَذۡتَ

پھر پائی ان دونوں نے اس میں ایک دیوار، وہ چاہتی (قریب) تھی کہ گر جائے تو اس (خضر) نے سیدھا کر دیا اسے، موسیٰ نے کہا، اگر چاہتا تو، تو البتہ لیتا

عَلَيۡهِ اَجۡرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنِكَ‌ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاۡوِيۡلِ مَا لَمۡ تَسۡتَطِعْ

اس پر اجرت ○ خضر نے کہا، یہ جدائی ہے میرے درمیان اور تیرے درمیان، اب بتاؤں گا میں تجھے حقیقت ان باتوں کی، کہ نہیں استطاعت رکھی تو نے

عَّلَيۡهِ صَبۡرًا ﴿٧٨﴾ اَمَّا السَّفِيۡنَةُ فَكَانَتۡ لِمَسٰكِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ فِى الۡبَحۡرِ فَاَرَدْتُّ اَنۡ

ان پر صبر کرنے کی ○ لیکن کشتی، سو تھی وہ (چند) مسکینوں کی، وہ کام کرتے تھے سمندر میں، پس چاہا میں نے یہ کہ

اَعِيۡبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمۡ مَّلِكٌ يَّاۡخُذُ كُلَّ سَفِيۡنَةٍ غَصۡبًا ﴿٧٩﴾ وَاَمَّا الۡغُلٰمُ

عیب دار کر دوں میں اسے، جب کہ تھا ان کے آگے ایک بادشاہ، لے لیتا تھا وہ ہر کشتی کو زبردستی ○ اور لیکن (وہ) لڑکا،

فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ فَخَشِيۡنَاۤ اَنۡ يُّرۡهِقَهُمَا طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا‌ ۚ ﴿٨٠﴾ فَاَرَدۡنَاۤ اَنۡ

تو تھے ماں باپ اسکے مومن، پس ڈرے ہم اس سے کہ وہ آمادہ کر دے گا ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں ○ پس چاہا ہم نے یہ کہ

يُّبۡدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيۡرًا مِّنۡهُ زَكٰوةً وَّاَقۡرَبَ رُحۡمًا ﴿٨١﴾ وَاَمَّا الۡجِدَارُ فَكَانَ

بدلے میں دے ان دونوں کو ان کا رب بہتر اس سے پاکیزگی میں اور قریب تر شفقت میں ○ اور لیکن (وہ) دیوار، سو تھی وہ

لِغُلٰمَيۡنِ يَتِيۡمَيۡنِ فِى الۡمَدِيۡنَةِ وَكَانَ تَحۡتَهٗ كَنۡزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوۡهُمَا صَالِحًا‌ ۚ

واسطے (ان) دو لڑکوں کے کہ یتیم تھے وہ (اس) شہر میں، اور تھا نیچے اسکے خزانہ ان دونوں کے لیے، اور تھا باپ ان دونوں کا صالح،

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنۡ يَّبۡلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسۡتَخۡرِجَا كَنۡزَهُمَا ‌ۖ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ‌ ۚ وَ

تو چاہا تیرے رب نے یہ کہ پہنچیں وہ دونوں اپنی جوانی کو اور نکالیں اپنا خزانہ مہربانی سے تیرے رب کی، اور

مَا فَعَلۡتُهٗ عَنۡ اَمۡرِىۡ‌ ؕ ذٰلِكَ تَاۡوِيۡلُ مَا لَمۡ تَسۡطِعْ عَّلَيۡهِ صَبۡرًا ؕ ﴿٨٢﴾

نہیں کیا میں نے یہ کام اپنی رائے سے، یہ ہے حقیقت ان باتوں کی کہ نہیں استطاعت رکھی تو نے ان پر صبر کرنے کی ○

پہلی مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض ان کے نسیان کا نتیجہ تھا۔ دوسری مرتبہ اعتراض نسیان کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس کا سبب عدم صبر تھا' اس لیے حضرت خضر علیہ السلام نے عتاب کرتے ہوئے اور ان کو یاد دلاتے ہوئے کہا: ﴿اَلَمْ اَقُلْ﴾

﴿لَكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا﴾ ''کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے'' موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿اِنۡ سَاَلۡتُكَ عَنۡ شَىۡءٍۢ بَعۡدَهَا﴾ ''اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کسی چیز کی بابت پوچھا'' یعنی اس مرتبہ کے بعد ﴿فَلَا تُصٰحِبۡنِىۡ﴾ ''تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں'' یعنی آپ مجھے مصاحبت میں نہ رکھنے پر معذور ہیں۔ ﴿قَدۡ بَلَغۡتَ مِنۡ لَّدُنِّىۡ عُذۡرًا﴾ ''آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ گئے'' یعنی آپ میری طرف سے معذور ہیں اور آپ نے کوتاہی نہیں کی۔ ﴿فَانۡطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهۡلَ قَرۡيَةِ اِۨسۡتَطۡعَمَاۤ اَهۡلَهَا﴾ ''پس وہ دونوں چلے یہاں تک کہ جب آئے وہ ایک بستی کے لوگوں تک' تو کھانا مانگا بستی کے لوگوں سے'' یعنی بستی والوں سے مہمان کے طور پر ٹھہرانے کی استدعا کی۔ ﴿فَاَبَوۡا اَنۡ يُّضَيِّفُوۡهُمَا فَوَجَدَا فِيۡهَا جِدَارًا يُّرِيۡدُ اَنۡ يَّنۡقَضَّ﴾ ''پس انہوں نے ان کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا' تو انہوں نے ایک دیوار کو دیکھا جو گرا چاہتی تھی'' یعنی وہ منہدم ہوا چاہتی تھی: ﴿فَاَقَامَهٗ﴾ ''پس اس کو سیدھا کر دیا'' یعنی خضر علیہ السلام نے اسے تعمیر کر کے دوبارہ نیا بنا دیا۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَيۡهِ اَجۡرًا﴾ ''اگر آپ چاہتے تو اس بستی والوں سے اس کام کی اجرت لے سکتے تھے۔'' بستی والوں نے ہمیں مہمان نہیں ٹھہرایا تھا اور آپ ہیں کہ بغیر کسی اجرت کے ان کی دیوار تعمیر کر رہے ہیں' حالانکہ آپ ان سے اجرت طلب کر سکتے ہیں۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام وہ شرط پوری نہ کر سکے جس کا انہوں نے وعدہ کیا تھا۔ اس پر حضرت خضر نے ان کی رفاقت سے معذرت کر لی اور ان سے کہا: ﴿هٰذَا فِرَاقُ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنِكَ﴾ ''اب جدائی ہے میرے اور آپ کے درمیان'' کیونکہ جو شرائط آپ نے خود اپنے آپ پر عائد کی تھیں (ان کو آپ پورا نہ کر سکے) اب کوئی عذر باقی نہیں رہا اور نہ مصاحبت کی کوئی وجہ۔ ﴿سَاُنَبِّئُكَ بِتَاۡوِيۡلِ مَا لَمۡ تَسۡتَطِعۡ عَّلَيۡهِ صَبۡرًا﴾ ''اب میں آپ کو بتاؤں گا ان چیزوں کی حقیقت' جن پر آپ صبر نہ کر سکے'' یعنی میں ان امور کے بارے میں آپ کو بتاؤں گا جن کے بارے میں آپ نے مجھ پر نکیر کی اور آپ کو بتاؤں گا کہ ان تمام کاموں کے پیچھے کچھ مقاصد تھے جن پر معاملہ مبنی تھا۔

﴿اَمَّا السَّفِيۡنَةُ﴾ یعنی وہ کشتی جس میں میں نے سوراخ کر دیا تھا ﴿فَكَانَتۡ لِمَسٰكِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ فِى الۡبَحۡرِ﴾ ''وہ مسکینوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے'' ان پر ترس اور ان کے ساتھ مہربانی اس فعل کی مقتضی تھی۔ ﴿فَاَرَدْتُّ اَنۡ اَعِيۡبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمۡ مَّلِكٌ يَّاۡخُذُ كُلَّ سَفِيۡنَةٍ غَصۡبًا﴾ ''تو میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار کر دوں اور ان کے ورے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو لے لیتا تھا چھین کر'' یعنی ان کا راستہ اس ظالم بادشاہ کے پاس سے گزرتا تھا' لہٰذا اگر کشتی صحیح سالم ہوتی اور اس میں کوئی عیب نہ ہوتا تو ظلم کی بنا پر اسے پکڑ لیتا اور غصب کر لیتا۔ میں نے اس کشتی میں اس لئے سوراخ کر دیا تھا تاکہ یہ کشتی عیب دار ہو جائے اور اس ظالم کی دست برد سے بچ جائے۔

﴿وَاَمَّا الۡغُلٰمُ﴾ ''رہا وہ لڑکا'' یعنی وہ لڑکا جس کو میں نے قتل کیا تھا: ﴿فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ فَخَشِيۡنَاۤ

﴿ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴾ ”پس اس کے ماں باپ مومن تھے‘ پھر ہم کو اندیشہ ہوا کہ وہ ان کو مجبور کر دے گا سرکشی اور کفر اختیار کرنے پر۔“ یعنی اس لڑکے کے بارے میں یہ مقدر تھا کہ اگر وہ بالغ ہو جاتا تو اپنے والدین کو کفر اور سرکشی پر مجبور کرتا۔ یا تو ان دونوں کی اس سے محبت کی بنا پر یا اس سبب سے کہ دونوں اس کے ضرورت مند ہوں گے اور ضرورت ان کو ایسا کرنے پر مجبور کر دے گی‘ یعنی میں اس بچے کے بارے میں مطلع تھا اس لئے میں نے اس کے والدین کے دین کی حفاظت کے لئے اس کو قتل کر دیا۔ اس جلیل القدر فائدے سے بڑھ کر اور کون سا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس بچے کے قتل کرنے میں ان کے لئے تکلیف اور ان کی نسل کا انقطاع ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو اور اولاد عطا کرے گا جو اس سے بہتر ہو گی بناء بریں فرمایا: ﴿ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴾ ”پس ہم نے چاہا کہ بدلہ دے ان کو ان کا رب اس سے بہتر پاکیزگی میں اور نزدیک تر شفقت میں“ یعنی اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایسا بیٹا عطا کرے گا جو نیک‘ پاک اور صلہ رحمی کرنے والا ہو گا کیونکہ وہ بچہ جس کو قتل کر دیا گیا تھا اگر بالغ ہو جاتا تو وہ والدین کا سخت نافرمان ہوتا اور وہ ان کو کفر اور سرکشی پر مجبور کر دیتا۔

﴿ وَاَمَّا الْجِدَارُ ﴾ ”وہ دیوار“ جس کو میں نے سیدھا کر دیا تھا ﴿ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ﴾ ”تو وہ دو یتیموں کی تھی اس شہر میں اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک تھا“ یعنی ان کا حال ان پر رافت و رحمت کا تقاضا کرتا تھا کیونکہ وہ دونوں بہت چھوٹے تھے اور باپ سے محروم تھے‘ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کی نیکی کی بنا پر ان دونوں کی حفاظت فرمائی۔ ﴿ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ﴾ ”پس آپ کے رب نے چاہا کہ یہ دونوں بچے اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا مدفون خزانہ نکالیں“ یعنی اس لئے میں نے دیوار منہدم کر دی اور اس کے نیچے سے ان کا خزانہ نکال لیا اور خزانے کو دوبارہ دفن کر کے دیوار کو بغیر کسی اجرت کے دوبارہ تعمیر کر دیا۔

﴿ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ یعنی یہ جو میں نے افعال سرانجام دیئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس سے اس نے اپنے بندے خضر کو نوازا ہے۔ ﴿ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ ﴾ ”اور میں نے اسے اپنی طرف سے نہیں کیا“ یعنی میں نے ان میں سے کوئی کام اپنی طرف سے مجرد اپنے ارادے سے نہیں کیا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا حکم تھا۔ ﴿ ذٰلِكَ ﴾ یعنی یہ جو میں نے آپ کے سامنے وضاحت کی ہے ﴿ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴾ ”یہ حقیقت ہے ان تمام واقعات کی جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔“

اس تعجب خیز اور جلیل القدر قصے میں بہت سے فوائد‘ احکام اور قواعد ذکر کئے گئے ہیں‘ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

(۱) اس قصے سے علم اور طلب علم کے لئے رحلت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے نیز یہ کہ طلب علم اہم ترین معاملہ

ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طلب علم کے لئے طویل سفر کیا اور تکالیف برداشت کیں۔ بنی اسرائیل کو تعلیم دینے اور ان کی راہ نمائی کے لئے ان کے پاس بیٹھنا ترک کر کے علم میں اضافے کے لئے سفر اختیار کیا۔

(۲) اس قصے سے مستفاد ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ اہم کام سے ابتداء کی جائے۔ انسان کا علم اور اس علم میں اضافہ کرنا اس کو ترک کرنے اور علم حاصل کئے بغیر تعلیم میں مشغول رہنے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ مگر دونوں امور کا یکجا ہونا زیادہ کامل اور افضل ہے۔

(۳) سفر و حضر میں، کام کاج اور راحت کے حصول کے لئے خادم رکھنا جائز ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔

(۴) اگر کوئی شخص طلب علم یا جہاد وغیرہ کے لئے سفر کرتا ہے اور مصلحت کے تقاضے کے مطابق اگر وہ اپنے مقصد اور منزل کے بارے میں بتاتا ہے تو یہ اس کو چھپانے سے بہتر ہے کیونکہ اس کو ظاہر کرنے میں بہت سے فوائد ہیں، مثلاً اس سفر کی تیاری، سامان مہیا کرنے، اس کام کو دیکھ بھال کر احسن طریقے سے سرانجام دینے کا اہتمام اور اس جلیل القدر عبادت کے لئے شوق کا اظہار وغیرہ۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا﴾ (الکھف: ۱۸/ ۶۰) ”میں اس وقت تک سفر کرتا رہوں گا جب تک کہ میں دونوں دریاؤں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں، ورنہ میں برسوں چلتا رہوں گا۔“ اور جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے بارے میں آگاہ فرما دیا تھا حالانکہ ایسے امور میں توریہ کرنا آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ یہ چیز مصلحت کے تابع ہے۔

(۵) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شر اور اس کے اسباب کو اس لحاظ سے شیطان کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ وہ بہکاتا ہے اور شر کو مزین کرتا ہے اگرچہ خیر و شر ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے واقع ہوتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم نے کہا: ﴿وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ﴾ (الکھف: ۱۸/ ۶۳) ”شیطان نے مجھے اس کا تذکرہ کرنا بھلا دیا۔“

(۶) انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی طبیعت کے تقاضوں، مثلاً تھکاوٹ، بھوک اور پیاس وغیرہ کے بارے میں اطلاع دے، جبکہ اس میں صداقت ہو اور اس میں (اللہ تعالیٰ اور تقدیر پر) ناراضی کے اظہار کا کوئی پہلو نہ ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ (الکھف: ۱۸/ ۶۲) ”ہمیں اپنے اس سفر میں بہت تھکاوٹ لاحق ہوئی ہے۔“

(۷) خادم کا ذہین و فطین اور سمجھ دار ہونا پسندیدہ ہے تاکہ انسان اپنے مطلوبہ ارادوں کی بہتر طریقے سے تکمیل کر سکے۔

(۸) انسان کا اپنے خادم کو اپنے کھانے سے اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھلانا مستحب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول سے یہی ظاہر ہوتا ہے فرمایا: ﴿اٰتِنَا غَدَآءَنَا﴾ (الکھف: ۱۸/ ۶۲) ”لاؤ ہمارے پاس ہمارا کھانا“ یہ

اضافت سب کی طرف ہے' کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم نے اکٹھے کھانا کھایا۔

(۹) اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بندے پر اللہ تعالیٰ کے احکام کو قائم کرنے کے مطابق' اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی موافقت کرنے والے کی جو مدد کی جاتی ہے وہ کسی اور کی نہیں کی جاتی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ (الکھف:۶۲/۱۸) ''اس سفر سے ہم کو بہت تکان ہوگئی۔'' یہ دریاؤں کے سنگم سے متجاوز سفر کی طرف اشارہ ہے۔ دریاؤں کے سنگم سے ماقبل سفر کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تھکاوٹ کی شکایت نہیں کی' حالانکہ وہ بہت طویل سفر تھا کیونکہ یہی حقیقی سفر تھا۔ (لیکن اللہ کی مدد کی وجہ سے وہ محسوس نہیں ہوا) رہا دریاؤں کے سنگم کے بعد والا سفر تو ظاہر ہے کہ وہ سفر کا کچھ حصہ یعنی دن کا ایک حصہ تھا کیونکہ جب انہوں نے چٹان پر بیٹھ کر آرام کیا تھا وہاں مچھلی غائب ہوئی تھی' ظاہر ہے وہاں چٹان کے پاس ہی انہوں نے رات بسر کی پھر اگلی صبح سفر پر روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ جب صبح کے کھانے کا وقت ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا: ﴿اٰتِنَا غَدَآءَنَا﴾ (الکھف:۶۲/۱۸) ''ہمارے لیے کھانا لاؤ۔'' یہاں آ کر خادم کو یاد آیا کہ اسے اس مقام پر مچھلی کے غائب ہونے کے بارے میں ذکر کرنا بھول گیا جو ان کی منزل اور مقصود سفر تھا۔ (لیکن اس تھوڑے سے سفر میں انہیں تھکاوٹ ہوگئی تھی)

(۱۰) اللہ تعالیٰ کا وہ بندہ جس سے ان دونوں نے ملاقات کی تھی' نبی نہیں تھا بلکہ ایک صالح بندہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عبودیت کی صفت سے موصوف کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رحمت اور علم سے نوازا تھا مگر رسالت اور نبوت کا ذکر نہیں فرمایا۔ اگر جناب خضر نبی ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی نبوت کا ضرور ذکر کرتا جیسا کہ دوسرے انبیاء و مرسلین کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ جہاں تک قصے کے آخر میں ان کے اس قول ﴿وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ﴾ (الکھف:۸۲/۱۸) کا تعلق ہے تو یہ ان کے نبی ہونے کی دلیل نہیں۔ یہ تو الہام اور تحدیث کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ غیر انبیا کو الہام سے نوازا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ﴾ (القصص:۷/۲۸) ''ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف الہام کیا کہ اس کو دودھ پلا۔'' اسی طرح ارشاد ہے: ﴿وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا﴾ (النحل:۶۸/۱۶) ''آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ وہ پہاڑوں میں اپنے چھتے بنائے۔''

(۱۱) وہ علم جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے' اس کی دو اقسام ہیں:

i) علم اکتسابی: جسے بندہ اپنی جدوجہد اور اجتہاد سے حاصل کرتا ہے۔

ii) علم لدنی: اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر کرم نوازی کرتا ہے اسے یہ علم عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ (الکہف: ٦٥/١٨) ''ہم نے انہیں اپنی طرف سے ایک خاص علم سے نوازا تھا۔''

(١٢) ان آیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ معلم کے ساتھ ادب کے ساتھ پیش آنا چاہیے اور متعلم کو چاہیے کہ وہ نہایت لطیف طریقے سے معلم سے مخاطب ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر سے اس طرح عرض کی تھی: ﴿هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾ (الکہف: ٦٦/١٨) ''کیا میں آپ کے پیچھے آ سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے وہ علم و دانش سکھائیں جو آپ کو عطا کی گئی ہے۔'' چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ملاطفت اور مشاورت کے اسلوب میں بات کی گویا عرض کی کہ کیا آپ مجھے اجازت عنایت فرمائیں گے یا نہیں اور ساتھ ہی یہ اقرار کیا کہ وہ متعلم ہیں۔ بے ادب اور متکبر لوگوں کا رویہ اس کے برعکس ہوتا ہے جو معلم پر یہ ظاہر نہیں کرتے کہ وہ اس کے علم کے محتاج ہیں بلکہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حصول علم میں وہ ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں بلکہ بسا اوقات ان میں سے بعض تو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے معلم کو تعلیم دے رہے ہیں۔ ایسا شخص سخت جاہل ہے۔ معلم کے سامنے تذلل اور انکساری اور معلم کے علم کا محتاج ہونے کا اظہار متعلم کے لئے بہت فائدہ مند چیز ہے۔

(١٣) اس قصہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ایک عالم اور صاحب فضیلت شخص کو بھی علم حاصل کرتے وقت تواضع اور انکساری کا اظہار کرنا چاہیے' چاہے اس کا استاذ اس سے درجے میں کمتر ہی ہو کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بلاشبہ حضرت خضر علیہ السلام سے افضل تھے۔

(١٤) اس واقعے سے یہ بھی استنباط ہوتا ہے کہ عالم فاضل شخص کسی علم میں مہارت حاصل کرنے کے لئے جس میں وہ ماہر نہیں' اس شخص سے علم حاصل کرے جو اس علم میں مہارت رکھتا ہے اگرچہ وہ علم و فضل میں اس سے بدرجہا کمتر کیوں نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم رسولوں میں شمار ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے وہ علم عطا کیا جو دوسروں کو عطا نہیں کیا مگر یہ خاص علم جو حضرت خضر کے پاس تھا' آپ اس سے محروم تھے اس لئے اس علم کو سیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ بناء بریں ایک محدث و فقیہ کے لئے مناسب نہیں...... جبکہ وہ علم صرف و نحو وغیرہ میں کم مایہ ہو...... کہ وہ اس شخص سے یہ علم سیکھنے کی کوشش نہ کرے جو اس میں ماہر ہے اگرچہ وہ محدث اور فقیہ نہ ہو۔

(١٥) ان آیات کریمہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ علم اور دیگر فضائل کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہیے' اس کا اقرار کرنا چاہیے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿تُعَلِّمَنِ مِمَّا

عُلِّمْتَ﴾ (الکھف:٦٦/١٨) ''آپ مجھے سکھائیں اس میں سے جو آپ کو سکھایا گیا ہے'' یعنی اس علم سے جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے۔

(١٦) علم نافع وہ علم ہے جو خیر کی طرف راہنمائی کرے' ہر وہ علم جس میں رشد و ہدایت اور خیر کے راستے کی طرف راہنمائی ہو' شر کے راستے سے ڈرایا گیا' یا ان مقاصد کے حصول کا وسیلہ ہو' وہ علم نافع ہے۔ اس کے علاوہ دیگر علوم' وہ یا تو نقصان دہ ہوتے ہیں یا ان میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جیسے فرمایا: ﴿اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾ (الکھف:٦٦/١٨)

(١٧) اس واقعے سے مستفاد ہوتا ہے کہ جس شخص میں عالم اور علم کی صحبت کے لئے قوت صبر اور حسن ثبات نہیں وہ علم حاصل کرنے کا اہل نہیں۔ جو صبر سے محروم ہے وہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔ جو شخص صبر کو کام میں لاتا اور اس کا التزام کرتا ہے وہ جس امر میں بھی کوشش کرے گا اس کو حاصل کر لے گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معذرت کرتے ہوئے اس مانع کا ذکر کیا تھا جو ان کے لئے حصول علم سے مانع تھا اور وہ تھا جناب خضر کی معیت میں ان کا عدم صبر۔

(١٨) اس قصے سے ثابت ہوا کہ حصول صبر کا سب سے بڑا سبب' اس امر میں اس کا علم و آگہی ہے جس میں صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس وہ شخص جو اس بارے میں کچھ نہیں جانتا' نہ اس کے غرض و غایت' اس کے نتیجہ' اس کے فوائد و ثمرات کا اسے علم ہے وہ صبر کے اسباب سے بے بہرہ ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا﴾ (الکھف:٦٨/١٨) ''جس چیز کے بارے میں آپ کو کوئی خبر نہ ہو آپ اس بارے میں کیسے صبر کر سکتے ہیں۔'' پس جناب خضر نے اس چیز کے بارے میں عدم علم کو بے صبری کا سبب قرار دیا۔

(١٩) اس قصے سے مستنبط ہوتا ہے کہ جب تک کسی چیز کے مقصد اور اس بات کی معرفت حاصل نہ ہو جائے کہ اس سے کیا مراد ہے تو اس وقت تک اس پر خوب غور و فکر کیا جائے اور اس پر حکم لگانے میں جلدی نہ کی جائے۔

(٢٠) اس قصے سے مستفاد ہوتا ہے کہ مستقبل میں واقع ہونے والے بندوں کے افعال کو مشیت الٰہی سے معلق کیا جائے۔ جب بندہ کسی چیز کے بارے میں کہے کہ وہ مستقبل میں یہ کرے گا تو اس کے ساتھ ان شاء اللہ ''اگر اللہ نے چاہا'' ضرور کہے۔

(٢١) کسی چیز کے فعل کا عزم' اس فعل کے قائم مقام نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا﴾ (الکھف:٦٩/١٨) ''اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔'' پس انہوں نے

اپنے نفس کو صبر پر مجبور کیا مگر صبر نہ کر سکے۔

(۲۲) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر معلم اس امر میں مصلحت سمجھتا ہو کہ متعلم بعض چیزوں کے متعلق سوال میں ابتدا نہ کرے جب تک کہ معلم خود اسے ان چیزوں سے واقف نہ کرائے..... تو مصلحت ہی کی پیروی کی جائے' مثلاً: اگر معلم سمجھے کہ متعلم کم فہم ہے یا معلم متعلم کو زیادہ باریک سوال کرنے سے روک دے جبکہ اس کے علاوہ دیگر امور زیادہ اہم ہوں یا متعلم کا ذہن اس کا ادراک نہ کر سکتا ہو یا وہ کوئی ایسا سوال کرے جو زیر بحث موضوع سے متعلق نہ ہو۔

(۲۳) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں سمندر میں سفر کرنا جائز ہے جبکہ خوف نہ ہو۔

(۲۴) اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ بھول جانے والے شخص کا اس کے نسیان کی بنا پر حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوئی مواخذہ نہیں اور اس کی دلیل موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے: ﴿لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ﴾ (الکھف ۱۸: ۷۳) ''میری بھول پر مجھے نہ پکڑیے۔''

(۲۵) انسان کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے اخلاق اور معاملات میں عفو سے کام لے۔ ان کے ساتھ رویہ نرم رکھے ان کو ایسے امور کا مکلف نہ کرے جن کی وہ طاقت نہ رکھتے ہوں' یا ان پر شاق گزرتے ہوں یا ایسا کرنا ان پر ظلم کا باعث ہو کیونکہ یہ چیز نفرت اور اکتاہٹ کا باعث بنتی ہے بلکہ وہ طریقہ اختیار کرے جو آسان ہو تاکہ اس کا کام آسان ہو جائے۔

(۲۶) تمام معاملات میں ان کے ظاہر پر حکم لگایا جاتا ہے' مال اور خون وغیرہ کے دنیاوی معاملات میں ان کے ظاہر کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے' اس لیے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کے کشتی میں سوراخ کرنے اور بچے کے قتل کرنے پر نکیر فرمائی کیونکہ یہ دونوں ایسے امور ہیں جو بظاہر منکر ہیں۔ جناب خضر کی مصاحبت کے علاوہ کوئی اور صورت حال ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام خاموش نہ رہ سکتے تھے۔ اس لئے آنجناب نے اس پر عام معاملات کے مطابق حکم لگانے میں جلدی کی اور اس عارض کی طرف التفات نہ کیا جو آپ پر صبر اور انکار میں عدم عجلت کو واجب کرتا ہے۔

(۲۷) اس قصے سے ایک نہایت جلیل القدر قاعدہ مستنبط ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ''چھوٹی برائی کے ارتکاب کے ذریعے سے بڑی برائی کا سدباب کیا جائے'' اور چھوٹی مصلحت کو ضائع کر کے بڑی مصلحت کی رعایت رکھی جائی۔ معصوم بچے کا قتل یقیناً بہت بڑی برائی ہے مگر اس کے زندہ رہنے سے ماں باپ کا دین کے بارے میں فتنہ میں مبتلا ہونا اس سے زیادہ بڑی برائی ہے' بچے کا قتل نہ ہونا اور اس کا باقی رہنا اگرچہ بظاہر نیکی ہے مگر اس کے والدین کے دین وایمان کا باقی رہنا زیادہ بڑی نیکی ہے اسی وجہ سے خضر علیہ السلام نے اس

بچے کو قتل کیا تھا۔ اس قاعدے کے بہت سے فوائد اور بہت سی فروع ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ پس تمام مصالح اور مفاسد جو ایک دوسرے سے متصادم ہوتے ہیں سب اسی زمرے میں آتے ہیں۔

(۲۸) اس واقعے سے ایک اور جلیل القدر قاعدہ مستفاد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ''کسی شخص کے مال میں کسی دوسرے شخص کا ایسا عمل جو کسی مصلحت یا ازالہ مفسدہ کی خاطر ہو وہ جائز ہے' خواہ وہ بغیر اجازت ہی کیوں نہ ہو' خواہ اس سے کسی کے مال میں کچھ اتلاف ہی کیوں نہ واقع ہو۔'' جیسے جناب خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کر کے اس میں عیب ڈال دیا تھا اور اس طرح وہ اس ظالم بادشاہ کے ہاتھوں غصب ہونے سے بچ گئی۔ اسی طرح کسی شخص کے گھر یا مال کے ڈوبنے یا آگ لگنے کی صورت میں اگر کچھ مال کو تلف کر کے باقی مال یا گھر کے کچھ حصہ کو منہدم کر کے باقی گھر کو بچایا جا سکتا ہو تو ایسا کرنا جائز ہے بلکہ دوسرے کے مال کو بچانے کے لئے ایسا کرنا مشروع ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ظالم شخص کسی دوسرے کے مال کو غصب کرنا چاہتا ہے' کوئی دوسرا شخص جو مال کا مالک نہیں' اصل مالک کی اجازت کے بغیر' مال کا کچھ حصہ ظالم اور غاصب شخص کو دے کر باقی مال کو بچا لے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

(۲۹) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سمندر میں کام کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح خشکی میں۔ ارشاد فرمایا: ﴿يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ﴾ (الکھف :۷۹/۱۸) اور یہ فرمانے کے بعد ان کے عمل پر نکیر نہیں فرمائی۔

(۳۰) کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ مسکین کچھ مال رکھتا ہے مگر وہ اس کے لئے کافی نہیں ہوتا اس لئے وہ ''مسکین'' کے نام کے اطلاق سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ان مساکین کے پاس ایک کشتی تھی۔

(۳۱) اس واقعے سے مستفاد ہوتا ہے کہ قتل بہت بڑا گناہ ہے۔ اس بچے کے قتل کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا﴾ (الکھف :۷٤/۱۸) ''آپ نے ایک بہت برا کام کیا۔''

(۳۲) اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قصاص کے طور پر قتل کرنا برائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿بِغَيْرِ نَفْسٍ﴾ (الکھف :۷٤/۱۸)

(۳۳) ان آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی جان اور اولاد کی حفاظت کرتا ہے۔

(۳۴) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ صالحین یا ان کے متعلقین کی خدمت کرنا کسی اور کی خدمت کرنے سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان یتیموں کے مدفون خزانہ کو باہر نکالنے اور پھر ان کی دیوار تعمیر کر دینے میں یہ علت بیان فرمائی ہے کہ ان کا باپ ایک صالح شخص تھا۔

(۳۵) اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں الفاظ استعمال کرتے وقت ادب کو ملحوظ رکھنا

چاہیے' چنانچہ جناب خضر علیہ السلام نے کشتی کو عیب دار کرنے کے فعل کی اضافت اپنی طرف کی: ﴿ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا ﴾ (الکھف: ۷۹/۱۸) ''میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں'' اور خیر کی اضافت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف کی ۔ فرمایا: ﴿ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ (الکھف: ۸۲/۱۸) اور جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴾ (الشعراء: ۸۰/۲۶) ''جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا عطا کرتا ہے۔'' اور جنات نے کہا تھا: ﴿ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴾ (الجن: ۱۰/۷۲) ''اور ہم نہیں جانتے کہ زمین پر رہنے والوں کے لئے کوئی برا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے بارے میں ان کے رب نے اچھا ارادہ کیا ہے۔'' حالانکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قضاء وتقدیر سے ہوتا ہے۔

(۳۶) کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی بھی حال میں اپنے ساتھی سے علیحدہ ہو جائے اور اس کی صحبت کو ترک کر دے جب تک کہ اس کی سرزنش نہ کرے اور اس کا عذر نہ سن لے جیسا کہ خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔

(۳۷) ان امور میں جو ناجائز نہیں' ایک ساتھی کی دوسرے ساتھی سے موافقت کرنا مطلوب اور دوستی کی بقا کا سبب ہے۔ اسی طرح عدم موافقت رشتہء دوستی کے منقطع ہونے کا سبب ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۭ﴿۸۳﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ
اور وہ (یہودی) پوچھتے ہیں آپ سے ذوالقرنین کی بابت' کہہ دیجیے! عنقریب پڑھوں گا میں تم پر اسکا کچھ ذکر ○ بلاشبہ ہم نے قدرت دی تھی اسے

فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ حَتّٰٓي اِذَا بَلَغَ
زمین میں، اور دیا تھا ہم نے اسے ہر چیز (قسم) سے ساز وسامان ○ پس پیچھے لگا وہ ایک راہ کے ○ یہاں تک کہ جب پہنچا وہ

مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ڛ
جائے غروب پر سورج کی تو اس نے پایا اسکو کہ وہ غروب ہو رہا ہے ایک چشمے میں سیاہ کیچڑ کے اور پائی اس نے نزدیک اس (چشمے) کے ایک قوم'

قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا
کہا ہم نے، اے ذوالقرنین! یا تو یہ کہ تو سزا دے اور یا یہ کہ اختیار کرے تو ان کی بابت اچھائی ○ اس نے کہا، لیکن

مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَاَمَّا مَنْ
جو شخص ظالم ہے، تو عنقریب ہم سزا دیں گے اسے، پھر وہ لوٹایا جائے گا اپنے رب کی طرف، پس وہ عذاب دے گا اسے عذاب سخت ○ اور لیکن وہ شخص

اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَاۗءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾ۭ
جو ایمان لایا اور عمل کیے نیک، تو اسکے لئے ہے بدلہ اچھا' اور عنقریب ہم کہیں گے (حکم دیں گے) اسے اپنے کام سے آسانی والا ○

اہل کتاب تھے یا مشرکین انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ ان سے کہیں: ﴿سَاَتْلُوْا عَلَیْکُمْ مِّنْهُ ذِکْرًا﴾ ”میں پڑھتا ہوں تم پر اس کا کچھ حال“ جس میں نہایت مفید مگر تعجب خیز خبر ہے۔ یعنی میں تمہیں ذوالقرنین کے صرف وہی احوال سناؤں گا جن میں نصیحت اور عبرت ہے۔ ان کے علاوہ دیگر احوال' تو وہ ان کو نہیں سنائے گئے۔ ﴿اِنَّا مَکَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ﴾ ”ہم نے اس کو قوت عطا کی تھی زمین میں“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے بادشاہی سے نوازا اور زمین کے گوشوں پر اس کے حکم کو نافذ کیا اور لوگوں کو اس کا مطیع بنایا۔ ﴿وَ اٰتَیْنٰهُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا ۝ فَاَتْبَعَ سَبَبًا﴾ ”اور دیا ہم نے اس کو ہر چیز کا سامان پھر پیچھے پڑا وہ ایک سامان کے“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے وہ تمام اسباب مہیا کئے جن کے ذریعے سے وہ ہر اس جگہ پہنچا جہاں وہ پہنچنا چاہتا تھا' جن کے ذریعے سے اس نے شہروں پر غلبہ حاصل کیا اور نہایت سہولت کے ساتھ دور دراز علاقوں تک پہنچ گیا۔ اس نے وہ تمام اسباب جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کئے تھے بہتر طریقے سے استعمال کئے۔ پس ہر شخص کو اسباب مہیا نہیں ہوتے اور نہ ہر شخص اسباب مہیا کرنے کی قدرت ہی رکھتا ہے۔ پس جب سبب حقیقی اور اس کو عمل میں لانے کی قدرت یکجا ہو جائے تو مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور اگر دونوں یا کوئی ایک معدوم ہو تو مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

اور وہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کئے تھے' ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگاہ فرمایا نہ اس کے رسول ﷺ نے اور نہ اس بارے میں کوئی ایسی اخبار منقول ہیں جو افادہ علم کی موجب ہوں' اس لئے اس بارے میں سکوت اور ان اسرائیلیات کی طرف عدم التفات کے سوا کوئی چارہ نہیں جن کو ناقلین روایت کرتے ہیں۔ مگر ہم اجمالی طور پر یہ ضرور جانتے ہیں کہ داخلی اور خارجی طور پر یہ اسباب نہایت قوی تھے جن کی بنا پر اس کے پاس ایک عظیم فوج تیار ہو گئی تھی جو اپنی عددی قوت' سامان حرب اور نظم کے اعتبار سے ایک بہت بڑی فوج تھی۔ اس فوج کی مدد سے اس نے اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کیا اور زمین کے مشرق و مغرب اور اس کے دور دراز گوشوں تک پہنچنے کی سہولت حاصل ہوئی۔

پس اللہ تعالیٰ نے اسے وہ اسباب عطا کئے جن کے ذریعے سے وہ غروب آفتاب کی حد تک پہنچ گیا جہاں اس نے چشمے میں سورج کا عکس دیکھا گویا کہ وہ گدلے یعنی سیاہ پانی میں ڈوب رہا تھا۔ یہ منظر اس شخص کے لئے عام ہے' جس کے اور مغربی افق کے درمیان پانی ہو۔ اسے ایسے نظر آئے گا گویا سورج پانی کے اندر غروب ہو رہا ہے۔ اگرچہ وہ بہت بلندی پر ہو۔ اور مغرب کی سمت میں ذوالقرنین کو ایک قوم ملی۔ ﴿قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا﴾ ”ہم نے کہا: اے ذوالقرنین! یا تو لوگوں کو تکلیف دے یا ان میں (اپنی بابت) خوبی رکھ“ یعنی خواہ تو ان کو قتل و ضرب یا قیدی بنا کر عذاب میں مبتلا کر یا ان پر احسان کر۔ ذوالقرنین کو ان دو امور

میں سے ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا تھا کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ کفار یا فساق کی قوم تھی یا ان میں کچھ کفر اور فسق موجود تھا کیونکہ اگر وہ غیر فاسق مومن ہوتے تو ان کو عذاب دینے کی اجازت نہ دی جاتی۔ پس ذوالقرنین کو سیاست شرعیہ کا کچھ حصہ ملا تھا' جس کے ذریعے سے اس نے اللہ کی توفیق سے ایسے کام کیے جن پر وہ مدح و ستائش کا مستحق ٹھہرا' چنانچہ اس نے کہا: ان کو دو قسموں میں تقسیم کر دوں گا۔

﴿ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ ﴾ "جس نے ظلم کیا" یعنی کفر کیا۔ ﴿ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴾ "سو ہم اس کو سزا دیں گے' پھر لوٹ جائے گا وہ رب کے پاس' پس وہ عذاب دے گا اس کو برا عذاب" یعنی اسے دو سزائیں ملیں گی' ایک سزا اس دنیا میں اور ایک سزا آخرت میں۔ ﴿ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ اِۨلْحُسْنٰى ﴾ "اور جو کوئی ایمان لایا اور کیا اس نے بھلا کام' سو اس کا بدلہ بھلائی ہے۔" یعنی اس کو جزا کے طور پر قیامت کے دن جنت عطا ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھے احوال سے نوازا جائے گا۔ ﴿ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴾ "اور ہم حکم دیں گے اس کو اپنے کام میں آسانی کا" یعنی ہم اس سے اچھا سلوک کریں گے' ہم اس سے نرم بات اور آسان معاملہ کریں گے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ذوالقرنین نیک بادشاہوں' اولیائے صالحین اور عدل کرنے والوں میں سے تھا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی موافقت کرتے ہوئے ہر شخص کے ساتھ وہی معاملہ کیا جس کے وہ لائق تھا۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ
پھر پیچھے لگا وہ (اور) راہ کے ○ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا جائے طلوع پر آفتاب کی تو پایا اسے کہ وہ طلوع ہو رہا ہے ایسی قوم پر
لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾
کہ نہیں بنایا ہم نے انکے لیے سورج کے اس طرف کوئی پردہ ○ اسی طرح تھا اور تحقیق احاطہ کر لیا تھا ہم نے اسکا جو کچھ کہ اسکے پاس تھا باعتبار علم کے ○
ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ
پھر پیچھے لگا وہ ایک راہ کے ○ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا درمیان دو دیواروں کے تو پایا اس نے ان دونوں کے اُس طرف ایک قوم کو
لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ
کہ نہیں قریب تھی کہ سمجھ سکتی وہ کوئی بات ○ انہوں نے کہا، اے ذوالقرنین! بلاشبہ یاجوج اور ماجوج فساد کرنے والے ہیں
فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا
زمین میں تو کیا مقرر کریں ہم تیرے لئے کچھ مال اوپر اس (شرط) کے کہ بنا دے تو درمیان ہمارے اور درمیان انکے ایک بند ○ اس نے کہا، جو
مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ
قدرت دی ہے مجھے اس میں میرے رب نے' بہت بہتر ہے' پس تم مدد کرو میری' ساتھ قوت کے' تو بنا دوں گا میں تمہارے درمیان اور انکے درمیان

رَدۡمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوۡنِیۡ زُبَرَ الۡحَدِیۡدِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیۡنَ الصَّدَفَیۡنِ قَالَ انۡفُخُوۡا ؕ
ایک مضبوط دیوار۞ تم لادو مجھے تختے لوہے کے، یہاں تک کہ جب اس نے برابر کردیا دونوں پہاڑوں کے سروں کے درمیان، تو کہا، دھنکو (پھونکو) تم،
حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوۡنِیۡۤ اُفۡرِغۡ عَلَیۡهِ قِطۡرًا ﴿۹۶﴾ؕ فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا
یہاں تک کہ جب اس نے بنادیا اسے آگ تو کہا، لاؤ میرے پاس، میں ڈال دوں اس پر پگھلا ہوا تانبا۞ پس نہ تو وہ استطاعت رکھتے تھے
اَنۡ یَّظۡهَرُوۡهُ وَمَا اسۡتَطَاعُوۡا لَهٗ نَقۡبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّیۡ ۚ
یہ کہ چڑھ جائیں اس پر اور نہ استطاعت رکھتے تھے اس میں سوراخ کرنے کی۞ ذوالقرنین نے کہا، یہ رحمت ہے میرے رب کی،
فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّیۡ جَعَلَهٗ دَکَّآءَ ۚ وَکَانَ وَعۡدُ رَبِّیۡ حَقًّا ﴿۹۸﴾ؕ
پس جب آجائے گا وعدہ میرے رب کا تو وہ کردے گا اسے ہموار (زمین) اور ہے وعدہ میرے رب کا حق۞

یعنی جب وہ غروب آفتاب کی حدود تک پہنچ گیا تو واپس لوٹا اور ان اسباب کے ذریعے سے جو اللہ نے اسے عطا کر رکھے تھے طلوع آفتاب کی حدود کا قصد کیا پس وہ طلوع آفتاب کی حدود میں پہنچ گیا تو ﴿وَجَدَهَا تَطۡلُعُ عَلٰی قَوۡمٍ لَّمۡ نَجۡعَلۡ لَّهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهَا سِتۡرًا﴾ ”پایا سورج کو کہ وہ ایسی قوم پر نکلتا ہے کہ نہیں بنایا ہم نے ان کے لیے آفتاب کے ورے کوئی پردہ“ یعنی اس نے دیکھا کہ سورج ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے کہ جس کے پاس دھوپ سے بچنے کے لئے کوئی سامان نہ تھا یا تو اس بنا پر کہ وہ بنانے کی استعداد نہ رکھتے تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ یکسر وحشی اور غیر متمدن تھے...... یا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پاس سورج غروب نہیں ہوتا تھا ہمیشہ نظر آتا رہتا تھا۔ جیسا کہ جنوبی افریقہ کے مشرقی حصوں میں ہوتا ہے۔ ذوالقرنین اس مقام پر پہنچ گیا جہاں کسی انسان کا اپنے ظاہری بدن کے ساتھ پہنچنا تو کجا انسان کو ان علاقوں کے بارے میں علم تک نہ تھا...... بایں ہمہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے علم کے مطابق تھا۔ اس لئے فرمایا: ﴿کَذٰلِکَ ؕ وَقَدۡ اَحَطۡنَا بِمَا لَدَیۡهِ خُبۡرًا﴾ ”یونہی ہے اور تحقیق ہم نے گھیر لیا تھا اس کے پاس کی تمام خبروں کو“ یعنی ذوالقرنین کے پاس جو بھلائی اور عظیم اسباب تھے اور جہاں کہیں وہ جاتا تھا سب اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا۔

﴿ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا ۞ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیۡنَ السَّدَّیۡنِ﴾ ”پھر لگا وہ ایک سامان کے پیچھے، یہاں تک کہ جب پہنچا وہ دو پہاڑوں کے درمیان“ اصحاب تفسیر کہتے ہیں کہ وہ مشرق سے شمال کی طرف روانہ ہوا اور وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا اور یہ دونوں اس زمانے میں معروف تھے۔ یہ دائیں بائیں دو بندوں کی مانند دو پہاڑی سلسلے تھے اور دونوں پہاڑ یاجوج و ماجوج اور لوگوں کے درمیان رکاوٹ تھے۔ ذوالقرنین کو ان پہاڑی سلسلوں کے اس طرف ایک ایسی قوم ملی جو اپنی اجنبی زبان اور اذہان و قلوب میں ابہام ہونے کی وجہ سے کوئی بات سمجھنے سے قاصر تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذوالقرنین کو ایسے علمی اسباب مہیا کر رکھے تھے جن کی بنا پر وہ اس اجنبی قوم کی زبان سمجھ سکتا تھا،

ان سے بات چیت کر سکتا تھا اور وہ اس سے بات کر سکتے تھے۔ پس ان لوگوں نے اس کے سامنے یاجوج وماجوج کی مار دھاڑ کی شکایت کی۔ یاجوج وماجوج آدم علیہ السلام کی نسل سے دو بہت بڑے گروہ تھے...... ان لوگوں نے ذوالقرنین کے پاس شکایت کرتے ہوئے کہا: ﴿ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ﴾ ''یاجوج وماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں''، یعنی قتل وغارت اور لوٹ مار کے ذریعے سے زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ ﴿ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا ﴾ ''پس (تو کہے) تو ہم مقرر کر دیں تیرے واسطے کچھ محصول'' یعنی خراج ﴿ عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا ﴾ ''اس شرط پر کہ تو بنا دے ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند'' یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ وہ بند بنانے کی خود قدرت نہ رکھتے تھے اور انہیں علم تھا کہ ذوالقرنین یہ دیوار تعمیر کروا سکتا ہے۔ پس انہوں نے ذوالقرنین کو اجرت ادا کرنے کی پیشکش کی تاکہ وہ ان کے لئے دیوار تعمیر کروا دے اور انہوں نے ذوالقرنین کو وہ سبب بھی بتایا جو دیوار تعمیر کرنے کا داعی تھا...... اور وہ تھا یاجوج ماجوج کا ان کے علاقے میں مار دھاڑ کرنا اور فساد پھیلانا۔

ذوالقرنین لالچی تھا نہ دنیا کی اسے کوئی رغبت تھی اور نہ وہ رعایا کی اصلاح احوال کے لئے کوشش ترک کرنے والا تھا بلکہ اس کا مقصد تو محض اصلاح تھا' اس لئے اس نے ان کا مطالبہ مان لیا کیونکہ اس میں مصلحت تھی اور ان سے دیوار تعمیر کروانے کی اجرت نہ لی' اس نے بس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اسے دیوار بنانے کی طاقت اور قدرت عطا کی چنانچہ ذوالقرنین نے ان سے کہا: ﴿ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ ﴾ ''مجھے میرے رب نے جو قوت عطا کی ہے' وہ بہتر ہے'' یعنی جو بھلائی مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم مجھے عطا کرنا چاہتے ہو۔ البتہ میں چاہتا ہوں کہ تم افرادی قوت اور اپنے ہاتھوں کے ذریعے سے میری مدد کرو۔ ﴿ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا ﴾ ''میں بنا دیتا ہوں تمہارے اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار'' یعنی میں ایسی رکاوٹ تعمیر کئے دیتا ہوں جسے وہ عبور کر کے تم پر حملہ آور نہیں ہو سکیں گے۔

﴿ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ ﴾ ''لا دو تم مجھے لوہے کے تختے'' یعنی لوہے کے ٹکڑے۔ پس انہوں نے لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لا دیے۔ ﴿ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ ﴾ ''حتیٰ کہ جب اس نے دونوں کناروں تک برابر کر دیا'' یعنی جب دیوار ان دو پہاڑوں کے برابر ہو گئی جن کے درمیان یہ دیوار بنائی گئی تھی۔ ﴿ قَالَ انْفُخُوْا ﴾ ''کہا دھونکو'' یعنی بہت بڑا الاؤ جلاؤ اس کے لئے بڑی بڑی دھونکنی استعمال کرو تاکہ آگ کی تپش بہت شدید ہو جائے اور تانبا اچھی طرح پگھل جائے۔ جب تانبا پگھل گیا جس کو وہ فولاد کے تختوں کے درمیان ڈالنا چاہتا تھا تو ﴿ قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ﴾ ''کہا لاؤ میرے پاس کہ ڈالوں اس پر پگھلا ہوا تانبا۔'' پس اس نے پگھلا ہوا تانبا دیوار پر ڈالا جس سے دیوار بے پناہ مضبوط ہو گئی اور یوں دیوار سے ادھر رہنے والے لوگ یاجوج اور ماجوج کی تباہ کاریوں سے محفوظ ہو گئے۔

﴿فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا﴾ یعنی وہ اس دیوار پر چڑھنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے کیونکہ یہ بہت بلند تھی اور نہ اس میں نقب لگا سکتے تھے کیونکہ یہ بے حد مضبوط تھی۔ جب وہ اس اچھے اور جلیل القدر کام سے فارغ ہوا تو اس نے اس نعمت کی اضافت نعمت عطا کرنے والے کی طرف کی۔ اس نے کہا: ﴿هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ﴾ "یہ ایک مہربانی ہے میرے رب کی" یعنی یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔ اور یہ صالح خلفاء کا حال ہے، جب اللہ تعالیٰ انہیں جلیل القدر نعمتوں سے نوازتا ہے تو ان کے شکر، اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اقرار اور اعتراف میں اضافہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے...... جب اتنی دور سے ملکہ، سبا کا تخت ان کی خدمت میں حاضر کیا گیا تھا...... اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ﴾ (النمل: ٢٧/ ٤٠) "یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ آیا میں شکر کرتا ہوں یا کفران نعمت کا مرتکب ہوتا ہوں۔" اس کے برعکس جابر، متکبر اور زمین پر عام غالب لوگوں کو بڑی بڑی نعمتیں اور زیادہ متکبر اور مغرور بنا دیتی ہیں، جیسا کہ قارون نے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے خزانے عطا کیے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت اٹھاتی تھی، کہا تھا: ﴿اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ﴾ (القصص: ٢٨/ ٧٨) "یہ دولت مجھے اس علم کی بنا پر دی گئی ہے جو مجھے حاصل ہے۔"

﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ﴾ "پس جب میرے رب کا وعدہ آجائے گا" یعنی یاجوج و ماجوج کے خروج کا وعدہ ﴿جَعَلَهٗ دَكَّآءَ﴾ "اس کو برابر کر دے گا۔" یعنی اس مضبوط اور مستحکم دیوار کو گرا کر منہدم کر دے گا اور وہ زمین کے ساتھ برابر ہو جائے گی۔ ﴿وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا﴾ "اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔"

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾

اور چھوڑیں گے ہم انکے بعض کو اس دن، وہ گھس جائیں گے بعض میں اور پھونکا جائے گا صور میں، پھر جمع کریں گے ہم ان سب کو ○

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ

اور سامنے لے آئیں گے ہم جہنم کو اس دن، کافروں کے روبرو ○ وہ لوگ کہ تھیں آنکھیں ان کی پردے میں

عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾

میری یاد سے، اور تھے وہ نہیں استطاعت رکھتے سننے کی ○

﴿وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ﴾ "اور چھوڑ دیں گے ہم ان کے بعض کو اس دن ایک دوسرے میں گھستے" اس میں یہ احتمال ہے کہ ضمیر یاجوج و ماجوج کی طرف لوٹتی ہو۔ جب وہ اپنے علاقوں سے نکل کر لوگوں پر حملہ آور ہوں گے تو اپنی کثرت اور تمام زمین پر پھیل جانے اور اس کو بھر دینے کی وجہ سے سمندر کی موجوں کی مانند ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ

﴿مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۹۶/۲۱) ''یہاں تک کہ یاجوج وماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلند جگہ سے اتر پڑیں گے۔'' اور یہ احتمال بھی ہے کہ ضمیر خلائق کی طرف لوٹتی ہو یعنی یہ کہ لوگ قیامت کے روز اکٹھے ہوں گے وہ بہت زیادہ ہوں گے اور اضطراب' ہول اور زلزلوں کی وجہ سے ایک دوسرے کو دھکم پیل کر رہے ہوں گے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ: ﴿وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَىِٕذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ۝ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا﴾ یعنی جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو اللہ تعالیٰ تمام ارواح کو جسموں میں واپس لوٹا دے گا۔ پھر تمام اولین و آخرین' کفار اور مومنین کو اکٹھا کر کے میدان قیامت میں جمع کرے گا' تاکہ ان سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے' ان کا محاسبہ کیا جائے اور ان کے اعمال کی جزا دی جائے پس کفار کو' ان کے کفر کے مطابق' جہنم میں ڈالا جائے گا جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے۔اسی لئے فرمایا:

﴿وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَىِٕذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا﴾ ''اور دکھلا دیں گے ہم جہنم اس دن کافروں کو سامنے'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ﴾ (الشعراء: ۹۱/۲۶) ''اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لایا جائے گا۔'' یعنی کفار کے سامنے پیش کیا جائے گا تاکہ یہ ان کا ٹھکانا بنے اور تاکہ کفار جہنم کی بیڑیوں اس کی بھڑکتی ہوئی آگ' اس کے ابلتے ہوئے پانی اور اس کی ناقابل برداشت سردی سے متمتع ہوں اور اس کے عذاب کا مزا چکھیں جس سے دل گونگے اور کان بہرے ہو جائیں گے یہ ان کے اعمال کا نتیجہ اور ان کے افعال کی جزا ہے۔

یہ لوگ دنیا میں اس حال میں تھے: ﴿الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ﴾ ''ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا تھا میری یاد سے'' یعنی یہ لوگ ذکر حکیم اور قرآن کریم سے روگردانی کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: ﴿قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ﴾ (حمٓ السجدة: ۵/۴۱) ''جس چیز کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں۔'' اور ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ کی فائدہ مند نشانیوں کو دیکھنے سے روکتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَّعَلٰٓي اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ (البقرة: ۷/۲) ''اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔'' ﴿وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا﴾ ''اور وہ نہیں طاقت رکھتے تھے سننے کی'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو' جو ایمان تک پہنچاتی ہیں' قرآن اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے سن نہیں سکتے کیونکہ بغض رکھنے والا شخص جس کے خلاف بغض رکھتا ہے اس کی بات کو غور سے سن نہیں سکتا۔ جب وہ علم اور بھلائی کے راستوں سے محجوب ہو جاتے ہیں تب ان کے پاس سننے کے لئے کان ہوتے ہیں نہ دیکھنے کے لئے آنکھیں اور نہ سمجھنے کے لئے عقل نافع۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا' اس کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا' اس لئے وہ جہنم کے مستحق ٹھہرے جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا عِبَادِىۡ مِنۡ دُوۡنِىۡۤ اَوۡلِيَآءَ ؕ

کیا پس گمان کیا ہے ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، یہ کہ ٹھہرائیں وہ میرے بندوں کو، سوائے میرے کارساز؟

اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

بلاشبہ ہم نے تیار کیا ہے جہنم کو کافروں کے لیے بطور مہمانی ○

یہ مشرکین اور کافروں کے دعوے کے بطلان کی دلیل ہے جنہوں نے بعض انبیائے کرام اور اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا' وہ ان کی عبادت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ اولیائے کرام ان کے مددگار رہوں گے جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلائیں گے اور ثواب عطا کریں گے' حالانکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں سے کفر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ استفہام اور انکار کے پیرائے میں' جس سے ان کے اس عقیدے کا عقلی طور پر بطلان متحقق ہوتا ہے...... فرماتا ہے: ﴿ اَفَحَسِبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا عِبَادِىۡ مِنۡ دُوۡنِىۡۤ اَوۡلِيَآءَ ﴾ ''کیا سمجھتے ہیں کافر لوگ کہ ٹھہرائیں میرے بندوں کو میرے سوا دوست'' یعنی ایسا نہیں ہوسکتا اور کوئی ولی اللہ' اللہ تعالیٰ کے کسی دشمن کو اپنا دوست نہیں بنا سکتا کیونکہ تمام اولیاء اللہ' اللہ تعالیٰ سے محبت' اس کی رضا' اس کی ناراضی اور اس کے بغض کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کرتے ہیں۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کے اس ارشاد کے مشابہ ہے۔ ﴿ وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ يَقُوۡلُ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَاۤءِ اِيَّاكُمۡ كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ ○ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ اَنۡتَ وَلِيُّنَا مِنۡ دُوۡنِهِمۡ ﴾ (سبا: ۳۴/۴۰-۴۱) ''جس روز اللہ تمام لوگوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے (ان مشرکین کے متعلق) پوچھے گا کیا یہی وہ لوگ ہیں جو تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ تو وہ جواب میں عرض کریں گے' تو پاک ہے ان کی بجائے تو ہمارا ولی (دوست) ہے۔''

پس جو کوئی اس زعم میں مبتلا ہے کہ اس نے ولی اللہ کو اپنا دوست بنا لیا ہے جب کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ تو وہ سخت جھوٹا ہے...... ظاہر میں اس آیت میں اس معنیٰ کا احتمال ہے کہ کیا کفار نے' جو اللہ تعالیٰ کے منکر اور اس کے رسولوں کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں یہ گمان کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اپنا ولی و مددگار بنا لیں گے جو ان کی مدد کریں گے' ان کو فائدہ پہنچائیں گے اور ان سے تکلیفوں کو دور کریں گے؟ یہ ان کا باطل خیال اور فاسد گمان ہے کیونکہ مخلوق میں سے کسی کے قبضہء قدرت میں نفع ونقصان نہیں۔ یہ معنیٰ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے مشابہت رکھتا ہے۔ ﴿ قُلِ ادۡعُوا الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ فَلَا يَمۡلِكُوۡنَ كَشۡفَ الضُّرِّ عَنۡكُمۡ وَلَا تَحۡوِيۡلًا ﴾ (بنی اسراءیل: ۱۷/۵۶) ''کہہ دیجیے کہ تم پکار دیکھو اپنے ان خود ساختہ معبودوں کو جن کو تم اللہ کے سوا کارساز سمجھتے ہو' تو (یاد رکھو) وہ تمہاری تکلیف دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں نہ بدلنے کی۔'' اور

اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مشابہ ہے۔ ﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ﴾ (الزخرف: ۸۶/۴۳) ''وہ لوگ جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، سفارش کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔'' اور اس قسم کی دیگر آیات جن میں اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی کو ولی و مددگار بناتا ہے تاکہ وہ اس کی مدد کرے اور اس سے موالات رکھے وہ گمراہ ہے، وہ خائب و خاسر ہے اس کی امید پوری نہیں ہوگی اور نہ وہ اپنے مقصد کو پا سکے گا۔

﴿اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا﴾ ''بے شک ہم نے تیار کیا ہے جہنم کو کافروں کی مہمانی کے لیے۔'' یعنی ہم نے کفار کی ضیافت اور مہمانی کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ پس کیا بدترین قیام گاہ ان کا مسکن ہے اور کیا بدترین جہنم ان کی مہمانی ہے!

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

کہہ دیجیے! کیا ہم خبر دیں تمہیں زیادہ خسارہ پانے والوں کی عملوں کے اعتبار سے؟○ وہ لوگ کہ ضائع ہوگئی کوشش انکی زندگانی دنیا میں،

وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ

جب کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک وہ اچھا کر رہے ہیں کام ○ یہی لوگ ہیں جنہوں نے انکار کیا آیات کا اپنے رب کی،

وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ

اور اس کی ملاقات کا، پس برباد ہو گئے عمل ان کے، سو نہیں قائم کریں گے ہم ان کے لئے دن قیامت کے کوئی وزن ○ یہ،

جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾

سزا ان کی جہنم ہے بوجہ اس کے کہ کفر کیا انہوں نے، اور بنایا انہوں نے میری آیتوں کو اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا○

اے محمد! (ﷺ) لوگوں کو ڈرانے کے لئے کہہ دیجئے! کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں آگاہ کروں جو علی الاطلاق، اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خائب و خاسر ہے؟ ﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''وہ لوگ جن کی کوششیں رائیگاں گئیں دنیا کی زندگی میں۔'' یعنی انہوں نے جو بھی عمل کیا سب باطل ہو کر رائیگاں گیا اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ تب ان اعمال کا کیا حال ہوگا جن کے بارے میں وہ خود بھی جانتے ہیں کہ یہ باطل ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت ہے؟ پس یہ کون لوگ ہیں جن کے اعمال رائیگاں گئے، جو قیامت کے روز خود اور ان کے اہل و عیال سب خائب و خاسر ہوئے۔ آگاہ رہو! یہ تو کھلا خسارہ ہے۔ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا'' یعنی جنہوں نے آیات قرآنی اور آیات عیانی، جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں اور یوم آخرت پر ایمان کی موجب ہیں...... کا انکار کیا ﴿فَحَبِطَتْ﴾ ''پس برباد ہو گئے'' اس انکار کے باعث ﴿اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ ''ان کے عمل، پس نہیں قائم کریں گے ہم ان کے لیے

قیامت کے روز کوئی تول۔‘‘ وزن کا فائدہ تو نیکیوں اور برائیوں کے مقابلے کے وقت ہوتا ہے تا کہ راجح اور مرجوح کو دیکھا جا سکے اور ان لوگوں کے پاس تو نیکیاں سرے سے ہیں ہی نہیں کیونکہ ان میں نیکیوں کے معتبر ہونے کی شرط معدوم ہے اور وہ ہے ایمان۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا﴾ (طٰہٰ: ١١٢/٢٠) ’’جو کوئی نیک عمل کرتا ہے اور وہ مومن بھی ہے تو اسے کسی ظلم اور حق تلفی کا خوف نہ ہوگا۔‘‘ لیکن ان کے اعمال کو شمار کیا جائے گا اور وہ اپنے اعمال کا اقرار کریں گے اور وہ گواہوں کے سامنے ذلیل و رسوا ہوں گے اور پھر ان اعمال کی پاداش میں انہیں عذاب دیا جائے گا اس لئے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ﴾ ’’یہ بدلہ ہے ان کا‘‘ یعنی ان کے اعمال کا ضائع جانا ان کے کرتوتوں کا بدلہ ہے‘ قیامت کے روز ان کی حقارت اور خساست کی وجہ سے ان کے اعمال کا کوئی وزن ہی نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا‘ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ استہزا کیا اور ان کا تمسخر اڑایا‘ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسولوں پر کامل طور پر ایمان لانا‘ ان آیات کی تعظیم کرنا اور انہیں پوری طرح قائم کرنا فرض ہے۔ مگر اس قضیے میں ان کا عمل اس کے برعکس ہے اس لئے وہ ہلاک ہوئے اور اوندھے منہ جہنم میں جا گرے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفار اور ان کے اعمال کا انجام ذکر کرنے کے بعد اہل ایمان اور ان کے اعمال کا انجام ذکر فرمایا ہے‘ چنانچہ فرمایا:

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾

بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک‘ ہونگے ان کے لیے باغات فردوس کے بطور مہمانی کے ○

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾

اس حال میں کہ وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں، نہیں چاہیں گے وہ اس سے جگہ بدلنا ○

یعنی جو اپنے دل سے ایمان لائے اور اپنے جوارح سے نیک عمل کئے اور یہ وصف تمام دین‘ یعنی اس کے عقائد و اعمال اور اس کے ظاہری اور باطنی اصول و فروع سب کو شامل ہے۔ تمام اہل ایمان کو ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کے مراتب کے مطابق‘ جنت فردوس کے مختلف طبقات عطا ہوں گے۔ ’’جنات الفردوس‘‘ میں اس معنی کا احتمال ہے کہ اس سے مراد جنت کا بلند ترین‘ بہترین اور افضل درجہ ہو اور یہ ثواب ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کی تکمیل کی اور وہ ہیں انبیائے کرام اور مقربین۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے جنت کی تمام منازل اور اس کے تمام درجے مراد ہوں اور یہ ثواب جنت کے تمام طبقات‘ یعنی مقربین‘ ابرار اور متوسطین ان کے حسب حال سب کو شامل ہو اور یہی معنیٰ زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ معنی عام ہے‘ نیز اس لیے کہ جنت کو جمع کے لفظ کے ساتھ ’’فردوس‘‘ کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں فردوس کا اطلاق اس باغ پر ہوتا ہے جو انگور کی بیلوں اور گنجان درختوں پر مشتمل ہو تب یہ لفظ تمام جنت پر صادق آتا ہے۔ پس جنت فردوس ان لوگوں کے

لئے مہمانی اور ضیافت کی جگہ ہے جنہوں نے ایمان لانے کے بعد نیک عمل کیے۔ اس ضیافت سے بڑی' زیادہ عظیم اور زیادہ جلیل القدر کون سی ضیافت ہو سکتی ہے جو قلب و روح اور بدن کے لئے ہر نعمت پر مشتمل ہے۔ اس میں ہر وہ نعمت موجود ہے جس کی نفس خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی' مثلاً خوبصورت گھر' سرسبز باغات' پھل دار درخت' سحر انگیز گیت' گاتے ہوئے پرندے' لذیذ ماکولات و مشروبات' خوبصورت بیویاں' خدمت گزار لڑکے' بہتی ہوئی نہریں' دلکش مناظر' حسی اور معنوی حسن و جمال اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں۔ اس سے بھی افضل اور جلیل القدر نعمت' رحمٰن کا تقرب' اس کی رضا کا حصول جو کہ جنت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار اور رؤف و رحیم کے کلام سے لطف اندوز ہونا ...... اللہ کی قسم! یہ ضیافت کتنی جلیل القدر کتنی خوبصورت' ہمیشہ رہنے والی اور کتنی کامل ہوگی۔ یہ ضیافت اس سے بہت بڑی ہے کہ مخلوق میں سے کوئی شخص اس کا وصف بیان کر سکے' یا دلوں میں اس کے تصور کا گزر ہو سکے۔

اگر بندوں کو ان میں سے کچھ نعمتوں کا حقیقی علم حاصل ہو کر ان کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے تو دل شوق سے اڑنے لگیں گے' جدائی کے درد سے روح لخت لخت ہو جائے گی اور بندے اکیلے اکیلے اور گروہ در گروہ اس کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ وہ اس کے مقابلے میں دنیائے فانی اور اس کی ختم ہو جانے والی لذات کو کبھی ترجیح نہیں دیں گے۔ وہ اپنے اوقات کو ضائع نہیں کریں گے کہ یہ اوقات خسارے اور ناکامی کا باعث بنیں کیونکہ اس جنت کا ایک لمحہ دنیا کی ہزاروں سال کی نعمتوں کے برابر ہے۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ غفلت نے گھیر رکھا ہے' ایمان کمزور پڑ گیا اور ارادہ اضمحلال کا شکار ہو گیا ہے' پس اس کا نتیجہ وہی نکلا جو نکلنا چاہیے تھا فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا﴾ "وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے" یہ تکمیل نعمت ہے۔ جنت میں کامل نعمتیں عطا ہوں گی اور ان نعمتوں کی تکمیل یہ ہے کہ وہ کبھی منقطع نہیں ہوں گی۔ ﴿لَا یَبۡغُوۡنَ عَنۡهَا حِوَلًا﴾ "نہیں چاہیں گے وہ وہاں سے جگہ بدلنی" یعنی وہ ان نعمتوں سے منتقل ہونا نہیں چاہیں گے کیونکہ وہ صرف اسی چیز کی طرف دیکھیں گے جو انہیں پسند آئے اور اچھی لگے' جس سے وہ خوش ہوں اور فرحت حاصل کریں اور اس سے بڑھ کر انہیں کوئی نعمت نظر نہیں آئے گی جس سے وہ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔

قُلۡ لَّوۡ كَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ

کہہ دیجیے' اگر ہو جائے سمندر (کا پانی) سیاہی باتیں لکھنے کے لیے میرے رب کی، تو البتہ ختم ہو جائے سمندر پہلے اس سے کہ ختم ہوں

كَلِمٰتُ رَبِّیۡ وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

باتیں میرے رب کی' اگرچہ لے آئیں ہم مثل اس کے (اور) بطور مدد کے ○

یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی لامحدود صفات کے متعلق آگاہ کر دیجیے' نیز ان سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ بندے ان صفات کا کچھ بھی احاطہ نہیں کر سکتے۔ ﴿لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ﴾ ''اگر ہوں سمندر'' یعنی اس دنیا میں موجود تمام سمندر ﴿مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي﴾ ''میرے رب کے کلمات لکھنے کے لیے روشنائی'' یعنی روز اول سے لے کر آخر تک شہروں اور صحراؤں کے تمام درختوں کی قلمیں بن جائیں اور سمندر روشنائی میں تبدیل ہو جائیں۔ ﴿لَنَفِدَ الْبَحْرُ﴾ تو سمندر ختم ہو جائیں گے اور قلم (لکھتے لکھتے گھس کر) ٹوٹ جائیں گے۔ ﴿قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي﴾ ''پہلے اس کے کہ ختم ہوں میرے رب کی باتیں'' اور یہ بہت بڑی چیز ہے۔ مخلوق میں سے کوئی ہستی اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ ایک اور آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (لقمٰن: ۳۱/ ۲۷) ''زمین پر جتنے بھی درخت ہیں' اگر وہ سب قلم بن جائیں' سمندر' جیسے سات سمندر روشنائی مہیا کریں' دوات بن جائیں تب بھی اللہ کی باتیں لکھتے لکھتے ختم نہ ہوں گی' بے شک اللہ غالب' حکمت والا ہے''۔

یہ معانی کو ذہن کے قریب تر کرنے کا ایک اسلوب ہے کیونکہ یہ تمام اشیاء مخلوق ہیں اور تمام مخلوقات ختم ہونے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی جملہ صفات میں شمار ہوتا ہے اور اس کی صفات غیر مخلوق ہیں جن کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ پس جتنی بھی عظمتیں اور وسعتیں ہیں' جن کا تصور دلوں میں آ سکتا ہے' اللہ تعالیٰ ان سب سے بڑھ کر ہے۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کی باقی صفات کا معاملہ ہے' مثلاً: اللہ تعالیٰ کا علم' اس کی حکمت' اس کی قدرت اور اس کی رحمت ...... اگر زمین اور آسمان کی مخلوق میں سے تمام اولین و آخرین کے علم کو اکٹھا کر لیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کے مقابلے میں اتنا ہی قلیل ہے جتنا ایک چڑیا کی چونچ میں وہ پانی جو وہ ایک سمندر سے لیتی ہے۔ اس قطرہ آب کو جو نسبت عظیم سمندر سے ہے' وہی نسبت عام انسانوں کی صفت کو اللہ کی عظیم صفات سے ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ عظیم' لامحدود اور کامل صفات کا مالک ہے اور ہر چیز کی انتہا اللہ ہی کے پاس ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُو

(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے' یقیناً میں تو بشر ہوں تمہاری ہی طرح' وحی کی جاتی ہے میری طرف یہ کہ بلاشبہ تمہارا معبود' معبود ہے ایک ہی پس جو شخص ہے امید رکھتا

لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

ملاقات کی اپنے رب سے' تو چاہیے کہ وہ عمل کرے عمل صالح' اور نہ شریک ٹھہرائے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی ○

﴿قُلْ﴾ اے محمد (ﷺ) ان کفار سے کہہ دیجیے! ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ''میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم'' یعنی میں معبود نہیں' اقتدار الٰہی میں میرا کوئی حصہ ہے نہ میرے پاس کوئی علم غیب ہے اور نہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہی ہیں: ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ میں اپنے رب کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔ ﴿يُوحَىٰ﴾

﴿اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ''وحی آتی ہے مجھ پر کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے'' یعنی مجھے تم پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ میری طرف وحی کرتا ہے اور جلیل ترین وحی یہ ہے کہ اس نے تمہیں آگاہ کیا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے یعنی اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ کوئی ذرہ بھر عبادت کا مستحق ہے اور میں تمہیں ان اعمال کی دعوت دیتا ہوں جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب اور اس کے ثواب سے بہرہ ور کرتے ہیں اور تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کرتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا﴾ ''پس جس کو امید ہو اپنے رب سے ملاقات کی، سو وہ کرے نیک عمل۔'' اس سے مراد وہ اعمال ہیں جو واجب اور مستحب ہیں۔ ﴿وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ ''اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے'' یعنی اپنے اعمال میں ریا سے کام نہ لے بلکہ اس کے اعمال خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوں۔ یہی وہ چیز ہے جو اخلاص اور اتباع کی جامع ہے اور اسی سے مطلوب ثواب حاصل ہو سکتا ہے۔ اس طریقے کے سوا دیگر طریقوں کو اختیار کرنے والے لوگ اپنی دنیا و آخرت میں خائب و خاسر لوگ ہیں۔ جو اپنے آقا و مولا کے قرب اور اس کی رضا کے حصول سے محروم ہوں گے۔

تفسیر سُوْرَةُ مَرْيَم

سُوْرَةُ مَرْيَم (١٩) مَكِّيَّةٌ (٤٤) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ٩٨ رُكُوْعَاتُهَا ٦

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝١ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝٢ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝٣

کٓھٰیٰعٓصٓ ۝ (یہ) ذکر ہے رحمت کا آپکے رب کی، اپنے بندے زکریا پر ۝ جب پکارا تھا اس نے اپنے رب کو پکارنا آہستہ ۝

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ

زکریا نے کہا، اے میرے رب! بلاشبہ میں، کمزور ہوگئی ہیں ہڈیاں میری، اور بھڑک اٹھا ہے میرا سر بڑھاپے سے، اور نہیں ہوا میں (کبھی) تجھے پکار کر،

رَبِّ شَقِيًّا ۝٤ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ

اے میرے رب! محروم ۝ اور بلاشبہ میں ڈرتا ہوں اپنے وارثوں سے، اپنے پیچھے، اور ہے میری بیوی بانجھ، پس عطا کر تو مجھے

مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝٥ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۗ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝٦

اپنے پاس سے ایک وارث ۝ کہ وہ وارث ہو میرا، اور وارث ہو آل یعقوب کا، اور تو بنا اسے، اے میرے رب! پسندیدہ ۝

﴿ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا﴾ ''یہ آپ کے رب کی اپنے بندے زکریا پر رحمت کا ذکر ہے۔'' جو ہم آپ کے سامنے نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ کے نبی زکریا علیہ السلام کے احوال، ان کے آثار صالحہ اور مناقب جمیلہ کی معرفت حاصل ہوگی کیونکہ اس قصے میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت اور پیروی کرنے والوں کے لئے ایک نمونہ ہے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کی اپنے دوستوں پر رحمت کا مفصل ذکر اور اس

کے حصول کے اسباب کا بیان اللہ تعالیٰ کی محبت' اس کے ذکر کی کثرت' اس کی معرفت اور اس تک پہنچانے والے اسباب کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنی رسالت کے لئے چن لیا اور انہیں اپنی وحی کے لئے مختص کر لیا۔ انہوں نے اس ذمہ داری کو اسی طرح ادا کیا جس طرح دیگر انبیاء ومرسلین نے ادا کیا۔ بندوں کو اپنے رب کی طرف دعوت دی اور انہیں وہ تعلیم دی جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی تھی۔ اپنی زندگی میں اور اپنی موت کے بعد ان کی اسی طرح خیر خواہی کی جیسے ان کے برادران دیگر انبیاء ومرسلین اور ان کے متبعین نے کی تھی۔

جب انہوں نے اپنے آپ کو کمزور ہوتے ہوئے دیکھا تو انہیں اس بات کا خدشہ لاحق ہوا کہ وہ اس حال میں وفات پا جائیں گے کہ بندوں کو ان کے رب کی طرف دعوت دینے اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرنے میں ان کی نیابت کرنے والا کوئی نہ ہوگا...... تو انہوں نے اپنے رب کے پاس اپنی ظاہری اور باطنی کمزوری کا شکوہ کیا اور اسے چپکے چپکے پکارا تا کہ یہ دعا اخلاص کے لحاظ سے اکمل وافضل ہو۔ انہوں نے عرض کی: ﴿رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي﴾ ''اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں'' اور جب ہڈیاں' جو کہ بدن کا سہارا ہیں' کمزور ہو جاتی ہیں تو دیگر تمام اعضاء بھی کمزور پڑ جاتے ہیں۔ ﴿وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا﴾ ''اور بھڑ کا سر بڑھاپے سے'' کیونکہ بڑھاپا ضعف اور کمزوری کی دلیل' موت کا ایلچی اور اس سے ڈرانے والا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے ضعف اور عجز کو اللہ کی طرف وسیلہ بنایا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ محبوب ترین وسیلہ ہے کیونکہ یہ بندے کے اپنی قوت واختیار سے براءت اور دل کے اللہ تعالیٰ کی قوت واختیار پر بھروسہ کرنے کے اظہار پر دلالت کرتا ہے۔

﴿وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ ''اور تجھ سے مانگ کر اے رب' میں کبھی محروم نہیں رہا'' یعنی اے میرے رب! تو نے کبھی بھی میری دعا کو قبولیت سے محروم کر کے مجھے خائب و خاسر نہیں کیا بلکہ تو مجھے ہمیشہ عزت واکرام سے نوازتا اور میری دعا کو قبول کرتا رہا ہے۔ تیرا لطف وکرم ہمیشہ مجھ پر سایہ فگن رہا اور تیرے احسانات مجھ تک پہنچتے رہے۔ یہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنی گزشتہ دعاؤں کی قبولیت کو بارگاہ الٰہی میں بطور وسیلہ پیش کیا۔ پس حضرت زکریا علیہ السلام نے اس ہستی سے سوال کیا جس نے ماضی میں ان کو احسانات سے نوازا کہ وہ آئندہ بھی انہیں اپنی عنایات سے نوازے۔ ﴿وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي﴾ ''اور میں ڈرتا ہوں بھائی بندوں سے اپنے پیچھے'' یعنی مجھے خدشہ ہے کہ میری موت کے بعد بنی اسرائیل پر کون مقرر ہوگا؟ وہ تیرے دین کو اس طرح قائم نہیں کر سکیں گے جس طرح قائم کرنے کا حق ہے اور وہ تیرے بندوں کو تیری طرف دعوت نہیں دیں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو بنی اسرائیل میں کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آ رہا تھا جس میں یہ لیاقت ہو کہ وہ ان کی دینی سربراہی کی ذمہ داری اٹھا سکے۔ اس سے حضرت زکریا علیہ السلام کی شفقت اور خیر خواہی کا اظہار ہوتا ہے نیز

اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے' کہ آپ کو بیٹے کی طلب عام لوگوں کے مانند نہ تھی' جس میں مجرد دنیاوی مصلحتیں مقصود ہوتی ہیں۔ آپ کی طلب تو صرف دینی مصالح کی بنا پر تھی آپ کو خدشہ تھا کہ کہیں دین ضائع نہ ہو جائے اور آپ کسی دوسرے کو اس منصب کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا گھرانہ مشہور دینی گھرانوں میں سے تھا اور رسالت و نبوت کا گھر شمار ہوتا تھا اور اس گھرانے سے ہمیشہ بھلائی کی امید رکھی جاتی تھی' اس لیے حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی کہ وہ انہیں بیٹا عطا کرے جو ان کے بعد دینی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھا سکے۔

انہوں نے شکوہ کیا کہ ان کی بیوی بانجھ ہے اور وہ بچہ جننے کے قابل نہیں اور وہ خود بھی بہت بوڑھے ہو گئے ہیں اور ایسی عمر میں داخل ہو گئے ہیں کہ جس میں شہوت اور اولاد کا وجود بہت نادر ہے۔ انہوں نے عرض کی: ﴿فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا﴾ ''سو عطا کر تو مجھ کو اپنی طرف سے ایک معاون'' اور یہ ولایت' دینی ولایت ہے اور نبوت' علم اور عمل کی میراث ہے' اس لئے فرمایا: ﴿يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾ ''جو وارث ہو میرا اور وارث ہو یعقوب کی اولاد کا اور کر اس کو اے میرے رب پسندیدہ'' یعنی اسے نیک بندہ بنا جس سے تو راضی ہو اور تو اسے اپنے بندوں کا محبوب بنا دے۔ غرضیکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے صالح بیٹے کی دعا کی جو ان کے مرنے کے بعد باقی رہے' جو ان کا ولی اور وارث بنے' اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے نزدیک نہایت پسندیدہ اور نبی ہو۔ یہ اولاد کی بہترین صفات ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر بے پایاں رحمت ہے کہ وہ اسے ایسا نیک بیٹا عطا کرے جو مکارم اخلاق اور قابل ستائش عادات کا جامع ہو۔

يَٰزَكَرِيَّآ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَٰمٍ ٱسْمُهُۥ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُۥ مِن قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾ قَالَ

اے زکریا! بے شک ہم خوشخبری دیتے ہیں تجھے ایک لڑکے کی، کہ نام اسکا ہے یحییٰ نہیں بنایا ہم نے اسکا، پہلے اس سے، کوئی ہم نام ○ زکریا نے کہا،

رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِى غُلَٰمٌ وَكَانَتِ ٱمْرَأَتِى عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ ٱلْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾

اے میرے رب! کیسے ہو گا میرے لیے لڑکا جبکہ ہے میری بیوی بانجھ، اور تحقیق پہنچ چکا ہوں میں بڑھاپے کی آخری حد کو؟ ○

قَالَ كَذَٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ

کہا (فرشتے نے بات) اسی طرح ہے (لیکن) کہا تیرے رب نے، وہ مجھ پر آسان ہے، اور تحقیق پیدا کیا میں نے تجھے پہلے اس سے،

وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ ٱجْعَل لِّىٓ ءَايَةً قَالَ ءَايَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ ٱلنَّاسَ

درآنحالیکہ نہیں تھا تو کچھ بھی ○ زکریا نے کہا، اے میرے رب! ٹھہرا دے میرے لئے کوئی نشانی، فرمایا، نشانی تیری یہ ہے کہ نہ بات کر سکے گا تو لوگوں سے

ثَلَٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِۦ مِنَ ٱلْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰٓ إِلَيْهِمْ

تین راتیں تندرستی کے باوجود ○ پس وہ نکلا اوپر اپنی قوم کے، حجرے سے، تو اس نے اشارہ کیا ان کی طرف

أَن سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿١١﴾

یہ کہ تم تسبیح بیان کرو صبح اور شام ○

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو فرشتوں کے توسط سے ''یحیٰ'' (علیہ السلام) کی خوشخبری سنائی اور اللہ تعالیٰ نے اس (بیٹے) کو ''یحیٰ'' کے نام سے موسوم کیا۔ اسم اپنے مسمی کے عین موافق تھا' چنانچہ یحیٰ علیہ السلام نے حسی زندگی بسر کی جس سے اللہ تعالیٰ کی عنایت کی تکمیل ہوئی اور آپ نے معنوی زندگی بھی بسر کی' وہ ہے وحی' علم اور دین کے ذریعے سے قلب وروح کی زندگی۔ ﴿لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا﴾ ''نہیں کیا ہم نے پہلے اس نام کا کوئی'' یعنی اس سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں حضرت یحیٰ علیہ السلام سے پہلے آپ جیسا کوئی نہیں بنایا' تب یہ ان کی کاملیت اور اوصاف حمیدہ سے ان کے متصف ہونے کی بشارت ہے' نیز یہ کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام اپنے سے پہلے تمام لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں...... مگر اس احتمال کے مطابق' اس عموم میں سے حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت نوح علیہم السلام اور ان جیسے دیگر انبیاء کرام کو مخصوص کرنا ہوگا جو قطعی طور پر حضرت یحیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔

جب ان کے پاس اس مولود کے بارے میں' جس کے لئے انہوں نے دعا مانگی تھی' خوشخبری آ گئی تو انہوں نے اس کو عجیب وغریب سمجھا اور تعجب کرتے ہوئے عرض کی: ﴿رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ﴾ ''اے رب! کہاں سے ہو گا میرے لیے لڑکا؟'' اور حال یہ ہے کہ مجھ میں اور میری بیوی میں بعض ایسے اسباب موجود ہیں جو اولاد کے وجود سے مانع ہیں۔ گویا آپ کی دعا کے وقت آپ کے سامنے یہ مانع متحضر نہ تھا اور اس کا سبب قلب میں وارد ہونے والے جذبے کی قوت اور بیٹے کی شدید خواہش تھی اور اس حال میں جب آپ کی دعا قبول ہوگئی تو آپ کو تعجب ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾ ''یوں ہی ہوگا' فرمادیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے'' یعنی وہ امر جو عادۃً اور مخلوق میں سنت الٰہی کے مطابق ناممکن ہے مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت تو اسے اسباب کے بغیر وجود میں لانے کی صلاحیت رکھتی ہے' اس لیے یہ اس کے لئے بہت آسان ہے۔ اس کو وجود میں لانا اس سے زیادہ مشکل نہیں جو اس سے قبل اس کو وجود میں لایا تھا' جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔

﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً﴾ ''زکریا نے کہا: اے رب! ٹھہرا دے میرے لیے کوئی نشانی'' یعنی جس سے میرا دل مطمئن ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر میں شک نہیں' بلکہ یہ ویسے ہی ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی تھی ﴿رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾ (البقرۃ:۲/۲۶۰) ''اے میرے رب! مجھے دکھا دے کہ تو کیسے مردوں کو زندہ کرے گا؟ فرمایا: کیا تو ایمان نہیں رکھتا؟ عرض کی کیوں نہیں' مگر یہ اس لئے پوچھا ہے تاکہ اطمینان قلب حاصل ہو۔'' پس ان کو اپنے علم میں اضافہ کی طلب تھی' انہیں علم الیقین کے بعد عین الیقین کے مقام پر پہنچنے کی خواہش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کرتے ہوئے ان کی دعا قبول فرمائی۔ ﴿قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا﴾ ''فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تو بات نہیں کرے گا لوگوں سے تین رات تک صحیح تندرست ہوتے ہوئے۔'' ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا: ﴿اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ

﴿ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا﴾ (آل عمران: ٣/ ٤١) ''تو بات نہیں کرے گا تین دن تک' مگر اشارے سے'' دونوں کا معنیٰ ایک ہے کیونکہ کبھی رات سے تعبیر کیا جاتا ہے کبھی دن سے' دونوں کا مقصد ایک ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تعجب خیز نشانیوں میں سے ہے کیونکہ تین دن تک' بغیر کسی بیماری اور نقص کے اور بغیر گونگا ہوئے بلکہ صحیح سلامت حالت میں بولنے سے عاجز ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے جو فطرت کے قوانین عادیہ کو توڑ سکتی ہے۔ بایں ہمہ حضرت زکریا علیہ السلام صرف اس کلام سے عاجز تھے جس کا تعلق انسانوں سے ہے۔ تسبیح اور ذکر وغیرہ سے یہ چیز مانع نہ تھی۔ بناء بریں ایک اور آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ﴾ (آل عمران: ٣/ ٤١) ''نہایت کثرت سے صبح وشام اپنے رب کا ذکر اور تسبیح کر'' پس ان کا دل مطمئن ہو گیا اور وہ اس عظیم بشارت سے خوش ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے' اس کی عبادت اور ذکر کے ذریعے سے اس کا شکر ادا کیا۔ پس وہ اپنی محراب میں معتکف ہو گئے اور وہاں سے وہ اپنی قوم کے سامنے آئے ﴿فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ﴾ اور انہیں حکم دیا یعنی اشارے اور رمز کے ساتھ: ﴿اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾ ''کہ صبح اور شام اللہ کی پاکیزگی بیان کرو'' کیونکہ یحییٰ علیہ السلام کی بشارت تمام لوگوں کے حق میں دینی مصلحت تھی۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ

(اللہ نے فرمایا) اے یحییٰ! پکڑ کتاب کو ساتھ قوت کے اور دیا ہم نے اسے حکم بچپن ہی میں ○ اور (دی ہم نے) شفقت اپنی طرف سے اور پاکیزگی،

وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ

اور تھا وہ نہایت پرہیزگار ○ اور نیکی کرنے والا ساتھ اپنے ماں باپ کے، اور نہیں تھا وہ سرکش، نافرمان ○ اور سلام ہے اس پر

يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ ع

جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے گا اور جس دن وہ اٹھایا جائے گا زندہ کر کے ○

گذشتہ کلام' حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت' ان کے شباب اور ان کی تربیت پر دلالت کرتا ہے۔ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام اس عمر کو پہنچ گئے جس عمر میں خطاب سمجھ میں آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ قوت یعنی کوشش اور اجتہاد کے ساتھ کتاب اللہ کو پکڑے رکھیں یعنی اس کے الفاظ کی حفاظت' اسکے معانی کے فہم اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل میں پوری کوشش اور اجتہاد سے کام لیں...... یہ ہے کتاب اللہ کو کامل طور پر پکڑنا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی' انہوں نے کتاب اللہ کی طرف توجہ کی' اسے حفظ کیا اور اس کا فہم حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی ذہانت و فطانت عطا کی جو کسی اور میں نہ تھی اس لئے فرمایا: ﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾ ''ہم نے اسے بچپن ہی سے احکام الٰہی اور ان کی حکمتوں کی معرفت سے نوازا' نیز ﴿وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا﴾ ''اور شفقت اپنی طرف سے'' یعنی رحمت اور رافت عطا کی جس کی بنا پر ان کے تمام امور آسان ہوئے' ان کے احوال کی اصلاح ہوئی اور

ان کے تمام اعمال درست ہوئے۔ ﴿ وَزَكٰوةً ﴾ ''اور ستھرائی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں گناہوں اور آفات سے پاک کیا۔ پس ان کا قلب پاک اور ان کی عقل صیقل ہوگئی اور یہ چیز تمام اوصاف مذمومہ اور اخلاق قبیحہ کے زائل ہونے اور اوصاف محمودہ اور اخلاق حسنہ میں اضافے کو متضمن ہیں۔

﴿ وَكَانَ تَقِيًّا ﴾ ''اور تھے وہ پرہیزگار'' یعنی مامورات کی تعمیل کرنے والے اور محظورات کو ترک کرنے والے تھے اور جو کوئی مومن اور متقی ہے وہ اللہ کا ولی اور اہل جنت میں سے ہوتا ہے وہ جنت جو متقین کے لئے تیار کی گئی ہے اور مومن متقی کو دنیاوی اور اخروی ثواب حاصل ہوتا ہے' جو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پر مرتب کر رکھا ہے۔

﴿ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ ﴾ ''اور تھے وہ نیکی کرنے والے اپنے ماں باپ کے ساتھ'' نیز یحییٰ علیہ السلام اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے یعنی ان کی نافرمانی کرنے والے اور ان کے ساتھ برائی سے پیش آنے والے نہ تھے بلکہ وہ قول و فعل کے ذریعے سے اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے تھے۔ ﴿ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴾ ''اور نہ تھے وہ سرکش' خودسر'' یعنی وہ تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روگردانی کرنے والے نہ تھے اور وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بڑا سمجھتے تھے نہ اپنے والدین سے بلکہ وہ متواضع' عاجز' مطیع اور ہمیشہ اللہ کی بارگاہ میں جھکنے والے تھے۔ پس وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے والے تھے' اس لئے ان کو اپنے تمام احوال میں' اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی حاصل تھی۔

﴿ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴾ ''اور سلام ہو ان پر جس دن پیدا ہوئے اور جس دن مریں گے اور جس دن اٹھ کھڑے ہوں گے زندہ ہو کر'' اور یہ ارشاد ان تینوں احوال میں شیطان' اس کے شر اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سلامتی کا تقاضا کرتا ہے' نیز اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ جہنم اور اس کی ہولناکیوں سے محفوظ اور اصحاب دار السلام میں سے ہیں..... اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں آپ پر' آپ کے والد پر اور تمام انبیاء و مرسلین پر۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے متبعین میں شامل کرے' وہ بڑا سخی اور نہایت کرم کرنے والا ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ

اور ذکر کیجیے کتاب میں مریم کا، جب علیحدہ ہوئی وہ اپنے گھر والوں سے ایسے مکان میں جو مشرقی جانب تھا○ پھر بنا لیا مریم نے

مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾

انکے آگے سے ایک پردہ پس بھیجا ہم نے اسکی طرف اپنی روح کو، سو شکل اختیار کی اس نے مریم کے سامنے ایک آدمی کامل کی○

قَالَتْ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ

کہا مریم نے، بلا شبہ میں پناہ پکڑتی ہوں رحمٰن کے ساتھ، تجھ سے، اگر ہے تو ڈرنے والا○ اس نے کہا، یقیناً میں بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کا،

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ

تاکہ عطا کروں تجھے (اللہ کے حکم سے) ایک لڑکا پاکیزہ○ مریم نے کہا، کیسے ہوگا میرے لیے لڑکا حالانکہ نہیں چھوا مجھے کسی بشر نے، اور نہیں ہوں میں

وقف لازم

بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ

بدکار○ فرشتے نے کہا،اسی طرح ہے (تو بچہ جنے گی) کہا ہے تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے،اور تا کہ بنائیں ہم اسے ایک نشانی لوگوں کے لیے

وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾

اور رحمت اپنی طرف سے اور ہے (یہ) معاملہ طے شدہ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد...... کہ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی عجیب نشانیوں میں سے ہے...... ایک اور قصہ بیان فرمایا جو اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ یہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف تدریج ہے۔﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ ﴾ ''اور ذکر کر کتاب میں'' یعنی قرآن کریم میں ﴿ مَرْيَمَ ﴾ مریم علیہا السلام کا۔ یہ مریم علیہا السلام کی سب سے بڑی فضیلت ہے کہ کتاب عظیم میں ان کا نام مذکور ہے جس کی مشرق و مغرب کے تمام مسلمان تلاوت کرتے ہیں۔ اس کتاب عظیم میں بہترین پیرائے میں ان کا ذکر اور ان کی مدح وثنا بیان کی گئی ہے یہ ان کے اچھے اعمال اور کوشش کامل کی جزا ہے، یعنی کتاب عظیم میں، حضرت مریم علیہا السلام کے بہترین حال کا ذکر کیجیے۔ جب ﴿ اِنْتَبَذَتْ ﴾ ''وہ جدا ہوئی'' یعنی جب مریم علیہا السلام اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر ﴿ مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴾ مشرقی جانب ایک مکان میں گوشہ نشیں ہو گئی تھیں۔﴿ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ﴾ ''پھر پکڑ لیا ان سے ورے ایک پردہ'' یعنی ایک پردہ ڈال لیا تھا جو لوگوں کی ملاقات سے مانع تھا۔

حضرت مریم علیہا السلام کا گوشہ نشیں ہونا، پردہ لٹکا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے الگ تھلگ ہو جانا، اخلاص، خشوع وخضوع اور اللہ تعالیٰ کے لئے تذلل کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت دراصل اس ارشاد الٰہی کی تعمیل ہے۔﴿ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ○ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾ (ال عمران:۳/ ۴۲-۴۳) ''جب فرشتوں نے (جناب مریم سے) کہا اے مریم! اللہ نے تجھے چن لیا، تجھے پاکیزگی عطا کی اور تجھے تمام جہانوں کی عورتوں پر ترجیح دے کر چن لیا۔ اے مریم! اپنے رب کی اطاعت کر، اس کے حضور سجدہ ریز ہو اور جھکنے والوں کے ساتھ تو بھی جھک۔''

﴿ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا ﴾ ''پس بھیجی ہم نے ان کی طرف اپنی روح'' یہاں روح سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔﴿ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴾ ''پس وہ ان کے سامنے پورا آدمی بن کر آیا'' یعنی ایک خوبصورت اور حسین و جمیل مرد کی شکل میں ظاہر ہوئے، جس میں کوئی عیب تھا نہ نقص، کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دیکھنے کی متحمل نہ تھیں۔ جب مریم علیہا السلام نے جبریل علیہ السلام کو اس حال میں دیکھا، جبکہ وہ اپنے گھر سے علیحدہ اور لوگوں سے الگ ہو کر گوشہ نشیں ہو گئی تھیں اور عزیز ترین لوگوں، یعنی اپنے گھر والوں سے بھی پردہ کر لیا تھا...... تو ڈر گئیں کہ وہ مرد ہے کہیں وہ ان کے بارے میں کوئی برا ارادہ نہ رکھتا ہو اور کہیں وہ ان کے ساتھ برائی سے پیش نہ

آ ئے تو انہوں نے اس سے اللہ کی پناہ مانگی اور اس سے کہنے لگیں: ﴿ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ ﴾ ’’میں رحمٰن کی کی پناہ مانگتی ہوں تجھ سے‘‘ یعنی میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتی ہوں اور اس کی رحمت کے سائے میں آتی ہوں کہ کہیں تو مجھے نقصان نہ پہنچائے۔ ﴿ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ﴾ ’’اگر تم متقی ہو۔‘‘ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہو اور اس کے تقویٰ کے مطابق عمل کرتے ہو تو مجھ سے کوئی تعرض نہ کرو۔

حضرت مریم علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی اور ساتھ ساتھ اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرایا اور اسے التزام تقویٰ کا حکم دیا جبکہ وہ تنہائی کی حالت میں تھیں، جوان تھیں اور لوگوں سے الگ تھلگ تھیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام بھی بشریت کے کامل روپ اور حیران کن حسن و جمال میں ظاہر ہوئے انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام سے کوئی تعرض کیا نہ کوئی ان سے بری بات کہی...... یہ تو حضرت مریم علیہا السلام کا خوف تھا اور یہ عفت کے بلند ترین درجے، شر اور اس کے اسباب سے بُعد کی دلیل ہے۔ یہ عفت...... خاص طور پر جبکہ تمام اسباب جمع ہوں اور گناہ سے کوئی مانع بھی موجود نہ ہو...... بہترین عمل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی ستائش کی۔ فرمایا: ﴿ وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا ﴾ (التحریم:١٢/٦٦) ’’اور مریم بنت عمران، جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی، ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَ جَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴾ (الانبیاء:٩١/٢١) ’’اور وہ (مریم علیہا السلام) جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی، ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی، پھر اسے اور اس کے بیٹے کو تمام جہانوں کے لئے نشانی بنا دیا۔‘‘

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی عفت کے عوض انہیں ایک بیٹا عطا کیا جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور اس کے رسولوں میں سے ایک رسول تھا۔ جب جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کی گھبراہٹ اور ان کا خوف دیکھا تو انہوں نے کہا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ﴾ ’’میں تو آپ کے رب کا قاصد ہوں‘‘ یعنی میرا کام اور میرا شغل تو آپ کے بارے میں اپنے رب کے حکم کو نافذ کرنا ہے۔ ﴿ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ﴾ ’’تا کہ دے جاؤں میں آپ کو ایک لڑکا ستھرا‘‘ یہ بیٹے اور اس کی پاکیزگی کی بہت بڑی بشارت ہے کیونکہ پاکیزگی، تمام خصائل مذمومہ سے تطہیر اور اوصاف حمیدہ سے متصف ہونے کو مستلزم ہے۔ پس حضرت مریم علیہا السلام باپ کے بغیر بیٹے کے وجود پر بہت متعجب ہوئیں اور کہنے لگیں: ﴿ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِیًّا ﴾ ’’کہاں سے ہوگا میرے لیے لڑکا اور نہیں چھوا مجھ کو آدمی نے اور میں بدکار بھی نہیں ہوں‘‘ اور بیٹے کا وجود اس کے بغیر ممکن نہیں۔ ﴿ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ ﴾ ’’جبریل نے کہا: یوں ہی ہے، آپ کے رب نے کہا، یہ مجھ پر آسان ہے، اور چاہتے ہیں ہم کہ بنائیں اس کو لوگوں کے لیے نشانی‘‘ کہ وہ نشانی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرے، نیز اس امر پر بھی کہ اسباب کی کوئی مستقل تاثیر نہیں، ان میں تاثیر صرف اللہ تعالیٰ کی

تقدیر سے ہے۔ پس وہ اپنے بندوں کو بعض اسباب کے خلاف خارق عادت واقعات کا مشاہدہ کراتا ہے تاکہ وہ اسباب پر نہ ٹھہر جائیں اور مسبب الاسباب اور ان کو مقدر کرنے والی ہستی کے افعال میں غور وفکر ترک نہ کریں۔ ﴿وَرَحۡمَةً مِّنَّا﴾ ''اور اپنی طرف سے رحمت'' تاکہ ہم اس کو خود اس کے لئے' اس کی والدہ کے لئے اور تمام لوگوں کے لئے رحمت بنائیں۔

ان کا خود اپنے لئے رحمت ہونا اس بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی وحی کے لئے مختص کیا اور آپ کو اپنی عنایات سے نوازا جس طرح اس نے اولوالعزم انبیاء ومرسلین کو نوازا۔ آپ کی والدہ کے لئے آپ کا رحمت ہونا یہ ہے کہ آپ کی وجہ سے آپ کی والدہ کو فخر' ثنائے حسن اور بڑے بڑے اخروی فوائد حاصل ہوئے۔ لوگوں کے لئے آپ کا رحمت ہونا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کے اندر اپنا رسول مبعوث کیا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتا ہے' ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے' وہ اس پر ایمان لاتے ہیں' اس کی اطاعت کرتے ہیں اور وہ دنیا وآخرت کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ ﴿وَكَانَ أَمۡرًا مَّقۡضِيًّا﴾ ''اور ہے یہ کام مقرر ہو چکا'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس حالت میں وجود میں آنا' اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے اور اس کی تقدیر کا نافذ ہونا ایک لابدی امر تھا۔ پس جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک ماری۔

فَحَمَلَتۡهُ فَانتَبَذَتۡ بِهِۦ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَأَجَآءَهَا ٱلۡمَخَاضُ إِلَىٰ جِذۡعِ ٱلنَّخۡلَةِ

پس حاملہ ہوگئی وہ ساتھ اسکے، پھر الگ ہوگئی وہ ساتھ اسکے ایک مکان دور والے میں ○ پس لے آیا اس (مریم) کو درد زہ طرف تنے کی کھجور کے،

قَالَتۡ يَٰلَيۡتَنِي مِتُّ قَبۡلَ هَٰذَا وَكُنتُ نَسۡيًا مَّنسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادَىٰهَا مِن تَحۡتِهَآ

تو اس نے کہا، اے کاش! میں مرجاتی پہلے اس سے اور ہو جاتی بھولی بسری ○ پس آواز دی فرشتے نے اسے، اسکے نیچے سے،

أَلَّا تَحۡزَنِي قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيٓ إِلَيۡكِ بِجِذۡعِ ٱلنَّخۡلَةِ تُسَٰقِطۡ

یہ کہ نہ غم کھا تو' تحقیق (جاری) کر دیا ہے تیرے رب نے' تیرے نیچے سے، ایک چشمہ ○ اور تو ہلا اپنی طرف تنے کو کھجور کے، وہ گرائے گا

عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِي وَٱشۡرَبِي وَقَرِّي عَيۡنًا ۖ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ ٱلۡبَشَرِ أَحَدًا

تجھ پر کھجور (عمدہ) تازہ پکی ہوئی ○ سو تو کھا اور پی اور ٹھنڈی کر آنکھیں (اپنی)، پس اگر دیکھے تو آدمیوں میں سے کسی کو

فَقُولِيٓ إِنِّي نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمَٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ أُكَلِّمَ ٱلۡيَوۡمَ إِنسِيًّا ﴿٢٦﴾

تو کہہ دینا، بے شک میں نے نذر مانی ہے رحمٰن کے لیے روزے کی' پس ہرگز نہیں کلام کروں گی میں آج کسی انسان سے (بھی) ○

جب حضرت مریم علیہا السلام کو حمل ٹھہر گیا تو وہ فضیحت اور رسوائی کے خوف سے لوگوں سے دور چلی گئیں ﴿مَكَانًا قَصِيًّا﴾ ''دور جگہ'' جب بچہ جننے کا وقت قریب آیا تو زچگی کی تکلیف نے ان کو کھجور کے نیچے پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔

جب حضرت مریم علیہا السلام کو زچگی کی تکلیف برداشت کرنا پڑی' کھانے پینے کی عدم موجودگی کی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اور سب سے بڑی بات یہ کہ لوگوں کی تکلیف دہ باتوں اور طعنوں سے دلی صدمہ پہنچا اور انہیں خوف ہوا کہ کہیں صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے...... تو انہوں نے تمنا کی کہ کاش وہ اس حادثہ سے پہلے ہی مرگئی ہوتیں' ان کو بھلا دیا جاتا اور ان کا کہیں تذکرہ تک نہ ہوتا۔ حضرت مریم علیہا السلام کی یہ تمنا ان کی گھبراہٹ کی بنا پر تھی اور اس آرزو اور تمنا میں ان کے لئے کوئی بھلائی تھی نہ مصلحت۔ بھلائی اور مصلحت تو صرف تقدیر کے مطابق اس چیز میں تھی جو انہیں حاصل ہوئی۔ اس وقت فرشتے نے ان کے دل کو تسلی دی اور اسے ثبات عطا کیا اور فرشتے نے ان کو نیچے سے پکارا۔ شاید یہ جگہ' جہاں سے فرشتے نے پکارا تھا' حضرت مریم علیہا السلام کی جگہ سے زیادہ نیچے تھی۔ فرشتے نے کہا: مت گھبرا اور نہ غم کر ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾ ''تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔'' یعنی تیرے نیچے نہر جاری کر دی ہے جس سے تو پانی پئے گی۔

﴿وَهُزِّيٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا﴾ ''اور ہلا اپنی طرف کھجور کا تنا' اس سے گریں گی تجھ پر پکی کھجوریں'' یعنی تازہ لذیذ اور فائدہ بخش کھجوریں۔ ﴿فَكُلِيْ﴾ یعنی کھجوریں کھا ﴿وَاشْرَبِيْ﴾ ''(اور اس نہر کا) پانی پی۔'' ﴿وَقَرِّيْ عَيْنًا﴾ ''(اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ دیکھ کر) اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر''۔ یہ زچگی کی تکلیف سے سلامتی اور لذیذ وخوشگوار ماکول ومشروب کی فراہمی کے پہلو سے' حضرت مریم علیہا السلام کے لئے اطمینان تھا۔ رہی لوگوں کی باتیں اور ان کے طعنے' تو فرشتے نے حضرت مریم علیہا السلام کو حکم دیا کہ وہ جب کسی آدمی کو دیکھیں تو اشارے سے اسے بتائیں: ﴿اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا﴾ ''میں نے نذر مانی ہے رحمٰن کے لیے روزے کی'' یعنی خاموش رہنے کی۔ ﴿فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا﴾ ''پس میں آج بات نہیں کروں گی کسی آدمی سے'' یعنی ان سے بات چیت نہ کرنا' تاکہ تم ان کی باتوں سے بچ سکو۔ ان کے ہاں معروف تھا کہ خاموشی ایک عبادت مشروعہ ہے۔

ان کو اپنی طرف سے اس معاملے کی نفی کے سلسلے میں لوگوں سے گفتگو نہ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ لوگ اس کو تسلیم نہیں کریں گے اور نہ اس میں کوئی فائدہ ہے' نیز یہ کہ ان کی براءت کا اظہار پنگوڑے کے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے ہونا ان کی براءت کی سب سے بڑی شہادت بن جائے کیونکہ عورت کا شوہر کے بغیر کسی بچے کو جنم دینا اور پھر اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ یہ بچہ کسی مرد کے چھوئے بغیر ہے' سب سے بڑا دعویٰ ہے۔ اگر اس دعویٰ کی تائید میں متعدد گواہ بھی موجود ہوں تب بھی اس دعوے کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا' اس لئے اس خارق عادت واقعہ کی تائید کے لئے' اسی جیسا ایک اور خارق عادت واقعہ پیش آیا اور وہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی انتہائی چھوٹی عمر میں کلام کرنا' بناء بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ

پس لے آئی مریم اس (بچے) کو اپنی قوم کے پاس اسے اٹھائے ہوئے، انہوں نے کہا اے مریم! تحقیق کیا ہے تو نے کام بہت برا ○ اے بہن ہارون کی!

مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ

نہ تھا تیرا باپ برا آدمی اور نہ تھی تیری ماں بدکار ○ پس مریم نے اشارہ کیا اس (بچے) کی طرف، انہوں نے کہا' کیسے

نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ

کلام کریں ہم اس سے جو ہے گود میں بچہ؟ ○ بچے نے کہا، بلاشبہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے دی ہے مجھے کتاب اور اس نے بنایا ہے مجھے

نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ

نبی ○ اور اس نے بنایا ہے مجھے بابرکت جہاں کہیں بھی میں ہوں، اور اس نے وصیت کی ہے مجھے نماز اور زکوۃ کی، جب تک میں رہوں

حَيًّا ﴿٣١﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ؗ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ

زندہ ○ اور (بنایا مجھے) نیکی کرنے والا ساتھ اپنی والدہ کے اور نہیں بنایا اس نے مجھے سرکش، بدبخت ○ اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا

وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾

اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں اٹھایا جاؤں گا زندہ کر کے ○

یعنی جب حضرت مریم علیہا السلام اپنے نفاس سے پاک ہوئیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر اپنی قوم میں تشریف لائیں' چونکہ انہیں اپنی براءت اور اپنی طہارت نفس کا علم تھا اس لئے انہوں نے کسی کی پروانہ کی۔ لوگوں نے باتیں بناتے ہوئے کہا: ﴿لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا﴾ ''تو نے بڑا عجیب کام کیا'' یعنی بہت نازیبا کام' اس سے ان کی مراد زنا تھا...... حالانکہ وہ اس سے پاک تھیں۔

﴿يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ﴾ ''اے ہارون کی بہن۔'' اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کا کوئی حقیقی بھائی تھا جس کی طرف ان کو منسوب کیا گیا۔ وہ انبیاء کے نام پر نام رکھا کرتے تھے۔ یہ ہارون' موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون بن عمران علیہ السلام نہیں ہیں کیوں کہ ان دونوں کی درمیان بہت صدیوں کا فاصلہ ہے۔ ﴿مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا﴾ ''تیرا باپ برا آدمی تھا نہ تیری ماں بدکار'' یعنی تمہارے والدین بہت نیک اور برائی سے بچے ہوئے تھے خاص طور پر اس برائی سے' جس کی طرف وہ اشارہ کر رہے تھے' محفوظ تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ تو نے کیونکر اس فعل بد کا ارتکاب کیا جس سے تمہارے والدین محفوظ تھے اور یہ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ غالب حالات میں' نیکی اور بدی کے معاملے میں' اولاد اپنے والدین سے اثر پذیر ہوتی ہے' چنانچہ لوگوں کو' ان کے دلوں میں جو بات راسخ تھی' اس کی وجہ سے تعجب ہوا کہ حضرت مریم علیہا السلام سے اس فعل بد کا کیسے ارتکاب ہو گیا؟ پس حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے بات کرو اور انہوں نے اس لیے اس طرف

اشارہ کیا کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ جب لوگ ان سے مخاطب ہوں تو تم کہہ دینا: ﴿ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ﴾ ''میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے روزے کی منت مانی ہے تو آج میں کسی آدمی سے ہرگز کلام نہ کروں گی۔'' جب انہوں نے لوگوں کو اشارہ کیا کہ وہ اس (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) سے کلام کریں تو لوگوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور انہوں نے کہا: ﴿ كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴾ ''ہم کیوں کر کلام کریں اس سے کہ ہے وہ گود میں بچہ'' کیونکہ یہ عام طور پر عادت جاریہ نہیں اور نہ کسی نے اس عمر میں کلام کیا ہے۔

اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام' پنگوڑے میں سے بولے: ﴿ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ﴾ ''بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں'' آپ علیہ السلام نے ان کو اپنے وصف عبودیت سے آگاہ فرمایا اور ان پر واضح کیا کہ وہ کسی ایسی صفت کے حامل نہیں جو انہیں الوہیت یا اللہ کا بیٹا ہونے کا مستحق بنا دے۔ اللہ تعالیٰ ان عیسائیوں کے قول سے بالا و برتر ہے۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے قول: ﴿ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ﴾ ''میں اللہ کا بندہ ہوں۔'' کی صریحاً مخالفت کرتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ وہ آپ علیہ السلام کی موافقت کرتے ہیں۔ ﴿ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ ﴾ ''دی اس نے مجھے کتاب'' یعنی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ مجھے کتاب عطا کرے گا ﴿ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴾ ''اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آگاہ فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو کتاب کی تعلیم دی اور انہیں جملہ انبیاء میں شامل کیا اور یہ ان کا کمالِ نفس ہے' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے دوسروں کی تکمیل کا ذکر فرمایا: ﴿ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ﴾ ''اور بنایا مجھ کو برکت والا' جس جگہ بھی میں ہوں'' یعنی ہر جگہ اور ہر زمانے میں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھلائی کی تعلیم' بھلائی کی طرف دعوت' شر سے ممانعت' اپنے اقوال و افعال میں اللہ تعالیٰ کی دعوت کی توفیق عطا فرما کر بابرکت بنایا ہے' لہٰذا جو کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت اختیار کرتا تھا وہ آپ کی برکت اور سعادت سے بہرہ ور ہوتا تھا۔ ﴿ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴾ ''اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور زکوٰۃ کی' جب تک ہوں میں زندہ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے حقوق ادا کرنے کی وصیت کی ہے' جن میں سب سے بڑا حق نماز ہے اور بندوں کے حقوق پورا کرنے کی وصیت کی ہے جن میں سب سے زیادہ جلیل القدر حق زکوٰۃ ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں زندگی بھر یہ کام کرتا رہوں۔ پس میں اپنے رب کا حکم مانتا' اس کی وصیت پر عمل کرتا اور اس کو نافذ کرتا رہوں گا' نیز اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ وصیت بھی کی ہے کہ میں اپنی ماں کی اطاعت کروں' اس کے ساتھ خوب احسان کروں اور اس کے حقوق پورے کروں' کیونکہ اسے شرف اور فضیلت حاصل ہے' نیز وہ ماں ہے اس لئے وہ جنم دینے کی بنا پر مجھ پر ولادت کا حق اور اس کے تابع دیگر حقوق رکھتی ہے۔

﴿ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا ﴾ ''اور نہیں بنایا اس نے مجھے سرکش'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کے حضور تکبر کرنے والا اور بندوں سے اپنے آپ کو بڑا اور بلند سمجھنے والا نہیں ہوں۔ ﴿ شَقِیًّا ﴾ یعنی میں دنیا و آخرت میں بدبخت نہیں ہوں۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا اطاعت شعار، اپنے سامنے جھکنے والا، عاجزی اور تذلل اختیار کرنے والا، اللہ کے بندوں کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آنے والا اور دنیا و آخرت میں سعادت سے بہرہ مند ہونے والا بنایا۔ مجھے بھی اور میرے پیروکاروں کو بھی۔ پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمال اور ان کے قابل ستائش خصائل کی تکمیل ہو گئی تو انہوں نے فرمایا: ﴿ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴾ ''اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر'' یعنی میرے رب کے فضل و کرم سے جس روز میری ولادت ہوئی، جس روز میں مروں اور جس روز مجھے اٹھایا جائے گا، مجھے ہر قسم کے شر، شیطان اور عذاب سے سلامتی حاصل ہے۔ یہ سلامتی ہر قسم کے خوف، فاجروں کے گھر سے سلامتی اور دارالسلام کے مستحق ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ پس یہ ایک عظیم معجزہ اور اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ درحقیقت اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ

یہ ہے عیسیٰ بن مریم، بات حق کی، وہ جس میں وہ لوگ شک کرتے ہیں ○ نہیں ہے لائق واسطے اللہ کے، یہ کہ بنائے وہ

مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ ۭ

کوئی اولاد، پاک ہے وہ، جب فیصلہ کرتا ہے وہ کسی کام کا تو صرف یہی کہتا ہے اس کے لیے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے ○

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾

اور بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب، سو تم اسی کی عبادت کرو، یہی ہے راہ سیدھی ○

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان صفات سے متصف ہیں اس میں کوئی شک و شبہ نہیں بلکہ یہ قول حق اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جس سے زیادہ سچی اور اچھی کسی اور کی بات نہیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت دی ہوئی خبر، علم یقینی ہے اور اس کے خلاف جو کچھ کہا گیا ہے وہ قطعی طور پر باطل ہے۔ اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قائل کا محض شک ہے جو علم سے بے بہرہ ہے، اس لئے ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴾ ''جس میں لوگ جھگڑتے ہیں'' یعنی شک کرتے ہیں اور شک کی بنیاد پر جھگڑتے اور اندازوں کی بنیاد پر بحث کرتے ہیں...... ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ ہیں، یا اللہ کے بیٹے ہیں یا تین میں سے ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی افتراء پردازی سے بہت بلند اور بالاتر ہے۔

﴿ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ﴾ ''نہیں لائق اللہ کے کہ پکڑے وہ اولاد'' یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کے لائق ہی نہیں، کیونکہ یہ ایک امر محال ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور قابل ستائش ہے وہ تمام مملکتوں کا مالک ہے۔ پس وہ اپنے بندوں اور غلاموں کو کیسے اولاد بنا سکتا ہے؟ ﴿ سُبْحٰنَهٗ ﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر نقص اور بیٹے کی حاجت سے

پاک اور مقدس ہے۔ ﴿اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا﴾ یعنی جب بھی اللہ تعالیٰ چھوٹے یا بڑے معاملے کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ معاملہ اس کے لئے مشکل اور ممتنع نہیں ہوتا۔ ﴿فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''تو وہ صرف یہی کہتا ہے کہ ہو جا' پس وہ ہو جاتا ہے'' جب اس کی قدرت اور مشیت تمام عالم علوی اور سفلی پر نافذ ہے تو اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ اور جب وہ کسی چیز کے وجود کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اتنا کہتا ہے (کُنْ) ''ہو جا'' (فَیَکُوْنُ) ''تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔'' تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے وجود میں لانا کون سا مشکل کام ہے؟ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارے میں آگاہ فرمایا کہ وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جس طرح دوسری مخلوق ہے۔ فرمایا: ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ﴾ ''بے شک اللہ رب ہے میرا اور رب ہے تمہارا'' جس نے ہمیں پیدا کیا' ہماری صورت گری کی' ہم میں اس کی تدبیر نافذ ہوئی اور ہم میں اس کی تقدیر نے تصرف کیا۔ ﴿فَاعْبُدُوْهُ﴾ ''پس تم اسی کی عبادت کرو'' یعنی عبادت کو صرف اسی کے لئے خالص کرو اور اس کی طرف انابت اور رجوع میں جدوجہد کرو۔ اس میں توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کا اقرار اور توحید ربوبیت کے ذریعے سے توحید الوہیت پر استدلال ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ ''یہ ہے راستہ سیدھا'' یعنی یہی اعتدال کا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے کیونکہ یہ انبیاء و مرسلین اور ان کے متبعین کا راستہ ہے اس کے سوا ہر راستہ گمراہی کا راستہ ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾

پھر اختلاف کیا (ان) گروہوں نے آپس میں پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا حاضری سے، بڑے دن (قیامت) کی ○

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾

کیا ہی خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے وہ لوگ، جس دن وہ آئیں گے ہمارے پاس! لیکن (وہ) ظالم لوگ آج کے دن صریح گمراہی میں ہیں ○

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا حال بیان فرما دیا جس میں کوئی شک اور شبہ نہیں تو آگاہ فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر فرقے اور گروہ جو گمراہی کے راستے پر گامزن ہیں' اپنے اپنے طبقات کے اختلاف کے مطابق' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس بارے میں ایک گروہ افراط اور غلو میں مبتلا ہے تو دوسرا ان کی شان میں تنقیص اور تفریط کرنے والا ہے۔ پس ان میں سے کچھ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ مانتے ہیں۔ بعض ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے ہیں' بعض کہتے ہیں وہ تین میں سے ایک ہیں' بعض ان کو رسول بھی تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ بہتان طرازی کرتے ہیں کہ وہ (معاذ اللہ) ولد الزنا ہیں...... مثلاً: یہودی وغیرہ۔

ان تمام گروہوں کے اقوال باطل اور ان کی آراء فاسد ہیں جو شک وعناد' بے بنیاد شبہات اور انتہائی بودے دلائل پر مبنی ہیں۔ اس قبیل کے تمام لوگ انتہائی سخت وعید کے مستحق ہیں' اسی لئے فرمایا: ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''پس ہلاکت ہے کافروں کے لیے'' جو اللہ' اس کے رسول اور اس کی کتابوں کا انکار کرتے ہیں' ان میں یہود اور

نصاریٰ دونوں شامل ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کفریہ کلمات کہتے ہیں: ﴿ مِنۡ مَّشۡهَدِ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴾ ''بڑے دن کی حاضری سے'' یعنی قیامت کے روز جب اولین و آخرین سب حاضر ہوں گے زمین اور آسمانوں کے تمام رہنے والے خالق اور مخلوق موجود ہوں گے اس وقت بے شمار زلزلے ہوں گے اور اعمال کی جزا پر مشتمل ہولناک عذاب ہوں گے تب ان کا وہ سب کچھ ظاہر ہو جائے گا جو کچھ وہ چھپاتے یا ظاہر کیا کرتے تھے۔ ﴿ اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ يَوۡمَ يَاۡتُوۡنَنَا ﴾ ''کیا خوب وہ سننے والے اور دیکھنے والے ہوں گے جس دن آئیں گے وہ ہمارے پاس'' اس روز وہ خوب سنیں گے اور خوب دیکھیں گے۔ پس وہ اپنے کفر و شرک پر مبنی اقوال و نظریات کا اقرار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ رَبَّنَاۤ اَبۡصَرۡنَا وَسَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا اِنَّا مُوۡقِنُوۡنَ ﴾ (السجدۃ: ۱۲/۳۲) ''اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ پس ہمیں دنیا میں واپس بھیج تاکہ ہم نیک عمل کریں اب ہمیں یقین آ گیا۔'' پس قیامت کے روز اس حقیقت کا یقین آ جائے گا جس میں وہ مبتلا ہوں گے۔

﴿ لٰكِنِ الظّٰلِمُوۡنَ الۡيَوۡمَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴾ ''لیکن ظالم لوگ آج صریح گمراہی میں ہیں۔'' اس گمراہی کا ان کے پاس کوئی عذر نہ ہو گا کیونکہ ان میں سے کچھ لوگ' بصیرت کے ساتھ حق کو پہچان کر عناد کی بنا پر روگردانی کرتے ہوئے گمراہ ہوئے ہیں اور کچھ لوگ حق و صواب کو پہچاننے کی قدرت رکھنے کے باوجود' راہ حق سے بھٹک گئے اور اپنی گمراہی اور بداعمالیوں پر راضی ہیں اور باطل میں سے حق کو پہچاننے کی کوشش نہیں کرتے۔ غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے ﴿ فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ ﴾ کہنے کے بعد کیسے فرمایا: ﴿ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ﴾ اور (فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ) نہیں فرمایا کیونکہ اس صورت میں ضمیر کا مرجع ''الاحزاب'' ہوتا اور ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کرنے والے گروہوں میں سے ایک گروہ حق و صواب پر تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتا تھا: ''وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔'' پس وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی۔ یہ لوگ مومن ہیں اور اس وعید میں داخل نہیں ہیں' اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے صرف کفار کو اس وعید کے ساتھ مختص فرمایا ہے۔

وقف لازم

وَاَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِىَ الۡاَمۡرُ‌ۘ وَهُمۡ فِىۡ غَفۡلَةٍ وَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۹﴾

اور آپ ڈرائیں انہیں روز حسرت سے، جب فیصلہ کیا جائے گا (ہر) معاملے کا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ نہیں ایمان لاتے ○

اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ الۡاَرۡضَ وَمَنۡ عَلَيۡهَا وَاِلَيۡنَا يُرۡجَعُوۡنَ ﴿۴۰﴾ ع

ع ۵

بلاشبہ ہم ہی وارث ہونگے زمین کے اور ان کے جو اس پر (رہنے والے) ہیں، اور ہماری ہی طرف وہ لوٹائے جائیں گے ○

کسی خوفناک معاملے میں' ترہیب کے پہلو سے اس کی صفات بیان کر کے آگاہ کرنا ''انذار'' ہے۔ اور وہ معاملہ جس کے بارے میں بندوں کو سب سے زیادہ ڈرایا جانا چاہیے وہ ''حسرت کا دن'' ہے جب فیصلہ کیا جائے گا۔ پس اولین و آخرین ایک ہی جگہ اکٹھے کئے جائیں گے اور ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس

جو کوئی اللہ پر ایمان لایا اور اس کے رسولوں کی اتباع کرتا رہا تو وہ ابدی سعادت سے بہرہ مند ہوگا اس کے بعد کبھی اسے بدبختی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لایا اور اس کے رسولوں کی پیروی نہ کی تو وہ بدبختی میں پڑے گا اور اس کے بعد نیک بختی اس کے حصے میں نہیں آئے گی اور اس نے اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈال دیا۔ پس اس وقت حسرت اور ندامت سے دل پارہ پارہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت سے محرومی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم کے استحقاق سے بڑھ کر کون سی حسرت ہو سکتی ہے' جہاں دوبارہ عمل کرنے کے لئے واپسی ممکن نہ ہو اور دنیا میں دوبارہ آ کر اپنے احوال کے بدلنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔

یہ سب کچھ انہیں پیش آئے گا مگر ان کی حالت یہ ہے کہ وہ دنیا میں اس عظیم معاملے کے بارے میں غفلت میں پڑے ہوئے ہیں' اس کے بارے میں انہیں کبھی خیال ہی نہیں آیا اور اگر انہیں کبھی خیال آیا بھی ہے تو وہ بھی غفلت میں۔ غفلت نے ان کو گھیر رکھا ہے اور مدہوشی ان پر غالب ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں نہ اس کے رسولوں کی اتباع کرتے ہیں۔ ان کی دنیا نے ان کو غافل کر دیا' ان کے اور ان کے ایمان کے درمیان ختم ہو جانے والی فانی شہوات حائل ہو گئیں۔

یہ دنیا اور اول سے لے کر آخر تک دنیا کی تمام چیزیں دنیا داروں کو چھوڑ جائیں گی اور وہ دنیا کو چھوڑ کر چل دیں گے اور زمین اور اس میں موجود تمام چیزوں کا وارث اللہ تعالیٰ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی طرف لوٹائے گا اور ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ وہ ان اعمال میں خسارہ اٹھائیں گے یا نفع میں رہیں گے' لہٰذا جو کوئی نیک کام کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کرنی چاہیے اور جس کے اعمال اس سے مختلف ہیں اسے اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہیں کرنی چاہیے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ۚ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ

اور ذکر کیجئے کتاب میں ابراہیم کا، بے شک وہ تھا نہایت سچا، نبی ○ جب اس نے کہا اپنے باپ سے، اے میرے باپ! کیوں

تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ

عبادت کرتا ہے تو اس کی جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ وہ کام آئے تیرے کچھ بھی ○ اے میرے باپ! بے شک میں، تحقیق آیا ہے میرے پاس

مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ

وہ علم جو نہیں آیا تیرے پاس، پس تو پیروی کر میری، میں بتلاؤں گا تجھے راہ سیدھی ○ اے میرے باپ! مت عبادت کر تو شیطان کی،

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ

بلاشبہ شیطان ہے رحمٰن کا بہت نافرمان ○ اے میرے باپ! بے شک میں ڈرتا ہوں اس بات سے کہ پہنچے تجھے عذاب

مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ

رحمٰن کی طرف سے پس ہو جائے تو شیطان کا دوست ○ اس (آزر) نے کہا، کیا بے رغبتی کرتا ہے تو میرے معبودوں سے' اے ابراہیم؟

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ

البتہ اگر نہ باز آیا تو اس سے، تو البتہ ضرور سنگسار کر دوں گا میں تجھے، اور چھوڑ جا مجھے لمبا عرصہ ○ ابراہیم نے کہا، سلام ہو تجھ پر

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ

ضرور بخشش مانگوں گا تیرے لیے اپنے رب سے، بلاشبہ وہ ہے مجھ پر نہایت مہربان ○ اور میں کنارہ کش ہوتا ہوں تم سے اور ان سے جنھیں تم پکارتے ہو،

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ڮ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا

سوائے اللہ کے، اور میں پکارتا ہوں اپنے رب کو، امید ہے کہ نہیں ہوں گا میں پکار کر اپنے رب کو محروم ○ پس جب

اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا

وہ کنارہ کش ہو گیا ان سے اور ان سے بھی جنکی وہ عبادت کرتے تھے سوائے اللہ کے، تو عطا کیے ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب اور ہر ایک کو

جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع

بنایا ہم نے نبی ○ اور نوازا ہم نے انھیں اپنی رحمت سے اور کر دیا ہم نے انکے لیے سچائی کی زبان (ان کے ذکر خیر) کو بلند ○

تمام کتابوں میں سب سے زیادہ جلیل القدر، سب سے افضل اور سب سے زیادہ بلند مرتبے والی کتاب، یہ کتاب مبین اور ذکر حکیم یعنی قرآن مجید ہے۔ اگر اس میں خبریں بیان کی گئی ہیں تو یہ خبریں سب سے زیادہ سچی، سب سے زیادہ حق اور سب سے زیادہ نفع مند ہیں۔ اگر اس میں اوامر و نواہی کا تذکرہ ہے تو یہ اوامر و نواہی سب سے زیادہ قدر و قیمت کے حامل اور سب سے زیادہ عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔ اگر اس میں سزا و جزا اور وعدے وعید کا ذکر کیا گیا ہے تو وہ سب سے زیادہ سچی خبر اور سب سے زیادہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کے عدل و فضل پر سب سے زیادہ دلالت کرتی ہے اور اگر اس میں انبیاء و مرسلین کا ذکر ہے تو اس میں مذکور یہ مقدس ہستیاں دیگر تمام لوگوں سے کامل اور افضل ہیں۔ بناء بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان انبیائے کرام کے واقعات بیان کیے ہیں اور ان کا بار بار اعادہ کیا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں پر فضیلت عطا کی اور انھیں قدر و منزلت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی محبت، اس کی طرف انابت، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور اس راستے میں اذیتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند درجات عطا کیے اور انھیں مقامات فاخرہ اور منازل عالیہ سے نوازا۔

پس اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کا ذکر فرمایا اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ وہ بھی ان کا ذکر کریں کیونکہ ان کے تذکرے میں اللہ تعالیٰ کی بھی تعریف ہے اور ان کی مدح ستائش کا اظہار اور ان پر اس کے فضل و کرم کا بیان بھی ہے، نیز اس میں ان پر ایمان لانے، ان کے ساتھ محبت کرنے اور ان کی پیروی کرنے کی ترغیب ہے۔ فرمایا: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ڛ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾ ”اور یاد کرو کتاب میں ابراہیم کو،

بے شک وہ سچے نبی تھے۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیک وقت صدیقیت اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔ صِدیق' بہت راست باز شخص کو کہا جاتا ہے۔ پس وہ اپنے اقوال' افعال اور احوال میں سچا ہونے کے ساتھ ساتھ ہر اس چیز کی بھی تصدیق کرتا ہے جس کی تصدیق کا اس کو حکم دیا جاتا ہے اور یہ خوبی مستلزم ہے اس عظیم علم کو جو دل کی گہرائیوں تک پہنچتا اور اس پر اثر انداز ہوتا ہے' نیز یقین اور کامل عمل صالح کا موجب ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انبیاء و مرسلین میں افضل ہیں۔ وہ تمام اصحاب فضیلت گروہوں کے تیسرے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت کو نبوت اور کتاب سے نوازا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی پھر اس راستے میں پیش آنے والی اذیتوں اور بڑی بڑی تعذیب پر صبر کیا۔ انہوں نے قریب اور بعید' سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور اپنے باپ کو' جیسے بھی ممکن ہوا' اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کی بھرپور جدوجہد کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بحث و تکرار کا ذکر کیا جو انہوں نے اپنے باپ سے کی۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ﴾ ''جب انہوں نے کہا اپنے باپ سے'' یعنی بتوں کی عبادت کی قباحت بیان کرتے ہوئے اپنے باپ سے کہا: ﴿يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا﴾ یعنی آپ ان بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو اپنی ذات اور افعال میں ناقص ہیں' جو سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں' جو اپنے عبادت گزار کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان' بلکہ وہ خود اپنے آپ کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور نہ اپنی ذات سے کوئی چیز دور ہٹانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ پس یہ اس حقیقت پر ایک روشن دلیل ہے کہ ایسی ہستی کی عبادت کرنا' جو اپنی ذات اور اپنے افعال میں ناقص ہے' عقل اور شرع کے اعتبار سے قبیح ہے۔ اس کی تنبیہ اور اس کا اشارہ دلالت کرتا ہے کہ عبادت صرف اسی ہستی کی واجب اور مستحسن ہے جو کمال کی مالک ہے' جس کے سوا بندے کہیں سے نعمتیں حاصل نہیں کر سکتے' جس کے سوا کوئی اور ہستی ان سے کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتی اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات۔

﴿يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ﴾ یعنی ابا جان! مجھے حقیر نہ جانیں اور یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کا بیٹا ہوں اور یہ کہ جو کچھ آپ کے پاس ہے وہ میرے پاس نہیں بلکہ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علم عطا کیا ہے جو آپ کو عطا نہیں کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کا مقصد یہ کہنا تھا کہ ﴿فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾ ''آپ میری پیروی کریں میں دکھلاؤں گا آپ کو سیدھا راستہ'' یعنی سیدھا اور معتدل راستہ اور وہ ہے اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تمام احوال میں اس کی اطاعت کرنا۔ اس خطاب میں جو لطف و کرم اور جو نرمی ہے وہ مخفی نہیں۔ آپ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ ''ابا جان میں عالم ہوں اور آپ جاہل ہیں'' یا ''آپ کے پاس کوئی علم نہیں'' آپ علیہ السلام نے اس پیرائے میں گفتگو فرمائی ''میرے پاس اور آپ کے پاس علم ہے مگر جو علم مجھ

تک پہنچا ہے وہ آپ تک نہیں پہنچا' اس لئے آپ کے لئے مناسب یہی ہے کہ آپ دلیل کی پیروی کریں اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔''

﴿ يَٰٓأَبَتِ لَا تَعۡبُدِ ٱلشَّيۡطَٰنَ ﴾ ''ابا جان! شیطان کی عبادت نہ کریں'' کیونکہ جس نے غیر اللہ کی عبادت کی اس نے شیطان کی عبادت کی جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ أَلَمۡ أَعۡهَدۡ إِلَيۡكُمۡ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ أَن لَّا تَعۡبُدُواْ ٱلشَّيۡطَٰنَۖ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوّٞ مُّبِينٞ ﴾ (یٰس: ۳۶/ ۶۰) ''اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' ﴿ إِنَّ ٱلشَّيۡطَٰنَ كَانَ لِلرَّحۡمَٰنِ عَصِيّٗا ﴾ ''بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے'' پس جو کوئی شیطان کے نقش قدم کی پیروی کرتا ہے وہ شیطان کا دوست' اور شیطان کی مانند اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ یہاں نافرمانی کو اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک (رحمن) کی طرف مضاف کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نافرمانیاں بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیتی ہیں اور اس پر رحمت کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت' رحمت الٰہی کے حصول کا سب سے بڑا سبب ہے' اس لئے فرمایا: ﴿ يَٰٓأَبَتِ إِنِّيٓ أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٞ مِّنَ ٱلرَّحۡمَٰنِ ﴾ ''ابا جان! مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو کہیں رحمٰن کی طرف سے عذاب نہ آ لے'' یعنی کفر پر آپ کے اصرار اور سرکشی میں آپ کے بڑھتے چلے جانے کے سبب سے۔ ﴿ فَتَكُونَ لِلشَّيۡطَٰنِ وَلِيّٗا ﴾ ''پس آپ شیطان کے دوست ہو جائیں'' یعنی دنیا و آخرت میں۔ پس آپ اس کے مذموم مقام و منزلت پر اتار دیے جائیں اور شیطان کی ضرر رساں اور گندی چراگاہ میں چریں۔

اور یوں حضرت خلیل علیہ السلام نے اپنے باپ کو آسان سے آسان تر امر کی طرف دعوت دی۔ آپ نے اسے اپنے علم کے ذریعے سے بتایا کہ یہ چیز آپ پر میری اطاعت کی موجب ہے اگر آپ میری اطاعت کریں گے تو میں سیدھے راستے کی طرف آپ کی راہنمائی کروں گا' پھر آپ نے اسے شیطان کی عبادت سے منع فرمایا اور اسے ان مضرتوں کے بارے میں خبردار کیا جو شیطان کی عبادت میں پنہاں ہیں' پھر اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضی سے ڈرایا کہ اگر وہ اپنے اسی حال پر قائم رہا تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ناراضی کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ شیطان کا دوست شمار ہوگا۔

مگر یہ دعوت اس بدبخت کے کسی کام نہ آئی۔ اس نے ایک جاہل کی مانند جواب دیا: ﴿ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنۡ ءَالِهَتِي يَٰٓإِبۡرَٰهِيمُ ﴾ ''اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے اعراض کرتا ہے؟'' اس نے اپنے معبودوں پر فخر کا اظہار کیا جو پتھر کے بنے ہوئے بت تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان معبودوں سے روگردانی کرنے پر ملامت کرنے لگا' یہ اس کی بہت بڑی جہالت اور بہت بڑا کفر تھا' وہ بتوں کی عبادت پر مدح چاہتا تھا اور اس عبادت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔ ﴿ لَئِن لَّمۡ تَنتَهِ ﴾ یعنی اگر تو میرے معبودوں کو سب و شتم کرنے اور مجھے اللہ کی عبادت کی طرف

دعوت دینے سے باز نہ آیا ﴿لَاَرْجُمَنَّكَ﴾ یعنی میں تجھے پتھر مار مار کر قتل کردوں گا ﴿وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا﴾ ”اور چھوڑ دے مجھ کو ایک مدت تک“ یعنی طویل زمانے تک میرے ساتھ بات نہ کر۔

حضرت خلیل علیہ السلام نے اپنے باپ کو اس طرح جواب دیا جس طرح رحمٰن کے بندے جہلاء کو جواب دیتے ہیں۔ آپ اس سے سب وشتم سے پیش نہیں آئے بلکہ صبر سے کام لیا اور کوئی ایسی بات نہیں کہی جو باپ کو ناگوار گزرتی۔ فرمایا: ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكَ﴾ ”سلام آپ پر“ یعنی آپ میرے خطاب میں سب وشتم اور ناگوار باتوں سے محفوظ رہیں گے۔ ﴿سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ﴾ یعنی میں آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور مغفرت کی دعا مانگتا رہوں گا کہ وہ آپ کی اسلام کی طرف راہنمائی کرے جس کے ذریعے سے مغفرت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴾ کیونکہ وہ میرے حال پر بہت رحیم اور مہربان ہے اور مجھے اپنے سایۂ اعتناء میں رکھتا ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے دے گا' اپنے باپ کے لئے استغفار کرتے رہے' پھر جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اس کے لئے استغفار کرنا اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کرنا چھوڑ دی اور اس سے براءت کا اظہار کر دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا ہے اور ان کی ملت کی پیروی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے میں ہم آپ کی راہ پر گامزن ہوں اور علم وحکمت اور نرم رویہ اپنائیں۔ دعوت الی اللہ میں تدریج اور ترتیب کا طریقہ اختیار کریں' اس پر صبر کریں اور اس سے ہرگز نہ اکتائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کو' لوگوں کی طرف سے' جن قولی اور فعلی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان پر صبر کرے اور عفو درگزر' قولی اور فعلی حسن سلوک کے ساتھ ان اذیتوں کا مقابلہ کرے۔

جب ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم اور اپنے باپ کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے' تو کہنے لگے: ﴿وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ یعنی میں تم سے اور تمہارے بتوں سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں ﴿وَاَدْعُوْا رَبِّيْ﴾ ”اور میں یہ دعا کروں گا اپنے رب سے“ یہ دعائے عبادت اور دعائے سوال دونوں کو شامل ہے

﴿عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا﴾ ”امید ہے کہ میں اپنے رب سے دعا کر کے محروم نہ رہوں گا“ یعنی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا اور اعمال کو قبول فرما کر مجھے سعادت سے نواز دے۔ یہ اس داعی حق کا وظیفہ ہے جو ایسے لوگوں سے مایوس ہو گیا تھا جن کو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی مگر وہ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے رہے اور وعظ ونصیحت نے ان کو کوئی فائدہ نہیں دیا اور وہ اپنی سرکشی میں اصرار کے ساتھ سرگرداں رہے۔

جو کوئی اس قسم کی صورت حال میں مبتلا ہو جائے تو اس پر فرض ہے کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہے اور اپنے رب سے امید رکھے کہ وہ اس کی کوشش کو قبول فرمائے گا اور وہ شر اور اہل شر سے دور رہے۔

انسان کے لئے اپنے وطن مالوف' اپنے اہل وعیال اور اپنی قوم سے جدا ہونا سب سے مشکل اور سب سے زیادہ شاق گزرنے والا کام ہے' اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی وجہ سے باعزت اور کثرت والا ہوتا ہے اور جو کوئی اللہ کی خاطر کوئی چیز چھوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے عوض اس سے بہتر چیز عطا کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا: ﴿ فَلَمَّا اعۡتَزَلَهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَكُلًّا ﴾ ''پس جب وہ (ابراہیم علیہ السلام) ان لوگوں سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے' ان سے الگ ہو گئے تو ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب عطا کیے' اور سب کو۔'' حضرت اسحاق اور یعقوب علیہما السلام دونوں کو ﴿ جَعَلۡنَا نَبِيًّا ﴾ ''ہم نے نبی بنایا۔'' پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان تمام صالحین ومرسلین کو یہ شرف نبوت حاصل ہوا جن کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر لوگوں کی طرف بھیجا' انہیں اپنی وحی کے لئے مختص کیا' انہیں اپنی رسالت کے لئے تمام جہانوں میں سے چن لیا۔ فرمایا ﴿ وَوَهَبۡنَا لَهُمۡ ﴾ یعنی ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے دونوں بیٹوں حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کو ﴿ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا ﴾ ''اپنی رحمت سے نوازا۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے بہرہ ور کیا' علوم نافعہ اور اعمال صالحہ عطا کئے اور انہیں بے شمار ذریت عطا کی جو ساری دنیا میں پھیلی اور ان کے اندر بکثرت انبیاء اور صالحین ہوئے۔

﴿ وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا ﴾ ''اور ان کے ذکر جمیل کو بلند کیا۔'' یہ بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس سے ان کو بہرہ ور کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نیک کام کرنے والے ہر شخص سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کی نیکی کے مطابق اسے سچی شہرت عطا کرے گا۔ ان کا شمار تو ائمہ محسنین میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں سچی' جس میں جھوٹ کا شائبہ نہیں' ظاہر و باہر اور غیر مخفی ثنائے حسن عطا کی۔ ان کے ذکر خیر' ان کی ثنائے حسن اور ان کے ساتھ محبت نے مشرق ومغرب کو لبریز کر دیا ہے۔ خلائق کے دلوں میں ان کی محبت سما گئی' لوگوں کی زبان پر ان کا ذکر اور ان کی مدح وثنا جاری ہو گئی۔ وہ پیروی کرنے والوں کے قائد اور راہنمائی حاصل کرنے والوں کے راہ نما بن گئے۔ ہر زمانے میں ان کا ذکر خیر نئے نئے اسالیب میں لوگوں کی زبانوں پر جاری رہا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔

وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مُوۡسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخۡلَصًا وَّكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيۡنٰهُ

اور ذکر کیجیے کتاب میں موسیٰ کا، بلاشبہ وہ تھا چنا ہوا' اور تھا رسول نبی ○ اور پکارا ہم نے اسے

مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنِ وَقَرَّبۡنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبۡنَا لَهٗ

طور کی دائیں جانب سے، اور قریب کیا ہم نے اسے سرگوشی کرنے کے لئے ○ اور عطا کیا ہم نے اسے

مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾

اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی (بنا کر) ○

یعنی اس قرآن عظیم میں' حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی تعظیم و توقیر' ان کے مقام عالی قدر اور اخلاق کاملہ کی تعریف کے طور پر' ان کا ذکر کیجئے۔ ﴿اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا﴾ (مُخْلَصًا) کو لام کی زبر کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت دی' اسے پسند کر لیا اور اسے چن لیا۔ ایک دوسری قراءت میں (مُخْلِصًا) کو لام کی زیر کے ساتھ پڑھا گیا ہے تب اس کا معنی یہ ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے تمام اعمال' اقوال اور نیت میں اللہ تعالیٰ کے لئے مخلص تھے۔ ان کے تمام احوال میں اخلاص ان کا وصف تھا...... دونوں معنی ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اخلاص کی بنا پر ان کو چن لیا اور ان کا اخلاص اس بات کا موجب تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو چن لے اور بندۂ مومن کا جلیل ترین حال یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے لئے اخلاص کا حامل ہو اور اس کا رب اسے اپنے لئے چن لے۔

﴿وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات میں رسالت اور نبوت کو یکجا کر دیا۔ پس رسالت' بھیجنے والے کے کلام کی تبلیغ کا تقاضا کرتی ہے' نیز یہ بھی تقاضا کرتی ہے کہ شریعت کی جو بھی چھوٹی یا بڑی چیز آئی ہے اسے بندوں تک پہنچایا جائے...... اور نبوت اس بات کی مقتضی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر وحی آتی ہو اور اللہ تعالیٰ نے وحی کی تنزیل کے لئے اسے مختص کر لیا ہو۔ پس نبوت کا تعلق بندے اور اس کے رب کے درمیان ہے اور رسالت کا تعلق بندے اور مخلوق کے درمیان ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی جلیل ترین اور سب سے افضل نوع کے ساتھ خاص فرمایا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ان سے کلام کرنا اور انہیں اپنی سرگوشی کے لیے اپنے قریب کرنا۔ انبیاء میں سے اس فضیلت کے ساتھ صرف موسیٰ علیہ السلام کو خاص کیا گیا کہ وہ رحمان کے کلیم ہیں۔ اسی لئے فرمایا: ﴿وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ﴾ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دائیں جانب سے' جب وہ سفر کر رہے تھے' ہم نے ان کو ندا دی۔ یا (الْأَيْمَن) سے مراد بابرکت ہے یعنی یہ (يُمْن) ''برکت'' سے ہے اور اس معنیٰ پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے۔ ﴿اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ (النمل: ۲۷/۸) ''بابرکت ہے وہ ہستی جو اس آگ میں ہے اور جو اس کے اردگرد ہے۔''

﴿وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو سرگوشی کے لیے اپنے قریب کیا۔'' ندا اور مناجات میں فرق یہ ہے' کہ ندا بلند آواز میں ہوتی اور مناجات اس سے کم تر دھیمی آواز میں ہوتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کی تمام انواع...... مثلاً ندا اور مناجات وغیرہ' کا اثبات ہوتا ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اس کے برعکس **جهميه**' **معتزله** اور ان کے ہم مسلک گروہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا انکار کرتے ہیں۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا﴾ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سب سے بڑی فضیلت ہے اور ان کا اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خیر خواہی ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ ان

کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کی ذمہ داری میں شریک کر کے انہیں بھی ان کی مانند رسول بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو رسول بنا دیا...... پس ہارون علیہ السلام کی نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے تابع ہے' حضرت ہارون علیہ السلام نبوت کے معاملات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد اور اعانت کرتے تھے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۚ﴿۵۴﴾

اور ذکر کیجئے کتاب میں اسمٰعیل کا، بلاشبہ وہ تھا سچا وعدے کا، اور تھا وہ رسول نبی ○

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾

اور تھا وہ حکم کرتا اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا، اور تھا وہ نزدیک اپنے رب کے پسندیدہ ○

یعنی قرآن کریم میں اس عظیم نبی (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کا ذکر کیجئے جس سے عربی قبیلے کی نسل چلی جو سب سے افضل اور جلیل قبیلہ ہے' جس سے اولاد آدم کے سردار' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ ﴿اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ یعنی وہ جو بھی وعدہ کرتے تھے اسے پورا کرتے تھے۔ اس میں وہ تمام وعدے شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کیے گئے اور جو بندوں سے کیے گئے...... اسی لئے جب ان کے والد نے ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنے آپ سے صبر کرنے کا وعدہ کیا' چنانچہ انہوں نے اپنے والد سے کہا ﴿سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۰۲/۳۷) ''اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔'' انہوں نے یہ وعدہ پورا کر دکھایا اور اپنے والد کو پورا اختیار دیا کہ وہ ان کو ذبح کریں' جو کہ سب سے بڑی مصیبت ہے جو انسان کو پہنچ سکتی ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو رسالت اور نبوت سے متصف کیا جو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر سب سے بڑا احسان ہے...... اور انہیں مخلوق کے بلند ترین طبقے میں سے کیا۔

﴿وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ﴾ ''اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے تھے۔'' یعنی اپنے گھر والوں پر اللہ کا حکم نافذ کرتے تھے۔ پس انہیں نماز کا حکم دیتے جو معبود کے لیے اخلاص کو متضمن ہے اور زکوۃ کا حکم دیتے جو بندوں کے ساتھ احسان کرنے کو متضمن ہے۔ یوں انہوں نے اپنے آپ کو بھی درجۂ کمال پر پہنچایا اور دوسروں کو بھی کامل بنایا' بالخصوص ان کو جو لوگوں میں سے سب سے زیادہ ان کے نزدیک خاص تھے اور وہ ان کے اہل خانہ تھے کیونکہ وہ دوسروں کے مقابلے میں ان کی دعوت و تبلیغ کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔

﴿وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا﴾ اور اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اپنے رب کی مرضیات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور ایسے امور سرانجام دینے میں کوشاں رہے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ اس نے ان کو اپنے خاص بندوں اور اولیائے مقربین میں سے کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گئے اور وہ اپنے رب سے راضی ہو گئے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾

اور ذکر کیجئے کتاب میں ادریس کا، بلاشبہ وہ تھا نہایت سچا، نبی ○ اور اٹھایا ہم نے اس کو مکان بلند میں ○

یعنی اس کتاب کریم میں تعظیم واجلال اور صفات کمال سے متصف ہونے کے اعتبار سے ادریس علیہ السلام کا ذکر کرو! ﴿ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیک وقت صدیقیت...... جو تصدیق تام، علم کامل، یقین ثابت اور عمل صالح کی جامع ہے...... اور اپنی وحی اور رسالت کے لئے چن لیا۔ ﴿ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے جہانوں میں ان کا ذکر اور مقربین کے درمیان ان کا درجہ بلند کیا۔ پس وہ ذکر کے لحاظ سے بھی بلند تھے اور مقام ومرتبہ کے اعتبار سے بھی بلند۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۤ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا

یہ (مذکورہ) وہ لوگ ہیں کہ انعام کیا اللہ نے ان پر، نبیوں میں سے، اولاد آدم سے اور ان لوگوں (کی نسل) میں سے جنہیں اٹھایا (سوار کیا) تھا ہم نے

مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا

ساتھ نوح کے، اور اولاد سے ابراہیم اور اسرائیل (یعقوب) کی، اور ان لوگوں میں سے کہ جنہیں ہدایت دی ہم نے، اور چن لیا ہم نے، جب

تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿٥٨﴾ السجدۃ

تلاوت کی جاتی تھیں ان پر آیتیں رحمٰن کی تو وہ گر پڑتے تھے سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے ○

جب اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے مکرمین اور خواص مرسلین کا ذکر فرمایا اور ان کے فضائل ومراتب کا تذکرہ کیا' تو فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی نعمت عطا کی ہے جسے کوئی اور حاصل نہیں کر سکتا' نبوت اور رسالت عطا کر کے ان پر ایسا احسان کیا ہے جس میں کوئی سبقت نہیں کر سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان لوگوں کے راستے کی طرف ہماری راہنمائی کرے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا' نیز یہ کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا ﴿ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ﴾ (النساء: ۶۹/۴) جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا' یعنی انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین کے ساتھ۔

ان میں سے بعض ﴿ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ﴾ "آدم کی اولاد میں سے ہیں اور کچھ ان میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کر دیا۔" یعنی نوح کی ذریت میں سے ہیں۔ ﴿ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ﴾ یہ گھرانے دنیا کے تمام گھرانوں سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے لئے پسند کر لیا اور چن لیا۔ جب ان کے سامنے رحمٰن کی وہ آیات تلاوت کی جاتی تھیں جو غیب کی خبروں' علام الغیوب کی صفات' روز آخرت کی خبروں اور وعدو وعید کو متضمن ہیں تو ان کا حال یہ ہوتا ہے۔ ﴿ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴾ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ

کی آیات کے سامنے سرتسلیم خم کردیا۔ ان آیات نے ان کے دلوں کو ایمان اور رغبت و رہبت سے لبریز کردیا جو ان کے لئے آہ و بکا' انابت اور اپنے رب کے حضور سجدے کی موجب ہیں۔ وہ ان لوگوں کی مانند نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتے ہیں تو ان پر اندھے بہرے بن کر رہ جاتے ہیں۔

آیات کی اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک (رحمان) کی طرف اضافت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات' اس کے بندوں پر اس کی رحمت اور احسان ہے کیونکہ اس نے آیات کے ذریعے سے ان کی حق کی طرف راہنمائی کی' ان کی کورنگاہی کو دور کر کے بصیرت سے نوازا' انہیں گمراہی سے بچایا اور جہالت کی تاریکیوں میں انہیں علم کی روشنی عطا کی۔

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ

پھر جانشین ہوئے بعد انکے ناخلف (برے) لوگ، ضائع کر دیا انہوں نے نمازوں کو اور پیروی کی انہوں نے خواہشات کی، پس عنقریب

يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

ملیں گے وہ ہلاکت کو ○ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل کیا اچھا تو یہی لوگ داخل ہوں گے جنت میں،

وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ۟الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ

اور نہ ظلم کیے جائیں گے وہ کچھ بھی ○ (یعنی) باغات ہمیشگی کے، وہ جن کا وعدہ کیا ہے (اللہ) رحمٰن نے اپنے بندوں سے بن دیکھے، بلاشبہ

كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا

ہے وعدہ اسکا (ہر صورت) آنے والا ○ نہیں سنیں گے وہ اس جنت میں لغو بات مگر سلام ہی اور انکے لئے رزق ہوگا انکا اس میں

بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾

صبح اور شام ○ یہی وہ جنت ہے جس کا وارث بنائیں گے ہم اپنے بندوں میں سے اس کو جو ہوگا پرہیز گار ○

جب اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا جو مخلص' اپنے رب کی رضا کی پیروی کرنے والے اور اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جو ان کے بعد آئے' اور انہوں نے ان امور کو بدل دیا جن کا ان کو حکم دیا گیا تھا' ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ ان کے جانشین بنے جو پیچھے لوٹ گئے۔ انہوں نے نماز کو ضائع کیا جس کی حفاظت اور اس کو قائم کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا' انہوں نے نماز کو حقیر سمجھا اور اسے ضائع کر دیا۔ جب انہوں نے نماز کو ضائع کر دیا جو دین کا ستون' ایمان کی میزان اور رب العالمین کے لئے اخلاص ہے' جو سب سے زیادہ مؤکد عمل اور سب سے افضل خصلت ہے' تو نماز کے علاوہ باقی دین کو ضائع کرنے اور اس کو چھوڑ دینے کی زیادہ توقع کی جا سکتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ شہوات نفس اور اس کے ارادوں کے پیچھے لگ گئے' اس لئے ان کی ہمتوں کا رخ ان شہوات کی طرف پھر گیا اور انہوں نے ان شہوات کو حقوق اللہ پر ترجیح

دی۔ یہیں سے حقوق اللہ کو ضائع کرنے اور شہوات نفس پر توجہ دینے نے جنم لیا۔ یہ شہوات نفس جہاں کہیں بھی نظر آئیں اور جس طریقے سے بھی بن پڑا' انہوں نے ان کو حاصل کیا۔ ﴿ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴾ ''پس عنقریب ملیں گے وہ ہلاکت کو۔'' یعنی کئی گنا سخت عذاب۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے استثناء فرمایا ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ ﴾ یعنی جس نے شرک' بدعات اور معاصی سے توبہ کر لی' ان کو ترک کر کے ان پر نادم ہوا اور دوبارہ ان کا ارتکاب نہ کرنے کا پکا عزم کر لیا ﴿ وَ اٰمَنَ ﴾ اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں اور روز قیامت پر ایمان لایا ﴿ وَعَمِلَ صَالِحًا ﴾ ''اور نیک عمل کیے۔'' اور عمل صالح سے مراد وہ عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبان پر مشروع فرمایا ہے جبکہ عمل کرنے والے کی نیت رضائے الٰہی کا حصول ہو۔ ﴿ فَاُولٰٓئِكَ ﴾ یعنی جس نے توبہ' ایمان اور عمل صالح کو یکجا کر لیا ﴿ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ ﴾ ''وہ جنت میں داخل ہوں گے۔'' جو ہمیشہ رہنے والی نعمتوں' ہر قسم کے تکدر سے سلامت زندگی اور رب کریم کے قرب پر مشتمل ہوگی۔ ﴿ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴾ یعنی ان کے اعمال میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی بلکہ ان کو ان کے اعمال کا کئی گنا زیادہ اجر ملے گا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ وہ جنت جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے عام باغات کی مانند نہیں' بلکہ وہ تو ﴿ جَنّٰتِ عَدْنِ ﴾ ''ہمیشہ قیام والی جنتیں ہیں'' جہاں نازل ہونے والے کبھی کوچ کریں گے نہ کہیں اور منتقل ہوں گے اور نہ ان کی نعمتیں زائل ہوں گی اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ جنتیں بہت وسیع ہوں گی اور ان میں بے شمار نعمتیں' مسرتیں' رونقیں اور خوش کن چیزیں ہوں گی۔

﴿ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ﴾ یعنی جس کا رحمان نے وعدہ کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو اپنے اسم مبارک (الرحمان) کی طرف مضاف کیا ہے کیونکہ ان میں ایسی رحمتیں اور ایسا حسن سلوک ہوگا کہ ان کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے تصور میں کبھی ان کا گزر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو اپنی رحمت سے موسوم فرمایا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ (آل عمران: ۱۰۷/۳) ''اور جن کے چہرے سفید اور روشن ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔'' نیز اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف ان کی اضافت' ان کی مسرتوں کے دوام پر دلالت کرتی ہے' اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بقاء کے ساتھ یہ بھی باقی رہیں گی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار اور اس کی موجبات میں شمار ہوتی ہیں۔

اس آیت کریمہ میں (عباد) سے مراد اس کی الوہیت کے معتقد وہ بندے ہیں جو اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی شریعت کا التزام کرتے ہیں۔ پس عبودیت ان کا وصف بن جاتی ہے' مثلاً (عباد الرحمن) وغیرہ

بخلاف ان بندوں کے جو ملک کے اعتبار سے تو اس کے بندے ہیں مگر اس کی عبادت نہیں کرتے۔ یہ بندے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے بندے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا' وہ ان کو رزق عطا کرتا ہے اور ان کی تدبیر کرتا ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے بندے نہیں اور اس کی عبودیت اختیاری کے تحت نہیں آتے جس کو اختیار کرنے والا قابل مدح ہے۔ ان کی عبودیت تو عبودیت اضطراری ہے جو قابل مدح نہیں۔

ارشاد مقدس ﴿بِالْغَيْبِ﴾ میں یہ احتمال ہے کہ ﴿وَعَدَ الرَّحْمٰنُ﴾ سے متعلق ہو تب اس احتمال کی صورت میں یہ معنیٰ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ ان جنتوں کا غائبانہ وعدہ کیا ہے جن کا انہوں نے مشاہدہ کیا ہے نہ ان کو دیکھا ہے' وہ ان پر ایمان لائے' غائبانہ ان کی تصدیق کی اور ان کے حصول کے لئے کوشاں رہے' حالانکہ انہوں نے ان کو دیکھا ہی نہیں اور اگر وہ ان کو دیکھ لیتے تب ان کا کیا حال ہوتا' اس صورت میں ان کی شدید طلب رکھتے ہیں' ان میں بہت زیادہ رغبت رکھتے اور ان کے حصول کے لئے سخت کوشش کرتے۔ اس میں ان کے ایمان بالغیب کی بنا پر ان کی مدح ہے' یہی وہ ایمان ہے جو فائدہ دیتا ہے' نیز اس امر کا احتمال بھی ہے کہ (بالغیب) (عبادہ) سے متعلق ہو یعنی وہ لوگ جنہوں نے حالت غیب میں اور اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر اس کی عبادت کی۔ ان کی عبادت کا یہ حال ہے حالانکہ انہوں نے اس کو دیکھا نہیں اگر وہ اس کو دیکھ لیتے تو وہ اس کی بہت زیادہ عبادت کرتے اور اس کی طرف بہت زیادہ رجوع کرتے اور اللہ تعالیٰ کے لئے ان کے اندر بہت زیادہ محبت اور اشتیاق ہوتا۔

اس کا یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جنتیں' جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے' ان کا تعلق ایسے امور کے ساتھ ہے جو اوصاف کے دائرۂ ادراک سے باہر ہیں۔ جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پس اس آیت کریمہ میں جنت کے لئے شوق ابھارا گیا ہے' نیز آیت کریمہ میں بیان کردہ مجمل وصف نفوس کو اس کے حصول اور ساکن کو اس کی طلب میں متحرک کرتا ہے اور یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے۔ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾ (السجدة: ۳۲/۱۷) ''کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے اعمال کے صلے میں ان کے لئے آنکھوں کی کون سی ٹھنڈک چھپا رکھی گئی ہے۔'' مذکورہ تمام معانی صحیح اور ثابت ہیں۔ البتہ پہلا احتمال زیادہ صحیح ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿إِنَّهُۥ كَانَ وَعْدُهُۥ مَأْتِيًّا﴾ ''بے شک اس کا وعدہ آنے والا ہے۔'' یعنی یہ ضرور ہو کر رہے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ وہ سب سے زیادہ سچی ہستی ہے۔

﴿لَّا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا﴾ یعنی وہ جنت میں کوئی ایسی لغو بات نہیں سنیں گے جس کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی کوئی ایسی بات سنیں گے جس کا سننا گناہ ہو' لہٰذا وہ جنت میں کوئی سب وشتم' کوئی عیب جوئی اور نہ کوئی ایسی بات سنیں گے جس کے سننے سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارتکاب ہوتا ہو اور نہ ہی تکدر پر مبنی کوئی بات ﴿إِلَّا سَلَٰمًا﴾

یعنی وہ صرف ایسی باتیں سنیں گے جو ہر عیب سے پاک ہوں گی۔ یعنی ذکر الٰہی‘ سلام‘ پر سرور باتیں‘ بشارت‘ دوستوں کے درمیان خوبصورت اور اچھی اچھی باتیں‘ رحمٰن کا خطاب‘ حوروں‘ فرشتوں اور غلمان کی دل ربا آوازیں‘ طرب انگیز نغمات‘ اور نرم الفاظ سننے کو ملیں گے کیونکہ یہ سلامتی کا گھر ہے جہاں ہر لحاظ سے کامل سلامتی کے سوا کچھ نہیں۔ ﴿وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا﴾ ”اور ان کے لیے ان کا رزق ہوگا اس میں“ یعنی ماکولات ومشروبات اور مختلف انواع کی لذات جب بھی وہ طلب کریں گے اور جب بھی رغبت کریں گے ہمیشہ موجود پائیں گے۔ ان کی تکمیل‘ ان کی لذت اور ان کا حسن یہ ہے کہ یہ معلوم اوقات میں ہوں گی ﴿بُكْرَةً وَعَشِيًّا﴾ ”صبح اور شام“ تاکہ ان چیزوں کا وقوع باعظمت اور ان کا فائدہ کامل ہو۔

وہ جنت جس کا ہم نے وصف بیان کیا ہے ﴿الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ ہم اہل تقویٰ کو اس جنت کا وارث بنائیں گے‘ اس جنت کو ہم ان کا دائمی گھر بنائیں گے جہاں سے وہ کبھی کوچ کریں گے نہ یہاں سے کہیں اور منتقل ہونا چاہیں گے‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (آل عمران:۱۳۳/۳) ”دوڑ کر بڑھو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے جو اہل تقویٰ کے لئے تیار کی گئی ہے۔“

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ

اور نہیں اترتے ہم مگر آپکے رب کے حکم سے‘اسی کے لیے ہے جو کچھ ہمارے آگے ہےاور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے‚اور جو کچھ اسکے درمیان ہے‚

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ

اور نہیں ہے آپکا رب بھولنے والا○ رب ہے آسمانوں اور زمین کا‚ اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے‚ پس آپ عبادت کریں اسکی

وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾ ع

اور قائم رہیں اس کی عبادت پر‚ کیا آپ جانتے ہیں اس کے لیے کوئی (اور اس کا) ہم نام؟○

ایک دفعہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ پر دیر سے نازل ہوئے آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا ”آپ جتنی بار ہمارے پاس آتے ہیں‘ کاش اس سے زیادہ ہمارے پاس آئیں“ آپ نے یہ بات جبریل علیہ السلام کی طرف اشتیاق اور اس کی جدائی سے وحشت محسوس کرتے ہوئے کہی تاکہ اس کے نزول سے اطمینان قلب حاصل ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی زبانی فرمایا: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ﴾ ”ہم تو اپنے رب کے حکم ہی سے اترتے ہیں“ یعنی اس معاملے میں ہمیں کوئی اختیار نہیں اگر ہمیں نازل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے تو ہم اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں ہم اس کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (التحریم: ۶/۶۶) ”اللہ جو حکم ان کو دیتا ہے‘ وہ اس کی نافرمانی نہیں

کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جوان کو حکم دیا جاتا ہے۔''ہم تو مامور و محکوم بندے ہیں۔

﴿ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ ﴾ ''اسی کے لیے ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان میں ہے۔''یعنی وہی ہے جو ہر زمان و مکان میں امور ماضی امور حاضر اور امور مستقبل کا مالک ہے اور جب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہء اختیار میں ہیں تو ہم محض اس کے بندے اور اس کی دست تدبیر کے تحت ہیں اس لئے تمام معاملہ ان دو باتوں کے مابین ہے۔

۱۔ آیا حکمت الٰہی اس فعل کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ اسے نافذ فرمائے؟

۲۔ یا حکمت الٰہی اس فعل کا تقاضا نہیں کرتی؟ کہ وہ اسے مؤخر کر دے؟

اس لئے فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴾ ''اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔''یعنی آپ کا رب آپ کو فراموش کر کے مہمل نہیں چھوڑے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ﴾ (الضحیٰ:۹۳/۳) ''آپ (ﷺ) کے رب نے آپ ﷺ کو چھوڑا ہے نہ وہ آپ سے ناراض ہے۔'' بلکہ وہ اپنے بہترین قوانین جمیلہ اور تدابیر جلیلہ کے مطابق آپ کے لئے احکام جاری کرتے ہوئے آپ کے تمام امور کو درخور اعتنا رکھتا ہے یعنی جب ہم وقت معتاد سے تاخیر سے نازل ہوتے ہیں تو یہ چیز آپ (ﷺ) کو غمزدہ نہ کرے اور آپ (ﷺ) کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس تاخیر کا ارادہ کیا ہے کیونکہ اس میں اس کی حکمت ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے احاطہء علم اور عدم نسیان کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴾ ''وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا۔'' پس زمین اور آسمان میں اس کی ربوبیت اور ان کا بہترین اور کامل ترین نظام کے مطابق رواں دواں رہنا جس میں غفلت کا کوئی شائبہ ہے نہ ان میں کوئی چیز بے فائدہ ہے اور نہ کوئی چیز باطل ہے...... اس حقیقت پر قطعی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو شامل ہے لہٰذا آپ ﷺ اپنے آپ کو اس میں مشغول نہ کریں بلکہ آپ ان امور میں اپنے آپ کو مشغول کریں جو آپ کو کوئی فائدہ دیتے ہیں اور جن کا فائدہ آپ کی طرف لوٹتا ہے اور وہ ہے اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت جس کا کوئی شریک نہیں۔

﴿ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ﴾ یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر کاربند رکھئے اس میں کوشاں رہیے اور مقدور بھر اس کو کامل ترین طریقے سے قائم کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغولیت عبادت گزار کو تمام تعلقات اور شہوات کے ترک کرنے میں تسلی کا باعث ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ○ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾ (طٰہٰ:۲۰/۱۳۱-۱۳۲) ''ان کی اس دنیاوی شان و شوکت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیے جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو عطا کی ہے تاکہ ہم اس کے ذریعے سے انہیں آزمائیں

اور آپ کے رب کا عطا کردہ رزق بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے' اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے۔''

﴿هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا﴾ کیا آپ تمام مخلوق میں اس کی کوئی ہم نام' کوئی مشابہت اور مماثلت رکھنے والی ہستی جانتے ہیں؟ یہ استفہام نفی کا معنیٰ دیتا ہے جو عقلاً معلوم ہے' یعنی آپ کسی ایسی ہستی کو نہیں جانتے جو اللہ تعالیٰ کی برابری کرنے والی اس کے مشابہ اور مماثل ہو۔ کیونکہ وہ رب ہے اور دوسرے مربوب' وہ خالق ہے اور دیگر تمام مخلوق' وہ ہر لحاظ سے بے نیاز ہے اور دیگر تمام ہر لحاظ سے بالذات محتاج ہیں' وہ کامل ہے جو ہر لحاظ سے کمال مطلق کا مالک ہے دیگر تمام ناقص ہیں کسی میں کوئی کمال نہیں سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کر دیا۔ پس یہ اس حقیقت پر برہان قاطع ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا عبودیت کا مستحق ہے۔ اس کی عبادت حق اور ماسوا کی عبادت باطل ہے' اس لئے اس نے صرف اپنی عبادت کرنے اور اس پر پابند رہنے کا حکم دیا اور اس کی علت یہ بتلائی کہ وہ اپنے کمال' اپنی عظمت اور اسمائے حسنیٰ میں منفرد ہے۔

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ

اور کہتا ہے انسان، کیا جب میں مرجاؤں گا تو البتہ نکالا جاؤں گا (قبر سے) زندہ (کرکے)؟ ○ کیا نہیں یاد کرتا انسان

اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿۶۷﴾

کہ بیشک ہم ہی نے پیدا کیا ہے اسے پہلے اس سے، اور نہ تھا وہ کچھ بھی ○

یہاں (الانسان) سے مراد ہر وہ شخص ہے جو زندگی بعد موت کا منکر ہے اور وہ مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو بعید سمجھتا ہے' چنانچہ وہ نفی' عناد اور کفر کی وجہ سے استفہامیہ اسلوب میں کہتا ہے: ﴿ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا﴾ یعنی میرے مرنے کے بعد' جبکہ میں بوسیدہ ہو چکا ہوں گا' اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ کیسے زندہ کرے گا؟ ایسا نہیں ہو سکتا اور اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اس کی عقل فاسد' برے مقصد' اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور کتابوں کے ساتھ اس کے عناد کے مطابق ہے۔ اگر اس نے تھوڑا سا بھی غور و فکر کیا ہوتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کا دوبارہ زندہ کئے جانے کو بعید سمجھنا بہت بڑی حماقت ہے۔ بناء بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے زندگی بعد موت کے امکان پر ایسی قطعی برہان اور واضح دلیل بیان فرمائی ہے جسے ہر شخص جانتا ہے۔ ﴿اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا﴾ کیا وہ اس طرف التفات نہیں کرتا اور اپنی پہلی حالت کو یاد نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پہلی مرتبہ پیدا کیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ پس جو ہستی اسے عدم سے وجود میں لانے کی قدرت رکھتی ہے جبکہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا' کیا وہ ہستی اسے اس کے ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے کی اور اس کے بکھر جانے کے بعد اس کو دوبارہ اکٹھا کرنے کی قدرت نہیں رکھتی؟ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا

﴿الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ (الروم: ۲۷/۳۰) ''وہی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے اور ایسا کرنا اس کے لئے آسان تر ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ﴾ میں لطیف ترین پیرائے میں عقلی دلیل کے ذریعے سے غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور جو کوئی اس کا انکار کرتا ہے اس کا انکار پہلی حالت کے بارے میں اس کی غفلت پر مبنی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ اس کو یاد کر کے اپنے ذہن میں حاضر کرنے کی کوشش کرے تو وہ ہرگز انکار نہیں کرے گا۔

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾

پس قسم ہے آپ کے رب کی، البتہ ہم ضرور اکٹھا کریں گے انہیں ہمراہ شیطانوں کے، پھر البتہ ہم ضرور حاضر کریں گے انہیں ارد گرد جہنم کے گھٹنوں کے بل ○

ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ

پھر البتہ ہم ضرور کھینچ لیں گے ہر گروہ میں سے جونسا ان کا زیادہ سخت تھا، رحمٰن کے خلاف سرکشی میں ○ پھر یقیناً ہم خوب جانتے ہیں

بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾

ان لوگوں کو کہ وہ زیادہ لائق ہیں جہنم میں داخل ہونے کے ○

اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کی قسم اٹھائی اور وہ سب سے سچی ہستی ہے کہ وہ زندگی بعد موت کا انکار کرنے والوں کو ضرور اکٹھا کرے گا، ان کو اور ان کے شیطانوں کو ایک مقررہ روز جمع کرے گا۔ ﴿ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا﴾ یعنی ہولناکیوں کی شدت، زلزلے کی کثرت اور احوال کی خوفناکی کی وجہ سے وہ اپنے گھٹنوں کے بل آئیں گے اور بلند و برتر اللہ کے حکم کے منتظر ہوں گے اس لئے ارشاد فرمایا: ﴿ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا﴾ یعنی ہم ہر گروہ اور ہر فرقے سے ظالموں کو نکال لیں گے جو ظلم، کفر اور سرکشی میں اشتراک رکھتے ہیں اور (عُتُوّ) وہ شخص ہے جو ان میں سے سب سے زیادہ سرکش، سب سے بڑا ظالم اور سب سے بڑا کافر ہے۔ پس اس کو عذاب کی طرف ان سب میں مقدم کیا جائے گا، پھر اسی طرح عذاب کی طرف اس کو مقدم کیا جائے گا جو گناہ میں اس سے کم تر ہوگا پھر اسے جو اس سے کم تر ہوگا علیٰ ہذا القیاس۔ اور وہ اس حال میں ایک دوسرے پر لعنت بھیج رہے ہوں گے۔ ان میں سے آخری گروہ اولین گروہ سے کہے گا: ﴿رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ﴾ (الاعراف: ۳۸/۷) ''اے ہمارے رب! یہی لوگ تھے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا پس انہیں جہنم کا دوگنا عذاب دے۔'' اور فرمایا: ﴿وَقَالَتْ أُولَاهُمْ لِأُخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ﴾ (الاعراف: ۳۹/۷) ''پہلا گروہ آخری گروہ سے کہے گا تمہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت حاصل نہیں۔''

اور یہ سب کچھ اس کے عدل و حکمت اور اس کے لامحدود علم کے تابع ہے۔ بناء بریں فرمایا: ﴿ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ

﴿بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا﴾ یعنی ہمارا علم ہر اس شخص کا احاطہ کئے ہوئے ہے جو آگ میں جھونکے جانے کا زیادہ مستحق ہے' ہمیں ان کے بارے میں علم ہے اور ہم ان کے اعمال' ان اعمال کے استحقاق اور ان کے عذاب کی مقدار بھی جانتے ہیں۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي

اور نہیں ہے تم میں سے (کوئی بھی) مگر وہ وارد ہوگا اس میں' ہے یہ آپ کے رب کے ذمے حتمی فیصل شدہ بات ○ پھر ہم نجات دیں گے

الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

ان لوگوں کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا' اور ہم چھوڑ دیں گے ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ○

یہ خطاب نیک و بد' مومن اور کافر' تمام خلائق کے لئے ہے' خلائق میں کوئی ایسا نہیں ہوگا جو جہنم پر وارد نہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے اور اس نے اس کے ذریعے سے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے اس کا نفاذ لابدی اور اس کا وقوع حتمی ہے۔ البتہ وارد ہونے کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ تمام مخلوق جہنم میں حاضر ہوگی حتیٰ کہ تمام لوگ گھبرا اٹھیں گے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو نجات دے دے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ وارد ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ مگر اہل ایمان پر جہنم کی آگ سلامتی والی اور ٹھنڈی ہو جائے گی۔ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ''وارد ہونے'' سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے جو جہنم کے اوپر بنا ہوا ہوگا۔ لوگ اپنے اعمال کی مقدار کے مطابق پل پر سے گزریں گے' بعض لوگ پلک جھپکتے گزر جائیں گے' بعض ہوا کی سی تیزی سے گزریں گے' بعض عمدہ گھوڑوں' عمدہ سواریوں کی طرح اور بعض چلتے ہوئے' بعض گھسٹتے ہوئے گزریں گے اور کچھ ایسے ہوں گے جن کو اچک کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ہر ایک کے ساتھ اس کے تقویٰ کے مطابق معاملہ ہوگا' اس لئے فرمایا: ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ یعنی پھر ہم ان لوگوں کو نجات دے دیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر مامورات کی تعمیل کرتے اور محظورات سے اجتناب کرتے رہے ہوں گے۔ ﴿وَنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور چھوڑ دیں گے ہم ظالموں کو۔'' یعنی جنہوں نے کفر اور معاصی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا ﴿فِيْهَا جِثِيًّا﴾ ''اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے۔'' یہ سب عذاب ان کے ظلم اور کفر کے سبب سے ہوگا' جہنم میں ہمیشہ رہنا ان کا مقدر بن جائے گا' وہ عذاب کے مستحق ہوں گے اور نجات کے تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ

اور جب تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں واضح' تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے'

اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ

کون سا دونوں فریقوں میں سے بہتر ہے باعتبار مقام کے' اور زیادہ اچھا ہے باعتبار مجلس کے؟ ○ اور بہت سی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے

مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾

قومیں کہ وہ بڑھ کر تھیں (ان سے) باعتبار ساز و سامان اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کے ○

جب ان کفار کے سامنے ہماری آیات بینات کی تلاوت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے رسولوں کی صداقت پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں اور جو کوئی ان کو سنتا ہے اس کے لئے صدق ایمان اور شدت ایقان کا موجب بنتی ہیں...... تو یہ ان آیات کا متضاد امور اور استہزا کے ساتھ سامنا کرتے ہیں اور ان پر ایمان لانے والوں کا تمسخر اڑاتے ہیں اور دنیا میں اپنی خوش حالی سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ اہل ایمان سے بہتر ہیں۔ پس وہ حق سے معارضہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ﴾ ''دونوں فریقوں میں سے کون۔'' یعنی مومنین اور کفار میں سے ﴿خَيْرٌ مَّقَامًا﴾ ''زیادہ بہتر ہے مقام کے لحاظ سے'' یعنی دنیا میں کثرت مال و اولاد اور تفوق شہوات کے اعتبار سے کون اچھے مقام پر ہے ﴿وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا﴾ ''اور کس کی مجلس اچھی ہے؟'' یعنی انہوں نے دنیا میں اپنے مال اور اولاد کی کثرت اکثر آسائشوں کے حصول اور مجلس آرائیوں سے یہ نتیجہ نکالا کہ ان کے احوال اچھے ہیں اور اہل ایمان کا حال اس کے برعکس ہے' اس لئے وہ اہل ایمان سے بہتر ہیں اور یہ انتہائی فاسد دلیل ہے یہ چیز تقلیب حقائق میں شمار ہوتی ہے۔ ورنہ کثرت مال و اولاد اور خوبصورت منظر میں بہت سی ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو ان لوگوں کی ہلاکت' شر اور شقاوت کی باعث ہیں' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا﴾ ''اور ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک کر دیں وہ زیادہ اچھے تھے مال ومتاع کے اعتبار سے۔'' یعنی برتن' بچھونے' گھر اور سامان آرائش وغیرہ کے اعتبار سے اچھے تھے۔ ﴿وَّرِءْيًا﴾ ''اور نام ونمود میں۔'' یعنی آسودہ زندگی' لذتوں کے سرور اور خوبصورت چہروں کے پرکشش مناظر کے اعتبار سے۔

پس جب وہ ہلاک شدگان جو بہترین اثاثے اور خوبصورت مناظر رکھتے تھے' ان چیزوں کے ذریعے عذاب سے نہ بچ سکے تو یہ لوگ کیسے بچ سکتے ہیں جو مال ومتاع اور سہولتوں میں ان سے کمتر اور کمزور ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ﴾ (القمر: ۴۳/۵۴) ''کیا تمہارے کافر ان لوگوں سے بہتر ہیں یا پہلی کتابوں میں تمہارے لئے براءت لکھ دی گئی ہے۔'' اس سے واضح ہو گیا کہ دنیاوی بہتری سے اخروی بہتری پر استدلال کرنا سب سے فاسد دلیل ہے اور یہ کفار کا طریق استدلال ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ

کہہ دیجیے! جو شخص ہے گمراہی میں تو ڈھیل دیتا ہے اسے رحمٰن (لمبی) ڈھیل دینا یہاں تک کہ جب وہ دیکھ لیں گے اس چیز کو جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں وہ،

اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾

یا عذاب اور یا قیامت' تو ضرور جان لیں گے وہ کہ کون ہے کہ وہ بدتر ہے باعتبار مکان کے اور کمزور تر ہے باعتبار لشکر کے ○

جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی باطل دلیل کا ذکر کیا جو ان کے عناد کی شدت اور گمراہی کی قوت پر دلالت کرتی ہے، وہاں اس نے یہ بھی آگاہ فرمادیا کہ جو کوئی گمراہی میں مستغرق اور اس پر راضی ہے اور گمراہی کے لئے کوشاں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی گمراہی کو اور زیادہ کر دیتا ہے اور گمراہی کے لئے اس کی چاہت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ یہ اس کے لئے اس جرم کی سزا ہے کہ اس نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَاَبۡصَارَهُمۡ كَمَا لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمۡ فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ﴾ (الانعام: ۶/ ۱۱۰) ''اور ہم ان کے دلوں اور نگاہوں کو پھیر دیں گے تو جیسے یہ پہلی مرتبہ ایمان نہ لائے تھے (ویسے پھر ایمان نہ لائیں گے) اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں سرگرداں چھوڑ دیں گے۔''

﴿حَتّٰٓى اِذَا رَاَوۡا﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ لوگ دیکھیں گے'' جو کہتے تھے: ''دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ بہتر ہے مقام کے لحاظ سے اور کس کی مجلس اچھی ہے؟'' ﴿مَا يُوۡعَدُوۡنَ اِمَّا الۡعَذَابَ﴾ ''جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا یا تو عذاب'' یعنی قتل وغیرہ کے ذریعے ان کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ ﴿وَاِمَّا السَّاعَةَ﴾ ''اور یا قیامت'' جو اعمال کی جزا کا دروازہ ہے۔ ﴿فَسَيَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضۡعَفُ جُنۡدًا﴾ ''پس عنقریب وہ جان لیں گے کہ کون بدتر ہے مقام کے لحاظ سے اور زیادہ کمزور ہے جتھے کے اعتبار سے۔'' یعنی اس وقت ان کے دعوے کا بطلان ظاہر ہوگا تب یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ ان کا دعویٰ کس قدر کمزور تھا اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ واقعی وہ بدکار لوگ تھے۔ مگر یہ علم انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا کیونکہ اب ان کا دنیا میں واپس جانا ممکن نہیں کہ وہاں وہ پہلے اعمال کے برعکس اعمال بجالائیں۔

وَيَزِيۡدُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا هُدًى ؕ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ

اور زیادہ کرتا ہے اللہ، ان لوگوں کو جنہوں نے ہدایت پائی، ہدایت میں اور باقی رہنے والی نیکیاں بہت بہتر ہیں نزدیک

رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ مَّرَدًّا ۝۷۶

آپ کے رب کے باعتبار ثواب کے اور بہت بہتر ہیں باعتبار انجام کے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ ذکر کرنے کے بعد کہ وہ ظالموں کی گمراہی کو اور زیادہ کر دیتا ہے یہ بھی بیان فرمایا کہ وہ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں، اپنے فضل و کرم اور رحمت سے مزید اضافہ کر دیتا ہے...... اور ہدایت، علم نافع اور عمل صالح دونوں کو شامل ہے۔ پس ہر وہ شخص جو علم و ایمان اور عمل صالح کے راستے پر گامزن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اور زیادہ علم و ایمان عطا کرتا ہے اور اس راستے میں اس کے لئے آسانی کر دیتا ہے اور اسے بعض ایسے امور عطا کرتا ہے جو اس کے اپنے کسب کے تحت نہیں آتے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے جیسا کہ سلف صالح کا قول ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے۔ ﴿وَيَزۡدَادَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِيۡمَانًا﴾

(المدثر: ۳۱/۷۴) ''تا کہ جو لوگ ایمان لائے ان کے ایمان میں اضافہ ہو۔'' نیز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ﴿وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَـٰنًا﴾ (الانفال: ۲/۸) ''جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔'' نیز واقعات بھی اس پر دلالت کرتے ہیں' کیونکہ ایمان دل اور زبان کے قول اور دل' زبان اور اعضاء کے عمل کا نام ہے' اور ان امور میں تمام اہل ایمان ایک دوسرے سے بہت زیادہ متفاوت ہیں۔

پھر فرمایا: ﴿وَٱلْبَـٰقِيَـٰتُ ٱلصَّـٰلِحَـٰتُ﴾ یعنی باقی رہنے والے وہ اعمال جو کبھی منقطع نہیں ہوتے جبکہ دیگر اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور جو مضمحل نہیں ہوتے' یہ نیک اعمال ہیں مثلاً نماز' زکوٰۃ' روزہ' حج' عمرہ' قراءت قرآن' تسبیح وتکبیر' تحمید و تہلیل مخلوق کے ساتھ حسن سلوک اور دیگر تمام اعمال قلب اور اعمال بدن وغیرہ۔ پس یہ تمام اعمال ﴿خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَّرَدًّا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان اعمال کا بہتر اجر و ثواب ہے' اہل اعمال کے لئے ان اعمال کا فائدہ اور اجر بہت زیادہ ہے۔ یہ اسم تفضیل کو کسی اور جگہ استعمال کرنے کے باب میں ہے کیونکہ وہاں باقیات صالحات کے سوا کوئی عمل صاحب عمل کو کوئی فائدہ دے گا نہ اس کا ثواب صاحب عمل کے لئے باقی رہے گا۔ یہاں باقیات صالحات کو ذکر کرنے کی مناسبت یہ ہے (واللہ اعلم) چونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ظالم کفار اپنے مال و اولاد اور حسن مقام وغیرہ کے دنیاوی احوال کو اپنے حسن حال کی علامت قرار دیتے ہیں' اس لئے یہاں آگاہ فرمایا کہ معاملہ اس طرح نہیں جس طرح وہ سمجھتے ہیں بلکہ عمل' جو سعادت کا عنوان اور فلاح کا منشور ہے' ان امور کی تعمیل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور ان پر راضی ہے۔

أَفَرَءَيْتَ ٱلَّذِى كَفَرَ بِـَٔايَـٰتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٧٧﴾ أَطَّلَعَ ٱلْغَيْبَ

کیا پس آپ نے دیکھا اس شخص کو جس نے کفر کیا ساتھ ہماری آیتوں کے، اور اس نے کہا ضرور دیا جاؤں گا میں مال اور اولاد ○ کیا مطلع ہوا ہے وہ غیب پر

أَمِ ٱتَّخَذَ عِندَ ٱلرَّحْمَـٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُۥ

یا لیا ہے اس نے رحمٰن کے ہاں سے کوئی عہد؟ ○ ہرگز نہیں، ضرور لکھیں گے ہم جو کچھ وہ کہتا ہے، اور بڑھا دیں گے ہم اسکے لیے

مِنَ ٱلْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَنَرِثُهُۥ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾

عذاب (بہت) بڑھانا ○ اور ہم وارث ہوں گے ان چیزوں کے جو وہ کہتا ہے اور وہ آئے گا ہمارے پاس (روز قیامت) اکیلا ہی ○

کیا اس کافر کی حالت پر تعجب نہیں ہوتا جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے انکار کو اپنے بہت بڑے دعوے کے ساتھ یکجا کر دیا ہے کہ اس کو آخرت میں بھی مال و اولاد سے نوازا جائے گا' یعنی وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔ اس کا یہ دعویٰ سب سے زیادہ تعجب انگیز امور میں سے ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا ہوتا اور پھر یہ دعویٰ کرتا تو معاملہ آسان تھا۔ یہ آیت کریمہ اگرچہ کسی معین کافر کے بارے میں نازل ہوئی ہے تاہم یہ ہر کافر کو شامل ہے جو

اس زعم میں مبتلا ہے کہ وہ حق پر ہے اور وہ اہل جنت میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی توبیخ و تکذیب کے طور پر فرماتا ہے: ﴿ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ ﴾ ''کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا ہے؟'' یعنی کیا اس کے علم نے غیب کا احاطہ کر رکھا ہے حتیٰ کہ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کیا کچھ ہوگا جس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ قیامت کے روز اسے مال و اولاد سے نوازا جائے گا ﴿ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴾ ''یا اس نے رحمٰن سے عہد لے رکھا ہے'' کہ وہ ان چیزوں کو حاصل کرے گا جن کا اس نے دعویٰ کیا ہے...... یعنی کچھ بھی ایسے نہیں ہوگا۔ تب معلوم ہوا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی کرتا ہے اور ایسی بات کہتا ہے جس کے بارے میں اسے خود بھی علم نہیں۔ اس تقسیم اور تردید کی غرض و غایت' الزامی جواب اور مخالف پر حجت قائم کرنا ہے۔ کیونکہ جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں بھلائی حاصل ہوگی اسے مندرجہ ذیل امور میں سے ایک ضرور حاصل ہے۔

(۱) یا تو اس کا یہ قول' امور مستقبل کے بارے میں علم غیب سے صادر ہوا مگر ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ وحدہ کو ہے۔ مستقبل میں پیش آنے والے امور غیب کو کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے رسولوں میں سے جسے اللہ تعالیٰ مطلع کر دے۔

(۲) یا اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں' اپنے ایمان باللہ اور اتباع رسل کے ذریعے سے عہد لے رکھا ہے' جن کے پیروکاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ وہ آخرت میں نجات یافتہ اور کامیاب لوگ ہوں گے۔

جب ان دونوں امور کی نفی ہوگئی تو معلوم ہوا کہ دعویٰ باطل ہے' اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ ﴾ ''ہرگز نہیں' وہ جو کہتا ہے ہم لکھ رکھیں گے'' یعنی اصل معاملہ یوں نہیں جس طرح وہ دعویٰ کرتا ہے کیونکہ اس کا قائل امور غیبیہ کی اطلاع نہیں رکھتا' اس لیے کہ وہ کافر ہے۔ اس کے پاس نبوت کا علم ہے نہ اس نے رحمٰن سے عہد لے رکھا ہے کیونکہ وہ کافر ہے اور ایمان سے محروم ہے۔ بلکہ اس کے اس جھوٹ کے برعکس وہ جہنم کا مستحق ہے۔ اس کا یہ قول لکھ لیا گیا ہے اور اللہ کے ہاں محفوظ ہے' اسے اس کی سزا ملے گی اور اس کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴾ ''اور ہم اس کے لیے عذاب بڑھائے چلے جائیں گے۔'' یعنی جس طرح یہ اپنی گمراہی میں بڑھتا گیا اسی طرح ہم اس کو دیے جانے والے مختلف اقسام کے عذاب میں اضافہ کریں گے۔ ﴿ وَ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ ﴾ ''اور ہم وارث ہوں گے اس کے جس کی بابت وہ کہہ رہا ہے۔'' یعنی ہم اس کے مال اور اولاد کے وارث ہوں گے' چنانچہ وہ مال' اہل و عیال اور اعوان و انصار کے بغیر اس دنیا سے آخرت کے گھر کی طرف منتقل ہوگا ﴿ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴾ ''اور آئے گا وہ ہمارے پاس اکیلا ہی۔'' پس وہ بدترین عذاب کا سامنا کرے گا جو اس جیسے ظالم لوگوں کی سزا ہے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ط سَيَكْفُرُوْنَ

اور بنا لیے ہیں انہوں نے سوائے اللہ کے اور معبود تاکہ ہوں وہ ان کے لیے مددگار ○ ہرگز نہیں، عنقریب وہ خود ہی انکار کریں گے

بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ

ان کی عبادت کا، اور وہ ہوں گے ان کے مخالف ○ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے بھیجا شیطانوں کو

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾

اوپر کافروں کے کہ وہ ابھاریں انہیں (گناہوں پر) ابھارنا ○ پس نہ جلدی کریں آپ ان پر، ہم گن رہے ہیں انکے لیے گننا ○

یہ کفار کی سزا ہے۔ اس لیے کہ جب انہوں نے اللہ کے حکموں کو نہیں مانا اور نہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا بلکہ اس کے برعکس انہوں نے شرک کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں یعنی شیاطین کے ساتھ موالات رکھی، تو اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو ان پر مسلط کر دیا اور شیاطین نے ان کو ورغلا کر گناہوں پر آمادہ کرنا شروع کر دیا۔ وہ انہیں کفر کی ترغیب دیتے ہیں، انہیں وسوسوں میں مبتلا کرتے ہیں، ان پر القاء کرتے ہیں اور ان کے سامنے باطل کو مزین کر کے اور حق کو بدنما بنا کر پیش کرتے ہیں۔ پس باطل کی محبت ان کے دلوں میں داخل ہو کر جاگزیں ہو جاتی ہے، وہ باطل کی خاطر اسی طرح کوشش کرتا ہے جس طرح حق پرست حق کے لئے جدوجہد کرتا ہے، وہ اپنی کوشش اور سعی سے باطل کی مدد کرتا ہے اور باطل کے راستے میں حق کے خلاف جدوجہد کرتا ہے اور یہ سب کچھ اس بات کی سزا ہے کہ اس نے اپنے حقیقی دوست اور سرپرست سے منہ موڑ کر اپنے دشمن کو دوست بنا لیا اور اپنے آپ کو اس کے تسلط میں دے دیا۔ ورنہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتا اور اس پر بھروسہ کرتا تو شیطان اس پر کبھی تسلط قائم نہ کر سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴾ (النحل: ١٦/٩٩۔١٠٠) ''اسے ان لوگوں پر کوئی اختیار حاصل نہیں جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اس کا بس تو صرف انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اسے اپنا دوست بناتے ہیں اور ان پر جو اس (کے گمراہ کرنے) کی وجہ سے شرک کرتے ہیں۔''

﴿ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ﴾ یعنی آپ ان کفار کے بارے میں عجلت نہ کیجئے جو عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں۔

﴿ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴾ ''ہم تو خود ہی ان کے لیے (مدت) شمار کر رہے ہیں۔'' یعنی ان کے لئے دن مقرر کر دیئے گئے ہیں جن میں کوئی تقدیم ہوگی نہ تاخیر۔ ہم انہیں کچھ مدت کے لئے مہلت دے کر بردباری سے کام لے رہے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ جب اس مہلت کا کوئی فائدہ نہ ہوا تو ہم اسے ایک غالب اور مقتدر ہستی کی طرح اپنی گرفت میں لے لیں گے۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ وقف لازم

جس دن ہم اکٹھا کریں گے متقیوں کو رحمٰن کی طرف مہمان (بنا کر) ○ اور ہم ہانکیں گے مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ○

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وقف لازم

نہیں اختیار رکھیں گے وہ سفارش کرنے کا، مگر جس نے لیا رحمٰن (اللہ) کے ہاں سے عہد ○

اللہ تبارک و تعالیٰ دونوں گروہوں‘ یعنی متقین و مجرمین کے درمیان تفاوت بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ متقین کو‘ ان کے شرک و بدعات اور دیگر گناہوں سے بچنے کے سبب سے‘ قیامت کے روز‘ اکرام و تعظیم کے ساتھ اکٹھا کرے گا اور وہ وفود کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ ان کی منزل اور ان کا مطلوب و مقصود رحمٰن و منان ہوگا اور یہ ضروری ہے کہ آنے والے کا دل امید سے لبریز ہو اور جس کے پاس آیا ہے اس پر حسن ظن ہو۔ پس اہل تقویٰ‘ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بے پایاں احسان کی امید رکھتے ہوئے اور اس کی رضا کے گھر میں اس کی نوازشوں سے فوز یاب ہوتے ہوئے‘ اس کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اس کا سبب ان کے وہ نیک اعمال ہوں گے جو انہوں نے آگے بھیجے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی اتباع کی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے انبیاء و رسل کی زبان پر ان کے لئے اس ثواب کا عہد کر رکھا ہے۔ پس وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کی طرف رواں دواں ہوں گے۔

رہے مجرم‘ تو ان کو پیاسا ہی جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور یہ ان کی بدترین حالت ہوگی کہ ان کو انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ سب سے بڑے قید خانے اور بدترین عذاب میں‘ یعنی جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ وہ تھکے ماندے سخت پیاسے ہوں گے‘ وہ مدد کے لئے پکاریں گے مگر ان کی مدد نہ کی جائے گی‘ وہ دعائیں کریں گے مگر ان کی دعائیں قبول نہ ہوں گی اور وہ سفارش تلاش کریں گے مگر ان کی سفارش نہ کی جائے گی۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ﴾ یعنی وہ سفارش کے مالک ہوں گے نہ انہیں سفارش کا کوئی اختیار ہوگا۔ تمام تر سفارش کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہوگا۔ ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا﴾ (الزمر: ۴۴/۳۹) ”کہہ دیجئے سفارش سب اللہ کے لئے ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا ہے کہ سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کے کسی کام نہ آئے گی کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لا کر اس سے کوئی عہد نہیں لیا......

ورنہ وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے عہد لیا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی تو وہ ان لوگوں میں شامل ہے جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اور اس کو سفارش حاصل ہوگی‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ (الانبیاء: ۲۸/۲۱) ”وہ اس کے پاس کسی کی سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے وہ (اللہ تعالیٰ) راضی ہو۔“ اللہ تعالیٰ نے ایمان باللہ اور اپنے رسولوں کی اتباع کو عہد قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں اور اپنے انبیاء و رسل کی زبان پر عہد کیا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جزائے جمیل عطا کرے گا جو انبیاء و رسل کی اتباع کریں گے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ

اور کہا انہوں نے‘ بنائی ہے رحمٰن نے اولاد ○ البتہ تحقیق آئے ہو تم ایک بات بڑی بھاری کو ○ قریب ہیں آسمان کہ

يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾

پھٹ پڑیں اس (بات) سے اور شق ہو جائے زمین، اور گر پڑیں پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ○ (اس بات سے) کہ دعویٰ کیا انہوں نے رحمٰن کیلئے اولاد کا ○

وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي

اور نہیں لائق رحمٰن کے یہ کہ وہ بنائے اولاد ○ نہیں ہے کوئی بھی (مخلوق) آسمانوں اور زمین میں، مگر آنے والی ہے وہ

الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾

رحمٰن کے پاس غلام بن کر ○ البتہ تحقیق شمار کر رکھا ہے اس نے ان کو، اور گن رکھا ہے انہیں گننا ○

وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾

اور وہ سب آنے والے ہیں اللہ کے پاس دن قیامت کے تنہا تنہا ○

یہ ان لوگوں کے قول کی قباحت کا بیان ہے جو عناد اور انکار پر جمے ہوئے ہیں اور اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ رحمٰن نے اپنا بیٹا بنایا ہے۔ جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں ﴿ الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ﴾ (التوبة: ۹/ ۳۰) ''مسیح اللہ کا بیٹا ہے'' یہودی کہتے ہیں ﴿ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ ﴾ (التوبة: ۹/ ۳۰) ''عزیر اللہ کا بیٹا ہے'' اور مشرکین کہتے ہیں ''فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔'' اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بہت بلند اور بڑا ہے۔

﴿ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴾ یعنی تم نے بدترین بات کہی ہے۔ یہ اتنی بڑی بات ہے کہ ﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ ﴾ قریب تھا کہ آسمان اپنی عظمت اور صلابت کے باوصف ﴿ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ ﴾ اس قول سے پھٹ جاتے۔ ﴿ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ ﴾ اور زمین پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی۔ ﴿ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴾ اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر برابر ہو جاتے۔ ﴿ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴾ ''اس بنا پر کہ انہوں نے رحمٰن کی اولاد ٹھہرائی۔'' یعنی اس بدترین دعویٰ کی بنا پر ان تمام مخلوقات کی حالت یہ ہوتی جو ان آیات میں ذکر کی گئی ہے۔ جب کہ حال یہ ہے ﴿ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ ﴾ رحمان کے یہ لائق نہیں ہے اور نہ یہ ہو ہی سکتا ہے ﴿ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴾ ''کہ وہ اولاد بنائے۔'' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے لئے بیٹا بنانا اس میں نقص اور احتیاج پر دلالت کرتا ہے جب کہ وہ بے نیاز اور حمید ہے' نیز بیٹا اپنے باپ کی جنس سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی شبیہ ہے نہ مثیل اور نہ اس کی نظیر ہے۔

﴿ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴾ ''آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں' وہ سب رحمٰن کے غلام بن کر آنے والے ہیں۔'' یعنی ذلیل اور مطیع ہو کر بغیر کسی نافرمانی کے رحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوں گے' فرشتے' جن وانس سب اللہ کے مملوک اور اس کے دست تصرف کے تحت ہیں' اقتدار میں ان کا کوئی حصہ ہے نہ تدبیر کائنات میں ان کا کوئی اختیار ہے...... جب اس کی شان اور اس کے اقتدار کی عظمت یہ ہو' تب اس کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟

﴿ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴾ اس کا علم زمین اور آسمانوں کی تمام خلائق کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے اعمال کو شمار کر رکھا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے نہ بھولتا ہے اور کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ﴿ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ ''ہر ایک اس کے پاس قیامت کے دن اکیلا ہی آئے گا۔'' یعنی اولاد، مال و دولت اور اعوان و انصار اس کے ساتھ نہ ہوں گے۔ اس کے ساتھ اس کے عمل کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کے اعمال کا بدلہ دے گا اور اس سے پورا پورا حساب لے گا۔ اگر اعمال اچھے ہوں گے تو جزا بھی اچھی ہوگی اور اگر اعمال برے ہوں گے تو ان کی جزا بھی بری ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ (الانعام: ٦/٩٤) ''تم اسی طرح ہمارے پاس تن تنہا آئے ہو جس طرح پہلی مرتبہ ہم نے تمہیں اکیلا پیدا کیا تھا۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾

بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک، عنقریب پیدا کر دے گا ان کے لیے رحمٰن محبت ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے ان بندوں پر انعام ہے جنہوں نے ایمان و عمل صالح کو جمع کیا...... کہ وہ ان کے لئے اپنے اولیاء اور زمین و آسمان کے رہنے والوں کے دلوں میں محبت اور مودت ڈال دیتا ہے۔ جب ان کے بارے میں دلوں میں محبت ہو جاتی ہے تو ان کے اکثر معاملات ان کے لیے آسان ہو جاتے ہیں اور ان کو بھلائی، دعائیں، راہنمائی اور امامت حاصل ہو جاتی ہے اس لئے ایک صحیح حدیث میں وارد ہے ''جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو پکار کر کہتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر، پھر جبریل آسمان والوں کو پکار کر کہتا ہے کہ اللہ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، اس لئے تم بھی اسے محبوب رکھو، آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین والوں میں اسے قبولیت عطا کی جاتی ہے۔''[1] اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے زمین و آسمان کے رہنے والوں کے دلوں میں محبت اس لئے پیدا کی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء اور محبوب لوگوں کے نزدیک ان کو محبوب بنا دیا۔

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾

پس یقیناً آسان کر دیا ہے ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں تاکہ آپ خوش خبری دیں اس کے ساتھ پرہیزگاروں کو اور ڈرائیں اس کے ساتھ جھگڑالو قوم کو ○

منزل ٤ النصف

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾ ع

اور کتنی ہی ہلاک کر دیں ہم نے پہلے ان سے قومیں، کیا آپ محسوس کرتے ہیں ان میں سے کسی ایک کو (آنکھ یا ہاتھ سے)؟ یا آپ سنتے ہیں ان کی کوئی بھنک بھی؟ ○

---

① صحیح البخاري، الأدب، باب المقة من الله تعالى، ح: ٦٠٤٠ و صحیح مسلم، البر و الصلة، باب اذا احب الله عبدا......، ح: ٢٦٣٧.

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس پر اس قرآن کریم کو آسان کیا۔ اس کے الفاظ ومعانی کو عام فہم بنایا تاکہ مقصد حاصل ہو اور اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ ﴿لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ﴾ تاکہ آپ دنیاوی اور اخروی ثواب کی ترغیب کے ذریعے سے متقین کو بشارت دیں اور ان اسباب کا ذکر کریں جو بشارت کے موجب ہیں۔ ﴿وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾ تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جو اپنے باطل میں نہایت سخت اور اپنے کفر میں نہایت قوی ہیں۔ اس طرح ان پر حجت قائم ہو گی اور ان کے سامنے صراط مستقیم واضح ہو جائے گی۔ تب جو کوئی ہلاک ہو گا تو دلیل کی بنیاد پر ہلاک ہو گا اور جو کوئی زندہ رہے گا تو دلیل کی طاقت سے زندہ رہے گا۔

پھر ان کو پہلے لوگوں کی، جنہوں نے انبیاء ومرسلین کو جھٹلایا، ہلاکت کا ذکر کر کے ڈرایا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ ''ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا۔'' یعنی قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود وغیرہ جو انبیا کے ساتھ عناد رکھتے اور ان کی تکذیب کرتے تھے۔ جب وہ اپنی سرکشی میں جمے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر ڈالا اور ان کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ ﴿هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ یہاں (رکز) سے مراد خفیہ آواز ہے یعنی ان لوگوں کے آثار تک باقی نہ رہے۔ بس ان کے قصے باقی رہ گئے جو عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت ہیں اور ان کی کہانیاں باقی رہ گئیں جو نصیحت کے متلاشی لوگوں کے لئے نصیحت ہیں۔

تفسیر سورۃ طٰہٰ

سُوْرَةُ طٰهٰ (٢٠) مَكِّيَّةٌ (٤٥) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ١٣٥ رُكُوْعَاتُهَا ٨

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

طٰهٰ ﴿١﴾ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴿٢﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٣﴾ تَنْزِيْلًا

طٰہٰ O نہیں نازل کیا ہم نے آپ پر قرآن اسلئے کہ آپ مشقت میں پڑیں O مگر نصیحت کیلئے واسطے اس شخص کے جو ڈرتا ہے O نازل کیا گیا ہے

مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴿٤﴾ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿٥﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو O (وہ) رحمٰن ہے، اوپر عرش کے مستوی ہے O اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿٦﴾ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ

اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ہے درمیان ان دونوں کے اور جو کچھ ہے نیچے نمناک زمین کے O اور اگر آپ بلند آواز سے بات کریں تو بلاشبہ وہ جانتا ہے

السِّرَّ وَ اَخْفٰى ﴿٧﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿٨﴾

پوشیدہ اور پوشیدہ تر بات کو O اللہ، نہیں ہے کوئی بھی معبود مگر وہی، اسی کے ہیں سب نام اچھے O

﴿طٰهٰ﴾ اس کا شمار منجملہ حروف مقطعات سے ہے جن کے ساتھ بہت سی سورتوں کی ابتداء ہوتی ہے اور

واضح رہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی نہیں ہے۔ ﴿ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴾ ’’نہیں اتارا ہم نے آپ پر قرآن اس لیے کہ آپ مشقت میں پڑیں۔‘‘ یعنی آپ کی طرف وحی بھیجنے‘ قرآن نازل کرنے اور آپ کو شریعت عطا کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ آپ کسی سختی میں مبتلا ہوں‘ (ایسا نہیں کہ) شریعت میں کوئی تکلیف ہو جو مکلفین پر شاق گزرے اور عمل کرنے والوں کے قویٰ اس پر عمل کرنے سے عاجز ہو جائیں۔ وحی‘ قرآن اور شریعت کو تو رحیم و رحمان نے نازل کیا ہے اور اسے سعادت اور فوز و فلاح کا راستہ قرار دیا‘ اسے انتہائی سہل رکھا‘ اس کے تمام راستوں اور دروازوں کو آسان بنایا اور اسے قلب و روح کی غذا اور بدن کی راحت قرار دیا۔ فطرت سلیم اور عقل مستقیم نے اسے قبول کر کے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا کیونکہ فطرت سلیم اور عقل مستقیم کو علم ہے کہ یہ دنیا و آخرت کی بھلائی پر مشتمل ہے اس لئے فرمایا: ﴿ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴾ یہ اس لیے نازل کیا تا کہ اس سے وہ شخص نصیحت پکڑے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ پس وہ جلیل ترین مقاصد کی خاطر اس کے اندر دی گئی ترغیب سے نصیحت پکڑتا اور اس کی وجہ سے اس پر عمل کرتا ہے اور اس کے اندر شقاوت و خسران سے جو ڈرایا گیا ہے‘ اس سے ڈرتا اور شریعت کے احکام جمیلہ سے نصیحت پکڑتا ہے جن کا حسن و جمال‘ مجمل طور پر عقل میں جاگزیں ہے اور وہ ان تفاصیل کے مطابق ہیں جو اس کی عقل و فطرت میں موجود ہیں‘ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو (تذکرہ) کہا ہے۔

کسی چیز کا ’’تذکرہ‘‘ موجود ہوتا ہے البتہ انسان خود اس سے غافل ہوتا ہے یا اس کی تفاصیل متحضر نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس ’’تذکرہ‘‘ (یاددہانی) کو اس شخص کے ساتھ مختص کیا ہے ﴿ لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴾ ’’جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے‘‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرنے والا شخص اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور وہ شخص فائدہ اٹھا بھی کیسے سکتا ہے جو جنت پر ایمان رکھتا ہے نہ جہنم پر اور اس کے قلب میں ذرہ بھر بھی خوف الٰہی موجود نہیں؟ یہ ایسی بات ہے جو کبھی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴾ (الاعلی: ۸۷/۱۰-۱۲) ’’جو اللہ کا خوف رکھتا ہے وہی اس سے نصیحت پکڑتا ہے اور بدبخت (اور بے خوف انسان) اس سے پہلوتہی کرتا ہے‘ وہ جو بہت بڑی دہکتی ہوئی آگ میں جھونکا جائے گا۔‘‘

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس قرآن عظیم کی جلالت شان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خالق ارض و سماء کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے جو تمام کائنات کی تدبیر کرتا ہے...... یعنی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کو حد درجہ اطاعت اور محبت و تسلیم کے ساتھ قبول کرو اور انتہائی حد تک اس کی تعظیم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے بہت دفعہ (خلق) اور (امر) کو مقرون (ساتھ ساتھ) بیان کیا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں بھی ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: ﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾ (الاعراف: ۷/۵۴) ’’آگاہ رہو کہ تخلیق بھی اسی کی اور حکم بھی اسی کا ہے۔‘‘ اور جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ ﴾

(الطلاق: ٦٥/١٢) ''اللہ ہی تو ہے جس نے ساتوں آسمان پیدا کئے اور ویسی ہی (سات) زمینیں' ان میں امر الٰہی نازل ہوتا ہے۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق کائنات' حکم دینے والا اور روکنے والا ہے۔ پس جس طرح اس کے سوا کوئی خالق نہیں' اسی طرح مخلوق پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لازم کرنے والا نہیں۔ ان کے خالق کے سوا کوئی حکم دے سکتا ہے نہ روک سکتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اس کے خلق میں اس کی تدبیر کونی وقدری جاری وساری ہے اور اس کے امر میں دینی وشرعی تدبیر کارفرما ہے۔ پس جیسے اس کی تخلیق اس کی حکمت کے دائرے سے باہر نہیں نکلتی' اس نے کوئی چیز عبث پیدا نہیں کی۔ پس اسی طرح اللہ تعالیٰ صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے جو عدل واحسان پر مبنی ہو اور صرف عدل و احسان اور حکمت کے تقاضے کے مطابق ہی کسی چیز سے روکتا ہے۔ جب یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا خالق اور مدبر ہے' وہی حکم دینے والا اور روکنے والا ہے تو اس نے اپنی عظمت اور کبریائی کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ ﴾ ''رحمٰن عرش پر'' جو تمام کائنات سے بلند' تمام کائنات سے بڑا اور تمام کائنات سے وسیع ہے ﴿ اسۡتَوٰی ﴾ ''مستوی ہے'' یہاں استواء سے مراد وہ استواء ہے جو اس کے جلال کے لائق اور اس کی عظمت وجمال سے مناسبت رکھتا ہے۔ پس وہ عرش پر مستوی اور کائنات پر حاوی ہے۔

﴿ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَهُمَا ﴾ ''اسی کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے۔'' تمام ملائکہ' جن وانس' حیوانات' جمادات اور نباتات۔ ﴿ وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰی ﴾ ''اور جو کچھ سطح زمین کے نیچے ہے'' سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور تمام لوگ اس کے بندے ہیں جو اس کے دست تدبیر اور اس کی قضا وقدر کے تحت مسخر ہیں۔ اقتدار الٰہی میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور وہ خود اپنی ذات کے لئے کسی نفع ونقصان' موت وحیات اور دوبارہ اٹھائے جانے پر کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ ﴿ وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ یَعۡلَمُ السِّرَّ ﴾ ''اور اگر آپ اونچی بات کہیں تو وہ تو جانتا ہے سری بات کو بھی۔'' یعنی پوشیدہ کلام کو ﴿ وَاَخۡفٰی ﴾ ''اور سری سے بھی زیادہ مخفی بات کو۔'' یعنی خفی سے خفی تر بات' جو انسان کے دل میں ہوتی ہے اور ابھی نطق زبان پر نہیں آئی ہوتی۔ یا (السّرّ) سے مراد وہ خیال ہے جو انسان کے دل میں آتا ہے اور (أخفی) سے مراد وہ خیال ہے جسے ابھی دل میں آنا ہے اور ابھی تک نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کب وہ خیال اپنے وقت پر اپنی صفت کے ساتھ دل میں داخل ہوگا۔ معنی یہ ہے کہ علم الٰہی' چھوٹی بڑی اور ظاہر وباطن تمام اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے' اس لئے آپ بلند آواز سے بولیں یا آہستہ آواز سے' علم الٰہی کی نسبت سے سب برابر ہے۔

جب یہ بات متحقق ہوگئی کہ وہ کمالِ مطلق کا مالک ہے' اپنی تخلیق کے عموم کی وجہ' اپنے امر و نہی اور اپنی رحمت کے عموم کی وجہ سے' اپنی عظمت کی وسعت اور اپنے عرش پر بلند ہونے کی وجہ سے اور اپنی بادشاہی اور اپنے علم کے

عموم کی وجہ سے' تو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور اسی کی عبادت حق ہے جس کو شریعت اور عقل وفطرت واجب ٹھہراتی ہے اور غیر اللہ کی عبادت باطل ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ یعنی کوئی معبود حق ہے نہ کوئی قابل عبادت جس کے سامنے محبت' تذلل' خوف' امید اور انابت کا اظہار کیا جائے اور اس کو پکارا جائے مگر صرف اللہ ہی۔ ﴿لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ ''اسی کے لیے ہیں اچھے نام'' یعنی اس کے بہت سے نام ہیں جو بہت اچھے ہیں۔ اس کے ناموں کا حسن یہ ہے کہ وہ نام تمام تر مدح پر دلالت کرتے ہیں۔ ان ناموں میں سے کوئی نام ایسا نہیں جو مدح وحمد پر دلالت نہ کرتا ہو۔ ان ناموں کا حسن یہ بھی ہے کہ وہ محض اَعلام (نام) نہیں بلکہ وہ نام اور اوصاف ہیں۔ ان کا حسن یہ بھی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کامل صفات پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کامل' عام اور جلیل ترین ہے اور ان کا حسن یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اسے ان ناموں سے پکاریں کیونکہ یہ ایک وسیلہ ہیں جو بندوں کو اللہ کے قریب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ناموں کو پسند کرتا ہے اور ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو ان ناموں کو پسند کرتے ہیں اور جو انہیں یاد کرتے ہیں اور ان لوگوں سے بھی محبت کرتا ہے جو ان کے معانی کی تحقیق کرتے ہیں اور ان ناموں کے ذریعے سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ (الاعراف: ١٨٠/٧) ''اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں اسے انہی ناموں سے پکارو۔''

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۞٩ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا

اور کیا آئی ہے آپ کے پاس بات موسیٰ کی؟○ جب اس نے دیکھی آگ تو کہا اپنے گھر والوں سے، ٹھہرو تم، بلاشبہ میں نے دیکھی ہے آگ،

لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۞١٠ فَلَمَّآ اَتٰىهَا

تاکہ میں لے آؤں تمہارے پاس اس میں سے کوئی انگارا، یا میں پاؤں آگ کے پاس راستہ بتلانے والا○ پس جب وہ آیا اس آگ کے پاس

نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۞١١ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۞١٢

تو آواز دیا گیا' اے موسیٰ!○ بے شک میں تیرا رب ہوں، سو تو اتار دے اپنی جوتیاں' بلاشبہ تو وادیٔ مقدس طُویٰ میں ہے○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے استفہام تقریری کے طور پر اور اس قصہ مذکورہ کی تعظیم اور عظمت کی خاطر' فرماتا ہے: ﴿وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾ ''کیا آپ کے پاس موسیٰ کی بات آئی؟'' یعنی جناب موسیٰ علیہ السلام کی اس حالت کا قصہ' جو ان کی سعادت کی بنیاد اور ان کی نبوت کی ابتدا تھی کہ انہیں بہت دور سے آگ نظر آئی اور وہ راستے سے بھٹک گئے تھے اور سردی محسوس کر رہے تھے اور ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے وہ اپنے سفر میں گرمی حاصل کر سکیں۔ ﴿فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا﴾ ''تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا' ذرا ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے'' اور یہ آگ کوہ طور کے دائیں جانب تھی۔ ﴿لَعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ﴾

وقف لازم

''شاید میں تمہارے پاس اس میں سے ایک انگارا لاؤں۔'' تاکہ تم اس سے آگ تاپ سکو ﴿ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴾ یا اس آگ کے پاس مجھے کوئی ایسا شخص مل جائے جو مجھے راستہ بتا دے۔ موسیٰ علیہ السلام کا مقصود تو حسی روشنی اور حسی ہدایت تھا۔ مگر انہوں نے وہاں معنوی نور یعنی نور وحی پا لیا۔ جس سے قلوب وارواح روشن ہوتے ہیں اور انہیں حقیقی ہدایت یعنی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی حاصل ہوئی جو نعمتوں بھری جنت کو جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ایسی چیز سے بہرہ ور ہوئے جو ان کے کسی حساب اور خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔

﴿ فَلَمَّآ اَتٰىهَا ﴾ یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس پہنچے جو انہوں نے دور سے دیکھی تھی...... جو درحقیقت نور تھا اور وہ ایسی آگ ہے جو جلا ڈالتی ہے اور روشنی دیتی ہے اس حقیقت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے ((حِجَابُهُ النُّورُ - وَفِي رِوَايَةٍ: النَّارُ - لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ)) [1] ''اس کا حجاب نور ہے۔ ایک روایت میں ہے: آگ۔ اگر وہ اس حجاب کو ہٹا دے تو اس کے چہرے کا جلال حد نگاہ تک ہر چیز کو بھسم کر ڈالے۔'' جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو اس میں سے آواز آئی یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴾ (مریم: ۵۲/۱۹) ''ہم نے اسے کوہ طور کی دائیں جانب سے پکارا اور سرگوشی کرنے کے لئے اس کو قریب کیا۔''

﴿ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴾ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کا رب ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مناجات کے لئے تیار اور اس کا اہتمام کر لیں اور اپنے جوتے اتار دیں کیونکہ وہ مقدس' پاک اور قابل تعظیم وادی میں ہیں۔ اگر وادی کی تقدیس کے لیے کوئی اور چیز نہ ہوتی تب بھی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو مناجات کے لئے چن لینا ہی کافی تھا۔ بہت سے مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوتے اتارنے کا اس لئے حکم دیا تھا کیونکہ وہ گدھے کی کھال سے بنے ہوئے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾

اور میں نے تجھے پسند کرلیا ہے' پس تو غور سے سن اسکو جو وحی کی جاتی ہے○

﴿ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ ﴾ یعنی میں نے لوگوں میں سے تجھے چن لیا ہے۔ یہ سب سے بڑی نعمت اور احسان ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نوازا جو اس شکر کا تقاضا کرتی ہے جو اس کے لائق ہے' اس لئے فرمایا ﴿ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴾ یعنی اس وحی کو غور سے سن جو تیری طرف کی جارہی ہے' وہ اس کی مستحق ہے کہ اس کو غور سے سنا جائے کیونکہ یہ دین کی اساس اور دعوت اسلامی کا ستون ہے۔

[1] صحیح مسلم' الإیمان' باب فی قوله علیہ السلام (إن الله لاینام)...... ح:۱۷۹

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾

بلاشبہ میں ہی اللہ ہوں نہیں کوئی معبود (برحق) مگر میں ہی سوتو عبادت کر میری ہی، اور قائم کر نماز میرے ذکر کے لیے ○

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس وحی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا ﴾ ''بے شک میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' یعنی اللہ ہی ہے جو الوہیت کا مستحق اور اس سے متصف ہے کیونکہ وہ اسماء وصفات میں کامل اور اپنے افعال میں منفرد ہے' جس کا کوئی شریک ہے نہ مثیل اور جس کا کوئی ہمسر ہے نہ برابری کرنے والا۔

﴿ فَاعْبُدْنِيْ ﴾ ''پس میری ہی عبادت کر۔'' عبادت کی ظاہری اور باطنی' اصولی اور فروعی تمام انواع کے ذریعے سے۔ پھر نماز کا بطور خاص ذکر فرمایا' حالانکہ نماز عبادت میں داخل ہے۔ اس کی ایک وجہ نماز کا شرف وفضل ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نماز ایسی عبادت ہے جو دل' زبان اور اعضاء کی عبادت کو متضمن ہے۔

﴿ لِذِكْرِيْ ﴾ یہاں لام تعلیل کے لئے ہے' یعنی میرے ذکر کی خاطر نماز قائم کر کیونکہ ذکر الٰہی جلیل ترین مقصد ہے' علاوہ ازیں یہ عبودیت قلب کو متضمن ہے اور اسی پر انسان کی سعادت کا دارومدار ہے۔ پس ذکر الٰہی سے خالی دل' ہر بھلائی سے محروم ہو کر پوری طرح برباد ہو جاتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مختلف انواع کی عبادات مشروع فرمائی ہیں' خاص طور پر نماز' تو ان عبادات کا مقصد صرف ذکر الٰہی کا قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ (العنکبوت: ۲۹/ ۴۵) ''اس کتاب کی تلاوت کیجیے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کیجیے بے شک نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے اور ذکر الٰہی اس سے بھی بڑی چیز ہے۔'' یعنی نماز کے اندر اللہ تعالیٰ کا جو ذکر ہے' وہ نماز کے فحش اور برے کاموں سے روکنے سے' زیادہ بڑی چیز ہے۔ عبادت کی اس نوع کو توحید الوہیت اور توحید عبادت کہا جاتا ہے۔ الوہیت اللہ تعالیٰ کا وصف ہے اور عبودیت بندے کا وصف ہے۔

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾

بلاشبہ قیامت آنے والی ہے، قریب ہے کہ چھپاؤں میں اس کو تاکہ بدلہ دیا جائے ہر جان کو، اس کا جو وہ کوشش کرتا ہے ○

﴿ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ ﴾ یعنی قیامت کی گھڑی کا واقع ہونا لازمی امر ہے۔ ﴿ اَكَادُ اُخْفِيْهَا ﴾ یعنی قیامت کی گھڑی خود آپ ﷺ سے چھپی ہوئی ہے' جیسا کہ بعض قراءت میں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہے: ﴿ يَسْــَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۶۳) ''آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں' کہہ دیجیے اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ﴾ (لقمٰن: ۳۱/ ۳۴) ''قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کے علم کو تمام مخلوقات سے چھپا رکھا

ہے قیامت کے بارے میں کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی مرسل۔

اور قیامت کے آنے کی حکمت یہ ہے کہ ﴿لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى﴾ ہر شخص نے جو بھلے یا برے اعمال میں بھاگ دوڑ کی ہے اس کو ان کی جزا دی جائے کیونکہ قیامت دار الجزا کا دروازہ ہے۔ ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ (النجم:۳۱/۵۳) ''تاکہ جن لوگوں نے برے کام کئے انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے اور جنہوں نے نیک کام کئے ان کو اچھا بدلہ دے۔''

فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾

پس نہ روکے تجھ کو اس سے وہ شخص جو نہیں ایمان لاتا ساتھ اس کے، اور پیروی کی اس نے اپنی خواہش کی' پس تو (بھی) ہلاک ہو جائے ○

وہ شخص' جو قیامت کا انکار کرتا ہے اور اس کے واقع ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا وہ آپ (ﷺ) کو قیامت اور جزا و سزا پر ایمان لانے اور اس کے مطابق عمل کرنے سے روک نہ دے۔ وہ اس بارے میں شک کرتا ہے اور شک پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے' اس بارے میں باطل دلائل کے ذریعے سے بحث کرتا ہے' خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہوئے' مقدور بھر قیامت کے بارے میں شبہات پیدا کرتا ہے' اس کا مقصد حق تک پہنچنا نہیں بلکہ اس کا مقصد صرف خواہشات نفس کی پیروی ہے۔ جس شخص کا یہ حال ہو اس کی بات پر کان دھرنے اور اس کے اقوال و افعال کو' جو قیامت پر ایمان لانے سے روکتے ہیں' قبول کرنے سے بچیے۔

جس شخص کا یہ حال ہے اس سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے حکم دیا ہے کہ وہ ایسا شخص ہے جس کا دجل اور اس کی وسوسہ اندازی مومن کے لیے سب سے زیادہ ڈرنے کی چیز ہے اور نفوس انسانی کی فطرت ہے کہ وہ اپنے ابنائے جنس کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان کی پیروی کرتے ہیں۔ اس میں تنبیہ اور اشارہ ہے کہ ہر اس شخص سے بچا جائے جو باطل کی طرف دعوت دیتا ہے' ایمان واجب یا اس کی تکمیل سے روکتا ہے اور قلب میں شبہات پیدا کرتا ہے' نیز ان تمام کتابوں سے بچا جائے جو باطل نظریات پر مشتمل ہیں۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان' آخرت پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ تینوں امور ایمان کی اساس اور دین کا ستون ہیں۔ اگر یہ امور کامل ہیں تو دین بھی کامل ہے اور ان امور کے فقدان یا ان کے ناقص رہنے سے دین بھی ناقص رہ جاتا ہے۔ اس کی نظیر اللہ تبارک و تعالیٰ کا وہ ارشاد ہے جس میں ان گروہوں کی سعادت اور شقاوت کی میزان کے بارے میں خبر دی گئی ہے' جن کو کتاب عطا کی گئی تھی۔ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (المائدۃ:۶۹/۵) ''بے شک جو لوگ ایمان لائے یا یہودی ہوئے یا صابی یا عیسائی' جو بھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل بھی کرے گا' ان کے لئے کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿فَتَرْدٰى﴾ یعنی اگر آپ

اس شخص کے راستے پر گامزن ہوئے جو مذکورہ امور سے روکتا ہے تو آپ ہلاک ہو کر بدبختی کا شکار ہو جائیں گے۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ

اور کیا ہے یہ تیرے دائیں ہاتھ میں اے موسیٰ ؟○ موسیٰ نے کہا یہ میرا عصا ہے، ٹیک لگاتا ہوں میں اس پر،اور پتے جھاڑتا ہوں اسکے ساتھ اپنی بکریوں پر،

وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ

اور میرے لیے اس میں مقاصد ہیں اور بھی ○ اللہ نے فرمایا، ڈال دے اسے، اے موسیٰ !○ پس جب اس نے ڈالا اسے تو ناگہاں وہ

حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۫ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾ وَاضْمُمْ

سانپ تھا دوڑتا ہوا○ فرمایا' پکڑ لے اسے اور مت ڈر تو، ابھی ہم لوٹا دیں گے اسے اس کی پہلی ہی حالت پر ○ اور ملا

يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾

اپنا ہاتھ ساتھ اپنی بغل کے، نکلے گا وہ چمکتا ہوا بغیر کسی بیماری کے' یہ نشانی ہے دوسری ○

لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾

تاکہ ہم دکھائیں تجھے کچھ اپنی نشانیاں بڑی بڑی ○

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اساس ایمان کا ذکر کیا تو ارادہ فرمایا کہ وہ ان کے سامنے اساس ایمان کو اچھی طرح واضح کر دے اور انہیں اپنی نشانیاں دکھائے جن سے ان کا دل مطمئن اور آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور دشمن کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی تائید سے ان کے ایمان کو تقویت حاصل ہو' اس لئے فرمایا: ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى﴾ ''اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟'' اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کے باوجود تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر زیادہ اہتمام کی بنا پر استفہام کے اسلوب میں کلام فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا: ﴿هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ﴾ ''یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں۔'' اس میں اللہ تعالیٰ نے دو فوائد ذکر فرمائے ہیں۔

(۱) آدمی کے لئے فائدہ' وہ چلنے پھرنے اور کھڑے ہونے میں اس کا سہارا لیتا ہے اور اسے اس سے مدد حاصل ہوتی ہے۔

(۲) بہائم کے لئے فائدہ' آدمی اس کے ذریعے سے اپنی بھیڑ بکریوں کو چراتا ہے۔ جب وہ اپنے مویشیوں کو درختوں کے پاس چراتا ہے تو اس سے درختوں کے پتے جھاڑتا ہے' یعنی یہ عصا درخت پر مارتا ہے تاکہ پتے جھڑیں اور ان کو بکریاں چر لیں۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حسن خلق ہے جس کے آثار یہ ہیں کہ وہ بہائم و حیوانات کے ساتھ بھی اچھا سلوک

کرتے تھے اور ان کے ساتھ حسن رعایت سے پیش آتے تھے' نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی عنایت تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں چن کر اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت اس تخصیص کا تقاضا کرتی تھی۔ ﴿ وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ﴾ ''اور میرے لیے اس میں دوسرے مقاصد بھی ہیں۔'' یعنی ان مذکورہ دو مقاصد کے علاوہ' دیگر مقاصد۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کا ادب تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے سوال کیا کہ ان کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے..... یہ سوال عصا کے عین کے بارے میں ہے یا اس کی منفعت کے بارے میں' اس میں دونوں احتمالات ہیں..... موسیٰ علیہ السلام نے اس کے عین اور منفعت' یعنی دونوں احتمالات کے مطابق جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: ﴿ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ ۝ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ ﴾ ''اے موسیٰ! اسے زمین پر ڈال دے' تو انہوں نے ڈال دیا' پس وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔'' اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ عصا ایک بہت بڑے سانپ میں تبدیل ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام خوف کھا کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اس سانپ کا وصف یہ بیان فرمایا کہ وہ حرکت کرتا تھا یہ ایک وہم کے ازالے کے لئے تھا جو ممکن تھا کہ کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ سب تخیل کی کارفرمائی ہے اور اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ پس اس کے حرکت کرنے نے اس وہم کا ازالہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ﴿ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ﴾ ''اسے پکڑ لے اور مت ڈر'' یعنی اس سے تجھ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ ﴿ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ﴾ یعنی ہم اسے اس کی اصلی ہیئت اور صفت کی طرف لوٹا دیں گے جو عصا کی ہوتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایمان اور تسلیم و رضا سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور سانپ کو پکڑ لیا اور سانپ اسی جانے پہچانے عصا میں تبدیل ہو گیا۔ یہ (پہلا) معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے معجزے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ ﴾ یعنی اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال اور اپنے بازو کو اپنے ساتھ لگا لے جو انسان کے پر ہیں۔ ﴿ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ﴾ یعنی بغیر کسی عیب اور برص وغیرہ کے' سفید' چمکتا ہوا نکلے گا۔ ﴿ آيَةً أُخْرَىٰ ﴾ یہ دوسرا معجزہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَذَانِكَ بُرْهَانَانِ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴾ (القصص: ۳۲/۲۸) ''تیرے رب کی طرف سے یہ دو معجزے ہیں' فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف' وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔''

﴿ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴾ یہ مذکور افعال..... یعنی عصا کا سانپ بن جانا اور ہاتھ کا دیکھنے والوں کے لئے سفید چمکدار ہو جانا..... صرف اس لئے سرانجام دیئے ہیں تاکہ ہم تجھ کو اپنی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ کروائیں' جو تیری رسالت کی صحت اور جو کچھ تو لے کر آیا ہے اس کی حقیقت پر دلالت کرتی ہیں اور یوں تجھ کو اطمینان قلب حاصل ہو گا' تیرے علم میں اضافہ ہو گا اور تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نصرت کے وعدے پر بھروسہ کرے گا' نیز یہ نشانیاں ان لوگوں کے سامنے حجت اور دلیل ہوں گی جن کی طرف تجھ کو مبعوث کیا جا رہا ہے۔

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِىْ صَدْرِىْ ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِىْٓ

تو جا فرعون کی طرف، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے○ موسیٰ نے کہا، اے رب! کھول دے میرے لیے میرا سینہ○ اور آسان کر دے میرے لیے

اَمْرِىْ ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِىْ ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِىْ ﴿٢٨﴾ وَاجْعَلْ لِّىْ وَزِيْرًا

میرا کام○ اور کھول دے گرہ میری زبان کی○ (تاکہ) وہ سمجھیں میری بات○ اور بنا دے میرے لئے وزیر

مِّنْ اَهْلِىْ ﴿٢٩﴾ هٰرُوْنَ اَخِى ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِىْ ﴿٣١﴾ وَاَشْرِكْهُ فِىْٓ اَمْرِىْ ﴿٣٢﴾

میرے اہل سے○ (یعنی) ہارون میرے بھائی کو○ مضبوط کر تو ساتھ اس کے میری کمر○ اور شریک کر اسے میرے کام (نبوت) میں○

كَىْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿٣٥﴾

تاکہ ہم تسبیح بیان کریں تیری بہت○ اور (تاکہ) ہم یاد کریں تجھے کثرت سے○ بلاشبہ تو ہے ہمیں خوب دیکھنے والا○

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾

اللہ نے کہا تحقیق دیدیا گیا تو اپنا سوال اے موسیٰ!○

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کر کے انہیں نبوت عطا کر دی اور انہیں بڑے بڑے معجزات کا مشاہدہ کروا دیا' تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مصر کے بادشاہ فرعون کی طرف مبعوث کیا اور فرمایا: ﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾ ''فرعون کی طرف جا' وہ سرکش ہو گیا ہے۔'' یعنی وہ' اپنے کفر و فساد میں' زمین میں تغلب اور کمزوروں پر ظلم کرنے میں حد سے بڑھ گیا ہے حتیٰ کہ اس نے ربوبیت اور الوہیت کا دعویٰ کر دیا...... قَبَّحَهُ الله ...... یعنی اس کی سرکشی اس کی ہلاکت کا سبب ہے' لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت' اس کی حکمت اور اس کا عدل ہے کہ وہ کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک کہ انبیاء و مرسلین کے ذریعے سے اس پر حجت قائم نہیں کر دیتا۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ انہوں نے بہت بڑی ذمہ داری کا بوجھ اٹھا لیا ہے اور انہیں ایک جابر اور سرکش انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہے' جس کا مصر میں مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں جب کہ موسیٰ علیہ السلام تن تنہا ہیں' علاوہ ازیں ان سے ایک قتل بھی سرزد ہو چکا تھا' لیکن انہوں نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور انشراح صدر کے ساتھ اس کو قبول کیا اور اللہ تعالیٰ سے مدد اور اسباب کی فراہمی کا سوال کیا جن کی بنا پر دعوت کی تکمیل ہوتی ہے' چنانچہ عرض کیا: ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِىْ صَدْرِىْ﴾ یعنی اے اللہ! میرے سینے کو کھول دے اور اسے وسعت عطا کر تاکہ میں قولی اور فعلی اذیتیں برداشت کر سکوں اور میرا قلب تکدر کا شکار نہ ہو اور میرا سینہ تنگ نہ ہو کیونکہ انسان کا سینہ جب تنگ ہوتا ہے تو وہ مخلوق کی ہدایت اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کا اہل نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ (آل عمران: ۱۵۹/۳) ''یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لئے بہت

نرم دل ہیں اگر آپ تند خو سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے اردگرد سے چھٹ جاتے۔'' لوگ (داعی کی) نرم خوئی' کشادہ دلی اور ان کے بارے میں اس سے انشراح صدر کی بنا پر قبول حق کے قریب آتے ہیں۔

﴿ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴾ یعنی میرے لئے میرا ہر معاملہ اور اپنے راستے میں میری ہر منزل کو آسان کر دے' میرے سامنے جو مشکلات اور سختیاں ہیں ان کو نرم کر دے۔ معاملے کو آسان کرنا یہ ہے کہ داعی نہایت آسانی کے ساتھ تمام معاملات کو ان کے اپنے اپنے دائرے میں نمٹا سکے۔ ہر شخص سے اس کے مزاج کی مناسبت سے مخاطب ہو اور اسے اس طریقے سے دعوت دے جو قبول حق کے قریب تر ہو۔

﴿ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ○ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴾ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں ثقل تھا جس کی وجہ سے ان کی بات مشکل سے سمجھ میں آتی تھی۔ جیسا کہ مفسرین کی رائے ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرمایا: ﴿ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا ﴾ (القصص: ۳٤/۲۸) ''اور میرا بھائی ہارون' مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہے۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کی زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ ان کی بات کو سمجھ سکیں اور خطاب اور معانی کے بیان کا مقصد پورا ہو سکے۔

﴿ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴾ یعنی میرے گھر والوں میں سے میرا مددگار بنا دے جو میری مدد کرے' جو میرا میرا بوجھ بٹائے اور جن لوگوں کی طرف مجھے رسول بنا کر بھیجا جا رہا ہے ان کے مقابلے میں مجھے تقویت دے اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کی کہ یہ مددگار ان کے گھر والوں میں سے ہو اس لیے کہ یہ صلہ رحمی کا ایک طریقہ ہے۔ انسان کی نیکی کا سب سے زیادہ مستحق اس کا رشتہ دار ہوتا ہے' پھر اپنی دعا میں اس مددگار کا تعین کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ هٰرُوْنَ اَخِي ○ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴾ یعنی مجھے میرے بھائی کے ذریعے قوت عطا کر' اور میری کمر کو مضبوط کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا ﴾ (القصص: ۳۵/۲۸) ''ہم آپ کے بھائی کے ذریعے سے آپ کے ہاتھ مضبوط کریں گے اور آپ دونوں کو غلبہ دیں گے۔'' ﴿ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴾ نبوت میں اسے میرا شریک بنا دے۔ یعنی اسے بھی نبی اور رسول بنا دے جس طرح مجھے بنایا ہے۔

پھر اس کا فائدہ بیان کرتے ہوئے عرض کیا: ﴿ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ○ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴾ موسیٰ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ تمام عبادات اور دین کا دارومدار اللہ تعالیٰ کے ذکر پر ہے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کے ساتھ ان کے بھائی کو بھی نبوت عطا کر دے' وہ نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر یعنی تسبیح و تہلیل اور عبادات کی دیگر انواع میں اضافہ ہو گا۔ ﴿ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴾ اے اللہ! تو ہمارے حال' ہماری کمزوری اور ہمارے عجز کو جانتا ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ ہم ہر معاملے میں تیرے محتاج ہیں' تو ہمیں ہم سے زیادہ دیکھتا ہے اور ہم پر ہم سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ پس ہم نے تجھ سے جو سوال کیا ہے وہ ہمیں

عطا کر کے ہمیں ممنون فرما اور ہماری دعا قبول فرما۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَٰمُوسَىٰ﴾ اے موسیٰ! جو کچھ تو نے مانگا ہے تجھ کو عطا کیا جاتا ہے، ہم تجھ کو انشراح صدر عطا کر دیں گے، تیرے معاملے کو آسان کر دیں گے، تیری زبان کی گرہ کھول دیں گے، لوگ تیری بات کو سمجھیں گے اور ہم تیرے بھائی ہارون کے ذریعے سے تیرے ہاتھ مضبوط کر دیں گے ﴿وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَٰنًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا بِـَٔايَٰتِنَآ أَنتُمَا وَمَنِ ٱتَّبَعَكُمَا ٱلْغَٰلِبُونَ﴾ (القصص: ۳۵/۲۸) ''ہم تم دونوں کو غلبہ دیں گے اور وہ ہماری نشانیوں کے سبب سے تم دونوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، غلبہ تم دونوں اور تمہارے متبعین ہی کا ہوگا۔''

موسیٰ علیہ السلام کا سوال اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی کامل معرفت حاصل تھی، آپ کمال درجے کے ذہین وفطین تھے اور تمام معاملات کی کامل معرفت رکھتے تھے اور کامل خیر خواہی سے بہرہ ور تھے، نیز یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا اور مخلوق کی راہنمائی کرنے والا...... خاص طور پر جب اس داعی کے مخاطب اہل عناد، متکبر اور سرکش لوگ ہوں...... کشادہ دلی، اذیتوں پر بردباری اور فصاحت زبان، جس کے ذریعے سے وہ اپنے مقاصد اور ارادوں کی تعبیر پر قادر ہو، محتاج ہوتا ہے بلکہ اس مقام پر فائز شخص کے لئے فصاحت وبلاغت نہایت ضروری ملکہ ہے کیونکہ اسے کثرت سے بحث وتکرار کی ضرورت پیش آتی ہے، علاوہ ازیں یہ بھی اس کی ضرورت ہے کہ وہ حتی المقدور حق کو خوب صورت اور مزین کر کے پیش کرے تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو اور باطل کی قباحت وشناعت کو اجاگر کرے تاکہ لوگ اس سے متنفر ہوں۔

اس کے ساتھ ساتھ داعی حق اس بات کا بھی محتاج ہے کہ اس کے معاملے میں آسانی پیدا ہو اور وہ اس کے لئے درست طریق کار اختیار کرے۔ حکمت، اچھی نصیحت اور بہترین طریق گفتگو کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت دے اور لوگوں کے ساتھ ان کے حسب حال معاملہ کرے اور ان سب باتوں کی تکمیل یہ ہے کہ جو شخص یہ وصف رکھتا ہو اس کے کچھ اعوان ومددگار ہوں جو اس کے مقصد کے حصول میں اس کی مدد کریں کیونکہ جب آوازیں زیادہ ہوں گی تو وہ زیادہ اثر انداز ہوں گی، اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے ان امور کا سوال کیا تھا جو انہیں عطا کر دیئے گئے۔

اگر آپ انبیاء کی حالت پر غور کریں گے، جن کو مخلوق کی طرف بھیجا گیا، تو ان کے احوال کے مطابق ان کو اسی حال میں پائیں گے۔ خاص طور پر افضل الانبیاء خاتم المرسلین جناب محمد ﷺ کو جو ہر صفت کمال میں بلند ترین درجے پر فائز تھے۔ آپ ﷺ کو جس طرح شرح صدر، تیسیر امر، فصاحت زبان، حسن تعبیر وبیان اور حق کی راہ میں اعوان وانصار یعنی صحابہ وتابعین اور ان کے بعد آنے والوں سے نوازا گیا، دوسرے انبیاء کو یہ خوبیاں اس انداز

سے میسر نہیں آئیں۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾

اور البتہ تحقیق احسان کر چکے ہیں ہم تجھ پر ایک مرتبہ اور بھی ○ جب الہام کیا تھا ہم نے تیری ماں کی طرف، وہ جو (اب) وحی کی جاتی ہے ○

أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ

یہ کہ ڈال دے تو اس (موسیٰ) کو صندوق میں، پھر ڈال دے اس (صندوق) کو دریا میں، پس لا ڈالے گا اسکو دریا ساحل پر، کہ پکڑے اسکو

عَدُوٌّ لِي وَعَدُوٌّ لَهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿٣٩﴾

دشمن میرا اور دشمن اسکا، اور ڈال دی میں نے تجھ پر محبت اپنی طرف سے، اور تاکہ تو پرورش کیا جائے میری آنکھوں کے سامنے ○

إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَنْ يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ

جب چلتی تھی تیری بہن، پس کہتی تھی وہ، کیا رہنمائی کروں میں تمہاری اس شخص پر جو کفالت کرے اسکی؟ پھر لوٹایا ہم نے تجھے تیری ماں کی طرف تاکہ

تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ

ٹھنڈی ہو آنکھ اس کی، اور نہ غم کھائے وہ، اور قتل کیا تھا تو نے ایک نفس کو پس نجات دی ہم نے تجھے غم سے، اور آزمایا ہم نے تجھے (خوب آزمانا)،

فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَا مُوسَىٰ ﴿٤٠﴾

پس ٹھہرا رہا تو کئی سال اہل مدین میں، پھر آیا تو اوپر تقدیر (الٰہی) کے، اے موسیٰ! ○

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ﴿٤١﴾

اور خاص کر لیا میں نے تجھے اپنے کام کے لیے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بیان کرنے کے بعد کہ اس نے اپنے بندے اور رسول حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو دین، وحی، رسالت اور قبولیت دعا سے نوازا...... اس نعمت کا ذکر فرمایا جو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی پرورش اور ان کو ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں منتقل کرتے وقت عطا کی تھی، چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ﴾ ''اور ہم نے تجھ پر احسان کیا دوسری مرتبہ'' جب ہم نے تیری والدہ کی طرف الہام کیا کہ وہ تجھ کو رضاعت کے وقت، فرعون کے خوف سے ایک صندوق میں ڈال دے، کیونکہ فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرنے کا حکم دے رکھا تھا، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو چھپا دیا، انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سخت خوف لاحق ہوا چنانچہ انہوں نے آپ کو ایک صندوق میں رکھ کر دریا یعنی دریائے نیل میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ وہ اس صندوق کو کنارے پر لگا دے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا کہ اس صندوق کو اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سب سے بڑا دشمن پکڑ لے اور اس کی اپنی اولاد کے ساتھ تربیت حاصل کرے اور جو کوئی اس کو دیکھے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

اسی لئے فرمایا: ﴿ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ﴾ ''اور میں نے ڈال دی تجھ پر محبت اپنی طرف سے۔'' یعنی جو کوئی آپ کو دیکھتا محبت کرنے لگتا تھا۔ ﴿ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ ﴾ یعنی تاکہ تو میری آنکھوں کے سامنے' میری حفاظت میں تربیت حاصل کرے اور رحیم و کریم اللہ کی سرپرستی سے بڑھ کر کس کی کفالت اور دیکھ بھال جلیل القدر اور کامل ہو سکتی ہے' جو اپنے بندے کو اس کے مصالح عطا کرنے اور ضرر رساں امور کو اس سے دور کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے؟ پس موسیٰ علیہ السلام ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوتے' تو اللہ تعالیٰ ہی ان کی مصلحت کے مطابق ان کی تدبیر فرماتا اور یہ اللہ تعالیٰ کی حسن تدبیر ہی تھی کہ جب موسیٰ علیہ السلام دشمن کے قبضے میں چلے گئے تو ان کی والدہ سخت بے چین ہو گئیں اور ان کا دل رنجیدہ ہو گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو مضبوط نہ کیا ہوتا تو قریب تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھید کھول دیتیں۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تمام دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام کر دیا۔ انہوں نے کسی عورت کی چھاتی کو منہ نہ لگایا تاکہ معاملہ آخر کار ماں تک پہنچے اور ماں ان کو دودھ پلائے' بچہ ماں کے پاس رہے اور ماں مطمئن اور پرسکون ہو اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔

فرعون کے کارندے دودھ پلانے والیوں کو ایک ایک کر کے بچے کے پاس لائے مگر اس نے کسی کی چھاتی کو قبول نہ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن آئی اور فرعون اور اسکے کارندوں سے کہنے لگی۔ ﴿ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴾ (القصص: ١٢/٢٨) ''کیا میں تمہیں ایسے گھرانے کے متعلق نہ بتاؤں جو اسکی کفالت کریں اور اسکی خیر خواہی بھی کریں؟'' چنانچہ اس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اسکی ماں کے پاس پہنچا دیا۔

﴿ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۬ وَقَتَلْتَ نَفْسًا ﴾ ''پھر ہم نے تجھے تیری ماں کی طرف لوٹایا' تاکہ اسکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کرے اور تو نے ایک جان کو قتل کر دیا'' وہ مقتول قبطی تھا۔ ایک روز موسیٰ علیہ السلام ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے جب شہر کے لوگ غفلت میں تھے۔ آپ نے دیکھا کہ دو شخص آپس میں لڑ رہے ہیں ان میں ایک موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا آدمی تھا اور دوسرا انکی دشمن قوم یعنی قبطیوں سے تعلق رکھتا تھا۔ ﴿ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ﴾ (القصص: ١٥/٢٨) ''جو شخص انکی قوم سے تھا اس نے اس شخص کے خلاف موسیٰ کو مدد کیلئے پکارا جو اسکی دشمن قوم سے تھا' موسیٰ نے اسکو ایک گھونسا مارا اور اسکا کام تمام کر دیا۔'' اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی' اللہ تعالیٰ نے انکو بخش دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ دربار کے لوگ انکو تلاش کر رہے ہیں تاکہ انکو قتل کر دیا جائے تو وہ وہاں سے فرار ہو گئے۔

﴿ فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ ﴾ ''پس ہم نے تجھ کو نجات دی غم سے'' یعنی گناہ کی سزا اور قتل سے۔ ﴿ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ﴾ یعنی ہم نے تجھ کو آزمایا اور تجھ کو اپنے تمام احوال میں راست رو پایا' یا ہم تجھ کو مختلف احوال و اطوار میں منتقل کرتے رہے یہاں تک کہ تو اپنے اس مقام کو پہنچ گیا جہاں تجھے پہنچنا تھا۔ ﴿ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِىْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ﴾ ''پس تو

اہل مدین میں کئی سال رہا۔‘‘یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں نے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو موسیٰ علیہ السلام وہاں سے فرار ہو کر مدین پہنچ گئے اور وہاں انہوں نے نکاح کر لیا اور مدین میں آٹھ یا دس سال رہے۔ ﴿ثُمَّ جِئۡتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوۡسٰى﴾ ’’پھر تو آیا تقدیر کے مطابق اے موسیٰ!‘‘یعنی تو اس مقام پر اتفاقاً بغیر قصد وارادہ اور بغیر ہماری تدبیر کے نہیں پہنچا بلکہ ہمارے لطف وکرم اور اندازے سے یہاں پہنچا ہے۔

یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی کامل نظر عنایت تھی۔ بناء بریں فرمایا: ﴿وَاصۡطَنَعۡتُكَ لِنَفۡسِىۡ﴾ ’’اور میں نے تجھ کو پسند کر لیا اپنی ذات کے لیے۔‘‘یعنی میں نے تجھ پر اپنی نعمتوں کا فیضان کیا اور تجھ کو اپنی خصوصی توجہ اور تربیت سے نوازا تاکہ تو میرا خاص محبوب بندہ بن جائے اور ایسے مقام پر فائز ہو جائے جہاں تک کوئی شاذ و نادر شخص ہی پہنچتا ہے۔ مخلوق میں جب ایک دوست دوسرے دوست کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کا دوست اپنے کمال مطلوب میں بلند ترین مقام پر پہنچ جائے تو وہ اس کو اس مقام پہ پہنچانے کے لئے انتہائی کوشش اور جدوجہد کرتا ہے...... جب مخلوق کا یہ حال ہے تو آپ کا رب قادر وکریم کے بارے میں کیا خیال ہے، کہ وہ مخلوق میں سے جس کو اپنا محبوب اور دوست بنانے کے لئے چن لے اس کے ساتھ کیا کرے گا؟

اِذۡهَبۡ اَنۡتَ وَاَخُوۡكَ بِاٰيٰتِىۡ وَلَا تَنِيَا فِىۡ ذِكۡرِىۡ ۚ ﴿۴۲﴾ اِذۡهَبَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ
جا تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں (معجزے) لے کر، اور نہ سستی کرنا تم دونوں میری یاد میں ○ تم دونوں جاؤ فرعون کی طرف، بلاشبہ وہ
طَغٰى ۖۚ ﴿۴۳﴾ فَقُوۡلَا لَهٗ قَوۡلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوۡ يَخۡشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا
سرکش ہو گیا ہے ○ پس کہو تم دونوں اس سے بات نرم، شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا ڈر جائے ○ ان دونوں نے کہا، اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم تو
نَخَافُ اَنۡ يَّفۡرُطَ عَلَيۡنَاۤ اَوۡ اَنۡ يَّطۡغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِىۡ
ڈرتے ہیں اس سے کہ وہ زیادتی کرے ہم پر، یا یہ کہ وہ سرکشی کرے ○ اللہ نے کہا، مت ڈرو تم دونوں، بلاشبہ میں
مَعَكُمَاۤ اَسۡمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾
تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سنتا اور دیکھتا ہوں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دینی اور دنیاوی نعمتوں سے نوازنے کے بعد فرمایا: ﴿اِذۡهَبۡ اَنۡتَ وَاَخُوۡكَ﴾ ’’جا تو اور تیرا بھائی۔‘‘یعنی ہارون علیہ السلام ﴿بِاٰيٰتِىۡ﴾ ’’میری نشانیوں کے ساتھ۔‘‘یعنی ان نشانیوں کے ساتھ جائیں جو حق کے حسن اور باطل کی قباحت پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً ید بیضا اور عصا سمیت نو معجزات لے کر فرعون اور اس کی اشرافیہ کے پاس جائیں۔ ﴿وَلَا تَنِيَا فِىۡ ذِكۡرِىۡ﴾ ’’اور تم دونوں میرے ذکر میں سستی نہ کرو۔‘‘ یعنی میرا ذکر ہمیشہ کرتے رہو اور اس کو دائمی طور پر قائم رکھتے ہوئے کسی سستی کا شکار نہ ہو، میرے ذکر کو لازم بناؤ

جیسا کہ تم دونوں نے خود ان الفاظ میں وعدہ کیا ہے۔ ﴿كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۝ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا﴾ (طٰہٰ: ۳۴،۳۳/۲۰) اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر تمام معاملات میں مدد ومعونت فراہم کر کے ان کو سہل بناتا ہے اور ان معاملات کے بوجھ میں تخفیف کرتا ہے۔

﴿اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ﴾ ''تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ' وہ سرکش ہو گیا ہے۔'' یعنی وہ کفر' سرکشی' ظلم اور تعدی کی تمام حدود پھلانگ گیا ہے۔ ﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا﴾ لفظی آداب کا خیال رکھتے ہوئے' نرمی کے ساتھ نہایت سہل اور لطیف بات کیجئے' فحش گوئی' ڈینگیں مارنے' سخت الفاظ اور درشت افعال سے پرہیز کیجئے۔ ﴿لَّعَلَّهُ﴾ شاید وہ اس نرم گوئی کے سبب سے ﴿يَتَذَكَّرُ﴾ نصیحت پکڑے جو اس کو فائدہ دے اور وہ اس پر عمل کرنے لگے ﴿أَوْ يَخْشَىٰ﴾ اور نقصان دہ چیز سے ڈرے اور اسے ترک کر دے کیونکہ نرم گوئی اس کی طرف دعوت دیتی ہے اور سخت گوئی لوگوں کو اس سے متنفر کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ''نرم گوئی'' کی اپنے ارشاد میں تفسیر بیان کی ہے۔ ﴿فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَىٰ أَن تَزَكَّىٰ ۝ وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ﴾ (النّٰزعٰت: ۱۹،۱۸/۷۹) ''اور اس سے کہئے کہ کیا تو چاہتا ہے کہ پاک ہو جائے اور میں تیرے رب کی طرف تیری راہنمائی کروں تاکہ تو اپنے رب سے ڈرنے لگے؟'' کیونکہ اس قول میں جو نرمی اور آسانی پنہاں ہے اور سختی اور درشتی سے جس طرح پاک ہے' غور کرنے والے پر مخفی نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے (ھل) کا لفظ استعمال کیا ہے جو ''عرض'' اور ''مشاورت'' پر دلالت کرتا ہے جس سے کوئی شخص نفرت نہیں کرتا اور اسے ہر قسم کی گندگی سے تطہیر اور تزکیہ کی طرف بلایا ہے۔ جس کی اصل شرک کی گندگی سے تطہیر ہے جسے ہر عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا (اُزَكِّيكَ) ''میں تجھے پاک کروں'' بلکہ فرمایا: (تَزَكّٰى) یعنی ''تو خود پاک ہو جائے۔''

پھر موسیٰ علیہ السلام نے اسے اس کے رب کی طرف بلایا جس نے اس کی پرورش کی اور اسے ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا جن پر شکر اور ذکر کرنا چاہیے۔ اس لیے فرمایا: ﴿وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ﴾ (النّٰزعٰت: ۱۹/۷۹) ''اور تاکہ میں تیرے رب کی طرف تیری راہنمائی کروں تاکہ تو اپنے رب سے ڈرنے لگے۔'' جب فرعون نے اس کلام نرم ونازک کو قبول نہ کیا' جس کا حسن دلوں کو پکڑ لیتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کو وعظ ونصیحت کا کوئی فائدہ نہیں' تو اللہ تعالیٰ نے اسے اسی طرح پکڑ لیا جس طرح ایک غالب اور مقتدر ہستی پکڑتی ہے۔

﴿قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَن يَفْرُطَ عَلَيْنَا﴾ ''دونوں نے کہا' اے ہمارے رب! ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے۔'' یعنی کہیں وہ ہمیں عقوبت میں نہ ڈال دے اور تیرا پیغام پہنچانے اور اس پر حجت قائم کرنے سے پہلے ہی کہیں ہمیں کسی تعذیب میں مبتلا نہ کر دے ﴿أَوْ أَن يَطْغَىٰ﴾ یا وہ حق کے خلاف تکبر سے اقتدار

وسلطنت، اپنے اعوان اور اپنی افواج کی بنا پر سرکشی نہ دکھائے۔

﴿قَالَ لَا تَخَافَآ﴾ فرمایا، اس بات سے نہ ڈرو کہ وہ تم پر زیادتی کرے گا ﴿اِنَّنِیْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی﴾ ''میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، سنتا اور دیکھتا ہوں۔'' یعنی تم دونوں میری حفاظت اور نگرانی میں ہو، میں تمہاری بات کو سن رہا اور تمہارے تمام احوال کو دیکھ رہا ہوں اس لئے فرعون سے نہ ڈرو! چنانچہ ان دونوں کے دلوں سے فرعون کا خوف زائل ہو گیا اور اپنے رب کے وعدے پر ان کا دل مطمئن ہو گیا۔

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ڏ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ

سوتم دونوں جاؤ اسکے پاس اور کہو، بے شک ہم رسول ہیں تیرے رب کے، پس تو بھیج ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو، اور نہ ستا انہیں،

قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ اِنَّا

تحقیق ہم لائے ہیں تیرے پاس نشانی تیرے رب کی طرف سے، اور سلامتی ہے اس شخص پر جس نے پیروی کی ہدایت کی○ بے شک ہم،

قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٤٨﴾

تحقیق وحی کی گئی ہے ہماری طرف کہ بے شک عذاب ہے اس شخص پر جس نے تکذیب کی اور منہ پھیرا○

یعنی ان دو باتوں کے ساتھ فرعون کے پاس جائیں۔

(١) فرعون کو اسلام کی دعوت دیں۔

(٢) شرف کے حامل قبیلہء بنی اسرائیل کو فرعون کی قید اور اس کی غلامی سے نجات دلائیں تاکہ وہ آزاد ہو کر اپنے معاملات کے بارے میں خود فیصلہ کریں اور موسیٰ علیہ السلام ان پر اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے دین کو نافذ کریں۔

﴿قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ﴾ ''ہم تیرے پاس آئے ہیں نشانی لے کر۔'' جو ہماری صداقت پر دلالت کرتی ہے۔

﴿فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ○ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ﴾ (الاعراف:٧/١٠٧، ١٠٨) ''موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنا عصا پھینکا اور یکایک وہ واضح طور پر سانپ بن گیا اور اس نے اپنا ہاتھ گریبان سے نکالا تو دیکھنے والوں کے سامنے سفید چمک رہا تھا۔'' ﴿وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى﴾ ''اور سلام ہے اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔'' یعنی جس نے صراط مستقیم کی پیروی کی اور شرع مبین سے راہ نمائی لی، اسے دنیا و آخرت کی سلامتی حاصل ہو گئی۔ ﴿اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ﴾ ''ہماری طرف وحی کی گئی ہے۔'' یعنی ہم جو خبر دے رہے ہیں، اپنی طرف سے نہیں دے رہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ﴿اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾ یعنی اس شخص کے لئے عذاب ہے جس نے اللہ اور انبیاء و رسل کی خبر کی تکذیب کی اور ان کی اطاعت سے منہ موڑا۔ اس میں فرعون کو ایمان و تصدیق اور دونوں نبیوں کی اطاعت و اتباع کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کے متضاد امور سے ڈرایا گیا ہے۔ مگر اس کو کسی وعظ و نصیحت نے کوئی فائدہ نہ دیا اور اس نے اپنے رب کا انکار کر دیا اور ظلم و عناد کی بنا پر

اس بارے میں جھگڑا کیا۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾

فرعون نے کہا، پس کون ہے رب تم دونوں کا؟ اے موسیٰ! ○ موسیٰ نے کہا، ہمارا رب وہ ہے جس نے دی ہر چیز کو شکل وصورت اسکی، پھر سوجھ بوجھ دی ○

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ

فرعون نے کہا، پس کیا حال ہے پہلی امتوں کا؟ ○ موسیٰ نے کہا، ان کا علم میرے رب کے پاس ہے لوح محفوظ میں، نہیں بھٹکتا میرا رب

وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ

اور نہ وہ بھولتا ہے ○ وہ ذات جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا، اور اس نے بنادیئے تمہارے (چلنے کے) لئے اس میں راستے، اور نازل کیا

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ

آسمان سے پانی، پھر نکالیں ہم نے اسکے ذریعے سے کئی اقسام کی نباتات مختلف ○ تم (خود بھی) کھاؤ اور چراؤ اپنے چوپایوں کو

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ

بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں عقل مندوں کیلئے ○ اسی زمین سے ہم نے پیدا کیا تمہیں، اور اسی میں ہم (دوبارہ) لوٹائیں گے تمہیں،

وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾

اور اسی میں سے ہم نکالیں گے تمہیں ایک بار پھر ○

یعنی فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے انکار کے طور پر کہا: ﴿فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى﴾ "تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ؟" موسیٰ علیہ السلام نے نہایت واضح اور کافی وشافی جواب دیا۔ فرمایا: ﴿رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ﴾ یعنی ہمارا رب وہ ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور ہر مخلوق کو اپنی حسن تخلیق، حسن صنعت اور اس کی ضرورت کے مطابق وجود عطا کیا، مثلاً کسی کو بڑا، کسی کو چھوٹا اور کسی کو متوسط جسم عطا کیا اور یہی حال تمام صفات کا ہے۔

﴿ثُمَّ هَدٰى﴾ "پھر اس نے رہنمائی کی۔" یعنی ہر مخلوق کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس کی طرف اس نے اس کی راہنمائی کی۔ اس ہدایت کامل کا تمام مخلوقات میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ ہر مخلوق جس منفعت کے لئے تخلیق کی گئی ہے اس کے حصول اور مضرت کے دور کرنے کے لئے کوشاں رہتی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو بھی عقل عطا کی جس کے ذریعے وہ ان امور کے حصول پر متمکن ہوتے ہیں اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے۔ ﴿الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ﴾ (السجدۃ: ٧/٣٢) "جس نے ہر چیز کو بہترین طریقے سے تخلیق کیا۔" وہ ہستی جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور انہیں ایسی بہترین تخلیق عطا کی کہ عقل انسانی اس سے زیادہ خوبصورت تخلیق پیش نہیں کر سکتی اور وہ ہستی جس نے تمام مخلوقات میں ان کے مصالح کی طرف راہنمائی ودیعت کی، وہی حقیقت میں رب کائنات ہے۔ اس رب کا انکار سب سے بڑی چیز کے وجود کا

انکار کرنا ہے اور یہ حقیقت کا انکار اور صریح جھوٹ ہے۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ انسان نے بعض ایسے امور کا انکار کیا ہے جو یقینی طور پر معلوم ہیں تو ان کا رب کائنات کا انکار کرنا سب سے بڑا انکار ہے' اس لئے جب فرعون اس قطعی دلیل کا مقابلہ نہ کر سکا تو اصل مقصد سے ہٹ کر جھگڑنے پر اتر آیا اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا: ﴿فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ﴾ یعنی پہلے زمانے کے لوگوں کا کیا معاملہ ہے اور ان کی کیا خبر اور کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے تو ہم سے پہلے حق کا انکار کر کے' کفر' ظلم اور عناد کا ارتکاب کیا' کیا وہ ہمارے لئے نمونہ نہیں؟

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي فِي كِتَابٍ ۖ لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے اچھے برے تمام اعمال کو شمار کر کے اپنی کتاب' یعنی لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ علم وخبر کے اعتبار سے اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے کوئی چیز اس کے شمار کرنے اور لکھنے سے چھوٹتی نہیں اور نہ کوئی چیز اسے بھولتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے جو بھی اعمال آگے بھیجے ہیں قیامت کے روز انہیں ان اعمال کا سامنا کرنا ہو گا اور ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا...... اس لئے اے فرعون! ان کے بارے میں تیرے اس سوال اور استفہام کا کوئی معنیٰ نہیں۔ وہ ایک امت تھی جو گزر گئی ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تم جو عمل کرو گے وہ تمہارے لئے ہے۔ اس لیے وہ دلیل جو ہم نے تیرے سامنے پیش کی ہے اور وہ نشانیاں جو ہم تجھے دکھا چکے ہیں' اگر تجھ پر ان کی صداقت متحقق ہو چکی ہے تو حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ کفر' ظلم اور باطل کے ذریعے کثرت جدال کو چھوڑ دے اور اگر تجھے اس بارے میں کوئی شک ہے اور تجھے اس پر یقین نہیں ہے تو بحث کا دروازہ کھلا ہوا ہے' دلیل کا جواب دلیل سے اور برہان کا جواب برہان سے ہونا چاہیے اور جب تک دن رات باقی ہیں تو کبھی بھی ایسا نہیں کر سکے گا اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے بارے میں خبر دی ہے کہ اس نے ان آیات کا ان کی صداقت کا قائل ہونے کے بعد انکار کیا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا﴾ (النمل: ١٤/٢٧) ''انہوں نے ان آیات کا' ان کا قائل ہونے کے بعد' ظلم اور تکبر کی بنا پر انکار کیا۔''

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنزَلَ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بَصَائِرَ﴾ (بنی اسراءیل: ١٠٢/١٧) ''تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ بصیرت افروز نشانیاں آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا کسی نے نازل نہیں کیں۔'' تب معلوم ہوا کہ فرعون اپنی بحث وجدال میں ظلم کا مرتکب ہوا اور اس کا مقصد محض زمین میں تغلب کا حصول تھا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتوں اور احسانات کا ذکر کر کے اس دلیل قاطع کو ان پر لازم کر دیا' چنانچہ فرمایا: ﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا﴾ یعنی اس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا' تم اس سے سکون وقرار حاصل کرتے ہو' اس پر عمارتیں تعمیر کرتے ہو' باغات لگاتے ہو' زراعت کے لئے اس میں ہل چلاتے ہو اور

ان تمام کاموں کے لئے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور وہ تمہارے لئے تمہارے فوائد اور مصالح فراہم کرنے سے انکار نہیں کرتی ﴿وَسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا﴾ یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچانے کے لئے تمہارے لئے زمین میں راستے بنائے یہاں تک کہ انسان تمام روئے زمین پر ہر جگہ آسانی سے پہنچنے پر قادر ہیں اور وہ اپنے گھروں میں قیام پذیر رہ کر جو فائدہ اٹھاتے ہیں اس کی نسبت اپنے سفروں میں زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

﴿وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّن نَّبَاتٍ شَتَّىٰ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی ﴿فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ (البقرۃ: ٢/١٦٤) ''اور اس بارش سے زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کیا۔'' پھر اس بارش کے ذریعے سے مختلف انواع' مختلف اشکال اور مختلف احوال کے مطابق نباتات کی بہت سی اصناف پیدا کیں' پھر اس نباتات سے ہمارے لئے اور ہمارے مویشیوں کے لئے رزق فراہم کیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو روئے زمین کے تمام انسان اور حیوان ہلاک ہو جاتے۔

اس لئے فرمایا: ﴿كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ﴾ ''تم کھاؤ اور اپنے چوپاؤں کو چراؤ۔'' اللہ تعالیٰ نے احسان کے طور پر اس آیت کریمہ کو بیان فرمایا ہے تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ تمام نباتات مباح ہیں اور ان میں سے کوئی چیز حرام نہیں سوائے ضرر رساں نباتات کے' مثلاً زہر وغیرہ ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ﴾ یعنی اس میں پختہ عقل اور فکر راست رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم' اس کے احسان' اس کی رحمت' اس کے بے پایاں جود و سخا اور اس کی عنایت کامل کی نشانیاں ہیں اور یہ اس حقیقت پر دلیل ہیں کہ وہی رب معبود اور وہی مالک محمود ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ حمد' مدح اور ثنا کا اس ہستی کے سوا کوئی مستحق نہیں جس نے یہ تمام نعمتیں عطا کی ہیں' نیز یہ اس امر پر بھی دلیل ہیں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پس اس نے جس طرح زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کیا اسی طرح وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں عقل مندوں کو خاص طور پر مخاطب کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل مند لوگ ہی ان نشانیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کو عبرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر لوگ بہائم اور چوپایوں کی مانند ہیں' وہ ان نشانیوں کو عبرت کی نظر سے نہیں دیکھتے اور نہ ان کی بصیرت کو ان نشانیوں کے مقاصد تک رسائی حاصل ہے بلکہ ان کے لیے ان نشانیوں میں اتنا ہی حصہ ہے جتنا بہائم (چوپایوں) کا ہے۔ وہ کھاتے ہیں' پیتے ہیں اور ان کے دل غافل اور جسم اعراض کرنے والے ہیں۔ ﴿وَكَأَيِّن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ﴾ (یوسف: ١٢/١٠٥) ''زمین اور آسمان میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے ان کا گزر ہوتا ہے مگر یہ ان سے منہ پھیر لیتے ہیں۔''

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کی نفاست وفیاضی اور اللہ تعالیٰ کے اس پر بارش برسانے کے سبب اس کے حسن شکر کا ذکر کیا نیز بیان فرمایا کہ زمین اپنے رب کے حکم سے مختلف اقسام کی نباتات اگاتی ہے...... تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے ہمیں زمین سے پیدا کیا' ہمارے مرنے کے بعد ہمیں زمین ہی کی طرف لوٹائے گا اور ہمیں زمین میں دفن کر دے گا اور ایک مرتبہ پھر وہ ہمیں زمین سے نکال کھڑا کرے گا۔ پس جس طرح وہ ہمیں عدم سے وجود میں لایا...... اور یہ حقیقت ہمیں معلوم اور ہمارے سامنے متحقق ہے...... اسی طرح ہمارے مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا اور پھر ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دے گا۔ اور مرنے کے بعد اعادۂ حیات پر یہ دونوں دلیلیں واضح اور عقلی دلیلیں ہیں۔

۱۔ زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اس میں سے نباتات کو دوبارہ نکالنا۔

۲۔ مکلفین کو زمین میں سے نکال کر دوبارہ وجود میں لانا۔

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا

اور البتہ تحقیق دکھائیں ہم نے اسکو نشانیاں اپنی سب، پھر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کیا ○ اس نے کہا، کیا آیا ہے تو ہمارے پاس تاکہ تو نکال دے ہمیں

مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا

ہماری زمین سے اپنے جادو کے ذریعے سے؟ اے موسیٰ! ○ سو البتہ ہم ضرور لائیں گے تیرے پاس جادو اس جیسا ہی، پس مقرر کر تو ہمارے درمیان

وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ

اور اپنے درمیان ایک وعدے کا وقت کہ نہ خلاف کریں اس کا ہم اور نہ تو' جگہ ہو ہموار ○ موسیٰ نے کہا، تمہارا وعدہ ہے

يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ

دن زینت (جشن) کا اور یہ کہ اکٹھے کیے جائیں لوگ چاشت کے وقت ○ پس لوٹا فرعون' اور جمع کیا اپنا مکر (وفریب کا سامان)' پھر

اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ

وہ آ گیا ○ کہا ان (جادوگروں) سے موسیٰ نے، ہلاکت ہو تمہارے لئے' نہ باندھو تم اللہ پر جھوٹ، پس وہ تباہ کر دے گا تمہیں

بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾

ساتھ عذاب کے، اور تحقیق ناکام ہوا وہ جس نے جھوٹ باندھا ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے فرعون کو عیانی' آفاقی اور نفسی تمام اقسام کی نشانیاں دکھائیں مگر وہ درست ہوا نہ کفر سے باز آیا بلکہ اس نے ان کو جھٹلایا اور روگردانی کی۔ اس نے رسول کی دی ہوئی خبر کی تکذیب کی' اللہ تعالیٰ کے امر و نہی سے اعراض کیا' اس نے حق کو باطل اور باطل کو حق بنایا اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے باطل دلائل کے ذریعے سے جھگڑا کیا۔ پس اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ ﴿اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ﴾ ''کیا تو ہمارے

پاس اس لیے آیا ہے کہ تو ہم کو ہماری زمین سے نکال دے۔'' فرعون سمجھتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو معجزات دکھائے ہیں' وہ محض جادو کا کرشمہ اور شعبدہ بازی ہے اور ان کے پیچھے مقصد یہ ہے کہ فرعون کی قوم کو مصر کی سرزمین سے نکال کر خود قبضہ کیا جائے اور تاکہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام ان کی قوم کے دلوں کو متاثر کرے کیونکہ انسانی طبیعت اپنے وطن کی طرف مائل ہوتی ہے وطن سے نکلنا اور اس سے جدا ہونا اس کے لئے بہت مشکل ہوتا ہے۔ پس فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصد سے آگاہ کیا تاکہ وہ ان کے خلاف ہو جائیں اور ان کے خلاف لڑائی پر آمادہ ہو جائیں۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم بھی تمہارے جادو جیسا جادو دکھا سکتے ہیں ہمیں کچھ مہلت دو۔ ﴿مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى﴾ اور طے کر دے کہ کب اور کہاں مقابلہ کرنا ہے یعنی اس کا ہمیں بھی علم ہو اور تمہیں بھی۔ یا کوئی ہموار میدان ہو جہاں ان کرتبوں کا مشاہدہ ممکن ہو۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ﴾ ''زینت (جشن) کے دن کا تم سے وعدہ ہے۔'' یہ دن ان کی عید کا دن تھا۔ جس میں وہ اپنے کام کاج سے فارغ ہوتے تھے اور تمام مشاغل منقطع کر دیتے تھے۔ ﴿وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى﴾ یعنی چاشت کے وقت تمام لوگوں کو جمع کیا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ مطالبہ اس لئے کیا تھا کیونکہ ان کے جشن کا وقت دن چڑھے ہوتا تھا۔ اس جشن میں لوگ کثیر تعداد میں کھٹے ہوتے تھے نیز اس وقت اشیاء کے حقائق کا صاف طور پر مشاہدہ ہوتا ہے جو کسی دوسرے وقت نہیں ہو سکتا۔ ﴿فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ﴾ یعنی اس نے وہ تمام وسائل جمع کر لئے جن کے ذریعے سے وہ موسیٰ علیہ السلام کے خلاف چال چل سکتا تھا۔ اس نے تمام شہروں میں اپنے ہرکارے دوڑا دیئے تاکہ وہ ماہر جادوگروں کو اکٹھا کریں۔ اس زمانے میں جادو بہت عام تھا اور لوگ اس کا علم حاصل کرنے میں بہت رغبت رکھتے تھے۔ فرعون نے جادوگروں کا ایک جم غفیر اکٹھا کر لیا۔ دونوں گروہ مقررہ مقام پر آ گئے اور لوگ اس مقام پر اکٹھے ہو گئے۔ اجتماع بہت بڑا تھا وہاں مرد' عورتیں' امراء' اشراف' عوام اور چھوٹے بڑے سب لوگ مقابلہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے انہوں نے لوگوں کو ترغیب دے کر جمع کیا تھا۔ انہوں نے لوگوں سے کہا تھا: ﴿هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ۝ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ﴾ (الشعراء: ۲۶/ ۳۹، ۴۰) ''کیا تم اجتماع میں اکھٹے ہو گے؟ تاکہ اگر جادوگر غالب رہے تو ہم ان کی پیروی کریں۔''

جب جادوگر تمام شہروں سے اکٹھے ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو وعظ و نصیحت کی اور ان پر حجت قائم کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ﴾ یعنی اپنے جادو کے ذریعے سے اپنے باطل مسلک کی مدد کر کے حق پر غالب آنے کی کوشش نہ کرو اور نہ اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرو ورنہ عذاب الٰہی تمہیں تباہ کر دے گا۔ تمہاری کوشش اور تمہاری بہتان طرازی ناکام ہو جائے گی اور تمہیں فتح و نصرت اور فرعون اور اس کے درباریوں کے ہاں کوئی عزت و جاہ حاصل نہیں ہوگی اور تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکو گے۔

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ

پس انہوں نے جھگڑا کیا اپنے معاملے میں، آپس میں اور چپکے چپکے کیا انہوں نے مشورہ ○ انہوں نے کہا، بلاشبہ یہ دونوں جادوگر ہیں،

يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ

یہ دونوں چاہتے ہیں یہ کہ نکال دیں تمہیں تمہاری زمین سے اپنے جادو کے ذریعے سے، اور لے جائیں (برباد کر دیں) تمہارا طریقہ

الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾

عمدہ ○ پس پختہ کر لو تم تدبیریں اپنی، پھر آ جاؤ تم صف باندھ کر، اور تحقیق کامیاب ٹھہرا آج کے دن جو غالب آیا ○

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ

انہوں نے کہا، اے موسیٰ! یا یہ کہ تو ڈالے، یا پھر ہم ہی ہوں پہلے ڈالنے والے ○ موسیٰ نے کہا، بلکہ تم ہی ڈالو (انہوں نے ڈالیں)

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾

تو ناگہاں انکی رسیاں اور انکی لاٹھیاں، خیال میں ڈالا گیا اس (موسیٰ) کے، انکے جادو کی وجہ سے کہ بے شک وہ دوڑ رہی ہیں ○

فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَاَلْقِ

پس محسوس کیا اپنے دل میں خوف موسیٰ نے ○ ہم نے کہا، مت ڈر تو، بلاشبہ تو ہی غالب ہے ○ اور ڈال تو (اپنی لاٹھی)

مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ

جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ نگل جائے گی اسکو جو کچھ انہوں نے بنایا ہے، یقیناً جو کچھ انہوں نے بنایا ہے، فریب ہے جادوگر کا اور نہیں کامیاب ہوتا

السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ

جادوگر جس جگہ بھی (حق کے مقابل) آئے ○ پس گرا دیئے گئے جادوگر سجدے میں (اور) انہوں نے کہا، ہم ایمان لائے رب پر ہارون

وَمُوْسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ

اور موسیٰ کے ○ فرعون نے کہا، (کیا) تم ایمان لائے ہو اس پر پہلے اس سے کہ میں اجازت دوں تمہیں؟ بلاشبہ وہ موسیٰ البتہ بڑا ہے تمہارا، وہ جس نے

عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ

سکھایا تمہیں جادو، پس البتہ ضرور کاٹوں گا میں تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں ایک دوسرے کی مخالف جانب سے اور البتہ ضرور سولی دوں گا میں تمہیں

فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾ قَالُوْا

تنوں پر کھجور کے، اور یقیناً تم جان لو گے کہ کون ہم میں سے زیادہ سخت ہے عذاب دینے میں، اور زیادہ باقی رہنے والا؟ ○ انہوں نے کہا،

لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ

ہرگز نہیں ترجیح دیں گے ہم تجھے ان پر جو آئیں ہمارے پاس واضح دلیلیں، اور اس ذات پر جس نے پیدا کیا ہمیں پس کر لے تو جو کچھ بھی تو

قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا

کر سکتا ہے، بس تو تو حکم چلا سکتا ہے اس زندگانی دنیا ہی پر ○ بلاشبہ ہم ایمان لائے ساتھ اپنے رب کے تاکہ وہ بخش دے ہمارے لئے

خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾

ہماری خطائیں اور وہ (جرم) بھی کہ مجبور کیا تھا تو نے ہمیں اس پر (یعنی) جادو کرنے کا اور اللہ بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے ○

کلام حق دلوں کو ضرور متاثر کرتا ہے۔ جب جادوگروں نے حضرت موسیٰ کی بات سنی تو ان جادوگروں کے درمیان باہم نزاع اور جھگڑا برپا ہوگیا۔ ان کے درمیان نزاع کا سبب شاید یہ اشتباہ تھا کہ آیا موسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں یا نہیں؟ مگر اس وقت تک ان کے درمیان اس بارے میں کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تھا...... تاکہ اللہ تعالیٰ اس معاملے کو ظہور میں لے آئے جس کا وہ فیصلہ کر چکا ہے۔ ﴿لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ﴾ (الانفال: ۸/ ۴۲) ”تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔“ اس وقت انہوں نے آپس میں سرگوشیاں شروع کر دیں کہ وہ ایک موقف پر متفق ہو جائیں تاکہ اپنے قول و فعل میں کامیابی سے ہمکنار ہوں اور لوگ ان کے دین کی پیروی کریں۔

وہ سرگوشی، جو وہ آپس میں کر رہے تھے، اس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا﴾ ”انہوں نے کہا، یہ دونوں جادوگر ہیں جو تمہیں اپنے جادو کے ذریعے سے تمہاری زمین سے نکالنا چاہتے ہیں۔“ ان کا یہ قول فرعون کے قول کی مانند ہے جو گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔ یا تو فرعون اور جادوگروں میں بغیر کسی قصد کے اس قول پر اتفاق ہوا یا فرعون نے ان جادوگروں کو اس قول کی تلقین کی جس کا اس نے لوگوں کے سامنے اظہار کیا تھا اور لوگوں سے کہلوایا تھا، چنانچہ جادوگروں نے فرعون کی بات پر اضافہ کرتے ہوئے کہا: ﴿وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى﴾ ”اور تمہارے بہترین طریقے کو ختم کر دیں۔“ یعنی تمہارا جادو کا طریقہ جس پر موسیٰ علیہ السلام تمہارے ساتھ حسد کرتا ہے اور تم پر غالب آنا چاہتا ہے تاکہ اسے فخر اور شہرت حاصل ہو اور اس علم کا مقصد بھی یہی ہے جس میں تم ایک زمانے سے مشغول ہو۔ موسیٰ چاہتا ہے کہ وہ تمہارے جادو کو ختم کر دے جو تمہارا ذریعہ معاش ہے، جس کی وجہ سے تمہیں ریاست ملی ہوئی ہے۔ یہ جادوگروں کی ایک دوسرے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آنے کے لئے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی ترغیب ہے، اس لئے انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ﴿فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ﴾ ”پس تم اپنا داؤ اکٹھا کرو۔“ یعنی اپنی رائے اور بات پر متفق ہو کر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے یکبارگی موسیٰ پر غلبہ حاصل کر لو۔ ﴿ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾ ”پھر آؤ تم صف بندی کر کے۔“ تاکہ تم بہتر طریقے سے اپنا کام کر سکو اور دلوں میں تمہاری ہیبت بیٹھ جائے اور تاکہ تم میں سے کوئی اس کام کو نہ چھوڑے جس کی وہ قدرت رکھتا ہے اور یاد رکھو! جو آج کامیاب ہو کر اپنے مدمقابل پر غالب آ گیا وہی فوز و فلاح کے مقام پر فائز ہے آج کی کامیابی پر مستقبل کی تمام کامیابیوں کا دار و مدار ہے۔

وہ اپنے باطل میں کتنے سخت تھے، حق کے خلاف سازشوں میں انہوں نے ہر قسم کا سبب اور وسیلہ استعمال کیا مگر

اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو مکمل اور حق کو باطل پر غالب کر کے رہنے والا ہے۔ پس جب ان کی سازش مکمل ہوگئی اور ان کا قصد منحصر ہوگیا اور عمل کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ ﴿قَالُوۡا یٰمُوۡسٰۤی اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِیَ﴾ ''انہوں نے کہا' اے موسیٰ' یا تو تو پہلے ڈال۔'' یعنی اپنا عصا ﴿وَ اِمَّاۤ اَنۡ نَّکُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰی﴾ ''یا ہم پہلے ڈالنے والے بن جائیں۔'' انہوں نے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ ہر حالت میں غالب آئیں گے' موسیٰ علیہ السلام کو ابتدا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿بَلۡ اَلۡقُوۡا﴾ ''بلکہ تم ہی ڈالو۔'' پس انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں ﴿فَاِذَا حِبَالُهُمۡ وَ عِصِیُّهُمۡ یُخَیَّلُ اِلَیۡهِ﴾ ''یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں (حضرت) موسیٰ کو یوں محسوس ہوئیں'' ﴿مِنۡ سِحۡرِهِمۡ﴾ ان کے بہت بڑے جادو کے زور سے ﴿اَنَّهَا تَسۡعٰی﴾ ''کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔''

جب موسیٰ علیہ السلام کو رسیاں اور لاٹھیاں سانپ بن کر چلتی ہوئی محسوس ہوئیں ﴿فَاَوۡجَسَ فِیۡ نَفۡسِهٖ خِیۡفَةً مُّوۡسٰی﴾ تو موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈر گئے جیسا کہ طبیعت بشری کا تقاضا ہے' ورنہ حقیقت میں انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدے اور اس کی نصرت کا پورا یقین تھا۔ ﴿قُلۡنَا﴾ ان کو ثابت قدم اور مطمئن رکھنے کے لئے ہم نے کہا: ﴿لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی﴾ ''ڈر نہ' تو ہی غالب ہوگا'' یعنی تو ہی ان پر غالب رہے گا اور وہ ہار مان کر تیرے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے۔ ﴿وَ اَلۡقِ مَا فِیۡ یَمِیۡنِکَ﴾ یعنی اپنا عصا زمین پر پھینک دے ﴿تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوۡا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوۡا کَیۡدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا یُفۡلِحُ السّٰحِرُ حَیۡثُ اَتٰی﴾ ''وہ نگل جائے گا وہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ ان کا کیا ہوا' جادوگر کا کرتب ہے۔ اور جادوگر جہاں سے بھی آئے' کامیاب نہیں ہوتا۔'' یعنی ان کی سازش اور ان کی چال ان کے لئے بار آور نہ ہوگی اور اس سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا کیونکہ یہ ان جادوگروں کا فریب اور شعبدہ بازی ہے جو لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔ وہ باطل کا لبادہ اوڑھے ہوتے ہیں مگر ظاہر یہ کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا اور وہ ان جادوگروں کے بناوٹی سانپوں کو نگل گیا اور لوگ اس سارے کرشمے کو دیکھ رہے تھے۔ تب جادوگروں کو یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ یہ جادو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ معجزہ ہے پس وہ فوراً ایمان لے آئے۔ ﴿فَاُلۡقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیۡنَ ۝ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ رَبِّ مُوۡسٰی وَ هٰرُوۡنَ﴾ (الشعراء: ٢٦/ ٤٦۔٤٨) ''پس گر گئے جادوگر سجدے میں اور کہا ہم رب کائنات پر ایمان لے آئے جو ہارون اور موسیٰ کا رب ہے۔'' پس اس بھرے مجمع میں حق ظاہر اور روشن ہوگیا اور مکر و فریب اور جادو باطل ہوگیا اور یہ چیز اہل ایمان کے لئے ایک واضح دلیل اور رحمت بن گئی اور معاندین حق پر حجت قائم ہوگئی۔

﴿قَالَ﴾ فرعون نے جادوگروں سے کہا: ﴿اٰمَنۡتُمۡ لَهٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَکُمۡ﴾ یعنی مجھ سے پوچھے اور میری اجازت کے بغیر تم نے ایمان لانے کا اقدام کیسے کر لیا؟ چونکہ وہ اپنے ہر معاملے میں فرعون کے مطیع تھے اور اس کا نہایت ادب کرتے تھے' اس لئے فرعون کو ان کا ایمان لانا بڑا عجیب سا لگا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس معاملے میں بھی اس کی

اطاعت کریں گے۔ اس دلیل اور برہان کو دیکھ لینے کے بعد فرعون اپنے کفر اور سرکشی میں بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہ بات کہہ کر اس نے اپنی قوم کی عقل کو اپنی اس بات سے ماؤف کر دیا اور یہ ظاہر کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں پر جو غلبہ حاصل ہوا ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ حق موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے بلکہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا گٹھ جوڑ ہے' انہوں نے فرعون اور اس کی قوم کو ان کی زمین سے باہر نکالنے کے لئے سازش کی ہے۔ پس فرعون کی قوم نے مکروفریب پر مبنی اس موقف کو سچ سمجھ کر قبول کر لیا۔ ﴿ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴾ (الزخرف: ۵۴/۴۳) ''اس نے اپنی قوم کی عقل کو ہلکا کر دیا اور انہوں نے اس کی بات مان لی' بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔''

فرعون کی یہ بات کسی آدمی کی سمجھ میں نہیں آ سکتی جو رتی بھر عقل اور واقعہ کی معرفت رکھتا ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے تشریف لائے تو وہ تنہا تھے جب وہ مصر پہنچے تو وہ کسی جادوگر یا غیر جادوگر سے نہیں ملے بلکہ وہ فرعون اور اس کی قوم کو دعوت دینے کے لئے جلدی سے اس کے پاس پہنچ گئے اور اسے معجزات دکھائے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا اور امکان بھر کوشش کی' چنانچہ ہرکارے بھیج کر تمام شہروں سے ماہر جادوگر اکٹھے کر لئے۔ اس نے جادوگروں سے وعدہ کیا کہ اگر وہ موسیٰ پر غالب آ گئے تو وہ انہیں بہت بڑا معاوضہ اور قدر و منزلت عطا کرے گا۔ چونکہ وہ بہت زیادہ لالچی تھے اس لئے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے مکروفریب کے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ کیا اس صورت حال میں یہ تصور کرنا ممکن ہے کہ جادوگروں اور موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے خلاف سازش کر لی ہو اور جو کچھ پیش آیا اس پر پہلے سے اتفاق کر لیا ہو۔ یہ محال ترین بات ہے۔

پھر فرعون نے جادوگروں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا: ﴿ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ﴾ ''پس میں ضرور کاٹ دوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پیر الٹے سیدھے'' جیسے فساد برپا کرنے والے محاربین کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جاتا ہے۔ ﴿ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ﴾ یعنی تمہاری رسوائی اور اس کی تشہیر کی خاطر تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی دے دوں گا۔ ﴿ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴾ ''اور تم جان لو گے کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور پائیدار ہے۔'' یعنی فرعون اور اس کے گروہ کا یہ گمان تھا کہ فرعون کا عذاب اللہ تعالیٰ کے عذاب سے زیادہ سخت' حقائق کو بدلنے اور بے عقل لوگوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے زیادہ دیرپا ہے' اس لئے جب جادوگروں نے حق کو پہچان لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل دے دی جس کی بناء پر انہوں نے حقائق کا ادراک کر لیا تو انہوں نے جواب دیا۔ ﴿ لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ ﴾ ''ہم ہرگز تجھ کو ترجیح نہیں دیں گے ان دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں۔'' جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ اکیلا ہی رب ہے' وہ اکیلا ہی معظم اور معزز ہے اور اس کے سوا (دوسرے تمام) معبود باطل ہیں۔ تجھے ہم اس ہستی

پر ترجیح دیں جس نے ہمیں پیدا کیا؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ ﴿فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ﴾ ''پس تو جو کر سکتا ہے کر لے۔'' یعنی جن باتوں سے تو نے ہمیں ڈرایا ہے' ہاتھ پیر کاٹنے سے' سولی پر چڑھانے سے یا اور سخت سزا سے' وہ تو دے کر دیکھ لے۔ ﴿اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا﴾ تو ہمیں جس تعذیب کی دھمکی دیتا ہے اس کی غایت وانتہاء یہ ہے کہ تو صرف اس دنیا میں ہمیں عذاب دے سکتا ہے جو ختم ہو جانے والا ہے یہ عذاب ہمیں کوئی نقصان نہیں دے سکتا۔ اس کے برعکس اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کا دائمی عذاب ہے' جو اس کا انکار کرتا ہے۔ یہ گویا فرعون کے اس قول کا جواب ہے۔ ﴿وَلَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰی﴾

جادوگروں کے اس کلام میں اس بات کی دلیل ہے کہ عقل مند کے لئے مناسب ہے کہ وہ دنیا کی لذتوں اور آخرت کی لذتوں' دنیا کے عذاب اور آخرت کے عذاب کے مابین موازنہ کرے۔ ﴿اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا﴾ ''ہم اپنے رب پر ایمان لائے تاکہ وہ ہماری خطائیں بخش دے۔'' یعنی ہمارے کفر اور ہمارے گناہوں کو اس لیے کہ ایمان برائیوں کا کفارہ ہے اور توبہ پچھلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے ﴿وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ﴾ ''اور اس جادو کو بھی معاف کر دے جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا۔'' یعنی وہ جس سے ہم نے حق کا مقابلہ کیا۔ جادوگروں کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے خود اختیاری سے جادو کا کام نہیں کیا تھا بلکہ فرعون نے ان کو ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔

ظاہر ہوتا ہے' واللہ اعلم' کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو نصیحت کی جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آپ کا یہ ارشاد گزر چکا ہے ﴿وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَیُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ﴾ (طٰہٰ: ٦١/٢٠) ''کم بختو! اللہ پر بہتان طرازی نہ کرو' ورنہ وہ کسی عذاب کے ذریعے سے تمہاری جڑ کاٹ دے گا۔'' تو آپ کی نصیحت نے جادوگروں کو متاثر کیا اور ان کے دلوں میں جاگزین ہو گئی' اس لئے موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کے بعد ان کے درمیان اختلاف اور تنازع پیدا ہوا لیکن فرعون نے ان جادوگروں کو اس مکر وفریب پر عمل پیرا ہونے پر مجبور کر دیا' اسی لئے انہوں نے جادو کے کرتب دکھانے سے پہلے فرعون کی بات دہرائی ﴿اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا﴾ یہ کہہ کر وہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئے جس پر فرعون نے ان کو مجبور کیا تھا۔ شاید یہی نکتہ تھا کہ باطل کے ذریعے سے حق کی معارضت کی ناپسندیدگی ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گئی تھی...... انہوں نے جو کام سرانجام دیا وہ انہوں نے اغماض برتتے ہوئے سرانجام دیا...... اسی نکتہ نے ان کے دلوں کو متاثر کیا' اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کو ایمان اور توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔

انہوں نے کہا تو نے جو اجر و منزلت اور عزت و جاہ کا ہم سے وعدہ کیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ثواب بہتر ہے اور فرعون کے اس قول کی نسبت اللہ تعالیٰ کا ثواب اور احسان باقی رہنے والا ہے۔ ﴿وَلَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَآ

﴿ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴾ فرعون کی مراد یہ تھی کہ اس کا عذاب زیادہ سخت اور باقی رہنے والا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں فرعون کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ وہاں جادوگروں کے واقعے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ فرعون نے جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور سولی دینے کی دھمکی دی تھی مگر یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس نے اپنی اس دھمکی پر عمل کیا تھا اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں اس کی تصریح آئی ہے۔ اس دھمکی پر عمل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی حتمی بات کہنا دلیل پر موقوف ہے (جو موجود نہیں) و اللہ تعالیٰ اعلم مگر اس نے اپنے اقتدار کے بل بوتے پر ان کو جو دھمکی دی تھی، وہ اس پر عمل کی دلیل ہے۔ کیوں کہ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ذکر فرما دیتا۔ ناقلین کا اس پر اتفاق ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿٧٤﴾

بے شک جو شخص آئے گا اپنے رب کے پاس مجرم بن کر، تو بلاشبہ اس کے لیے جہنم (تیار) ہے، نہ مرے گا وہ اس میں اور نہ جیے گا ○

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾

اور جو شخص آئے گا اس کے پاس مومن ہو کر، جبکہ اس نے عمل کئے ہوں نیک، تو یہ لوگ، ان کے لئے ہیں درجے بلند ○

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

(یعنی) باغات ہمیشگی کے، بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں،

وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾

اور یہی ہے جزا اس شخص کی جو پاک ہوا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ جو کوئی مجرم کی حیثیت سے اس کے حضور حاضر ہوتا ہے یعنی وہ ہر لحاظ سے مجرمانہ صفات سے متصف ہے جو کفر کو مستلزم ہے اور وہ مرتے دم تک اس پر جما رہتا ہے، اس کی سزا جہنم ہے، جس کا عذاب بہت ہی سخت، جس کی ہتھکڑیاں بہت بڑی، جس کی گہرائی بہت زیادہ اور جس کی گرمی اور سردی بہت المناک ہوگی اور جہنم میں اس کو ایسا عذاب دیا جائے گا جو دل وجگر کو پگھلا کر رکھ دے گا۔ جہنم کے عذاب کی ایسی شدت ہوگی کہ جس کو عذاب دیا جائے گا وہ اس عذاب میں مرے گا نہ جیے گا، نہ وہ مرے گا کہ اس کی جان چھوٹ جائے اور نہ وہ جیے گا کہ وہ اس زندگی سے لذت اٹھا سکے۔ اس کی زندگی قلبی، روحانی اور جسمانی عذاب سے لبریز ہوگی، جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ عذاب ایک گھڑی کے لئے بھی اس سے دور نہ ہوگا۔ وہ مدد کے لئے پکارے گا لیکن اس کی مدد نہ کی جائے گی اور وہ دعائیں کرے گا لیکن اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔ ہاں! جب وہ پانی مانگے گا تو اسے پینے کے لئے ایسا پانی دیا جائے گا جو تیل کی تلچھٹ کی مانند ہوگا جو چہروں کو بھون کر رکھ دے گا۔ جب وہ پکارے گا تو اس کو جواب دیا جائے گا۔ ﴿ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴾ (المؤمنون: ١٠٨/٢٣) ”دفع ہو

جاؤ اور اسی عذاب میں پڑے رہو اور میرے ساتھ کلام نہ کرو۔'' اور جو کوئی اپنے رب پر ایمان رکھتے' اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے اور اس کی کتابوں کی اتباع کرتے ہوئے' اس کے حضور حاضر ہوتا ہے ﴿قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ﴾ اور اس نے فرض اور مستحب اعمال بھی سرانجام دیئے ہوتے ہیں ﴿فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى﴾ ''تو ان کے لیے بڑے درجے ہوں گے۔'' یعنی ان لوگوں کے لئے آراستہ بالاخانوں میں عالیشان ضیافتیں ہوں گی' کبھی نہ ختم ہونے والی لذتیں' بہتی ہوئی نہریں' دائمی خلود اور ایسی عظیم مسرتیں ہوں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی کے تصور میں ان کا گزر ہوا ہے۔ ﴿وَذٰلِكَ﴾ یعنی یہ ثواب ﴿جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى﴾ اس شخص کی جزا ہے جو شرک' کفر' فسق اور معصیت سے اپنے آپ کو پاک کرتا ہے۔ وہ یا تو ان مذکورہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہی نہیں یا اگر اس سے کسی گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو وہ توبہ کر لیتا ہے' نیز وہ اپنے نفس کو پاک کرتا ہے' ایمان اور عمل صالح کے ذریعے اس کی نشوونما کرتا ہے۔

''تزکیہ'' کے دو معنی ہیں۔

(۱) صاف کرنا اور گندگی کو زائل کرنا۔

(۲) بھلائی کے حصول میں اضافہ کرنا۔

زکوٰۃ کو انہی دو امور کی بنا پر زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ڏ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا

اور البتہ تحقیق وحی کی ہم نے موسیٰ کی طرف یہ کہ رات کو نکال لے جا میرے بندے، پھر بنا تو ان کے لئے راستہ

فِى الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ

سمندر میں خشک اس حال میں کہ نہ خوف ہوگا تجھے پکڑے جانے کا اور نہ ڈرے گا تو (ڈوبنے سے) ○ پس پیچھے لگا انکے فرعون اپنے لشکروں سمیت

فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

تو ڈھانپ لیا انہیں سمندر سے جس چیز نے ڈھانپ لیا انہیں ○ اور گمراہ کیا فرعون نے اپنی قوم کو اور نہ (سیدھی) راہ بتائی ○

جب موسیٰ علیہ السلام معجزات کے ذریعے سے فرعون اور اس کی قوم پر غالب آ گئے تو وہ مصر میں ٹھہر گئے اور فرعون اور قوم فرعون کو اسلام کی دعوت دینے لگے اور اس کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی اور اس کی تعذیب سے نجات دلانے میں کوشاں رہے۔ فرعون اپنی سرکشی اور روگردانی پر جما ہوا تھا اور بنی اسرائیل کے بارے میں اس کا معاملہ بہت سخت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے وہ آیات و معجزات دکھائے جن کا قرآن میں ذکر فرمایا اور بنی اسرائیل اعلانیہ اپنے ایمان کے اظہار پر قادر نہیں تھے انہوں نے اپنے گھروں کو مساجد بنا رکھا تھا اور نہایت صبر و استقامت کے ساتھ وہ فرعون کی تعذیب اور اذیتوں کا سامنا کر رہے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ

بنی اسرائیل کو اس کے دشمن کی غلامی سے رہائی دلا کر ایک ایسی سرزمین میں آباد کرے جہاں وہ علانیہ اس کی عبادت کریں اور اس کے دین کو قائم کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعے سے حکم دیا کہ وہ خفیہ طور پر بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے کے منصوبے سے آگاہ کریں' رات کے ابتدائی حصے میں مصر سے نکل کر راتوں رات بہت دور نکل جائیں اور خبردار کر دیا کہ فرعون اپنی قوم کے ساتھ ان کا تعاقب کرے گا' چنانچہ تمام بنی اسرائیل اپنے اہل و عیال سمیت' رات کے پہلے پہر' مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو مصریوں نے دیکھا کہ شہر میں (بنی اسرائیل میں سے) کوئی بلانے والا ہے نہ جواب دینے والا تو ان کا دشمن فرعون سخت غضبناک ہوا۔ اس نے تمام شہروں میں ہرکارے بھجوا دیئے تاکہ وہ لوگوں کو اکٹھا کریں اور ان کو بنی اسرائیل کے تعاقب پر آمادہ کریں تاکہ وہ ان کو پکڑ کر ان پر اپنا غصہ نکال سکے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے امر کو نافذ کرنے پر غالب ہے۔ پس فرعونی لشکر جمع ہو گیا تو وہ اسے لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ ﴿فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ﴾ (الشعراء: ٦١/٢٦) ''جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو (حضرت) موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا لو ہم پکڑے گئے۔'' ان پر خوف طاری ہو گیا' سمندر ان کے سامنے تھا اور فرعون (اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ) ان کے پیچھے تھا اور وہ غیظ و غضب سے لبریز تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہایت مطمئن اور پرسکون تھے اور انہیں اپنے رب کے وعدے پر پورا بھروسہ تھا' چنانچہ انہوں نے کہا: ﴿كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴾ (الشعراء: ٦٢/٢٦) ''ہرگز نہیں! میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھے ضرور کوئی راہ دکھائے گا۔''

پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ وہ اپنا عصا سمندر پر ماریں۔ انہوں نے اپنا عصا سمندر پر مارا تو وہ پھٹ گیا اور اس میں بارہ راستے بن گئے اور پانی بلند پہاڑ کی مانند راستوں کے دائیں بائیں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام راستوں کو خشک کر دیا جن سے پانی دور ہٹ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تسلی دیتے ہوئے حکم دیا کہ وہ فرعون سے ڈریں نہ سمندر میں غرق ہونے سے ڈریں۔ پس وہ سمندر میں بنے ہوئے راستوں پر چل پڑے۔ فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ساحل سمندر پر پہنچا تو وہ ان راستوں پر ان کے پیچھے سمندر میں گھس گیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم مکمل طور پر سمندر سے باہر آ گئی اور فرعون اور اس کا لشکر پورے کا پورا سمندر میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا تو سمندر کی موجوں نے ان پر تھپیڑے مارنے شروع کر دیے (راستے کے دونوں طرف کی موجیں آپس میں مل گئیں) اور سمندر نے ان کو ڈھانپ لیا اور تمام لشکر ڈوب گیا اور ان میں سے ایک بھی نہ بچا' جبکہ بنی اسرائیل اپنے دشمنوں کو ڈوبتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے دشمن کو ہلاک کر کے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔

اور یہ کفر ضلالت بدراہی اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے عدم اعتناء کا انجام ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ﴾ ''اور گمراہ کر دیا فرعون نے اپنی قوم کو۔'' یعنی فرعون نے کفر کو مزین اور موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا استخفاف کر کے اور اس کو برا کہہ کر اپنی قوم کو گمراہ کیا اور کبھی بھی ان کو راہ راست نہ دکھائی۔ وہ انہیں گمراہی اور بدراہی کے گھاٹ پر لے گیا، پھر انہیں عذاب اور ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیا۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ
اے بنی اسرائیل! تحقیق نجات دی ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے، اور وعدہ کیا ہم نے تم سے طور کی دائیں جانب کا،
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ
اور نازل کیا ہم نے تم پر من اور سلویٰ ○ تم کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں سے جو رزق دیا ہم نے تمہیں،
وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ
اور نہ سرکشی کرو تم اس میں کہ (اس کی وجہ سے) اترے تم پر میرا غضب، اور وہ شخص کہ اترا اس پر میرا غضب، تو یقیناً
هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾
وہ تباہ ہو گیا ○ اور بلاشبہ میں البتہ بہت بخشنے والا ہوں اس شخص کو جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل کیا نیک، پھر وہ راہ راست پر رہا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ بنی اسرائیل کو اپنا احسان عظیم یاد دلاتا ہے کہ اس نے ان کے دشمن کو ہلاک کیا اور کوہ طور کے دائیں جانب وعدہ کیا کہ وہ ان پر کتاب نازل کرے گا جس میں جلیل القدر احکام اور عالیشان خبریں ہیں۔ اس طرح دنیاوی نعمت کی تکمیل کے بعد دینی نعمت کی تکمیل ہوئی۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ ان کو اپنا یہ احسان یاد دلاتا ہے کہ اس نے بے آب و گیاہ بیابان میں ان پر من و سلویٰ نازل کیا اور ان کو بافراط رزق سے نوازا جو انہیں بلا مشقت حاصل ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا: ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تمہیں عطا کی ہیں، ان پر اس کا شکر ادا کرو۔ ﴿وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ﴾ یعنی اس کے عطا کردہ رزق میں سرکشی نہ کرو کہ اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کرنے لگو یا اس کی نعمت پر اترانے لگو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو تم پر میرا غضب نازل ہوگا یعنی میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا اور تمہیں عذاب میں مبتلا کر دوں گا۔ ﴿وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى﴾ یعنی جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ ہلاک اور خائب و خاسر ہوا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور احسان سے محروم ہو گیا اور اس کی ناراضی اور خسارہ اس کے حصے میں آیا۔

بایں ہمہ بندے نے خواہ کتنا بڑا گناہ کیوں نہ کیا ہو اس کے لئے توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ﴾ یعنی جو شخص کفر بدعت اور فسق و فجور سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لے آتا ہے اور قلب، بدن اور زبان کے ذریعے سے نیک

عمل کرتا ہے' تو میں بہت زیادہ بخشنے والا اور بے پایاں رحمت کا مالک ہوں۔ ﴿ثُمَّ اهْتَدٰى﴾ یعنی پھر وہ صراط مستقیم پر گامزن ہوا' رسول کریم ﷺ کی اتباع اور دین قیم کی پیروی کی۔ پس یہ وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ وہ اس کے گزشتہ گناہوں اور ان پر اس کے اصرار کو معاف کر دے گا کیونکہ وہ بخشش اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کے لئے سب سے بڑا سبب لے کر اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے' بلکہ تمام اسباب انہی اشیاء پر منحصر ہیں' کیونکہ توبہ گزشتہ تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے' ایمان اور اسلام گزشتہ تمام بداعمالیوں کو منہدم کر دیتے ہیں اور عمل صالح یعنی نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ راہ ہدایت کی تمام اقسام پر گامزن رہنا مثلاً علم حاصل کرنا' کسی آیت یا حدیث کا معنیٰ سمجھنے کے لئے ان میں تدبر کرنا' دین حق کی طرف دعوت دینا' بدعت' کفرو ضلالت کا رد کرنا' جہاد اور ہجرت وغیرہ اور ہدایت کی دیگر جزئیات۔ یہ سب گناہوں کو مٹا دیتی ہیں اور منزل مطلوب کے حصول میں مدد دیتی ہیں۔

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ

اور کونسی چیز جلدی لے آئی تجھے، تیری قوم سے اے موسیٰ؟ ○ اس نے کہا، وہ لوگ میرے پیچھے (آ رہے) ہیں، اور میں نے جلدی کی

اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ

تیری طرف، اے میرے رب! تاکہ تو راضی ہو جائے ○ اللہ نے کہا، پس بیشک ہم نے آزمایا ہے تیری قوم کو تیرے بعد اور گمراہ کر دیا انہیں

السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ

سامری نے ○ پس لوٹا موسیٰ اپنی قوم کی طرف غضب ناک غمگین' اس نے کہا، اے میری قوم!

اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۗ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ

کیا نہیں وعدہ کیا تھا تم سے تمہارے رب نے وعدہ اچھا؟ کیا پس لمبا ہو گیا تھا تم پر عہد یا چاہا تم نے

اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾

یہ کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب کی طرف سے؟ پس خلاف ورزی کی تم نے میرے وعدے کی ○

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے جگہ اور وقت مقرر کر دیا تاکہ ان پر تیس دن میں تورات نازل کر دے۔ پھر چالیس دن میں اس کا اتمام کیا۔ جب مدت مقرر پوری ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی ملاقات کے شوق اور چاہت میں وعدے کے مطابق جلدی سے مقررہ مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى﴾ یعنی کس چیز نے تجھ کو اپنی قوم سے پہلے آنے پر آمادہ کیا؟ تو نے صبر کیوں نہ کیا یہاں تک کہ تو اپنی قوم کے ساتھ آتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ﴿هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ﴾ وہ یہاں سے قریب ہی ہیں وہ عنقریب میرے پیچھے پہنچ جائیں گے اور جس چیز نے مجھے تیری جناب میں جلدی حاضر ہونے پر آمادہ کیا وہ ہے تیرے

قرب کی طلب، تیری رضا کے حصول میں جلدی اور تیرا شوق۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ﴾ یعنی تیرے بعد تیری قوم کو بچھڑے کی پوجا کے ذریعے سے ہم نے آزمایا۔ پس انہوں نے صبر نہیں کیا اور جب ان کا امتحان ہوا تو انہوں نے کفر کا ارتکاب کیا۔ ﴿وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ﴾ "اور سامری نے ان کو گمراہ کر دیا" ﴿فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا﴾ وہ ان کے لئے ایک بچھڑے کا بت بنا لایا ﴿لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا﴾ اس میں سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی۔ لوگ کہنے لگے۔ ﴿هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى﴾ "یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے" جسے موسیٰ بھول گیا ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل فتنے میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا حضرت ہارون علیہ السلام نے ان کو روکا مگر وہ بچھڑے کی عبادت سے باز نہ آئے۔

جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں واپس آئے تو سخت ناراض ہوئے وہ تاسف اور غیظ و غضب سے لبریز تھے انہوں نے اس فعل پر زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا﴾ "اے میری قوم! کیا تم سے تمہارے رب نے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟" اور یہ تورات نازل کرنے کا وعدہ تھا۔ ﴿اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ﴾ کیا وعدہ پورا ہونے میں دیر لگ گئی تھی اور میری عدم موجودگی طویل ہو گئی تھی، حالانکہ یہ تو بہت ہی تھوڑی سی مدت تھی۔ یہ بہت سے مفسرین کا قول ہے اور اس میں ایک دوسرے معنی کا احتمال بھی ہے، وہ یہ کہ کیا عہد نبوت اور رسالت کو زیادہ عرصہ گزر گیا ہے؟ جس کی وجہ سے تمہارے پاس علم باقی نہ رہا، علم کے تمام آثار مٹ گئے اور تمہارے پاس کوئی خبر نہ پہنچی اور طول عہد کی بنا پر آثار نبوت محو ہو گئے تھے اور اس طرح تم نے آثار رسالت اور علم کے معدوم ہونے اور غلبہء جہالت کی وجہ سے غیر اللہ کی عبادت شروع کر دی......؟ مگر معاملہ یوں نہیں، بلکہ نبوت تمہارے درمیان موجود اور علم قائم ہے، اس لئے تمہارا یہ عذر قابل قبول نہیں۔ یا اس فعل کے ذریعے سے تمہارا ارادہ یہ تھا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو، یعنی تم نے ایسے اسباب اختیار کیے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے موجب ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے۔ ﴿فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ﴾ "پس تم نے میرے وعدے کے خلاف کیا۔" جب میں نے تمہیں استقامت کا حکم دیا اور ہارون علیہ السلام کو تمہارے بارے میں وصیت کی تو تم نے غائب کا انتظار کیا نہ موجود کا احترام کیا۔

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ

انہوں نے کہا نہیں خلاف ورزی کی ہم نے تیرے وعدے کی اپنے اختیار سے لیکن اٹھوائے گئے تھے ہم بوجھ زیورات کا (فرعون کی) قوم کے

فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا

پس پھینک دیے ہم نے وہ (آگ میں) اور اسی طرح (کچھ) پھینکا سامری نے بھی ○ پھر اس نے نکالا ان کے لیے ایک بچھڑا (یعنی) ایک جسم

لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ

اس کی آواز تھی گائے کی سی، تو انہوں نے کہا، یہ معبود ہے تمہارا اور معبود ہے موسیٰ کا، پس وہ بھول گیا ○ کیا پس نہیں دیکھتے وہ

اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾

کہ بلاشبہ وہ (بچھڑا) نہیں لوٹاتا ان کی طرف کوئی بات اور نہیں اختیار رکھتا وہ ان کے لیے نقصان کا اور نہ نفع کا○

انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ان سے یہ کام جان بوجھ کر اور اپنے اختیار سے سرزد نہیں ہوا بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ ہم زیورات کے گناہ سے' جو ہمارے پاس تھے' بچنا چاہتے تھے۔ اہل تفسیر ذکر کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے مصر سے نکلنے سے پہلے قبطیوں سے زیورات وغیرہ مستعار لئے تھے مصر سے نکلتے وقت وہ زیورات بھی ساتھ لے آئے۔ وہاں سے نکل کر انہوں نے وہ زیورات پھینک دیئے تھے جب موسیٰ علیہ السلام چلے گئے تو انہوں نے وہ زیورات اکٹھے کر لئے تاکہ حضرت موسیٰ کی واپسی پر اس بارے میں ان سے رجوع کریں۔

جس روز فرعون اپنے لشکر سمیت سمندر میں غرق ہوا اس روز سامری نے رسول کا نقش پا دیکھ لیا تھا' اس کے نفس نے اسے آمادہ کیا اور اس نے اس نقش پا سے خاک کی ایک مٹھی اٹھا لی اور اس خاک میں یہ تاثیر تھی کہ جب اسے کسی چیز پر ڈالا جاتا تو وہ زندہ ہو جاتی تھی...... یہ امتحان اور آزمائش تھی۔ اس نے یہ خاک بچھڑے کے اس بت پر ڈال دی' جو اس نے گھڑا تھا۔ اس سے اس میں حرکت پیدا ہو گئی اور اس سے آواز بھی نکلتی تھی۔ بنی اسرائیل نے کہا موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کو تلاش کرنے گیا ہے اور وہ یہاں موجود ہے' موسیٰ علیہ السلام بھول گیا۔

یہ ان کی کم عقلی اور حماقت تھی کہ انہوں نے گائے کے بچھڑے کو جو ایک دھات کا بنا ہوا تھا جس میں آواز پیدا ہو گئی تھی...... زمین اور آسمانوں کا الٰہ سمجھ لیا تھا۔ ﴿ أَفَلَا يَرَوْنَ ﴾ "کیا وہ نہیں دیکھتے" کہ وہ بچھڑا ﴿ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا ﴾ ان سے کلام کر سکتا ہے نہ وہ ان کی بات کا جواب دے سکتا ہے نہ ان کو کوئی نفع دے سکتا ہے نہ نقصان؟ پس صرف وہی ہستی عبادت کی مستحق ہے جو کمال' کلام اور افعال کی مالک ہو اور ایسی ہستی عبادت کئے جانے کا استحقاق نہیں رکھتی جو اپنے عبادت گزاروں سے بھی ناقص ہو کیونکہ عبادت گزار تو کلام کر سکتے ہیں اور بعض معاملات میں' اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی قدرت کے مطابق' نفع و نقصان کا اختیار بھی رکھتے ہیں۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ

اور البتہ تحقیق کہا تھا ان سے ہارون نے پہلے اس سے، اے میری قوم! یقیناً تم آزمائے گئے ہو بوجہ اس (بچھڑے) کے اور بلاشبہ تمہارا رب

الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى

نہایت مہربان ہے، پس تم پیروی کرو میری اور اطاعت کرو میرے حکم کی○ انہوں نے کہا، ہمیشہ رہیں گے ہم تو اسکی پرستش کرتے یہاں تک کہ

يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۙ ﴿٩٢﴾

لوٹ آئے ہماری طرف موسیٰ○ موسیٰ نے کہا، اے ہارون! کس چیز نے منع کیا تھا تجھے جب دیکھا تو نے انکو کہ وہ گمراہ ہو گئے○

اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ

اس سے کہ نہ پیروی کرے تو میری؟ کیا پس تو نے نافرمانی کی میرے حکم کی؟○ ہارون نے کہا، اے میری ماں جائے! نہ پکڑ تو داڑھی میری

وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ

اور نہ سر میرا، بے شک میں ڈر گیا تھا اس (بات) سے کہ تو کہے گا تفرقہ ڈال دیا تو نے درمیان

بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾

بنی اسرائیل کے، اور نہ انتظار کیا تو نے میری بات کا ○

یعنی بچھڑے کو معبود بنانے میں وہ معذور نہیں تھے۔ اگر وہ بچھڑے کی عبادت کے بارے میں کسی شبہ میں مبتلا ہو گئے تھے تو ہارون علیہ السلام نے ان کو بہت روکا تھا اور ان کو آگاہ کر دیا تھا کہ یہ ان کی آزمائش ہے۔ ان کا رب تو رحمٰن ہے جس کی طرف سے تمام ظاہری اور باطنی نعمتوں کا فیضان جاری ہے اور وہ تمام تکالیف کو دور کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ ہارون علیہ السلام کی اتباع کریں اور بچھڑے کو چھوڑ دیں۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور کہنے لگے: ﴿لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى﴾ ”موسیٰ کے آنے تک ہم تو اسی کی عبادت و تعظیم میں لگے رہیں گے۔“ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی کو ملامت کرتے ہوئے آئے اور کہنے لگے: ﴿يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۝ اَلَّا تَتَّبِعَنِ﴾ ”اے ہارون! جب تو نے ان کو دیکھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں، تو تجھے میرے پیچھے آنے سے کس چیز نے روک دیا؟“ کہ آ کر تو مجھے خبر کر دیتا تاکہ میں جلدی سے ان کی طرف لوٹ آتا ﴿اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ﴾ کیا تو نے میرے اس حکم کی نافرمانی کی ہے ﴿اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ”تو میری قوم میں میری جانشینی کر، معاملات کو درست کر اور اہل فساد کے راستے کی پیروی نہ کر۔“ (الاعراف: ۱۴۲/۷)

موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو سر اور داڑھی سے پکڑا اور غصے میں اپنی طرف کھینچا۔ ہارون علیہ السلام نے کہا: ﴿يَبْنَؤُمَّ﴾ ”اے میرے ماں جائے“ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے رقت قلبی کی امید پر یہ فقرہ کہا تھا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ماں اور باپ دونوں طرف سے ان کے بھائی تھے۔ ﴿لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ﴾ ”آپ میری داڑھی اور سر نہ پکڑیں، میں تو اس بات سے ڈرا کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ تو نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق ڈال دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔“ کیونکہ آپ کا حکم تھا کہ میں ان میں آپ کی جانشینی کروں اگر میں آپ کے پیچھے چلا آتا تو میں اس چیز کو چھوڑ بیٹھتا جس کے التزام کا آپ نے حکم دیا تھا اور میں آپ کی ملامت سے ڈرتا رہا۔ ﴿اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ﴾ کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ کسی نگرانی کرنے والے اور کسی جانشین کے بغیر ان کو چھوڑ دیا اور اس سے ان میں تشتت و افتراق پیدا ہو گیا۔ اس لئے آپ مجھے ظالموں میں شریک نہ کریں اور نہ دشمنوں کو ہم پر ہنسنے کا موقع دیں۔

اس پر موسیٰ علیہ السلام کو بھائی کے ساتھ اپنے طرز عمل پر ندامت ہوئی کہ وہ اس سلوک کے مستحق نہ تھے، اس لئے دعا کی۔ ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ (الاعراف: ۱۵۱/۷)

''اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخشش اور ہمیں اپنی رحمت کے سایہ میں داخل کر، تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' پھر سامری کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً

موسیٰ نے کہا، پس کیا معاملہ ہے تیرا اے سامری؟ ○ اس نے کہا: دیکھا تھا میں نے اس چیز کو کہ نہ دیکھا تھا ان لوگوں نے اسے، پس بھر لی میں نے ایک مٹھی

مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ

رسول (جبریل) کے نشانِ قدم سے، پھر پھینکا میں نے اسکو، اور اسی طرح مزین کیا تھا میرے لیے میرے نفس نے ○ موسیٰ نے کہا، پس جا تو، پس بیشک

لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ

تیرے لئے ہے زندگی بھر کہ تو کہتا رہے نہ ہاتھ لگانا (مجھے)، اور بلاشبہ تیرے لئے وعدہ کا وقت ہے کہ ہرگز نہیں خلاف کیا جائے گا تیرے حق میں اس سے

وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ

اور دیکھ تو طرف اپنے معبود کی وہ جو ہو گیا تھا تو اس کی پرستش کرنے والا، البتہ ضرور جلائیں گے ہم اسے،

ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾

پھر اڑائیں گے ہم (اس کی راکھ) سمندر میں (مکمل طور پر) اڑانا ○

یعنی یہ جو تو نے سب کچھ کیا ہے یہ کیا معاملہ ہے؟ سامری نے جواب دیا۔ ﴿بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ﴾ ''میں نے وہ چیز دیکھی جو انہوں نے نہیں دیکھی۔'' یعنی وہ جبریل علیہ السلام تھے جن کو سامری نے سمندر سے باہر نکلتے اور فرعون کے اپنے لشکر سمیت ڈوبتے وقت گھوڑی پر سوار دیکھا۔ جیسا کہ مفسرین کی رائے ہے۔ یعنی میں نے گھوڑی کے سم کے نیچے سے خاک کی ایک مٹھی اٹھائی اور بچھڑے (کے بت) پر ڈال دی۔ ﴿وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ﴾ میرے نفس نے مجھے ایسے ہی سمجھایا تھا کہ میں (جبریل کے نقش پا سے) ایک مٹھی خاک لوں اور اسے اس بچھڑے پر ڈال دوں اور اس طرح وہ کچھ ہو جائے جو ہو گیا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا: ﴿فَاذْهَبْ﴾ مجھ سے دور ہو جا ﴿فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ﴾ یعنی تجھے زندگی میں ایسی سزا دی جائے گی کہ کوئی شخص تیرے قریب آئے گا نہ تجھے چھوئے گا۔ اگر کوئی شخص تیرے پاس آنا چاہے گا تو خود ہی پکار کر اسے کہہ دے گا ''مجھے مت چھونا، میرے قریب نہ آنا'' یہ تمہارے اس فعل کی سزا ہوگی...... کیونکہ سامری نے اس چیز کو چھوا جسے کسی دوسرے نے نہیں چھوا اس نے وہ کچھ جاری کیا جو کسی اور نے جاری نہیں کیا۔

﴿وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ﴾ ''اور تیرے لیے ایک وعدہ ہے جو ہرگز تجھ سے نہیں ٹلے گا۔'' پس اس وقت تجھے تیرے اچھے برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ﴿وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا﴾ ''اور دیکھ تو اپنے اس معبود کی طرف جس کی تو تعظیم و عبادت کرتا ہے۔'' اس سے مراد بچھڑا ہے ﴿لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ

﴿فِي الْيَمِّ نَسْفًا﴾ ''ہم اسے جلا کر، اس کا ریزہ ریزہ اڑا دیں گے۔'' اور موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ اگر وہ بچھڑا معبود ہوتا تو وہ ایذا دینے والے اور تلف کرنے والے سے بچ سکتا تھا۔ بنی اسرائیل کے دلوں میں بچھڑے کی محبت رچ بس گئی تھی، اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے اس کو تلف کرنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ اس کو دوبارہ نہ بنا سکیں...... اس کو جلانے اور اس کو ریزہ ریزہ کر کے سمندر میں بکھیرنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح بچھڑا جسمانی طور پر ختم کر دیا گیا ہے اسی طرح ان کے دلوں سے اس کی محبت بھی زائل ہو جائے، نیز اس کے باقی رکھنے میں نفوس کے لئے فتنے کا امکان تھا کیونکہ نفسوں کے اندر باطل کی طرف بڑا قوی داعیہ ہوتا ہے۔

جب ان کے سامنے اس خود ساختہ خدا کا بطلان واضح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس ہستی کے متعلق آگاہ فرمایا جو عبادت کی مستحق ہے، جو یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، فرمایا:

إِنَّمَآ إِلَٰهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

یقیناً تمہارا معبود تو وہ اللہ ہے کہ نہیں کوئی اور معبود سوائے اس کے، گھیر رکھا ہے اس نے ہر چیز کو از روئے علم کے O

یعنی اللہ کریم کے سوا کوئی معبود نہیں، صرف اسی کے ساتھ محبت کی جائے، اسی پر امیدیں رکھی جائیں، اسی سے ڈرا جائے اور اسی کو پکارا جائے۔ وہی کامل ہستی ہے جو اسماء حسنیٰ اور اوصاف عالیہ کی مالک ہے۔ اس کے علم نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے کہ بندوں پر جتنی بھی نعمتیں ہیں صرف اسی کی عطا کردہ ہیں۔ صرف وہی ہے جو تمام تکالیف کو دور کرتا ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ ءَاتَيْنَٰكَ مِن لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾

اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں آپ پر کچھ وہ خبریں جو پہلے گزر چکی ہیں اور تحقیق دیا ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ذکر (قرآن) O

مَّنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُۥ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خَٰلِدِينَ فِيهِ ۖ

جس شخص نے اعراض کیا اس سے تو بلاشبہ وہ اٹھائے گا دن قیامت کے ایک بوجھ O وہ ہمیشہ رہیں گے اس (تکلیف) میں

وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾

اور برا ہو گا ان کے لیے دن قیامت کے بوجھ اٹھانا O

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے احسان کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے آپ کو گزرے ہوئے لوگوں کی خبروں سے آگاہ فرمایا...... مثلاً یہ عظیم واقعہ اور اس کے اندر مذکور تمام احکام، جن کا اہل کتاب میں سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ پس آپ نے گزری ہوئی قوموں کی تاریخ کا درس لیا ہے نہ کسی سے اس کا علم حاصل کیا ہے، لہٰذا آپ کا ان کے واقعات کے بارے میں حق الیقین کے ساتھ آگاہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں اور آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ سب صداقت پر مبنی ہے۔ بناء بریں فرمایا: ﴿وَقَدْ ءَاتَيْنَٰكَ مِن

﴿لَدُنَّا﴾ ''اور دیا ہم نے آپ کو اپنی طرف سے۔'' یعنی اپنی طرف سے نفیس عطیہ اور عظیم نوازش کے طور پر ﴿ذِكْرًا﴾ ''ایک ذکر'' اس سے مراد قرآن کریم ہے جس میں تمام گزرے ہوئے اور آنے والے واقعات کی خبر دی گئی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے کامل اسماء وصفات کا ذکر ہے اور اس میں احکام امر و نہی اور احکام جزا کا تذکرہ ہے۔

یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ قرآن کریم بہترین احکام پر مشتمل ہے۔ عقل اور فطرت سلیم ان احکام کے حسن و کمال کی گواہی دیتی ہیں اور قرآن کریم آگاہ کرتا ہے کہ ان احکام میں کیا کیا مصالح پنہاں ہیں' اس لئے جب قرآن کریم رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کے لئے تذکرہ ہے تب اس کو قبول کرنا' اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا' اس کی اطاعت کرنا' اس کی روشنی میں صراط مستقیم پر گامزن ہونا اور اس کی تعلیم و تعلم واجب ہے اور اس سے روگردانی کے ساتھ پیش آنا یا اس کے ساتھ ایسا سلوک کرنا جو اس سے بھی زیادہ عمومیت کا حامل ہو' جیسے اس کی باتوں کا انکار کرنا۔ تو یہ اس نعمت کی ناشکری ہے اور جو کوئی اس ناشکری کا ارتکاب کرتا ہے وہ سزا کا مستحق ہے۔

اس لئے فرمایا: ﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ﴾ جس نے اس سے روگردانی کی اور اس پر ایمان نہ لایا' یا اس کے اوامر و نواہی کو حقیر سمجھا یا اس نے اس کے معانی کے تعلم کا تمسخر اڑایا تو یہ شخص ﴿فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا﴾ قیامت کے روز اپنے گناہ کا بوجھ اٹھائے گا جس کے سبب سے اس نے قرآن سے روگردانی کی۔ سب سے بڑا گناہ تو کفر اور قرآن کو چھوڑنا ہے۔ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهِ﴾ یعنی وہ اپنے گناہ کے بوجھ اٹھانے کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے کیونکہ (برے) اعمال ہی درحقیقت عذاب ہیں۔ یہ اعمال بد صغیرہ یا کبیرہ ہونے کے مطابق' ارتکاب کرنے والوں کے لئے عذاب میں بدل جاتے ہیں۔ ﴿وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا﴾ یعنی بہت برا بوجھ ہے جو وہ اٹھائیں گے اور بہت برا عذاب ہے جو انہیں قیامت کے روز بھگتنا ہوگا۔ پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے قیامت کے دن کے احوال اور اس کی ہولناکیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ۝١٠٢ يَّتَخَافَتُوْنَ

جس دن پھونک ماری جائے گی صور میں' اور ہم اکٹھا کریں گے اس دن مجرموں کو درآنحالیکہ وہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے ○ چپکے چپکے کہتے ہوں گے وہ

بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۝١٠٣ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ

آپس میں (یہ کہ) نہیں ٹھہرے تم (دنیا میں) مگر صرف دس دن ○ ہم خوب جانتے ہیں اس کو جو کچھ وہ کہیں گے' جس وقت کہے گا

اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۝١٠٤

بہترین ان کا باعتبار رائے کے کہ نہیں ٹھہرے تم مگر ایک ہی دن ○

یعنی جب صور پھونکا جائے گا اور تمام لوگ اپنے اپنے حسب حال اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے' اہل تقویٰ وفد کی صورت میں رحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور مجرم اس حال میں اکٹھے کئے جائیں گے کہ خوف'

غم اور سخت پیاس کے مارے ان کا رنگ نیلا پڑ گیا ہوگا' تو وہ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کریں گے اور نہایت پست آواز میں دنیا کی مدت کے کم ہونے اور آخرت کے جلد آ جانے کے بارے میں ایک دوسرے سے گفتگو کریں گے۔ ان میں سے کچھ لوگ کہیں گے کہ تم لوگ بس دس دن دنیا میں رہے ہو اور بعض دوسرے لوگ کچھ اور کہیں گے۔ پست آواز میں وہ جو سرگوشیاں کر رہے ہوں گے اللہ انہیں جانتا ہوگا اور وہ جو باتیں کر رہے ہوں گے وہ انہیں سنتا ہوگا ﴿ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً ﴾ یعنی ان میں سے سب سے زیادہ معتدل اور اندازے کے سب سے زیادہ قریب شخص کہے گا: ﴿ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴾ تم صرف ایک دن دنیا میں رہے ہو۔

اس سے ان کا مقصد بہت بڑی ندامت اور پشیمانی کا اظہار ہے کہ انہوں نے اوقات قصیرہ کیسے ضائع کر دیے اور غفلت اور لہو و لعب میں ڈوب کر فائدہ مند اعمال سے اعراض کرتے ہوئے اور نقصان دہ اعمال میں پڑ کر ان اوقات کو گزار دیا۔ اب جزا کا وقت آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوا اور اب ندامت' ہلاکت اور موت کی دعا کے سوا کچھ باقی نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ○ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ○ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ (المؤمنون: ۲۳/۱۱۲۔۱۱۴)

''اللہ پوچھے گا تم زمین میں کتنے سال رہے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں' شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیے! فرمایا تم زمین میں بہت تھوڑا ٹھہرے ہو' کاش تم نے اس وقت جانا ہوتا۔''

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا

اور وہ سوال کرتے ہیں آپ سے پہاڑوں کی بابت، پس آپ کہہ دیجئے! اڑا دے گا انکو میرا رب اڑا دینا○ پس چھوڑے گا وہ اس (زمین) کو چٹیل

صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ

میدان بنا کر○ نہ دیکھیں گے آپ اس میں کوئی کجی اور نہ ٹیلہ○ اس دن وہ (لوگ) پیچھے چلیں گے بلانے والے کے نہیں کوئی کجی ہوگی

لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ

اسکے لیے، اور پست ہو جائیں گی سب آوازیں (اللہ) رحمٰن کے سامنے، پس نہ سنیں گے آپ سوائے آہٹ کے○ اس دن نہیں نفع دے گی

الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِىَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

سفارش مگر اس شخص کی کہ اجازت دے گا اسے رحمٰن، اور پسند کرے گا اسکے لیے بات کرنا○ وہ جانتا ہے جو کچھ انکے سامنے ہے

وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَىِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ

اور جو کچھ انکے پیچھے ہے، اور نہیں احاطہ کر سکتے وہ لوگ اسکا از روئے علم کے○ اور جھک جائیں گے (سب) چہرے حی قیوم (اللہ) کیلئے، اور تحقیق

خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ

ناکام ہوا وہ شخص جس نے اٹھایا بوجھ ظلم (شرک) کا○ اور جو شخص عمل کرے نیک جبکہ وہ

مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾

مومن ہو تو نہیں ڈرے گا وہ ناانصافی سے اور نہ حق تلفی سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں اور اس کے خوفناک زلزلوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ﴾ یعنی وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان پہاڑوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ کیا یہ پہاڑ اپنی حالت پر باقی رہیں گے؟ ﴿فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان پہاڑوں کو ان کی جگہ سے اکھاڑ پھینکے گا اور یہ پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی اون اور ریت' پھر ان کو ریزہ ریزہ کر کے اڑتی ہوئی خاک میں تبدیل کر دے گا۔ پہاڑ فنا ہو کر ختم ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کو ہموار کر کے زمین کے برابر کر دے گا اور زمین کو ہموار چٹیل میدان بنا دے گا۔ زمین کے کامل طور پر ہموار ہونے کی بنا پر دیکھنے والے کو کوئی نشیب و فراز نظر نہیں آئے گا' یعنی وادیاں اور پست یا بلند مقامات نہیں ہوں گے۔ تمام زمین ہموار اور یکساں نظر آئے گی جو تمام مخلوقات کے لئے کشادہ ہوگی اور اللہ اس کو اس طرح بچھا دے گا جس طرح چمڑا بچھایا جاتا ہے۔ تمام مخلوق ایک جگہ کھڑی ہوگی پکارنے والے کی آواز ان کو سنائی دے گی اور دیکھنے والا ان کو دیکھ سکے گا' اس لئے فرمایا: ﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ﴾ ''اس دن وہ پکارنے والے کے پیچھے لگیں گے۔'' اور یہ اس وقت ہوگا جب وہ دوبارہ زندہ ہو کر قبروں سے کھڑے ہوں گے اور پکارنے والا ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے اور ایک جگہ جمع ہونے کے لئے پکارے گا تو وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے اس کی طرف جائیں گے اور دائیں بائیں وہ اس سے نظر ہٹائیں گے نہ دائیں بائیں التفات کریں گے۔

فرمایا: ﴿لَا عِوَجَ لَهٗ﴾ یعنی پکارنے والے کی دعوت میں کوئی کجی نہ ہوگی بلکہ اس کی دعوت تمام خلائق کے لئے حق اور صدق پر مبنی ہوگی اور وہ پکار کر تمام خلائق تک اپنی آواز پہنچائے گا۔ تمام لوگ قیامت کے میدان میں حاضر ہوں گے اور رحمٰن کے سامنے ان کی آوازیں پست ہوں گی۔ ﴿فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا﴾ ''پس نہیں سنے گا تو سوائے کھسر پھسر کے۔'' یعنی فقط قدموں کی چاپ یا ہونٹوں کی حرکت سے پیدا ہونے والی پست آواز سنائی دے گی اور ان پر خشوع' سکوت اور خاموشی طاری ہوگی اور رب رحمٰن کے فیصلے کے منتظر ہوں گے اور چہرے تذلل اور خضوع سے جھکے ہوئے ہوں گے۔ تم اس عظیم مقام پر دیکھو گے کہ دولت مند اور فقراء' مرد اور عورتیں' آزاد اور غلام' بادشاہ اور عوام سب نظریں نیچے کئے ساکت اور خاموش گھٹنوں کے بل گرے ہوئے اور گردنوں کو جھکائے ہوئے ہوں گے۔ کسی کو معلوم نہیں ہوگا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ ہر شخص اپنے باپ' بھائی اور دوست یار کو بھول کر صرف اپنے معاملے میں مشغول ہوگا۔ ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾ (عبس: ٨٠/٣٧) ''اس روز ہر شخص ایک معاملے میں مصروف ہوگا جو اسے دوسروں کے بارے میں بے پروا کر دے گا۔''

حاکم عادل اس بارے میں فیصلہ کرے گا' نیکو کار کو اس کی نیکی کی جزا دے گا اور بدکار کو محروم کرے گا۔ رب کریم اور رحمٰن ورحیم پر امید یہ ہے کہ تمام خلائق اس کے ایسے فضل واحسان' عفو ودرگزر اور بخشش کو دیکھے گی' زبان جس کی تعبیر سے قاصر اور فکر اس کے تصور سے بے بس ہے۔ تب تمام خلائق اس کی رحمت کی منتظر ہوگی مگر رحمت ان لوگوں کے لئے مختص ہوگی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ امید آپ کیسے رکھ سکتے ہیں؟ دوسرے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ اس امید مذکور کا آپ کو کیسے علم ہوا؟

تو ہم اس کے جواب میں عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے' اس کی عنایات تمام مخلوقات پر عام ہیں۔ ہم اس دنیاوی زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہمیں اور دیگر لوگوں کو لامحدود نعمتیں حاصل ہیں خاص طور پر روز قیامت کے متعلق اللہ کے یہ فرامین ﴿ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ ﴾' ﴿ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ ﴾ اور ﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ﴾ (الفرقان:٢٦/٢٥) '' اس امر پر دلالت کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا '' اللہ کی رحمت کے سو حصے ہیں اس نے ایک حصہ اپنے بندوں کے لئے نازل فرمایا ہے' اس رحمت ہی کی بنا پر وہ ایک دوسرے کے ساتھ رحم اور عاطفت سے پیش آتے ہیں حتیٰ کہ ایک چوپائے کا پاؤں اگر اس کے بچے پر آجائے تو وہ اپنے پاؤں کو اٹھا لیتا ہے تاکہ وہ اس کو روند نہ ڈالے یہ اس رحم کی وجہ سے ہے جو اس چوپائے کے دل میں ودیعت کیا گیا ہے۔ جب قیامت کا روز ہوگا تو رحمت کا یہ حصہ بھی ننانوے حصے میں شامل ہو جائے گا' اور اللہ رحمت کے ان سو حصوں کے ساتھ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ ''[1] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا '' ماں اپنی اولاد کے لئے جس قدر رحیم ہے اللہ اس سے کہیں زیادہ اپنے بندوں کے لئے رحیم ہے۔ ''[2]

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بارے میں آپ جو چاہیں کہیں وہ آپ کے اندازوں اور آپ کے تصور سے کہیں زیادہ ہے...... پس پاک ہے وہ ذات' جو اپنے عدل وانصاف اور سزا دینے میں اسی طرح رحیم ہے جس طرح وہ اپنے فضل واحسان اور ثواب عطا کرنے میں رحیم ہے۔ بلند وبالا ہے وہ ہستی جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے اور جس کا فضل وکرم ہر زندہ مخلوق کو شامل ہے' وہ اپنی بے نیازی کے باعث اپنے بندوں سے بالا وبرتر اور ان پر نہایت رحم کرنے والا ہے۔ بندے اپنے تمام احوال میں ہمیشہ اس کے محتاج ہیں اور لحہ بھر کے لئے اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ فرمایا: ﴿ يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴾ یعنی اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اس کے ہاں سفارش نہیں کر سکے گا اور وہ صرف اس شخص کے لئے سفارش کی اجازت

---

① صحیح البخاری' الادب' باب جعل الله الرحمة فی مائة جزء' ح:٦٠٠٠ و صحیح مسلم' التوبة' باب فی سعة رحمة الله تعالیٰ...... ح:٢٧٥٢۔

② صحیح البخاری' الادب' باب رحمة الولد وتقبیله و معانقته' ح:٥٩٩٩۔

دے گا جس کے لئے وہ راضی ہوگا‘ یعنی انبیاء و مرسلین اور مقرب بندوں کو صرف ان لوگوں کے لئے سفارش کی اجازت ہوگی جن کی باتوں کو اللہ کی رضا حاصل ہوگی اور وہ صرف مخلص مومن ہیں۔ اگر ان میں سے ایک شرط بھی معدوم ہوگی تو کسی کے لئے کسی کی سفارش قبول نہ ہوگی۔

اس موقعے پر لوگ دو اقسام میں منقسم ہوں گے۔

(۱) اپنے کفر کی وجہ سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے‘ جنہیں ناکامی‘ حرماں نصیبی‘ جہنم میں دردناک عذاب‘ اور اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

(۲) وہ لوگ جو ان امور پر ایمان لائے جن پر ایمان لانے کے لئے ان کو حکم دیا گیا‘ نیک عمل کرتے رہے یعنی واجبات و مستحبات پر عمل پیرا رہے۔ ﴿فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا﴾ ”پس اسے ظلم کا خوف نہیں ہوگا۔“ یعنی اس کی اصل بداعمالیوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا ﴿وَّلَا هَضْمًا﴾ ”اور نہ حق تلفی کا۔“ یعنی نہ اس کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی بلکہ اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا‘ اس کے عیوب کو پاک کر دیا جائے گا اور اس کی نیکیوں میں کئی گنا اضافہ کر دیا جائے گا۔ فرمایا: ﴿وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (النساء: ٤/ ٤٠) ”اگر کوئی نیکی ہوگی تو وہ اسے دوگنا کر دے گا اور اپنی طرف سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔“

وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ

اور اسی طرح نازل کیا ہم نے اس (قرآن) کو قرآن عربی، اور پھیر پھیر کر بیان کیں ہم نے اس میں وعیدیں

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾

تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں یا پیدا کر دے (قرآن) ان کے لیے نصیحت ○

یعنی اسی طرح ہم نے اس کتاب کو فضیلت والی عربی زبان میں نازل کیا ہے جس کو تم خوب سمجھتے ہو اور اس میں کامل تفقہ رکھتے ہو اور اس کے الفاظ و معانی تم پر مخفی نہیں ہیں۔ ﴿وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ﴾ یعنی اس کتاب میں ہم نے وعید کو بہت سی انواع کے ذریعے بیان کیا ہے۔ کبھی تو ان اسماء کے ذریعے سے بیان کیا ہے جو عدل و انتقام پر دلالت کرتے ہیں‘ کبھی اس عبرت ناک عذاب کے ذکر کے ذریعے سے اس وعید کو بیان کیا جو گزشتہ قوموں پر نازل ہوا اور حکم دیا کہ آنے والی امتیں اس سے عبرت حاصل کریں اور کبھی گناہوں کے آثار اور ان سے پیدا ہونے والے عیوب کو بیان کر کے اس وعید کا ذکر کیا۔ کبھی قیامت کی ہولناکیوں اور اس کے دل کو ہلا دینے والے مناظر کو بیان کر کے اس وعید کا ذکر کیا۔ کبھی جہنم کے مناظر اور اس میں دیئے جانے والے مختلف انواع کے عذاب اور عقوبتوں کا ذکر کر کے اس وعید کو بیان کیا ہے۔

اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت کی وجہ سے ہے‘ شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور گناہوں اور

معاصی کو چھوڑ دیں جن سے ان کو نقصان پہنچتا ہے۔ ﴿ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴾ یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے نصیحت پیدا کر دے اور یہ لوگ نیک عمل کرنے لگیں جو ان کو فائدہ دیں...... پس اس کتاب کا عربی زبان میں نازل ہونا اور وعید کا مختلف طریقوں سے بیان ہونا' عمل صالح کا سب سے بڑا سبب اور سب سے بڑا داعی ہے۔ اگر یہ عظیم کتاب عربی زبان میں نہ ہوتی یا اس میں وعید کو مختلف انواع میں بیان نہ کیا گیا ہوتا تو اس میں یہ تاثیر نہ ہوتی۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ

پس بلند تر ہے اللہ بادشاہ برحق، اور نہ جلدی کریں آپ قرآن پڑھنے میں' پہلے اس سے کہ پوری کی جائے آپ کی طرف

وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

وحی اس کی اور کہیں، اے میرے رب! زیادہ کر مجھے علم میں ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حکم جزائی کا ذکر کیا جس سے اس کے بندے دوچار ہوتے ہیں اور حکم دینی و امری بیان فرمایا جو اس کتاب کریم میں نازل کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور اقتدار کے آثار ہیں تو فرمایا: ﴿ فَتَعٰلَى اللّٰهُ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہر نقص اور آفت سے پاک' بلند اور جلیل تر ہے ﴿ الْمَلِكُ ﴾ اقتدار' حاکمیت جس کا وصف ہے اور تمام مخلوق اس کی مملوک (غلام) ہے۔ اس کی بادشاہی کے قدری و شرعی احکام تمام مخلوق پر نافذ ہیں۔ ﴿ الْحَقُّ ﴾ یعنی اس کا وجود' اس کا اقتدار اور اس کا کمال سب حق ہے۔ پس صفات کمال کی مالک صرف ایسی ہستی ہوسکتی ہے جو ذی جلال ہو اور اس میں اقتدار بھی شامل ہے۔ بعض اوقات' اس کے سوا مخلوق بھی' بعض اشیاء پر اقتدار اور اختیار رکھتی ہے مگر یہ اقتدار ناقص اور باطل ہے جو زائل ہو جانے والا ہے...... مگر رب تعالیٰ ہمیشہ کے لیے بادشاہ حقیقی' جلال کا مالک اور قائم و دائم رہنے والا ہے۔

﴿ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ﴾ یعنی جب جبریل آپ ﷺ کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو اس کو اخذ کرنے میں جلدی نہ کیجئے اس وقت تک صبر کیجئے جب تک کہ وہ تلاوت سے فارغ نہ ہو جائے۔ جب وہ تلاوت سے فارغ ہو جائے تب اس کو پڑھیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو آپ ﷺ کے سینے میں جمع کرنے اور آپ کے اس کی قراءت کرنے کی ضمانت دی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ○ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴾ (القيمه: ۷۵/ ۱۶۔ ۱۹) ''جلدی سے وحی پڑھنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کیجئے' اس کو جمع کرنا اور پڑھوانا ہماری ذمہ داری ہے اور جب ہم اس وحی کو پڑھیں تو آپ اسی طرح پڑھا کریں پھر اس کے معانی کی تبیین و توضیح ہمارے ذمہ ہے۔''

چونکہ وحی کو اخذ کرنے کے لئے آپ ﷺ کی عجلت دلالت کرتی ہے کہ آپ علم کے ساتھ کامل محبت رکھتے

تھے اور اس کے حصول کے بے حد خواہش مند تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ وہ اپنے لئے ازدیاد علم کی دعا کریں کیونکہ علم بھلائی ہے اور بھلائی کی کثرت مطلوب ہے اور یہ کثرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور اس کے حصول کا راستہ کوشش، شوق علم، اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا، اس سے مدد مانگنا اور ہر وقت اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھنا ہے۔ اس آیت کریمہ سے حصول علم کے آداب اخذ کئے جاتے ہیں۔ علم کی سماعت کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ صبر سے کام لے یہاں تک کہ املا کرانے والا اور معلم اپنے کلام سے فارغ ہو جائیں جو لگا تار اور مسلسل ہے۔ اگر ذہن میں کوئی سوال ہے تو وہ اس وقت کیا جائے جب معلم فارغ ہو جائے۔ معلم کی قطع کلامی اور سوال کرنے میں عجلت سے باز رہے کیونکہ یہ حرماں نصیبی کا سبب ہے۔ اسی طرح مسئول کے لئے مناسب ہے کہ وہ سائل کے سوال کو لکھ لے اور جواب دینے سے قبل سائل کے مقصود کو اچھی طرح سمجھ لے، کیونکہ یہ صحیح جواب کا سبب ہے۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾

اور البتہ تحقیق عہد لیا تھا ہم نے آدم سے اس سے پہلے، پس بھول گیا وہ اور نہ پائی ہم نے اس میں ارادے کی پختگی ○

یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو وصیت کی، اسے حکم دیا اور اس سے عہد لیا کہ وہ اس پر قائم رہے۔ اس نے اس وصیت کا التزام کیا، اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور اس کو قائم کرنے کا عزم کیا مگر اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی وصیت کو بھول گیا اور اس کا مضبوط عزم ٹوٹ گیا تب اس سے ایسی لغزش صادر ہوئی جسے سب جانتے ہیں۔ پس وہ اپنی اولاد کے لئے عبرت بن گیا اور اولاد آدم کی طبیعت اور فطرت آدم علیہ السلام کی طرح ہو گئی، آدم علیہ السلام سے بھول ہو گئی، اس کی اولاد بھی نسیان کا شکار ہو گئی، آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی اور اولاد بھی غلطی کا ارتکاب کرتی ہے۔ آدم علیہ السلام اپنے عزم پر قائم نہ رہ سکا اسی طرح اس کی اولاد اپنے عزم کو توڑ بیٹھتی ہے، آدم علیہ السلام نے اپنی خطا کا اعتراف اور اقرار کر کے فوراً توبہ کر لی اور اس کی خطا کو بخش دیا گیا، جو کوئی اپنے باپ کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ پھر اس اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا

اور (یاد کرو!) جب کہا ہم نے فرشتوں سے سجدہ کرو تم آدم کو، تو سجدہ کیا انہوں نے سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا ○ پس ہم نے کہا،

يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾

اے آدم! بلاشبہ یہ (ابلیس) دشمن ہے تیرا اور تیری بیوی کا، سو وہ نہ نکلوا دے تم دونوں کو جنت سے کہ تو مشقت میں پڑ جائے ○

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

بلاشبہ تیرے لئے ہے (یہ فائدہ) کہ نہ بھوکا ہو گا تو اس میں اور نہ ننگا ○ اور بیشک تو نہ پیاسا ہو گا اس میں اور نہ تجھے دھوپ لگے گی ○

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ
پس وسوسہ ڈالا اسکی طرف شیطان نے ،اس نے کہا،اے آدم! کیا دلالت کروں میں تجھے اوپر ہمیشگی کے درخت اور ایسی بادشاہی کے
لَّا يَبْلٰى ﴿١٢٠﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ
جو پرانی نہ ہو؟○ پس کھایا ان دونوں نے اس میں سے،تو ظاہر ہوگئی ان پر شرمگاہ ان دونوں کی،اور شروع ہوئے وہ دونوں چپکاتے تھے
عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿١٢١﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ
اپنے اوپر پتے جنت کے، اور نافرمانی کی آدم نے اپنے رب کی ، پس وہ بھٹک گیا○ پھر برگزیدہ کیا اسے
رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿١٢٢﴾
اس کے رب نے اور توجہ کی اس پر اور ہدایت دی اسے○

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے آدم علیہ السلام کی تخلیق کو مکمل کیا' انہیں اشیاء کے نام سکھائے' انہیں فضیلت اور تکریم بخشی اور ان کے اکرام و تعظیم اور ان کی جلالت شان کو تسلیم کروانے کے لئے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا اور فرشتے اس حکم کو مانتے ہوئے فوراً سجدہ ریز ہو گئے۔ ان فرشتوں کے اندر ابلیس بھی تھا اس نے تکبر کی وجہ سے اپنے رب کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیا اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ اس نے کہا: ﴿ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾ (الاعراف: ۱۲/۷)''میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے۔'' تب آدم اور ان کی بیوی کے ساتھ حد کو پہنچی ہوئی اس کی عداوت ظاہر ہوئی۔ چونکہ شیطان اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اس کا وہ حسد بھی ظاہر ہو گیا جو اس عداوت کا سبب تھا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو اس سے چوکنا رہنے کا حکم دیا۔ فرمایا: ﴿ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴾ اگر تمہیں جنت سے نکال دیا گیا تو تم بدنصیب ٹھہرو گے کیونکہ جنت میں تمہارے لئے لامحدود رزق اور راحت کامل ہے۔

﴿ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ○ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴾ یعنی وہاں تجھے سورج کی دھوپ نہیں لگے گی۔ وہاں دائمی طور پر مطعومات و مشروبات' لباس اور پانی کی فراہمی' تکان وغیرہ کی عدم موجودگی کی ضمانت ہوگی۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک معین درخت کے قریب جانے سے روک دیا۔ فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (البقرۃ: ۳۵/۲)''تم دونوں اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ ظالموں میں ہو جاؤ گے۔''

شیطان ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا رہا اور ان کے سامنے اس درخت کے پھل کے کھانے کو مزین کرتا رہا' چنانچہ وہ ان سے کہتا: ﴿ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ ﴾ یعنی جو کوئی اس کو کھائے گا وہ ہمیشہ جنت میں رہے گا۔ ﴿ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴾ اور جب وہ اس درخت کا پھل کھا لے گا تو ایسی بادشاہت حاصل ہوگی جو کبھی منقطع

نہ ہوگی۔ شیطان آدم علیہ السلام کے پاس ایک ناصح کی صورت میں آیا بڑی نرمی اور حیلہ سازی کے ساتھ آدم علیہ السلام سے بات چیت کی۔ آدم علیہ السلام اس کے فریب میں آ گئے اور یوں آدم اور حواء علیہما السلام نے اس درخت کا پھل کھالیا۔ اس پر ان کو سخت ندامت ہوئی، ان کا لباس اتر گیا اور ان کی نافرمانی ان کے سامنے واضح ہوگئی ایک دوسرے کے سامنے ان کے ستر کھل گئے، حالانکہ اس سے قبل وہ دونوں ستر پوش تھے۔ انہوں نے جنت کے درختوں کے پتوں کے ذریعے سے اپنے آپ کو ڈھانپنا شروع کیا تا کہ اس طرح وہ ستر پوشی کر سکیں۔ اس پر انہیں اس قدر خجالت ہوئی جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

﴿ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴾ ''اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بہک گیا۔'' پس انہوں نے فوراً توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور عرض کیا: ﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (الاعراف: ۲۳/۷) ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا، اگر تو ہمیں بخش نہ دے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' پس حضرت آدم علیہ السلام کو ان کے رب نے چن لیا اور ان کو توبہ کی توفیق سے نوازا۔ ﴿ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور راہ راست کی طرف ان کی راہنمائی کی اور حضرت آدم علیہ السلام کا توبہ کے بعد کا حال توبہ سے پہلے کے حال سے بہتر تھا۔ دشمن کا مکر و فریب اسی کی طرف پلٹ گیا اس کی چال الٹ گئی اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اتمام ہو گیا اور ان پر واجب ہو گیا کہ وہ اس کو قائم رکھیں اور اس کا اعتراف کریں، نیز وہ اپنے دشمن سے بچتے رہیں جو دن رات ان کی تاک میں رہتا ہے۔ فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ (الاعراف: ۲۷/۷) ''اے بنی آدم! دیکھنا کہیں شیطان تمہیں فتنے میں مبتلا نہ کر دے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا تھا۔ یعنی ان کا لباس اتروایا تا کہ ان کے سامنے ان کا ستر کھول دے۔ وہ اور اس کے بھائی بند تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے ہم نے شیطان کو ان لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔''

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ۬

اللہ نے کہا، اتر جاؤ تم دونوں اس سے اکٹھے تمہارا ایک، دوسرے کیلیے دشمن ہے، پس اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت،

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ

تو جس شخص نے پیروی کی میری ہدایت کی، سو نہ گمراہ ہوگا وہ اور نہ وہ مشقت میں پڑے گا ○ اور جس نے اعراض کیا میری یاد سے تو بلاشبہ

لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى

اس کیلیے گزران ہوگی تنگ اور ہم اٹھائیں گے اسے دن قیامت کے اندھا (کر کے) ○ وہ کہے گا اے میرے رب! کیوں اٹھایا ہے تو نے مجھے اندھا

وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ

حالانکہ تھا میں (دنیا میں) دیکھنے والا؟○ اللہ کہے گا، اسی طرح آئی تھیں تیرے پاس نشانیاں ہماری، پس بھول گیا تھا تو انہیں، اور اسی طرح

الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ

آج کے دن بھلا دیا جائے گا تو بھی○ اور اسی طرح سزا دیں گے ہم اس شخص کو جو حد سے بڑھ گیا اور نہ ایمان لایا وہ

بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾

آیتوں پر اپنے رب کی، اور البتہ عذاب آخرت کا زیادہ سخت اور زیادہ باقی رہنے والا ہے○

اللہ تبارک وتعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام اور ابلیس کو حکم دیا کہ وہ زمین پر اتر جائیں' آدم اور ان کی اولاد شیطان کو اپنا دشمن سمجھیں اور اس سے بچیں اس کا مقابلہ کرنے اور جنگ کے لئے تیار رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر کتابیں نازل کرے گا ان کی طرف رسول بھیجے گا جو ان کے سامنے صراط مستقیم کو واضح کریں گے جو ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے' نیز وہ ان کو ان کے دشمن سے متنبہ اور چوکنا کریں گے' لہٰذا ان کے پاس جس وقت بھی یہ ہدایت آ جائے...... یعنی کتاب اور انبیاء و مرسلین...... پس اگر کسی نے اس کتاب کی اتباع کی' ان امور پر عمل کیا جن کا اس نے حکم دیا اور ان امور سے اجتناب کیا جن سے اس نے منع کیا تو ایسا شخص دنیا میں گمراہ ہوگا نہ آخرت میں اور نہ وہ دنیا و آخرت میں تکلیف میں پڑے گا بلکہ دونوں جہان میں ان کی سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کی جائے گی اور آخرت میں ان کو امن اور سعادت سے نوازا جائے گا۔ ایک اور آیت کریمہ میں وارد ہے کہ آخرت میں حزن وخوف ان سے دور رہے گا۔ ﴿فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۳۸/۲) ''پس جس کسی نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کے لئے کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔'' اور ''ہدایت'' کی پیروی یہ ہے کہ رسول کی دی ہوئی خبر کی تصدیق کی جائے' شبہات کے ذریعے سے اس کے ساتھ معارضہ نہ کیا جائے' اس کے حکم کی اس طرح تعمیل کی جائے کہ کسی قسم کی خواہش اس کی معارض نہ ہو۔

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ﴾ یعنی جس کسی نے میری کتاب کریم سے اعراض کیا جس سے تمام مطالب عالیہ حاصل کئے جاتے ہیں اور اس سے روگردانی کر کے اس کو چھوڑ دیا' یا اس کے ساتھ اس سے بھی بڑھ کر برا سلوک کیا' یعنی اس کا انکار کر کے کفر کا ارتکاب کیا ﴿فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ یعنی اس کی سزا یہ ہوگی کہ ہم اس کی معیشت کو تنگ اور نہایت پر مشقت بنا دیں گے اور یہ معیشت اس کے لئے محض ایک عذاب ہوگی۔

''تنگ معیشت'' کی تفسیر بیان کی جاتی ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے' یعنی اس کے لئے اس کی قبر کو تنگ کر دیا جائے گا وہ اس میں گھٹ کر رہ جائے گا اور اس کو عذاب دیا جائے گا یہ اس بات کی سزا ہے کہ اس نے اپنے رب کے ذکر سے روگردانی کی تھی۔ یہ ان آیات میں سے ایک آیت ہے جو عذاب قبر پر دلالت کرتی ہیں۔

دوسری آیت کریمہ یہ ہے۔﴿ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذِ ٱلظَّٰلِمُونَ فِى غَمَرَٰتِ ٱلْمَوْتِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ بَاسِطُوٓا۟ أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوٓا۟ أَنفُسَكُمُ ٱلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ ٱلْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ غَيْرَ ٱلْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ ءَايَٰتِهِۦ تَسْتَكْبِرُونَ ﴾ (الانعام: ۹۳/۶) ''کاش آپ ان ظالموں کو اس وقت دیکھیں' جب یہ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔ (اور کہہ رہے ہوں گے) نکالو اپنی جان آج تمہیں انتہائی رسوا کن عذاب کی سزا دی جائے گی اس کا سبب یہ ہے کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھا کرتے تھے اور تم اس کی آیتوں کے ساتھ تکبر کیا کرتے تھے۔''

تیسری آیت کریمہ یہ ہے۔﴿ وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ ٱلْعَذَابِ ٱلْأَدْنَىٰ دُونَ ٱلْعَذَابِ ٱلْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ (السجدۃ: ۲۱/۳۲) ''ہم ان کو قیامت کے بڑے عذاب سے کمتر عذاب کا مزا بھی چکھائیں گے' شاید کہ وہ لوٹ آئیں۔''

چوتھی آیت کریمہ یہ ہے﴿ ٱلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ أَدْخِلُوٓا۟ ءَالَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ ٱلْعَذَابِ ﴾ (المؤمن: ۴۶/۴۰) ''انہیں صبح و شام آگ کے عذاب کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور جس روز قیامت برپا ہو گی اس روز کہا جائے گا کہ آل فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کردو۔''

جو چیز سلف میں سے بعض مفسرین کے لئے' اس آیت کریمہ کو عذاب قبر پر محمول کرنے اور صرف اسی پر اقتصار کرنے کی موجب بنی...... واللہ تعالیٰ اعلم...... وہ ہے آیت کریمہ کا آخر۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کے آخر میں قیامت کے عذاب کا ذکر کیا ہے۔

اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ ''تنگ معیشت'' عام ہے یعنی اپنے رب کے ذکر سے روگردانی کرنے والوں پر دنیا میں غم و ہموم اور مصائب و آلام کے جو پہاڑ ٹوٹتے ہیں' وہ عذاب معجّل ہے۔ برزخ میں بھی ان کو عذاب میں ڈالا جائے گا اور آخرت میں بھی عذاب میں داخل ہوں گے کیونکہ ''تنگ معیشت'' کو بغیر کسی قید کے مطلق طور پر بیان کیا گیا ہے۔

﴿ وَنَحْشُرُهُۥ ﴾ ''اور اکٹھا کریں گے ہم اس کو۔'' یعنی اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرنے والے اس شخص کو ﴿ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَعْمَىٰ ﴾ قیامت کے روز اندھا اٹھائیں گے...... اور صحیح تفسیر یہی ہے...... جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا ﴾ (بنی اسراءیل: ۹۷/۱۷) ''اور قیامت کے روز ان لوگوں کو' اندھے' گونگے اور بہرے ہونے کی حالت میں' اوندھے منہ اکٹھا کریں گے۔''

وہ نہایت ذلت' الم اور اس حالت پر تنگ دلی کے ساتھ کہے گا: ﴿ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىٓ أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ﴾ ''اے میرے رب! کس بنا پر میری یہ بری حالت ہے میں تو دنیا میں آنکھوں والا تھا؟'' ﴿ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ

﴿ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ﴾ ''اللہ کہے گا' اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں' تو تو نے ان کو بھلا دیا تھا۔'' یعنی تو نے روگردانی کے ذریعے سے ان کو فراموش کر دیا۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴾ ''اور اسی طرح آج تجھے بھلا دیا جائے گا۔'' یعنی تجھے عذاب میں چھوڑ دیا جائے گا۔ پس جواب دیا گیا کہ یہ بعینہ تیرا عمل ہے کیونکہ جزا عمل ہی کی جنس سے ہوتی ہے۔ جس طرح تو نے اپنے رب کے ذکر کے بارے میں اندھے پن کا مظاہرہ کر کے اس سے منہ موڑا' اسے فراموش کیا اور اس میں سے اپنے حصے کو بھول گیا' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تجھے آخرت میں اندھا کر دیا ہے' تجھے اندھا بہرہ اور گونگا بنا کر جہنم کی طرف لے جایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے تجھے جہنم میں جھونک کر تجھ سے منہ پھیر لیا۔

﴿ وَكَذٰلِكَ ﴾ یعنی یہ جزا ﴿ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ ﴾ اس شخص کے لئے ہے جس نے حدود سے تجاوز کیا اور جن امور کی اجازت دی گئی ہے ان سے آگے بڑھ کر محرمات کا مرتکب ہوا ﴿ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ﴾ اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لایا جو تمام مطالب ایمان پر واضح طور پر اور صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر ہرگز ظلم نہیں کیا اور نہ غیر مستحق کو سزا دی ہے بلکہ اس کا سبب تو صرف اس کا اسراف اور عدم ایمان ہے۔ ﴿ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ ﴾ دنیا کے عذاب کے برعکس آخرت کا عذاب کئی گنا زیادہ سخت ہوگا۔ ﴿ وَاَبْقٰى ﴾ اور دنیا کے عذاب کے برعکس آخرت کا عذاب کبھی ختم نہ ہوگا کیونکہ دنیا کا عذاب تو کبھی نہ کبھی منقطع ہو جاتا ہے۔ پس آخرت کے عذاب سے ڈرنا اور اس سے بچنا واجب ہے۔

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ

کیا پس نہیں رہنمائی کی انکی (اس چیز نے) کہ کتنی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے قومیں، کہ وہ لوگ چلتے ہیں انکے مکانوں میں،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿١٢٨﴾ ع

بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں اہل عقل کے لیے○

ان جھٹلانے والوں اور آیات الٰہی سے روگردانی کرنے والوں کو' اس عذاب نے راہ ہدایت پر گامزن ہونے' گمراہی اور فساد کی راہ سے اجتناب کرنے پر آمادہ نہیں کیا' جو گزشتہ قوموں اور ایک دوسرے کے پیچھے آنے والی امتوں پر نازل ہوا؟ یہ ان کے واقعات کو خوب جانتے ہیں' ان کے واقعات کو ایک دوسرے سے نقل کرتے چلے آ رہے ہیں اور ان قوموں کے مسکن اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں' مثلاً ہود' صالح اور لوط علیہم السلام کی قوموں کے اجڑے ہوئے مسکن۔ انہوں نے جب ہمارے رسولوں کو جھٹلایا اور ہماری کتابوں سے روگردانی کی تو ہم نے ان پر دردناک عذاب نازل کر دیا۔

کس چیز نے ان کو بے خوف کیا ہے کہ جو عذاب ان قوموں پر نازل ہوا تھا ان پر نازل نہیں ہوگا؟

﴿ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴾ (القمر: ٥٤/ ٤٣-٤٤)

''کیا تمہارے کفار ان گزرے ہوئے لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے (گزشتہ) کتابوں میں براءت لکھ دی گئی ہے یا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم بڑے مضبوط ہیں۔''یعنی ان میں سے کوئی چیز بھی ان پر صادق نہیں آتی۔ یہ کفار ان کافروں سے کسی لحاظ سے بھی بہتر نہیں کہ ان سے عذاب کو ٹال دیا جائے بلکہ یہ ان سے زیادہ شریر اور برے لوگ ہیں کیونکہ انہوں نے افضل ترین رسول ﷺ اور بہترین کتاب کی تکذیب کی ہے اور نہ ان کے پاس کوئی تحریری براءت نامہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عہد نامہ ہے...... اور ایسا بھی نہیں ہو سکتا جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کی قوم انہیں کوئی فائدہ دے گی اور ان سے عذاب کو دور کر دے گی' بلکہ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ یہ ان سے زیادہ ذلیل اور ان سے زیادہ حقیر ہیں۔

پس گزشتہ قوموں کو ان کی کرتوتوں کی پاداش میں ہلاک کرنا' ہدایت کے اسباب میں سے ہے کیونکہ یہ ان رسولوں کی رسالت کی' جو ان کے پاس آئے' صداقت کی اور ان قوموں کے موقف کے بطلان کی دلیل ہے۔ مگر ہر شخص آیات الٰہی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا صرف وہی لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جن کو عقل و دانش سے نوازا گیا ہے' یعنی عقل سلیم' فطرت مستقیم اور ذہن جو انسان کو ان امور سے روکتے ہیں جو اس کے لئے مناسب نہیں۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ

اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے (طے) ہو چکی ہے آپ کے رب کی طرف سے تو البتہ ہو جاتا (عذاب) چمٹنے والا، اور (اگر نہ ہوتی) میعاد مقرر ○ پس صبر کیجئے

عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا

اوپر ان باتوں کے جو وہ (کافر) کہتے ہیں، اور تسبیح کیجئے ساتھ حمد کے اپنے رب کی پہلے طلوع آفتاب سے اور پہلے اسکے غروب ہونے سے،

وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾

اور کچھ اوقات میں رات کے، پس تسبیح کیجئے، اور (دونوں) حصوں میں دن کے بھی، تاکہ آپ راضی ہو جائیں ○

یہ رسول اللہ ﷺ کے لئے تسلی اور صبر کی ترغیب ہے کہ وہ ان جھٹلانے اور روگردانی کرنے والوں کے لئے جلدی ہلاکت کی خواہش نہ کریں۔ ان کا کفر اور تکذیب' ان پر عذاب نازل ہونے کے لئے ایک معقول سبب ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے سزاؤں کے لئے سبب مقرر کیا ہے جو گناہوں سے جنم لیتا ہے اور ان لوگوں نے نزول عذاب کے اسباب پیدا کر دیے ہیں مگر جس چیز نے اس عذاب کو مؤخر کر رکھا ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کا حکم جو مہلت دینے اور وقت مقرر کرنے کو متضمن ہے۔ وقت کا مقرر ہونا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا نفاذ' نزول عذاب کو اس وقت کے آنے تک کے لیے مؤخر کر دیتا ہے۔ شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کریں' اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لے اور عذاب کو ان سے دور کر دے جب تک کہ اللہ کا کلمہ ان پر ثابت نہ ہو جائے۔

اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ان کی قولی اذیتوں پر صبر کرے اور اس کے

مقابلے میں ان اوقات فاضلہ میں رب کی تسبیح و تحمید سے مدد لے...... یعنی طلوع آفتاب اور غروب آفتاب‘ دن کے کناروں پر‘ یعنی اس کے اوائل اور اواخر میں...... یہ خصوص کے بعد عموم کا ذکر ہے...... نیز رات کے اوقات اور اس کی گھڑیوں میں۔ اگر آپ ﷺ اس پر عمل پیرا ہوئے تو شاید آپ ﷺ اپنے رب کے عطا کردہ دنیاوی اور اخروی ثواب پر راضی ہو جائیں‘ آپ کو اطمینان قلب حاصل ہو‘ اپنے رب کی عبادت سے آپ آنکھیں ٹھنڈی کریں اور ان کی اذیت رسانی پر اس عبادت کے ذریعے سے دل کو تسلی ہو تب آپ ﷺ کے لیے صبر بہت آسان ہو جائے گا۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ

اور نہ دراز کریں آپ اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف کہ فائدہ دیا ہم نے ان کیساتھ کئی قسم کے لوگوں کو ان میں سے‘ رونق کا زندگانی

ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿۱۳۱﴾

دنیا کی، تا کہ ہم آزمائیں انہیں اس میں، اور رزق آپ کے رب کا بہت بہتر اور دیر پا ہے ○

یعنی دنیا اور اس کی متاع‘ مثلاً لذیذ ماکولات و مشروبات‘ ملبوسات فاخرہ‘ آراستہ کیے ہوئے گھروں اور حسین و جمیل عورتوں سے حظ اٹھانے والوں کے احوال کو استحسان اور پسندیدگی کی نظر سے دوبارہ نہ دیکھیں‘ اس لیے کہ یہ سب کچھ دنیا کی خوبصورتی ہے اور اس سے صرف فریب خوردہ لوگ ہی خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرنے والوں کی نظریں ہی اسے پسندیدگی سے دیکھتی ہیں۔ آخرت سے قطع نظر کر کے‘ صرف ظالم لوگ ہی اس سے متمتع ہوتے ہیں۔ پھر یہ دنیا سب کی سب‘ تیزی سے گزر جاتی ہے‘ اپنے چاہنے والوں اور عشاق کو بے موت مار دیتی ہے۔ پس دنیا سے محبت کرنے والے لوگ اس وقت نادم ہوں گے جب ندامت کوئی فائدہ نہیں دے گی اور قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے تب انہیں اپنی بے مائیگی کا علم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے تو اس دنیا کو فتنہ اور آزمائش بنایا ہے تا کہ معلوم ہو کہ کون اس کے پاس ٹھہرتا اور اس کے فریب میں مبتلا ہوتا ہے اور کون اچھے عمل کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى ٱلْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ○ وَإِنَّا لَجَٰعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا﴾ (الکھف:۷/۱۸۔۸) ”جو کچھ زمین پر موجود ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تا کہ ہم ان کو آزمائیں کہ ان میں سے کون اچھے کام کرتا ہے۔ پھر جو کچھ اس زمین پر ہے ہم سب کو ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔“

﴿وَرِزْقُ رَبِّكَ﴾ ”اور تیرے رب کا رزق“ دنیاوی رزق یعنی علم‘ ایمان اور اعمال صالحہ کے حقائق‘ اخروی رزق یعنی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور رب رحیم کے جوار رحمت میں سلامتی سے بھرپور زندگی۔ ﴿خَيْرٌ﴾ اپنی ذات و صفات میں اس زندگی سے بہتر ہے جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے ﴿وَأَبْقَىٰ﴾ ”اور پائدار

ہے‘‘ کیونکہ اس کے پھل کبھی ختم نہ ہوں گے اور اس کے سائے دائمی ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ (الاعلیٰ: ۸۷/۱۶-۱۷) ’’مگر تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت کی زندگی بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔‘‘ اس آیت کریمہ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ جب دیکھے کہ اس کا نفس سرکشی اختیار کر کے دنیا کی زیب وزینت کی طرف مائل اور متوجہ ہے تو وہ اپنے رب کے اس رزق کو یاد کرے جو آئندہ زندگی میں اسے عطا ہونے والا ہے۔ پھر ان دونوں کے درمیان موازنہ کرے۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْــَٔـلُكَ رِزْقًا ۭ

اور حکم دیجیے اپنے گھر والوں کو نماز (پڑھنے) کا، اور (خود بھی) ثابت رہیے اس پر، نہیں سوال کرتے ہم آپ سے رزق کا،

نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

ہم ہی رزق دیتے ہیں آپ کو، اور (بہترین) انجام تو تقویٰ (والوں) ہی کا ہے ○

اپنے گھر والوں کو نماز کی ترغیب دیجیے، انہیں فرض اور نفل نماز پڑھنے کا حکم دیتے رہیے اور کسی چیز کا حکم دینا ان تمام امور کو شامل ہے جن کے بغیر اس چیز کی تکمیل نہیں ہوتی۔ پس یہ حکم، اپنے گھر والوں کو نماز کے بارے میں ان امور کی تعلیم دینا ہے جو نماز کی اصلاح کرتے ہیں، جو نماز کو فاسد کرتے ہیں اور جو نماز کی تکمیل کرتے ہیں۔ ﴿وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ ’’اور خود بھی اس پر جمے رہیے۔‘‘ یعنی نماز پر، اس کی تمام حدود، اس کے ارکان، اس کے آداب اور اس کے خشوع وخضوع کے ساتھ۔ کیونکہ اس میں نفس کے لئے مشقت ہے۔ تاہم مناسب یہی ہے کہ دائمی طور پر نفس کو نماز پڑھنے پر مجبور اور اس کے ساتھ جہاد کرتے رہنا چاہیے اور اس پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ بندۂ مومن جب اس طریقے سے نماز قائم کرتا ہے جس طریقے سے قائم کرنے کا اسے حکم دیا گیا ہے تو نماز کے علاوہ دیگر دین کی حفاظت کرنے اور اس کو قائم کرنے کی اس سے زیادہ توقع کی جا سکتی ہے۔ اگر وہ نماز کو ضائع کرتا ہے تو دیگر دین کو زیادہ برے طریقے سے ضائع کرے گا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو رزق کی ضمانت دی اور ترغیب دی کہ آپ اقامت دین کو چھوڑ کر حصول رزق میں مشغول نہ ہوں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿نَحْنُ نَرْزُقُكَ﴾ یعنی آپ کا رزق ہمارے ذمہ ہے ہم نے جس طرح تمام خلائق کے رزق کی کفالت اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح آپ کے رزق کی کفالت بھی ہمارے ذمہ ہے۔ اس شخص کے رزق کی ذمہ داری ہم پر کیسے نہ ہو جو ہمارے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور ہمارے ذکر میں مشغول رہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا رزق متقی اور غیر متقی سب کے لئے عام ہے، اس لیے ان امور کا اہتمام کرنا چاہیے جن پر ابدی سعادت کا دارومدار ہے، اور وہ ہے تقویٰ۔ لہٰذا فرمایا: ﴿وَالْعَاقِبَةُ﴾ یعنی دنیا وآخرت کا انجام ﴿لِلتَّقْوٰى﴾ تقویٰ کے لئے ہے اور تقویٰ سے مراد ہے مامورات کی تعمیل اور منہیات سے اجتناب۔ اور جو کوئی ان کو قائم کرتا

ہے انجام اسی کا اچھا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (الاعراف: ١٢٨/٧) ''اور اچھا انجام متقین کا ہے۔''

وَقَالُوْا لَوْلَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَ لَمْ تَأْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا

اور انہوں نے کہا، کیوں نہیں لاتا وہ ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی طرف سے؟ کیا نہیں آئی انکے پاس دلیل اس چیز کی جو کچھ

فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا

پہلے صحیفوں میں ہے؟ O اور اگر بیشک ہم ہلاک کر دیتے انکو ساتھ عذاب کے پہلے اس رسول سے تو البتہ کہتے وہ لوگ، اے ہمارے رب!

لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾

کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول پس ہم پیروی کرتے تیری آیتوں کی پہلے اس سے کہ ہم ذلیل اور رسوا ہوتے؟ O

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ

آپ کہہ دیجئے! ہر ایک انتظار کرنے والا ہے سو تم بھی انتظار کرو، پس عنقریب تم جان لوگے کہ کون ہیں حامل

الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾ ع

راہ راست کے اور کس نے ہدایت کو اپنایا؟ O

رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے آپ سے کہتے ہیں کہ آپ کے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ نشانی سے ان کی مراد معجزات ہیں۔ یہ بات ان کے اس قول کی مانند ہے ﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ○ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ○ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴾ (بنی اسرائیل: ٩٠/١٧-٩٢) ''انہوں نے کہا کہ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تو زمین سے ہمارے لئے چشمہ جاری نہ کرے۔ یا تیرے لئے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اور تو اس باغ کے درمیان نہریں جاری کر دے یا تو آسمان کو...... جیسا کہ تو دعویٰ کرتا ہے...... ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہمارے اوپر گرا دے یا تو اللہ اور فرشتوں کو ہمارے روبرو لے آئے۔'' یہ ان کی طرف سے محض تعنت، عناد اور ظلم ہے۔ کیونکہ رسول اور وہ خود محض بشر اور اللہ کے بندے ہیں۔ ان کا اپنی خواہشات کے مطابق معجزات کا مطالبہ کرنا مناسب نہیں۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی حکمت کے مطابق آیات و معجزات کا انتخاب کرکے نازل کرتا ہے۔

چونکہ ان کا قول ﴿ لَوْلَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ تقاضا کرتا ہے کہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر کوئی نشانی اور آپ کے حق ہونے پر دلیل نازل نہیں ہوئی...... حالانکہ یہ جھوٹ اور بہتان ہے کیونکہ آپ بڑے بڑے معجزات اور ناقابل تردید دلائل لے کر آئے کہ ان میں سے کسی ایک کے ذریعے سے مقصود حاصل ہو سکتا ہے اس لئے فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ تَأْتِهِمْ ﴾ ''کیا ان کے پاس نہیں آئی۔'' اگر وہ اپنی بات میں سچے ہیں اور دلیل کے

ذریعے سے وہ حق کے متلاشی ہیں ﴿ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴾ ''وہ دلیل جو پہلے صحیفوں میں ہے؟'' یعنی یہ قرآن عظیم ان تمام باتوں کی تصدیق کرتا ہے جو گزشتہ صحیفوں' یعنی تورات' انجیل اور دیگر کتابوں میں نازل ہوئی ہیں اور انہی امور کے بارے میں خبر دیتا ہے جن کے بارے میں ان گزشتہ کتابوں نے خبر دی ہے۔ ان گزشتہ کتب اور صحیفوں میں اس قرآن عظیم کی تصدیق بھی موجود ہے اور اس کو لانے والے رسول کی بشارت بھی دی گئی ہے۔

یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے۔ ﴿ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ (العنکبوت: ۵۱/۲۹) ''کیا ان کے لئے یہی کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب عظیم نازل کی جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے' بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔'' آیات الٰہی اہل ایمان کو فائدہ دیتی ہیں' ان کی تلاوت سے ان کے ایمان و ایقان میں اضافہ ہوتا ہے لیکن آیات الٰہی سے اعراض کرنے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے ان پر ایمان رکھتے ہیں نہ ان سے کوئی فائدہ ہی اٹھاتے ہیں۔ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ○ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴾ (یونس: ۹۶/۱۰-۹۷) ''بلاشبہ وہ لوگ جن پر تیرے رب کا حکم قرار پا چکا ہے خواہ ان کے پاس ہر قسم کی نشانی آ جائے' وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔''

ان آیات کو ان کی طرف بھیجنے اور ان کے ذریعے سے ان سے مخاطب ہونے کا پس ایک ہی فائدہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جاتی ہے تاکہ جب ان پر دردناک عذاب نازل ہو تو ان کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے: ﴿ لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ ﴾ ''کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول' پس ہم تیری آیات کی پیروی کرتے قبل اس کے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے۔'' یعنی عقوبت کے ذریعے سے' لو تمہارے پاس' میری آیات و براہین کے ساتھ' میرا رسول آ گیا ہے اگر بات ایسے ہی ہے جیسے تم کہتے ہو تو اٹھو اس کی تصدیق کرو۔

اے محمد! (ﷺ) ان لوگوں سے کہہ دیجئے جو آپ کی تکذیب کرتے ہوئے کہتے ہیں ''اس کے بارے میں گردش زمانہ کا انتظار کرو'' ﴿ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ ﴾ ''کہہ دیجئے! ہم میں سے ہر ایک منتظر ہے۔'' تم میری موت کا انتظار کرو میں تم پر عذاب الٰہی کے ٹوٹ پڑنے کا انتظار کرتا ہوں۔ ﴿ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ﴾ (التوبۃ: ۵۲/۹) ''کہہ دیجیے کہ تم ہمارے بارے میں بس دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو'' یعنی کامیابی یا شہادت ﴿ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ﴾ (التوبۃ: ۵۲/۹) ''اور ہم اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے کوئی عذاب بھیجے یا ہمارے ہاتھوں تمہیں کوئی سزا دے۔''

﴿ فَتَرَبَّصُوْا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ ﴾ ''پس تم انتظار کرو جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ سیدھے راستے (یعنی صراط مستقیم) والے کون ہیں؟'' ﴿ وَمَنِ اهْتَدٰی ﴾ ''اور کون ہدایت یافتہ ہے؟'' یعنی اپنے طرز عمل کے اعتبار سے' میں یا تم؟ کیونکہ اس راستے پر چلنے والا شخص ہی صاحب رشد و ہدایت' فوز و فلاح سے بہرہ ور اور نجات یافتہ ہے اور جو کوئی اس راستے سے منہ موڑتا ہے وہ خائب و خاسر اور عذاب کا مستحق ہے اور یہ حقیقت واضح طور پر معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ صراط مستقیم پر گامزن ہیں اور آپ کے دشمن اس کے برعکس راستوں پر چل رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدی (اردو)

فضيلة الشيخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی رحمه الله

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام

کتاب وسُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاھور

لندن * هیوسٹن * نیو یارك

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الرياض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com

② اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پارۃ نمبر سترہ 17

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ
يَارَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے:
"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ
بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر سترہ 17

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۲۱	سورۃ الأنبیاء	1655	۱۷
۲۲	سورۃ الحج	1704	۱۷

تفسیر سورۃ الانبیاء

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاۗءِ (۲۱) مَكِّيَّةٌ (۷۳) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۱۱۲ رُكُوْعَاتُهَا ۷

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ① مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ

قریب آ گیا ہے لوگوں کیلئے حساب (کا وقت) انکا جبکہ وہ غفلت میں پڑے اعراض کرنیوالے ہیں ○ نہیں آتا انکے پاس کوئی ذکر

مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ② لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا

انکے رب کی طرف سے نیا، مگر وہ سنتے ہیں اسکو اس حال میں کہ وہ کھیل رہے ہوتے ہیں ○ غافل ہیں دل انکے، اور چپکے چپکے کیا

النَّجْوَى ڰ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ

مشورہ ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا، نہیں ہے یہ (رسول) مگر بشر ہی تم جیسا، کیا پس تم آتے (مانتے) ہو جادو کو جبکہ تم

تُبْصِرُوْنَ ③ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ④

دیکھ بھی رہے ہو ○ رسول نے کہا، میرا رب جانتا ہے (ہر) بات کو آسمان اور زمین میں، اور وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے ○

یہ لوگوں کے احوال پر تعجب کا اظہار ہے اور اس امر کی آگاہی کہ انہیں کوئی وعظ و نصیحت فائدہ دیتی ہے نہ وہ کسی ڈرانے والے کی طرف دھیان دیتے ہیں اور یہ کہ ان کے حساب اور ان کے اعمال صالحہ کی جزا کا وقت قریب آ گیا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ غفلت میں پڑے روگردانی کر رہے ہیں، یعنی وہ ان مقاصد سے غافل ہیں جن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے اور ان کو جو تنبیہ کی جاتی ہے وہ اسے درخور اعتناء نہیں سمجھتے۔ گویا کہ انہیں صرف دنیا کے لئے تخلیق کیا گیا ہے اور وہ محض اس دنیا سے فائدہ اٹھانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نئے نئے انداز سے انہیں وعظ و نصیحت کرتا ہے اور یہ ہیں کہ اپنی غفلت اور اعراض میں مستغرق ہیں۔ اس لئے فرمایا: ﴿ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ ﴾ ''نہیں آتی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت۔'' جو انہیں ایسی باتوں کی یاد دہانی کراتی اور ان کی ان کو ترغیب دیتی ہے جو انہیں فائدہ دیتی ہے اور ان باتوں کی بھی، جو ان کے لیے نقصان دہ ہیں اور ان سے ان کو ڈراتی ہے۔ ﴿ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ ﴾ مگر وہ اسے اس طرح سنتے ہیں جس سے ان پر حجت قائم ہوتی ہے ﴿ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ○ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ﴾ یعنی انکے دل اپنے دنیاوی اغراض و مقاصد میں مستغرق ہو کر اس ''ذکر'' سے روگرداں اور ان کے جسم شہوات کے حصول، باطل پر عمل پیرا ہونے اور ردی اقوال میں مشغول ہیں۔ جب کہ انکے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اس صفت سے متصف نہ ہوں بلکہ اسکے برعکس وہ اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کو قبول کریں، اسے اس طرح سنیں جس سے اسکی مراد ان کی سمجھ میں آئے، انکے جوارح اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوں جس کیلئے انکو پیدا کیا گیا ہے اور وہ روز قیامت، حساب و کتاب اور جزا و سزا کو

ہمیشہ یاد رکھیں۔ اس طرح ہی انکے معاملے کی تکمیل ہوگی' انکے احوال درست اور انکے اعمال پاک ہوں گے۔

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ ﴾ ''لوگوں کے لیے ان کا حساب قریب آ گیا ہے۔'' کی تفسیر میں اصحاب تفسیر سے دو قول منقول ہیں۔

(١) پہلا قول یہ ہے کہ یہ امت آخری امت اور یہ رسول آخری رسول ہے۔ اس رسول کی امت پر ہی قیامت قائم ہوگی گزشتہ امتوں کی نسبت' قیامت اس امت کے زیادہ قریب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجھے اس زمانے میں مبعوث کیا گیا ہے کہ میں اور قیامت کا دن اس طرح ساتھ ساتھ ہیں۔'' اور آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور ساتھ والی انگلی کو اکٹھا کر کے دکھایا۔ ①

(٢) دوسرا قول یہ ہے کہ ''حساب'' کے قریب ہونے سے مراد موت کا قریب ہونا ہے' نیز یہ کہ جو کوئی مر جاتا ہے' اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے اور وہ اپنے اعمال کی جزا و سزا کے لئے دار الجزا میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ تعجب ہر اس شخص پر ہے جو غافل اور روگرداں ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ صبح یا شام' کب اچانک موت کا پیغام آ جائے۔ تمام لوگوں کی یہی حالت ہے سوائے اس کے جس پر عنایت ربانی سایہ کناں ہے۔ پس وہ موت اور اس کے بعد پیش آنے والے حالات کے لئے تیاری کرتا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ ظالم کفار عناد اور باطل کے ذریعے سے حق کا مقابلہ کرنے کی خاطر ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ کہنے پر متفق ہیں کہ وہ تو ایک بشر ہے' کس بنا پر اسے تم پر فضیلت دی گئی ہے اور کس وجہ سے اسے تم میں سے خاص کر لیا گیا ہے اور تم میں سے کوئی اس قسم کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ بھی اسی طرح کا دعویٰ ہوگا۔ درحقیقت یہ شخص تم پر اپنی فضیلت ثابت کر کے تمہارا سردار بننا چاہتا ہے' اس لئے اس کی اطاعت کرنا نہ اس کی تصدیق کرنا' یہ جادوگر ہے اور یہ جو قرآن لے کر آیا ہے' وہ جادو ہے' اس لئے اس سے خود بھی دور رہو اور لوگوں کو بھی اس سے متنفر کرو اور لوگوں سے کہو! ﴿ اَفَتَاۡتُوۡنَ السِّحۡرَ وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ﴾ یعنی اسے دیکھتے ہوئے تم اس جادو کی طرف کھنچے چلے آ رہے ہو...... حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں کیونکہ وہ بڑی بڑی آیات الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں جن کا مشاہدہ ان کے علاوہ کسی اور نے نہیں کیا' لیکن ظلم' عناد اور بدبختی نے ان کو اس انکار پر آمادہ کیا اور جو وہ سرگوشیاں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے عنقریب وہ ان کو ان سرگوشیوں کی سزا دے گا۔

اس لئے فرمایا: ﴿ قٰلَ رَبِّیۡ یَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ ﴾ یعنی میرا رب جلی اور خفی ہر بات کو جانتا ہے ﴿ فِی السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ﴾

---

① صحیح البخاری' الرقاق' باب قول النبی ﷺ (بعثت أنا......)' ح:٦٥٠٣ و صحیح مسلم' الجمعة' باب تخفیف الصلاة والخطبة' ح:٨٦٧

''آسمان اور زمین میں۔'' یعنی ہر اس جگہ میں جن کو ان دونوں کے کناروں نے گھیر رکھا ہے۔ ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ﴾ یعنی لوگوں کی زبانوں کے اختلافات اور ان کی متنوع حاجات کے باوجود ان کی آوازیں سنتا ہے۔ ﴿الْعَلِيمُ﴾ وہ دلوں کے بھید کو بھی جانتا ہے۔

بَلْ قَالُوٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ

بلکہ انھوں نے کہا، پراگندہ خواب ہیں، بلکہ اس نے خود ہی گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے، پس چاہیے کہ وہ لے آئے ہمارے پاس کوئی نشانی جیسا کہ

اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ

بھیجے گئے تھے پہلے (پیغمبر)○ نہیں ایمان لائے ان سے پہلے کوئی بستی (والے) کہ ہلاک کیا ہم نے انھیں،

اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝

کیا پس وہ (اب) ایمان لے آئیں گے؟○

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے قرآن عظیم پر کفار کی بہتان طرازی کا ذکر کرتا ہے کہ وہ قرآن کے بارے میں جھوٹ گھڑتے اور اس کے بارے میں مختلف باطل باتیں پھیلاتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں ''یہ پراگندہ خواب ہیں'' ایک سوئے ہوئے شخص کے ہذیانی کلام کی مانند' جسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

کبھی کہتے ہیں ''یہ اس کا من گھڑت کلام ہے'' جو اس نے اپنی طرف سے گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے اور کبھی کہتے ہیں ''یہ شاعر ہے'' اور جو قرآن یہ لے کر آیا ہے وہ محض شاعری ہے۔

جو کوئی واقعات اور رسول ﷺ کے احوال کی ادنیٰ سی بھی معرفت رکھتا ہے اور اس کلام میں غور کرتا ہے جسے رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں وہ ایسے جزم و یقین سے پکار اٹھتا ہے' جس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں ہوتا کہ یہ نہایت جلیل القدر اور بلند ترین کلام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کوئی بشر اس جیسا کلام پیش کرنے پر قادر نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کے سامنے چیلنج کیا ہے کہ وہ اس کلام کا مقابلہ کر دکھائیں' حالانکہ ان کے اندر قرآن عظیم کی مخالفت اور اس کے ساتھ عداوت کا وافر داعیہ موجود تھا۔ بایں ہمہ وہ اس کلام کا مقابلہ نہ کر سکے اور وہ یہ سب کچھ جانتے ہیں۔ ورنہ وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو باز رکھا' ان کو کانٹوں پر لوٹنے پر مجبور کیا اور ان کی زبانوں کو گنگ کر دیا؟...... وہ حق کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے' جس کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی؟

اور چونکہ وہ اس پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے ایسے لوگوں کو' جو اس کی معرفت نہیں رکھتے متنفر کرنے کے لئے اس قسم باتیں کرتے ہیں۔ یہ قرآن عظیم ہمیشہ رہنے والا سب سے بڑا معجزہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کی صحت اور آپ کی صداقت پر دلالت کرتا ہے اور یہ کافی و شافی ہے۔ پس جو اس کے علاوہ کوئی اور دلیل

طلب کرتا ہے اور اپنی خواہش کے مطابق معجزوں کا مطالبہ کرتا ہے' وہ جاہل اور ظالم ہے اور ان معاندین حق سے مشابہت رکھتا ہے جنہوں نے اس کی تکذیب کی' معجزات کا مطالبہ کیا جو ان کے لئے سب سے زیادہ ضرر رساں چیز ہے اور ان معجزات میں ان کے لئے کوئی بھلائی نہیں کیونکہ اگر ان کا مقصد وضوح دلیل کے ذریعے سے معرفت حق ہے تو دلیل ان معجزات کے بغیر بھی واضح ہو چکی ہے اور اگر ان کا مقصد عاجز کرنا اور معجزات کا مطالبہ پورا نہ ہونے کی صورت میں اپنے لئے عذر کا جواز پیدا کرنا ہے...... تو اس صورت میں بھی جب کہ فرض کر لیا جائے کہ ان کی خواہش کے مطابق معجزہ پیش کر دیا جائے' وہ قطعاً ایمان نہیں لائیں گے۔ پس واقعہ یہ ہے کہ اگر ان کے پاس ہر قسم کا معجزہ ہی کیوں نہ آ جائے تو پھر بھی وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا قول نقل فرمایا: ﴿فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ﴾ ''وہ ہمارے پاس ایسی کوئی نشانی لائے جیسے پہلے پیغمبر (ان کے ساتھ) بھیجے گئے۔'' جیسے صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور اس جیسے معجزات۔

بناء بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿مَا آمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ﴾ ''نہیں ایمان لائی ان سے پہلے کوئی بستی جن کو ہم نے ہلاک کیا' کیا پس یہ لوگ ایمان لے آئیں گے؟'' یعنی ان معجزات پر جو ان کے مطالبوں پر پیش کیے جائیں گے۔ اللہ کی سنت کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو معجزے طلب کرتا ہے' پھر وہ اسے دکھا دیا جاتا ہے (پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتا تو) وہ فوری سزا سے محفوظ نہیں ہے۔ پس پہلے لوگ ان معجزات کی وجہ سے ایمان نہیں لائے' تو کیا یہ ان کی وجہ سے ایمان لے آئیں گے؟ آخر ان (عربوں) کو پہلے لوگوں پر کیا فضیلت حاصل ہے اور وہ کیا بھلائی ہے جو ان کے اندر موجود ہے جو اس بات کی مقتضی ہو کہ معجزات کے صدور پر یہ ایمان لے آئیں گے؟ یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے' یعنی ان سے کبھی ایسا نہیں ہوگا کہ وہ ایمان لے آئیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا

اور نہیں بھیجے ہم نے (رسول) آپ سے پہلے مگر مرد ہی، ہم وحی کرتے تھے ان کی طرف، پس پوچھ لو تم اہل ذکر سے اگر ہو تم نہیں

تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ ﴿٨﴾

جانتے ○ اور نہیں بنائے تھے ہم نے ان (رسولوں) کے ایسے جسم کہ نہ کھاتے ہوں وہ طعام، اور نہ تھے وہ ہمیشہ رہنے والے ○

ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنَاهُمْ وَمَنْ نَشَاءُ وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ ﴿٩﴾

پھر سچا کیا ہم نے ان سے وعدہ، پس نجات دی ہم نے انہیں اور جنہیں ہم چاہتے تھے، اور ہلاک کر دیا ہم نے حد سے گزرنے والوں کو ○

یہ رسولوں کو جھٹلانے والوں کے شبہ کا جواب ہے جو یہ کہتے تھے۔ ''کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا جو کھانے پینے اور بازاروں میں گھومنے پھرنے کا محتاج نہ ہوتا؟ کوئی ایسا رسول کیوں نہ بھیجا گیا جسے دائمی زندگی عطا کی گئی ہوتی؟ جب ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ وہ رسول نہیں ہے۔'' یہ شبہ انبیاء و رسل کو جھٹلانے والوں کے دلوں میں ہمیشہ رہا

ہے۔ چونکہ اہل تکذیب کفر میں ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں اس لئے ان کے نظریات بھی ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔

پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کفار کو..... جو رسول اللہ ﷺ کو تو جھٹلاتے ہیں اور گزشتہ رسولوں کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں اگرچہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نبی ہوتے جن کی نبوت کا تمام گروہ اقرار کرتے ہیں' بلکہ مشرکین تو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ان کی ملت پر ہیں..... ان کے شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے پہلے بھی تمام رسول بشر ہی تھے' جو کھانا کھاتے تھے' بازاروں میں چلتے پھرتے تھے' ان پر موت وغیرہ اور تمام بشری عوارض طاری ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوموں اور امتوں میں مبعوث فرمایا ان قوموں میں سے کسی نے ان کی تصدیق کی اور کسی نے ان کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ان کے متبعین سے نجات اور سعادت کا جو وعدہ کیا تھا اس نے پورا کر دیا اور اس نے حد سے بڑھنے والے اہل تکذیب کو ہلاک کر ڈالا' تو محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت کے انکار کے لئے باطل شبہات قائم کئے جاتے ہیں' حالانکہ یہی شبہات دیگر انبیاء ومرسلین پر بھی وارد ہوتے ہیں جن کی رسالت کا یہ لوگ اقرار کرتے ہیں جو محمد ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں..... پس ان پر یہ الزامی جواب بالکل واضح ہے۔

اگر انہوں نے کسی بشر رسول کا اقرار کیا ہے تو وہ کسی غیر بشر رسول کا اقرار ہرگز نہیں کریں گے تب ان کے شبہات باطل ہیں انہوں نے ان شبہات کے فساد اور اپنے تناقض کا اقرار کر کے خود ان شبہات کا ابطال کر لیا ہے۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ لوگ سرے ہی سے کسی بشر کے نبی ہونے کے منکر ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ صرف دائمی زندگی رکھنے والا فرشتہ ہی نبی ہو سکتا ہے جو کھانا نہیں کھاتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقَالُوا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ﴾ (الانعام: ۶/۸'۹) ''اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا' اگر ہم نے فرشتہ اتارا ہوا ہوتا تو تمام معاملے کا فیصلہ ہو گیا ہوتا' پھر ان کو ڈھیل نہ دی جاتی اور اگر ہم نے اس کو فرشتہ بنایا ہوتا تو تب بھی اس کو بشر ہی بنایا ہوتا اور (اس طرح) ہم معاملہ ان پر مشتبہ کر دیتے جیسے اب وہ اشتباہ پیش کر رہے ہیں۔''

انسان فرشتوں سے وحی اخذ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰۗىِٕكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۱۷/۹۵) ''کہہ دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے اور اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ان کے پاس کسی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔''

اگر گزشتہ رسولوں کے بارے میں تمہیں کوئی شک ہے یا ان کے احوال کا علم نہیں ﴿فَسْــَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ﴾ ''تو تم اہل

ذکر سے پوچھ لو۔''یعنی کتب سابقہ رکھنے والوں سے پوچھ لو' مثلاً اہل تورات اور اہل انجیل وغیرہ' ان کے پاس جو علم ہے وہ اس کے مطابق تمہیں بتائیں گے کہ گزشتہ تمام رسول انسان تھے جیسے یہ انسان ہیں۔

اس آیت کریمہ کا سبب نزول انبیائے متقدمین کے بارے میں اہل کتاب سے سوال کرنے سے مختص ہے' کیونکہ وہ اس بارے میں علم رکھتے تھے..... مگر یہ دین کے اصول و فروع کے تمام مسائل کے لئے عام ہے۔ جب انسان کے پاس ان مسائل کا علم نہ ہو تو وہ اس شخص سے پوچھ لے جو اس کا علم رکھتا ہے' نیز اس آیت کریمہ میں علم حاصل کرنے اور اہل علم سے سوال کرنے کا حکم ہے اور اہل علم سے سوال کرنے کا اس لئے حکم دیا گیا کہ اہل علم پر تعلیم دینا اور اپنے علم کے مطابق جواب دینا فرض ہے۔ اہل علم اور اہل ذکر سے سوال کرنے کی تخصیص سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو شخص جہالت اور عدم علم میں معروف ہو اس سے سوال کرنے کی ممانعت ہے اور اس شخص کے لئے بھی جواب دینے کے درپے ہونا ممنوع ہے۔

اس آیت میں اس امر پر دلیل ہے کہ عورتیں نبی نہیں ہوئیں' حضرت مریم علیہا السلام نبی تھیں نہ کوئی اور عورت۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ اِلَّا رِجَالًا ﴾ یعنی ہم نے صرف مرد ہی نبی بنا کر بھیجے۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

البتہ تحقیق نازل کی ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب، اس میں ذکر ہے تمہارا، کیا پس نہیں تم سمجھتے؟ ○

اے وہ لوگو! جن کی طرف محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے' ہم نے تمہاری طرف ایک جلیل القدر کتاب اور ایک واضح قرآن نازل کیا ﴿ فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ﴾ یعنی جو کچھ اس میں سچی باتیں بیان کی گئیں ہیں اگر تم اس سے نصیحت پکڑو' انہیں اپنا اعتقاد بناؤ اس کے احکام کی تعمیل کرو اور اس کے نواہی سے اجتناب کرو تو اس میں تمہارا شرف و فخر اور تمہاری سربلندی ہے' تمہاری قدر بڑھے گی اور تمہارا معاملہ عظیم ہو جائے گا۔ ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ کیا تم ان معاملات کو نہیں سمجھ سکتے جن میں تمہارا نفع و نقصان ہے؟ تم اس چیز پر کیوں عمل پیرا نہیں ہوتے جس میں تمہارا ذکر اور جس میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کا شرف ہے؟ اگر تم میں عقل ہوتی تو تم اسی راستے پر گامزن ہوتے۔

چونکہ تم اس راستے پر نہیں چلے بلکہ تم نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیا ہے جس میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی ذلت اور تحقیر ہے اور جس کی منزل تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بدبختی ہے' اس لئے معلوم ہوا کہ تم صحیح معقولات اور راجح آراء سے تہی دامن ہو، جو کچھ واقع ہوا یہ آیت کریمہ اس کا مصداق ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے اہل ایمان نے اس قرآن سے نصیحت پکڑی تو انہیں غلبہ' سربلندی' عظیم شہرت اور بادشاہوں پر سرداری حاصل ہوئی اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے ہر شخص جانتا

ہے جیسے اس شخص کے بارے میں معلوم ہے جس نے اس قرآن کے ذریعے سے سربلندی حاصل نہیں کی اس کی راہنمائی قبول نہیں کی اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو پاک نہ کیا اس کے نصیب میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ذلت و رسوائی، گمنامی اور بدبختی ہے۔ پس دنیا و آخرت کی سعادت تک رسائی صرف اس کتاب عظیم کے ذریعے نصیحت پکڑنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾

اور کتنی ہی تہس نہس کر دیں ہم نے بستیاں کہ تھیں وہ ظالم، اور پیدا کیں ہم نے ان کے بعد قومیں دوسری ○

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى

پس جب محسوس کیا انہوں نے ہمارا عذاب تب وہ لوگ ان (بستیوں) سے بھاگتے تھے ○ (انہیں کہا گیا) مت بھاگو تم! اور لوٹ آؤ طرف

مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا

ان نعمتوں کی کہ آسودگی دیے گئے تھے تم انہیں، اور اپنے مکانوں کی طرف تاکہ تم پوچھے جاؤ ○ انہوں نے کہا، ہائے ہماری کم بختی! بلاشبہ ہم ہی تھے

ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

ظالم ○ پس ہمیشہ رہی یہی پکار ان کی، یہاں تک کہ کر دیا ہم نے انہیں کٹی کھیتی (کی طرح) بجھے ہوئے (مردہ) ○

اللہ تبارک و تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے ظالموں کو ان قوموں کے انجام سے ڈراتا ہے جنہوں نے دیگر انبیاء و مرسلین کی تکذیب کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَكَمْ قَصَمْنَا﴾ ''اور کتنی ہی ہم نے ہلاک کر دیں۔'' یعنی جڑ کاٹنے والے عذاب کے ذریعے سے ﴿مِنْ قَرْيَةٍ﴾ ''بستیاں'' جنہوں نے اپنے انجام کو نظر انداز کیا۔ ﴿وَّأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کیا۔''

جب ان ہلاک ہونے والوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے عقاب کے نزول کو دیکھ لیا تو ان کے لئے لوٹنا ممکن نہ رہا اور اس عذاب سے رہائی پانے کا ان کے پاس کوئی راستہ نہ رہا تو وہ تو صرف ندامت' افسوس اور اپنے کرتوتوں پر حسرت کے مارے زمین پر پاؤں پٹختے تھے' تو تمسخر اور ٹھٹھے کے انداز میں ان سے کہا گیا: ﴿لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ﴾ یعنی اب ندامت کا اظہار کرنے اور ایڑیاں مارنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر تم قدرت رکھتے ہو تو اپنی لذتوں اور شہوتوں بھری خوشحال زندگی' اپنے آراستہ اور مزین گھروں اور اس دنیا کی طرف واپس لوٹ کر دکھاؤ جس نے تمہیں دھوکے میں ڈال کر غافل رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آن پہنچا۔ پس واپس لوٹ کر دنیا میں ڈیرے ڈال دو' اس کی لذات کی خاطر جرائم کا ارتکاب کرو' اپنے گھروں میں اطمینان کے ساتھ بڑے بن کر رہو۔ شاید اپنے امور میں تم پھر مقصود بن جاؤ اور دنیا کے معاملات میں پھر تم سے جواب دہی کی جائے جیسا کہ پہلے تمہارا حال تھا...... لیکن یہ بہت بعید ہے۔ اب دنیا

میں کیسے واپس جایا جا سکتا ہے' وہ وقت ہاتھ سے نکل گیا اور ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کا عذاب نازل ہو گیا' ان کا عز و شرف ختم ہو گیا اور ان کی دنیا بھی فنا ہو گئی اور ندامت اور حسرت ان کا نصیب بن گئی۔

اسی لئے: ﴿قَالُوا يَٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا ظَٰلِمِينَ ۝ فَمَا زَالَت تِّلْكَ دَعْوَىٰهُمْ﴾ ''انہوں نے کہا ہائے افسوس! ہم ہی ظالم تھے' تو ان کی یہی پکار رہی یعنی وہ پکار پکار کر کہتے رہے کہ ہائے ہم تباہ و برباد ہو گئے انہوں نے ندامت کا اظہار کیا اور اس حقیقت کا اعتراف کیا۔ کہ خود انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیجنے میں ان کے ساتھ انصاف کیا ہے ﴿حَتَّىٰ جَعَلْنَٰهُمْ حَصِيدًا خَٰمِدِينَ﴾ ''یہاں تک کہ کر دیا ہم نے ان کو کٹے ہوئے کھیت اور بجھنے والی آگ (کی طرح)۔'' یعنی اس نباتات کی مانند جسے کاٹ گرایا گیا ہو۔ ان کی حرکات مدہم پڑ گئیں اور آوازیں ختم ہو گئیں' اس لئے اے لوگو جن کو مخاطب کیا جا رہا ہے تم افضل ترین رسول (ﷺ) کو جھٹلانے سے بچو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی اللہ کا عذاب اسی طرح نازل ہو جائے جیسے ان لوگوں پر ہوا تھا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَٰعِبِينَ ﴿١٦﴾ لَوْ أَرَدْنَآ أَن نَّتَّخِذَ

اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، کھیلتے ہوئے (بے فائدہ) ○ اگر ہم چاہتے یہ کہ بنائیں

لَهْوًا لَّٱتَّخَذْنَٰهُ مِن لَّدُنَّآ ۖ إِن كُنَّا فَٰعِلِينَ ﴿١٧﴾

کوئی کھیل تماشہ تو البتہ بنا لیتے ہم اسکو اپنے پاس سے اگر ہوتے ہم (یہ کام) کرنیوالے ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے زمین اور آسمان کو کھیل تماشے کے طور پر عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا بلکہ ان کو حق کے ساتھ اور حق کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ بندے اس کائنات سے استدلال کریں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق' عظمت والا' کائنات کی تدبیر کرنے والا' حکمت والا اور رحمان و رحیم ہے' جو کمال کلی' ہر قسم کی تعریف اور تمام تر عزت کا مالک ہے۔ وہ اپنے قول میں سچا ہے اس کے رسول بھی اس کی طرف سے خبر دینے میں سچے ہیں۔ وہ قادر ہستی جو زمین و آسمان کو ان کی وسعت اور عظمت کے ساتھ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ جسموں کے مرنے کے بعد ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قدرت رکھتی ہے تاکہ نیک کو اس کی نیکی کی جزا اور بد کو اس کی بدی کی سزا دے۔

﴿لَوْ أَرَدْنَآ أَن نَّتَّخِذَ لَهْوًا﴾ ''اگر ہم کھیل تماشے ہی کا ارادہ کرتے'' یعنی بفرض محال اگر یہ تسلیم کر لیا جائے ﴿لَّٱتَّخَذْنَٰهُ مِن لَّدُنَّآ﴾ ''تو ہم اسے بنا لیتے اپنی ہی طرف سے۔'' ﴿إِن كُنَّا فَٰعِلِينَ﴾ ''اگر ہوتے ہم کرنے والے۔'' اور کھیل تماشے کی بابت تمہیں مطلع بھی نہ کرتے کیونکہ یہ نقص اور برا وصف ہے' جسے ہم تمہیں دکھانا پسند نہ کرتے۔ یہ زمین و آسمان جو ہمیشہ سے تمہارے سامنے ہیں' ممکن نہیں کہ ان کو عبث اور کھیل تماشے کے مقصد سے پیدا کیا گیا ہو۔ یہ سب کچھ موٹی عقل کے لوگوں کی سطح پر اتر کر کہا گیا ہے تاکہ ان کو ہر لحاظ سے مطمئن کیا جائے۔

پس پاک ہے وہ ذات جو حلم والی' رحم کرنے والی اور حکمت والی ہے' وہ تمام اشیاء کو ان کے اپنے مقام پر رکھنے میں

حکمت سے کام لیتی ہے۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ

بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں حق کو اوپر باطل (کے سر) کے تو وہ اسکا سر پھوڑ دیتا ہے، پس یکا یک وہ مٹ جانے والا ہو جاتا ہے اور تمہارے لئے ہلاکت ہے

مِمَّا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ

بوجہ ان باتوں کے جو تم (اللہ کی بابت) بیان کرتے ہو○ اور اسی کا ہے جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جو اسکے پاس ہیں نہیں تکبر کرتے وہ

عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿٢٠﴾

اس کی عبادت سے اور نہ وہ تھکتے ہیں○ وہ تسبیح کرتے ہیں (اس کی) رات اور دن، نہیں سستی کرتے وہ (اس سے)○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے احقاق حق اور ابطال باطل کی ذمہ داری لی ہے۔ باطل خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ حق، علم اور بیان نازل کرتا ہے، جس سے باطل پر ضرب لگتی ہے پس باطل مضمحل ہو جاتا ہے اور اس کا بطلان ہر ایک پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ ﴿فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ یعنی مضمحل ہو کر فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے اور تمام دینی مسائل میں یہی اصول عام ہے، جب بھی کوئی باطل پرست شخص باطل کو حق ثابت کرنے یا حق کو رد کرنے کے لئے کوئی عقلی یا نقلی شبہ وارد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے عقلی اور نقلی دلائل میں اتنا زور ہوتا ہے کہ وہ اس قول باطل کو زائل کر کے اس کا قلع قمع کر دیتا ہے اور یوں اس کا بطلان ہر شخص پر واضح ہو جاتا ہے۔ اگر تمام مسائل میں ایک ایک مسئلہ کا استقراء کیا جائے تو آپ اس اصول کو اسی طرح پائیں گے۔

پھر ارشاد فرمایا: ﴿وَلَكُمُ﴾ ''اور تمہارے لیے۔'' اے لوگو! جو اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے موصوف کرتے ہو جو اس کے شایان شان نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا بیٹا، بیوی، اس کے ہمسر اور شریک قرار دینا۔ ان باطل باتوں میں سے تمہارا حصہ اور تمہارا نصیب ہے کہ اس پاداش میں تمہارے لئے ہلاکت، ندامت اور خسارہ ہے تم نے جو کچھ کہا ہے اس میں تمہارے لئے کوئی فائدہ ہے نہ تمہارے لئے کوئی بھلائی، جس کی خاطر تم عمل کر رہے ہو اور جہاں پہنچنے کے لئے تم کوشاں ہو۔ البتہ تمہارے مقصود و مطلوب کے برعکس، تمہارے نصیب میں ناکامی اور محرومی ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ زمین، آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ پس تمام مخلوق اس کی غلام اور مملوک ہے۔ زمین و آسمان کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کی ملکیت ہے نہ اس میں کسی کا حصہ ہے، نہ اس اقتدار میں اس کا کوئی معاون ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کر سکے گا۔ پھر کیسے ان کو معبود بنایا جا سکتا ہے اور کیسے ان میں سے کسی کو اللہ کا بیٹا قرار دیا جا سکتا ہے؟...... بالا و بلند اور پاک ہے وہ ہستی جو مالک اور عظمت والی ہے جس کے سامنے گردنیں جھکی ہوئی، بڑے بڑے سرکش سرافگندہ اور جس کے حضور مقرب فرشتے عاجز اور فروتن ہیں اور سب اس کی دائمی عبادت میں مصروف ہیں۔

بناء بریں فرمایا: ﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ﴾ ''اور جو اس کے پاس ہیں۔'' یعنی فرشتے ﴿لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾ ''وہ اس کی عبادت سے انکار کرتے ہیں نہ وہ تھکتے ہیں۔'' یعنی شدت رغبت' کامل محبت اور اپنے بدن کی طاقت کی وجہ سے' اس کی عبادت سے تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں۔

﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ یعنی وہ اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تسبیح و تحمید میں مستغرق رہتے ہیں۔ ان کے اوقات میں کوئی وقت فارغ ہے نہ عبادت سے خالی ہے۔ وہ اپنی کثرت کے باوصف اس صفت سے متصف ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال' اس کی قدرت' اس کے کامل علم و حکمت کا بیان ہے جو اس امر کا موجب ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت کی جائے نہ عبادت کو غیر اللہ کی طرف پھیرا جائے۔

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ

کیا بنالئے ہیں انہوں نے معبود زمین میں سے کہ وہ زندہ کردیں گے (مردوں کو)؟ ○ اگر ہوتے ان (آسمان و زمین) میں کئی معبود سوائے اللہ کے

لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ

تو البتہ بگڑ جاتے وہ دونوں پس پاک ہے اللہ جو رب ہے عرش کا ان سے جو وہ بیان کرتے ہیں ○ نہیں پوچھا جا سکتا اس سے اس چیز کی بابت جو وہ کرتا ہے

وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ

جبکہ وہ (لوگ) پوچھے جائیں گے ○ کیا بنالئے ہیں انہوں نے سوائے اس کے اور معبود؟ کہہ دیجئے! لاؤ تم دلیل اپنی؛

هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ

یہ (توحید ہی) ذکر ہے ان لوگوں کا جو میرے ساتھ ہیں اور ذکر ہے ان لوگوں کا جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے حق کو، پس وہ

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ

اعراض کرنیوالے ہیں ○ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر وحی کرتے تھے ہم اس کی طرف (یہ بات) کہ بلاشبہ نہیں کوئی

اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

معبود مگر میں ہی' سو تم عبادت کرو میری ہی ○

اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل اقتدار اور اپنی عظمت کا ذکر کرنے اور اس حقیقت کو بیان کرنے کے بعد کہ ہر چیز اس کے سامنے سرنگوں ہے' مشرکین پر نکیر کی جنہوں نے اللہ کے سوا زمین سے معبود بنالئے ہیں جو انتہائی عاجز اور قدرت سے محروم ہیں۔ ﴿هُمْ يُنْشِرُوْنَ﴾ ''وہ ان کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکیں گے؟'' یہ استفہام نفی کے معنیٰ میں ہے' یعنی وہ ان کے حشر و نشر پر قادر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتا ہے۔ ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا

﴿ وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴾ (الفرقان:۲۵/۳) ''انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر ایسے الٰہ بنا لیے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو خود پیدا کیے جاتے ہیں وہ خود اپنے لیے کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں نہ نفع کا اور نہ وہ موت و حیات کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴾ (یٰس:۳۶/۷۴،۷۵) ''انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنائے ہیں شائد کہ ان کی طرف سے ان کی مدد کی جائے (حالانکہ) وہ ان کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ تو خود ان کے لشکری ہیں حاضر کیے ہوئے۔''

پس مشرک مخلوق کی عبادت کرتا ہے جو کسی نفع و نقصان کی مالک نہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص کو ترک کر دیتا ہے جو تمام کمالات کا مالک ہے اور تمام معاملات اور نفع و نقصان اسی کے قبضہء قدرت میں ہیں۔ یہ توفیق سے محرومی اس کی بدقسمتی' اس کی جہالت کی فراوانی اور اس کے ظلم کی شدت ہے۔ یہ وجود کائنات صرف ایک ہی الٰہ کے لئے درست اور لائق ہے اور اس وجود کائنات میں صرف ایک ہی رب موجود ہے' اس لئے فرمایا ﴿ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ ﴾ اگر ہوتے زمین اور آسمان میں ﴿ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ﴾ ''کئی معبود اللہ کے سوا' تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔'' خود زمین و آسمان فساد کا شکار ہو جاتے اور زمین و آسمان میں موجود تمام مخلوق میں فساد برپا ہو جاتا۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ عالم علوی اور عالم سفلی...... جیسا کہ نظر آ رہا ہے' بہترین اور کامل ترین انتظام کے تحت چل رہے ہیں جس میں کوئی خلل ہے نہ عیب' جس میں کوئی اختلاف ہے نہ معارضہ...... پس کائنات کا یہ انتظام دلالت کرتا ہے کہ ان کی تدبیر کرنے والا' ان کا رب اور ان کا معبود ایک ہے۔ اگر اس کائنات کی تدبیر کرنے والے اور اس کے رب دو یا دو سے زیادہ ہوتے تو اس کا پورا نظام درہم برہم ہو جاتا اور اس کے تمام ارکان منہدم ہو جاتے کیونکہ دونوں معبود ایک دوسرے کے معارض ہوتے اور ایک دوسرے کے انتظام سے مزاحم ہوتے۔ جب ان دو معبودوں میں سے ایک معبود کسی چیز کی تدبیر کا ارادہ کرتا اور دوسرا اس کو معدوم کرنے کا ارادہ کرتا تو بیک وقت دونوں کی مراد کا وجود میں آنا محال ہوتا اور دونوں میں سے کسی ایک کی مراد کا پورا ہونا دوسرے کے عجز اور اس کے عدم اقتدار پر دلالت کرتا ہے اور تمام معاملات میں کسی ایک مراد پر دونوں کا متفق ہونا ناممکن ہے' تب یہ حقیقت متعین ہو گئی کہ وہ غالب و قاہر ہستی جس اکیلی ہی کی مراد بغیر کسی مانع کے وجود میں آتی ہے' وہ اللہ واحد و قہار ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے باہم ممانعت کی دلیل یہ بیان فرمائی۔ ﴿ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ (المؤمنون:۲۳/۹۱) ''اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ کوئی دوسرا معبود ہی اس کی عبودیت میں اس کے ساتھ شریک ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو لے کر علیحدہ ہو جاتا اور غالب آنے کے لئے ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے۔ جن اوصاف سے تم اسے

موصوف کر رہے ہو اللہ ان سے پاک ہے۔'' اور ایک تفسیر کے مطابق درج ذیل آیت بھی اسی تمانع کی دلیل ہے۔

﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۝ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴾ (بنی اسراء یل: ۱۷/۴۲'۴۳) ''کہہ دیجئے اگر اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہوتے جیسا کہ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں تو عرش کے مالک تک پہنچنے کے لیے کوئی راستہ ضرور تلاش کرتے' وہ پاک اور بلند و بالا ہے ان باتوں سے جو یہ مشرکین کہہ رہے ہیں۔'' اسی لئے فرمایا: ﴿ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ پاک اور منزہ ہے ہر نقص سے کیونکہ وہ اکیلا کمال کا مالک ہے ﴿ رَبِّ الْعَرْشِ ﴾ ''رب ہے عرش کا'' وہ عرش جو مخلوقات کی چھت' تمام مخلوقات سے زیادہ وسیع اور سب سے بڑا ہے' لہٰذا اس سے کمتر مخلوق کے لیے اس کا رب ہونا تو بطریق اولیٰ ثابت ہے۔ ﴿ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾ یعنی یہ منکرین حق اور کفار جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور بیوی ہے' کسی بھی لحاظ سے اس کا کوئی شریک ہے۔ ان سب باتوں سے وہ پاک ہے۔

﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ ﴾ ''نہیں پوچھا جائے گا اس سے (اس کی بابت) جو وہ کرتا ہے۔'' اس کی طاقت' اس کے غلبہ اور اس کی کامل قدرت کی بنا پر کوئی اس کے افعال میں' قول یا فعل کے ذریعے' مزاحم نہیں ہو سکتا اس نے اپنی حکمت کاملہ کی بنا پر تمام اشیاء کو ان کے لائق مقامات پر رکھا ہے' ان کو نہایت مہارت سے تخلیق کیا اور ہر چیز کو احسن طریقے سے بنایا' عقل جس کا اندازہ کر سکتی ہے۔ اس پر سوال وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی تخلیق میں کوئی خلل اور نقص نہیں۔ ﴿ وَهُمْ ﴾ یعنی تمام مخلوقات ﴿ يُسْـَٔلُوْنَ ﴾ یعنی اپنے افعال و اقوال کے بارے میں جواب دہ ہیں کیونکہ وہ عاجز' محتاج اور غلام ہیں۔ وہ خود اپنی ذات پر یا کسی دوسرے پر ذرہ بھر اختیار نہیں رکھتے۔

پھر اللہ تعالیٰ مشرکین کے احوال کی تحقیر کی طرف لوٹتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا بہت سے معبود بنا لئے ہیں' لہٰذا ان کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہو! ﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ﴾ یعنی اپنے موقف کی صحت پر حجت اور دلیل لاؤ مگر وہ کبھی دلیل نہ لا سکیں گے بلکہ اس کے برعکس ان کے اس موقف کے بطلان پر قطعی دلائل دلالت کرتے ہیں' اس لئے فرمایا: ﴿ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ﴾ یعنی تمام آسمانی کتابیں اور شریعتیں' ابطال شرک کے بارے میں میرے موقف کی صحت پر متفق ہیں۔ یہ اللہ کی کتاب ہے' جس میں عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ ہر چیز کا ذکر موجود ہے اور یہ سابقہ تمام کتب ہیں' یہ بھی میرے موقف پر واضح دلیل اور برہان ہیں اور چونکہ یہ حقیقت معلوم ہے کہ ان کے موقف کے بطلان پر حجت و برہان قائم ہو گئی اس لئے صاف ظاہر ہو گیا کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں کیونکہ دلیل و برہان قطعی طور پر فیصلہ کر دیتی ہے کہ اس کا کوئی معارض نہیں۔ اگر بظاہر کچھ معارضات موجود ہوں تو یہ محض شبہات ہیں جو حق کے مقابلے میں کسی کام نہیں آ سکتے۔

﴿ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ یعنی وہ اپنے اسلاف کی تقلید کی بنا پر اپنے باطل موقف پر قائم ہیں اور بغیر

کسی علم اور ہدایت کے جھگڑا کرتے ہیں۔ ان کا حق کے علم سے محروم ہونے کا باعث یہ نہیں کہ حق مخفی ہے بلکہ اس محرومی کا سبب ان کی حق سے روگردانی ہے۔ ورنہ اگر انہوں نے حق کی طرف ادنیٰ سا التفات بھی کیا ہوتا تو حق ان پر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا' اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''پس وہ اعراض کرنے والے ہیں۔''

چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیائے متقدمین کا ذکر فرمایا اور حکم دیا کہ اس مسئلے کی توضیح وتبیین کے بارے میں ان کی طرف رجوع کیا جائے' اس لئے اس مسئلہ کو اپنے اس ارشاد مقدس میں مکمل طور پر واضح فرما دیا ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ پس آپ ﷺ سے پہلے آنے والے تمام انبیاء ومرسلین کی دعوت اور ان کی کتابوں کا لب لباب اور مقصد و حید' اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کا حکم اور اس حقیقت کو کھول کر بیان کرنا ہے کہ صرف وہی معبود برحق ہے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت باطل ہے۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ

اور انہوں نے کہا، بنائی ہے رحمٰن نے اولاد، پاک ہے وہ، بلکہ وہ (فرشتے) تو (اسکے) بندے ہیں معزز ○ نہیں سبقت کرتے وہ اس (اللہ) سے

بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

بات (کرنے) میں، اور وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں ○ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے،

وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور وہ (فرشتے) نہیں سفارش کریں گے مگر واسطے اسی شخص کے (جس کیلئے) اللہ پسند کرے گا، اور وہ اسکے خوف سے ڈرنے والے ہیں ○

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ

اور جو کوئی بھی کہے ان میں سے کہ بے شک میں معبود ہوں سوائے اس (اللہ) کے، تو وہ شخص' سزا دیں گے ہم اسے جہنم کی'

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں ظالموں کو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ رسول (ﷺ) کی تکذیب کرنے والے مشرکین کی سفاہت اور ان کے زعم باطل کے بارے میں خبر دیتا ہے...... ان کا برا ہو...... کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا بیٹا بنایا ہے اور وہ ہرزہ سرائی کرتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس ہرزہ سرائی سے بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اوصاف کے متعلق آگاہ فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے مرہون بندے اور اس کے دست تدبیر کے تحت مجبور ہیں اور انہیں کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لائق تکریم ہیں' اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت اور کرامت کے مستحق بندوں میں شامل کیا ہے' انہیں رذائل سے پاک اور بے شمار فضائل سے مختص فرمایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے

حضور انتہائی باادب اور اس کے احکامات کی تعمیل کرنے والے ہیں۔
﴿لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ﴾ تدبیر مملکت کے متعلق اس وقت تک کوئی بات نہیں کرتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ارشاد نہ فرمائے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور کامل طور پر مؤدب اور اللہ تعالیٰ کے کمال علم وحکمت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ ﴿وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ﴾ وہ انہیں جو بھی حکم دیتا ہے وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں اور جس کام پر انہیں لگاتا ہے وہ اسے سرانجام دیتے ہیں۔ وہ لمحہ بھر کے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں نہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نظرانداز کرکے اپنی خواہشات نفس کے پیچھے لگتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے۔
﴿یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ماضی اور مستقبل کے تمام معاملات کا علم رکھتا ہے' وہ اس کے احاطہ علم سے اسی طرح باہر نہیں نکل سکتے جیسے وہ اس کے دائرۂ امر وتدبیر سے باہر قدم نہیں رکھ سکتے۔ ان کے اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کسی بات میں اللہ تعالیٰ سے سبقت نہیں کر سکتے اور نہ اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کسی کی سفارش کر سکتے ہیں' اس لئے جب اللہ تعالیٰ ان کو اجازت دیتا ہے اور جس کے بارے میں وہ سفارش کرنا چاہتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے' تب وہ سفارش کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ صرف اسی قول وعمل سے راضی ہوتا ہے جو خالص اسی کی رضا کے لئے اور رسول (ﷺ) کی اتباع میں کیا گیا ہو...... یہ آیت کریمہ شفاعت کے اثبات پر دلالت کرتی ہے' نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے شفاعت کریں گے۔
﴿وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں' اس کے جلال کے سامنے سرنگوں اور اس کے غلبہ وجمال کے سامنے سرافگندہ ہیں۔
جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ الوہیت میں ان (فرشتوں) کا کوئی حق نہیں اور نہ وہ عبودیت ہی کا کوئی استحقاق رکھتے ہیں کیونکہ وہ ایسی صفات سے متصف ہیں جو عدم استحقاق کا تقاضا کرتی ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ذکر فرما دیا کہ الوہیت میں بھی ان کا کوئی حصہ نہیں اور نہ مجرد دعویٰ سے الوہیت کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اور ان میں سے جو کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ﴿اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ ''کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں'' یعنی فرض کیا اگر ان میں سے کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے ﴿فَذٰلِكَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے' اسی طرح ہم ظالموں کو جزا دیتے ہیں۔'' اور اس سے بڑا اور کونسا ظلم ہوسکتا ہے کہ ایک ناقص مخلوق جو ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے' خصائص الوہیت وربوبیت میں اللہ تعالیٰ کی شریک ہونے کا دعویٰ کرے؟

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ط
کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، کہ بلاشبہ آسمان اور زمین تھے باہم ملے ہوئے؟ پھر الگ الگ کیا ہم نے ان دونوں کو
وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ط اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾
اور بنائی ہم نے پانی سے ہر چیز جاندار کیا پس نہیں ایمان لاتے وہ؟ ○

کیا ان لوگوں نے...... جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا اور عبودیت کو اس کے لئے خالص کرنے سے انکار کیا...... ان نشانیوں کو نہیں دیکھا جو عیاں طور پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رب محمود و کریم اور معبود ہے۔ وہ زمین و آسمان کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ ان کو ایک دوسرے سے جڑا ہوا پاتے ہیں' آسمان میں کوئی بادل ہوتا ہے نہ بارش' زمین مردہ' بے آب و گیاہ اور بنجر دکھائی دیتی ہے' پھر ہم دونوں کو جدا کر دیتے ہیں' آسمان کو پانی کے ذریعے سے اور زمین کو نباتات کے ذریعے سے۔

کیا وہ ہستی جو آسمان پر بادل وجود میں لائی تھی جبکہ آسمان بالکل صاف تھا کہیں بادل کا ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا' پھر اس نے اس میں بہت سا پانی ودیعت کیا' پھر وہ ہستی اس بادل کو ایک ایسی مردہ زمین پر لے گئی جہاں پانی کی نایابی کی وجہ سے اس کے کناروں تک خاک اڑتی تھی۔ پس اس نے اس مردہ زمین میں بارش برسائی اور وہ لہلہا اٹھی' حرکت کرنے اور بڑھنے لگی اور اس نے مختلف انواع اور متعدد فوائد کی خوشنما نباتات اگائی۔ کیا یہ سب کچھ اس بات کی دلیل نہیں کہ صرف وہی حق ہے اور اس کے سوا سب باطل ہے' وہی مردوں کو زندہ کرے گا' وہی رحمٰن و رحیم ہے؟ اس لئے فرمایا ﴿أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾ یعنی کیا وہ صحیح طور پر ایمان نہیں لاتے جس میں کوئی شک ہو نہ شرک۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے دلائل آفاقی شمار کرتے ہوئے فرمایا:

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ ۖ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا

اور بنائے ہم نے زمین میں مضبوط پہاڑ تاکہ (نہ) جھک پڑے وہ (کسی ایک طرف) انہیں لے کر اور بنائے ہم نے اس میں کشادہ راستے

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٣١﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا

تاکہ وہ (لوگ) راہ پائیں ○ اور بنایا ہم نے آسمان کو چھت محفوظ اور وہ اس (آسمان) کی نشانیوں سے

مُعْرِضُونَ ﴿٣٢﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ

اعراض کرنے والے ہیں ○ اور وہی ہے (اللہ) جس نے پیدا کئے رات اور دن اور سورج اور چاند،

كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿٣٣﴾

سب اپنے اپنے مدار میں تیرتے ہیں ○

یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت' اس کے کمال' اس کی وحدانیت اور رحمت پر دلیل ہے کہ جب زمین میں پہاڑوں کے بغیر ٹھہراؤ نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے ذریعے سے اس میں ٹھہراؤ پیدا کیا تاکہ وہ بندوں کیساتھ جھک نہ جائے یعنی زمین میں اضطراب پیدا نہ ہو اور بندے سکون اور کھیتی باڑی کرنے سے محروم نہ رہ جائیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین میں ٹھہراؤ نہ رہے...... اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے ذریعے سے زمین کو ٹھہراؤ عطا کیا تب اس سبب سے بندوں کو جو بہت سے مصالح اور منافع حاصل ہوئے' وہ محتاج وضاحت نہیں۔

چونکہ پہاڑ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور ان میں بہت زیادہ اتصال ہے۔ اگر اسی حالت اتصال میں بڑے بڑے پہاڑ اور بلند چوٹیاں ہوتیں تو بہت سے شہروں کا آپس میں رابطہ نہ رہتا' اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور بندوں پر اس کی رحمت ہے کہ اس نے پہاڑوں کے درمیان راستے بنائے' یعنی آسان راستے جن پر چلنا مشکل نہ ہو' تاکہ وہ اپنی مطلوبہ منزلوں تک پہنچ سکیں اور شاید وہ اسی طرح احسان کرنے والی اس ہستی کی وحدانیت پر اس سے استدلال کر کے راہِ ہدایت پالیں۔

﴿ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا ﴾ یعنی آسمان کو اس زمین کے لئے چھت بنایا جس پر تم رہ رہے ہو ﴿ مَّحْفُوظًا ﴾ یعنی گرنے سے محفوظ۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا ﴾ (فاطر: ۳۵/ ۴۱) ''بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں۔'' نیز اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو شیاطین کے سن گن لینے سے بھی محفوظ کر رکھا ہے۔

﴿ وَهُمْ عَنْ ءَايَٰتِهَا مُعْرِضُونَ ﴾ یعنی وہ اس کی آیات سے غافل اور لہو ولعب میں مبتلا ہیں۔ یہ آسمان کی تمام نشانیوں کے لئے عام ہے' مثلاً اس کی بلندی' کشادگی' عظمت' اس کے حسین رنگ' حیرت انگیز مہارت سے اس کی مضبوطی وغیرہ' نیز اس میں بہت سی دیگر نشانیوں کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے' مثلاً ستارے' سیارے' روشن سورج اور چاند جو رات اور دن کے وجود کا باعث بنتے ہیں اور ہمیشہ سے اپنے افلاک میں تیر رہے ہیں۔ اسی طرح ستارے اپنے اپنے فلک میں رواں دواں ہیں۔

پس اس سبب سے بندوں کے مصالح پورے ہوتے ہیں' مثلاً گرمی سردی کا پیدا ہونا' موسموں کا تغیر و تبدل' جس سے بندے اپنی عبادات اور دیگر معاملات کا حساب رکھتے ہیں' رات کے وقت راحت اور سکون پاتے ہیں اور دن کے وقت اپنی معاش کے حصول کے لئے زمین میں پھیل جاتے ہیں۔ ان تمام امور کی تدبیر ایک دانا و بینا ہستی کر رہی ہے اور وہ نہایت توجہ سے اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اس سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے جس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک وقت مقرر اور حتمی مدت تک کے لئے بنایا ہے تاکہ اس دوران میں اپنے مصالح و منافع حاصل کر لیں اور فائدہ اٹھا لیں۔ اس کے بعد یہ سب کچھ زائل ہو کر مضمحل ہو جائے گا اور وہ ہستی اسے فنا کے گھاٹ اتار دے گی جو اسے وجود میں لائی ہے' وہ ہستی اس کون و مکاں کو ساکن کر دے گی جس نے اس کو متحرک کیا ہے۔

مکلفین اس گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جائیں گے جہاں انہیں ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دنیا آخرت کے دائمی گھر کے لئے کھیتی ہے' یہ سفر کی ایک منزل ہے' مستقل قیام کی جگہ نہیں ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ

اور نہیں کیا ہم نے کسی بشر کیلئے آپ سے پہلے ہمیشہ رہنا، کیا پس اگر آپ مر جائیں تو (کیا) وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟○ ہر

نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ

نفس چکھنے والا ہے (تلخی) موت کی، اور ہم آزماتے ہیں تمہیں ساتھ برائی اور اچھائی کے خوب آزمانا

وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے○

رسول اللہ ﷺ کے دشمن کہا کرتے تھے تم اس رسول ﷺ کے بارے میں گردش زمانہ کا انتظار کرو! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موت کا راستہ ایک ایسی گزرگاہ ہے جس پر سب رواں دواں ہیں۔ ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ ''اے محمد! (ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے بھی دنیا میں کسی بشر کو دائمی زندگی عطا نہیں کی۔'' اگر آپ ﷺ موت سے ہم آغوش ہوں گے تو آپ ﷺ کی طرح دیگر رسول، انبیاء اور اولیاء بھی اسی راستے پر گامزن رہے ہیں جس کی منزل موت ہے۔ ﴿اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾ یعنی اگر آپ ﷺ وفات پا جائیں گے تو کیا آپ ﷺ کے بعد یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہیں گے تاکہ وہ اس دائمی زندگی سے لطف اندوز ہوں؟ معاملہ اس طرح نہیں (جس طرح انہوں نے سمجھ رکھا ہے) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی زمین پر ہے اس کی منزل فنا ہے، اس لئے فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔'' یہ آیت کریمہ تمام خلائق کے نفوس کو شامل ہے۔ بندے کو خواہ کتنی ہی لمبی مہلت اور کتنی ہی طویل عمر کیوں نہ دے دی جائے، آخر موت کا پیالہ اسے پینا ہی پڑے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنے بندوں کو وجود بخشا، ان کو اوامر و نواہی عطا کئے ان کو خیر و شر، غنا و فقر، عزت و ذلت اور موت و حیات کے ذریعے سے آزمائش میں مبتلا کیا تاکہ وہ دیکھے کہ فتنے کے مواقع پر کون فتنے میں مبتلا ہوتا ہے اور کون فتنے سے نجات پاتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' پھر ہم تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیں گے، اگر اچھے اعمال ہیں تو جزا اچھی ہوگی، اگر برے اعمال ہیں تو جزا بھی بری ہوگی۔ ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ (حمٓ السجدۃ: ٤٦/٤١) ''اور آپ کا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔''

یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے بطلان پر دلالت کرتی ہے جو حضرت خضر علیہ السلام کی بقاء کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ یہ ایک ایسا قول ہے جس پر کوئی دلیل نہیں، نیز یہ دلائل شرعیہ کے بھی منافی ہے۔

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ

اور جب دیکھتے ہیں آپ کو وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، تو نہیں بناتے آپ کو مگر مذاق ہی (کہتے ہیں) کیا یہی ہے وہ جو ذکر کرتا ہے

اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۭ
تمہارے معبودوں کا؟ جبکہ وہ تو ذکرِ رحمٰن ہی سے آپ (خود) منکر ہیں○ پیدا کیا گیا ہے انسان جلد بازی (کے خمیر) سے
سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿٣٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
عنقریب دکھاؤں گا میں تمہیں اپنی نشانیاں، پس نہ جلدی طلب کرو تم مجھ سے○ اور وہ لوگ کہتے ہیں، کب (پورا) ہوگا یہ وعدہ اگر ہو تم
صٰدِقِيْنَ ﴿٣٨﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ
سچے؟○ اگر جان لیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (اس وقت کو) کہ جس وقت نہیں ہٹا سکیں گے وہ اپنے مونہوں سے آگ کو،
وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٣٩﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ
اور نہ اپنی پیٹھوں سے، اور نہ وہ مدد ہی کیے جائیں گے○ بلکہ وہ (قیامت) آئیگی انکے پاس اچانک ہی پس وہ بدحواس کر دیگی انہیں،
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
پھر وہ نہ استطاعت رکھیں گے اسے ٹالنے کی، اور نہ وہ مہلت ہی دیے جائیں گے○ اور البتہ تحقیق ٹھٹھا کیا گیا کئی رسولوں کیساتھ آپ سے پہلے،
فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤١﴾
پس گھیر لیا ان لوگوں کو جو ٹھٹھا کرتے تھے ان میں سے اُس (عذاب) نے کہ تھے وہ ساتھ اسکے ٹھٹھا کرتے○

یہ ان کے کفر کی شدت کی طرف اشارہ ہے۔ مشرکین جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تو آپ ﷺ کا تمسخر اڑاتے اور کہتے: ﴿اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ﴾ یعنی ان کے زعم کے مطابق یہی ہے جو تمہارے معبودوں کی تحقیر کرتا ہے' ان کو سب وشتم اور ان کی مذمت کرتا ہے اور ان کی برائیاں بیان کرتا ہے اس کی پروا کرو نہ اس کی طرف دھیان دو...... یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کا استہزاء اور آپ ﷺ کی تحقیر ہے جو آپ ﷺ کی صفات کمال شمار ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ وہ اکمل وافضل ہستی ہیں جس کے فضائل ومکارم میں اخلاص للہ' غیر اللہ کی عبادت کی مذمت اور عبادت کے اصل مقام ومرتبہ کا ذکر شامل ہے۔

ذلت واستہزاء تو ان کفار کے لئے ہے جن میں ہر قسم کے مذموم اخلاق جمع ہیں۔ اگر ان میں صرف یہی عیب ہوتا کہ انہوں نے رب کریم کے ساتھ کفر کیا اور اس کے رسولوں کا انکار کیا تو اس کی وجہ ہی سے وہ مخلوق میں سب سے زیادہ گھٹیا اور رذیل ہوتے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا رحمٰن کا ذکر کرنا' جو ان کا بلند ترین حال ہے' اس کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں یا اس پر ایمان لاتے ہیں تو اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں' اس لئے جب ان کا ذکر کفر اور شرک ہے تو اس کے بعد ان کے دیگر احوال کیسے ہوں گے؟

اس لئے فرمایا: ﴿وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور وہ رحمٰن کے ذکر کے منکر ہیں۔'' یہاں اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک (الرحمن) کا ذکر کرنے میں ان کے حال کی قباحت کا بیان ہے' نیز یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ

رحمٰن کا کیسے کفر اور شرک کے ساتھ سامنا کرتے ہیں‘ حالانکہ وہ تمام نعمتیں عطا کرنے والا اور مصائب کو دور کرنے والا ہے‘ بندوں کے پاس جتنی نعمتیں ہیں وہ اسی کی طرف سے ہیں اور تمام تکلیف کو صرف وہی رفع کرتا ہے۔

﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ﴾ یعنی انسان کو جلد باز پیدا کیا گیا ہے‘ وہ تمام امور میں عجلت پسند ہے اور ان کے وقوع میں جلدی مچاتا ہے۔ اہل ایمان کفار کے لئے عذاب میں جلدی چاہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ کفار پر عذاب بھیجنے میں دیر کر دی گئی ہے۔ کفار تکذیب وعناد کے ساتھ روگردانی کرتے اور نزول عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں اور کہتے ہیں: ﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ”کب ہے یہ (عذاب کا) وعدہ‘ اگر تم سچے ہو۔“ اور اللہ تعالیٰ نہایت حلم کے ساتھ ان کو مہلت دیتا ہے ان کو مہمل نہیں چھوڑتا اور ان کے لئے ایک وقت مقرر کر دیتا ہے۔ ﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ (الاعراف:٧/٣٤) ”جب ان کا وقت مقرر آن پہنچتا ہے تو ان کے لئے ایک گھڑی بھر کی تاخیر ہوتی ہے نہ تقدیم۔“

اور اسی لئے فرمایا: ﴿سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ﴾ یعنی جس نے میرے ساتھ کفر کیا اور میری نافرمانی کی میں انہیں اپنے انتقام کا مزا چکھانے میں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا ﴿فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ﴾ اس لئے اس کی بابت جلدی نہ مچاؤ۔ اسی طرح جو کفار کہتے تھے کہ ﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ وہ فریب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے یہ بات کہتے تھے کیونکہ ابھی ان کے لئے سزا مقرر نہیں ہوئی تھی اور ان پر عذاب نازل نہیں ہوا تھا۔

﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ”کاش جان لیں کافر“ یعنی اپنی بری حالت کو ﴿حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ﴾ ”کہ جب نہیں روک سکیں گے وہ عذاب کو اپنے چہروں سے اور نہ اپنی پشتوں سے۔“ جب عذاب انہیں ہر جانب سے گھیر لے گا اور ہر طرف سے ان پر چھا جائے گا ﴿وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ”اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے۔“ یعنی کوئی ان کی مدد کر سکے گا نہ وہ خود کسی کی مدد کر سکیں گے اور نہ کسی سے مدد حاصل کر سکیں گے۔

﴿بَلْ تَاْتِيْهِمْ﴾ ”بلکہ آ جائے گی ان کے پاس۔“ یعنی آگ ﴿بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ﴾ ”اچانک‘ پس وہ ان کو مبہوت کر دے گی۔“ یعنی ناگہاں ان پر ٹوٹ پڑے گی‘ گھبراہٹ‘ دہشت اور عظیم خوف انہیں ہکا بکا کر دیں گے۔ ﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا﴾ ”پس وہ اس کو لوٹانے کی طاقت نہیں رکھیں گے۔“ کیوں کہ وہ ایسا کرنے سے عاجز اور بہت کمزور ہوں گے۔ ﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ یعنی ان کو مہلت دے کر ان پر سے عذاب موخر نہیں کیا جائے گا۔ اگر انہیں اپنی اس حالت اور انجام کا علم ہوتا تو کبھی عذاب کے لئے جلدی نہ مچاتے بلکہ عذاب سے بہت زیادہ ڈرتے۔ مگر جب یہ علم ان کے پاس نہ رہا تو انہوں نے اس قسم کی باتیں کیں۔

اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ساتھ کفار کے تمسخر کا ذکر فرمایا ﴿اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ﴾ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ گزشتہ قوموں کا بھی اپنے رسولوں کے ساتھ یہی رویہ تھا‘ چنانچہ

فرمایا: ﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ "اور آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا۔ پس گھیر لیا ان لوگوں کو جنہوں نے ان میں سے استہزاء کیا تھا اس چیز نے جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے۔" یعنی ان پر عذاب الٰہی ٹوٹ پڑا اور ان کے تمام اسباب منقطع ہو گئے' اس لئے ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر بھی وہ عذاب نازل نہ ہو جائے جو گزشتہ امتوں پر نازل ہوا تھا جنہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ

کہہ دیجئے! کون نگہبانی کرتا ہے تمہاری رات اور دن میں' رحمٰن (کے عذاب) سے؟ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۭ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ

اعراض کرنیوالے ہیں ○ کیا ان کیلئے (اور) معبود ہیں جو بچاتے ہوں انکو ہمارے سوا؟ نہیں استطاعت رکھتے وہ مدد کرنیکی اپنی ہی جانوں کی

وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَاۗءِ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ

اور نہ وہ ہم (ہمارے عذاب) ہی سے محفوظ ہیں ○ بلکہ فائدہ دیا ہم نے انکو اور انکے باپ دادا کو یہاں تک کہ طویل ہو گئیں انکی عمریں'

اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

کیا پس نہیں دیکھتے وہ کہ بیشک ہم آتے ہیں زمین کو کم کرتے ہیں ہم اس کو اس کے کناروں سے؟ کیا پس وہ غالب ہیں؟ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کی بے بسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے جنہوں نے اللہ کے بغیر دوسرے معبود بنا لئے..... کہ وہ اپنے رب رحمان کے محتاج ہیں جس کی بے پایاں رحمت شب و روز ہر نیک اور بد پر سایہ کناں ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ ﴾ یعنی کون تمہاری حفاظت کرتا ہے ﴿ بِالَّيْلِ ﴾ "رات کو۔" یعنی جب تم اپنے بستروں میں سو رہے اور اپنے حواس سے محروم ہوتے ہو ﴿ وَالنَّهَارِ ﴾ "اور دن کو۔" یعنی تمہارے زمین میں پھیل جانے اور تمہاری غفلت کے وقت ﴿ مِنَ الرَّحْمٰنِ ﴾ "رحمٰن کے مقابلے میں۔" یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کون تمہاری حفاظت کرتا ہے اس کے بغیر کوئی ہے جو تمہاری حفاظت کرتا ہو؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تمہاری حفاظت کرنے والا نہیں۔

﴿ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ "بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرنے والے ہیں۔" اسی لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کیا۔ اگر انہوں نے اپنے رب کی طرف توجہ کی ہوتی' اس کی نصیحتوں کو قبول کیا ہوتا' تو یقیناً انہیں رشد و ہدایت عطا کر دی جاتی اور ان کے معاملے میں انہیں توفیق سے نواز دیا جاتا۔

﴿ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ﴾ یعنی جب ہم ان کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کرتے ہیں' تو کیا ان کے خود ساختہ معبود ان کو اس برائی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے شر سے بچانے کی قدرت رکھتے ہیں؟

﴿ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴾ "نہیں طاقت رکھتے وہ خود اپنی مدد کرنے کی اور نہ وہ ہماری

طرف سے رفاقت دیے جاتے ہیں۔'' یعنی ہماری طرف سے ان کے معاملات میں ان کی مدد نہیں کی جاتی۔ جب ان کی مدد نہ کی جائے تو گویا ان کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے محروم کر کے ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور یوں وہ کوئی فائدہ اٹھانے اور ضرر دور کرنے پر قادر نہیں ہوتے۔

جو چیز ان کے اپنے کفر و شرک پر جمے رہنے کی باعث بنی اس کے بارے میں فرمایا: ﴿بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ﴾ ہم نے مال اور اولاد کے ذریعے سے ان کی مدد کی' ان کو لمبی عمریں عطا کیں تو وہ ان مقاصد کو چھوڑ کر جن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا تھا' لہو و لعب کی بنا پر' مال اور اولاد سے متمتع ہونے میں مشغول ہو گئے اور ان کی مدت مہلت طویل ہو گئی' جس سے ان کے دل سخت ہو گئے' ان کی سرکشی بڑھ گئی اور ان کا کفر بہت زیادہ ہو گیا۔ اگر وہ اس زمین پر دائیں بائیں مڑ کر اپنے جیسے لوگوں کا انجام دیکھتے تو ہلاک ہونے والوں کے سوا کچھ نہ پاتے اور موت کی خبر دینے والے کی آواز کے سوا کوئی آواز نہ سنتے۔ انہیں معلوم ہوتا کہ کئی قومیں پے در پے ہلاک ہو گئیں اور موت نے نفوس کو پھانسنے کے لئے ہر راستے پر پھندہ لگا رکھا ہے۔

بنا بریں فرمایا: ﴿اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا﴾ یعنی ہم زمین کو اہل زمین کی موت اور ان کو فنا کرنے کے ذریعے آہستہ آہستہ کم کر رہے ہیں یہاں تک کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی زمین اور زمین کے رہنے والوں کا وارث ہو گا اور وہ بہترین وارث ہے اگر وہ اپنی اس حالت کو دیکھیں تو کبھی فریب میں مبتلا نہ ہوں اور کبھی اپنے کفر و شرک کے موجودہ رویے پر جمے نہ رہیں۔ ﴿اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''کیا پس وہ غالب ہیں۔'' جو اپنے زور سے اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کو روک سکتے ہوں اور اپنی طاقت سے موت سے بچ سکتے ہوں؟ کیا یہ ان کا وصف ہے کہ جس کی بنا پر وہ طول بقاء کے فریب میں مبتلا ہیں؟ یا ان کی حالت یہ ہے کہ جب ان کی ارواح کو قبض کرنے کے لئے ان کے رب کا فرشتہ ان کے پاس آئے گا تو اس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے اور ادنیٰ سی مزاحمت پر بھی قادر نہ ہوں گے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْىِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾

کہہ دیجئے! یقیناً ڈراتا ہوں میں تمہیں وحی کے ذریعے سے' اور نہیں سنتے بہرے پکار کو جب وہ ڈرائے جائیں ○

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور البتہ اگر چھو جائے انہیں ایک (ہلکا سا) جھونکا آپ کے رب کے عذاب کا تو البتہ ضرور کہیں گے وہ، ہائے ہماری کم بختی! بلاشبہ ہم ہی تھے ظالم ○

﴿قُلْ﴾ اے محمد! (ﷺ) تمام لوگوں سے کہہ دیجئے ﴿اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْىِ﴾ یعنی میں تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جو کچھ تمہارے پاس لایا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں لایا نہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں' نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں' میں تو صرف اس چیز کے ذریعے سے تمہیں ڈراتا ہوں جو اللہ

تعالیٰ میری طرف وحی کرتا ہے۔ اگر تم نے میری دعوت پر لبیک کہی تو یہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک ہے وہ تمہیں اس پر ثواب عطا کرے گا اور اگر تم روگردانی کرکے اس کی مخالفت کرو گے' تو میرے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں۔ اختیار تو تمام تر اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور تقدیر صرف اسی کی طرف سے ہے۔

﴿وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ﴾ یعنی بہرہ کسی قسم کی آواز نہیں سن سکتا کیونکہ اس کی سماعت خراب ہو چکی ہے۔ جس طرح آواز کا سننا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ آواز کو قبول کرنے والا مقام و محل موجود ہو۔ اسی طرح وحی قلب و روح کے لئے زندگی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کا سبب ہے لیکن اگر قلب ہدایت کی آواز کو قبول نہیں کرتا' تو وہ ہدایت اور ایمان کی نسبت سے اس بہرے کی مانند ہے جو آوازوں کو نہیں سن سکتا۔ یہ مشرکین بھی ہدایت اور ایمان کی آواز سننے سے بہرے ہیں اس لئے ان کا ہدایت کو قبول نہ کرنا کوئی تعجب انگیز بات نہیں خاص طور پر اس حالت میں کہ ابھی تک ان کو عذاب اور اس کی تکلیف نے چھوا نہیں۔

﴿وَلَئِن مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ﴾ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ایک معمولی سا حصہ ان کو چھو لے ﴿لَيَقُولُنَّ يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ﴾ ''تو پکار اٹھیں گے ہائے ہماری کم بختی! ہم تو ظالم تھے۔'' یعنی وہ پکاریں گے: ہائے ہم تباہ و برباد ہو گئے اور ان کی پکار اپنی ندامت کا اظہار اور اپنے ظلم' کفر اور استحقاق عذاب ہی کا اعتراف ہو گی۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۖ وَإِن كَانَ

اور ہم رکھیں گے ترازوئیں انصاف کی دن قیامت کے، پس نہ ظلم کیا جائے گا کسی نفس پر کچھ بھی' اور اگر ہو گا (عمل)

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ ﴿٤٧﴾

برابر دانے ایک رائی کے بھی تو لے آئیں گے ہم اسے اور کافی ہیں ہم حساب کرنے والے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے عدل پر مبنی حکم کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے' قیامت کے روز جب وہ اپنے بندوں کو جمع کرے گا تو ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرے گا۔ نہایت عدل کے ساتھ وزن کرنے والی ترازوئیں قائم کر دی جائیں گی جن پر ذرہ بھر وزن بھی واضح ہو جائے گا۔ یہ ترازوئیں نیکیوں اور برائیوں کا وزن کریں گی۔

﴿فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ﴾ ''پس کسی نفس پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ﴿شَيْئًا﴾ ''کچھ بھی۔'' یعنی کسی شخص کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی نہ کسی شخص کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا۔ ﴿وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ﴾ ''اور اگر ہو گا (عمل) رائی کے دانے کے برابر۔'' جو کہ سب سے چھوٹی اور حقیر سی چیز ہے یعنی رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی یا بدی ہو گی ﴿أَتَيْنَا بِهَا﴾ ہم اسے سامنے حاضر کر دیں گے تاکہ اس پر اس کے مرتکب کو جزا دی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ○ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ

﴿ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (الزلزال: ۹۹/ ۷٬۸) ”جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کا ارتکاب کیا ہوگا وہ اسے دیکھ لے گا۔“ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا﴾ (الکہف: ۱۸/ ۴۹) ”وہ کہیں گے کہ ہماری کم بختی! یہ کیسی کتاب ہے کہ کوئی چھوٹا یا بڑا عمل ایسا نہیں جو اس میں لکھنے سے رہ گیا ہو اور وہ اپنے تمام اعمال کو موجود پائیں گے۔“

﴿وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ اللہ تعالیٰ کی اس سے مراد خود اپنا نفس کریمہ ہے اور وہ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ یعنی اللہ اپنے بندوں کے اعمال کا علم رکھتا ہے، ان اعمال کو کتاب میں درج کر کے ان کی حفاظت کرتا ہے، وہ ان اعمال کی مقدار کے مطابق ثواب اور ان کے استحقاق کا بھی علم رکھتا ہے اور وہ عمل کرنے والوں کو ان کی جزا عطا کرے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾

اور البتہ تحقیق دی تھی ہم نے موسیٰ اور ہارون کو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنیوالی (کتاب) اور روشنی اور ذکر (نصیحت) پرہیزگاروں کیلئے ○

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا

وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے، اور وہ قیامت سے بھی ڈرنے والے ہیں ○ اور یہ (قرآن)

ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۚ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

ذکر ہے، برکت والا ہے، ہم نے نازل کیا ہے اسے، کیا پس تم اس کے منکر ہو؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نہایت کثرت سے ان دو جلیل القدر کتابوں کا اکٹھا ذکر کیا ہے ان دونوں سے افضل، ذکر میں ان سے بڑی، ان سے زیادہ بابرکت اور ہدایت و بیان کے لئے زیادہ عظیم کوئی اور کتاب دنیا میں نازل نہیں ہوئی اور وہ ہیں تورات اور قرآن کریم، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اصلاً اور حضرت ہارون علیہ السلام کو تبعاً تورات عطا فرمائی ﴿الْفُرْقَانَ﴾ جو حق اور باطل کے درمیان اور ہدایت اور گمراہی کے درمیان فرق کرتی ہے ﴿وَضِيَآءً﴾ نور ہے جس سے راہنمائی کے خواشمند راہنمائی حاصل کرتے ہیں، اہل سلوک اس کو اپنا امام بناتے ہیں، اس سے احکام کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اس کے ذریعے سے حلال و حرام کی پہچان حاصل ہوتی ہے، وہ جہالت، گمراہی اور بدعات کی تاریکیوں میں روشنی عطا کرتی ہے۔

﴿وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ”اور نصیحت ہے متقین کے لیے۔“ یعنی اہل تقویٰ کے ذریعے سے نصیحت پکڑتے ہیں کہ کون سے امور ان کو فائدہ دیتے ہیں اور کون سے امور ان کے لئے نقصان دہ ہیں اور اس کے ذریعے سے خیر و شر کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کو ”ذکر“ کے ساتھ اس لئے مختص کیا ہے کیونکہ صرف

وہی اس سے علم و عمل میں فائدہ اٹھاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ''متقین'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾ یعنی اپنے تنہائی کے اوقات میں جب لوگ ان کو دیکھ نہیں رہے ہوتے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جب ایسا ہے تو لوگوں کے سامنے تو بطریق اولیٰ ڈرتے ہیں۔ پس وہ حرام امور سے بچتے ہیں اور جو امور ان پر لازم ٹھہرا دیئے گئے ان کا التزام کرتے ہیں۔ ﴿وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ﴾ اور وہ' اپنے رب کی کامل معرفت حاصل ہونے کی بنا پر' قیامت کی گھڑی سے ڈرتے ہیں...... پس انہوں نے احسان اور خوف الٰہی کو یکجا کر کے اپنے اندر سمو لیا۔

یہاں عطف' ایک ہی چیز اور ایک ہی موصوف پر وارد ہونے والی متضاد صفات پر عطف کے باب میں سے ہے۔

﴿وَهٰذَا﴾ ''اور یہ'' یعنی قرآن کریم ﴿ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ﴾ 'مبارک ذکر ہے جسے ہم نے اتارا ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو دو جلیل القدر اوصاف سے موسوم کیا ہے۔

(۱) قرآن حکیم ''ذکر'' ہے۔ تمام مطالب میں قرآن سے نصیحت حاصل کی جاتی ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور اس کے افعال' اس کے انبیاء و اولیاء کی صفات اور احکام جزا' جنت اور جہنم کی معرفت حاصل ہوتی ہے' نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اس لئے بھی ''ذکر'' کہا ہے کہ قرآن...... اخبار صادقہ کی تصدیق' ان امور کا حکم دینا جو عقلاً حسن ہیں اور ان امور سے روکنا جو عقلاً قبیح ہیں' جیسی صفات کو جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل و فطرت میں ودیعت کر رکھی ہیں ان کی یاد دہانی کراتا ہے۔

(۲) قرآن کریم کا ''مبارک'' (یعنی بابرکت) ہونا اس میں بھلائی کی کثرت' بھلائی کی نشوونما اور اس میں اضافے کا تقاضا کرتا ہے۔ اس قرآن حکیم سے بڑھ کر کوئی چیز بابرکت نہیں کیونکہ ہر بھلائی' ہر نعمت' دینی' دنیاوی اور اخروی امور میں ہر اضافہ اسی کے سبب سے ہے اور اس پر عمل کے آثار ہیں۔

جب ''ذکر'' بابرکت ہو تو اس کو قبول کرنا' اس کی اطاعت کرنا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا واجب ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس جلیل القدر نعمت کا شکر ادا ہو' اس کو قائم کیا جا سکے اور اس کے الفاظ و معانی کو سیکھ کر اس سے برکت حاصل کی جائے اور اس رویے سے متضاد رویہ' یعنی اس سے روگردانی کرنا' اسے درخور اعتنا نہ سمجھنا' اس کا انکار کرنا اور اس پر ایمان نہ لانا سب سے بڑا کفر' شدید ترین جہالت اور سخت ظلم ہے' اس لئے جو کوئی اس کا انکار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر نکیر کرتے ہوئے فرماتا ہے ﴿اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور البتہ تحقیق دی تھی ہم نے ابراہیم کو اسکی ہدایت اس سے پہلے اور تھے ہم اسے (خوب) جاننے والے ○ جب کہا تھا اس نے اپنے باپ

وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا

اور اپنی قوم سے، کیا ہیں یہ مورتیاں وہ جو تم ہو ان کیلئے (تعظیم سے) جھکنے والے؟ ○ انہوں نے کہا، پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو انکی

عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا

عبادت کرتے ہوئے ○ ابراہیم نے کہا، البتہ تحقیق ہو تم خود اور (تھے) باپ دادا تمہارے گمراہی صریح میں ○ انہوں نے کہا' کیا لایا ہے تو ہمارے پاس

بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

حق یا ہے تو کھیل کرنے والوں میں سے؟ ○ ابراہیم نے کہا، بلکہ تمہارا رب رب ہے آسمانوں اور زمین کا'

الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ

وہ جس نے پیدا کیا انکو، اور میں اوپر اس (بات) کے گواہوں میں سے ہوں ○ اور اللہ کی قسم! البتہ ضرور ایک تدبیر کرونگا میں

اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ

تمہارے بتوں (کو توڑنے) کیلئے بعد اسکے کہ چلے جاؤ گے تم پیٹھ پھیر کر ○ پھر کر دیا اس نے انکو ٹکڑے ٹکڑے سوائے ایک بڑے کے انکے تاکہ وہ

اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٩﴾

اسکی طرف رجوع کریں ○ انہوں نے کہا، کس نے کیا ہے یہ (کام) ہمارے معبودوں کے ساتھ؟ بلاشبہ وہ البتہ ظالموں میں سے ہے ○

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ

انہوں نے کہا، سنا ہم نے ایک جوان کو، وہ ذکر کرتا تھا انکا، کہا جاتا ہے اسے ابراہیم ○ انہوں نے کہا، پس لے آؤ تم اسے روبرو لوگوں کے

لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ

تاکہ وہ (عبرت کیلئے) دیکھیں ○ انہوں نے کہا، کیا تو نے ہی کیا ہے یہ (کام) ہمارے معبودوں کیساتھ اے ابراہیم؟ ○ اس نے کہا

بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

(نہیں) بلکہ کیا ہے یہ کام انکے اس بڑے (بت) نے، پس تم پوچھو ان سے اگر ہیں وہ بولتے ○ پس لوٹے وہ اپنے نفسوں کی طرف (یعنی سوچا)

فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا

اور کہا (آپس میں) بلاشبہ تم ہی ظالم ہو ○ پھر وہ الٹے کر دیے گئے اپنے سروں کے بل (اور کہا) البتہ تحقیق تو جانتا ہے کہ نہیں

هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا

یہ (بت) بولتے ○ ابراہیم نے کہا، کیا پس تم عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے ان کی جو نہیں نفع دے سکتے تمہیں کچھ اور نہ

يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوْا

نقصان دے سکتے ہیں تمہیں؟ ○ افسوس ہے تم پر اور ان پر جنکی تم عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے، کیا پس نہیں عقل رکھتے تم؟ ○ انہوں نے کہا،

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا

جلا دو تم اسکو اور مدد کرو اپنے معبودوں کی، اگر ہو تم (کچھ) کرنیوالے ○ ہم نے کہا، اے آگ ہو جا تو ٹھنڈی اور سلامتی (والی)

عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا

اوپر ابراہیم کے ○ اور ارادہ کیا تھا انہوں نے اسکے ساتھ مکر کا، پس کر دیا ہم نے انہیں ہی خسارہ پانیوالے ○ اور نجات دی ہم نے ابراہیم کو اور لوط کو

اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَؕ وَيَعْقُوْبَ

طرف اس زمین کی وہ جو برکت دی تھی ہم نے اسمیں جہان والوں کیلئے ○ اور عطا کیا ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحاق اور یعقوب

نَافِلَةًؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا

مزید اور ہر ایک کو بنایا ہم نے صالح ○ اور بنایا ہم نے انہیں امام، وہ ہدایت کرتے تھے ہمارے حکم کے ساتھ

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِۚ وَكَانُوْا

اور وحی کی ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے کی اور نماز قائم کرنے کی اور زکوۃ ادا کرنے کی، اور تھے وہ

لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿٧٣﴾

ہمارے عبادت گزار (فرماں بردار) بندے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی جلیل القدر کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ﴾ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور ان کی کتابوں کے نازل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی بادشاہی کا مشاہدہ کروایا اور انہیں رشد و ہدایت عطا کی، جس سے ان کے نفس کو کمال حاصل ہوا اور آپ نے لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی، جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا کسی کو عطا نہیں کی اور آپ کے ہدایت یافتہ ہونے کے باعث، آپ کے حسب حال اور آپ کے بلند مرتبہ کی بنا پر رشد کو آپ کی طرف مضاف کیا گیا ورنہ ہر مومن کو اس کے حسب ایمان رشد و ہدایت سے نوازا گیا ہے۔

﴿وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم اسکو جانتے تھے۔'' یعنی ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رشد و ہدایت کی، انکو رسالت کے لئے منتخب کیا، انہیں اپنا خلیل بنایا اور دنیا و آخرت میں انہیں اپنے لئے چن لیا اس لیے کہ ہم جانتے تھے کہ وہ اس مرتبہ کے اہل اور اپنی پاکیزگی اور ذہانت کی بنا پر اس کے مستحق ہیں۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے ان کا اپنی قوم کے ساتھ مباحثہ، شرک سے ان کو روکنے، بتوں کو توڑنے اور ان پر آپ کے حجت قائم کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ﴾ ''جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا، یہ مورتیاں کیا ہیں؟'' جن کو تم نے بعض مخلوقات کی صورت پر خود اپنے ہاتھوں سے بنایا اور خود گھڑا ہے ﴿الَّتِىْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴾ جن پر تم ان کی عبادت کے لئے قیام اور اس کا التزام کرتے ہو...... یہ گھڑے ہوئے پتھر کیا ہیں؟ ان میں کونسی فضیلت ظاہر ہوئی ہے؟ تمہاری عقلیں کہاں چلی گئی ہیں کہ تم نے اپنے اوقات کو ان بتوں کی عبادت میں ضائع کر دیا، حالانکہ تم نے خود ان کو اپنے ہاتھوں سے گھڑا ہے؟ یہ سب سے بڑی تعجب انگیز بات ہے کہ جس چیز کو تم خود اپنے ہاتھوں سے گھڑتے ہو اسی کی عبادت کرتے ہو، تو انہوں نے بغیر کسی حجت اور برہان کے اس شخص کا سا جواب دیا جو

عاجز اور بے بس ہو اور جسے ادنیٰ سا بھی شبہ نہ ہو چنانچہ انہوں نے کہا: ﴿ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا ﴾ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسے ہی کرتے پایا ہم بھی ان کی راہ پر گامزن ہیں اور ان کی پیروی میں ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔

یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ انبیاء و مرسلین کے سوا' کسی شخص کا فعل حجت ہے نہ اس کی پیروی ہی کرنا جائز ہے۔ خاص طور پر اصول دین اور توحید الٰہی میں...... اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے ان تمام لوگوں کو گمراہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ یعنی تم اور تمہارے آباء و اجداد واضح گمراہی میں مبتلا ہو اور کونسی گمراہی ہے جو ان کے شرک میں مبتلا ہونے اور توحید کو ترک کرنے کی گمراہی سے زیادہ بڑی ہو؟ یعنی اس گمراہی کو پکڑے رہنے کے لئے تم نے جو دلیل دی ہے وہ درست نہیں' تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی پر ہو جو ہر ایک پر واضح ہے۔

﴿ قَالُوْٓا ﴾ انہوں نے تعجب اور ابراہیم علیہ السلام کے قول پر استفہام کے طور پر کہا' نیز یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اور ان کے آباء و اجداد کو بے وقوف قرار دیا تھا۔ ﴿ اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴾ یعنی کیا وہ بات جو تو نے کہی ہے اور وہ چیز جو تو لے کر آیا ہے' حق ہے؟ یا تیرا ہمارے ساتھ بات کرنا' کسی دل لگی کرنے والے اور تمسخر اڑانے والے کا بات کرنا ہے جو یہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟...... پس انہوں نے ان دو امور کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات کو رد کر دیا' انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو اس بنا پر رد کر دیا کہ ان کے ہاں یہ بات تسلیم شدہ تھی کہ جو کلام حضرت ابراہیم علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ ایک بے وقوف کا کلام ہے' آپ جو بات کہتے ہیں وہ عقل میں نہیں آتی۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان کی بات کا اس طرح جواب دیا جس سے ان کی سفاہت اور کم عقلی واضح ہوتی تھی' چنانچہ فرمایا: ﴿ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ ''بلکہ تمہارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور میں بھی ان باتوں کو ماننے والوں میں سے ہوں۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے عقلی اور نقلی دونوں دلیلوں کو جمع کر دیا۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ ہر ایک شخص' حتیٰ کہ وہ خود بھی جنہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جھگڑا کیا' جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انسانوں' فرشتوں' جنوں' جانوروں اور زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اور وہی ہے جو مختلف الانواع تدابیر کے ساتھ ان کی تدبیر کر رہا ہے۔ پس تمام مخلوق پیدا شدہ' محتاج تدبیر اور زیر تصرف ہے اور جن کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں وہ بھی اس مخلوق میں داخل ہیں...... کیا یہ چیز اس شخص کے نزدیک' جو ادنیٰ سی عقل اور تمیز رکھتا ہے...... مناسب ہے کہ ایک ایسی مخلوق ہستی کی عبادت کی جائے جو کسی کے زیر تصرف ہے' جو کسی نفع و نقصان کی مالک نہیں' جو زندگی اور موت پر قدرت رکھتی ہے نہ دوبارہ زندہ کرنے پر اور خالق' رازق اور مدبر کائنات کی عبادت کو چھوڑ دیا جائے؟

نقلی اور سمعی دلیل وہ ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام سے منقول ہے کہ وہ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ معصوم اور غلطیوں سے پاک ہے اور وہ صرف حق کی خبر دیتا ہے اور دلیل سمعی اس کی ایک قسم کسی نبی کی گواہی ہے' بنا بریں ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ ﴾ ''اور میں اس پر'' یعنی اس امر پر کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے اور اس کے سوا ہر ہستی کی عبادت باطل ہے۔ ﴿ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ ''گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔'' اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کے بعد کونسی گواہی ہے جو انبیاء و رسل کی گواہی سے افضل ہو خاص طور پر اولوالعزم رسول اور رحمان کے خلیل کی گواہی سے؟

چونکہ آپ نے دلیل سے واضح کر دیا تھا کہ ان کے بت کسی تدبیر کا اختیار نہیں رکھتے' اس لئے آپ نے ان کو بالفعل ان کے خود ساختہ معبودوں کی بے بسی اور خود اپنی مدد کرنے پر بے اختیاری کا مشاہدہ کروانے کا ارادہ کیا اور ایسا طریق کار استعمال کیا کہ وہ اپنے معبودوں کی بے بسی اور بے اختیاری کا خود اقرار کریں' اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ ﴾ یعنی تمہیں لاجواب کرنے کے لئے چال کے طور پر میں ان بتوں کو توڑ دوں گا ﴿ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴾ ''جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے۔'' یعنی جب اپنی کوئی عید منانے کے لئے چلے جاؤ گے۔

چنانچہ جب وہ وہاں سے چلے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام چپکے سے ان بتوں کے پاس گئے ﴿ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا ﴾ اور ان بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ تمام بت ایک ہی بت خانے میں جمع تھے' اس لئے ان سب کو توڑ دیا۔ ﴿ اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ ﴾ سوائے ان کے بڑے بت کے اور اسے ایک خاص مقصد کے لئے چھوڑ دیا' جسے عنقریب اللہ تعالیٰ بیان فرمائے گا۔

ذرا اس عجیب ''احتراز'' پر غور فرمایئے کیونکہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مغضوب ہے۔ اس پر تعظیم کے الفاظ کا اطلاق صحیح نہیں سوائے اس صورت میں کہ تعظیم کی اضافت تعظیم کرنے والوں کی طرف ہو۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا طریقہ تھا کہ آپ جب زمین کے مشرک بادشاہوں کی طرف خط لکھتے تو اس طرح مخاطب فرماتے: «اِلٰى عَظِيْمِ الْفُرْسِ اَوْ اِلٰى عَظِيْمِ الرُّوْمِ» یعنی ''اہل فارس کے بڑے کی طرف یا اہل روم کے بڑے کی طرف'' اور (اِلَى الْعَظِيْمِ) ''یعنی بڑی ہستی کی طرف'' جیسے الفاظ استعمال نہیں فرمائے۔

یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ ﴾ ''ان کے بڑے بت کو چھوڑ دیا۔'' اور یہ نہیں فرمایا (كَبِيْرًا مِّنْ اَصْنَامِهِمْ) ''ان کے بتوں میں سے بڑے بت کو'' پس یہ بات اس لائق ہے کہ آدمی اس پر متنبہ رہے اور اس ہستی کی تعظیم سے احتراز کرے جسے اللہ تعالیٰ نے حقیر قرار دیا ہے۔ البتہ اس تعظیم کی اضافت ان لوگوں کی طرف کی جا سکتی ہے جو اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

﴿ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴾ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے ان کے اس بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ وہ اس کی طرف

رجوع کریں اور آپ کی حجت و دلیل سے زچ ہو کر اس حجت کی طرف التفات کریں اور اس سے روگردانی نہ کریں اسی لئے آیت کریمہ کے آخر میں فرمایا: ﴿فَرَجَعُوٓا إِلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ﴾ ”پس انہوں نے اپنے دل میں غور کیا۔“

جب انہوں نے اپنے معبودوں کی اہانت اور رسوائی دیکھی تو کہنے لگے: ﴿مَن فَعَلَ هَٰذَا بِـَٔالِهَتِنَآ إِنَّهُۥ لَمِنَ الظَّٰلِمِينَ﴾ ”ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا ہے؟ یقیناً وہ ظالموں میں سے ہے۔“ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ظالم کہا‘ حالانکہ وہ خود اس صفت کے زیادہ مستحق ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو توڑا اور آپ کا ان بتوں کو توڑنا آپ کے بہترین مناقب میں سے ہے‘ نیز آپ کے عدل اور آپ کی توحید پر دلالت کرتا ہے۔ ظالم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان بتوں کو معبود بنا لیا تھا‘ حالانکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ ان کے معبودوں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ ﴿قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ﴾ یعنی جوان بتوں کی عیب چینی اور مذمت کرتا تھا۔ جس کا یہ حال ہے یقیناً اسی نے ان بتوں کو توڑا ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان بتوں کے خلاف چال چلنے کی بات کر رہے تھے تو ان مشرکین میں سے کسی نے سن لیا ہو۔

جب ان کے سامنے یہ بات متحقق ہو گئی کہ یہ سب کچھ ابراہیم علیہ السلام نے کیا ہے ﴿قَالُوا فَأْتُوا بِهِۦ﴾ تو کہنے لگے ابراہیم کو لے کر آؤ ﴿عَلَىٰٓ أَعْيُنِ النَّاسِ﴾ یعنی لوگوں کے سامنے ﴿لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ﴾ یعنی جس شخص نے ان کے معبودوں کو توڑا ہے اس کے ساتھ ہونے والے سلوک کے وقت لوگ موجود ہوں اور یہی بات ابراہیم علیہ السلام چاہتے تھے اور یہی ان کا مقصد تھا کہ لوگوں کے بھرے مجمع میں حق ظاہر ہو لوگ حق کا مشاہدہ کریں اور ان پر حجت قائم ہو جائے‘ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے اس وقت کہا تھا جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کو مقابلے کے لئے ایک دن مقرر کرنے کے لئے کہا تھا‘ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ وَأَن يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى﴾ (طٰہٰ: ۲۰/ ۵۹) ”تمہارے لئے جشن کا دن مقرر ہوا چاشت کے وقت لوگوں کو اکٹھا کیا جائے۔“

جب لوگ اکٹھے ہو گئے اور ابراہیم علیہ السلام کو بھی حاضر کیا گیا تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا ﴿ءَأَنتَ فَعَلْتَ هَٰذَا﴾ ”کیا تو نے یہ کیا ہے؟“ یعنی بتوں کو توڑا ہے ﴿بِـَٔالِهَتِنَا يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ﴾ یہ استفہام تقریری ہے یعنی اس اقدام کی تجھے کیسے جرأت ہوئی؟

ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کے سامنے بھرے مجمع میں جواب دیا ﴿بَلْ فَعَلَهُۥ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا﴾ یعنی اس بڑے بت نے ناراض ہو کر ان کو توڑا ہے کیونکہ اس کے ساتھ ان کی بھی عبادت کی جاتی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ عبادت صرف تمہارے اس بڑے بت کی ہو۔ اس سے ابراہیم علیہ السلام کا مقصد الزامی جواب اور حجت قائم کرنا تھا‘ اس لئے فرمایا: ﴿فَسْـَٔلُوهُمْ إِن كَانُوا يَنطِقُونَ﴾ ”ان سے پوچھو اگر یہ بول سکتے ہیں۔“ یعنی ان ٹوٹے ہوئے بتوں سے پوچھو کہ ان کو کیوں توڑا گیا؟ اور جس بت کو نہیں توڑا گیا‘ اس سے پوچھو کہ اس نے ان بتوں کو کیوں توڑا؟ اگر وہ بول سکتے

ہیں تو تمہیں جواب دیں...... میں، تم اور ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ بت بول سکتے ہیں نہ کلام کر سکتے ہیں، کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ بلکہ اگر کوئی ان کو نقصان پہنچانا چاہے تو یہ خود اپنی مدد کرنے پر بھی قادر نہیں۔

﴿ فَرَجَعُوٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''پس وہ اپنے آپ ہی کی طرف لوٹے۔'' یعنی ان کی عقل ان کی طرف لوٹی اور انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ ان بتوں کی عبادت کر کے گمراہی میں مبتلا تھے اور انہوں نے اپنے ظلم اور شرک کا اقرار کر لیا۔ ﴿ فَقَالُوٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ ''اور کہنے لگے، تم ہی ظالم ہو۔'' پس اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد حاصل ہو گیا اور ان کے اس اقرار کے ساتھ، کہ ان کا موقف باطل اور ان کا فعل کفر اور ظلم ہے، ان پر حجت قائم ہو گئی۔ مگر وہ اس حالت پر قائم نہ رہ سکے بلکہ ﴿ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ﴾ ''اوندھے ہو گئے اپنے سروں کے بل۔'' یعنی ان کا معاملہ بدل گیا ان کی عقل اوندھی ہو گئی اور ان کے خواب پریشان ہو گئے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے: ﴿ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴾ تم کیسے ہمارے ساتھ ٹھٹھا اور تمسخر کر رہے ہو اور ہمیں کہہ رہے ہو کہ ہم ان بتوں سے پوچھ لیں حالانکہ تو جانتا ہے کہ یہ بول نہیں سکتے؟

اس پر ابراہیم علیہ السلام نے ان کی زجر و توبیخ اور علی الاعلان ان کے شرک اور عبادت کے لئے ان کے خداؤں کے عدم استحقاق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴾ ''کیا جو کوئی نفع دے سکتے ہیں نہ کوئی تکلیف دور کر سکتے ہیں تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو؟''

﴿ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم، اللہ کو چھوڑ کر، عبادت کرتے ہو۔'' یعنی تم کتنے گمراہ، تمہاری تجارت کتنی گھاٹے کی تجارت اور تم اور تمہارے معبود جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، کتنے گھٹیا ہو۔ ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ کیا تم عقل نہیں رکھتے کہ صورتحال کو پہچان سکو؟ چونکہ تم نے عقل سے عاری ہونے کی بنا پر جانتے بوجھتے، جہالت اور گمراہی کا ارتکاب کیا ہے اس لئے جانوروں کا حال تمہارے حال سے کہیں بہتر ہے۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے ان کو لاجواب کر دیا، اور وہ اپنی دلیل کو واضح نہ کر سکے تو آپ کو سزا دینے کے لئے قوت استعمال کی، چنانچہ وہ کہنے لگے: ﴿ حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴾ یعنی اسے بدترین طریقے سے قتل کرو اپنے معبودوں کی حمایت اور تائید میں، اسے آگ میں ڈال دو...... ان کیلئے ہلاکت ہے، وہ ان معبودوں کی عبادت کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ اعتراف بھی کرتے ہیں کہ ان کے معبود ان کی مدد کے محتاج ہیں، پھر بھی انہوں نے بے بس ہستیوں کو معبود بنا لیا۔ پس جب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی مدد فرمائی اور آگ کو حکم دیا: ﴿ يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴾ اے آگ! ''ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔'' اور آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی اذیت اور کوئی گزند نہ پہنچی۔

﴿ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا ﴾ ''انہوں نے ابراہیم کے ساتھ برا چاہا۔'' یعنی ان کو جلانے کا ارادہ کیا ﴿ فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴾ ''پس ہم نے انہی کو نقصان اٹھانے والوں میں سے کر دیا۔'' یعنی دنیا و آخرت میں ان کو گھاٹا کھانے والوں میں شامل کر دیا اور اس کے برعکس خلیل علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کو نفع اٹھانے اور فلاح پانے والے لوگوں میں شامل کر دیا۔

﴿ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا ﴾ ''اور ہم نے اسے اور لوط کی نجات دی۔'' اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام پر حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کوئی شخص ایمان نہ لایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو کفار سے نجات دی اور وہ ہجرت کر گئے ﴿ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اس زمین کی طرف جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکت رکھی ہے۔'' اس سے مراد ملک شام ہے یعنی وہ اپنی قوم کو ''بابل'' یعنی عراق میں چھوڑ کر شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ ﴿ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ ﴾ (الصّٰفّٰت:۹۹/۳۷) ''انہوں نے کہا' میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔''

سرزمین شام کی برکتوں میں سے چند یہ ہیں کہ بہت سے انبیاء کرام یہیں پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت خلیل علیہ السلام کی ہجرت کے لئے چن لیا اور اللہ تعالیٰ کے تین مقدس گھروں میں ایک گھر یہیں واقع ہے یعنی بیت المقدس۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ ﴾ ''اور ہم نے عطا کیے اسے۔'' جب وہ اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کر کے ہجرت کر گئے ﴿ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ﴾ ''اسحاق اور یعقوب بن اسحاق علیہما السلام'' ﴿ نَافِلَةً ﴾ ''مزید'' یعنی ابراہیم علیہ السلام کے بوڑھا ہو جانے کے بعد' جبکہ ان کی بیوی بھی بانجھ تھی۔ فرشتوں نے ان کو اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ ﴿ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴾ (ھود:۷۱/۱۱) ''اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔'' اور یعقوب سے مراد حضرت اسرائیل علیہ السلام ہیں جو ایک بہت بڑی امت کے جدامجد ہیں اور حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام' فضیلت والی امت عربی کے جدامجد ہیں۔ اولین و آخرین کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی کی نسل میں سے ہیں۔

﴿ وَكُلًّا ﴾ ''اور ہر ایک کو۔'' یعنی ابراہیم' اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کو ﴿ جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴾ ''ہم نے نیک بنایا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کو قائم کرنے والے۔ ان کی صالحیت میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رہبر و راہنما بنایا جو اس کے حکم سے راہنمائی حاصل کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ راہنما ہو اور لوگ اس کی راہنمائی میں راہ راست پر گامزن ہوں...... چلنے والے ان کی راہنمائی میں چلتے تھے اور ان کی راہنمائی کی یہ نعمت اس سبب سے عطا ہوئی کہ وہ صابر تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر یقین رکھتے تھے۔

﴿يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا﴾ یعنی ہمارے دین کے ذریعے سے لوگوں کی راہنمائی کرتے تھے۔ وہ ان کو اپنی خواہشات نفس کے مطابق حکم نہیں دیتے تھے بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی رضا کی اتباع ہی کا حکم دیتے تھے اور بندہ اس وقت تک امامت کے رتبے پر فائز نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف دعوت نہ دے۔ ﴿وَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَٰتِ﴾ ''اور ہم نے ان کی طرف وحی کی نیک کاموں کے کرنے کی۔'' وہ خود بھی ان نیک کاموں کو سرانجام دیتے تھے اور لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دیتے تھے۔ یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق تمام نیک کاموں کو شامل ہے۔

﴿وَإِقَامَ الصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءَ الزَّكَوٰةِ﴾ ''اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی۔'' یہ عام پر خاص کے عطف کے باب سے ہے کیونکہ ان دونوں عبادات کو باقی تمام عبادات پر شرف اور فضیلت حاصل ہے' نیز اس لئے بھی کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان عبادات کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اس نے دین کو قائم کر لیا اور جس نے ان دونوں عبادات کو ضائع کر دیا' اس سے ان کے علاوہ دیگر امور کو ضائع کرنے کی زیادہ توقع کی جا سکتی ہے' نیز نماز ان عملوں میں سب سے افضل عمل ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے حق پر مبنی ہیں اور زکوٰۃ ان عملوں میں سب سے افضل عمل ہے جن میں اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان کرنے کا پہلو پایا جاتا ہے۔ ﴿وَكَانُوا۟ لَنَا عَٰبِدِينَ﴾ ''اور وہ ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔'' یعنی وہ ہمیشہ اپنے تمام اوقات میں قلبی' قولی اور بدنی عبادات میں مصروف رہتے تھے۔ پس وہ اس بات کے مستحق ہو گئے کہ عبادت ان کا وصف بن جائے' چنانچہ وہ اس صفت سے متصف ہو گئے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو متصف ہونے کا حکم دیا اور جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو پیدا کیا۔

وَلُوطًا ءَاتَيْنَٰهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِى كَانَت تَّعْمَلُ
اور لوط کو، دیا ہم نے اسے حکم اور علم' اور نجات دی ہم نے اسے اس بستی سے وہ جو کرتے تھے (اس کے باشندے) کام
الْخَبَٰٓئِثَ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ قَوْمَ سَوْءٍ فَٰسِقِينَ ﴿٧٤﴾ وَأَدْخَلْنَٰهُ فِى رَحْمَتِنَآ ۖ إِنَّهُۥ
ناپاک' بلاشبہ وہ تھے لوگ برے، نافرمان ○ اور داخل کیا ہم نے اس (لوط) کو اپنی رحمت میں' بے شک وہ
مِنَ الصَّٰلِحِينَ ﴿٧٥﴾
صالح لوگوں میں سے تھا ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول لوط علیہ السلام کی مدح و ثناء ہے کہ وہ شریعت کا علم رکھتے تھے' نیز یہ کہ وہ لوگوں کے درمیان صواب اور راستی کے ساتھ فیصلے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تھے انہیں ان کی بدکاریوں اور فواحش سے روکتے تھے۔ پس وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے مگر انہوں نے ان کی دعوت پر لبیک نہ کہی۔ تو اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے

ان کی بستیوں کو تلپٹ کر دیا ﴿ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴾ کیونکہ وہ بڑے ہی برے اور فاسق لوگ تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے داعی کو جھٹلایا اور انہیں ملک بدر کرنے کی دھمکی دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کو لے کر راتوں رات اس بستی سے دور نکل جائیں' چنانچہ وہ اپنے گھر والوں کو لے کر اس بستی سے دور نکل گئے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہے اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی وجہ سے ہوا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ﴾ ''اور ہم نے اس کو داخل کر لیا اپنی رحمت میں۔'' اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جاتا ہے وہ ان لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے جو ہر قسم کے خوف سے مامون ہیں' جو ہر قسم کی بھلائی' سعادت' نیکی' مسرت اور مدح و ثنا سے بہرہ ور ہیں۔ یہ اس لیے کہ لوط علیہ السلام ان صالحین میں سے ہیں' جن کے اعمال درست اور احوال پاک ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام فاسد امور کو درست فرما دیا اور بندے کا درست ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت میں اس کے داخل ہونے کا سبب ہے جیسے بندے کا فاسد ہونا اس کے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور خیر سے محروم ہونے کا سبب ہے۔

صالحیت کے اعتبار سے انبیاء کرام علیہم السلام سب سے بڑے لوگ ہیں اس لئے صالحیت کے ساتھ ان کا وصف بیان فرمایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا مانگی: ﴿ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ (النمل: ۱۹/۲۷) ''مجھے اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں میں شامل کر۔''

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ

اور یاد کیجیے نوح کو جب اس نے پکارا تھا اس سے پہلے پس قبول کی ہم نے (دعا) اسکی اور نجات دی ہم نے اسے اور اسکے اہل (مومنوں) کو غم سے

الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا

جو بہت بڑا تھا ○ اور مدد کی ہم نے اس کی اس قوم کے خلاف جنہوں نے جھٹلایا تھا ہماری آیتوں کو، بلاشبہ وہ تھے

قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

لوگ برے، پس غرق کر دیا ہم نے ان کو سب کو ○

ہمارے بندے اور رسول نوح (علیہ السلام) کی مدح و ثنا بیان کرتے ہوئے ان کا ذکر کیجئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی طرف مبعوث فرمایا اور وہ ان کے اندر ساڑھے نو سو سال رہے' ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے رہے' انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے روکتے رہے' بار بار انہیں کھلے چھپے اور شب و روز اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وعظ و نصیحت اور زجر و توبیخ سے ان کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا' تو انہوں نے اپنے رب کو پکارا اور دعا کی۔ ﴿ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ○ اِنَّكَ اِنْ

تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ (نوح: ۷۱/۲۶، ۲۷) ''اے میرے رب! روئے زمین پر کسی کافر کو آباد نہ رہنے دے اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور فاجر اور کافر اولاد ہی کو جنم دیں گے۔'' اللہ تبارک و تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمالیا اور ان کو سیلاب میں غرق کر دیا' ان میں سے ایک شخص کو بھی زندہ باقی نہ چھوڑا۔ صرف نوح علیہ السلام ان کی ذریت اور مومنین باقی رہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ٹھٹھا کرنے والی قوم کے خلاف ان کی مدد فرمائی۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ

اور (یاد کیجیے) داود اور سلیمان کو جس وقت فیصلہ کر رہے تھے وہ دونوں کھیتی کی بابت جب کہ رات کو چر گئی تھیں اسمیں بکریاں ایک قوم کی،

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا

اور تھے ہم انکے فیصلہ کرنے کے وقت حاضر ○ پس سمجھا دیا ہم نے وہ (فیصلہ) سلیمان کو اور ہر ایک کو دیا ہم نے حکم اور علم،

وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ

اور تابع کئے تھے ہم نے ساتھ داود کے پہاڑ، وہ تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی (تابع کیے) اور تھے ہم ہی کرنیوالے ○ اور سکھائی ہم نے اسے کاریگری

لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ

لباس (زرہیں) بنانے کی تمہارے لیے، تاکہ وہ (لباس) حفاظت کرے تمہاری' تمہاری لڑائی سے تو کیا تم شکر کرنیوالے ہو؟ ○ اور سلیمان کیلئے ہوا

عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ

تند و تیز (تابع کر دی ہم نے)، وہ چلتی تھی اسکے حکم سے طرف اس سرزمین کی وہ جو برکت دی تھی ہم نے اسمیں، اور تھے ہم ہر چیز کو

عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ

جاننے والے ○ اور کچھ شیطان بھی (ہم نے اسکے تابع کر دیئے تھے) وہ جو غوطہ لگاتے تھے اس کیلئے اور کرتے تھے (اور بھی) کئی کام سوائے اسکے

وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

اور تھے ہم ہی انکی حفاظت کرنیوالے ○

ہمارے دو انبیائے کرام' سلیمان اور داود علیہما السلام کا مدح و ثنا کے ساتھ ذکر کیجیے جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دونوں کو وسیع علم سے نوازا اور انہیں بندوں کے درمیان فیصلے کرنے کی صلاحیت بخشی اور اس کی دلیل یہ ہے۔ ﴿اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ﴾ یعنی جب ایک کھیتی کا مالک ان کے پاس فیصلہ کروانے کے لئے آیا جسے دوسرے لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں' یعنی رات کے وقت کھیت میں داخل ہو گئیں اور اس کے درختوں اور تمام فصل کو چر گئیں۔ اس جھگڑے میں داود علیہ السلام نے فیصلہ کیا کہ تمام بکریاں کھیتی کے مالک کو دے دی جائیں کیونکہ بکریوں کے مالک عام طور پر کوتاہی سے کام لیتے ہیں۔ پس اس طرح آپ نے ان کو سزا دی۔ سلیمان

علیہ السلام نے اس قضیے میں حق وصواب کے مطابق فیصلہ سنایا کہ بکریوں کے مالک اپنی بکریاں کھیتی کے مالک کے حوالے مالک کر دیں تا کہ وہ ان بکریوں کے دودھ اور اون سے فائدہ اٹھائے اور بکریوں کے مالک اس کے باغ اور کھیت میں اس وقت تک کام کریں گے جب تک کہ باغ اپنی پہلی حالت پر نہیں آتا۔ جب باغ اپنی پہلی حالت پر واپس آ جائے تو دونوں ایک دوسرے کا مال لوٹا دیں اور ہر شخص اپنا اپنا مال لے لے۔ یہ فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کمال فہم اور فطانت پر دلالت کرتا ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ﴾ یعنی ہم نے سلیمان کو اس قضیے کا فہم عطا کیا۔ یہ چیز اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ داود علیہ السلام کو کسی دوسرے قضیے کا فہم بھی عطا نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے ان دونوں کا ذکر فرمایا اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مقدس ہے ﴿وَكُلًّا﴾ ''اور ہر ایک کو۔'' یعنی داود اور سلیمان علیہما السلام کو ﴿اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾ ''دیا ہم نے حکم اور علم۔'' فیصلہ کرنے کی صلاحیت اور علم سے ہم نے دونوں کو سرفراز کیا تھا۔

یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ حاکم جب کوئی فیصلہ کرتا ہے تو اس کا فیصلہ کبھی تو حق وصواب کے موافق ہوتا ہے اور کبھی اس میں اس سے خطا بھی ہو جاتی ہے۔ اگر فیصلے میں کوشش واجتہاد کے باوجود اس سے خطا ہو جائے تو وہ ملامت کا مستحق نہیں۔

پھر ان مخصوص امور کا ذکر فرمایا جن سے ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ نوازا گیا تھا۔ فرمایا: ﴿وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ﴾ ''اور تابع کر دیے ہم نے داود کے پہاڑ' وہ تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی۔'' ذکر کیا جاتا ہے کہ داود علیہ السلام سب سے زیادہ عبادت گزار اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح وتحمید کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوبصورت اور نرم آواز اور رقت عطا کی تھی جو کسی اور کو عطا نہیں ہوئی۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد وثنا بیان کرتے تو ٹھوس پتھر' گونگے پرندے اور بے شعور جانور بھی ان کے ہم زبان ہو جاتے اور یہ داود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تھا' اس لئے فرمایا: ﴿وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ یعنی اس فعل کو کرنے والے ہم ہی تھے۔

﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے داوٗد علیہ السلام کو زرہ بکتر بنانے کا علم بخشا اور حضرت داوٗد علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنھوں نے زرہ بکتر بنائی اور پھر اس کا علم آئندہ آنے والوں کی طرف منتقل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا اور ان کو زرہ بنانا سکھایا' اس میں بہت بڑا فائدہ ہے۔ ﴿لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ﴾ یعنی سخت لڑائی اور جنگ میں تمہاری حفاظت کرنے والی ہے۔ ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ﴾ یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہو جو اس نے اپنے بندے داوٗد علیہ السلام کے توسط سے تمہیں عطا کی؟ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ﴾ (النحل:٨١/١٦) ''اور تمہارے لئے ایسی پوشاک بنائی جو گرمی سے تمہاری حفاظت کرتی ہے

اور ایسی پوشاک بنائی جو جنگ میں تمہاری حفاظت کرتی ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کرتا ہے شاید کہ تم سر تسلیم خم کرو۔''

اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا داود علیہ السلام کو زرہ بکتر بنانا سکھانا اور ان کے لئے لوہے کو نرم کرنا' خارق عادت امر ہو...... جیسا کہ مفسرین کہتے ہیں...... اللہ تعالیٰ نے داود علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔ وہ لوہے کو آگ میں پگھلائے بغیر اسی طرح استعمال میں لاتے تھے گویا کہ وہ گندھا ہوا آٹا اور گندھی مٹی ہو۔

اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ عادت جاریہ کے مطابق انہیں لوہے کو استعمال میں لانا سکھایا گیا ہو۔ اللہ کی طرف سے لوہے کو نرم کرنے کی تعلیم ان معروف اسباب میں سے ہو جن کے ذریعے سے آج کل لوہا پگھلایا جاتا ہے...... اور یہی راجح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا اور ان کو اس پر شکر کرنے کا حکم دیا اور اگر صنعت آہن گری ان امور میں سے نہ ہوتی جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تصرف کی قدرت عطا کی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر اس احسان اور اس کے فوائد کا ذکر نہ کرتا کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ داود علیہ السلام کی جن زرہوں کے بنانے کا ذکر ہے اس سے مراد متعین زرہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تو زرہ بکتر کی جنس کا ذکر کر کے اپنا احسان یاد دلایا ہے ورہ وہ احتمال جس کا ذکر اصحاب تفسیر کرتے ہیں' تو اس کی کوئی دلیل نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ﴿وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ﴾ (سبا: ٣٤/ ١٠)''ہم نے اس کے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔'' اور اس میں یہ واضح نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوہے کو بغیر کسی سبب کے نرم کر دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ﴾ یعنی ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا ﴿عَاصِفَةً﴾ جو بہت تیز چلتی تھی۔ ﴿تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ﴾ جہاں چلنے کا اس کو حکم دیا جاتا تھا ہوا اس حکم کی اطاعت کرتی تھی۔ صبح کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی منزل تک تھا اور شام کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی منزل تک تھا۔ ﴿اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا﴾ ''اس زمین کی طرف' جس میں ہم نے برکت رکھی تھی۔'' یعنی سرزمین شام' جو سلیمان علیہ السلام کا مستقر تھا' وہ ہوا کے دوش پر مشرق و مغرب میں سفر کرتے تھے' اور ہوا کا ٹھکانا اور لوٹنا ارض مقدس کی طرف ہوتا تھا۔ ﴿وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ﴾ ہمارا علم' تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے ہم نے داود اور سلیمان (علیہما السلام) کو ان امور کی تعلیم دی جن کے ذریعے سے ہم نے ان کو اس مقام پر پہنچایا جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔

﴿وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ﴾ ''اور جنات میں سے بھی ہم نے بہت سے ان کے تابع کر دیے تھے جو ان کے لیے غوطے لگاتے تھے اور اس کے علاوہ کئی کام کرتے تھے۔'' یہ چیز بھی سلیمان علیہ السلام کے خصائص میں شمار ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جن اور عفریت مسخر کر دیے اور آپ کو ان پر تسلط بخشا۔ وہ آپ کے لئے بڑے بڑے کام کرتے تھے اور ان میں سے بہت سے کاموں کو ان کے سوا

کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔ ان میں کچھ جن وہ تھے جو سمندر میں غوطہ لگاتے اور اس کی تہہ سے موتی نکالتے تھے اور کچھ وہ تھے جو ان کے لئے ﴿ مَحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ ﴾ (سبا: ١٣/٣٤) ''اونچی محرابیں (عمارتیں) تصویریں، بڑے بڑے حوض کی مانند لگن اور اپنی جگہ پر جمی ہوئی بڑی بڑی دیگیں'' بناتے تھے۔ اور ان میں سے ایک گروہ کو بیت المقدس کی تعمیر کے لئے مسخر کر رکھا تھا۔ جب سلیمان علیہ السلام نے وفات پائی تو جن بیت المقدس کی تعمیر میں مصروف تھے آپ کی وفات کے بعد ایک سال تک یہ کام کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو آپ کی وفات کا علم ہو گیا جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔

﴿ وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِينَ ﴾ ''اور ہم ان کی حفاظت کرنے والے تھے۔'' یعنی وہ سلیمان علیہ السلام کی نافرمانی پر قادر نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت، غلبہ اور تسلط کے ذریعے سے ان کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا مطیع کر رکھا تھا۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾

اور (یاد کیجئے) ایوب کو جب پکارا تھا اس نے اپنے رب کو کہ بیشک پہنچی ہے مجھے تکلیف، اور تو زیادہ رحم کرنیوالا ہے سب رحم کرنیوالوں سے ○

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

پس قبول کی ہم نے (دعا) اسکی پھر ہٹا دی ہم نے جو کچھ کہ تھی اسے کوئی تکلیف، اور دیا ہم نے اسے اہل (کنبہ) اسکا اور مثل انکے اور لوگ بھی ساتھ انکے

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾

رحمت کرتے ہوئے اپنی طرف سے اور نصیحت ہے عبادت کرنے والوں کے لئے ○

یعنی ہمارے بندے اور رسول ایوب (علیہ السلام) کا تعظیم و ثنا اور ان کی قدر و منزلت بڑھاتے ہوئے ذکر کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک نہایت ہی سخت آزمائش میں مبتلا کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو صابر اور اپنی ذات سے راضی پایا۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلا اور آزمائش کے طور پر شیطان کو آپ پر مسلط کر دیا گیا۔ شیطان نے آپ کے جسم پر پھونک ماری جس کے نتیجہ میں جسم پر بڑے بڑے پھوڑے بن گئے، وہ اس امتحان اور مصیبت میں مدت تک مبتلا رہے۔ اس دوران میں آپ کے گھر والے وفات پا گئے، آپ کا تمام مال چلا گیا تب حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا: ﴿ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ ''مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' پس انہوں نے اپنے حال کے ذکر کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اب تکلیف اپنی انتہاء کو پہنچ گئی ہے۔ ان کے رب نے اپنی بے پایاں رحمت سے ان کی دعا قبول فرمائی اور فرمایا: ﴿ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴾ (ص: ٤٢/٣٨) ''زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا پانی نہانے اور پینے کے لئے۔''

ایوب علیہ السلام نے زمین پر ایڑی ماری اور وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ آپ نے اس پانی کو پیا

اور اس سے غسل کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تکلیف دور کر دی۔

﴿وَاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ﴾ یعنی ہم نے ان کو ان کا مال اور اہل و عیال واپس لوٹا دیئے ﴿وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ﴾ ''اور ان کی مثل ان کے ساتھ اور'' اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عافیت' اہل و عیال اور بہت سا مال عطا کیا ﴿رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا﴾ ''اپنی طرف سے مہربانی کرتے ہوئے'' کیونکہ آپ نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ پر راضی رہے' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخروی ثواب سے پہلے دنیاوی ثواب سے سرفراز کیا۔ ﴿وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ﴾ ہم نے اس واقعہ کو عبادت گزاروں کے لئے عبرت بنا دیا جو صبر سے کام لیتے ہیں۔ اگر لوگ دیکھیں کہ ایوب علیہ السلام کس آزمائش میں مبتلا ہوئے پھر اس مصیبت کے زائل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنے بڑے ثواب سے نوازا تو صبر ہی کو اس کا سبب پائیں گے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کی ان الفاظ میں مدح فرمائی۔ ﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ (ص:٤٤/٣٨) ''ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا' وہ بہترین بندہ اور اپنے رب کی طرف بہت ہی رجوع کرنے والا تھا۔'' جب اہل ایمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو حضرت ایوب علیہ السلام کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے صبر کرتے ہیں۔

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ

اور (یاد کیجئے) اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو ہر ایک (ان میں سے) تھا صبر کرنیوالوں سے ○ اور داخل کیا ہم نے انہیں

فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾

اپنی رحمت میں، بے شک وہ تھے صالح لوگوں میں سے ○

یعنی ہمارے چنے ہوئے بندوں' اور انبیاء و مرسلین کو بہترین اسلوب میں یاد کیجئے اور بلیغ ترین پیرائے میں ان کی مدح و ثنا کیجئے' یعنی اسماعیل' ادریس' ذوالکفل اور بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیجئے۔ ﴿كُلٌّ﴾ یعنی تمام انبیاء جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے ﴿مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ صبر کرنے والے تھے۔ صبر سے مراد نفس کو اس کے طبعی میلان کی طرف مائل ہونے سے روکنا ہے اور یہ صبر تین انواع پر مشتمل ہے۔

١۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر (یعنی اس کے حکموں کی پابندی) کرنا۔

٢۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے صبر کرنا (یعنی اس کے حکموں کی خلاف ورزی نہ کرنا)

٣۔ اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر کرنا۔

بندہ صبر کامل کے نام کا اس وقت تک مستحق نہیں ہوتا جب تک کہ صبر کی مذکورہ تینوں اقسام کا حق ادا نہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے کرام کو صبر کی صفت کے ساتھ موصوف کیا ہے' لہٰذا یہ بات دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے صبر کی ان تینوں اقسام کو پورا کیا اور صبر کا اسی طرح التزام کیا جس طرح کرنا چاہیے تھا' نیز ان کو

''صلاح'' کی صفت سے موصوف فرمایا جو مشتمل ہے ''صلاحِ قلب'' پر جو اللہ تعالیٰ کی معرفت' اس کی محبت اور ہر وقت اس کی طرف انابت سے حاصل ہوتی ہے اور ''صلاحِ لسان'' پر' جس کا مطلب ہر وقت زبان کا اللہ کے ذکر سے تر رہنا ہے اور ''صلاحِ جوارح'' پر' جس کا مطلب جوارح (اعضاء) کو اللہ کی اطاعت میں لگائے رکھنا اور نافرمانی سے ان کو روکے رکھنا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے صبر اور صلاح کی بناء پر اپنی بے پایاں رحمت کے سائے میں سمیٹ لیا' ان کو ان کے دیگر برادر انبیاء و مرسلین میں شامل کیا اور انہیں دنیاوی اور اخروی ثواب عطا کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا بڑا ثواب عطا نہ بھی کیا ہوتا تب بھی اللہ نے جو دنیا میں ان کا ذکر بلند کیا ہے اور آئندہ لوگوں میں انہیں سچی شہرت عطا کی ہے تو ان کے فضل و شرف کے لئے یہی کافی تھا۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى

اور (یاد کیجئے) مچھلی والے (یونس) کو، جب چلا گیا تھا وہ (اپنی قوم سے) ناراض ہو کر، پس گمان کیا اس نے کہ ہرگز نہیں تنگی کریں گے ہم اس پر، پس پکارا اس نے

فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

اندھیروں میں یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود (مشکل کشا) مگر تو ہی' پاک ہے تو' بلاشبہ میں ہی ہوں ظالموں میں سے ○

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

پس قبول کی ہم نے (دعا) اس کی اور نجات دی ہم نے اسے (اس) غم سے، اور اسی طرح نجات دیتے ہیں ہم مومنوں کو ○

یعنی ہمارے بندے اور رسول ذوالنون کو ذکر جمیل اور ثنائے حسن کے ساتھ یاد کریں اور ذوالنون سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں' یعنی مچھلی والے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی مگر وہ ایمان نہ لائے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو نزول عذاب کی وعید سنائی اور عذاب کے نزول کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا۔ پس جب ان پر عذاب آیا اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے عذاب دیکھ لیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائے اور توبہ کی' تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو ہٹا دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ (یونس: ۹۸/۱۰) ''کوئی ایسی بستی کی مثال ہے جو عذاب دیکھنے کے بعد ایمان لائی ہو اور اس کے ایمان لانے نے اس کو کوئی فائدہ دیا ہو۔ قوم یونس کے سوا۔ وہ لوگ جب ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوا کن عذاب کو ٹال دیا اور ایک مدت تک کے لئے ہم نے اس کو متاع دنیا سے بہرہ مند رکھا۔'' اور فرمایا: ﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ○ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۴۷/۳۷' ۱۴۸) ''اور ہم نے اسے ایک لاکھ یا اس سے کچھ زائد لوگوں کی طرف مبعوث کیا پس وہ ایمان لے آئے اور ہم نے ایک وقت تک ان کو متاع دنیا سے بہرہ مند رکھا۔'' یہ ایک بہت بڑی امت تھی جو

یونس علیہ السلام پر ایمان لائی۔ یہ واقعہ آپ کی سب سے بڑی فضیلت ہے۔ مگر حضرت یونس علیہ السلام ' کسی گناہ کی بنا پر' ناراضی کی حالت میں اپنے رب سے فرار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ وہ کونسا گناہ تھا اور اس کے تعین کی ہمیں حاجت بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ○ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ﴾ (الصّٰفّٰت: ٣٧/١٤٠-١٤٢) ''جب وہ فرار ہو کر ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف آیا۔ پس وہ قرعہ اندازی میں شامل ہوا اور ہار گیا۔ آخر مچھلی نے اس کو نگل لیا اور وہ ملامت زدہ تھا۔'' یعنی وہ قابل ملامت فعل کا ارتکاب کرنے والے تھے۔

ظاہری طور پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کا جلدی کرنا' قوم پر غصہ کرنا اور ان کے پاس سے نکل بھاگنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے تھا۔ اور ان کو گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر قدرت نہیں' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو مچھلی کے پیٹ میں محبوس نہیں کر سکتا' یا ان کا خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نکل بھاگیں گے اور مخلوق میں سے کسی کو بھی ایسا گمان پیش آنے سے کچھ مانع نہیں مگر اس طرح کہ اس کو استقرار اور استمرار حاصل نہ ہو...... پس یونس علیہ السلام بھاگ کر کچھ لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے...... اور انہوں نے آپس میں قرعہ اندازی کی کہ ان میں سے کس کو سمندر میں پھینکا جائے کیونکہ انہیں خوف تھا کہ اگر سب کشتی میں رہے تو کشتی ڈوب جائے گی۔ قرعہ یونس علیہ السلام کے نام کا نکلا اور ان کو سمندر میں پھینک دیا گیا۔ ایک بہت بڑی مچھلی ان کو نگل کر سمندر کی گہرائیوں میں لے کر چلی گئی۔ سمندر کی ان تاریکیوں میں حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو پاک ہے میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔''

پس حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ کی کامل الوہیت کا اقرار کیا' اس کی ذات مقدس کو ہر نقص' ہر عیب اور ہر آفت سے منزہ اور پاک قرار دیا اور اپنے ظلم و جرم کا اعتراف کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ○ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ (الصّٰفّٰت: ٣٧/١٤٣'١٤٤) ''اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتا۔''

اسی لئے یہاں فرمایا: ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ﴾ ''ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی۔'' یعنی اس مصیبت سے نجات دی جس میں وہ مبتلا ہو گئے تھے۔ ﴿كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔'' یہ ہر اس مومن کے لئے وعدہ اور بشارت ہے جو کسی مصیبت اور غم میں مبتلا ہو جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے نجات دے گا' اس کے ایمان کے سبب سے اس کی مصیبت کو دور کر دے گا۔ جیسا کہ اس نے حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٨٩﴾

اور (یاد کیجئے) زکریا کو، جب پکارا تھا اس نے اپنے رب کو، اے میرے رب! نہ چھوڑ تو مجھے تنہا اور تو ہی ہے سب سے بہترین وارث ○

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا

پس قبول کی ہم نے (دعا) اس کی، اور عطا کیا ہم نے اسے یحییٰ اور درست کر دیا ہم نے اس کیلئے اسکی بیوی کو' بیشک وہ (انبیاء) تھے

يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۞ ٩٠

جلدی کرتے نیکی کے کاموں میں اور پکارتے تھے ہمیں رغبت کرتے اور خوف کھاتے ہوئے، اور تھے وہ ہمارے لیے عاجزی کرنیوالے ○

یعنی ہمارے بندے اور رسول زکریا علیہ السلام کو اس کی تعریف و تعظیم کے ساتھ اور ان مناقب و فضائل کا ذکر کرتے ہوئے یاد کیجیے۔ ان جملہ فضائل میں یہ عظیم منقبت بھی شامل ہے کہ انہوں نے مخلوق کے ساتھ خیر خواہی کی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہوئی۔ زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا: ﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا﴾ "اے رب! مجھے تنہا نہ چھوڑنا۔" یعنی اللہ تعالیٰ سے کہا: ﴿رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ○ وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِىَ مِنْ وَّرَآءِىْ وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا فَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ○ يَّرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾ (مریم: ۱۹/ ۴۔ ۶) "اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور پڑ گئیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو گیا۔ اے میرے رب! میں تجھ سے دعا مانگ کر کبھی نامراد نہیں رہا۔ مجھے اپنے پیچھے اپنے رشتہ داروں کے بارے میں خوف ہے اور میری بیوی بانجھ ہے تو اپنی عنایت سے مجھے ایک وارث عطا کر جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب! تو اسے ایک پسندیدہ انسان بنا۔"

ان آیات کریمہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا﴾ سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور مخلوق کے ساتھ خیر خواہی کرنے کے لئے کوئی آپ کا قائم مقام نہ ہو گا' نیز یہ کہ حضرت زکریا علیہ السلام اس وقت تنہا تھے کوئی ان کا خلف رشید نہ تھا جو دعوت میں ان کی اعانت کرتا۔

﴿وَاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ یعنی تو باقی رہنے والوں میں سب سے بہتر ہے اور بھلائی میں میرے کسی خلف رشید سے بہتر ہے اور تو اپنے بندوں کے ساتھ مجھ سے زیادہ رحم کرنے والا ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ میرا دل مطمئن اور نفس کو سکون حاصل ہو اور میرے لئے اس کا ثواب جاری رہے۔

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى﴾ "پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا کیا۔" جو ایسا مکرم نبی ہے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس نام کا کوئی شخص نہیں کیا ﴿وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ﴾ "اور ہم نے درست کر دیا اس کے لیے اس کی بیوی کو۔" یعنی حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی بانجھ تھیں اور ان کا رحم بچہ پیدا کرنے کے قابل نہ تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی زکریا علیہ السلام کی خاطر ان کے رحم کو درست کر کے اسے حمل کے قابل بنا دیا۔ نیک ساتھی اور ہم نشین کے فوائد میں سے ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے لئے بابرکت ہوتا ہے۔ پس حضرت یحییٰ علیہ السلام

ماں باپ میں (برکت کے لئے) مشترک ہو گئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تمام انبیاء ومرسلین کا فرداً فرداً ذکر کرنے کے بعد ان سب کو عمومی مدح وثنا سے نوازا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ﴾ یعنی وہ نیکیوں میں سبقت کرتے تھے' اوقات فاضلہ میں نیکیاں کرتے تھے اور ان کی تکمیل اس طریقے سے کرتے تھے جو ان کے لائق اور ان کے لئے مناسب ہو۔ وہ مقدور بھر کسی فضیلت کو نہ چھوڑتے تھے اور فرصت کو غنیمت جانتے تھے۔ ﴿وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا﴾ یعنی ہم سے دنیا وآخرت کے مرغوب امور کا سوال کرتے تھے اور دنیا وآخرت کے ضرر رساں' خوفناک امور سے ہماری پناہ طلب کرتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت رکھتے تھے' وہ غافل اور کھیل کود میں ڈوبے ہوئے تھے نہ اللہ تعالیٰ کے حضور گستاخی اور جرأت کرتے تھے۔ ﴿وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ یعنی ہمارے سامنے خشوع' تذلل اور انکساری کا اظہار کرتے تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنے رب کی کامل معرفت رکھتے تھے۔

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً

اور (یاد کیجئے) اس عورت کو جس نے حفاظت کی تھی اپنی شرمگاہ کی، پس پھونکی ہم نے اس میں اپنی روح، اور بنایا ہم نے اسے اور اسکے بیٹے (عیسیٰ) کو (عظیم) نشانی

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩١﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٩٢﴾

جہان والوں کے لئے ○ بلاشبہ یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں، سو تم میری ہی عبادت کرو ○

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ ع ٦

اور ٹکڑے ٹکڑے کر لیا انہوں نے اپنا کام آپس میں (وہ) سب ہماری ہی طرف لوٹنے والے ہیں ○ پس جو شخص عمل کرے نیک

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾

جبکہ وہ مومن ہو تو نہیں انکار کیا جائے گا اس کی کوشش کا اور بے شک ہم ہیں اس کے لیے لکھنے والے ○

یعنی مریم علیہا السلام کا' ان کی مدح وثنا کے ساتھ' ان کی قدر ومنزلت کا بیان اور ان کے فضل وشرف کا اعلان کرتے ہوئے' ذکر کیجئے! فرمایا: ﴿وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ یعنی جس نے حرام کے قریب جانے سے بلکہ حلال سے بھی اپنی شرمگاہ کو بچائے رکھا۔ پس مریم علیہا السلام نے ہمہ وقت عبادت میں مشغول اور اپنے رب کی خدمت میں مستغرق رہنے کی وجہ سے شادی نہیں کی تھی۔ جب حضرت جبریل علیہ السلام ایک کامل اور خوبصورت مرد کی شکل میں مریم علیہا السلام کے پاس آئے تو آپ کہنے لگیں: ﴿اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا﴾ (مریم: ١٨/١٩) ''میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں' اگر تو اللہ سے ڈرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو ان کے عمل کی جنس ہی سے اس کا بدلہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر باپ کے ایک بیٹے سے نوازا۔ جبریل علیہ السلام نے پھونک ماری تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مریم علیہا السلام کو حمل ٹھہر گیا

﴿وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور کر دیا ہم نے اس کو اور اس کے بیٹے کو نشانی جہانوں کے لیے۔'' کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام کو بغیر کسی مرد کے چھوئے حمل ٹھہرا اور پھر بیٹے کو جنم دیا اور اس بیٹے نے گہوارے میں کلام کیا اور بہتان طراز آپ پر جو تہمت لگاتے تھے اس سے مریم علیہا السلام کی براءت کا اعلان کیا اور اسی حالت میں انہوں نے اپنے بارے میں آگاہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر معجزات ظاہر فرمائے جو کہ سب کو معلوم ہیں۔

حضرت مریم اور ان کا فرزند ارجمند علیہ السلام تمام جہانوں کے لئے ایک نشانی بن گئے لوگ نسل در نسل اس واقعے کو بیان کرتے اور اس سے عبرت حاصل کرتے چلے آرہے ہیں۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا تو لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ یہ تمام انبیاء و مرسلین جن کا ذکر گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے وہ تمہاری امت اور تمہارے امام ہیں جن کی راہنمائی میں تم ان کے طریقے کی پیروی کرتے ہو۔ ان سب کا دین ایک سب کا راستہ ایک اور سب کا رب ایک ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَّاَنَا رَبُّكُمْ﴾ میں تمہارا رب ہوں جس نے تمہیں پیدا کیا اور دین و دنیا میں اپنی نعمت کے ذریعے سے تمہاری پرورش کی۔

جب تمہارا رب ایک تمہارا نبی ایک اور تمہارا دین ایک یعنی عبادت کی تمام انواع کے ذریعے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا...... تو تمہارا وظیفہ اور تم پر فرض ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اس لئے فرمایا: ﴿فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''پس تم میری ہی عبادت کرو۔'' پس حرف ''فاء'' کے ذریعے سے اس جملے کو گزشتہ مضمون کے ساتھ اس طرح مرتب کیا جس طرح مسبب سبب پر مترتب ہوتا ہے۔

مناسب یہی تھا کہ اس امر پر سب کا اتفاق اور اجتماع ہوتا اور اس میں تفرق اور تشتت نہ ہوتا مگر ظلم اور زیادتی سے افتراق اور تشتت پیدا ہو کر ہی رہا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ﴾ یعنی انبیائے کرام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والے فرقوں میں تقسیم اور تشتت کا شکار ہو گئے۔ ان میں ہر فرقہ دعویٰ کرتا تھا کہ حق اس کے ساتھ ہے اور دوسرا فرقہ باطل پر ہے۔ ﴿كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ (الروم: ٣٢/٣٠) ''ہر ایک گروہ ان باتوں پر جو ان کے پاس ہیں خوش ہے'' اور یہ بات معلوم ہے کہ ان میں سے راہ صواب پر صرف وہی ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی اتباع کرتے ہوئے دین قویم اور صراط مستقیم پر گامزن ہے...... اور یہ حقیقت اس وقت ظاہر ہو گی جب پردہ ہٹ جائے گا اور اصلیت سامنے آجائے گی اور اللہ تعالیٰ فیصلوں کے لیے تمام لوگوں کو اکٹھا کرے گا تب اس وقت صاف نظر آئے گا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون اس لئے فرمایا: ﴿كُلٌّ﴾ تمام فرقوں میں سے ہر فرقہ ﴿اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ﴾ ہماری ہی طرف لوٹے گا اور ہم اسے پوری پوری جزا دیں گے۔

پھر منطوق اور مفہوم کے اسلوب میں اس جزا کی تفصیل بیان کی فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ﴾ یعنی

ایسے عمل کیے جن کو انبیائے کرام نے مشروع کیا اور کتب الٰہیہ نے ان کی ترغیب دی۔ ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ یعنی وہ اللہ تعالیٰ اس کے رسولوں اور ان کی لائی ہوئی کتابوں پر ایمان رکھتا ہو۔ ﴿فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ﴾ یعنی ہم اس کی کوششوں کو ضائع کریں گے نہ باطل کریں گے بلکہ اس کو کئی گنا بڑھا کر اجر عطا کریں گے۔ ﴿وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ﴾ یعنی ہم اس کی کوشش کو لوح محفوظ اور ان صحیفوں میں لکھنے والے ہیں جو کراماً کاتبین کے پاس ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کوئی نیک کام کرے اور وہ مومن نہ ہو تو وہ ثواب آخرت سے محروم اور اپنے دین و دنیا میں خائب و خاسر ہوگا۔

وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٩٥﴾

اور لازم ہے اوپر اس بستی (والوں) کے کہ ہلاک کیا ہم نے اسے، بے شک وہ نہیں واپس لوٹیں گے ○

یعنی ان بستیوں کا، جنہیں عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر ڈالا گیا، اپنی کوتاہیوں کی تلافی کی خاطر اس دنیا میں واپس لوٹنا ممکن نہیں، پس ان کے لئے واپس لوٹنے کا کوئی راستہ نہیں جنہیں عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر ڈالا گیا۔ اس لئے مخاطبین کو ان اعمال پر جمے رہنے سے ڈرنا چاہیے جو ہلاکت کا باعث بنتے ہیں..... مبادا کہ یہ اعمال انہیں ہلاکت میں ڈال دیں اور اس وقت اس ہلاکت سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔ اس لیے تلافی اور استدراک کے وقت اس قسم کے کاموں سے باز آ جانا چاہیے۔

حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ

یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج اور ماجوج اور وہ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے ہوں گے ○ اور قریب آ پہنچے گا

الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا ط يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا

وعدہ سچا (قیامت کا)، پس ناگہاں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی آنکھیں ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا (اور وہ کہیں گے) ہائے ہماری کم بختی! تحقیق تھے ہم

فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٩٧﴾

غفلت میں اس (قیامت) سے، بلکہ تھے ہم ہی ظالم ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے لئے تحذیر ہے کہ وہ اپنے کفر اور معاصی پر جمے نہ رہیں۔ یاجوج و ماجوج کے کھلنے کا وقت قریب ہے اور یاجوج و ماجوج بنی آدم کے دو قبیلوں کا نام ہے۔ جب ذوالقرنین سے ان کے فساد فی الارض کا شکوہ کیا گیا تو اس نے درے کو دیوار کے ذریعے بند کر کے ان کا راستہ مسدود کر دیا۔ آخری زمانے میں یہ درہ کھل جائے گا اور وہ اس طرح لوگوں کی طرف نکلیں گے جیسے اللہ نے یہاں ذکر فرمایا ہے کہ وہ نہایت تیزی سے ہر ٹیلے سے نیچے اترتے نظر آئیں گے۔ یہ آیت کریمہ ان کی کثرت اور نہایت تیزی کے ساتھ ان کے زمین میں پھیل جانے پر دلالت کرتی ہے۔ ان کی نقل و حرکت میں سرعت، یا تو اس وجہ سے ہوگی کہ وہ جسمانی اعتبار سے

نہایت پھرتیلے اور سریع الحرکت ہوں گے یا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ ان اسباب کی وجہ سے، جو دور کی مسافتوں کو قریب اور آسان کر دیں گے۔ وہ لوگوں پر قہر بن کر ٹوٹیں گے اور اس دنیا میں ان پر غالب آ جائیں گے نیز یہ کہ کسی کے اندر ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

﴿وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ﴾ "اور قریب آ لگے گا برحق وعدہ۔" یعنی قیامت کا دن، جس کے آنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے اور اس کا وعدہ سچا اور برحق ہے۔ پس اس روز گھبراہٹ، خوف اور دہلا دینے والے زلزلوں سے کفار کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی کیونکہ انہیں اپنے جرائم اور گناہوں کا علم ہوگا۔ وہ موت کو پکاریں گے اور اپنی کوتاہیوں پر ندامت اور حسرت کا اظہار کریں گے، کہیں گے: ﴿قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ "ہم اس عظیم دن سے غافل تھے" پس دنیا کے لہو و لعب میں مستغرق رہے حتیٰ کہ فرشتہ اجل آ گیا اور ہم قیامت کی گھاٹی میں اتر گئے۔ اگر کوئی حسرت و ندامت کی وجہ سے مر سکتا تو وہ ضرور مرتے۔ وہ کہیں گے ﴿بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ "بلکہ ہم ہی ظالم تھے۔" وہ اپنے ظلم اور اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے عدل کا اعتراف کریں گے۔ اس وقت حکم دیا جائے گا کہ انہیں اور ان کے ان معبودوں کو جہنم میں جھونک دو جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اس لئے فرمایا:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾

بلاشبہ تم اور وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے سوائے اللہ کے، ایندھن ہو گے جہنم کا تم اس میں وارد ہونے والے ہو ○

لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا

اگر ہوتے یہ (واقعی) معبود تو نہ وارد ہوتے اس جہنم میں، اور وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ ان کے لئے اس میں

زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ

چیخنا چلانا ہوگا اور وہ اس میں (کچھ) نہ سنیں گے ○ بے شک وہ لوگ کہ پہلے سے ٹھہر چکی ہے ان کیلئے ہماری طرف سے نیکی، وہ لوگ

عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ

اس سے دور رکھے جائیں گے ○ نہیں سنیں گے وہ آہٹ تک اس کی، اور وہ ان (نعمتوں) میں کہ جنہیں چاہیں گے نفس ان کے

خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ

ہمیشہ رہیں گے ○ نہیں غمگین کرے گی انہیں گھبراہٹ بڑی اور ملیں گے ان کو فرشتے (یہ کہتے ہوئے کہ)

هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

یہ ہے تمہارا دن وہ جو تھے تم (اس کا) وعدہ دیئے جاتے ○

یعنی اے وہ لوگو! جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی عبادت کرتے ہو ﴿حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ تم سب جہنم کا ایندھن ہو ﴿اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ﴾ تمہیں اور تمہارے بتوں کو جہنم میں جھونکا جائے گا۔

بتوں کو جہنم میں جھونکنے میں حکمت یہ ہے...... حالانکہ یہ پتھر ہیں' عقل وشعور نہیں رکھتے اور ان کا کوئی گناہ بھی نہیں...... کہ ان کا کذب وافترا واضح ہو جائے جنہوں نے ان بتوں کو معبود بنا رکھا تھا اور تاکہ ان کے عذاب میں اضافہ ہو۔

اس لئے فرمایا: ﴿لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا﴾ ''اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو جہنم میں کبھی داخل نہ ہوتے۔'' یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مقدس کی مانند ہے۔ ﴿لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ﴾ (النحل:٣٩/١٦) ''تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اس حقیقت کو واضح کر دے جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں' اور تاکہ کفار جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔'' اور عابد و معبود سب ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے' اس سے کبھی باہر نہیں نکلیں گے اور نہ جہنم سے کسی اور جگہ منتقل ہوں گے۔

﴿لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ﴾ ''وہ جہنم میں پھنکاریں گے'' شدت عذاب کی وجہ سے ﴿وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ وہ بہرے' گونگے اور اندھے ہوں گے یا جہنم کے سخت بھڑکنے' اس کے غیظ و غضب اور اس کی پھنکار کے باعث' جہنم کی آواز کے سوا کوئی اور آواز نہیں سن سکیں گے۔

اور مشرکین کے معبودوں کا جہنم میں داخل ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ پتھر کے بت ہیں یا صرف اس شخص کو اپنی عبادت کرنے والوں کے ساتھ جہنم میں جھونکا جائے گا جو اپنی عبادت کئے جانے پر راضی تھا۔ رہے حضرت مسیح' حضرت عزیر علیہ السلام' فرشتے اور اولیاء کرام جن کی عبادت کی جاتی ہے تو ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے تحت آتے ہیں۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى﴾ ''اور وہ لوگ کہ سبقت کر گئی ان کے لیے ہماری طرف سے بھلائی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کے لئے پہلے ہی سے لوح محفوظ میں سعادت لکھ دی گئی اور دنیا میں نیک اعمال ان کے لئے آسان کر دیئے گئے ہیں۔ ﴿اُولٰٓئِكَ عَنْهَا﴾ ''یہ لوگ اس سے۔'' یعنی جہنم سے ﴿مُبْعَدُوْنَ﴾ ''دور رکھے جائیں گے۔'' پس وہ جہنم میں داخل ہوں گے نہ جہنم کے قریب جائیں گے بلکہ وہ اس سے انتہائی حد تک دور رہیں گے حتیٰ کہ اس کی آواز تک نہیں سنیں گے اور نہ اس کا نظارہ کر سکیں گے۔

﴿وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ﴾ یعنی وہ اپنے من چاہے ماکولات' مشروبات' بیویوں اور دلکش مناظر میں ہمیشہ رہیں گے' جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل میں ان کے طائر خیال کا گزر ہوا ہے۔ یہ نعمتیں ان کے لئے ہمیشہ رہیں گی' ان کا حسن سالہا سال گزرنے پر بھی روز افزوں ہی رہے گا۔

﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ﴾ ''نہیں غم میں ڈالے گی انہیں بڑی گھبراہٹ۔'' یعنی جب لوگ بہت زیادہ گھبراہٹ میں ہوں گے تو انہیں کسی قسم کا قلق نہ ہوگا اور یہ قیامت کے روز ہوگا۔ جب جہنم کو قریب لایا جائے گا جہنم کفار اور نافرمان لوگوں پر سخت غضبناک ہوگی' اس بنا پر لوگ سخت گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے۔ مگر انہیں کوئی غم نہ ہو

گا کیونکہ انہیں علم ہوگا کہ وہ اللہ کے پاس کیا لے کر حاضر ہوئے ہیں' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس چیز سے مامون کر دیا ہے جس سے وہ ڈرتے تھے۔

﴿وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ﴾ ''اور ہاتھوں ہاتھ لیں گے ان کو فرشتے۔'' جب فرشتے ان کو ان کی قبروں سے اٹھائیں گے اور وہ نیک لوگوں کے پاس ان کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے وفد کی صورت میں آئیں گے اور ان کو مبارک دیتے ہوئے کہیں گے: ﴿هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ''یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔'' لہٰذا تمہیں مبارک ہو وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا ہے..... تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عزت و تکریم تمہاری منتظر ہے اس پر تمہیں بہت زیادہ خوش ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں خوفناک اور ناپسندیدہ حالات سے تمہیں محفوظ و مامون رکھا ہے اس پر تمہیں بے پایاں فرحت اور سرور ہونا چاہئے۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ

(یاد کیجئے) جس دن لپیٹیں گے ہم آسمان کو مانند لپیٹنے کاغذ کے جو لکھا ہوا ہو جس طرح پہلے پہل کی تھی ہم نے پہلی (مرتبہ) پیدائش

نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝١٠٤ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ

(اسی طرح) ہم لوٹا ئیں گے اسکو، وعدہ ہے ہمارے ذمے، بلاشبہ ہم ہیں کرنے والے ○ اور البتہ تحقیق لکھی ہے ہم نے زبور میں

مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝١٠٥

بعد نصیحت کے (یہ بات کہ) بے شک زمین، وارث ہوں گے اس کے میرے بندے نیک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ قیامت کے روز آسمانوں کو' ان کی عظمت اور وسعت کے باوجود' لپیٹ دے گا' جس طرح کاتب ورق کو لپیٹتا ہے یہاں (السجل) سے مراد ورق ہے جس کے اندر کچھ تحریر کیا گیا ہو۔ پس آسمان کے تمام ستارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے۔ سورج اور چاند اپنی روشنی سے محروم ہو کر اپنی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔ ﴿كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ﴾ ہم مخلوق کو دوبارہ اسی طرح پیدا کریں گے جس طرح ہم نے ان کو ابتدا میں پیدا کیا تھا۔ پس جس طرح ہم نے ان کو اس وقت پیدا کیا جب وہ کچھ بھی نہ تھے' اسی طرح ہم ان کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کریں گے۔

﴿وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ یعنی جو ہم نے وعدہ کیا ہے اس کو پورا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرنے کی پوری پوری قدرت رکھتا ہے اور کوئی چیز اس کے لئے ناممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ﴾ ''اور ہم نے لکھا زبور میں۔'' اور وہ ہے لکھی ہوئی کتاب اور اس سے مراد ہے کتب الٰہیہ' مثلاً تورات وغیرہ ﴿مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ﴾ ''ذکر (میں لکھنے) کے بعد۔'' یعنی ہم نے کتاب سابق لوح محفوظ یعنی ام الکتاب میں لکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتابوں میں لکھ دیا۔ تمام تقدیریں ام الکتاب کے موافق واقع ہوتی ہیں

اور اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ﴿اَنَّ الْاَرْضَ﴾ ''بلاشبہ زمین'' یعنی جنت کی زمین ﴿یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ ''اس کے وارث ہوں گے میرے نیک بندے۔'' جو مامورات کو قائم اور منہیات سے اجتناب کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جنت کا وارث بنائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا قول نقل فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ﴾ (الزمر: ٣٩/٧٤) ''ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنی جگہ بنا سکتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ زمین سے مراد زمین کی خلافت ہو۔ اللہ تعالیٰ صالحین کو زمین میں اقتدار عطا کرے گا اور ان کو زمین کا والی بنائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (النور: ٢٤/٥٥) ''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے' جو ایمان لائیں گے اور نیک کام کریں گے کہ وہ ان کو اسی طرح زمین کی خلافت عطا کرے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی تھی۔''

اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ﴿١٠٦﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿١٠٧﴾

بلاشبہ اس (وعظ و نصیحت) میں البتہ کفایت ہے ان لوگوں کیلئے جو عبادت کرنیوالے ہیں ○ اور نہیں بھیجا ہم نے آپکو مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کیلئے ○

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٨﴾

آپ کہہ دیجئے! یقیناً وحی کی جاتی ہے میری طرف (یہ بات کہ) بلاشبہ تمہارا معبود، معبود ایک ہی ہے، پس کیا تم اسکی فرماں برداری کرنیوالے ہو؟ ○

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰی سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ

پس اگر وہ منہ موڑ لیں (اس سے) تو کہہ دیجئے! خبردار کر دیا ہے میں نے تمہیں اوپر برابری کے اور نہیں جانتا میں کہ آیا قریب ہے یا بعید

مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٩﴾ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿١١٠﴾ وَاِنْ

وہ جو تم وعدہ دیے جاتے ہو؟ ○ بیشک اللہ جانتا ہے پکار کر کہی ہوئی بات کو اور وہ جانتا ہے (اسے بھی) جو تم چھپاتے ہو ○ اور نہیں

اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ﴿١١١﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ

جانتا میں شاید کہ وہ آزمائش ہو تمہارے لئے اور فائدہ اٹھانا ایک وقت (معین) تک ○ اس (رسول) نے کہا، اے میرے رب! فیصلہ فرما تو ساتھ حق کے،

وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴿١١٢﴾

اور ہمارا رب نہایت مہربان ہے، وہ جس سے مدد طلب کی جاتی ہے اوپر ان باتوں کے جو تم بیان کرتے ہو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب عزیز' قرآن کریم کی ستائش کرتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ قرآن کریم میں ہر چیز سے مکمل کفایت ہے اور اس سے مستغنی نہیں رہا جا سکتا' چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ﴾

’’بے شک اس میں البتہ کفایت ہے عبادت گزار لوگوں کے لیے۔‘‘ یعنی وہ اپنے رب اور اس کے عزت و تکریم کے گھر تک پہنچنے کے لئے قرآن عزیز پر اکتفاء کرتے ہیں۔ پس یہ گراں قدر کتاب ان کو جلیل ترین مقاصد اور افضل ترین مرغوبات تک پہنچاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کے لئے‘ جو سب سے زیادہ فضل و شرف کے حامل ہیں‘ اس سے آگے اور کوئی منزل نہیں کیونکہ قرآن ان کے رب کی‘ اس کے اسماء و صفات اور افعال کے ذریعے سے‘ معرفت کے لیے کفیل ہے اور غیب کی خبریں بیان کرنے اور حقائق ایمان اور شواہد ایقان کی دعوت کا بھی کفیل ہے‘ قرآن ہی تمام مامورات اور تمام منہیات کو بیان کرتا ہے‘ یہ قرآن ہی ہے جو نفس و عمل کے عیوب اور دین کے دقیق و جلیل معاملات میں ان راستوں کی نشاندہی کرتا ہے جن پر اہل ایمان کو گامزن رہنا چاہیے اور یہ قرآن ہی ہے جو شیطان کے راستوں پر چلنے سے بچاتا ہے اور انسان کے عقائد و اعمال میں اس کی مداخلت کے دروازوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ جسے قرآن غنی نہیں کرتا‘ اللہ تعالیٰ اس کو غنی نہ کرے اور جس کے لئے قرآن کافی نہیں‘ اللہ اس کو کفایت نہ کرے۔

پھر اپنے رسول (ﷺ) کی‘ جو قرآن لے کر آئے‘ مدح بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ پس آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے اس کی رحمت کا تحفہ ہیں۔ پس اہل ایمان نے اس رحمت کو قبول کیا‘ اس کی قدر کی اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا اور جو آپ پر ایمان نہ لائے انہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا اور اس کی اس رحمت اور نعمت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

﴿قُلْ﴾ اے محمد ﷺ کہہ دیجئے! ﴿اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ’’میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔‘‘ جس کے سوا کوئی ہستی عبادت کی مستحق نہیں‘ اس لئے فرمایا ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ یعنی کیا تم اس کی عبودیت کو اختیار اور اس کی الوہیت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہو؟...... اگر وہ ایسا کریں تو انہیں اپنے رب کی ستائش کرنی چاہیے کہ اس نے ان کو اس نعمت سے سرفراز کیا‘ جو تمام نعمتوں پر فوقیت رکھتی ہے۔

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ اگر وہ اپنے رب کی عبودیت سے منہ موڑ لیں تو ان کو گزری ہوئی قوموں پر نازل ہونے والے عذاب اور سزا سے ڈراؤ! ﴿فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ﴾ یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں تمہیں آگاہ کر دیا ہے ﴿عَلٰى سَوَآءٍ﴾ ’’برابری پر۔‘‘ یعنی میں اور تم اس حقیقت کو برابر طور پر جانتے ہیں‘ اس لئے جب تم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا برسے تو یہ نہ کہنا ﴿مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ﴾ (المائدۃ: ١٩/٥) ’’ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا آیا ہے نہ کوئی ڈرانے والا۔‘‘ بلکہ ہم اس حقیقت سے برابر طور پر آگاہ ہیں کیونکہ میں تم کو ڈرا چکا ہوں اور تمہیں کفر کے انجام کے بارے میں آگاہ کر چکا ہوں اور میں نے تم سے کچھ بھی نہیں چھپایا۔

﴿وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ﴾ یعنی جس عذاب کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے (میں نہیں جانتا کہ وہ عذاب قریب آن لگا ہے یا دور ہے) کیونکہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔

﴿وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ یعنی......شاید اس عذاب میں تاخیر جس کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو، تمہارے لئے بہت بری ہے اور اگر تم ایک وقت مقرر تک اس دنیا سے متمتع ہوتے ہو تو یہ تمہارے لئے بہت بڑے عذاب کا باعث ہوگا۔

﴿قُلْ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ﴾ ''کہا، اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ کردے'' یعنی ہمارے اور کافروں کی قوم کے درمیان۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور اس دنیا میں ان کے درمیان فیصلہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر وغیرہ میں ان کافروں کو سزا دے دی۔ ﴿وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ یعنی تم جو باتیں بناتے ہوں ان کے مقابلے میں ہم اپنے رب رحمٰن ہی سے سوال کرتے ہیں اور اسی سے مدد کے طلب گار ہیں، ہم عنقریب تم پر غالب آئیں گے اور عنقریب تمہارا دین ختم ہو جائے گا۔ پس اس بارے میں ہم کسی خود پسندی میں مبتلا ہیں نہ ہم اپنی قوت و اختیار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ہم تو رب رحمٰن سے مدد مانگتے ہیں جس کے قبضۂ قدرت میں تمام مخلوق کی پیشانی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہم نے رب رحمٰن سے جس امر کے بارے میں استعانت طلب کی ہے، وہ اپنی رحمت سے ضرور اس کو پورا کرے گا...... اور اس نے ایسا کیا۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْد.

تفسیر سورۃ الحج

سُوْرَةُ الْحَجِّ (۲۲) مَدَنِيَّةٌ (۱۰۳) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۷۸ رُكُوْعَاتُهَا ۱۰

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا

اے لوگو! ڈرو تم اپنے رب سے، بیشک زلزلہ قیامت کا ایک چیز ہے بہت بڑی ○ جس دن تم دیکھو گے اسے،

تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى

غافل ہو جائے گی ہر دودھ پلانے والی اس سے جسے اس نے دودھ پلایا تھا، اور ڈال دے گی ہر حمل والی اپنا حمل، اور دیکھیں گے آپ

النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ②

لوگوں کو نشے میں (مدہوش) حالانکہ نہیں ہوں گے وہ نشے میں لیکن عذاب اللہ کا شدید ہوگا○

اللہ تبارک و تعالیٰ تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ وہ اپنے رب سے ڈریں جس نے ظاہری اور باطنی نعمتوں کے ذریعے سے ان کی پرورش کی، اس لئے ان کے لائق یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، شرک، فسق اور

نافرمانی کو ترک کر دیں اور جہاں تک استطاعت ہو اس کے احکام پر عمل کریں' پھر ان امور کا ذکر فرمایا جو تقویٰ اختیار کرنے میں ان کی مدد کرتے ہیں اور ان لوگوں کو ڈراتے ہیں جو تقویٰ کو ترک کر دیتے ہیں اور وہ ہے قیامت کی ہولناکیوں کی خبر دینا' چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ﴾ "بے شک قیامت کا بھونچال' بہت بڑی چیز ہے۔" کوئی اس کا اندازہ کر سکتا ہے نہ اس کی کنہ کو پہنچ سکتا ہے۔

جب قیامت واقع ہوگی تو زمین کو نہایت شدت سے ہلا دیا جائے گا' زمین میں زلزلہ آ جائے گا' پہاڑ پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور بھربھری ریت کے ٹیلوں کی شکل اختیار کر لیں گے' پھر غبار بن کر اڑ جائیں گے' پھر لوگ تین اقسام میں منقسم ہو جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائے گا' سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے' ستارے بکھر جائیں گے' ایسے خوفناک زلزلے آئیں گے کہ خوف کے مارے دل پھٹ جائیں گے' خوف سے بچے بھی بوڑھے ہو جائیں گے اور بڑی بڑی سخت چٹانیں پگھل جائیں گی۔

اس لئے فرمایا: ﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ﴾ "جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی۔" حالانکہ دودھ پلانے والی ماں کی جبلت میں اپنے بچے کی محبت رچی بسی ہوتی ہے' خاص طور پر اس حال میں جبکہ بچہ ماں کے بغیر زندہ نہ رہ سکتا ہو۔ ﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا﴾ یعنی شدت ہول اور سخت گھبراہٹ کے عالم میں ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی۔ ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكْرَىٰ وَمَا هُم بِسُكْرَىٰ﴾ یعنی اے دیکھنے والو! تم سمجھو گے کہ لوگ شراب کے نشہ میں مدہوش ہیں' حالانکہ وہ شراب نوشی کی وجہ سے مدہوش نہ ہوں گے ﴿وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ﴾ "بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا" جس کی وجہ سے عقل ماری جائے گی' دل خالی ہو کر گھبراہٹ اور خوف سے لبریز ہو جائیں گے' دل اچھل کر حلق میں اٹک جائیں گے اور آنکھیں خوف سے کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ اس روز کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے بدلہ دینے والا ہوگا۔ ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ○ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ○ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ○ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾ (عبس: ۸۰/ ۳۴-۳۷) "اس روز بھائی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا' اپنی ماں اور باپ سے' اپنی بیوی اور بیٹوں سے' اس روز ہر شخص ایک فکر میں مبتلا ہوگا جو اس کو دوسروں کے بارے میں بے پروا کر دے گی۔" وہاں ﴿يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ○ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا﴾ (الفرقان: ۲۵/ ۲۷-۲۸) "ظالم مارے پشیمانی اور حسرت کے اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور پکار اٹھے گا' اے کاش میں نے رسول کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے میری کم بختی! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔" اس وقت کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے اور کچھ چہرے روشن ہوں گے۔ ترازوئیں نصب کر دی جائیں گی جن میں ذرہ بھر نیکی اور بدی کا بھی وزن کیا جا

سکے گا۔ اعمال نامے پھیلا دیئے جائیں گے اور ان کے اندر درج کیے ہوئے تمام اعمال' اقوال اور نیتیں' خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے' سامنے ہوں گے اور جہنم کے اوپر پل صراط کو نصب کر دیا جائے گا۔ جنت اہل تقویٰ کے قریب کر دی جائے گی اور جہنم کو گمراہ لوگوں کے سامنے کر دیا جائے گا ﴿ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ○ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴾ (الفرقان: ٢٥/ ١٢-١٣) ''جب وہ جہنم کو دور سے دیکھیں گے تو اس کی غضبناک آواز اور اس کی پھنکار سنیں گے اور جب ان کو جکڑ کر جہنم کی کسی تنگ جگہ میں پھینک دیا جائے گا تو وہاں اپنی موت کو پکارنے لگیں گے'' ان سے کہا جائے گا ﴿ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴾ (الفرقان: ٢٥/ ١٤) ''آج ایک موت کو نہیں بہت سی موتوں کا پکارو۔'' اور جب وہ اپنے رب کو پکاریں گے کہ وہ ان کو وہاں سے نکالے تو رب تعالیٰ فرمائے گا۔ ﴿ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴾ (المؤمنون: ٢٣/ ١٠٨) ''دفع ہو جاؤ میرے سامنے سے پڑے رہو جہنم میں اور میرے ساتھ کلام نہ کرو'' رب رحیم کا غضب ان پر بھڑک اٹھے گا اور وہ ان کو دردناک عذاب میں ڈال دے گا' وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور وہ اپنے تمام اعمال کو موجود پائیں گے اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی مفقود نہیں ہوگا۔

یہ تو ہوگا کفار کا حال اور متقین کو جنت کے باغات میں خوش آمدید کہا جائے گا۔ وہ انواع و اقسام کی لذتوں سے لطف اندوز ہوں گے' جہاں جی چاہے گا وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ پس عقل مند شخص' جو جانتا ہے کہ یہ سب کچھ پیش آنے والا ہے تو اس کے لائق یہی ہے کہ وہ اس کے لئے تیاری کر رکھے' مہلت اسے غفلت میں مبتلا نہ کر دے کہ وہ عمل کو چھوڑ بیٹھے۔ تقویٰ الٰہی اس کا شعار' خوف الٰہی اس کا سرمایہ اور اللہ کی محبت اور اس کا ذکر اس کے اعمال کی روح ہو۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۙ﴿٣﴾

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ کی بابت بغیر علم کے، اور اتباع کرتے ہیں وہ ہر شیطان سرکش کا ○

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿٤﴾

لکھ دیا گیا ہے اسکی بابت کہ بیشک جو کوئی دوستی کریگا اس سے تو بیشک وہ گمراہ کر دیگا اسکو، اور راہنمائی کریگا اسکی طرف عذاب جہنم کی ○

یعنی لوگوں میں ایک گروہ ایسا ہے جو گمراہی کے راستے پر گامزن ہے' وہ باطل دلائل کے ساتھ حق سے جھگڑتے ہیں' وہ باطل کو حق اور حق کو باطل ثابت کرنا چاہتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ جہالت کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں' ان کے پاس کچھ بھی علم نہیں۔ ان کے علم کی انتہا یہ ہے کہ وہ ائمہ ضلال اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ عناد رکھتا ہے' ان کے خلاف سرکشی کرتا ہے۔ وہ اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت

کر کے ائمہ ضلال میں شامل ہو جاتا ہے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔

﴿كُتِبَ عَلَيْهِ﴾ "لکھ دیا گیا ہے اس پر۔" یعنی اس سرکش شیطان کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے ﴿أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ﴾ کہ جو اس کی پیروی کرے گا ﴿فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ﴾ وہ اسے حق سے دور اور راہ راست سے بھٹکا دے گا ﴿وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ﴾ اور اسے جہنم کا راستہ دکھائے گا اور یہ یقیناً ابلیس کا نائب ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ (فاطر: ۶/۳۵) "وہ اپنے پیروکاروں کو صرف اس لئے اپنی راہ پر بلا رہا ہے تاکہ وہ بھی جہنمیوں میں شامل ہو جائیں۔" یہی وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتا ہے' خود اپنے آپ کو بھی گمراہ کرتا ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرنے کے درپے ہوتا ہے اور یہی وہ شخص ہے جو ہر سرکش شیطان کا مقلد ہے...... اندھیرے ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ اس گروہ میں اہل کفر اور اہل بدعت کی اکثریت شامل ہے کیونکہ ان کی اکثریت مقلدین پر مشتمل ہے جو بغیر علم کے جھگڑتی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ

اے لوگو! اگر ہو تم شک میں دوبارہ جی اٹھنے سے تو بلاشبہ ہم ہی نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے، پھر

مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ

نطفے سے پھر جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو واضح شکل و صورت والا اور غیر واضح (ادھوری) شکل و صورت والا ہے تاکہ ہم بیان کریں

لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا

تمہارے لئے اور ہم ٹھہراتے ہیں رحموں میں' جس (نطفے) کو ہم چاہتے ہیں ایک وقت مقرر تک پھر نکالتے ہیں ہم تمہیں (مکمل) بچہ (بنا کر)

ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ

پھر (عمر دیتے ہیں) تاکہ تم پہنچو اپنی جوانی کو، اور بعض تم میں سے ہیں جو فوت کیے جاتے ہیں اور بعض تم میں سے ہیں جو لوٹائے جاتے ہیں طرف ناکارہ

الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً

عمر کی تاکہ نہ جانے وہ بعد جاننے کے کچھ بھی اور دیکھتے ہیں آپ زمین کو خشک (مردہ و بے آباد)

فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ⑤

پھر جب اتارتے ہیں ہم اس پر پانی (بارش) تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور وہ اگاتی ہے ہر قسم کی خوش نما چیزیں ○

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

یہ بسبب اسکے ہے کہ بیشک اللہ ہی حق ہے، اور (یہ کہ) بلاشبہ وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو، اور یہ کہ بیشک وہی اوپر ہر چیز کے

قَدِيرٌ ⑥ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ⑦

خوب قادر ہے ○ اور یہ کہ بلاشبہ قیامت آنیوالی ہے، نہیں کوئی شک اسمیں، اور یہ کہ بیشک اللہ دوبارہ اٹھائیگا انکو جو قبروں میں ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِن كُنتُمْ فِى رَيْبٍ مِّنَ ٱلْبَعْثِ ﴾ یعنی اگر تم کسی شک وشبہ میں مبتلا ہو اور قیامت کے وقوع کے بارے میں تمہیں کوئی علم نہیں جب کہ تم پر لازم ہے کہ تم اس بارے میں اپنے رب اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرو لیکن اگر تم شک کیے بغیر نہ رہ سکو تو تمہارے سامنے یہ دو عقلی دلائل ہیں جن میں سے ہر ایک کا تم مشاہدہ کرتے ہو۔ جس بارے میں تم شک کرتے ہو اس پر قطعی دلالت کرتے ہیں اور تمہارے دلوں میں شک کو زائل کرتے ہیں:

پہلی دلیل: انسان کی تخلیق کی ابتداء سے استدلال ہے' یعنی وہ ہستی جس نے ابتداء میں اس کو پیدا کیا ہے وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گی' چنانچہ فرمایا: ﴿ فَإِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن تُرَابٍ ﴾ ''ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔'' اور یہ اس طرح کہ اس نے ابوالبشر آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا ﴿ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ﴾ یعنی منی سے پیدا کیا۔ یہ انسان کی تخلیق کا اولین مرحلہ ہے ﴿ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ﴾ ''پھر گاڑھے خون سے۔'' یعنی پھر یہ نطفہ اللہ کے حکم سے سرخ خون میں بدل جاتا ہے۔ ﴿ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ ﴾ ''پھر لوتھڑے سے۔'' یعنی پھر وہ گاڑھا خون لوتھڑے یعنی بوٹی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور یہ بوٹی کبھی تو ﴿ مُّخَلَّقَةٍ ﴾ اس سے آدمی کی تصویر بن جاتی ہے۔ ﴿ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ ﴾ ''اور بے تصویر'' یعنی کبھی اس کی تخلیق سے قبل ہی رحم سے اس کا اسقاط ہو جاتا ہے۔ ﴿ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ﴾ ''تا کہ ہم تمہارے سامنے تمہاری اصل تخلیق کو واضح کریں'' حالانکہ اللہ تعالیٰ ایک لحہ میں اس کی تخلیق کی تکمیل کر سکتا ہے مگر وہ ہمارے سامنے اپنی کامل حکمت' عظیم قدرت اور بے پایاں رحمت کا اظہار کرتا ہے۔

﴿ وَنُقِرُّ فِى ٱلْأَرْحَامِ مَا نَشَآءُ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ یعنی اگر اسقاط نہ ہو تو اسے جب تک ہم چاہتے ہیں رحم میں باقی رکھتے ہیں' یعنی مدت حمل تک ﴿ ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ ﴾ پھر ہم تمہیں تمہاری ماؤں کے رحموں سے باہر نکال لاتے ہیں ﴿ طِفْلًا ﴾ ''بچے کی صورت میں'' اس وقت تمہیں کسی بات کا علم ہوتا ہے نہ کسی چیز کی قدرت اور تمہاری ماؤں کو تمہارے لئے مسخر کر دیتے اور اس کی چھاتی میں سے تمہارے لئے رزق جاری کر دیتے ہیں پھر تم ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوتے ہو حتیٰ کہ تم اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ جاتے ہو اور یہ مکمل قوت اور عقل کی عمر ہے۔

﴿ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ ﴾ اور تم میں کچھ بلوغت کی عمر کو پہنچنے سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں اور کچھ اس سے آگے گزر کر رذیل ترین یعنی خسیس ترین عمر کو پہنچ جاتا ہے اور یہ وہ عمر ہے جب انسان نہایت کمزور ہو جاتا ہے' قویٰ فاسد ہو جاتے ہیں' عقل بھی اسی طرح مضحمل ہو کر زائل ہو جاتی ہے جس طرح دیگر قویٰ کمزور پڑ جاتے ہیں۔ ﴿ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ﴾ یعنی...... تا کہ اس معمر شخص کو ان تمام چیزوں کا کچھ بھی علم نہ ہو جن کو وہ اس سے قبل جانتا تھا اور اس کا سبب اس کا ضعف عقل ہے۔

پس انسان کی قوت دو قسم کے ضعفوں میں گھری ہوئی ہے۔

۱۔ طفولیت کا ضعف اور اس کا نقص۔

۲۔ بڑھاپے کا ضعف اور اس کا نقص۔

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴾ (الروم: ۳۰/ ۵۴) ''اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد تمہیں قوت عطا کی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا' وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' وہ علم والا اور قدرت والا ہے۔''

دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً ﴾ ''اور تو دیکھتا ہے زمین کو بنجر۔'' یعنی خشک' چٹیل اور بے آب و گیاہ ﴿ فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ ﴾ ''پس جب ہم اس پر بارش نازل کرتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے۔'' یعنی نباتات سے لہلہا اٹھتی ہے ﴿ وَ رَبَتْ ﴾ ''اور پھولتی ہے۔'' یعنی خشک ہونے کے بعد خوب سرسبز ہو کر بلند ہوتی ہے۔ ﴿ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ ﴾ یعنی زمین نباتات کی ہر صنف کو اگاتی ہے ﴿ بَهِیْجٍ ﴾ یعنی جو دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہے۔ یہ دو قطعی دلائل ہیں جو ان پانچ مقاصد پر دلالت کرتی ہیں۔

﴿ ذٰلِكَ ﴾ یہ سب کچھ یعنی آدمی کا اس طرح پیدا کرنا جو اللہ نے بیان کیا اور زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرنا' اس لیے ہے کہ ﴿ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ ﴾ ''اللہ ہی حق ہے۔'' یعنی وہی رب معبود ہے اس کے سوا کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں' اسی کی عبادت حق ہے اور اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت باطل ہے ﴿ وَ اَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰى ﴾ ''اور وہ زندہ کرے گا مُردوں کو۔'' جس طرح اس نے ابتداء تخلیق کی اور جس طرح اس نے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کیا ﴿ وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ ''بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' جیسا کہ اس نے اپنی بدیع قدرت اور عظیم صنعت کا تمہیں مشاہدہ کروایا۔

﴿ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا ﴾ ''اور بلاشبہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔'' پس اس کو بعید سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ﴿ وَ اَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴾ ''اور اللہ ان کو دوبارہ اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔'' پھر تمہیں تمہارے تمام اچھے برے اعمال کی جزا دے گا۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ۟ۙ﴿۸﴾

اور بعض لوگوں میں سے وہ ہے جو جھگڑا کرتا ہے اللہ کی بابت بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن کے ○

ثَانِیَ عِطْفِهٖ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ نُذِیْقُهٗ

درآنحالیکہ وہ موڑنے والا ہے اپنا پہلو تا کہ گمراہ کرے وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے' اس کیلئے دنیا میں رسوائی ہے' اور ہم چکھائیں گے اسے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٩﴾

دن قیامت کے عذاب جلانے والا ○

یہ جھگڑا جس کا ذکر آیت نمبر 3 اور 4 میں بھی گذر چکا ہے سرکش شیطان کے مقلد کا جھگڑا ہے اور اسی کی خاطر ہے جو لوگوں کو بدعات کی طرف دعوت دیتا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا: ﴿يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ﴾ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل اور ان کے متبعین کے ساتھ باطل دلائل سے جھگڑتا ہے تاکہ حق کو نیچا دکھائے ﴿بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ بغیر کسی صحیح علم کے ﴿وَّلَا هُدًى﴾ وہ اپنے جھگڑے میں کسی ایسے شخص کی اتباع نہیں کرتا جو اس کی راہنمائی کرے' نہ عقل کے پیچھے لگتا ہے جو اس کو راہ راست پر رکھے اور نہ کسی مقتدا کی اقتداء کرتا ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو۔ ﴿وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴾ ''اور نہ کسی روشن اور واضح کتاب کی پیروی کرتا ہے۔'' لہٰذا اس کے پاس کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی دلیل' یہ محض شبہات ہیں جو شیطان اس کی طرف القاء کرتا ہے۔ ﴿وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ﴾ (الانعام ٦/ ١٢١) ''اور شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں القاء کرتے ہیں تاکہ وہ تمہارے ساتھ جھگڑا کریں۔''

اس کے ساتھ ساتھ ﴿ثَانِيَ عِطْفِهٖ﴾ وہ گردن اکڑائے' منہ موڑ کر چلتا ہے یہ حق کے بارے میں اس کے تکبر اور مخلوق کے ساتھ اس کے حقارت آمیز رویے کے لئے کنایہ ہے۔ پس وہ اسی پر فرحاں وشاداں ہے کہ اس کے پاس غیر نافع علم ہے اور وہ حق اور اہل حق کو حقیر گردانتا ہے۔ ﴿لِيُضِلَّ﴾ ''تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے'' یعنی گمراہی کے داعیوں میں اس کا شمار ہو۔ اس آیت کریمہ کے تحت تمام ائمہ کفر وضلالت آجاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے دنیاوی اور اخروی سزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَهٗ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ﴾ یعنی وہ آخرت سے پہلے' اس دنیا ہی میں رسوا ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی ہے۔ آپ داعیان کفر وضلالت میں سے جس کو بھی دیکھیں وہ تمام لوگوں کی ناراضی' لعنت' بغض اور مذمت کا اسی طرح نشانہ ہوتا ہے جیسے وہ اس کا مستحق ہوتا ہے اور ہر شخص حسب حال جزا پاتا ہے۔ ﴿وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ یعنی ہم اسے جہنم کی سخت گرمی اور اس کی بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزا چکھائیں گے۔ اور یہ سب کچھ اس کے ان کرتوتوں کی وجہ سے ہے جو اس نے آگے بھیجے۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٠﴾ ع

یہ بوجہ اس کے ہے جو آگے بھیجا تیرے دونوں ہاتھوں نے، اور یہ کہ بلاشبہ اللہ نہیں ظلم کرنے والا (اپنے) بندوں پر ○

﴿ذٰلِكَ﴾ یعنی یہ دنیاوی اور اُخروی عذاب جس کا ذکر کیا گیا اور اس میں بُعد کا جو معنی پایا جاتا ہے (اور وہ ہے (ذلک) کے اندر موجود لام کا معنی جو بُعد کی طرف اشارہ کے لئے وضع کیا گیا ہے) وہ اس امر پر دلیل ہے کہ کفار ہول اور قباحت کی انتہاء پر ہوں گے۔ ﴿بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ﴾ یعنی اس سبب سے' جو تیرے ہاتھوں نے

کفر اور معاصی کا اکتساب کیا ہے۔ ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ اور حقیقت امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے پہلے گناہوں کے بغیر عذاب نہیں دے گا۔

اس کا اجمالی معنی یہ ہے کہ اس کافر کو' جو ان صفات سے متصف ہے جن کا ذکر مذکورہ دو آیتوں میں گزر چکا ہے' کہا جائے گا کہ یہ عذاب اور رسوائی جس کا تو سامنا کر رہا ہے تیری افترا پردازی اور تکبر کے سبب سے ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے ظلم نہیں کرتا وہ مومن اور کافر' نیک اور بد کے ساتھ مساوی سلوک نہیں کرتا وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دیتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ

اور بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو عبادت کرتے ہیں اللہ کی اور پر ایک کنارے کے' پس اگر پہنچے اس کو بھلائی تو وہ مطمئن ہو جاتا ہے اس پر' اور اگر

اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ

پہنچے اس کو کوئی فتنہ (آزمائش) تو الٹا پھر جاتا ہے اوپر اپنے منہ کے' خسارہ اٹھایا اس نے دنیا اور آخرت میں، یہی ہے وہ خسارہ

الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ

صریح ○ وہ پکارتا ہے سوائے اللہ کے اس کو جو نہیں نقصان پہنچا سکتا اسے اور نہ وہ نفع دے سکتا ہے اسے، یہی ہے وہ گمراہی

الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾

دور کی ○ وہ پکارتا ہے اس شخص کو کہ نقصان اس کا (یقیناً) زیادہ قریب ہے اس کے نفع سے، البتہ برا ہے وہ کارساز اور البتہ برا ہے وہ ساتھی ○

یعنی لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو ضعیف الایمان ہے جس کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا' ایمان کی بشاشت اس کے دل میں جاگزیں نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ یا تو خوف سے ایمان لایا ہے یا محض عادت کی بنا پر اور وہ بھی اس طریقے سے کہ وہ سختیاں برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ ﴿فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ﴾ یعنی اگر اسے وافر رزق مل رہا ہے اور اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی' تو وہ ایمان پر نہیں' بلکہ پہنچنے والی بھلائی پر مطمئن ہوتا ہے...... اور اللہ تعالیٰ بسا اوقات اسے عافیت میں رکھتا ہے اور اسے ایسے فتنوں میں مبتلا نہیں کرتا جو اسے اس کے دین سے پھیر دیں۔

﴿وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ﴾ اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا کوئی محبوب چیز اس سے چھن جاتی ہے ﴿اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ﴾ ''پھر جاتا ہے اپنے چہرے پر۔'' یعنی اپنے دین سے پھر جاتا ہے۔ ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ﴾ ''خسارہ اٹھایا اس نے دنیا اور آخرت کا۔'' دنیا میں خسارہ یہ ہے کہ جس امید پر وہ مرتد ہوا اور جس امید کو اس نے سرمایہ قرار دے رکھا تھا وہ پوری نہ ہوئی اور وہ عوض جس کے حاصل ہونے کا اسے یقین تھا حاصل نہ ہوا۔ پس اس کی کوشش ناکام ہوئی اور اسے صرف وہی کچھ حاصل ہوا جو اس کی قسمت میں لکھا ہوا تھا۔ رہا آخرت کا خسارہ' تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے' اس پر حرام کر دیا اور وہ جہنم کا مستحق ہوا۔

﴿ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ اور یہ واضح اور کھلا خسارہ ہے۔

﴿يَدْعُوْا﴾ "پکارتا ہے۔" یعنی یہ مرتد ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ﴾ اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کو' جو اسے کوئی نقصان دے سکتی ہیں نہ نفع۔ یہ ہر اس معبود باطل کی صفت ہے' جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ معبود باطل اپنے لئے یا کسی اور کے لئے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾ یہ گمراہی بُعد میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہے کیونکہ اس نے اس ہستی کی عبادت سے روگردانی کی جس کے قبضہء قدرت میں نفع و نقصان ہے' جو خود بے نیاز ہے اور بے نیاز کرنے والی ہے...... اور اپنے جیسی یا اپنے سے بھی کمتر ہستی کے سامنے سربسجود ہوا جس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے مقصد کی ضد کے حصول کے زیادہ قریب ہے' اس لئے فرمایا: ﴿يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ﴾ "وہ اسے پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے۔" اس لیے کہ اس کا نقصان عقل' بدن' دنیا اور آخرت میں ہے ﴿لَبِئْسَ الْمَوْلٰى﴾ "البتہ برا ہے والی۔" یعنی یہ معبود باطل ﴿وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ﴾ یعنی بہت برا ہم نشین ہے' جس کی صحبت کو اس نے لازم پکڑ رکھا ہے کیونکہ دوست اور ہم نشین سے حصول نفع اور دفع ضرر مقصود ہوتا ہے۔ اگر اس میں اسے کچھ بھی حاصل نہ ہو تو وہ قابل مذمت اور قابل ملامت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

بیشک اللہ داخل کریگا ان لوگوں کو، جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے نیک، ایسے باغات میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے

الْاَنْهٰرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿١٤﴾

نہریں، بے شک اللہ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے ○

جب اللہ تعالیٰ نے باطل دلیلوں سے جھگڑنے والے کا ذکر فرمایا اور یہ بھی بتایا کہ ایسے لوگ دو اقسام میں منقسم ہیں' ایک مقلدین اور دوسرے اپنی بدعات کی طرف دعوت دینے والے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بھی دو اقسام ذکر فرمائیں جو اپنے آپ کو ایمان سے منسوب کرتے ہیں۔ پہلی قسم ان لوگوں کی جن کے دلوں میں ابھی ایمان داخل نہیں ہوا جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزرا اور دوسری قسم ان لوگوں کی جو حقیقی مومن ہیں جنہوں نے اعمال صالحہ کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق کی۔ پس ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

جنت کو "جنت" اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ یہ خوبصورت منازل' محلوں' درختوں اور نباتات پر مشتمل ہے یہ درخت اور نباتات اپنی کثرت کے باعث ان لوگوں کو ڈھانپ لیں گے اور ان پر سایہ کناں ہوں گے جو اس میں داخل ہوں گے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾ پس اللہ تعالیٰ جو بھی ارادہ کرتا ہے اسے بغیر کسی مانع اور معارض کے'

کر گزرتا ہے۔ اس کا ایک ارادہ یہ ہے کہ وہ اہل جنت کو جنت میں داخل کرے گا...... اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور احسان سے ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ
جو شخص گمان کرتا ہے یہ کہ ہرگز نہیں مدد کرے گا اللہ اس (رسول) کی دنیا اور آخرت میں تو چاہیے کہ وہ دراز کرے ایک رسی
اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿١٥﴾
آسمان تک پھر چاہیے کہ کاٹ دے (اسے) پھر چاہیے کہ وہ دیکھے کیا لے جاتی ہے تدبیر اس کی، اس کے غصے کو؟ ○

یعنی جو کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول (ﷺ) کی مدد نہیں کرے گا اور اس کا دین عنقریب ختم ہو جائے گا تو بلاشبہ مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ ﴿فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ﴾ "پس وہ آسمان کی طرف رسی دراز کرے پھر کاٹ دے۔" رسول اللہ ﷺ سے اس مدد کو منقطع کر دکھائے۔ ﴿فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ﴾ یعنی وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعے سے وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف چال چل سکتا ہے، آپ ﷺ کے خلاف جنگ برپا کر سکتا ہے، جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے ابطال کی خواہش رکھتا ہے وہ کیا چیز ہے جو دین کے ظہور پر اسے غیظ و غضب میں مبتلا کرتی ہے...... یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے یعنی وہ ان اسباب کے ذریعے سے اپنے غیظ و غضب کو ٹھنڈا نہیں کر سکتا۔

اس آیت مقدسہ کا معنی یہ ہے، اے وہ شخص! جو محمد رسول اللہ ﷺ سے عداوت رکھتا ہے، جو آپ ﷺ کے دین کو مٹانے میں کوشاں ہے، جو اپنی جہالت کی بنا پر سمجھتا ہے کہ اس کی کوشش رنگ لائے گی، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تو جو بھی اسباب اختیار کر لے، رسول (ﷺ) کے خلاف کوئی بھی چال چل لے، اس سے تیرے غیظ و غضب اور تیرے دل کی بیماری کو شفا حاصل نہیں ہو گی۔ اس پر تجھے کوئی قدرت حاصل نہیں البتہ ہم تجھے ایک مشورہ دیتے ہیں جس سے تو اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کر سکتا ہے اور اگر یہ ممکن ہے کہ تو رسول (ﷺ) سے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کو منقطع کر سکتا ہے، تو معاملے میں صحیح راستے سے داخل ہو اور درست اسباب اختیار کر اور وہ یہ کہ کھجور وغیرہ کی چھال سے بٹی ہوئی رسی لے، پھر اسے آسمان پر لٹکا کر آسمان پر چڑھ جا اور ان دروازوں تک پہنچ جا جہاں سے اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوتی ہے اور ان دروازوں کو بند کر کے اللہ تعالیٰ کی مدد منقطع کر دے۔ اس طریقے سے تیرے غیظ و غضب کو شفا حاصل ہو گی...... بس یہ تجویز اور چال ہے اس طریقے کے علاوہ تیرے دل میں بھی یہ بات نہیں آنی چاہیے کہ تو اپنے غیظ و غضب سے چھٹکارا پا سکتا ہے خواہ مخلوق تیری مدد کے لئے کمر کیوں نہ باندھ لے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے دین، اپنے رسول اور اپنے مومن بندوں کے لئے فتح و نصرت کا جو وعدہ اور خوشخبری ہے، وہ مخفی نہیں اور کفار کے لئے مایوسی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا

چاہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا خواہ کفار کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے اور خواہ وہ اس نور کو بجھانے کی امکان بھر کوشش کیوں نہ کر لیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

اور اسی طرح نازل کیا ہم نے اس (قرآن) کو آیات واضحہ (کی صورت میں) اور بیشک اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ○

یعنی اسی طرح جب ہم نے اس قرآن عظیم میں تفاصیل بیان کی تو ہم نے اس کو آیات بینات بنایا جو تمام مطالب اور مسائل نافعہ پر دلالت کرتی ہیں، لیکن ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ اس قرآن کے ذریعے سے ہدایت پا لیتا ہے، وہ قرآن کو اپنا راہنما اور مقتدا بنا لیتا ہے اور قرآن کے نور سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ اور جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا اس کے پاس خواہ ہر قسم کی نشانی کیوں نہ آ جائے وہ کبھی ایمان نہیں لاتا، قرآن اسے کوئی فائدہ نہیں دیتا بلکہ قرآن اس کے خلاف حجت بنے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے، اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے، اور صابی (بے دین) اور نصاریٰ اور مجوسی اور وہ لوگ جنہوں نے

اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾

اللہ کے ساتھ شرک کیا بے شک اللہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان دن قیامت کے بلاشبہ اللہ اوپر ہر چیز کے گواہ ہے ○

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بے شک اللہ، سجدہ کرتا ہے اسے جو کوئی آسمانوں میں اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ

اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے لوگوں میں سے (بھی) اور بہت سے ایسے ہیں کہ

حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ

ثابت ہو گیا ہے ان پر عذاب اور جس کو ذلیل کرے اللہ تو نہیں ہے اسے کوئی عزت دینے والا بے شک اللہ کرتا ہے

مَا يَشَاۗءُ ۩ ﴿۱۸﴾ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ السجدة ۹

جو وہ چاہتا ہے ○ یہ دو گروہ جھگڑنے والے ہیں، جھگڑا کیا انہوں نے اپنے رب کی بابت، پس وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کاٹے جائیں گے

لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا

ان کیلئے کپڑے آگ کے، انڈیلا جائیگا اوپر سے انکے سروں کے کھولتا ہوا پانی ○ پگھلا دیا جائے گا اس کے سبب سے جو کچھ

فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ

انکے پیٹوں میں ہو گا اور کھالیں ○ اور ان (کو مارنے) کیلئے ہتھوڑے ہونگے لوہے کے ○ جب بھی وہ ارادہ کرینگے یہ کہ

يَخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾ اِنَّ اللّٰهَ ع ٢ ١٢ ٩

نکلیں وہ اس (آگ) میں سے، مارے غم کے، وہ لوٹا دیئے جائیں گے اسی میں، اور (کہا جائیگا) چکھو تم عذاب جلانے والا ○ بیشک اللہ

يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے نیک، ایسے باغات میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں،

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٢٣﴾

وہ پہنائے جائیں گے ان میں کچھ کنگن سونے کے، اور موتی، اور لباس ان کا اس میں ریشم کا ہوگا ○

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿٢٤﴾

اور وہ ہدایت دیئے گئے تھے (دنیا میں) پاکیزہ بات (توحید) کی طرف، اور وہ ہدایت دیئے گئے تھے ایسے راستے کی طرف (جو) قابل تعریف ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ روئے زمین پر بسنے والے مذاہب کے پیروکاروں کے تمام گروہوں، یعنی وہ لوگ جن کو کتاب عطا کی گئی ہے، مثلاً اہل ایمان، یہود، نصاریٰ، صابئین، مجوس اور مشرکین کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو قیامت کے روز جمع کرے گا اور ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا جن کو اس نے حفاظت کے ساتھ ان کے اعمال ناموں میں درج کر رکھا ہے اور ان پر گواہ ہے، اس لئے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے مابین مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ ''یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔'' ان میں سے ہر فریق دعویٰ کرتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔ ﴿فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ یہ جملہ تمام کفار، یعنی یہود، نصاریٰ، مجوس، صابئین اور مشرکین کو شامل ہے۔ ﴿قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ یعنی ان کے کپڑے گندھک کے ہوں گے جن میں آگ شعلہ زن ہوگی تاکہ عذاب ان کو ہر جانب سے پوری طرح گھیر لے۔

﴿يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ﴾ یعنی ان کے سروں پر سخت کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا جس کی شدت حرارت سے ان کے پیٹ کے اندر گوشت، چربی، انتڑیاں گل جائیں گی۔ ﴿وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ﴾ ''اور ان کے لیے ہتھوڑے ہوں گے لوہے کے۔'' جو سخت اور درشت خو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوں گے جن کے ساتھ وہ ان کو ماریں گے اور سزا دیں گے۔

فرمایا: ﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا﴾ ''جب بھی وہ اس جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے، غم کی وجہ سے، تو وہ اسی میں لوٹا دیے جائیں گے۔'' پس کسی وقت بھی عذاب ان سے منقطع ہوگا نہ ان کو مہلت دی جائے گی بلکہ زجر و توبیخ کرتے ہوئے ان سے کہا جائے گا: ﴿وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ یعنی دلوں اور

بدنوں کو جلانے والا عذاب چکھو۔

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴾ ''اللہ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیے' ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔'' اور یہ چیز معلوم ہے کہ یہ وصف مسلمان کے علاوہ کسی اور پر صادق نہیں آتا' جو تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ ﴿ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ ﴾ یعنی تمام اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے ﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴾ ''اور ان کا لباس اس میں ریشم کا ہوگا۔'' پس اس کے ساتھ ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور لذیذ ماکولات کی تکمیل ہو جائے گی جن پر جنت مشتمل ہے' نیز یہ بہتی ہوئی نہروں کے ذکر کو بھی شامل ہے' یعنی پانی کی نہریں' دودھ کی نہریں' شہد کی نہریں اور شراب کی نہریں' انواع و اقسام کے لباس اور قیمتی زیورات۔

یہ سب کچھ اس سبب سے عطا ہوگا کہ ﴿ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ﴾ ''ان کی رہنمائی پاکیزہ بات کی طرف کی گئی۔'' جس میں سب سے افضل اور سب سے اچھا قول کلمہء اخلاص ہے' پھر دیگر تمام اقوال طیبہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے یا اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اچھے طریقے سے کرنا ہے۔ ﴿ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴾ ''اور ان کی رہنمائی کی گئی صراطِ حمید کی طرف۔'' یعنی قابل ستائش طریقے کی طرف۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت الٰہی تمام تر حکمت' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا' مامورات کے حسن اور منہیات کی قباحت پر مشتمل ہے اور یہ ایک ایسا دین ہے جس میں کوئی افراط اور تفریط نہیں جو علم نافع اور عمل صالح پر مبنی ہے۔

یا اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف رہنمائی کی گئی' وہ اللہ جو قابل تعریف ہے۔ اس لیے کہ اکثر راستے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے' کیونکہ وہ چلنے والے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے (الحمید) کا ذکر فرمایا کیونکہ اہل ایمان یعنی اس راستے پر گامزن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے احسان ہی کی بنا پر ہدایت حاصل کی۔ بنا بریں وہ جنت میں کہیں گے: ﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ﴾ (الاعراف: ٤٣/٧) ''ہر قسم کی ستائش اللہ ہی کے لئے ہے' جس نے ہمیں جنت کی راہ دکھائی' ہم خود کبھی یہ راہ نہ پا سکتے اگر اللہ ہمیں یہ راہ نہ دکھاتا۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیات کریمہ کے درمیان' جملہء معترضہ کے طور پر اپنے لئے مخلوقات کے سجدے کا ذکر فرمایا ہے' یعنی آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات' سورج' چاند' ستاروں' پہاڑ' زمین پر چلنے والے تمام جاندار یعنی تمام حیوانات اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد یعنی اہل ایمان کے سجدے کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ﴾ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں' جن کے کفر اور عدم ایمان کی وجہ سے ان پر

عذاب واجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی توفیق نہ بخشی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رسوا کیا ﴿ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ﴾ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے تو کوئی اس کو عزت دینے والا نہیں۔'' اور کوئی اس کو اس کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا اور نہ کوئی ہستی اس کی مشیت کی مخالفت کر سکتی ہے۔ پس جب تمام مخلوق اپنے رب کے حضور سربسجود اس کی عظمت کے سامنے سرافگندہ اس کے غلبہ کے سامنے عاجز و فروتن اور اس کے تسلط کے سامنے لاچار ہے۔ تو یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ وہی اکیلا رب معبود اور بادشاہ محمود ہے اور جو کوئی اس سے روگردانی کر کے کسی اور کی عبادت کرتا ہے تو وہ بہت دور کی گمراہی اور واضح خسارے میں جا پڑا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور وہ روکتے ہیں اللہ کی راہ سے، اور مسجد حرام سے وہ جو

جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ

بنایا ہے ہم نے اسے (سب) لوگوں کیلئے برابر ہے مقیم اس میں اور باہر سے آنے والا اور جو شخص ارادہ کرے اس میں کج روی کا

بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٥﴾

ظلم سے ہم چکھائیں گے اسے عذاب نہایت درد ناک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کی برائی کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا' انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا' لوگوں کو ایمان لانے سے منع کیا اور لوگوں کو مسجد حرام سے روکا' جو ان کی ملکیت ہے نہ ان کے باپ دادا کی۔ بلکہ مسجد حرام مقیم اور دور سے زیارت کے لئے آنے والوں کے لئے برابر ہے۔ بلکہ انہوں نے مخلوق میں افضل ترین ہستی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام کو بھی مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا' حالانکہ مسجد حرام کا احترام' حرمت اور عظمت یہ ہے کہ جو کوئی اس مسجد میں الحاد اور ظلم کا ارادہ کرتا ہے' ہم اسے دردناک عذاب کا مزا چکھاتے ہیں۔ پس حرم میں مجرد ظلم اور الحاد کا ارادہ ہی عذاب کا موجب ہے' حالانکہ دیگر گناہوں میں بندے کو صرف اس وقت سزا ملتی ہے جب وہ اپنے ارادۂ گناہ پر عمل کرتا ہے۔ تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو مسجد میں سب سے بڑے گناہ یعنی کفر اور شرک کا ارتکاب کرتا ہے' لوگوں کو اللہ کے راستے سے اور زیارت کا ارادہ رکھنے والوں کو مسجد حرام سے روکتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے' اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

اس آیت کریمہ میں حرم کے احترام اور اس کی شدت تعظیم کے وجوب کا اور اس کے اندر ارادۂ معصیت اور اس کے ارتکاب سے بچنے کی تاکید کا اثبات ہے۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ

اور جب مقرر کردی ہم نے واسطے ابراہیم کے جگہ بیت اللہ کی (اور اسے حکم دیا) یہ کہ نہ شریک ٹھہرانا تو میرے ساتھ کسی چیز کو بھی اور پاک کرتو میرا گھر

لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿٢٦﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ

طواف کرنیوالوں اور قیام کرنیوالوں اور رکوع کرنیوالوں اور سجدے کرنیوالوں کیلئے ○ اور تو اعلان کردے لوگوں میں حج کا، وہ آئینگے تیرے پاس

رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿٢٧﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ

پیدل اور (سوار ہو کر) اوپر ہر دبلے (پتلے) اونٹ کے وہ (اونٹ) آئینگے ہر دور دراز راستے سے ○ تاکہ وہ حاضر ہوں منافع کیلئے

لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ

واسطے اپنے، اور (تاکہ) یاد کریں وہ (بوقت ذبح) نام اللہ کا ان ایام میں جو معلوم ہیں اوپر ان کے جو دیئے ہیں انکو (اللہ نے)

مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا

چوپائے مویشیوں میں سے، پس کھاؤ تم ان میں سے اور کھلاؤ فاقہ کش فقیر کو ○ پھر چاہیے کہ وہ دور کریں

تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٢٩﴾

میل کچیل اپنا اور چاہیے کہ پوری کریں اپنی نذریں (منتیں) اور چاہیے کہ وہ طواف کریں قدیم گھر کا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مسجد حرام کی عظمت و جلال اور اس کے بانی، رحمان کے خلیل، ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ﴾ ''اور جب ہم نے مقرر کر دی ابراہیم علیہ السلام کے لیے بیت اللہ کی جگہ۔'' یعنی ہم نے ان کیلئے اسے مہیا کر دیا، آپ کو وہاں رہنے کے لیے بھیج دیا اور آپ کی اولاد کے ایک حصے کو وہاں آباد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا پس آپ نے بیت اللہ کو تقویٰ اور اطاعت الٰہی کی اساس پر تعمیر کیا۔ بیت اللہ کو آپ اور آپ کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے مل کر تعمیر کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، نیز یہ کہ اپنے اعمال کو اللہ کے لئے خالص کریں اور اس مقدس گھر کی اللہ تعالیٰ کے نام پر بنیاد رکھیں۔

﴿وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ﴾ یعنی میرے گھر کو شرک، معاصی، نجاست اور گندگی سے پاک کیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو شرف اور فضیلت بخشنے، بندوں کے دلوں میں اس کی عظمت کو اجاگر کرنے اور ہر جانب سے دلوں کو اس کی طرف مائل کرنے کے لئے اپنی طرف مضاف کیا ہے تاکہ یہ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، ذکر، قراءت قرآن، تعلیم و تعلم اور دیگر عبادت کے لئے ٹھہرنے والوں کے لئے رب تعالیٰ کا گھر ہونے کے ناطے سے اپنی تطہیر اور تعظیم کے لئے عظیم ترین گھر ہو۔

﴿وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ ''اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے۔'' یعنی نماز پڑھنے والوں کے لئے، یعنی اس گھر

کو ان اصحاب فضیلت کے لئے پاک کیجیے جن کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اس گھر کے پاس اپنے آقا کی اطاعت اور اس کی خدمت کریں' نیز اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ یہی لوگ حقدار ہیں اور انہیں کے لئے اکرام ہے۔ ان کا اکرام یہ ہے کہ ان کی خاطر اس گھر کی تطہیر کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تطہیر میں لغو آوازوں اور شور و شغب سے اس کا پاک صاف ہونا بھی شامل ہے جو نماز اور طواف میں مصروف لوگوں کو تشویش میں ڈالتی ہیں۔

طواف کو اعتکاف اور نماز پر اس لئے مقدم رکھا ہے کیونکہ طواف صرف اسی گھر کے ساتھ مختص ہے اور پھر اعتکاف کا ذکر کیا کیونکہ وہ تمام مساجد سے مختص ہے۔

﴿ وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ ﴾ یعنی حج کے بارے میں ان کو آگاہ کیجیے اور ان کو حج کی دعوت دیجیے' نیز قریب اور دور کے رہنے والے تمام لوگوں کو حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کی تبلیغ کیجیے کیونکہ جب آپ ان کو حج کی دعوت دیں گے تو حج کے ارادے سے آپ کے پاس آئیں گے اور اس گھر کو آباد کرنے کے شوق میں پیدل چل کر آئیں گے ﴿ وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ ﴾ لاغر اونٹنیوں پر مسلسل سفر کرتے ہوئے' صحراؤں اور بیابانوں کو چیرتے ہوئے سب سے زیادہ شرف کے حامل اس مقام پر پہنچیں گے ﴿ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ ﴾ ''دور دراز کی تمام راہوں سے۔'' یعنی لوگ تمام دور دراز کے شہروں سے پہنچیں گے۔

حضرت خلیل علیہ السلام نے لوگوں میں حج کا اعلان فرمایا۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی۔ دونوں مقدس ہستیوں نے لوگوں کو اس گھر کے حج کی دعوت دی' ان دونوں نے ابتداء کی اور اس کا اعادہ کیا اور وہ مقصد حاصل ہو گیا جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا...... اور لوگ مشرق و مغرب سے پیدل اور سوار ہو کر بیت اللہ کی زیارت کے لئے پہنچے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ترغیب کی خاطر ان فوائد کا ذکر فرمایا جو بیت اللہ کی زیارت سے حاصل ہوتے ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿ لِّیَشۡہَدُوۡا مَنَافِعَ لَہُمۡ ﴾ تاکہ بیت اللہ میں دینی منافع' یعنی فضیلت والی عبادات اور ان عبادات کا ثواب حاصل کریں جو اس گھر کے سوا کہیں اور نہیں کی جا سکتیں اور دنیاوی منفعتیں' یعنی اکتساب مال اور دنیاوی فوائد حاصل کریں۔ یہ مشاہدہ میں آنے والا ایسا امر ہے جسے ہر شخص جانتا ہے۔

﴿ وَ یَذۡکُرُوا اسۡمَ اللّٰہِ فِیۡۤ اَیَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَہُمۡ مِّنۡۢ بَہِیۡمَۃِ الۡاَنۡعَامِ ﴾ ''اور اللہ کا نام یاد کریں پالتو چوپایوں پر جو اللہ نے ان کو دیے۔'' اور یہ چیز دینی اور دنیاوی منافع میں شمار ہوتی ہے' یعنی قربانیوں کو ذبح کرتے وقت' اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے' کہ اس نے یہ قربانیاں عطا فرمائیں اور ان کے لئے یہ قربانیاں میسر کیں...... ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں اور جب تم ان کو ذبح کر چکو ﴿ فَکُلُوۡا مِنۡہَا وَ اَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِیۡرَ ﴾ ''تو خود بھی اس میں سے کھاؤ اور بھوکے فقیر کو بھی کھلاؤ۔'' یعنی اسے بھی کھلاؤ جو سخت محتاج ہو۔

﴿ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ ﴾ ''پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں۔'' یعنی اپنے مناسک پورے کریں اور پھر اپنے جسم سے وہ میل کچیل دور کریں جو حالت احرام میں ان کو لاحق ہو گیا تھا ﴿ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ ﴾ اور اپنی نذروں کو پورا کریں جو انہوں نے اپنے آپ پر واجب کی تھیں' یعنی حج' عمرہ اور ہدی وغیرہ ﴿ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے قدیم گھر کا طواف کریں جو علی الاطلاق تمام مساجد میں سب سے افضل ہے اور ہر جابر و سرکش کے تسلط سے آزاد ہے۔

یہ طواف کا حکم ہے' تمام مناسک کا عمومی حکم دینے کے بعد اس کے فضل و شرف کی بنا پر یہ خصوصی حکم ہے کیونکہ یہ بالذات مقصود ہے اور اس سے قبل تمام امور اس مقصد کے حصول کے وسائل اور ذرائع ہیں۔ اور شاید...... واللہ اعلم...... اس میں ایک اور فائدہ بھی ہے اور وہ ہے کہ طواف ہر وقت اور ہر آن مشروع ہے خواہ یہ طواف مناسک حج کے تابع ہو یا بنفسہ مستقل حیثیت کا حامل ہو۔

ذٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ

(حکم) یہی ہے اور جو شخص تعظیم کرے اللہ کی حرمتوں کی تو وہ بہت بہتر ہے اس کیلئے نزدیک اسکے رب کے، اور حلال کئے گئے ہیں تمہارے لئے

الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ

چوپائے سوائے ان کے جو پڑھے جاتے ہیں تم پر پس بچو تم ناپاکی سے بتوں کی اور بچو تم بات

الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ

جھوٹی سے ○ یکسو ہو کر اللہ ہی کیلئے اس حال میں کہ نہ ہو شریک ٹھہرانے والے اسکے ساتھ اور جو کوئی شرک کرے اللہ کیساتھ تو گویا وہ گرا

مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾

آسمان سے اور اچک لے جائیں اسے پرندے یا (لے جا کر) گرا دے اسے ہوا کسی دور کے مکان میں ○

﴿ ذٰلِكَ ﴾ یعنی وہ احکام جن کا ہم تمہارے سامنے ذکر کر چکے ہیں' ان میں اللہ تعالیٰ کی حرمات کی تعظیم' توقیر اور تکریم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حرمات کی تعظیم ایسے امور میں شمار ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہایت محبوب اور اس کے تقرب کا ذریعہ ہیں۔ جس نے ان کی تعظیم و توقیر کی' اللہ تعالیٰ اسے بے پایاں ثواب عطا کرے گا یہ حرمات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندے کے دین' دنیا اور آخرت میں اس کے لئے بہتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حرمات سے مراد وہ امور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں محترم ہیں اور جن کے احترام کا اس نے حکم دیا ہے' یعنی عبادات وغیرہ' مثلاً تمام مناسک حج' حرم اور احرام' بیت اللہ کو بھیجے گئے قربانی کے جانور اور وہ تمام عبادات جن کو قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے۔ پس ان کی تعظیم یہ ہے کہ دل سے ان کی توقیر اور ان کے ساتھ محبت کی جائے اور کسی تحقیر' سستی اور بے دلی کے بغیر ان میں عبودیت کی تکمیل کی جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور اپنی نوازشات کا ذکر فرمایا کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے چوپایوں میں سے مویشی حلال کر دیئے' مثلاً اونٹ' گائے اور بھیڑ بکری وغیرہ اور ان کو ان جملہ مناسک میں مشروع کیا جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔ پس ان دونوں پہلوؤں سے ان میں اللہ تعالیٰ کی عنایت بہت عظیم ہوگئی ہے۔ ﴿اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ﴾ ''سوائے ان جانوروں کے جن کی تلاوت تم پر کی جاتی ہے۔'' یعنی جن کی تحریم قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے۔ ﴿حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُہِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰہِ بِہٖ وَالۡمُنۡخَنِقَۃُ وَالۡمَوۡقُوۡذَۃُ وَالۡمُتَرَدِّیَۃُ وَالنَّطِیۡحَۃُ وَمَاۤ اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیۡتُمۡ ۟ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ (المائدۃ:٥/٣) ''حرام کر دیا گیا تم پر مردار' خون' خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے' وہ جانور جو گلا گھٹ کر مر جائے' جو چوٹ لگ کر مر جائے' جو سینگ لگ کر مر جائے اور جس کو درندے پھاڑ کھائیں سوائے اس کے جس کو تم مرنے سے پہلے ذبح کرلو اور وہ جانور جن کو استھانوں پر ذبح کیا جائے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے کہ اس نے ان چیزوں کو ان کے تزکیہ کے لیے اور شرک اور جھوٹی بات سے تطہیر کی خاطر حرام قرار دیا ہے۔ بناء بریں فرمایا: ﴿فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ﴾ یعنی خبث اور گندگی سے اجتناب کرو۔ ﴿مِنَ الۡاَوۡثَانِ﴾ ''یعنی بتوں سے'' یعنی ہمسروں سے' جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبود بنا رکھا ہے' یہ معبودان باطل سب سے بڑی گندگی ہیں۔ ظاہر ہے یہاں حرفِ جار (مِنۡ) بیان جنس کے لئے نہیں ہے' جیسا کہ اکثر مفسرین کی رائے ہے بلکہ یہ تبعیض کے لئے ہے اور (رجس) تمام منہیات محرمات کے لئے عام ہے تب یہ نہی عام ہے اور بتوں کی گندگی سے اجتناب کا حکم خاص ہے' جو حرام شدہ منہیات ہی کا حصہ ہے ﴿وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ﴾ یعنی تمام حرام شدہ اقوال سے اجتناب کرو کیونکہ یہ سب جھوٹی کلام میں شمار ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ ﴿حُنَفَآءَ لِلّٰہِ﴾ اللہ تعالیٰ کے لئے یکسور ہیں یعنی ہر ماسوا سے منہ پھیر کر صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت پر اپنی توجہ کو مرکوز رکھیں۔ ﴿وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ﴾ ''اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔'' اس کی مثال ایسے ہے۔ ﴿فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ﴾ جیسے کہ وہ آسمان سے گر پڑا ہو۔ ﴿فَتَخۡطَفُہُ الطَّیۡرُ﴾ ''پس پرندوں نے اسے اچک لیا ہو'' نہایت سرعت سے ﴿اَوۡ تَہۡوِیۡ بِہِ الرِّیۡحُ فِیۡ مَکَانٍ سَحِیۡقٍ﴾ ''یا ہوا اسے کہیں دور لے جا کر پھینک دے۔'' یہی حال مشرکین کا ہے۔ پس ایمان آسمان کی مانند محفوظ اور بلند ہے اور جس نے ایمان کو ترک کر دیا وہ اس چیز کی مانند ہے جو آسمان سے گرے اور آفات و بلیات کا شکار ہو جائے تو اسے پرندے اچک لیتے ہیں اور اس کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ مشرک کا یہی حال ہے جب وہ ایمان کو ترک کر دیتا ہے تو شیاطین ہر جانب سے اسے اچک لیتے ہیں' اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں اور اس کا دین اور دنیا تباہ کر دیتے ہیں...... یا اسے سخت تیز ہوا لے اڑتی ہے اور اسے فضا کے مختلف طبقات میں لئے پھرتی ہے اور

اس کے اعضاء کے چیتھڑے بنا کر کہیں دور جا پھینکتی ہے۔

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا

(بات) یہی ہے، اور جو شخص تعظیم کرے اللہ کی (عظمت کی) نشانیوں کی تو بلاشبہ یہ ہے دلوں کی پرہیزگاری سے ○ تمہارے لیے ان (چوپایوں) میں

مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾

منافع ہیں ایک وقت مقرر تک پھر ان کے حلال (ذبح) ہونے کی جگہ ہے نزدیک قدیم گھر (بیت اللہ) کے ○

یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ حرمات اور اس کے شعائر کی تعظیم جس کا ہم نے تمہارے سامنے ذکر کیا ہے اور شعائر سے مراد دین کی ظاہری علامات ہیں۔ انہی شعائر میں تمام مناسک حج شامل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ: ۲/۱۵۸) ''صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔'' بیت اللہ کو بھیجے گئے قربانی کے جانور بھی اللہ تعالیٰ کے شعائر ہیں اور گزشتہ سطور میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ ان شعائر کی تعظیم سے مراد ان کی توقیر ان کو قائم کرنا اور بندے کی استطاعت اور قدرت کے مطابق ان کی تکمیل کرنا ہے۔ ہدی یعنی بیت اللہ کو بھیجے گئے قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ پس ان کی تعظیم سے مراد ان کی توقیر کرنا ان کو اچھا جاننا اور ان کو موٹا کرنا ہے، نیز یہ کہ قربانی کے یہ جانور ہر لحاظ سے کامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم، دلوں کے تقویٰ سے صادر ہوتی ہے۔ پس شعائر کی تعظیم کرنے والا اپنے تقویٰ اور صحت ایمان کی دلیل پیش کرتا ہے، اس لیے کہ شعائر کی تعظیم دراصل اللہ تعالیٰ کی تعظیم و توقیر کے تابع ہے۔

﴿لَكُمْ فِيْهَا﴾ ''تمہارے لیے ان میں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے گھر کو بھیجی گئی قربانیوں میں ﴿مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''ایک مقررہ مدت تک فائدے ہیں۔'' بیت اللہ کو بھیجے گئے قربانی کے اونٹوں وغیرہ میں ایک مدت کے لئے چند فوائد ہیں جن سے ان کے مالک استفادہ کر سکتے ہیں مثلاً ان پر سوار ہونا اور ان کے دودھ دوہنا وغیرہ اور ایسے ہی بعض دیگر کام، جن سے ان قربانیوں کو ضرر نہ پہنچے۔ ﴿اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ یعنی ان کے ذبح ہونے کے وقت تک فوائد ہیں۔ جب وہ مقام مقصود پر پہنچ جائیں اور وہ (البیت العتیق) ''بیت اللہ'' ہے، یعنی سارا حرم، منیٰ وغیرہ۔ پس جب ان کو ذبح کر دیا جائے، تو ان کا گوشت خود بھی کھاؤ، ہدیہ بھیجو اور محتاجوں کو کھلاؤ۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ

اور واسطے ہر امت کے مقرر کی ہے ہم نے قربانی تاکہ یاد کریں وہ (بوقت ذبح) نام اللہ کا اوپر ان کے جو دیئے انہیں (اللہ نے) چوپائے

الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿٣٤﴾

مویشیوں میں سے پس تمہارا معبود، معبود ایک ہی ہے، سو اسی کیلئے تم مطیع ہو جاؤ، اور خوشخبری سنا دیجئے عاجزی کرنے والوں کو ○

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ

وہ لوگ کہ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ کا تو ڈر جاتے ہیں انکے دل' اور وہ جو صبر کرنیوالے ہیں اوپر اس (تکلیف) کے جو پہنچتی ہے انہیں'

وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور وہ جو قائم کرنے والے ہیں نماز، اور اس میں سے جو رزق دیا ہم نے ان کو وہ خرچ کرتے ہیں O

ہم نے گزشتہ تمام قوموں کے لئے قربانی کو مشروع کیا ہے۔ پس تم تیزی کے ساتھ نیکیوں کی طرف بڑھو تا کہ ہم دیکھیں کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قربانی کے طریقے کو مقرر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر قائم اور اس کے شکر کی طرف التفات ہو'اس لئے فرمایا: ﴿لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ اگرچہ تمام شریعتیں مختلف ہیں مگر ایک اصول پر سب متفق ہیں اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی الوہیت' اللہ تعالیٰ اکیلے کا عبودیت کا مستحق ہونا اور اس کے ساتھ شرک کا ترک کر دینا' اس لئے فرمایا: ﴿فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا﴾ یعنی اسی کی اطاعت کرو اسی کے سامنے سرتسلیم خم کرو'اس کے سوا کسی کی اطاعت نہ کرو کیونکہ اس کی اطاعت ہی سلامتی کے گھر تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ ﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾ یعنی عاجزی کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی بھلائی کی خوشخبری دو (اَلْمُخْبِت) سے مراد اپنے رب کے سامنے عاجزی اور فروتنی کرنے والا'اس کے حکم کے سامنے سرتسلیم خم کرنے والا اور اس کے بندوں کے ساتھ نہایت تواضع سے پیش آنے والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے عاجزی کرنے والوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ ''وہ لوگ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کے خوف سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور صرف اس کے خوف ہی کی بنا پر محرمات کو ترک کر دیتے ہیں ﴿وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ﴾ ان پر جو مصیبتیں اور سختیاں آتی ہیں اور انہیں جن مختلف اقسام کی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے'ان پر صبر کرتے ہیں' ان میں سے کسی چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ناراضی کا اظہار نہیں کرتے' بلکہ اپنے رب کی رضا کے حصول کی خاطر صبر کرتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

﴿وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ﴾ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو کامل اور درست طریقے سے قائم کرتے ہیں' یعنی وہ اس کی ظاہری اور باطنی عبودیت اور اس کے تمام فرائض و مستحبات کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اور جو ہم نے ان کو دیا ہے' اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔'' یہ تمام نفقاتِ واجبہ' مثلاً زکوۃ' کفارات' بیویوں' غلاموں اور اقارب پر خرچ کرنا اور تمام نفقاتِ مستحبہ' جیسے تمام قسم کے صدقات ہیں' کو شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حرف جار (مِنْ) کا استعمال کیا ہے جو تبعیض کا فائدہ دیتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے' اس میں سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے رغبت کرے نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق عطا کیا ہے' یہ اس کا بہت معمولی

حصہ ہے' اس رزق کے حصول میں بندے کی قدرت کو کوئی دخل نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کے حصول کو آسان نہ بناتا اور اس کو عطا نہ کرتا تو بندہ اسے حاصل نہ کر سکتا...... پس اے وہ شخص! جس کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نوازا گیا ہے' اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کو خرچ کر' اللہ تعالیٰ تجھ پر خرچ کرے گا اور اپنے فضل سے تیرے رزق میں اضافہ کرے گا۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا
اور قربانی کے اونٹ بنایا ہے ہم نے انہیں تمہارے لیے اللہ (کی عظمت) کی نشانیوں میں سے' تمہارے لیے ان میں بہت بھلائی ہے' پس یاد کرو تم
اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا
نام اللہ کا ان پر صف بستہ (کھڑا کر کے) پھر جب گر جائیں (زمین پر) ان کے پہلو تو تم کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ
الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ
بے سوالی محتاج اور سوالی (ضرورت مند) کو' اسی طرح تابع کر دیا ہم نے ان (چوپایوں) کو تمہارے لیے تاکہ تم شکر کرو ○ ہرگز نہیں
يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ
پہنچیں گے اللہ کو ان کے گوشت اور نہ ان کے خون لیکن پہنچے گا اسے تقویٰ تمہارا' اسی طرح
سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾
اللہ نے تابع کر دیا انکو واسطے تمہارے تاکہ تم بڑائی بیان کرو اللہ کی اوپر اسکے کہ اس نے ہدایت دی تمہیں' اور خوشخبری سنا دیجیے نیکی کرنیوالوں کو ○

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ ''شعائر'' دین کی تمام ظاہری علامات میں عام ہے۔ گزشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔ یہاں آگاہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جملہ شعائر میں (اَلْبُدْن) بھی داخل ہیں۔ ایک قول کے مطابق ''بُدن'' وہ اونٹ اور گائے وغیرہ ہیں جن کو قربانی کے لئے بڑا اور موٹا کیا جائے اور ان کو اچھا جانا جائے۔ ﴿لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ﴾ یعنی قربانی دینے والے کے لئے اس میں بھلائی ہے یعنی اس میں سے کھانا' صدقہ کرنا' اس سے متمتع ہونا اور اجر و ثواب' سب بھلائی ہے ﴿فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا﴾ یعنی ذبح کرتے وقت ''بسم اللہ'' پڑھ کر ان کو ذبح کیا کرو۔ ﴿صَوَآفَّ﴾ یعنی کھڑے ہونے کی حالت میں ان کو ذبح کرو۔ ان کو چاروں پاؤں پہ کھڑا کرو پھر ان کا اگلا بایاں پاؤں باندھ دو اور پھر ان کو نحر کرو۔

﴿فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا﴾ جب ان کے پہلو زمین پر ٹک جائیں' پھر قصاب ان کو زمین پر گرا کر اس کی کھال وغیرہ اتار دے تب یہ جانور کھائے جانے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا﴾ ''پس تم کھاؤ اس سے۔'' یہ قربانی کرنے والے سے خطاب ہے۔ پس اس کا اپنی قربانی کا گوشت کھانا جائز ہے۔ ﴿وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ

﴿وَالْمُعْتَرَّ﴾ یعنی اس محتاج کو بھی گوشت کھلاؤ جو قناعت اور عفت پسندی کی بنا پر سوال نہیں کرتا اور اس فقیر کو بھی قربانی کا گوشت دو جو اس کا سوال کرتا ہے۔ ہر ایک کا حق ہے۔

﴿كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ﴾ یعنی ہم نے ان قربانیوں کو تمہارے لئے مسخر کیا ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ تا کہ ان کی تسخیر پر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے لئے مسخر نہ کیا ہوتا تو تم میں ان کو مسخر کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا مطیع بنایا' تم پر رحم اور احسان کرتے ہوئے ان کو تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ پس اسی کی حمد و ثنا بیان کرو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا﴾ یعنی ان کو فقط ذبح کرنا مقصود نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون پہنچتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں سے بے نیاز اور قابل ستائش ہے اس کے پاس تو صرف بندوں کا اخلاص' ثواب کی امید اور صالح نیت پہنچتی ہے' اس لئے فرمایا: ﴿وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ ''لیکن اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔'' پس اس آیت کریمہ میں قربانی میں اخلاص کی ترغیب دی گئی ہے۔ قربانی کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب ہو' اس کا مقصد تفاخر' ریا کاری' شہرت کی خواہش یا محض عادت نہ ہو۔ اسی طرح دیگر تمام عبادات کے ساتھ اگر اخلاص اور تقویٰ مقرون نہ ہوں تو وہ اسی چھلکے کی مانند ہیں جس کے اندر مغز نہ ہو اور اس کی مثال اس جسد کی سی ہے جس کے اندر روح نہ ہو۔

﴿كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ﴾ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی تعظیم وتوقیر کرو ﴿عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ﴾ یعنی اس بنا پر کہ اس نے تمہیں ہدایت سے نوازا ہے کیونکہ وہ کامل ترین ثنا' جلیل ترین حمد اور بلند ترین تعظیم کا مستحق ہے۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور خوشخبری دے دو نیکی کرنے والوں کو۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتے ہیں گویا وہ اسے دیکھ رہے ہیں' اگر وہ اس درجہ پر فائز نہیں تو عبادت کے وقت یہ اعتقاد رکھتے ہوئے عبادت کرتے ہیں کہ اللہ ان سے مطلع ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے' وہ اس کے بندوں سے ہر لحاظ سے اچھے سلوک سے پیش آتے ہیں' یعنی ان کو مالی فائدہ یا علمی فائدہ پہنچاتے ہیں یا انہیں منصب اور جاہ کے ذریعے سے کوئی فائدہ دیتے ہیں' یا ان کی خیر خواہی کرتے ہیں' یا ان کو کسی نیکی کا حکم دیتے ہیں یا ان کو کسی برائی سے روک دیتے ہیں' یا انہیں کوئی اچھی بات کہہ دیتے ہیں یہ تمام چیزیں ''احسان'' کے زمرے میں آتی ہیں۔

پس احسان کرنے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں سعادت کی خوشخبری ہے۔ جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادات میں احسان کو مدنظر رکھا' اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے گا' جیسا کہ فرمایا: ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ۶۰/۵۵) ''احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ اور ہے؟'' اور فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ (یونس: ۲۶/۱۰) ''جو احسان کے طریقے پر کار بند ہوئے ان

کے لئے احسان ہے اور کچھ زیادہ ہے۔'' (یعنی دیدار الٰہی)

الركوع ١٢

إِنَّ اللَّهَ يُدَٰفِعُ عَنِ الَّذِينَ ءَامَنُوٓا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾

بلاشبہ اللہ دور کرتا ہے (دشمنوں کو) ان لوگوں سے جو ایمان لائے' بے شک اللہ نہیں پسند کرتا ہر خیانت کرنیوالے، ناشکرے کو ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لئے خوشخبری اور وعدہ ہے کہ وہ ہر تکلیف دہ معاملے میں ان کی مدافعت کرے گا' یعنی وہ ان کے ایمان کے سبب سے کفار کے ہر قسم کے شر سے' شیطان کے وسوسوں کے شر سے اور خود ان کے اپنے نفس اور برے اعمال کے شر سے ان کی مدافعت کرے گا۔ مصائب کے نزول کے وقت جن کا بوجھ اٹھانے سے وہ قاصر ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے یہ بوجھ اٹھائے گا اور انتہائی حد تک ان کے بوجھ کو ہلکا کر دے گا۔ ہر مومن اپنے ایمان کے مطابق اس فضیلت اور مدافعت سے بہرہ ور ہو گا۔ کسی کو کم حصہ ملے گا کسی کو زیادہ۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ﴾ اللہ تعالیٰ امانت میں خیانت کرنے والے کو پسند نہیں کرتا' جو اس نے اس کے سپرد کی ہے۔ پس خائن اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کوتاہی کرتا ہے' ان میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے اور مخلوق کے حقوق میں بھی خیانت کرتا ہے ﴿كَفُورٍ﴾ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا' اللہ تعالیٰ اس پر احسان کرتا ہے اور یہ خائن جواب میں کفر اور عصیان پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو کبھی پسند نہیں کرتا بلکہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ وہ عنقریب اسے اس کے کفر اور خیانت کی سزا دے گا۔ اس آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر امانت دار شخص سے' جو اپنی امانت کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے مولا کا شکر گزار ہے' محبت کرتا ہے۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾

اجازت دی گئی ہے (جہاد کی) ان لوگوں کو کہ لڑائی کئے جاتے ہیں وہ بسبب اسکے کہ بیشک وہ مظلوم ہیں اور بلاشبہ اللہ انکی مدد کرنے پر البتہ خوب قادر ہے ○

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَٰرِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّآ أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا

وہ لوگ جو نکالے گئے اپنے گھروں سے بغیر حق کے، صرف ان کے یہ کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر نہ ہوتا

دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَٰمِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَٰتٌ

دور کرنا اللہ کا لوگوں کو انکے ایک کو دوسرے کے ذریعے سے تو البتہ ڈھا دیئے جاتے راہبوں کے خلوت خانے اور گرجے، اور عبادت خانے یہودیوں کے

وَمَسَٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓ ۗ

اور مسجدیں کہ ذکر کیا جاتا ہے ان میں نام اللہ کا بہت اور البتہ ضرور مدد کرے گا اللہ اس کی جو مدد کرے گا اس (کے دین) کی،

إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَوٰةَ

بے شک اللہ البتہ بہت قوت والا، غالب ہے ○ وہ لوگ کہ اگر ہم قدرت دیں ان کو زمین میں تو وہ قائم کریں نماز

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿٤١﴾

اور ادا کریں زکوۃ اور وہ حکم دیں اچھے (نیک) کاموں کا اور روکیں برے کاموں سے اور اللہ ہی کے اختیار میں ہے انجام تمام امور کاO

اسلام کی ابتداء میں مسلمانوں کو کفار کے خلاف جنگ کرنے کی ممانعت تھی اور ان کو صبر کرنے کا حکم تھا' اس میں حکمت الہیہ پوشیدہ تھی۔ جب انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ستایا گیا اور مدینہ منورہ پہنچ کر انہیں طاقت اور قوت حاصل ہوگئی تو انہیں کفار کے خلاف جہاد کی اجازت دیدی گئی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ﴾ "ان لوگوں کو اجازت دی جاتی ہے جن سے کافر لڑائی کرتے ہیں۔" اس سے معلوم ہوا کہ اس سے قبل مسلمانوں کو جہاد کی اجازت نہ تھی پس اللہ نے انہیں ان لوگوں کے خلاف جہاد اور جنگ کی اجازت مرحمت فرمادی جو ان کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور انہیں کفار کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت صرف اس لئے ملی کیونکہ ان پر ظلم ڈھائے گئے' انہیں ان کے دین سے روکا گیا' دین کی وجہ سے ان کو اذیتیں دی گئیں اور ان کو ان کے گھروں اور وطن سے نکال دیا گیا۔ ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ﴾ "اور اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً قادر ہے۔" اس لئے اہل ایمان اسی سے نصرت طلب کریں اور اسی سے مدد مانگیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کے ظلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ﴾ یعنی ان کو اذیتوں اور فتنے میں مبتلا کر کے اپنے گھروں سے نکل جانے پر مجبور کر دیا گیا ﴿بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ﴾ یعنی ناحق اور ان کا گناہ اس کے سوا کچھ نہیں جس کی بنا پر ان کے دشمن ناراض ہو کر ان کو سزا دینے پر تلے ہوئے ہیں کہ وہ ﴿اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے' یعنی ان کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتے ہیں اور دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے' اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنا گناہ ہے تو وہ ضرور گنہگار ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ﴾ (البروج: ٨/٨٥) "وہ اہل ایمان سے صرف اس بات پر ناراض ہیں کہ اللہ تعالیٰ غالب اور قابل ستائش پر ایمان لاتے ہیں۔"

یہ آیت کریمہ جہاد کی حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ جہاد کا مقصد اقامت دین یا اہل ایمان کا کفار کی اذیتوں' ان کے ظلم اور ان کی تعدی سے دفاع کرنا ہے جو اہل ایمان پر ظلم و زیادتی کی ابتدا کرتے ہیں' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ممکن بنایا جائے اور دین کے تمام ظاہری قوانین کو نافذ کیا جائے' اس لئے فرمایا: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ "اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا" پس اللہ تعالیٰ مجاہدین فی سبیل اللہ کے ذریعے سے کفار کی ریشہ دوانیوں کا سد باب کرتا ہے۔ ﴿لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ﴾ یعنی یہ بڑے بڑے معابد منہدم کر دیئے جاتے' جو اہل کتاب کے مختلف گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں

مثلاً یہود و نصاریٰ کے معابد اور مسلمانوں کی مساجد۔

﴿يُذْكَرُ فِيهَا﴾ ''ذکر کیا جاتا ہے ان میں'' یعنی ان عبادت گاہوں میں ﴿اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا﴾ ''اللہ کا نام بہت زیادہ۔'' یعنی ان عبادت گاہوں کے اندر نماز قائم کی جاتی ہے' کتب الٰہیہ کی تلاوت ہوتی ہے اور مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے نہ روکے' تو کفار مسلمانوں پر غالب آجائیں' انکے معابد کو تباہ کردیں اور دین کے بارے میں انکو آزمائش میں مبتلا کردیں۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جہاد جارح کی جارحیت اور ایذا رسانی کا سدباب کرنے اور بعض دیگر مقاصد کے لئے مشروع کیا گیا ہے' نیز یہ اس امر کی بھی دلیل ہے کہ وہ شہر جہاں امن اور اطمینان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہے' اس کی مساجد آباد ہیں جہاں دین کے تمام شعائر قائم ہیں' یہ مجاہدین کی فضیلت اور ان کی برکت کی وجہ سے ہے۔ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے کفار کی ریشہ دوانیوں کا سدباب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ (البقرۃ:۲/ ۲۵۱) ''اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے نہ ہٹاتا رہے تو زمین میں فساد برپا ہو جائے' مگر اللہ تعالیٰ جہان والوں پر بڑا ہی فضل کرتا ہے۔''

اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ ہم آج کل مسلمانوں کی مساجد کو آباد دیکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان مساجد میں ایک چھوٹی سی امارت اور ایک غیر منظم حکومت قائم ہوتی ہے حالانکہ ان پر اردگرد کے فرنگیوں کے خلاف جہاد لازم ہے بلکہ ہم ایسی مساجد بھی دیکھتے ہیں جو کفار کی حکومت اور ان کے انتظام کے تحت آباد ہیں۔ اہل مسجد پُرامن اور مطمئن ہیں حالانکہ کافر حکومتوں کو قدرت اور طاقت حاصل ہے کہ وہ ان مساجد کو منہدم کردیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے نہ ہٹائے تو یہ معابد منہدم کر دیئے جائیں اور ہم نے تو لوگوں کو ایک دوسرے کو ہٹاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اس اعتراض اور اشکال کا جواب' اس آیت کریمہ کے عموم میں داخل اور اس کے افراد میں سے ایک فرد ہے۔ جو کوئی زمانہ جدید کی حکومتوں کے حالات اور ان کے نظام کی معرفت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ان حکومتوں کے تحت زندگی بسر کرنے والا ہر گروہ اور ہر قوم کو' اس مملکت کا رکن' اس کے اجزائے حکومت میں سے ایک جزو تصور کیا جاتا ہے خواہ یہ گروہ اپنی تعداد کی بنا پر اقتدار میں ہو' خواہ اپنی حربی استعداد یا مال' یا علم یا خدمات کی بنا پر اقتدار میں شریک ہو۔ حکومتیں اس گروہ کے دینی اور دنیاوی مصالح و مفادات کی رعایت رکھتی ہیں اور اس بات سے ڈرتی ہیں کہ اگر انہوں نے ان کے مصالح کی رعایت نہ رکھی تو حکومت کے انتظام میں خلل واقع ہو جائے گا اور حکومت کے بعض ارکان مفقود ہو جائیں گے۔ پس اس سبب سے دین کے معاملات قائم ہیں۔ خاص طور پر مساجد کا نظم و

نسق...... اَلْحَمْدُلِلّٰہ...... بہترین طریقے سے ہو رہا ہے حتیٰ کہ بڑے بڑے ممالک کے دارالحکومتوں میں مساجد کا انتظام انتہائی اچھے طریقے سے چل رہا ہے۔ان ممالک کی حکومتیں اپنی مسلمان رعایا کی دل جوئی کی خاطر اس بات کا پورا خیال رکھتی ہیں، حالانکہ ان نصرانی ممالک کے درمیان آپس میں ایک دوسرے کے خلاف بغض اور حسد موجود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہ بغض اور حسد ان کے درمیان روز قیامت تک موجود رہے گا۔

پس مسلمان حکومت، جو اپنا دفاع کرنے کی طاقت نہیں رکھتی، ان کے آپس کے افتراق اور حسد کی وجہ سے ان کی جارحیت سے محفوظ رہتی ہے۔کوئی ملک اس مسلمان ملک کے خلاف اس خوف سے جارحیت کا ارتکاب کرنے کی قدرت نہیں رکھتا کہ وہ کسی اور ملک کی حمایت اور مدد حاصل کرے گا۔علاوہ ازیں یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسلام اور مسلمانوں کی نصرت کا مشاہدہ کروائے جس کا اس نے اپنی کتاب میں وعدہ کر رکھا ہے اور دین کی طرف مسلمانوں کے رجوع کی ضرورت کے شعور کے اجاگر ہونے کی بنا پر اس نصرت کے اسباب ظاہر ہو گئے ہیں...... وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ...... اور یہ شعور عمل کی پر بنیاد ہے لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنی نعمت کا اتمام کرے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا جو واقع کے مطابق سچ ثابت ہوا، فرمایا: ﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے جو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو۔﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ یعنی وہ پوری قوت کا مالک اور غالب ہے اس کے سامنے کسی کی کوئی مجال نہیں۔وہ تمام مخلوق پر غالب ہے ان کی پیشانیاں اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔پس اے مسلمانو! خوش ہو جاؤ کہ اگرچہ تم تعداد اور ساز و سامان کے اعتبار سے کمزور ہو اور تمہارا دشمن طاقتور ہے مگر تمہیں قوت والی اور غالب ہستی پر بھروسہ اور اس ذات پر اعتماد ہے جس نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو تخلیق کیا۔

پس وہ تمام اسباب اختیار کرو جن کو استعمال کرنے کا تم کو حکم دیا گیا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴾ (محمد:٤٧/٧) ”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا“ اے مسلمانو! ایمان اور عمل صالح کی خاطر اٹھ کھڑے ہو! ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ﴾ (النور:٢٤/٥٥) ”تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین کی خلافت عطا کرے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو زمین کی خلافت عطا کی تھی، ان کے دین کو ان کے لئے مستحکم کر دے گا، جسے اللہ نے ان کے

لئے پسند فرمایا ہے' ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا' وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی علامت بیان فرمائی ہے جو اس کی مدد کرتے ہیں۔ یہی علامت ان کی پہچان ہے اور جو کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی مدد کرتا ہے مگر وہ اس وصف سے متصف نہیں ہوتا تو وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ علامت بیان فرمائی ہے۔ ﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ ﴾ یعنی اگر ہم ان کو زمین کا مالک بنادیں اور ان کو زمین کا تسلط بخش دیں اور کوئی ان کی معارضت اور مخالفت کرنے والا باقی نہ رہے ﴿ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ﴾ تو وہ نماز کے اوقات میں نماز کو اس کی تمام حدود' ارکان' شرائط' جمعہ اور جماعت کے ساتھ قائم کرتے ہیں ﴿ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ ﴾ "اور زکوۃ ادا کرتے ہیں۔" جو ان پر خاص طور پر اور رعایا پر عام طور پر واجب ہے' یہ زکوۃ وہ مستحقین کو ادا کرتے ہیں ﴿ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ نیکیوں کا حکم دیتے ہیں۔ (معروف) ہر اس کام کو شامل ہے جو عقلاً اور شرعاً حقوق اللہ اور حقوق العباد کے اعتبار سے نیک ہو۔ ﴿ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ "اور برائی سے وہ روکتے ہیں۔" ہر برائی جس کی قباحت شرعاً اور عقلاً معروف ہو (منکر) کہلاتی ہے۔

کسی چیز کے حکم دینے اور اس کے منع کرنے میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کے بغیر اس کی تکمیل ممکن نہ ہو۔ پس جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تعلیم و تعلم پر موقوف ہے تو لوگوں کو تعلیم اور تعلم پر مجبور کرتے ہیں اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' شرعی طور پر مقرر کردہ یا غیر مقرر کردہ تادیب پر موقوف ہو' مثلاً مختلف قسم کی تعزیرات تو انہیں قائم کرتے ہیں۔ جب یہ معاملہ اس بات پر موقوف ہو کہ لوگ کچھ امور کے خوگر ہوں جن کے بغیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اتمام ممکن نہیں تو ان پر ان امور کو لازم کیا جائے گا اور اسی طرح معاملات ہیں کہ ان کے بغیر اگر امر بالمعروف یا نہی عن المنکر ممکن نہ ہو' تو ان کا اہتمام ضروری ہو گا۔

﴿ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴾ یعنی تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ اچھا انجام تقویٰ ہی کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن بادشاہوں کو بندوں پر تسلط بخشا اور انہوں نے اللہ کے حکم کو نافذ کیا ان کی حالت رشد و ہدایت پر مبنی اور ان کی عاقبت قابل ستائش ہے۔ اور وہ بادشاہ' جو جبر سے لوگوں پر مسلط ہو جاتا ہے پھر وہ اپنی خواہشات نفس کو ان پر نافذ کرتا ہے' تو اقتدار اگرچہ ایک مقررہ وقت تک اس کے پاس رہتا ہے تاہم اس کا انجام ناقابل ستائش' اس کی حکومت نامقبول اور اس کی عاقبت مذموم ہے۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾

اور اگر وہ جھٹلائیں آپ کو تو تحقیق جھٹلایا ہے ان سے پہلے قوم نوح نے، اور عاد اور ثمود نے ○

وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى

اور قوم ابراہیم اور قوم لوط نے ○ اور اہل مدین نے بھی، اور جھٹلائے گئے موسیٰ بھی؛

فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ

پس مہلت دی میں نے کافروں کو، پھر میں نے پکڑا ان کو پس کیسا تھا میرا عذاب؟ ○ پس کتنی ہی

قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ

بستیاں ہیں کہ ہلاک کر دیا ہم نے ان کو اور وہ ظالم تھیں، پس وہ گری پڑی ہیں اوپر اپنی چھتوں کے، اور (کتنے ہی) کنویں ہیں

مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ

ناکارہ پڑے ہوئے اور (کتنے ہی) محل ہیں مضبوط (ویران)؟ ○ کیا پس نہیں سیر کی انہوں نے زمین میں؟ کہ ہوتے ان کیلئے دل کہ

يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ

سمجھتے وہ انکے ساتھ، یا (ہوتے ان کے) کان کہ وہ سنتے ان کے ساتھ' پس بلاشبہ قصہ یہ ہے کہ نہیں اندھی ہوتیں آنکھیں لیکن

تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

اندھے ہوتے ہیں دل، وہ جو سینوں میں ہیں ○

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر یہ مشرکین آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ کوئی پہلے رسول نہیں ہیں جس کو جھٹلایا گیا ہو اور یہ امت بھی کوئی پہلی امت نہیں جس نے اپنے رسول کو جھٹلایا ہے۔ ﴿فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ○ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوْسٰى﴾ ''بلاشبہ ان سے پہلے قوم نوح نے' عاد و ثمود نے' قوم ابراہیم و قوم لوط نے اور اصحاب مدین (قوم شعیب) نے رسولوں کو جھٹلایا' موسیٰ علیہ السلام کی بھی تکذیب کی گئی۔'' ﴿فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ یعنی تکذیب کرنے والوں کو میں نے ڈھیل دی۔ ان کو سزا دینے میں میں نے جلدی نہ کی' یہاں تک کہ وہ اپنی سرکشی پر جمے رہے اور اپنے کفر و شر میں بڑھتے ہی چلے گئے ﴿ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ﴾ پھر میں نے ان کو غالب اور قدرت رکھنے والی ہستی کی طرح عذاب کے ذریعے سے گرفت میں لے لیا۔ ﴿فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ پھر دیکھا ان کے کفر اور ان کی تکذیب پر میری نکیر کیسی تھی اور اس کا کیسا حال تھا۔ ان کے لئے بدترین سزا اور قبیح ترین عذاب تھا۔ ان میں سے بعض کو غرق کر دیا گیا' بعض کو ایک چنگھاڑ نے آ لیا اور بعض طوفانی ہوا کے ذریعے ہلاک کر دیئے گئے' بعض کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور بعض کو چھتری والے دن کے عذاب کے ذریعے سے ہلاک کیا گیا' لہٰذا تکذیب کرنے والوں کو ان قوموں سے عبرت پکڑنی چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو بھی وہی عذاب آ لے جو گزشتہ بدکردار قوموں پر نازل ہوا یہ ان سے بہتر نہیں ہیں اور نہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں ہی میں براءت کی کوئی ضمانت ہے۔

ان جیسے کتنے ہی لوگ ہیں جن کو عذاب سے ہلاک کیا گیا' اس لئے فرمایا: ﴿فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ﴾ یعنی کتنی ہی بستیاں ہیں ﴿اَهْلَكْنٰهَا﴾ جن کو ہم نے دنیاوی رسوائی کے ساتھ سخت عذاب کے ذریعے سے ہلاک

کیا۔ ﴿وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ اور ان کی حالت یہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار اور رسول کی تکذیب کر کے ظلم کا ارتکاب کیا تھا۔ ان کے لئے ہماری سزا ظلم نہ تھا۔ ﴿فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا﴾ پس ان کے گھر منہدم ہو کر اجڑے پڑے ہیں' ان کے محل اور عمارتیں اپنی چھتوں پر الٹی پڑی ہیں۔ کبھی یہ آباد تھیں اب ویران پڑی ہیں' کبھی اپنے رہنے والوں کے ساتھ معمور تھیں اب وہاں وحشت ٹپکتی ہے۔

﴿وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ﴾ کتنے ہی کنویں ہیں جہاں کبھی پانی پینے اور مویشیوں کو پلانے کے لئے لوگوں کا ازدحام ہوا کرتا تھا۔ اب ان کنوؤں کے مالک مفقود اور پانی پینے والے معدوم ہیں' کتنے ہی محل اور قصر ہیں جن کے لئے ان کے رہنے والوں نے مشقت اٹھائی ان کو چونے سے مضبوط کیا' ان کو بلند کیا' ان کو محفوظ کیا اور ان کو خوب سجایا مگر جب اللہ کا حکم آ گیا تو کچھ بھی ان کے کام نہ آیا اور یہ محل خالی پڑے رہ گئے اور ان میں رہنے والے عبرت پکڑنے والوں کے لئے سامان عبرت اور فکر و نظر رکھنے والوں کے لئے مثال بن گئے۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو زمین میں چلنے پھرنے کی دعوت دی ہے تاکہ وہ غور و فکر کریں اور عبرت پکڑیں' چنانچہ فرمایا: ﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ﴾ کیا وہ اپنے قلب و بدن کے ساتھ زمین میں چلے پھرے نہیں۔ ﴿فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کو سمجھتے اور عبرت کے لئے ان میں غور و فکر کرتے۔ ﴿أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا﴾ یعنی گزرے ہوئے لوگوں کے واقعات اور جن قوموں پر عذاب نازل کیا گیا ان کی خبریں سنتے...... ورنہ محض آنکھوں اور کانوں سے سننا اور تفکر اور عبرت سے خالی ہو کر زمین میں چلنا پھرنا کوئی فائدہ نہیں دیتا اور نہ اس سے مطلوب کا حصول ممکن ہے' اسی لئے فرمایا: ﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ یعنی یہ اندھا پن جو دین کے لئے ضرر رساں ہے' درحقیقت حق کے بارے میں قلب کا اندھا پن ہے حتیٰ کہ جیسے بصارت کا اندھا مرئیات کا مشاہدہ نہیں کر سکتا اسی طرح بصیرت کا اندھا حق کا مشاہدہ کرنے سے عاری ہے لیکن بصارت کا اندھا تو صرف دنیاوی منفعت تک پہنچنے سے محروم ہے۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ

اور وہ (لوگ) جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے عذاب کو، اور ہرگز نہیں خلاف کرے گا اللہ اپنے وعدے کے' اور بلاشبہ ایک دن نزدیک

رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا

آپکے رب کے مانند ایک ہزار سال کے ہے ان (دنوں) سے جو تم گنتے ہو ○ اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ مہلت دی میں نے انکو

وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا ۚ وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾

جبکہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے پکڑا ان کو، اور میری طرف ہی (سب کی) واپسی ہے ○

عذاب کی تکذیب کرنے والے' اپنی جہالت' ظلم' عناد' اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھتے اور اس کے رسولوں کی تکذیب

کرتے ہوئے آپ ﷺ سے جلدی عذاب نازل کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ عذاب کا جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور واقع ہو کر رہے گا کوئی روکنے والا اس کو روک نہیں سکتا۔ رہا اس عذاب کا جلدی آنا' تو اے محمد! (ﷺ) یہ آپ کے اختیار میں نہیں ان کے جلدی مچانے اور ہمیں عاجز گردانے پر' آپ ﷺ کو ہلکا نہ سمجھیں' قیامت کا دن ان کے سامنے ہے' جس میں اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو اکٹھا کرے گا' ان کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی اور ان کو دردناک عذاب میں ڈالا جائے گا' اس لئے فرمایا: ﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ یعنی قیامت کا دن اپنی طوالت' اپنی شدت اور اپنی ہولناکی کی وجہ سے ہزار برس کا لگے گا...... لہٰذا خواہ ان پر دنیا کا عذاب نازل ہو جائے یا آخرت تک عذاب کو موخر کر دیا جائے یہ دن تو بہر طور ان پر آ کر رہے گا۔

اور یہ احتمال بھی ہے کہ مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نہایت حلم والا ہے' پس اگر وہ عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو (انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک دن تمہارے شمار کے ہزار برس کے برابر ہے۔ پس یہ مدت خواہ تم اس کو کتنا ہی لمبا کیوں نہ سمجھو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کتنا ہی دور کیوں نہ سمجھو' اللہ تعالیٰ بہت طویل مدتوں تک مہلت عطا کرتا رہتا ہے مگر حساب لئے بغیر' بے فائدہ نہیں چھوڑتا حتیٰ کہ جب وہ ظالموں کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیتا ہے' تو پھر ان کو چھوڑتا نہیں۔

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا﴾ یعنی میں نے ایک طویل مدت تک ان کو مہلت دی ﴿وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ یعنی ان کے ظلم کے باوجود' اور ان کا ظلم میں سبقت کرنا ہمارے عذاب میں جلدی کا موجب نہ بنا ﴿ثُمَّ اَخَذْتُهَا﴾ پھر میں نے ان کو عذاب کی گرفت میں لے لیا۔ ﴿وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ دنیا میں ان پر عذاب نازل کرنے کے باوجود' انہیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ انہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں عذاب دے گا۔ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت سے فریب نہ کھائیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے سے بچیں۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کہہ دیجئے' اے لوگو! یقیناً میں تمہارے لئے ڈرانے والا ہوں کھلم کھلا ○ پس وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا

اور انہوں نے عمل کئے نیک، ان کے لئے مغفرت ہے اور روزی عزت والی ○ اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی

فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾

ہماری آیتوں (کے جھٹلانے) میں (ہمیں) عاجز کرنے کے لئے، وہی لوگ ہیں جہنمی ○

اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول محمد مصطفی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وہ تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر کہیں کہ وہ اللہ

تعالیٰ کے رسول برحق ہیں' اہل ایمان کو ثواب کی خوشخبری سنانے والے اور کافروں اور ظالموں کو اس کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ ﴿مُّبِیْنٌ﴾ یعنی واضح طور پر ڈرانے والے ہیں۔ ''انذار'' سے مراد ایسا ڈرانا ہے جس میں اس امر سے بھی خبردار کیا گیا ہو جس سے ڈرانا مقصود ہے کیونکہ آپ ﷺ نے جس امر سے ان کو ڈرایا' اس کی صداقت پر روشن اور واضح دلائل قائم کئے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس انذار اور تبشیر کی تفصیل بیان فرمائی ﴿فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ ''اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کے لیے مغفرت ہے۔'' یعنی ان سے کسی گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دیتا ہے۔ ﴿وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ﴾ اس سے مراد جنت ہے' یعنی رزق کی اقسام میں بہترین قسم' جو تمام فضائل کی جامع اور تمام کمالات سے بڑھ کر ہے۔

آیت کریمہ کا حاصل معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور یہ ایمان ان کے دلوں میں گھر کر گیا اور پھر ایمان صادق بن گیا...... اور اس ایمان کے ساتھ انہوں نے نیک کام بھی کئے' ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان گناہوں کی مغفرت ہے جو ان سے واقع ہو گئے تھے اور ان کے لئے جنت میں بہترین رزق ہوگا اور یہ رزق تمام فضائل و کمالات کا جامع ہوگا ﴿وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ﴾ ''وہ لوگ جو ہماری آیتوں کو پست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔'' یعنی جو بزعم خود اللہ تعالیٰ کی آیات کو نیچا دکھانے کے لئے بڑھ چڑھ کر کوشش کرتے ہیں یہ امید رکھتے ہوئے کہ اسلام کے خلاف ان کی سازش کامیاب ہو جائے گی۔ ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ''یہی لوگ'' جو آیات الٰہی کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنے سے متصف ہیں۔'' ﴿اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ﴾ ''جہنمی ہیں۔'' یعنی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے اور ہر وقت وہیں رہیں گے۔ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی نہ لمحہ بھر کے لئے یہ دردناک عذاب ان سے ہٹایا جائے گا۔

حاصل معنی یہ ہے کہ جو لوگ قرآن کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں اور بزعم خود اہل ایمان کو نیچا دکھانے کے لئے ان کی مخالفت اور ان سے دشمنی کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ اپنا مقصد حاصل کر لیں گے، یہ لوگ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّیْطٰنُ

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نہ نبی مگر جب وہ تلاوت کرتا تو ڈال دیتا شیطان

فِیْٓ اُمْنِیَّتِهٖ ۚ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ ۭ

اسکی تلاوت میں (کچھ اپنی طرف سے) پس مٹا دیتا اللہ اس (وسوسے) کو جو ڈالتا شیطان، پھر محکم (پختہ) کر دیتا اللہ اپنی آیتیں

وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّیَجْعَلَ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ

اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے ○ تاکہ بنا دے اللہ اس کو جو ڈالتا ہے شیطان آزمائش ان لوگوں کے لئے کہ

فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِىْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾

ان کے دلوں میں روگ ہے، اور وہ جو سخت ہیں دل ان کے، اور بے شک ظالم تو (پڑے ہوئے) ہیں مخالفت میں دور کی ○

وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ

اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جو دیئے گئے علم، کہ بلاشبہ یہ (قرآن) حق ہے آپکے رب کی طرف سے، پس وہ ایمان لائیں اسکے ساتھ پھر جھک جائیں

لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

اس کے لئے ان کے دل اور بے شک اللہ البتہ ہدایت دینے والا ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، طرف سیدھے راستے کی ○

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ

اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، شک میں اس (قرآن) سے، یہاں تک کہ آ جائے انکے پاس قیامت اچانک یا

يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ

آ جائے ان پر عذاب بانجھ (بے برکت) دن کا ○ بادشاہی اس دن اللہ ہی کی ہوگی وہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان،

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِىْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک، (وہ ہوں گے) باغات میں نعمتوں کے ○ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا

بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾

ہماری آیتوں کو، تو یہ لوگ، ان کے لئے ہے عذاب ذلیل کرنے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور اپنے بندوں کے لئے جو کچھ اختیار کر رکھا ہے اس کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے' نیز بیان فرماتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے پہلے ﴿مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى﴾ "جو بھی رسول اور نبی گزرا' جب بھی اس نے تمنا کی"' یعنی قراءت کی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں کو نصیحت کرتا' ان کو معروف کا حکم دیتا اور منکر سے روکتا ﴿اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِىْٓ اُمْنِيَّتِهٖ﴾ "تو شیطان اس کی تمنا میں القاء کر دیتا ہے۔" یعنی اس کی قراءت میں ایسے امر سے فریب دینے کی کوشش کرتا جو اس قراءت کے مناقض (مخالف) ہوتا......

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو تبلیغ رسالت کے ضمن میں معصوم رکھا ہے اور ہر چیز سے اپنی وحی کی حفاظت کی ہے تاکہ اس میں کوئی اشتباہ یا اختلاط واقع نہ ہو۔ مگر اس شیطانی القاء کو استقرار اور دوام نہیں ہوتا۔ یہ ایک عارض ہے جو پیش آتا ہے پھر زائل ہو جاتا ہے اور عوارض کے کچھ احکام ہیں اس لئے فرمایا: ﴿فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اس القاء کو زائل کر کے باطل کر دیتا ہے اور واضح کر دیتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات نہیں ہیں۔

﴿ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ﴾ یعنی پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو محکم اور متحقق کر دیتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ کی آیات شیطانی القاء کے اختلاط سے محفوظ اور خالص رہتی ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ﴾ اور

اللہ تعالیٰ کامل علم کا مالک ہے۔ وہ اپنے کمال علم سے اپنی وحی کی حفاظت کر کے شیطانی القاء کو زائل کر دیتا ہے۔ ﴿حَكِيْمٌ﴾ وہ اشیاء کو ان کے لائق شان مقام پر رکھتا ہے۔ پس یہ اس کے کمال حکمت کا حصہ ہے کہ اس نے شیاطین کو القاء کا اختیار دیا تاکہ اس امر کا حصول ہو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً﴾ ''تاکہ کر دے اللہ القائے شیطانی کو آزمائش۔'' لوگوں کے دو گروہوں کے لئے فتنہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پروا نہیں اور یہ وہ لوگ ہیں ﴿لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ جن کے دلوں میں کمزوری ہے اور ان کے دلوں میں ایمان کامل اور تصدیق جازم معدوم ہیں۔ پس یہ القاء ایسے دلوں پر اثر کرتا ہے جن کے دلوں میں ادنیٰ سا شبہ بھی ہوتا ہے' جب وہ اس شیطانی القاء کو سنتے ہیں تو شک و ریب ان کے دلوں میں گھر کر لیتا ہے اور یہ چیز ان کے لئے فتنہ بن جاتی ہے۔ ﴿وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ﴾ یعنی (دوسرا گروہ) وہ لوگ ہیں جن کے دل سخت ہوتے ہیں۔ ان کی قساوت قلبی کی بنا پر کوئی وعظ و نصیحت اور کوئی زجر و توبیخ ان پر اثر کرتی ہے نہ اللہ اور اس کے رسول کی کوئی بات ان کی سمجھ میں آتی ہے۔ پس جب وہ شیطانی القاء کو سنتے ہیں تو اسے اپنے باطل کے لئے حجت بنا لیتے ہیں اور اس کو دلیل بنا کر جھگڑا کرتے ہیں اور پھر اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں' اسی لیے فرمایا: ﴿وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ﴾ یعنی یہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی' حق کے ساتھ عناد اور اس کی مخالفت میں راہ صواب سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ پس شیطان جو کچھ القاء کرتا ہے وہ ان دونوں قسم کے گروہوں کے لئے فتنہ بن جاتا ہے اور یوں ان کے دلوں میں جو خبث چھپا ہوتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے۔

رہا تیسرا گروہ تو یہ شیطانی القاء ان کے حق میں رحمت بن جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ﴿وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا کہ وہ حق ہے آپ کے رب کی طرف سے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے ان کو علم سے نواز رکھا ہے' جس کے ذریعے سے وہ حق اور باطل' ہدایت اور گمراہی کے درمیان امتیاز کرتے ہیں۔ پس وہ دونوں امور میں تفریق کرتے ہیں' ایک حق مستقر ہے' جس کو اللہ محکم کرتا ہے اور دوسرا عارضی طور پر طاری ہونے والا باطل ہے' جس کو اللہ تعالیٰ زائل کر دیتا ہے' وہ حق و باطل کے شواہد اور علامات کے ذریعے سے ان میں تفریق کرتے ہیں...... تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے۔ وہ آزمائش میں ڈالتا ہے تاکہ اچھے اور برے نفوس میں چھپے ہوئے خیالات کو ظاہر کر دے۔

﴿فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ﴾ تاکہ وہ اس سبب سے اس پر ایمان لائیں' اور معارضات و شبہات کے دور ہونے سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ﴿فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ﴾ اور اس کے سامنے ان کے دل جھک جائیں اور اس کی حکمت کو تسلیم کر لیں اور یہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ اللہ ان کو ان کے ایمان کے سبب سے راہ راست پر گامزن کرتا ہے' یعنی حق کے علم اور اس کے تقاضوں پر عمل کی

طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ قول ثابت کے ذریعے سے اہل ایمان کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں ثابت قدمی عطا کرتا ہے...... اور یہ نوع' بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ثابت قدمی ہے۔

ان آیات کریمہ میں اس امر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے گزشتہ انبیاء و مرسلین کا طریقہ ایک نمونہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے سورۃ "النجم" تلاوت فرمائی تو جب آپ ﷺ اس مقام پر پہنچے ﴿اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى﴾ (النجم:٥٣/١٩، ٢٠) "بھلا تم لوگوں نے لات اور عزیٰ کو دیکھا اور تیسرے منات کو بھی (بھلا یہ بت معبود ہو سکتے ہیں؟" تو شیطان نے آپ کی تلاوت کے درمیان یہ الفاظ القاء کر دیئے۔ ((تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى. وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى)) "یہ خوبصورت اور بلند مرتبہ دیویاں ہیں جن کی سفارش کی توقع کی جا سکتی ہے۔" اس طرح رسول اللہ ﷺ کو حزن و غم کا سامنا کرنا پڑا اور لوگ فتنہ میں مبتلا ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ [1]

اللہ تبارک و تعالیٰ کفار کی حالت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ کفار ہمیشہ شک و ریب میں مبتلا رہیں گے۔ اے محمد! (ﷺ) آپ جو کچھ ان کے پاس لے کر آئے ہیں کفار اپنے عناد اور اعراض کے باعث شک کرتے رہیں گے اور وہ اسی حال میں ہمیشہ رہیں گے ﴿حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً﴾ "یہاں تک کہ ان کے پاس قیامت کی گھڑی اچانک آ جائے" ﴿اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ﴾ "یا ان کے پاس بانجھ دن کا عذاب آ جائے۔" یعنی ایسے دن کا عذاب آ جائے' جس میں ان کے لئے کوئی بھلائی نہیں اور وہ قیامت کا دن ہے۔

جب قیامت کی گھڑی ان کے پاس آ جائے گی' یا وہ دن آ جائے گا تو ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جنہوں نے کفر کیا کہ وہ جھوٹے تھے۔ وہ نادم ہوں گے جبکہ ان کی ندامت انہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔ وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ کاش انہوں نے رسول پر ایمان لا کر اس کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔ اس آیت میں کفار کو اپنے شک و شبہات اور افترا پردازی پر قائم رہنے سے ڈرایا گیا ہے۔

﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ﴾ "بادشاہی اس دن۔" یعنی قیامت کے روز ﴿لِّلّٰهِ﴾ "صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔" اور اس کے سوا کسی اور کا کوئی اقتدار و اختیار نہ ہوگا۔ ﴿يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ﴾ وہ ان کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ کرے گا۔ ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ پس وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ' اس کے رسول اور جو کچھ رسول لے کر آئے' اس پر ایمان لائے ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ اور نیک عمل کئے تاکہ ان کے ذریعے سے اپنے ایمان کی سچائی کا ثبوت بہم پہنچائیں

---

[1] حدیث غرانیق موضوع اور باطل ہے۔ محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "نصب المجانیق لنسف قصة الغرانیق" میں سند اور متن دونوں اعتبار سے حدیث غرانیق کا بطلان واضح کیا ہے۔ اور اس سے قبل شیخ محمد عبدہ نے بھی اس کے موضوع ہونے کی وضاحت کی ہے۔ (از محقق)

﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ''نعمت والے باغوں میں ہوں گے۔''یعنی انہیں قلب وروح اور بدن کی ایسی نعمت حاصل ہوگی جسے کوئی بیان کرنے والا بیان کرسکتا ہے نہ عقل اس کا ادراک کرسکتی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ اور وہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کیا ﴿وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ اور حق وصواب کی طرف راہ نمائی کرنے والی ہماری آیات کی تکذیب کی' ان سے روگردانی کی یا ان سے عناد رکھا ﴿فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ان کے لئے' انتہائی شدید' المناک اور دلوں تک اتر جانے والا رسوا کن عذاب ہے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے انبیاء ومرسلین اور اس کی آیات کی اہانت کی' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اہانت آمیز عذاب میں مبتلا کیا۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ
اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اللہ کی راہ میں، پھر وہ قتل (شہید) کئے گئے یا وہ مر گئے البتہ ضرور رزق دے گا ان کو اللہ
رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٥٨﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ
رزق بہت اچھا اور بلاشبہ اللہ، البتہ وہی ہے سب سے بہتر رزق دینے والا ○ البتہ ضرور داخل کریگا وہ انکو اس مقام میں کہ وہ پسند کرینگے اسے
وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿٥٩﴾
اور بلاشبہ اللہ البتہ خوب جاننے والا بردبار ہے ○

یہ آیت کریمہ اس شخص کے لئے بہت بڑی بشارت ہے جس نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی' وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی نصرت کی خاطر اپنا گھر بار' مال اور اولاد چھوڑ کر وطن سے نکلا۔ اب یہ شخص خواہ اپنے بستر پر جان دے یا جہاد کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جائے' اللہ تعالیٰ پر اس کا اجر واجب ہوگیا ﴿لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا﴾ ''اللہ تعالیٰ انہیں اچھا رزق عطا کرے گا'' عالم برزخ میں اور قیامت کے روز جنت میں داخل کر کے اچھے رزق سے نوازے گا۔ اس جنت میں آرام' خوشبوئیں' حسن' احسان اور قلب وبدن کی تمام نعمتیں جمع ہوں گی۔

اس میں اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں کشادہ اور اچھے رزق کی ذمہ داری اٹھائی ہے' خواہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ بستر پر جان دے یا اللہ کے راستے میں شہید کر دیا جائے' ان سب کے لئے رزق کی ضمانت ہے۔ اس لئے ہجرت کرنے والے کو یہ وہم لاحق نہ ہو کہ جب وہ اپنے گھر بار اور مال و اولاد کو چھوڑ کر نکلے گا تو محتاج ہو جائے گا کیونکہ اس کا رازق وہ ہے جو سب سے بہتر رزق عطا کرنے والا ہے۔

یہ اسی طرح واقع ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا تھا۔ مہاجرین سابقین نے نصرت دین کی خاطر اپنا گھر بار' اولاد اور مال چھوڑ دیا' تو ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے بہت سے شہر فتح

کروائے' انہیں لوگوں پر اقتدار و اختیار عطا کیا تو انہوں نے ان شہروں سے مال حاصل کیا اور اس مال کے ذریعے سے سب سے دولت مند ہو گئے اور ان کا حال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مصداق ہو گیا: ﴿لَيُدْخِلَنَّهُم مُّدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ﴾ ''اور اللہ ان کو ایسی جگہ میں داخل فرمائے گا جس کو وہ پسند کریں گے۔''

اس سے مراد یا تو وہ شہر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح کیے' خاص طور پر مکہ مکرمہ' کیونکہ اہل ایمان مکہ مکرمہ میں نہایت مسرت اور رضا کی حالت میں داخل ہوئے تھے...... یا اس سے مراد آخرت کا رزق اور جنت میں داخل ہونا ہے۔ پس آیت کریمہ رزق کی دونوں اقسام یعنی رزق دنیا اور رزق آخرت دونوں کو جمع کرنے والی ہے لفظ کا اطلاق دونوں کے لئے درست اور معنی دونوں کے صحیح ہے۔ ان تمام معانی کے اطلاق سے کوئی امر مانع نہیں۔ ﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ﴾ اللہ تعالیٰ ظاہری اور باطنی' گزرے ہوئے اور آنے والے تمام امور کا علم رکھتا ہے۔ ﴿حَلِيمٌ﴾ مخلوق اس کی نافرمانی کرتی ہے اور بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے مگر وہ کامل قدرت رکھنے کے باوجود سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ ان کو پیہم رزق مہیا فرماتا اور اپنے فضل سے انہیں نوازتا ہے۔

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِۦ ثُمَّ بُغِىَ عَلَيْهِ لَيَنصُرَنَّهُ

(بات) یہی ہے، اور جو شخص بدلہ لے مثل اسکے جو زیادتی کی گئی اسکے ساتھ، پھر ظلم کیا جائے اس پر تو البتہ ضرور مدد کرے گا اسکی

اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ﴿٦٠﴾

اللہ بلاشبہ اللہ البتہ نہایت معاف کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے O

جس شخص کے ساتھ زیادتی اور ظلم کا ارتکاب کیا گیا ہو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس ظالم کا مقابلہ ویسی ہی زیادتی کے ساتھ کرے۔ اگر وہ ایسا کرے تو اس پر کوئی مواخذہ اور کوئی ملامت نہیں۔ پس اگر اس کے بعد بھی وہ اس پر زیادتی کرے تو اللہ تعالیٰ اس ظالم کی مدد کرے گا کیونکہ وہ اب مظلوم ہے' اس بنا پر اس کو ظلم و زیادتی کا نشانہ بنانا جائز نہیں کیوں کہ اس نے اپنا حق وصول کر لیا ہے پس جب دوسرے سے اس کی برائی کا بدلہ لینے والا شخص اپنا بدلہ لینے کے بعد زیادتی کرے تو اس کے بعد اس پر پھر ظلم کیا جائے' اللہ تعالیٰ اس دوسرے کی (جواب مظلوم ہے) مدد فرماتا ہے اور وہ مظلوم جو سرے سے بدلہ ہی نہ لے' تو اس کے لیے تو اللہ کی مدد بہت زیادہ قریب ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ بہت معاف کرنے والا' بہت بخشنے والا ہے۔'' یعنی وہ گناہ گاروں کو معاف کر دیتا ہے۔ ان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا' وہ ان کے گناہ بخش دیتا ہے اور ان گناہوں کو دور کر کے ان کے آثار بھی مٹا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی' دائمی اور وصف لازم ہے اور ہر وقت اپنے بندوں کے ساتھ اس کا معاملہ عفو اور مغفرت کا معاملہ ہوتا ہے' اس لئے اے وہ مظلوم لوگو! جن کے خلاف جرم کیا گیا ہے' تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ تم معاف کر دو' درگزر سے کام لو اور بخش دو تا کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ وہی معاملہ کرے جو

تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ ﴿فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (الشوریٰ:۴۲/۴۰)''جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ کے ہاں واجب ٹھہرا۔''

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ

یہ اس لئے کہ بے شک اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں

وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٦١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ

اور (یہ کہ) بیشک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ○ یہ اس لئے کہ بیشک اللہ، وہی حق ہے، اور جس کو وہ پکارتے ہیں

مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾

سوائے اس کے، وہ باطل ہے، اور (یہ کہ) بلاشبہ اللہ، وہی ہے بلند تر، بہت بڑا ○

وہ اللہ جس نے تمہارے لئے یہ اچھے اور انصاف پر مبنی احکام مشروع کئے ہیں' اپنی تقدیر اور تدبیر میں بہترین طریقے سے تصرف کرتا ہے' جو ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ﴾ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ پس وہ دن کے بعد رات کو اور رات کے بعد دن کو لاتا ہے اور وہ ان دونوں میں سے ایک کو بڑھاتا اور دوسرے میں اسی حساب سے کمی کرتا رہتا ہے' پھر اس کے برعکس پہلے میں کمی کرتا ہے اور دوسرے کو بڑھاتا ہے۔ پس دن رات کی اس کمی بیشی پر موسم مترتب ہوتے ہیں اور اسی پر شب و روز اور سورج چاند کے فوائد کا انحصار ہے' جو بندوں پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں اور یہ مختلف مواسم ان کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ﴾ ''اور اللہ سننے والا ہے۔'' بندوں کی زبان کے اختلاف اور ان کی مختلف حاجات کے باوجود وہ ان کی چیخ و پکار میں ہر ایک کی بات سنتا ہے۔ ﴿بَصِيْرٌ﴾ ''دیکھنے والا ہے۔'' وہ رات کی تاریکی میں' ٹھوس چٹان کے نیچے' سیاہ چیونٹی کو چلتے ہوئے دیکھتا ہے۔ ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ (الرعد:۱۳/۱۰)''تم میں سے کوئی شخص خواہ بلند آواز سے بات کرے یا آہستہ اور کوئی رات کے اندھیروں میں چھپا ہوا ہو یا دن کے اجالے میں چل رہا ہو اس کے لئے سب برابر ہے۔''

﴿ذٰلِكَ﴾ یہ حکم اور احکام والی ہستی ﴿بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ وہ ثابت ہے جو ہمیشہ سے ہے' وہ زائل ہونے والی نہیں' وہ ''اول'' ہے اس سے پہلے کچھ نہ تھا وہ ''آخر'' ہے اس کے بعد کچھ نہیں' وہ کامل اسماء و صفات کا مالک' وعدے کا سچا' اس کا وعدہ حق ہے' اس سے ملاقات ہونا حق ہے' اس کا دین حق ہے' اس کی عبادت حق' نفع مند اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ ﴿وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ اور اس کے سوا تم جن بتوں اور جمادات و حیوانات میں سے خود ساختہ خداؤں کو پکارتے ہو ﴿هُوَ الْبَاطِلُ﴾ وہ فی نفسہ باطل ہیں اور ان کی عبادت بھی باطل ہے کیونکہ یہ ایسی ہستی سے متعلق ہے جو مضمحل اور فانی ہے' لہٰذا وہ بھی اپنے باطل مقصد کی بنا پر باطل ہے۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ﴾ وہ فی ذاتہ بلند ہے' اس لئے وہ تمام مخلوقات سے بلند ہے' وہ عالی قدر ہے' اس لئے وہ اپنی صفات میں کامل ہے' وہ تمام مخلوقات پر غالب ہے' وہ اپنی ذات اور اسماء وصفات میں بلند ہے۔ یہ اس کی عظمت وکبریائی ہے کہ قیامت کے روز زمین اس کے قبضہء قدرت میں اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ پر لپٹے ہوئے ہوں گے۔ یہ اس کی کبریائی ہے کہ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر محیط ہے' یہ اس کی کبریائی ہے کہ تمام بندوں کی پیشانیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ اس کی مشیت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتے۔ وہ اس کے ارادے کے بغیر حرکت کر سکتے ہیں نہ ساکن ہو سکتے ہیں۔

اس کی کبریائی کی حقیقت کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا' کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی مرسل۔ ہر صفت کمال وجلال' اور عظمت وکبریائی اس کے لئے ثابت ہے۔ اس کی یہ صفت کامل ترین اور جلیل ترین درجے پر ہے۔ یہ اس کی کبریائی ہے کہ زمین وآسمان والوں سے صادر ہونے والی عبادات کا مقصدِ وحید اس کی تعظیم وکبریائی کا اقرار اور اس کے جلال واکرام کا اعتراف ہے' بنابریں تکبیر تمام بڑی بڑی عبادات مثلاً نماز وغیرہ کا شعار ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۫ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بے شک اللہ ہی نے نازل کیا آسمان سے پانی، کہ ہو جاتی ہے (اس سے) زمین سرسبز، بلاشبہ

اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ۚ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ

اللہ نہایت باریک بین، باخبر ہےO اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۶۴﴾ ع

اور بے شک اللہ، البتہ وہی بے پروا، قابل تعریف ہےO

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آیات الٰہی میں تفکر وتدبر کی ترغیب ہے' جو اس کی وحدانیت اور اس کے کمال پر دلالت کرتی ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ یعنی کیا تم نے چشم بصارت اور چشم بصیرت سے دیکھا نہیں؟ ﴿اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ "بے شک اللہ اتارتا ہے آسمان سے پانی۔" اس سے مراد بارش ہے جو پیاسی اور قحط زدہ زمین پر' جس کے کنارے غبار آلود اور اس میں موجود تمام درخت اور نباتات خشک ہو چکے ہوتے ہیں' نازل ہوتی ہے۔ پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے' ہر قسم کا خوبصورت لباس پہن لیتی ہے اور اس طرح زمین خوش منظر بن جاتی ہے۔ بلاشبہ وہ ہستی جس نے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کیا' مردوں کو ان کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد زندہ کرے گی۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ﴾ (اللطیف) سے مراد وہ ہستی ہے جو تمام اشیاء کے باطن' ان کے مخفی امور اور ان کے تمام بھیدوں کو خوب جانتی ہے' جو اپنے بندوں کو اَن دیکھے راستوں سے بھلائی عطا کرتی ہے اور ان سے برائی کو دور کرتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے کہ وہ اپنے بندے کو اپنے انتقام میں اپنی

قوت اور اپنی قدرت کاملہ کا نظارہ کرواتا ہے اور جب بندہ ہلاکت کے گڑھے پر پہنچ جاتا ہے تو اس پر اپنے لطف کا اظہار کرتا ہے۔ یہ بھی اس کے لطف و کرم کا حصہ ہے کہ وہ بارش ہونے کی جگہوں اور زمین کے سینے میں چھپے ہوئے بیجوں کو جانتا ہے۔ وہ بارش کے اس پانی کو اس بیج تک پہنچاتا ہے' جو مخلوق سے مخفی ہے پھر اس سے مختلف انواع کی نباتات اگاتا ہے۔﴿خَبِيْرٌ﴾ وہ تمام امور کے رازوں اور تمام سینوں کے بھیدوں کی خبر رکھتا ہے۔

﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ یعنی جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی قوت' حکمت اور اقتدار کامل سے ان میں تصرف کرتا ہے۔ اس معاملے میں اس کے سوا کسی کو کوئی اختیار نہیں ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ﴾ یعنی وہ بذاتہ غنی ہے' جو ہر لحاظ سے غنائے مطلق و تام کا مالک ہے یہ اس کی غنائے کامل ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہیں وہ ذلت سے بچنے کے لئے ان کو مددگار بناتا ہے نہ قلت کو دور کرنے کے لئے ان کے ذریعے کثرت حاصل کرتا ہے۔ یہ اس کی غنائے تام ہے کہ اس کی کوئی بیوی ہے نہ اولاد۔ یہ اس کی غنا ہے کہ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے کسی لحاظ سے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں جس کی مخلوق محتاج ہوتی ہے' وہ مخلوق کو کھلاتا ہے کوئی اس کو نہیں کھلاتا۔ یہ اس کی غنا ہے کہ تمام مخلوق اپنے وجود میں آنے' اپنے تیار ہونے' اپنی امداد میں اور اپنے دین و دنیا میں اسی کی محتاج ہے۔

یہ اس کی غنائے تام ہے کہ اگر آسمانوں اور زمین کے تمام لوگ زندہ و مردہ سب ایک میدان میں جمع ہو جائیں' پھر ان میں سے ہر شخص اپنی اپنی خواہش و تمنا کے مطابق اس سے سوال کرے اور وہ ان کو ان کی تمنا اور خواہش سے بڑھ کر عطا کر دے تب بھی اس کے خزانے میں کوئی کمی واقع نہیں ہو گی۔ یہ اس کی غنا ہے کہ اس کا دستِ عطا دن رات خیر و برکات عنایت کرتا رہتا ہے' اس کا فضل و کرم تمام جانداروں پر جاری و ساری ہے۔ یہ اس کی غنا ہے کہ اس نے اپنے اکرام و تکریم والے گھر میں وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے تصور سے اس کے طائر خیال کا گزر ہوا ہے۔

﴿الْحَمِيْدُ﴾ وہ اپنی ذات میں محمود ہے اور وہ اپنے اسماء میں محمود ہے کیونکہ اس کے تمام نام اچھے ہیں۔ وہ اپنی صفات میں محمود ہے کیونکہ اس کی تمام صفات' صفات کمال ہیں۔ وہ اپنے افعال میں محمود ہے کیونکہ اس کے تمام افعال عدل و احسان اور رحمت و حکمت پر مبنی ہیں۔ وہ اپنی تشریع میں محمود ہے کیونکہ وہ صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں کوئی خالص یا راجح مصلحت ہو اور وہ اسی چیز سے روکتا ہے جس میں کوئی خالص یا راجح فساد ہو۔ وہ جس کے لئے ہر قسم کی ستائش ہے جس نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور ان کے بعد جو کچھ وہ چاہے' سب کو لبریز کر رکھا ہے۔ وہ ہستی کہ بندے اس کی حمد و ثنا بیان کرنے سے قاصر ہیں بلکہ وہ ویسے ہی ہے جیسے اس نے خود اپنی حمد و ثنا بیان کی ہے۔ وہ اس حمد و ثنا سے بالا و بلند تر ہے جو بندے بیان کرتے ہیں۔ وہ جسے اپنی توفیق

سے نوازتا ہے تو اپنی توفیق پر قابل تعریف ہے اور جب اس سے علیحدہ ہو کر اسے اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے تو اس پر بھی قابل تعریف ہے۔ وہ اپنی حمد وثنا میں غنی اور اپنی غنا میں قابل تعریف ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بیشک اللہ نے تابع کر دیا واسطے تمہارے جو کچھ زمین میں ہے اور کشتیوں کو جو چلتی ہیں سمندر میں ساتھ اسکے حکم کے

وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ

اور وہی تھامے رکھتا ہے آسمان کو اس سے کہ گر پڑے وہ اوپر زمین کے مگر ساتھ اسی کے حکم کے بلاشبہ اللہ لوگوں پر

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِىْٓ اَحْيَاكُمْ ز ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ

البتہ نہایت شفقت کرنیوالا، بڑا مہربان ہے○ اور وہی ہے جس نے زندہ کیا تمہیں، پھر وہ مارے گا تمہیں، پھر (دوبارہ) وہ زندہ کریگا تمہیں،

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

بے شک انسان البتہ بڑا ناشکرا ہے○

کیا تم نے اپنی آنکھ اور دل سے اپنے رب کی بے پایاں نعمت اور بے حد احسانات کو نہیں دیکھا؟ ﴿اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے حیوانات نباتات اور جمادات کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ روئے زمین کی تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے لئے مسخر کر دیا ہے' چنانچہ زمین کے تمام حیوانات کو انسان کی سواری' نقل وحمل' کام کاج' کھانے اور مختلف انواع کے استفادے کے لئے مسخر کر دیا اور اس کے تمام درختوں اور پھلوں کو بھی مسخر کر دیا تاکہ وہ ان سے خوراک حاصل کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو درخت لگانے زمین سے غلہ حاصل کرنے اور معدنیات نکالنے کی طاقت عطا کی تاکہ وہ ان سے استفادہ کرے۔

﴿وَالْفُلْكَ﴾ یعنی تمہارے لئے کشتیوں کو مسخر کر دیا ﴿تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ﴾ وہ سمندروں میں تمہیں اور تمہارے تجارتی سامان کو اٹھائے پھرتی ہیں اور تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہیں' نیز تم سمندر سے موتی نکالتے ہو جنہیں تم زیور کے طور پر پہنتے ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت ہے کہ ﴿وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ﴾ ''اس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے تھام رکھا ہے۔'' اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی قدرت نہ ہوتی تو آسمان زمین پر گر پڑتا اور زمین پر موجود ہر چیز کو تلف اور ہر انسان کو ہلاک کر دیتا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (فاطر: ۴۱/۳۵) ''بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے اگر وہ دونوں ٹل (ڈول) جائیں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ان کو تھامنے والا نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت حلیم اور بخش دینے والا ہے۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ اللہ تعالیٰ ان پر ان کے والدین سے اور خود ان سے زیادہ مہربان ہے'

اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے بھلائی چاہتا ہے اور وہ خود اپنے لیے برائی اور ضرر چاہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے ان تمام اشیاء کو ان کے لئے مسخر کر دیا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْٓ اَحْیَاكُمْ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا۔'' اور تمہیں عدم سے وجود میں لایا ﴿ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ﴾ پھر وہ تمہیں زندہ کرنے کے بعد مارے گا ﴿ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ﴾ پھر تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ نیک کو اس کی نیکی اور بد کو اس کی بدی کا بدلہ دے۔ ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ﴾ ''بے شک انسان۔'' یعنی جنس انسان' سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ بچالے ﴿لَكَفُوْرٌ﴾ ''ناشکرا ہے'' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اور اللہ تعالیٰ کا ناسپاس ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات وہ دوبارہ اٹھائے جانے کا اور اپنے رب کی قدرت کا انکار کرتا ہے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا یُنَازِعُنَّكَ فِی الْاَمْرِ وَادْعُ
واسطے ہر امت کے مقرر کیا ہے ہم نے طریقہ عبادت کا وہ بجالانے والے ہیں اسکو، پس نہ جھگڑا کریں وہ آپ سے اس معاملے میں اور آپ بلائیں
اِلٰی رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۶۷﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ
طرف اپنے رب کی، بلاشبہ آپ البتہ اوپر راہ راست کے ہیں ○ اور اگر وہ (لوگ) جھگڑا کریں آپ سے تو آپ کہہ دیجئے! اللہ خوب جانتا ہے
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ
ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو ○ اللہ ہی فیصلہ کرے گا تمہارے درمیان دن قیامت کے ان باتوں میں کہ تھے تم ان میں
تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ
اختلاف کرتے ○ کیا نہیں جانتے آپ کہ بے شک اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے؟ بلاشبہ یہ (سب کچھ)
فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۷۰﴾
لوح محفوظ میں (درج) ہے، بے شک یہ اوپر اللہ کے آسان ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے ہر امت کے لئے ﴿مَنْسَكًا﴾ ایک عبادت مقرر کی ہے جو عدل وحکمت پر متفق ہونے کے باوجود بعض امور میں مختلف ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ﴾ (المائدۃ:۵/۴۸) ''ہم نے تم میں سے ہر ایک گروہ کے لئے ایک شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے' اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا مگر اس نے جو احکام تمہیں دیے ہیں وہ ان میں تمہیں آزمانا چاہتا ہے۔''

﴿هُمْ نَاسِكُوْهُ﴾ یعنی وہ اس پر اپنے احوال کے مطابق عمل پیرا ہیں' اس لئے ان شریعتوں میں سے کسی شریعت پر اعتراض کی گنجائش نہیں' خاص طور پر ان پڑھوں کے لئے جو شرک اور کھلی جہالت میں مبتلا ہیں کیونکہ

جب رسول کی رسالت دلائل کے ساتھ ثابت ہوگئی تو اس پر اعتراض کو ترک کرنا' ان تمام احکام کو قبول کرنا اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا واجب ہے' جو رسول لے کر آیا ہے' بناء بریں فرمایا: ﴿فَلَا یُنَازِعُنَّكَ فِی الْاَمْرِ﴾ یعنی آپ ﷺ کی تکذیب کرنے والے اپنی فاسد عقل کی بنیاد پر آپ کے ساتھ جھگڑا کریں نہ آپ کی لائی ہوئی کتاب پر اعتراض کریں' جیسے وہ اپنے فاسد قیاس کی بنا پر مردار کی حلت کے بارے میں آپ ﷺ سے جھگڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''جسے تم قتل کرتے ہو اسے تو کھا لیتے ہو اور جسے اللہ تعالیٰ قتل کرتا ہے اسے نہیں کھاتے'' اور جیسے وہ سود کی حلت کے لئے کہتے ہیں: ''تجارت بھی تو سود ہی کی مانند ہے'' اور اس قسم کے دیگر اعتراضات' جن کا جواب دینا لازم نہیں۔ وہ در حقیقت' اصل رسالت ہی کے منکر ہیں' جس میں کسی بحث اور مجادلے کی گنجائش نہیں بلکہ ہر مقام کے لئے ایک الگ دلیل اور گفتگو ہے۔

اس قسم کا اعتراض کرنے والا' منکر رسالت جب یہ دعویٰ کرے کہ وہ تو صرف تلاش حق کے لئے بحث کرتا ہے تو اس سے یہ کہا جائے: ''آپ کے ساتھ صرف رسالت کے اثبات اور عدم اثبات پر گفتگو ہو سکتی ہے'' ورنہ اس کا صرف اپنی بات پر اقتصار کرنا' اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا مقصد محض عاجز کرنا اور مشقت میں ڈالنا ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کی طرف بلائیں اور اسی رویے کو اپنائے رکھیں' خواہ معترضین اعتراض کریں یا نہ کریں اور یہ مناسب نہیں کہ کوئی چیز آپ کو اس دعوت سے ہٹا دے کیونکہ ﴿اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ''یقیناً آپ ﷺ سیدھے راستے پر ہیں'' جو معتدل اور منزل مقصود پر پہنچاتا ہے اور علم حق اور اس پر عمل کا متضمن ہے۔ آپ کو اپنی دعوت کی حقانیت پر اعتماد اور اپنے دین پر یقین ہے' لہٰذا یہ اعتماد اور یقین اس امر کے موجب ہیں کہ آپ ﷺ اپنے موقف پر سختی سے جمے رہیں اور وہ کام کرتے رہیں جس کا آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے۔

آپ ﷺ کا موقف مشکوک اور کمزور نہیں یا آپ کی دعوت جھوٹ پر مبنی نہیں کہ آپ لوگوں کی خواہشات نفس اور ان کی آراء کی طرف التفات کریں اور ان کا اعتراض آپ ﷺ کی راہ کو کھوٹا کر دے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ اِنَّكَ عَلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ﴾ (النمل: ٢٧/٧٩) ''اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے' بے شک آپ واضح حق پر ہیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ﴾ میں جزئیات شرع پر معترضین کے اس اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ ہے جو عقل صحیح پر مبنی ہے کیونکہ ہدایت ہر اس چیز کا وصف ہے جسے رسول لے کر آئے ہیں۔ ہدایت وہ طریق کار ہے جس سے اصولی اور فروعی مسائل میں راہنمائی حاصل ہوتی ہے اور یہ وہ مسائل ہیں جن کا حسن اور جن میں پنہاں عدل و حکمت عقل صحیح اور فطرت سلیم کے نزدیک معروف ہے اور یہ چیز مامورات و منہیات

کی تفاصیل پر غور کرنے سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

بناء بریں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس حالت میں ان کے ساتھ بحث کرنے سے گریز کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ﴿وَإِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں' تو کہہ دیجیے' اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے مقاصد اور تمہاری نیتوں کو خوب جانتا ہے۔ وہ تمہیں قیامت کے دن ان کی جزا دے گا اور تمہارے درمیان ان سب باتوں کا فیصلہ کرے گا جن کے بارے میں تم آپس میں اختلاف کرتے ہو۔ پس جو کوئی صراط مستقیم کے موافق ہوگا وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جنہیں نعمتوں سے نوازا جائے گا اور جو صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہوگا وہ جہنمیوں میں شامل ہوگا۔

اس کے فیصلے کی تکمیل یہ ہے کہ یہ فیصلہ اس کے علم کی بنیاد پر ہوگا' بنا بریں اللہ تعالیٰ نے احاطہء علم اور احاطہء کتاب کا ذکر فرمایا: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ اللہ تعالیٰ پر تمام معاملات کے ظاہر و باطن' جلی و خفی اور اول و آخر میں سے کچھ بھی مخفی نہیں' زمین و آسمان کی موجودات کا احاطہ کرنے والا علم اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب میں درج کر رکھا ہے...... اور وہ ہے لوح محفوظ۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا ''لکھ!قلم نے عرض کیا'' کیا لکھوں؟ فرمایا'' قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اسے لکھ''[1] ﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ اگرچہ تمہارے نزدیک اس کے تصور کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا مگر اللہ تعالیٰ کے لئے تمام اشیاء کے علم کا احاطہ کرنا بہت آسان ہے اور اس کے لئے یہ بھی بہت آسان ہے کہ آئندہ واقعات کے علم کو واقعات کے مطابق ایک کتاب میں درج کر دے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ

اور وہ (مشرک) عبادت کرتے ہیں سوائے اللہ کے اس چیز (بتوں) کی کہ نہیں نازل کی اللہ نے اسکی کوئی دلیل، اور اس چیز کی کہ نہیں ہے انکو اسکا

عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

کوئی علم اور نہیں ہے واسطے ظالموں کے کوئی مددگار ○ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں واضح

تَعْرِفُ فِىْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ

تو پہچانتے ہیں آپ چہروں میں ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کیا ناگواری، قریب ہوتے ہیں وہ کہ حملہ کر دیں ان لوگوں پر جو پڑھتے ہیں

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ

ان پر ہماری آیتیں' آپ کہہ دیجیے! کیا پس خبر دوں میں تمہیں ساتھ بدتر کے اس سے بھی؟ (وہ) آگ ہے، وعدہ کیا اسکا اللہ نے

[1] سنن ابی داود' السنة' باب فی القدر' ح: ۴۷۰۰ و جامع الترمذی' تفسیر القرآن' باب و من سورۃ نون و القلم' ح: ۳۳۱۹

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾

ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا، اور بری ہے وہ پھرنے کی جگہ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کی حالت کا ذکر کرتا ہے جنہوں نے خود ساختہ معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے ہمسر ٹھہرا رکھا ہے کہ ان کی حالت بدترین حالت ہے۔ ان افعال پر ان کے پاس کوئی سند ہے نہ ان کے پاس کوئی علم ہی ہے۔ یہ تو محض مقلد ہیں یہ سب کچھ انہوں نے اپنے گمراہ آباؤ واجداد سے حاصل کیا ہے...... اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان جو کوئی کام کرتا ہے اس کے پاس...... فی نفس الامر...... کوئی علمی دلیل نہیں ہوتی چنانچہ یہاں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شرک پر کوئی دلیل نازل نہیں کی جو اس کے جواز پر دلالت کرتی ہو بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ایسی براہین قاطعہ نازل فرمائی ہیں جو اس کے فساد و بطلان پر دلالت کرتی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کو، جو حق کے ساتھ عناد رکھتے ہیں، وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ ''ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا'' جو ان کو اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے والے عذاب سے بچا سکے۔ کیا یہ لوگ جن کو اپنے موقف کے بطلان کا علم نہیں، یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی آیات اور ہدایت آ جائے گی وہ اس کی اتباع کریں گے یا وہ اپنے باطل ہی پر راضی ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ﴾ ''جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری واضح آیات۔'' وہ جو اللہ تعالیٰ کی جلیل القدر آیات ہیں اور باطل میں سے حق کو واضح کرنے کو مستلزم ہیں...... تو یہ ان آیات کی طرف التفات کرتے ہیں نہ ان کو درخور اعتناء سمجھتے ہیں بلکہ اس کے برعکس ﴿تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ﴾ آپ ﷺ ان کے چہروں کو، ان آیات الٰہی کے ساتھ ان کے بغض و کراہت کی بنا پر، بگڑا ہوا اور ان کو منقبض اور ترش رو دیکھتے ہیں۔ ﴿يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا﴾ یعنی ان کے شدت بغض اور حق کے ساتھ عناد اور عداوت کی وجہ سے قریب ہے کہ وہ ان آیات کی تلاوت کرنے والے کو قتل کرنے یا مارنے کے لئے اس پر چڑھ دوڑیں۔ پس کفار کی یہ حالت بہت ہی بری حالت اور ان کا شر بہت ہی برا شر ہے مگر ان کی ایک حالت اس سے بھی بدتر ہے جس کی طرف یہ لوٹیں گے، اس لئے فرمایا: ﴿قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''کہہ دیجیے! کیا میں تمہیں خبر دوں اس سے بھی بدتر چیز کی، وہ آگ ہے جس کا وعدہ اللہ نے کافروں سے کیا ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔'' پس اس کا شر بہت طویل اور عریض ہے، اس کے آلام بہت شدید ہیں جو ہمیشہ بڑھتے ہی رہیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اے لوگو! بیان کی گئی ہے ایک مثال، پس کان لگاؤ تم اس کے لئے (غور سے سنو)، بے شک وہ لوگ جنہیں تم پکارتے ہو سوائے

اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ
اللہ کے، ہرگز نہیں پیدا کر سکیں گے وہ ایک مکھی بھی اگرچہ اکٹھے ہو جائیں وہ اس کے لئے اور اگر چھین لے ان سے مکھی
شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ
کچھ، تو نہیں چھڑا سکتے وہ اسکو اس سے کمزور ہے طلب کرنیوالا (عابد) اور وہ جس سے طلب کیا جاتا ہے (معبود) ○ نہیں قدر کی انہوں نے اللہ کی
حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾
جس طرح حق ہے اس کی قدر کرنے کا' بے شک اللہ البتہ نہایت قوت والا غالب ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بتوں کی عبادت کی قباحت' ان کی عبادت کرنے والوں میں عقل کی کمی اور ان سب کی کمزوری کو بیان کرنے کے لئے ایک مثال بیان کی ہے۔ فرمایا: ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ﴾ ''اے لوگو!'' یہ خطاب مومنین اور کفار دونوں کے لئے ہے۔ اس سے اہل ایمان کے علم وبصیرت میں اضافہ ہوتا ہے اور کفار کے خلاف حجت قائم ہوتی ہے۔ ﴿ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ﴾ یعنی اس بیان کردہ مثال کو غور سے سنو اور اس کے مطالب کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ تمہارے دلوں کو غافل اور تمہارے کانوں کو اس سے اعراض کرنے والا نہ پائے' بلکہ اپنے کانوں اور دلوں سے خوب غور سے سنو۔

وہ مثال یہ ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''بے شک وہ لوگ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔'' یہ آیت کریمہ ان تمام ہستیوں کو شامل ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا جاتا ہے۔ ﴿لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾ ''وہ مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے'' جو حقیر ترین اور خسیس ترین مخلوق ہے۔ پس وہ اس نہایت کمزور سی مخلوق کو پیدا کرنے پر قادر نہیں ہیں' اس لئے بڑی مخلوق تو وہ کیا پیدا کر سکتے ہیں؟ ﴿وَلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ﴾ ''اگرچہ وہ سب اکٹھے کیوں نہ ہو جائیں۔'' بلکہ اس سے بھی بلیغ تر بات یہ ہے کہ ﴿اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ﴾ ''اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس سے وہ بھی نہیں چھڑا سکتے۔'' یہ عجز اور بے بسی کی انتہاء ہے۔

﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ﴾ ''کمزور ہے طالب۔'' یعنی وہ جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے ﴿وَالْمَطْلُوْبُ﴾ ''اور وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے۔'' یعنی مکھی' پس دونوں ہی کمزور ہیں اور ان دونوں سے بھی کمزور تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کو رب العالمین کے مقام پر فائز کر رکھا ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں ﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ ''جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ پہچانی جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے'' کیونکہ انہوں نے ایک ایسی ہستی کو جو ہر لحاظ سے محتاج اور عاجز ہے' اس اللہ تعالیٰ کا ہم پلہ بنا دیا جو ہر اعتبار سے بے نیاز اور طاقتور ہے۔ انہوں نے اس ہستی کو' جو خود اپنے یا کسی دوسرے کے لئے کسی نفع ونقصان کی مالک ہے نہ زندگی اور موت کا اختیار رکھتی ہے اور نہ دوبارہ زندہ اٹھانے پر قادر ہے' اس ہستی کے برابر ٹھہرا دیا جو نفع ونقصان کی مالک ہے' جو عطا کرتی ہے اور محروم کرتی

ہے، جو اقتدار کی مالک اور اپنی بادشاہی میں ہر قسم کا تصرف کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ یعنی وہ کامل قوت اور کامل عزت کا مالک ہے اس کی قوت کاملہ اور کامل غلبے کا یہ حال ہے کہ تمام مخلوق کی پیشانیاں اس کے ہاتھوں میں ہیں۔ اس کے ارادہ اور مشیت کے بغیر کوئی چیز حرکت کر سکتی ہے نہ ساکن ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے، جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہو سکتا اور یہ اس کا کمال قوت ہے کہ وہ تمام مخلوق کو اول سے لے کر آخر تک، ایک چنگھاڑ کے ذریعے سے زندہ اٹھا کر کھڑا کرے گا اور یہ اس کا کمال قوت ہے کہ اس نے بڑے بڑے جابروں اور سرکش قوموں کو ایک معمولی سی چیز اور اپنے عذاب کے کوڑے سے ہلاک کر ڈالا۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٧٥﴾

اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے کچھ قاصد اور لوگوں میں سے (بھی) یقیناً اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ○

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٧٦﴾

وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تمام امور ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا کمال اور بتوں کی کمزوری اور عجز بیان کرنے کے بعد، نیز یہ کہ وہی معبودِ برحق ہے...... انبیاء و رسل کا حال بیان کیا ہے اور ان کے وہ امتیازی فضائل بیان کیے جن کے ذریعے سے وہ دیگر مخلوق سے ممتاز ہیں، تو فرمایا: ﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ﴾ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول منتخب کرتا ہے جو اپنی نوع میں بہترین فرد اور صفاتِ مجد کے سب سے زیادہ جامع اور منتخب کیے جانے کے سب سے زیادہ اہل اور مستحق ہوتے ہیں۔ پس رسول علی الاطلاق مخلوق میں سے چنے ہوئے لوگ ہوتے ہیں اور جس ہستی نے ان کو رسالت کے منصب کے لیے منتخب کیا ہے وہ اشیاء کے حقائق سے لاعلم نہیں یا وہ ایسی ہستی نہیں کہ وہ کچھ چیزوں کا علم رکھتی ہو اور کچھ چیزوں سے لاعلم ہو بلکہ ان کو منتخب کرنے والی ہستی، سمیع و بصیر ہے جس کے علم اور سمع و بصر نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے، اس لیے اس نے اپنے علم ہی کی بنیاد پر ان لوگوں کو اپنی رسالت کے لیے منتخب کیا ہے۔ وہ اس منصب کے اہل ہیں اور وحی کی ذمہ داری سونپے جانے کے لیے یہ صحیح لوگ ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (الانعام: ٦/ ١٢٤) ''اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ رسالت کسے عنایت فرمائے۔'' ﴿وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ﴾ ''اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتا ہے وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں، کچھ لوگ ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اور کچھ لوگ ان کی دعوت کو رد کر دیتے ہیں، کچھ لوگ ان کی لائی ہوئی وحی پر عمل کرتے ہیں اور کچھ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ پس یہ تو ہے رسولوں کی ذمہ داری اور ان کا وظیفہ۔ اور رہی ان

اعمال کی جزا وسزا تو یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ پس وہ اس جزاء وسزا میں فضل وکرم کا اہتمام بھی کرے گا اور عدل وانصاف کا بھی۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع کرو، اور سجدہ کرو اور عبادت کرو اپنے رب کی، اور کرو بھلائی (کے کام)
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا
تاکہ تم فلاح پاؤ○ اور جہاد کرو تم اللہ کی راہ میں جیسا کہ حق ہے اس کے جہاد کرنے کا اسی نے پسند کیا تمہیں اور نہیں
جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ
رکھی اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی (مانند) دین تمہارے باپ ابراہیم کے اسی نے نام رکھا تمہارا
الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ
مسلمان اس (قرآن) سے پہلے اور اس (قرآن) میں بھی، تاکہ ہوں رسول اللہ (ﷺ) گواہ تم پر،
وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا
اور تم ہو گواہ اوپر لوگوں کے پس قائم کرو تم نماز اور ادا کرو زکوۃ اور مضبوطی سے پکڑو تم
بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٧٨﴾
اللہ کو، وہی کارساز ہے تمہارا، پس بہترین کارساز ہے وہ، اور بہترین مددگار ہے وہ○

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو نماز کا حکم دیتا ہے اور اس نے رکوع و سجود کا ان کی فضیلت اور ان کے رکنِ نماز ہونے کی بنا پر خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ نماز اس کی عبادت ہے جو آنکھوں کی ٹھنڈک اور غمزدہ دل کے لئے تسلی ہے۔ اس کی ربوبیت اور بندوں پر اس کا احسان ان سے تقاضا کرتے ہیں کہ وہ عبادت کو اس کے لئے خالص کریں۔ نیز اللہ تعالیٰ عمومی طور پر ان کو بھلائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فلاح کو انہی امور سے وابستہ کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ یعنی تم اپنے مطلوب و مرغوب کے حصول اور ناپسندیدہ اور خوفناک امور سے نجات پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ پس اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص اور اس کے بندوں کو نفع پہنچانے کی کوشش کے سوا، فلاح کے حصول کا کوئی راستہ نہیں۔ جسے اس راستے کی توفیق حاصل ہو گئی اسی کے لئے کامیابی، سعادت اور فلاح ہے۔

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ ''اور اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسے جہاد کا حق ہے۔'' مقصود و مطلوب کے حصول میں پوری کوشش کرنا جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے..... یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو پوری طرح نافذ کیا جائے، مخلوق کو ہر طریقے سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی

طرف دعوت دی جائے۔ خیر خواہی سے، تعلیم، قتال اور تادیب سے، زجر و توبیخ یا وعظ و نصیحت کے ذریعے سے اس مقصد کے لیے جس طریقے اور ذریعے کی بھی ضرورت ہو، اسے اختیار کیا جائے۔ ﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾ یعنی اے مسلمانوں کے گروہ! اس نے تمہیں لوگوں سے چن لیا ہے اور تمہارے لئے دین کو منتخب کر کے اسے تمہارے لئے پسند کر لیا ہے، تمہارے لئے افضل ترین کتاب اور افضل ترین رسول ﷺ کو منتخب کیا، اس لئے جہاد کو اچھی طرح قائم کر کے اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نوازش کا بدلہ دو۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ سے بسا اوقات کسی متوہم کو یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ ایسا حکم ہے جس کی تعمیل طاقت سے باہر ہے یا جس کی تعمیل میں سخت مشقت ہے، اس لئے اس وہم سے احتراز کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِی الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ''اور نہیں کی اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی۔'' یعنی مشقت اور تنگی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے دین کو انتہائی آسان اور سہل بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف انہی امور کا حکم دیا ہے، جس کو بجا لانا نفوس انسانی کے لئے نہایت سہل ہے جو ان کے لئے گراں بار ہیں نہ تھکا دینے والے ہیں۔ پھر بھی اگر کوئی ایسا سبب پیش آ جائے جو تخفیف کا موجب ہو تو اللہ تعالیٰ اس حکم کو ساقط کر کے یا اس میں کمی کر کے اس میں تخفیف کر دیتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے ایک شرعی قاعدہ اخذ کیا جاتا ہے اور وہ ہے (اَلْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيْرَ) ''مشقت اپنے ساتھ آسانی لے کر آتی ہے'' (اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ) ''ضرورت ممنوع چیز کو مباح کر دیتی ہے۔'' بہت سے فروعی احکام اس قاعدہ کے تحت آتے ہیں جن کا ذکر احکام کی کتابوں میں معروف ہے۔

﴿مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ﴾ یعنی مذکورہ دین اور احکام تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہیں جن پر وہ ہمیشہ عمل پیرا رہے اس لئے تم بھی ان کا التزام کرو اور ان پر عمل پیرا رہو۔ ﴿هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ﴾ یعنی اس نے کتب سابقہ میں تمہارا نام ''مسلم'' رکھا ہے اور اسی نام سے تم مذکور و مشہور ہو یعنی ابراہیم علیہ السلام ہی نے تمہارا نام ''مسلم'' رکھا ہے۔ ﴿وَفِیْ هٰذَا﴾ اور اس کتاب اور اس شریعت میں بھی تمہارا نام ''مسلم'' ہی ہے یعنی قدیم اور جدید زمانے میں تمہیں ''مسلم'' کے نام ہی سے پکارا جاتا رہا ہے۔ ﴿لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ﴾ تاکہ رسول تمہارے اچھے اور برے اعمال کی گواہی دیں۔ ﴿وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ تم انبیاء و رسل کے حق میں ان کی امتوں کے خلاف گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو کچھ نازل فرمایا تھا انہوں نے اپنی امتوں کو پہنچا دیا تھا کیونکہ تم بہترین، معتدل، بھلائی کے راستے پر گامزن اور امت وسط ہو۔

﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ نماز کو اس کے تمام ارکان، تمام شرائط و حدود اور اس کے تمام لوازم کے ساتھ قائم کرو۔ ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن نعمتوں سے نوازا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے زکوٰۃ

مفروضہ ادا کرو۔ ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاؤ اور اس بارے میں صرف اسی پر بھروسہ کرو اور اپنی قوت و اختیار پر اعتماد نہ کرو۔ ﴿ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ﴾ ''وہی تمہارا مولیٰ ہے'' جو تمہارے تمام امور کی دیکھ بھال کرنے والا ہے۔ پس وہ بہترین طریقے سے تمہاری تدبیر' اور بہترین انداز سے تم میں تصرف کرتا ہے۔ ﴿ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴾ ''پس کیا اچھا مولیٰ اور کیا اچھا مددگار ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ جس کی سرپرستی کرتا ہے تو وہ بہترین سرپرست ہے۔ پس اس سے اس کا مطلوب و مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور جو کوئی اپنی مصیبت دور کرنے کے لئے اس سے مدد مانگتا ہے تو وہ بہترین مددگار ہے' اس سے اس مصیبت کو وہ دور کر دیتا ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدی
(اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دارالسلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام
کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض * جدہ * شارجہ * لاہور
لندن * هیوسٹن * نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com

② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن

فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پارۃ نمبر اٹھارہ 18

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

DARUSSALAM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ
يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے :
"الٰہی ! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان:۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ
بِھٰذَا الْکِتٰبِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیْنَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم ، حدیث:۸۱۷)

پارۃ نمبر اٹھارہ 18

تفسیر سورۃ المؤمنون

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْن (۲۳) مَكِّيَّةٌ (۷۴) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۱۸ رُكُوْعَاتُهَا ۶

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ

یقیناً فلاح پا گئے مومن ○ وہ لوگ جو وہ اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ جو وہ

عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ

لغویات سے اعراض کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ جو وہ زکوٰۃ (ادا) کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ جو وہ

لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ

اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالے ہیں ○ مگر اپنی بیویوں سے یا جن (کنیزوں) کے مالک ہوئے انکے دائیں ہاتھ پس بلاشبہ وہ نہیں ہیں

مَلُوْمِيْنَ ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ

ملامت زدہ ○ پھر جو تلاش کرے سوائے ان کے تو یہی لوگ ہیں حد سے گزرنے والے ○ اور وہ لوگ جو وہ اپنی امانتوں کی

وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ کہ وہ اوپر اپنی نمازوں کے حفاظت کرتے ہیں ○ یہ لوگ وہی ہیں

الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱

وارث ○ وہ لوگ جو وارث ہوں گے فردوس (بہشت اعلیٰ) کے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کی تعریف و تعظیم اور ان کی فلاح و سعادت کا ذکر ہے' نیز اس امر کا بیان ہے کہ وہ فلاح و سعادت کیسے حاصل کر سکتے ہیں اور اس ضمن میں اہل ایمان کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان مذکورہ صفات سے متصف کریں۔ پس بندۂ مومن ان آیات کی میزان پر اپنے آپ کا وزن کرے' اور یہ معلوم کرے کہ اس کے پاس اور دوسروں کے پاس قلت و کثرت یا اضافے اور کمی کے اعتبار سے کتنا ایمان ہے۔

پس فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ یعنی اہل ایمان کامیابی اور سعادت سے بہرہ مند ہوئے اور انہوں نے ہر وہ چیز حاصل کر لی جس کا حصول اہل ایمان کا مقصود و مطلوب ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے انبیاء و مرسلین کی تصدیق کی جن کی صفات کاملہ میں سے ایک صفت یہ ہے کہ بلاشبہ وہ ﴿فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ ''اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔'' نماز میں خشوع یہ ہے کہ بندے کا دل اللہ تعالیٰ کو قریب سمجھتے ہوئے اس کے حضور حاضر ہو...... اس سے قلب کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے' اس کی تمام حرکات ساکن اور غیر اللہ کی طرف اس کا التفات کم ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے رب کے سامنے نہایت ادب کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے' وہ اپنی نماز کے اندر اول سے

لے کر آخر تک جو کچھ کرتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے پورے استحضار کے ساتھ کہتا ہے۔ اس طرح اس کے دل سے تمام وسوسے اور غلط افکار زائل ہو جاتے ہیں۔ یہی نماز کی روح اور یہی اس سے مقصود ہے اور یہی وہ مقصد ہے جو بندے کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔ پس وہ نماز جو خشوع وخضوع اور حضور قلب سے خالی ہو اس پر اگرچہ ثواب ملتا ہے مگر صرف اتنا ملتا ہے جتنا قلب اس کو سمجھ کر ادا کرتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ﴾ ''اور وہ لغو سے۔'' یہاں (لغو) سے مراد وہ کلام ہے جس میں کوئی بھلائی اور کوئی فائدہ نہ ہو۔ ﴿مُعْرِضُوْنَ﴾ ''اعراض کرنے والے ہیں۔'' اپنے آپ کو لغو سے پاک اور برتر رکھنے کے لئے۔ جب کبھی کسی لغو چیز پر سے ان کا گزر ہوتا ہے تو نہایت وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں اور جب یہ لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں تو حرام کاموں سے ان کا اعراض اولیٰ واحری ہے۔ جب بندہ بھلائی کے سوا لغویات میں اپنی زبان پر قابو پالیتا ہے تو معاملہ اس کے اختیار میں آجاتا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے' جبکہ آپ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرما رہے تھے...... فرمایا ''کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں آگاہ نہ کروں جس پر ان سب چیزوں کا دارومدار ہے؟'' حضرت معاذ کہتے ہیں' میں نے عرض کیا' جی ہاں! ضرور بتائیں' چنانچہ آپ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا ''اس کو اپنے قابو میں رکھو'' [1] پس اہل ایمان کی صفات حمیدہ میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ لغویات اور محرمات سے اپنی زبان کو روکے رکھتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ﴾ یعنی مال کی مختلف جنسوں کے مطابق اس کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اپنے آپ کو گندے اخلاق اور برے اعمال سے پاک کرتے ہوئے جن کے ترک کرنے اور جن کے اجتناب ہی سے نفس پاک ہوتے ہیں۔ پس وہ نماز میں خشوع کا اہتمام کر کے اپنے خالق کی اچھے طریقے سے عبادت کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کر کے مخلوق کے ساتھ احسان کا رویہ اپناتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ ''اور وہ (زنا سے) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔'' اور کامل حفاظت یہ ہے کہ ان تمام امور سے اجتناب کیا جائے جو زنا کی دعوت دیتے ہیں' مثلاً غیر محرم کو دیکھنا اور چھونا وغیرہ۔ پس وہ اپنی شرم گاہوں کی ہر ایک سے حفاظت کرتے ہیں ﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ ''سوائے اپنی بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں کے۔'' ﴿فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾ یعنی اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے پاس جانے میں ان پر کوئی ملامت نہیں' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حلال ٹھہرایا ہے۔ ﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ﴾ ''پس جو تلاش کرے گا اس کے علاوہ۔'' یعنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ ''پس

---

[1] جامع الترمذي' الإيمان' باب ماجاء في حرمة الصلاة' ح:٢٦١٦ و سنن ابن ماجه' الفتن' باب كف اللسان في الفتنة' ح:٣٩٧٣

وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں سے تجاوز کر کے حرام میں پڑ گئے اور اللہ تعالیٰ کی محرمات کے ارتکاب کی جسارت کی۔

اس آیت کریمہ کا عموم تحریم متعہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ نکاح متعہ کے ذریعے بنی ہوئی بیوی حقیقی بیوی ہے نہ اس کو نکاح میں باقی رکھنا ہی مقصود ہے اور نہ وہ لونڈیوں ہی کے زمرے میں آتی ہے' نیز یہ آیت کریمہ نکاح حلالہ کی تحریم پر بھی دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُھُمۡ ﴾ دلالت کرتا ہے کہ مملوکہ لونڈی کی حلت کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ تمام کی تمام صرف اسی کی ملکیت میں ہو۔ اگر وہ صرف اس کے کچھ حصے کا مالک ہے تو یہ لونڈی اس کے لئے حلال نہیں کیونکہ وہ کامل طور پر اس کا مالک نہیں کیونکہ وہ اس کی اور کسی دوسرے شخص کی مشترکہ ملکیت ہے۔ پس جس طرح یہ جائز نہیں کہ کسی آزاد عورت کے دو شوہر ہوں' اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی لونڈی کی ملکیت میں دو مالکوں کا اشتراک ہو (اور وہ اس سے مجامعت کرتے ہوں)

﴿ وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ لِاَمٰنٰتِھِمۡ وَعَھۡدِھِمۡ رٰعُوۡنَ ﴾ یعنی وہ اپنی امانت اور اپنے عہد کی رعایت اور حفاظت کرتے ہیں' ان کو قائم کرنے اور ان کے نفاذ کے بہت حریص ہیں...... یہ آیت کریمہ تمام امانتوں کے لئے عام ہے خواہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَھَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡھَا وَحَمَلَھَا الۡاِنۡسَانُ ﴾ (الاحزاب: ٧٢/٣٣) ''ہم نے اس امانت کو آسمانوں' زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا مگر انہوں نے اس ذمہ داری کو اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس ذمہ داری کو اٹھا لیا۔''

پس ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر فرض کی ہے' امانت ہے' اس کو پوری طرح سے ادا کرنا اور اس کی حفاظت کرنا بندے کی ذمہ داری ہے' اسی طرح انسانوں کی امانتیں اس کے تحت آتی ہے' مثلاً مال کی امانت اور راز کی امانت وغیرہ۔ پس امانت کی ان دونوں اقسام کی حفاظت اور ان کو پوری طرح ادا کرنا فرض ہے۔ فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھۡلِھَا ﴾ (النساء: ٥٨/٤) ''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو ان کی امانتیں واپس کر دیا کرو۔'' اسی طرح عہد کا پورا کرنا بھی فرض ہے اور یہ اس عہد کو شامل ہے جو ان کے اور ان کے رب کے درمیان ہے اور جو ان کے اور بندوں کے درمیان ہے اور اس سے مراد وہ التزامات اور معاہدے ہیں جو بندہ کسی سے کرتا ہے' ان کی حفاظت کرنا اور ان کو پورا کرنا اس پر واجب ہے' ان میں کوتاہی کرنا یا ان کو جان بوجھ کر چھوڑ دینا حرام ہے۔

﴿ وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ عَلٰی صَلَوٰتِھِمۡ یُحَافِظُوۡنَ ﴾ یعنی وہ نمازوں کو ہمیشہ ان کے اوقات میں' ان کی حدود' شرائط اور ارکان کی کامل رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے نماز میں ان کے خشوع اور نماز کی حفاظت'

دونوں باتوں کی بنا پر ان کی مدح وستائش کی ہے کیونکہ ان کا معاملہ ان دونوں امور کے بغیر تکمیل نہیں پاتا۔ پس جو شخص نماز پر مداومت تو کرتا ہے مگر بغیر خشوع کے نماز پڑھتا ہے' یا وہ کامل خشوع کے ساتھ تو نماز پڑھتا ہے مگر اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ ناقص اور مذموم ہے۔ ﴿أُولَٰئِكَ﴾ یہی لوگ جو مذکورہ صفات سے متصف ہیں ﴿هُمُ الْوَارِثُونَ ○ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ﴾ ''فردوس کے وارث ہوں گے'' جو جنت کا بلند ترین' بہتر اور افضل طبقہ ہے کیونکہ وہ ایسی صفات سے متصف ہوئے ہیں جو بھلائی کی صفات میں سب سے اعلیٰ صفات ہیں...... یا اس سے مراد تمام جنت ہے تاکہ عام مومن اپنے اپنے درجات و مراتب اور اپنے اپنے حال کے مطابق اس میں داخل ہو جائیں۔ ﴿هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' وہ وہاں سے کبھی کوچ کریں گے نہ وہاں سے منتقل ہونا چاہیں گے کیونکہ جنت فردوس کامل اور افضل ترین نعمتوں پر مشتمل ہے وہاں کوئی تکدر ہوگا نہ پریشانی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً

اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہے ہم نے انسان کو خلاصے سے مٹی کے ○ پھر کیا ہم نے اس کو نطفہ

فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا

قرار گاہ محفوظ میں ○ پھر بنایا ہم نے (اس) نطفے کو جما ہوا خون، پھر بنایا ہم نے جمے ہوئے خون کو گوشت کا لوتھڑا' پھر بنائیں ہم نے

الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ

(اس) لوتھڑے کی ہڈیاں، پھر پہنایا ہم نے (ان) ہڈیوں کو گوشت، پھر پیدا کیا ہم نے اسے مخلوق اور (نئی) پس بڑا بابرکت ہے اللہ جو سب سے حسین

الْخَالِقِينَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ﴿۱۶﴾

بنانے والا ہے ○ پھر بے شک تم بعد اس کے البتہ مرنے والے ہو ○ پھر یقیناً تم دن قیامت کے دوبارہ اٹھائے جاؤ گے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں انسان کی ابتدائے تخلیق سے لے کر آخر تک مختلف اطوار اور مراحل کا ذکر کیا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نوع بشری کے جد امجد آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر فرمایا کہ ﴿مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ﴾ ''اسے زمین کے ست سے پیدا کیا'' جو کہ تمام زمین سے حاصل کیا گیا تھا۔ بنا بریں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے زمین کی نوعیت کے مطابق ہیں' ان میں کچھ پاک' کچھ خبیث اور کچھ ان دونوں کے درمیان ہیں اور کچھ نرم دل' کچھ سخت دل اور کچھ ان دونوں کے درمیان ہیں۔ ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاهُ﴾ ''پھر ہم نے اس کو بنایا'' یعنی جنس آدم علیہ السلام کو ﴿نُطْفَةً﴾ ''نطفہ'' جو انسان کی پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے' پھر وہ نطفہ جگہ پکڑتا ﴿فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ﴾ ''ایک محفوظ جگہ میں۔'' اس سے مراد رحم مادر ہے جو ہر قسم کی خرابی اور ہوا وغیرہ سے محفوظ ہے۔

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ﴾ ''پھر بنایا ہم نے نطفے کو'' جو رحم مادر میں قرار پا چکا تھا ﴿عَلَقَةً﴾ ''لوتھڑا'' یعنی نطفے کو چالیس دن گزرنے کے بعد سرخ خون میں تبدیل کر دیا۔ ﴿فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ﴾ ''پھر بنایا ہم نے جمے ہوئے

خون کو' یعنی چالیس دن کے بعد اس خون کے لوتھڑے کو ﴿ مُضْغَةً ﴾ ''گوشت کا ٹکڑا'' یعنی گوشت کی چھوٹی سی بوٹی یعنی اس مقدار کے برابر جسے چبایا جا سکتا ہے۔ ﴿ فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ ﴾ ''پھر بنایا نرم بوٹی کو'' ﴿ عِظٰمًا ﴾ ''ہڈیاں'' یعنی سخت ہڈیاں بنا دیتے ہیں جو کہ بدن کی ضرورت کے مطابق گوشت کے درمیان ہوتی ہیں۔ ﴿ فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ﴾ یعنی ہم ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنا دیتے ہیں جس طرح ہڈیوں کو گوشت کا سہارا بنایا اور اور یہ تیسرے چالیس دنوں میں سرانجام پاتا ہے۔

﴿ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ﴾ ''پھر پیدا کیا ہم نے اس کو ایک دوسری بناوٹ میں۔'' اس میں روح پھونک دی' پس وہ بے جان جسم سے جان دار میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ﴿ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بہت بلند' بہت بڑا اور بہت زیادہ بھلائی والا ہے۔ ﴿ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾ ''وہ سب تخلیق کاروں سے اچھا تخلیق کار ہے'' ﴿ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ (السجدۃ: ۳۲/۷-۹) ''جس نے ہر چیز بہترین طریقے سے پیدا کی اور اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی پھر اس کی نسل ایک خلاصے یعنی ایک حقیر پانی سے چلائی' پھر اسے نک سک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونکی اور اس نے تمہارے کان' آنکھیں اور دل بنائے مگر تم بہت کم شکر گزار ہو۔'' انسان کی تمام تخلیق اچھی ہے اور انسان بہترین مخلوق' بلکہ تمام مخلوقات میں علی الاطلاق بہترین ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴾ (التین: ۹۵/۴) ''ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے'' اس لئے انسان کے خواص تمام مخلوق میں سب سے افضل اور سب سے کامل ہیں۔

﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ ﴾ یعنی انسان کی تخلیق اور اس میں روح کے پھونکے جانے کے بعد ﴿ لَمَيِّتُوْنَ ﴾ یعنی تم ان مراحل میں سے گزرتے ہوئے ایک مرحلہ میں موت سے ہم کنار ہو گے۔ ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴾ ''پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔'' پھر تمہیں تمہارے اچھے برے اعمال کی جزا و سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّـحْيِۦ الْمَوْتٰى ﴾ (القیمۃ: ۷۵/۳۶-۴۰) ''کیا انسان سمجھتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا' کیا وہ منی کا ایک ٹپکایا ہوا قطرہ نہ تھا پھر وہ لوتھڑا بنا پھر اللہ نے اس کو تخلیق کیا اور نک سک سے درست کیا پھر اس کی دو قسمیں بنائیں یعنی مرد اور عورت۔ کیا اللہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کرے؟''

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَاۗىِٕقَ ڰ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝ وَاَنْزَلْنَا

اور البتہ تحقیق پیدا کیے ہیں ہم نے تمہارے اوپر سات تہ بہ تہ آسمان اور نہیں ہیں ہم (اپنی) مخلوق سے غافل ۝ اور ہم نے نازل کیا

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

آسمان سے پانی ساتھ اندازے کے پھر ٹھہرایا ہم نے اسے زمین میں اور بے شک ہم اسکے لے جانے پر بھی البتہ قادر ہیں ○

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا

پھر پیدا کیے ہم نے تمہارے لئے اسکےذریعے سے باغات کھجوروں اور انگوروں کے تمہارے لئے ان میں (لذیذ) میوے ہیں بہت اور کچھ کو ان میں سے

تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾

تم کھاتے ہو○اور (پیدا کیا ہم نے) ایک درخت کو جو نکلتا (اگتا) ہے طُوْرِ سَيْنَاء سے وہ اگاتا ہے تیل اور سالن کھانے والوں کے لئے ○

وقف لازم

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد اس کے مسکن اور اس پر ہر لحاظ سے اپنی بے پایاں نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ ﴾ ''اور بنائے ہم نے تمہارے اوپر'' یعنی شہروں کی چھت کے طور پر اور بندوں کے فائدے کی خاطر ﴿ سَبْعَ طَرَآئِقَ ﴾ ہم نے سات آسمان طبق بر طبق بنائے کہ ہر طبقے کے اوپر دوسرا طبقہ ہے۔ اور ان کو سورج' چاند اور ستاروں کے ذریعے سے سجایا اور ان میں مخلوق کے تمام فوائد ودیعت کیے گئے۔

﴿ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴾ ''اور ہم مخلوق سے غافل نہیں ہیں۔'' پس جیسے ہماری تخلیق ہر مخلوق کے لئے عام ہے۔ اسی طرح ہمارا علم بھی تمام مخلوق پر محیط ہے' ہم اپنی کسی مخلوق سے غافل ہیں نہ اسے بھولتے ہیں اور نہ کسی مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اسے ضائع کرتے ہیں' نہ آسمان سے غافل ہوتے ہیں کہ وہ زمین پر گر پڑے اور نہ سمندروں کی موجوں میں تیرتے ہوئے اور صحراؤں میں پڑے ہوئے ایک ذرے کو بھی فراموش کرتے ہیں۔ کوئی ایسا جاندار نہیں جس کو ہم رزق نہ پہنچاتے ہوں۔ ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ﴾ (ھود: ۶/۱۱) ''زمین میں چلنے والا کوئی ایسا جاندار نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کہاں اس کا ٹھکانہ ہے اور کہاں اسے سونپا جانا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے بہت کثرت سے اپنی تخلیق اور اپنے علم کو اکٹھا بیان کیا ہے' مثلاً فرمایا: ﴿ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴾ (الملک: ۱۴/۶۷) ''کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے' حالانکہ وہ پوشیدہ باتوں کو جاننے والا اور ہر چیز سے آگاہ ہے۔'' نیز فرمایا: ﴿ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴾ (یٰس: ۸۱/۳۶) ''کیوں نہیں! جبکہ وہ پیدا کرنے والا اور علم رکھنے والا ہے۔'' کیونکہ مخلوقات کی تخلیق' ان کے خالق کے علم اور حکمت پر سب سے بڑی عقلی دلیل ہے۔

﴿ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ﴾ ''اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی'' تاکہ تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے لئے بقدر کفایت رزق حاصل ہو۔ پس وہ اسے اتنا کم بھی نہیں کرتا کہ جس سے زمین اور درختوں کی ضرورت پوری نہ ہو اور مقصود حاصل نہ ہو اور نہ اسے اتنا زیادہ کرتا ہے کہ جس سے آبادیاں تلف ہو جائیں اور نباتات اور درخت اس کے ساتھ زندہ نہ رہیں بلکہ جب اس کو نازل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نازل

کرتا ہے اور جب اس کے زیادہ برسنے سے نقصان کا خدشہ ہوتا ہے تو اسے روک دیتا ہے۔ ﴿فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ﴾ ''پس ہم اس کو زمین میں ٹھہرا دیتے ہیں۔'' یعنی ہم پانی کو زمین پر نازل کرتے ہیں اور وہ وہاں ٹھہر جاتا ہے اور اپنے نازل کرنے والے کی قدرت سے' ہر قسم کی نباتات اگاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دور زیر زمین پانی کے خزانوں تک لے جا کر ٹھہراتا ہے حتیٰ کہ کنواں کھودنے والا اس کی گہرائیوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

﴿وَاِنَّا عَلٰي ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''اور ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں۔'' اس طرح کہ یا تو ہم اسے نازل ہی نہ کریں یا نازل تو کریں لیکن اسے اتنا گہرا لے جائیں کہ وہاں تک پہنچنا ممکن نہ ہو یا اس سے مقصد حاصل نہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو تنبیہ ہے کہ وہ اس کی نعمت کا شکر ادا کریں اور اس کے معدوم ہونے پر اندازہ کریں کہ انہیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ﴾ (الملک: ٦٧/ ٣٠) ''کہہ دیجئے کہ کیا تم نے سوچا اگر تمہارا پانی گہرا چلا جائے یعنی خشک ہو جائے' تو کون ہے جو تمہارے لئے پانی کا چشمہ بہا لائے۔''

﴿فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ﴾ ''پس ہم پیدا کرتے ہیں تمہارے لیے اس کے ساتھ'' یعنی اس پانی کے ذریعے ﴿جَنّٰتٍ﴾ یعنی باغات ﴿مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ﴾ ''کھجور اور انگور کے۔'' اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ان دو قسموں کا ذکر کیا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے درخت اور نباتات وغیرہ بھی پانی ہی سے پیدا کی ہیں کیونکہ یہ اپنی فضیلت اور منفعت کی بنا پر دیگر درختوں پر فوقیت رکھتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں عام ذکر فرمایا ﴿لَكُمْ فِيْهَا﴾ ''تمہارے لیے ان (باغات) میں'' ﴿فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''بہت سے میوے ہوتے ہیں' انہی میں سے تم کھاتے ہو'' یعنی زیتون' لیموں' انار اور سیب وغیرہ۔

﴿وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاۗءَ﴾ ''اور وہ درخت جو طور سیناء (پہاڑ) سے نکلتا ہے۔'' اور اس سے مراد زیتون کا درخت ہے یعنی جنس زیتون۔ خاص طور پر اس کا ذکر اس لئے کیا کیونکہ ارض شام میں اس کا خاص علاقہ ہے' نیز اس کے کچھ فوائد ہیں۔ ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہیں۔ ﴿تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ﴾ ''اگاتا ہے وہ تیل اور سالن ہے کھانے والوں کے لیے۔'' اس میں سے زیتون کا تیل نکلتا ہے جو کہ چکنائی ہے جسے روشنی کرنے اور کھانے کے لئے بکثرت استعمال کیا جاتا ہے یعنی اس کو کھانے کے لئے سالن بنایا جاتا ہے۔ اس میں اس کے علاوہ دیگر فوائد بھی ہیں۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ

اور بلاشبہ تمہارے لئے چوپایوں میں البتہ عبرت ہے، ہم پلاتے ہیں تمہیں اس سے جو انکے پیٹوں میں ہے، اور تمہارے لئے ان میں منافع ہیں بہت،

وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٢١﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَي الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾ ع

اور بعض کو ان میں سے تم کھاتے ہو○ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو○

﴿ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ﴾ یعنی یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے مویشوں‘ یعنی اونٹوں‘ گایوں اور بکریوں کو مسخر کیا۔ اس میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت اور فائدہ اٹھانے والوں کے لئے فوائد ہیں۔ ﴿ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا ﴾ ”پلاتے ہیں ہم تمہیں اس سے جو ان کے پیٹوں میں ہے۔“ یعنی دودھ‘ جو گوبر اور خون کے درمیان سے نکلتا ہے جو خالص اور پینے والوں کے لئے نہایت خوشگوار ہے ﴿ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ ﴾ یعنی ان کی پشم‘ اون اور بالوں میں تمہارے لئے بہت سے فائدے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کے چمڑے سے تمہارے لئے خیمے بنائے جنہیں تم اپنے سفر اور پڑاؤ کے دوران (استعمال میں) بہت ہلکا پاتے ہو۔ ﴿ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴾ یعنی تم ان کے گوشت اور چربی سے حاصل شدہ بہترین کھانے کھاتے ہو۔

﴿ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴾ ”اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو۔“ یعنی خشکی پر تم ایک شہر سے دوسرے شہر تک ان جانوروں پر اپنے بوجھ لاد کر لے جاتے ہو جہاں تم سخت مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے‘ اسی طرح سمندر میں تمہارے سفر کے لئے کشتیاں بنائیں جو تمہیں اور تمہارے سامان کو‘ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اٹھائے پھرتی ہیں۔

پس وہ ہستی جس نے یہ تمام نعمتیں عطا کی ہیں‘ جس نے مختلف انواع کے احسانات کئے ہیں اور جس نے اپنی نوازشوں کی بارش کی‘ وہی کامل شکر‘ کامل حمد و ثنا اور عبودیت میں پوری کوشش کی مستحق ہے اور وہ اس چیز کی بھی مستحق ہے کہ اس کی نعمتوں سے اس کی نافرمانی پر مدد نہ لی جائے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو اسکی قوم کی طرف تو اس نے کہا، اے میری قوم! عبادت کرو تم اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود سوائے اسکے‘

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ

کیا پس نہیں ڈرتے تم؟ ○ پس کہا (ان) سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اسکی قوم میں سے، نہیں ہے یہ مگر بشر تم جیسا ہی،

يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا

وہ چاہتا ہے یہ کہ برتری حاصل کرے تم پر اور اگر چاہتا اللہ تو البتہ نازل کرتا فرشتے نہیں سنی ہم نے یہ (توحید کی بات)

فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ

اپنے پہلے باپ دادا میں ○ نہیں ہے یہ مگر ایک آدمی ہی، اسے جنون ہے، پس انتظار کرو تم اسکا ایک وقت تک ○ نوح نے کہا،

رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا

اے میرے رب! تو میری مدد کر بسبب اسکے جو انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے ○ پس وحی کی ہم نے اسکی طرف یہ کہ بنا تو کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے

وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ

اور ہماری وحی کے (مطابق) پس جب آ جائے ہمارا حکم اور ابل پڑے تنور تو داخل (سوار) کر اس میں ہر قسم سے جوڑا دو (نر اور مادہ) اور اپنے گھر والوں کو،

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ

سوائے اسکے کہ پہلے گزر چکا اسکی بابت حکم (اللہ کا) ان میں سے اور نہ بات کرنا مجھ سے ان لوگوں (کے بارے) میں جنہوں نے ظلم کیا، بلاشبہ وہ

مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ

(سب) ڈبوئے جائیں گے ○ پس جب پورے طور پر بیٹھ جائے تو اور وہ جو تیرے ساتھ ہیں، کشتی پر تو کہہ تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے، جس نے

نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ

نجات دی ہمیں ظالم قوم سے ○ اور کہہ تو، اے میرے رب! تو اتار مجھے اتارنا بابرکت، اور تو سب سے بہتر

الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

اتارنے والا ہے ○ بلاشبہ اس (واقعے) میں البتہ نشانیاں ہیں اور بلاشبہ ہم ہیں البتہ آزمانے والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے اور رسول نوح علیہ السلام کا ذکر کرتا ہے حضرت نوح علیہ السلام زمین پر پہلے رسول تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ ان کی قوم کی حالت یہ تھی کہ وہ بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ انہوں نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ وہ اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' چنانچہ انہوں نے فرمایا: ﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ "اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔" یعنی اس کے لئے عبادت کو خالص کرو کیونکہ اخلاص کے بغیر عبادت قابل قبول نہیں۔ ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ "تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔" اس میں غیر اللہ کی الوہیت کا ابطال اور صرف اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اثبات ہے وہی خالق اور رازق ہے اور غیر اللہ کے برعکس صرف وہی کامل کمال کا مالک ہے۔

﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ کیا تم استھانوں اور بتوں کی عبادت کرنے پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں' جن کو قوم کے صالح لوگوں کی شکل پر گھڑ لیا گیا تھا' اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی بھی عبادت شروع کر دی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو کھلے چھپے' شب وروز' ساڑھے نو سو برس تک دعوت دی مگر ان کی سرکشی اور روگردانی میں اور اضافہ ہو گیا۔ ﴿فَقَالَ الْمَلَؤُا﴾ پس نوح علیہ السلام کی قوم کے اشراف اور سرداروں نے معارضہ اور مخالفت کے طور پر اور ان کی اتباع سے لوگوں کو ڈراتے ہوئے کہا: ﴿مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ﴾ یعنی یہ محض تمہارے ہی جیسا آدمی ہے اور اس نے تم پر فضیلت حاصل کرنے کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تاکہ وہ سردار اور پیشوا بن سکے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں کون سی ایسی چیز ہے جس کی بنا پر اسے تم پر فضیلت حاصل ہو حالانکہ وہ تمہاری ہی جنس سے ہے؟

یہ معارضہ رسولوں کی تکذیب کرنے والوں میں ہمیشہ سے موجود رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبان پر اس کا شافی جواب دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ کے اس ارشاد میں ہے ﴿قَالُوْا﴾ یعنی کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا:

﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (ابرٰھیم: ۱۴/ ۱۰، ۱۱) ''تم اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم جیسے ہی انسان ہو' تم ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روکنا چاہتے ہو جن کی عبادت ہمارے آباء واجداد کیا کرتے تھے۔ ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ۔ رسولوں نے ان سے کہا ہم تمہارے ہی جیسے بشر ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے' نوازتا ہے۔'' پس رسولوں نے ان کو آگاہ فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عنایت ہے تم اللہ تعالیٰ پر پابندی لگا سکتے ہو نہ اس کے فضل کو ہم تک پہنچنے سے روک سکتے ہو۔

انہوں نے اپنے رسولوں سے یہ بھی کہا: ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً﴾ ''اور اگر اللہ چاہتا تو وہ فرشتے نازل کر دیتا۔'' یہ بھی ان کا مشیت الٰہی کے ساتھ معارضۂ باطلہ ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو فرشتے نازل کر سکتا ہے مگر وہ نہایت مہربان اور بہت حکمت والا ہے۔ اس کی حکمت اور بے پایاں رحمت تقاضا کرتی ہے کہ رسول انسانوں ہی کی جنس میں سے ہو کیونکہ انسان فرشتوں سے مخاطب ہونے کی قدرت نہیں رکھتے' نیز اگر فرشتہ بھیجا جائے تو اس کا انسان ہی کی شکل میں آنا ممکن ہے۔ تب اشتباہ تو ان پر پھر بھی واقع ہو جائے گا جیسا کہ پہلے ہے۔

کفار کا قول تھا ﴿مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا﴾ یعنی رسول کے مبعوث ہونے کے بارے میں ہم نے نہیں سنا ﴿فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اپنے باپ دادا کے زمانے میں۔'' اور یہ کون سی دلیل ہے کہ انہوں نے اپنے آباء واجداد میں کسی رسول کے مبعوث ہونے کے بارے میں نہیں سنا؟ کیونکہ گزرے واقعات ان کے احاطۂ علم میں نہیں' اس لئے وہ اپنی لاعلمی اور جہالت کو دلیل نہ بنائیں۔

اور فرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا تو اس کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ وہ سب ہدایت پر ہوں گے تب اس صورت میں ان میں رسول بھیجنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں اور اگر وہ ہدایت پر نہ تھے تو انہیں اپنے رب کی حمد وثنا اور اس کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے ان کو ایسی نعمت سے خصوصی طور پر نوازا ہے جو ان کے آباء واجداد کو عطا نہیں ہوئی اور نہ ان کو اس نعمت کا شعور تھا۔ دوسروں پر عدم احسان کو سبب بنا کر خود پر اللہ تعالیٰ کے احسان کی ناشکری نہ کریں۔

کفار نے کہا: ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ یعنی یہ تو مجنون ہے ﴿فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ﴾ یعنی اس کے بارے میں انتظار کرو ﴿حَتّٰى حِيْنٍ﴾ یہاں تک کہ اس کو موت آ جائے۔ یہ شبہات جو انہوں نے وارد کئے تھے درحقیقت یہ اپنے نبی سے ان کا معارضہ تھا جو ان کے کفر اور عناد کی شدت پر دلالت کرتا ہے نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ انتہائی جہالت اور ضلالت میں مبتلا تھے۔ یہ شبہات کسی بھی لحاظ سے معارضے کی صلاحیت نہیں رکھتے جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں ذکر کر چکے ہیں بلکہ یہ شبہات فی نفسہ متناقض اور متعارض ہیں۔

پس ان کا یہ کہنا ﴿مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ﴾ ثابت کرتا ہے کہ انہیں اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ ان کا نبی عقل مند ہے جو ان کے خلاف چال چلتے ہوئے ان پر غلبہ حاصل کر کے ان پر سرداری کرے گا اور ایسی صورت حال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سے بچا جائے تا کہ اس سے دھوکہ نہ کھایا جا سکے۔ ان کا یہ مذکورہ قول ان کے اس دعوے کے ساتھ کیسے مناسبت رکھتا ہے ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ﴾ کیا یہ گمراہ شخص کا شبہ نہیں، جو اسی کے خلاف جاتا ہے؟ اس شخص کا مقصد دراصل یہ ہوتا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو ان کی دعوت کو روکا جائے اور اسے علم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو رسوا کر کے رہتا ہے جو اس کے رسولوں سے عداوت رکھتا ہے۔

جب نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی دعوت سوائے ان کے فرار کے انہیں کوئی فائدہ نہیں دے رہی تو ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ ”انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! ان لوگوں نے جو مجھے جھٹلایا ہے اس پر تو ہی میری مدد فرما۔“ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے ناراض ہو کر ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے نصرت کی درخواست کی تھی کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کیا اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی۔ حضرت نوح نے کہا: ﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ○ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ (نوح: ۷۱/۲۶، ۲۷) ”اے میرے رب! تو کافروں میں کسی کو زمین پر بسا نہ رہنے دے۔ تو اگر ان کو چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ جس اولاد کو جنم دیں گے وہ بھی فاجر اور کافر ہی ہو گی۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ﴾ (الصّٰفّٰت: ۳۷/۷۵) ”نوح نے ہم کو پکارا، پس ہم بہت اچھی طرح جواب دینے والے ہیں۔“

﴿فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ﴾ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرما کر اس کی طرف وقوع عذاب سے قبل، ایک سبب اور وسیلہ نجات کے متعلق وحی کی۔ ﴿اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ﴾ ”یہ کہ کشتی تیار کر“ ﴿بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا﴾ یعنی ہمارے حکم کے مطابق اور ہماری مدد سے، تو ہماری حفاظت اور نگرانی میں ہے ہم تجھ کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ ﴿فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ ”پس جب ہمارا حکم آجائے۔“ جس کے ذریعے سے ان کو عذاب دیا گیا تھا۔ ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ یعنی زمین سے پانی پھوٹ پڑے، چشمے بہہ نکلیں حتیٰ کہ آگ جلانے والی جگہوں سے بھی پانی نکلنے لگے جہاں سے عادت کے مطابق پانی کا نکلنا بہت بعید ہوتا ہے۔

﴿فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ﴾ تو تمام حیوانات میں سے ہر جنس سے ایک نر اور مادہ، کشتی میں داخل کر لے تا کہ تمام حیوانات کی نسل باقی رہے جن کے وجود کو زمین میں باقی رکھنے کا حکمت ربانی تقاضا کرتی ہے۔ ﴿وَاَهْلَكَ﴾ یعنی اپنے گھر والوں کو بھی کشتی میں بٹھالے۔ ﴿اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ﴾ ”سوائے اس

کے جس کی بابت (ہمارا) قول گزر چکا'' جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا۔ ﴿ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ﴾ یعنی مجھ سے یہ درخواست نہ کرنا کہ میں ان کو نجات دوں' کیونکہ قضاء وقدر کے مطابق حتمی فیصلہ ہو چکا ہے کہ انہیں غرق ہونا ہے۔ ﴿ فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَی الْفُلْكِ ﴾ یعنی جب تم لوگ کشتی پر سوار ہو جاؤ اور کشتی سرکش موجوں پر تیرنے لگے تو نجات اور سلامتی پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرو ﴿ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ ''اور کہو! تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے لئے تعلیم تھی کہ وہ ظالم کے اعمال اور عذاب سے نجات پر اللہ تعالیٰ کے شکر اور اس کی ستائش کے طور پر یہ کلمات کہیں۔

﴿ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴾ یعنی تمہیں ایک نعمت ابھی عطا ہونا باقی ہے' اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ وہ تمہیں بابرکت منزل میسر کرے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سن لی اور فرمایا: ﴿ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (ھود: ٤٤/١١) ''اور فیصلہ چکا دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری اور کہہ دیا گیا لعنت ہے ظالموں پر۔'' اور فرمایا: ﴿ قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَعَلٰۤی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ﴾ (ھود: ٤٨/١١) ''کہا گیا اے نوح! اتر جا' سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتیں ہوں تجھ پر اور ان گروہوں پر جو تیرے ساتھ ہیں۔''

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ ﴾ بلاشبہ اس قصہ میں ﴿ لَاٰیٰتٍ ﴾ ''نشانیاں ہیں۔'' جو دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود ہے اور اس کے رسول نوح علیہ السلام سچے ہیں اور ان کی قوم جھوٹی ہے' نیز دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے بندوں پر سایہ کناں ہے کہ اس نے انہیں ان کے باپ حضرت نوح علیہ السلام کی صلب میں' کشتی پر سوار کر کے محفوظ کیا جبکہ روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگ ڈوب گئے اور کشتی بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ (القمر: ١٥/٥٤) ''ہم نے اس کشتی کو نشانی کے طور پر چھوڑ دیا۔ تو ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟'' اسی لئے اس کو یہاں جمع کیا ہے کیونکہ یہ متعدد آیات ومطالب پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿ وَاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ﴾ ''اور ہم آزمائش کر کے ہی رہتے ہیں۔''

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿٣١﴾ فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

پھر پیدا کی ہم نے انکے بعد ایک امت دوسری ○ پس بھیجا ہم نے ان میں ایک رسول انہی میں سے یہ کہ تم عبادت کرو اللہ کی،

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

نہیں ہے تمہارے لئے کوئی (اور) معبود سوائے اسکے کیا پس نہیں ڈرتے تم ○ اور کہا (ان) وڈیروں نے انکی قوم میں سے جنہوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ

اور جھٹلایا ملاقات کو آخرت کی، اور خوشحالی دی تھی ہم نے انہیں زندگانی دنیا میں نہیں ہے یہ (رسول) مگر ایک بشر تم جیسا ہی'

يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ

وہ کھاتا ہے اس (چیز) میں سے کہ کھاتے ہو تم اس میں سے، اور وہ پیتا ہے اس میں سے (جس سے) پیتے ہو تم ○ اور البتہ اگر اطاعت کی تم نے

بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٣٤﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا

ایک بشر اپنے جیسے کی تو بلاشبہ تم اس وقت البتہ خسارہ پانے والے ہو گے ○ کیا وہ وعدہ دیتا ہے تمہیں کہ بیشک تم جب مر جاؤ گے اور ہو جاؤ گے تم مٹی

وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿٣٥﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا

اور ہڈیاں تو بلاشبہ تم (زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے ○ دور ہے (عقل و خرد سے بہت) دور ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو ○ نہیں ہے یہ (زندگی) مگر

حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ افْتَرٰى

زندگی ہماری دنیا ہی کی، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور نہیں ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے ○ نہیں ہے وہ (رسول) مگر ایسا آدمی کہ باندھا ہے اس نے

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٣٩﴾

اللہ پر جھوٹ، اور نہیں ہم اس پر ایمان لانے والے ○ اس نے کہا، اے رب! تو میری مدد فرما بدلے اسکے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے ○

قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ

اللہ نے کہا، تھوڑے سے عرصے میں البتہ وہ ہو جائیں گے پچھتانے والے ○ پس پکڑا انکو چیخ نے ساتھ حق کے پس کر دیا ہم نے انہیں

غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾

(سیلابی) خس و خاشاک پس لعنت ہے واسطے ظالم قوم کے ○

نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسے ہلاک کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴾ ''پھر ان کے بعد ہم نے ایک دوسری امت پیدا کی۔'' بظاہر اس سے مراد ثمود، یعنی صالح علیہ السلام کی قوم ہے کیونکہ یہ قصہ ان کے قصہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ ﴿ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ﴾ ''پس ان کے اندر انہی میں سے (یعنی انہی کی جنس سے) ایک رسول مبعوث کیا'' جس کے حسب و نسب اور صداقت کے بارے میں انہیں پورا علم تھا...... تاکہ وہ اطاعت کرنے میں جلدی کریں اور رسول ان کی کراہت اور نفرت سے بہت دور ہو۔ اس رسول نے بھی ان کو اسی چیز کی طرف دعوت دی جس کی طرف اس سے پہلے رسول اپنی قوموں کو دعوت دیتے چلے آ رہے تھے ﴿ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ ''کہ اللہ کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' پس تمام انبیاء و مرسلین اس دعوت پر متفق تھے۔ یہ اولین دعوت تھی جس کی طرف تمام رسولوں نے اپنی قوموں کو بلایا، یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دینا، اس حقیقت سے آگاہ کرنا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے، غیر اللہ کی عبادت سے روکنا اور غیر اللہ کی عبادت کے بطلان اور فساد سے آگاہ کرنا۔

بنا بریں فرمایا: ﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیا تم (اپنے رب سے) ڈرتے نہیں؟'' کہ تم خود ساختہ معبودوں اور بتوں سے اجتناب کرو۔ ﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ یعنی ان کے رؤساء نے جن میں کفر وعناد' زندگی بعد موت اور جزا وسزا کا انکار جمع تھے اور ان کو دنیاوی زندگی کی خوش حالی نے سرکش بنا دیا تھا' اپنے نبی کے ساتھ معارضہ کرتے' اس کو جھٹلاتے اور لوگوں کو اس سے ڈراتے ہوئے کہا: ﴿مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ''نہیں ہے یہ مگر انسان تم جیسا ہی۔'' یعنی تمہاری جنس میں سے ﴿يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ﴾ ''وہی کچھ کھاتا پیتا ہے جو تم کھاتے پیتے ہو۔'' پس اسے کس چیز میں تم پر فضیلت حاصل ہے؟ وہ فرشتہ کیوں نہیں کہ وہ کھانا کھاتا نہ پانی پیتا۔

﴿وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾ یعنی اگر تم نے اپنے جیسے انسان کی اتباع کی اور اس کو اپنا سردار بنالیا' تو تمہاری عقل ماری گئی اور تم اپنے اس فعل پر ندامت اٹھاؤ گے...... یہ بڑی ہی عجیب بات ہے' کیونکہ حقیقی ندامت تو اس شخص کے لئے ہے جو رسول کی اتباع اور اطاعت نہیں کرتا۔ یہ اس شخص کی سب سے بڑی جہالت اور سفاہت ہے جو تکبر کے باعث ایسے انسان کی اطاعت نہ کرے' جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی سے مختص کر کے اپنی رسالت کے ذریعے سے فضیلت بخشی' اور شجر وحجر کی عبادت میں مبتلا ہو جائے۔

اس کی نظیر کفار کا یہ قول ہے ﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ○ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ﴾ (القمر: ٢٤/٥٤_٢٥) ''بھلا ہم ایک آدمی کی پیروی کریں جو ہم ہی میں سے ہے' تب تو ہم سخت گمراہی اور دیوانگی میں پڑ گئے۔ کیا ہم سب میں سے صرف اسی پر وحی نازل کی گئی' نہیں! بلکہ وہ تو سخت جھوٹا اور متکبر ہے۔''

چونکہ انہوں نے رسول کی رسالت کا انکار کر کے اسے رد کر دیا تھا' اس لئے انہوں نے زندگی بعد موت اور اعمال کی جزا وسزا کا بھی انکار کر دیا' چنانچہ انہوں نے کہا: ﴿اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ○ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ یعنی تمہارے ریزہ ریزہ ہو کر' مٹی اور ہڈیاں بن کر بکھر جانے کے بعد' تمہارے دوبارہ زندہ کئے جانے کا جو وعدہ یہ رسول تمہارے ساتھ کرتا ہے وہ بہت بعید ہے۔ پس انہوں نے انتہائی کوتاہ بینی کا ثبوت دیا اور انہوں نے اپنی طاقت اور قدرت کے مطابق اسے ناممکن سمجھا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کیا' حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند تر ہے۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونے کا انکار کیا' انہوں نے اللہ تعالیٰ کو عاجز اور بے بس ٹھہرایا اور خود اپنی پہلی پیدائش کو بھول گئے حالانکہ وہ ہستی جو ان کو عدم سے وجود میں لائی ہے' اس کے لئے ان کے مرنے اور بوسیدہ ہو جانے کے بعد' دوبارہ پیدا کرنا آسان تر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے دونوں بار پیدا کرنا نہایت آسان ہے۔ پس وہ اپنی پہلی تخلیق کا اور محسوس چیزوں کا انکار کیوں نہیں کرتے' نیز وہ کیوں نہیں کہتے کہ ہم ہمیشہ سے موجود ہیں تاکہ ان کے لئے انکار قیامت

آسان ہوتا اور ان کے پاس خالق عظیم کے وجود کے اثبات کے خلاف حجت ہوتی۔ یہاں ایک اور دلیل بھی ہے...... وہ ہستی جو زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرتی ہے وہی ہستی مردوں کو دوبارہ زندگی عطا کرے گی بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے زندگی بعد الموت کے منکرین کو جواب دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ○ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ﴾ (ق: ٥٠/ ٢-٣) ''ان لوگوں کو تعجب ہوا کہ ان کے پاس' انہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا' تو کافروں نے کہا۔ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے۔ (تو پھر زندہ ہوں گے؟) یہ زندگی تو بہت ہی بعید بات ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ﴾ (ق: ٥٠/ ٤) ''ان کے اجساد کو زمین کھا کھا کر کم کرتی جاتی ہے ہمیں اس کا علم ہے اور ہمارے پاس محفوظ رکھنے والی ایک کتاب موجود ہے۔''

﴿اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا﴾ ''بس یہ دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے اور جیتے رہتے ہیں۔'' یعنی کچھ لوگ مر جاتے ہیں اور کچھ لوگ زندہ رہتے ہیں ﴿وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾ ''اور ہمارے مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھایا جائے گا۔''

پس جب ان کا کفر بہت بڑھ گیا اور انذار نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ تو ان کے نبی نے ان کے لیے بددعا کی' اس نے کہا: ﴿رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ ''اے میرے رب! میری مدد فرما بسبب اس کے جو انہوں نے مجھے جھٹلایا۔'' ان کو ہلاک کر کے اور آخرت سے پہلے دنیا میں ان کو رسوا کر کے' ﴿قَالَ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا: ﴿عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ○ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ﴾ ''بہت ہی جلد یہ اپنے کیے پر پچھتانے لگیں گے' پس ان کو چیخ نے پکڑ لیا حق (عدل) کے ساتھ۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو ظلم و جور سے نہیں پکڑا بلکہ اس کی پکڑ ان کے ظلم اور اس کے عدل کی وجہ سے ہوئی' چنانچہ ایک زبردست چنگھاڑ نے ان کو آ لیا ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً﴾ یعنی ہم نے ان کو خشک بھوسہ بنا کر رکھ دیا ایسے لگتا تھا جیسے کوڑے کرکٹ کو سیلاب نے وادی کے کناروں پر پھینک دیا ہو' ایک اور آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ﴾ (القمر: ٥٤/ ٣١) ''ہم نے ان پر عذاب کے لئے ایک زبردست چیخ بھیجی اور وہ ایسے ہو گئے جیسے ٹوٹی ہوئی باڑ'' اور فرمایا: ﴿فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پس دوری ہے ظالم لوگوں کے لیے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ساتھ' اس کی رحمت سے محرومی' اس کی لعنت اور جہانوں کی مذمت بھی ان کے حصے میں آئی۔ ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾ (الدخان: ٤٤/ ٢٩) ''پس

ان پر آسمان رویا نہ زمین اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔"

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا

پھر پیدا کیں ہم نے ان کے بعد امتیں دوسری ○ نہیں آگے نکل سکتی کوئی امت اپنے وقت مقرر سے

وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ

اور نہ وہ لوگ پیچھے ہی رہ سکتے ہیں ○ پھر بھیجے ہم نے رسول اپنے پے در پے جب بھی آیا کسی امت کے پاس اسکا رسول تو انہوں نے جھٹلایا اسے،

فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾

پس پیچھے لگایا ہم نے انکے بعض کو بعض کے اور بنا دیا ہم نے انہیں قصے کہانیاں پس (رحمت سے) دوری ہے ان لوگوں کے لئے جو نہیں ایمان لاتے ○

یعنی ان جھٹلانے والے معاندین حق کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں، ہر قوم وقت مقرر اور مدت معین کے لئے برپا کی گئی، اس سے ایک لمحہ کے لئے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ پھر ان میں پے در پے رسول بھیجے، شاید کہ وہ ایمان لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ مگر کفر اور تکذیب نافرمان، کافر اور باغی قوموں کا وتیرہ بنا رہا۔ کسی قوم کے پاس جب بھی ان کا رسول آتا، وہ اس کو جھٹلاتے رہے، حالانکہ وہ ان کے پاس ایسی ایسی نشانیاں لے کر آتا جو انسان کے بس سے باہر تھیں بلکہ ان رسولوں کی مجرد دعوت اور شریعت ہی اس چیز کی حقانیت پر دلالت کرتی تھی جو وہ لے کر آتے رہے۔

﴿فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا﴾ "پس پیچھے لگایا ہم نے بعض کو بعض کے۔" ہلاک کرنے میں، یعنی یکے بعد دیگرے سب کو ہلاک کر دیا۔ پس ان میں سے کوئی قوم باقی نہ رہی اور ان کے بعد ان کے گھر اجڑ گئے ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ﴾ "اور ہم نے ان کو قصے کہانیاں بنا کر رکھ دیا" جن کو بیان کیا جاتا، جو اہل تقویٰ کے لئے عبرت، مکذبین کے لئے عقوبت اور خود ان کے لئے عذاب اور رسوائی ہے۔ ﴿فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ "پس دوری ہے اس قوم کے لیے جو ایمان نہیں لاتی۔" کتنے بدبخت ہیں وہ اور ان کی تجارت کس قدر خسارے کی تجارت ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ۬ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ

پھر بھیجا ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو ساتھ اپنی نشانیوں اور دلیل واضح کے ○ طرف فرعون

وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ ۚ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا

اور اسکے درباریوں کی، پس انہوں نے تکبر کیا، اور تھے وہ لوگ سرکش ○ پس انہوں نے کہا، کیا ہم ایمان لائیں ایسے دو آدمیوں پر جو ہم جیسے ہیں؟

وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ ۚ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ

جبکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے ○ سو انہوں نے جھٹلایا ان دونوں کو پس ہو گئے وہ ہلاک شدہ لوگوں میں سے ○ اور البتہ تحقیق

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

دی ہم نے موسیٰ کو کتاب تاکہ وہ (لوگ) ہدایت پا جائیں ○

بہت عرصے کی بات ہے' کسی اہل علم کا قول میری نظر سے گزرا ہے' جن کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں...... کہ موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور تورات کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوموں پر سے عذاب کو اٹھا لیا' یعنی وہ عذاب جو ان کا جڑ سے خاتمہ کر دیتا تھا اور اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نے مکذبین و معاندین حق کے خلاف جہاد مشروع کیا۔ معلوم نہیں انہوں نے یہ رائے کہاں سے اخذ کی ہے لیکن جب میں نے ان آیات کو سورۃ القصص کی آیات کے ساتھ ملا کر غور کیا تو میرے سامنے اس کا سبب واضح ہو گیا کہ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پے در پے ہلاک ہونے والی قوموں کا ذکر فرمایا پھر آگاہ فرمایا کہ اس نے ان قوموں کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا ان پر تورات نازل فرمائی جس میں لوگوں کے لئے راہنمائی تھی اور فرعون کی ہلاکت سے اس نقطہ نظر کی تردید نہیں ہوتی کیونکہ فرعون نزول تورات سے پہلے ہلاک ہو گیا تھا۔ رہی سورۃ القصص کی آیات' تو وہ نہایت واضح ہیں کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کی ہلاکت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ (القصص: ٢٨/ ٤٣) ''پچھلی قوموں کو ہلاک کر دینے کے بعد ہم نے موسیٰ کو کتاب سے نوازا' لوگوں کے لئے بصیرت' ہدایت اور رحمت بنا کر تا کہ شاید وہ نصیحت پکڑیں۔'' اس آیت کریمہ میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان باغی اور سرکش قوموں کی ہلاکت کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی اور آگاہ فرمایا کہ یہ کتاب لوگوں کے لئے بصیرت' ہدایت اور رحمت کے طور پر نازل کی گئی ہے۔

شاید وہ آیات بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سورۂ یونس میں ذکر فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴾ (یونس: ١٠/ ٧٤' ٧٥) ''پھر نوح کے بعد ہم نے دیگر رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے مگر جس کو انہوں نے پہلے جھٹلا دیا تھا وہ اب بھی اس پر ایمان نہ لائے ہم اسی طرح حد سے گزر جانے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں' پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو مبعوث کیا......'' واللہ اعلم۔

﴿ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى ﴾ ''پھر ہم نے موسیٰ (بن عمران' کلیم اللہ) کو بھیجا'' ﴿ وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ﴾ ''اور (ان کے ساتھ) ان کے بھائی ہارون کو'' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ حضرت ہارون کو نبوت کے معاملے میں ان کے ساتھ شریک کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔ ﴿ بِاٰيٰتِنَا ﴾ ''اپنی نشانیوں کے ساتھ۔'' جو ان کی صداقت اور ان کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتی تھیں۔ ﴿ وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''اور واضح برہان کے ساتھ۔'' ان دلائل میں ایسی قوت تھی کہ وہ دلوں پر غالب آ جاتے اور اپنی قوت کی بنا پر دلوں میں گھر کر لیتے اور اہل ایمان

کے دل ان کو مان لیتے اور معاندین حق کے خلاف حجت قائم ہو جاتی۔

اور یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے۔ ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ﴾ (بنی اسرآءیل: ۱۰۱/۱۷) ''اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو نو کھلی کھلی نشانیاں عطا کیں۔'' اس لئے معاندین حق کے سردار فرعون نے ان کو پہچان لیا لیکن عناد کا راستہ اختیار کیا۔ ﴿فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ﴾ ''آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیجئے! جب موسیٰ یہ نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے'' ﴿فَقَالَ﴾ تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا ﴿اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا﴾ (بنی اسرآءیل: ۱۰۱/۱۷) ''اے موسیٰ! میں تو تجھے سحر زدہ خیال کرتا ہوں''۔ ﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ (بنی اسرآءیل: ۱۰۲/۱۷) ''موسیٰ نے کہا: تو جانتا ہے کہ یہ بصیرت افروز نشانیاں اللہ کے سوا کسی نے نازل نہیں کیں۔ اے فرعون! میں سمجھتا ہوں کہ تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ (النمل: ۱۴/۲۷) ''انہوں نے محض ظلم اور تکبر کی بنا پر ان نشانیوں کو جھٹلایا حالانکہ ان کے دلوں نے ان کو مان لیا تھا۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ﴾ ''پھر ہم نے بھیجا موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور واضح برہان کے ساتھ، فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف۔'' مثلاً ہامان اور دیگر سرداران قوم۔ ﴿فَاسْتَكْبَرُوْا﴾ پس تکبر کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے اور اس کے انبیاء کے ساتھ تکبر سے پیش آئے۔ ﴿وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ﴾ ''اور تھے وہ سرکش لوگ۔'' یعنی ان کا وصف غلبہ، قہر اور فساد فی الارض تھا اس لئے ان سے تکبر صادر ہوا اور اسے وہ کوئی بری بات نہیں سمجھتے تھے۔

﴿فَقَالُوْٓا﴾ انہوں نے تکبر اور غرور سے ضعیف العقل لوگوں کو ڈراتے اور فریب کاری کرتے ہوئے کہا: ﴿اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا﴾ ''کیا ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان لے آئیں؟'' جیسا کہ ان سے پہلے لوگ بھی ایسے ہی کہا کرتے تھے چونکہ کفر میں ان کے دل ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے تھے اس لئے ان کے اقوال و افعال بھی ایک دوسرے کے مشابہ تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسالت کے ذریعے سے ان پر جو عنایت کی انہوں نے اسے جھٹلا دیا ﴿وَقَوْمُهُمَا﴾ ''اور ان دونوں کی قوم'' یعنی بنی اسرائیل ﴿لَنَا عٰبِدُوْنَ﴾ ''ہماری غلام ہے۔'' یعنی وہ پر مشقت کام سرانجام دینے کے لئے ہمارے مطیع ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ﴾ (البقرہ: ۴۹/۲) ''یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی وہ تمہیں بہت عذاب دیتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔'' پس ہم ان کے متبوع (پیشوا) ہوتے ہوئے ان کے تابع کیسے بن سکتے

ہیں؟ اور یہ ہم پر سردار کیسے ہو سکتے ہیں؟

ان کے قول کی نظیر نوح علیہ السلام کی قوم کا یہ قول ہے ﴿ اَنُؤۡمِنُ لَکَ وَاتَّبَعَکَ الۡاَرۡذَلُوۡنَ ﴾ (الشعراء: ۲۶/۱۱۱) ''کیا ہم تجھے مان لیں حالانکہ تیری پیروی تو رذیل لوگوں نے کی ہے۔'' ﴿ وَمَا نَرٰىکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیۡنَ ہُمۡ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاۡیِ ﴾ (ھود: ۱۱/۲۷) ''ہم دیکھ رہے ہیں کہ صرف انہی لوگوں نے تیری پیروی کی ہے جو ہماری قوم میں رذیل اور چھچھورے تصور کیے جاتے ہیں۔'' اور یہ بات واضح ہے کہ حق کو رد کرنے کے لئے یہ بات درست نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تکذیب اور عناد ہے' اس لئے فرمایا ﴿ فَکَذَّبُوۡہُمَا فَکَانُوۡا مِنَ الۡمُہۡلَکِیۡنَ ﴾ ''پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا اور وہ بھی ہلاک شدہ لوگوں میں ہو گئے۔'' یعنی بنی اسرائیل کے آنکھوں دیکھتے سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔

﴿ وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ ﴾ ''اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب۔'' جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کر کے اسرائیلی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں نجات بخشی تب موسیٰ علیہ السلام کو قوت اور طاقت حاصل ہوئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم اور اس کے شعائر کو غالب کریں تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا کہ وہ آپ پر چالیس دن میں تورات نازل کرے گا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے مقرر کردہ وقت پر پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَکَتَبۡنَا لَہٗ فِی الۡاَلۡوَاحِ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ مَّوۡعِظَۃً وَّتَفۡصِیۡلًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ ﴾ (الاعراف: ۷/۱۴۵) ''اور ہم نے ہر چیز کے متعلق نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل اس کے لئے تختیوں پر لکھ دی'' بنابریں یہاں فرمایا: ﴿ لَعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ﴾ ''تاکہ وہ ہدایت پائیں۔'' یعنی امر و نہی اور ثواب و عقاب کی تفاصیل کی معرفت حاصل کر کے شاید راہ راست پر گامزن ہو جائیں اور اپنے رب کے اسماء و صفات کی بھی معرفت حاصل کریں۔

وَجَعَلۡنَا ابۡنَ مَرۡیَمَ وَاُمَّہٗۤ اٰیَۃً وَّاٰوَیۡنٰہُمَاۤ اِلٰی رَبۡوَۃٍ

اور بنایا ہم نے (عیسیٰ) ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک (عظیم) نشانی اور پناہ دی ہم نے ان دونوں کو طرف ایک بلند جگہ کی

ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیۡنٍ ﴿۵۰﴾ ع

(جو) سکون و آرام اور جاری چشمہ والی (تھی) ○

﴿ وَجَعَلۡنَا ابۡنَ مَرۡیَمَ وَاُمَّہٗۤ اٰیَۃً ﴾ یعنی ہم نے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) پر احسان کیا' ان کو اور ان کی والدہ کو انتہائی تعجب انگیز نشان بنا دیا کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے اپنے پیٹ میں رکھا اور پھر آپ کو جنم دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارے میں کلام کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر بڑے بڑے معجزات دکھائے۔ ﴿ وَّاٰوَیۡنٰہُمَاۤ اِلٰی رَبۡوَۃٍ ﴾ یعنی ہم نے ان دونوں کو ایک بلند مقام پر پناہ دی اور یہ اس وقت کی بات ہے...... واللہ اعلم...... جب حضرت جناب مریم علیہا السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا۔ ﴿ ذَاتِ قَرَارٍ ﴾ یعنی

آرام دہ ٹھکانا ﴿ وَّمَعِيْنٍ ﴾ یعنی جاری چشمے کا پانی اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ ﴿ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ ﴾ ”کر دی ہے تیرے رب نے تیرے نیچے“ یعنی اس جگہ سے بہت نیچے جہاں حضرت مریم علیہا السلام نے پناہ لی تھی اور یہ اس لئے کہا گیا کیونکہ آپ بلند جگہ پر تھیں۔ ﴿ سَرِيًّا ﴾ یعنی ندی اور وہ چشمے کا بہتا ہوا پانی ہے۔

﴿ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ﴾ (مریم: ۱۹/۲۴، ۲۶)

”تو کھجور کے تنے کو ہلا تجھ پر تازہ کھجوریں گریں گی۔ کھا‘ پی اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر“

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۵۱ۭ

اے رسولو! کھاؤ تم پاکیزہ چیزوں میں سے، اور عمل کرو نیک، بے شک میں ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو خوب جاننے والا ہوں ○

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ

اور بلاشبہ یہ تمہاری امت ہے امت ایک ہی اور میں تمہارا رب ہوں، پس ڈرو تم مجھ ہی سے ○ پس جدا جدا کر لیا انہوں نے اپنے معاملے (دین) کو آپس میں

زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۳ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝۵۴

ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہر ایک گروہ ساتھ اسکے جو انکے پاس ہے خوش ہے ○ پس آپ چھوڑ دیجئے انکو انکی غفلت میں ایک وقت تک ○

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝۵۵ۙ نُسَارِعُ لَهُمْ

کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک وہ جو ہم بڑھا رہے ہیں انہیں ساتھ اسکے مال اور اولاد سے ○ ہم جلدی کر رہے ہیں ان کیلئے

فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۵۶

بھلائیوں میں؟ (نہیں، نہیں) بلکہ نہیں شعور رکھتے وہ ○

﴿ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ ”اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو‘ بے شک میں تمہارے عملوں کو خوب جانتا ہوں۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے انبیاء و رسل کو حکم ہے کہ وہ پاک اور حلال رزق کھائیں اور اعمال صالحہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں یہ اعمال صالحہ قلب و بدن اور دنیا و آخرت کی اصلاح کرتے ہیں‘ نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو خبردار کیا ہے کہ وہ ان کے اعمال سے آگاہ ہے ان کا ہر عمل اور ان کی ہر کوشش اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان اعمال کی کامل ترین اور افضل ترین جزا دے گا۔ پس یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین کھانے پینے کی تمام پاک چیزوں کی اباحت اور ناپاک چیزوں کی تحریم پر متفق ہیں نیز وہ تمام اعمال صالحہ پر بھی متفق ہیں۔ اگرچہ بعض مامورات کی جنس میں تنوع اور بعض شرائع میں اختلاف ہے تاہم ہر شریعت اعمال صالحہ پر مشتمل ہے۔ البتہ زمانے کے تفاوت کی بنا پر متفاوت ہیں‘ اس لئے وہ تمام اعمال صالحہ جو ہر زمانے میں صلاح کے حامل تھے ان پر تمام انبیاء اور شریعتیں متفق ہیں مثلاً توحید الٰہی‘ دین میں اخلاص‘ محبت الٰہی‘ خوف الٰہی‘ اللہ پر امید‘ نیکی‘ صدق‘ ایفائے عہد‘ صلہ

رحمی، والدین کے ساتھ حسن سلوک، کمزوروں، مسکینوں اور یتیموں کی دستگیری اور تمام مخلوق کے ساتھ مہربانی کا رویہ جیسے احکام۔

اس لئے تمام اہل علم، کتب سابقہ اور عقل سلیم کے مالک محمد مصطفی ﷺ کی نبوت پر، آپ کے مامورات اور منہیات کی جنس کے ذریعے سے استدلال کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہرقل نے استدلال کیا تھا کیونکہ اگر آپ ﷺ ان امور کا حکم دیتے ہیں جن کا حکم آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیائے کرام دیتے رہے ہیں اور آپ ﷺ ان چیزوں سے روکتے ہیں جن سے گزشتہ انبیائے کرام روکتے رہے ہیں تو یہ چیز اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بھی انبیائے کرام کی جنس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس ایک کذاب برائی کا حکم دے گا اور بھلائی سے روکے گا۔

بنابریں انبیائے کرام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ اے رسولوں کے گروہ تمہاری جماعت ایک دین پر متفق ہے اور تمہارا رب بھی ایک ہے ﴿ فَاتَّقُوْنِ ﴾ ''پس تم مجھ سے ڈرو۔'' میرے احکام کی تعمیل کر کے اور میرے زجر و توبیخ کے موجب امور سے اجتناب کر کے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو انہی امور کا حکم دیا جن کا حکم اپنے رسولوں کو دیا کیونکہ اہل ایمان انبیاء و رسل کی پیروی کرتے ہیں اور انہی کے راستے پر گامزن ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾ (البقرۃ: ۲/۱۷۲) ''اے اہل ایمان! جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں انہیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔'' پس انبیائے کرام سے نسبت رکھنے والوں اور دیگر لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اس حکم کی تعمیل کریں۔

بایں ہمہ جھٹلانے والے ظالم، نافرمان ہی رہے اس لئے فرمایا: ﴿ فَتَقَطَّعُوْٓا ﴾ ''پس کاٹ دیا۔'' یعنی انبیاء و رسل کی اتباع کا دعویٰ کرنے والوں نے ﴿ اَمْرَهُمْ ﴾ یعنی اپنے دین کو ﴿ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ﴾ ''آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔'' ﴿ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ ﴾ ''ہر گروہ اس پر جو اس کے پاس ہے۔'' یعنی ہر گروہ اور فرقے کے پاس جو علم اور دین ہے ﴿ فَرِحُوْنَ ﴾ وہ اسی پر خوش ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور دیگر لوگ حق پر نہیں ہیں حالانکہ ان میں سے حق پر صرف وہی لوگ ہیں جو انبیاء کے راستے پر گامزن ہیں، پاک چیزیں کھاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں۔ ان کے سوا دیگر لوگ تو وہ باطل کی راہوں میں سرگرداں ہیں۔

﴿ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ ﴾ ''پس چھوڑ دیجیے آپ ان کو ان کی غفلت ہی میں۔'' یعنی انہیں حق کے بارے میں ان کی جہالت اور ان کے دعوؤں میں، کہ وہ حق پر ہیں، غلطاں چھوڑ دیجئے ﴿ حَتّٰى حِيْنٍ ﴾ یعنی اس وقت تک جب تک کہ ان پر عذاب نازل نہیں ہو جاتا کیونکہ ان کو کوئی وعظ و نصیحت اور زجر و توبیخ فائدہ نہیں دے سکتی۔ یہ چیزیں انہیں فائدہ دے بھی کیسے سکتی ہیں جبکہ وہ اس زعم میں مبتلا ہوں کہ وہ حق پر ہیں اور اپنے اس مسلک کی طرف

دوسروں کو دعوت دینے کے متمنی ہوں۔

﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ○ نُسَارِعُ لَهُمْ فِى الْخَيْرٰتِ ﴾ یعنی کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے مال اور اولاد میں ہماری طرف سے اضافہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ بھلائی اور سعادت سے بہرہ مند ہیں اور دنیا اور آخرت کی بھلائی انہی کے لئے ہے؟ یہ ان کا اپنا زعم باطل ہے حالانکہ معاملہ ایسے نہیں ہے۔ ﴿ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ "بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔" کہ ہم ان کو ڈھیل اور مہلت دیے جا رہے ہیں اور ان کو نعمتوں سے نواز رہے ہیں' وہ اس لیے کہ تا کہ وہ اپنے گناہوں میں اور اضافہ کر لیں اور آخرت میں اپنے عذاب کو بڑھا لیں اور دنیا میں ان کو جو نعمتیں عطا ہوئی ہیں انہی سے مزے لیتے رہیں۔ ﴿ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً ﴾ (الانعام: ٦/ ٤٤) "حتیٰ کہ جو کچھ ان کو عطا کیا گیا تھا' اس سے بہت خوش ہو گئے' تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا"

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٨﴾

بے شک وہ لوگ کہ جو خوف سے اپنے رب کے ڈرنے والے ہیں○ اور وہ لوگ کہ جو آیتوں کے ساتھ اپنے رب کی، ایمان لاتے ہیں○

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ

اور وہ لوگ کہ جو اپنے رب کے ساتھ نہیں شریک ٹھہراتے○ اور وہ لوگ کہ جو دیتے ہیں جو کچھ وہ دیتے ہیں (صدقہ) جبکہ انکے دل

وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿٦٠﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ

ڈرنے والے ہوتے ہیں (اس سے) کہ بیشک وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں○ یہی لوگ ہیں کہ جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں،

وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ

اور وہ انکے لئے سبقت کرنے والے ہیں○ اور نہیں تکلیف دیتے ہم کسی نفس کو مگر اسکی وسعت کے مطابق، اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے،

يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾

وہ بولتی ہے ساتھ حق کے، اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب ان لوگوں کا ذکر فرمایا جنہوں نے برائی اور امن کو جمع کیا اور سمجھتے رہے کہ دنیا میں ان پر اللہ تعالیٰ کی عنایات اور نوازشیں اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ بھلائی اور فضیلت کی راہ پر چل رہے ہیں' تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر بھی فرمایا جنہوں نے بھلائی اور خوف کو یکجا کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴾ "بے شک جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔" یعنی ان کے دل اپنے رب کے خوف سے لرزاں ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عدل کیا تو ان کے پاس کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی اور انہیں اپنے بارے میں سوءِ ظن ہے کہ انہوں نے اللہ کے حق کو ادا نہیں کیا اور ایمان کے زوال کا خوف رہتا ہے' انہیں اپنے رب کے بارے میں معرفت حاصل ہے کہ وہ کس اجلال و اکرام کا مستحق ہے ان کا یہ خوف انہیں گناہوں اور

واجبات میں کوتاہی سے باز رکھتا ہے۔

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴾ ''اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔'' یعنی جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے' نیز وہ آیات قرآنی میں تفکر و تدبر کرتے ہیں تو ان پر قرآن عظیم کی جلالت شان' اس کی آیات و مضامین میں اتفاق اور ان میں عدم اختلاف اور عدم تناقض واضح ہوتا ہے اور وہ ان کو اللہ تعالیٰ' اس کے خوف' اس سے امید اور احوال جزا و سزا کی معرفت کی طرف دعوت دیتا ہے جس سے ان کو ایمان کی تفاصیل حاصل ہوتی ہیں۔ زبان جن کی تعبیر کرنے سے قاصر ہے۔

نیز وہ آیات آفاقی میں بھی غور و فکر کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۹۰) ''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق' دن اور رات کے آنے جانے میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔''

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ﴾ ''اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔'' یعنی وہ کسی شرک جلی میں مبتلا نہیں ہیں مثلاً غیر اللہ کو معبود بنانا' اس کو پکارنا اور اس سے امیدیں رکھنا اور نہ شرک خفی میں مبتلا ہیں' مثلاً ریاء وغیرہ۔ بلکہ وہ اپنے تمام اقوال' اعمال اور احوال میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص رکھتے ہیں۔

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا اٰتَوْا ﴾ ''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں۔'' یعنی جس چیز کا انہیں حکم دیا گیا ہے مقدور بھر اس کی تعمیل کرتے ہیں' مثلاً نماز' زکوۃ' حج' صدقہ وغیرہ ﴿ وَ ﴾ اس کے باوجود ﴿ قُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ ﴾ ''ان کے دل خوف زدہ ہیں۔'' ﴿ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴾ ''اس بات سے کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' یعنی اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے اور اپنے اعمال کے اس کے سامنے پیش کئے جانے سے ڈرتے ہیں کہ ان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلانے کے قابل نہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کا رب کیسا اور کس قسم کی عبادات کا مستحق ہے۔

﴿ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جو جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں۔'' یعنی وہ بھلائی کے کاموں کی طرف جلدی سے لپکتے ہیں ان کا عزم صرف اسی چیز پر مرتکز ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے اور ان کا ارادہ انہی امور میں مصروف ہوتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دیتے ہیں۔ ہر بھلائی جو وہ سنتے ہیں یا اس کی جب بھی انہیں فرصت ملتی ہے' اٹھ کر اس کی طرف لپکتے ہیں۔ وہ اولیاء اللہ' اس کے چنیدہ بندوں کو اپنے آگے اور دائیں بائیں دیکھتے ہیں جو بھلائی کے کاموں میں لپکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے سبقت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مسابقت کرنے والا جب کسی دوسرے سے مسابقت کرتا ہے تو کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی جد و جہد اور

کوشش سے آگے نکل جاتا ہے اور کبھی اپنی کوتاہی کی بنا پر پیچھے رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دی ہے کہ یہ سبقت کرنے والے ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَهُمْ لَهَا ﴾ ''اور وہ اس کے لیے۔'' یعنی بھلائیوں کے لئے ﴿ سٰبِقُوْنَ ﴾ ''دوڑتے ہیں۔'' بلاشبہ وہ بھلائی کی چوٹی پر پہنچ گئے ہیں۔ وہ سب سے آگے نکلنے والے سے مسابقت کرتے ہیں' نیز اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے سعادت لکھ دی گئی کہ وہ سبقت کرنے والے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے نیکیوں میں ان کی سرعت اور سبقت کا ذکر کیا تو اس سے کسی کو یہ وہم لاحق ہو سکتا تھا کہ ان سے اور دیگر لوگوں سے ایسے امور مطلوب ہیں جو ان کی مقدرت سے باہر یا بہت مشکل ہیں' بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ یعنی ہم ہر نفس کو بس اتنی ہی تکلیف دیتے ہیں جتنی اس کی قوت کے دائرے میں ہوتی ہے اور وہ تکلیف ایسی نہیں ہوتی جو اس کی پوری قوت کو صرف کر دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت ہے تاکہ اس کے پاس پہنچنے کا راستہ ہو اور اہل سلوک کی راہیں ہر وقت آباد رہیں۔

﴿ وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ ﴾ ''اور ہمارے پاس کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے۔'' اور وہ کتاب اول ہے جس میں ہر چیز درج ہے اور چونکہ جو کچھ اس میں درج ہے ہر چیز اس کے مطابق واقع ہوگی' اس لئے یہ حق ہے۔ ﴿ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ ''اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔'' یعنی ان کی نیکیوں میں کچھ کمی کی جائے گی نہ ان کی سزا اور گناہوں میں کوئی اضافہ ہوگا۔

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

بلکہ انکے دل غفلت میں ہیں اس (قرآن) سے' اور انکے لئے اور اعمال (خبیثہ بھی) ہیں سوائے اس (غفلت) کے کہ وہ انہیں کرنیوالے ہیں ○

حَتّٰى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ

یہاں تک کہ جب پکڑیں گے ہم انکے خوشحال لوگوں کو ساتھ عذاب کے تو اسوقت وہ چیخ وپکار کریں گے ○ (انہیں کہا جائے گا) مت چیخو چلاؤ آج، یقیناً تم

مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾

ہمارے ہاں سے نہیں مدد کئے جاؤ گے ○ تحقیق تھیں میری آیتیں تلاوت کی جاتی تمہیں تم پر تو تھے تم اوپر اپنی ایڑیوں کے الٹے پھر جاتے ○

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

تکبر کرتے ہوئے ساتھ اس (قرآن) کے' افسانہ گوئی کرتے ہوئے تم بے ہودہ گوئی کرتے تھے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ جھٹلانے والے' اس بارے میں جہالت میں مبتلا ہیں یعنی جہالت' ظلم' غفلت اور روگردانی میں غلطاں ہیں یہ جہالت اور غفلت انہیں قرآن تک نہیں پہنچنے دیتی۔ پس یہ قرآن سے راہنمائی حاصل کرنے سے قاصر ہیں اور قرآن سے ان کے دلوں تک کچھ نہیں پہنچتا۔ فرمایا: ﴿ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ

جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ○ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا﴾ (بنی اسرآءیل:۱۷/۴۵، ۴۶) ''جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو آپ کے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں اور دلوں پر غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں گرانی ڈال دیتے ہیں۔'' اور جب ان کے دل غفلت اور جہالت میں مستغرق ہیں تو وہ اپنے حسب حال کفریہ اور شریعت کے خلاف اعمال بجا لائیں گے جو ان کے لئے عذاب کے موجب ہیں۔

﴿وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ﴾ مگر ان کے علاوہ بھی ان کے برے اعمال ہیں ﴿هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ﴾ ''جنہیں وہ کرنے والے ہیں۔'' یعنی وہ عذاب کے عدم وقوع پر تعجب نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں مہلت فراہم کر رہا ہے تاکہ وہ ان اعمال بد کا ارتکاب بھی کر لیں جو باقی رہ گئے ہیں اور جو ان کے لئے درج کئے گئے ہیں۔ جب وہ ان اعمال بد کا پوری طرح ارتکاب کر لیں گے تو وہ بدترین حالت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب میں منتقل ہوں گے۔

﴿حَتّٰىٓ اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ﴾ یعنی جب ہم نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے متمتع ہیں، جو صرف ناز و نعمت اور خوشحالی کے عادی ہیں اور انہیں کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ ﴿بِالْعَذَابِ﴾ ''عذاب کے ساتھ'' یعنی جب ہم نے ان کو عذاب کی گرفت میں لے لیا اور انہوں نے بھی عذاب کو دیکھ لیا۔ ﴿اِذَا هُمْ يَجْــَٔرُوْنَ﴾ تب وہ چیخنے اور چلانے لگے کیونکہ انہیں ایک ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جو ان کی گزشتہ حالت سے مختلف تھی۔

وہ مدد کے لئے پکارنے لگے تو ان سے کہا گیا: ﴿لَا تَجْــَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ ''نہ چیخو چلاؤ آج، تم ہماری طرف سے مدد نہیں کیے جاؤ گے۔'' اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت نہ آئی اور اس کی جانب سے مدد منقطع ہو گئی تو وہ خود اپنی مدد کرنے پر قادر ہوئے نہ کوئی ان کی مدد کر سکا۔

گویا پوچھا گیا کہ وہ کون سا سبب ہے جس نے ان کو اس حال پر پہنچایا تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ ''میری آیات پڑھی جاتی تھیں تم پر۔'' تاکہ تم ان آیات پر ایمان لاؤ اور ان کی طرف توجہ کرو مگر تم نے ایسا نہ کیا بلکہ اس کے برعکس ﴿فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ﴾ ''تم پیچھے کی طرف الٹے پاؤں پھرتے رہے'' کیونکہ قرآن کی اتباع کے ذریعے سے لوگ آگے بڑھتے ہیں اور اس سے روگردانی کر کے پیچھے رہ جاتے ہیں اور پست ترین مقام پر جا اترتے ہیں۔

﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ﴾ ''تکبر کرتے ہوئے ساتھ اس کے افسانہ گوئی کرتے ہوئے تم بیہودہ بکتے تھے۔'' اصحاب تفسیر اس کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ ﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ﴾ میں ضمیر بیت اللہ یا حرم کی طرف لوٹتی ہے، جو مخاطبین کے ہاں معہود (ذہن میں موجود) ہے یعنی تم حرم یا بیت اللہ کے سبب سے لوگوں کے ساتھ تکبر سے

پیش آتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں بنا بریں ہم دوسروں سے اعلیٰ وافضل ہیں۔ ﴿ سٰمِرًا ﴾ یعنی جماعت کی صورت میں رات کے وقت بیت اللہ کے گرد بیٹھ کر باتیں کرتے ﴿ تَهْجُرُوْنَ ﴾ یعنی تم اس قرآن عظیم کے بارے میں قبیح گفتگو کرتے تھے۔ پس قرآن کریم کے بارے میں اہل تکذیب کا طریقہ روگردانی پر مبنی تھا اور اسی طریقے کی وہ ایک دوسرے کو وصیت کیا کرتے تھے۔ ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ: ٢٦/٤١) ''وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو، جب سنایا جائے تو شور مچا دیا کرو شاید کہ تم غالب رہو'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴾ (النجم: ٥٣/٥٩۔٦١) ''کیا تم اس کلام کے بارے میں تعجب کرتے ہو، ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ﴾ (الطور: ٥٢/ ٣٣) ''کیا کفار یہ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے؟''

وہ ان رذائل کے جامع تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان پر عذاب واجب ہو گیا اور جب یہ عذاب واقع ہو گیا تو ان کا کوئی حامی بنا جو ان کی مدد کر سکے نہ فریاد رس بنا ہو گا جو ان کو اس عذاب سے بچا سکے اس وقت ان کے اعمال بد کی بنا پر ان کو زجر و توبیخ کی گئی۔

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا
کیا پس نہیں غور کیا انہوں نے قرآن میں یا آیا ہے انکے پاس وہ جو نہیں آیا تھا انکے پہلے باپ دادا کے پاس؟ ۝ یا نہیں پہچانا انہوں نے
رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ
اپنے رسول کو؟ پس وہ اس کے منکر ہیں ۝ یا وہ کہتے ہیں، اسے جنون ہے؟ بلکہ وہ لایا ہے ان کے پاس حق،
وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ
اور اکثر انکے حق کو ناپسند کرنے والے ہیں ۝ اور اگر پیروی کرے حق انکی خواہشات کی تو البتہ خراب ہو جائیں آسمان اور زمین
وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾ؕ
اور جو کوئی ان میں ہیں بلکہ لائے ہیں ہم ان کے پاس ان کی نصیحت، پس وہ اپنی نصیحت سے اعراض کرنے والے ہیں ۝

﴿ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ ﴾ ''کیا انہوں نے قرآن میں غور و فکر اور تدبر نہیں کیا؟'' اگر انہوں نے قرآن میں تدبر کیا ہوتا تو وہ ان کے ایمان کا موجب اور ان کو کفر سے منع کرنے کا باعث بنتا' مگر ان پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے اس کا سبب ان کا قرآن سے اعراض ہے اور یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ قرآن میں تدبر و تفکر ہر بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے اور ہر برائی سے بچاتا ہے اور جس چیز نے ان کو قرآن میں غور و فکر کرنے سے روک رکھا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔ ﴿ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ یعنی یا اس بات

نے ان کو ایمان لانے سے روک رکھا ہے کہ ان کے پاس رسول آیا اور ایک ایسی کتاب ان کے پاس آئی جو ان کے آباء واجداد کے پاس نہیں آئی تھی لہٰذا یہ اپنے گمراہ آباء واجداد کی راہ پر چلنے پر راضی ہو گئے۔ جو چیز اس راہ کے خلاف تھی انہوں نے اس کی مخالفت کی لہٰذا انہوں نے اور ان جیسے دوسرے کفار نے یہی کہا تھا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴾ (الزخرف:٤٣/ ٢٣) ''اسی طرح آپ سے پہلے جس بستی میں بھی ہم نے کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے کہا ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایک طریقے پر پایا ہے ہم تو انہی کی پیروی کر رہے ہیں۔'' اور ان کے جواب میں ہر رسول نے فرمایا: ﴿ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ﴾ (الزخرف:٤٣/ ٢٤) ''کیا تم اسی طریقے پر چلتے چلے جاؤ گے خواہ میں تمہیں اس راستے سے بہتر راستہ بتاؤں جس پر تم نے آباء واجداد کو پایا ہے'' اگر تمہارا مقصد حق جوئی ہے تو کیا تم اس کی پیروی کرو گے؟ اور انہوں نے اپنی نیتوں کے مطابق جواب دیا: ﴿ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴾ (الزخرف:٤٣/ ٢٤) ''بلاشبہ تمہیں جس چیز کے ساتھ بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴾ ''یا کیا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا کہ وہ اس کا انکار کر رہے ہیں۔'' یعنی کیا اس چیز نے انہیں اتباع حق سے روک رکھا ہے کہ ان کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ ان کے ہاں غیر معروف ہیں اور وہ آپ ﷺ کو نہیں پہچانتے' اس لیے ان کو ماننے سے انکار کر رہے ہیں؟ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کو نہیں جانتے نہ اس کی صداقت کے بارے میں ہمیں کچھ علم ہے۔ ہمیں چھوڑ دو ہم اس کے احوال کے بارے میں غور کریں اس کے متعلق لوگوں سے معلومات حاصل کریں۔

نہیں! ایسی بات نہیں ہے بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ کو ان کا چھوٹا اور بڑا ہر شخص جانتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ آپ اخلاق جمیلہ کے حامل ہیں وہ آپ کے صدق وامانت کو خوب پہچانتے ہیں حتیٰ کہ وہ آپ کو بعثت سے قبل ''الامین'' کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ جب آپ ان کے پاس حق عظیم اور صدق مبین لے کر آئے تب انہوں نے آپ کی تصدیق کیوں نہ کی؟

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون لاحق ہے'' اس لئے وہ ایسی باتیں کر رہا ہے اور مجنون کی باتوں پر کان دھرا جاتا ہے نہ اس کی باتوں کا اعتبار ہی کیا جاتا ہے کیونکہ وہ باطل اور احمقانہ باتیں منہ سے نکالتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ ﴾ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول (ﷺ) ان کے پاس حق (امر ثابت) لے کر آئے ہیں جو سراسر صدق وعدل پر مبنی ہے جس میں کوئی اختلاف ہے نہ تناقض۔ تب وہ شخص جو یہ چیز لے کر آیا ہو وہ کیسے پاگل ہے؟..... بلکہ وہ تو علم وعقل اور مکارم

اخلاق کے اعتبار سے درجہ کمال پر فائز ہے۔ اس میں گزشتہ مضمون سے انتقال ہے یعنی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کو ایمان لانے سے صرف اس چیز نے منع کیا ہے کہ آپ ﷺ ﴿بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ ''ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں لیکن ان کی اکثریت حق کو ناپسند کرنے والی ہے۔'' اور سب سے بڑا حق جو آپ ﷺ ان کے پاس لے کر آئے ہیں' اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص اور غیر اللہ کی عبادت کو ترک کرنا ہے اور ان کا اس بات کو ناپسند کرنا اور اس سے تعجب کرنا معلوم ہے۔

پس رسول (ﷺ) کا حق لے کر آنا اور ان کا حق کو ناپسند کرنا دراصل حق کی تکذیب کرنا ہے۔ یہ کسی شک کی بنا پر ہے نہ رسول ﷺ کی تکذیب کی وجہ سے' بلکہ یہ انکار حق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ (الانعام: ۶/ ۳۳) ''یہ آپ ﷺ کو نہیں جھٹلا رہے' بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کر رہے ہیں۔''

اگر یہ کہا جائے کہ حق ان کی خواہشات نفس کے موافق کیوں نہیں تاکہ وہ ایمان لے آتے اور جلدی سے حق کی اطاعت کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یوں جواب عطا فرمایا: ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ ''اگر حق (دین) ہی ان کی خواہشات کی پیروی کرنے لگ جائے' تو آسمانوں اور زمین کا سارا نظام ہی درہم برہم ہو جائے۔'' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خواہشات نفس' ظلم' کفر اور فساد پر مبنی اخلاق و اعمال سے متعلق ہوتی ہیں۔ پس اگر حق ان کی خواہشات کی پیروی کرنے لگے تو آسمان و زمین ظلم اور عدم عدل پر مبنی تدبیر و تصرف کی وجہ سے فساد کا شکار ہو جائیں' اس لیے کہ آسمان اور زمین تو صرف حق و عدل کی بنا پر درست ہیں۔

﴿بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ﴾ یعنی ہم ان کے پاس یہ قرآن لے کر آئے جو ان کو ہر قسم کی بھلائی کی نصیحت کرتا ہے۔ یہ ان کا فخر و شرف ہے۔ اگر وہ اس کو قائم کریں گے تو لوگوں کی سیادت کریں گے۔ ﴿فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''وہ اپنے ذکر (نصیحت) سے روگردانی کر رہے ہیں'' اپنی بدبختی اور عدم توفیق کی وجہ سے ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ (التوبۃ: ۹/ ۶۷) ''انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی ان کو فراموش کر دیا۔'' ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ﴾ (الحشر: ۵۹/ ۱۹) ''انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اللہ نے ان کو اپنے تئیں بھلوا دیا۔'' پس قرآن عظیم اور اس کو لانے والی ہستی سب سے بڑی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہے مگر انہوں نے اس عظیم نعمت کو ٹھکرا دیا اور اس سے روگردانی کی۔ کیا اس ایمان سے محرومی کے بعد اس سے بڑی کوئی حرماں نصیبی ہے؟ اور کیا اس کے پیچھے انتہائی درجے کا خسارہ نہیں؟

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾

یا آپ سوال کرتے ہیں ان سے اجرت کا؟ پس اجرت آپکے رب کی بہت بہتر ہے، اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ○

﴿ اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا ﴾ اے محمد! (ﷺ) کیا ان کو آپ کی اتباع سے اس چیز نے روکا ہے کہ آپ ان سے اس کام پر کوئی اجرت طلب کرتے ہیں؟ ﴿ فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴾ (الطور: ۵۲/ ۴۰) ''کہ ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے'' اور اس طرح آپ کی اطاعت سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے کیونکہ آپ ﷺ ان سے اجرت اور خراج طلب کرتے ہیں؟ معاملہ یوں نہیں بلکہ ﴿ فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ ''آپ کے رب کی اجرت بہت بہتر ہے اور وہ بہترین روزی رساں ہے۔'' یہ اسی طرح کا قول ہے جس طرح انبیاء کرام علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم سے فرمایا: ﴿ يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴾ (ھود: ۱۱/ ۵۱) ''اے میری قوم میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا'' ﴿ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ﴾ (ھود: ۱۱/ ۲۹) ''میرا صلہ تو اللہ کے پاس ہے۔'' یعنی انبیائے کرام علیہ السلام کی طرف سے لوگوں کو دعوت دینے میں یہ لالچ نہیں ہوتا کہ انہیں لوگوں کی طرف سے مال و دولت حاصل ہوگا۔ وہ تو صرف خیر خواہی اور ان کے اپنے فائدے کی خاطر ان کو دعوت دیتے ہیں بلکہ انبیاء و مرسلین مخلوق کے لئے' خود ان سے بھی زیادہ خیر خواہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو ان کی امتوں کی طرف سے جزائے خیر عطا کرے اور تمام احوال میں ہمیں بھی ان کی اقتداء سے بہرہ مند کرے۔

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اور بلاشبہ آپ البتہ بلاتے ہیں ان کو طرف راہ راست (اسلام) کی ○ اور بلاشبہ وہ لوگ کہ نہیں ایمان لاتے وہ

بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾

ساتھ آخرت کے، (وہ اس) راہ سے البتہ انحراف کرنے والے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں ان تمام اسباب کا ذکر کیا ہے جو ایمان کے موجب ہیں اسی طرح تمام موانع ایمان کا ذکر کیا ہے اور فرداً فرداً ان کے فساد کو واضح کیا ہے۔ پس موانع ایمان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ منکرین حق کے دل غفلت اور جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں' انہوں نے قرآن میں غور و فکر نہیں کیا' وہ اپنے آباء و اجداد کی تقلید پر جمے ہوئے ہیں اور اپنے رسول (ﷺ) کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ انہیں جنون لاحق ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان امور کا بھی ذکر کیا' جو موجب ایمان ہیں اور وہ ہیں قرآن میں تدبر کرنا' اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو قبول کرنا' رسول مصطفیٰ ﷺ کے احوال اور آپ کے کمال صدق و امانت کی معرفت حاصل کرنا' نیز یہ کہ آپ ان سے کسی قسم کے اجر و صلہ کے طلب گار نہیں آپ کی کوشش تو صرف لوگوں کے فائدے اور مصالح کے لئے ہے اور جس راستے کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ سیدھا راستہ ہے۔ سیدھا ہونے کی بنا پر تمام لوگوں کے لئے نہایت آسان اور منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے قریب ترین راستہ ہے۔ نرمی اور آسانی پر مبنی دین

حنیف ہے یعنی توحید میں حنیفیت اور اعمال میں آسانی۔

پس آپ کا ان کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دینا' اس شخص کے لیے جو حق کا ارادہ رکھتا ہے' اس بات کا موجب ہے کہ وہ آپ کی اتباع کرے کیونکہ یہ ایسا راستہ ہے جس کے اچھا اور انسانی مصالح کے موافق ہونے کی شہادت عقل صحیح اور فطرت سلیم بھی دیتی ہے...... اگر وہ آپ ﷺ کی اتباع نہیں کرتے تو کہاں جائیں گے کیونکہ ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کو اختیار کر کے آپ کی اتباع سے مستغنی ہو جائیں کیونکہ ﴿عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ﴾ وہ صراط مستقیم سے' جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے' انحراف کرنے والے ہیں ان کے پاس ضلالت و جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ یہی معاملہ ہر اس شخص کا ہے جو حق کی مخالفت کرتا ہے' وہ لازمی طور پر تمام معاملات میں راہ راست سے منحرف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ (القصص: ٥٠/٢٨) ''اور اب اگر وہ آپ کی بات نہیں مانتے۔ تو سمجھ لیجیے کہ وہ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کر رہے ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرے۔''

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ

اور اگر رحم کریں ہم ان پر اور دور کر دیں ہم وہ جو ان کے ساتھ ہیں تکلیفیں تو ضرور اصرار کریں گے اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے○ اور البتہ تحقیق

اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا

پکڑا تھا ہم نے انہیں ساتھ عذاب کے، پس نہ عاجزی کی انہوں نے اپنے رب کے سامنے اور نہ وہ گڑگڑاتے ہی ہیں○ یہاں تک کہ جب کھول دیا ہم نے

عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾ ع

ان پر دروازہ سخت عذاب کا تو اسی وقت وہ اس (حالت) میں ناامید ہونے والے ہو گئے○

رکوع

یہ ان کے شدید تمرد کا بیان ہے کہ جب ان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس کو دور کرنے کی دعا مانگتے ہیں تاکہ وہ ایمان لے آئیں یا اللہ تعالیٰ ان کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے' تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ جب ان کی تکلیف دور کر دیتا ہے تو پھر سرکشی اختیار کر لیتے ہیں اور ہمیشہ اپنی سرکشی میں سرگرداں اور اپنے کفر میں متردد اور حیرت زدہ رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کشتی میں سوار ہونے کے وقت ان کا حال بیان کیا ہے کہ اس وقت وہ دین کو اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ان ہستیوں کو بھول جاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے اور جب اللہ تعالیٰ ان کو اس صورت سے نجات دیتا ہے تو پھر زمین میں شرک کرتے ہوئے بغاوت کا رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ﴾ ''اور ہم نے ان کو پکڑ لیا ساتھ عذاب کے۔'' مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے

وہ قحط مراد ہے جس میں وہ سات سال تک مبتلا رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مصیبت میں اس لئے ڈالا تا کہ وہ تذلل اور اطاعت کے ساتھ اس کی طرف رجوع کریں مگر اس چیز نے انہیں کوئی فائدہ دیا نہ ان میں سے کوئی کامیاب ہوا۔ ﴿فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ﴾ پس وہ اپنے رب کے سامنے جھکے نہ انہوں نے فروتنی اختیار کی۔ ﴿وَمَا يَتَضَرَّعُونَ﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائے نہ انہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھا' بلکہ قحط آیا اور گزر گیا مگر وہ اپنی گمراہی اور کفر پر قائم رہے گویا ان پر کوئی مصیبت آئی ہی نہ تھی۔

مگر ان کے پیچھے ایک ایسا عذاب ہے جسے روکا نہیں جا سکتا' چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿حَتَّى إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ﴾ ''یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا۔'' جیسے بدر کے روز ان کا قتل کیا جانا ﴿إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ﴾ تب وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جاتے ہیں ان کے پاس شر اور اس کے اسباب پہنچ چکے ہیں۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب نازل ہونے سے پہلے پہلے اپنا بچاؤ کر لیں ایسا عذاب جسے روکا نہیں جا سکتا۔ اس کے برعکس عام عذاب بسا اوقات وہ ان سے روک لیا جاتا ہے جیسے دنیاوی سزائیں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تادیب کرتا ہے۔ اس قسم کی سزاؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (الروم: ۴۱/۳۰) ''خشکی اور سمندروں میں لوگوں کی کرتوتوں کی وجہ سے فساد برپا ہو گیا تا کہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزا چکھائے شاید کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں۔''

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ

اور (اللہ) وہی ہے جس نے پیدا کیے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل، تھوڑا ہی شکر کرتے ہو تم○ اور وہی ہے

الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ

جس نے پھیلایا تمہیں زمین میں، اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے○ اور وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے، اور اسی (کے حکم) سے ہے

اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾

ادل بدل کر آنا رات اور دن کا' کیا پس نہیں سمجھتے تم؟○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی نوازشوں کا ذکر کرتا ہے جو انہیں اس کے شکر اور اس کے حقوق ادا کرنے کی دعوت دیتی ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ لَكُمُ السَّمْعَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے پیدا کیے تمہارے لیے کان۔'' تا کہ مسموعات کا ادراک کر سکو اور اس طرح تم اپنے دین و دنیا میں فائدہ اٹھا سکو ﴿وَالْأَبْصَارَ﴾ ''اور آنکھیں'' تا کہ مرئیات کا ادراک کر سکو اور اپنے مصالح میں ان سے فائدہ اٹھا سکو۔ ﴿وَالْأَفْئِدَةَ﴾ ''اور دل۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقل سے نوازا تا کہ تم اس کے ذریعے سے اشیاء کا ادراک کر سکو اور جانوروں سے

ممتاز ہوسکو۔ اگر تم سماعت' بصارت اور عقل سے محروم ہو جاؤ بایں طور کہ تم بہرے' اندھے اور گونگے ہو جاؤ تو تمہارا کیا حال ہو؟ اور تم کن کن ضروریات اور کون کون سے کمالات سے محروم ہو کر رہ جاؤ؟ کیا تم اس ہستی کا شکر نہیں کرتے جس نے تمہیں ان نعمتوں سے نوازا ہے کہ تم اس کی توحید اور اطاعت پر قائم رہتے؟ مگر اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی پے در پے نعمتوں کے باوجود' تم اس کا بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ ﴾ یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں مختلف سمتوں میں زمین کے کناروں تک پھیلایا اور تمہیں زمین کے فوائد اور مصالح حاصل کرنے کی قدرت عطا کی اور زمین کو تمہاری معاش اور رہائش کے لئے کافی کر دیا۔ ﴿ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴾ ''اور (مرنے کے بعد) تم اسی کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے'' اور زمین پر تم جس خیر و شر کا ارتکاب کرتے رہے ہو اس کا بدلہ پاؤ گے اور زمین' جس پر تم آباد تھے' تمہاری خبریں بیان کرے گی۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ﴾ وہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو زندگی اور موت میں تصرف کرتا ہے۔ ﴿ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ﴾ یعنی شب و روز کا باری باری ایک دوسرے کے پیچھے آنا اسی کے اختیار میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم پر ہمیشہ کے لئے دن طاری کر دے پھر اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو تمہارے آرام و سکون کے لئے تمہیں رات واپس لا دے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم پر ہمیشہ کے لئے رات طاری کر دے پھر اللہ کے سوا کون ہے جو تمہیں دن کی روشنی واپس لا دے؟ کیا تم دیکھتے نہیں؟ ﴿ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ (القصص: ۷۳/۲۸) ''یہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ تم آرام کر سکو اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کر سکو اور شاید تم اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔''

بنابریں یہاں فرمایا: ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ ''کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' کہ تم یہ پہچان سکو کہ وہ ہستی جس نے تمہیں سماعت و بصارت اور عقل جیسی نعمتیں عطا کیں' جس اکیلے نے تمہیں زمین پر پھیلایا' وہ ہستی جو اکیلی زندگی اور موت پر اختیار رکھتی ہے اور جو اکیلی رات اور دن پر تصرف کرتی ہے' یہ بات اس بات کو واجب ٹھہراتی ہے کہ تم خالص اسی کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں اور ان تمام ہستیوں کی عبادت چھوڑ دو' جو کسی قسم کا کوئی فائدہ دے سکتی ہیں نہ نقصان اور نہ وہ کسی چیز میں تصرف کی مالک ہی ہیں بلکہ وہ ہر لحاظ سے عاجز ہیں اگر تم میں ذرہ بھر بھی عقل ہوتی تو تم کبھی بھی ان کی عبادت نہ کرتے۔

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا

بلکہ انہوں نے کہا مثل اسی کے جو کہا تھا پہلوں نے ○ انہوں نے کہا، کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی اور ہڈیاں، کیا ہم

لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ

البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ ○ البتہ تحقیق وعدہ دیئے گئے ہیں ہم، ہم اور ہمارے باپ دادا بھی یہی اس سے پہلے

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨٣﴾

نہیں ہیں یہ مگر (قصے) کہانیاں پہلے لوگوں کی ○

﴿بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''بلکہ انہوں نے بھی ایسی ہی بات کہی جو پہلوں نے کہی تھی۔'' یعنی یہ مکذبین بھی انہی راہوں پر چل پڑے جن پر ان سے پہلے زندگی بعد موت کی تکذیب کرنے والے گامزن تھے' زندگی بعد موت کو بہت بعید سمجھتے تھے اور کہا کرتے تھے: ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾ ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے' تو کیا ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟'' یعنی ان کے زعم باطل کے مطابق اس کا تصور کیا جا سکتا ہے نہ یہ بات عقل میں آ سکتی ہے۔

﴿لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ﴾ یعنی ہمارے ساتھ ہمیشہ سے یہ وعدہ کیا جاتا رہا ہے کہ قیامت آئے گی' ہمیں اور ہمارے آباء و اجداد کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ہم نے تو اسے نہیں دیکھا اور نہ آئندہ ہی وہ آئے گی۔ ﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ یہ تو محض قصے کہانیاں ہیں جو کھیل کے طور پر بیان کی جاتی ہیں ورنہ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

وہ جھوٹ کہتے ہیں...... اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے...... اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کروایا جو قیامت کے برپا ہونے سے بھی بڑی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ (المؤمن: ٥٧/٤٠) ''آسمانوں اور زمین کی تخلیق یقیناً انسان کی تخلیق سے زیادہ بڑا کام ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ (یٰس: ٧٨/٣٦) ''وہ ہمارے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنی تخلیق کو بھول جاتا ہے اور کہتا ہے ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ یہ بوسیدہ ہو کر مٹی بن چکی ہوں گی۔'' اور فرمایا: ﴿وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ﴾ (الحج: ٥/٢٢) ''تو زمین کو دیکھتا ہے کہ وہ سوکھی پڑی ہے' ہم نے اس پر پانی برسایا تو وہ لہلہا اٹھی اور پھول گئی۔''

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ

آپ کہہ دیجئے! کس کیلئے ہے زمین اور جو (مخلوق) اس میں ہے اگر ہو تم جانتے؟ ○ ضرور کہیں گے وہ اللہ ہی کیلئے ہے۔ کہہ دیجئے!

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾

کیا پس نہیں نصیحت حاصل کرتے تم؟ ○ کہہ دیجئے! کون ہے رب ساتوں آسمانوں کا اور رب عرش عظیم کا؟ ○

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ

ضرور کہیں گے وہ اللہ ہی کیلئے ہے' کہہ دیجئے! کیا پس نہیں ڈرتے تم؟ ○ کہہ دیجئے! کون ہے جسکے ہاتھ میں ہے بادشاہی ہر چیز کی، اور وہی پناہ دیتا ہے

وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾

اور نہیں پناہ دی جاسکتی اسکے مقابلے میں اگر ہو تم جانتے؟○ ضرور کہیں گے وہ، اللہ ہی کیلئے ہے، کہہ دیجیے! پس کہاں سے جادو کیے جاتے ہو تم؟○

یعنی زندگی بعد الموت اور آخرت کی تکذیب کرنے والوں سے‘ جو اللہ تعالیٰ کے ہم سر اور شریک ٹھہراتے ہیں‘ توحید ربوبیت کو‘ جس کا وہ اقرار اور اثبات کرتے ہیں‘ توحید الوہیت اور توحید عبادت پر دلیل بناتے ہوئے‘ اسی طرح بڑی بڑی مخلوقات کی تخلیق کے اثبات کو‘ مرنے کے بعد زندگی کے اعادہ پر‘ جو کہ اس سے آسان تر ہے‘ برہان ٹھہراتے ہوئے‘ کہیے! ﴿ لِمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ ﴾ یعنی زمین‘ اور زمین کی تمام مخلوقات‘ حیوانات‘ نباتات‘ جمادات‘ سمندروں‘ دریاؤں اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا‘ ان کا مالک کون ہے اور کون ان کی تدبیر کرتا ہے؟

اگر آپ ان سے اس بارے میں سوال کریں تو وہ یہی جواب دیں گے ”صرف اللہ“! جب وہ اس حقیقت کا اقرار کر لیں تو آپ ان سے کہیے! ﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ یعنی کیا تم اس چیز کی طرف رجوع نہیں کرتے جس کی یاد دہانی تمہیں اللہ تعالیٰ نے کروائی ہے جس کا تمہیں علم ہے جو تمہاری فطرت میں راسخ ہے البتہ اعراض بسا اوقات اسے ذہن سے غائب کر دیتا ہے...... حقیقت یہ ہے کہ اگر تم مجرد تھوڑے سے غور و فکر کے ذریعے سے‘ اپنی اس یاد دہانی کی طرف رجوع کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس تمام کائنات کا مالک ہی اکیلا معبود ہے اور وہ ہستی جو مملوک ہے‘ اس کی الوہیت سب سے بڑا باطل ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے بھی بڑی دلیل کی طرف منتقل ہوتا ہے‘ چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ ﴾ ”کہہ دیجیے سات آسمانوں کا رب کون ہے؟“ اور ان کے اندر ستاروں‘ سیاروں‘ کواکب اور ثوابت کا رب کون ہے؟ ﴿ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ ”اور عرش عظیم کا رب کون ہے“ جو تمام مخلوقات سے زیادہ بلند‘ سب سے وسیع اور سب سے بڑا ہے؟ وہ کون ہے جس نے اس پورے نظام کی تخلیق کی پھر اس کی تدبیر کی اور وہ مختلف تدابیر کے ذریعے سے ان میں تصرف کرتا ہے؟ ﴿ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ﴾ یعنی وہ اس حقیقت کا اقرار کریں گے کہ ان سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے جب وہ اس کا اقرار کر لیں تو ان سے کہیے! ﴿ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ ”کیا پس تم (عاجز اور بے بس مخلوق کی عبادت سے) بچتے کیوں نہیں؟“ اس کے برعکس تم رب عظیم کی عبادت سے‘ جو کامل قدرت اور عظیم قوت کا مالک ہے‘ دور بھاگتے ہو۔ اس آیت کریمہ میں خطاب کا ایسا اسلوب ہے جو لطف و کرم پر مبنی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ اور ﴿ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ میں نظر آتا ہے‘ نیز اس میں وعظ و نصیحت کا ایسا پیرایہ ہے جو انتہائی دلکش ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے اس امر کے اقرار کی طرف منتقل ہوتا ہے جو ان سب سے زیادہ عمومیت کا حامل ہے‘ چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ یعنی عالم علوی اور عالم سفلی میں جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے اور جو کچھ ہمیں نظر نہیں آتا ان سب کی بادشاہی کس کے ہاتھ میں ہے؟ (اَلْمَلَكُوْت) اقتدار اور بادشاہی کے لئے

مبالغے کا صیغہ ہے۔

﴿ وَهُوَ يُجِيْرُ ﴾ ''وہ شر سے پناہ دیتا ہے'' اپنے بندوں کو ان کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے اور ان چیزوں سے ان کو محفوظ کرتا ہے جو انہیں ضرر پہنچاتی ہیں ﴿ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ ﴾ کسی کی قدرت میں نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو پناہ دے سکے اور نہ کوئی اس شر اور تکلیف کو دور کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہو بلکہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے کسی کو سفارش کرنے کی بھی مجال نہیں۔

﴿ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ﴾ یعنی وہ اس حقیقت کا اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک ہے' وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ ﴿ قُلْ ﴾ جب وہ اس حقیقت کا اقرار کریں تو الزامی طور پر ان سے کہہ دیجیے! ﴿ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴾ ''پھر تم کہاں سے جادو کر دیے جاتے ہو؟'' یعنی پھر تمہاری عقل کہاں ماری جاتی ہے کہ تم ان ہستیوں کی عبادت کرنے لگے جن کے بارے میں تم خود جانتے ہو کہ وہ کسی چیز کی مالک نہیں' اقتدار میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور وہ ہر لحاظ سے عاجز اور بے بس ہیں اور تم نے مالک عظیم' قادر مطلق اور تمام امور کی تدبیر کرنے والے کے لئے اخلاص کو ترک کر دیا۔ اس لئے وہ عقل جس نے اس غیر معقول کام کی طرف تمہاری راہ نمائی کی ہے' سحر زدہ ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ بلاشبہ شیطان نے ان کی عقل پر جادو کر دیا ہے اس نے ان کے سامنے شرک کو مزین کر کے خوبصورت بنا کر دکھایا' حقائق کو بدل ڈالا اور یوں ان کی عقلوں پر جادو کر دیا جس طرح جادوگر لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیتے ہیں۔

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٩٠﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ

بلکہ لائے ہیں ہم ان کے پاس حق اور بلاشبہ وہ البتہ جھوٹے ہیں ○ نہیں بنائی اللہ نے کوئی اولاد اور نہ ہے اس کے ساتھ

مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ

کوئی (اور) معبود ہی (اگر ہوتا تو) اس وقت البتہ لے جاتا ہر معبود اس چیز کو جو اسنے پیدا کی اور البتہ چڑھائی کرتا بعض انکا اوپر بعض کے، پاک ہے اللہ

عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٩١﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٩٢﴾

ان (باتوں) سے جو وہ بیان کرتے ہیں ○ جاننے والا ہے غیب اور حاضر کا' پس وہ برتر ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے بلکہ ہم ان جھٹلانے والوں کے پاس حق لے کر آئے ہیں جو خبر میں صدق اور امر ونہی میں عدل کو متضمن ہے۔ ان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ حق کا اعتراف نہیں کرتے حالانکہ حق اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے؟ ان کے پاس جھوٹ اور ظلم کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو حق کا بدل بن سکے' اس لئے فرمایا: ﴿ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ ''اور وہ سخت جھوٹے ہیں۔''

﴿ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ ﴾ ''اللہ کی کوئی اولاد ہے نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے۔'' یعنی

یہ سب جھوٹ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے آگاہ فرمایا ہے اور جسے عقل صحیح خوب پہچانتی ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے دو معبودوں کے ممتنع ہونے پر عقلی دلیل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اِذًا﴾ ''اس وقت۔'' یعنی اگر ان کے زعم باطل کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہوں ﴿لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ﴾ یعنی دونوں معبود ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور ایک دوسرے پر غالب آنے کے لئے اپنی اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتے۔ ﴿وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''اور ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا۔'' پس جو غالب ہوتا وہی معبود ہوتا۔ اس قسم کی کھینچا تانی میں وجود کائنات کا باقی رہنا ممکن نہیں تھا اور نہ اس صورت حال میں کائنات کے اس عظیم انتظام کا تصور کیا جا سکتا ہے جسے دیکھ کر عقل حیرت میں گم ہو جاتی ہے۔ اس کا اندازہ سورج' چاند' ایک جگہ قائم رہنے والے ستاروں اور سیاروں کے درمیان باہمی نظم کو دیکھ کر کرو! جب سے ان کو پیدا کیا گیا ہے یہ ایک خاص ترتیب اور ایک خاص نظام کے مطابق چل رہے ہیں' اس بے کراں کائنات کے تمام سیارے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مسخر ہیں' اس کی حکمت تمام مخلوق کی ضروریات و مصالح کے مطابق ان کی تدبیر کرتی ہے' ان میں کوئی ایک دوسرے پر منحصر نہیں۔ آپ اس نظام کائنات میں' اس کے کسی ادنیٰ سے تصرف میں بھی کوئی خلل دیکھیں گے نہ تناقض اور تعارض۔ کیا دو معبودوں کے انتظام کے تحت اس قسم کے نظام کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''اللہ پاک ہے ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' یہ تمام کائنات اپنی زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے اور اپنی مختلف اشکال کے ذریعے سے سمجھا رہی ہے کہ اس کی تدبیر کرنے والا الٰہ ایک ہے جو کامل اسماء و صفات کا مالک ہے تمام مخلوقات' اس کی ربوبیت و الوہیت میں اس کی محتاج ہے۔ جس طرح اس کی ربوبیت کے بغیر مخلوقات کا کوئی وجود ہے نہ اس کو کوئی دوام' اسی طرح صرف اسی کی عبادت اور صرف اسی کی اطاعت کے بغیر مخلوقات کے لئے کوئی صلاح ہے نہ اس کا کوئی قوام۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک نمونے کے ذریعے سے اپنی صفات مقدسہ کی عظمت کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے اور وہ ہے اس کا علم محیط' چنانچہ فرمایا: ﴿عٰلِمِ الْغَيْبِ﴾ یعنی وہ تمام واجبات' مستحیلات اور ممکنات کو جاننے والا ہے جو ہماری نظروں اور ہمارے علم سے اوجھل ہیں ﴿وَالشَّهَادَةِ﴾ اور وہ ان امور کو بھی جانتا ہے جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ ﴿فَتَعٰلٰى﴾ وہ بہت بلند اور بہت بڑا ہے ﴿عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''ان ہستیوں سے جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔'' کہ جن کے پاس کوئی علم نہیں سوائے اس علم کے جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾

آپ کہہ دیجئے! اے میرے رب! اگر تو دکھلا دے مجھے وہ جو وعدہ دیئے جاتے ہیں وہ ○ اے میرے رب! پس نہ کرنا مجھے ظالم لوگوں میں ○

وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾

اور بلاشبہ ہم اس (بات) پر' کہ ہم دکھلائیں آپ کو وہ (عذاب) جس کا وعدہ کر رہے ہیں ہم ان سے' البتہ قادر ہیں ○

چونکہ اللہ تعالیٰ نے حق کی تکذیب کرنے والوں پر اپنے عظیم دلائل و براہین قائم کر دیئے مگر انہوں نے ان دلائل کی طرف التفات کیا نہ ان کے سامنے سر تسلیم خم کیا اس لیئے ان پر عذاب واجب ہو گیا اور ان پر عذاب نازل ہونے کی دھمکی دے دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ سے فرمایا کہ وہ یوں کہیں: ﴿قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ﴾ یعنی اے رب! تو جس وقت بھی ان پر ٹوٹنے والا عذاب مجھے دکھائے اور میری موجودگی میں تو یہ عذاب لائے ﴿رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تو اے میرے رب! تو مجھے ظالموں میں سے نہ کرنا۔'' یعنی اے میرے رب! مجھ پر رحم فرما مجھے ان گناہوں سے بچا لے جو تیری ناراضی کے موجب ہیں اور جن کے ذریعے سے تو نے ان کفار کو آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔ اے میرے رب! مجھے اس عذاب سے بھی بچا لے جو ان پر نازل ہو گا کیونکہ عذاب عام جب نازل ہوتا ہے تو نیک اور بد سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ عذاب کے قریب ہونے کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿وَاِنَّا عَلٰٓي اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''اور ہم اس بات پر کہ ہم آپ کو وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا وعدہ ہم ان سے کرتے ہیں' یقیناً قادر ہیں۔'' لیکن اگر ہم اس عذاب کو مؤخر کرتے ہیں تو کسی حکمت کی بنا پر' ورنہ ہم اس عذاب کو واقع کرنے کی پوری پوری قدرت رکھتے ہیں۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ

ٹالئے ساتھ اس (طریقے) کے کہ وہ اچھا ہے، برائی کو۔ ہم خوب جانتے ہیں اسکو جو وہ بیان کرتے ہیں ○ اور کہیں، اے میرے رب!

اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾

میں تیری پناہ میں آتا ہوں وسوسوں سے شیطانوں کے ○ اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں اے میرے رب! اس سے کہ وہ حاضر ہوں میرے پاس ○

یہ ان مکارم اخلاق میں سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو حکم دیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ﴾ ''دور کریں برائی کو اس طریقے سے جو احسن ہو۔'' یعنی جب آپ ﷺ کے دشمن قول و فعل کے ذریعے سے آپ کے ساتھ برائی سے پیش آئیں تو آپ ان کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئیں' ہر چند کہ برائی کا بدلہ اسی قسم کی برائی سے دینا جائز ہے مگر آپ ان کے برے سلوک کے بدلے میں' ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آئیں یہ آپ ﷺ کی طرف سے برا سلوک کرنے والے پر احسان ہے۔

اس میں فائدہ یہ ہے کہ حال اور مستقبل میں آپ ﷺ کی طرف سے برائی میں تخفیف ہو گی۔ آپ کا یہ حسن سلوک آپ کے ساتھ برائی سے پیش آنے والے کو حق کی طرف لانے میں زیادہ ممد ثابت ہو گا۔ آپ کا حسن سلوک برائی سے پیش آنے والے کو ندامت' تاسف اور توبہ کے ذریعے سے بدسلوکی سے رجوع کرنے کے زیادہ قریب لے آئے گا۔ معاف کرنے والے کو احسان کی صفت سے متصف ہونا چاہیے' اس سے وہ اپنے دشمن شیطان پر غلبہ

حاصل کرتا ہے اور رب کریم کی طرف سے ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ﴾ (الشوریٰ: ۴۰/۴۲) ''جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرلے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ: ۴۱/۳۴'۳۵) ''آپ برائی کو ایسی نیکی کے ذریعے سے روکیے جو بہترین ہو تب آپ دیکھیں گے کہ وہ شخص' جس کی آپ کے ساتھ عداوت ہے' آپ کا جگری دوست بن جائے گا اور یہ صفت نصیب نہیں ہوتی (یعنی خلق جمیل کی توفیق) مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور اس صفت سے بہرہ مند نہیں ہوتے مگر وہ لوگ جو بہت بڑے نصیب کے مالک ہیں۔''

﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴾ ''ہم خوب جانتے ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' یعنی ان باتوں کو جو کفر اور تکذیب حق کو متضمن ہیں ہمارے علم نے ان کی باتوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔ ہم نے ان کے بارے میں حلم سے کام لیا' ہم نے ان کو مہلت دی اور ہم نے ان کے بارے میں صبر کیا ہے۔ حق ہمارے لیے ہے اور ان کی تکذیب بھی ہماری طرف لوٹتی ہے۔ اے محمد! (ﷺ) آپ کے لئے مناسب یہ ہے کہ آپ ان کی اذیت ناک باتوں پر صبر کریں اور ان سے حسن سلوک سے پیش آئیں انسانوں کی طرف سے برے سلوک کے مقابلے میں بندۂ مومن کا یہی وظیفہ ہے۔ رہی شیاطین کی بدسلوکی تو ان کے ساتھ حسن سلوک کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ شیاطین تو اپنے گروہ کے لوگوں کو دعوت دیتے ہی اس لئے ہیں کہ وہ جہنم میں جھونکے جانے والوں میں شامل ہو جائیں۔ پس شیطان کی بدسلوکی کے مقابلے میں بندۂ مومن کا وظیفہ وہ ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی راہ نمائی فرمائی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ ﴾ یعنی میں اپنی قدرت وقوت سے براءت کا اظہار کرکے تیری قدرت وقوت کی پناہ پکڑتا ہوں۔ ﴿ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ○ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴾ یعنی میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو ان شیاطین سے ملنے جلنے کی وجہ سے مجھے لاحق ہو سکتا ہے' نیز میں ان کی وسوسہ اندازی اور ایذا رسانی سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں اور میں اس شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو ان کی موجودگی اور ان کی وسوسہ اندازی کے باعث مجھے لاحق ہو سکتا ہے۔

یہ استعاذہ ہر قسم کے شر اور اس کی اصل سے پناہ طلبی ہے اس میں شیطان کی در اندازی' اس کا وسوسہ اور اس کی ایذا رسانی وغیرہ سب داخل ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا قبول کرکے اسے شیطان کے شر سے پناہ دے دیتا ہے تو بندہ ہر شر سے محفوظ و مصئون ہو جاتا ہے اور اسے ہر بھلائی کی توفیق عطا ہو جاتی ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ

حتی کہ جب آ گئی ایک کو ان میں سے موت تو کہے گا، اے میرے رب! واپس لوٹا دے مجھے ○ تاکہ میں عمل کروں صالح دنیا میں جسے میں چھوڑ آیا،

كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝١٠٠

ہرگز نہیں، بے شک یہ ایک بات ہے، وہ کہنے والا ہے اسے اور ان کے آگے ایک پردہ ہے اس دن تک کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ بدکردار اور ظالم لوگوں کے ان لمحات کا حال بیان فرماتا ہے جب موت ان کے سامنے آتی ہے۔ جب وہ اپنے انجام کو دیکھتے ہیں اور اپنے اعمالِ بد کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اس حال میں وہ سخت نادم ہوتے ہیں تو وہ دنیا میں واپس لوٹنے کی خواہش کرتے ہیں' اس کی لذات سے متمتع اور اس کی شہوات سے مستفید ہونے کی خاطر نہیں' بلکہ وہ صرف یہ کہتے ہیں: ﴿لَعَلِّىْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ﴾ ''شاید کہ میں نیک عمل کروں اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں۔'' یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں جو کوتاہی کی اور نیک اعمال کو ترک کیا شاید ان نیک اعمال کو سرانجام دے سکوں۔ ﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں'' یعنی اب وہ دنیا میں واپس لوٹ سکیں گے نہ ان کو مہلت عطا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ وہ دنیا میں واپس نہیں جائیں گے۔ ﴿اِنَّهَا﴾ یعنی ان کی وہ بات جس میں وہ دنیا میں واپس جانے کی تمنا کرتے ہیں ﴿كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا﴾ مجرد زبان سے نکلی ہوئی بات ہے جو اپنے قائل کو حسرت وندامت کے سوا کچھ فائدہ نہ دے گی...... علاوہ بریں وہ اس میں بھی سچا نہیں ہے کیونکہ اگر اسے دنیا میں واپس بھیج بھی دیا جائے تو دوبارہ وہی کام کرے گا جن سے اس کو روکا گیا تھا۔

﴿وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''اور ان کے سامنے برزخ ہے ان کے دوبارہ اٹھائے جانے تک۔'' (بَـرْزَخ) دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ کو کہا جاتا ہے۔ یہاں وہ حجاب مراد ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان حائل ہے۔ اس برزخ میں اللہ تعالیٰ کے مطیع بندے نعمتوں سے سرفراز ہوں گے اور نافرمانوں کو عذاب دیا جائے گا موت کی ابتدا یعنی ان کو قبروں میں رکھے جانے سے لے کر قیامت کے روز دوبارہ اٹھائے جانے کے وقت تک۔ پس ان کو چاہئے کہ وہ اس کے لئے تیاری اور اس کا سامان کریں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ ۝١٠١ فَمَنْ

پس جب پھونکا جائے گا صور میں، تو نہ قرابت داریاں رہیں گی انکے درمیان اس دن اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے ○ پس وہ شخص

ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝١٠٢ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ

کہ بھاری ہو گئے پلڑے اسکے تو وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں ○ اور وہ شخص کہ ہلکے ہو گئے پلڑے اس (کی نیکیوں) کے تو وہی لوگ ہیں

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝١٠٣ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ

جنہوں نے خسارے میں رکھا اپنے آپ کو، جہنم میں وہ ہمیشہ رہیں گے ○ جلا ڈالے گی ان کے چہروں کو آگ اور وہ

فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝١٠٤ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝١٠٥

اس میں بدشکل ہوں گے ○ (کہا جائے گا) کیا نہیں تھیں آیتیں میری تلاوت کی جاتیں تم پر؟ پس تھے تم ان کو جھٹلاتے؟ ○

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا

وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! غالب آ گئی ہم پر ہماری بدبختی اور تھے ہم لوگ گمراہ ○ اے ہمارے رب! تو نکال ہمیں اس سے،

فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾ اِنَّهٗ كَانَ

پس اگر دوبارہ کریں ہم تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے ○ اللہ کہے گا، ذلیل وخوار پڑے رہو اسی میں، اور مت کلام کرو مجھ سے ○ بے شک تھا

فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ

ایک فریق میرے بندوں میں سے وہ کہتے تھے، اے ہمارے رب! ایمان لائے ہم، سو بخش دے تو ہمیں اور رحم فرما تو ہم پر، اور تو سب سے بہتر

الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ

رحم کرنے والا ہے ○ پس کرتے تھے تم ان سے مسخری، یہاں تک کہ بھلا دیا تھا انہوں نے تمہیں میرا ذکر اور تھے تم ان سے

تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿١١١﴾ قٰلَ

ہنستے ○ بلاشبہ میں نے جزا دی ہے انہیں آج بوجہ اسکے جو انہوں نے صبر کیا، کہ بے شک وہی لوگ ہی کامیاب ہیں ○ اللہ کہے گا

كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ

کتنی (مدت) ٹھہرے تم زمین میں (باعتبار) شمار کرنے کے سالوں کے؟ ○ وہ کہیں گے، ٹھہرے ہم ایک دن یا کچھ حصہ دن کا، پس پوچھ لے تو

الْعَآدِّيْنَ ﴿١١٣﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾

شمار کرنے والوں سے ○ اللہ کہے گا نہیں ٹھہرے تم مگر تھوڑا سا وقت' کاش کہ بے شک ہوتے تم جانتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز کی ہولناکیوں اور دل دہلا دینے والے مناظر کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے۔ جب انسانوں کو ان کی قبروں سے اٹھانے کے لئے صور پھونکا جائے گا اور تمام لوگوں کو ایک مقررہ مقام پر اکٹھا کیا جائے گا تو لوگ اس وقت ہول اور دہشت میں مبتلا ہوں گے وہ اپنے نسبی تعلق تک کو بھول جائیں گے جو کہ سب سے زیادہ طاقتور تعلق ہوتا ہے۔ جب ایسا ہوگا تو نسب کے علاوہ تعلقات تو زیادہ آسانی سے بھول جائیں گے اور نفسانفسی کے اس عالم میں کوئی کسی کا حال نہیں پوچھے گا۔ کسی کو علم نہیں ہوگا کہ آیا اسے نجات مل جائے گی یا نہیں' ایسی نجات کہ اس کے بعد بدبختی قریب نہیں بھٹکے گی؟ یا وہ ایسی بدبختی سے دوچار ہوگا کہ اس کے بعد کبھی خوش بختی سے بہرہ مند نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ○ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِ ○ وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ○ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴾ (المعارج: ٧٠/ ١١-١٤) ''اس دن مجرم چاہے گا کہ اس دن کے عذاب کے بدلے میں سب کچھ دے دے یعنی اپنے بیٹوں' بیوی' بھائی اور اپنے خاندان کو جو اسے پناہ دیتا تھا اور زمین کی ہر چیز فدیہ میں دے کر عذاب سے نجات حاصل کر لے۔'' اور جیسا کہ ارشاد ہے۔ ﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ○ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ

أَخِيهِ ○ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ○ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ○ لِكُلِّ امۡرِئٍ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ شَأۡنٌ يُغۡنِيهِ ﴾ (عبس: ۸۰/۳۳-۳۷) ''جب قیامت برپا ہوگی تو اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا' اپنی ماں اور باپ سے' بیوی اور بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اس روز ہر شخص اپنی ہی فکر میں مبتلا ہوگا جو اسے دوسروں سے بے پروا کردے گی۔'' قیامت کے روز بعض مقامات ایسے ہوں گے جو شدید کرب ناک اور سخت تکلیف دہ ہوں گے جیسے میزان عدل کا مقام جہاں بندے کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اور نہایت عدل وانصاف سے دیکھا جائے گا کہ اس کے نیک اور بداعمال کیا ہیں اور اس وقت نیکی اور بدی کا ذرہ بھر وزن بھی ظاہر ہوجائے گا۔

﴿ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ﴾ پس جس کی نیکیوں کا پلڑا برائیوں کے پلڑے سے جھک جائے گا ﴿ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴾ ''تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔'' یعنی یہی لوگ جہنم سے نجات حاصل کریں گے اور جنت کے استحقاق سے بہرہ ور ہوں گے اور ثنائے جمیل سے سرفراز ہوں گے ﴿ وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ﴾ اور جس کی برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے سے بھاری ہوگا اور اس کے پلڑے پر برائیاں چھا جائیں گی۔ ﴿ فَأُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡٓا أَنۡفُسَهُمۡ ﴾ ''پس یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا۔'' اس خسارے کی نسبت دنیا کا بڑے سے بڑا خسارہ بھی بہت معمولی ہے۔ یہ بہت بڑا اور ناقابل برداشت خسارہ ہے جس کی تلافی ممکن ہی نہیں۔ یہ ابدی خسارہ اور دائمی بدبختی ہے اس نے اپنے شرف کے حامل نفس کو خسارے میں مبتلا کردیا جس کے ذریعے سے وہ ابدی سعادت حاصل کرسکتا تھا۔ پس اس نے اپنے رب کریم کے پاس ابدی نعمتوں کو ہاتھ سے گنوا دیا۔ ﴿ فِيۡ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴾ ''وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔'' وہ ابدالآباد تک اس سے نہیں نکلیں گے۔ یہ وعید' جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں ذکر کرچکے ہیں' اس شخص کے لئے ہے جس کی برائیاں اس کی نیکیوں پر چھا گئی ہوں گی اور ایسا شخص کافر ہی ہوسکتا ہے۔ اس طرح اس کا حساب اس شخص کے حساب کی مانند نہیں ہوگا جس کی نیکیوں اور برائیوں دونوں کا وزن ہوگا کیونکہ کفار کے پاس تو کوئی نیکی ہی نہیں ہوگی۔ البتہ ان کی بداعمالیوں کو اکٹھا کرکے شمار کیا جائے گا۔ وہ ان بداعمالیوں کا مشاہدہ اور ان کا اقرار کریں گے اور رسوائی اٹھائیں گے۔

رہا وہ شخص جو بنیادی طور پر مومن ہے مگر اس کی برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے کے مقابلے میں جھکا ہوا ہوگا...... تو وہ اگرچہ جہنم میں داخل ہوگا مگر وہ اس میں ہمیشہ نہیں رہے گا جیسا کہ کتاب وسنت کی نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے برے انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ﴿ تَلۡفَحُ وُجُوۡهَهُمُ النَّارُ ﴾ ''جھلسائے گی ان کے چہروں کو آگ۔'' یعنی آگ انہیں ہر جانب سے ڈھانپ لے گی حتیٰ کہ ان کے تمام قابل شرف و احترام اعضاء کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی آگ کے شعلے ان کے چہروں سے ٹکرا رہے ہوں گے ﴿ وَهُمۡ

﴿فِيهَا كٰلِحُونَ﴾ ''اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے۔'' شدت عذاب کی وجہ سے ان کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان کے ہونٹ اوپر کی طرف سکڑ جائیں گے۔

زجر و توبیخ اور ملامت کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ ''کیا میری آیتوں کی تم پر تلاوت نہیں کی جاتی تھی؟'' ان آیات کے ذریعے سے تمہیں دعوت دی گئی کہ تم ایمان لے آؤ اور آیات تمہارے سامنے پیش کی گئیں تاکہ تم غور کرو ﴿فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ پس تم ظلم اور عناد کی وجہ سے ان آیات کو جھٹلاتے تھے حالانکہ یہ واضح آیات تھیں جو حق اور باطل پر دلالت کرتی تھیں اور اہل حق اور اہل باطل کو کھول کھول کر بیان کرتی تھیں۔

یہ اس وقت اپنے ظلم کا اقرار کریں گے جب اقرار کوئی فائدہ نہ دے گا۔ ﴿قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا﴾ کہیں گے ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی جس نے ظلم' حق سے روگردانی' ضرر رساں امور کو اختیار کرنے اور فائدہ مند امور کو ترک کرنے سے جنم لیا۔ ﴿وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ﴾ ''اور ہم گمراہ لوگ تھے۔'' یعنی اپنے عمل میں گمراہ تھے اگرچہ وہ جانتے تھے کہ وہ ظالم ہیں' یعنی ہم نے دنیا میں اس طرح کام کیے' جس طرح گمراہ' بیوقوف اور حیران و سرگرداں لوگ کام کرتے ہیں۔ جس طرح ایک اور آیت میں ان کا قول نقل ہوا ہے۔ ﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ (الملك:٦٧/١٠) ''اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو جہنمیوں میں سے نہ ہوتے۔''

﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال لے' پھر اگر ہم یہی کام کریں تو یقیناً ظالم ہوں گے۔'' وہ اپنے اس وعدے میں بھی جھوٹے ہیں کیونکہ تب بھی ان کا حال وہی ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾ (الانعام:٦/٢٨) ''اور اگر ان کو دنیا میں لوٹا دیا جائے تو دوبارہ وہی کام کریں گے جن سے ان کو منع کیا گیا ہے۔'' اللہ تبارک و تعالیٰ نے کوئی حجت باقی نہیں رکھی بلکہ ان کے تمام عذر منقطع کر دیئے اور دنیا میں ان کو اس نے اتنی عمریں دیں کہ اس میں نصیحت پکڑنے والے نصیحت پکڑ لیتے ہیں اور مجرم جرم سے باز آ جاتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمائے گا: ﴿اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ ''پھٹکارے ہوئے اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔'' اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ کلام...... ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں...... علی الاطلاق بہت بڑا قول ہے جو مجرموں کو ناکامی' زجر و توبیخ' ذلت' خسارے' ہر بھلائی سے مایوسی اور ہر شر کی بشارت کے طور پر سننے کو ملے گا۔ یہ کلام اور رب رحیم کا غیظ و غضب جہنم کے عذاب سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا وہ حال بیان کیا ہے جس نے ان کو عذاب تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''میرے بندوں میں سے کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے' اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے' پس تو

ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما' اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔'' پس انہوں نے ایمان کو' جو اعمال صالحہ کا تقاضا کرتا ہے' اپنے رب سے مغفرت اور رحمت کی دعا کو' اس کی ربوبیت کے توسل کو' ایمان عنایت کرنے میں اس کی نوازش کو' اس کی بے پایاں رحمت کو اور احسان کو جمع کر دیا۔ یہ آیت کریمہ ضمناً اہل ایمان کے خشوع وخضوع' اپنے رب کے حضور ان کی فروتنی' ان کے خوف الٰہی اور اللہ تعالیٰ سے پر امیدی پر دلالت کرتی ہے۔

پس یہ لوگوں کے سردار اور اصحاب فضیلت ہیں ﴿فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ﴾ ''لیکن تم نے ان کو بنالیا۔'' اے حقیر اور ناقص العقل کافرو! ﴿سِخْرِيًّا﴾ ''مذاق (کا موضوع)'' یعنی تم ان کے ساتھ استہزاء کرتے تھے اور ان کے ساتھ حقارت سے پیش آتے تھے حتیٰ کہ تم انہیں بیوقوف سمجھتے تھے ﴿حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ (اس شغل نے) تمہیں میری یاد ہی بھلا دی اور تم ان سے مذاق کرتے رہے۔'' اہل ایمان کے ساتھ استہزاء میں ان کی مشغولیت' ان کے لئے ذکر کو بھلا دینے کی موجب ہوئی' جیسے ذکر کو فراموش کر دینا ان کو تمسخر واستہزاء پر آمادہ کرتا رہا۔ پس دونوں امور ایک دوسرے کے لئے معاون بنے رہے۔ کیا اس جرأت سے بڑھ کر کوئی جرأت ہے؟

﴿اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا﴾ میں نے آج ان کو اپنی اطاعت کرنے اور تمہاری اذیتوں کو برداشت کرنے کا بدلہ دیا ہے' حتیٰ کہ وہ مجھ تک پہنچ گئے۔ ﴿اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ﴾ ''بے شک وہی لوگ کامیاب ہیں۔'' یعنی دائمی نعمتیں اور جہنم سے چھٹکارا پا کر کامیاب ہوئے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ ایک اور آیت کریمہ میں فرماتا ہے: ﴿فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ﴾ (المطففین: ۳۴/۸۳) ''آج وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں کافروں پر ہنسیں گے۔''

﴿قٰلَ﴾ اللہ تعالیٰ ملامت کے اسلوب میں ان سے کہے گا۔ یہ اسلوب اس لئے بھی ہو گا کیونکہ وہ بیوقوف تھے انہوں نے اس تھوڑی سی مدت میں ہر برائی کا ارتکاب کیا جو اس کے غضب اور عقاب کا باعث بنتی ہے۔ انہوں نے ان نیکیوں کا اکتساب نہ کیا جن کا اکتساب اہل ایمان نے کیا تھا جو ان کے لئے دائمی سعادت اور ان کے رب کی رضا کی باعث بنیں۔ ﴿كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ○ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ﴾ ''تم زمین میں کتنے برس رہے' وہ کہیں گے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔'' ان کا یہ کلام' ان کے دنیا میں رہنے' اس سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں بہت ہی کم اندازے پر مبنی ہے مگر یہ اس کی مقدار کو کوئی فائدہ دیتی ہے نہ اس کی تعیین کرتی ہے۔ اس لئے وہ کہیں گے۔ ﴿فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ﴾ یعنی اس کی تعداد کا حساب کتاب رکھنے والوں سے پوچھ لیجئے۔ وہ خود تو اب ایک شغل اور اس کے عدد کی معرفت سے غافل کر دینے والے عذاب میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ﴿اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''نہیں ٹھہرے تم مگر بہت کم۔'' خواہ تم اس کی تعداد کا تعین کرو یا نہ کرو

تمہارے لئے برابر ہے۔ ﴿ لَوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ "کاش تمہیں علم ہوتا۔"

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ

کیا گمان کیا تھا تم نے یہ کہ پیدا کیا ہم نے تمہیں بے فائدہ، اور یہ کہ بے شک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ ○ پس برتر ہے اللہ،

الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾

بادشاہ سچا، نہیں کوئی (اور) معبود سوائے اس کے، (وہ) رب ہے عرش کریم کا ○

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ ﴾ یعنی اے مخلوق! "کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے" کہ ﴿ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا ﴾ "بلاشبہ ہم نے تمہیں بے فائدہ اور باطل پیدا کیا ہے" کہ تم کھاؤ، پیو، زمین پر اکڑ کر چلو اور دنیا کی لذتوں سے متمتع ہوتے رہو اور ہم تمہیں یونہی چھوڑ دیں گے۔ ہم تمہیں کسی چیز کا حکم دیں گے نہ تمہیں منع کریں گے، تمہیں ثواب عطا کریں گے نہ تمہیں عذاب دیں گے؟ اس لئے فرمایا: ﴿ وَاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ "اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟" یہ بات تمہارے دل ہی میں نہ آئے۔

﴿ فَتَعٰلَى اللّٰهُ ﴾ یعنی اس گمان باطل سے اللہ بہت بڑا اور بلند تر ہے جو اس کی حکمت میں قادح ہے۔

﴿ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴾ "وہ حقیقی بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی عرش کریم کا رب ہے۔" اس کا تمام مخلوق کا مالک ہونا حق ہے وہ اپنے صدق، اپنے وعدہ اور وعید میں حق ہے، وہ محبوب اور معبود ہے کیونکہ وہ ہر کمال کا مالک ہے۔ ﴿ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴾ "وہ عرش کریم کا رب ہے۔" پھر اس سے کم تر مخلوق کا تو بدرجہ اولیٰ رب ہے۔ یہ چیز مانع ہے اس سے کہ وہ تمہیں عبث پیدا کرے۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ

اور جو کوئی پکارے ساتھ اللہ کے معبود کسی اور کو کہ نہیں کوئی دلیل اسکے لئے اس (بات) کی تو یقیناً حساب اس کا اسکے رب کے پاس ہے، بلاشبہ

لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

نہیں فلاح پائیں گے کافر ○ اور آپ کہیں، اے میرے رب! تو بخش دے اور رحم فرما، اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے ○

یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کو پکارتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل اور برہان نہیں جو اس کے اس مذہب کی صحت پر دلالت کرتی ہو۔ یہ ایک الزامی قید ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی غیر اللہ کو پکارتا ہے اس کے پاس کوئی دلیل ہوتی ہی نہیں بلکہ تمام دلائل و براہین اس کے مذہب کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں، مگر اس نے ظلم اور عناد کی بناء پر ان سے روگردانی کی۔ پس یہ شخص جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے برے اعمال کا بدلہ دے گا اسے فلاح میں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ وہ کافر ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ "بلاشبہ کافر فلاح نہیں پاتے۔" پس ان کے کفر نے ان کو فلاح سے محروم کر دیا۔

﴿وَقُلْ﴾ دین کو اپنے رب کے لئے خالص کر کے اسے پکارتے ہوئے کہہ دیجیے! ﴿رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ﴾ اے میرے رب! ہمیں بخش دے یہاں تک کہ ہمیں ناپسندیدہ چیزوں سے بچا اور ہم پر رحم فرما تاکہ تو ہمیں اپنی بے پایاں رحمت کے ساتھ ہر بھلائی کی منزل تک پہنچا دے۔ ﴿وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اور تو سب رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ بندے پر رحم کرنے والی ہر ہستی سے زیادہ رحیم ہے ماں اپنی اولاد کے لئے جس قدر رحیم و شفیق ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ بلکہ انسان اپنے آپ پر جس قدر رحم کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ رحیم ہے۔

تفسیر سُوْرَةُ النُّوْر

سُوْرَةُ النُّوْر (۲۴) مَدَنِيَّةٌ (۱۰۲) — اٰيَاتُهَا ۶۴ — رُكُوْعَاتُهَا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①

(یہ) سورت ہے، نازل کیا ہے ہم نے اسے اور فرض کیا ہم نے اسکو، اور نازل کیں ہم نے اس میں آیتیں واضح تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○

﴿سُوْرَةٌ﴾ یعنی یہ عظیم القدر سورت ﴿اَنْزَلْنٰهَا﴾ ''ہم نے اسے (بندوں پر رحمت کے طور پر) نازل کیا'' اور ہر شیطان سے اس کو محفوظ رکھا ﴿وَفَرَضْنٰهَا﴾ یعنی ہم نے اس میں حدود اور شہادات کا ضابطہ وغیرہ مقرر کیا ﴿وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾ اور ہم نے اس میں جلیل القدر احکام، اوامر و نواہی اور عظیم الشان حکمتیں نازل کیں ﴿لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ یعنی جس وقت ہم تمہارے سامنے یہ احکام بیان کریں اور ہم تمہیں ان امور کی تعلیم دیں جن کا تمہیں علم نہیں تھا تب شاید تم نصیحت پکڑو۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے وہ احکام بیان کرنا شروع کیے جن کی طرف گزشتہ آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے' چنانچہ فرمایا:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا

بدکار عورت اور بدکار مرد، پس تم مارو ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو سو کوڑے، اور نہ پکڑے تمہیں ان دونوں کے حق میں

رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ

شفقت اللہ کے دین (پر عمل کرنے) میں اگر ہو تم ایمان رکھتے ساتھ اللہ اور دن آخرت کے، اور چاہیے کہ حاضر ہو

عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②

ان دونوں کی سزا کو ایک گروہ مومنوں میں سے ○

آیت میں مذکور یہ حکم غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لئے ہے کہ ان کو سو سو کوڑے مارے جائیں۔ البتہ شادی شدہ زنا کار ہو تو سنت صحیحہ مشہورہ دلالت کرتی ہے کہ اس کی حد رجم (یعنی سنگسار کرنا) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ زنا کار مرد و زن پر حد جاری کرتے وقت ہم میں رحم و شفقت کا ایسا جذبہ پیدا ہو جو ہمیں ان پر حد قائم کرنے سے روک دے۔ خواہ یہ رحم طبعی ہو یا قرابت یا دوستی وغیرہ کی وجہ سے ہو۔ ایمان اس رحم کی نفی کا موجب ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو قائم کرنے سے مانع ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی حقیقی رحمت تو زانی پر حد نافذ کرنے میں ہے۔

اگر زانی پر تقدیر کا فیصلہ جاری ہونے پر ہمیں رحم آئے تو یہ اور بات ہے مگر نفاذ حد کے پہلو سے ہمیں اس پر رحم نہیں آنا چاہیے' نیز اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ زنا کاروں پر حد جاری کرتے وقت اہل ایمان کی ایک جماعت موجود ہو تا کہ حد کا نفاذ مشتہر ہو' مجرموں کی رسوائی ہو' مجرم اس گھناؤنے جرم سے باز رہیں اور لوگ بالفعل نفاذ حد کا مشاہدہ کریں' کیونکہ شریعت کے احکام کے بالفعل مشاہدے سے شریعت کا علم زیادہ پختہ اور اس کا فہم راسخ ہو جاتا ہے اور مشاہدہ کرنے والا منزلِ صواب کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پس اس میں کوئی اضافہ کیا جاتا ہے نہ کمی۔ واللہ اعلم۔

اَلزَّانِيۡ لَا يَنۡكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوۡ مُشۡرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنۡكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ

بدکار مرد نہیں نکاح کرتا مگر بدکار یا مشرک عورت ہی سے' اور بدکار عورت، نہیں نکاح کرتا اس سے مگر زانی

اَوۡ مُشۡرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳﴾

یا مشرک مرد ہی، اور حرام کر دیا گیا ہے یہ (زنا کاروں سے نکاح کرنا) اوپر مومنوں کے ○

اس آیت کریمہ میں زنا کی رذالت اور قباحت کا بیان ہے کہ یہ فعل بد فاعل اور اس کے ساتھ میل جول رکھنے والے لوگوں کی عزت پر ایسا دھبہ لگا دیتا ہے جو دیگر گناہوں سے نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ زانی مرد صرف زنا کار عورت ہی سے نکاح کرے۔ اس کا حال ایسی ہی عورت کے حال سے مناسبت رکھتا ہے یا مشرک عورت اس کے مناسب حال ہے جو یوم آخرت اور جزا و سزا پر ایمان رکھتی ہے نہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا التزام کرتی ہے۔

اسی طرح زانیہ عورت سے صرف زانی مرد یا مشرک ہی نکاح کرے۔ ﴿ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اسے مومنوں پر حرام ٹھہرا دیا ہے'' یعنی یہ کہ وہ کسی عفت مآب عورت کا زنا کار مرد کے ساتھ نکاح کریں یا عفت مآب مرد کسی زنا کار عورت کو اپنے نکاح میں لائے۔ اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ وہ مرد یا عورت جو زنا میں ملوث ہے اور اس نے اس بدکاری سے توبہ نہیں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحریم کے باوجود' اس کے ساتھ نکاح کرنے والا' دو میں سے ایک امر سے خالی نہیں۔ یا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا التزام نہیں کرتا اور یہ صرف مشرک شخص کا وتیرہ ہے یا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا التزام کرتا ہے اور زنا کار کے زنا کا

علم رکھنے کے باوجود اس کے ساتھ عفت مآب عورت کے نکاح کا اقدام کرتا ہے تو ایسا نکاح زنا ہے اور نکاح کرنے والا زنا کا مرتکب ہے۔ اگر وہ سچا مومن ہوتا تو کبھی بھی یہ کام نہ کرتا۔ یہ آیت کریمہ زانیہ عورت کے ساتھ نکاح کی تحریم پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ اسی طرح زانی کے ساتھ نکاح کی تحریم پر دلیل ہے کیونکہ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا سب سے بڑی مقارنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ ﴾ (الصّٰفّٰت: ٣٧/ ٢٢) ''وہ لوگ جو ظلم کرتے تھے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اکٹھا کرو۔'' یعنی ان کے جلیسوں کو۔

چونکہ اس میں بہت بڑا شر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کو حرام ٹھہرا دیا ہے۔ اس سے غیرت میں کمی واقع ہوتی ہے۔ خاوند کے ساتھ ایسی اولاد کا الحاق ہوتا ہے جو درحقیقت اس کی نہیں۔ نیز وہ دوسری عورتوں کے ساتھ مشغول ہونے کے سبب عفت سے محروم رہتا ہے۔ یہ آیت کریمہ صریحاً دلالت کرتی ہے کہ زنا کار مومن نہیں ہوتا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جب زانی زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا......''① پس وہ اگرچہ مشرک بھی نہیں ہوتا تاہم وہ اسم مدح سے موسوم نہیں ہوتا جو کہ ایمان مطلق ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ

اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پاک دامن عورتوں پر، پھر نہیں لاتے وہ چار گواہ، پس تم مارو انہیں اسی

جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ④ اِلَّا الَّذِيْنَ

کوڑے اور نہ قبول کرو تم ان کی شہادت (گواہی) کبھی بھی، اور یہ لوگ، وہی ہیں فاسق ○ مگر وہ لوگ جنہوں نے

تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

توبہ کی بعد اس کے اور اصلاح کر لی، پس بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ○

چونکہ کوڑوں کی سزا کے وجوب کی وجہ سے زانی کے معاملہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے' نیز اگر وہ شادی شدہ ہے تو رجم بہت بڑا معاملہ ہے اسی طرح زانی کے ساتھ ہم نشینی اور اس سے اختلاط' کسی بھی لحاظ سے جائز نہیں' جس سے بندہ شر سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی عزت و ناموس پر زنا کی تہمت لگانے کو بہت بڑا اقدام قرار دیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ﴾ یعنی وہ لوگ جو پاک باز عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں' اسی طرح پاک باز مردوں پر بہتان طرازی کرتے ہیں۔ دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہاں بہتان سے

---

① صحيح البخاري' المظالم' باب النهبي بغير اذن صاحبه' ح ٢٤٧٥ و صحيح مسلم' الإيمان' باب بيان نقصان الإيمان بالمعاصي......' ح: ٥٧

مراد سیاق کے اعتبار سے زنا کا الزام لگانا ہے۔ ﴿ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا ﴾ ’’پھر نہ پیش کر سکیں وہ‘‘ یعنی اس پر جو انہوں نے بہتان لگایا ﴿ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ﴾ ’’چار گواہ‘‘ یعنی چار عادل مرد جو نہایت صراحت کے ساتھ زنا کی گواہی دیں۔ ﴿ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً ﴾ ’’تو انہیں (ایک متوسط کوڑے کے ساتھ) اسی (۸۰) کوڑے مارو‘‘ جن سے بہتان لگانے والے کو تکلیف پہنچے مگر کوڑے کی سختی اتنی زیادہ نہ ہو جس سے اس کی جان چلی جائے کیونکہ کوڑے لگانے سے مقصود تادیب ہے نہ کہ جان لینا۔ اس آیت کریمہ میں بہتان لگانے کی حد کا تعین ہے۔ البتہ یہ حد اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ جس پر بہتان لگایا گیا ہے وہ مومن اور پاک دامن ہو اور اگر وہ پاک دامن نہ ہو تو بہتان لگانے والے پر حد نہیں لگائی جائے گی یہ چیز صرف تعزیر کی موجب ہے۔

﴿ وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ﴾ یہ ایک اور سزا ہے یعنی بہتان طرازی کرنے والے کی گواہی قابل قبول نہیں خواہ اس پر قذف کی حد جاری کیوں نہ کر دی گئی ہو۔ جب تک کہ وہ بہتان طرازی سے توبہ نہ کرے۔ جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ ﴿ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ ’’یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے والے ہیں‘‘ اور جن کا شر بہت زیادہ ہے۔ یہ سزا اس لئے دی گئی ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے محارم کا ارتکاب کیا اور اپنے بھائی کی ہتک عزت کی اور لوگوں کو اس کے بارے میں بڑھ چڑھ کر باتیں بنانے کا موقع فراہم کیا اور اس قذف کے ذریعے سے وہ اس اخوت کو زائل کرنے کا باعث بنا جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے مابین قائم کی تھی اور اس نے چاہا کہ اہل ایمان میں فواحش پھیل جائیں۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قذف گناہ کبیرہ ہے۔

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ یہاں توبہ سے مراد یہ ہے کہ بہتان طرازی کرنے والا خود اپنی تکذیب کرے یعنی وہ اس بات کا اقرار کرے کہ اس نے جھوٹا الزام لگایا تھا اپنی تکذیب کرنا اس پر واجب ہے اگرچہ اس کو زنا کے وقوع کا یقین ہو مگر وہ چار گواہ مہیا نہ کر سکے تب بھی اس الزام کی تردید کرنا اس پر واجب ہے۔ اگر بہتان طرازی کرنے والا توبہ کر کے اپنے عمل کی اصلاح کر لے اور برائی کی بجائے بھلائی کو وتیرہ بنا لے تو اس کا فسق زائل ہو جائے گا اور صحیح مذہب ہے کہ اس کی شہادت بھی قابل قبول ہے کیونکہ جو کوئی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے وہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

بہتان لگانے والے کو اس صورت میں کوڑے مارے جائیں گے جب وہ چار گواہ مہیا نہ کر سکے اور جس پر اس نے بہتان لگایا ہے وہ اس کی بیوی نہ ہو۔ اگر جس پر اس نے بہتان لگایا ہے وہ اس کی بیوی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس صورت حال کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ

اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں اپنی بیویوں پر اور نہیں ہیں ان کیلئے گواہ (اس پر) مگر وہ خود ہی، پس گواہی ایک کی ان میں سے،

اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٦ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ

چار بار گواہیاں ہیں ساتھ اللہ کی قسم کے کہ بے شک وہ شخص البتہ سچوں میں سے ہے○ اور پانچویں (مرتبہ) یہ کہ بے شک لعنت ہے اللہ کی اس پر

اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٧ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ

اگر ہو وہ شخص جھوٹوں میں سے○ اور ٹال دے گی اس عورت سے سزا یہ کہ گواہی دے وہ عورت چار گواہیاں ساتھ اللہ کی قسم کے،

اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٨ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ

بلاشبہ وہ شخص البتہ جھوٹوں میں سے ہے○ اور پانچویں (مرتبہ) یہ کہ بے شک غضب ہو اللہ کا اس (عورت) پر اگر ہو وہ (مرد)

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٩ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝١٠ ع ۷

سچوں میں سے○ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور رحمت اسکی، اور یہ کہ بلاشبہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، حکمت والا ہے (تو جھوٹوں کو سزا ملتی)○

بیوی پر زنا کا الزام لگانے کی صورت میں شوہر کی چار گواہیاں اسے قذف کی حد سے بچا سکتی ہیں کیونکہ غالب حالات میں شوہر بیوی پر زنا کا بہتان نہیں لگاتا جس سے اس کی بیوی کے ساتھ ساتھ اس کی اپنی شخصیت بھی عیب دار ہوتی ہے سوائے اس صورت میں کہ جب وہ الزام لگانے میں سچا ہو۔

نیز شوہر کا اس بارے میں حق ہے اور اسے اس بات کا بھی خوف ہوتا ہے کہ کہیں ایسی اولاد کا اس سے الحاق نہ ہو جائے جو اس کی نہیں ہے' نیز اس میں بعض دیگر حکمتیں بھی ہیں جو دوسرے احکام میں موجود نہیں ہیں۔ اس لئے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ﴾ ''اور وہ جو تہمت لگائیں اپنی بیویوں پر'' یعنی لونڈیوں پر نہیں بلکہ آزاد عورتوں پر' جو بیویاں ہوں ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ﴾ ''اور نہ ہوں ان کے لیے'' اس الزام پر ﴿شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ﴾ ''اپنے سوا کوئی اور گواہ'' جنہیں وہ اپنے اس الزام پر اپنا گواہ بنا سکیں۔ ﴿فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''تو ان میں سے ایک کی گواہی، چار گواہیاں دینی ہیں اللہ کی کہ وہ سچا ہے۔'' (یعنی اپنی سچائی پر چار قسمیں کھائے) اللہ تعالیٰ نے ان قسموں کو (شہادت) کہا ہے کیونکہ یہ قسمیں گواہوں کے قائم مقام ہیں' قسمیں اٹھانے والا یہ الفاظ کہتا ہے: ''میں اللہ کو گواہ بنا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جو الزام لگایا ہے' میں اس میں سچا ہوں۔''

﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو' اگر وہ جھوٹا ہو۔'' یعنی ان گواہیوں کو موکد بنانے کے لئے' ان مذکورہ گواہیوں کے ساتھ پانچویں مرتبہ اپنے لیے لعنت کی بد دعا کرے۔ جب لعان مکمل ہو جائے تو اس سے قذف کی حد ساقط ہو جائے گی۔ آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کے ساتھ اس نے اپنی بیوی کے ملوث ہونے کا الزام لگایا ہے تبعاً اس کا حق بھی ساقط ہو جائے

گا۔(یعنی اس کی طرف سے بھی اس خاوند پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی۔)

شوہر کے لعان کرنے اور بیوی کے لعان کرنے سے گریز کرنے پر' کیا بیوی پر حد جاری کی جائے گی' یا اس کو قید کیا جائے گا؟ اس بارے میں اہل علم کی دو آراء ہیں۔ وہ رائے جس کی تائید دلیل کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس پر حد قائم کی جائے گی' جیسے فرمایا: ﴿ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ ''اور اس عورت کا چار مرتبہ اللہ کی قسمیں کھا کر' یہ کہنے سے کہ وہ (خاوند) جھوٹا ہے' اس سے سزا کو ٹال دے گا۔'' یہاں اگر ''عذاب'' سے مراد وہ حد نہ ہوتی جو شوہر کے لعان کی وجہ سے واجب ہوئی ہے تو عورت کا لعان اس عذاب کو ہٹا نہ سکتا اور عورت سے عذاب کو دور کر دیا جائے گا جب وہ شوہر کی گواہیوں کا اسی جیسی گواہیوں کے ذریعے سے مقابلہ کرے گی ﴿ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ ''وہ چار مرتبہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہے گی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے۔'' اور پانچویں گواہی میں' جو ان چار گواہیوں کو موکد بنانے کے لئے ہے' اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب کی دعا کرے گی۔ پس جب اس طرح ان کے مابین لعان مکمل ہو جائے گا تو ہمیشہ کے لئے ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے گا اور شوہر سے بچے کے نسب کی نفی ہو جائے گی۔

آیات کریمہ کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ مرد اور عورت کی طرف سے لعان انہی مذکورہ الفاظ اور ترتیب سے مشروط ہے' ان میں کمی بیشی یا رد و بدل جائز نہیں' نیز لعان صرف شوہر کے ساتھ مختص ہے' جب وہ اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے' مگر اس کی بیوی ایسا نہیں کر سکتی۔ لعان کے لئے بچے میں مشابہت معتبر نہیں' جس طرح ''فراش'' (یعنی نکاح) کی موجودگی میں معتبر نہیں' مشابہت تو صرف وہاں معتبر ہے جہاں مشابہت کے سوا کوئی اور ترجیح دینے والی چیز نہ ہو' تو وہاں مشابہت یقیناً معتبر ہو گی۔

﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴾ شرط کا جواب محذوف ہے' جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل نہ ہوتا تو دونوں لعان کرنے والوں میں سے جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو جاتا جس کی اس نے دعا کی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے کہ اس نے یہ حکم نازل فرمایا جو میاں بیوی کے ساتھ مختص ہے کیونکہ اس حکم کی سخت ضرورت تھی' نیز اس نے تمہارے سامنے زنا اور قذف کی قباحت اور شدت کو واضح کیا اور اس نے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کو مشروع فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ

بے شک وہ لوگ جو گھڑ لائے ہیں جھوٹ (بہتان) ایک گروہ ہے تم ہی میں سے نہ گمان کرو تم اسے برا اپنے لئے بلکہ وہ بہتر ہے تمہارے لئے

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ

واسطے ہر شخص کے ان میں سے (سزا ہے اس کی) جو کمایا اس نے گناہ سے، اور وہ شخص جس نے اٹھایا بڑا بوجھ اس (گناہ) کا ان میں سے، اس کیلئے

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١١﴾ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ

عذاب عظیم ہے ○ کیوں نہیں، جب سنا تم نے اسکو، خیال کیا مومن مردوں اور مومنہ عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک؟ (خیال)

وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٢﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا

اور (کیوں نہیں) کہا انہوں نے یہ تو جھوٹ (بہتان) ہے ظاہر؟ ○ کیوں نہیں لائے وہ اس (الزام) پر چار گواہ؟ پس جب نہیں لائے وہ

بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

گواہ تو وہی لوگ اللہ کے ہاں جھوٹے ہیں ○ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی رحمت

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٤﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ

دنیا اور آخرت میں تو البتہ پہنچتا تمہیں اس بارے میں کہ مشغول ہوئے تم اس (بات) میں، عذاب عظیم ○ جب ایک دوسرے سے لیتے تھے تم اسکو

بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ

ساتھ اپنی زبانوں کے اور کہتے تھے تم ساتھ اپنے مونہوں کے وہ (بات) کہ نہیں تھا تمہیں اسکا کوئی علم، اور گمان کرتے تھے تم اسے معمولی،

وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ

جبکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی (بات) ہے ○ اور کیوں نہیں جب سنا تم نے اس کو، کہا تم نے نہیں لائق ہمارے یہ کہ کلام کریں ہم

بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا

ساتھ اس بات کے، پاک ہے تو (اے اللہ!) یہ تو بہتان ہے، بہت ہی بڑا ○ نصیحت کرتا ہے تمہیں اللہ اس سے کہ دوبارہ کرو تم اس جیسی بات کبھی بھی،

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اگر ہو تم مومن ○ اور بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے آیتیں (اپنی) اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ○ بلاشبہ وہ لوگ جو

يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ

پسند کرتے ہیں یہ کہ پھیلے بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے، ان کیلئے عذاب ہے نہایت دردناک دنیا میں اور آخرت میں

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی رحمت، (تو وہ عذاب دے دیتا) اور بلاشبہ

اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ

اللہ نہایت شفقت کرنے والا رحم کرنیوالا ہے ○ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ پیروی کرو تم قدموں کی شیطان کے اور جو

يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

پیروی کرتا ہے شیطان کے قدموں کی، پس بلاشبہ وہ حکم کرتا ہے بے حیائی اور برے کام ہی کا، اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ

تم پر اور اس کی رحمت، تو نہ پاک ہوتا تم میں سے کوئی ایک بھی کبھی، اور لیکن اللہ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ

منزل ٤ النصف

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢١﴾ وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى

خوب سنتا، جانتا ہے○ اور نہ قسم کھائیں فضل والے تم میں سے اور وسعت والے اس (بات) سے کہ وہ دیں (اپنے مال) قرابت داروں

وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ

اور مسکینوں، اور ہجرت کرنے والوں کو اللہ کی راہ میں، اور چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا نہیں پسند کرتے تم یہ کہ

يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٢﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ

بخش دے اللہ تمہیں؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنیوالا ہے○ بلاشبہ وہ لوگ جو (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں پاک دامن،

الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ

بے خبر، مومن عورتوں پر، ملعون ہیں وہ دنیا اور آخرت میں، اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے○ جس دن شہادت دیں گی

عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ

ان پر (ان کے خلاف) ان کی زبانیں، اور انکے ہاتھ اور ان کے پیر ساتھ اسکے جو تھے وہ عمل کرتے○ اس دن پورا دے گا انہیں

اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿٢٥﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ

اللہ بدلہ ان کا پورا پورا ہی، اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ، وہی حق ہے (حق کو) بیان کرنے والا○ ناپاک عورتیں

لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ

ناپاک مردوں کیلیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں، اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلیے ہیں، اور پاکیزہ مرد

لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰۗىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾ ع

پاکیزہ عورتوں کیلیے ہیں یہ (پاکیزہ) لوگ بری ہیں ان سے جو وہ (خبیث لوگ انکی بابت) کہتے ہیں، ان کیلیے بخشش ہے اور رزق عزت والا○

چونکہ گزشتہ سطور میں اللہ تعالیٰ نے زنا کے بہتان کی برائی کا عمومی ذکر فرمایا وہ گویا اس بہتان کا مقدمہ ہے جو دنیا کی افضل ترین خاتون' ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا۔ یہ آیات کریمہ مشہور قصہ افک کے بارے میں نازل ہوئیں۔ بہتان کا یہ واقعہ تمام صحاح' سنن اور مسانید میں صحت کے ساتھ منقول ہے۔

اس تمام قصہ کا حاصل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تھے' آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ان کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا' وہ اس کی تلاش میں رک گئیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساربان آپ کے اونٹ اور ہودج سمیت لشکر کے ساتھ کوچ کر گئے اور ان کو ہودج میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عدم موجودگی کا علم نہ ہوا اور لشکر کوچ کر گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہار کی تلاش کے بعد واپس اس جگہ پہنچیں تو لشکر موجود نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم تھا کہ جب لشکر والے انہیں ہودج میں مفقود پائیں گے تو واپس لوٹیں گے۔ پس انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا اور صفوان بن معطل سُلَمی رضی اللہ عنہ افاضل صحابہ میں شمار

ہوتے ہیں انہوں نے لشکر کے آخری لوگوں کے ساتھ رات کے آخری حصے میں پڑاؤ کیا اور سوتے رہ گئے تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو پہچان لیا حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری بٹھائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس پر سوار کرایا۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی بات کی نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کوئی بات کی' پھر وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سواری کی مہار پکڑے دوپہر کے وقت جبکہ لشکر بھی پڑاؤ کے لئے اتر اتر چکا تھا' پڑاؤ میں پہنچ گئے۔

پس جب منافقین میں سے' جو اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے' کسی نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آتے دیکھا تو اس نے بہتان طرازی کی خوب اشاعت کی' بات پھیل گئی' زبانیں ایک دوسرے سے اخذ کرتی چلی گئیں یہاں تک کہ بعض مخلص مومن بھی دھوکہ کھا گئے اور وہ بھی بات پھیلانے کے مرتکب ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طویل مدت تک وحی نازل نہ ہوئی بہت مدت کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو منافقین کے بہتان کا علم ہوا اس پر انہیں شدید صدمہ پہنچا' چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نصیحت فرمائی اور ان کو مفید وصیتوں سے سرفراز کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ﴾ ''وہ لوگ جو نہایت قبیح جھوٹ گھڑ کر لائے ہیں۔'' اس سے مراد وہ بہتان ہے جو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا۔ ﴿عُصْبَةٌ مِّنكُمْ﴾ اے مومنو! بہتان طرازی کرنے والا گروہ تمہاری ہی طرف منسوب ہے۔ ان میں کچھ لوگ سچے مومن بھی ہیں مگر منافقین کے بہتان کو پھیلانے سے دھوکہ کھا گئے۔ ﴿لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''تم اس کو اپنے لیے برا مت سمجھو' بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔'' کیونکہ یہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت ان کی پاک دامنی اور ان کی تعظیم و توقیر کے اعلان کو متضمن ہے حتیٰ کہ یہ عمومی مدح تمام ازواج مطہرات کو شامل ہے۔ نیز اس میں ان آیات کا بھی بیان ہے بندے جن کے محتاج ہیں اور جن پر قیامت تک عمل ہوتا رہے گا۔ پس یہ سب کچھ بہت بڑی بھلائی ہے۔ اگر بہتان طراز منافقین نے بہتان نہ لگایا ہوتا تو یہ خیر عظیم حاصل نہ ہوتی اور جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے سبب پیدا کر دیتا ہے' اسی لئے اس کا خطاب تمام مومنین کے لئے عام ہے نیز اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اہل ایمان کا ایک دوسرے پر عیب لگانا خود اپنے آپ پر عیب لگانے کے مترادف ہے۔ ان آیات کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اہل ایمان آپس میں محبت و مودت' ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی اور باہم نرمی کا رویہ رکھنے اور اپنے مصالح میں اکٹھے ہونے کے لحاظ سے جسد واحد کی مانند ہیں اور ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی مانند ہے دونوں ایک دوسرے کی مضبوطی کا باعث ہیں۔ پس جیسے وہ چاہتا ہے کہ کوئی شخص اس کی عزت و

آبرو پر عیب نہ لگائے اسی طرح اس کو یہ بھی ناپسند ہونا چاہیے کہ کوئی شخص اپنے کسی بھائی کی عزت و ناموس پر عیب لگائے جو خود اس کے نفس کی مانند ہے۔ اگر بندہ اس مقام پر نہ پہنچے تو یہ اس کے ایمان کا نقص اور اس میں خیر خواہی کا نہ ہونا ہے۔

﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ﴾ ''ان میں سے ہر آدمی کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا۔'' یہ ان لوگوں کے لئے وعید ہے جنہوں نے حضرت عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا تھا اور انہیں عنقریب ان کی بہتان طرازی کی سزا دی جائے گی' چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری فرمائی۔ ﴿ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ ﴾ ''جس نے اس کے بڑے حصے کو سرانجام دیا ہے۔'' یعنی وہ شخص جس نے بہتان کے اس واقعے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس سے مراد خبیث منافق' عبداللہ بن ابی ابن سلول (لعنہ اللہ) ہے۔ ﴿ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ ''اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔'' اس سے مراد ہے کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہمیشہ رہے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کی کہ جب وہ اس قسم کی بات سنیں تو انہیں کیا کرنا چاہیے' چنانچہ فرمایا: ﴿ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا ﴾ ''کیوں نہیں' جب سنا تم نے اس (بہتان) کو' گمان کیا مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنی جانوں کے ساتھ بھلائی کا۔'' یعنی مومنین ایک دوسرے کے بارے میں اچھا گمان رکھتے ہیں اور وہ ہے اس بہتان سے محفوظ ہونا جو ان منافقین نے گھڑا ہے۔ ان کا ایمان' ان کو اس بہتان طرازی سے روکتا ہے۔ ﴿ وَقَالُوا ﴾ ''اور وہ کہتے'' یعنی اس حسن ظن کی بنا پر: ﴿ سُبْحَانَكَ ﴾ اے اللہ! تو برائی سے پاک اور منزہ ہے تو اپنے محبوب بندوں کو اس قسم کے قبیح امور میں مبتلا نہیں کرتا۔ ﴿ هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴾ ''یہ تو کھلا جھوٹ اور بہتان ہے۔'' اس کا جھوٹ اور بہتان ہونا' سب سے واضح اور سب سے بڑی بات ہے۔

بندہ مومن پر واجب ہے کہ جب وہ اپنے مومن بھائی کے بارے میں کوئی ایسی بات سنے تو اپنی زبان سے اس کی براءت کا اظہار اور اس قسم کا بہتان لگانے والے کی تکذیب کرے۔

﴿ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ﴾ یعنی یہ بہتان طراز اپنے بہتان پر چار عادل اور معتبر گواہ کیوں نہیں لائے۔ ﴿ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴾ ''پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے ہاں وہ جھوٹے ہیں۔'' اگرچہ انہیں اپنے بارے میں یقین ہی کیوں نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ جھوٹے ہیں۔ (کیونکہ انہوں نے چار گواہ پیش نہیں کئے) اور اللہ تعالیٰ نے چار گواہوں کے بغیر ایسی بات منہ سے نکالنا حرام قرار دے دیا ہے۔ بناء بریں فرمایا: ﴿ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴾ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: (فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکَاذِبُوْنَ) ''وہ جھوٹے ہیں'' یہ سب کچھ مسلمان کی عزت و ناموس کی حرمت کی بنا پر ہے۔ شہادت کے پورے نصاب کے بغیر' اس کی عزت و آبرو پر الزام لگانا جائز نہیں۔

﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ﴾ ''اور اگر دنیا و آخرت میں (تمہارے دینی اور دنیاوی امور میں) تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کی رحمت سایہ کناں نہ ہوتی'' ﴿ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ ﴾ ''تو ضرور پہنچتا تمہیں اس بات کی وجہ سے جس کا چرچا تم نے کیا۔'' یعنی جس بہتان طرازی میں تم شریک ہوئے ہو ﴿ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ ''بہت بڑا عذاب۔'' کیونکہ تم اپنی بہتان طرازی کی بنا پر اس عذاب کے مستحق ہو گئے تھے مگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی بے پایاں رحمت تھی کہ اس نے تمہارے لیے توبہ مشروع کی اور عقوبت کو گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ بنایا۔

﴿ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ ﴾ اور اس وقت کو یاد کرو جب تم اسے اپنی زبانوں سے نقل در نقل لے رہے تھے اور پھر یہ واقعہ بڑھا چڑھا کر ایک دوسرے کو سنا رہے تھے...... حالانکہ وہ باطل قول تھا۔ ﴿ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ ﴾ ''اور تم اپنے مونہوں سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم ہی نہیں تھا۔'' دونوں امور حرام ہیں' یعنی کلام باطل اور بغیر علم کے بات کرنا ﴿ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا ﴾ ''اور تم اس بات کو بہت معمولی سمجھ رہے تھے'' اہل ایمان میں سے جس کسی نے اس کا ارتکاب کیا اسی وجہ سے کیا' بعد ازاں اس سے توبہ کی اور اس گناہ سے پاک ہوئے۔ ﴿ وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴾ ''حالانکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے۔'' اس آیت کریمہ میں بعض گناہوں کو معمولی اور حقیر سمجھ کر ان کا ارتکاب کرنے پر سخت زجر و توبیخ ہے۔ بندے کا گناہوں کو ہلکا شمار کرنا اس کو فائدہ نہیں دیتا اور نہ اس سے گناہ کی سزا میں کمی ہی کی جاتی ہے' بلکہ اس طرح گناہ دگنا چوگنا ہو جاتا ہے اور گناہ میں دوبارہ مبتلا ہونا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔

﴿ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ﴾ یعنی اے مومنو! جب تم نے بہتان تراشوں کی یہ باتیں سنیں ﴿ قُلْتُمْ ﴾ تو تم نے اس بہتان کا انکار کرتے ہوئے اور اس کے معاملے کو بہت بڑا سمجھتے ہوئے کیوں نہ کہا؟ ﴿ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَٰذَا ﴾ اس واضح بہتان طرازی کے ساتھ کلام کرنا ہمارے لئے مناسب ہے نہ ہمارے لائق کیونکہ مومن کا ایمان اسے قبیح کاموں کے ارتکاب سے روکتا ہے۔ ﴿ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴾ ''یہ بہت بڑا جھوٹ ہے۔''

﴿ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا (روکتا) ہے کہ تم اہل ایمان پر بدکاری کے بہتان جیسے گناہ کا اعادہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے اور اس بارے میں تمہاری خیر خواہی کرتا ہے۔ ہمارے رب کے مواعظ اور نصائح کتنے اچھے ہیں۔ ہم پر فرض ہے کہ ہم انہیں قبول کریں' ان کے سامنے سر تسلیم خم کریں' ان کی پیروی کریں اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارے سامنے واضح کیا۔ ﴿ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ﴾ (النساء: ٤/ ٥٨) ''اللہ تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے۔'' ﴿ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ ''اگر تم مومن ہو۔'' آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ایمان صادق' صاحب ایمان کو محرمات کے ارتکاب سے روکتا ہے۔

﴿ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ﴾ ''اور اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے۔'' جو احکامات' وعظ و نصیحت' زجر و توبیخ' اور ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان آیات کو خوب اچھی طرح واضح کرتا ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کامل علم والا ہے ﴿ حَكِيْمٌ ﴾ اور اس کی حکمت عام ہے' یہ اس کا علم اور اس کی حکمت ہے کہ اس نے اپنے علم میں سے تمہیں علم سکھایا' اگرچہ یہ علم ہر وقت تمہارے اپنے مصالح کی طرف لوٹتا ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ ﴾ ''جو لوگ بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں۔'' یعنی جو چاہتے ہیں کہ قبیح امور کی اشاعت اور فواحش کا چلن ہو ﴿ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ''اہل ایمان میں' ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔'' یعنی قلب و بدن کو سخت تکلیف دینے والا عذاب اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس نے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ دھوکہ کیا' ان کیلئے برا چاہا اور ان کی عزت و ناموس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کی۔

صرف فواحش کی اشاعت کی خواہش اور دل میں ان کی چاہت کی بنا پر اتنی بڑی وعید سنائی ہے' تو ان امور پر وعید کا کیا حال ہوگا جو اس سے زیادہ بڑے ہیں۔ مثلاً فواحش کا اظہار اور ان کو نقل کرنا' خواہ فواحش صادر ہوں یا صادر نہ ہوں۔

یہ تمام احکامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے رحمت اور ان کی عزت و ناموس کی حفاظت ہے۔ جس طرح اس نے ان کی جان و مال کی حفاظت کی اور ان کو ایسے امور کا حکم دیا جو خالص اور باہمی محبت کا تقاضا ہیں' نیز انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور وہ کچھ ان کے لئے بھی ناپسند کریں جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی اور تم پر وہ سب کچھ واضح کیا جس سے تم لاعلم تھے۔

﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا۔'' جس نے تمہیں ہر جانب سے گھیر رکھا ہے ﴿ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''اور اس کی رحمت اور یہ کہ اللہ بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔'' تو وہ تمہارے سامنے یہ احکام' مواعظ اور جلیل القدر حکمتیں بیان نہ کرتا' نیز وہ اس شخص کو ڈھیل اور مہلت بھی نہ دیتا' جو اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت ہے اور یہ اس کا وصف لازم ہے کہ اس نے تمہارے لئے دنیاوی اور اخروی بھلائی کو ترجیح دی جسے تم شمار نہیں کر سکتے۔

جہاں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس گناہ کے ارتکاب سے منع کیا ہے وہاں عام طور پر دیگر گناہوں کے ارتکاب سے بھی روکا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ﴾ ''اے ایمان والو! شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔'' یعنی اس کے طریقوں اور اس کے وسوسوں کی پیروی نہ کرو۔ (خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ) ''شیطان کے نقش قدم'' میں وہ تمام گناہ داخل ہیں جو قلب' زبان اور بدن سے متعلق ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے تمہارے سامنے حکم واضح کیا اور وہ شیطان کے نقش قدم کی پیروی کرنے سے ممانعت ہے۔ اور حکمت ممنوع شدہ چیز میں جو شر ہے اس کے بیان کو کہتے ہیں جو اسے ترک کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور اس کا داعی ہے۔ فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ ﴾ ''اور جو پیروی کرتا ہے شیطان کے قدموں کی' تو بے شک وہ'' یعنی شیطان ﴿ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ﴾ ''حکم دیتا ہے فحشاء کا۔'' (فحشاء) سے مراد وہ بڑے بڑے گناہ ہیں جن کو ان کی طرف بعض نفوس کے میلان کے باوجود شریعت اور عقل برا سمجھتی ہے۔ ﴿ وَالْمُنْكَرِ ﴾ ''اور منکر کا'' اور (منکر) وہ گناہ ہیں جن کا عقل انکار کرتی ہے۔ پس تمام گناہ جو شیطان کے نقوش پا ہیں وہ اس صفت سے باہر نہیں نکلتے' اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندوں کو ان گناہوں کے ارتکاب سے روکنا' ان پر اس کی نعمت کا فیضان ہے' وہ اس کا شکر ادا کریں اور اس کا ذکر کریں کیونکہ یہ ممانعت رذائل اور قبائح کی گندگی سے ان کی حفاظت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان ہے کہ اس نے بندوں کو گناہوں کے ارتکاب سے روکا جس طرح اس نے ان کو زہر قاتل وغیرہ کھانے سے روکا ہے۔

﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ﴾ ''اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی' تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک نہ ہوتا۔'' یعنی تم میں سے کوئی بھی شیطان کے نقش قدم کی پیروی کرنے سے کبھی نہیں بچ سکتا کیونکہ شیطان اور اس کے لشکر بندوں کو اپنے نقش قدم کی پیروی کرنے کی دعوت دیتے رہتے ہیں اور گناہوں کو ان کے سامنے مزین کرتے رہتے ہیں اور نفس کی حالت تو یہ ہے کہ ہمیشہ برائی کی طرف مائل رہتا ہے' بندے کو برائی کے ارتکاب کا حکم دیتا رہتا ہے اور نقص ہر جہت سے بندے پر غالب ہے اور ایمان قوی نہیں ہے اگر بندے کو ان داعیوں کے حوالے کر دیا جائے تو کوئی شخص بھی گناہوں اور برائیوں سے بچ کر اور نیکیوں کے اکتساب کے ذریعے سے پاک نہیں ہو سکتا کیونکہ ''تزکیہ'' طہارت اور بڑھاؤ کا متضمن ہے۔ تم میں سے جس کسی نے اپنا تزکیہ کر لیا تو اس کے موجب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہیں۔ نبی مصطفیٰ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: «اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا »[1] ''اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا کر' اسے پاک کر' تو سب سے اچھا پاک کرنے والا ہے۔ تو اس کا والی اور مولا ہے۔''

بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''اور لیکن اللہ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ اسی کو پاک کرتا ہے جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ وہ تزکیہ کے ذریعے سے پاک ہونا چاہتا ہے اسی لئے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور اللہ سننے والا' جاننے والا ہے۔''

---

(1) صحيح مسلم' الذكر والدعاء' باب في الادعية' ح:۲۷۲۲ و سنن نسائي' الاستعاذة' باب الاستعاذة من العجز' ح:۵٤٦۰

﴿ وَلَا يَاْتَلِ ﴾ یعنی قسم نہ اٹھائیں ﴿ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ﴾ ''جو تم میں سے بزرگی اور کشادگی والے ہیں' رشتے داروں' مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے' اور چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر سے کام لیں۔'' واقعۂ افک میں ملوث ہونے والوں میں مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے وہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والے اور انتہائی نادار تھے۔ مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کی بہتان طرازی کی وجہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ وہ ان کی مالی مدد نہیں کریں گے (جو کہ اس سے وہ کیا کرتے تھے) اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قسم سے روکا جو انفاق فی سبیل اللہ کے منقطع کرنے کو متضمن تھی اور انہیں عفو اور درگزر کرنے کی ترغیب دی اور اللہ نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ان تقصیر کاروں کو بخش دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔

پس فرمایا: ﴿ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' یعنی جب تم اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ عفو اور درگزر کا معاملہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھی عفو اور درگزر کا معاملہ کرے گا۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ سنی تو انہوں نے کہا: ''کیوں نہیں اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔'' چنانچہ انہوں نے دوبارہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی مالی مدد شروع کر دی۔ [1]

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنا چاہیے اور بندے کی معصیت کی بنا پر یہ مالی مدد ترک نہیں کرنی چاہیے' نیز جرم کا ارتکاب کرنے والے سے خواہ کتنا ہی بڑا جرم سرزد کیوں نہ ہوا ہو' اللہ تعالیٰ نے عفو اور درگزر کی ترغیب دی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے عفت مآب عورتوں پر بہتان لگانے والوں کو سخت وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ﴾ ''وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پاک دامن عورتوں پر۔'' یعنی فسق و فجور سے پاک عورتیں ﴿ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ ﴾ ''بے خبر' مومن عورتوں پر۔'' یعنی جن کے دلوں میں کبھی بدکاری کا خیال بھی نہیں گزرا ﴿ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾ ''ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے۔'' اور لعنت صرف کسی بڑے گناہ پر کی جاتی ہے اور لعنت کو مؤکد اس طرح کیا گیا ہے کہ اس کا دنیا و آخرت میں ان کو مورد قرار دیا گیا ہے ﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ ''اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔'' یہ عذاب عظیم اس لعنت پر مستزاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کیا اور

[1] صحيح البخاري' التفسير' باب ﴿ان الذين يحبون ان تشيع......﴾' ح:٤٧٥٧ و صحيح مسلم' التوبة' باب في حديث الافك......' ح:٢٧٧٠

کیا اور ان پر اپنا غضب نازل فرمایا۔

یہ عذاب عظیم قیامت کے روز ہوگا ﴿ یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ جس (قیامت کے) روز ہر عضو اپنے اعمال کی گواہی دے گا اور وہ ہستی انہیں قوت گویائی عطا کرے گی جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی ہے پس بندے سے گناہوں کا انکار ممکن نہ ہوگا۔ یقیناً وہ ہستی جس نے بندوں کے نفوس ہی میں سے گواہ برپا کیے اس نے بندوں کے ساتھ انصاف کیا۔

﴿ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ ﴾ ''اس دن اللہ ان کو حق کے مطابق پوری پوری جزا دے گا۔'' یعنی ان کے اعمال کا بدلہ حق کے ساتھ ہوگا جو عدل و انصاف پر مبنی ہوگا۔ ان کو اپنے اعمال کی پوری پوری جزا ملے گی اور وہ ان اعمال میں سے کوئی چیز مفقود نہ پائیں گے۔ ﴿ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ﴾ (الکہف: ۱۸/۴۹) ''اور پکار اٹھیں گے ہائے ہماری کم بختی! یہ کیسی کتاب ہے کہ اس نے چھوٹی اور بڑی کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو اس میں درج نہ ہوئی ہو اور انہوں نے جو عمل کیے ان سب کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تیرا رب ذرہ بھر کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔'' اس عظیم مقام پر انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی حق مبین ہے، انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ واضح حق اللہ تعالیٰ ہی میں منحصر ہے۔ اس کے تمام اوصاف عظیم حق ہیں، اس کے افعال حق ہیں، اس کی عبادت حق ہے، اس سے ملاقات ہونا حق ہے، اس کا وعدہ و وعید اور اس کا حکم دینی و جزائی حق ہے اور اس کے رسول حق ہیں۔ پس حق صرف اللہ تعالیٰ ہی میں منحصر ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہ حق ہے۔

﴿ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ﴾ یعنی تمام ناپاک مرد و زن، تمام ناپاک کلمات اور تمام ناپاک افعال ناپاک شخص کے لائق اور اسی کے مناسب حال، اسی سے مقرون اور اسی سے مشابہت رکھتے ہیں اور تمام پاک مرد و زن، پاک کلمات اور پاک افعال پاک شخص کے لائق، اسی کے مناسب حال، اسی سے مقرون اور اسی سے مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ ایک عام اصول ہے اس سے کوئی چیز باہر نہیں۔ اس کا سب سے بڑا اور اہم اطلاق انبیائے کرام علیہم السلام پر ہوتا ہے، انبیائے کرام علیہم السلام، خاص طور پر اولوالعزم انبیاء و رسل علیہم السلام اور ان میں بھی خاص طور پر سیدالانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، جو تمام مخلوق میں علی الاطلاق سب سے زیادہ طیب و طاہر ہیں، کے لائق اور مناسب حال صرف طیبات و طاہرات عورتیں ہی ہو سکتی ہیں۔

بنا بریں اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں جرح و قدح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جرح و قدح ہے۔ اس بہتان طرازی سے منافقین کا مقصد بھی یہی تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہونے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اس قبیح بہتان سے پاک ہیں۔ تب ان کے بارے میں کیسے قبیح بات کہی جا

سکتی ہے جبکہ ان کی اتنی بڑی شان ہے؟ وہ عورتوں میں ''صدیقہ'' کے مرتبے پر فائز ہیں' عورتوں میں سب سے افضل' سب سے زیادہ عالمہ سب سے زیادہ طیبہ وطاہرہ اور رب العالمین کے رسول (ﷺ) کی محبوبہ ہیں۔ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں کہ آپ ان کے لحاف میں ہوتے تو بھی آپ پر وحی نازل ہو جاتی دیگر ازواج مطہرات میں سے کسی اور کو یہ فضیلت حاصل نہ تھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس طرح تصریح فرمائی کہ کسی باطل پسند کے لئے کسی بات اور کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رکھی' چنانچہ فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ﴾ ''یہ لوگ پاک ہیں ان باتوں سے جو لوگ (ان کی بابت) کہتے ہیں۔'' اصولاً یہ اشارہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہے اور تبعاً دیگر مومن' پاک دامن اور بھولی بھالی بے خبر عورتوں کی طرف ہے ﴿ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ﴾ ''ان کے لیے بخشش ہے۔'' جو سارے گناہوں پر حاوی ہوگی ﴿ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ ''اور باعزت رزق'' جو جنت میں رب کریم کی طرف سے صادر ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا
اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ داخل ہو تم (اور) گھروں میں سوائے اپنے گھروں کے حتی کہ تم اجازت لے لو، اور سلام کرو
عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا
اوپر ان گھر والوں کے، یہ بہت بہتر ہے تمہارے لئے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○ پس اگر نہ پاؤ تم ان میں کسی کو
فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ
تو نہ داخل ہو تم ان میں حتی کہ اجازت دی جائے تمہیں اور اگر کہا جائے تمہیں، لوٹ جاؤ تم تو لوٹ جاؤ تم، یہ (واپسی) بہت پاکیزہ ہے تمہارے لئے،
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا
اور اللہ' ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو خوب جاننے والا ہے ○ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ یہ کہ داخل ہو تم ایسے گھروں میں
غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٢٩﴾
کہ نہیں سکونت کی جاتی ان میں' ان میں منفعت (فائدہ) ہے تمہارے لئے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو ○

اللہ باری تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ وہ اپنے گھر کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت لئے بغیر داخل نہ ہوا کریں' کیونکہ اس میں متعدد مقاصد ہیں:

(۱) جس کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اجازت طلبی نظر پڑنے سے بچاؤ ہی کے لئے مقرر کی گئی ہے۔''[1] اجازت طلبی میں خلل واقع ہو جانے سے گھر کے اندر ستر پر نظر پڑتی ہے۔ کیونکہ گھر انسان کے

① صحيح البخاري' الاستئذان' باب الاستئذان من اجل البصر' ح:٦٢٤١ و صحيح مسلم' الآداب' باب تحريم النظر في بيت غيره' ح:٢١٥٦

لئے باہر کے لوگوں سے ستر اور پردہ ہے جیسے کپڑا جسم کو چھپاتا ہے۔

(۲) اجازت طلب کیے بغیر گھر میں داخل ہونا' داخل ہونے والے کے بارے میں شک کا موجب ہے اور وہ برائی یعنی چوری وغیرہ سے متہم ہوتا ہے کیونکہ گھر میں خفیہ طور پر داخل ہونا شر پر دلالت کرتا ہے...... اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے سے منع کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اجازت طلب کر لیں۔ یہاں (اِسْتِئْذَان) کو (اِسْتِئْنَاس) اس لئے کہا گیا ہے کہ اس سے اُنس حاصل ہوتا ہے اور اس کے معدوم ہونے سے وحشت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا﴾ "اور گھر میں رہنے والوں کو سلام کرو۔" حدیث شریف میں اس کا یہ طریقہ بیان ہوا ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے کہو: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ! اور پھر پوچھو کیا میں اندر آ جاؤں؟"[1] ﴿ذٰلِكُمْ﴾ یعنی یہ مذکورہ اجازت طلبی ﴿خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ "تمہارے لیے بہتر ہے' تاکہ تم نصیحت پکڑو۔" کیونکہ اجازت طلبی متعدد مصالح پر مشتمل ہے اور اس کا شمار ایسے مکارم اخلاق میں ہوتا ہے جن کو اپنانا واجب ہے۔ پس اگر گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے تو اجازت طلب کرنے والے کو داخل ہونا چاہیے۔

﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا﴾ "اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ مل سکے تو پھر بھی اجازت ملے بغیر اندر نہ جاؤ اور اگر تمہیں لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ جاؤ۔" یعنی اگر تمہیں واپس لوٹنے کے لئے کہا جائے تو انکار نہ کرو اور نہ اس پر ناراضی ہی کا اظہار کرو کیونکہ صاحب خانہ نے تمہیں کسی ایسے امر سے نہیں روکا جو تمہارا حق واجب ہو یہ تو اس کی صوابدید اور نوازش ہے چاہے اجازت دے' چاہے انکار کر دے۔ تم میں سے کسی کو ہتک اور انقباض محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ ﴿هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ﴾ تمہیں برائیوں سے پاک کرنے اور تمہاری نیکیوں میں اضافہ کرنے کے لئے یہ طریق کار تمہارے لیے بہتر ہے ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ "اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔" پس اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے تھوڑے یا زیادہ' اچھے یا برے اعمال کا بدلہ دے گا۔ یہ حکم ان گھروں کے لئے ہے جو آباد ہیں خواہ ان میں آدمی کا مال ومتاع موجود ہو یا نہ ہو۔ نیز یہ حکم ان گھروں کے لیے بھی ہے جن میں رہائش نہ ہو مگر اس میں آدمی کا کوئی مال و متاع موجود ہو۔

رہے وہ گھر جن میں گھر والے رہائش نہ رکھے ہوئے ہوں اس گھر میں داخل ہونے کے ضرورت مند شخص کا مال ومتاع اس گھر میں موجود ہو' اس گھر میں گھر کے مالکان میں سے کوئی ایسا شخص بھی موجود نہ ہو جس سے اجازت طلب کی جا سکتی ہو مثلاً: کرائے کے مکانات وغیرہ...... تو ایسے گھروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَيْسَ

---

[1] سنن ابی داود' الأدب' باب کیف الاستئذان' ح:۵۱۷۷

﴿عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ ان گھروں میں داخل ہونے میں تمہارے لئے کوئی حرج ہے نہ گناہ۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ بالا گھروں میں اجازت حاصل کئے بغیر داخل ہونا حرام ہے اور اس میں حرج اور گناہ ہے۔ ﴿اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ﴾ ''یہ کہ ایسے گھروں میں تم داخل ہو جن میں رہائش نہ ہو' البتہ اس میں تمہارا سامان ہو۔'' یہ حکم قرآن کریم کے تعجب انگیز احترازات میں سے ایک ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ﴾ ''اپنے گھروں کے سوا' دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو۔'' ہر گھر کے بارے میں لفظ عام ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں سے ان گھروں کو خارج کر دیا جو اس کی ملکیت میں تو نہیں ہیں البتہ اس کی کوئی متاع وہاں موجود ہے اور اس گھر میں کسی کی رہائش نہیں ہے' پس اللہ تعالیٰ نے اس گھر میں داخل ہونے میں حرج کو ساقط کر دیا۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام ظاہری اور باطنی احوال کو خوب جانتا ہے اور اسے تمہارے مصالح کا بھی علم ہے' اس لئے اس نے تمہارے لئے ایسے احکام کی تشریع کی ہے جن کے تم محتاج اور ضرورت مند ہو۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ

آپ کہہ دیجئے مومن مردوں سے، پست رکھیں وہ اپنی نگاہیں اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی یہ بہت پاکیزہ ہے ان کیلئے،

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

بلاشبہ اللہ خوب خبردار ہے ساتھ ان (کاموں) کے جو وہ کرتے ہیں ○

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ مومنوں سے فرمایئے اور ان لوگوں سے کہہ دیجئے جن کے پاس کچھ ایمان ہے جو انہیں ایسے امور میں پڑنے سے روکتا ہے جو ایمان میں خلل ڈالتے ہیں۔ ﴿يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ ''وہ اپنی نظروں کو پست رکھیں۔'' یعنی قابل ستر اور اجنبی عورتوں کی طرف سے اپنی نظروں کو ہٹا لیا کریں' ان بے ریش لڑکوں پر سے بھی نظر ہٹا لیں جن کو دیکھنے سے فتنے میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو' نیز دنیا کی زیب و زینت کی طرف بھی جن کو دیکھ کر فتنے میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو اور جو حرام میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

﴿وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ یعنی عورتوں یا مردوں کے ساتھ بدکاری یا ان کے علاوہ دوسری صورتوں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اسی طرح ان کو چھونے اور ان کو دیکھنے سے بچیں۔ ﴿ذٰلِكَ﴾ آنکھوں اور شرم گاہ کی یہ حفاظت ﴿اَزْكٰى لَهُمْ﴾ ان کے لئے زیادہ طہارت' پاکیزگی' اور ان کے اعمال خیر میں زیادہ اضافے کا باعث ہے کیونکہ جو کوئی اپنی نظر اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے وہ اس گندگی سے پاک ہو جاتا ہے جس میں فواحش کے مرتکب لوگ ملوث ہوتے ہیں اور ان محرمات کو ترک کرنے سے' نفس جن کی خواہش کرتا اور ان کی طرف دعوت دیتا ہے' اعمال خیر میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی چیز ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس

سے بہتر عوض عطا کرتا ہے۔ جو کوئی اپنی آنکھوں کو حرام پر پڑنے سے بچائے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کو روشن کر دیتا ہے...... نیز اگر بندہ اپنی شرم گاہ اور نظر کو حرام اور اس کے مقدمات میں پڑنے سے بچا سکتا ہے درآں حالیکہ شہوت کا داعیہ پوری طرح موجود ہو تو وہ دوسرے حرام میں پڑنے سے اپنے آپ کو زیادہ بچا سکتا ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں ''حفاظت'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔پس کسی محفوظ چیز کی حفاظت کے لیے نگرانی اور ان اسباب کو بروئے کار نہ لایا جائے جو اس کی حفاظت کے موجب بنیں تو وہ چیز محفوظ نہیں رہ سکتی۔اسی طرح نظر اور شرم گاہ کا معاملہ ہے' اگر بندہ ان کی حفاظت کی کوشش نہیں کرتا تو وہ ان کو آزمائشوں اور مصیبتوں میں ڈال دیتی ہیں۔علاوہ ازیں غور کیجیے' اللہ تعالیٰ نے کیسے شرم گاہ کی حفاظت کا مطلق طور پر حکم دیا ہے' کیونکہ شرم گاہ (کا غلط استعمال) کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔لیکن نظر کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ حرف جار (مِنْ) تبعیض پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بعض حالات میں' کسی ضرورت کے تحت غیر محرم چہروں کو دیکھنا جائز ہے۔مثلاً گواہ' حاکم اور نکاح کا پیغام دینے والے کے لیے غیر محرم چہروں پر نظر ڈالنا جائز ہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے کئی اعمال کا ذکر فرمایا ہے تا کہ لوگ محرمات سے اپنے نفسوں کی حفاظت کرنے کی کوشش کریں۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ

اور آپ کہہ دیجیے مومن عورتوں سے، پست رکھیں وہ اپنی نظریں اور حفاظت کریں وہ اپنی شرم گاہوں کی اور نہ ظاہر کریں وہ

زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا یُبْدِیْنَ

اپنا بناؤ سنگار مگر جو ظاہر ہو اس میں سے اور چاہیے کہ ڈالے رہیں وہ اپنی اوڑھنیاں اوپر اپنے گریبانوں کے اور نہ ظاہر کریں وہ

زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ

اپنا بناؤ سنگھار مگر اپنے خاوندوں کیلئے یا اپنے باپ دادا کیلئے یا باپ دادا کیلئے اپنے خاوندوں کے، یا اپنے بیٹوں کیلئے یا بیٹوں کیلئے

بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ

اپنے شوہروں کے، یا اپنے بھائیوں کیلئے، یا بیٹوں کیلئے اپنے بھائیوں کے یا بیٹوں کیلئے اپنی بہنوں کے یا اپنی (مسلمان) عورتوں کیلئے

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ

یا ان کیلئے جن کے مالک ہوئے انکے دائیں ہاتھ، یا ان نوکروں چاکروں کیلئے جو نہیں حاجت مند عورتوں کے، مردوں میں سے یا ان لڑکوں کیلئے

الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ

جو نہیں واقف اوپر چھپی باتوں کے عورتوں کی اور نہ ماریں وہ (عورتیں) پاؤں اپنے (زمین پر) تا کہ جانا جائے وہ جو چھپاتی ہیں وہ

مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

اپنے بناؤ سنگار سے اور توبہ کرو تم طرف اللہ کی سارے ہی، اے مومنو! تا کہ تم فلاح پاؤ ○

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو نظریں جھکانے اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا تو مومنات کو بھی نظر جھکانے اور شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا۔ فرمایا: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ ''اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجیے! کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔'' یعنی وہ ستر کی جگہوں اور مردوں پر شہوت کی نظر ڈالنے سے اپنی آنکھوں کو بچائے رکھیں ﴿وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ اور جماع حرام سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، نیز شرم گاہوں کو چھونے اور ان کی طرف حرام نظر سے ان کی حفاظت کریں۔

﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ﴾ ''اور اپنی زیب و زینت کی نمائش نہ کریں'' مثلاً خوبصورت لباس، زیورات اور تمام بدن زینت میں شمار ہوتے ہیں۔ چونکہ ظاہری لباس جس کو عادت کے مطابق پہنا جاتا ہے، کی نمائش کو نہیں روکا جا سکتا اس لیے فرمایا: ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ''مگر جو اس (زینت) سے ظاہر ہو۔'' یعنی وہ ظاہری لباس، جو عام طور پر پہنا جاتا ہے، اس لباس میں ایسی کوئی چیز نہ ہو جو فتنہ کو دعوت دیتی ہو۔

﴿وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ﴾ ''اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں۔'' اور یہ حکم کامل ستر پوشی کے لئے ہے اور یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ وہ زینت جس کی نمائش حرام ہے اس میں تمام بدن داخل ہے جیسا کہ ہم اس کا ذکر کر چکے ہیں، پھر زیب و زینت کی نمائش سے مکرر منع کرتے ہوئے اس میں سے ان لوگوں کو مستثنیٰ فرمایا: ﴿اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ﴾ یعنی اپنے شوہروں کے سامنے زینت کا اظہار جائز ہے۔ ﴿اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ﴾ ''یا ان کے اپنے باپ دادا یا ان کے شوہروں کے باپ دادا کے سوا'' یعنی اس استثناء میں باپ دادا اوپر تک شامل ہیں۔ ﴿اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ﴾ اور اس میں اپنے بیٹے، اپنے خاوندوں کے بیٹے اور پوتے اور پر پوتے بھی، نیچے تک شامل ہیں۔ ﴿اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ﴾ ''یا بھائی یا بھتیجے'' خواہ وہ حقیقی (عینی)، علاتی (باپ شریک) یا اخیافی (ماں شریک) بھائی ہوں۔ ﴿اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ﴾ ''یا بھانجے یا ان کی عورتیں۔'' یعنی مسلمان عورتوں کے لئے ایک دوسری پر نظر ڈالنا مطلقاً جائز ہے۔ اس میں اس امر کا احتمال بھی ہے کہ اضافت جنسیت کی مقتضی ہو، یعنی اپنی ''عورتوں'' سے مراد مسلمان عورتیں ہیں جو تمہاری جنس سے تعلق رکھتی ہیں تب اس میں ان لوگوں کے لئے دلیل ہے جن کا موقف ہے کہ مسلمان عورت کی طرف ذمی عورت کا دیکھنا جائز نہیں۔

﴿اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُنَّ﴾ ''یا جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے۔'' یعنی اس غلام کے لئے جو گھر میں صرف خواتین کی خدمت کے لئے مامور ہے، اپنی مالک کو اس وقت تک دیکھنا جائز ہے جب تک کہ مکمل طور پر اس کی ملکیت میں ہے جب ملکیت مکمل طور پر یا جزوی طور پر زائل ہو جائے تو مالکہ پر نظر ڈالنا جائز نہیں۔

﴿اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ﴾ یعنی وہ مرد جو تمہارے زیر دست ہیں اور تمہارے ساتھ ان کا تعلق ہے جو کسی قسم کی شہوانی اغراض نہ رکھتے ہوں، مثلاً ناقص العقل لوگ، جو شہوانی شعور نہیں رکھتے اور وہ لوگ جن

میں عورتوں کے پاس جانے کی خواہش باقی نہ رہے' ان کی شرمگاہ میں شہوت ہو نہ ان کے دل میں خواہش۔ ایسے شخص کے لئے نظر ڈالنا جائز ہے۔

﴿ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ﴾ یعنی وہ بچے جو اس قسم کی تمیز نہیں رکھتے ان کے لئے غیر عورتوں کو دیکھنا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ وہ عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہیں نہ اس کا علم رکھتے ہیں اور نہ ان میں شہوت پائی جاتی ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ایسے بچوں سے پردہ کرنا فرض ہے جو سن تمیز کو پہنچ چکے ہوں کیونکہ اب وہ عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہیں۔

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ﴾ یعنی وہ زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں تاکہ ان کے پہنے ہوئے زیورات مثلاً پازیب وغیرہ کی آواز نہ آئے اور اس سبب سے اس کی زینت ظاہر نہ ہو جو فتنے کا وسیلہ بن سکے۔

اس آیت کریمہ اور اس قسم کی دیگر آیات سے ”سد ذرائع“ کے فقہی قاعدے کا استنباط کیا جاتا ہے' یعنی کوئی امر' اگرچہ وہ فی نفسہ مباح ہے مگر اس پر عمل کرنے سے کسی حرام امر کا ارتکاب ہوتا ہے یا اس کا خدشہ ہے' تو سد ذریعہ کے طور پر یہ مباح امر ممنوع ہو جائے گا..... زمین پر پاؤں مارنا فی نفسہ مباح ہے لیکن چونکہ یہ اظہار زینت کا ذریعہ ہے' اس لئے پاؤں مار کر چلنے سے روک دیا گیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بہترین احکام کا حکم دیا ہے اور بہترین وصیتیں عنایت فرمائی ہیں۔ ان پر عمل کرنے میں بندۂ مومن سے کوتاہی واقع ہونا ایک لابدی امر ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے توبہ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ ”اور تمام مومنو! اللہ کے ہاں توبہ کرو“ یہ حکم دینے کے بعد فلاح کو اس پر معلق رکھا' چنانچہ فرمایا: ﴿ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ ”تاکہ تم کامیابی حاصل کرو“ اور توبہ کیا ہے؟ ان کاموں کو ظاہری اور باطنی طور پر ترک کر کے' جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں' ان امور کی طرف لوٹنا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ہر مومن توبہ کا محتاج ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل ایمان کو خطاب فرمایا ہے' نیز اس آیت میں خالص توبہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ ﴿ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے سوا اور کوئی مقصد نہ ہو۔ آفات دنیا' ریاء اور شہرت وغیرہ جیسے فاسد مقاصد سے محفوظ ہو۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ

اور نکاح کرو تم بے نکاحوں کا اپنے میں سے اور (انکا بھی) جو نیک ہیں تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے اگر ہوں گے وہ فقیر

يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ

تو غنی کر دیگا انہیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ وسعت والا خوب جاننے والا ہے O اور چاہیے کہ پاک دامن رہیں وہ لوگ جو نہیں پاتے (طاقت)

نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ

نکاح کی حتی کہ غنی کر دے انہیں اللہ اپنے فضل سے' اور وہ لوگ جو چاہتے ہیں مکاتبت (آزادی کی تحریر لکھانا) ان لوگوں میں سے کہ مالک ہیں

اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ

(انکے) تمہارے دائیں ہاتھ، تو تم لکھ کر دے دو انکو اگر معلوم کرو تم ان میں بھلائی اور دو تم انکو اللہ کے (دیئے ہوئے) اس مال میں سے وہ جو

اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَي الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ

اس نے دیا ہے تمہیں اور نہ مجبور کرو تم اپنی لونڈیوں کو اوپر بدکاری کرنے کے، اگر وہ چاہیں بچنا، تاکہ تلاش کرو تم سامان زندگانیٔ

الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِھْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۳

دنیا کا اور جو کوئی مجبور کرے گا انہیں تو بلاشبہ اللہ بعد ان کے مجبور کیے جانے کے، بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ۝

اللہ تبارک وتعالیٰ سرپرستوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ان مجرد عورتوں اور مردوں کا نکاح کریں جو ان کی سرپرستی میں ہیں۔(اَیَامٰی) سے مراد وہ مرد اور عورتیں ہیں جن کی بیویاں اور شوہر نہ ہوں یعنی کنوارے اور رنڈوے مرد وزن' لہٰذا اقربی رشتہ داروں اور یتیموں کے سرپرستوں پر واجب ہے کہ وہ ایسے مرد وزن کا نکاح کریں جو نکاح کے محتاج ہیں' یعنی جن کی کفالت ان پر واجب ہے۔ جب وہ ان لوگوں کا نکاح کرنے پر مامور ہیں جو ان کے زیردست ہیں تو خود اپنے نکاح کا حکم تو زیادہ مؤکد اور اولیٰ ہے۔

﴿ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَاۗىِٕكُمْ ﴾ ''اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی۔'' اس میں یہ احتمال ہے کہ صالحین سے مراد وہ لونڈی اور غلام ہیں جو دینی اعتبار سے صالح ہوں کیونکہ لونڈیوں اور غلاموں میں سے جو لوگ دینی اعتبار سے صالح ہیں' وہی لوگ ہیں جو بدکار اور زانی نہیں ہوتے' ان کا آقا اس بات پر مامور ہے کہ وہ ان کا نکاح کرے' یہ ان کی صالحیت کی جزا اور اس کی ترغیب ہے' نیز زناکار کا نکاح کرنے سے روکا گیا ہے تب یہ اس حکم کی تائید ہے جس کا ذکر سورت کی ابتداء میں کیا گیا ہے کہ زانی اور زانیہ جب تک توبہ نہ کریں' ان کا نکاح حرام ہے...... اور آزاد مرد وزن کی بجائے غلاموں کے نکاح کے لئے صالحیت کی تخصیص اس لئے ہے کہ عادۃً غلاموں میں فسق وفجور زیادہ ہوتا ہے۔

اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ صالحین سے مراد وہ لونڈی اور غلام ہوں جو نکاح کی صلاحیت رکھتے ہوں اور نکاح کے محتاج ہوں۔ اس معنی کی تائید یہ بات بھی کرتی ہے کہ جب تک مملوک نکاح کا حاجت مند نہ ہو اس کا مالک اس کا نکاح کرنے پر مامور نہیں...... اور یہ بھی کوئی بعید بات نہیں کہ اس سے دونوں ہی معنی مراد ہوں۔ واللہ اعلم۔

﴿ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاۗءَ ﴾ ''اور اگر ہوں گے وہ تنگ دست۔'' یعنی خاوند اور نکاح کرنے والے ﴿ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ ''تو غنی کردے گا اللہ ان کو اپنے فضل سے۔'' پس تمہیں یہ وہم نکاح کرنے سے نہ روک دے کہ جب تم نکاح کرلو گے تو عائلی بوجھ کی وجہ سے محتاج ہو جاؤ گے۔ اس آیت کریمہ میں نکاح کی ترغیب ہے' نیز نکاح کرنے والے سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اسے فقر کے بعد فراخی اور خوش حالی حاصل ہوگی۔ ﴿ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ ﴾ یعنی

اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بھلائی اور فضل عظیم کا مالک ہے۔ ﴿عَلِيمٌ﴾ وہ ان سب کو جانتا ہے جو اس کے دینی اور دنیاوی فضل یا کسی ایک کے مستحق ہیں اور وہ انہیں بھی جانتا ہے جو اس کے مستحق نہیں ہیں۔ وہ ان سب کو اپنے علم اور اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق عطا کرتا ہے۔

﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ﴾ ''اور ان لوگوں کو پاک دامن رہنا چاہیے جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے' یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔'' یہ اس شخص کے لیے حکم ہے جو نکاح کرنے سے عاجز ہے۔ اللہ نے اس کو حکم دیا ہے کہ وہ پاک بازی کو اپنا شیوہ بنائے' حرام کاری میں پڑنے سے بچے اور ایسے اسباب اختیار کرے جو اسے حرام کاری سے بچائیں یعنی قلب کو ایسے خیالات سے بچائے رکھے جو حرام کاری میں پڑنے کی دعوت دیتے ہوں' نیز وہ حرام کاری سے محفوظ رہنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے نوجوانو! تم میں سے جو کوئی نکاح کی طاقت رکھتا ہے وہ نکاح کرے اور جو کوئی نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ شہوت کو ختم کرتا ہے۔''[1]

﴿الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا﴾ یعنی اپنی محتاجی یا اپنے مالکوں کی محتاجی یا مالکوں کے نکاح نہ کرنے کی وجہ سے اگر وہ نکاح کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اور وہ اپنے نکاح کے لئے اپنے مالکوں کو مجبور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ معنی مقدر اس معنی سے بہتر ہے جو بعض لوگوں نے مراد لیا ہے کہ ''جو لوگ نکاح کا مہر ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' انہوں نے مضاف الیہ کو مضاف کا قائم مقام بنایا۔ مگر یہ معنی مراد لینے میں دو رکاوٹیں ہیں۔

(۱) کلام میں حذف ماننا پڑے گا' جبکہ اصل عدم حذف ہے۔

(۲) معنی کا اس شخص میں منحصر ہونا جس کی دو حالتیں ہوں' اپنے مال کی وجہ سے غنا کی حالت اور ناداری کی حالت۔ اس صورت میں غلام اور لونڈیاں اس سے نکل جاتی ہیں اور اسی طرح وہ بھی جن کا نکاح کرانا سرپرست کے ذمے ہے' جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

﴿حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پاک دامن شخص کے لئے غنا کا وعدہ کیا ہے' نیز یہ کہ وہ اس کے معاملے کو آسان کر دے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا ہے کہ کشادگی کا انتظار کرے تاکہ موجود حالات اس پر گراں نہ گزریں۔

﴿وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ﴾ یعنی تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو کوئی تم سے مکاتبت کا طلب گار ہو اور اپنے آپ کو خریدنا چاہے تو اس کی بات مانتے ہوئے اس سے مکاتبت

---

[1] صحيح البخاري' النكاح' باب قول النبي ﷺ من استطاع منكم......' ح: ٥٠٦٥ و صحيح مسلم' النكاح' باب استحباب النكاح لمن تاقت......' ح: ١٤٠٠

کرلو ﴿ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ ﴾ ”اگر جانو تم ان میں“ یعنی مکاتبت کے طلب گار غلاموں میں ﴿ خَيْرًا ﴾ ”بھلائی“۔ یعنی کمانے کی طاقت اور دین میں بھلائی کیونکہ مکاتبت میں دو مصلحتوں کا حصول مقصود ہے۔ آزادی کی مصلحت اور اس معاوضے کی مصلحت، جو وہ اپنے نفس کی آزادی کے لئے خرچ کرتا ہے۔ بسا اوقات وہ جدوجہد کر کے مکاتبت کی مدت کے اندر اپنے آقا کو اتنا مال مہیا کر دیتا ہے جو وہ غلامی میں رہتے ہوئے نہیں کر سکتا۔ اس لئے غلام کے لئے ایک بڑی منفعت کے حصول کے ساتھ ساتھ، اس مکاتبت میں آقا کو بھی نقصان نہیں پہنچتا۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے اس پہلو سے مکاتبت کا حکم دیا ہے، جو وجوب کا حکم ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ یا دوسرے قول کے مطابق یہ حکم استحباب کے طور پر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی مکاتبت پر ان کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ اس کے محتاج ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی مال نہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ﴾ ”اور تم ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔“ اس میں مکاتب کے آقا کا معاملہ بھی شامل ہے جس نے اس کے ساتھ مکاتبت کی ہے کہ وہ اس کی مکاتبت میں اس کو کچھ عطا کرے یا مکاتبت کی مقررہ رقم میں سے کچھ حصہ ساقط کر دے اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کو بھی مکاتب کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مکاتبین کے لئے زکوٰۃ میں حصہ رکھ دیا ہے اور زکوٰۃ میں سے مکاتبین کو عطا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ فرمایا: ﴿ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ﴾ یعنی جس طرح، یہ مال درحقیقت اللہ کا مال ہے، اس مال کا تمہارے ہاتھوں میں ہونا تم پر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کا محض عطیہ ہے، اسی طرح تم بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ احسان کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے۔

آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر غلام مکاتبت کا مطالبہ نہ کرے تو اس کے آقا کو حکم نہیں دیا جا سکتا کہ وہ اس کے ساتھ مکاتبت کی ابتدا کرے، جبکہ اس میں اسے کوئی بھلائی نظر نہ آئے، یا اسے معاملہ برعکس نظر آئے، یعنی وہ جانتا ہو کہ وہ کما نہیں سکتا اور اس طرح وہ لوگوں پر بوجھ بن کر ضائع ہو جائے گا۔ یا اسے یہ خوف ہو کہ جب بھی اس کو آزاد کر دیا گیا اور اسے آزادی حاصل ہو گئی تو اسے فساد برپا کرنے کی قدرت حاصل ہو جائے گی تو ایسے غلام کے بارے میں اس کے آقا کو مکاتبت کا حکم نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس کے برعکس اس کو مکاتبت سے روکا جائے گا، کیونکہ اس میں متذکرہ بالا خطرہ موجود ہے جس سے بچنا چاہیے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ ﴾ ”اور نہ مجبور کرو تم اپنی لونڈیوں کو“ ﴿ عَلَى الْبِغَاءِ ﴾ ”زنا کار بننے پر“ ﴿ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا ﴾ ”اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں۔“ اس لیے کہ اس حالت کے سوا کسی حالت میں اسے مجبور کرنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور اگر وہ پاک دامن رہنا نہ چاہے تو اس صورت میں وہ بدکار ہے اور

اس کے آقا پر واجب ہے کہ وہ اس کو اس بدکاری سے روک دے۔ اللہ تعالیٰ نے لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور کرنے سے اس لئے روکا ہے کہ جاہلیت میں لونڈیوں کو بدکاری کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ آقا اجرت کی خاطر اپنی لونڈی کو بدکاری پر مجبور کرتا تھا' اس لئے فرمایا: ﴿لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''تاکہ تم تلاش کرو دنیا کی زندگی کا سامان۔'' پس تمہارے لئے یہ مناسب نہیں کہ تمہاری لونڈیاں تم سے بہتر اور پاک باز ہوں اور تم صرف دنیا کے مال ومتاع کی خاطر ان کے ساتھ یہ سلوک کرو۔ دنیا کا مال بہت قلیل ہے وہ سامنے آتا ہے' پھر ختم ہو جاتا ہے۔ تمہاری کمائی تمہاری پاکیزگی' نظافت اور مروت ہے...... آخرت کے ثواب وعقاب سے قطع نظر...... یہ اس تھوڑے سے سامانِ دنیا کمانے سے کہیں بہتر ہے جو تمہارے رذالت اور خساست کے کمانے سے حاصل ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو توبہ کی طرف بلایا جن سے اپنی لونڈیوں پر جبر کرنے کا یہ گناہ سرزد ہوا' چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور جو ان کو مجبور کرے گا تو اللہ ان کے مجبور کرنے کے بعد غفور رحیم ہے۔'' یعنی اسے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہیے اور ان تمام گناہوں کو چھوڑ دینا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث بنتے ہیں۔ جب وہ ان تمام گناہوں سے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور اس پر اسی طرح رحم فرمائے گا جس طرح تائب نے اپنے نفس کو عذاب سے بچا کر اپنے آپ پر رحم کیا اور جس طرح اس نے اپنی لونڈی کو ایسے فعل پر' جو اس کے لئے ضرر رساں تھا' مجبور نہ کر کے اس پر رحم کیا۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

اور البتہ تحقیق نازل کیں ہم نے تمہاری طرف آیتیں واضح اور کچھ حال ان لوگوں کا جو گزر چکے پہلے تم سے،

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾

اور نصیحت واسطے پرہیز گاروں کے ○

یہ ان آیات کریمہ کی قدر ومنزلت اور تعظیم ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر تلاوت فرمائی تاکہ وہ ان کی قدر وقیمت کو پہچان لیں اور ان کے حقوق کو قائم کریں' چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ﴾ ''اور ہم نے نازل کیں تمہاری طرف آیات واضح کرنے والیں۔'' یعنی وہ اصولی اور فروعی ہر معاملے میں' جن کے تم محتاج ہو' اس طرح واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ کوئی اشکال اور شبہ باقی نہیں رہتا۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' اسی طرح نازل کیں ہم نے ﴿مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''ان لوگوں کی کہاوتیں جو تم سے پہلے گزرے۔'' یعنی ہم نے تمہاری طرف تم سے پہلے گزرے ہوئے اچھے برے لوگوں' ان کے اعمال اور ان کے ساتھ جو کچھ ہوا...... کی خبریں نازل کیں' جن کو مثال بنا کر تم عبرت حاصل کر سکتے ہو' یعنی جو کوئی ان جیسے افعال کا ارتکاب کرے گا اس کو وہی جزا دی جائے گی جو ان لوگوں کو دی گئی۔

﴿ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ یعنی اور ہم نے تمہاری طرف اہل تقویٰ کے لئے نصیحت نازل کی ہے جو وعدہ، وعید اور ترغیب وترہیب پر مشتمل ہے۔ اہل تقویٰ اس سے نصیحت پکڑتے ہیں اور ان امور سے رک جاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور ایسے امور اختیار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا' مثال اسکے نور کی مانند (روشنی) طاق کے ہے، اس (طاق) میں ایک چراغ ہے، (وہ) چراغ

فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ

شیشے (کی قندیل) میں ہے، وہ شیشہ' گویا کہ وہ ایک ستارہ ہے چمکتا ہوا، جلایا جاتا ہے وہ (چراغ) ایک درخت سے، جو مبارک ہے، زیتون کا،

لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْۗءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰي

نہیں ہے وہ مشرقی اور نہ مغربی، قریب ہے کہ تیل اس (زیتون) کا (خود بخود ہی) روشن ہو جائے اگرچہ نہ لگے اسے آگ، نور پر

نُوْرٍ ۭ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ

نور ہے' ہدایت دیتا ہے اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے لئے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ؀ۙ35

اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ (حسی اور معنوی طور پر) آسمانوں اور زمین کا نور ہے'' اللہ تعالیٰ بذات خود نور ہے اس کا حجاب نور ہے۔ اگر وہ اس حجاب کو ہٹا دے تو اس کے چہرۂ مبارک کے انوار وجلال حد نگاہ تک تمام مخلوق کو جلا کر راکھ کر دیں۔ اس کے نور سے عرش' کرسی' سورج' چاند اور جنت منور ہیں...... اسی طرح معنوی نور کا منبع بھی اللہ تعالیٰ ہے اس کی کتاب نور ہے' اس کی شریعت نور ہے' ایمان نور ہے' اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اس کے مومن بندوں کے دلوں میں موجود معرفت الٰہی نور ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا نور نہ ہو تو گمراہیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھا جائیں' لہٰذا ہر وہ مقام جہاں اللہ تعالیٰ کا نور نہیں ہے وہ اندھیروں میں ڈوب جاتا ہے۔

﴿ مَثَلُ نُوْرِهٖ ﴾ ''اس کے نور کی مثال'' یعنی وہ نور جس کی طرف اللہ تعالیٰ راہ نمائی فرماتا ہے اور وہ اہل ایمان کے دلوں میں ایمان اور قرآن کا نور ہے۔ ﴿ كَمِشْكٰوةٍ ﴾ ''ایک طاق کی مانند ہے'' ﴿ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ﴾ ''جس میں چراغ ہو'' کیونکہ طاق چراغ کی روشنی کو جمع کر دیتا ہے اور اسے بکھرنے نہیں دیتا ﴿ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ ﴾ ''چراغ شیشے کے فانوس میں رکھا ہوا ہو اور وہ فانوس'' اپنی صفائی اور خوبصورتی کی وجہ سے یوں لگے ﴿ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ﴾ ''جیسے وہ چمکتا ہوا ستارہ ہو'' یعنی وہ موتی کی مانند چمکتا ہو۔ ﴿ يُّوْقَدُ ﴾ ''جلایا جائے'' یعنی وہ چراغ جو اس چمک دار فانوس کے اندر ہے ﴿ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ ﴾ یعنی وہ زیتون کے تیل سے روشن کیا

جاتا ہے جس کا شعلہ سب سے زیادہ روشن ہوتا ہے۔

﴿لَّا شَرْقِيَّةٍ﴾ یعنی وہ فقط مشرقی جانب نہیں کہ دن کے آخری حصے میں اس کو سورج کی روشنی نہ پہنچتی ہو ﴿وَلَا غَرْبِيَّةٍ﴾ اور وہ فقط مغربی جانب بھی نہیں کہ دن کے پہلے حصے میں اس کو سورج کی روشنی حاصل نہ ہوتی ہو۔ جب یہ دونوں امور نہیں تو وہ زمین کے درمیان میں اگا ہوا ہے۔ جیسے ملک شام کا زیتون' جسے صبح وشام سورج کی روشنی حاصل ہوتی ہے اس وجہ سے وہ نہایت عمدہ ہوتا ہے اور اس کا تیل انتہائی صاف ہوتا ہے' اس لئے فرمایا: ﴿يَكَادُ زَيْتُهَا﴾ ''قریب ہے کہ اس کا تیل۔'' یعنی انتہائی صاف ہونے کی وجہ سے ﴿يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ﴾ ''آپ ہی روشنی دینے لگے' اگر چہ اسے آگ بھی نہ چھوئے۔'' اور جب اسے آگ چھوئے تو بہت زیادہ روشنی ہو ﴿نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ﴾ ''روشنی پر روشنی۔'' یعنی آگ کی روشنی اور زیتون کے تیل کی روشنی۔

یہ مثال جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اور اسے مومن کے احوال کے ساتھ تطبیق دی ہے نیز یہ کہ اس کا قلب اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی فطرت جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے وہ زیتون کے پاک صاف تیل کی مانند ہے۔ پس اس کی فطرت صاف اور تعلیمات الٰہیہ اور اعمال مشروعہ کے لئے مستعد ہے۔ جب اس کے پاس علم وایمان پہنچتا ہے تو یہ نور اس کے قلب میں روشن ہو جاتا ہے جیسے آگ چراغ کی بتی کو روشن کر دیتی ہے۔ اس کا قلب برے ارادوں اور فہم کی خرابی سے پاک ہوتا ہے۔ جب قلب میں ایمان جاگزیں ہوتا ہے تو تمام کدورتوں سے پاک ہونے کی وجہ سے اس نور سے جگمگا اٹھتا ہے اور قلب کی یہ صفائی' موتی کی طرح چمکتے ہوئے فانوس کی مانند ہے۔ پس قلب میں نور فطرت' نور ایمان' نور علم اور معرفت کی صفائی تمام اسباب مجتمع ہو جاتے ہیں اور یوں قلب میں روشنی پر روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے اور چونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور ہر کسی میں اس نور کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی' اس لئے فرمایا: ﴿يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ﴾ ''رہنمائی کرتا ہے اللہ اپنے نور کے لیے جس کی چاہتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ اپنے نور کے لئے صرف اسی کی راہ نمائی کرتا ہے جس کے متعلق اسے علم ہے کہ وہ پاک اور طیب وطاہر ہے اور یہ نور اس کی معیت میں مزید بڑھے گا۔ ﴿وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے'' تاکہ وہ اس سے عقل وفہم حاصل کریں یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا لطف واحسان ہے' نیز یہ مثالیں اس لئے بھی بیان کی گئی ہیں تاکہ باطل سے حق واضح ہو جائے کیونکہ ضرب الامثال معانی معقولہ کو محسوسات کے قریب کر دیتی ہیں اور بندوں کو واضح طور پر ان کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔

﴿وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ پس اس کا علم تمام اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس لئے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ضرب الامثال اس ہستی کی بیان کی ہوئی ہیں جو تمام اشیاء کے حقائق اور ان کی تفاصیل کو جانتی ہے اور وہ یہ بھی جانتی ہے کہ ان میں بندوں کے لئے مصلحت ہے۔ پس تمہیں ان پر اعتراض اور ان کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے

بلکہ تمہیں ان میں تدبر اور غور و فکر کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ

(یہ چراغ اور قندیلیں ہیں) ان گھروں میں کہ حکم دیا ہے اللہ نے یہ کہ بلند کیے جائیں وہ اور ذکر کیا جائے ان میں نام اللہ کا تسبیح کرتے ہیں واسطے اسکے

فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

ان (گھروں) میں صبح اور شام ○ وہ مرد کہ نہیں غافل کرتی انہیں تجارت اور نہ خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے،

وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾

اور قائم کرنے سے نماز کے، اور ادا کرنے سے زکوٰۃ کے، وہ ڈرتے ہیں اس دن سے کہ الٹ جائیں گے اس میں دل اور آنکھیں ○

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ

(وہ یہ کام کرتے ہیں) تاکہ جزا دے انہیں اللہ بہترین انکی جو عمل کیے انہوں نے اور وہ زیادہ دے انہیں اپنے فضل سے، اور اللہ رزق دیتا ہے،

مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

جسے چاہتا ہے، بغیر حساب کے ○

یعنی اللہ کی عبادت کی جاتی ہے ﴿فِيْ بُيُوْتٍ﴾ ''گھروں میں'' یعنی فضیلت اور عظمت والے گھروں میں جو اللہ تعالیٰ کو زمین کے سب ٹکڑوں سے زیادہ محبوب ہیں اور وہ مساجد ہیں۔ ﴿اَذِنَ اللّٰهُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وصیت کی ہے ﴿اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ ''کہ انہیں بلند کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے۔'' ان دو امور میں مساجد کے احکام جمع کر دیے گئے ہیں۔ مساجد کو بلند کرنے میں ان کی تعمیر' ان میں جھاڑو دینا' ان کو نجاستوں سے پاک رکھنا' ان کو بچوں اور فاتر العقل لوگوں سے محفوظ رکھنا جو نجاست سے نہیں بچتے' کفار سے محفوظ رکھنا ان کو لغویات اور ذکر الٰہی کے سوا دیگر بلند آوازوں سے محفوظ رکھنا' شامل ہیں۔ ﴿وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ ذکر میں فرض و نفل ہر قسم کی نماز' قراءت قرآن' تسبیح و تہلیل اور دیگر اذکار' علم کی تعلیم و تعلم' علمی مذاکرہ' اعتکاف اور دیگر عبادات جن کو مساجد میں سر انجام دیا جاتا ہے' سب شامل ہیں۔ اسی لئے مساجد کی آبادی دو اقسام پر مشتمل ہے۔

(۱) مساجد کی تعمیر اور ان کی حفاظت کے ساتھ ان کو آباد رکھنا۔ (۲) نماز اور ذکر الٰہی وغیرہ سے مساجد کو آباد رکھنا..... دونوں اقسام میں یہ قسم افضل ہے اسی لئے نماز پنجگانہ اور جمعہ کو مساجد میں مشروع کیا گیا ہے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک یہ حکم وجوب کے طور پر ہے اور بعض دیگر علماء کے نزدیک مستحب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح کی ہے جو عبادت کے ذریعے سے مساجد کو آباد کرتے ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا﴾ ''وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں ان میں۔'' اخلاص کے ساتھ ﴿بِالْغُدُوِّ﴾ ''دن کے ابتدائی حصے میں'' ﴿وَالْاٰصَالِ﴾ ''اور دن کے آخری حصے میں'' اللہ تعالیٰ نے ان دو اوقات کو ان کے شرف و

فضیلت کی بناء پر مخصوص کیا ہے نیز ان دو اوقات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سفر آسان اور سہل ہوتا ہے۔ اس تسبیح میں نماز وغیرہ داخل ہیں اس لئے تمام اذکار اور اوراد صبح اور شام کے اوقات میں مشروع کئے گئے ہیں۔

﴿ رِجَالٌ ﴾ یعنی ان مساجد میں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو اپنے رب پر دنیا اس کی لذتوں تجارت کاروبار اور اللہ سے غافل کر دینے والے کسی مشغلے کو ترجیح نہیں دیتے۔ ﴿ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ ﴾ ''ان کو غفلت میں نہیں ڈالتی کوئی تجارت۔'' اور یہ ہر اس کسب کو شامل ہے جس میں معاوضہ لینا مقصود ہو تب اس صورت میں ﴿ وَلَا بَيْعٌ ﴾ کا جملہ عام پر عطف خاص کے باب میں سے ہے کیونکہ دیگر کاموں کی نسبت خرید و فروخت میں زیادہ مشغولیت پائی جاتی ہے۔ پس یہ لوگ اگرچہ تجارت کرتے ہیں خرید و فروخت کرتے ہیں...... کیونکہ اس میں کوئی ممانعت نہیں...... مگر یہ تمام کام انہیں غافل نہیں کرتے کہ وہ ان امور کو ﴿ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے ذکر نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے'' پر ترجیح دیتے ہوئے ان کو مقدم رکھیں بلکہ اس کے برعکس ان کی غایت مراد اور نہایت مقصود یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کریں۔ اس اطاعت و عبادت اور ان کے درمیان جو چیز بھی حائل ہو وہ اسے دور پھینک دیتے ہیں۔

چونکہ اکثر نفوس کے لئے دنیا کا ترک کرنا بہت مشکل ہوتا ہے مختلف انواع کی تجارت اور مکاسب سے انہیں شدید محبت ہوتی ہے غالب حالات میں ان امور کو ترک کرنا ان پر گراں گزرتا ہے اور ان امور پر اللہ تعالیٰ کے حقوق کو مقدم رکھنے سے انہیں بہت تکلیف پہنچتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ترغیب و ترہیب کے ذریعے سے اس کی طرف دعوت دی ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴾ اس روز شدت ہول اور قلب و بدن کے دہشت زدہ ہونے کے باعث دل الٹ جائیں گے اور آنکھیں پتھرا جائیں گی اس لئے وہ اس دن سے ڈرتے ہیں بنابریں ان کے لئے عمل کرنا اور عمل سے غافل کرنے والے امور کو ترک کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

﴿ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے۔'' (اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا) سے مراد ان کے اعمال حسنہ اور اعمال صالحہ ہیں کیونکہ یہ ان کے بہترین اعمال ہیں کیونکہ وہ مباح اور دیگر اعمال بجالاتے ہیں۔ ثواب صرف اسی عمل پر عطا ہوتا ہے جو عمل حسن کے زمرے میں آتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (الزمر: ۳۹/ ۳۵) ''تاکہ جو بدترین عمل انہوں نے کئے ہیں اللہ ان کو ان کے حساب سے مٹا دے اور جو انہوں نے بہترین عمل کئے ہیں ان کے مطابق ان کو اجر عطا فرمائے۔'' ﴿ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ﴾ یعنی وہ ان کے اعمال کے مقابلے میں بہت زیادہ جزا عطا کرے گا۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ ''اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے روزی عطا فرماتا ہے۔'' بلکہ اللہ تعالیٰ اسے اتنا اجر عطا کرے گا کہ اس کے اعمال وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے اور اس کی

آرزو کی بھی وہاں تک رسائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے بغیر کسی شمار اور بغیر کسی ناپ تول کے اجر عطا کرے گا...... اور یہ بہت زیادہ کثرت کے لیے کنایہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءًۭ ۭ حَتّٰٓي اِذَا

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، انکے اعمال مانند سراب کے ہیں چٹیل میدان میں، گمان کرتا ہے اسکو پیاسا پانی، یہاں تک کہ جب

جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ

وہ آیا اسکے پاس تو نہ پایا اسے کچھ بھی، اور پایا اللہ کو اپنے پاس، پھر پورا (چکا) دیا اللہ نے اسے اسکا حساب اور اللہ بہت جلد لینے والا ہے

الْحِسَابِ ۝ ٣٩ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ

حساب ○ یا (انکے اعمال) اندھیروں کی مانند ہیں نہایت گہرے سمندر کے، ڈھانپتی ہے اسے ایک موج، اسکے اوپر ایک (اور) موج ہے، اسکے اوپر

سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ

ایک بادل ہے، اندھیرے ہیں بعض ان میں سے اوپر بعض کے (اوپر تلے) ہیں، جب وہ نکالے اپنا ہاتھ نہیں قریب کہ وہ دیکھ سکے اسکو

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ ٤٠ ع

اور وہ شخص کہ نہیں بنایا اللہ نے اس کے لیے کوئی نور، تو نہیں ہے اس کے لیے (کہیں بھی) کوئی نور ○

یہ دو مثالیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعمال کے بطلان' ان کے اکارت جانے اور ان اعمال کو سرانجام دینے والوں کی حسرت کو ظاہر کرنے کے لیے بیان فرمائی ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا'' اپنے رب کے ساتھ اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا ﴿اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ﴾ ''ان کے اعمال چٹیل میدان میں سراب کی طرح ہیں۔'' یعنی ان کے اعمال کی مثال ایسا دشت بے آب ہے جہاں کوئی درخت ہو نہ نباتات ﴿يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً﴾ ''پیاسا آدمی اسے پانی سمجھتا ہے۔'' یعنی سخت پیاسا شخص اس سراب کو پانی سمجھتا ہے کیونکہ پیاس کے مارے شخص کو پیاس کی وجہ سے وہ تو ہم لاحق ہوتا ہے جو کسی اور کو لاحق نہیں ہوتا۔ اور یہ گمان باطل ہے لیکن پیاسا شخص اپنی پیاس بجھانے کا ارادہ کرتا ہے ﴿حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا﴾ ''حتیٰ کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو وہ اس کو کچھ نہیں پاتا۔'' پس اسے سخت ندامت ہوتی ہے اور امید کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے اس کی پیاس اور بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح کفار کے اعمال سراب کی مانند ہیں۔ جاہل شخص جو معاملات کو نہیں جانتا اسے وہ اعمال اچھے دکھائی دیتے ہیں' ان کی ظاہری شکل وصورت اس کو دھوکے میں ڈال دیتی ہے۔ اپنی خواہشات نفس کی وجہ سے انہیں بھی اچھے اعمال سمجھتا ہے اور وہ اعمال کا اسی طرح محتاج ہوتا ہے جس طرح ایک پیاسا شخص پانی کا محتاج ہوتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز جب اپنے اعمال کا سامنا کرے گا تو ان کو ضائع شدہ اور بے فائدہ پائے گا اور حال یہ ہوگا کہ یہ اعمال اس کے حق میں ہوں گے نہ اس کے خلاف ہوں گے۔

﴿وَوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ﴾ ”بلکہ وہ وہاں اللہ کو موجود پاتا ہے جو اس کا پورا پورا حساب چکا دیتا ہے۔“ اس پر اس کا معمولی سا عمل بھی مخفی نہیں رہ سکے گا اور وہاں تھوڑا یا زیادہ عمل مفقود نہ ہوگا۔ ﴿وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ”اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔“ پس یہ جاہل لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدے کو دور نہ سمجھیں۔ یہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کفار کے اعمال کو سراب کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو ایسے دشت بے آب وگیاہ میں نظر آتا ہے جہاں کوئی درخت ہوتا ہے نہ نباتات۔ کفار کے دلوں کی یہی مثال ہے جن میں کوئی بھلائی اور کوئی نیکی نہیں ہوتی۔ پس وہ وہاں اعمال خیر چھوڑ دیتے ہیں' ایک مانع کی وجہ سے' اور وہ کفر ہے۔

کفار کے اعمال کے بطلان کو واضح کرنے کے لئے یہ دوسری مثال ہے۔ ﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ﴾ ”یا (ان کے عملوں کی مثال) ان اندھیروں کی سی ہے جو نہایت گہرے سمندر کی تہ میں ہوں۔“ اتھاہ اور بے کراں سمندر ﴿يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ ”جس پر لہر چلی آتی ہو اور اس کے اوپر دوسری لہر اور اس کے اوپر بادل ہو' غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں' ایک پر ایک۔“ بحر بے پایاں کی تاریکی' پھر اس پر ایک دوسری کے اوپر سوار موجوں کی تاریکی' پھر بادلوں کا گھٹا ٹوپ اندھیرا اور پھر سیاہ رات کا اندھیرا...... اور جہاں یہ حال ہو تو تاریکی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ﴿اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا﴾ ”جب آدمی اپنے ہاتھ کو نکالتا ہے تو اسے (اپنے قریب ہونے کے باوجود بھی) نہیں دیکھ پاتا“ پھر دوسری چیزوں کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔

کفار کا بھی یہی حال ہے' ان کے دلوں کو تہ در تہ تاریکیوں نے ڈھانپ رکھا ہے طبیعت کی تاریکی' جس میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی' اس کے اوپر کفر کی تاریکی' اس کے اوپر جہالت کی تاریکی اور اس کے اوپر ان مذکورہ بالا صفات کی وجہ سے صادر ہونے والے اعمال کی تاریکی...... پس کفار ان اندھیروں میں متحیر' اپنی جہالت میں سرگرداں' صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے' ضلالت اور گمراہی کے راستوں میں مارے مارے پھرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی توفیق سے محروم کر کے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے اور انہیں اپنا نور عطا نہیں کیا۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ ”اور جس کے حصے میں اللہ نور نہ کرے' تو اس کے لیے کوئی نور نہیں۔“ کیونکہ اس کا نفس ظالم اور جاہل ہے' اس میں کوئی بھلائی اور کوئی روشنی نہیں سوائے اس بھلائی اور روشنی کے جو اس کا رب اسے عطا کر دے...... ان دونوں تمثیلوں میں اس امر کا احتمال ہے کہ اس سے تمام کفار کے اعمال مراد ہوں۔ دونوں تمثیلیں کفار کے اعمال پر منطبق ہوتی ہیں اور اعمال کے تعدد اوصاف کی بنا پر ان کو متعدد بیان کیا ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ دونوں مثالیں الگ الگ گروہوں کے لئے بیان کی گئی ہوں۔ پہلی تمثیل قائدین کے لئے اور دوسری مثال پیروکاروں کے لئے ہو۔ واللہ اعلم۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بے شک اللہ، تسبیح کرتا ہے اس کیلئے جو کوئی ہے آسمانوں اور زمین میں، اور پرندے پر پھیلائے ہوئے (بھی)

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

ہر ایک (مخلوق) نے یقیناً جان لی ہے اپنی نماز (عبادت) اور اپنی تسبیح، اور اللہ خوب جانتا ہے اسکو جو کچھ وہ کرتے ہیں ○ اور اللہ ہی کیلئے ہے بادشاہی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٤٢﴾

آسمانوں اور زمین کی، اور اللہ ہی کی طرف ہے واپسی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ وہ عظمت اور کامل تسلط کا مالک ہے' تمام مخلوق اپنی ربوبیت اور عبادت میں اس کی محتاج ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے ہر وہ مخلوق جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔'' یعنی تمام حیوانات و جمادات ﴿ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ﴾ اور وہ پرندے (جو آسمان میں) اپنے پر پھیلائے اڑ رہے ہیں وہ بھی تسبیح کرتے ہیں ﴿ كُلٌّ ﴾ ''ہر ایک نے'' یعنی ان تمام مخلوقات میں سے ﴿ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ﴾ ''جان لیا ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو۔'' یعنی تمام مخلوقات میں ہر نوع کی' اس کی حسب حال نماز اور عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نماز اور تسبیح الہام کی ہے خواہ انبیاء و مرسلین کے توسط سے' جیسے جنوں' انسانوں اور فرشتوں کی نماز اور تسبیح۔ یا اپنی جانب سے الہام کے ذریعے سے' جیسے دیگر مخلوق' اور یہ احتمال زیادہ راجح ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے تمام افعال کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے وہ عنقریب انہیں اس کی جزا دے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ان اعمال کے بارے میں اپنے علم کو' جو اس کے سکھلانے سے وہ کرتے ہیں اور ان کے ان اعمال کے بارے میں' جو جزا و سزا کو متضمن ہیں' اپنے علم کو جمع کر دیا۔

آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ﴾ میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہو یعنی اللہ تعالیٰ ان کی عبادات کو جانتا ہے اگرچہ تم نہیں جانتے...... اے بندو! اگرچہ تم اس میں سے صرف وہی کچھ جانتے ہو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں مطلع کیا ہے...... یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے۔ ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ (بنی اسرآءیل: ۱۷/ ٤٤) ''ساتوں آسمان' زمین اور ان کے اندر جتنی چیزیں ہیں سب اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان نہ کر رہی ہو' مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے' بے شک وہ بڑا ہی بردبار اور بخشنے والا ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عبادت اور توحید کے پہلو سے ان کی عبودیت اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی احتیاج بیان فرمائی‘ بعد ازاں بیان فرمایا کہ وہ اقتدار‘ تربیت اور تدبیر کے پہلو سے بھی اس کے محتاج ہیں‘ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ”اور اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا خالق‘ رازق اور اس دنیا میں اپنے حکم شرعی وقدری کے ذریعے سے ان میں تصرف کرنے والا ہے اور آخرت میں حکم جزائی کے ذریعے سے ان میں تصرف کرے گا اور اس کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴾ یعنی آخر کار تمام مخلوق کا مرجع ومنتہیٰ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کی جزا دے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بے شک اللہ (ہی) چلاتا ہے بادل کو، پھر وہ ملاتا ہے باہم انکو، پھر وہ کر دیتا ہے اسے تہ بہ تہ، پس دیکھتے ہیں آپ

الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ

بارش کو کہ وہ نکلتی ہے اسکے درمیان میں سے، اور وہ اتارتا ہے آسمان سے (یعنی) ان پہاڑوں میں سے جو اس (آسمان) میں ہیں، اولے

فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ

پھر وہ پہنچاتا (برساتا) ہے وہ اولے اس پر جس کو وہ چاہتا ہے، اور پھیر دیتا ہے ان (اولوں) کو جس سے چاہتا ہے قریب ہے کہ چمک اسکی بجلی کی

يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

لے جائے آنکھوں (کی روشنی) کو ○ الٹتا پلٹتا رہتا ہے اللہ رات اور دن کو بلاشبہ اس میں

لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾

البتہ عبرت ہے واسطے اہل نظر کے ○

کیا تو نے اپنی آنکھوں کے ساتھ‘ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا مشاہدہ نہیں کیا کہ وہ کیسے ﴿ يُزْجِيْ سَحَابًا ﴾ ”بادل کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو ہانکتا ہے“ ﴿ ثُمَّ يُؤَلِّفُ ﴾ پھر وہ ان بدلیوں کو اکٹھا کرتا ہے اور ان کو پہاڑوں کی مانند گہرا ابر بنا دیتا ہے۔ ﴿ فَتَرَى الْوَدْقَ ﴾ تو ان بادلوں میں سے متفرق قطروں کی صورت میں بارش کو نکلتے ہوئے دیکھتا ہے تاکہ کسی ضرر کے بغیر اس بارش سے فائدہ حاصل ہو۔ پس اس بارش سے بڑے بڑے تالاب بھر جاتے ہیں‘ دریا ٹھاٹھیں مارنے لگتے ہیں‘ وادیاں بہہ نکلتی ہیں اور روئے زمین پر قسم قسم کی نباتات اگ آتی ہیں اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بادل میں سے ژالہ باری بھی کرتا ہے یہ ژالہ باری جہاں ہوتی ہے ہر چیز کو تلف کر کے رکھ دیتی ہے۔ ﴿ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ﴾ پس وہ اپنے حکم کونی وقدری کے تقاضے اور اپنی قابل ستائش حکمت کے مطابق جس پر چاہتا ہے ژالہ باری کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس ژالہ باری سے بچا لیتا ہے۔ ﴿ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ ﴾ یعنی اس بادل میں کوندنے والی بجلی اپنی تیز روشنی کی وجہ سے‘ قریب ہے کہ ﴿ يَذْهَبُ

﴿بِالْاَبْصَارِ﴾ ''آنکھوں کو لے جائے۔'' وہ ہستی' جس نے ان بادلوں کو اٹھایا اور ان کو اپنے ان بندوں تک پہنچایا جو اس کے محتاج ہیں اور ان کو اس طرح برسایا کہ اس بارش سے فائدہ حاصل ہو اور نقصان نہ ہو..... کیا وہ کامل قدرت' اٹل مشیت اور بے پایاں رحمت کی مالک نہیں؟

﴿يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ''بدلتا ہے اللہ رات اور دن کو۔'' یعنی گرمی میں سے نکال کر سردی کی طرف لاتا ہے اور سردی سے نکال کر گرمی کی طرف لاتا ہے۔ رات میں سے دن کو اور دن میں سے رات کو نکال لاتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے درمیان دنوں کو الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ یعنی اس میں اصحاب بصیرت اور امور مطلوبہ کی گہرائی تک پہنچنے والی عقل رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے' جیسے نظر قابل مشاہدہ حسی امور تک پہنچتی ہے۔ صاحب بصیرت ان مخلوقات کو عبرت اور تفکر کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس بات میں تدبر کرتا ہے کہ ان مخلوقات کی تخلیق کا کیا مقصد ہے اور روگردانی کرنے والا جاہل شخص اس کائنات پر غفلت کی نظر ڈالتا ہے' جیسے جانور اشیاء کو دیکھتے ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ
اور اللہ ہی نے پیدا کیا ہر زمین پر چلنے والے جان دار کو پانی سے، پس کچھ ان میں سے وہ ہیں جو چلتے ہیں اپنے پیٹ کے بل، اور کچھ ان میں سے
مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ
وہ ہیں جو چلتے ہیں دو پاؤں پر اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جو چلتے ہیں چار پاؤں پر پیدا کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾
بلاشبہ اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے روئے زمین کے تمام جانداروں کو..... جیسا کہ وہ مشاہدہ کرتے ہیں ﴿مِّنْ مَّآءٍ﴾ ''پانی سے'' تخلیق فرمایا' یعنی تمام جان داروں کا مادۂ تخلیق پانی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ (الانبیاء: ۳۰/۲۱) ''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی ہے۔'' پس وہ حیوانات جن کا سلسلۂ تناسل جاری ہے' ان کا مادۂ تخلیق نطفہ کا پانی ہے جب نر مادہ کو حاملہ کرتا ہے تو اسی آب نطفہ سے تخلیق ہوتی ہے اور وہ حیوانات جو زمین سے پیدا ہوتے ہیں وہ صرف پانی کی رطوبتوں سے پیدا ہوتے ہیں' مثلاً حشرات الارض۔ ان میں نطفہ وغیرہ موجود نہیں ہوتا' وہ ہمیشہ آب نطفہ کے بغیر پیدا ہوتے ہیں۔ پس مادۂ تخلیق ایک ہے' مگر اس سے پیدا ہونے والی مخلوق بہت سے پہلوؤں سے (ایک دوسرے سے) مختلف ہوتی ہے۔ ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ﴾ ''پس ان میں سے کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے'' جیسے سانپ وغیرہ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ﴾ ''اور کوئی دو ٹانگوں پر چلتا ہے'' جیسے آدمی اور بہت سے

پرندے ﴿ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰٓى اَرۡبَعٍ‌ ﴾ ''اور بعض ان میں سے چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔'' جیسے چوپائے اور مویشی وغیرہ۔ اصل ایک کے باوجود ان میں تنوع دلالت کرتا ہے کہ اس کی قدرت سب کو شامل اور اس کی مشیت سب میں نافذ ہے۔

بنابریں فرمایا: ﴿ يَخۡلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ‌ ﴾ ''اللہ جو چاہتا ہے (اور جیسی چاہتا ہے اپنی مخلوق) پیدا کرتا ہے'' ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔'' مثلاً اللہ تعالیٰ زمین پر پانی نازل کرتا ہے' یعنی پانی ایک ہی ہے۔ ماں' یعنی زمین ایک ہے مگر اس زمین سے جنم لینے والی اولاد مختلف اوصاف کی حامل اور متنوع ہے۔ فرمایا: ﴿ وَفِى الۡاَرۡضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّزَرۡعٌ وَّنَخِيۡلٌ صِنۡوَانٌ وَّغَيۡرُ صِنۡوَانٍ يُّسۡقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلٰى بَعۡضٍ فِى الۡاُكُلِ‌ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴾ (الرعد: ۱۳/ ٤) ''اور زمین میں الگ الگ خطے ہیں جو ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں' انگور کے باغات ہیں' کھیتیاں ہیں' نخلستان ہیں ان میں سے کچھ ایک ہی جڑ سے دو درخت نکلے ہوئے ہیں' کچھ اکہرے ہیں' جن کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے مگر مزے میں ہم ان کو ایک دوسرے پر فضیلت دے دیتے ہیں۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔''

لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ‌ؕ وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۴۶﴾

البتہ تحقیق نازل کیں ہم نے آیتیں کھول کر بیان کرنے والیں، اور اللہ ہی ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے طرف راہ راست کی ○

ہم نے اپنے بندوں پر رحم کر کے آیات بینات نازل کی ہیں' جو تمام مقاصد شرعیہ' آداب محمودہ اور معارف رشیدہ پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔ پس اس طرح راستے واضح ہو گئے' گمراہی میں سے راہ راست اور ضلالت میں سے ہدایت نمایاں ہو گئی۔ اس بارے میں کسی باطل پسند کے لئے شبہ کی ادنیٰ سی گنجائش باقی رہی نہ کسی متلاشی حق کے لئے کوئی اشکال باقی رہا...... کیونکہ یہ آیات بینات اسی ہستی کی طرف سے نازل کردہ ہیں جس کا علم کامل' جس کی رحمت کامل اور جس کا بیان کامل ہے۔ اس کے بیان سے بڑھ کر کوئی بیان نہیں ﴿ لِّيَهۡلِكَ مَنۡ هَلَكَ عَنۡۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحۡيٰى مَنۡ حَىَّ عَنۡۢ بَيِّنَةٍ ﴾ (الانفال: ۸/ ٤٢) ''تاکہ (اس کے بعد) جو کوئی ہلاک ہو تو وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے تو دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔''

﴿ وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ﴾ ''اور اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' ان لوگوں میں سے جن کے لئے بھلائی اور سچی عزت سبقت کر گئی ﴿ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴾ واضح اور مختصر راستے کی' جو اس تک اور اس کے اکرام و تکریم والے گھر تک جاتا ہے' جو علم حق' اس کو ترجیح دینے اور اس پر عمل کرنے کو متضمن ہے۔ اس کا بیان کامل تمام مخلوق کے لئے اور سب کو شامل ہے مگر ہدایت صرف اسی کے لئے مخصوص ہے جسے وہ چاہتا ہے۔ یہ اس کا فضل و

احسان ہے اور رب کریم کا فضل و کرم کبھی منقطع نہیں ہوتا اور یہ اس کا عدل ہے۔ اس نے کسی کے لئے کوئی حجت باقی نہیں رہنے دی اور احسان کے مواقع کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

اور وہ (منافق) کہتے ہیں، ایمان لائے ہم ساتھ اللہ کے اور ساتھ (اسکے) رسول کے، اور اطاعت کی ہم نے، پھر پھر جاتا ہے ایک فریق ان میں سے

مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

بعد اس کے، اور نہیں ہیں وہ لوگ مومن ○ اور جب بلائے جاتے ہیں وہ طرف اللہ اور اس کے رسول کی

لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا

تاکہ وہ فیصلہ کرے انکے درمیان تو ناگہاں کچھ لوگ ان میں سے اعراض کرنے والے (ہوتے) ہیں ○ اور اگر ہو ان کیلئے حق تو آتے ہیں

اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ ؕ اَفِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ

آپ کی طرف فرماں بردار ہو کر ○ کیا انکے دلوں میں روگ ہے یا انہوں نے شک کیا یا وہ ڈرتے ہیں اس بات سے کہ ظلم کرے گا اللہ

عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

ان پر اور اس کا رسول ؟ (نہیں!) بلکہ یہ لوگ خود ہی ظالم ہیں ○

الربع ۱۴

اللہ تبارک و تعالیٰ ان ظالموں کی حالت بیان کرتا ہے جن کے دلوں میں بیماری ضعف ایمان' نفاق' شک و ریب اور ضعف علم ہے جو اپنی زبان سے ایمان باللہ اور اطاعت کے التزام کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہ اپنی بات پر قائم نہیں رہتے اور ان میں سے ایک گروہ اطاعت سے بہت زیادہ روگردانی کرتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (الانفال: ۲۳/۸) ''اور وہ اعراض کرنے والے ہیں۔'' کیونکہ روگردانی کرنے والے کی کبھی کبھی اس امر کی طرف رجوع کی نیت ہوتی ہے جس سے اس نے روگردانی کی تھی۔ مگر یہ ظالم اس کی طرف التفات اور اس کی طرف رجوع کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا اور اس حالت کو آپ ایسے بہت سے لوگوں کے احوال کے مطابق پائیں گے جو ایمان اور اطاعت کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ وہ ضعیف الایمان ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ بہت سی عبادات کو قائم نہیں کرتے خاص طور پر ایسی عبادات جو بہت سے نفوس پر گراں گزرتی ہیں۔ مثلاً زکوٰۃ' نفقات واجبہ و مستحبہ اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ۔

﴿وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ﴾ جب ان کے اور کسی دوسرے شخص کے درمیان مخاصمت ہوتی ہے اور انہیں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کی طرف بلایا جاتا ہے۔ ﴿اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''تو ایک گروہ ان میں سے اعراض کرتا ہے۔'' وہ جاہلیت کے احکام چاہتے ہیں اور غیر شرعی قوانین کو شرعی قوانین پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ انہیں علم ہے کہ حق ان کے خلاف ہوگا اور شریعت وہی فیصلہ کرے گی جو واقع کے مطابق ہوگا۔

﴿ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ ﴾ اور اگر فیصلہ ان کے حق میں ہوتا ہے تو شریعت کے فیصلے کو قبول کر لیتے ہیں ﴿ مُذْعِنِيْنَ ﴾ ''اس کو مانتے ہوئے۔'' ان کا شریعت کے فیصلے کو قبول کرنا اس بنا پر نہیں کہ یہ شرعی فیصلہ ہے بلکہ وہ اس فیصلے کو اس بنا پر قبول کرتے ہیں کہ یہ ان کی خواہشات نفس کے موافق ہے تب وہ اس صورت میں قابل ستائش نہیں ہیں خواہ وہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے ہی کیوں نہ آئیں کیونکہ بندہ درحقیقت وہ ہے جو اپنے محبوب اور ناپسندیدہ امور میں اور اپنی خوشی اور غمی میں حق کی اتباع کرتا ہے اور وہ شخص جو شریعت کی اتباع اس وقت کرتا ہے جب شریعت اس کی خواہشات نفس کے موافق ہو اور اگر شریعت کا حکم اس کی خواہش کے خلاف ہو تو اسے دور پھینک دیتا ہے' وہ خواہش نفس کو شریعت پر مقدم رکھتا ہے ایسا شخص اللہ تعالیٰ کا حقیقی بندہ نہیں ہے۔

ان لوگوں کی احکام شریعت سے روگردانی پر ملامت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ﴾ ''کیا ان کے دلوں میں کوئی بیماری ہے؟'' جس نے ان کے دلوں کو صحت کے دائرہ سے نکال دیا' اس کا احساس جاتا رہا اور وہ بیمار آدمی کی طرح ہو گئے جو ہمیشہ اس چیز سے اعراض کرتا ہے جو اس کے لئے فائدہ مند ہے اور اس چیز کو قبول کرتا ہے جو اس کے لئے ضرر رساں ہے۔ ﴿ اَمِ ارْتَابُوْۤا ﴾ یا انہیں کوئی شک ہے یا ان کے دل اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے حکم کے بارے میں اضطراب کا شکار ہو گئے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر تہمت لگاتے ہیں کہ وہ حق کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا۔

﴿ اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ﴾ ''یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ظلم و جور پر مبنی فیصلہ کرے گا حالانکہ یہ تو انہی کا وصف ہے۔ ﴿ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ ''بلکہ ظالم تو وہ خود ہیں۔'' رہا اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا فیصلہ' تو وہ انتہائی عدل و انصاف پر مبنی اور حکمت کے موافق ہے۔ ﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾ (المائدۃ: ۵/۵۰) ''یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ سے بڑھ کر کس کا فیصلہ اچھا ہو سکتا ہے؟''

ان آیات کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان مجرد قول کا نام نہیں' بلکہ ایمان صرف اسی وقت معتبر ہوتا ہے جب اس کے ساتھ عمل بھی مقرون ہو۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے ایمان کی نفی کی ہے جو اطاعت سے منہ موڑتا ہے اور ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے وجوب کو نہیں مانتا اور اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے سامنے سرافگندہ نہیں ہوتا تو یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ اس کے دل میں بیماری اور اس کے ایمان میں شک و ریب کا شائبہ ہے' نیز احکام شریعت کے بارے میں بدگمانی کرنا اور ان کو عدل و حکمت کے خلاف سمجھنا حرام ہے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

بلاشبہ ہے بات مومنوں کی، جب بلائے جاتے ہیں وہ طرف اللہ اور اس کے رسول کی، تاکہ وہ فیصلہ کرے درمیان ان کے،

اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵۱﴾ وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ

یہ کہ کہتے ہیں وہ، سنا ہم نے اور اطاعت کی ہم نے، اور یہ لوگ، وہی ہیں فلاح پانے والے ○ اور جو شخص اطاعت کرے اللہ کی

وَ رَسُوۡلَہٗ وَ یَخۡشَ اللّٰہَ وَ یَتَّقۡہِ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۵۲﴾

اور اس کے رسول کی، اور وہ ڈرے اللہ سے اور تقویٰ اختیار کرے اس کا، پس یہ لوگ، وہی ہیں کامیاب ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے احکام شریعت سے روگردانی کرنے والوں کا حال بیان کرنے کے بعد 'اہل ایمان' جو مدح کے مستحق ہیں' کا حال بیان کیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّمَا کَانَ قَوۡلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴾ یعنی حقیقی مومن جنہوں نے اپنے اعمال کے ذریعے اپنے ایمان کی تصدیق کی جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے خواہ یہ فیصلہ ان کی خواہشات نفس کے موافق ہے یا مخالف ﴿ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا ﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔'' یعنی ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو سنا اور جس نے ہمیں اس فیصلے کی طرف بلایا ہم نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور ہم نے مکمل طور پر بغیر کسی تنگی کے' اس کی اطاعت کی۔ ﴿ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴾ ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر فلاح کو منحصر قرار دیا ہے کیونکہ فلاح سے مراد ہے مطلوب ومقصود کے حصول میں کامیابی اور امر مکروہ سے نجات...... صرف وہی شخص فلاح پا سکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو حکم اور ثالث بناتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے 'اطاعت' خاص طور پر حکم شریعت کی اطاعت کی فضیلت بیان کی' تو تمام احوال میں اطاعت کی فضیلت کا عمومی تذکرہ کیا اور فرمایا: ﴿ وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ﴾ ''اور جو اطاعت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی۔'' یعنی اللہ اور اس کے رسول کی خبر کی تصدیق اور ان کے حکم کی تعمیل کرتا ہے ﴿ وَ یَخۡشَ اللّٰہَ ﴾ اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرتا ہے کہ اس کا یہ خوف معرفت سے مقرون ہوتا ہے' بنابریں وہ منہیات کو ترک کر دیتا ہے اور خواہشات نفس کی تعمیل سے باز آ جاتا ہے' اس لئے فرمایا: ﴿ وَ یَتَّقۡہِ ﴾ اور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے محظورات کو چھوڑ دیتا ہے کیونکہ تقویٰ سے' علی الاطلاق' مراد ہے ماموارت کی تعمیل کرنا اور منہیات کو چھوڑ دینا اور جب یہ نیکی اور اطاعت سے مقرون ہو...... جیسا کہ اس مقام پر ہے...... تب اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو چھوڑ کر اس کے عذاب سے بچنا ہے۔

﴿ فَاُولٰٓئِکَ ﴾ یہی لوگ' جو اطاعت الٰہی' اطاعت رسول' تقوائے الٰہی اور خشیت الٰہی کے جامع ہیں ﴿ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴾ ''کامیاب ہیں۔'' اسباب عذاب کو ترک کر کے' اس سے نجات حاصل کر کے' ثواب کے اسباب اختیار کر کے اور اس کی منزل تک پہنچ کر وہ کامیاب ہوئے۔ پس کامیابی انہی کے لئے مخصوص ہے۔ جو کوئی ان لوگوں کے اوصاف سے متصف نہیں تو وہ ان اوصاف حمیدہ میں کوتاہی کے مطابق اس فوز وفلاح سے محروم ہوگا۔

یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے مشترک حق کے بیان پر مشتمل ہے۔ رسول کے حق سے مراد اطاعت رسول ہے جو ایمان کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص حق سے مراد تقویٰ اور خشیت الٰہی ہے اور تیسرا حق جو صرف رسول ﷺ کے ساتھ مختص ہے' وہ ہے آپ کی مدد و توقیر کرنا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان حقوق ثلاثہ کو "سورۃ الفتح" میں یوں جمع فرمایا ہے: ﴿لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ (الفتح: ۸/ ۴۸، ۹) "تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' اس کی مدد اور توقیر کرو اور صبح و شام اس (اللہ تعالیٰ) کی تسبیح بیان کرو۔"

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۭ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ

اور انہوں نے قسمیں کھائیں اللہ کی پختہ قسمیں اپنی البتہ اگر حکم دیں آپ انکو (جہاد کا) تو وہ ضرور نکلیں گے، آپ کہہ دیجیے! مت قسمیں کھاؤ تم،

طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

اطاعت (تمہاری) معروف ہے بلاشبہ اللہ خوب خبردار ہے ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو ۝ آپ کہہ دیجیے! اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو

الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ

رسول کی، پس اگر تم روگردانی کرو گے تو یقیناً اس (رسول) کے ذمے ہے جو کچھ بار رکھا گیا (اس پر) اور تمہارے ذمے ہے جو کچھ بار رکھا گیا (تم پر)

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

اور اگر تم اطاعت کرو گے اس کی تو ہدایت پا جاؤ گے، اور نہیں ہے رسول کے ذمے مگر پہنچا دینا کھلم کھلا ۝

اللہ تبارک تعالیٰ ان منافقین کا حال بیان کرتا ہے جو جہاد سے جی چرا کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں نکلے اور پیچھے گھروں میں بیٹھ رہے' نیز ان کا حال بیان کرتا ہے جن کے دلوں میں مرض اور ضعف ایمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں اٹھا کر کہتے ہیں: ﴿لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ﴾ "البتہ اگر آپ انہیں حکم دیں" مستقبل میں' یا جہاد کے لئے نکلتے وقت آپ ان کے نکلنے پر صراحت کے ساتھ اصرار کریں گے ﴿لَيَخْرُجُنَّ﴾ "تو وہ ضرور نکلیں گے۔" پہلا معنی زیادہ صحیح ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا﴾ "کہہ دیجیے! نہ قسمیں کھاؤ۔" یعنی ہمیں تم سے قسمیں اٹھوانے کی اور تمہارے عذروں کی توضیح کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بارے میں ہمیں آگاہ فرما دیا ہے اور تمہاری اطاعت گزاری سب کے سامنے ہے' ہم پر مخفی نہیں' ہم تمہاری سستی اور کسی عذر کے بغیر تمہاری کسل مندی کو خوب جانتے ہیں' اس لئے تمہارے عذر پیش کرنے اور قسمیں اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا محتاج تو صرف وہ ہوتا ہے جس کے معاملے میں متعدد احتمالات ہوں اور اس کا حال مشتبہ ہو' ایسے شخص کے لئے کبھی کبھی عذر اس کی براءت کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔ مگر تمہیں عذر کوئی فائدہ نہیں دے

گا۔ تمہارے بارے میں تو اس بات کا ڈر اور انتظار ہے کہ کب تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اس کا غضب نازل ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے'' وہ تمہیں ان اعمال کی پوری پوری جزا دے گا...... یہ ہے ان کی حقیقت احوال۔

رہے رسول اللہ ﷺ تو آپ کا وظیفہ یہ ہے کہ آپ نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اس لئے فرمایا: ﴿ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ ''کہہ دیجئے! اطاعت کرو اللہ اور رسول کی۔'' اگر وہ اس حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں تو یہ ان کی سعادت ہے۔ ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ ﴾ ''پس اگر تم نے روگردانی کی، تو اس (پیغمبر) پر وہ (ذمے داری) ہے جو اس پر ڈالی گئی۔'' یعنی رسالت کی ذمے داری، جو اس نے ادا کر دی ﴿ وَعَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ﴾ ''اور تم پر وہ ہے جو تم پر ڈالی گئی۔'' یعنی اطاعت کی ذمہ داری اور اس بارے میں تمہارا حال ظاہر ہو گیا ہے، تمہاری گمراہی اور تمہارا استحقاق عذاب واضح ہو گیا ہے۔ ﴿ وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ﴾ ''اور اگر تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا لو گے۔'' اپنے قول و فعل میں راہ راست کی۔ اس کی اطاعت کے سوا تم کسی طریقے سے بھی راہ راست نہیں پا سکتے، یہ ناممکن ہی نہیں بلکہ سخت محال بھی ہے۔

﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴾ یعنی رسول ﷺ کے ذمے تمہیں واضح طور پر پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے، جس میں کسی کے لیے کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا اور پیغام الٰہی کو واضح طور پر پہنچا دیا ہے اور اب اللہ تعالیٰ ہی تمہارا حساب لے گا اور تمہیں اس کی جزا دے گا۔ رسول ﷺ کا اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں اس نے تو اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ

وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور عمل کیے انہوں نے نیک، البتہ وہ ضرور خلافت عطا کریگا انہیں زمین میں

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ

جس طرح کہ اس نے خلافت دی تھی ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے، اور البتہ وہ ضرور مضبوط کر دے گا ان کیلئے انکا دین، وہ جو اس نے پسند کیا ان کیلئے،

وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ

اور البتہ وہ ضرور بدل (کر) دیگا انکو انکے خوف کے بعد امن، وہ عبادت کرینگے میری، نہیں شریک ٹھہرائیں گے وہ میرے ساتھ کسی چیز کو بھی

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾

اور جو کوئی کفر کرے گا بعد اس کے، پس یہ لوگ، وہی ہیں فاسق ○

یہ اللہ تعالیٰ کے ان سچے وعدوں میں سے ہے جن کی تاویل و تعبیر کا مشاہدہ کروایا گیا ہے۔ امت محمدیہ میں سے جو لوگ ایمان پر قائم رہتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کو

زمین کی خلافت عطا کرے گا۔ وہ زمین میں خلفاء ہوں گے اور زمین کی تمام تدبیر ان کے دست تصرف میں ہوگی۔ وہ اس دین کو، جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے، یعنی دین اسلام کو جو تمام ادیان پر فائق ہے، مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے لئے اس کے فضل وشرف اور اس پر اپنی نعمت کی بنا پر دین اسلام کو پسند فرمایا، یعنی وہ اس دین کو قائم کرنے، اس کے ظاہری و باطنی قوانین کو خود اپنی ذات پر اور دوسروں پر یعنی دیگر ادیان کے پیروکاروں اور تمام کفار پر نافذ کریں گے جو مفتوح اور مغلوب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ ان میں سے جب اور جہاں کہیں ایک مسلمان ہوتا تو وہ اپنے دین کے اظہار کی قدرت نہیں رکھتا تھا اگر اظہار کرتا تو کفار کی طرف سے بے شمار اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ مسلمان من حیث الجماعت دوسروں کی نسبت بہت کم تھے روئے زمین کے تمام لوگ مسلمانوں کو اذیت دینے میں متحد تھے اور ان پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔

اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے ساتھ ان امور کا وعدہ فرمایا جن کا اس سے قبل مشاہدہ نہیں کیا گیا تھا اور وہ ہیں خلافت ارضی، زمین میں اقتدار، اقامت دین پر قدرت، کامل امن، نیز یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کسی کا خوف نہ ہو گا۔ اس امت کے اولین لوگوں نے ایمان کو قائم کیا اور دوسروں سے بڑھ کر نیک کام کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملکوں اور قوموں پر حکمرانی عطا کی، مشرق ومغرب کو ان کے زیرنگیں کر دیا، ان کو کامل امن اور کامل قدرت عطا کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی حیران کن اور تعجب انگیز نشانی ہے۔ قیامت کے برپا ہونے تک یہ معاملہ اسی نہج پر جاری وساری رہے گا جب تک مسلمان ایمان کو قائم رکھیں گے اور اس کے تقاضوں کے مطابق نیک کام کرتے رہیں گے اس وقت تک انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق یہ چیزیں حاصل ہوتی رہیں گی...... البتہ مسلمانوں کے ایمان اور عمل صالح میں خلل واقع ہو جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کبھی کبھی کفار کو اقتدار عطا کر کے انہیں مسلمانوں پر مسلط کر دیتا ہے۔ ﴿ وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ ﴾ اے مسلمانو! اس کامل اقتدار اور تسلط کے بعد بھی اگر کوئی کفران نعمت کا ارتکاب کرتا ہے ﴿ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴾ ''تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔'' جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے باہر نکلے ہوئے اور بگڑے ہوئے ہیں انہوں نے اصلاح کا کوئی کام سرانجام دیا نہ ان میں بھلائی کی کوئی اہلیت ہے کیونکہ جو کوئی اپنے اقتدار، غلبہ اور موانع ایمان کے عدم وجود کے وقت ایمان کو ترک کر دیتا ہے تو یہ چیز اس کے فساد نیت اور خبث باطن پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس کے لیے خبث باطن کے سوا ترک دین کا کوئی داعیہ موجود نہیں۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے بھی اہل ایمان کو خلافت ارضی عطا کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ﴿ وَيَسۡتَخۡلِفَكُمۡ فِي الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرَ كَيۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ﴾ (الاعراف:۷/۱۲۹)

''اور تم کو زمین کی خلافت عطا کرے گا تاکہ دیکھے تم کیسے عمل کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ ﴾ (القصص: ۲۸/ ۵۔۶) ''ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو زمین میں کمزور اور ذلیل بنا کر رکھا گیا ہے اور انہیں سردار بنائیں اور انہی کو (بادشاہت کا) وارث ٹھہرائیں' نیز ہم زمین میں ان کو اقتدار عطا کریں۔''

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾ لَا تَحْسَبَنَّ

اور قائم کرو تم نماز اور ادا کرو زکوٰۃ، اور اطاعت کرو رسول کی تاکہ تم رحم کئے جاؤ ۝ نہ گمان کریں آپ

الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٥٧﴾ ع ۷ / ۱۴

ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا (ہمیں) عاجز کرنے والے زمین میں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے، اور البتہ بری ہے وہ جگہ واپسی کی ۝

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز کو ظاہری اور باطنی طور پر اس کے تمام ارکان' شرائط اور آداب کے ساتھ قائم کرنے اور اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کو عطا کیا اور ان کو اس مال پر خلیفہ بنایا کہ وہ یہ مال محتاجوں اور ان لوگوں پر خرچ کریں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مصارف زکوٰۃ کے ضمن میں کیا ہے اور یہ دو عبادات سب سے زیادہ جلیل القدر عبادات ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد' اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کی جامع ہیں پھر اس حکم پر عطف کے ساتھ عام حکم دیا، فرمایا: ﴿ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴾ ''اور اطاعت کرو رسول کی۔'' یعنی اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کر کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا ثبوت دو۔ ﴿ مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﴾ (النساء: ۴/ ۸۰) ''جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔'' ﴿ لَعَلَّكُمْ ﴾ ''تاکہ تم'' یعنی جب تم ان امور کا خیال رکھو گے تو ﴿ تُرْحَمُونَ ﴾ ''رحم کیے جاؤ۔'' جو کوئی رحمت کا طلب گار ہے تو اس کے حصول کا صرف یہی طریقہ ہے اور جو کوئی نماز قائم کئے' زکوٰۃ ادا کئے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کئے بغیر رحمت کی امید رکھتا ہے تو اس کی تمنائیں جھوٹی ہیں اور وہ جھوٹی آرزوؤں میں گرفتار ہے۔

﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ﴾ ''نہ گمان کریں آپ کافروں کو کہ وہ (اللہ کو) زمین میں عاجز کر دیں گے۔'' پس اس دنیا کی زندگی میں ان کو مال ومتاع سے نوازا جانا آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ ان کو مہلت دے رکھی ہے مگر وہ ان کو مہمل نہیں چھوڑے گا' جیسا کہ فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴾ (لقمان: ۳۱/ ۲۴) ''ہم تھوڑے عرصے کے لئے ان کو متاع دنیا سے نوازتے ہیں پھر ان کو بے بس کر کے ایک نہایت سخت عذاب کی طرف کھینچ لاتے ہیں۔'' بنابریں فرمایا: ﴿ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴾ ''ان کا ٹھکانا آگ ہے اور البتہ وہ برا ٹھکانا ہے۔'' یعنی کافروں کا انجام بدترین ہے' ان کا انجام شر' حسرت اور ابدی عذاب ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! چاہیے کہ اجازت طلب کریں تم سے وہ (غلام) جنکے مالک ہوئے تمہارے دائیں ہاتھ اور وہ (لڑکے بھی) جو نہیں پہنچے

الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ

بلوغت کو تم میں سے، تین بار (یعنی تین اوقات میں) پہلے نماز فجر سے، اور جس وقت اتار دیتے ہو تم کپڑے اپنے

مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ

دوپہر کو، اور بعد نماز عشاء کے (یہ) تین وقت پردے کے ہیں تمہارے لئے، نہیں ہے تم پر

وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ

اور نہ ان ہی پر کوئی گناہ بعد ان (وقتوں) کے (وہ) بکثرت پھرنے (آنے جانے) والے ہیں تم پر (یعنی) بعض تمہارے بعض پر

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾

اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے آیتیں، اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ ان کے غلام اور نابالغ بچے اجازت طلب کر کے ان کے پاس آیا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کی ہے اور یہ کہ اجازت طلب کرنے والوں کے لئے پردے کے یہ تین اوقات ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد جب سونے کا وقت ہوتا ہے اور فجر کی نماز کے لئے بیدار ہونے سے پہلے۔ غالب حالات میں، رات کے وقت سونے والے نے معمول کے لباس کی بجائے شب خوابی کا لباس پہنا ہوتا ہے...... البتہ دن کے وقت، قیلولہ وغیرہ میں انسان بسا اوقات اسی معمول کے لباس ہی میں سو جاتا ہے۔ اس کو اپنے اس ارشاد کے ساتھ مقید کیا ہے۔ ﴿ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ ﴾ ''دوپہر کے وقت جب تم (قیلولہ کے لئے) کپڑے اتارتے ہو۔'' پس مذکورہ بالا تین اوقات میں تمہارے غلام اور چھوٹے بچوں کو دوسرے لوگوں کی مانند اجازت لئے بغیر داخل ہونے کی اجازت نہیں...... ان تین اوقات کے علاوہ دیگر اوقات کے بارے میں فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ﴾ ''نہیں ہے تم پر اور نہ ان پر کوئی گناہ ان اوقات کے بعد۔'' یعنی یہ غلام اور بچے دوسروں کی مانند نہیں کیونکہ وہ ہمیشہ ان کے محتاج ہوتے ہیں اس لئے ان کا ہر وقت اجازت طلب کرتے رہنا ان کے لئے باعث تکلیف ہوگا۔ بنابریں فرمایا: ﴿ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ یعنی تمہارے کام سرانجام دینے اور تمہاری ضروریات پوری کرنے کے لئے ان کا تمہارے پاس آنا جانا رہتا ہے۔ ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ﴾ وہ تاکید کے لئے اپنی آیات کو اپنی حکمت کے ساتھ مقرون بیان کرتا ہے تاکہ شارع کی رحمت اور اس کی حکمت کی معرفت حاصل ہو۔ اس لئے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ ''اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔'' اس کا علم تمام واجبات و مستحبات اور تمام ممکنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وہ اس حکمت

کو بھی خوب جانتا ہے جس کی بنا پر ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھا گیا۔ پس ہر مخلوق کو وہی تخلیق عطا کی گئی ہے جو اس کے لائق ہے اور اس نے تمام شرعی احکام عطا کیے ہیں جو اس کے مناسب حال ہیں۔ یہ متذکرہ صدر احکام بھی انہی میں سے ہیں جنہیں اس نے خوب کھول کھول کر بیان کیا ہے اور ان کے مآخذ کو اور ان کے حسن کو واضح کیا ہے۔

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ

اور جب پہنچ جائیں لڑکے تم میں سے بلوغت کو تو چاہیے کہ وہ (بھی) اجازت طلب کریں جس طرح اجازت لیتے تھے وہ لوگ جو

مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٩﴾

ان سے پہلے تھے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں، اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ○

﴿ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ ﴾ ''اور جب پہنچ جائیں بچے تم میں سے بلوغت کو۔'' اور یہ وہ عمر ہے جب سوتے یا جاگتے میں منی کا انزال ہو جاتا ہے۔ ﴿ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''تو ان کو چاہیے کہ وہ اجازت طلب کریں جیسے اجازت مانگتے ہیں وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے۔'' یعنی تمام اوقات میں۔ اور جن لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے ﴿ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ میں اشارہ فرمایا ہے' یہ وہ لوگ ہیں جو اس آیت کریمہ میں مذکور ہیں: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا ﴾ (النور: ٢٧/٢٤) ''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو۔'' ﴿ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ ﴾ ''اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ اپنی آیتیں۔'' یعنی واضح کرتا ہے اور اس کے احکام کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے ﴿ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ باخبر اور حکمت والا ہے۔'' ان دو آیات کریمہ میں متعدد فوائد ہیں:

(۱) آقا اور چھوٹے بچوں کے سرپرست کو مخاطب کیا گیا ہے کہ وہ اپنے غلاموں اور ان چھوٹے بچوں کو علم اور آداب شرعیہ کی تعلیم دیں جو ان کی سرپرستی میں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اس کے خطاب کا رخ ان کی طرف ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ﴾ ''اے ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں ان کو تین اوقات میں اجازت طلب کرنی چاہیے۔'' اور یہ چیز ان کی تعلیم و تادیب کے بغیر ممکن نہیں اور نیز اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ ﴾ ''تم پر اور ان پر ان اوقات کے بعد کوئی گناہ نہیں ہے۔''

(۲) اللہ تعالیٰ نے پردہ کی حفاظت اور اس معاملے میں ہر قسم کی احتیاط کا حکم دیا ہے' نیز اس جگہ پر جہاں انسان کے ستر کے نظر آنے کا امکان ہو وہاں غسل اور استنجاء وغیرہ سے روکا گیا ہے۔

(۳) ضرورت کے وقت ستر کھولنا جائز ہے' مثلاً سوتے یا بول و براز وغیرہ کے وقت۔

(۴) ان آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دنوں میں مسلمان رات کے وقت سونے کی طرح دوپہر کے وقت قیلولہ کرنے کے عادی تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انہیں ان کی موجودہ حالت کے مطابق خطاب کیا ہے۔

(۵) اس بچے کے بارے میں جو ابھی بالغ نہیں ہوا' جائز نہیں کہ اسے ستر دیکھنے کی اجازت دی جائے اور نہ ہی اس کا ستر دیکھنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت طلب کرنے کا حکم ایسے معاملے میں دیا ہے جو جائز ہے۔

(۶) غلام کے لئے اپنے مالک کا ستر دیکھنا جائز نہیں۔ اسی طرح مالک کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے غلام کا ستر دیکھے' جیسے ہم نے بچے کے سلسلے میں بیان کیا۔

(۷) واعظ اور معلم جو علوم شرعیہ میں بحث کرتا ہے' اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ حکم بیان کرنے کے ساتھ اس کا مآخذ اور اس کی وجہ بھی بیان کر دے اور دلیل اور تعلیل کے بغیر کوئی بات نہ کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم مذکور بیان کرنے کے بعد اس کی علت بیان کی ہے۔ فرمایا: ﴿ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ﴾ ''یہ تین اوقات تمہارے لئے پردے کے اوقات ہیں۔''

(۸) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ نابالغ بچے اور غلام حکم شرعی میں مخاطب ہیں جس طرح ان کا سرپرست مخاطب ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ﴾ ''ان اوقات کے بعد اگر وہ اجازت لئے بغیر آئیں تو تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر۔''

(۹) بچے کا لعاب پاک ہے خواہ وہ نجاست' مثلاً قے وغیرہ کے بعد کا لعاب ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ﴾ ''وہ تمہارے پاس بار بار آنے والے ہیں۔'' نیز جب رسول اللہ ﷺ سے بلی کے جوٹھے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: «اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ»[1] ''یہ تمہارے پاس نہایت کثرت سے آنے جانے والوں اور آنے جانے والیوں میں سے ہیں۔'' (اس لیے ان کا جوٹھا جائز ہے)

(۱۰) انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے زیر سایہ بچوں سے ایسی خدمت لے جس میں ان کے لئے مشقت نہ ہو۔ اس کے لئے دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ﴾ ''وہ تمہارے پاس بار بار آنے والے ہیں۔''

(۱۱) متذکرہ صدر حکم صرف ان بچوں کے لئے ہے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے۔ بالغ ہونے کے بعد تو ہر حال میں اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔

[1] سنن ابی داود' الطھارۃ' باب سؤر الھرۃ' ح:۷۵ و سنن النسائی' الطھارۃ' باب سؤر الھرۃ' ح:۶۸

(۱۲) منی کے انزال سے بلوغت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ تمام شرعی احکام جو بلوغت پر مترتب ہوتے ہیں' انزال کے ساتھ ہی لاگو ہو جاتے ہیں اور اس پر تمام امت کا اجماع ہے البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ عمر یا زیر ناف بال اگنے سے بلوغت حاصل ہو جاتی ہے یا نہیں۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ
اور گھروں میں بیٹھ رہنے والی عورتیں ، وہ جو نہیں امید رکھتیں نکاح کی، پس نہیں ان پر کوئی گناہ یہ کہ
یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ
اتار دیں وہ اپنے (پردہ کرنے کے) کپڑے جبکہ نہ ظاہر کرنے والی ہوں وہ (اپنی) زینت کو اور یہ کہ بچیں وہ (اس سے بھی تو)
خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾
بہت بہتر ہے ان کے لئے اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے ○

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ ''اور بڑی بوڑھی عورتیں۔'' یعنی وہ عورتیں جو شہوت اور تعلقات زن و شوہر میں رغبت نہ رکھتی ہوں۔ ﴿الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا﴾ جو نکاح کی خواہش مند ہوں نہ کوئی مرد ان کے ساتھ نکاح کی رغبت رکھتا ہو اور یہ اس کے بوڑھی ہونے کی وجہ سے ہو کہ کسی کو اس میں کوئی رغبت ہو نہ وہ رغبت رکھتی ہو یا اتنی بدصورت ہو کہ کسی کو اس میں رغبت نہ ہو۔ ﴿فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ﴾ ''تو ان پر کوئی گناہ اور حرج نہیں'' ﴿اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ﴾ کہ وہ اپنا ظاہری لباس یعنی چادر وغیرہ اتار دیں جس کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دیا تھا: ﴿وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ﴾ (النور: ۲٤/ ۳۱) ''اور وہ اپنے سینوں پر اپنے دوپٹوں کی بکل مارے رہیں۔'' پس ان خواتین کے لئے اپنے چہروں کا ننگا کرنا جائز ہے کیونکہ اب ان کے لئے یا ان کی طرف سے کسی فتنے کا ڈر نہیں۔

چونکہ ان خواتین کے اپنی چادر اتار دینے میں نفی حرج سے بعض دفعہ یہ وہم بھی لاحق ہو سکتا ہے کہ اس اجازت کا استعمال ہر چیز کے لئے ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس احتراز کو اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے دور کیا ہے: ﴿غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ﴾ ''وہ اپنی زینت کو ظاہر کرنے والی نہ ہوں۔'' یعنی ظاہری لباس اور چہرے کے نقاب کی زینت کو لوگوں کو نہ دکھائیں اور نہ زمین پر پاؤں مار کر چلیں کہ ان کی زینت ظاہر ہو کیونکہ عورت کی مجرد زینت خواہ پردے ہی میں کیوں نہ ہو اور خواہ اس میں عدم رغبت ہی کیوں نہ ہو...... فتنہ کی باعث ہے اور دیکھنے والے کو گناہ میں مبتلا کر سکتی ہے ﴿وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ﴾ ''اور اگر وہ احتیاط کریں تو ان کے لیے زیادہ بہتر ہے۔'' ''استعفاف'' سے مراد ہے' ان اسباب کو استعمال کر کے جو عفت کا تقاضا کرتے ہیں' عفت کا طلب گار رہنا' مثلاً نکاح کرنا اور ان امور کو ترک کرنا جن کی وجہ سے فتنہ میں پڑنے کا خوف ہو۔ ﴿وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ﴾ اللہ تعالیٰ تمام آوازوں کو سنتا ہے ﴿عَلِیْمٌ﴾

اور وہ نیتوں اور مقاصد کو بھی خوب جانتا ہے' اس لئے ان عورتوں کو ہر قول فاسد اور قصد فاسد سے بچنا چاہیے۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا

نہیں ہے اندھے پر کوئی حرج اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج اور نہ مریض پر کوئی حرج اور نہ

عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ

خود تم ہی پر (کوئی حرج) اس بات میں یہ کہ کھاؤ تم اپنے گھروں سے، یا گھروں سے اپنے باپ دادوں کے، یا گھروں سے اپنی ماؤں کے،

اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ

یا گھروں سے اپنے بھائیوں کے، یا گھروں سے اپنی بہنوں کے، یا گھروں سے اپنے چچاؤں کے یا گھروں سے اپنی پھوپھیوں کے،

اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ط

یا گھروں سے اپنے ماموؤں کے، یا گھروں سے اپنی خالاؤں کے، یا وہ گھر کہ مالک ہو تم انکی چابیوں کے، یا (گھروں سے) اپنے دوستوں کے،

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ط فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا

نہیں تم پر کوئی گناہ یہ کہ کھاؤ تم (سب) اکٹھے یا الگ الگ پس جب داخل ہو تم گھروں میں

فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

تو سلام کرو اوپر اپنے (لوگوں کے) (یہ) تحفہ ہے اللہ کی طرف سے بابرکت، پاکیزہ، اسی طرح (کھول کر) بیان کرتا ہے

اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾ ع

اللہ تمہارے لئے آیتیں تاکہ تم عقل کرو ○

ع ۸

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی عنایات کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے ان کو دین کے معاملے میں کسی حرج میں مبتلا نہیں کیا بلکہ اس نے دین کو بے حد آسان کر دیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ﴾ ''اندھے پر' لنگڑے پر' اور مریض پر کوئی حرج نہیں۔'' یعنی ان لوگوں پر' ان امور واجبہ کو ترک کرنے میں جن کا دارومدار ان میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے مثلاً جہاد وغیرہ جن کا دارومدار بصارت' لنگڑے پن سے صحیح ہونا یا مریض کی صحت پر ہے اس عام معنی ہی کی وجہ سے' جس کا ہم نے ذکر کیا ہے' اس میں کلام مطلق کیا گیا ہے اور اس کو مقید نہیں فرمایا جس طرح کہ اس نے اپنے اس ارشاد میں مقید فرمایا ہے۔ ﴿وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ﴾ یعنی خود تم پر کوئی حرج نہیں ﴿اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ﴾ ''اس بات میں کہ تم کھاؤ اپنے گھروں سے۔'' یعنی تم پر اپنی اولاد کے گھروں میں سے کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں یہ آیت کریمہ اس حدیث صحیح کے موافق ہے۔ آپ نے فرمایا: «انْتَ وَمَا لُکَ لِاَبِيْکَ» (1) ''تو اور تیرا مال

(1) سنن ابن ماجه' التجارات' باب ماللرجل من مال ولده' ح:۲۲۹۱

تیرے باپ کی ملکیت ہے۔'' ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ وَ اِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ» ① ''بہترین چیز جو تم کھاتے ہو' تمہاری کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔'' اور ﴿مِنْۢ بُیُوْتِکُمْ﴾ سے مراد خود اپنا گھر نہیں ہے کیونکہ یہ تو تحصیل حاصل ہے' جس سے اللہ تعالیٰ کا کلام منزہ اور پاک ہے' نیز یہ نفی حرج' ان جگہوں کے بارے میں ہے جہاں گناہ کا گمان یا وہم ہو سکتا ہے۔ رہا انسان کا اپنا گھر تو وہاں گناہ اور حرج کا ادنیٰ سا گمان بھی نہیں ہو سکتا۔

﴿اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآئِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِکُمْ﴾ ''تم پر اپنے باپوں' اپنی ماؤں' اپنے بھائیوں' اپنی بہنوں' اپنے چچاؤں' اپنی پھوپھیوں' اپنے ماموؤں اور اپنی خالاؤں کے گھر سے کھانے پر کوئی حرج نہیں ہے۔'' یہ سب لوگ معروف ہیں۔ ﴿اَوْ مَا مَلَکْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ﴾ ''یا وہ (گھر) جن کی چابیوں کے تم مالک ہوئے۔'' اس سے مراد وہ گھر ہیں جن میں آپ وکالت یا سرپرستی وغیرہ کی بنا پر تصرف کا اختیار رکھتے ہیں رہا ''غلام'' سے اس کی تفسیر کرنا تو یہ دو وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

(۱) غلام کے لیے: (مَلَکْتَ مَفَاتِحَهُ) ''نہیں کہا جاتا' بلکہ (مَامَلَکْتُمُوهُ) یا (مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ) کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اس گھر کی صرف کنجیوں کے مالک نہیں ہوتے بلکہ وہ تمام گھر کے مالک ہوتے ہیں۔

(۲) غلاموں کے مکان انسان کے خود اپنے گھر سے باہر نہیں ہیں کیونکہ غلام اور اس کی ہر چیز اس کے آقا کی ملکیت ہے۔ پس یہاں نفی حرج کو بیان کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

﴿اَوْ صَدِیْقِکُمْ﴾ ''یا اپنے دوست کے (گھر) سے۔'' یہ نفی حرج' مذکورہ بالا تمام گھروں میں' بغیر اجازت کھا پی لینے میں نفی حرج ہے اور اس کی حکمت سیاق کلام سے واضح ہے۔ ان مذکورہ گھروں میں عادت اور عرف عام کے مطابق' قرابت قریبہ' تصرف کامل اور دوستی کی وجہ سے' کھا پی لینے کے معاملے میں مسامحت برتی جاتی ہے۔ اگر ان مذکورہ بالا گھروں میں کھا لینے میں عدم مسامحت اور بخل معلوم ہو جائے تو حکمت اور معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے کھانا پینا جائز ہے نہ حرج ہی رفع ہوتا ہے۔

﴿لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا﴾ ''نہیں ہے تم پر کوئی گناہ یہ کہ تم اکٹھے کھاؤ یا الگ الگ'' یہ سب جائز ہے ایک گھر کے تمام افراد کا اکٹھے مل کر کھانا یا علیحدہ علیحدہ کھانا ہر طرح سے جائز ہے۔ یہاں حرج کی نفی ہے فضیلت کی نفی نہیں ہے۔ اس لیے اکٹھے مل کر کھانا افضل ہے۔

---

① سنن ابن ماجه' التجارات' باب ماللرجل من مال ولده' ح: ۲۲۹۰ و سنن ابی داود' البیوع' باب الرجل یأکل من مال ولده' ح: ۳۵۲۸

﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا﴾ ''جب تم داخل ہو گھروں میں۔'' یہ سیاق شرط میں نکرہ ہے جو خود اپنے گھر اور دیگر گھروں کو شامل ہے' خواہ گھر میں کوئی سکونت پذیر ہو یا نہ ہو۔ جب تم ان گھروں میں داخل ہوا کرو ﴿فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ﴾ یعنی تم ایک دوسرے کو سلام کیا کرو' کیونکہ تمام مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے' ایک دوسرے پر مہربانی کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ عاطفت سے پیش آنے میں' فرد واحد کی مانند ہیں' لہٰذا کسی فرق و امتیاز کے بغیر تمام گھروں میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مشروع ہے اور اجازت طلبی کے بارے میں گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ اس کے احکام میں تفصیل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سلام کی مدح بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً﴾ ''یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔'' یعنی تمہارا اسلام جب تم گھروں میں داخل ہو' ان الفاظ میں ہونا چاہیے۔ (اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ) یا (اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ) ﴿تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے لئے تحیہ وسلام کے طور پر مشروع کیا ہے ﴿مُبٰرَكَةً﴾ ''بابرکت۔'' کیونکہ یہ ہر قسم کے نقص سے سلامتی' حصول رحمت' برکت' نمو اور اضافے پر مشتمل ہے ﴿طَيِّبَةً﴾ ''پاکیزہ۔'' کیونکہ ان کا شمار ان کلمات طیبہ میں سے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں جن میں اس شخص کے لئے دلی مسرت' محبت اور مودت ہے جسے سلام کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے یہ احکام جلیلہ واضح کرنے کے بعد فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ﴾ ''اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں۔'' جو احکام شرعیہ اور ان کی حکمتوں پر دلالت کرتی ہیں ﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ شاید کہ تم ان آیات کو سمجھو اور اپنے دل میں ان پر غور کرو تا کہ تم عقل و فہم رکھنے والوں میں شامل ہو جاؤ' کیونکہ احکام شرعیہ کی معرفت عقل میں اضافہ کرتی ہے اور فہم کو نشو و نما دیتی ہے' اس لیے اس کے معانی و آداب سب سے زیادہ جلیل القدر ہیں' نیز عمل کی جزا اس کی جنس میں سے ہوتی ہے۔ پس جس طرح اس نے اپنے رب کو سمجھنے اور ان آیات میں تفکر و تدبر کرنے کے لئے عقل کو استعمال کیا جن میں اسے تفکر و تدبر کی دعوت دی گئی تھی' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی عقل میں اضافہ کر دیا۔

یہ آیات کریمہ ایک عام قاعدہ وکلیہ پر دلالت کرتی ہیں' وہ قاعدہ وکلیہ یہ ہے: ''عرف اور عادت الفاظ کی اسی طرح تخصیص کرتے ہیں' جس طرح لفظ کی تخصیص لفظ کرتا ہے۔'' کیونکہ اصل یہ ہے کہ انسان کے لئے کسی دوسرے کا کھانا ممنوع ہے اس کے باوجود عرف و عادت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے مذکور لوگوں کے گھروں سے کھانے کی اجازت دی ہے۔ درحقیقت ہر مسئلہ چیز کے مالک کی اجازت پر موقوف ہے' اگر قول یا عرف و عادت کے ذریعے مالک کی اجازت معلوم ہو جائے تو اس پر اقدام جائز ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ باپ کا اپنے بیٹے کے مال میں سے اتنے مال کو اپنی ملکیت میں لے لینا جائز ہے جس سے اس کو ضرر نہ پہنچے

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے گھر کو باپ کے گھر سے موسوم کیا ہے۔

یہ آیت کریمہ اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ کسی شخص کے گھر میں تصرف کرنے والا' مثلاً اس کی بیوی اور بہن وغیرہ.....تو عادت اور عرف کے مطابق ان کے لئے اس شخص کے گھر سے کھانا پینا اور کسی سائل کو کھلانا جائز ہے۔

اس میں کھانے میں مشارکت کے جواز پر دلیل ہے' خواہ وہ مل کر کھائیں یا متفرق طور پر' خواہ ان میں سے بعض' بعض سے زیادہ کھالیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ

یقیناً مومن تو صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ اور اسکے رسول پر، اور جب ہوتے ہیں ساتھ اس (رسول) کے اوپر ایسے کام کے

جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ

جو جمع کرنے والا (اجتماع کا متقاضی) ہے تو نہیں جاتے وہ یہاں تک کہ اجازت طلب کرلیں وہ آپ سے، بلاشبہ وہ لوگ جو اجازت مانگتے ہیں آپ سے،

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ

وہی لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول پر، پس جب وہ اجازت طلب کریں آپ سے اپنے کسی کام کے لئے

فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۲﴾

تو اجازت دے دیں آپ جس کیلئے چاہیں ان میں سے، اور مغفرت طلب کریں آپ ان کیلئے اللہ سے، بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے ○

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ

نہ بناؤ تم رسول کے بلانے کو اپنے درمیان مانند بلانے بعض تمہارے کے بعض کو تحقیق جانتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو

یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ

کھسک جاتے ہیں تم میں سے چھپ کر پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ، جو مخالفت کرتے ہیں اس (اللہ اور رسول) کے حکم کی، اس (بات) سے کہ پہنچے انہیں

فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

کوئی آزمائش (دنیا میں) یا پہنچے انہیں عذاب دردناک (آخرت میں) ○ آگاہ رہو! بلاشبہ اللہ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ

تحقیق جانتا ہے اللہ اس (حالت) کو کہ ہو تم جس پر، اور جس دن وہ (منافق) لوٹائے جائیں گے اسکی طرف تو وہ خبر دے گا انہیں

بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۶۴﴾ ع

ساتھ اس کے جو انہوں نے عمل کئے تھے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○ ع ۹ ۱۵

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے ارشاد ہے کہ جب وہ کسی جامع معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں' یعنی آپ کی ضرورت اور مصلحت مثلاً جہاد اور مشاورت وغیرہ میں' جہاں اہل

ایمان کا اشتراک عمل ہوتا ہے...... تو اس معاملے میں اکٹھے رہیں کیونکہ مصلحت ان کے اجتماع واتحاد اور عدم تفرق و تشتت کا تقاضا کرتی ہے...... اللہ اور اس کے رسول پر سچا ایمان رکھنے والا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد آپ کے نائب کی اجازت کے بغیر اپنے گھر لوٹتا ہے نہ اپنی کسی ضرورت سے دیگر مومنوں کو چھوڑ کر جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اجازت کے بغیر نہ جانے کو موجب ایمان قرار دیا ہے اور اس فعل پر نیز رسول اللہ ﷺ اور آپ کے نائب کے ساتھ ان کے ادب پر ان کی مدح کی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾ ''بے شک وہ لوگ جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ ایمان رکھتے ہیں اللہ اور اس کے رسول پر۔'' مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا آپ اور آپ کا نائب ان کو اجازت دے یا نہ دے؟ اجازت دینے کے لئے دو شرائط عائد کی گئی ہیں:

(۱) یہ اجازت طلبی ان کے کسی ضروری معاملے اور ضروری کام کے لئے ہو اور اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر کے اجازت طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت نہ دی جائے۔

(۲) اجازت دینے میں مشیت مصلحت کے تقاضے پر مبنی ہو اور اجازت دینے والے کو ضرر نہ پہنچے۔ اس لئے فرمایا: ﴿ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ ﴾ ''پس جب وہ آپ سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لیے' تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دیں۔'' اگر اجازت طلب کرنے والے کے پاس کوئی عذر ہو اور وہ اجازت طلب کرے اگر اس کے پیچھے بیٹھ رہنے میں اور ساتھ نہ جانے میں اس کی رائے یا شجاعت سے محرومی کی وجہ سے نقصان ہو تو صاحب امر اس کو اجازت نہ دے...... بایں ہمہ اگر کسی نے پیچھے رہنے کی اجازت طلب کی اور صاحب امر ان مذکورہ شرائط کے ساتھ اجازت دے دے' تو اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ وہ اجازت طلب کرنے والے کے لئے بخشش کی دعا کریں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی اجازت طلبی تقصیر پر مبنی ہو' اس لئے فرمایا: ﴿ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ ''اور بخشش مانگیں ان کے لیے اللہ سے بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے۔'' اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دیتا ہے اور ان پر رحم فرماتا ہے کہ اس نے کسی عذر کی بنا پر اجازت طلبی کا جواز عطا کیا۔

﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ﴾ ''نہ کرو تم رسول کے بلانے کو آپس میں جیسے ایک تمہارا دوسرے کو بلاتا ہے۔'' یعنی رسول اللہ ﷺ کا تمہیں بلانا اور تمہارا رسول اللہ ﷺ کو بلانا ایسے نہ ہو جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ پس جب رسول اللہ ﷺ تمہیں بلائیں تو ان کی آواز پر لبیک کہنا تم پر فرض ہے یہاں تک کہ اگر تم نماز کی حالت میں ہو تب بھی تم پر آپ کے بلانے پر جواب دینا فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سوا امت میں کوئی ایسی ہستی نہیں جس کے قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ معصوم

ہیں اور ہم پر آپ کی اتباع واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ﴾ (الانفال: ٨/ ٢٤) ''اے ایمان والے لوگو! اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہو جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی عطا کرتی ہے۔''

اسی طرح تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتے وقت (یا محمد) ''اے محمد!'' یا (یا محمد بن عبداللہ) ''اے محمد بن عبداللہ!'' نہ کہو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہو...... بلکہ آپ کو فضل و شرف حاصل ہے اور آپ دوسروں سے ممتاز ہیں اس لئے آپ سے مخاطب ہوتے وقت یہ کہا جائے ''اے اللہ کے رسول!'' ''اے اللہ کے نبی!''

﴿ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ﴾ ''اللہ جانتا ہے ان لوگوں کو جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے نظر بچا کر۔'' اللہ تبارک و تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کی مدح بیان کی ہے کہ جب وہ کسی جامع معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے ہیں تو آپ سے اجازت لئے بغیر واپس نہیں جاتے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وعید سنائی جنہوں نے ایسا نہیں کیا اور اجازت لئے بغیر چلے گئے۔ اگرچہ ان کا چپکے سے چلے جانا تم پر مخفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے یہی مراد ہے: ﴿ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ﴾ یعنی کھسکتے اور آپ کے پاس سے جاتے وقت لوگوں کی نظر سے چھپنے کے لئے کسی چیز کی آڑ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے وہ ان کو ان کے ان کرتوتوں کی پوری پوری جزا دے گا' اس لئے فرمایا: ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ ﴾ ''پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں آپ کے حکم کی۔'' یعنی جو لوگ اپنے کسی ضروری کام کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے کام کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ تب اس شخص کا کیا حال ہو گا جو اپنے کسی ضروری کام اور مشغولیت کے بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کرتا ہے۔ ﴿ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ ﴾ ''یہ کہ پہنچے ان کو کوئی فتنہ'' یعنی شرک اور شر ﴿ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ''یا ان کو کوئی دردناک عذاب آ لے۔''

﴿ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''آگاہ ہو جاؤ کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کے لیے ہے۔'' وہ سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اس کے بندے ہیں وہ ان میں اپنے حکم قدری اور حکم شرعی کے ذریعے سے تصرف کرتا ہے۔ ﴿ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ﴾ تم جو بھلائی یا برائی کرتے ہو اللہ تعالیٰ کا علم اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے' وہ تمہارے تمام اعمال کو جانتا ہے' اس کے علم نے اس کو محفوظ اور اس کے قلم نے اس کو لکھ رکھا ہے اور (کراماً کاتبین) فرشتوں نے اس کو درج کر لیا ہے۔

﴿ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ ﴾ ''اور جس دن لوٹائے جاؤ گے تم اس کی طرف۔'' یعنی قیامت کے روز ﴿ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ﴾ ''پس وہ انہیں ان کے عملوں کی خبر دے گا۔'' وہ ان کے تمام چھوٹے بڑے اعمال کے بارے میں

ان کو اس طرح آگاہ کرے گا کہ یہ آگاہی واقع کے مطابق ہوگی۔ وہ ان کے اعضاء سے ان کے خلاف گواہی لے گا۔ وہ اس کے فضل و عدل سے محروم نہیں ہوں گے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے علم کو بندوں کے اعمال کے ساتھ مقید کیا ہے اس لئے خصوص کے بعد عموم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ’’اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔‘‘

تفسیر سورۃ الفرقان

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ (۲۵) مَكِّيَّةٌ (۴۲) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۷۷ رُكُوْعَاتُهَا ۶

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ

بڑی ہی بابرکت ہے وہ ذات، جس نے نازل کیا فرقان اوپر اپنے بندے کے، تاکہ ہو وہ جہان (والوں) کیلئے ڈرانے والا ہے ○ وہ ذات کہ

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ

اسی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور نہیں بنائی اس نے کوئی اولاد اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک

فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾

بادشاہی میں اور پیدا کیا اس نے ہر چیز کو، پس اس نے اندازہ کیا اس کا (پورا) اندازہ کرنا ○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت کاملہ، ہر لحاظ سے وحدانیت میں اس کے متفرد ہونے، اس کی بھلائی اور احسان کی کثرت کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ﴾ یعنی وہ بہت بڑا ہے اس کے تمام اوصاف نہایت کامل اور اس کے احسانات بہت زیادہ ہیں۔ اس کا سب سے بڑا احسان اور سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے یہ عظیم قرآن نازل فرمایا جو حلال و حرام، ہدایت و ضلالت، اہل سعادت اور اہل شقاوت کے درمیان فرق بیان کرتا ہے۔ ﴿عَلٰى عَبْدِهٖ﴾ یہ فرقان عظیم اس نے اپنے بندے محمد مصطفی ﷺ پر نازل فرمایا جنہوں نے تمام مراتب عبودیت مکمل کر لیے اور اللہ نے ان کو تمام انبیاء و مرسلین پر فوقیت عطا کی۔ ﴿لِيَكُوْنَ﴾ ’’تاکہ وہ ہو جائے۔‘‘ یعنی اپنے بندے پر اس فرقان کا نازل کرنا ﴿لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ ’’جہانوں کے لیے ڈرانے والا۔‘‘ جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غصے سے ڈراتا ہے اور ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی ناراضی کے مقامات کو واضح کرتا ہے۔ جو کوئی اس کے انذار کو قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہوتا ہے وہ دنیا و آخرت میں نجات پانے والوں میں شمار ہوتا ہے، جنہیں ابدی سعادت اور سرمدی بادشاہی حاصل ہوتی ہے۔ پس کیا اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور اس کے اس فضل و احسان سے بڑھ کر بھی کوئی اور چیز ہے؟ پس نہایت ہی بابرکت ہے وہ ذات، جس کے احسانات و برکات میں قرآن بھی شامل ہے۔

﴿الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ’’وہ جس کے لیے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی۔‘‘ یعنی وہ

اکیلا ہی زمین و آسمان میں تصرف کرتا ہے اور زمین اور آسمانوں میں رہنے والے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک اور غلام ہیں‘ اس کی عظمت کے سامنے فروتن‘ اس کی ربوبیت کے سامنے سرافگندہ اور اس کی رحمت کے محتاج ہیں۔

﴿ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ ﴾ ’’اس نے کوئی اولاد بنائی ہے نہ اس کا بادشاہی میں کوئی شریک ہے۔‘‘ کوئی اس کا بیٹا یا شریک کیسے ہوسکتا ہے‘ حالانکہ وہ مالک ہے دیگر تمام لوگ اس کے مملوک ہیں‘ وہ قاہر و غالب ہے اور تمام مخلوق مقہور ہے۔ وہ ہر لحاظ سے بذاتہ غنی ہے اور تمام مخلوق ہر لحاظ سے اس کی محتاج ہے؟ کوئی کیسے اقتدار میں اس کا شریک ہوسکتا ہے‘ حالانکہ تمام بندوں کی پیشانیاں اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں‘ اس کی اجازت کے بغیر ان میں کوئی حرکت ہے نہ سکون اور نہ وہ کسی تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شرک سے بہت بلند اور بالاتر ہے۔ جس کسی نے اس کے بارے میں یہ بات کہی ہے اس نے اس کی ویسی قدر نہیں کی جیسا کہ قدر کرنے کا حق ہے‘ اس لئے فرمایا: ﴿ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ ’’اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔‘‘ یہ تخلیق عالم علوی‘ عالم سفلی‘ تمام حیوانات‘ نباتات اور جمادات کو شامل ہے ﴿ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيرًا ﴾ ’’اور اس کا مناسب اندازہ کیا۔‘‘ یعنی عالم علوی اور عالم سفلی کی ہر مخلوق کو ایسی تخلیق عطا کی جو اس کے لائق اور اس کے لئے مناسب ہے اور جو اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔ جہاں تمام مخلوق کی شکل ایسے ہے کہ عقل صحیح یہ تصور بھی نہیں کرسکتی کہ وہ کسی ایسی شکل میں ہو جو موجودہ شکل و صورت کے خلاف ہو جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں بلکہ مخلوق واحد کا کوئی جزو اور کوئی عضو صرف اسی جگہ مناسب ہے جہاں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ الَّذِي خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدٰى ﴾ (الاعلیٰ: ۸۷/۱۔۳) ’’تسبیح بیان کیجئے اپنے عالی شان رب کے نام کی۔ جس نے (انسان کو) پیدا کیا اور اس کو نک سک سے برابر کیا اور جس نے اس کا اندازہ ٹھہرایا پھر اس کو راہ دکھائی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴾ (طٰہٰ: ۲۰/۵۰) ’’ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی تخلیق عطا کی پھر اس کو راہ دکھائی۔‘‘

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی عظمت‘ اپنے کمال اور اپنے کثرت احسان کو بیان فرمایا اور یہ چیز اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ صرف اسی کو الٰہ محبوب و معظم ہونا چاہیے صرف اسی کے لیے عبادت کو خالص کیا جائے۔ اس کا کوئی شریک نہیں...... تب مناسب ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کے بطلان کو بھی بیان کیا جائے‘ اس لئے فرمایا:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ

اور بنالیے ہیں (مشرکوں نے) سوائے اس کے (اور) معبود جو نہیں پیدا کرتے کچھ بھی، اور وہ (خود) پیدا کیے جاتے ہیں،

وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا

اور نہیں اختیار رکھتے وہ اپنے نفسوں کے لئے کسی نقصان کا اور نہ کسی نفع کا، اور نہیں اختیار رکھتے وہ موت کا

وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾

اور نہ زندگی کا اور نہ دوبارہ (جی) اٹھنے ہی کا ○

یہ عجیب ترین بات ہے اور ان کی بے وقوفی اور کم عقلی کی سب سے بڑی دلیل ہے بلکہ ان کے ظلم اور اپنے رب کے حضور ان کی جسارت پر بھی بہت بڑی دلیل ہے کہ انہوں نے کمال عجز سے موصوف ہستیوں کو اپنا معبود بنا لیا۔ ان کے خود ساختہ معبودوں کا عجز یہاں تک پہنچا ہوا ہے کہ وہ کسی چیز کی تخلیق پر قادر نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو خود ان کے اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ ﴿وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا﴾ ''اور وہ اپنے نفسوں کے لیے بھی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں'' خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یہاں سیاق نفی میں نکرہ کا استعمال ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾ ''اور نہ وہ اختیار رکھتے ہیں کسی کے مارنے کا اور نہ زندہ کرنے کا اور (نہ مرنے کے بعد دوبارہ) زندہ کرنے کا۔''

احکام عقل میں سب سے بڑا حکم' ان خود ساختہ معبودان کی الوہیت کے بطلان اور ان کے فساد کا حکم ہے' نیز سب سے بڑا حکم ان لوگوں کے فساد عقل کا حکم ہے' جنہوں نے ان کو معبود بنا کر اس ہستی کا شریک ٹھہرا دیا ہے جو بغیر کسی شراکت کے خالق کائنات ہے جس کے دست قدرت میں نفع و نقصان ہے' عطا کرنا اور محروم کرنا ہے' جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے' وہ ہستی قبروں میں پڑے ہوئے مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے قیامت کے روز جمع کرے گی۔ اس نے لوگوں کے لئے آخرت میں دو گھر بنائے' پہلا بدبختی' رسوائی اور عذاب کا گھر' یہ اس شخص کا گھر ہو گا جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسری ہستیوں کو الٰہ بنا رکھا ہے' دوسرا کامیابی' خوش بختی اور دائمی نعمتوں کا گھر اور یہ اس شخص کا گھر ہو گا جس نے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا معبود قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قطعی اور واضح دلیل کے ذریعے سے توحید کی صحت اور شرک کے بطلان کو ثابت کرنے کے بعد رسالت کی صحت اور منکرین رسالت کے موقف کے بطلان کو ثابت کرنے کے لئے دلائل دیے' چنانچہ فرمایا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا نہیں ہے یہ (قرآن) مگر جھوٹ ہی' گھڑا ہے اس (پیغمبر) نے اسے اور مدد کی ہے انکی اس پر

قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ

کچھ اور لوگوں نے پس تحقیق آئے ہیں وہ (لوگ) ظلم اور جھوٹ کو ○ اور کہا انہوں نے' یہ قصے کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی'

اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ

لکھ لیا ہے اس نے انکو' پس وہ پڑھی جاتی ہیں اس پر صبح اور شام ○ آپ کہہ دیجئے! نازل کیا ہے اس (قرآن) کو اس (اللہ) نے جو

يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾

جانتا ہے بھید آسمانوں اور زمین کے' بے شک وہ ہے بہت بخشنے والا' نہایت رحم کرنے والا ○

یعنی اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے جن کے قرآن اور رسول کے بارے میں قول باطل کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان پر کفر واجب کیا...... کہتے ہیں کہ یہ قرآن جھوٹ ہے جسے محمد (ﷺ) نے خود تصنیف کیا ہے ایک بہتان ہے جسے محمد (ﷺ) نے گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے اور ایسا کرنے میں کچھ دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ان کا انکار حق، ظلم اور باطل پر مبنی اقدام ہے جو کسی کی عقل میں نہیں آ سکتا، حالانکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے احوال، آپ کے کامل صدق وامانت اور آپ کی کامل نیکی کی پوری پوری معرفت رکھتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ محمد ﷺ اور دیگر تمام مخلوق کے لئے یہ قرآن تصنیف کرنا ممکن نہیں جو جلیل ترین اور بلند ترین درجے کا کلام ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ محمد ﷺ اس قرآن کی تصنیف میں مدد حاصل کرنے کے لئے کسی کے پاس نہیں گئے...... پس کفار نے ظلم اور جھوٹ پر مبنی بات کہی ہے۔

ان کی ان باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ یہ قرآن، جسے محمد ﷺ لے کر آئے ہیں ﴿اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا﴾ یعنی یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں جو لوگوں میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور انہیں ہر شخص آگے بیان کر دیتا ہے محمد (ﷺ) نے بھی ان کہانیوں کو سن کر لکھ لیا ہے۔ ﴿فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''پس وہ صبح و شام اس پر پڑھی جاتی ہیں۔'' ان کی اس بات میں متعدد گناہ کی باتیں ہیں:

(۱) ان کا رسول ﷺ پر جھوٹ اور عظیم جسارت کے ارتکاب کا بہتان لگانا، حالانکہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور سچے ہیں۔

(۲) قرآن کریم کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے، حالانکہ یہ سب سے سچا، جلیل ترین اور عظیم ترین کلام ہے۔

(۳) اس ضمن میں ان کا یہ دعویٰ کہ وہ ایسا کلام لانے کی قدرت رکھتے ہیں یعنی یہ مخلوق جو ہر پہلو سے ناقص ہے، خالق جو ہر لحاظ سے کامل ہے، کی ایک صفت یعنی صفت کلام میں اس کی برابری کر سکتی ہے؟

(۴) رسول ﷺ کے احوال معلوم ہیں یہ آپ کے احوال کو سب سے زیادہ جانتے ہیں انہیں خوب معلوم ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں نہ آپ کسی ایسے شخص کے پاس جاتے ہیں جو آپ کو لکھ کر دے۔ اس کے باوجود وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ یہ قصے کہانیاں کسی کے پاس سے لکھ لاتے ہیں۔

اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے اس قول کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ یعنی اس قرآن عظیم کو اس ہستی نے نازل کیا ہے جس کے علم نے زمین و آسمان کی ہر چیز کا، خواہ وہ غائب ہو یا سامنے ہو، چھپی ہوئی ہو یا ظاہر ہو...... احاطہ کر رکھا ہے۔ جیسے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ (الشعراء: ۲۶ / ۱۹۲-۱۹۴) ''یہ رب العالمین کی طرف سے اتاری ہوئی چیز ہے۔ جسے لے کر روح الامین آپ کے دل پر اترا ہے تاکہ آپ ان لوگوں میں شامل ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو ان کے انجام سے ڈرانے والے ہیں۔''

اس میں ان پر حجت قائم کرنے کا پہلو یہ ہے کہ وہ ہستی' جس نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور جس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے' اس کے بارے میں یہ محال اور ممتنع ہے کہ کوئی مخلوق یہ قرآن گھڑ کر اس کی طرف منسوب کر دے اور کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے اور جو کوئی اس کی مخالفت کرے اس کی جان و مال کو مباح قرار دے اور دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے' بایں ہمہ وہ اس شخص کی اس کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرتا ہے' ان کی جانوں اور شہروں کو اس کے حوالے کر دیتا ہے...... پس اللہ تعالیٰ کے علم کا انکار کیے بغیر' کسی کے لئے اس قرآن کا انکار کرنا ممکن نہیں۔ بنی آدم میں سے سوائے دہریئے فلاسفہ کے' کوئی ایسی بات نہیں کہتا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا اپنے وسیع علم کا ذکر کرنا' ان کو قرآن میں تدبر کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے' اگر انہوں نے قرآن میں تدبر کیا ہوتا تو وہ اس کے علم اور احکام میں کوئی ایسی چیز ضرور دیکھتے جو قطعی طور پر دلالت کرتی کہ یہ قرآن غائب اور حاضر' تمام امور کا علم رکھنے والی ہستی کے سوا' کسی کی طرف سے نہیں...... ان کے توحید و رسالت کا' جو ان پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے...... انکار کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے ظلم کے حوالے کر کے چھوڑ نہیں دیا بلکہ ان کو توبہ و انابت کی طرف بلایا اور ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ اگر وہ توبہ کریں گے تو وہ ان کو اپنی رحمت اور مغفرت سے نوازے گا۔ فرمایا: ﴿اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا﴾ ''وہ بہت بخشنے والا ہے۔'' یعنی اس کا وصف یہ ہے کہ وہ مجرموں اور گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے' جب وہ مغفرت کے اسباب کام میں لاتے ہیں۔ یعنی وہ گناہوں سے رجوع کر کے توبہ کرتے ہیں۔ ﴿رَّحِيْمًا﴾ وہ ان پر بہت رحم کرنے والا ہے کیونکہ اس نے ان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کی حالانکہ انہوں نے اس کے تقاضوں کو پورا کر دیا تھا۔ ان کی نافرمانیوں کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول فرمائی' ان کی برائیوں کے ارتکاب کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی برائیوں کو مٹا دیا' اس نے ان کی نیکیوں کو قبول فرمایا' اس نے اپنے سے دور بھاگنے کے بعد اپنی طرف رجوع کرنے والوں کو اور روگردانی کے بعد اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو اطاعت مندوں اور رجوع کرنے والوں کی حالت کی طرف لوٹا دیا۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ

اور کہا انہوں نے، کیا ہے اس رسول کو کہ وہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا ہے بازاروں میں؟

لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝۷ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ
کیوں نہیں نازل کیا گیا اس کی طرف کوئی فرشتہ کہ ہوتا وہ اس کے ساتھ ڈرانے والا؟ ○ یا ڈالا جاتا اس کی طرف کوئی خزانہ
اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا
یا ہوتا اس کیلئے کوئی باغ کہ وہ کھاتا اس میں سے اور کہا (ان) ظالموں نے (مومنوں سے) "نہیں اتباع کرتے تم مگر ایسے شخص کا
مَّسْحُوْرًا ۝۸ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
(جس پر) جادو کیا گیا ہے ○ دیکھئے! کیسی بیان کیں ان لوگوں نے آپ کیلئے مثالیں؟ پس گمراہ ہو گئے وہ، پس نہیں استطاعت رکھتے وہ
سَبِيْلًا ۝۹ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَاۗءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
راہ (پانے) کی ○ بڑی ہی بابرکت ہے وہ (اللہ کی) ذات کہ اگر وہ چاہے تو بنا دے آپ کیلئے بہت بہتر اس سے، ایسے باغات کہ بہتی ہوں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ
انکے نیچے نہریں، اور وہ بنا دے آپ کیلئے محلات ○ بلکہ انہوں نے جھٹلایا قیامت کو
وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝۱۱ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ
اور تیار کی ہے ہم نے، اس شخص کیلئے جو جھٹلائے قیامت کو، بھڑکتی آگ ○ جب وہ (آگ) دیکھے گی ان (مجرموں) کو دور کے مکان سے
سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝۱۲ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا
تو سنیں گے وہ واسطے اس کے سخت غضیلی آواز اور چلانا ○ اور جب وہ ڈالے جائیں گے اس میں سے کسی تنگ جگہ میں،
مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝۱۳ۭ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ
زنجیروں میں جکڑے ہوئے، تو وہ پکاریں گے وہاں ہلاکت (موت) کو ○ (انہیں کہا جائے گا) نہ پکارو تم آج
ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝۱۴
ایک ہلاکت (موت) کو، اور (بلکہ) پکارو تم بہت زیادہ ہلاکتوں (موتوں) کو ○

یہ ان لوگوں کا قول ہے جنہوں نے رسول (ﷺ) کو جھٹلایا اور آپ کی رسالت میں جرح و قدح کی۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ یہ رسول فرشتہ یا کوئی بادشاہ کیوں نہیں یا اس کی خدمت اور مدد کے لئے کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ چنانچہ انہوں نے کہا: ﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ﴾ یعنی یہ کیسا شخص ہے جو رسالت کا دعویٰ کرتا ہے ﴿يَاْكُلُ الطَّعَامَ﴾ "کھانا کھاتا ہے" حالانکہ یہ تو بشر کی خصوصیات میں سے ہے۔ وہ فرشتہ کیوں نہیں کہ وہ کھانا کھاتا نہ ان امور کا محتاج ہوتا بشر جن کا محتاج ہے۔ ﴿وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ یعنی خرید و فروخت کے لئے "بازاروں میں چلتا پھرتا ہے" اور یہ ان کے خیال کے مطابق ایک رسول کے لائق نہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ (الفرقان:

(۲۵/۲۰) ''ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں وہ سب کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔''
﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ﴾ یعنی اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ نازل کیا گیا جو اس کا ہاتھ بٹاتا ﴿فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا﴾ ''پس وہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔'' یعنی ان کے زعم باطل کے مطابق آپ رسالت کا بوجھ اٹھانے کے لئے کافی نہیں ہیں اور نہ آپ کو رسالت کی ذمہ داریاں اٹھانے کی طاقت اور قدرت حاصل ہے ﴿اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ﴾ ''یا ڈال دیا جاتا اس کی طرف کوئی خزانہ۔'' یعنی ایسا مال جو بغیر کسی محنت مشقت کے اکٹھا کیا گیا ہو ﴿اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا﴾ ''یا اس کے لیے باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا۔'' یعنی اس باغ کی وجہ سے وہ طلب رزق کی خاطر بازاروں میں چلنے پھرنے سے مستغنی ہو جاتا ﴿وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ظالموں نے کہا۔'' یعنی ان کے اس اعتراض کا باعث ان کا اشتباہ نہیں' بلکہ ان کا ظلم ہے ﴿اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾ ''تم تو ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔'' حالانکہ وہ آپ کی کامل عقل' آپ کی اچھی شہرت اور تمام مطاعن سے سلامت اور محفوظ ہونے کے بارے میں خوب جانتے تھے۔

چونکہ ان کے یہ اعتراض بہت ہی عجیب و غریب تھے اس لئے ان کے جواب میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ﴾ ''دیکھو وہ آپ کے لیے کیسے مثالیں بیان کرتے ہیں۔'' اور وہ یہ کہ وہ (رسول) فرشتہ کیوں نہ ہوا؟ اور اس سے بشری خصوصیات کیوں زائل نہ ہوئیں؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہوتا' کیونکہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہ اس کی قدرت نہیں رکھتا' یا اس پر کوئی خزانہ اتارا گیا ہوتا یا اس کی ملکیت میں کوئی باغ ہوتا جو اس کو بازاروں میں طلب معاش کے لئے مارے مارے پھرنے سے مستغنی رکھتا؟ یا یہ کوئی سحر زدہ آدمی ہے؟
﴿فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا﴾ ''پس وہ گمراہ ہوگئے اور کسی طرح وہ راہ پر نہیں آسکتے۔'' انہوں نے اس قسم کی متناقض باتیں کہی ہیں جو سراسر جہالت' گمراہی اور حماقت پر مبنی ہیں۔ ان میں کوئی بھی ہدایت کی بات نہیں' بلکہ ان میں کوئی ادنیٰ سا شبہ ڈالنے والی بات بھی نہیں جو رسالت میں قادح ہو۔ مجرد غور و فکر کرنے سے ایک عقلمند شخص کو اس کے بطلان کا قطعی یقین ہو جاتا ہے جو اس کو رد کرنے کے لئے کافی ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے غور و فکر اور تدبر کرنے کا حکم دیا ہے کہ آیا یہ اعتراضات رسول کی رسالت اور صداقت کے قطعی یقین کے بارے میں توقف کے موجب بن سکتے ہیں؟

اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ وہ آپ کو اس دنیا میں خیر کثیر سے نوازنے کی قدرت رکھتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ﴾ ''بابرکت ہے وہ ذات جو اگر چاہے تو آپ کے لیے ان سے بہتر چیزیں کر دے۔'' یعنی ان چیزوں سے بھی بہتر جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے پھر اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا﴾ ''باغات جن کے

نیچے نہریں بہتی ہوں اور کر دے وہ آپ کے لیے محلات۔" یعنی بلند اور آراستہ محل۔ پس اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت ایسا کرنے سے قاصر نہیں مگر چونکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی حقیر چیز ہے اس لئے وہ اپنے انبیاء و اولیاء کو صرف اتنی ہی دنیا عطا کرتا ہے جتنی حکمت اس کا تقاضا کرتی ہے اور ان کے دشمنوں کے اعتراضات کہ انہیں بہت زیادہ رزق سے کیوں نہیں نوازا گیا' محض ظلم اور جسارت ہے۔

چونکہ ان تمام اعتراضات و اقوال کا فساد واضح ہے' اللہ تعالیٰ نے بھی آگاہ فرما دیا ہے کہ ان کی طرف سے یہ تمام اعتراضات طلب حق کی خاطر صادر ہوئے ہیں نہ دلیل کی پیروی کے لئے بلکہ یہ تمام اعتراضات انہوں نے تعنت' ظلم اور تکذیب حق کی وجہ سے کئے ہیں' انہوں نے وہی بات کہی جو ان کے دل میں تھی بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ﴾ "بلکہ انہوں نے قیامت کی تکذیب کی۔" اور تکذیب کرنے والے اور اعتراض کے لئے لغزشیں تلاش کرنے والے شخص کے لئے' جس کا مقصد اتباع حق نہیں ہوتا ہدایت کا کوئی راستہ نہیں اور نہ اس کے ساتھ بحث کرنے میں کوئی فائدہ ہے اس کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ اس پر عذاب نازل کر دیا جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا﴾ "اور ہم نے قیامت کی تکذیب کرنے والوں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کی ہے۔" یعنی بڑی آگ جس کے شعلے بہت زیادہ بھڑک رہے ہوں گے' جہنمیوں پر سخت غیظ و غضب ظاہر کرے گی اور اس کی پھنکار بہت شدید اور خوفناک ہوگی۔

﴿إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ﴾ "جب وہ (آگ) ان کو دیکھے گی دور کی جگہ سے۔" یعنی اس سے پہلے کہ وہ جہنم میں پہنچیں اور جہنم ان کو وصول کرے ﴿سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا﴾ "وہ (اپنے اوپر) اس کے غیظ و غضب کی آوازیں سنیں گے" ﴿وَزَفِيرًا﴾ "اور دھاڑنا (سنیں گے)۔" کہ جس سے صدمے اور خوف کی وجہ سے کلیجے پھٹ جائیں گے اور دل پارہ پارہ ہو جائیں گے اور قریب ہے کہ ان میں کوئی خوف اور دہشت کے مارے مر ہی جائے۔ جہنم اپنے خالق کے غضب کی وجہ سے ان پر غضب ناک ہوگی' ان کے کفر اور برائی کی کثرت کی وجہ سے جہنم کے شعلے اور زیادہ ہو جائیں گے۔

﴿وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ﴾ "اور جب انہیں جکڑ کر جہنم میں کسی تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا۔" یعنی عذاب کے وقت' جہنم کے عین وسط میں ایک بہت ہی تنگ جگہ اور بھیڑ میں' بیڑیوں اور زنجیروں میں باندھ کر ڈال دیا جائے گا۔ جب یہ اس منحوس جگہ پر پہنچیں گے اور انہیں بدترین حبس کا سامنا کرنا پڑے گا ﴿دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا﴾ تو اس وقت وہ اپنے لئے موت' رسوائی اور فضیحت کو پکاریں گے۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ ظالم اور حد سے بڑھنے والے ہیں اور خالق کائنات نے انہیں ان کے اعمال کی پاداش میں اس جگہ بھیج کر انصاف کیا ہے۔ مگر یہ دعا اور استغاثہ ان کے کسی کام آئیں گے نہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا

سکیں گے بلکہ ان سے کہا جائے گا: ﴿ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴾ "آج تم ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں (ہلاکتوں) کو پکارو!" یعنی اگر تم اس سے بھی کئی گنا زیادہ چیختے چلاتے رہو تو تمہیں حزن و غم کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

ظالموں کی سزا بیان کرنے کے بعد یہ مناسب تھا کہ متقین کی جزا کا ذکر کیا جائے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً

کہہ دیجئے! کیا یہ (عذاب) بہتر ہے یا جنت ہمیشگی کی، وہ جس کا وعدہ دیئے گئے متقی لوگ؟ ہے وہ ان کے لئے جزا

وَّمَصِيْرًا ۞۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ

اور واپسی کی جگہ ○ ان کے لئے اس میں ہوگا جو کچھ وہ چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے،

كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ۞۱۶

ہے (یہ) آپ کے رب کے ذمے وعدہ قابل طلب ○

یعنی ان کی حماقت اور ان کے نفع کی بجائے نقصان کو اختیار کرنے کو بیان کرتے ہوئے ان سے کہہ دیجئے! ﴿ اَذٰلِكَ ﴾ یعنی وہ عذاب جو میں نے تمہارے لئے بیان کیا ہے ﴿ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ "بہتر ہے یا وہ ہمیشگی والی جنت' جس کا وعدہ متقین سے کیا گیا ہے؟" جن کو تقویٰ نے بڑھا دیا ہے' پس جو کوئی تقویٰ قائم کرتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ﴿ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً ﴾ "ہوگی وہ ان کے لیے بدلہ۔" یعنی متقین کے تقویٰ کی جزا کے طور پر ﴿ وَّمَصِيْرًا ﴾ اور ان کا ٹھکانا ہوگی' جس کی طرف وہ لوٹیں گے جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے۔

﴿ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ﴾ یعنی انہیں جس چیز کی طلب ہوگی اور جنت میں جس چیز کی خواہش اور آرزو ہوگی وہ انہیں حاصل ہوگی' مثلاً لذیذ مطعومات و مشروبات' ملبوسات فاخرہ' خوبصورت بیویاں' بلند و بالا محل' باغات' پھلوں سے لدے ہوئے باغیچے' میوے' جن کی خوبصورتی' ان کا تنوع اور ان کی کثرت اصناف دیکھنے والوں اور کھانے والوں کو خوش کر دے گی۔ جنت کی پھلواریوں اور باغات میں نہریں بہہ رہی ہوں گی' وہ جدھر چاہیں گے ان نہروں کو موڑ سکیں گے' وہ نہ بدلنے والے اس پانی کی نہروں کو جہاں چاہیں گے لے جا سکیں گے' کچھ دودھ کی نہریں ہوں گی جن کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوا ہوگا' پینے والوں کی لذت کی خاطر کچھ نہریں شراب کی ہوں گی' کچھ نہریں مصفیٰ شہد کی ہوں گے' جن میں خوشبوئیں پھیلی ہوئی ہوں گی' آراستہ اور مزین گھر ہوں گے' سحر انگیز اور دلکش آوازیں ہوں گی اور وہ بھائیوں کی زیارت اور دوستوں کی ملاقاتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

اور ان تمام نعمتوں سے اعلیٰ تر رب رحیم کے دیدار اور اس کے کلام کے سماع سے لطف اندوز ہونا' اس کے قرب

اور رضا کی سعادت حاصل کرنا' اس کی ناراضی سے مامون ہونا ان نعمتوں کا دوام اور وقت گزرنے کے ساتھ ان تمام نعمتوں کا بڑھتے چلے جانا ہے۔﴿ كَانَ ﴾ ''ہے (یہ)'' جنت میں داخل ہونا اور جنت میں پہنچنا ﴿ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴾ ''آپ کے رب کے ذمے قابل درخواست وعدہ۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے متقی بندے اپنی زبان حال اور زبان قال سے' اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے۔ پس ان دونوں گھروں میں سے کون سا گھر اچھا ہے کہ اس کو ترجیح دی جائے؟ اے عقل مندو! ان دونوں قسم کے عمل کرنے والوں' یعنی دار شقاوت کے اعمال رکھنے والوں اور دار سعادت کے اعمال رکھنے والوں میں سے کون سے لوگ فضیلت' عقل اور فخر کے مستحق ہیں؟

حق واضح اور راہ راست روشن ہوگئی ہے اب کسی افراط پسند کے پاس دلیل کو ترک کرنے کا کوئی عذر نہیں۔

اے وہ ذات گرامی! جس نے کچھ لوگوں کے لئے شقاوت اور کچھ لوگوں کے لئے سعادت کا فیصلہ کیا ہے' ہم تیرے حضور اس بات کے امیدوار ہیں کہ تو ہمیں ان لوگوں میں شامل کر دے جن کے لیے تو نے بھلائی اور اپنے دیدار کا شرف لکھ دیا ہے اور اے اللہ! ہم بدبختوں کے احوال سے تیری مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ

اور جس دن اللہ اکٹھا کرے گا انہیں اور جنکی وہ عبادت کرتے تھے سوائے اللہ کے، تو وہ (اللہ) کہے گا (معبودان باطلہ سے) کیا تم نے

اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ

گمراہ کیا تھا میرے ان بندوں کو، یا وہ خود ہی بھٹک گئے تھے راہ (حق) سے؟ ○ وہ کہیں گے، پاک ہے تو،

مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ

نہیں تھا لائق ہمارے یہ کہ بنائیں ہم سوائے تیرے کار ساز لیکن تو نے فائدہ (سامان زندگی) دیا انہیں

وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ

اور انکے باپ دادا کو بھی، یہاں تک کہ بھول گئے وہ ذکر (تیرا) اور تھے یہ لوگ ہلاک ہونے والے ○ (اللہ کہے گا) پس تحقیق انہوں نے جھٹلایا تمہیں

بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ

ان باتوں میں جو تم کہتے تھے، پس نہیں استطاعت رکھتے تم (عذاب کے) ہٹانے کی، اور نہ مدد کرنے کی اور جو کوئی ظلم (شرک) کرے گا تم میں سے

نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ

ہم چکھائیں گے اسے عذاب بہت بڑا ○ اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول مگر بلاشبہ وہ

لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ

البتہ کھاتے تھے کھانا، اور وہ چلتے تھے بازاروں میں اور بنایا ہم نے تمہارے ایک کو، دوسرے کے لئے

فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ؑ ۲۰

آزمائش، کیا تم صبر کرتے ہو (یا نہیں)؟ اور ہے آپ کا رب خوب دیکھنے والا ○

قیامت کے روز مشرکین اور ان کے خود ساختہ معبودوں کے احوال کے بارے میں اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ان کے خود ساختہ معبود ان سے براءت کا اظہار کریں گے اور ان کی تمام کوششیں رائگاں جائیں گی۔ فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ ﴾ ''اور اس دن اکٹھا کرے گا ان کو۔'' یعنی ان تکذیب کرنے والے مشرکین کو اکٹھا کرے گا ﴿ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ﴾ ''اور ان کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ کے سوا' اور کہے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان مشرکین کو جھڑکنے کی خاطر ان کے جھوٹے معبودوں سے مخاطب ہو کر کہے گا: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَاۗءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴾ ''کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے تھے؟'' یعنی کیا تم نے انہیں اپنی عبادت کا حکم دیا تھا اور اس کو ان کے سامنے آراستہ کیا تھا یا یہ خود ان کی اپنی کارستانی تھی؟

﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ ﴾ ''وہ کہیں گے تو پاک ہے۔'' وہ اللہ تعالیٰ کو مشرکین کے شرک سے پاک گردانیں گے اور خود کو شرک سے بری الذمہ قرار دیتے ہوئے کہیں گے: ﴿ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ ﴾ ''یہ ہماری شان کے لائق نہیں'' اور نہ ہم ایسا کر ہی سکتے ہیں کہ تیرے سوا کسی اور کو اپنا سرپرست' والی و مددگار بنائیں' اس کی عبادت کریں اور اپنی حاجتوں میں اس کو پکاریں۔ جب ہم تیری عبادت کرنے کے محتاج ہیں اور تیرے سوا کسی اور کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں تب ہم کسی کو اپنی عبادت کا کیسے حکم دے سکتے ہیں؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔

تو پاک ہے ﴿ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ﴾ ''اس بات سے کہ ہم تیرے سوا کوئی دوست بنائیں۔'' ان کا یہ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی مانند ہے: ﴿ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ۭ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ﴾ (المائدۃ: ۵/۱۱۶-۱۱۷) ''جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو؟ حضرت عیسیٰ جواب دیں گے تو پاک ہے! میری شان کے لائق نہیں کہ میں کوئی ایسی بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہوتی تو وہ تیرے علم میں ہوتی کیونکہ جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو بات تیرے دل میں ہے میں اسے نہیں جانتا بے شک تو علام الغیوب ہے۔ تو نے جو مجھے حکم دیا تھا میں نے اس کے سوا انہیں کچھ نہیں کہا کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ○ قَالُوا سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴾ (سبا: ٣٤/ ٤٠۔ ٤١) ''جس روز وہ ان سب کو اکٹھا کرے گا پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ تو وہ جواب میں عرض کریں گے تو پاک ہے' ان کو چھوڑ کر ہمارا ولی تو تو ہے' حقیقت یہ ہے کہ وہ ہماری نہیں' بلکہ وہ جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر انہی کو مانتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَآءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَٰفِرِينَ ﴾ (الاحقاف: ٤٦/٦) ''جب تمام لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو اس وقت وہ اپنے پکارنے والوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔''

جب انہوں نے اس بات سے اپنے آپ کو بریٔ الذمہ قرار دیا کہ انہوں نے غیر اللہ کی عبادت کی طرف ان کو بلایا یا ان کو گمراہ کیا ہو۔ تو انہوں نے مشرکین کی گمراہی کا اصل سبب کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ﴿ وَلَٰكِن مَّتَّعْتَهُمْ وَءَابَآءَهُمْ ﴾ یعنی تو نے ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو دنیا کی لذات و شہوات اور اس کے دیگر مطالب سے فائدہ اٹھانے دیا ﴿ حَتَّىٰ نَسُوا الذِّكْرَ ﴾ ''یہاں تک کہ وہ نصیحت کو بھلا بیٹھے۔'' لذات دنیا میں مشغول اور اس کی شہوت میں مستغرق ہو کر۔ پس انہوں نے اپنی دنیا کی تو حفاظت کی' لیکن اپنے دین کو ضائع کر دیا ﴿ وَكَانُوا قَوْمًۢا بُورًا ﴾ ''اور تھی وہ ہلاک ہی ہونے والی قوم۔'' (بَائِرِیْن) ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ وہ کسی اصلاح کی طرف راغب نہیں ہوتے اور وہ ہلاکت کے سوا کسی چیز کے لائق نہیں ہوتے۔ پس انہوں نے اس مانع کا ذکر کیا جس نے ان کو اتباع ہدایت سے روک دیا اور وہ ہے ان کا دنیا سے متمتع ہونا' جس نے ان کو راہ راست سے ہٹا دیا...... پس ان کے لئے ہدایت کا تقاضا معدوم ہے یعنی ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں جب تقاضا معدوم اور مانع موجود ہو تو آپ جو شر اور ہلاکت چاہیں وہ ان کے اندر دیکھ سکتے ہیں۔

پس جب ان مشرکین کے معبود ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی عبادت کرنے والوں کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ فَقَدْ كَذَّبُوكُم بِمَا تَقُولُونَ ﴾ ''انہوں نے تو تمہیں تمہاری باتوں میں جھٹلا دیا۔'' یعنی وہ اس بات کا انکار کریں گے کہ انہوں نے تمہیں اپنی عبادت کا حکم دیا تھا یا تمہارے اس شرک پر راضی تھے یا یہ کہ وہ تمہارے رب کے پاس تمہاری سفارش کریں گے۔ وہ تمہارے اس زعم باطل کی تکذیب کریں گے اور وہ تمہارے سب سے بڑے دشمن بن جائیں گے۔ پس تم پر عذاب واجب ہو جائے گا۔ ﴿ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا ﴾ ''پس نہیں طاقت رکھو گے تم اس کو پھیرنے کی۔'' یعنی تم بالفعل اپنے سے اس عذاب کو ہٹا سکو گے نہ فدیہ وغیرہ کے ذریعے سے اس کو دور کر سکو گے ﴿ وَلَا نَصْرًا ﴾ ''اور نہ مدد کرنے کی۔'' یعنی تم اپنے عجز اور کسی حامی و ناصر کے نہ ہونے کی وجہ سے' اپنی مدد نہ کر سکو گے۔ یہ گمراہ اور جاہل مقلدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور یہ' جیسا کہ آپ

نے دیکھا ان کے حق میں انتہائی برا فیصلہ اور ان کا بدترین ٹھکانا ہے۔

رہا ان میں سے حق کے ساتھ عناد رکھنے والا شخص' جس نے حق کو پہچان کر اس سے منہ موڑ لیا' تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ﴾ یعنی تم میں سے جو کوئی ظلم اور عناد کی بنا پر حق کو چھوڑ دیتا ہے تو ﴿نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا﴾ ہم اس کو اتنے بڑے عذاب کا مزا چکھائیں گے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل تکذیب کے اعتراض ﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ (الفرقان:۲۵/۷) ''یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔'' کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔'' پس ہم نے ان کو کوئی ایسی مخلوق نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتی ہو اور نہ ہم نے ان کو فرشتے بنایا۔ پس وہ آپ کے لئے نمونہ ہیں۔

رہا فقر و غنا' تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے' اس کی حکمت پر مبنی آزمائش ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً﴾ ''اور بنایا ہم نے ایک کو دوسرے کے لیے آزمائش کا ذریعہ۔'' یعنی رسول ان لوگوں کے لئے آزمائش ہے جن کی طرف اسے مبعوث کیا گیا ہے' نیز اس لئے مبعوث کیا گیا ہے تاکہ اطاعت کرنے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے اور رسولوں کو ہم نے آزمایا مخلوق کو دعوت دینے کے ذریعے سے۔ مال دار فقیر کے لیے اور فقیر مال دار کے لیے آزمائش ہے اور اسی طرح اس دنیا میں مخلوق کی تمام قسمیں آزمائش' ابتلاء اور امتحان میں مبتلا ہیں۔

اس امتحان اور آزمائش سے مقصود یہ ہے۔ ﴿اَتَصْبِرُوْنَ﴾ کہ تم صبر کر کے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہو تاکہ تمہارا مولا تمہیں ثواب عطا کرے یا صبر نہیں کرتے اور اس طرح تم عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہو؟ ﴿وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴾ ''اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے۔'' وہ تمہارے احوال کو دیکھتا اور جانتا ہے اور وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ وہ رسالت کا اہل ہے اور وہ اسے اپنی فضیلت کے لئے مختص کر لیتا ہے۔ وہ تمہارے اعمال کا علم رکھتا ہے' وہ تمہیں ان کی جزا دے گا اگر اچھے اعمال ہوں گے تو اچھی جزا ہو گی اور برے اعمال ہوں گے تو بری جزا ہو گی۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدي (اردو)

فضيلة الشيخ عبد الرحمن بن ناصر السعدي رحمه الله

دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام

کتاب وسُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاهور
لندن * هیوسٹن * نیو یارك

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون : 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر أنیس 19

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیبب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ
یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ) روزِ قیامت) فرمائیں گے :
"الٰہی ! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا"

(الفرقان: ۲۵/ ۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ
بِھٰذَا الْکِتٰبِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پا رۃ نمبر انیس 19

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ

اور کہاان لوگوں نے جونہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی، کیوں نہیں نازل کیے گئے ہم پر فرشتے؟ یا دیکھتے ہم اپنے رب کو البتہ تحقیق

اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى

تکبر کیا انہوں نے اپنے دلوں میں، اور سرکشی کی انہوں نے سرکشی بہت بڑی ○ جس دن وہ دیکھیں گے فرشتوں کو نہیں ہوگی کوئی خوش خبری

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ إِلٰى مَا عَمِلُوْا

اس دن مجرموں کیلئے، اور وہ (فرشتے) کہیں گے (بہشت تم پر) ممنوع ہے، حرام کردی گئی ہے ○ اور قصد کریں گے ہم طرف اسکی جو کیے تھے انہوں نے

مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾

کوئی (نیک) عمل، پس بنادیں گے ہم ان کو مانند ذرات اڑائے ہوؤں کے ○

وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ و وعید کو جھٹلایا، جن کے دل میں وعید کا خوف ہے نہ خالق سے ملاقات کی امید...... انہوں نے کہا: ﴿لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ نَرٰى رَبَّنَا﴾ یعنی فرشتے کیوں نہ اترے جو تیری رسالت کی گواہی دیتے اور تیری تائید کرتے یا مستقل رسول نازل ہوتے یا ہم اپنے رب کو دیکھتے وہ ہمارے ساتھ کلام کرتا اور خود کہتا کہ یہ میرا رسول ہے اس کی اتباع کرو؟ رسول (ﷺ) کے ساتھ یہ معارضہ کسی اعتراض کی بناء پر نہیں بلکہ اس کا سبب صرف تکبر، تغلب اور سرکشی ہے۔ ﴿لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ﴾ ''انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے۔'' کیونکہ انہوں نے اس قسم کے اعتراض کیے اور اتنی جسارت کا مظاہرہ کیا۔ اے محتاج اور بے بس لوگو! تم ہو کون جو اللہ تعالیٰ کے دیدار کا مطالبہ کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ رسالت کی صحت کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے دیدار پر موقوف ہے۔ اس سے بڑا تکبر اور کیا ہوسکتا ہے؟ ﴿وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا﴾ ''اور انہوں نے بڑی سرکشی کی۔'' یعنی انہوں نے حق کے خلاف قساوت اور صلابت کا رویہ اختیار کیا۔ پس ان کے دل پتھر اور فولاد سے زیادہ سخت تھے وہ حق کے لیے نرم پڑتے تھے نہ خیر خواہی کرنے والوں کی آواز پر کان دھرتے تھے اس لیے ان کو کسی وعظ و نصیحت نے کوئی فائدہ نہ دیا اور جب ان کے پاس ان کو ان کے انجام سے ڈرانے والا آیا تو انہوں نے اس کی پیروی نہ کی بلکہ انہوں نے مخلوق میں سب سے زیادہ سچی اور خیر خواہ ہستی کا اور اللہ تعالیٰ کی واضح آیات کا اعراض و تکذیب کے ساتھ استقبال کیا، اس سے بڑھ کر اور کونسی سرکشی ہوسکتی ہے؟ بنابریں ان کے اعمال باطل ہو کر اکارت گئے اور وہ سخت خسارے میں مبتلا ہوگئے۔

﴿يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ﴾ ''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے۔'' جن کے نزول کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا ﴿لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''اس دن مجرموں کے لیے کوئی خوش خبری نہ ہوگی۔'' یہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے جرم اور عناد پر جمے رہنے کی بنا پر فرشتوں کو صرف اس وقت دیکھیں گے جب وہ ان کو سزا دینے اور ان پر عذاب

نازل کرنے کے لئے آئیں گے۔ پس یہ پہلا موقع ہوگا جب موت کے وقت ان پر فرشتے نازل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ (الانعام: ٩٣/٦) ''کاش آپ ان ظالم مشرکوں کو اس وقت دیکھیں، جب یہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے جان قبض کرنے کے لئے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے' (اور کہتے ہوں گے) نکالو اپنی جانیں' آج تمہیں انتہائی رسواکن عذاب کی سزا دی جائے گی یہ سزا اس پاداش میں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کیا کرتے تھے۔''

دوسرا موقع وہ ہے جب قبر میں ان کے پاس منکر نکیر آئیں گے' پس وہ ان سے ان کے رب' ان کے نبی اور ان کے دین کے بارے میں پوچھیں گے اور وہ کوئی ایسا جواب نہ دے پائیں گے جو ان کو عذاب سے نجات دلا سکے۔ پس ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی نازل ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیئے جائیں گے۔

تیسرا موقع وہ ہے جب قیامت کے روز فرشتے انہیں جہنم کی طرف ہانک کر لے جائیں گے اور پھر ان کو جہنم کے فرشتوں کے حوالے کر دیں گے جو ان کو سزا اور عذاب دینے پر مقرر ہوں گے۔ پس یہی وہ چیز ہے جس کا وہ مطالبہ کرتے ہیں اور اگر وہ اپنے جرائم پر جمے رہے تو لازمی طور پر اس کا سامنا کریں گے اور وہ اس وقت فرشتوں سے پناہ مانگیں گے' ان سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے' لیکن ان کے لئے کوئی فرار کی راہ نہ ہوگی۔

﴿ وَیَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴾ ''اور وہ کہیں گے یہ محروم ہی محروم کیے گئے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ (الرحمٰن: ٣٣/٥٥) ''اے جن وانس کے گروہ! تمہیں زمین و آسمان کے کناروں سے نکل جانے کی قدرت ہے تو نکل جاؤ' تم طاقت کے سوا نکل نہیں سکتے۔'' ﴿ وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ ﴾ یعنی ان کے وہ اعمال جن کے بارے میں انہیں امید ہے کہ وہ نیکی کے کام ہیں اور ان کے لئے انہوں نے مشقت اٹھائی ہے ﴿ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ ''پس ہم ان کو اڑتے ہوئے ذرات کی طرح کر دیں گے۔'' یعنی ان کا سب کیا دھرا باطل کر دیں گے' وہ گھاٹے میں رہیں گے اور ان کو اجر سے محروم کر دیا جائے گا اور ان کو سزا دی جائے گی۔ کیونکہ یہ اعمال ایسے شخص سے صادر ہوئے ہیں جس میں ایمان کا فقدان ہے اور جو اللہ اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو مخلص مومن' رسولوں کی تصدیق اور ان کی اتباع کرنے والے سے صادر ہو۔

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَىٕذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا ﴿٢٤﴾

جنتی لوگ اس دن بہت بہتر ہوں گے باعتبار ٹھکانے کے اور بہت اچھے ہوں گے باعتبار آرام گاہ کے ○

یعنی قیامت کے ہول ناک اور سخت مصیبت والے دن ﴿ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ ﴾ ''اہل جنت'' جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے' انہوں نے نیک کام کیے اور اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ ﴿ خَيۡرٌ مُّسۡتَقَرًّا ﴾ ''وہ بہتر ہوں گے باعتبار ٹھکانے کے'' جہنمیوں سے ﴿ وَّاَحۡسَنُ مَقِيۡلًا ﴾ ''اور خواب گاہ بھی عمدہ ہوگی۔'' یعنی ان کا ٹھکانا جنت میں ہوگا' وہ آرام اور راحت میں قیلولہ کریں گے کیونکہ وہ کامل نعمتوں پر مشتمل' جن میں تکدر کا کوئی شائبہ تک نہ ہوگا' بہت اچھا اور مکمل طور پر آرام دہ ٹھکانا ہوگا۔ اس کے برعکس اہل جہنم کا ٹھکانا بہت برا ٹھکانا ہوگا...... یہ اسلوب بیان اسم تفضیل کے اس باب سے تعلق رکھتا ہے جس میں دوسری طرف اس میں سے کوئی چیز نہیں ہوتی کیونکہ اہل جہنم کے ٹھکانے اور قیلولے کی جگہ میں کوئی بھلائی نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ آٰللّٰهُ خَيۡرٌ اَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ معبودان باطل جنہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رہے ہیں؟'' (النمل: ٢٧/ ٥٩)

وَيَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ وَنُزِّلَ الۡمَلٰٓئِكَةُ تَنۡزِيۡلًا ﴿٢٥﴾ اَلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذِ ۨالۡحَقُّ

اور جس دن پھٹ جائیگا آسمان ساتھ بادلوں کے اور نازل کیے جائینگے فرشتے (لگاتار) نازل کیے جانا ○ بادشاہی، اس دن حقیقی،

لِلرَّحۡمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوۡمًا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ عَسِيۡرًا ﴿٢٦﴾ وَيَوۡمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيۡهِ

رحمٰن ہی کے لیے ہوگی، اور ہوگا وہ دن کافروں پر نہایت سخت ○ اور جس دن دانتوں سے کاٹے گا ظالم اپنے دونوں ہاتھ

يَقُوۡلُ يٰلَيۡتَنِى اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِيۡلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيۡلَتٰى لَيۡتَنِىۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا

(اور) کہے گا، اے کاش! پکڑتا (اختیار کرتا) میں رسول کیساتھ راستہ ○ ہائے میری کم بختی! کاش کہ میں نہ پکڑتا فلاں (شخص) کو

خَلِيۡلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدۡ اَضَلَّنِىۡ عَنِ الذِّكۡرِ بَعۡدَ اِذۡ جَآءَنِىۡ ؕ

دوست ○ البتہ تحقیق گمراہ کیا اس نے مجھے اس ذکر (قرآن) سے بعد اس کے کہ وہ آیا میرے پاس

وَكَانَ الشَّيۡطٰنُ لِلۡاِنۡسَانِ خَذُوۡلًا ﴿٢٩﴾

اور ہے شیطان، انسان کو بے یارو مددگار چھوڑ دینے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن کی عظمت' اور اس دن پیش آنے والی سختی اور کرب اور دلوں کو ہلا دینے والے مناظر کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ وَيَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ ﴾ ''اور جس دن آسمان پھٹ جائے گا ساتھ بادل کے۔'' یہ وہ بادل ہوگا جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں سے نزول فرمائے گا۔ پس آسمان پھٹ جائیں گے اور تمام آسمانوں کے فرشتے نیچے اتر آئیں گے اور صف در صف کھڑے ہو جائیں گے یا تو تمام ایک ہی صف بنا کر تمام خلائق کو گھیر لیں گے یا اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک آسمان کے فرشتے صف بنائیں گے اس کے ساتھ دوسرے آسمان کے فرشتے صف بنائیں گے اور اسی طرح ساتوں آسمانوں کے فرشتے صف در صف موجود ہوں گے مقصد یہ ہے کہ فرشتے نہایت کثرت اور قوت کے ساتھ نازل ہوں گے۔ ان میں سے کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ

کی اجازت کے بغیر کلام نہیں کر سکے گا۔ (اس روز جب یہ حال ہوگا) تو اس کمزور آدمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا' اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے کام کیے اور توبہ کیے بغیر گناہوں کا بوجھ اٹھائے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جو بادشاہ اور خلاقِ کائنات ہے' ان کے درمیان ایسا فیصلہ کرے گا جس میں ذرہ بھر ظلم و جور نہ ہوگا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ كَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴾ یہ دن اپنی سختی اور صعوبت کی وجہ سے کفار کے لئے بہت کٹھن ہوگا اور ان کے تمام امور ان کے لئے بہت مشکل ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس مومن کا معاملہ آسان اور اس کا بوجھ بہت ہلکا ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ○ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴾ (مریم: ۱۹/ ۸۵-۸۶) ''جس روز ہم اہل تقویٰ کو اکٹھا کر کے رحمان کے حضور مہمانوں کے طور پر پیش کریں گے اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانک کر لے جائیں گے۔''

﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ﴾ ''بادشاہی اس روز'' یعنی قیامت کے روز ﴿ اَلْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ﴾ ''رحمان ہی کے لیے صحیح طور پر ہوگی۔'' یعنی مخلوقات میں سے کسی کے لیے کوئی اختیار یا اختیار و اقتدار کی کوئی صورت نہیں ہوگی جس طرح کہ وہ دنیا میں تھے۔ بلکہ بادشاہ اور ان کی رعایا' آزاد اور غلام' اشرف اور نیچ سب برابر ہوں گے اور جس چیز سے دل کو راحت اور نفس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے' وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز اقتدار کی اپنے اسم مبارک ﴿ الرَّحْمٰن ﴾ کی طرف اضافت کی ہے۔ جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر زندہ کے لئے عام ہے' اس نے تمام کائنات کو لبریز کر رکھا ہے' دنیا و آخرت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے معمور ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہر ناقص کامل ہو جاتا ہے اور اس کی رحمت سے ہر نقص زائل ہو جاتا ہے۔ اس کی رحمت پر دلالت کرنے والے اسمائے حسنیٰ ان اسمائے پر غالب ہیں جو اس کے غضب پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کی رحمت کو اس کے غضب پر سبقت حاصل ہے' اس کی رحمت غضب پر غالب ہے۔ پس اس کے لیے سبقت اور غلبہ ہے۔

یہ کمزور آدمی اس لئے پیدا کیا گیا ہے اور اسے عزت و تکریم اس لئے عطا کی گئی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمت کا اتمام کرے اور اسے اپنی نعمت سے ڈھانپ لے۔ لوگ تذلل' خضوع اور انکسار کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر انتظار کریں گے کہ وہ کیا حکم جاری کرتا ہے درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرتا ہے جتنا وہ خود اپنے آپ پر رحم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے والدین سے بھی زیادہ رحیم ہے۔ پس آپ کا کیا خیال ہے وہ اپنے بندوں کے ساتھ کیسا معاملہ کرے گا؟ اور اللہ تعالیٰ صرف اسی کو ہلاک کرے گا جو خود ہلاک ہونا چاہتا ہے' اس کی رحمت کے دائرے سے صرف وہی خارج ہوگا جس پر بدبختی غالب آ گئی ہو اور جس پر عذاب واجب ٹھہر گیا ہو۔ ﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ ﴾ ''اور جس دن کاٹے گا ظالم'' اپنے شرک' کفر اور انبیاء و رسل کی

تکذیب کی بنا پر ﴿عَلٰى يَدَيْهِ﴾ ''اپنے ہاتھوں کو۔'' تاسف' حسرت اور حزن وغم کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا۔ ﴿يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا﴾ ''وہ کہے گا' ہائے افسوس! میں نے پکڑا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ۔'' یعنی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان' آپ کی تصدیق اور آپ کی اتباع کا راستہ۔

﴿يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا﴾ ''ہائے افسوس' کاش نہ پکڑا ہوتا میں نے فلاں کو'' یعنی شیاطین انس وجن کو ﴿خَلِيْلًا﴾ یعنی اپنا جگری دوست اور مخلص ساتھی۔ میں نے ان ہستیوں سے عداوت رکھی جو میرے سب سے زیادہ خیر خواہ' میرے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی کرنے والے اور مجھ پر سب سے زیادہ مہربان تھے اور اس کو دوست بنایا جو درحقیقت میرا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اس کی دوستی نے بدبختی' خسارے' رسوائی اور ہلاکت کے سوا کوئی فائدہ نہ دیا۔ ﴿لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ﴾ ''بلاشبہ میرے پاس نصیحت آ جانے کے بعد اس نے مجھے اس سے بھٹکا دیا۔'' کیونکہ اس نے دھوکے اور فریب سے اس کی گمراہی کو اس کے سامنے مزین کر دیا۔ ﴿وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾ ''اور ہے شیطان' انسان کو دغا دینے والا۔'' یعنی شیطان انسان کے سامنے باطل کو آراستہ کرتا ہے اور حق کو بری صورت میں پیش کرتا ہے' اسے بڑی بڑی آرزوئیں دلاتا ہے بعدازاں اس سے علیحدہ ہو کر اس سے براءت کا اظہار کرتا ہے جیسا کہ قیامت کے روز جب تمام معاملات چکا دیئے جائیں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ مخلوق کے حساب کتاب سے فارغ ہوگا تو شیطان اس روز اپنے پیروکاروں سے کہے گا:

﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِىَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِىَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِىْ فَلَا تَلُوْمُوْنِىْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِىَّ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ﴾ (ابراهيم: ٢٢/١٤) ''اور جب تمام معاملات کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا' بے شک اللہ نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تمہارے ساتھ جتنے وعدے کئے تھے ان میں کوئی وعدہ پورا نہ کیا' میرا تم پر کوئی اختیار نہ تھا۔ میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ میں نے تمہیں اپنے راستے کی طرف بلایا اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہا۔ پس اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ اب میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں نہ تم میری کر سکتے ہو' اس سے پہلے تم نے جو مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا تھا میں اس سے بھی براءت کا اعلان کرتا ہوں۔''

پس بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ پر غور کرے اور اس وقت سے پہلے کہ گناہوں کا تدارک ممکن نہ رہے بندے کو چاہیے کہ اپنے گناہوں کا تدارک کر لے۔ اور اس ہستی کو اپنا دوست بنائے جس کی دوستی میں سعادت ہے اور اسے اپنا دشمن سمجھے جس کو دشمن سمجھنے میں فائدہ اور اس کے دوست بنانے میں سراسر نقصان ہے۔ واللہ الموفق۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا

اور کہیں گے (اللہ کے) رسول، اے میرے رب! بلاشبہ میری قوم نے بنا (ٹھہرا) لیا تھا اس قرآن کو چھوڑا ہوا○ اور اسی طرح بنائے ہم نے

لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿٣١﴾

واسطے ہر نبی کے دشمن مجرموں میں سے اور کافی ہے آپ کا رب ہدایت دینے والا، اور مددگار○

﴿ وَقَالَ الرَّسُوْلُ ﴾ اور کہا رسول (ﷺ) نے ''اپنے رب کو پکارتے'' قرآن سے ان کی روگردانی کا شکوہ کرتے اور ان کے رویے پر تاسف کا اظہار کرتے ہوئے: ﴿ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي ﴾ ''اے میرے رب! میری قوم نے''، جن کی ہدایت اور جن میں تبلیغ کرنے کے لئے تو نے مجھے مبعوث کیا تھا ﴿ اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴾ انہوں نے اس قرآن سے اعراض کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا ہے حالانکہ ان پر واجب ہے کہ وہ اس کے فیصلے کے سامنے سرتسلیم خم کرتے' اس کے احکام کو قبول کرتے اور اس کی پیروی کرتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو تسلی دیتے ہوئے آگاہ فرمایا کہ ان کے گزشتہ آباء واجداد نے بھی ایسا ہی کیا تھا جیسا کہ یہ کر رہے ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ ''اور اسی طرح بنایا ہم نے ہر نبی کا دشمن' گناہ گاروں میں سے۔'' یعنی ان لوگوں میں سے جو بھلائی کی صلاحیت رکھتے تھے نہ اس کے لائق تھے بلکہ اس کے برعکس وہ انبیاء ورسل کی مخالفت کرتے تھے' ان کی دعوت کو ٹھکراتے تھے اور باطل دلائل کے ذریعے سے ان کے ساتھ جھگڑتے تھے۔

یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ حق ہمیشہ باطل پر غالب آتا ہے' حق پوری طرح واضح ہوتا ہے کیونکہ باطل کا حق کے ساتھ معارضہ ایک ایسا امر ہے جو حق کو اور زیادہ واضح اور استدلال کو درجۂ کمال تک پہنچا دیتا ہے اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل حق کو کس عزت وتکریم سے سرفراز کرے گا اور اہل باطل کے ساتھ کیا سلوک کرے گا' لہٰذا آپ ان کی باتوں پر غمزدہ نہ ہوں اور ان پر حسرت اور غم کے مارے آپ کی جان نہ گھلے۔ ﴿ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا ﴾ ''اور آپ کو راہ دکھانے کے لئے آپ کا رب کافی ہے۔'' پس آپ کو اپنا مطلوب ومقصود اور دنیا وآخرت کے تمام مصالح حاصل ہوں گے۔ ﴿ وَّنَصِيْرًا ﴾ ''اور مددگار بھی۔'' وہ آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کی مدد کرے گا آپ کے دینی اور دنیاوی معاملات میں آپ سے تکلیف دہ امور کو دور کرے گا' اس لئے آپ اللہ تعالیٰ ہی کو کافی سمجھئے اور اسی پر بھروسہ کیجئے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، کیوں نہیں اتارا گیا اس (رسول) پر (یہ) قرآن اکٹھا ایک بار ہی؟ اسی طرح (اتارا ہم نے) تاکہ ہم مضبوط کر دیں

بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ

اسکے ذریعے سے آپکا دل اور ہم نے اتارا اسکو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا○ اور نہیں لاتے وہ آپکے پاس کوئی مثال مگر لاتے ہیں ہم آپکے پاس حق اور

اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿٣٣﴾

بہترین توجیہ ○

یہ کفار کے جملہ اعتراضات میں سے ایک اعتراض ہے جو ان کو ان کے نفس نے سجھایا ہے' چنانچہ ان کا قول ہے: ﴿ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ﴾ یعنی وہ کونسی رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے تمام قرآن ایک ہی دفعہ نازل نہیں ہوا' جیسا کہ اس سے پہلے کتابیں نازل ہوئیں؟ بلکہ اس کا ایک ہی دفعہ نازل ہونا تو زیادہ اچھا ہے۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ ﴾ یعنی اسی طرح ہم نے اسے ٹکڑے کر کے نازل کیا ہے ﴿ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ ﴾ ''تاکہ ہم اس کے ذریعے سے آپ کے دل کو مضبوط کریں۔'' کیونکہ جب بھی آپ پر قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوتا تھا آپ کے اطمینان اور ثابت قدمی میں اضافہ ہو جاتا تھا' خاص طور پر اس وقت جب اسباب قلق وارد ہوتے تو آپ کا اطمینان بڑھ جاتا تھا' کیونکہ کسی قلق کے پیش آنے پر قرآن کا نازل ہونا برمحل ہے اور بہت زیادہ ثبات کا باعث ہے اور اس سے زیادہ فائدہ مند ہے کہ اس واقعہ سے پہلے نازل ہوا ہو اور اس سبب کے وقوع پر یاد آئے۔

﴿ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴾ ''ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر ہی پڑھ سنایا ہے۔'' یعنی ہم نے اسے آہستہ آہستہ بتدریج نازل کیا۔ یہ تمام آیات کریمہ اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اعتناء پر دلالت کرتی ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو رسول ﷺ کے احوال اور آپ کے دینی مصالح کے مطابق نازل فرمایا' اس لئے فرمایا: ﴿ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ ﴾ ''اور یہ لوگ کوئی بھی ایسی مثال آپ کے سامنے پیش نہیں کریں گے۔'' جس سے وہ حق کے ساتھ معارضہ (مقابلہ) کریں اور آپ کی رسالت کا انکار کریں۔ ﴿ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴾ ''مگر ہم اس کا سچا جواب اور عمدہ توجیہ آپ کو بتا دیں گے۔'' یعنی ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا جو اپنے معانی میں جامع' اپنے الفاظ میں واضح اور بیانِ کامل کا حامل ہے۔ اس کے تمام معانی حق اور صداقت پر مبنی ہیں جس میں کسی بھی پہلو سے باطل کا کوئی شائبہ نہیں' تمام اشیاء کے بارے میں اس کے الفاظ اور حدود انتہائی واضح، مفصل اور معانی کو کامل طور پر بیان کرتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ علم میں بحث کرنے والے محدث' معلم یا واعظ کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے رب کی تدبیر کی پیروی کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے احوال کے مطابق تدبیر فرمائی اسی طرح اس عالم کو چاہیے کہ وہ مخلوق کے معاملے کی اسی طرح تدبیر کرے جب بھی کوئی ایسا موجب اور موقع پیش آئے تو موقع کی مناسبت سے لوگوں میں آیات قرآنی' احادیث نبوی اور مواعظ بیان کرے۔

نیز ان آیات کریمہ میں جہمیہ کا رد ہے جو قرآن کریم کی تفسیر میں تکلف سے کام لیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

قرآن کی بہت سی نصوص کو ان کے ظاہری معنوں پر محمول نہیں کیا جائے گا' ان کے اصل معانی ان معانی سے مختلف ہیں جو ظاہر میں سمجھ میں آتے ہیں تب اگر ان کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو قرآن کی یہ تفسیر ''احسن تفسیر'' نہیں ہوگی ان کے زعم باطل کے مطابق' احسن تفسیر تو وہ ہے' جس کے لیے وہ معانی میں تحریف کرتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٣٤﴾

وہ لوگ کہ اکٹھے کیے جائیں گے وہ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف، یہ لوگ بدترین ہیں باعتبار مکان کے، اور سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں باعتبار راہ کے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کے احوال اور ان کے انجام کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ﴾ ''وہ منہ کے بل جمع کیے جائیں گے۔'' یعنی ان کو جمع کیے جانے کا منظر بدترین منظر ہوگا۔ عذاب کے فرشتے انہیں (چہروں کے بل) گھسیٹ رہے ہوں گے ﴿ اِلٰى جَهَنَّمَ ﴾ ''جہنم کی طرف۔'' جس میں ہر قسم کا بدترین عذاب اور عقاب جمع ہے۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ یعنی جن کا حال یہ ہے ﴿ شَرٌّ مَّكَانًا ﴾ ان کی جگہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والوں کی جگہ کی نسبت سے بدترین جگہ ہے۔ ﴿ وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ ''اور بہت زیادہ گمراہ راستے والے ہیں۔'' یہ اسلوب بیان اسم تفضیل کے اس باب میں سے ہے جس کے بالمقابل دوسرا پہلو موجود نہیں ہوتا۔ پس اہل ایمان کی جگہ بہترین ٹھکانا ہوگی۔ اس دنیا میں ان کو راہ راست کی طرف راہنمائی عطا کی جاتی ہے اور آخرت میں انہیں نعمت والے باغوں میں داخل کیا جائے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿٣٥﴾ فَقُلْنَا

اور البتہ تحقیق دی تھی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور بنایا تھا ہم نے اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو مددگار ○ پس کہا ہم نے،

اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿٣٦﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا

جاؤ تم دونوں اس قوم کی طرف، جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو، پس ہلاک کر دیا ہم نے انہیں (بالکل ہی) ہلاک کرنا ○ اور قوم نوح کو (بھی) جب

كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا

جھٹلایا انہوں نے رسولوں کو، غرق کر دیا ہم نے انکو، اور بنا دیا ہم نے انہیں لوگوں کیلئے (عبرت کا) نشان، اور تیار کیا ہے ہم نے ظالموں کیلئے عذاب

اَلِيْمًا ﴿٣٧﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿٣٨﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا

بہت دردناک ○ اور (ہلاک کر دیا ہم نے) قوم عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں کو اور (دیگر) قوموں کو درمیان انکے بہت سی ○ اور ہر ایک، بیان کیں ہم نے

لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ

اس کیلئے مثالیں اور سب کو ملیا میٹ کر دیا ہم نے تباہ و برباد کر کے ○ اور البتہ تحقیق وہ آئے (گزرے) ہیں اوپر اس بستی کے کہ جس پر برسائی گئی بارش بری

اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿٤٠﴾

کیا پس نہیں تھے وہ، کہ دیکھتے وہ اس (بستی) کو؟ بلکہ تھے وہ نہیں امید رکھتے دوبارہ (جی) اٹھنے کی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں ان واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے جن کو دیگر آیات میں نہایت شرح و بسط کے

ساتھ بیان فرمایا ہے‘ تاکہ مخاطبین کو انبیاء ورسل کی تکذیب پر جمے رہنے سے ڈرائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو ان سے پہلی قوموں پر نازل ہوا تھا‘ جو ان کے قریب ہی آباد تھیں وہ ان کے واقعات کو خوب جانتے ہیں اور ان کے واقعات بہت مشہور ہیں۔ بعض قوموں کے آثار کا وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں مثلاً حجر کے علاقے میں صالح علیہ السلام کی قوم اور وہ بستی جس پر کھنگر کے پتھروں کی بدترین بارش برسائی گئی تھی۔ ان کا اپنے سفروں کے دوران میں دن رات ان بستیوں پر گزر رہوتا ہے۔ وہ قومیں ان سے کوئی زیادہ بری نہیں تھیں اور نہ ان کے رسول ان لوگوں کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہتر تھے۔ ﴿ أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴾ (القمر: ۴۳/۵۴) ’’کیا تمہارے کفار ان لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے پہلی کتابوں میں براءت نامہ تحریر کر دیا گیا ہے۔‘‘

جس چیز نے ان کو ایمان لانے سے روک رکھا ہے‘ حالانکہ وہ نشانیوں کا مشاہدہ کر چکے ہیں‘ وہ یہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی امید نہیں رکھتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کی امید رکھتے ہیں نہ اس کی سزا سے ڈرتے ہیں۔ اسی لئے وہ اپنے عناد پر جمے ہوئے ہیں ورنہ ان کے پاس ایسی ایسی نشانیاں آئی ہیں جنہوں نے کوئی شک وشبہ اور کوئی اشکال وریب باقی نہیں رہنے دیا۔

وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ﴿٤١﴾ إِن كَادَ

اور جب وہ دیکھتے ہیں آپکو تو نہیں پکڑتے وہ آپکو مگر ٹھٹھا مذاق (کہتے ہیں) کیا یہی ہے وہ جسے بھیجا ہے اللہ نے رسول (بنا کر)؟ ○ تحقیق قریب تھا وہ

لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَن صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ

کہ گمراہ کر دیتا ہمیں ہمارے معبودوں سے اگر نہ ہوتی یہ بات کہ جمے رہے ہم ان پر اور عنقریب جان لیں گے وہ، جب وہ دیکھیں گے عذاب،

مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ﴿٤٣﴾

کہ کون زیادہ گمراہ تھا راستے سے؟ ○ کیا آپ نے دیکھا اس شخص کو کہ بنا لیا اس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو؟ کیا پس آپ ہیں اسکے ذمے دار؟ ○

أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ

یا گمان کرتے ہیں آپ کہ بے شک اکثر ان کے سنتے یا سمجھتے ہیں؟ نہیں ہیں وہ مگر چوپایوں ہی کی طرح،

بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾ ع

بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں باعتبار راستے کے ○

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی تکذیب کرنے والے اللہ تعالیٰ کی آیات سے عناد رکھنے والے اور زمین پر تکبر سے چلنے والے جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے استہزاء کرتے ہیں اور آپ کی تحقیر کرتے ہیں‘ آپ کو معمولی سمجھتے ہوئے حقارت آمیز لہجے میں کہتے ہیں: ﴿ أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ﴾ ’’کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے

رسول بنا کر بھیجا ہے؟'' یعنی یہ مناسب اور لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو رسول بناتا۔ یہ سب کچھ ان کے شدت ظلم' ان کے عناد اور حقائق بدلنے کے سبب تھا کیونکہ ان کے اس کلام سے یہ ذہن میں آتا ہے کہ (معاذ اللہ) رسول (ﷺ) انتہائی خسیس اور حقیر شخص تھے اور اگر رسالت کا منصب کسی اور شخص کو عطا کیا گیا ہوتا تو زیادہ مناسب تھا۔ ﴿ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴾ (الزخرف:٤٣/٣١) ''وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن دونوں شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا۔'' پس یہ کلام کسی جاہل ترین اور گمراہ ترین شخص ہی سے صادر ہو سکتا ہے یا کسی ایسے شخص سے صادر ہو سکتا ہے جو بڑا اعناد پسند اور جانتے بوجھتے جاہل ہو۔ اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے نظریات کو رائج کرے اور حق اور حق پیش کرنے والے میں جرح و قدح کرے' ورنہ اگر کوئی شخص' رسول مصطفیٰ محمد بن عبداللہ ﷺ کے احوال پر غور کرے تو وہ آپ کو عقل' علم' ذہانت' وقار' مکارم اخلاق' محاسن عادات' عفت' شجاعت اور تمام اخلاق فاضلہ میں دنیا کا سب سے بڑا شخص' ان کا سردار اور ان کا قائد پائے گا۔ آپ کو حقیر جاننے اور آپ کے ساتھ دشمنی رکھنے والے شخص میں حماقت' جہالت' گمراہی' تناقض' ظلم اور تعدی جمع ہیں جو کسی اور شخص میں جمع نہیں۔ اس کی جہالت اور گمراہی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اس عظیم رسول اور بہترین قائد میں جرح و قدح کرتا ہے۔ اس جرح و قدح سے اس کا مقصد آپ کا تمسخر اڑانا' اپنے باطل نظریات پر ڈٹے رہنا اور ضعیف العقل لوگوں کو فریب دینا ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا: ﴿اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا﴾ ''یقیناً یہ تو ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا چلا تھا۔'' کیونکہ یہ سب معبودوں کو ختم کر کے ایک ہی معبود قرار دیتا ہے۔ ﴿لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا﴾ ''اگر ہم ان معبودوں کی عقیدت پر جم نہ گئے ہوتے'' تو اس نے ہمیں گمراہ کر دیا ہوتا۔ وہ سمجھتے تھے...... اللہ ان کا برا کرے...... کہ توحید گمراہی ہے اور ان کے شرکیہ عقائد ہی سراسر ہدایت ہیں' لہٰذا وہ اپنے ان عقائد پر ثابت قدم رہنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے تھے۔ ﴿ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ﴾ (صٓ:٣٨/٦) ''اور سرداران قوم یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ چلو اپنے معبودوں کی عبادت پر ڈٹے رہو۔''

یہاں ان مشرکین نے کہا: ﴿ لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ﴾ اور صبر سوائے اس مقام کے ہر مقام پر قابل تعریف ہے' کیونکہ یہ اسباب غضب اور جہنم کا ایندھن بننے پر صبر کرنا ہے۔ رہے اہل ایمان تو ان کے رویے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾ (العصر:١٠٣/٣) ''وہ ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے ہیں۔''

چونکہ ان کا فیصلہ تھا کہ وہ راہ راست پر گامزن ہیں اور رسول گمراہ ہے حالانکہ یہ بات متحقق ہے کہ ان کے پاس تصرف کی قدرت اور کوئی اختیار نہیں ہے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کی وعید سناتے ہوئے آگاہ فرمایا: ﴿ حِيْنَ

﴿يَرَوْنَ الْعَذَابَ﴾ ''کہ جب وہ عذاب کو دیکھیں گے'' تب انہیں اس حقیقت کا علم ہوگا کہ ﴿مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ ''راہ راست سے کون زیادہ بھٹکا ہوا ہے؟'' ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا﴾ (الفرقان: ٢٥/ ٢٧) ''اور اس روز ظالم اپنا ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا' اور کہے گا کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا۔'' کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی گمراہی ہے کہ انسان اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لے اور جو جی چاہے کرتا رہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ﴾ ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا۔'' کیا آپ کو اس کے حال پر تعجب نہیں' کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ وہ کس گمراہی میں مبتلا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو بلند منازل کا مستحق سمجھتا ہے؟ ﴿اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا﴾ ''کیا آپ اس پر وکیل ہوں گے؟'' یعنی آپ کو اس پر نگران مقرر نہیں کیا آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی حد کو پہنچی ہوئی گمراہی پر یہ فیصلہ کیا کہ ان کی عقل اور سماعت کو سلب کر لیا اور گمراہی میں ان کو مویشیوں سے تشبیہ دی جو آواز اور پکار کے سوا کچھ نہیں سنتے وہ بہرے' گونگے اور اندھے ہیں اس لئے ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا' بلکہ یہ تو چوپایوں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ کیونکہ مویشیوں کو جب ان کا چرواہا راہ دکھاتا ہے تو وہ اس راہ پر چل پڑتے ہیں وہ ہلاکت کی راہوں کو پہچانتے ہیں اس لئے ان سے بچتے ہیں۔ ان چوپایوں کی عاقبت ان گمراہوں کی نسبت زیادہ محفوظ ہے۔ پس اس سے واضح ہو گیا کہ رسول (ﷺ) پر گمراہی کا الزام لگانے والا خود اس وصف کا زیادہ مستحق ہے اور جانور بھی اس سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا

کیا نہیں دیکھا آپ نے اپنے رب (کی قدرت) کی طرف کہ کیسے پھیلا دیا اس نے سائے کو؟ اور اگر وہ چاہتا تو البتہ بنا دیتا اسے ساکن' پھر بنایا ہم نے

الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۝٤٥ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝٤٦

سورج کو اس پر راہنما ○ پھر سمیٹ لیا ہم نے اسے اپنی طرف سمیٹنا تھوڑا تھوڑا ○

کیا تم نے اپنی آنکھ اور اپنی بصیرت سے اپنے رب کی قدرت کاملہ اور بے پایاں رحمت کا مشاہدہ نہیں کیا کہ وہ بندوں پر سائے کو پھیلا دیتا ہے اور یہ طلوع آفتاب سے قبل ہوتا ہے۔ ﴿ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ﴾ ''پھر بنایا ہم نے سورج کو اس پر'' یعنی سائے پر ﴿دَلِيْلًا﴾ ''دلیل'' اگر سورج نہ ہوتا تو سایہ نہ پہچانا جاتا کیونکہ تمام اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ ﴿ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا﴾ ''پھر ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیا۔'' پس جوں جوں سورج بلند ہوتا ہے تو سایہ آہستہ آہستہ سکڑتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ختم ہو جاتا ہے۔ مخلوق پر سائے اور دھوپ کا یکے بعد دیگرے واقع ہونا جس کا وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں' اسی سے لیل و نہار

ترتیب پاتے ہیں اور ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہیں پھر مختلف موسم ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں اور اس سبب سے مخلوق کے بہت سے مصالح حاصل ہوتے ہیں...... یہ تمام امور اس حقیقت کی سب سے بڑی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ قدرت و عظمت کا مالک ہے وہ اپنے بندوں سے کمال رحمت و عنایت سے پیش آتا ہے۔ وہ اکیلا ہی معبود محمود، محبت اور تعظیم کا مستحق اور ذوالجلال والاکرام ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿٤٧﴾

اور وہی ہے (اللہ) جس نے بنایا تمہارے لئے رات کو لباس اور نیند کو (ذریعہ) آرام اور اس نے بنایا دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ○

یہ اللہ تعالیٰ کی تم پر بے پایاں رحمت اور اس کا لطف و کرم ہے کہ اس نے رات کو تمہارے لئے بمنزلہ لباس بنایا جو تمہیں ڈھانپ لیتی ہے حتیٰ کہ تم رات کے وقت قرار پکڑتے ہو، سو کر آرام کرتے ہو اور نیند کے وقت تمہاری تمام حرکات منقطع ہو جاتی ہیں۔ اگر رات نہ ہوتی تو بندے آرام نہ کر سکتے اور اپنی مصروفیات کو جاری نہ رکھ سکتے اور اس طرح انہیں بہت زیادہ ضرر پہنچتا اور اس کے برعکس اگر ہمیشہ رات رہتی تو بندے کی معاش اور دیگر مصالح معطل ہو کر رہ جاتے۔ مگر دن کو اللہ تعالیٰ نے جی اٹھنے کا وقت بنایا ہے۔ جس میں بندے اپنی تجارت، سفر اور دیگر کاروبار کے لئے پھیل جاتے ہیں اور اس سے ان کے مصالح کا انتظام ہوتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً

اور وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا ہواؤں کو خوش خبری دینے والی پہلے اپنی رحمت (بارش) کے، اور نازل کیا ہم نے آسمان سے پانی

طَهُوْرًا ﴿٤٨﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا

پاک ○ تاکہ زندہ کریں ہم اسکے ذریعے سے مردہ شہر کو اور تاکہ پلائیں ہم وہ پانی، ان چیزوں میں سے جنہیں پیدا کیا ہم نے مویشیوں کو

وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۡ

اور بہت سے انسانوں کو ○ اور البتہ تحقیق پھیر پھیر کر بیان کیا ہم نے اس (قرآن) کو انکے درمیان تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾

پس انکار کیا اکثر لوگوں نے مگر کفر کرنے سے (انکار نہیں کیا) ○

یعنی اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے بندوں کو اپنی بے پایاں رحمت سے ڈھانپ لیا ہے اور اپنے رزق کی ان پر اس طرح فراوانی کی کہ اس نے اپنی رحمت یعنی بارش کے آگے آگے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجیں (اور اس کے ذریعے سے اس نے بادلوں پر اپنے رزق کے دروازے کھول دیئے) ان ہواؤں کے ذریعے سے بادل اٹھتا ہے پھر اکٹھا ہو کر گھٹا کے ٹکڑے بن جاتا ہے، ہوائیں اسے بار آور کرتی ہیں اور پھر اپنے رب اور تصرف کرنے والے کے حکم سے اس گھٹا کو کھینچ کر لاتی ہیں...... تاکہ بارش برسنے سے پہلے بندے بارش کی آمد کی نوید پر خوش ہو جائیں اور بارش کے اچانک آ جانے سے پہلے بارش کے لئے تیار ہو جائیں۔

﴿ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴾ ''اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی پاک کرنے والا'' جو بندوں کو حدث اور گندگی سے پاک اور میل کچیل کو صاف کرتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی برکت یہ ہے کہ اس نے بارش برسا کر مردہ زمین کو زندہ کیا' پھر اس سے مختلف قسم کی نباتات اور درخت اگائے جنہیں انسان اور مویشی کھاتے ہیں ﴿ وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴾ یعنی ہم تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو اس پانی سے سیراب کرتے ہیں۔ کیا وہ ہستی' جس نے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجیں' ان کو متنوع امور پر مامور کیا' جس نے آسمان سے پاک اور بابرکت پانی برسایا' جس میں بندوں اور ان کے جانوروں کا رزق ہے' اس بات کی مستحق نہیں کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرایا جائے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان آیات کا ذکر فرمایا جن کا عینی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور بندوں کی طرف انہیں پھیر دیا تاکہ بندے اپنے رب کو پہچان لیں' اس کا شکر ادا کریں اور اس کو یاد رکھیں مگر اس کے باوجود ﴿ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴾ اکثر لوگوں نے فساد اخلاق اور فساد طبائع کی بنا پر کفر اور ناشکری ہی کا رویہ اختیار کیا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿٥٢﴾

اور اگر ہم چاہتے تو البتہ بھیجتے ہم ہر بستی میں ایک ڈرانیوالا ○ پس نہ اطاعت کریں آپ کافروں کی اور جہاد کریں آپ ان سے قرآن کے ذریعے سے جہاد خوب زور سے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مشیت کے نفوذ کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتا' یعنی ہر بستی میں ایسا رسول بھیج دیتا جو ان کو گناہوں کے انجام سے ڈراتا۔ پس اس کی مشیت اس سے قاصر نہ تھی مگر اے محمد! (ﷺ) آپ اور اپنے بندوں پر اس کی حکمت اور رحمت کا تقاضا یہ تھا کہ اس نے آپ کو سرخ وسیاہ' عربی وعجمی اور انس وجن تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا' اس لئے ﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''پس نہ بات مانیں آپ کافروں کی۔'' یعنی کفار کی بات مان کر اس چیز کو ترک نہ کیجئے جس چیز کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے بلکہ اس کی تبلیغ کے لئے پوری کوشش کیجئے۔ ﴿ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ ﴾ ''اور ان کے ساتھ جہاد کیجئے قرآن کے زور پر'' ﴿ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴾ ''جہاد بہت بڑا۔'' یعنی نصرت حق اور باطل کے قلع قمع کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیے۔ اگرچہ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ تکذیب اور جسارت پر جمے ہوئے ہیں تاہم آپ اپنی پوری کوشش کرتے رہیے' آپ ان کی ہدایت سے مایوس ہو کر اور ان کی خواہشات کی خاطر تبلیغ کو ترک نہ کیجئے۔

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا

اور وہی ہے (اللہ) جس نے ملا دیا دو سمندروں کو، یہ میٹھا ہے خوب میٹھا، اور یہ کھارا ہے، نہایت کڑوا اور بنا دیا اللہ نے ان دونوں کے درمیان

بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٥٣﴾

ایک پردہ اور آڑ مضبوط ○

یعنی وہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے' ایک لذیذ اور شیریں پانی' اور یہ روئے زمین پر بہنے والے دریا ہیں' دوسرا تلخ اور شور پانی۔ دونوں کی منفعت بندوں کے مصالح کے لئے ہے۔ ﴿وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر رکھا ہے'' جو دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملنے سے روکتا ہے تاکہ منفعت مقصود ضائع نہ ہو۔ ﴿وَحِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾ اور دونوں کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ حائل ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿٥٤﴾

اور وہی ہے (اللہ) جس نے پیدا کیا پانی (منی) سے انسان کو، پھر بنایا اسے نسب (والا) اور سسرال (والا) اور ہے آپ کا رب بڑی قدرت والا ○

وہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے انسان کو ایک حقیر پانی سے پیدا کیا پھر اس میں سے بے شمار اولاد پھیلائی پھر اس نے نسب اور سسرال کے دو الگ الگ اور اکٹھے سلسلے چلائے ان تمام کا مادہ یہی حقیر پانی ہے اور یہ چیز اس کے اقتدار پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا﴾ ''اور آپ کا رب بہت قدرت والا ہے۔'' اور اللہ کا قادر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی عبادت حق ہے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت باطل ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ

اور عبادت کرتے ہیں وہ سوائے اللہ کے ان کی کہ نہیں نفع دے سکتے وہ انہیں اور نہ وہ نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کو،

وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿٥٥﴾

اور ہے کافر اپنے رب کے مقابلے میں (شیطان کا) مددگار ○

یعنی یہ لوگ بتوں اور مردوں کی عبادت کرتے ہیں جو کوئی نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔ انہوں نے ان معبودان باطل کو نفع و نقصان کے مالک کے ہمسر بنا رکھا ہے' حالانکہ ان پر فرض ہے کہ وہ اپنے رب کے ارشادات کی پیروی کریں اور اس کے دین کا دفاع کریں' لیکن ان کا رویہ اس کے برعکس ہے۔ ﴿وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا﴾ ''اور ہے کافر اپنے رب کے خلاف مدد کرنے والا۔'' پس باطل جو خود ساختہ بت اور ہمسر ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں اور کافر اپنے رب کے خلاف ان کی معاونت کر کے اپنے رب کا دشمن بن جاتا ہے اور اس کے خلاف جنگ اور عداوت کا اعلان کرتا ہے' حالانکہ وہی ہے جس نے اسے پیدا کیا' اسے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت' تسلط اور قبضہ قدرت سے باہر نہیں نکل سکتا اور اللہ تعالیٰ اس سے اپنے احسان اور بھلائی کو کبھی منقطع نہیں کرتا' لیکن وہ ہے کہ اپنی جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عداوت پر ڈٹا ہوا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ

اور نہیں بھیجا ہم نے آپکو مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) ○ آپ کہہ دیجئے! نہیں سوال کرتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کسی صلے کا، مگر جو چاہے یہ کہ

يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ

وہ پکڑے اپنے رب کی طرف راستہ (تو وہ اسے مان لے) ○ اور آپ توکل کیجئے اوپر اس زندہ (اللہ) کے جو نہیں مرتا، اور آپ تسبیح کریں ساتھ اسکی حمد کے،

وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٨﴾ ۚۙ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

اور کافی ہے اللہ ساتھ گناہوں کے اپنے بندوں کے خبردار ہونے کے اعتبار سے ○ وہ ذات جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٩﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ

چھ دن میں، پھر مستوی ہوا عرش پر، (وہی) رحمٰن ہے، پس پوچھ لیں اسکی بابت کسی خبر رکھنے والے سے ○ اور جب کہا جاتا ہے ان سے،

اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۤ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿٦٠﴾ ۩ السجدة ع ٥

سجدہ کرو تم رحمٰن کو تو کہتے ہیں وہ، اور کیا ہے رحمٰن؟ کیا ہم سجدہ کریں اسے جسکی بابت تو حکم دیتا ہے ہمیں؟ اور زیادہ کر دیا انکو (تبلیغ نے) نفرت میں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو لوگوں پر داروغہ بنا کر بھیجا ہے نہ انہیں فرشتہ بنایا ہے اور نہ ان کے پاس چیزوں کے خزانے ہیں اس نے تو آپ کو صرف ﴿ مُبَشِّرًا ﴾ ''خوشخبری سنانے والا'' بنا کر بھیجا ہے آپ اس شخص کو دنیاوی اور اخروی ثواب کی خوشخبری سناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے ﴿ وَّنَذِيْرًا ﴾ ''اور ڈرانے والا'' جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کو دنیاوی اور اخروی سزا سے ڈراتے ہیں اور یہ اوامر ونواہی میں سے ان امور کی تبیین کو مستلزم ہے جن کی بشارت دی گئی ہے اور جن سے انذار حاصل ہوتا ہے۔

اے محمد! (ﷺ) آپ قرآن اور ہدایت پہنچانے پر ان سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتے کہ یہ چیز ان کو آپ کی اتباع کرنے سے روکتی ہو اور انہیں اس مالی بوجھ کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہو۔ ﴿ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴾ ''مگر جو چاہے یہ کہ وہ اپنے رب کی طرف کوئی راستہ پکڑے۔'' یعنی سوائے اس شخص کے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کی رضا کی خاطر کچھ خرچ کرنا چاہتا ہے' تو اس بارے میں بھی میں تمہیں ترغیب دیتا ہوں لیکن تمہیں اس پر مجبور نہیں کرتا اور تمہارے ذمے میرا کوئی اجر نہیں' یہ تو تمہاری اپنی مصلحت اور تمہارے رب کے پاس پہنچانے والے راستے پر تمہارا گامزن ہونا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے رب پر بھروسہ کرنے اور اسی سے مدد مانگنے کا حکم دیا' فرمایا: ﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ ﴾ ''اور اس زندہ پر بھروسہ کیجیے۔'' یعنی اس ہستی پر بھروسہ کیجیے جس کے لئے کامل اور مطلق زندگی ہے ﴿ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ﴾ ''جو کبھی نہیں مرے گا اور اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کیجیے اور اپنی ذات اور مخلوق سے متعلق عام امور کے بارے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجیے۔

﴿ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴾ ''اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے کے لئے کافی ہے۔''یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر دار ہے وہ انہیں ان گناہوں کی سزا دے گا۔ ان کی ہدایت کی ذمہ داری آپ پر ہے نہ ان کے اعمال کی حفاظت آپ کا فرض ہے۔ یہ تمام امور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں ﴿ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی ﴾ ''جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا پھر وہ مستوی ہوا۔''یعنی ان امور کے بعد ﴿ عَلَى الْعَرْشِ ﴾ ''عرش پر'' وہ جو تمام مخلوقات کے لئے چھت ہے اور تمام مخلوقات سے بلند' سب سے وسیع اور سب سے خوبصورت ہے۔ ﴿ اَلرَّحْمٰنُ ﴾''وہ رحم کرنے والا ہے'' جس کی بے پایاں رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی سب سے زیادہ وسیع صفت کے ساتھ مخلوقات میں سے سب سے زیادہ وسیع مخلوق پر مستوی ہوا۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا' وہ ان کے تمام ظاہر و باطن کی اطلاع رکھتا ہے' وہ عرش کے اوپر مستوی اور تمام مخلوق سے جدا ہے۔ ﴿ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴾ ''تو اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کر۔'' اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی ذات کریمہ مراد لی ہے۔ وہی ہے جو اپنے تمام اوصاف اور اپنی عظمت و جلال کا علم رکھتا ہے اور اس نے تمہیں اپنے بارے میں آگاہ فرما دیا ہے اور اس نے تمہارے سامنے اپنی عظمت بیان کر دی ہے۔ جس کے ذریعے سے تم اس کی معرفت حاصل کر سکتے ہو۔ عارف اس کی معرفت حاصل کر کے اس کے سامنے سرافگندہ ہو گئے اور کفار نے اس کی عبادت سے تکبر کیا اور اس کو عار گردانتے ہوئے اس سے اعراض کیا۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ ﴾ ''جب ان (کفار) سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو۔''یعنی صرف رحمٰن کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ جس نے تمہیں تمام نعمتوں سے نواز رکھا ہے اور تم سے تمام سختیوں کو دور کیا ہے ﴿ قَالُوْا ﴾ ''تو انہوں نے (انکار کرتے ہوئے) کہا:'' ﴿ وَمَا الرَّحْمٰنُ ﴾ ''اور رحمان کیا ہے؟''یعنی وہ اپنے زعم فاسد کے مطابق کہتے ہیں کہ وہ ''رحمٰن'' کو نہیں پہچانتے۔ رسول (ﷺ) کے بارے میں ان کی جملہ جرح و قدح یہ بھی ہے کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی عبادت سے روکتا ہے اور خود اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک اور معبود کو پکارتا ہے اور کہتا ہے «یا رحمٰن» جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾ (بنی اسراء یل: ١٧/ ١١٠) ''کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر پکارو۔ اسے جس نام سے بھی پکارو اس کے سب نام بہت اچھے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کے کثرت اوصاف اور تعدد کمال کی بنا پر اس کے نام بھی بکثرت ہیں' چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ہر نام اس کی ایک صفت کمال پر دلالت کرتا ہے۔

﴿ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا ﴾ ''کیا جس کے لیے تم ہمیں کہتے ہو کہ ہم اس کے آگے سجدہ کریں؟''یعنی مجرد تیرے

حکم دینے سے اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں۔ان کا یہ قول رسول (ﷺ) کی تکذیب اور اللہ کی اطاعت کے بارے میں ان کے تکبر پر مبنی ہے۔﴿ وَزَادَهُمْ ﴾ ''اور زیادہ کیا ان کو'' یعنی رحمٰن کو سجدہ کرنے کی دعوت نے ﴿ نُفُوْرًا ﴾ ''بدکنے میں'' یعنی ان کے حق سے باطل کی طرف بھاگنے نے ان کے کفر اور ان کی بدبختی میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ

بابرکت ہے وہ ذات جس نے بنائے آسمان میں برج اور اس نے بنایا اس میں چراغ (سورج) اور چاند روشن ○ اور وہی ہے،

الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾

(اللہ) جس نے بنایا رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا واسطے اس شخص کے جو چاہے یہ کہ نصیحت حاصل کرے وہ، یا چاہے وہ شکر کرنا○

اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ کریمہ میں (تبارک) کا لفظ تین مرتبہ استعمال فرمایا ہے کیونکہ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے' یہ لفظ باری تعالیٰ کی عظمت' اس کے اوصاف کی کثرت اور اس کے احسان اور بھلائی کی وسعت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت' اس کی لامحدود قوت و تسلط' اس کی مشیت کے نفوذ' اس کے علم و قدرت کے عموم' امری و جزائی احکام پر اس کے احاطۂ اختیار اور اس کی کامل حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جو اس کی بے پایاں رحمت' اس کے وسیع جود و کرم اور اس کے دینی و دنیاوی احسانات پر دلالت کرتی ہیں یہ تمام اس وصف حسن کے تکرار کا تقاضا کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا ﴾ ''اور بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمانوں میں برج بنائے۔'' یہ عام ستارے ہیں یا سورج اور چاند کی منازل ہیں جہاں وہ منزل بمنزل چلتے رہتے ہیں اور وہ منازل ایسی ہیں جیسے شہروں کی حفاظت کے لئے برج اور قلعے ہوتے ہیں۔ اس طرح ستارے ان برجوں کی مانند ہوتے ہیں جو حفاظت کے لئے بنائے جاتے ہیں...... کیونکہ یہ ستارے شیاطین کے لئے شہاب ثاقب ہیں۔ ﴿ وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا ﴾ ''اور اس میں (آفتاب کو) چراغ بنایا'' یعنی جس میں روشنی اور حرارت ہو اس سے مراد سورج ہے ﴿ وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴾ ''اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔'' جس میں روشنی ہو مگر حرارت نہ ہو (وہ چاند ہے) یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت اور اس کے بے شمار احسانات کی دلیل ہے' چونکہ اس میں نمایاں تخلیق' انتہائی منظم تدبیر اور عظیم جمال ہے اس لئے یہ اپنے خالق کے تمام اوصاف میں اس کی عظمت پر دلالت کرتی ہے اور چونکہ ان میں مخلوق کے لئے مصالح اور منافع ہیں اس لئے یہ اس کی بھلائیوں کی کثرت پر دلالت کرتی ہے۔

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً ﴾ ''اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا۔'' یعنی دن رات میں سے ایک جاتا ہے تو دوسرا اس کا پیچھا کرتا ہے یہ سلسلہ یونہی ہمیشہ چلتا رہے گا وہ کبھی اکٹھے ہوں گے نہ کبھی مرتفع ہوں گے۔ ﴿ لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴾ ''اس شخص

کے لیے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے۔'' یہ شب و روز اس شخص کے لئے نصیحت ہیں جو ان سے نصیحت حاصل کرنا' عبرت پکڑنا' ان کے ذریعے سے بہت سے مطالب الٰہیہ پر استدلال کرنا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کا شکر کرنا چاہتا ہے تو دن یا رات میں اس کے لئے ورد ہے۔ اگر کسی ایک وقت اس سے اس کا ورد فوت ہو جائے تو وہ دوسرے وقت میں اس کی تلافی کر سکتا ہے۔ نیز دل بھی شب و روز کی مختلف گھڑیوں میں' اپنی کیفیات کے اعتبار سے تبدیلیوں کا سامنا کرتے رہتے ہیں انہیں نشاط اور کسل مندی' ذکر اور غفلت' تنگی اور کشادگی اقبال اور اعراض کی کیفیات پیش آتی رہتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے شب و روز کو اس طرح تخلیق فرمایا ہے کہ وہ تسلسل سے باری باری وارد ہوتے رہتے ہیں تاکہ اگر ایک وقت فوت ہو جائے تو دوسرے وقت میں نشاط' ذکر اور شکر کی کیفیت حاصل ہو جائے نیز شب و روز کے تکرار میں عبادات کے اوقات کا تکرار ہے۔ جب بھی عبادات کا وقت دوبارہ آئے گا تو بندے میں ایک نیا ارادہ پیدا ہوگا جو گزشتہ وقت میں اس کی کسل مندی کا شکار ہو گیا تھا۔ اس طرح اس کے ذکر و شکر میں اضافہ ہوگا نیکیوں کا وظیفہ شجرۂ ایمان کے لئے آب پاشی کی حیثیت رکھتا ہے جس سے ایمان بڑھتا چلا جاتا ہے اگر یہ نہ ہو تو ایمان کا پودا مرجھا کر سوکھ جاتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی خوبصورت پیرائے میں کامل ترین حمد ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان بے شمار بھلائیوں اور احسانات کا ذکر کیا ہے جن سے اس نے اپنے نیک بندوں کو نوازا اور انہیں نیک اعمال کی توفیق سے سرفراز کیا جو انہیں جنت میں بلند ترین مقامات پر فائز کریں گے چنانچہ فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ

اور رحمٰن کے بندے وہ لوگ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر آہستگی (وقار اور عاجزی) سے اور جب بات کرتے ہیں ان سے جاہل (لوگ)

قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا

تو وہ کہتے ہیں سلام ہے○ اور وہ لوگ جو رات گزارتے ہیں اپنے رب کیلئے سجدے اور قیام کرتے ہوئے○ اور وہ لوگ جو کہتے ہیں، اے ہمارے رب!

اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا

پھیر دے ہم سے عذاب جہنم کا، بلاشبہ عذاب اس کا ہے چمٹنے والا، دائمی○ بے شک وہ (جہنم) بری ہے جگہ ٹھہرنے کی

وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾

اور قیام کرنے کی○ اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہیں بیجا خرچ کرتے وہ اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ہوتا ہے (خرچ کرنا انکا) درمیان اسکے معتدل گزران○

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور وہ لوگ کہ نہیں پکارتے وہ ساتھ اللہ کے دوسرے معبود کو، اور نہیں قتل کرتے وہ اس جان کو جسے (مارنا) حرام کیا ہے اللہ نے مگر ساتھ حق کے

وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ

اور نہیں وہ زنا کرتے اور جو کوئی کریگا یہ کام، وہ ملے گا گناہ (کی سزا) کو○ دگنا کیا جائیگا اس کیلئے عذاب دن قیامت کے، اور وہ ہمیشہ رہیگا

فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ

اس میں ذلیل ہو کر ○ مگر جس نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور اس نے عمل کیا عمل نیک، تو یہ لوگ ہیں کہ بدل دے گا اللہ

سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ

انکی برائیوں کو اچھائیوں سے اور ہے اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنیوالا ○ اور جو کوئی توبہ کرے اور عمل کرے نیک، پس بلاشبہ وہ شخص تو رجوع کرتا ہے

اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾

اللہ کی طرف رجوع کرنا ○ اور وہ لوگ کہ نہیں شہادت دیتے وہ جھوٹی اور جب گزرتے ہیں وہ ساتھ لغو کاموں کے تو وہ گزر جاتے ہیں عزت و وقار سے ○

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ

اور وہ لوگ کہ جب وہ نصیحت کیے جاتے ہیں اپنے رب کی آیتوں کیساتھ تو نہیں گر پڑتے وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر ○ اور وہ لوگ کہ

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾

وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! عطا کر ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے ٹھنڈک آنکھوں کی اور بنا ہمیں متقیوں کا امام ○

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾ خٰلِدِيْنَ

یہ لوگ جزا دیے جائینگے وہ بالا خانے (جنت میں) بوجہ اسکے کہ صبر کیا انہوں نے، اور استقبال کیے جائینگے وہ انہیں دعا اور سلام کیساتھ ○ ہمیشہ رہنگے وہ

فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ

اس میں، اچھی ہے وہ قرار گاہ اور قیام گاہ ○ آپ کہہ دیجیے: نہیں پروا کرتا تمہاری میرا رب، اگر نہ ہوتا دعا کرنا تمہارا، پس تحقیق

كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾ ع

جھٹلایا ہے تم نے حق کو سو عنقریب ہوگی (سزا اس کی) لازمی ○

اللہ تعالیٰ کی عبودیت کی دو اقسام ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی بنا پر اس کی عبودیت: یہ عبودیت مسلمان اور کافر، نیک اور بد تمام مخلوق میں مشترک ہے تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی غلام اس کی ربوبیت کی محتاج اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہے۔ ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ (مریم: ۹۳/۱۹) ''آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں وہ سب رحمان کے حضور بندوں کی حیثیت سے حاضر ہوں گے۔''

(۲) اللہ تعالیٰ کی الوہیت اس کی عبادت اور اس کی رحمت کے سبب سے اس کی عبودیت: یہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء و مرسلین اور اس کے اولیاء کی عبودیت ہے اور یہاں عبودیت کی یہی قسم مراد ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی اضافت اپنے اسم مبارک (رحمن) کی طرف کی جو اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب سے اس مقام پر پہنچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ ان کی صفات سب سے کامل اور ان کی نعت سب سے افضل

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا﴾ ''وہ زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے سامنے نہایت پرسکون متواضع ہوتے ہیں۔ وقار، سکون اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے تواضع اور انکسار ان کا وصف ہے۔ ﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ﴾ ''اور جب جاہل لوگ ان سے گفتگو کرتے ہیں۔'' یعنی جہالت پر مبنی خطاب اور اس کی دلیل یہ ہے کہ فعل کی اضافت اور اس کی نسبت اس وصف کی طرف ہے ﴿قَالُوا سَلَامًا﴾ ''تو سلام کہتے ہیں۔'' یعنی وہ انہیں اس طریقے سے خطاب کرتے ہیں جس سے وہ گناہ اور جاہل کی جہالت کے مقابلہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ یہ ان کے حلم، برائی کے بدلے احسان، جاہل سے عفوودرگزر اور وفور عقل کی مدح ہے جس نے انہیں اس بلند مقام پر فائز کیا۔

﴿وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا﴾ ''اور وہ جو اپنے رب کے حضور سجدہ کر کے اور قیام کر کے راتیں بسر کرتے ہیں۔'' یعنی راتوں کے وقت بہت کثرت سے نماز پڑھتے ہیں، اپنے رب کے سامنے اخلاص اور تذلل کا اظہار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (السجدۃ: ۳۲/۱۶، ۱۷) ''ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں عطا کیا ہے، اس میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ کسی متنفس کو خبر نہیں کہ کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے نیک اعمال کے بدلے میں ان کے لئے چھپا رکھا گیا ہے۔'' ﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ﴾ ''اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھ۔'' یعنی اسباب عصمت کے ذریعے سے اور ہمارے ان گناہوں کو بخش کر جو موجب عذاب ہیں، ہم سے جہنم کے عذاب کو دور فرما۔ ﴿إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾ ''بے شک اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔'' یعنی جہنم کا عذاب جہنمیوں سے چپک جائے گا۔ جیسے قرض خواہ مقروض سے چپک جاتا ہے۔ ﴿إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا﴾ ''بلاشبہ دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔'' یہ ان کی طرف سے اپنے رب کے سامنے عاجزی اور شدت احتیاج کا اظہار ہے۔ نیز یہ کہ ان میں اتنی طاقت نہیں کہ اس عذاب کو برداشت کر سکیں...... نیز یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد رکھیں کیونکہ سختی کو دور کرنا بھی اس کی شدت اور برائی کے مطابق ہوتا ہے اور سختی جس قدر زیادہ شدت سے واقع ہوگی، اس کے ہٹائے جانے سے خوشی بھی اسی قدر زیادہ ہوگی۔ ﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا﴾ ''اور وہ جب خرچ کرتے ہیں۔'' یعنی نفقات واجبہ و مستحبہ ﴿لَمْ يُسْرِفُوا﴾ ''تو اسراف نہیں کرتے۔'' یعنی وہ حد اعتدال سے آگے بڑھ کر تبذیر اور حقوق واجبہ سے بے اعتنائی کی حدود میں داخل نہیں ہوتے ﴿وَلَمْ يَقْتُرُوا﴾ اور نہ نفقات میں تنگی کر کے بخل اور کنجوسی کا مظاہرہ کرتے ہیں ﴿وَكَانَ﴾

''اور ہوتا ہے'' یعنی ان کا خرچ کرنا۔ ﴿ بَيْنَ ذٰلِكَ ﴾ اسراف اور بخل کے بین بین ﴿ قَوَامًا ﴾ ''اعتدال کی راہ پر۔'' وہ ان مقامات پر خرچ کرتے ہیں جہاں خرچ کرنا واجب ہے مثلاً زکوٰۃ' کفارہ اور نفقات واجبہ وغیرہ۔ نیز ان مقامات پر خرچ کرتے ہیں جہاں خرچ کرنا مناسب ہو اور اس سے نقصان نہ پہنچتا ہو۔ یہ ان کے عدل و انصاف اور اعتدال کی دلیل ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ ''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔'' بلکہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر کے غیر اللہ سے منہ موڑ کر یکسوئی کے ساتھ اس کی طرف توجہ کرتے ہوئے صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں ﴿ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ ﴾ ''اور جس جان کا مارڈالنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے۔'' اس سے مراد مسلمان اور معاہد کافر ہے ﴿ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ ''مگر جائز طریق پر۔'' مثلاً قتل کے قصاص میں قتل کرنا' شادی شدہ زانی کو زنا کی پاداش میں قتل کرنا اور اس کافر کو قتل کرنا جس کو قتل کرنا جائز ہو۔

﴿ وَلَا يَزْنُوْنَ ﴾ ''اور وہ زنا نہیں کرتے۔'' بلکہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ﴿ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ﴾ (المؤمنون:۲۳/۶) ''سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملکیت میں ہوں۔'' ﴿ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ﴾ ''اور جو یہ کام کرے گا۔'' یعنی جو کوئی شرک اور زنا کا ارتکاب کرے گا اور ناحق قتل کرے گا تو عنقریب ﴿ يَلْقَ اَثَامًا ﴾ ''وہ گناہ کا بدلہ پائے گا۔''

پھر اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ ﴾ ''قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب ہوگا' اور اس میں ہمیشہ رہے گا۔'' یعنی وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہے گا ﴿ مُهَانًا ﴾ ''رسوائی کے ساتھ۔'' اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کوئی ان تمام افعال کا ارتکاب کرتا ہے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اسی طرح شرک کا مرتکب بھی ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اسی طرح ان تینوں گناہوں میں سے ہر گناہ کے ارتکاب پر سخت عذاب کی وعید ہے۔ کیونکہ یہ گناہ یا تو شرک ہے یا کبیرہ گناہ ہے۔ رہا قاتل اور زنا کار کا ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا تو قرآن اور سنت کی نصوص دلالت کرتی ہیں کہ وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ اس لیے کہ تمام اہل ایمان جہنم سے نکال لئے جائیں گے' کوئی مومن جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا خواہ اس نے کتنے ہی بڑے بڑے گناہ کیوں نہ کئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ انہیں اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ تینوں سب سے بڑے گناہ ہیں۔ شرک فساد ادیان' قتل فساد ابدان اور زنا فساد عزت و ناموس ہے۔

﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ ﴾ ''مگر جس نے توبہ کی۔'' یعنی جس نے ان گناہوں اور دیگر گناہوں سے توبہ کی' اس نے فی الفور ان گناہوں کو ترک کر دیا' ان گناہوں پر نادم ہوا اور پختہ عزم کر لیا کہ اب وہ دوبارہ گناہ نہیں کرے گا ﴿ وَاٰمَنَ ﴾ ''اور ایمان لایا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ پر صحیح طور پر ایمان لایا جو گناہوں کو ترک کرنے اور نیکیوں کے اکتساب

کا تقاضا کرتا ہے ﴿ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا ﴾ ''اور اچھے کام کیے۔'' یعنی وہ ایسے نیک کام کرتا ہے جن کا شارع نے حکم دیا ہے اور ان سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے۔ ﴿ فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ﴾ ''تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔'' یعنی ان کے وہ افعال اور اقوال جو برائی کی راہ میں سرانجام پانے کے لئے تیار تھے' نیکیوں میں بدل جاتے ہیں' چنانچہ ان کا شرک ایمان میں بدل جاتا ہے' ان کی نافرمانی اطاعت میں' اور وہ برائیاں جن کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا' بدل جاتی ہیں۔ پھر ان کا وصف یہ بن جاتا ہے کہ جو بھی گناہ ان سے صادر ہوتا ہے تو وہ اس کے بعد توبہ کرتے اور انابت و اطاعت کا راستہ اختیار کرتے ہیں' جس سے وہ گناہ بھی نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں' جیسا کہ آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے جو اس شخص کے بارے میں ہے جس کے بعض گناہوں کا اللہ تعالیٰ محاسبہ کرے گا اور ان گناہوں کو اس کے سامنے شمار کرے گا پھر ہر برائی کو نیکی میں بدل دے گا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا ''اے میرے رب! میری تو بہت سی برائیاں تھیں جو مجھے یہاں دکھائی نہیں دیتیں۔''[1] واللہ اعلم

﴿ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا ﴾ ''اور اللہ تو بخشنے والا ہے۔'' جو توبہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ تمام بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ ﴿ رَّحِيْمًا ﴾ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے' اس نے ان کو ان کے گناہ کرنے کے بعد توبہ کی طرف بلایا ہے' پھر انہیں توبہ کی توفیق عطا کی اور ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔

﴿ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴾ ''اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔'' یعنی بندے کو معلوم ہونا چاہیے کہ توبہ کمال کا بلند ترین مقام ہے کیونکہ توبہ اس راستے کی طرف رجوع ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اور اس مقام پر پہنچنے میں بندے کی عین سعادت اور فلاح ہے اس لئے اسے چاہئے کہ وہ توبہ میں اخلاص سے کام لے اور توبہ کو اغراض فاسدہ کے تمام شائبوں سے پاک رکھے۔

اس سے مقصود دراصل بندوں کو تکمیل توبہ نیز بہترین اور جلیل القدر انداز سے اس کی اتباع کی ترغیب دینا ہے' تاکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی طرف توجہ فرمائے اور' توبہ کی تکمیل کے مطابق' پورا پورا اجر عطا کرے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ﴾ یعنی جو لوگ جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے «الزور» سے مراد حرام قول و فعل ہے۔ پس وہ ان تمام مجالس سے اجتناب کرتے ہیں جو اقوال محرمہ یا افعال محرمہ پر مشتمل ہوتی ہیں' مثلاً اللہ تعالیٰ کی آیات میں باطل انداز سے گفتگو میں مشغول ہونا اور جھگڑنا' غیبت' چغلی' سب وشتم' قذف واستہزا' حرام گانا بجانا' شراب پینا' ریشم کے بچھونے اور تصاویر وغیرہ۔ جب وہ جھوٹ میں حاضر ہونے سے اجتناب کرتے ہیں تو

[1] صحیح مسلم' الایمان' باب ادنیٰ اھل الجنۃ منزلۃ فیھا' ح: ۱۹۰

جھوٹی بات کہنے اور جھوٹے فعل کے ارتکاب سے بدرجہ اولیٰ بچتے ہوں گے۔ جھوٹی گواہی جھوٹی بات میں داخل ہے اور یہ بھی بدرجہ اولیٰ اس آیت کریمہ میں داخل ہے۔ ﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ﴾ "اور جب وہ بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزرتے ہیں۔" (لغو) سے مراد وہ کلام ہے جس میں کوئی بھلائی اور کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو' مثلاً بیوقوف لوگوں کا کلام ﴿مَرُّوْا كِرَامًا﴾ "تو باوقار انداز سے گزر جاتے ہیں۔" یعنی وہ لغویات میں مشغول ہونے سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ لغویات میں مشغول ہونا خواہ ان میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو' سفاہت ہے جو انسانیت اور مروت کے منافی ہے بنابریں وہ اپنے لئے اسے پسند نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ﴾ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان لغویات میں حاضر ہونا اور انہیں سننا' ان کا مقصد نہیں بلکہ اگر کسی لغویات کا کہیں سامنا ہو جاتا ہے تو نہایت باوقار طریقے سے اپنے آپ کو وہاں سے بچا لیتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾ "اور وہ لوگ جب ان کو ان کے رب کی آیات کے ذریعے سے سمجھایا جاتا ہے۔" جن کو سننے اور جن سے راہنمائی حاصل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ﴿لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا﴾ "تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے۔" یعنی ان سے روگردانی نہیں کرتے۔ وہ آیات الٰہی کو بہرے بن کر سنتے ہیں نہ اپنے قلب ونظر کی توجہ کو کسی دوسری طرف کرتے ہیں' جس طرح اس پر ایمان نہ لانے والوں اور اس کی تصدیق نہ کرنے والوں کا رویہ ہوتا ہے۔ ان کا آیات الٰہی کے سماع کے وقت یہ حال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (السجدة: ١٥/٣٢) "ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں یہ آیات سنا کر جب نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ ریزہ ہو جاتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح بیان کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔" وہ اپنے آپکو آیات الٰہی کا محتاج سمجھتے ہوئے انہیں قبول کرتے ہیں اور انکے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ ﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا﴾ "اور وہ جو کہتے ہیں کہ ہمیں عطا کر ہماری بیویوں کی طرف سے" یعنی ہمارے ہم عصروں' ہمارے ساتھیوں اور ہماری بیویوں کی طرف سے ﴿وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ﴾ "اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک۔" یعنی ان کے ذریعے سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

جب ہم ان اللہ کے نیک بندوں کے احوال واوصاف کا استقراء کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بلند ہمت اور عالی مرتبہ لوگ ہیں' اس لیے ان کی آنکھیں تب ہی ٹھنڈی ہوں گی جب وہ انہیں اپنے رب کے حضور مطیع' اس کے متعلق جاننے والے اور نیک اعمال کرتے ہوئے دیکھیں گے۔ گویا کہ ان کی یہ دعا جو ان کی بیویوں اور ان کی اپنی اولاد کی اصلاح کے لیے ہے' درحقیقت وہ ان کے اپنے ہی لیے ہے۔ کیونکہ اس دعا کا فائدہ خود انہی کی طرف لوٹتا ہے' اس لئے انہوں نے اس کو اپنے لیے ہبہ قرار دیتے ہوئے یوں کہا: ﴿هَبْ لَنَا﴾ "ہمیں عطا

فرما'' بلکہ ان کی دعا کا فائدہ عام مسلمانوں کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ مذکورہ لوگوں کی اصلاح سے بہت سے لوگوں کی اصلاح ہوگی جو ان سے متعلق ہیں اور جو ان سے مستفید ہوتے ہیں۔

﴿ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴾ ''اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔'' یعنی اے ہمارے رب! ہمیں بلند درجہ یعنی صدیقین اور اللہ کے صالح بندوں کے درجے پہ پہنچا دے اور وہ ہے امامت دینی کا درجہ' نیز یہ کہ وہ اپنے اقوال و افعال میں اہل تقویٰ کے لئے نمونہ بن جائیں لوگ ان کے افعال کی پیروی کریں اور ان کے اقوال پر مطمئن ہوں اور اہل خیر ان کے پیچھے چلیں اور ان سے راہنمائی حاصل کریں۔

یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ کسی چیز تک پہنچنے کی دعا ایسی چیز کی دعا ہے جس کے بغیر اس کی تکمیل نہیں ہوتی۔ یہ درجہ...... امامت دین کا درجہ...... صبر و یقین کے بغیر اس درجہ کی تکمیل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ (السجدۃ: ٣٢/ ٢٤) ''جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین رکھتے رہے' تو ہم نے ان کے اندر راہنما پیدا کر دیئے جو ہمارے حکم سے راہنمائی کرتے تھے۔''

یہ دعا اعمال صالحہ' اطاعت الٰہی پر استقامت اور ثابت قدمی' معاصی سے باز رہنے' المناک تقدیر پر صبر کرنے' علم کامل...... جو صاحب علم کو درجہ یقین پر فائز کرتا ہے...... خیر کثیر اور عطائے جزیل کو مستلزم ہے۔ نیز یہ دعا اس امر کو بھی مستلزم ہے کہ وہ انبیاء و مرسلین کے بعد مخلوق میں بلند ترین درجہ پر فائز ہوں۔ چونکہ وہ بلند ہمت اور بلند مقصد لوگ ہیں اس لئے ان کی جزا بھی ان کے عمل کی جنس سے ہوگی' اللہ تعالیٰ انہیں جزا کے طور پر بلند منازل عطا کرے گا' چنانچہ فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا ﴾ ''ان لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیے جائیں گے۔'' یعنی انہیں بلند منازل اور خوبصورت مساکن عطا کئے جائیں گے اور ان کے لئے ہر وہ چیز جمع ہوگی جس کی دل خواہش کرے گا اور جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔ یہ سب کچھ انہیں ان کے صبر کی بنا پر عطا ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ (الرعد: ١٣/ ٢٣' ٢٤) ''فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔ یہ سب کچھ اس بنا پر عطا ہوا کہ تم نے صبر کیا تھا' کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر۔'' اس لئے یہاں فرمایا: ﴿ وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴾ ''اور وہ ان سے دعا و سلام سے ملاقات کریں گے۔'' یعنی ان کو ان کے رب کی طرف سے سلام بھیجا جائے گا' عالی قدر فرشتے ان کو سلام کہیں گے اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو سلام کہیں گے اور وہ ہر قسم کے تکدر اور ناخوشگواری سے محفوظ ہوں گے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وقار' سکینت' اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے لئے تواضع اور انکسار'

حسن ادب، بردباری، وسعت اخلاق، جہلاء سے درگزر اور اعراض، ان کے برے سلوک کے مقابلے میں حسن سلوک، تہجد، اس میں اخلاص، جہنم سے خوف، اس (جہنم) سے اپنی نجات کے لئے اپنے رب کے سامنے گڑگڑانے، اللہ تعالیٰ کے راستے میں واجب اور مستحب نفقات میں سے خرچ کرنے اور اس میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے جیسے اوصاف سے ان کو موصوف کیا ہے۔ جب خرچ کرنے میں، جس کے بارے میں عادۃً افراط و تفریط سے کام لیا جاتا ہے، وہ اعتدال کو اختیار کرتے ہیں تو دیگر معاملات میں ان کی میانہ روی تو بدرجہ اولیٰ ہوگی۔ وہ کبائر سے محفوظ ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص، جان اور ناموس کے معاملات میں عفت اور کسی گناہ کے صادر ہونے پر توبہ جیسی صفات سے متصف ہیں نیز وہ ایسی تقریبات اور مجالس میں حاضر نہیں ہوتے جن میں منکرات اور قولی و فعلی فسق و فجور ہو اور نہ وہ خود اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔ وہ لغویات اور ایسے گھٹیا افعال سے اپنے آپ کو بچائے رکھتے ہیں، جن میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ چیز ان کی مروت، انسانیت اور ان کے کمال کو مستلزم ہے نیز اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ قولی و فعلی طور پر خسیس افعال سے بالا و بلند تر ہیں۔

وہ آیات الٰہی کا قبولیت کے ساتھ استقبال کرتے ہیں، ان کے معانی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، ان پر عمل کرتے ہیں، ان کے احکام کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ وہ اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کو کامل ترین طریقے سے پکارتے ہیں جس سے وہ خود فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کے متعلقین فائدہ اٹھاتے ہیں، اور ان کی اولاد اور ان کی بیویوں کی اصلاح سے تمام مسلمان فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ان تمام امور کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہیں، انہیں نصیحت کرتے ہیں اور ان کے ساتھ خیر خواہی کا رویہ رکھتے ہیں کیونکہ جو کوئی کسی چیز کی خواہش کرتا ہے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے وہ لازمی طور پر اس کے لئے اسباب بھی اختیار کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے بلند ترین درجات پر پہنچنے کی دعا کرتے ہیں جہاں تک پہنچنا ان کے لیے ممکن ہے اور وہ امامت اور صدیقیت کا درجہ ہے...... اللہ کی قسم! یہ کتنی بلند مرتبہ صفات ہیں، یہ کتنی بلند ہمتی ہے، یہ کتنے جلیل القدر مقاصد ہیں، یہ نفوس کتنے پاک اور یہ قلوب کتنے طاہر ہیں، یہ چنے ہوئے لوگ کتنے پاکیزہ اور یہ سادات کتنے متقی ہیں! یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل، اس کی نعمت اور اس کی رحمت ہے جس نے ان کو ڈھانپ لیا ہے اور یہ اس کا لطف و کرم ہے جس نے ان کو ان بلند مقامات تک پہنچایا۔

اللہ کی قسم! یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر عنایت ہے کہ اس نے ان کے سامنے اپنے ان بلند ہمت بندوں کے اوصاف بیان فرمائے، ان کی نشانیاں بیان کیں، ان کے سامنے ان کی ہمت اور عزائم آشکارا کئے اور ان کا اجر واضح کیا تاکہ ان میں بھی ان اوصاف سے متصف ہونے کا اشتیاق پیدا ہو اور یہ بھی اس راستے میں جدوجہد کریں اور وہ اس ہستی سے سوال کریں، جس نے اپنے ان بندوں پر احسان کیا، جس نے ان کو اکرام و تکریم سے سرفراز فرمایا اور جس کا فضل و کرم ہر زمان و مکان میں ہر وقت اور ہر آن عام ہے...... کہ وہ انہیں بھی ہدایت سے نوازے جیسے

ان کو ہدایت سے نوازا ہے اور اپنی تربیت خاص کے ذریعے سے ان کی بھی سرپرستی فرمائے جیسے ان کی سرپرستی فرمائی ہے۔ اے اللہ! ہر قسم کی ستائش کا صرف تو ہی مستحق ہے' میں صرف تیرے ہی پاس شکوہ کرتا ہوں' تجھ ہی سے اعانت طلب کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔ مجھ میں گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی مگر صرف تیری توفیق کے ساتھ۔

ہم خود اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں اور اگر تو ہمیں نیکی کرنے کی توفیق عطا کر کے نیکی کو ہمارے لئے آسان نہ کرے تو ہم ذرہ برابر بھی نیکی کرنے کی قدرت نہیں رکھتے' ہم ہر لحاظ سے نہایت کمزور اور عاجز بندے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اگر تو ایک لمحے کے لئے بھی ہمیں ہمارے نفس کے حوالے کر دے تو گویا تو نے ہمیں کمزوری' عجز اور گناہ کے حوالے کر دیا ہے۔ اے ہمارے رب! ہم صرف تیری رحمت پر بھروسہ کرتے ہیں جس کی بنا پر تو نے ہمیں پیدا کیا' ہمیں رزق عطا کیا' ہمیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے سرفراز کیا اور تکلیفوں اور سختیوں کو ہم سے دور کیا' ہم پر ایسی رحمت کا سایہ کر جو ہمیں تیری رحمت کے سوا ہر رحمت سے بے نیاز کر دے۔ پس جو کوئی تجھ سے سوال کرتا ہے اور تجھ سے امیدیں باندھتا ہے وہ کبھی خائب وخاسر نہیں ہوتا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کی اپنی رحمت کی طرف اضافت کی ہے اور ان کے فضل وشرف کی وجہ سے ان کو اپنی عبودیت سے مختص کیا ہے اس لیے کسی کو یہ وہم لاحق ہو سکتا ہے کہ ان مذکورہ لوگوں کے سوا وہ بذات خود اور دوسرے لوگ عبودیت میں داخل کیوں نہیں ہو سکتے؟ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ اس کو ان مذکورہ لوگوں کے سوا کسی کی پروا نہیں۔ اگر تم نے دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ میں اسے نہ پکارا ہوتا تو وہ تمہاری کبھی پروا کرتا نہ تم سے محبت کرتا' چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴾ ''کہہ دیجیے! اگر تم اللہ کو نہ پکارتے تو میرا رب بھی تمہاری کچھ پروا نہ کرتا۔ پس تم نے تکذیب کی ہے سو اس کی سزا لازم ہوگی۔'' یعنی عذاب تم سے اس طرح چپک جائے گا جس طرح قرض خواہ مقروض سے چپک جاتا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اور اپنے مومن بندوں کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔

تفسیر سُورَۃ الشُّعَرَاء

سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ (٢٦) مَكِّيَّةٌ (٤٧) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ٢٢٧ رُكُوْعَاتُهَا ١١

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

طٰسٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾

طٰسٓمّٓ ○ یہ آیتیں ہیں کتاب واضح کی ○ شاید کہ آپ ہلاک کر ڈالیں اپنے آپکو اسلئے کہ نہیں ہوتے وہ ایمان لانے والے ○

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿٤﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ

اگر ہم چاہیں تو نازل کر دیں ان پر آسمان سے کوئی نشانی، پس ہو جاتیں انکی گردنیں اس کیلئے جھکنے والیں ○ اور نہیں آتی انکے پاس

مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ

کوئی نصیحت رحمٰن کی طرف سے نئی، مگر ہوتے ہیں وہ اس سے اعراض کرنیوالے ○ پس تحقیق جھٹلایا انہوں نے، پس عنقریب آئینگی انکے پاس

اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ

خبریں اس چیز کی کہ تھے وہ ساتھ اسکے استہزاء کرتے ○ کیا نہیں دیکھا انہوں نے زمین کی طرف، کتنی اگائیں ہم نے اسمیں ہر قسم کی

زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

عمدہ چیزیں؟○ بیشک اسمیں البتہ (عظیم) نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر انکے ایمان لانے والے ○ اور بلاشبہ آپکا رب، البتہ وہ ہے

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ ع

نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ○

اللہ تعالیٰ ایسا اشارہ فرماتا ہے جو کھول کھول کر بیان کرنے والی اس کی کتاب کی تعظیم پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کتاب عظیم تمام مطالب الٰہیہ اور مقاصد شرعیہ پر دلالت کرتی ہے۔ غور و فکر کرنے والے کے لئے اس کی خبر اور حکم میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا کیونکہ یہ نہایت واضح کتاب ہے' بلند ترین معانی پر دلالت کرتی ہے' اس کے احکام مربوط اور اس کی تعلیق مناسب ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کتاب عظیم کے ذریعے سے لوگوں کو ان کی بداعمالیوں کے انجام سے ڈراتے تھے اور اس کے ذریعے سے راہ راست کی طرف راہنمائی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے متقی بندے اس سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں اور صرف وہی لوگ اس سے روگردانی کرتے ہیں جن کے لئے بدبختی لکھ دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ' مشرکین کے ایمان نہ لانے پر بہت غمگین ہوتے تھے کیونکہ وہ ان کی بھلائی کی خواہش رکھتے تھے اور ان کے خیر خواہ تھے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: ﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ ﴾ ''شاید کہ آپ اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے۔'' یعنی آپ اپنے آپ کو ہلاکت اور مشقت میں ڈال رہے ہیں ﴿ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اس وجہ سے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟'' یعنی ایسا نہ کیجیے اور ان پر حسرت سے اپنی جان کو ختم نہ کیجیے' کیونکہ ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کی ذمہ داری تبلیغ تھی' سو آپ نے یہ ذمہ داری ادا کر دی اور اس قرآن مبین کے بعد کوئی ایسی نشانی باقی نہیں کہ جسے ہم نازل کریں تاکہ یہ اس پر ایمان لے آئیں۔

جو کوئی ہدایت کا طلب گار ہے اس کے لئے یہ قرآن کافی و شافی ہے' اس لیے فرمایا: ﴿ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً ﴾ ''اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اتار دیں۔'' یعنی آیات معجزہ میں سے ﴿ فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ ﴾ ''پھر ہو جائیں ان کی گردنیں۔'' یعنی جھٹلانے والوں کی گردنیں ﴿ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴾ ''اس کے آگے جھکنے والیں۔'' مگر اس کی کوئی ضرورت ہے نہ اس میں کوئی مصلحت' کیونکہ اس وقت ایمان لانا فائدہ مند نہیں' ایمان لانا صرف اسی وقت فائدہ دے گا جب وہ ایمان بالغیب ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ هَلْ

يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن تَأْتِيَهُمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِىَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِىَ بَعْضُ ءَايَٰتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِى بَعْضُ ءَايَٰتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَٰنُهَا ﴾ (الانعام: ١٥٨/٦) ''کیا یہ لوگ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا خود آپ کا رب آئے یا آپ کے رب کی کچھ نشانیاں آ جائیں' جس روز آپ کے رب کی کچھ نشانیاں آ جائیں گی تو اس روز کسی جان کو اس کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔''

﴿ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّنَ ٱلرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ ﴾ ''اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی بھی نئی نصیحت نہیں آتی۔'' جو انہیں حکم دے' انہیں روکے اور ان کو یاد دہانی کرائے کہ کون سے امور انہیں فائدہ دیتے ہیں اور کون سے امور انہیں نقصان دیتے ہیں ﴿ إِلَّا كَانُوا۟ عَنْهُ مُعْرِضِينَ ﴾ ''مگر یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔'' اپنے قلب و بدن کے ساتھ۔ یہ ان کا اس نئی نصیحت اور یاد دہانی سے اعراض ہے جس کا مؤثر ہونا عادت کے مطابق زیادہ بلیغ ہوتا ہے' تو پھر کسی اور نصیحت کے بارے میں ان کا رویہ کیا ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں اور وعظ و نصیحت انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ فَقَدْ كَذَّبُوا۟ ﴾ ''پس انہوں نے تکذیب کی۔'' یعنی حق کی اور یہ تکذیب ان کی فطرت بن گئی جس میں تغیر و تبدل نہیں ہے۔ ﴿ فَسَيَأْتِيهِمْ أَنۢبَٰٓؤُا۟ مَا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴾ ''اب عن قریب ان کے پاس وہ خبریں آ جائیں گی جن کا وہ استہزا کیا کرتے تھے۔'' یعنی عنقریب ان پر عذاب واقع ہو گا اور ان پر وہ عذاب نازل ہو گا جسے وہ جھٹلایا کرتے تھے کیونکہ وہ عذاب کے مستحق بن چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے غور و فکر کی' جو انسان کو فائدہ دیتا ہے' ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ أَوَلَمْ يَرَوْا۟ إِلَى ٱلْأَرْضِ كَمْ أَنۢبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴾ ''کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا' کہ ہم نے اس میں ہر قسم کی کتنی نفیس چیزیں اگائی ہیں۔'' یعنی ہم نے نباتات کی تمام اصناف اگائیں جو بہت خوبصورت نظر آتی ہیں جو بہت فوائد کی حامل ہیں۔ ﴿ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ اس میں نشانی ہے۔'' یعنی اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو اسی طرح دوبارہ زندہ کرے گا جس طرح زمین کو اس کے مر جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرتا ہے۔ ﴿ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴾ ''مگر یہ اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَآ أَكْثَرُ ٱلنَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ﴾ (یوسف: ١٠٣/١٢) ''خواہ آپ کتنا ہی کیوں نہ چاہیں اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔''

﴿ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ﴾ ''اور آپ کا رب غالب ہے۔'' یعنی جو تمام مخلوق پر غالب ہے اور تمام عالم علوی و سفلی اس کے سامنے سرنگوں ہے ﴿ ٱلرَّحِيمُ ﴾ اس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے' اس کی نوازشیں ہر زندہ چیز تک پہنچتی ہیں۔ وہ غالب ہے بدبختوں کو مختلف عقوبتوں کے ذریعے سے ہلاک کرتا ہے اور سعادت مندوں پر بہت مہربان ہے' انہیں ہر شر اور ہر بلا سے نجات دیتا ہے۔

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٠ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا
اور (یاد کریں) جب پکارا آپ کے رب نے موسیٰ کو، یہ کہ جا تو ظالم قوم کے پاس ○ (یعنی) قوم فرعون کے پاس، کیا نہیں
يَتَّقُوْنَ ۝١١ قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝١٢ۭ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ
ڈرتے وہ؟ ○ موسیٰ نے کہا، اے میرے رب! بیشک میں ڈرتا ہوں اس سے کہ وہ جھٹلائیں گے مجھے ○ اور تنگ ہوتا ہے میرا سینہ اور نہیں چلتی
لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝١٣ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝١٤ۚ
میری زبان، پس (وحی) بھیج تو ہارون کی طرف ○ اور ان کا میرے ذمہ ایک گناہ (جرم) ہے، سو ڈرتا ہوں میں اس سے کہ وہ قتل کر دیں مجھے ○
قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝١٥ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ
اللہ نے کہا، ہرگز نہیں پس جاؤ تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں سننے والے ○ پس جاؤ تم فرعون کے پاس اور کہو، بلاشبہ ہم رسول ہیں
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٦ۙ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝١٧ۭ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّ
رب العالمین کے ○ یہ کہ بھیج دے تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو ○ فرعون نے کہا، کیا نہیں پرورش کی تھی ہم نے تیری اپنے اندر جبکہ تو بچہ تھا اور
لَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝١٨ۙ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝١٩
ٹھہرا رہا ہے تو ہمارے اندر اپنی عمر میں سے کئی سال ○ اور کیا تو نے اپنا کام، وہ جو کیا تو نے، اور تو ناشکروں میں سے ہے ○
قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ۝٢٠ۭ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ
موسیٰ نے کہا، کیا تھا میں نے وہ (کام) اس وقت جبکہ میں بھٹکے ہوئے لوگوں میں سے تھا ○ پس بھاگ گیا میں تم سے جب ڈرا میں تم سے،
فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٢١ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ
پس عطا کیا مجھے میرے رب نے حکم، اور اس نے بنایا مجھے رسولوں میں سے ○ اور (کیا یہی ہے) وہ احسان کہ احسان جتلاتا ہے تو اس کا مجھ پر، یہ کہ
عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝٢٢ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢٣ۭ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
غلام بنا رکھا ہے تو نے بنی اسرائیل کو؟ ○ کہا فرعون نے، اور کیا ہے رب العالمین؟ ○ موسیٰ نے کہا، (وہ ہے) رب آسمانوں کا
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝٢٤ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ۝٢٥
اور زمین کا اور جو ان دونوں کے درمیان ہے، اگر ہو تم یقین کرنے والے ○ فرعون نے کہا ان لوگوں سے جو اس کے ارد گرد تھے، کیا نہیں سنتے تم؟ ○
قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٢٦ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ
موسیٰ نے کہا، (وہ ہے) تمہارا رب، اور رب تمہارے پہلے باپ دادا کا ○ فرعون نے کہا، بلاشبہ تمہارا رسول، وہ جو بھیجا گیا ہے تمہاری طرف،
لَمَجْنُوْنٌ ۝٢٧ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝٢٨ قَالَ
یقیناً دیوانہ ہے ○ موسیٰ نے کہا، (وہ ہے) رب مشرق اور مغرب کا اور (ان کا) جو ان دونوں کے درمیان ہے، اگر ہو تم عقل رکھتے ○ فرعون نے کہا،
لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰــهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝٢٩ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ
البتہ اگر پکڑا تو نے کوئی (اور) معبود سوائے میرے تو البتہ ضرور بنا دوں گا میں تجھے قیدیوں میں سے ○ موسیٰ نے کہا، کیا اگرچہ لاؤں میں تیرے پاس کوئی چیز

مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ
واضح (تو بھی)؟ ○ کہا اس نے، لے آ تو وہ چیز، اگر ہے تو سچوں میں سے ○ پس ڈالا موسیٰ نے عصا اپنا، تو نا گہاں وہ اژدہا تھا
مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا
ظاہر ○ اور نکالا اس نے اپنا ہاتھ تو نا گہاں وہ سفید (چمکتا ہوا) تھا دیکھنے والوں کیلئے ○ کہا اس نے ان وڈیروں سے جو ارد گرد تھے اسکے، بلاشبہ یہ (موسیٰ)
لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ قَالُوْۤا
البتہ جادوگر ہے خوب جاننے والا ○ وہ چاہتا ہے کہ نکال دے تمہیں تمہاری زمین سے اپنے جادو کے ذریعے تو کیا مشورہ دیتے ہو تم؟ ○ انہوں نے کہا،
اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٣٦﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿٣٧﴾ فَجُمِعَ
مہلت دے تو اسے اور اسکے بھائی کو، اور بھیج تو شہروں میں اکٹھا کرنیوالے ○ لے آئیں وہ تیرے پاس تمام بڑے بڑے ماہر جادوگر ○ پس جمع کیے گئے
السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٣٨﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿٣٩﴾ لَعَلَّنَا
جادوگر (خاص) وقت پر ایک دن معین کے ○ اور کہا گیا لوگوں سے، کیا تم (بھی) جمع ہو گے؟ ○ تاکہ ہم
نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ
اتباع کریں جادوگروں کا، اگر ہوں وہی غالب ○ پس جب آئے جادوگر تو کہا انہوں نے فرعون سے، کیا بلاشبہ
لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٢﴾ قَالَ
ہمارے لئے البتہ صلہ ہوگا اگر ہوں ہم ہی غالب؟ ○ اس نے کہا، ہاں! اور بلاشبہ تم اس وقت البتہ (میرے) مقرب لوگوں میں سے ہو گے ○ کہا
لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ
ان سے موسیٰ نے، ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو ○ پس ڈالیں انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں، اور کہا انہوں نے، قسم ہے عزت
فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾
فرعون کی، بلاشبہ ہم، البتہ ہم ہی ہیں غالب ○ پس ڈالا موسیٰ نے اپنا عصا تو نا گہاں وہ نگلتا تھا جو کچھ وہ جھوٹ باندھتے تھے ○
فَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾
پس گرا دیے گئے (وہ) جادوگر سجدہ کرتے ہوئے ○ کہا انہوں نے، ایمان لائے ہم رب العالمین کے ساتھ ○ جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا ○
قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ
کہا فرعون نے، کیا ایمان لے آئے تم اس پر پہلے اس سے کہ میں اجازت دوں تمہیں؟ بلاشبہ وہ البتہ تمہارا بڑا ہے، جس نے سکھایا ہے تمہیں جادو،
فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ
سو یقیناً عنقریب جان لو گے تم، البتہ ضرور کاٹوں گا میں تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مخالف طرف سے، اور البتہ ضرور سولی پر لٹکاؤں گا میں تم
اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۖ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا
سب کو ○ انہوں نے کہا نہیں کوئی حرج، بیشک ہم طرف اپنے رب کی لوٹنے والے ہیں ○ بلاشبہ ہم امید رکھتے ہیں یہ کہ بخش دیگا ہمارے لئے

رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ ع
ہمارا رب ہماری خطائیں اسلئے کہ ہم ہی ہیں پہلے ایمان لانیوالے ○ اور وحی کی ہم نے موسیٰ کی طرف یہ کہ رات کو (نکال) لے جا تو میرے بندوں کو،
اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٥٢﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
بلاشبہ تم پیچھا کیے جاؤ گے ○ پس بھیجے فرعون نے شہروں میں اکٹھا کرنے والے ○ (یہ کہتے ہوئے) بلاشبہ یہ لوگ،
لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿٥٦﴾
البتہ ایک جماعت ہے تھوڑی سی ○ اور بلاشبہ وہ ہمیں یقیناً غصہ دلانے والے ہیں ○ اور بلاشبہ ہم البتہ جماعت ہیں ہوشیار، چوکس ○
فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ ط وَاَوْرَثْنٰهَا
پس نکالا ہم نے انہیں باغات اور چشموں سے ○ اور خزانوں اور عمدہ قیام گاہوں سے ○ اسی طرح ہوا، اور وارث بنایا ہم نے ان چیزوں کا
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى
بنی اسرائیل کو ○ پس پیچھے لگے فرعونی ان (بنی اسرائیل) کے سورج نکلتے وقت ○ سو جب ایک دوسرے کو دیکھا دونوں جماعتوں نے تو کہا اصحاب موسیٰ نے،
اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ
یقیناً ہم تو پکڑے گئے ○ موسیٰ نے کہا، ہرگز نہیں، بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ ضرور میری راہنمائی کریگا ○ پس وحی کی ہم نے طرف موسیٰ کی یہ کہ
اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ط فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾
مار تو اپنا عصا سمندر کو پس سمندر پھٹ گیا اور ہو گیا ہر ایک ٹکڑا (سمندر کا) جیسے پہاڑ بہت بڑا ○
وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا
اور قریب کر دیا ہم نے وہاں دوسروں کو ○ اور نجات دی ہم نے موسیٰ کو اور ان لوگوں کو جو اسکے ساتھ تھے، سب کو ○ پھر غرق کر دیا ہم نے
الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾
دوسروں (فرعونیوں) کو ○ بلاشبہ اس میں البتہ ایک (عظیم) نشانی ہے، اور نہیں تھے اکثر ان کے ایمان لانے والے ○
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾ ع
اور بلاشبہ آپ کا رب، البتہ وہ ہے نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کی مدح وثنا اور ان کے واقعات کا بار بار جتنا اعادہ کیا ہے اتنا کسی اور واقعے کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ عظیم حکمتوں اور عبرتوں پر مشتمل ہے اور اس قصے میں اہل ایمان اور اہل کفر کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طرز عمل کی تفصیل ہے نیز موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت کبریٰ اور صاحب تورات تھے جو قرآن عظیم کے بعد سب سے افضل کتاب ہے۔

فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فضیلت والے احوال کو یاد کیجیے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ندا دی' ان سے کلام

فرمایا' ان کو نبوت سے سرفراز کیا' ان کو رسول بنا کر بھیجا اور انہیں حکم دیا ﴿ اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ ''ظالم لوگوں کے پاس جاؤ۔'' جنہوں نے زمین میں تکبر کا رویہ اختیار کر رکھا ہے اور اللہ کی مخلوق پر جبر کے ساتھ مسلط ہیں اور ان کے سردار نے ربوبیت کا دعویٰ کر رکھا ہے۔ ﴿ قَوْمَ فِرْعَوْنَ اَلَا یَتَّقُوْنَ ﴾ ''قوم فرعون کے پاس کیا وہ ڈرتے نہیں۔'' یعنی انہیں نہایت نرم لہجے اور لطیف عبارت میں کہہ دیجئے کہ تم اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ڈرتے جس نے تمہیں پیدا کیا' تمہیں رزق سے نوازا اور تم اس کے بدلے میں کفر کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہو؟

موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے سامنے معذرت پیش کر کے' اپنا عذر بیان کرتے ہوئے اس بھاری ذمہ داری کو اٹھانے میں معاون کا سوال کیا: ﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ۝ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ ﴾ ''انہوں نے کہا' میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ یہ مجھے جھوٹا سمجھیں اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری زبان رکتی ہے۔'' عرض کی ﴿ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۝ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ۝ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ۝ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِی ﴾ (طٰهٰ: ٢٠/٢٥-٣٠) ''اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے میرے کام کو میرے لئے آسان کر دے' میری زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ یہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں۔ میرے خاندان میں سے میرے لئے ایک وزیر مقرر کر دے' ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔''

﴿ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ ﴾ ''پس تو ہارون کی طرف پیغام بھیج۔'' اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اسی طرح نبوت سے سرفراز فرمایا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سرفراز فرمایا تھا: ﴿ فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً ﴾ (القصص: ٢٨/٣٤) ''اس کو میرے ساتھ معاون بنا کر بھیج۔'' یعنی میرے کام میں ہارون کو میرا معاون بنا دے تاکہ وہ لوگ میری تصدیق کریں۔ ﴿ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ ﴾ ''اور ان لوگوں کا میرے ذمہ ایک گناہ ہے۔'' یعنی قبطی کے قتل کے ضمن میں ﴿ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴾ ''تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔'' ﴿ قَالَ كَلَّا ﴾ ''اللہ نے فرمایا' ہرگز نہیں'' یعنی وہ تجھ کو قتل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ تم دونوں کو ہم قوت عطا کر دیں گے۔ ﴿ فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚ بِاٰیٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴾ (القصص: ٢٨/٣٥) ''پس وہ ہماری نشانیوں کی وجہ سے تم دونوں تک پہنچ نہیں سکیں گے تم دونوں اور تمہارے پیروکار ہی غالب رہیں گے۔'' اسی لئے فرعون' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ انتہائی دشمنی' آپ کی رائے کو سفاہت قرار دینے' آپ کو اور آپ کی قوم کو گمراہ جاننے کے باوجود آپ کے قتل پر قادر نہ ہو سکا۔

﴿ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَآ ﴾ ''پس تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ'' جو تمہاری صداقت اور جو کچھ تم لے کر آئے ہو اس کی صحت پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴾ ''ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں۔'' میں تم دونوں کی حفاظت کروں گا اور تم پر نظر رکھوں گا۔ ﴿ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ ''تم دونوں

فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تمام جہانوں کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔'' یعنی ہمیں تیری طرف بھیجا گیا ہے تا کہ تو اللہ تعالیٰ پر اور ہم پر ایمان لائے' اس کی توحید کو مان لے اور اس کی عبادت کے لئے اس کی اطاعت کرے۔ ﴿ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴾ ''یہ کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔'' ان کو تعذیب اور ایذا دینا چھوڑ دے اور ان پر سے اپنی غلامی کا جوا اٹھا لے تا کہ وہ اپنے رب کی عبادت کر سکیں اور اپنے امور دین کو قائم کر سکیں۔ جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہ السلام فرعون کے پاس آئے اور وہ سب کچھ اس سے کہہ دیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا۔ مگر فرعون ایمان نہ لایا اور نہ اس میں کسی قسم کی نرمی ہی پیدا ہوئی بلکہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت شروع کر دی۔ کہنے لگا ﴿ اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا ﴾ ''کیا ہم نے تیری' کہ تو ابھی بچہ ہی تھا' پرورش نہیں کی۔'' یعنی کیا ہم نے تجھے اپنی نعمتوں سے نہیں نوازا؟ کیا ہم نے تیری اس وقت سے پرورش نہیں کی جب تو پنگوڑے میں تھا اور تو اسی طرح ہمارے پاس پرورش پاتا رہا؟ ﴿ وَلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِیْنَ ۝ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَکَ الَّتِیْ فَعَلْتَ ﴾ ''اور تو نے ہمارے پاس اپنی عمر کے کتنے ہی سال گزارے ہیں اور تو نے وہ کام کیا تھا جو کیا۔'' اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قبطی کا قتل ہے' جب اس قبطی کے خلاف جو کہ دشمن گروہ سے تھا اس شخص نے مدد چاہی جو کہ موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم سے تھا۔ ﴿ فَوَکَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْهِ ﴾ (القصص:۱۵/۲۸) ''تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک مکا رسید کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔'' ﴿ وَاَنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ﴾ ''اور تو بھی کافروں میں سے تھا۔'' یعنی اس وقت تیرا طریقہ اور راستہ وہی تھا جو کافرانہ طریقہ اور راستہ ہمارا تھا۔ پس فرعون نے اپنے بارے میں غیر شعوری طور پر کفر کا اقرار کیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴾ ''وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوئی تھی اور میں خطا کاروں میں سے تھا۔'' یعنی میں نے وہ قتل کفر کی بنا پر نہیں کیا وہ خطا اور نادانی کے باعث ہوا۔ پس میں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی تو اس نے مجھے معاف کر دیا۔ ﴿ فَفَرَرْتُ مِنْکُمْ لَمَّا خِفْتُکُمْ ﴾ ''پس جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم سے بھاگ گیا۔'' یہ وہ وقت تھا جب تم نے میرے قتل کا مشورہ کر لیا تھا پس میں مدین کی طرف بھاگ کر چلا گیا اور کئی سال وہاں رہا' پھر تمہارے پاس چلا آیا۔ ﴿ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُکْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴾ ''پھر اللہ نے مجھے نبوت و علم بخشا اور مجھے پیغمبروں میں سے کیا۔'' حاصل کلام یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر فرعون کا اعتراض ایک جاہل یا جان بوجھ کر جاہل بننے والے کا اعتراض ہے کیونکہ اس نے آنجناب کے رسول ہونے سے اس امر کو مانع قرار دیا کہ ان سے قتل کا ارتکاب ہو گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون پر واضح کر دیا کہ ان سے یہ قتل انجانے اور خطا سے ہوا ہے' جس میں انسان کے قتل کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فضل کسی کے لئے ممنوع نہیں ہے تو پھر تم حکمت اور رسالت کو مجھ سے کیونکر روک سکتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا

کی ہے۔ اے فرعون! باقی رہا تیرا یہ طعنہ: ﴿ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا ﴾ ''کیا ہم نے تیری' جب کہ تو بچہ تھا' پرورش نہیں کی۔'' اگر حقیقت پسندی سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اس میں تیرا کوئی احسان نہیں۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ یعنی تو مجھ پر یہ احسان جتلاتا ہے حالانکہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے اور تو نے مجھے اپنی غلامی سے بچا دیا ہے اور اسے تو مجھ پر اپنی نعمت اور اپنا احسان قرار دیتا ہے۔ غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ تو نے اس فضیلت والے گروہ پر ظلم کیا ہے تو نے اپنے ظلم سے ان کو مطیع کر کے عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود کہ تو نے میری قوم پر اذیت اور تعذیب کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری ایذا رسانی سے محفوظ رکھا۔ اس میں کون سا احسان ہے جو تو مجھ پر جتلاتا ہے؟

﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''فرعون نے کہا' تمام جہانوں کا مالک کیا ہے؟'' یہ فرعون کی طرف سے ظلم اور تکبر کی بنا پر اپنے رب کا انکار ہے۔ حالانکہ اسے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی صحت کا یقین تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ﴿ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ﴾ ''آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے سب کا مالک ہے۔'' یعنی جس نے عالم علوی اور عالم سفلی کو پیدا کیا اور مختلف تدابیر کے ذریعے سے ان کا انتظام کیا اور مختلف طریقوں سے ان کی تربیت کی۔ اے مخاطب لوگو! تم کائنات اور زمین و آسمان کو پیدا کرنے والے کا کیونکر انکار کر سکتے ہو؟ ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴾ ''اگر تم یقین رکھتے ہو۔'' فرعون نے تکبر اور تعجب کرتے ہوئے اپنی قوم سے کہا: ﴿ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴾ ''کیا تم سنتے نہیں'' کہ یہ شخص کیا کہتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ یعنی خواہ تم تعجب کرو یا نہ کرو' خواہ تم تکبر کرو یا فروتنی' اللہ تعالیٰ تمہارا اور تمہارے آباء واجداد کا رب ہے۔

فرعون نے حق کے ساتھ عناد کا مظاہرہ کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت میں جرح و قدح کرتے ہوئے کہا: ﴿ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴾ ''تمہارا یہ رسول' جسے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے' دیوانہ ہے۔'' کیونکہ وہ ایسی بات کہتا ہے جو ہمارے عقیدے کے خلاف ہے اور اس راستے کی مخالفت کرتا ہے جس پر ہم گامزن ہیں۔ پس اس کے نزدیک عقل مندی اور عقل مند وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ انہیں اور زمین و آسمان کو کسی نے پیدا نہیں کیا۔ یہ زمین و آسمان کسی موجد کی ایجاد کے بغیر ہمیشہ سے موجود ہیں اور خود ان کی ذات بغیر خالق کے خود بخود وجود میں آئی ہے اور اس کے نزدیک عقل مندی یہ ہے کہ مخلوق کی عبادت کی جائے جو ہر لحاظ سے ناقص اور محتاج ہے اور جنون اس کے نزدیک یہ ہے کہ رب کا اثبات کیا جائے جو عالم علوی اور عالم سفلی کو پیدا کرنے والا' ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کرنے والا ہے اور اس رب کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے۔ اس نے اپنی بات کو آراستہ

کر کے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا جبکہ اس کی قوم کے لوگ بیوقوف اور کم عقل تھے: ﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ (الزخرف: ٤٣/ ٥٤) ”پس اس نے اپنی قوم کی عقل کھو دی اور انہوں نے اس کی اطاعت کر لی' یقیناً وہ بڑے فاسق لوگ تھے۔“

فرعون کے انکار اور رب العالمین کو اس کے معطل قرار دینے پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ”مشرق و مغرب اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے' سب کا مالک ہے۔“ یعنی تمام مخلوقات کا بھی پروردگار ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ”اگر تم سمجھ رکھو۔“ یعنی میں نے پوری طرح واضح کر دیا ہے' جس کے پاس معمولی سی بھی عقل ہے اس کی سمجھ میں یہ بات آ جاتی ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جو چیز میں تمہیں بتا رہا ہوں تم اس کے بارے میں جان بوجھ کر جہالت کا مظاہرہ کر رہے ہو۔ اس آیت کریمہ میں اس امر کی طرف اشارہ اور تنبیہ ہے کہ تم نے جس جنون کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے وہ درحقیقت تمہاری بیماری ہے اور تم نے اسے مخلوق میں سب سے زیادہ عقل مند اور علم میں سب سے زیادہ کامل ہستی کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ درآں حالیکہ تم خود مجنون ہو کیونکہ تم نے موجودات میں سب سے زیادہ ظاہر ہستی کا انکار کر دیا ہے جو زمین و آسمان اور تمام کائنات کی خالق ہے۔ جب تم نے اس کا انکار کر دیا تو پھر کون سی چیز ہے جس کا تم اثبات کر رہے ہو؟ جب تم یہ چیز نہیں جانتے تو پھر تم کیا جانتے ہو؟ جب تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات پر ایمان نہیں لاتے تو پھر اللہ اور اس کی آیات کے بعد تم کس چیز پر ایمان لاؤ گے؟ اللہ کی قسم! وہ پاگل لوگ جو جانوروں کی مانند ہیں' تم سے زیادہ عقل مند ہیں اور گھاس چرنے والے مویشی بھی تم سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل نے فرعون کو لاجواب کر دیا تو اس کی قدرت اور اس کا بیان موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گیا ﴿قَالَ﴾ تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو طاقت اور سلطنت کا رعب جماتے ہوئے اور دھمکی دیتے ہوئے کہا ﴿لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ﴾ ”اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے قید کر دوں گا۔“ اللہ اس کا برا کرے...... اس کی خواہش تھی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو گمراہ کر دے اور موسیٰ علیہ السلام اس کے سوا کسی اور کو اپنا معبود نہ بنائیں ورنہ یہ بات متحقق تھی کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا موقف بصیرت پر مبنی تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ﴿اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ﴾ یعنی خواہ میں اپنی دعوت پر واضح اور نمایاں معجزہ ہی کیوں نہ لے آؤں؟ ﴿قَالَ فَاْتِ بِهٖ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ﴾ ”فرعون نے کہا' اگر سچے ہو تو اس کو لاؤ۔ پس انہوں نے لاٹھی ڈالی تو وہ اسی وقت اژدہا بن گئی۔“ یعنی نر سانپ ﴿مُّبِيْنٌ﴾ وہ ہر ایک پر ظاہر تھا' تخیل اور تشبیہ کا کرشمہ نہ تھا۔

﴿وَّنَزَعَ يَدَهٗ﴾ ”اور آپ نے اپنا ہاتھ نکالا“ اپنے گریبان سے۔ ﴿فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ﴾ ”تو

وہ اسی وقت دیکھنے والوں کو سفید نظر آنے لگا۔" یعنی یہ بہت زیادہ روشن تھا اور اس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہ تھا۔
﴿قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ﴾ فرعون نے حق اور موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے حاشیہ نشیں سرداروں سے کہا: ﴿اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ○ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ﴾ "یہ کامل فن جادوگر ہے چاہتا ہے کہ تم کو اپنے جادو کے ذریعے سے تمہارے ملک سے نکال دے۔" چونکہ اسے علم تھا کہ یہ ضعیف العقل لوگ ہیں اس لئے ان کے سامنے ملمع سازی کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو جادوگروں کے شعبدوں کی جنس میں سے ایک شعبدہ ہے کیونکہ ان کے ہاں یہ بات مسلمہ تھی کہ جادوگر ایسے حیرت انگیز شعبدے دکھا سکتے ہیں جو لوگوں کی قدرت سے باہر ہیں۔ فرعون نے ان کو ڈرایا کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقصد اس جادو کے ذریعے سے تمام لوگوں کو ان کے وطن سے نکال باہر کرنا ہے تاکہ وہ اس شخص کے ساتھ عداوت رکھنے میں پوری جدوجہد کریں جو انہیں اپنے اہل و عیال اور گھروں سے جلا وطن کرنا چاہتا ہے۔ ﴿فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ﴾ "بتلاؤ! تمہارا کیا مشورہ ہے" کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ ﴿قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ﴾ "انہوں نے کہا' اس کے اور اس کے بھائی کے بارے میں کچھ توقف کیجیے۔" یعنی ان دونوں کو روک لو ﴿وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ﴾ اور لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لئے شہروں میں ہرکارے دوڑا دو ﴿يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ﴾ "وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں۔" یعنی ان تمام شہروں میں ہرکارے دوڑا دو جو علم کا گہوارہ اور جادو کا گڑھ ہیں' تاکہ وہ تمام ماہر جادوگروں کو اکٹھا کر لیں جو جادو کا پورا علم رکھتے ہیں کیونکہ جادوگر کا مقابلہ اسی قسم کے جادو ہی سے کیا جاتا ہے۔

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر جاہل' گمراہ اور گمراہ کرنے والے فرعون کی جعل سازیوں کا بطلان واضح کیا جو یہ کہتا تھا کہ یہ سب موسیٰ (علیہ السلام) کی شعبدہ بازی ہے۔ اس نے انہیں پابند کیا کہ وہ ماہر جادوگروں کو جمع کریں تاکہ ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے مجلس منعقد ہو' حق باطل پر غالب آئے اور اہل علم اور شعبدہ باز موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی صحت کا اقرار کریں نیز یہ اعتراف کریں کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ جادو نہیں۔ فرعون نے ان کی رائے پر عمل کرتے ہوئے تمام شہروں میں ہرکارے دوڑا دیئے تاکہ وہ جادوگروں کو اکٹھا کریں اور اس نے اس معاملے میں پوری جدوجہد کی۔ ﴿فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ "تو جادوگر ایک مقرر دن کی میعاد پر جمع کر لیے گئے۔" یہ دن موسیٰ علیہ السلام نے مقابلے کے لئے مقرر کر دیا' یعنی ان کے جشن کا دن اس دن وہ اپنے کاموں سے فارغ ہوتے تھے۔ ﴿وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ﴾ "اور لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ تم (سب) کو اکٹھے ہو کر جانا چاہیے۔" یعنی اس مقررہ دن' لوگوں کے جمع ہونے کے لئے عام منادی کرائی گئی۔ ﴿لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ﴾ "تاکہ اگر جادوگر غالب رہیں تو ہم ان کے پیرو ہو جائیں۔" یعنی انہوں نے لوگوں سے کہا کہ سب اکٹھے ہو جاؤ تاکہ موسیٰ علیہ السلام پر جادوگروں کی فتح کا نظارہ کر سکو۔ یہ بہت ماہر

جادوگر ہیں ہم ان کی تعظیم اور پیروی کریں اور علم سحر کا اعتراف کریں۔ اگر وہ حق کے خواہاں ہوتے تو کہتے کہ ہم ان میں سے اس شخص کی پیروی کریں' جو حق پر ہو۔ نیز حق وصواب کا اعتراف کریں' اس لئے اس مقابلے نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا' البتہ ان کے خلاف حجت قائم ہوگئی۔ ﴿ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ ﴾ "پس جب جادوگر آ گئے۔" یعنی جب جادوگر فرعون کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: ﴿ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴾ "کیا ہمیں انعام ملے گا اگر ہم موسیٰ پر غالب رہے۔" ﴿ قَالَ نَعَمْ ﴾ "کہا ضرور" تم کو اجرت اور انعام ملے گا ﴿ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴾ "اور اس وقت تم مقربین میں شامل کر لئے جاؤ گے۔" فرعون نے ان سے انعام اور مقرب بنانے کا وعدہ کر لیا تا کہ ان کے نشاط میں اضافہ ہو اور وہ پوری طاقت کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا مقابلہ کریں۔ جب مقررہ روز جادوگر' موسیٰ علیہ السلام اور اہل مصر اکٹھے ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو وعظ ونصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴾ (طٰہٰ: ٢٠/ ٦١) "تمہارا برا ہو' اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ عذاب تمہاری جڑ کاٹ کر رکھ دے گا' اور جو بہتان طرازی کرتا ہے وہ خائب وخاسر ہوتا ہے۔" اس پر وہ آپس میں جھگڑنے لگے' پھر فرعون نے ان کا حوصلہ بڑھایا اور انہوں نے خود بھی ایک دوسرے کا حوصلہ بڑھایا۔

﴿ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴾ "تو موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا جو تمہارے جی میں آئے اسے پھینکو" آپ نے ان پر کسی جادو اور شعبدہ بازی کی قید نہیں لگائی کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ حق کے مقابلے کے لئے جس شعبدہ بازی کا بھی سامان لے کر آئے ہیں' سب باطل ہے۔ ﴿ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ ﴾ "تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں۔" تو اسی وقت وہ سانپ بن کر چلنے لگیں اور اس طرح انہوں نے لوگوں کی آنکھوں کو سحر زدہ کر دیا۔ ﴿ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ "اور وہ کہنے لگے کہ فرعون کی عزت کی قسم! ہم ضرور غالب رہیں گے۔" پس انہوں نے ایک کمزور بندے سے مدد طلب کی جو ہر لحاظ سے عاجز تھا' البتہ وہ جبر سے مسلط تھا اور اسے اقتدار اور فوج کی طاقت حاصل تھی۔ اس تکبر اور نخوت نے اس کو فریب میں مبتلا کر رکھا تھا اور ان کی نظر فریب کے اس پردے کو چاک کر کے حقیقت الامر تک نہیں پہنچ سکی...... یا یہ ان کی طرف سے عزت فرعون کے ساتھ قسم ہے اور (اِنَّهُمُ الْغَالِبُوْنَ) مقسم علیہ ہے۔

﴿ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴾ "پس موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی لاٹھی ڈالی تو یکایک وہ ان کے جھوٹے شعبدے کو نگلتی چلی گئی۔" اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے ان تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو ہڑپ کر لیا جو انہوں نے پھینکی تھیں کیونکہ ان کا جادو' سراسر بہتان' کذب اور باطل تھا جو حق کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ جب جادو گروں نے یہ عظیم معجزہ دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی

اور ایک معجزہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی صداقت اور ان کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴾ "پس جادوگر (اپنے رب کے حضور) سجدہ ریز ہو گئے۔" ﴿ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴾ "کہنے لگے ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا رب ہے۔" اس بھرے مجمع میں باطل ذلیل وخوار ہو گیا۔ باطل کے رؤسا اور سرداروں نے اس کے بطلان کا اقرار کیا۔ حق واضح ہو گیا اور غالب آ گیا حتیٰ کہ حق کی فتح کو دیکھنے والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر فرعون نے اپنی سرکشی اور ضلالت کو نہ چھوڑا اور وہ اپنی گمراہی اور عناد میں بڑھتا چلا گیا۔

اس نے جادوگروں سے کہا: ﴿ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ﴾ "کیا تم اس سے پہلے کہ میں تم کو اجازت دوں اس پر ایمان لے آئے۔" فرعون کے سامنے جادوگروں کی جرأت اور اس کی اجازت اور مشورہ کے بغیر ان کے ایمان لانے کے اقدام کو دیکھ کر فرعون اور اس کی قوم حیرت زدہ رہ گئے۔ ﴿ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ﴾ "بے شک یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔" حالانکہ اسی نے جادوگروں کو جمع کیا اور یہ اس کے مصاحبین ہی تھے جنہوں نے دوسرے شہروں سے جادوگروں کو اکٹھا کرنے کا مشورہ دیا۔ حالانکہ ان کو اچھی طرح علم تھا کہ وہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے ملے تھے نہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تھا، نیز ان جادوگروں نے جادو کا ایسا کرتب دکھایا تھا جس نے ناظرین کو حیرت زدہ اور خوف زدہ کر دیا۔ اس کے باوجود فرعون نے ان سے یہ بات کہی حالانکہ جادوگر خود جادو کے بطلان سے واقف ہو چکے تھے۔

اس قسم کی عقل رکھنے والوں سے یہ بات بعید نہیں کہ وہ بڑے بڑے معجزات اور واضح حق کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں۔ کیونکہ اگر فرعون کسی بھی چیز کے بارے میں کہتا کہ یہ خلاف حقیقت ہے، تو وہ اس کی تصدیق کرتے۔ پھر فرعون نے جادوگروں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا: ﴿ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ﴾ "میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف اطراف سے کٹوا دوں گا" یعنی میں تمہارا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دوں گا۔ جیسا کہ زمین میں فساد پھیلانے والے کو سزا دی جاتی ہے ﴿ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ "اور میں تم سب کو سولی چڑھوا دوں گا" تاکہ ساری دنیا تمہاری ذلت ورسوائی کا تماشہ دیکھے۔

جب جادوگروں نے ایمان کی حلاوت پالی اور اس کا مزا چکھ لیا تو کہنے لگے: ﴿ لَا ضَيْرَ ﴾ "کچھ نقصان نہیں۔" یعنی ہمیں تمہاری دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہیں ﴿ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ ﴾ "بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب (کفر اور جادو جیسی) ہماری خطائیں معاف کر دے گا۔" ﴿ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ "اس لیے کہ ہم اوّل ایمان لانے والوں میں ہیں۔" یعنی موسیٰ علیہ السلام پر ان لشکروں سے پہلے ایمان لائے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدمی اور صبر عطا کیا۔ اس

بات کا احتمال ہے کہ فرعون نے اپنی دھمکی پر عمل کیا ہو کیونکہ اس وقت وہ سلطنت اور اقتدار کا مالک تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی دھمکی پر عمل کرنے نہ دیا ہو۔ اس کے باوجود کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کی قوم کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے‘ وہ اپنے کفر پر جمے رہے۔ جب بھی ان کے پاس کوئی نشانی آتی اور ان پر پوری طرح اثر انداز ہوتی‘ تب وہ موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرتے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان سے اس عذاب کو دور کر دیا تو وہ ان پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ بھیج دیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کو ہٹا دیتا مگر وہ اپنے عہد سے پھر جاتے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے اور ان پر عذاب الٰہی واجب ہو گیا اور وہ وقت آن پہنچا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ان کی قید و غلامی سے آزادی عطا فرمائے اور ان کو زمین (ملک) پر اقتدار عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی: ﴿ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ ﴾ یعنی رات کے پہلے حصے میں بنی اسرائیل کو لے کر نکل جایئے تاکہ ان کو نکل جانے میں کافی مہلت مل جائے۔ ﴿ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴾ یعنی فرعون اور اس کے لشکر تمہارا پیچھا کریں گے اور ایسے ہی ہوا جیسے اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ جب صبح کے وقت فرعونی بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ تمام بنی اسرائیل راتوں رات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکل گئے ہیں۔

﴿ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴾ ”تو فرعون نے تمام شہروں میں جمع کرنے والے ہرکارے دوڑائے“ جو لوگوں کو جمع کرتے تھے تاکہ بنی اسرائیل کے ساتھ جنگ کی جائے۔ فرعون نے اپنی قوم کا حوصلہ بڑھانے کے لئے کہا ﴿ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ﴾ ”بے شک یہ لوگ“ یعنی بنی اسرائیل ﴿ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴾ ”مٹھی بھر لوگ ہیں اور یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔“ اس لئے ضروری ہے کہ ہم ان غلاموں پر اپنا غصہ نکالیں جو ہمارے پاس سے فرار ہو گئے ہیں۔ ﴿ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴾ اور ہمیں ان سے چوکنا رہنا چاہیے وہ ہم سب کے اور ہمارے مشترکہ مصالح و مفادات کے دشمن ہیں۔ فرعون اپنی فوج کو ایک بہت بڑے لشکر اور عام لوگوں کے گروہ کے ساتھ لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلا۔ معذور لوگوں کے سوا‘ جو اپنے عجز کے باعث ساتھ نہ جا سکتے تھے‘ کوئی پیچھے نہ رہا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴾ ”پس ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے نکال دیا۔“ یعنی ہم نے ان کو ان کے خوبصورت اور اعلیٰ درجے کے باغات‘ ابلتے ہوئے چشموں اور ان کی کھیتیوں سے‘ جنہوں نے ان کی زمینوں کو بھر رکھا تھا‘ جن کو ان کے شہریوں اور دیہاتیوں نے آباد کر رکھا تھا‘ نکال دیا۔

﴿ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴾ ”اور خوبصورت اقامت گاہوں سے نکالا“ جو دیکھنے والوں کو تعجب میں ڈالتی تھیں اور ان میں غور کرنے والوں کو مشغول کر دیتی تھیں۔ انہوں نے طویل زمانے تک اس سازوسامان سے فائدہ اٹھایا‘ اور ایک لمبی عمر تک‘ کفر و فساد‘ بندوں کے ساتھ تکبر اور بہت زیادہ غرور کے ساتھ اس کی لذات و شہوات سے بہرہ مند

رہے۔ ﴿ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا ﴾ ''اسی طرح ہوا اور ہم نے ان تمام چیزوں کا وارث بنا دیا'' یعنی ان باغات' چشموں' کھیتیوں اور خوبصورت اقامت گاہوں کا ﴿ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ ''بنی اسرائیل کو'' جن کو اس سے پہلے انہوں نے اپنا غلام بنا رکھا تھا اور وہ ان سے نہایت پرمشقت کام لیتے تھے...... پاک ہے وہ ذات' جو جسے چاہتی ہے اقتدار عطا کرتی ہے اور جس سے چاہتی ہے اقتدار چھین لیتی ہے' جسے چاہتی ہے' اس کی اطاعت کی بنا پر عزت عطا کرتی ہے اور جسے چاہتی ہے اس کی نافرمانی کے بنا پر ذلت سے ہمکنار کرتی ہے۔ ﴿ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴾ یعنی طلوع آفتاب کے وقت' فرعون کے لشکروں نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا پیچھا کیا اور انتہائی غصے اور غیظ وغضب میں ان کے تعاقب میں گئے۔

﴿ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ ﴾ پس جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ﴿ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى ﴾ تو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے غمزدہ ہو کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس شکایت کی ﴿ اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴾ ''ہم تو پکڑے گئے۔'' ﴿ قَالَ ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ثابت قدم رہنے کی تلقین اور اپنے رب کے سچے وعدے سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كَلَّا ﴾ ''ہرگز ایسا نہیں ہوگا'' جیسا کہ تم کہہ رہے ہو کہ تم پکڑ لیے جاؤ گے۔ ﴿ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴾ ''بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ میری راہنمائی کرے گا۔'' یعنی وہ میری اور تمہاری نجات کی راہ دکھائے گا۔ ﴿ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ﴾ ''پس ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر لاٹھی مارو۔'' تو آپ نے عصا مارا ﴿ فَانْفَلَقَ ﴾ ''پس وہ (سمندر) پھٹ گیا'' اور بارہ راستے بن گئے ﴿ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴾ ''اور ہر ایک (یوں) ہوگیا کہ گویا بڑا پہاڑ ہے۔'' اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سمندر میں داخل ہوگئی۔ ﴿ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ ﴾ ''اور وہاں ہم نے قریب کر دیا۔'' یعنی اسی جگہ ﴿ الْاٰخَرِيْنَ ﴾ ''دوسروں کو'' یعنی ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو قریب کر کے ان راستوں میں ڈال دیا جہاں سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم نے سمندر کو پار کیا تھا۔ ﴿ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ اور ان کے تمام ساتھیوں کو بچا لیا۔'' یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے تمام لوگ باہر آ گئے اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔ ﴿ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴾ ''پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔'' یعنی فرعون کی قوم میں سے کوئی شخص بھی ڈوبنے سے نہ بچا ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ﴾ اس میں موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی صداقت اور فرعون اور اس کی قوم کے موقف کے بطلان پر بہت بڑی دلیل ہے۔

﴿ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ ان نشانیوں کے باوجود' جو کہ ایمان لانے کا تقاضا کرتی ہیں' ان میں سے اکثر اپنے فساد قلب کی بنا پر ایمان نہ لائے۔ ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا رب غالب مہربان ہے۔'' یعنی اس نے اپنی قوت اور غلبے کی بنا پر جھٹلانے والے کفار کو ہلاک کیا اور اپنی رحمت سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ

اور تلاوت کیجئے آپ ان پر خبر ابراہیم کی ○ جب کہا اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کس کی تم عبادت کرتے ہو؟ ○ انہوں نے کہا، ہم عبادت کرتے ہیں

اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ

بتوں کی، اور ہمیشہ رہیں گے ہم تو انکی تعظیم کرنیوالے ○ کہا ابراہیم نے، کیا وہ سنتے ہیں تمہاری بات جب تم پکارتے ہو (انہیں)؟ ○ یا وہ نفع دیتے ہیں تمہیں

اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ

یا وہ نقصان دیتے ہیں تمہیں؟ ○ انہوں نے کہا (نہیں)، بلکہ پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو، اسی طرح کرتے تھے وہ ○ ابراہیم نے کہا، کیا پس دیکھا تم نے

مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ

جنکی ہو تم عبادت کرتے؟ ○ تم اور باپ دادا تمہارے پہلے ○ پس بلاشبہ وہ دشمن ہیں میرے، سوائے رب

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا

العالمین کے ○ وہ جس نے پیدا کیا مجھے، پس وہی رہنمائی کرتا ہے میری ○ اور وہ کہ وہی کھلاتا ہے مجھے اور پلاتا ہے مجھے ○ اور جب

مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ

میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفاء دیتا ہے مجھے ○ اور وہ جو ماریگا مجھے پھر زندہ کریگا مجھے ○ اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں یہ کہ وہ بخش دیگا واسطے میرے

خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ

میری خطائیں دن جزاء کے ○ اے میرے رب! تو عطا کر مجھے حکمت اور ملا دے مجھے ساتھ صالح لوگوں کے ○ اور تو بنا دے میرے لئے

لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ

زبان سچائی کی (ذکر خیر) پچھلے لوگوں میں ○ اور بنا مجھے وارثوں میں سے جنت کا نعمتوں والی ○ اور بخش دے میرے باپ کو، بلاشبہ وہ

كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾

تھا گمراہوں میں سے ○ اور نہ رسوا کرنا تو مجھے اس دن کہ وہ سب دوبارہ اٹھائے جائینگے ○ جس دن نہیں نفع دیگا مال اور نہ بیٹے (اولاد) ○

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ

مگر اسکو جو آیا (حاضر ہوا) اللہ کے پاس ساتھ قلب سلیم کے ○ اور قریب کی جائیگی جنت واسطے پرہیزگاروں کے ○ اور ظاہر کی جائیگی دوزخ

لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ

واسطے گمراہوں کے ○ اور کہا جائیگا ان سے، کہاں ہیں وہ جنکی تھے تم عبادت کرتے ○ سوائے اللہ کے؟ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں؟

اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا

یا وہ بدلہ لے سکتے ہیں؟ ○ پس وہ اوندھے منہ ڈال دیے جائینگے اسمیں، وہ اور (سب) گمراہ (لوگ) ○ اور لشکر ابلیس کے سب کے سب ○ وہ کہیں گے

وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ

جبکہ وہ اسمیں جھگڑتے ہونگے ○ اللہ کی قسم! بلاشبہ ہم تھے البتہ گمراہی ظاہر میں ○ جب کہ ہم برابر ٹھہراتے تھے تمہیں ساتھ رب

وقف لازم

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيْقٍ

العالمین کے ○ اور نہیں گمراہ کیا تھا ہمیں مگر (ان بڑے) مجرموں ہی نے ○ پس نہیں ہے ہمارے لئے کوئی بھی سفارشی ○ اور نہ کوئی دوست

حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط

مخلص ○ پس کاش کہ! بیشک ہو ہمارے لئے ایک بار لوٹنا (دنیا میں) تو ہوں ہم مومنوں میں سے ○ بلاشبہ اس (قصہ ابراہیم) میں البتہ (عظیم) نشانی ہے،

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ ع

اور نہیں ہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے ○ اور بلاشبہ آپ کا رب، البتہ وہ ہے نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ○

فرمایا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس خاص حالت کی جلیل القدر! خبر سنا دیجیے اگرچہ ان کی زندگی کے تمام پہلو عظیم واقعات سے پر ہیں۔ مگر ان کا یہ واقعہ سب سے زیادہ حیرت انگیز اور سب سے افضل ہے جو آپ کی رسالت، اپنی قوم کو دعوت، اپنی قوم سے آپ کے مباحثہ اور آپ کی قوم کے موقف کے ابطال کو متضمن ہے اس لئے اسے ظرف کے ساتھ مقید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ قَالُوْا﴾ ''جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو تو انہوں نے کہا'' بتوں کی عبادت پر فخر کا اظہار کرتے ہوئے: ﴿نَعْبُدُ اَصْنَامًا﴾ ''ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں''، جن کو ہم خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے اور بناتے ہیں ﴿فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ﴾ ''اور ان کی پوجا پر قائم ہیں۔'' یعنی ہم اپنے اکثر اوقات میں، ان بتوں کی عبادت کے لئے قیام کرتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کے لئے عبادت کے عدم استحقاق کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ﴾ ''جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں؟'' تمہاری پکار کا جواب دیتے ہیں، تمہاری تکلیف کو دور کرتے ہیں اور تم سے ہر ناپسندیدہ امر کو زائل کرتے ہیں؟ ﴿اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ﴾ ''یا وہ تمہیں کوئی نفع یا نقصان دے سکتے ہیں؟'' انہوں نے اقرار کیا کہ ان مذکورہ صفات میں سے کوئی بھی ان میں موجود نہیں۔ وہ پکار کو سن سکتے ہیں نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اس لئے جب آپ نے بتوں کو توڑا تو فرمایا: ﴿بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ﴾ (الانبیاء: ٦٣/٢١) ''بلکہ یہ سب کچھ ان کے بڑے نے کیا ہے ان سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہیں۔'' انہوں نے جواب دیا: ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ﴾ (الانبیاء: ٦٥/٢١) ''تمہیں علم ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔'' یعنی زبان حال ہی سے یہ امر ثابت ہو رہا ہے جس میں کوئی شک و شبہ اور اشکال نہیں۔ انہوں نے اپنے گمراہ آباء و اجداد کی تقلید کا سہارا لیتے ہوئے کہا: ﴿بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایسے ہی کرتے پایا ہے'' اور ہم نے ان کی پیروی کی اور ان کی عادات کی اتباع کرتے ہوئے ان کے راستے پر گامزن ہوئے۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اس معاملے میں تم اور تمہارے آباء واجداد سب ایک فریق ہو اور تم سب سے ہم ایک ہی بات کہتے ہیں: ﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ○ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ○ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ ﴾ ''تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی۔ وہ میرے دشمن ہیں۔'' پس وہ مجھے ذرا سا بھی نقصان پہنچائیں' میرے خلاف کوئی چال چل دیکھیں وہ ایسا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ﴿ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴾ ''لیکن اللہ رب العالمین' جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے۔'' یعنی تخلیق کی نعمت میں وہی متفرد ہے اور دینی اور دنیاوی مصالح کی طرف راہنمائی سے بھی صرف وہی نوازتا ہے۔

پھر ان میں سے بعض ضروریات کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ○ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ○ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴾ ''اور وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے اور وہی ہے جو مجھے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا اور وہی ہے جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ روز قیامت میرے گناہ بخش دے گا۔'' یعنی ان تمام افعال کو اکیلا وہی سرانجام دیتا ہے اس لئے واجب ہے کہ صرف اسی کی عبادت اور اطاعت کی جائے اور ان بتوں کی عبادت چھوڑ دی جائے جو تخلیق پر قادر ہیں نہ ہدایت پر' جو کسی کو بیمار کر سکتے ہیں نہ شفا دے سکتے ہیں' جو کھلا سکتے ہیں نہ پلا سکتے ہیں' جو مار سکتے ہیں نہ زندہ کر سکتے ہیں اور نہ وہ اپنے عبادت گزاروں کی تکلیف کو دور کر کے ان کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ وہ گناہوں کو بخش سکتے ہیں۔

یہ ایسی قطعی دلیل اور روشن حجت ہے جس کا تم اور تمہارے آباء واجداد مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس یہ چیز گمراہی میں تمہارے اشتراک' اور رشد وہدایت کے راستے کو چھوڑ دینے پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ...... الآيات ﴾ (الانعام: ٦/ ٨٠) ''اور ابراہیم سے اس کی قوم نے جھگڑا کیا' ابراہیم نے کہا' کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو' حالانکہ اسی نے مجھے ہدایت دی......''

پھر ابراہیم علیہ السلام نے ان الفاظ میں اپنے رب سے دعا کی: ﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا ﴾ ''اے میرے رب! مجھے علم و دانش عطا فرما۔'' یعنی اے میرے رب مجھے علم کثیر عطا کر جس کے ذریعے سے میں تیرے احکام اور حلال و حرام کی معرفت حاصل کروں' پھر اس علم کے مطابق مخلوق کے درمیان فیصلے کروں۔ ﴿ وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴾ ''اور مجھے نیکوکاروں میں شامل فرما۔'' یعنی میرے بھائی انبیاء و مرسلین میں۔ ﴿ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴾ ''اور میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ۔'' یعنی مجھے سچی مدح و ثنا عطا کر جو ہمیشہ قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو علم و حکمت سے سرفراز فرمایا جس کی بنا پر وہ تمام انبیاء و مرسلین پر فضیلت

لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو انبیاء و مرسلین کے گروہ میں شامل کیا' آپ کو اپنا محبوب و مقبول بندہ بنایا۔ ہر آن تمام اقوام و ملل میں آپ کو عظمت اور مدح و ثنا عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴾ (الصّٰفّٰت: ٣٧/١٠٨-١١١) ''اور ہم نے آپ کی مدح و توصیف بعد میں آنے والی نسلوں میں چھوڑ دی' سلام ہو ابراہیم پر' ہم اپنے نیک بندوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں تھا۔''

﴿ وَاجْعَلْنِي مِن وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴾ ''اور مجھے نعمت کی جنت کے وارثوں میں کر۔'' یعنی اہل جنت میں سے جن کو اللہ تعالیٰ جنت کا وارث بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور نعمتوں بھری جنت میں بہت بلند قدر و منزلت عطا کی۔ ﴿ وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴾ ''اور میرے باپ کو بخش دے بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا۔'' آپ کی یہ دعا اس وعدے کے سبب سے تھی جو آپ نے اپنے باپ سے کیا تھا: ﴿ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴾ (مریم: ١٩/٤٧) ''میں اپنے رب سے آپ کی بخشش کے لئے دعا کروں گا وہ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔'' فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴾ (التوبۃ: ٩/١١٤) ''ابراہیم کی اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت اس وعدے کی بنا پر تھی جو انہوں نے اپنے باپ سے کیا تھا جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو انہوں نے اس سے براءت کا اظہار کر دیا۔ ابراہیم بڑے ہی نرم دل اور بردبار تھے۔''

﴿ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ﴾ یعنی بعض لغزشوں پر زجر و توبیخ' عقاب اور فضیحت کے ذریعے سے قیامت کے روز مجھے رسوا نہ کرنا۔ بلکہ اس روز مجھے سعادت مند بنانا جس روز ﴿ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴾ ''مال کچھ فائدہ دے گا نہ بیٹے' ہاں جو شخص اللہ کے ہاں پاک دل لے کر آئے گا۔'' پس یہی وہ چیز ہے جو تیرے ہاں اس کے لیے فائدہ مند ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے بندہ عذاب سے نجات پا سکے گا اور ثواب جزیل کا مستحق ٹھہرے گا۔ قلب سلیم سے مراد وہ دل ہے جو شرک' شک و شبہ' شر کی محبت اور بدعت و معاصی پر اصرار سے پاک اور محفوظ ہو۔ متذکرہ صدر امور سے قلب کا سلامت اور محفوظ ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ ان کی اضداد یعنی اخلاص' علم' یقین' خیر کی محبت اور قلب کے اس سے مزین ہونے جیسی صفات سے متصف ہو نیز اس کا ارادہ اور محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع اور اس کی خواہشات اللہ تعالیٰ کی شریعت کے تابع ہوں۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس عظیم دن کی صفات اور اس میں واقع ہونے والے ثواب و عقاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ ﴾ ''جنت قریب کر دی جائے گی'' ﴿ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ ''متقین کے'' یعنی ان کے جو اپنے رب سے ڈرتے ہوئے اس کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کرتے ہیں نیز اپنے رب کے

عذاب اور اس کی ناراضی سے ڈرتے ہیں۔

﴿ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ ﴾ ''اور جہنم کو سامنے لایا جائے گا'' اور ہر قسم کے عذاب کے ساتھ اس کو تیار کیا جائے گا ﴿ لِلْغٰوِيْنَ ﴾ ''گمراہ لوگوں کے لیے'' جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا رہے' اس کے محارم کے ارتکاب کی جرأت کی' اس کے رسولوں کو جھٹلایا اور رسول جو دعوت حق لے کر آئے تھے اس کو ٹھکرا دیا۔ ﴿ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴾ ''اور ان سے کہا جائے گا کہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں' یا خود بدلہ لے سکتے ہیں؟'' یعنی وہ کچھ بھی کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اس سے ان کا جھوٹ اور ان کی ذلت و رسوائی ظاہر ہو جائے گی' ان کا خسارہ' فضیحت اور ندامت عیاں ہو جائے گی اور ان کی تمام کوشش رائیگاں جائے گی۔

﴿ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا ﴾ ''پس وہ اوندھے منہ اس میں ڈال دیے جائیں گے۔'' یعنی جہنم میں پھینک دیے جائیں گے۔ ﴿ هُمْ ﴾ ''ان کو'' یعنی ان معبودوں کو جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے ﴿ وَالْغَاوٗنَ ﴾ اور ان کے گمراہ عبادت گزاروں کو۔ ﴿ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴾ ''اور شیطان کے لشکر سب کے سب۔'' یعنی شیاطین جن وانس' جنہیں ابلیس گناہوں پر اکسایا کرتا تھا' ان کے شرک اور عدم ایمان کی وجہ سے ان پر مسلط ہو گیا تھا اور یہ جن وانس اس کے داعی بن کر اس کو راضی کرنے کے لیے تگ ودو کیا کرتے تھے۔ جہنم میں جھونکے جانے والے یہ تمام لوگ یا تو ابلیس کی اطاعت کی طرف دعوت دیتے تھے یا وہ لوگ تھے جو اس دعوت پر لبیک کہتے تھے اور ان کے شرک میں ان کی تقلید کرتے تھے۔

﴿ قَالُوْا ﴾ یعنی ابلیس کے یہ گمراہ لشکر اپنے بتوں اور معبودوں سے کہیں گے جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے: ﴿ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں تھے جب کہ تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔'' یعنی عبادت' محبت' خوف اور رجاء میں ہم تمہیں رب کائنات کے برابر ٹھہرایا کرتے تھے اور تمہیں بھی ویسے ہی پکارتے تھے۔ جیسے رب تعالیٰ کو پکارتے تھے تب ان پر ان کی گمراہی عیاں ہو جائے گی اور اپنی سزا میں اللہ تعالیٰ کے عدل کا اقرار کرتے ہوئے کہیں گے کہ یہ سزا برمحل ہے۔ وہ تخلیق میں نہیں بلکہ صرف عبادت میں اپنے معبودوں کو رب کائنات کا ہم پلہ قرار دیتے تھے اس کی دلیل ان کا یہ قول ہے: ﴿ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ وہ اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا رب ہے جن میں ان کے بت اور معبود بھی شامل ہیں۔ ﴿ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ ﴾ ''اور ہم کو نہیں گمراہ کیا تھا۔'' یعنی رشد و ہدایت کے راستے سے نہیں ہٹایا اور فسق و فجور اور گمراہی کے راستے پر نہیں چلایا ﴿ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ ''مگر مجرموں ہی نے'' اور مجرموں سے مراد وہ ائمہ ضلالت ہیں جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ ﴿ فَمَا لَنَا ﴾ ''پس نہیں ہمارے واسطے'' یعنی اس وقت ﴿ مِنْ

﴿ شَافِعِیْنَ ﴾ ''کوئی سفارش کرنے والا۔'' یعنی جو ہماری سفارش کر کے ہمیں اس کے عذاب سے بچالے ﴿ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ﴾ ''اور نہ گرم جوش دوست۔'' یعنی نہ کوئی قریبی اور خالص دوست ہے جو ہمیں ادنیٰ سا فائدہ پہنچا سکے جیسا کہ دنیا میں ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتیں گے۔ وہ تمنا کریں گے کہ کاش انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تاکہ وہ نیک کام کریں۔

وہ کہیں گے: ﴿ فَلَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً ﴾ ''اگر کاش کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر جانا ملتا۔'' یعنی دنیا کی طرف پلٹنا اور اس کی طرف لوٹنا ﴿ فَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ ''تو ہم مومنوں میں سے ہو جاتے۔'' تاکہ ہم عذاب سے بچ جائیں اور ثواب کے مستحق بن جائیں۔ مگر یہ بہت بعید ہے اور ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو گی ان کے قید خانے کے دروازے بند کر دیے جائیں گے۔ ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ ﴾ ان تمام امور میں جن کا ہم نے تمہارے سامنے ذکر کیا ہے: ﴿ لَاٰیَۃً ﴾ ''(تمہارے لیے) نشانی ہے'' ﴿ وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴾ ''(یعنی ان نشانیوں کے نازل ہونے کے باوجود) ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے۔''

کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ٕنِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿١٠٥﴾ اِذْ قَالَ لَھُمْ اَخُوْھُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِنِّیْ

جھٹلایا قوم نوح نے رسولوں کو ○ جب کہا ان کو ان کے بھائی نوح نے کیا نہیں ڈرتے تم (اللہ سے)؟ ○ بلاشبہ میں ہوں

لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ

تمہارے لیے رسول امانت دار ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو تم میری ○ اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کوئی صلہ، نہیں ہے

اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿١١٠﴾ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَکَ

میرا اجر مگر اوپر پروردگار جہانوں کے ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو تم میری ○ انہوں نے کہا، کیا ایمان لائیں ہم تجھ پر

وَاتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ حِسَابُھُمْ

حالانکہ پیروی کی ہے تیری رذیل لوگوں نے؟ ○ نوح نے کہا، اور کیا علم ہے مجھے اس کا جو کچھ کہ تھے وہ عمل کرتے؟ ○ نہیں ہے حساب ان کا

اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿١١٥﴾

مگر ذمے میرے رب کے، کاش کہ اتم شعور رکھتے ○ اور نہیں ہوں میں دور کرنیوالا ایمان والوں کو ○ نہیں ہوں میں مگر ڈرانیوالا کھلم کھلا ○

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَہِ یٰنُوْحُ لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ

انہوں نے کہا، البتہ اگر نہ رکا تو اس سے اے نوح! تو البتہ ضرور ہو جائیگا تو رجم کیے ہوؤں میں سے ○ نوح نے کہا، اے میرے رب! بیشک میری قوم نے

کَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَھُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿١١٨﴾

جھٹلایا ہے مجھے ○ پس فیصلہ کر تو میرے درمیان اور انکے درمیان (قطعی) فیصلہ، اور نجات دے تو مجھے اور انکو جو میرے ساتھ ہیں اہل ایمان میں سے ○

فَاَنْجَیْنٰہُ وَمَنْ مَّعَہٗ فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ

پس نجات دی ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اسکے ساتھ تھے اس کشتی میں جو بھری ہوئی تھی ○ پھر غرق کر دیا ہم نے اسکے بعد باقی لوگوں کو ○ بلاشبہ

النصف

فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۲﴾ ع ۱۸

اسمیں البتہ (عظیم) نشانی ہے، اور نہیں تھے اکثر انکے ایمان لانے والے ○ اور بلاشبہ آپکا رب، البتہ وہ ہے نہایت غالب، بہت رحم کرنیوالا ○

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اپنے رسول نوح علیہ السلام کو جھٹلایا' نیز نوح علیہ السلام نے ان کے شرک کو رد کیا اور انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کے انجام سے آگاہ فرمایا' چنانچہ فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِیْنَ ﴾ ''نوح (علیہ السلام) کی قوم نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔'' گویا حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کو تمام رسولوں کی تکذیب قرار دیا' اس لیے کہ تمام انبیاء و مرسلین کی دعوت ایک اور ان کی خبر ایک ہے اس لئے ان میں سے کسی ایک کی تکذیب اس دعوت حق کی تکذیب ہے جسے تمام انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں۔

﴿ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ ﴾ ''جب ان کے (نسبی) بھائی نوح نے ان سے کہا'' اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ہمیشہ اسی قوم کے نسب سے پیدا کیا جس میں ان کو مبعوث کیا گیا تاکہ وہ اطاعت کرتے ہوئے انقباض اور کراہت محسوس نہ کریں کیونکہ وہ اس کی نسبی حقیقت سے واقف ہیں اور ان کو اس کے نسب کی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ نوح علیہ السلام نے ان کو انتہائی نرمی سے خطاب کیا' جیسا کہ یہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ تھا۔ ﴿ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ ''کیا تم (اللہ تعالیٰ سے) نہیں ڈرتے'' کہ تم بتوں کی عبادت کو چھوڑ دیتے اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی عبادت کو خالص کرتے؟ ﴿ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴾ ''بے شک میں تو تمہارا امانت دار رسول ہوں۔'' حضرت نوح علیہ السلام کا خاص طور پر ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا جانا اس امر کا موجب ہے کہ وہ' جو چیز ان کی طرف بھیجی گئی ہے اسے قبول کریں' اس پر ایمان لائیں اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے انہیں اس معزز رسول کے ساتھ خاص فرمایا اور آپ کا امین ہونا اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ گھڑیں اور اس کی وحی میں کمی بیشی نہ کریں اور یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ لوگ آپ کی خبر کی تصدیق اور آپ کے حکم کی اطاعت کریں۔

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴾ ''پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔'' یعنی جس چیز کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں اور جس چیز سے میں تمہیں روکتا ہوں اس بارے میں میری اطاعت کرو۔ یہی وہ چیز ہے جو ان کی طرف آپ کے رسول امین کے طور پر مبعوث ہونے پر مترتب ہوتی ہے بنا بریں اللہ تعالیٰ نے (فاء) کے ساتھ ذکر فرمایا جو سبب پر دلالت کرتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے سبب موجب کا ذکر کیا پھر نفی مانع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ﴾ ''اور میں تم سے اس (دعوت) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا'' جس سے تمہیں بھاری تاوان کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہو۔ ﴿ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ ''میرا اجر تو صرف رب العالمین پر

ہے۔" میں اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے تقرب اور ثواب جزیل کی امید رکھتا ہوں۔ رہا تمہارا معاملہ تو میری انتہائی تمنا اور ارادہ صرف تمہاری خیر خواہی اور تمہارا راہ راست پر گامزن ہونا ہے۔ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴾ یہ آیت مکرر ذکر کی گئی ہے کیونکہ نوح علیہ السلام ایک نہایت طویل عرصہ تک اپنی قوم کو بار بار دعوت توحید دیتے رہے' وہ بتکرار یہ بات کہتے رہے "اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو" فرمایا: ﴿ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ﴾ (العنکبوت: ۱۴/۲۹) "پس وہ (نوح علیہ السلام) پچاس کم ایک ہزار سال اپنی قوم میں رہے۔" نوح علیہ السلام نے کہا: ﴿ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّ نَهَارًا ○ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْۤ اِلَّا فِرَارًا ﴾ (نوح: ۷۱/۵'۶) "اے میرے رب! میں اپنی قوم کو رات دن توحید کی طرف بلاتا رہا مگر وہ میرے بلانے پر اور زیادہ دور بھاگنے لگے۔"

انہوں نے نوح علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکراتے اور ایسی چیز کی بنا پر آپ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا جس کی بنا پر مخالفت کرنا درست نہ تھا: ﴿ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴾ یعنی ہم تیری اتباع کیسے کر سکتے ہیں جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تیری اتباع کرنے والے معاشرے میں سب سے گھٹیا' رذیل اور گرے پڑے لوگ ہیں۔ ان کی ان باتوں سے ان کا حق سے تکبر کرنا اور حقائق سے جاہل رہنا پہچانا جا سکتا ہے' کیونکہ اگر ان کا مقصد تلاش حق ہوتا اور انہیں آپ کی دعوت میں کوئی شک وشبہ ہوتا تو کہتے کہ آپ جو چیز لے کر آئے ہیں اس تک پہنچانے والے طرق کے ذریعے سے ہمیں اس کے صحیح ہونے کے بارے میں وضاحت فرما دیجیے! اگر وہ غور کرتے جیسا کہ غور کرنے کا حق ہے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ نوح علیہ السلام کے متبعین ہی بہترین لوگ اور انسانیت کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہیں' وہ بہترین عقل اور اخلاق فاضلہ کے حامل ہیں۔ سب سے رذیل وہ ہے جس سے خصوصیات عقل سلب کر لی گئی ہوں اور وہ پتھروں کی عبادت کو مستحسن سمجھتا ہو اور وہ ان کے سامنے سجدہ ریز ہونے اور حاجتوں میں ان کو پکارنے پر راضی ہو اور اس نے کامل ترین انسانوں یعنی انبیاء و رسل کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہو۔ جب دو جھگڑنے والوں میں سے ایک کلام باطل کے ساتھ بات کر رہا ہو تو محض اس کے کلام ہی سے اس کے فساد کا پتہ چل جائے گا' اس سے قطع نظر کہ اس کے مدمقابل دوسرے آدمی کے دعویٰ کی صحت پر غور کیا جائے۔

جب ہم حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بارے میں سنتے ہیں کہ انہوں نے نوح علیہ السلام کی دعوت کو رد کرتے ہوئے کہا: ﴿ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴾ تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ گمراہ اور خطا کار ہیں اگرچہ ہم حضرت نوح علیہ السلام کے معجزات اور ان کی عظیم دعوت کا مشاہدہ نہ بھی کریں جو کہ آپ کی سچائی پر پختہ یقین اور جس چیز کو لے کر آپ اٹھے ہیں اس کے صحیح ہونے کا فائدہ دیتے ہیں کیونکہ ان منکرین نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو رد کرنے کی بنیاد ایسی چیز پر رکھی ہے جس کا فساد سب پر واضح ہے۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴾ "اور مجھے کیا خبر وہ پہلے کیا کرتے

رہے ان کا حساب تو میرے رب کے ذمہ ہے اگر تم شعور رکھتے ہو۔'' یعنی ان کے اعمال کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور میرا فرض اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دینا ہے' تم ان کا معاملہ چھوڑ دو۔ اگر میری دعوت حق ہے تو اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دو۔ ہر شخص اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔

﴿ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اور میں مومنوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں۔'' یوں لگتا ہے کہ انہوں نے ...... اللہ ان کا برا کرے...... تکبر اور جبر سے نوح علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اہل ایمان کو اپنے پاس سے دھتکار دیں تب وہ ایمان لائیں گے تو نوح علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ کیونکہ یہ اہانت اور دھتکارے جانے کے مستحق نہیں بلکہ یہ تو قولی و فعلی اکرام و تکریم کے مستحق ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ (الانعام: ۶/۵۴) ''اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہہ دیجیے تم پر سلامتی ہو۔ اللہ نے اپنی ذات پر رحمت کو واجب کر لیا ہے۔''

﴿ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''میں تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔'' یعنی میں صرف ڈرانے والا' اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پہنچا دینے والا ہوں اور میں بندوں کی خیر خواہی کی کوشش میں لگا رہتا ہوں۔ میرے پاس کوئی اختیار نہیں' معاملے کا تمام اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

نوح علیہ السلام دن رات' کھلے چھپے' انہیں دعوت دیتے رہے مگر وہ دور ہی دور بھاگتے رہے اور کہنے لگے: ﴿ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ ﴾ اے نوح! اگر تو ہمیں اللہ کی طرف دعوت دینے سے باز نہ آیا ﴿ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴾ ہم تجھے پتھر مار مار کر بری طرح قتل کریں گے' جس طرح کتے کو قتل کیا جاتا ہے...... ان کا برا ہو...... انہوں نے کتنا برا تقابل کیا ہے۔ وہ ایک خیر خواہ' امین شخص کا تقابل' جو ان کے لئے خود ان سے زیادہ شفیق ہے' بدترین تقابل کر رہے ہیں۔ جب ان کے جرم کی انتہا ہو گئی اور ان کا کفر بہت زیادہ ہو گیا تو ان کے نبی نے ان کے لئے بددعا کی جس نے ان کو گھیر لیا' چنانچہ نوح علیہ السلام نے عرض کیا: ﴿ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴾ (نوح: ۲۶/۷۱) ''اے میرے رب کسی کافر کو زمین پر بسا نہ رہنے دے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ○ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا ﴾ ''میرے رب! میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا پس تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دے۔'' یعنی ہم میں سے جو زیادتی کا مرتکب ہے اسے ہلاک کر دے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ ظلم اور زیادتی کے مرتکب ہیں' اس لئے عرض کیا ﴿ وَنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''مجھے اور ان مومنین کو جو میرے ساتھ ہیں' نجات دے۔''

﴿ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ ﴾ ''پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے بچا لیا۔''

﴿الْمَشْحُونِ﴾ جو مخلوق اور حیوانات سے بھری ہوئی تھی۔ ﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ﴾ ''پھر اس کے بعد غرق کر دیا۔'' یعنی نوح علیہ السلام اور ان اہل ایمان کے بعد جو آپ کے ساتھ تھے ﴿الْبٰقِيْنَ﴾ باقی تمام قوم کو غرق کر دیا۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ ''بے شک اس میں۔'' یعنی نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کی نجات اور جھٹلانے والوں کی ہلاکت میں ﴿لَاٰيَةً﴾ ''ایک نشانی ہے'' جو ہمارے رسولوں کی صداقت اور ان کی دعوت کے حق ہونے اور ان کی تکذیب کرنے والے دشمنوں کے موقف کے بطلان پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ''بے شک تمہارا رب تو غالب ہے۔'' جو اپنی قوت اور غلبے کی بنا پر اپنے دشمنوں پر غالب ہے اور اس نے ان کو طوفان کے ذریعے سے غرق کر دیا۔ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ ''مہربان ہے۔'' یعنی وہ اپنے اولیا پر بہت مہربان ہے اس نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ اہل ایمان کو نجات دی۔

كَذَّبَتْ عَادُ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اِنِّيْ لَكُمْ

جھٹلایا (قوم) عاد نے رسولوں کو ○ جب کہا ان سے ان کے بھائی ہود نے، کیا نہیں ڈرتے تم (اللہ سے)؟ ○ بیشک میں ہوں تمہارے لیے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ

رسول امانت دار ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو میری ○ اور نہیں مانگتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر (صلہ)، نہیں ہے میرا اجر

اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٧﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ

مگر اوپر پروردگار جہانوں کے ○ کیا بناتے ہو تم ہر اونچی جگہ پر ایک نشانی (عمارت) کھیلتے ہوئے؟ ○ اور بناتے (تعمیر کرتے) ہو تم

مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

(رہائشی) مضبوط محل، شاید کہ تم ہمیشہ (یہاں ہی) رہو گے ○ اور جب پکڑتے ہو تم تو پکڑتے ہو سرکشوں کی طرح ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور

اَطِيْعُوْنِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾

اطاعت کرو میری ○ اور ڈرو تم اس سے جس نے بڑھایا تمہیں ساتھ ان چیزوں کے جو تم جانتے ہو ○ اس نے بڑھایا تمہیں ساتھ مویشیوں اور بیٹوں کے ○

وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ

اور باغات کے اور چشموں کے ○ بے شک میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے ایک بڑے دن کے ○ انہوں نے کہا، برابر ہے ہم پر

اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ

خواہ تو نصیحت کرے یا نہ ہو تو نصیحت کرنے والوں سے ○ نہیں ہے یہ مگر عادت پہلے لوگوں کی ○ اور نہیں ہم

بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

عذاب دیے جائیں گے ○ پس جھٹلایا انہوں نے اسے تو ہلاک کر دیا ہم نے انکو بیشک اس میں البتہ (عظیم) نشانی ہے، اور نہیں تھے اکثر انکے

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾

ایمان لانے والے ○ اور بلاشبہ آپ کا رب البتہ وہ ہے نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ○

یعنی عاد نامی قبیلے نے اپنے رسول ہود علیہ السلام کی تکذیب کی' ان کا ہود علیہ السلام کی تکذیب کرنا تمام رسولوں کی تکذیب ہے کیونکہ تمام رسولوں کی دعوت ایک ہے۔ ﴿ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ ﴾ "جب ان کے بھائی نے انہیں کہا۔" یعنی نسبی بھائی ﴿ هُوْدٌ ﴾ "ہود علیہ السلام نے" نہایت شفقت اور بہترین طریقے سے مخاطب ہو کر کہا: ﴿ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ "کیا تم ڈرتے نہیں۔" یعنی تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے شرک اور غیر اللہ کی عبادت کو چھوڑتے نہیں؟ ﴿ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴾ "میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر رحم اور نظر عنایت کرتے ہوئے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو کہ میں ایک امانت دار شخص ہوں اس تمہید پر انہوں نے اپنا یہ قول مرتب کیا۔ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴾ "پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔" یعنی اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو اور وہ ہے تقویٰ اور میں جن امور کا حکم دیتا ہوں اور جن امور سے روکتا ہوں' ان میں میری اطاعت کر کے میرا حق ادا کرو اور یہ چیز اس امر کی موجب ہے کہ تم میری اتباع اور اطاعت کرو۔ تمہارے ایمان لانے میں کوئی چیز مانع نہیں اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے اور خیر خواہی کرنے کے بدلے میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا کہ تم اسے بھاری تاوان خیال کرو۔ ﴿ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ "میرا اجر تو رب کائنات کے ذمہ ہے" جس نے بے شمار نعمتوں کے ذریعے سے ان کی تربیت کی اور اپنے فضل و کرم کا ان پر فیضان کیا' خاص طور پر جو اس نے اپنے اولیا و انبیا کی تربیت فرمائی۔ ﴿ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ ﴾ "بھلا تم ہر اونچی جگہ پر بناتے ہو" یعنی پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستے پر ﴿ اٰیَةً ﴾ "علامت" یعنی یادگار کے طور پر ﴿ تَعْبَثُوْنَ ﴾ "کھیل کود کرتے ہوئے۔" یعنی یہ کام تم عبث کرتے ہو جس کا تمہارے دین اور دنیا میں کوئی فائدہ نہیں۔

﴿ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ ﴾ "اور تم محل (یا حوض) بناتے ہو" یعنی بارش کا پانی جمع کرنے کے لیے حوض بناتے ہو۔ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴾ "شاید تم ہمیشہ رہو گے؟" اور حال یہ ہے کہ کسی شخص کے لئے اس دنیا میں ہمیشہ زندہ رہنے کی کوئی راہ نہیں۔ ﴿ وَاِذَا بَطَشْتُمْ ﴾ "اور جب تم (مخلوق کو) پکڑتے ہو" ﴿ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴾ "تو انتہائی ظلم و جبر کے ساتھ پکڑتے ہو۔" ان کو قتل کرتے ہو' مارتے ہو اور ان کا مال و متاع لوٹ لیتے ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ قوت عطا کر رکھی تھی ان پر واجب تھا کہ وہ اس وقت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرتے مگر اس کے برعکس انہوں نے فخر اور تکبر کا مظاہرہ کیا اور کہنے لگے: ﴿ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ﴾ (حٰم السجدۃ:۴۱/۱۵) "کون ہے ہم سے زیادہ طاقتور؟" اور انہوں نے اپنی قوت و طاقت کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی' عبث اور سفاہت کے کاموں میں استعمال کیا' اس لئے ان کے نبی نے ان کو ان کاموں سے روکا۔ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ "پس تم اللہ سے ڈرو۔" یعنی تم اپنے شرک اور تکبر کو چھوڑ دو ﴿ وَاَطِیْعُوْنِ ﴾ "اور میری اطاعت کرو۔" کیونکہ تم جانتے ہو کہ مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور میں خیر خواہ اور امین ہوں۔

﴿ وَ اتَّقُوا الَّذِیْٓ اَمَدَّكُمْ ﴾ ''اور اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں مدد دی۔'' یعنی جس نے تمہیں عطا کیا ﴿ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''ان چیزوں سے جن کو تم جانتے ہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان نعمتوں سے نوازا ہے جو مجہول ہیں نہ ان کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ ﴿ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ ﴾ ''اس نے چوپایوں کے ذریعے سے تمہاری مدد کی۔'' یعنی اس نے تمہیں اونٹ' بھیڑ بکریاں اور گائیں عطا کیں ﴿ وَّ بَنِیْنَ ﴾ ''اور بیٹے عطا کیے۔'' یعنی کثرت نسل سے نوازا اس نے تمہیں بہت زیادہ مال اور اولاد' خاص طور پر نرینہ اولاد عطا کی۔ جو دونوں اقسام میں سے بہترین نعمت ہے۔ یہ تو تھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلا کر وعظ و نصیحت۔ پھر انہیں نزول عذاب سے ڈرایا: ﴿ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴾ میں تم پر اپنی شفقت اور تمہارے ساتھ نیکی کی بنا پر ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر بڑے دن کا عذاب نازل نہ ہو جائے۔ تمہارے کفر اور بغاوت کے رویے پر جمے رہنے کی بنا پر جب وہ عذاب نازل ہو گیا تو کسی کے روکے نہیں رکے گا۔ انہوں نے حق کے ساتھ عناد کا مظاہرہ اور اپنے نبی کی تکذیب کرتے ہوئے کہا: ﴿ سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴾ ''خواہ نصیحت کرو یا نہ کرو' ہمارے لیے یکساں ہے۔'' یعنی سب برابر ہے۔ یہ سرکشی کی انتہاء ہے کہ جب قوم اس حالت کو پہنچ جاتی ہیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے مواعظ و تذکیر' جن کے سامنے پہاڑوں جیسی ٹھوس چٹانیں بھی پگھل جاتی ہیں اور عقل مندوں کے دل لخت لخت ہو جاتے ہیں' کا وجود اور عدم وجود برابر ہوں تو یہ ان کے ظلم اور بدبختی کی آخری حد ہے۔ تب ان کی ہدایت کی امید منقطع ہو جاتی ہے۔

اس لئے انہوں نے کہا: ﴿ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴾ ''یہ تو اگلوں ہی کے طرق ہیں۔'' یعنی یہ احوال اور یہ تمام نعمتیں وغیرہ' پہلے لوگوں کے ساتھ بھی ایسے ہوتا آیا ہے۔ وہ کبھی مالدار ہوتے تھے اور کبھی محتاج۔ یہ زمانے کے حالات ہیں۔ یہ سختیاں اور نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں نہ اس کے بندوں کی آزمائش ہیں ﴿ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴾ ''اور ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔'' یہ گویا ان کی طرف سے قیامت کا انکار یا اپنے نبی کو اس کی رائے سے ہٹانے کی کوشش یا اس کے ساتھ استہزا ہے اور اگر ہم فرض کر لیں کہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا بھی گیا تو جس طرح ہمیں دنیا میں نعمتوں سے نوازا گیا ہے اسی طرح ہمیں دوسری زندگی میں بھی نعمتیں عطا ہوتی رہیں گی۔ ﴿ فَكَذَّبُوْهُ ﴾ ''پس انہوں نے اس کی تکذیب کی۔'' یعنی تکذیب ان کی فطرت اور عادت بن گئی تھی اور اس سے کوئی انہیں باز نہیں رکھ سکتا۔ ﴿ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ﴾ ''تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔'' یعنی ﴿ بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰی كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ ﴾ (الحاقة: ٦٩/٦،٧) ''(قوم عاد کو) نہایت تیز آندھی نے ہلاک کر دیا اللہ تعالیٰ نے مسلسل سات رات اور آٹھ دن تک اس آندھی کو ان پر چلائے رکھا' پس تو لوگوں کو اس میں اس طرح پچھاڑے ہوئے دیکھے گا

"جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے۔" ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً﴾ اس میں ہمارے نبی ہود علیہ السلام 'ان کی دعوت کی صداقت اوران کی قوم کے شرک اور سرکشی کے بطلان پر دلیل ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ﴾ ان نشانیوں کے باوجود وہ ایمان نہ لائے جو ایمان کا تقاضا کرتی ہیں۔ ﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ﴾ "اور تمہارا رب تو غالب ہے۔" جس نے اپنی قدرت کے ذریعے سے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو ان کے طاقتور اور زبردست ہونے کے باوجود ہلاک کر ڈالا۔ ﴿الرَّحِيمُ﴾ "نہایت رحم کرنے والا ہے۔" یعنی وہ اپنے نبی ہود علیہ السلام پر بہت رحم کرنے والا تھا کیونکہ اس نے حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی اہل ایمان کو کفار سے نجات بخشی۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّي لَكُمْ
جھٹلایا (قوم) ثمود نے رسولوں کو ○ جب کہا ان سے انکے بھائی صالح نے، کیا نہیں ڈرتے تم (اللہ سے)؟ ○ بلاشبہ میں ہوں تمہارے لئے

رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ
رسول امانت دار ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو میری ○ اور نہیں مانگتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر (صلہ) نہیں ہے

أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٤٥﴾ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿١٤٦﴾ فِي جَنَّاتٍ
میرا اجر مگر اوپر پروردگار جہانوں کے ○ کیا تم چھوڑ دیے جاؤ گے ان چیزوں میں جو یہاں ہیں امن سے؟ ○ (یعنی) باغات

وَعُيُونٍ ﴿١٤٧﴾ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا
اور چشموں میں؟ ○ اور کھیتوں اور کھجوروں میں کہ شگوفے انکے نرم و نازک (اور ملائم) ہیں؟ ○ اور تراشتے ہو تم پہاڑوں سے گھر،

فَارِهِينَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٥١﴾ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ
اتراتے ہوئے ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو میری ○ اور نہ اطاعت کرو تم حد سے بڑھ جانے والوں کی ○ جو فساد کرتے ہیں

فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ
زمین میں اور نہیں وہ اصلاح کرتے ○ انہوں نے کہا، یقیناً تو سحر زدہ لوگوں میں سے ہے ○ نہیں ہے تو (کچھ اور) مگر بشر

مِّثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هَٰذِهِ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ
ہم جیسا ہی، پس لے آ تو کوئی نشانی (معجزہ) اگر ہے تو سچوں میں سے ○ صالح نے کہا، یہ اونٹنی (معجزہ) ہے، اس کیلئے پانی پینے کی باری ہے

وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾
اور تمہارے لئے پانی پینے کی باری ہے ایک دن مقرر میں ○ اور نہ ہاتھ لگانا اسے برائی سے، پس آ پکڑے گا تمہیں عذاب ایک بڑے دن کا ○

فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿١٥٧﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ
پس کاٹ ڈالیں انہوں نے ٹانگیں اسکی پھر ہو گئے وہ سخت نادم ○ پس آ پکڑا انکو عذاب نے بیشک اس میں البتہ (عظیم) نشانی ہے، اور نہیں تھے

أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾ ع ۱۹ ۱۲
اکثر ان کے ایمان لانے والے ○ اور بلاشبہ آپ کا رب، البتہ وہ ہے، نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا ○

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ ﴾ ''قوم ثمود نے جھٹلا دیا۔'' علاقہ حجر کے شہروں میں آباد معروف قبیلہ ہے ﴿ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ ''پیغمبروں کو۔'' انہوں نے صالح علیہ السلام کی تکذیب کی جو توحید لے کر ان کے پاس آئے جو تمام انبیاء و مرسلین کی دعوت تھی اس لیے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب گویا تمام رسولوں کی تکذیب ہے۔ ﴿ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ ﴾ ''جب ان کے بھائی صالح علیہ السلام نے'(جو ان کے نسبی بھائی تھے' نہایت نرمی سے) ان سے کہا: ﴿ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ کیا تم اللہ تعالیٰ سے ڈر کر شرک اور معاصی کو نہیں چھوڑتے؟ ﴿ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ ﴾ ''بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے رسول ہوں' اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم اور رحمت کی بنا پر مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کو قبول کرو اور فروتنی اور اطاعت کے ساتھ اس کا استقبال کرو۔ ﴿ اَمِيْنٌ ﴾ تم میری امانت و دیانت کو خوب جانتے ہو اور یہ چیز اس امر کی متقاضی ہے کہ تم مجھ پر اور میری دعوت پر ایمان لاؤ۔ ﴿ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ﴾ ''اور میں اس کا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔'' تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمیں تمہاری اتباع سے صرف اس چیز نے روک رکھا ہے کہ تم ہمارا مال ہتھیانا چاہتے ہو۔ ﴿ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔'' یعنی میں اس کا اجر و ثواب صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہوں۔

﴿ اَتُتْرَكُوْنَ فِىْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِيْنَ ۝ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴾ ''کیا جو چیزیں ہیں ان میں تم بے خوف چھوڑ دیے جاؤ گے یعنی باغات اور چشموں میں' اور کھیتیاں اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف اور نازک ہوتے ہیں۔'' یعنی پھل سے لدے ہوئے یعنی کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں ان نعمتوں اور آسائشوں میں بے کار چھوڑ دیا جائے گا تاکہ تم ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ جیسے چوپائے فائدہ اٹھاتے ہیں تمہیں کوئی حکم دیا جائے گا نہ کسی چیز سے روکا جائے گا اور تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ہی کی نافرمانی میں مدد طلب کرو گے۔ ﴿ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴾ یعنی تمہاری مہارت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ تم ٹھوس سخت پہاڑوں کو تراش کر اپنے گھر بناتے ہو۔ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَلَا تُطِيْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ ''پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو'' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کیا۔ ﴿ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴾ ''جو ملک میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔'' یعنی جن کا وصف اور جن کی عادت' گناہوں کے ارتکاب اور لوگوں کو گناہوں کی طرف دعوت کے ذریعے سے زمین میں اس قدر فساد پھیلانا ہے کہ اس کی اصلاح ممکن نہ ہو۔ یہ سب سے زیادہ نقصان دہ چیز ہے کیونکہ یہ خالص شر ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے نبی کی مخالفت کے لئے ہر وقت مستعد اور کمربستہ رہتے تھے اور محض لوگوں کو گمراہ کرنے کی خاطر دعوت توحید کا مرتبہ گھٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان مفسدوں کے دھوکے میں آنے سے روکا۔ شاید یہی وہ لوگ ہیں جن

کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴾ (النمل: ٤٨/٢٧) ''اور شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح کا کوئی کام نہ کرتے تھے۔''

اس نہی اور وعظ ونصیحت نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا' چنانچہ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا: ﴿ إِنَّمَا أَنتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴾ یعنی تجھ پر تو جادو کر دیا گیا ہے اس لئے تو ہذیانی کیفیت میں بول رہا ہے اور ایسی باتیں کہہ رہا ہے جس کا کوئی معنی نہیں۔ ﴿ مَا أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ﴾ ''تو ہماری ہی طرح کا آدمی ہے۔'' تب وہ کون سی فضیلت ہے جس کے ذریعے سے تجھے ہم پر فوقیت حاصل ہے' یہاں تک کہ تو ہمیں اپنی اتباع کی دعوت دیتا ہے۔ ﴿ فَأْتِ بِآيَةٍ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴾ ''اگر تو سچا ہے تو کوئی نشانی پیش کر۔'' حالانکہ صالح علیہ السلام کی مجرد حالت کا اعتبار نیز آپ کی دعوت کا اعتبار ہی اس چیز کی صحت اور صداقت پر سب سے بڑی اور سب سے واضح دلیل ہے جس کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا گیا ہے مگر انہوں نے اپنی بدبختی کی بنا پر معجزات کا مطالبہ کیا۔ غالب حالات میں ان معجزات کا مطالبہ کرنے والے فلاح نہیں پاتے کیونکہ ان کا مطالبہ طلب رشد وہدایت پر نہیں بلکہ تعنت پر مبنی ہوتا ہے۔

صالح علیہ السلام نے کہا: ﴿ هَٰذِهِ نَاقَةٌ ﴾ ''یہ اونٹنی ہے'' جو ٹھوس اور ملائم پتھر سے نکلی ہے جسے تم دیکھ رہے ہو اور تم سب اس کا مشاہدہ کر رہے ہو۔ ﴿ لَّهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴾ ''اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری ہے۔'' یعنی اس کنویں سے ایک دن اونٹنی پانی پیئے گی اور تم اس کا دودھ پیو گے اگلے روز اونٹنی پانی نہیں پیئے گی اور تم کنویں کا پانی پیو گے۔ ﴿ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ ﴾ ''اور اس کو کوئی تکلیف پہنچانے کے لیے نہ چھونا۔'' یعنی اسے ہلاک وغیرہ کرنے کی نیت سے چھونا بھی نہیں ﴿ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴾ ''ورنہ تم کو سخت دن کا عذاب آ پکڑے گا۔'' پس یہ اونٹنی ان کے سامنے برآمد ہوئی اور اسی حال میں ان کے سامنے رہی مگر وہ ایمان نہ لائے اور اپنی سرکشی پر جمے رہے۔ ﴿ فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ۝ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ﴾ ''پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر نادم ہوئے۔ پس ان کو عذاب نے آ پکڑا۔'' یہ عذاب ایک چیخ کی صورت میں نازل ہوا جس نے ان سب کو ہلاک کر کے رکھ دیا ﴿ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ﴾ اس میں ہمارے رسولوں کی دعوت کی صداقت اور ان کے مخالفین کے موقف کے بطلان کی دلیل ہے ﴿ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴾

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ

جھٹلایا قوم لوط نے رسولوں کو ○ جب کہا ان سے ان کے بھائی لوط نے، کیا نہیں ڈرتے تم (اللہ سے)؟ ○ بلاشبہ میں ہوں تمہارے لئے

رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ

رسول امین ○ پس ڈرو تم اللہ سے، اور اطاعت کرو میری ○ اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں ہے میرا اجر

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٤﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ

مگر اوپر پروردگار جہانوں کے ○ کیا آتے ہو تم (جنسی تسکین کیلئے) مردوں کے پاس جہان (والوں) میں سے؟○ اور چھوڑ دیتے ہو تم جنہیں پیدا کیا

لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ

تمہارے لئے تمہارے رب نے تمہاری بیویوں میں سے بلکہ تم لوگ ہو حد سے گزرنے والے○ انہوں نے کہا، البتہ اگر نہ باز آیا تو اے لوط!

لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ اِنِّىْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِىْ

تو یقیناً ہو جائیگا تو نکالے گئے لوگوں میں سے○ لوط نے کہا، بلاشبہ میں ہوں تمہارے عمل کو ناپسند کرنیوالوں میں سے○ اے میرے رب! تو نجات دے مجھے

وَاَهْلِىْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا

اور میرے گھر والوں کو اس (کے انجام) سے جو وہ کرتے ہیں○ پس نجات دی ہم نے اسے اور اسکے اہل کو سبکو○ سوائے ایک بڑھیا کے

فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ

کہ وہ تھی پیچھے رہنے والوں میں سے○ پھر ہلاک کر دیا ہم نے دوسروں کو○ اور بارش برسائی ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش، پس بری تھی

مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

بارش ان لوگوں کی جو ڈرائے گئے تھے (عذاب سے)○ بلاشبہ اسمیں البتہ عظیم نشانی ہے (قدرت کی) اور نہیں تھے اکثر انکے

ع ٩ / ١٤

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾

ایمان لانے والے○ اور بلاشبہ آپ کا رب، البتہ وہ ہے نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا○

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دی انہوں نے لوط علیہ السلام کو وہی جواب دیا جو ان سے پہلے لوگ اپنے رسولوں کو دیتے چلے آئے ہیں۔ چونکہ ان کے دل کفر میں ایک دوسرے کے مشابہ تھے اس لئے ان کے اقوال بھی ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئے۔ نیز وہ اپنے شرک کے ساتھ ساتھ ایسی بدکاری کا ارتکاب بھی کرتے تھے جو ان سے پہلے دنیا میں کسی نے نہ کی تھی۔ وہ اپنے اسراف اور حد سے تجاوز کرنے کی بنا پر اپنی بیویوں کو چھوڑ کر جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تخلیق فرمایا تھا' مردوں کے ساتھ مجامعت کے گندے اور خبیث فعل کا ارتکاب کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام انہیں اس گندے کام سے روکتے رہے' یہاں تک کہ ﴿ قَالُوْا ﴾ ''انہوں نے کہا'' حضرت لوط علیہ السلام سے ﴿ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴾ ''اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو شہر بدر کر دیا جائے گا۔''

جب لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ اپنی بدکاری پر جمے ہوئے ہیں تو کہنے لگے: ﴿ اِنِّىْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴾ ''میں تمہاری اس بدکرداری پر تم پر سخت ناراض ہوں'' میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں اور اس برے کام کے انجام سے ڈراتا ہوں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے دعا کی: ﴿ رَبِّ نَجِّنِىْ وَاَهْلِىْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اے میرے رب! مجھ

کو اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں سے نجات دے۔'' یعنی ان کے فعل بد اور اس کے عذاب سے بچا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔

﴿ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴾ ''پس ہم نے ان کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی۔'' یعنی یہ عورت ان لوگوں میں رہ گئی جن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور یہ عورت لوط علیہ السلام کی بیوی تھی۔ ﴿ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ○ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ﴾ ''پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا اور ان پر بارش برسائی۔'' یعنی ہم نے ان پر کھنگر کے پتھر برسائے ﴿ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾ ''پس جو بارش ان ڈرائے گئے لوگوں پر برسائی گئی' بہت بری تھی۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے آخری متنفس تک کو ہلاک کر دیا۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ ''بے شک اس میں ایک نشانی ہے مگر اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔ بے شک آپ کا رب بڑا زبردست ہے اور نہایت رحم والا بھی۔''

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّيْ

جھٹلایا صحرانشینوں نے رسولوں کو ○ جب کہا ان سے شعیب نے، کیا نہیں ڈرتے تم (اللہ سے)؟ ○ بلاشبہ میں ہوں

لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ

تمہارے لیے رسول امین ○ پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو میری ○ اور نہیں مانگتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر (صلہ) نہیں ہے

اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوْا

میرا اجر مگر اوپر پروردگار جہانوں کے ○ پورا بھر کر دو تم ماپ، اور نہ ہو تم (دوسروں کو) نقصان دینے والوں میں سے ○ اور تولو تم

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ

ساتھ ترازو سیدھی کے ○ اور نہ کم دو تم لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ دوڑو تم زمین میں

مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ

فساد کرتے ہوئے ○ اور ڈرو تم اس (اللہ کی) ذات سے جس نے پیدا کیا تمہیں اور مخلوق پہلی کو ○ انہوں نے کہا یقیناً تو

مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾ وَمَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾

سحر زدہ لوگوں میں سے ہے ○ اور نہیں ہے تو (کچھ اور) مگر بشر ہم جیسا ہی، اور بلاشبہ ہم گمان کرتے ہیں تجھے البتہ جھوٹوں میں سے ○

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّيْۤ اَعْلَمُ

پس گرا دے تو ہم پر ایک ٹکڑا آسمان سے اگر ہے تو سچوں میں سے ○ شعیب نے کہا، میرا رب خوب جانتا ہے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۗ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ

اس کو جو تم کرتے ہو ○ پس انہوں نے جھٹلایا اسے تو پکڑ لیا ان کو عذاب نے سائے والے دن کے' بلاشبہ وہ تھا عذاب

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٠﴾ وَاِنَّ

ایک بڑے دن کا O بلاشبہ اس میں البتہ (عظیم) نشانی ہے اور نہیں تھے اکثر ان کے ایمان لانے والے O اور بلاشبہ

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٩١﴾ ع

آپ کا رب، البتہ وہ ہے نہایت غالب، بہت رحم کرنے والا O

﴿ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ﴾ یعنی گنجان درختوں والے باغات میں بسنے والے' مراد اصحاب مدین ہیں انہوں نے اپنے رسول حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا۔ شعیب علیہ السلام بھی وہی دعوت لے کر آئے تھے جو دیگر انبیاء و مرسلین لے کر آئے تھے۔ ﴿ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ ''جب شعیب نے انہیں کہا' تم ڈرتے کیوں نہیں؟'' یعنی اللہ تعالیٰ سے کہ تم کفر اور معاصی کو چھوڑ دو جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث بنتے ہیں۔ ﴿ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴾ ''میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔'' اور اس پر یہ چیز مترتب ہوتی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ یہ لوگ اپنے شرک کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں بھی کمی کرتے تھے۔

اس لئے شعیب علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿ اَوْفُوا الْكَيْلَ ﴾ ''ناپ کو پورا کرو'' ﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴾ ''اور کم کر کے دینے والوں میں شمولیت نہ کرو۔'' یعنی جو ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کے مال کم کرتے ہیں' ان کے مال ہتھیا لیتے ہیں ﴿ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴾ یعنی پورا تولنے والے درست ترازو کے ساتھ تولو جو کسی طرف نہ جھکے۔ ﴿ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ ''اور اس سے ڈرو جس نے تم کو اور تم سے پہلی خلقت کو پیدا کیا۔'' یعنی جس نے گزشتہ نسلوں کو پیدا کیا' وہ جس طرح تمہاری تخلیق میں منفرد ہے اسی طرح اس نے تم سے پہلے لوگوں کو کسی کی شراکت کے بغیر پیدا کیا۔ اس لئے اس اکیلے کو عبادت اور توحید کا مستحق جانو جس طرح اس نے تمہیں وجود عطا کیا اور تمہیں بے شمار نعمتوں سے سرفراز کیا اسی طرح تم بھی ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو۔

انہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کرتے اور ان کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے کہا: ﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴾ ''تم اس شخص کی مانند (کلام کرتے) ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہو'' اور وہ ہذیانی کیفیت میں باتیں کر رہا ہو۔ ایسے شخص کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہی کیا جا سکتا ہے کہ اس کا مواخذہ نہ کیا جائے۔ ﴿ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ﴾ ''اور تم ہماری ہی طرح کے انسان ہو۔'' اس لئے تمہارے اندر ایسی کوئی فضیلت نہیں ہے جس کی بنا پر تمہیں ہم پر کوئی اختصاص حاصل ہو' یہاں تک کہ تم ہم سے اپنی اتباع کا مطالبہ کرنے لگو۔ اس قسم کی بات ان سے پہلے لوگوں نے بھی کی اور ان کے بعد آنے والوں نے بھی کی اور اسی شبہ کی بنا پر انہوں نے رسولوں کی مخالفت کی اور ان پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں۔ وہ دلوں کی مشابہت اور کفر پر اتفاق ہونے کی وجہ سے اس شبہ پر

بھی متفق ہیں۔ رسولوں نے ان کے اس شبہ اور اعتراض کا ان الفاظ میں جواب دیا: ﴿اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (ابرهيم: ١٤/ ١١) ''ہم کچھ نہیں مگر تم ہی جیسے انسان ہیں' لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔'' ﴿وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو۔'' یہ ان کی جرأت' ظلم اور قول باطل تھا وہ سب حضرت شعیب علیہ السلام کی مخالفت پر متفق تھے۔ جو کوئی بھی رسول اپنی قوم میں مبعوث ہوا اس نے اپنی قوم کو توحید کی طرف دعوت دی اور اپنی قوم کے ساتھ مجادلہ کیا اور انہوں نے بھی اس (نبی) سے مجادلہ کیا البتہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر ایسی ایسی نشانیاں ظاہر کیں جن کی بنا پر انہیں اس کی صداقت اور امانت پر یقین تھا۔ خاص طور پر شعیب علیہ السلام' جن کو اپنی قوم کے ساتھ بہترین طریقے سے بحث و جدال کرنے کی بنا پر ''خطیب الانبیاء'' کہا جاتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو آپ کی صداقت کا یقین تھا اور وہ خوب جانتے تھے کہ آپ کی دعوت حق ہے۔ مگر ان کا آپ کے بارے میں جھوٹ کا گمان کرتے ہوئے خبر دینا' ان کا جھوٹ تھا۔

﴿فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''پس تم آسمان سے ایک ٹکڑا لا کر ہم پر گراؤ۔'' یعنی تو ہم پر عذاب نازل کر دے جو ہماری جڑ کاٹ دے۔ ﴿اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تو سچا ہے۔'' ان کی یہ بات ان کے بھائی' دیگر کفار کے اس قول کی مانند تھی: ﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (الانفال: ٨/ ٣٢) ''اور آپ اس بات کو بھی یاد کیجئے جب انہوں نے کہا تھا کہ اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر دے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔'' یا انہوں نے بعض معجزات کا مطالبہ کیا' جن کے سائل کے لیے مطلوب کو پورا کرنا لازم نہیں۔ ﴿قَالَ﴾ شعیب علیہ السلام نے کہا: ﴿رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تم جو کام کرتے ہو' میرا رب اس سے خوب واقف ہے۔'' یعنی میرا رب نزول عذاب اور وقوع معجزات کے بارے میں جانتا ہے۔ میں وہ ہستی نہیں جو اپنی طرف سے تمہیں یہ معجزات دکھاؤں یا تم پر کوئی عذاب نازل کروں مجھ پر اس کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دوں اور تمہاری خیر خواہی کروں۔ سو میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔ معجزات کو میرا رب لے کر آتا ہے جو تمہارے اعمال و احوال سے واقف ہے جو تمہارا حساب لے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ ﴿فَكَذَّبُوْهُ﴾ ''پس انہوں نے اس (شعیب علیہ السلام) کو جھٹلایا۔'' اپنے انبیاء کی تکذیب کرنا ان کا وصف اور کفران کی عادت بن گئی حتیٰ کہ نزول عذاب کے سوا معجزات نے انہیں کوئی فائدہ دیا نہ کوئی حیلہ ان کے کام آیا۔ ﴿فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ﴾ ''پس یوم سائبان کے عذاب نے ان کو آ پکڑا۔'' یعنی ایک بادل ان پر سایہ کناں ہوا اور یہ لوگ اس کے سائے سے لذت حاصل کرنے کے لئے اس کے

نیچے جمع ہو گئے۔ پس اس بادل نے عذاب کے ذریعے سے ان کو جلا ڈالا اور وہ اس کے نیچے بے حس و حرکت پڑے رہ گئے' وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر بدبختی اور عذاب کی وادی میں جا نازل ہوئے۔

﴿إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ ''بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔'' یہ اب دنیا میں واپس نہیں آئیں گے کہ دوبارہ عمل کریں اور کسی گھڑی ان سے عذاب منقطع ہو گا نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً﴾ اس میں ایک نشانی ہے'' جو حضرت شعیب علیہ السلام کی صداقت' آپ کی دعوت کے صحیح ہونے اور آپ کی قوم نے جو آپ کا رد کیا اس کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ان میں اکثر لوگ آیات و معجزات کا مشاہدہ کر لینے کے بعد بھی ایمان نہ لائے۔ کیونکہ ان میں کوئی پاکیزگی ہے نہ ان کے پاس کوئی بھلائی ہے: ﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾ (یوسف: ١٠٣/١٢) ''خواہ آپ کتنی ہی خواہش کیوں نہ کریں مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔''

﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ﴾ ''بے شک تیرا رب غالب ہے'' جو اپنی قدرت کی بنا پر کسی کے ادراک کی گرفت میں نہیں آسکتا اور وہ تمام مخلوقات پر غالب اور زبردست ہے۔ ﴿الرَّحِيمُ﴾ وہ ذات' رحمت جس کا وصف ہے۔ دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں' یعنی جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے اس وقت سے لے کر اس کی انتہا تک' اس میں موجود تمام بھلائیاں' اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہی ہے کہ اس نے اپنے دشمنوں کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے اس کے انبیاء و رسل کی تکذیب کی اور یہ اس کی رحمت ہی کے آثار ہیں کہ اس نے اپنے اولیاء اور ان کے متبعین اہل ایمان کو نجات دی۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَٰلَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ

اور بلاشبہ وہ (قرآن) البتہ نازل کیا ہوا ہے رب العالمین کا○ اترا ہے اسکو لے کر روح الامین (جبرائیل)○ اوپر آپکے دل کے تاکہ ہوں آپ

مِنَ الْمُنْذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ﴿١٩٥﴾ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٩٦﴾ أَوَلَمْ

ڈرانے والوں میں سے○ زبان عربی میں جو فصیح ہے○ اور بلاشبہ وہ (اسکا ذکر موجود) ہے البتہ پہلی کتابوں میں بھی○ کیا نہیں

يَكُنْ لَهُمْ آيَةً أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَٰؤُا بَنِي إِسْرَآءِيلَ ﴿١٩٧﴾ وَلَوْ نَزَّلْنَٰهُ عَلَىٰ بَعْضِ

ہے ان کیلئے ایک نشانی یہ کہ جانتے ہیں اس (قرآن یا رسول) کو علماء بنی اسرائیل کے؟○ اور اگر نازل کرتے ہم اس قرآن کو کسی پر

الْأَعْجَمِينَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٩﴾ كَذَٰلِكَ سَلَكْنَٰهُ فِي قُلُوبِ

عجمیوں میں سے○ پس وہ پڑھتا اسے ان پر (تو بھی) نہ ہوتے وہ اس پر ایمان لانیوالے○ اسی طرح داخل کیا ہے ہم نے اس (تکذیب) کو دلوں میں

الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَأْتِيَهُمْ

مجرموں کے○ نہیں ایمان لائینگے وہ اس پر حتی کہ دیکھ لیں وہ عذاب نہایت دردناک○ پس آجائیگا وہ (عذاب) انکے پاس

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

اچانک ہی جب کہ وہ نہ شعور رکھتے ہوں گے ○ تو وہ کہیں گے کیا ہم مہلت دیئے جائیں گے؟○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کرام کا ان کی قوموں کے ساتھ قصہ بیان فرمایا اور انبیاء کرام نے کیسے ان کو توحید کی دعوت دی اور کیسے انہوں نے ان کی دعوت کو ٹھکرایا اور پھر کیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا اور ان کا انجام برا ہوا..... تو اللہ تعالیٰ نے اس رسول کریم' عظمت شان کے حامل نبی مصطفیٰ (ﷺ) اور اس کتاب کا ذکر فرمایا جس کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے جس میں عقل مندوں کے لئے ہدایت ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور یہ (قرآن) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔'' پس وہ ہستی جس نے اس عظیم کتاب کو نازل فرمایا' زمین وآسمان کو پیدا کرنے والی اور تمام عالم علوی اور سفلی کی مربی ہے۔ جس طرح اس نے بندوں کی ان کے جسمانی اور دنیاوی مصالح میں تربیت کی' اسی طرح اس نے ان کے دین ودنیا کے مصالح میں بھی راہنمائی فرما کر ان کی تربیت کی۔ سب سے عظیم چیز جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تربیت کی ہے وہ اس کتاب کریم قرآن مجید کا نازل فرمانا ہے جو بے انتہا بھلائی اور بے پایاں نیکی پر مشتمل ہے۔ یہ دین ودنیا کے مصالح اور اخلاق فاضلہ کو متضمن ہے جن سے دوسری کتابیں تہی دامن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ میں اس کتاب کی تعظیم اور اس کے مہتم بالشان ہونے پر دلیل ہے نیز اس امر کی دلیل ہے کہ یہ عظیم کتاب کسی اور ہستی کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور اس کے نازل کرنے کا مقصد تمہارا فائدہ اور تمہاری ہدایت ہے۔ ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ﴾ ''اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔'' اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں جو فرشتوں میں سب سے افضل اور سب سے طاقتور ہیں ﴿الْاَمِيْنُ﴾ ''وہ امانت دار ہیں'' وہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتے۔ ﴿عَلٰى قَلْبِكَ﴾ ''آپ کے دل پر۔'' یعنی اے محمد (ﷺ)! جبریل اسے لے کر آپ کے دل پر نازل ہوا ﴿لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ تاکہ آپ اس کے ذریعے سے لوگوں کو رشد وہدایت کی راہ دکھائیں اور ان کو گمراہی کا راستہ اختیار کرنے سے ڈرائیں۔ ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ﴾ ''صاف صاف عربی زبان میں'' اور عربی زبان سب سے افضل زبان ہے اور اسے ان لوگوں کی زبان میں نازل کیا گیا ہے جن کی طرف اسے بھیجا گیا ہے اور ان کو دعوت دینے میں یہی زبان استعمال ہوئی ہے' صاف اور واضح زبان۔ آپ غور کیجئے کہ کیسے یہ تمام فضائل فاخرہ اس عظیم کتاب میں جمع ہو گئے ہیں یہ کتاب سب سے افضل کتاب ہے' اسے سب سے افضل فرشتہ لے کر نازل ہوا' اس ہستی پر نازل ہوئی جو مخلوق میں سب سے افضل ہے اور جسم میں سب سے افضل حصے یعنی آپ کے دل پر نازل کی' سب سے افضل امت پر نازل کی گئی اور سب سے افضل' سب سے فصیح اور سب سے وسیع زبان میں نازل کی گئی اور وہ ہے واضح عربی زبان۔

﴿ وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ﴾ ''اور اس کی خبر پہلی کتابوں میں ہے۔'' یعنی پہلی کتابوں میں اس کی خوشخبری دی گئی ہے اور پہلی کتابوں نے اس کی تصدیق کی ہے۔ چونکہ ان کتابوں نے اس کے بارے میں جو خبر دی تھی یہ اس کے مطابق نازل ہوئی ہے اس لئے یہ ان کی تصدیق ہے۔ بلکہ یہ کتاب حق کے ساتھ آئی ہے اور تمام رسولوں کی تصدیق کرتی ہے۔ ﴿ اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً ﴾ ''کیا ان کے لئے یہ دلیل نہیں'' اس کتاب کی صحت اور اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے پر ﴿ اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴾ ''کہ اسے علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں'' جن پر علم کی انتہا ہے اور وہ سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور انصاف کرنے والے لوگ ہیں۔ کیونکہ اگر کسی معاملے میں اشتباہ واقع ہو جائے تو باصلاحیت اور اہل درایت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور ان کا قول دوسروں پر حجت ہوتا ہے۔ جیسے ان جادوگروں نے' جو جادو کے علم میں ماہر تھے' موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی صداقت کو پہچان لیا۔ اس کے بعد جاہل اور لاعلم لوگوں کے قول کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔

﴿ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰی بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ ﴾ ''اور اگر ہم اس کو کسی غیر اہل زبان پر اتارتے۔'' جو ان کی زبان کو سمجھتے ہوں نہ مناسب طریقے سے تعبیر کلام کی قدرت رکھتے ہوں۔ ﴿ فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ ﴾ ''تو وہ ان (قریش) کو پڑھ کر سناتا تب بھی وہ اس پر ایمان نہ لاتے۔'' وہ کہتے کہ وہ جو کہتا ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا اور ہم نہیں جانتے ہیں کہ وہ کس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس لئے ان کو اپنے رب کی حمد و ثنا کرنی چاہیے کہ یہ کتاب ایسے شخص پر نازل ہوئی ہے جو مخلوق میں سب سے زیادہ فصیح اللسان اور عبارات واضحہ کے ذریعے سے اس کتاب کے مقاصد کی تعبیر کرنے کی سب سے زیادہ قدرت رکھنے والا اور ان کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ پس ان کو چاہیے کہ وہ اس کی تصدیق کرنے' اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور اسے قبول کرنے میں جلدی کریں مگر کسی شبہ کے بغیر ان کا اس کتاب کو جھٹلانا' کفر و عناد کے سوا کچھ نہیں اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو انبیاء کی تکذیب کرنے والی امتوں میں متواتر چلا آ رہا ہے' اس لئے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴾ ہم نے مجرموں کے دلوں میں اس (تکذیب) کو اسی طرح داخل کر دیا ہے جیسے سوئی کے ناکے میں دھاگہ داخل ہوتا ہے۔ تکذیب ان کے دلوں میں رچ بس کر ان کا وصف بن گئی ہے۔

یہ ان کے ظلم اور ان کے جرائم کے سبب سے ہے۔ اس لئے ﴿ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴾ ''یہ لوگ اس پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ (اپنی تکذیب کی پاداش میں) دردناک عذاب نہیں دیکھ لیتے۔'' ﴿ فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴾ یہ عذاب ان کو اچانک اور ان کی غفلت کی حالت میں آ لے گا' انہیں اس کا احساس تک ہو گا نہ اس کے نازل ہونے کا شعور ہو گا تاکہ اس عذاب کے ذریعے سے ان کو پوری طرح سزا دی جائے۔ ﴿ فَیَقُوْلُوْا ﴾ اس وقت یہ کہیں گے ﴿ هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴾ ''کیا ہمیں مہلت ملے

گی؟''یعنی وہ درخواست کریں گے کہ ان کو مہلت اور ڈھیل دی جائے اور حال یہ ہے کہ مہلت کا وقت گزر گیا اور ان پر عذاب نازل ہو گیا جسے ان پر سے کبھی نہیں اٹھایا جائے گا اور نہ کبھی ایک گھڑی کے لئے منقطع ہو گا۔

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ

کیا پس ہمارا عذاب وہ (لوگ) جلدی طلب کرتے ہیں؟ ○ کیا پس دیکھا آپ نے اگر فائدہ دیں ہم انکو کئی سال ○ پھر آ جائے انکے پاس

مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿٢٠٧﴾

وہ (عذاب) جس کا تھے وہ وعدہ دیے جاتے ○ تو نہیں کفایت کریں گی ان سے وہ چیزیں جن سے تھے وہ فائدہ پہنچائے جاتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَفَبِعَذَابِنَا ﴾ ''کیا یہ ہمارے عذاب کے لئے۔''جو بہت بڑا اور دردناک عذاب ہے جسے ہیچ سمجھا جا سکتا ہے نہ حقیر جانا جا سکتا ہے ﴿ يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴾ ''جلدی مچاتے ہیں؟''کس چیز نے ان کو فریب میں مبتلا کر رکھا ہے؟ کیا اس عذاب کو برداشت کرنے کی ان میں قوت اور طاقت ہے؟ جب یہ عذاب نازل ہو جائے گا تو کیا یہ اس کو دور کرنے یا اس کو اٹھا لینے کی قوت رکھتے ہیں...... یا یہ ہمیں عاجز سمجھتے ہیں اور گمان رکھتے ہیں کہ ہم عذاب نازل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے؟ ﴿ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴾ ''بھلا دیکھو تو اگر ہم ان کو برسوں فائدے دیتے رہیں۔''یعنی کیا آپ نے کچھ غور کیا کہ اگر ہم ان پر جلدی عذاب نازل نہ کریں اور ان کو چند سالوں کے لئے مہلت دے دیں اور یہ دنیا سے فائدہ اٹھائیں ﴿ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴾ ''پھر ان پر وہ واقع ہو جائے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔''یعنی عذاب کا۔ ﴿ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴾ ''جن (لذات وشہوات) سے وہ متمتع ہوتے تھے، وہ ان کے کسی کام نہ آئیں گی۔''یعنی کون سی چیز ان کے کام آ سکتی اور انہیں کوئی فائدہ دے سکتی ہے؟ دراں حالیکہ لذتیں باطل اور مضمحل ہو کر ختم ہو گئیں اور اپنے پیچھے برے اثرات چھوڑ گئیں اور انہیں طویل مدت تک کئی گنا عذاب دیا جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ وہ وقوع عذاب اور اس کے مستحق ہونے سے بچیں اور رہا عذاب کا جلدی نازل ہونا یا اس کے نزول میں تاخیر ہونا، تو اس کے تحت کوئی اہمیت ہے نہ اس کے نزدیک اس کا کوئی فائدہ۔

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿٢٠٨﴾ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٠٩﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ

اور نہیں ہلاک کی ہم نے کوئی بستی مگر اس کیلئے تھے ڈرانے والے ○ یاد دہانی کیلئے اور نہیں ہیں ہم ظلم کرنے والے ○ اور نہیں لے کر اترے اس (قرآن) کو

الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٢١١﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿٢١٢﴾

شیاطین ○ اور نہیں لائق ان کیلئے اور نہ وہ (اسکی) استطاعت ہی رکھتے ہیں ○ بلاشبہ وہ تو اسکے سننے سے بھی البتہ دور رکھے گئے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ، اہل تکذیب کو ہلاک کرنے کے بارے میں اپنے عدل کامل کے متعلق آگاہ فرماتا ہے کہ وہ کسی بستی پر اس وقت تک عذاب اور ہلاکت نازل نہیں کرتا جب تک ان کا عذر ختم نہ ہو جائے اور ان پر حجت قائم

نہ ہو جائے۔ وہ ان کے اندر ان کو برے انجام سے ڈرانے والے مبعوث کرتا ہے جو انہیں واضح آیات کے ذریعے سے ڈراتے ہیں' انہیں ہدایت کی طرف بلاتے ہیں' انہیں ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے روکتے ہیں' وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کرتے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی ناراضی کے بارے میں اس کی عادت سے متنبہ کرتے ہیں۔ ﴿ ذِكْرٰی ﴾ ''نصیحت'' یعنی یہ اتمام حجت ان کے لیے یاد دہانی اور ان کے خلاف حجت قائم کرنا ہے ﴿ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴾ ''اور ہم ظلم کرنے والے نہیں۔'' کہ ہم بستیوں کو ان کے انجام سے ڈرائے بغیر ہلاک کر دیں' ان کو پکڑ لیں اور ان کی حالت یہ ہو کہ انہیں ڈرانے والوں کے بارے میں کچھ خبر نہ ہو۔ ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ (بنی اسراءیل: ١٥/١٧) ''اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کہ حق و باطل کا فرق سمجھانے کے لئے ایک رسول نہ بھیج دیں۔'' ﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴾ (النساء: ٤/ ١٦٥) ''تمام رسولوں کو خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا ہے تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن عظیم کا کمال اور اس کی جلالت بیان کرتے ہوئے اسے ہر صفت نقص سے منزہ قرار دیا نیز واضح کر دیا کہ وہ قرآن کے نازل ہونے کے وقت اور اس کے بعد شیاطین جن و انس سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ ○ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهُمْ ﴾ ''اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نازل ہوئے ہیں نہ یہ ان کے لائق ہی ہے۔'' یعنی یہ چیز ان کے حال کے لائق ہے نہ ان سے کوئی مناسبت رکھتی ہے ﴿ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴾ ''اور نہ وہ ایسا کر ہی سکتے ہیں۔'' ﴿ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴾ ''وہ (آسمانی باتوں کے) سننے سے الگ کر دیے گئے ہیں۔'' یعنی وہ اس سے دور کر دیے گئے ہیں اور اس کی حفاظت کی خاطر شیاطین کے لئے شہاب ثاقب تیار کئے گئے ہیں۔ اس قرآن کو جبریل لے کر نازل ہوتا ہے جو سب سے طاقتور فرشتہ ہے شیطان اس کے قریب پھٹک سکتا ہے نہ اس کے ارد گرد منڈلا سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ (الحجر: ٩/١٥) ''ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ ﴿٢١٣﴾ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ

پس نہ پکاریں آپ ساتھ اللہ کے معبود کوئی اور پس ہو جائیں گے آپ (بھی) ان لوگوں میں سے جو عذاب دیے گئے ○ اور ڈرائیں آپ اپنے قبیلے سے

الْاَقْرَبِیْنَ ﴿٢١٤﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿٢١٥﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ

قریبی لوگوں کو ○ اور جھکا دیجیے اپنا بازو واسطے ان لوگوں کے، جنہوں نے پیروی کی آپ کی مومنوں میں سے ○ پس اگر وہ نافرمانی کریں آپ کی،

فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾

تو کہہ دیجیے، بلاشبہ میں بری ہوں اس سے جو تم عمل کرتے ہو ○

اللہ تعالیٰ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اصالتاً اور آپ کی امت کو تبعاً غیر اللہ یعنی تمام مخلوق کو پکارنے سے روکتا ہے۔ اس لیے کہ غیر اللہ کو پکارنا عذاب دائمی اور عقوبت سرمدی کا موجب ہے کیونکہ یہ شرک ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ (المائدۃ: ٥/ ٧٢) ''جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر جنت کو حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔'' کسی کام سے روکنا دراصل اس کے مخالف کام کے کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ اس لئے شرک سے روکنا درحقیقت عبادت میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص' اسی کے لئے محبت' اسی سے خوف' اسی سے امید' صرف اسی کے سامنے اظہار تذلل اور ہر وقت صرف اسی کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان امور کا حکم دیا جن سے آپ کے نفس کو کمال حاصل ہوتا ہے تو پھر آپ کو دوسروں کی تکمیل کے بارے میں حکم فرمایا' چنانچہ فرمایا: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ ''اور اپنے قریبی عزیزوں کو ڈرائیں۔'' یعنی جو آپ کے سب سے زیادہ قریبی اور دینی اور دنیاوی احسان کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ چیز تمام لوگوں کو ڈرانے کے حکم کے منافی نہیں ہے۔ جیسے' جب انسان کو عمومی احسان کا حکم دیا جاتا ہے اور پھر اسے کہا جاتا ہے: (أَحْسِنْ إِلَىٰ قَرَابَتِكَ) ''اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔'' تب یہ خاص حکم تاکید اور حق کے زیادہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم الٰہی کی تعمیل کی' چنانچہ آپ نے قریش کے تمام گھرانوں کو عمومی اور خصوصی دعوت دی ان کو وعظ و نصیحت کی۔ آپ نے اپنے رشتہ داروں کی خیر خواہی اور ہدایت کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جسے ہدایت عطا ہونی تھی اس نے ہدایت حاصل کر لی' جس نے روگردانی کرنی تھی اس نے روگردانی کی۔

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''اہل ایمان جو آپ کے متبعین ہیں ان کے ساتھ نرم برتاؤ کیجئے'' ان کے ساتھ نہایت نرمی سے بات کیجئے ان کے ساتھ محبت و مودت' حسن اخلاق اور احسان کامل سے پیش آیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کی تعمیل کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (آل عمران: ٣/ ١٥٩) ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ ان لوگوں کے لئے بڑے نرم واقع ہوئے ہیں اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے آس پاس سے چھٹ جاتے پس آپ ان کو معاف کر دیجئے' ان کے لیے مغفرت مانگئے اور اجتماعی امور میں ان سے مشاورت کر لیا کیجئے۔''

رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اخلاق' کامل ترین اخلاق تھے جن کے ذریعے سے عظیم مصالح حاصل ہوتے ہیں اور بہت سے مضر امور دور ہوتے ہیں۔ جن کا ہر روز مشاہدہ ہوتا ہے...... تب کیا اس شخص کے لائق ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی اتباع اور اقتداء کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں پر بوجھ بنے' بد اخلاق

سخت طبیعت' سخت دل' بدخو اور بدکلام ہو؟ اور اگر وہ ان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سوءادب دیکھے تو ان سے ناراض ہو جائے اور ان کو چھوڑ دے تب وہ ان سے نرم برتاؤ کرے نہ اس کے ہاں ان کے لئے کوئی ادب اور کوئی توفیق ہو۔ اس طرز عمل کے نتیجے میں بہت سے مفاسد حاصل اور بہت سے مصالح معطل ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اسے پائیں گے کہ وہ اس شخص کی تحقیر کرتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی صفات کو اختیار کرتا ہے' وہ اس کے حسن اخلاق کو نفاق اور مداہنت کا نام دیتا ہے' اپنے آپ کو بہت اونچا سمجھتا ہے اور اپنے عمل پر خوش ہوتا ہے۔ یہ طرز عمل اس کی جہالت' شیطان کی تزیین اور اس کا فریب شمار ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا: ﴿فَإِنْ عَصَوْكَ﴾ اگر یہ کسی معاملے میں آپ کی نافرمانی کریں تو آپ ان سے بیزار ہوں نہ ان سے معاملات کو ترک کریں ان کے ساتھ نرم برتاؤ کریں اور نرمی سے پیش آئیں۔ البتہ آپ ان کے برے عمل سے براءت کا اظہار کریں' ان کو نصیحت کریں اور ان کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آئیں۔ ان کو اس برے عمل سے روکنے اور اس سے توبہ کروانے کے لئے مقدور بھر کوشش کریں۔ یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے وہم کو رد کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ﴾ اہل ایمان سے صادر ہونے والے ہر فعل پر' جب تک وہ مومن ہیں' رضا کا تقاضا کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ﴿٢١٩﴾ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٢٢٠﴾

اور توکل کیجئے اس پر جو غالب نہایت رحم کرنے والا ہے ○ وہ جو دیکھتا ہے آپ کو جب آپ کھڑے ہوتے ہیں (نماز کیلئے) ○ اور آپ کے پھرنے (اٹھنے بیٹھنے) کو سجدہ کرنے والوں میں ○ بلاشبہ وہ (اللہ) ہے خوب سننے والا، خوب جاننے والا ○

جن امور کو قائم کرنے کا حکم بندۂ مومن کو دیا گیا ہے' ان کے قیام میں سب سے بڑی مددگار چیز اپنے رب پر بھروسہ اور ان امور کو قائم کرنے کی توفیق کے لئے اپنے مولائے کریم سے اعانت کا سوال ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے توکل کا حکم دیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ﴾ ''اور غالب' مہربان پر توکل کرو۔'' توکل سے مراد دل کا جلب منفعت اور دفع مضرت کے لئے' اپنے مطلوب کے حصول پر وثوق اور حسن ظن کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے کیونکہ وہ غالب اور مہربان ہے۔ وہ اپنی قوت اور غلبے کی بنا پر اپنے بندے کو بھلائی عطا کرنے اور اس سے شر کو دور کرنے پر قادر ہے اور وہ اپنی رحمت سے اس فعل کو سرانجام دیتا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اعانت' اس کے قرب کے استحضار اور مقام احسان پر فائز ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ ﴿الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ○ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ﴾ وہ آپ کو اس عظیم عبادت میں' جو نماز ہے' جب آپ قیام اور رکوع و سجود میں مصروف ہوتے ہیں' دیکھ رہا ہوتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر نماز کا

ذکر اس لئے کیا ہے کہ نماز فضل و شرف کی حامل ہے نیز جو کوئی استحضار کے ساتھ نماز پڑھتا ہے وہ اپنے رب کے قریب ہو جاتا ہے اور اسے خشوع و تذلل حاصل ہوتا ہے اور وہ اس کی تکمیل کرتا ہے۔ نماز کی تکمیل ہی سے تمام اعمال کی تکمیل ہوتی ہے اور نماز ہی کے ذریعے سے دیگر تمام امور پر اللہ تعالیٰ سے اعانت طلب کی جاتی ہے۔

﴿ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ ﴾ یعنی وہ تمام آوازوں کو ان کے اختلاف، تشتت اور تنوع کے باوجود سنتا ہے۔ ﴿ الْعَلِيْمُ ﴾ یعنی اس کے علم نے تمام ظاہر و باطن اور غائب و موجود کا احاطہ کر رکھا ہے۔ پس بندۂ مومن کا یہ استحضار اور شہود کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے تمام احوال میں دیکھ رہا ہے، وہ جو کچھ بولتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سن رہا ہے، وہ اس کے دل کے عزائم، ارادوں اور نیتوں کو خوب جانتا ہے، منزل احسان تک پہنچنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ؕ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۙ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ

کیا خبر دوں میں تمہیں کس پر نازل ہوتے ہیں شیطان؟○ نازل ہوتے ہیں وہ اوپر ہر جھوٹ گھڑنے والے، گناہ گار کے○ وہ لگاتے ہیں

السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ؕ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ؕ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ

کان (اپنے شیطانوں کی طرف) اور اکثر انکے جھوٹے ہیں○ اور شاعر، پیروی کرتے ہیں انکی گمراہ لوگ○ کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بلاشبہ وہ

فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۙ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۙ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

(خیال کی) ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں؟○ اور بلاشبہ وہ کہتے ہیں وہ بات جو وہ نہیں کرتے○ مگر وہ لوگ جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا

ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک اور یاد کیا انہوں نے اللہ کو بہت اور بدلہ لیا انہوں نے بعد اس کے کہ

ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ع ۱۵

وہ ظلم کیے گئے تھے، اور عنقریب جان لیں گے وہ جنہوں نے ظلم کیا کہ کون سی لوٹنے کی جگہ وہ لوٹیں گے؟○

یہ اہل تکذیب میں سے ان لوگوں کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ محمد (ﷺ) پر شیطان نازل ہوتا ہے نیز ان لوگوں کی بات کا جواب ہے جو کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) شاعر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

﴿ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ ﴾ ''کیا تمہیں (حقیقی خبر سے) آگاہ نہ کروں؟'' اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ کن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں، یعنی میں تمہیں ان لوگوں کی صفات سے آگاہ کرتا ہوں جن پر شیاطین نازل ہوا کرتے ہیں۔

﴿ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ ﴾ ''ہر کذاب (قول باطل کے قائل اور افترا پرداز) پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔''

﴿ اَثِيْمٍ ﴾ یعنی گناہوں کا ارتکاب کرنے والا اور بہت نافرمان...... اس قسم کے لوگوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں اور شیاطین انہی لوگوں کے احوال سے مناسبت رکھتے ہیں۔

﴿ يُلْقُوْنَ السَّمْعَ ﴾ ''جو سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں۔'' یعنی آسمان سے سن گن لے کر چرائی ہوئی باتیں

ان کے کانوں میں ڈالتے ہیں ﴿ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴾ ''اور وہ اکثر جھوٹے ہیں۔'' یعنی جو باتیں ان کے کانوں میں ڈالتے ہیں ان میں سے اکثر باتیں جھوٹی ہیں۔ اگر ایک بات سچی ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ایک سو جھوٹی باتیں شامل کر دیتے ہیں۔ تب حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہو جاتا ہے اور حق اپنی قلت اور عدم علم کی بنا پر کمزور ہو جاتا ہے۔ یہ ان لوگوں کے اوصاف ہیں جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں اور یہ شیطانی الہام کا وصف ہے...... رہے رسول مصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کا حال ان احوال سے بہت زیادہ مختلف ہے کیونکہ آپ صادق، امین، نیکوکار، رشد و ہدایت پر کار بند ہیں۔ آپ طہارت قلب، صدق مقال، محرمات سے پاک افعال کے جامع ہیں۔ آپ کی طرف جو اللہ کی طرف سے وحی نازل کی جاتی ہے، نزول کے وقت اس کی حفاظت کی جاتی ہے یہ وحی صدق عظیم پر مشتمل ہوتی ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔ اے عقل مند لوگو! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشد و ہدایت پر مبنی طریقہ اور شیاطین کی افترا پردازی برابر ہو سکتے ہیں؟ یہ دونوں متضاد اوصاف صرف اسی شخص پر مشتبہ ہو سکتے ہیں جو پاگل ہو اور چیزوں کے درمیان فرق اور امتیاز کرنے سے عاری ہو۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان نزول شیاطین سے منزہ قرار دیا تو آپ کو شعر سے بھی مبرا قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَالشُّعَرَآءُ ﴾ یعنی کیا میں تمھیں شعراء کے احوال اور ان کے اوصاف ثابتہ کے بارے میں بھی آگاہ نہ کروں؟ ﴿ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴾ ''ان کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو بھٹکے ہوئے'' راہ ہدایت سے اور گمراہی اور ہلاکت کے راستے پر گامزن ہیں۔ پس شعراء خود گمراہ ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ نظریاتی طور پر بھٹکا ہوا گمراہ اور مفسد شخص ان کی پیروی کرنے والوں میں شامل ہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ ﴾ کیا آپ نے ان کی گمراہی اور شدت ضلالت کو نہیں دیکھا ﴿ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ ﴾ ''کہ بے شک وہ (شاعری کی) ہر وادی میں'' ﴿ يَّهِيْمُوْنَ ﴾ ''آوارہ وسرگشتہ پھرتے ہیں۔'' کبھی مدح میں اشعار کہتے ہیں کبھی مذمت میں، کبھی صدق کے بارے میں اور کبھی کذب کے بارے میں، کبھی غزل کہتے ہیں اور کبھی تمسخر اڑاتے ہیں، کبھی تکبر کا اظہار کرتے ہیں اور کبھی حزن وغم کا۔ ان کو کہیں قرار ملتا ہے نہ کسی حال میں ثبات حاصل ہوتا ہے۔

﴿ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ ''اور بے شک وہ ایسی بات کہتے وہ ہیں جو وہ بذات خود نہیں کرتے۔'' یہ شعراء کا وصف ہے کہ ان کے قول وفعل میں سخت تضاد ہوتا ہے۔ اگر آپ کسی شاعر کو رقت انگیز غزل کہتے ہوئے سنیں گے تو آپ کہہ اٹھیں گے کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ عشق کا مارا ہوا شخص ہے حالانکہ اس کا دل عشق سے خالی ہوگا۔ اگر آپ اس کو کسی کی مدح یا مذمت کرتے ہوئے سنیں تو کہیں گے کہ یہ سچ ہے حالانکہ وہ جھوٹ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی وہ بعض افعال پر اپنی ستائش آپ کرتا ہے حالانکہ وہ ان افعال کے قریب سے نہیں گزرا ہوتا، وہ افعال کے ترک کرنے پر اپنی تعریف کرتا ہے حالانکہ اس نے اس فعل کو کبھی ترک نہیں کیا ہوتا، وہ اپنی سخاوت کی تعریف

میں زمین اور آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے حالانکہ اس کا اس کوچے سے کبھی گزر ہی نہیں ہوا ہوتا۔ وہ اپنی شجاعت کے تذکرے کرتا ہے جس کی بنا پر اس نے بڑے بڑے شہسواروں کو زیر کر لیا ہوتا ہے حالانکہ آپ اسے دیکھیں گے کہ وہ انتہائی بزدل ہے...... یہ ہیں شعراء کے اوصاف۔

اب آپ غور کیجئے کہ آیا مرقومہ بالا احوال رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ جیسی ہدایت یافتہ اور پاکیزہ ہستی کے احوال سے مطابقت رکھتے ہیں' جن کی پیروی ہر وہ شخص کرتا ہے جو صاحب رشد و ہدایت ہے۔ آپ راہ راست پر نہایت استقامت سے گامزن اور ہلاکت کی وادیوں سے دور رہتے ہیں۔ آپ کے افعال تناقض سے پاک ہوتے ہیں اور آپ کے اقوال و افعال میں تضاد نہیں ہوتا۔

آپ صرف نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں' ہمیشہ سچی خبر دیتے ہیں۔ اگر آپ کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں تو اس پر سب سے پہلے خود عمل کرتے ہیں اور اگر کسی کام سے روکتے ہیں تو سب سے پہلے خود اس کام کو ترک کرتے ہیں۔ کیا آپ کا حال ان شاعروں کے احوال سے کوئی مناسبت رکھتا ہے یا ان کے احوال کے کہیں قریب دکھائی دیتا ہے؟ یا ہر لحاظ سے آپ کے احوال ان شعراء حضرات کے احوال سے بالکل مختلف ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ہو ابد الآباد تک اس رسول اکمل اور سب سے افضل' عالی ہمت سردار پر جو شاعر ہے نہ ساحر و مجنون بلکہ اوصاف کمال کے سوا اور کچھ اس کے لائق نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے شعراء کے یہ اوصاف بیان کرنے کے بعد ان میں ان شعراء کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں' نیک کام کرتے ہیں' نہایت کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں' اپنے مشرک دشمنوں سے انکے ظلم کا بدلہ لیتے ہیں۔ ان کی شاعری انکے اعمال صالحہ اور آثار ایمان میں شمار ہوتی ہے کیونکہ یہ اہل ایمان کی مدح' اہل کفر و شرک سے انتقام' اللہ تعالیٰ کے دین کے دفاع' علوم نافعہ کی توضیح و تبیین اور اخلاق فاضلہ کی ترغیب پر مشتمل ہوتی ہے' اس لئے فرمایا: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴾ ''مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور اللہ کو بہت یاد کرتے رہے اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ وہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں۔'' یعنی حساب کتاب کے لئے' کوئی چھوٹی یا بڑی چیز ایسی نہ ہوگی جسے اللہ تعالیٰ نے درج نہ کر رکھا ہو' کوئی حق ایسا نہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ پورا نہ کرے۔ والحمدللہ رب العالمین

تفسیر سورۃ النمل

سُوْرَةُ النَّمْلِ (٢٧) مَكِّيَّةٌ (٤٨) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ٩٣ رُكُوْعَاتُهَا ٧

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿١﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿٢﴾

طٰسٓ، یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور کتاب واضح کی ○ ہدایت اور خوش خبری ہے مومنوں کے لئے ○

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٣﴾ اِنَّ

(یعنی) وہ لوگ جو قائم کرتے ہیں نماز اور ادا کرتے ہیں زکوۃ، اور ساتھ آخرت کے، وہ یقین رکھتے ہیں ○ بلاشبہ

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۭ﴿٤﴾ اُولٰۗىِٕكَ

وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے ساتھ آخرت کے، مزین کر دیے ہیں ہم نے ان کیلئے انکے اعمال، پس وہ سرگرداں پھرتے ہیں ○ یہ لوگ

الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿٥﴾ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى

وہ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور وہ آخرت میں، وہی خسارہ پانے والے ہیں ○ اور بلاشبہ آپ سکھلائے جاتے ہیں

الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ﴿٦﴾

(یہ) قرآن جو طرف سے ہے نہایت حکمت والے، خوب جاننے والے کی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو قرآن کی عظمت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے اور ایک ایسی دلیل بیان کرتا ہے جو اس کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''یہ قرآن اور کتاب واضح کی آیات ہیں۔'' یعنی یہ سب سے بڑی نشانی، سب سے قوی ثبوت اور سب سے واضح دلائل ہیں۔ نیز جلیل ترین مطالب، کو بیان کرنے والی، سب سے افضل مقاصد، بہترین اعمال اور پاکیزہ ترین اخلاق پر سب سے واضح دلیل ہے۔ یہ آیات ہیں جو سچی خبروں، بہترین احکام، تمام گندے اعمال اور مذموم اخلاق کی نہی پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ آیات اپنے واضح اور ظاہر ہونے کے اعتبار سے روشن بصیرت کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے چشم بینا کے لئے سورج۔ یہ ایسی آیات ہیں جو ایمان پر دلالت کرتی ہیں اور ایمان تک پہنچنے کی دعوت دیتی ہیں۔ ماضی اور مستقبل کے واقعات کی خبر دیتی ہیں۔ یہ ایسی آیات ہیں جو رب عظیم کے اسمائے حسنیٰ، صفات عالیہ اور افعال کاملہ کے ذریعے سے اس کی معرفت کی دعوت دیتی ہیں۔ یہ ایسی آیات ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اس کے اولیاء کی پہچان کروائی اور ان کے اوصاف بیان کئے گویا کہ ہم ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مگر اس کے باوجود بہت سے لوگوں نے ان آیات سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا، تمام معاندین حق نے ان کی راہنمائی کو قبول نہ کیا، تاکہ یہ آیات الٰہی ان لوگوں سے محفوظ رہیں جن میں کوئی بھلائی اور کوئی صلاح نہیں ہے جن کے دل طہارت سے

بے بہرہ ہیں۔ ان آیات سے صرف وہی لوگ راہنمائی حاصل کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ مختص کیا ہے جن کا باطن پاک صاف اور جن کے قلوب نور ایمان سے منور ہیں۔

اس لئے فرمایا: ﴿هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے۔" یعنی یہ آیات اہل ایمان کی صراط مستقیم کی طرف چلنے میں راہنمائی کرتی ہیں۔ ان کے سامنے کھول کھول کر بیان کرتی ہیں کہ انہیں کس راستے پر چلنا چاہیے اور کس راستے کو ترک کرنا چاہیے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ثواب کی خوشخبری دیتی ہیں جو اس راستے پر گامزن ہونے پر مترتب ہوتا ہے۔ بسا اوقات کہا جاتا ہے کہ ایمان کے دعوے دار تو بہت زیادہ ہوتے ہیں تب کیا ہر اس شخص کی بات کو قبول کر لیا جائے جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے یا اس پر دلیل ضروری ہے؟ اور یہی بات صحیح ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ "جو نماز قائم کرتے ہیں۔" یعنی جو فرض اور نفل نماز ادا کرتے ہیں اس کے تمام ظاہری ارکان شرائط واجبات اور مستحبات کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں نیز اس کے افعال باطنہ کا بھی خیال رکھتے ہیں اور افعال باطنہ سے مراد خشوع ہے جو کہ نماز کی روح اور اس کا لب لباب ہے جو اللہ کی قربت کے استحضار اور نمازی کا نماز کے اندر قراءت و تسبیحات اور رکوع و سجود اور دیگر افعال میں تدبر و تفکر سے حاصل ہوتا ہے۔ ﴿وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ "اور (مستحق لوگوں کو) زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔" ﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ "اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔" یعنی ان کے ایمان کی یہ کیفیت ہے کہ وہ درجہء یقین تک پہنچا ہوا ہے۔ یقین سے مراد علم کامل ہے جو قلب کی گہرائیوں میں اتر کر عمل کی دعوت دیتا ہے۔ آخرت پر ان کا یقین تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس کے حصول کے لئے پوری کوشش کریں عذاب کے اسباب اور عقاب کے موجبات سے بچیں اور یہ ہر بھلائی کی بنیاد ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾ "جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔" بلکہ وہ آخرت کو اور ان لوگوں کو جھٹلاتے ہیں جو آخرت کا اثبات کرتے ہیں۔ ﴿زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ "ہم نے ان کے عملوں کو ان کے لیے مزین کر دیا پس وہ حیران و سرگرداں پھرتے ہیں۔" وہ حیران و متردد ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو اس کی رضا پر ترجیح دیتے ہیں ان کی نظر میں حقائق بدل گئے ہیں وہ باطل کو حق اور حق کو باطل سمجھنے لگے ہیں۔

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ﴾ یعنی ان کے لئے نہایت سخت بدترین اور سب سے بڑا عذاب ہے۔

﴿وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴾ "اور آخرت میں بھی وہ بہت نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔" خسارہ انہی کے ساتھ مختص ہے کیونکہ وہ خود اور ان کے گھر والے قیامت کے روز خسارے میں ہوں گے اور وہ ایمان کے بارے میں بھی خسارے میں ہیں جس کی طرف انبیاء نے ان کو دعوت دی ہے۔ ﴿وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ﴾ "اور بلاشبہ آپ کو قرآن حکیم و علیم کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔" یعنی یہ قرآن جو آپ

پر نازل ہوتا ہے اور آپ اسے اخذ کرتے ہیں' ﴿حَكِيمٍ﴾ دانا ہستی کی طرف سے نازل ہوتا ہے جو تمام اشیاء کو ان کے مقام پر رکھتی اور ان کی جگہ پر نازل کرتی ہے ﴿عَلِيمٍ﴾ باخبر ہستی کی طرف سے نازل ہوتا ہے جو تمام امور کے اسرار اور ان کے باطن کا اسی طرح علم رکھتی ہے جس طرح وہ ان کے ظاہر کا علم رکھتی ہے۔ چونکہ یہ قرآن دانا و باخبر ہستی کی طرف سے ہے اس لئے معلوم ہوا کہ یہ تمام تر حکمت و دانائی اور بندوں کے مصالح پر مشتمل ہے اور کون ہے جو ان کے مصالح کو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر جانتا ہو؟

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ
جب کہا موسیٰ نے اپنے اہل (بیوی) سے' کہ میں نے دیکھی ہے آگ، عنقریب لاؤنگا میں تمہارے پاس اس سے کوئی خبر یا لاؤنگا میں تمہارے پاس شعلہ
قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٧﴾ فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ مَن فِي النَّارِ
(لکڑی میں) سلگتا ہوا تاکہ تم تاپو ○ پس جب آئے موسیٰ اسکے پاس تو آواز دیئے گئے کہ مبارک ہے وہ جو اس آگ (نور) میں ہے
وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨﴾ يَا مُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ
اور جو اس کے اردگرد ہے اور پاک ہے اللہ رب العالمین ○ اے موسیٰ! بلاشبہ میں ہی ہوں اللہ، نہایت غالب،
الْحَكِيمُ ﴿٩﴾ وَأَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ
خوب حکمت والا ○ اور ڈال تو اپنا عصا، پس جب دیکھا موسیٰ نے اسے کہ وہ حرکت کر رہا ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو لوٹا وہ پیٹھ پھیر کر اور نہ
يُعَقِّبْ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ﴿١٠﴾ إِلَّا مَن ظَلَمَ
مڑ کر دیکھا اس نے، (اللہ نے فرمایا) اے موسیٰ! مت ڈر بلاشبہ، نہیں ڈرتے میرے حضور میں رسول ○ مگر جس نے ظلم کیا
ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١﴾ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ
پھر بدل کر اس نے نیکی کی بعد برائی کے، تو بلاشبہ میں بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہوں ○ اور داخل کر تو اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں،
تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ
وہ نکلے گا سفید (چمکتا ہوا) بغیر کسی عیب کے (یہ ان) نو نشانیوں میں سے ہیں (جن کیساتھ بھیجا گیا ہے تمہیں) فرعون اور اسکی قوم کی طرف
إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿١٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ
بے شک وہ ہیں لوگ نافرمان ○ پس جب آئے ان کے پاس ہمارے معجزات واضح روشن تو انہوں نے کہا، یہ جادو ہے
مُّبِينٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانظُرْ كَيْفَ
صریح ○ اور انکار کیا انہوں نے ان کا، جبکہ یقین کر لیا تھا ان کا ان کے دلوں نے' ظلم اور تکبر سے پس دیکھئے کیسا
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٤﴾
ہوا انجام فساد کرنے والوں کا؟ ○

یعنی موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے احوال میں سے آپ پر وحی کی ابتدا' اللہ تعالیٰ کے آپ کو چن لینے اور آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کی حالت شریفہ و فاضلہ کو یاد کیجئے...... یہ واقعہ یوں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مدین میں چند سال ٹھہرے اور پھر مدین سے اپنے گھر والوں کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے تو سفر کے دوران وہ راستہ بھول گئے' رات سخت تاریک اور ٹھنڈی تھی۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: ﴿ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ﴾ یعنی میں نے (دور) آگ دیکھی ہے: ﴿ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ ﴾ میں وہاں سے تمہارے لئے راستے کے بارے میں کوئی خبر لاتا ہوں ﴿ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴾ ''یا سلگتا ہوا انگارا تمہارے پاس لاتا ہوں' تاکہ تم آگ تاپ سکو۔'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اور ان کے گھر والے بیاباں میں بھٹک گئے تھے اور سخت سرد رات تھی۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَ مَنْ حَوْلَهَا ﴾ ''پس جب وہ اس کے پاس آئے تو ندا آئی کہ بابرکت ہے وہ جو آگ میں ہے اور وہ جو اس (آگ) کے اردگرد ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پکارا اور آگاہ فرمایا کہ یہ نہایت مقدس اور مبارک جگہ ہے۔ یہ اس مقام کی برکت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام بخشنے' آپ کو آواز دینے اور آپ کو رسالت سے سرفراز کرنے کے لئے منتخب فرمایا: ﴿ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ یعنی اللہ رب کائنات اس چیز سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کے بارے میں کسی نقص اور برائی کا گمان کیا جائے۔ ﴿ یٰمُوْسٰۤی اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴾ ''اے موسیٰ! میں ہی اللہ غالب و دانا ہوں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ فرمایا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴾ (طٰہٰ: ۱٤/۲۰) ''میں اللہ ہوں' جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ پس میری عبادت کر اور مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم کر۔'' ﴿ الْعَزِیْزُ ﴾ جو تمام اشیاء پر غالب ہے اور جس کے سامنے تمام مخلوقات مطیع اور سرافگندہ ہیں۔

﴿ الْحَكِیْمُ ﴾ وہ اپنے امر و خلق میں حکمت والا ہے۔ یہ اس کی حکمت ہی ہے کہ اس نے اپنے بندے موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) کو رسول بنا کر بھیجا جن کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ رسالت' وحی اور شرف کلام بخشے جانے کے اہل ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہی ہے کہ آپ اس پر بھروسہ کرتے ہیں آپ اپنے تنہا ہونے' دشمنوں کی کثرت اور ان کے ظلم و جبر کے باوجود وحشت نہیں کھاتے۔ کیونکہ ان کی پیشانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اور ان کی حرکات و سکون اس کے دست تدبیر کے تحت ہیں۔

﴿ وَ اَلْقِ عَصَاكَ ﴾ ''اور اپنی لاٹھی ڈال دو۔'' پس انہوں نے اپنی لاٹھی ڈال دی ﴿ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ ﴾ ''پس جب اسے حرکت کرتا ہوا دیکھا اس طرح کہ گویا وہ ایک سانپ ہے۔'' وہ ایک سریع الحرکت نر سانپ تھا۔ ﴿ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ ﴾ ''تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔'' آپ طبیعت بشری

کے تقاضے کے مطابق اس سانپ سے خوف کھا کر بھاگے جو آپ نے دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ﴿ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ﴾ ''اے موسیٰ! ڈریئے مت۔'' ایک مقام پر فرمایا: ﴿ اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴾ (القصص:۲۸/۳۱) ''اے موسیٰ!'' آگے آ' ڈر مت' یقیناً تو ہر طرح امن والا ہے۔'' ﴿ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴾ ''پیغمبر میرے پاس ڈرا نہیں کرتے۔'' پیغمبروں کو کوئی امر خوف زدہ نہیں کرتا اس لیے کہ تمام مقامات خوف اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر' اس کے تصرف اور امر کے مطابق درج ہیں۔ وہ نفوس قدسیہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے مختص اور اپنی وحی کے لئے چن لیا ہے ان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ غیر اللہ سے ڈریں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی قرب اور اس سے ہم کلامی کے موقع پر۔ ﴿ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًاۢ بَعْدَ سُوْٓءٍ ﴾ ''ہاں جس نے ظلم کیا پھر برائی کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا۔'' یعنی یہ ہے وہ مقام جہاں اپنے ظلم اور جرم کے سبب سے وحشت اور خوف آنا چاہیے۔ رہے انبیاء و مرسلین علیہم السلام تو وحشت اور خوف کا ان کے ساتھ کیا تعلق؟ اس کے ساتھ ساتھ اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے ظلم کا ارتکاب کیا پھر اس نے توبہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اپنی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ اور اپنی نافرمانیوں کو اطاعت کے ساتھ بدل ڈالا تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے کسی کو اس کی رحمت اور مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنی ماں اپنے بچے پر ہوتی ہے۔

﴿ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ﴾ ''اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ کسی بیماری کے بغیر سفید نکلے گا۔'' یعنی برص اور نقص نہیں تھا بلکہ سفید' اس کی شعاعیں دیکھنے والوں کو مبہوت کیے دے رہی تھیں: ﴿ فِىْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ﴾ ''نو معجزے لے کر فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ۔'' یعنی یہ دو معجزات' عصا کا دوڑتا ہوا سانپ بن جانا' ہاتھ کا گریبان سے نکالنا' اس کا سفید نکلنا' جملہ نو معجزات میں شامل ہیں۔ آپ ان معجزات کے ساتھ جائیں فرعون اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴾ ''بے شک وہ فاسق لوگ ہیں۔'' انہوں نے اپنے شرک' سرکشی' اللہ کے بندوں پر تغلب اور زمین میں ناحق تکبر کے ذریعے سے فسق کا ارتکاب کیا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے اشراف کے پاس گئے' انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان کو معجزات دکھائے۔ ﴿ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً ﴾ ''پس جب ان کے پاس روشن نشانیاں آئیں'' جو حق پر دلالت کرتی تھیں اور ان کے ذریعے سے (حق) ایسے دیکھا جا سکتا ہے جیسے آنکھیں سورج کے ذریعے سے دیکھتی ہیں۔ ﴿ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''تو انہوں نے کہا یہ صریح جادو ہے۔'' انہوں نے اتنا کہنے پر اکتفا نہیں کیا کہ ''یہ جادو ہے'' بلکہ انہوں نے ساتھ یہ بھی کہا: ﴿ مُّبِيْنٌ ﴾ ''یہ کھلا جادو ہے'' جو ہر ایک پر ظاہر ہے' حالانکہ یہ سب سے زیادہ تعجب خیز معجزات' واضح دلائل اور ہر طرف پھیل

جانے والی روشنیاں تھیں جو فرضی قصے کہانیوں سے بہت زیادہ واضح اور جادوں کے کرتبوں سے بہت زیادہ ظاہر کر کے دکھائی گئی تھیں۔ یہ سب سے بڑا انکار حق اور انتہائی مغالطہ آمیز طرز استدلال ہے۔

﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا ﴾ ''اور انہوں نے اس کا انکار کیا۔'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہوئے ان سے کفر کیا۔ ﴿ وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ﴾ ''حالانکہ ان کے دل اس کو مان چکے تھے۔'' یعنی ان کا انکار کسی شک وریب پر مبنی نہیں تھا۔ انہوں نے آیات الٰہی کی صحت کے علم اور یقین کے باوجود ان کا انکار کیا۔ ﴿ ظُلْمًا ﴾ یعنی انہوں نے اپنے رب کے حق اور خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہوئے ﴿ عُلُوًّا ﴾ حق اور بندوں پر غلبہ اور انبیاء و مرسلین کی اطاعت کے مقابلے میں تکبر کا اظہار کرتے ہوئے' اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔ ﴿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ ''پس دیکھئے مفسدوں کا کیسا (بدترین) انجام ہوا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا' ان کو سمندر میں غرق کیا' انہیں رسوا کیا اور ان کی رہائش گاہوں اور مساکن کا اپنے کمزور بندوں کو وارث بنایا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى
اور البتہ تحقیق دیا تھا ہم نے داؤد اور سلیمان کو (ایک خاص) علم اور (ان) دونوں نے کہا، تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے فضیلت دی ہمیں اوپر
كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا
بہتوں کے اپنے مؤمن بندوں میں سے ○ اور وارث بنا سلیمان داؤد کا اور اس نے کہا، اے
النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ
لوگو! سکھلائے گئے ہیں ہم بولی پرندوں کی اور دیئے گئے ہیں ہم ہر چیز، بلاشبہ یہ البتہ (اللہ کا)
الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ
فضل ہے ظاہر ○ اور اکٹھے کئے گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے
فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ
پس وہ (صف بندی کیلئے) الگ الگ تقسیم کیے جاتے تھے ○ حتی کہ جب وہ آئے وادی پر چیونٹیوں کی تو کہا ایک چیونٹی نے، اے چیونٹیو!
ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾
داخل ہو جاؤ تم اپنے بلوں میں، نہ کچل ڈالیں تمہیں سلیمان اور اس کے لشکر درآنحالیکہ وہ نہ شعور رکھتے ہوں ○
فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ
پس وہ مسکرایا ہنستے ہوئے اس (چیونٹی) کی بات سے، اور کہا اے میرے رب! توفیق دے تو مجھ کو یہ کہ شکر کروں میں تیری نعمت کا وہ جو
اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ
تو نے انعام کیا مجھ پر اور میرے والدین پر، اور یہ کہ میں عمل کروں نیک کہ تو پسند کرے اس کو، اور داخل کر تو مجھے ساتھ اپنی رحمت کے

فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ⑲ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ
اپنے نیک بندوں میں ○ اور تفتیش کی اس نے پرندوں کی تو کہا، کیا ہے مجھے کہ نہیں دیکھتا میں ہد ہد کو؟ یا
كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ⑳ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ
ہے وہ غائب ہونے والوں میں سے؟ ○ البتہ ضرور سزا دونگا میں اسے سزا سخت، یا ضرور ذبح کر دونگا میں اسے، یا وہ لائے میرے پاس
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ㉑ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ
واضح دلیل ○ پس ٹھہرا وہ تھوڑی ہی دیر (کہ وہ آ گیا) اور اس نے کہا، میں نے معلوم کی ہے وہ بات کہ نہیں معلوم کیا آپ نے اسے اور لایا ہوں آپکے پاس
مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ㉒ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
سبا سے ایک خبر یقینی ○ بلاشبہ میں نے پایا ایک عورت کو جو حکومت کرتی ہے ان پر اور دی گئی ہے وہ (ضرورت کی) ہر چیز،
وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ㉓ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ
اور اسکا تخت ہے عظیم الشان ○ پایا میں نے اسے اور اسکی قوم کو کہ وہ سجدہ کرتے ہیں سورج کو سوائے اللہ کے، اور مزین کر دیے ہیں
لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ㉔ اَلَّا
ان کے لیے شیطان نے ان کے عمل، پس روک دیا ہے اس نے ان کو راہ (حق) سے پس وہ نہیں ہدایت پاتے ○ یہ کہ
يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا
سجدہ کریں وہ اللہ کو وہ جو نکالتا ہے (ان) چھپی چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو
تُعْلِنُوْنَ ㉕ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۩ ㉖ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ
تم ظاہر کرتے ہو ○ اللہ، نہیں کوئی معبود مگر وہی جو رب ہے عرش عظیم کا ○ سلیمان نے کہا، یقیناً ہم دیکھیں گے آیا سچ کہا تو نے یا
كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ㉗ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ
ہے تو جھوٹوں میں سے؟ ○ لے جا تو میرا خط یہ، پس ڈال تو اس کو ان کی طرف، پھر تو ہٹ جانا ان سے،
فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ㉘ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ㉙ اِنَّهٗ
پس دیکھ تو کیا جواب دیتے ہیں وہ؟ ○ بلقیس نے کہا اے درباریو! بلاشبہ، ڈالا گیا ہے میری طرف خط عزت والا ○ یقیناً ہے وہ
مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ㉚ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ
سلیمان کی طرف سے اور وہ ہے "اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، رحم کرنیوالا ہے ○ یہ کہ نہ سرکشی کرو تم میرے خلاف، اور آ جاؤ میرے پاس
مُسْلِمِيْنَ ㉛ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى
فرماں بردار بن کر" ○ بلقیس نے کہا، اے درباریو! تم مشورہ دو مجھے میرے (اس) معاملے میں، نہیں ہوں میں فیصلہ کرتی کسی کام کا حتی کہ
تَشْهَدُوْنِ ㉜ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ
تم میرے پاس حاضر ہو ○ انہوں نے کہا، ہم قوت والے ہیں اور جنگ جو ہیں سخت اور (لیکن) تمام اختیار تیرے پاس ہے،

السجدة ٨
ع ١٧/٢

فَانْظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا
پس دیکھ لے تو کیا حکم دیتی ہے (ہمیں) ○ اس نے کہا، بلاشبہ بادشاہ، جب داخل ہوتے ہیں وہ کسی بستی میں تو خراب کر دیتے ہیں اس کو
وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۚ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٣٤﴾ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ
اور کر دیتے ہیں وہ اس کے معزز لوگوں کو ذلیل اور اسی طرح یہ (بھی) کریں گے ○ اور بے شک میں بھیجتی ہوں ان کی طرف
بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ
کچھ ہدیہ پھر دیکھتی ہوں کس چیز (جواب) کیساتھ لوٹتے ہیں قاصد ○ پس جب آیا قاصد سلیمان کے پاس تو سلیمان نے کہا، کیا بڑھاتے ہو تم مجھے
بِمَالٍ فَمَا آتَانِيَ اللَّهُ خَيْرٌ مِمَّا آتَاكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿٣٦﴾
ساتھ مال کے پس جو کچھ دیا ہے مجھے اللہ نے، بہت بہتر ہے اس سے جو اس نے تمہیں دیا ہے، بلکہ تم خود ہی اپنے ہدیے سے خوش ہوتے ہو گے ○
ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا
لوٹ جا تو انکی طرف پس ہم ضرور لائینگے انکے پاس ایسے لشکر کہ نہیں طاقت ہوگی انکو ان سے (لڑنے کی) اور ضرور نکال دینگے ہم انہیں اس جگہ سے
أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٣٧﴾ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ
ذلیل کر کے اس حال میں کہ وہ خوار ہونگے ○ سلیمان نے کہا، اے اہل دربار! کون تم میں سے لائیگا میرے پاس تخت اس (بلقیس) کا پہلے اس سے
أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ
کہ وہ آئیں میرے پاس مسلمان ہو کر؟ ○ کہا ایک دیو نے جنوں میں سے، میں لے آؤنگا وہ آپ کے پاس پہلے اس سے کہ
تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ ۖ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ﴿٣٩﴾ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ
آپ اٹھیں اپنی (اس) جگہ سے اور بلاشبہ میں البتہ نہایت طاقت ور، امین ہوں ○ کہا اس شخص نے جس کے پاس تھا علم
مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا
کتاب کا، میں لے آتا ہوں آپکے پاس وہ (تخت) پہلے اس سے کہ جھپکے آپکی طرف آپکی آنکھ پس جب سلیمان نے دیکھا اسے رکھا ہوا
عِنْدَهُ قَالَ هَٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ وَمَنْ شَكَرَ
اپنے سامنے تو کہا، یہ ہے فضل سے میرے رب کے تاکہ وہ آزمائے مجھے آیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں؟ اور جو کوئی شکر کرتا ہے
فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ﴿٤٠﴾ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا
تو یقیناً شکر کرتا ہے وہ اپنی ذات ہی کیلئے، جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو بلاشبہ میرا رب بڑا بے پرواہ ہے، نہایت کرم والا ○ سلیمان نے کہا، بدل دو تم اس کیلئے
عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾ فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ
اسکا تخت ہم دیکھیں گے آیا راہ پاتی ہے وہ یا ہے وہ ان لوگوں میں سے جو نہیں راہ پاتے ○ پس جب آئی وہ (ملکہ) تو کہا (پوچھا) گیا (اس سے)
أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿٤٢﴾
کیا اسی طرح ہے تیرا تخت؟ اس نے کہا، گویا کہ یہ وہی ہے اور دیئے گئے تھے ہم علم اس سے پہلے ہی، اور تھے ہم مسلمان ○

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۴۳﴾

اور روکا ہوا تھا اسے (اللہ کی عبادت سے) اس چیز نے جس کی تھی وہ عبادت کرتی سوائے اللہ کے، اسلئے کہ تھی وہ کافروں کی قوم میں سے ○

قِیْلَ لَهَا ادْخُلِی الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْهَا ؕ

کہا گیا اسے، داخل ہو تو (اس) محل میں، پس جب دیکھا اس نے اسے تو گمان کیا اسے گہرا پانی، اور کھول دیں اس نے اپنی دونوں پنڈلیاں

قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ ؕ۬ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ

سلیمان نے کہا، بلاشبہ یہ تو محل ہے جڑا ہوا شیشوں سے، اس نے کہا، اے میرے رب! بیشک (اب تک) میں نے ظلم کیا اپنی جان پر،

وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۴﴾ ع

اور (اب) میں مطیع ہو گئی ساتھ سلیمان کے واسطے اللہ رب العالمین کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ان آیات کریمہ میں حضرت داؤد اور ان کے فرزند سلیمان علیہ السلام پر اپنے احسان کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے انہیں وسیع علم عطا کیا اور اس معنی کی دلیل یہ ہے کہ ''علم'' کو نکرہ کے صیغے میں بیان کیا جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ○ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۷۸-۷۹) ''اور یاد کیجیے داؤد اور سلیمان کو جبکہ وہ دونوں ایک کھیت کے جھگڑے میں فیصلہ کر رہے تھے اس کھیت میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت چر گئی تھیں ہم ان کے فیصلے کو خود دیکھ رہے تھے۔ پس صحیح فیصلہ ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا حالانکہ حکم اور علم سے ہم نے دونوں ہی کو سرفراز کیا تھا۔''

﴿ وَقَالَا ﴾ ان دونوں نے اس احسان پر کہ اللہ نے ان کو تعلیم دی' اپنے رب کا شکر بجا لاتے ہوئے کہا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ ''اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی۔'' پس ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی کہ اس نے انہیں ایمان سے بہرہ مند کیا اور انہیں سعادت مند لوگوں میں شامل کیا اور وہ ان کے خواص میں شمار ہوتے ہیں...... اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل ایمان کے چار درجے ہیں۔ صالحین' ان سے اوپر شہداء' ان سے اوپر صدیقین اور سب سے اوپر انبیاء۔ داؤد اور سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خاص رسولوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کا درجہ پانچ اولوالعزم رسولوں کے درجے سے کم تر ہے۔ تاہم وہ جملہ اصحاب فضیلت انبیاء و رسل میں شمار ہوتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نہایت تعظیم کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان کی بہت زیادہ مدح و توصیف بیان کی ہے۔ پس انہوں نے اس منزلت کے عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ یہ بندے کی سعادت کا عنوان ہے کہ وہ تمام دینی اور دنیاوی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور یہ ایمان رکھے کہ تمام نعمتیں صرف اس کے رب کی طرف سے عطا ہوتی

ہیں۔ وہ ان نعمتوں پر فخر کرے نہ ان پر تکبر کرے بلکہ وہ یہ سمجھے کہ یہ نعمتیں اس پر یہ لازم کرتی ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ادا کیا جائے۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی مشترک مدح کی پھر سلیمان علیہ السلام کا خصوصی ذکر کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک عظیم سلطنت عطا کی اور انہوں نے وہ کارنامے سرانجام دیئے جو ان کے باپ داود علیہ السلام سرانجام نہ دے سکے۔ ﴿ وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ ﴾ ''اور سلیمان، داود کے وارث بنے۔'' یعنی وہ حضرت داود علیہ السلام کے علم اور ان کی نبوت کے وارث بنے انہوں نے اپنے علم کے ساتھ اپنے والد کے علم کو اکٹھا کر لیا شاید انہوں نے اپنے باپ کے علم کو اپنے باپ سے سیکھا اس کے ساتھ ساتھ ان کے باپ کی موجودگی میں بھی ان کے پاس علم تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ﴾ (الانبیاء: ٢١/٧٩) ''پس صحیح فیصلہ ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا۔'' اللہ تعالیٰ کے احسان پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اور تحدیث نعمت کے طور پر سلیمان علیہ السلام نے کہا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ ﴾ ''لوگو! ہمیں جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے۔'' سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی اور ان کی بات کو سمجھتے تھے جیسا کہ آنجناب نے ہد ہد سے بات چیت کی اور ہد ہد نے ان کی باتوں کا جواب دیا اور جیسا کہ آنجناب نے چیونٹی کی بات کو سمجھ لیا تھا جو اس نے چیونٹیوں سے کی تھی...... اس کا ذکر آئندہ سطور میں آئے گا۔ یہ فضیلت سلیمان علیہ السلام کے سوا کسی اور کو عطا نہیں ہوئی۔ ﴿ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ''اور ہمیں ہر چیز عطا کی گئی ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے ہمیں نعمتیں، اقتدار کے اسباب، سلطنت اور غلبہ عطا کیا جو انسانوں میں سے کسی کو عطا نہیں ہوئے اس لئے انہوں نے اپنے رب سے دعا کی: ﴿ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ﴾ (صٓ: ٣٨/٣٥) ''اور مجھے وہ اقتدار عطا کر جو میرے بعد کسی کے سزاوار نہ ہو۔'' پس اللہ تعالیٰ نے جنوں کو ان کے سامنے مسخر کر دیا جو ان کے لئے ہر وہ کام کرتے تھے جو وہ چاہتے تھے، جو دوسرے لوگ نہیں کر سکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے لئے مسخر کر دیا وہ صبح کے وقت ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت ایک مہینے کی راہ تک چلتی تھی۔ ﴿ اِنَّ هٰذَا ﴾ ''بے شک یہ۔'' یعنی یہ سب کچھ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا، ہمیں فضیلت عطا کی اور جس کے ساتھ ہمیں مختص کیا۔ ﴿ لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴾ ''البتہ وہ صریح فضل ہے۔'' یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا واضح فضل ہے۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا پوری طرح اعتراف کیا۔

﴿ وَ حُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴾ ''اور سلیمان (علیہ السلام) کے لیے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے اور وہ قسم وار کیے جاتے تھے۔'' یعنی ان کے سامنے ان کے بے شمار مختلف انواع کے خوف ناک لشکر جمع ہوئے یہ لشکر انسانوں، جنوں، شیاطین اور پرندوں میں سے تھے۔ ان کو نظم و ضبط میں رکھا جاتا اور ان کا انتظام کیا جاتا تھا۔ ان کے اول کو آخر کی طرف لوٹایا جاتا تھا وہ اپنے کوچ کرنے اور پڑاؤ

ڈالنے میں نہایت نظم وضبط سے کام لیتے تھے اور ہر ایک اس کے لئے پوری طرح مستعد اور تیار ہوتا تھا۔ یہ تمام لشکر سلیمان علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کرتے تھے ان میں سے کوئی بھی، حکم عدولی کرنے اور سرکشی دکھانے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ﴾ (ص:۳۸/۳۹) ''یہ ہماری نوازش ہے، آپ جسے چاہیں نوازیں اور جس سے چاہیں روک لیں۔'' یعنی جس کو چاہیں بغیر حساب عطا کریں۔ پس سلیمان علیہ السلام یہ عظیم لشکر لے کر اپنی کسی مہم پر روانہ ہوئے ﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا۔'' یعنی چیونٹی نے اپنے گروہ اور اپنے ابنائے جنس کو متنبہ کرتے ہوئے کہا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمان (علیہ السلام) اور اس کے لشکر تم کو کچل ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔'' اس چیونٹی نے خیر خواہی کی اور یہ بات چیونٹیوں کو سنائی۔ یہ بات یا تو اس نے خود سنائی اور ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے خرق عادت کے طور پر چیونٹیوں کو سماعت عطا کر دی ہو کیونکہ چیونٹیوں کو ایک چیونٹی کی آواز کے ذریعے سے آگاہ کرنا، جبکہ چیونٹیوں نے وادی کو بھر رکھا تھا، بہت ہی تعجب انگیز بات ہے...... یا اس چیونٹی نے ساتھ والی چیونٹی سے کہا ہو گا اور یہ خبر ایک چیونٹی سے دوسری چیونٹی تک حتیٰ کہ تمام چیونٹیوں میں سرایت کر گئی ہو گی اور اس چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کو بچنے کے لئے کہا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ تمام چیونٹیاں اپنے اپنے بلوں میں گھس جائیں۔ یہ چیونٹی سلیمان علیہ السلام، ان کے احوال اور ان کی سلطنت کی عظمت کو اچھی طرح جانتی تھی اس لئے اس نے ان کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے کہا، اگر انہوں نے چیونٹیوں کو کچل ڈالا تو یہ فعل قصداً اور شعوری طور پر نہیں ہو گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات سن لی اور آپ اس کو سمجھ بھی گئے۔ ﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا﴾ ''پس وہ (سلیمان علیہ السلام) چیونٹی کی بات سن کر ہنس پڑے۔'' چیونٹی کی اپنی ہم جنسوں کے بارے میں اور خود اپنے بارے میں خیر خواہی اور حسن تعبیر پر خوش ہو کر مسکرا پڑے یہ انبیائے کرام کا حال ہے جو ادب کامل اور اپنے مقام پر اظہار تعجب کو شامل ہے نیز یہ کہ ان کا ہنسنا تبسم کی حد تک ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ تر ہنسنا مسکراہٹ کی حد تک ہوتا تھا۔ کیونکہ قہقہہ لگا کر ہنسنا خفت عقل اور سوء ادب پر دلالت کرتا ہے۔ خوش ہونے والی بات پر خوش نہ ہونا اور عدم تبسم بد خلقی اور طبیعت کی سختی پر دلالت کرتا ہے اور انبیاء و رسل اس سے پاک ہوتے ہیں۔ سلیمان علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا، جس نے اسے یہ مقام عطا کیا، شکر ادا کرتے ہوئے کہا: ﴿رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ﴾ یعنی اے رب! مجھے الہام کر اور مجھے توفیق دے ﴿اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ﴾ ''کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں، ان کا شکر کروں۔'' کیونکہ والدین کو نعمت

عطا ہونا اولاد کو نعمت عطا ہونا ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے اس دینی اور دنیاوی نعمت پر، جو اس نے انہیں اور ان کے والدین کو عطا کی، شکر ادا کرنے کی توفیق کا سوال کیا: ﴿ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ ﴾ ''اور یہ کہ ایسے نیک کام کروں کہ تو ان سے خوش ہو جائے۔'' یعنی مجھے توفیق عطا کر کہ میں ایسے نیک کام کروں جو تیرے حکم کے موافق، خالص تیرے لئے، مفسدات اور نقائص سے پاک ہوں، تاکہ تو ان سے راضی ہو۔

﴿ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ ﴾ ''اور مجھے اپنی رحمت سے داخل فرما۔'' یعنی جنت بھی جس رحمت کا حصہ ہے۔ ﴿ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴾ ''اپنے جملہ نیک بندوں میں'' کیونکہ رحمت، صالحین کے لئے ان کے درجات اور منازل کے مطابق رکھی گئی ہے۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی اس حالت کے نمونے کا ذکر ہے جو چیونٹی کی بات سن کر ہوئی تھی۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے پرندوں کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کے مخاطب ہونے کا ایک اور نمونہ ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَتَفَقَّدَ الطَّیْرَ ﴾ ''اور انہوں نے پرندوں کا جائزہ لیا۔'' یہ چیز آپ کے کامل عزم و حزم، آپ کی افواج کی بہترین تنظیم اور چھوٹے بڑے معاملات میں آپ کی بہترین تدبیر پر دلالت کرتی ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے پرندوں کو بھی مہمل نہیں چھوڑا بلکہ آپ نے ان کا بغور معائنہ کیا کہ تمام پرندے حاضر ہیں یا ان میں سے کوئی مفقود ہے؟ یہ ہے آیت کریمہ کا معنی۔ ان مفسرین کا یہ قول صحیح نہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا معائنہ اس لئے کیا تھا تاکہ وہ ہدہد کو تلاش کریں کہ وہ کہاں ہے؟ جو ان کی رہنمائی کرے کہ آیا پانی قریب ہے یا دور ہے۔ جیسا کہ ہدہد کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ زمین کی کثیف تہوں کے نیچے پانی دیکھ سکتا ہے۔ ان کے اس قول پر کوئی دلیل نہیں بلکہ عقلی اور لفظی دلیل اس کے بطلان پر دلالت کرتی ہے۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ عادت، تجربات اور مشاہدات کے ذریعے سے یہ بات معلوم ہے کہ تمام حیوانات میں کوئی حیوان ایسا نہیں جو خرق عادت کے طور پر زمین کی کثیف تہوں کے نیچے پانی دیکھ سکتا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ضرور کرتا کیونکہ یہ بہت بڑا معجزہ ہے۔ رہی لفظی دلیل، تو اگر یہی معنی مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: ''سلیمان نے ہدہد کو طلب کیا تاکہ وہ ان کے لئے پانی تلاش کرے جب انہوں نے ہدہد کو موجود نہ پایا تو انہوں نے کہا جو کہا......'' یا عبارت اس طرح ہوتی ''سلیمان نے ہدہد کے بارے میں تفتیش کی'' یا ''ہدہد کے بارے میں تحقیق کی'' اور اس قسم کی دیگر عبارات۔ انہوں نے تو پرندوں کا صرف اس لئے جائزہ لیا تھا تاکہ وہ معلوم کریں کہ ان میں سے کون حاضر اور کون غیر حاضر ہے اور ان میں سے کون اپنے اپنے مقام پر موجود ہے جہاں اس کو متعین کیا گیا تھا۔ نیز حضرت سلیمان علیہ السلام پانی کے محتاج نہ تھے کہ انہیں ہدہد کے علم ہندسہ کی ضرورت پڑتی۔ اس لیے کہ آپ کے پاس جن اور بڑے بڑے عفریت تھے جو پانی کو خواہ کتنا ہی گہرا کیوں نہ ہوتا زمین کھود کر نکال لاتے...... اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا تھا وہ صبح

کے وقت ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت ایک مہینے کی راہ تک چلتی تھی ان تمام نعمتوں کے ہوتے ہوئے وہ ہدہد کے کیسے محتاج ہو سکتے تھے؟

یہ موجودہ تفاسیر جو شہرت پا چکی ہیں ان کے سوا کوئی تفسیر معروف ہے نہ پائی جاتی ہے سب مجرد اسرائیلی روایات ہیں اور ان کے ناقلین صحیح معانی سے ان کے تناقض اور صحیح اقوال کے ساتھ ان کی تطبیق سے بے خبر ہیں۔ پھر یہ تفاسیر نقل ہوتی چلی آئیں' متاخرین متقدمین کے اعتماد پر ان کو نقل کرتے رہے حتیٰ کہ ان کے حق ہونے کا یقین آنے لگا۔ پس تفسیر میں ردی اقوال اسی طرح جگہ پاتے ہیں۔

ایک عقل مند اور ذہین شخص خوب جانتا ہے کہ یہ قرآن کریم عربی مبین میں نازل ہوا ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے عالم و جاہل تمام مخلوق کو خطاب کیا ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کے معانی میں غور و فکر کریں اور ان کو معروف عربی الفاظ کے ساتھ جن کے معانی معروف ہیں تطبیق دینے کی کوشش کریں۔ جن سے اہل عرب ناواقف نہیں۔ اگر کچھ تفسیری اقوال رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور سے منقول ہیں تو ان کو اس اصل پر پرکھنا چاہیے۔ اگر وہ اس اصل کے مطابق ہیں تو ان کو قبول کر لیا جائے کیونکہ الفاظ معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر یہ اقوال لفظ اور معنی کی مخالفت کرتے ہیں یا وہ لفظ یا معنی میں سے ایک کی مخالفت کرتے ہیں تو ان کو رد کر دے اور ان کے بطلان کا یقین کرے کیونکہ اس کے پاس ایک مسلمہ اصول ہے اور یہ تفسیری اقوال اس اصول کی مخالفت کرتے ہیں اور یہ اصول ہمیں کلام کے معنی اور اس کی دلالت کے ذریعے سے معلوم ہے۔ اور محل استشہاد یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا پرندوں کا معائنہ کرنا اور ہدہد کو مفقود پانا ان کے کمال حزم و احتیاط' تدبیر سلطنت میں ذاتی عمل دخل اور ان کی ذہانت و فطانت پر دلالت کرتا ہے' یہاں تک کہ ہدہد جیسے چھوٹے سے پرندے کو مفقود پایا تو فرمایا: ﴿مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىِٕبِيْنَ﴾ ''کیا وجہ ہے کہ ہدہد نظر نہیں آتا' کیا کہیں غائب ہو گیا ہے؟'' کیا ہدہد کا نظر نہ آنا میری قلت فطانت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ مخلوق کے بے شمار گروہوں میں چھپا ہوا ہے؟ یا میری بات برمحل ہے کہ وہ میری اجازت اور حکم کے بغیر غیر حاضر ہے؟

تب سلیمان علیہ السلام ہدہد پر سخت ناراض ہوئے اور اسے دھمکی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ ''میں اسے سخت سزا دوں گا۔'' یعنی قتل کے سوا اسے ہر قسم کا سخت عذاب دوں گا۔ ﴿اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے سامنے دلیل صریح پیش کرے۔'' یعنی وہ اپنے پیچھے رہ جانے کے جواز پر واضح دلیل پیش کرے۔ یہ آپ کے کمال عدل و انصاف اور تقویٰ کی دلیل ہے کہ آپ نے ہدہد کو یوں ہی سخت عذاب دینے یا قتل کرنے کی قسم نہیں کھائی کیوں کہ یہ سزا صرف بہت بڑے جرم کی پاداش ہی میں دی جاسکتی ہے اور ہدہد کی غیر حاضری میں کسی واضح عذر کا احتمال بھی ہو سکتا ہے اس لئے آپ نے اپنے ورع اور فطانت کی بنا

پر اس کو مستثنیٰ کیا۔

﴿ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ ﴾ ''ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی'' کہ ہدہد پیش ہوا اور یہ چیز لشکر میں سلیمان علیہ السلام کی ہیبت اور اپنے معاملات پر ان کی گہری نظر پر دلالت کرتی ہے حتیٰ کہ ہدہد بھی جسے ایک واضح عذر نے پیچھے چھوڑ دیا تھا' طویل عرصہ تک غیر حاضر نہ رہ سکا۔ ﴿ فَقَالَ ﴾ ہدہد نے سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ﴿ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ ﴾ ''میں کچھ علم رکھتا ہوں جس کا آپ (اپنے وسیع علم اور اس میں بلند درجے پر فائز ہونے کے باوجود) احاطہ نہیں کر سکے۔'' ﴿ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ ﴾ ''اور میں آپ کے پاس سبا سے لایا ہوں۔'' یعنی یمن کے مشہور قبیلہ سے ﴿ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴾ ''ایک یقینی خبر۔'' یعنی میں ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ پھر اس نے اس خبر کو واضح کرتے ہوئے عرض کیا: ﴿ إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ ﴾ ''میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے۔'' یعنی وہ عورت ہوتے ہوئے قبیلہ سبا کی بادشاہ تھی۔ ﴿ وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ''اور اسے ہر قسم کا ساز و سامان عطا کیا گیا ہے'' جو بادشاہوں کو عطا ہوتا ہے' مثلاً مال و دولت' اسلحہ' فوج' مضبوط دفاعی حصار اور قلعے وغیرہ۔ ﴿ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴾ ''اور اس کے پاس بہت بڑا تخت (بادشاہی) ہے'' جس پر وہ جلوہ افروز ہوتی ہے۔ وہ بہت ہی حیران کن تخت ہے۔ تخت شاہی کا بڑا ہونا عظمت مملکت' قوت سلطنت اور شوریٰ کے افراد کی کثرت پر دلالت کرتا ہے۔

﴿ وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِن دُونِ اللَّهِ ﴾ ''میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔'' یعنی وہ لوگ مشرک ہیں اور سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ ﴿ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ ﴾ ''اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے مزین کر دیا ہے'' انہیں اپنے اعمال حق نظر آتے ہیں ﴿ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴾ ''اور ان کو راستے سے روک رکھا ہے پس وہ ہدایت پر نہیں آتے۔'' کیونکہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کا موقف حق ہے اس کی ہدایت کی توقع نہیں کی جا سکتی جب تک کہ اس کا یہ عقیدہ بدل نہ جائے۔ ﴿ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴾ ''وہ اس اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔'' یعنی جو آسمان کے کناروں اور زمین کے دور دراز گوشوں میں چھپی ہوئی چھوٹی چھوٹی مخلوقات' نباتات کے بیج اور سینوں میں چھپے ہوئے بھیدوں کو جانتا ہے۔ وہ زمین اور آسمان میں چھپی ہوئی چیزوں کو بارش برسا کر اور نباتات اگا کر ظاہر کرتا ہے۔ وہ زمین میں پوشیدہ اشیاء کو اس وقت بھی ظاہر کرے گا جب صور پھونکا جائے گا اور مردوں کو زمین سے اٹھا کر کھڑا کیا جائے گا تاکہ ان کو ان کے اعمال کی جزا یا سزا دے ﴿ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴾ ''اور وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم چھپاتے ہو اور جسے تم ظاہر کرتے ہو۔''

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔'' یعنی عبادت' انابت' تذلل اور محبت صرف اسی کے لائق ہے۔ وہی عبادت کا مستحق ہے کیونکہ وہ صفات کاملہ کا مالک اور تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں جو اس کی عبادت کی موجب ہیں۔ ﴿ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ ''وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔'' جو تمام مخلوقات کے لئے چھت ہے اور زمین اور آسمانوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ پس یہ بادشاہ عظیم سلطنت اور بہت بڑی شان کا مالک ہے، وہی ہے جس کے سامنے تذلل اور خضوع کا اظہار کیا جائے اور وہی ہے جس کے سامنے رکوع و سجود کیا جائے۔

جب ہدہد نے سلیمان علیہ السلام کو یہ عظیم خبر سنائی تو وہ سزا سے بچ گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام حیران ہوئے کہ یہ بات ان سے کیسے چھپی رہ گئی۔ آپ نے ہدہد کی عقل اور دانائی کا اثبات کرتے ہوئے کہا: ﴿ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا ﴾ ''اچھا ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے' یہ میرا خط لے جا۔'' اس خط کے مندرجات کا عنقریب ذکر آئے گا۔ ﴿ فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ ﴾ ''اور اسے ان کی طرف ڈال دے پھر ان کے پاس سے پھر آ۔'' یعنی ذرا دور ہٹ جا ﴿ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ ''اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔'' یعنی تجھے کیا جواب دیتے ہیں اور آپس میں کیا گفتگو کرتے ہیں۔

ہدہد یہ خط لے گیا اور ملکہ کے سامنے پھینک دیا' اس نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴾ ''میری طرف ایک نامۂ گرامی ڈالا گیا ہے۔'' یعنی روئے زمین کے سب سے بڑے بادشاہ کی طرف سے ایک جلیل القدر خط بھیجا گیا ہے۔ پھر اس نے خط کا مضمون بیان کرتے ہوئے کہا: ﴿ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴾ ''وہ سلیمان کی طرف سے ہے' اور مضمون یہ ہے شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔'' یعنی مجھ سے بڑے بننے کی کوشش نہ کرو بلکہ مطیع ہو کر میری حکمرانی کو قبول کر لو میرے احکام کو تسلیم کر کے فرمانبرداری کے ساتھ میرے پاس آؤ۔ یہ خط مکمل طور پر واضح ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی مختصر تھا کیونکہ یہ خط ان کو اپنی سرکشی' اپنے اس حال پر باقی رہنے سے روکنے' سلیمان علیہ السلام کے حکم کی اطاعت' ان کی حکمرانی قبول کرنے' مطیع ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان کو اسلام کی دعوت دینے کو متضمن تھا۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خط کی ابتدا میں پوری بسم اللہ لکھنا اور خط کے عنوان وغیرہ میں اپنے نام سے ابتدا کرنا مستحب ہے۔

یہ اس ملکہ کے حزم و احتیاط اور اس کی عقل مندی تھی کہ اس نے سلطنت کے بڑے بڑے لوگوں کو جمع کیا اور کہنے لگی: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴾ ''اے اہل دربار! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو۔'' یعنی مجھے بتاؤ کہ ہم سلیمان (علیہ السلام) کو کیا جواب دیں کیا ہم اس کی اطاعت قبول کر لیں یا اس کے علاوہ کچھ اور کریں؟ ﴿ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴾ یعنی میں تمہاری رائے اور مشورہ کے بغیر اپنی صوابدید کے مطابق احکام

جاری نہیں کرتی۔ ﴿ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ﴾ ''انہوں نے کہا ہم بڑے زور آور اور سخت جنگ جو ہیں۔'' یعنی اگر آپ سلیمان (علیہ السلام) کی بات کو ٹھکرا دیں اور اس کی اطاعت قبول نہ کریں تو ہم جنگ کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔ ان کی اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس رائے کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ اگر اس پر عمل درآمد ہو جاتا تو ان کی بہت تباہی ہوتی 'پھر وہ اپنی رائے پر قائم نہ رہے بلکہ کہنے لگے: ﴿ وَالْاَمْرُ اِلَيْكِ ﴾ ''اور حکم آپ کے اختیار میں ہے۔'' یعنی آپ جو رائے دیں گی اسی کو اختیار کیا جائے گا کیونکہ وہ اس کی عقل مندی' حزم واحتیاط اور خیر خواہی کو جانتے تھے۔ ﴿ فَانْظُرِيْ ﴾ ''پس دیکھیے'' یعنی غور وفکر کیجیے! ﴿ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴾ ''آپ کیا حکم فرماتی ہیں۔''

قوم سبا کی ملکہ نے اپنے سرداروں کو ان کی رائے سے صرف نظر کرنے پر راضی کرتے اور جنگ کا انجام واضح کرتے ہوئے کہا: ﴿ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا ﴾ ''بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو (قتل وغارت' لوٹ مار کر کے' لوگوں کو قیدی بنا کر اور گھروں کو اجاڑ کر) فساد برپا کرتے ہیں۔'' ﴿ وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ﴾ ''اور وہاں کے عزت داروں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔'' یعنی وہ رؤساء اور اشراف کو ذلیل کرتے ہیں۔ پس یہ رائے درست نہیں ہے' نیز میں آزمائے بغیر اور کوئی ایسا آدمی بھیجے بغیر جو اس کے احوال پر سے پردہ ہٹا سکے' اس کی اطاعت قبول نہیں کروں گی تب ہمارا معاملہ بصیرت پر مبنی ہوگا۔ ملکہ نے کہا: ﴿ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴾ ''اور میں ان کی طرف کوئی تحفہ بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لاتے ہیں۔'' یعنی سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ایلچی کو کیا جواب ملتا ہے آیا وہ اپنی رائے اور اپنے قول پر قائم رہتا ہے یا ہدیہ اسے فریب میں مبتلا کر کے اس کی رائے اور ارادے کو بدل دیتا ہے؟ نیز اس کے اور اس کی افواج کے کیا حالات ہیں؟ پس ملکہ نے اپنی قوم کے عقل مند اور اصحاب رائے لوگوں کو ہدیوں کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ ﴾ ''پس جب وہ (قاصد) سلیمان (علیہ السلام) کے پاس پہنچا۔'' یعنی ملکہ کے ایلچی تحائف لے کر سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ﴿ قَالَ ﴾ تو حضرت سلیمان نے ان کے انکار کرنے اور ان کی دعوت پر لبیک نہ کہنے پر سخت ناراض ہوتے ہوئے کہا: ﴿ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ﴾ ''کیا تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو؟ جو کچھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے۔'' تمہاری ان چیزوں کی میرے نزدیک کوئی وقعت نہیں اور نہ ان کے آنے پر مجھے کوئی خوشی ہی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بے شمار نعمتوں سے نواز کر ان چیزوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ﴿ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴾ ''بلکہ تم ہی اپنے ہدیے پر اتراتے ہو۔'' تم دنیا سے محبت کی بنا پر ان تحائف پر اتراتے ہو' تمہارے

پاس جو کچھ ہے وہ اس کی نسبت کہیں کم ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر رکھا ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ایلچی میں عقل و دانش دیکھی اور آپ نے اندازہ کر لیا کہ وہ آپ کے پیغام کو من و عن ملکہ تک پہنچا دے گا تو آپ نے خط لکھے بغیر پیغام دیا اور کہا: ﴿ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ ﴾ ''ان کے پاس واپس جاؤ۔'' یعنی یہ تحائف واپس ان کے پاس لے جاؤ ﴿ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا ﴾ ''ہم ان پر ایسے لشکر سے حملہ کریں گے' جس کے مقابلے کی ان کو طاقت نہ ہوگی۔'' ﴿ وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾ ''اور ہم ان کو وہاں سے بے عزت کر کے نکال دیں گے۔'' پس وہ ایلچی واپس آیا اور ان کو سلیمان علیہ السلام کا پیغام پہنچا دیا اور وہ سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم تھا کہ وہ ضرور ان کی طرف آئیں گے اس لئے انہوں نے اپنی مجلس میں موجود جنوں اور انسانوں سے کہا: ﴿ اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴾ ''کوئی تم میں ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ مطیع ہو کر ہمارے پاس آئیں' اس (ملکہ) کا تخت میرے پاس لے آئے۔'' تاکہ ان کے مسلمان ہونے سے پہلے پہلے ہم ان کے تخت میں تصرف کر سکیں کیونکہ ان کے مسلمان ہونے کے بعد ان کے اموال حرام ہو جائیں گے۔

﴿ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ ﴾ ''جنات میں سے ''عفریت'' نے کہا۔'' عفریت سے مراد وہ (جن وغیرہ) ہے جو نہایت طاقتور اور چست ہو۔ ﴿ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴾ ''قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس کو آپ کے پاس لا حاضر کرتا ہوں۔ میں اس کو اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار ہوں۔'' ظاہر ہے اس وقت سلیمان علیہ السلام شام کے علاقے میں تھے ان کے درمیان اور قوم سبا کے علاقے کے درمیان تقریباً چار ماہ کی مسافت تھی...... دو ماہ جانے کے لئے اور دو ماہ واپس لوٹنے کیلئے۔ بایں ہمہ اس عفریت نے کہا کہ اس تخت کے بڑا اور بھاری ہونے اور فاصلہ زیادہ ہونے کے باوجود وہ اسے لانے کا التزام کرتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس مجلس سے کھڑا ہونے سے پہلے پہلے وہ اسے لا کر پیش کر دے گا۔ اس قسم کی طویل مجالس کی عادت یہ ہوتی ہے کہ یہ زیادہ تر چاشت کے وقت تک رہتی ہیں یعنی یہ مجالس دن کے تیسرے حصے تک جاری رہتی ہیں یہ عام معمول کے وقت کی انتہاء ہے تاہم اس وقت میں کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے۔

اس عظیم بادشاہ کی رعیت میں ایسے افراد موجود تھے جن کے پاس اتنی قوت اور قدرت تھی اور اس سے بھی بڑھ کر ﴿ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ ﴾ ''وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم تھا بولا'' ...... مفسرین کہتے ہیں کہ وہ ایک عالم فاضل اور صالح شخص تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں رہتا تھا اسے ''آصف بن برخیا''

کہا جاتا تھا اس کے پاس ''اسم اعظم'' کا علم تھا جس کے ذریعے سے جو دعا مانگی جائے اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور جو سوال کیا جائے اللہ عطا کرتا ہے...... ﴿اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ﴾ ''میں آپ کی آنکھ کے جھپکنے سے پہلے پہلے اسے آپ کے پاس حاضر کیے دیتا ہوں۔'' یعنی وہ اس ''اسم اعظم'' کے واسطے سے دعا مانگے گا اور تخت اسی وقت حاضر ہو جائے گا چنانچہ اس نے دعا مانگی اور ملکہ سبا کا تخت فوراً حاضر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس سے یہی مراد ہے جو ہم نے بیان کیا ہے یا اس کے پاس کتاب کا کوئی ایسا علم تھا جس کی بنا پر وہ دور کی چیز کو اور مشکل امور کو حاصل کرنے کی قدرت رکھتا تھا۔ ﴿فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ﴾ ''پس جب انہوں نے اس (تخت) کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا۔'' تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی کہ اس نے آپ کو قدرت اور اقتدار عطا کیا اور تمام امور کو آپ کے لئے آسان کر دیا۔ ﴿قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ﴾ ''کہا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے'' کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفران نعمت کرتا ہوں۔'' یعنی وہ مجھے اس کے ذریعے سے آزمائے' چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے اپنے اقتدار' سلطنت اور طاقت سے ...... جیسا کہ جاہل ملوک و سلاطین کی عادت ہے...... کبھی فریب نہیں کھایا۔ بلکہ آپ کو علم تھا کہ یہ قوت و اقتدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان ہے۔ وہ خائف رہتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس نعمت کا شکر ادا نہ کر سکیں۔ پھر واضح کر دیا کہ شکر کا اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اس کا فائدہ شکر کرنے والے ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ﴾ ''اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے نیاز' کرم کرنے والا ہے۔'' یعنی وہ اس کے اعمال سے بے نیاز ہے' وہ کریم ہے بے پایاں بھلائی کا مالک ہے اس کی بھلائی شکر گزار اور ناشکرے سب کو شامل ہے' البتہ جو کوئی اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ مزید نعمتوں کا مستحق بنتا ہے اور جو کوئی اس کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے تو یہ ان کے زوال کا باعث بنتی ہے۔

پھر سلیمان علیہ السلام نے اپنے پاس والوں سے فرمایا: ﴿نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا﴾ ''اس (ملکہ) کے لیے اس کے تخت کی صورت بدل دو۔'' یعنی اس تخت میں کچھ کمی بیشی کر کے اسے بدل ڈالو۔ ﴿نَنْظُرْ﴾ ہم اس بارے میں اس کی عقل کا امتحان لیں گے۔ ﴿اَتَهْتَدِيْٓ﴾ کیا اسے راہ صواب ملتی ہے اور اس کے پاس وہ ذہانت اور فطانت ہے جو اقتدار کے لائق ہے یا وہ اس سے محروم ہے؟ ﴿فَلَمَّا جَآءَتْ﴾ ''پس جب وہ (ملکہ سبا) سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔'' تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ تخت ملکہ سبا کے سامنے پیش کیا اور جس تخت پر وہ متمکن تھی اسے وہ اپنے شہر میں چھوڑ کر آئی تھی۔ ﴿قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ﴾ ''پوچھا گیا کہ کیا آپ کا تخت بھی اسی طرح

کا ہے۔'' یعنی ہمارے ہاں یہ بات مشہور ہے کہ آپ کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے۔ کیا وہ اس جیسا تخت ہے جو ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے؟ ﴿ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ﴾ ''اس نے کہا' گویا کہ یہ وہی ہے۔'' یہ ملکہء سبا کی ذہانت وفطانت تھی کہ اس نے یہ نہیں کہا ''یہ تو وہی ہے'' کیونکہ اس میں تبدیلی ہو چکی تھی اور نہ اس نے اس کی نفی ہی کی کیونکہ وہ اس تخت کو پہچان چکی تھی اس لئے اس نے اپنے جواب میں ایسا لفظ استعمال کیا جو دونوں امور کا محتمل اور دونوں حالتوں پر صادق آتا تھا۔ سلیمان علیہ السلام نے اس کی ہدایت اور عقل مندی پر حیران ہو کر اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے' کہ اس نے اسے اس سے بھی زیادہ عقل و دانش سے نوازا ہے' کہا: ﴿ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا ﴾ ''اور ہم کو اس سے پہلے ہی علم ہو گیا تھا۔'' یعنی ہدایت' عقل و دانش اور حزم واحتیاط اس ملکہ سے پہلے عطا ہو چکی ہے ﴿ وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴾ ''اور ہم مسلمان ہیں۔'' اور یہی حقیقی اور نفع مند ہدایت ہے۔

اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ ملکہء سبا کا قول ہو یعنی ''ہمیں سلیمان کی بادشاہت' سلطنت اور وسیع اقتدار کے بارے میں اس حالت سے پہلے ہی علم تھا' جو بہت لمبی مسافت سے ہمارا تخت منگوا کر پیش کرنے کی صورت میں ہم نے اس کی قدرت کا مشاہدہ کیا۔ ہم اس کے سامنے سر اطاعت خم کرتے ہوئے اور اس کی سلطنت اور اقتدار کو تسلیم کرتے ہوئے اطاعت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴾ ''اور اللہ کے سوا وہ جس کی پرستش کرتی تھی' اس نے اسے روکے رکھا۔'' یعنی اسے اسلام سے روکے رکھا ورنہ اس میں ذہانت وفطانت تھی جس کے ذریعے سے وہ باطل میں سے حق کو پہچان سکتی تھی۔ مگر حقیقت ہے کہ باطل عقائد بصیرت قلب کو زائل کر دیتے ہیں ﴿ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِينَ ﴾ ''(اس سے پہلے) وہ کافروں میں سے تھی۔'' اس لئے وہ انہی کے دین پر قائم رہی۔ اہل دین سے کسی ایک شخص کا علیحدہ ہونا...... جبکہ اس کی دائمی عادت اس معاملے کے بارے میں یہ ہے کہ اس کی عقل اسے لوگوں کی گمراہی اور خطا قرار دیتی ہے...... بہت نادر چیز ہے' اس لئے اس کا کفر پر باقی رہنا کوئی تعجب انگیز نہیں ہے۔ پھر سلیمان علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ ملکہ ان کی سلطنت کا مشاہدہ کرے جو عقول کو حیران کر دیتی ہے۔ پس آپ نے اس سے کہا کہ وہ محل میں داخل ہو' وہ ایک بلند اور وسیع بیٹھنے کی جگہ تھی اور یہ شیشے سے بنائی گئی تھی جس کے نیچے نہریں جاری تھیں۔ ﴿ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً ﴾ ''اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ تو جب اس نے اس کو دیکھا تو اسے پانی کا حوض سمجھا۔'' کیونکہ شیشے شفاف تھے اور ان کے نیچے بہتا ہوا پانی صاف دکھائی دے رہا تھا اور وہ شیشہ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بذات خود چل رہا ہو۔ اس کے سوا کوئی چیز نہ ہو۔

﴿ وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ﴾ ''اور اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا'' پانی میں داخل ہونے کے لئے۔ یہ چیز بھی ملکہ کی عقل مندی اور اس کے ادب پر دلالت کرتی ہے کیونکہ وہ محل میں جہاں اسے داخل ہونے کے لئے کہا

گیا' داخل ہونے سے رکی نہیں۔ اسے علم تھا کہ صرف اس کے اکرام و تکریم کی خاطر ایسا کرنے کے لئے کہا گیا ہے اور سلیمان بادشاہ اور اس کی تنظیم نے حکمت اور دانائی کی بنیاد پر اسے تعمیر کرایا ہے اور جو کچھ اس نے دیکھا تھا اس کے بعد کسی بری حالت کے بارے میں اس کے دل میں ادنیٰ سا شک بھی نہ تھا۔ اور جب وہ ''پانی'' میں داخل ہونے کے لئے تیار ہوئی تو اس سے کہا گیا: ﴿ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ ﴾ ''یہ ایسا محل ہے جس میں جڑے ہوئے ہیں۔'' یعنی چکنا اور ملائم کیا گیا ہے ﴿ مِّنْ قَوَارِيْرَ ﴾ ''شیشوں سے۔'' اس لئے تجھے پنڈلیوں سے کپڑا اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پس جب وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچی' وہاں جو کچھ دیکھا اور اسے سلیمان علیہ السلام کی نبوت اور رسالت کے بارے میں علم ہوا تو وہ اپنے کفر سے باز آ گئی اور کہنے لگی: ﴿ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اے میرے رب! میں اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی' اب میں سلیمان کے ساتھ کائنات کے رب کی اطاعت قبول کرتی ہوں۔''

ملکۂ سبا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ وہ قصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ خود ساختہ فروعات اور اسرائیلی روایات' جو تفسیر کے نام پر پھیلی ہوئی ہیں' ان کا اللہ تعالیٰ کے کلام کی تفسیر سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس قسم کی روایات ایسے امور میں شمار ہوتی ہیں جن کا قطعی فیصلہ ایسی دلیل پر موقوف ہوتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو۔ اس قصہ میں منقول اکثر روایات اس معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ اس لئے کامل احتیاط یہ ہے کہ ان سے اعراض کیا جائے اور ان کو تفسیر میں داخل نہ کیا جائے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے طرف ثمود کی ان کے بھائی صالح کو یہ کہ عبادت کرو تم اللہ کی، پس ناگہاں وہ دو فریق (مومن اور کافر ہو کر)

يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ

آپس میں جھگڑتے تھے ○ صالح نے کہا، اے میری قوم! کیوں جلدی طلب کرتے ہو تم برائی (عذاب) کو پہلے بھلائی (رحمت) سے،

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ

کیوں نہیں مغفرت طلب کرتے تم اللہ سے تاکہ تم رحم کیے جاؤ؟ ○ انہوں نے کہا، بدشگونی لی ہے ہم نے تیرے ساتھ اور ان لوگوں کیساتھ جو

مَّعَكَ ۭ قَالَ طٰۗىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ

تیرے ہمراہ ہیں اس نے کہا، تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو آزمائش میں ڈالے گئے ہو ○ اور تھے (اس) شہر میں

تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا

نو سرغنے، وہ فساد کرتے تھے زمین (ملک) میں اور نہیں (تھے) وہ اصلاح کرتے ○ انہوں نے کہا، قسم کھاؤ تم آپس میں

بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ

اللہ کی اضرور شب خون ماریں گے ہم اس پر اور اسکے اہل پر پھر ضرور کہیں گے ہم اسکے وارثوں سے کہ نہیں موجود تھے ہم وقت ہلاکت کے اسکے اہل کی،

وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ

اور بلا شبہ ہم یقیناً سچے ہیں O اور انہوں نے چلی ایک چال اور ہم نے بھی چلی ایک چال اور وہ نہیں شعور رکھتے تھے O پس آپ دیکھیں،

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ

کیسا ہوا انجام ان کی چال کا؟ بے شک ہم نے ہلاک کر دیا ان کو اور ان کی قوم کو سب کو O پس یہ

بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً ۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾

گھر ہیں انکے اجڑے ہوئے بوجہ اسکے کہ ظلم کیا انہوں نے، بلا شبہ اس میں البتہ نشانی (عبرت) ہے ان لوگوں کیلئے جو علم رکھتے ہیں O

وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور تھے وہ (اللہ سے) ڈرتے O

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے معروف قبیلہ ثمود میں، ان کے نسبتی بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔ انہوں نے ان کو حکم دیا کہ وہ اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور بتوں اور خود ساختہ معبودوں کی عبادت چھوڑ دیں۔ ﴿فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''پس وہ دو فریق ہو کر جھگڑنے لگے۔'' ان میں ایک مومنوں کا گروہ تھا اور دوسرا کفار کا گروہ تھا جو بہت بڑا تھا۔ ﴿قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ﴾ ''انہوں (صالح علیہ السلام) نے کہا، اے میری قوم! تم نیکی سے پہلے برائی کے لیے کیوں جلدی مچاتے ہو؟'' یعنی تم برائیوں کے ارتکاب میں جلدی کیوں کرتے ہو؟ اور اس نیکی سے بڑھ کر برائی کرنے کے حریص کیوں ہو جو نیکی تمہارے احوال کو درست اور تمہارے دینی اور دنیاوی امور کی اصلاح کرتی ہے حالانکہ کوئی ایسا امر نہیں جو تمہیں برائیوں کے ارتکاب پر مجبور کرتا ہو؟ ﴿لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ﴾ ''تم اللہ سے مغفرت کیوں نہیں طلب کرتے؟'' یعنی اپنے شرک اور نافرمانی سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں بخش دے ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے بہت قریب ہے اور گناہوں سے توبہ کرنے والا نیک لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔

﴿قَالُوا﴾ انہوں نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کی تکذیب اور آپ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا: ﴿اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ﴾ ''تم اور تمہارے ساتھی ہمارے لیے شگون بد ہیں۔'' ان کا خیال تھا...... اللہ ان کا برا کرے...... کہ انہوں نے صالح (علیہ السلام) میں بھلائی کی کوئی بات نہیں دیکھی۔ انہیں جو دنیاوی مقاصد حاصل نہیں ہوتے تھے وہ اس کا سبب صالح علیہ السلام اور ان کے متبعین کو گردانتے تھے۔ اس لئے صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کی پاداش میں تم پر مصائب نازل کرتا ہے ﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ﴾ ''بلکہ تم ایسے لوگ ہو جنہیں (خوشحالی اور بدحالی، خیر اور شر

کے ذریعے سے) آزمایا جاتا ہے'' تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھے کہ آیا تم گناہوں سے باز آکر توبہ کرتے ہو یا نہیں؟ اپنے نبی کو جھٹلانے اور اس کے ساتھ اسی طرح پیش آنے کی' ان کی یہ عادت تھی۔ ﴿ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ ﴾ ''اور شہر میں تھے۔'' یعنی اس شہر میں' جس میں صالح علیہ السلام اور ان کی اکثر قوم رہتی تھی۔ ﴿ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴾ ''نو شخص' جو ملک میں فساد برپا کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔'' یعنی زمین میں فساد برپا کرنا' ان کا وصف تھا اور وہ اصلاح کا کوئی کام کرتے تھے نہ اس کا وہ ارادہ رکھتے تھے۔ وہ صالح علیہ السلام کی دشمنی' آپ کے دین میں طعن و تشنیع اور اپنی قوم کو بھی اسی راہ پر چلانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ○ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴾ (الشعراء: ٢٦/ ١٥٠-١٥٢) ''اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی اطاعت نہ کرو وہ زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح کا کوئی کام نہیں کرتے۔''

وہ اسی بری حالت میں رہے حتیٰ کہ ان کی عداوت یہاں تک پہنچ گئی ﴿ تَقَاسَمُوْا ﴾ ''انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قسم دے کر کہا'' ﴿ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ﴾ ''ہم رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے۔'' یعنی ہم رات کے وقت اس کے اور اس کے اہل خانہ کے پاس آئیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے ﴿ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ ﴾ ''پھر ہم اس کے وارث کو کہہ دیں گے۔'' جب وہ کھڑا ہو کر ہمارے خلاف قتل کا دعویٰ کرے تو ہم حلف اٹھا کر اس کا انکار کر دیں گے اور کہیں گے۔ ﴿ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ ''ہم اس کے اہل کی ہلاکت کے وقت موجود نہیں تھے اور ہم سچے ہیں۔'' پس انہوں نے اس پر اکا کر لیا۔ ﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا ﴾ ''اور انہوں نے مکر کیا۔'' انہوں نے خفیہ طور پر حضرت صالح علیہ السلام اور اس کے گھر والوں کو قتل کرنے کے منصوبے کی پوری تدبیر کر لی۔ حتیٰ کہ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے اولیاء کے خوف سے اس بات کو اپنی قوم سے بھی چھپائے رکھا۔ ﴿ وَّمَكَرْنَا مَكْرًا ﴾ ''اور ہم نے بھی ایک چال چلی۔'' یعنی اپنے نبی صالح علیہ السلام کی مدد' ان کے معاملے کو آسان بنانے اور ان کی قوم میں سے جھٹلانے والوں کو ہلاک کرنے کے لئے چال چلی۔ ﴿ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ ''اور انہیں کوئی خبر نہ تھی۔'' ﴿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ﴾ ''پس دیکھ لو کہ ان کی چال کا انجام کیسا ہوا؟'' کیا انہوں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا؟ کیا اس چال سے انہوں نے اپنا مطلوب پا لیا یا ان کا معاملہ بگڑ گیا؟ اس لئے فرمایا: ﴿ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ ''ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو ہلاک کر دیا۔'' ہم نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ پس عذاب کی ایک چنگھاڑ ان کے پاس آئی اور ان کا آخری آدمی تک ہلاک کر دیا گیا۔ ﴿ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ ﴾ ''اب ان کے یہ گھر خالی پڑے ہیں۔'' یعنی ان کی دیواریں چھتوں سمیت منہدم ہو گئیں' گھر اجڑ گئے اور اپنے رہنے والوں سے خالی ہو گئے ﴿ بِمَا ظَلَمُوْا ﴾ ''بسبب اس

کے جو انہوں نے ظلم کیا۔'' یعنی یہ تھا ان کے ظلم' اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے شرک اور زمین میں ان کی سرکشی کا انجام۔ ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴾ ''بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو (حقائق کو) جانتے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اس کے دشمنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی جو عادت رہی ہے اس میں غور و فکر کرتے ہیں اور اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں' وہ خوب جانتے ہیں کہ ظلم کا انجام تباہی اور ہلاکت ہے۔ ایمان اور عدل کا انجام نجات اور کامیابی ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے تھے' ان کو ہم نے نجات دی۔'' یعنی ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں' روز آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھتے تھے' شرک اور گناہ سے بچتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے تھے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّکُمْ
اور (یاد کریں) لوط کو جب کہا اس نے اپنی قوم سے، کیا آتے ہو تم بے حیائی (بدفعلی) کو اس حال میں کہ تم دیکھتے ہو○ کیا بیشک تم
لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَہْوَۃً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْہَلُوْنَ ﴿۵۵﴾
البتہ آتے ہو مردوں کے پاس جنسی خواہش کی تسکین کیلئے چھوڑ کر (اپنی) عورتوں کو، بلکہ تم لوگ جہالت کا ارتکاب کرتے ہو○
فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِکُمْ ۚ اِنَّہُمْ
پس نہ تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ انہوں نے کہا، نکال دو تم لوط کے ماننے والوں کو اپنی بستی سے، بے شک وہ
اُنَاسٌ یَّتَطَہَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَیْنٰہُ وَاَہْلَہٗٓ اِلَّا امْرَاَتَہٗ ۫ قَدَّرْنٰہَا
ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف بنتے ہیں○ پس نجات دی ہم نے اسے اور اسکے اہل کو سوائے اسکی بیوی کے فیصلہ کیا تھا ہم نے اسکی بابت
مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْہِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۵۸﴾
(کہ ہوگی وہ) پیچھے رہنے والوں میں سے○ اور بارش برسائی ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش پس بری تھی بارش ڈرائے گئے لوگوں کی○

ہمارے بندے اور رسول لوط (علیہ السلام) کا ذکر کیجیے اور ان کے فضیلت والے واقعات کی خبر دیجیے۔ جب انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے اور ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ ﴾ ''کیا تم بے حیائی کرتے ہو؟'' یعنی تم ایک ایسا گندہ کام کرتے ہو جسے عقل و فطرت انتہائی فحش اور شریعت قبیح گردانتی ہے۔ ﴿ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴾ ''اور تم دیکھتے ہو'' اور اس کی قباحت کو جانتے ہو۔ تم نے عناد' ظلم اور اللہ تعالیٰ کے حضور جسارت کی بنا پر اس گناہ کا ارتکاب کیا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس (فاحشۃ) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَئِنَّکُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَہْوَۃً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ﴾ ''کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت کے لیے مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو۔'' یعنی تم اس حالت کو کیسے پہنچ گئے کہ تم اپنی شہوت مردوں سے پوری کرتے ہو

جبکہ ان کی پیٹھیں غلاظت' گندگی اور خباثت کا مقام ہیں اور اللہ نے تمہارے لیے جو عورتیں اور ان کی پاکیزہ چیزیں پیدا کیں' تم نے ان کو چھوڑ دیا جن کی طرف میلان نفوس کی جبلت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ تمہارا معاملہ بالکل الٹ ہو گیا تم نے برے کو اچھا اور اچھے کو برا بنا دیا ﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ تم جاہل لوگ ہو۔'' یعنی تم اس فعل کی قباحت اور اس پر مرتب ہونے والی سزا اور عذاب سے جاہل ہو۔

﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ﴾ ''آپ کی قوم کا جواب صرف یہ تھا۔'' ان کا جواب قبولیت پر مبنی تھا نہ وہ گناہوں سے باز آئے اور نہ انہوں نے کوئی نصیحت ہی پکڑی۔ اس کے برعکس ان کا جواب تو عناد' مخالفت' اپنے نبی اور اپنے امانت دار رسول کو اس کے وطن اور شہر سے جلاوطن کرنے کی دھمکی پر مبنی تھا۔ ﴿اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ﴾ ''انہوں نے کہا کہ لوط کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال دو۔'' گویا ان سے پوچھا گیا کہ تم لوط علیہ السلام کے گھرانے سے کیوں ناراض ہو ان کا وہ کون سا گناہ ہے جو ان کو بستی سے نکالنے کا موجب ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ ﴿اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ ''وہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔'' یعنی وہ مردوں کے ساتھ بدفعلی سے بچتے ہیں ...... اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے ...... انہوں نے بہترین نیکی کو بدترین برائی بنا دیا۔ انہوں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ ان کے نبی نے ان کو جو نصیحت کی انہوں نے اس کی نافرمانی کی بلکہ وہ اس حد تک پہنچ گئے کہ اسے اپنی بستی سے نکالنے کا ارادہ کر لیا' مصیبت کا دارومدار زبان پر ہوتا ہے' اس لئے کہنے لگے ﴿اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ (الاعراف: ٨٢/٧) ''انہیں اپنی بستی سے نکال باہر کرو وہ بڑے پاکباز لوگ بنتے ہیں'' اور اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ تم ایسی خباثت اور گندگی میں لتھڑے ہوئے ہو جو تمہاری بستی پر نزول عذاب اور جو اس بستی سے نکل جائے اس کی نجات کا تقاضا کرتی ہے۔

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''پس ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دی۔ مگر ان کی بیوی کہ اس کی نسبت ہم نے مقرر کر رکھا تھا کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہو گی۔'' اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مہمانوں کی شکل میں فرشتے لوط علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی قوم کو ان (خوبصورت) مہمانوں کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ برائی کے ارادے سے لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ لوط علیہ السلام نے دروازہ بند کر لیا اور ان پر معاملہ بہت شدت اختیار کر گیا۔ پھر فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو صورت حال سے آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ وہ انہیں ان سے بچانے اور ان بدکاروں کو ہلاک کرنے آئے ہیں اور ان کی ہلاکت کے لیے صبح کا وقت مقرر کیا گیا ہے۔ انہوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ وہ اپنی بیوی کے سوا تمام گھر والوں کو لے کر راتوں رات یہاں سے نکل جائیں کیونکہ ان کی بیوی پر بھی وہی عذاب نازل ہونے والا ہے جو بستی والوں پر نازل ہو گا۔ لوط علیہ السلام اپنے گھر والوں کو لے کر راتوں رات بستی سے نکل گئے اور بچ گئے اور صبح ہوتے ہی یک دم عذاب

نے بستی کو آ لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بستی کو تلپٹ کر دیا اور اوندھا کر کے اوپر کے حصے کو نیچے کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر تابڑ توڑ کھنگر کے پتھر برسائے جن میں سے ہر پتھر تیرے رب کے ہاں نشان زدہ تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں ارشاد فرمایا: ﴿ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ ﴾ ''اور ہم نے ان پر مینہ برسایا پس (جو) مینہ ان دھمکائے ہوئے لوگوں پر برسایا گیا وہ بہت برا تھا۔'' یعنی بہت بری تھی وہ بارش جو ان پر برسائی گئی اور بہت برا تھا وہ عذاب جو ان پر نازل کیا گیا۔ ان کو ڈرایا گیا اور خوف دلایا گیا مگر وہ بدکاری سے رکے نہ باز آئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر انتہائی سخت عذاب نازل کر دیا۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۗ

کہہ دیجیے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اور سلام ہے اس کے ان بندوں پر جنہیں اس نے چن لیا،

آللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾

کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں وہ (لوگ) شریک ٹھہراتے ہیں؟ ○

یعنی کہہ دیجیے ﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ ﴾ ''حمد و ستائش اللہ ہی کے لئے ہے'' جو اپنے کمال اوصاف' اپنے جمال عطا و بخشش' اہل تکذیب کو سزا دینے اور ظالموں کو عذاب دینے میں عدل و حکمت کی بنا پر کامل حمد و ستائش اور مدح و ثناء کا مستحق ہے۔ نیز اس کے بندوں انبیاء و مرسلین پر سلام بھیجیے جن کو اس نے تمام جہانوں میں سے منتخب فرمایا جو رب کائنات کے چنے ہوئے اور محبوب بندے تھے اور یہ اس لئے ہے تاکہ ان کا ذکر اور ان کی تعظیم اور زیادہ ہو نیز اس لئے بھی کہ وہ شر اور گندگی سے پاک ہیں' اپنے رب کے بارے میں جو کہتے ہیں وہ نقائص و عیوب سے محفوظ ہے۔

﴿ آللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ ''بھلا اللہ بہتر ہے یا جن کو یہ شریک ٹھہراتے ہیں؟'' یہ استفہام محقق اور معروف ہے' یعنی اللہ' رب عظیم' جو کامل اوصاف اور عظیم الطاف کا مالک ہے' بہتر ہے یا یہ اصنام و اوثان بہتر ہیں' جن کی یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کرتے ہیں' جو ہر لحاظ سے ناقص ہیں جو کوئی نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان' جو خود اپنے لئے اور اپنے عبادت گزاروں کے لئے ذرہ بھر بھلائی کے مالک نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان ہستیوں سے بہتر ہے جن کو یہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن
فی تفسیر کلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

دارُالسّلام
کتاب و سنّت کی اشاعت کا عالمی اِدارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاھور
لندن • ھیوسٹن • نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمن

فی تفسیر کلام المنان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر بیس 20

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

DARUSSALAM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ
يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے:
"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ
بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پا رة نمبر بیس 20

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَأَنْبَتْنَا بِهٖ

(یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور اتارا تمہارے لئے آسمان سے پانی 'پس اگائے ہم نے اس سے

حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ

باغات پر رونق؟ نہیں تھی (قدرت) تمہیں یہ کہ اگاتے تم ان کے درخت' کیا ہے کوئی (اور) معبود ساتھ اللہ کے؟

بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿٦٠﴾

بلکہ (یہ) وہ لوگ ہیں جو (اللہ کے) برابر (ہمسر) ٹھہراتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ نے ان تمام تفاصیل کا ذکر کیا ہے جن سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ وہی الٰہ معبود ہے' صرف اسی کی عبادت حق اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت باطل ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ ﴾ یعنی' بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں کو اور ان کے اندر سورج' چاند' ستاروں اور فرشتوں کو' نیز زمین کو اور اس کے اندر پہاڑوں' سمندروں' دریاؤں اور درختوں وغیرہ کو پیدا کیا؟ ﴿ وَأَنْزَلَ لَكُمْ ﴾ "اور نازل کیا تمہارے لیے" یعنی تمہاری خاطر ﴿ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَنْبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ﴾ "آسمان سے پانی' پھر ہم ہی نے اس سے باغات اگائے۔" ﴿ ذَاتَ بَهْجَةٍ ﴾ "رونق والے۔" یعنی وہ درختوں کی کثرت' ان کے تنوع اور اچھے پھلوں کی وجہ سے خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں۔ ﴿ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوْا شَجَرَهَا ﴾ اگر بارش نازل کر کے تم پر اللہ تعالیٰ نے احسان نہ کیا ہوتا تو تم ان درختوں کو کبھی اگا نہ سکتے۔ ﴿ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ﴾ "کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے" جو یہ افعال سرانجام دیتا ہو اور اس بنا پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی بھی عبادت کی جائے؟ ﴿ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴾ "بلکہ یہ لوگ (تو اللہ تعالیٰ کے) ہمسر ٹھہراتے ہیں۔" اس حقیقت کا علم رکھنے کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ اکیلا عالم علوی اور عالم سفلی کا خالق اور رزق نازل کرنے والا ہے' وہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ

(یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے بنایا زمین کو ٹھہرنے کے لائق اور بنا دیں اسکے درمیان نہریں اور بنائے اس کیلئے مضبوط پہاڑ اور بنا دی

بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾

درمیان دو سمندروں کے آڑ؟ کیا ہے کوئی (اور) معبود ساتھ اللہ کے؟ (نہیں!) بلکہ اکثر ان کے نہیں علم رکھتے ○

یعنی کیا یہ بت اور اصنام جو ہر لحاظ سے ناقص ہیں' جن سے کوئی فعل صادر نہیں ہوتا' جو رزق دینے پر قادر ہیں نہ کوئی نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں' وہ بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ؟ جس نے ﴿ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا ﴾ "زمین کو قرار گاہ بنایا۔" جہاں بندے گھر اور ٹھکانا بناتے ہیں' کھیتی باڑی کرتے ہیں' عمارتیں تعمیر کرتے ہیں اور ادھر ادھر

آتے جاتے ہیں۔ ﴿وَجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا﴾ یعنی اس نے زمین کے اندر دریا جاری کئے جن سے اس کے بندے اپنی کھیتیوں اور باغات میں فائدہ اٹھاتے ہیں' ان سے خود پانی پیتے ہیں اور اپنے جانوروں کو پلاتے ہیں۔ ﴿وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ﴾ ''اور رکھ دیے اس کے اندر بوجھ۔'' یعنی زمین کے اندر پہاڑ جما دیے جو اسے مضبوط رکھتے ہیں تاکہ یہ کہیں ڈھلک نہ جائے اور پہاڑ میخوں کا کام دیں تاکہ زمین نہ ہلے۔ ﴿وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ﴾ ''دو دریاؤں کے مابین بنائی'' یعنی نمکین اور کھاری سمندر اور میٹھے سمندر کے درمیان ﴿حَاجِزًا﴾ ''رکاوٹ۔'' جو ان دونوں کو خلط ملط ہونے سے روکے ہوئے ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دونوں پانیوں کی منفعت مقصود ضائع ہو جائے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان زمین کی رکاوٹ حائل کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے دریاؤں کی گزر گاہوں کو سمندر سے بہت دور رکھا ہے تاکہ دریاؤں سے مصالح اور مقاصد کا حصول ممکن ہو۔

﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے'' جو یہ تمام افعال سرانجام دیتا ہو اور یوں اسے اللہ تعالیٰ کا ہمسر قرار دے کر اسے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا جائے؟ ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے'' اس لئے وہ اپنے سرداروں کی تقلید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں ورنہ اگر انہیں پوری طرح علم ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی شرک نہ کرتے۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ

(یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو قبول کرتا ہے (دعا) لاچاری جب وہ پکارتا ہے اسے اور وہ دور کر دیتا ہے برائی کو اور وہ بناتا ہے تمہیں جانشین زمین میں؟

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ ﴿۶۲﴾

کیا ہے کوئی (اور) معبود ساتھ اللہ کے؟ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو تم ○

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہستی ہے جو مضطرب و مجبور کی دعاؤں کا جواب دیتی ہو کہ جسے کرب و غم نے بے قرار کر رکھا ہو' جس کے لئے مطلوب کا حصول مشکل ہو اور جس مصیبت میں وہ مبتلا ہے اس سے گلوخلاصی پر مجبور ہو؟ اللہ تعالیٰ کے سوا برائی' مصیبت' شر اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو کون دور کرتا ہے؟ کون ہے جو تمہیں زمین میں خلیفہ بناتا ہے' زمین میں تمہیں تمکن عطا کرتا ہے' تمہیں رزق سے نوازتا ہے اور تمہیں اپنی نعمتوں سے بہرہ مند کرتا ہے؟ اور تم گزرے ہوئے لوگوں کے خلیفہ بنتے ہو جس طرح عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں موت سے ہمکنار کرے گا اور تمہارے بعد کچھ اور لوگوں کو لے آئے گا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جو یہ تمام افعال سرانجام دیتا ہو؟ کوئی ایسی ہستی نہیں جس سے تمام افعال صادر ہوتے ہوں حتیٰ کہ اے مشرکو! تمہیں خود بھی اس کا اقرار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی تھی تو دین کو خالص کر کے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے کیونکہ انہیں علم تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اس تکلیف کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ ﴿قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ یعنی تم بہت کم

نصیحت پکڑتے ہو اور بہت کم تدبر کرتے ہو حالانکہ یہ معاملات ایسے ہیں کہ اگر تم ان سے نصیحت پکڑو تو تمہیں نصیحت آ جائے اور تم ہدایت کی طرف لوٹ آؤ۔ مگر غفلت اور اعراض تم پر مسلط ہے بنابریں تم جہالت سے باز آتے ہو نہ راہ راست پر چلتے ہو۔

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ

(یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو راہ دکھاتا ہے تمہیں اندھیروں میں خشکی اور تری کے اور وہ جو بھیجتا ہے ہوائیں خوشخبری دینے والی پہلے

رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ﴿۶۳﴾

اپنی رحمت (بارش) کے کیا ہے کوئی (اور) معبود ساتھ اللہ کے؟ برتر ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ○

وہ کون ہے جو تمہیں اس وقت راہ دکھاتا ہے جب تم بحر و بر کی تاریکیوں میں سفر کر رہے ہوتے ہو جہاں تمہارے پاس کوئی راہنمائی کرنے والا ہوتا ہے نہ کوئی علامت دکھائی دیتی ہے اور نہ کوئی ایسا وسیلہ ہوتا ہے جس کے ذریعے سے تم نجات حاصل کر سکو۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی تمہارے کام آتی ہے' وہ تمہارے لئے راستے کو آسان کرتا ہے وہ تمہیں اسباب مہیا کرتا ہے جن کے ذریعے سے تم صحیح راستہ پا لیتے ہو۔ ﴿وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ''اور کون ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے۔'' یعنی بارش ہونے سے پہلے۔ پس اللہ تعالیٰ ان ہواؤں کو بھیجتا ہے وہ بادل اٹھاتی ہیں' ان کو اکٹھا کرتی ہیں پھر ان کو بار آور کرتی ہیں اور بارش برسنے سے پہلے ہی بندے ان ہواؤں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے'' جس نے یہ تمام افعال سرانجام دیئے ہیں یا صرف اکیلے اللہ تعالیٰ سے یہ افعال صادر ہوئے ہیں؟ پھر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو کیوں شریک ٹھہراتے ہو اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ ﴿تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ اللہ بہت بڑا اور ان کے شرک اور ہمسر قرار دینے سے منزہ اور پاک ہے۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ

(یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو پہلی بار پیدا کرتا ہے مخلوق کو پھر لوٹائیگا اسے اور وہ جو رزق دیتا ہے تمہیں آسمان اور زمین سے؟ کیا ہے کوئی (اور) معبود ساتھ

اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

اللہ کے؟ کہہ دیجئے! لے آؤ تم اپنی دلیل اگر ہو تم سچے ○

وہ کون ہے جو تخلیق کا آغاز کرتا ہے' جو تمام مخلوقات کو پیدا کرتا ہے اور ان مخلوقات کی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر قیامت کے روز مخلوق کا اعادہ کرے گا؟ وہ کون ہے جو تمہیں بارش اور نباتات کے ذریعے سے آسمان اور زمین سے رزق مہیا کرتا ہے؟ ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور ہستی ہے جو یہ سب کچھ کرنے کی قدرت رکھتی

ہو؟ ﴿ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ﴾ یعنی اپنے دعوے پر کوئی حجت اور دلیل لاؤ ﴿ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''اگر تم سچے ہو'' ورنہ تمہارا یہ قول کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں' مجرد دعویٰ ہے۔ اس کی توثیق و تصدیق کسی دلیل کے ساتھ کرو ورنہ اس حقیقت کا اعتراف کرلو کہ تمہارا موقف باطل ہے اور تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ پس تم یقینی اور قطعی دلائل اور براہین کی طرف رجوع کرو جو اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ اللہ جو تمام تصرفات کا اختیار رکھتا ہے وہی اس بات کا مستحق ہے کہ عبادت کی تمام انواع کو صرف اسی کے ساتھ مختص کیا جائے۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ

کہہ دیجیے! نہیں جانتا کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں غیب کی بات سوائے اللہ کے اور نہیں شعور رکھتے وہ کہ کب

يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۣ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۣ بَلْ هُمْ مِّنْهَا

وہ اٹھائے جائیں گے؟ ○ بلکہ ختم ہو گیا ہے ان کا علم آخرت کے بارے میں بلکہ وہ شک میں ہیں اس سے' بلکہ وہ اس سے

عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَاۗؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾

اندھے ہیں ○ اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، کیا جب ہو جائیں گے ہم مٹی، اور ہمارے باپ دادا بھی، تو کیا ہم (پھر زمین سے) نکالے جائیں گے؟ ○

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾

البتہ تحقیق وعدہ دیے گئے اس بات کا ہم اور باپ دادا ہمارے اس سے پہلے، نہیں ہیں یہ مگر افسانے پہلے لوگوں کے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ صرف وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم رکھتا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (الانعام: ۶/۵۹) ''اور اسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں' اس کے سوا نہیں کوئی نہیں جانتا' جو کچھ بر و بحر میں ہے وہ سب جانتا ہے' کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کے علم میں ہوتا ہے۔ کوئی تر اور کوئی سوکھی چیز نہیں مگر ایک واضح کتاب میں درج ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ (لقمان: ۳۱/۳۴) ''قیامت کی گھڑی کا اللہ ہی کو علم ہے' وہی بارش برساتا ہے' وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے رحموں میں کیا ہے' کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرنے والا ہے اور کوئی متنفس یہ نہیں جانتا کہ اسے کس سرزمین میں موت آئے گی بے شک اللہ ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔''

اس قسم کے تمام غیوب کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ مختص کیا ہے۔ پس کوئی مقرب فرشتہ یا نبی بھی ان کو نہیں جانتا اور چونکہ وہ اکیلا غیب کا علم رکھتا ہے' اس کا علم تمام بھیدوں' باطنی اور خفیہ امور کا احاطہ کیے ہوئے ہے اس

لئے اس کے سوا کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آخرت کی تکذیب کرنے والوں کے ضعف علم کے بارے میں ایک کمتر چیز سے برتر چیز کی طرف منتقل کرتے ہوئے آگاہ کیا اور فرمایا: ﴿وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ یعنی وہ نہیں جانتے ﴿أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ "وہ کب اٹھائے جائیں گے؟" یعنی قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے کب کھڑا کیا جائے گا۔ یعنی پس اسی لیے انہوں نے تیاری نہیں کی۔ ﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ﴾ "بلکہ ان کا علم آخرت کے بارے میں ختم ہو گیا ہے۔" یعنی بلکہ ان کا علم کمزور ہے' ان کا علم یقینی نہیں ہے اور وہ ایسا علم نہیں جو قلب کی گہرائیوں تک پہنچ سکے۔ یہ علم کا قلیل ترین اور ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ بلکہ ان کے پاس کوئی قوی علم ہے نہ کمزور ﴿بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهَا﴾ "بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں۔" یعنی آخرت کے بارے میں۔ شک علم کو زائل کر دیتا ہے کیونکہ علم اپنے تمام مراتب میں کبھی شک کے ساتھ یکجا نہیں ہوتا۔ ﴿بَلْ هُمْ مِّنْهَا﴾ "بلکہ وہ اس سے" یعنی آخرت کے بارے میں ﴿عَمُونَ﴾ "اندھے ہیں۔" ان کی بصیرتیں ختم ہو گئیں۔ ان کے دلوں میں آخرت کے وقوع کے بارے میں کوئی علم ہے نہ اس کا کوئی احتمال بلکہ وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں اور اس کو بہت بعید سمجھتے ہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا وَآبَاؤُنَا أَئِنَّا لَمُخْرَجُونَ﴾ "اور کافروں نے کہا کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی' کیا ہم پھر نکالے جائیں گے۔" یعنی یہ بہت بعید اور ناممکن ہے۔ انہوں نے کامل قدرت والی ہستی کی قدرت کو اپنی کمزور قدرت پر قیاس کیا۔ ﴿لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا﴾ "تحقیق وعدہ کیا گیا ہے ہم سے اس کا۔" یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا۔ ﴿نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِن قَبْلُ﴾ "ہم سے بھی اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی" لیکن یہ وعدہ ہمارے سامنے پورا ہوا نہ ہم نے اس کی بابت کچھ دیکھا۔ ﴿إِنْ هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ﴾ یعنی یہ تو محض پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں جن کے ذریعے سے وقت گزاری کی جاتی ہے۔ اس کی کوئی اصل ہے نہ ان میں کوئی سچائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آخرت کی تکذیب کرنے والوں کے احوال کے بارے میں ایک مرحلے کے بعد دوسرے مرحلے کی خبر دی کہ وہ کوئی علم نہیں رکھتے کہ قیامت کب آئے گی' پھر اس بارے میں ان کے ضعف علم کی خبر دی' پھر آگاہ فرمایا کہ وہ شک میں مبتلا ہیں پھر فرمایا کہ وہ اندھے ہیں پھر خبر دی کہ وہ اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے بعید سمجھتے ہیں..... یعنی ان احوال کے سبب سے ان کے دلوں سے آخرت کا خوف نکل گیا اس لئے انہوں نے گناہ اور معاصی کا ارتکاب کیا' ان کے لئے تکذیب حق اور تصدیق باطل آسان ہو گئی اور عبادت کے مقابلے میں انہوں نے شہوات کو حلال ٹھہرا لیا۔ پس وہ دنیا و آخرت کے خسارے میں پڑ گئے۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٦٩﴾

کہہ دیجئے! سیر کرو تم زمین میں پھر دیکھو تم کیسا ہوا انجام مجرموں کا؟ ○

اللہ تعالیٰ نے ان امور کی صداقت، جن کے بارے میں انبیاء و مرسلین نے خبر دی ہے، آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ ''کہہ دیجیے! زمین میں چل پھر کر دیکھو، مجرمین کا انجام کیسا ہوا؟'' پس آپ کوئی ایسا مجرم نہیں پائیں گے جو اپنے جرائم پر ڈٹا رہا ہو اور اس کا بدترین انجام نہ ہوا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اسے ایسی سزا دیتا ہے جو اس کے احوال کے لائق ہوتی ہے۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۞ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ

اور نہ غم کریں آپ ان پر، اور نہ ہوں آپ تنگی میں ان سے جو وہ (آپ کے خلاف) مکر کرتے ہیں ○ اور وہ کہتے ہیں، کب (پورا) ہوگا یہ وعدہ اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۞

ہو تم سچے؟ ○ کہہ دیجیے! امید ہے کہ قریب آ لگا ہو تمہارے، بعض وہ (عذاب) جسے تم جلدی طلب کر رہے ہو ○

یعنی اے محمد! (ﷺ) آپ ان جھٹلانے والوں اور ان کے عدم ایمان کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوں۔ اگر آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں کتنی برائی ہے اور وہ بھلائی کی صلاحیت نہیں رکھتے تو آپ کبھی غمگین ہوں گے نہ آپ تنگدل ہوں گے اور نہ آپ کا دل ان کے مکر و فریب پر کوئی قلق محسوس کرے گا۔ ان کے مکر و فریب کا برا انجام آخر کار انہی کی طرف لوٹے گا۔ ﴿ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾ (الانفال: ٨/ ٣٠) ''وہ چال چلتے ہیں، اللہ بھی ان کے مقابلے میں چال چلتا ہے، اور اللہ بہترین چال چلنے والا ہے۔''

آخرت اور اس حق کو جھٹلانے والے جسے لے کر رسول مصطفیٰ ﷺ مبعوث ہوئے ہیں، عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟'' یہ ان کی جہالت اور حماقت پر مبنی رائے ہے کیونکہ اس وعدے کا وقوع اور اس کا وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر کے مطابق مقرر کر رکھا ہے۔ اس کا جلدی نہ آنا ان کے کسی مطلوب و مقصود پر دلالت نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ ساتھ جس کے بارے میں وہ جلدی مچاتے ہیں اس کے بارے میں ڈراتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿ قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ ﴾ یعنی ہو سکتا ہے وہ وقت مقرر قریب آ گیا ہو اور ہو سکتا ہے وہ تم پر واقع ہونے کے قریب ہو۔ ﴿ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴾ یعنی وہ عذاب جس کے لئے تم جلدی مچاتے ہو۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۞ وَاِنَّ رَبَّكَ

اور بلاشبہ آپ کا رب البتہ فضل والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر ان کے نہیں شکر کرتے ○ اور بلاشبہ آپ کا رب

لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۞ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ

البتہ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں ان کے سینے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ○ اور نہیں کوئی پوشیدہ چیز

فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞

آسمان اور زمین میں مگر وہ ہے کتاب واضح میں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی وسعت جود و سخا اور کثرت فضل و کرم کے بارے میں اپنے بندوں کو آگاہ کرتا ہے اور ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ بایں ہمہ اکثر لوگ شکر ادا کرنے سے گریز کرتے ہیں اور نعمتوں میں مشغول ہو کر نعمتیں عطا کرنے والے کو فراموش کر دیتے ہیں۔ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعۡلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوۡرُهُمۡ﴾ ''اور بلاشبہ جو باتیں ان کے سینے چھپاتے ہیں' تمہارا رب ان کو جانتا ہے۔'' یعنی جو ان کے سینوں میں جمع ہے ﴿وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ﴾ ''اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔'' اس لئے انہیں اس ہستی سے ڈرنا چاہیے جو ظاہر و باطن کا علم رکھتی ہے اور اس سے خوف کھانا چاہیے۔ ﴿وَمَا مِنۡ غَآٮِٕبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ﴾ یعنی آسمان و زمین کی کوئی چھپی ہوئی چیز اور عالم علوی اور عالم سفلی کا کوئی بھید ایسا نہیں جو ﴿اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾ ''واضح کتاب میں نہ ہو۔'' اس کتاب نے ان تمام امور و حوادث کا احاطہ کر رکھا ہے جو اب تک وقوع میں آچکے ہیں اور جو قیامت تک واقع ہوں گے۔ پس جو بھی چھوٹا یا بڑا حادثہ وقوع میں آتا ہے وہ اس کے مطابق ہوتا ہے جو لوح محفوظ میں درج ہے۔

اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَكۡثَرَ الَّذِىۡ هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ۝

بلاشبہ یہ قرآن بیان کرتا ہے بنی اسرائیل پر اکثر وہ باتیں کہ وہ جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ۝

وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝

اور بلاشبہ وہ (قرآن) البتہ ہدایت اور رحمت ہے مومنوں کے لیے ۝

یہ آیت کریمہ اس بارے میں خبر دیتی ہے کہ قرآن کتب سابقہ کی تصدیق و توضیح اور ان کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ چونکہ کتب سابقہ کے بارے میں بنی اسرائیل میں اشتباہ و اختلاف واقع ہوا ہے اس لئے قرآن کریم نے ایسی توضیحات بیان کی ہیں جن سے اشکال دور ہو جاتا ہے اور مختلف فیہ مسائل میں راہ صواب واضح ہو جاتی ہے اور جب اس میں جلالت و وضاحت' ہر اختلاف کا ازالہ اور ہر اشکال کی تفصیل جمع ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر سب سے بڑی نعمت ہے' مگر سب بندے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اس لیے واضح فرما دیا کہ قرآن کا فائدہ' اس کی روشنی اور راہنمائی صرف اہل ایمان کے لیے مختص ہے۔ پس فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَهُدًى﴾ ''اور بے شک یہ ہدایت ہے۔'' یعنی ضلالت' شبہات اور گمراہی کے جھاڑ جھنکار کے درمیان راہ ہدایت ہے ﴿وَّرَحۡمَةٌ﴾ ''اور رحمت ہے۔'' اس سے ان کے سینے ٹھنڈے اور ان کے تمام دینی اور دنیاوی امور درست ہوتے ہیں ﴿لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ یہ ان لوگوں کے لیے رحمت ہے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں' اس کی تصدیق کرتے ہوئے اس کو قبول کرتے ہیں' اس میں تدبر اور اس کے معانی میں غور و فکر کرتے ہیں۔ پس انہی لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی اور رحمت سے سرفراز کیا جائے گا جو سعادت اور فوز و فلاح کو متضمن ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾

بے شک آپ کا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان اپنے حکم سے اور وہی ہے نہایت غالب، خوب جاننے والا ○

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ان اختلاف کرنے اور جھگڑنے والوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ اگرچہ دنیا میں معاملات کے بارے میں دلیل کے مخفی رہ جانے اور بعض دیگر مقاصد کی بنا پر اختلاف کرنے والوں کے درمیان اشتباہ واقع ہو جاتا ہے، مگر جب ان معاملات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا تو حق واقع کے مطابق واضح اور روشن ہو کر سامنے آ جائے گا ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ﴾ وہ تمام خلائق پر غالب ہے پس اس کے سامنے سراطاعت خم کردو ﴿الْعَلِيمُ﴾ وہ تمام اشیاء کا علم رکھتا ہے ﴿الْعَلِيمُ﴾ وہ اختلاف کرنے والوں کے اقوال سے آگاہ ہے، وہ جانتا ہے کہ یہ اقوال کس لئے صادر ہوئے ہیں، ان کے مقاصد اور ان کی غرض وغایت کیا ہے، ان اختلاف کرنے والوں کو وہ اپنے علم کے مطابق جزا دے گا۔

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ

پس آپ توکل کریں اللہ پر، بلاشبہ آپ ہیں اوپر حق صریح کے ○ یقیناً آپ نہیں سنا سکتے مُردوں کو، اور نہیں سنا سکتے آپ بہروں کو

الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾ وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ

(اپنی) پکار جب وہ پھر جائیں پیٹھ پھیر کر ○ اور نہیں آپ راہ پر لانے والے اندھوں کو ان کی گمراہی سے، نہیں سنا سکتے آپ

إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨١﴾

مگر اسی شخص کو جو ایمان لاتا ہے ساتھ ہماری آیتوں کے، پس وہی ہیں فرماں بردار ○

یعنی جلب منفعت، دفع ضرر، تبلیغ رسالت، اقامت دین اور دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کرنے میں آپ اپنے رب پر بھروسہ کیجئے! ﴿إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ﴾ ''بے شک آپ واضح حق پر ہیں''۔ وہ شخص جو حق پر ہو، حق کی طرف دعوت دیتا ہو اور اس کی مدد کرتا ہو، اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے میں کسی دوسرے کی نسبت زیادہ مستحق ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایسے معاملے کے لئے کوشاں ہے جس کی صداقت قطعی ہے اور جس میں کوئی شک وشبہ نہیں، نیز یہ انتہائی واضح طور پر حق ہے یہ کوئی چھپی ہوئی چیز ہے نہ اس میں کوئی اشتباہ ہے۔ جب آپ حق کی خاطر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں تو کسی کا گمراہ ہونا آپ کو کوئی نقصان نہیں دے سکتا اور ان کو ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے، اس لئے فرمایا: ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ آپ مردوں کو سنا سکتے ہیں نہ بہروں کو۔'' یعنی جب آپ ان کو پکارتے اور ندا دیتے ہیں اور خاص طور پر ﴿إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ﴾ ''اس وقت جبکہ وہ منہ پھیر کر جا رہے ہوں'' تب یہ عدم سماع کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ ﴿وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ﴾ ''اور نہ آپ اندھوں کو گمراہی سے (نکال کر)

راستہ دکھا سکتے ہیں۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ (القصص: ۲۸/۵۶) ''آپ جسے چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔'' ﴿ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ''آپ تو ان ہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مطیع ہو جاتے ہیں۔'' یہی لوگ جو آپ کے سامنے سر اطاعت خم کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں اپنے اعمال اور اپنی اطاعت کے ذریعے سے ان آیات کی اتباع کرتے ہیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴾ (الانعام: ۶/۳۶) ''حق کو صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز زندہ کرے گا پھر وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ

اور جب واقع (ہونے کو) ہوگا قول ان پر تو نکالیں گے ہم ان کیلئے ایک جانور زمین سے، وہ کلام کرے گا ان سے کہ بیشک لوگ

كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ۚ ﴿۸۲﴾ ع

تھے ہماری آیتوں پر نہیں یقین رکھتے ○

یعنی جب لوگوں پر وہ بات پوری ہونے کا وقت آپہنچے گا جسے اللہ تعالیٰ نے حتمی قرار دیا ہے اور اس کا وقت مقرر کر دیا ہے ﴿ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ ﴾ ''تو ہم ان کے لئے زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے'' یا زمین کے جانوروں میں سے ایک جانور' جو آسمان کے جانوروں میں سے نہیں ہوگا۔ ﴿ تُكَلِّمُهُمْ ﴾ یہ جانور بندوں کے ساتھ کلام کرے گا کہ بے شک لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے' یعنی اس وجہ سے کہ لوگوں کا علم اور آیات الٰہی پر ان کا یقین کمزور ہو جائے گا' تو اللہ تعالیٰ اس جانور کو ظاہر فرمائے گا جو کہ اللہ تعالیٰ کی حیرت انگیز نشانیوں میں سے ہے تاکہ اس چیز کو وہ لوگوں پر کھول کھول کر بیان کر دے جس میں وہ شک کیا کرتے تھے۔ یہ جانور وہ مشہور جانور ہے جو آخری زمانے میں ظاہر ہوگا اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اس بارے میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں' (اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اس جانور کی کیفیت اور اس کی نوع ذکر نہیں فرمائی۔ یہ آیت کریمہ تو دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے لیے ظاہر کرے گا اور وہ خارق عادت کے طور پر لوگوں سے کلام کرے گا اور یہ ان سچے دلائل میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بتایا ہے۔ واللہ اعلم) [1]

[1] بریکٹوں کے درمیان والی عبارت نسخہ الف کے حاشیے میں شیخ (مؤلف تفسیر) کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہے (از محقق)

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ حَتّٰٓى

اور جس دن اکٹھا کرینگے ہم ہر امت میں سے ایک گروہ ان لوگوں میں سے جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو پس وہ روکے جائینگے○ یہاں تک کہ

اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ

جب وہ آجائینگے (محشر میں) تو کہے گا (اللہ) کیا جھٹلایا تھا تم نے میری آیتوں کو جبکہ نہیں احاطہ کیا تھا تم نے انکا علم سے یا کیا تھے تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٨٥﴾

عمل کرتے رہے؟○ اور واقع ہو جائے گا قول (عذاب) ان پر بوجہ اسکے جو ظلم کیا انہوں نے پس وہ نہیں بول سکیں گے○

اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز جھٹلانے والوں کی حالت بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر امت میں سے ایک گروہ کو اکٹھا کرے گا۔ ﴿ مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴾ ''جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتے تھے پس ان کو گروہ بندی کے ساتھ ترتیب وار کھڑا کیا جائے گا۔'' ان کے اول و آخر سب کو جمع کیا جائے گا سب سے پوچھا جائے گا اور سب کو زجر و توبیخ اور ملامت کی جائے گی۔ ﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ ﴾ اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو زجر و توبیخ کرتے اور ڈانٹتے ہوئے پوچھے گا ﴿ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا ﴾ ''کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا حالانکہ تمہارے علم نے ان کا احاطہ نہیں کیا تھا۔'' تم پر اس وقت تک توقف کرنا فرض تھا جب تک کہ حق منکشف نہ ہو جاتا اور صرف کسی علم کی بنیاد پر کلام کرتے۔ تم نے ایک ایسے امر کی کیونکر تکذیب کر دی جبکہ تمہیں اس کے بارے میں کچھ علم ہی نہیں ﴿ اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اور یہ بھی بتلاؤ کہ تم کیا کچھ کرتے رہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان سے ان کے علم اور ان کے عمل کے بارے میں سوال کرے گا تو وہ ان کے علم کو حق کی تکذیب کرنے والا اور ان کے عمل کو غیر اللہ کے لئے یا ان کے رسول (ﷺ) کی سنت کے خلاف پائے گا۔

﴿ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا ﴾ اور جب ان کے اس ظلم کی پاداش میں جس پر وہ اڑے ہوئے تھے ان کے لئے عذاب کا حکم متحقق ہو جائے گا اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے گی۔ ﴿ فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴾ ''تو وہ بول نہیں سکیں گے۔'' کیونکہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی۔

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ

کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بے شک بنایا ہم نے رات کو تا کہ وہ آرام کریں اس میں، اور (بنایا) دن کو دکھلانے والا (روشن)؟

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٨٦﴾

بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں○

یعنی کیا انہوں نے اس عظیم نشانی اور بہت بڑی نعمت کا مشاہدہ نہیں کیا؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے شب و

روز کو مسخر کر دیا۔ یہ رات اپنے اندھیرے کی وجہ سے نعمت ہے لوگ اس میں سکون پاتے اور تھکن سے آرام کرتے ہیں اور کام کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور دن اپنی روشنی کی وجہ سے نعمت ہے تا کہ لوگ اس روشنی میں پھیل جائیں اور اپنی معاش اور دیگر مصروفیات میں مشغول ہو جائیں۔ ﴿ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ ''اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی کامل وحدانیت اور اس کی بے پایاں نعمت پر۔

وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ
اور جس دن پھونکا جائے گا صور میں تو گھبرا جائے گا جو کوئی ہے آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں سوائے اس کے جسے چاہے
اللَّهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ﴿٨٧﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ
اللہ اور سب (لوگ) آئینگے اللہ کے پاس ذلیل ہو کر ○ اور آپ دیکھیں گے پہاڑوں کو تو گمان کرینگے آپ انکو جمے ہوئے جبکہ وہ چل رہے ہونگے
مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿٨٨﴾ مَن
مانند چلنے بادلوں کے (یہ) کاری گری ہے اللہ کی جس نے پختہ کیا ہر چیز کو بلاشبہ وہ خوب خبردار ہے ساتھ اسکے جو تم کرتے ہو ○ جو شخص
جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُم مِّن فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿٨٩﴾ وَمَن جَاءَ
لائے گا نیکی تو اس کیلئے بہت بہتر (بدلہ) ہو گا اس سے، اور وہ لوگ گھبراہٹ سے اس دن بے خوف ہونگے ○ اور جو شخص لائیگا
بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٠﴾
برائی تو اوندھے کر دیئے جائینگے انکے منہ آگ میں (اور کہا جائیگا) نہیں سزا دیئے جاؤ گے تم مگر (اسکی) جو کچھ تھے تم عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو قیامت کے دن سے، جو انہیں پیش آنے والا ہے، ڈراتا ہے یعنی اس دن انہیں جن سخت مصائب، مشقتوں اور دل کو دہلا دینے والے واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا ان سے ڈرتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ ﴾ ''اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو گھبرا اٹھیں گے۔'' صور پھونکے جانے کی وجہ سے۔ ﴿ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ ﴾ یعنی زمین و آسمان کی تمام مخلوق خوف سے کانپ اٹھے گی اور وہ خوف کی وجہ سے جو انہیں پیش آنے والا ہے سمندر کی موجوں کی مانند ایک دوسرے سے تلاطم خیز ہوں گے ﴿ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ ﴾ سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ اکرام و تکریم بخش کر ثابت قدمی عطا کرے گا وہ اس گھبراہٹ سے محفوظ رکھے گا۔ ﴿ وَكُلٌّ ﴾ یعنی صور پھونکے جانے کے وقت تمام مخلوق ﴿ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ ﴾ ذلیل اور مطیع ہو کر بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْدًا ﴾ (مریم: ۱۹/۹۳) ''زمین اور آسمان کے اندر جو بھی مخلوق ہے وہ سب رحمٰن کے حضور بندوں کی حیثیت سے حاضر ہوں گے۔'' اور اس روز مالک الملک کے حضور تذلل اور عاجزی میں رؤساء اور عوام سب برابر ہوں گے۔

قیامت کے روز کی ہولناکی کی وجہ سے ﴿تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً﴾ ”آپ پہاڑوں کو دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ وہ جامد ہیں۔“ یعنی آپ ان میں سے کوئی چیز مفقود نہ پائیں گے اور آپ سمجھیں گے کہ یہ تمام پہاڑ اپنے اپنے احوال میں باقی ہیں حالانکہ یہ شدت اور ہولناکی کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہوں گے اور ٹوٹ پھوٹ کر اور غبار بن کر اڑ جائیں گے اس لئے فرمایا: ﴿وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ﴾ ”اور وہ بادلوں کی چال چل رہے ہوں گے۔“ اپنی خفت اور شدت خوف کے باعث۔ ﴿صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ”یہ اللہ کی کاری گری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا' بے شک وہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔“ پس وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس جزا کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ﴾ ”جو شخص نیکی لے کر آئے گا۔“ یہ اسم جنس ہے جو تمام قسم کی قولی' فعلی اور قلبی نیکیوں کو شامل ہے ﴿فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا﴾ ”تو اس کے لیے اس سے بہتر ہے۔“ یہ کمترین تفصیل ہے۔[1] ﴿وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ﴾ یعنی وہ ان تمام امور سے مامون اور مصون ہوں گے جن سے مخلوق گھبراہٹ اور خوف میں مبتلا ہوگی اگرچہ وہ بھی ان کے ساتھ گھبرا رہے ہوں گے۔

﴿وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ﴾ ”اور جو برائی لے کر آئے گا۔“ یہ اسم جنس ہے جو ہر قسم کی برائی کو شامل ہے ﴿فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ یعنی انہیں چہروں کے بل جہنم میں پھینکا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا ﴿هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ”تم کو تو ان ہی اعمال کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے رہے ہو۔“

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ

یقیناً حکم دیا گیا ہوں میں یہ کہ عبادت کروں میں رب کی اس شہر (مکہ) کے وہ جس نے حرمت دی اسکو اور اسی کیلئے ہے ہر چیز، اور حکم دیا گیا ہوں میں

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (۹۱) وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ

یہ کہ ہوں میں مسلمانوں میں سے ○ اور یہ کہ تلاوت کروں میں قرآن کی، پس جس نے ہدایت پائی تو یقیناً وہ ہدایت پائیگا اپنی ہی ذات کیلئے،

وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ (۹۲) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ

اور جو شخص گمراہ ہوا تو آپ کہہ دیجیے! یقیناً میں تو ہوں ڈرانے والوں میں سے ○ اور کہہ دیجیے! تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے، عنقریب وہ دکھائیگا تمہیں

اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (۹۳) ع

اپنی نشانیاں سو پہچان لو گے تم ان کو اور نہیں ہے آپ کا رب غافل اس سے جو تم عمل کرتے ہو ○

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہہ دیجیے: ﴿اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ﴾ ”مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں۔“ یعنی مکہ مکرمہ ﴿الَّذِيْ حَرَّمَهَا﴾ ”جس نے اس کو محترم بنایا۔“ اور اس کے

[1] مصنف رحمہ اللہ نے اس مقام پر سبقت قلم سے سورۃ الانعام کی آیت ﴿فلہ عشر امثالھا﴾ کی تفسیر کر دی ہے۔

رہنے والوں کو نعمتوں سے بہرہ ور کیا۔ پس اس لیے ان پر واجب ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔
﴿ وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ﴾ عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام اشیاء کا وہی مالک ہے اور یہ فقرہ اس وہم کے ازالے کے لیے استعمال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت صرف بیت حرام سے مختص ہے ﴿ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ ① یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں جلدی سے اسلام کی طرف بڑھوں اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعمیل کی کیونکہ وہ اولین مسلمان اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' اسی طرح مجھے یہ حکم بھی دیا گیا ہے ﴿ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ﴾ ''کہ میں تمہارے سامنے قرآن کی تلاوت کروں'' تاکہ تم اس کے ذریعے سے راہ نمائی حاصل کرو اور اس کے الفاظ اور معانی کو سیکھو۔ یہی میری ذمہ داری ہے جو میں نے پوری کردی ہے۔ ﴿ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ﴾ ''پس جو شخص راہ راست اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے اختیار کرتا ہے۔'' یعنی اس کا فائدہ اسی کو ہوگا اور وہی اس کا پھل پائے گا۔ ﴿ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴾ ''اور جو گمراہ رہتا ہے تو کہہ دو کہ میں تو صرف متنبہ کرنے والا ہوں۔'' اور ہدایت میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ﴿ وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ یعنی دنیا و آخرت میں 'تمام خلائق' خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے خاص اور چنے ہوئے بندوں کی طرف سے ہر قسم کی حمد و ثنا صرف اسی کے لیے ہے۔ کیونکہ ان کی طرف سے اپنے رب کے لیے ہونے والی حمد و ثنا دوسرے لوگوں کی طرف سے ہونے والی حمد و ثنا کی بنسبت زیادہ عظمت کے لائق ہے کیونکہ ان کے درجات بلند' ان کا اللہ تعالیٰ سے قرب کامل نیز ان پر اس کے احسانات زیادہ ہیں۔
﴿ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ﴾ ''وہ عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا جنھیں تم پہچان لو گے۔'' ان آیات الٰہی کی تمہیں ایسی معرفت حاصل ہوگی جو حق اور باطل کے بارے میں راہنمائی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ ضرور تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا جن کے ذریعے سے تم اندھیروں میں اپنی راہوں کو روشن کرو گے۔ ﴿ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ﴾ (الانفال: ۴۲/۸) ''تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔''

﴿ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اور تمہارا رب تمہارے عملوں سے بے خبر نہیں ہے۔'' بلکہ وہ تمہارے اعمال و احوال کو خوب جانتا ہے اور اسے ان اعمال کی جزا کی مقدار کا بھی علم ہے وہ تمہارے درمیان ایسا فیصلہ کرے گا کہ تم اس فیصلے پر اس کی حمد و ثنا بیان کرو گے اور یہ فیصلہ کسی بھی لحاظ سے تمہارے لئے اس کے خلاف حجت نہ ہوگا۔

---

① یہاں مصنف نے سبقت قلم سے ﴿ وامرت ان اکون اول المسلمین ﴾ لکھ دیا ہے اور اسی کے مطابق تفسیر کی ہے۔

تفسیر سورۃ القصص

سُوْرَۃُ الْقَصَص (۲۸) مَکِّیَّۃٌ (۴۹)

اٰیَاتُھَا ۸۸ رُکُوْعَاتُھَا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ

طٰسٓمّٓ ○ یہ آیتیں ہیں کتاب واضح کی ○ پڑھتے ہیں ہم آپ پر کچھ خبریں موسیٰ اور فرعون کی ساتھ حق کے،

لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ

ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ○ بیشک فرعون نے سرکشی کی زمین (مصر) میں اور بنادیا اس نے اسکے رہنے والوں کو کئی گروہ، ضعیف سمجھتا تھا وہ

طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾

ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو ان میں سے وہ ذبح کرتا تھا انکے بیٹے اور زندہ رکھتا تھا انکی عورتیں (بیٹیاں)، بلاشبہ وہ تھا فساد کرنیوالوں میں سے ○

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ

اور ہم چاہتے تھے یہ کہ احسان کریں ہم ان لوگوں پر جو ضعیف سمجھے جاتے تھے زمین (مصر) میں، اور یہ کہ بنائیں ہم انکو امام (پیشوا)، اور بنائیں ہم انہیں

الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ

وارث (ملک کا) ○ اور قدرت دیں ہم انکو زمین میں اور دکھلائیں ہم فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان (کمزوروں کے ہاتھ) سے

مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ

وہ چیز جس سے تھے وہ ڈرتے ○ اور الہام کیا ہم نے موسیٰ کی ماں کو یہ کہ دودھ پلا تو اس (موسیٰ) کو، پس جب ڈرے تو اس پر تو ڈال دینا اسے

فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷﴾

دریا میں، اور نہ ڈرنا اور نہ غم کھانا بلاشبہ ہم لوٹانے والے ہیں اسے تیری طرف اور بنانے والے ہیں اس کو رسولوں میں سے ○

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا

(اس نے ڈالا) پس اٹھالیا اسے فرعون کے گھر والوں نے تاکہ ہو وہ ان کیلئے دشمن اور (باعث) غم، بلاشبہ فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکر

كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ﴿۸﴾ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى

تھے وہ خطا کار ○ اور کہا بیوی نے فرعون کی (یہ تو) ٹھنڈک ہے آنکھوں کی میرے لئے اور تیرے لئے، نہ قتل کرو تم اسے، امید ہے

اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ

کہ یہ نفع دے ہمیں یا بنالیں ہم اسے بیٹا، اور وہ نہیں شعور رکھتے تھے (انجام کا) ○ اور ہو گیا دل موسیٰ کی ماں کا (صبر وقرار سے) خالی

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰﴾

بلاشبہ قریب تھا کہ البتہ وہ ظاہر کر دیتی اسکو اگر نہ ہوتی یہ بات کہ مضبوط کر دیا تھا ہم نے اسکے دل کو، تاکہ ہو وہ یقین کرنیوالوں میں سے ○

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾

اور کہا موسیٰ کی ماں نے اسکی بہن سے پیچھے پیچھے جا تو اسکے، پس وہ (گئی اور) دیکھتی رہی اسے دور سے جبکہ وہ (فرعونی) نہیں شعور رکھتے تھے (اسکا)○

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ

اور حرام کر دیا تھا ہم نے موسیٰ پر دائیوں (کے دودھ) کو پہلے اس سے، پس کہا (موسیٰ کی بہن نے) کیا رہنمائی کروں میں تمہاری اوپر ایک گھر والوں کے

يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا

جو پرورش کریں اس (بچے) کی تمہارے لئے اور وہ اسکے خیر خواہ بھی ہیں؟○ پس لوٹا دیا ہم نے اسکو اسکی ماں کی طرف تاکہ ٹھنڈی ہوں اسکی آنکھیں

وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَمَّا بَلَغَ ع ۱۲

اور (تاکہ) نہ غم کھائے وہ، اور تاکہ وہ جان لے کہ بیشک وعدہ اللہ کا سچا ہے لیکن اکثر انکے نہیں جانتے○ اور جب پہنچا وہ (موسیٰ)

اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ

اپنی جوانی کو اور کامل ہو گیا (عقل و شعور میں) تو دیا ہم نے اسکو حکم اور علم اور اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم نیکی کرنیوالوں کو○ اور داخل ہوا وہ (موسیٰ)

الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ

شہر میں ایسے وقت کہ غفلت میں تھے اسکے باشندے پس پایا اس نے اس شہر میں دو آدمیوں کو جو باہم لڑ رہے تھے، یہ (ایک تو) اسکے گروہ میں سے تھا،

وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ

اور یہ (دوسرا) اسکے دشمن (گروہ میں) سے پس مدد مانگی موسیٰ سے اس شخص نے جو اسکے گروہ میں سے تھا خلاف اسکے جو اسکے دشمن (گروہ میں) سے تھا،

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

پس گھونسا مارا اس (فرعونی) کو موسیٰ نے تو کام ہی تمام کر دیا اسکا، کہا موسیٰ نے یہ (قتل) عمل ہے شیطان کا بلاشبہ وہ دشمن ہے، گمراہ کرنیوالا صریح○

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾

موسیٰ نے کہا، اے میرے رب! بیشک میں نے ظلم کیا ہے اپنے نفس پر پس بخش دے مجھے سو بخش دیا اللہ نے اسے، بلاشبہ وہ ہے، بہت بخشنے والا بڑا رحم کرنیوالا○

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِى الْمَدِيْنَةِ

موسیٰ نے کہا، اے میرے رب! بسبب اسکے کہ انعام کیا تو نے مجھ پر پس ہرگز نہیں ہونگا میں مددگار مجرموں کا○ پس صبح کی موسیٰ نے شہر میں

خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِى اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى

ڈرتے ڈرتے، انتظار کرتے ہوئے، تو ناگہاں وہ شخص کہ جس نے مدد مانگی تھی اس سے کل، وہی (مدد کیلئے) پکار رہا تھا اسے (آج بھی) کہا اس سے موسیٰ نے،

اِنَّكَ لَغَوِىٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ

بلاشبہ تو البتہ گمراہ ہے ظاہر○ پس جب ارادہ کیا موسیٰ نے یہ کہ پکڑے اس شخص کو کہ جو دشمن تھا ان دونوں کا تو اس (اسرائیلی) نے کہا

يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ

اے موسیٰ! کیا چاہتا ہے تو یہ کہ قتل کرے تو مجھے جس طرح قتل کیا تھا تو نے ایک شخص کو کل؟ نہیں چاہتا تو مگر یہ کہ ہو تو

جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿١٩﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا
ظالم زمین میں، اور نہیں چاہتا تو یہ کہ ہو تو اصلاح کرنے والوں میں سے ○ اور آیا ایک آدمی آخری کنارے سے
الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۫ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ
شہر کے دوڑتا ہوا اس نے کہا، اے موسیٰ! بلاشبہ (فرعونی) سردار مشورہ کر رہے ہیں تیرے متعلق تاکہ وہ قتل کر دیں تجھے، پس نکل جا تو، بیشک میں تیرے
مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٢٠﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢١﴾
خیر خواہوں میں سے ہوں ○ پس نکلا موسیٰ اس شہر سے ڈرتا سہمتا انتظار کرتا ہوا (اور) کہا، اے میرے رب! تو نجات دے مجھے ظالم قوم سے ○
وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿٢٢﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ
اور جب متوجہ ہوا وہ طرف مدین کی تو کہا، امید ہے میرا رب یہ کہ ہدایت دیگا وہ مجھے سیدھے راستے کی ○ اور جب وہ پہنچا پانی (کنویں) پر
مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۬ۡ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ
مدین کے تو پایا اس نے اس پر ایک گروہ لوگوں کا وہ پانی پلا رہے تھے (مویشیوں کو) اور پایا اس نے انکے ورے دو عورتوں کو کہ وہ روکتی تھیں (اپنے جانور)،
قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٠ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿٢٣﴾
موسیٰ نے کہا، کیا حال ہے تمہارا؟ انہوں نے کہا، نہیں پانی پلاتیں ہم حتی کہ واپس لیجائیں چرواہے (اپنے مویشی) اور ہمارا باپ بوڑھا ہے بڑی عمر کا ○
فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿٢٤﴾
پس موسیٰ نے پانی پلایا ان کیلئے پھر پلٹا وہ طرف سائے کی اور کہا، اے میرے رب! بیشک میں اس چیز کا جو نازل کرے تو میری طرف بھلائی سے محتاج ہوں ○
فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا
پس آئی اسکے پاس ایک (لڑکی) ان دونوں میں سے چلتی تھی وہ حیاء سے اس نے کہا، بیشک میرے والد بلاتے ہیں تجھے تاکہ وہ دیں تجھے مزدوری اسکی کہ
سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ
پانی پلایا ہے تو نے ہماری خاطر پس جب آیا وہ (موسیٰ) اسکے پاس، اور بیان کیا اس نے اس پر (سارا) قصہ تو اس نے کہا، مت ڈر تو، نجات پالی ہے تو نے
مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ
(اس) ظالم قوم سے ○ کہا ایک (لڑکی) نے ان دونوں میں سے، ابا جان! اجرت پر رکھ لیجئے اسے، بلاشبہ بہترین وہ شخص جسے آپ اجرت پر رکھیں
الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ
طاقتور اور امانتدار آدمی ہی ہے ○ اس نے کہا، بلاشبہ میں چاہتا ہوں یہ کہ نکاح کر دوں میں تجھ سے ایک کا اپنی ان دو بیٹیوں میں سے اوپر اس (شرط) کے کہ
تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ
نوکری کرے تو میری آٹھ سال پس اگر پورے کرے تو دس سال تو (وہ) تیری طرف سے ہے، اور نہیں چاہتا میں یہ کہ سختی کروں تجھ پر
سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ
یقیناً تو پائیگا مجھے اگر اللہ نے چاہا نیک لوگوں میں سے ○ موسیٰ نے کہا، یہ (معاہدہ) ہے میرے درمیان اور آپکے درمیان، جونسی دو مدتوں میں سے

قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝۲۸ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ

پوری کرلوں میں تو نہیں ہوگی زیادتی مجھ پر اور (اللہ)، اور پر اس (بات) کے جو ہم کہہ رہے ہیں، نگران ہے○ پس جب پوری کر لی موسیٰ نے (وہ) مدت

وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا

اور چلا گیا لے کر اپنی بیوی کو تو دیکھی اس نے طور کی ایک جانب سے آگ، اس نے کہا اپنی بیوی سے، ٹھہرو تم، بیشک میں نے دیکھی ہے آگ سی،

لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۲۹ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ

شاید کہ میں لے آؤں تمہارے پاس اس جگہ سے کوئی خبر یا کوئی انگارا آگ کا تاکہ تم تاپو○ پس جب وہ آیا اسکے پاس تو ندا دیا گیا وہ

مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ

وادی کے دائیں کنارے سے، بابرکت جگہ میں، درخت (کی طرف) سے کہ اے موسیٰ! بلاشبہ

اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۰ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ

میں اللہ ہوں، رب سب جہانوں کا○ اور یہ کہ ڈال دے تو لاٹھی اپنی، پس جب دیکھا موسیٰ نے لاٹھی کو کہ وہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۝۳۱ اُسْلُكْ

تو پیچھے ہٹا وہ پیٹھ پھیر کر اور نہ پیچھے مڑ کر دیکھا اس نے (کہا گیا) اے موسیٰ آگے آ، اور نہ ڈر، بلاشبہ تو امن والوں میں سے ہے○ داخل کر تو

يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ

اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں (پھر نکال اسے تو) نکلے گا وہ (سفید) چمکتا ہوا بغیر کسی عیب کے اور ملا لے اپنی طرف اپنا بازو خوف سے (بچنے کیلئے)

فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۳۲

پس یہ دونوں دلیلیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف، بے شک وہ ہیں لوگ نافرمان○

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝۳۳ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ

موسیٰ نے کہا، اے میرے رب! بیشک میں نے قتل کیا تھا ان میں سے ایک شخص کو سو ڈرتا ہوں میں کہ وہ قتل کر دینگے مجھے○ اور میرا بھائی ہارون، وہ

اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ ۫ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝۳۴

زیادہ فصیح ہے مجھ سے باعتبار زبان کے، پس بھیج اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر کہ وہ تصدیق کرے میری، بیشک میں ڈرتا ہوں کہ وہ جھٹلائیں گے مجھے○

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ

اللہ نے کہا، عنقریب ہم مضبوط کر دینگے تیرا بازو ساتھ تیرے بھائی کے اور کر دینگے ہم تم دونوں کیلئے غلبہ، سو نہیں پہنچ سکیں گے وہ تمہاری طرف

بِاٰيٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝۳۵ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ

(جاؤ تم) ہماری نشانیوں کیساتھ، تم دونوں اور جس نے تمہاری پیروی کی غالب ہونگے○ پس جب آیا انکے پاس موسیٰ ہماری واضح نشانیوں کیساتھ

قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۶

تو انہوں نے کہا، نہیں ہے یہ مگر جادو ہی گھڑا ہوا، اور نہیں سنیں ہم نے یہ (باتیں) اپنے پہلے باپ دادا میں○

وَقَالَ مُوسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ
اور کہا موسیٰ نے، میرا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو جو آیا ساتھ ہدایت کے اسکی طرف سے، اور اس شخص کو کہ ہوگا اسکے لیے (بہتر)
عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ
انجام آخرت کا بلاشبہ نہیں فلاح پاتے ظالم ○ اور کہا فرعون نے، اے سردارو! نہیں جانتا میں
لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَي الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ
تمہارے لئے کوئی (اور) معبود سوائے اپنے، پس آگ جلا میرے لئے اے ہامان اوپر مٹی کے (یعنی اینٹیں بنا) پھر بنا تو میرے لئے ایک محل تاکہ
اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ
(اس پہ چڑھ کر) جھانکوں میں موسیٰ کے معبود کی طرف اور بلاشبہ میں البتہ گمان کرتا ہوں موسیٰ کو جھوٹوں میں سے ○ اور تکبر کیا اس نے اور اسکے لشکروں نے
فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ
زمین (مصر) میں ناحق اور گمان کیا انہوں نے کہ بیشک وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائینگے ○ پس پکڑ لیا ہم نے اسے اور اسکے لشکروں کو،
فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ
پھر پھینک دیا ہم نے انکو دریا میں، پس آپ دیکھیں کیسا ہوا انجام ظالموں کا؟ ○ اور بنایا تھا ہم نے انکو پیشوایان (کفر)، وہ بلاتے تھے
اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ
آگ کی طرف اور دن قیامت کے نہیں مدد کئے جائیں گے وہ ○ اور پیچھے لگا دی ہم نے ان کے اس دنیا میں لعنت
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ ع ۴
اور دن قیامت کے وہ بدحالوں میں سے ہوں گے ○ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب، بعد اس کے کہ
اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَاۗىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾
ہلاک کیا ہم نے پہلی امتوں کو بصیرتیں (عطا کرنیوالی) لوگوں کو اور ہدایت اور رحمت (کا ذریعہ) تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○
وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ
اور نہیں تھے آپ مغربی جانب (طور کی) جب وحی کی ہم نے موسیٰ کی طرف (خاص) معاملے کی، اور نہیں تھے آپ (اس واقعے کے)
مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا
دیکھنے والوں میں سے ○ لیکن ہم نے پیدا کیں کئی امتیں پس لمبی ہو گئیں ان پر عمریں اور نہیں تھے آپ مقیم
فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ
اہلِ مدین میں کہ تلاوت کرتے آپ ان پر ہماری آیتیں، لیکن ہم ہی تھے (آپکو رسول بنا کر) بھیجنے والے ○ اور نہیں تھے آپ
بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ
جانب طور کی جب آواز دی تھی ہم نے (موسیٰ کو) لیکن (یہ تو) رحمت ہے آپکے رب کی طرف سے، تاکہ آپ ڈرائیں اس قوم کو کہ نہیں آیا انکے پاس کوئی

نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا

ڈرانے والا آپ سے پہلے شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ پہنچتی انکو کوئی مصیبت بوجہ اسکے جو

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ

آگے بھیجا انکے ہاتھوں نے، تو وہ کہتے اے ہمارے رب! کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول کہ پیروی کرتے ہم تیری آیتوں کی اور ہوتے ہم

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ

مومنوں میں سے، (تو آپکو نہ بھیجتے) ○ پس جب آیا انکے پاس حق ہمارے پاس سے تو انہوں نے کہا، کیوں نہیں دیا گیا یہ پیغمبر مثل ان (معجزوں) کے جو

اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وقفة

دیئے گئے تھے موسیٰ؟ کیا نہیں انکار کیا انہوں نے انکا جو دیئے گئے تھے موسیٰ پہلے اس سے؟ انہوں نے کہا تھا، (یہ) دو جادوگر ہیں ایک دوسرے کے مددگار،

وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ

اور کہا انہوں نے، بلاشبہ ہم ہر ایک کے منکر ہیں ○ کہہ دیجیے! پس لے آؤ تم کوئی ایسی کتاب اللہ کے پاس سے کہ وہ زیادہ ہدایت والی ہو ان دونوں سے،

اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ

میں پیروی کروں گا اسکی، اگر ہو تم سچے ○ پس اگر نہ قبول کی انہوں نے آپکی بات تو جان لیجیے یقیناً وہ پیروی کر رہے ہیں اپنی خواہشوں کی،

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى

اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو پیروی کرے اپنی خواہش کی بغیر ہدایت کے اللہ کی طرف سے؟ بے شک اللہ نہیں ہدایت دیتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ ؕ ع ۵

ظالم لوگوں کو ○ اور البتہ تحقیق لگاتار بھیجا ہم نے ان کے لئے اپنا کلام تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○

﴿ تِلْكَ ﴾ یہ آیات جو تعظیم و توقیر کی مستحق ہیں۔ ﴿ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴾ کتاب مبین کی آیات ہیں ہر اس معاملے کو کھول کھول کر بیان کرتی ہیں جن کے بندے حاجت مند ہیں' مثلاً رب تعالیٰ کی معرفت' اس کے حقوق کی معرفت' اس کے اولیاء و اعداء کی معرفت' اس کے ایام و وقائع کی معرفت اعمال کے ثواب اور عمل کرنے والوں کی جزا کی معرفت۔ قرآن مجید نے ان تمام امور کو کھول کھول کر بیان کر کے بندوں کے سامنے پوری طرح واضح کر دیا۔

اس کے جملہ مضامین میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے کھول کر بیان کیا ہے اور متعدد مقامات پر اس کا اعادہ کیا ہے اور اس مقام پر بھی اس قصے کو تفصیل سے بیان کیا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ ﴾ ''ہم تمہیں موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کے کچھ حالات صحیح صحیح سناتے ہیں۔'' کیونکہ ان کے واقعات بہت ہی انوکھے اور ان کا قصہ نہایت تعجب انگیز ہے۔ ﴿ لِقَوْمٍ

﴿ يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''مومن لوگوں کے لیے'' پس انہی کو خطاب کیا گیا ہے اور کلام کا رخ بھی انہی کی طرف ہے۔ کیونکہ انہی کے پاس ایمان ہے جس کی بنا پر وہ اس میں تدبر کرتے ہیں' اسے قبول کرتے ہیں اور عبرت کے مواقع پر اس سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں اور ان کے ذریعے سے ایمان و یقین میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کی نیکیاں نشوونما پاتی ہیں۔ رہے ان کے علاوہ دیگر لوگ تو وہ ان سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ سوائے اس کے کہ ان پر حجت قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دور رکھا ہے' اپنے اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اس کو سمجھنے سے عاری ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے ﴿ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ ﴾ ''کہ بلاشبہ فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا۔'' یعنی اس نے اپنے اقتدار' سلطنت' لشکروں اور اپنے جبروت کی بنا پر تکبر اور سرکش لوگوں کا وتیرہ اختیار کیا۔ مگر وہ کامیاب لوگوں میں سے نہ تھا۔ ﴿ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا ﴾ ''اور اس نے وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا۔'' یعنی ان کو متفرق گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ وہ اپنی خواہش کے مطابق ان میں تصرف کرتا تھا اور اپنے قہر اور تسلط کے بل بوتے پر جو حکم چاہتا نافذ کرتا تھا۔

﴿ يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ ﴾ ''ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر دیا تھا۔'' اس گروہ سے مراد بنی اسرائیل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ اس کے لئے مناسب یہی تھا کہ وہ ان کی عزت و تکریم کرتا مگر اس نے ان کو زیردست بنا کر ذلیل کیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس کو روکنے والا اور اس کے ارادوں میں حائل ہونے والا کوئی نہیں ہے۔ اس لئے وہ ان کی کوئی پروا نہیں کرتا تھا اور نہ وہ ان کے معاملے کو کوئی اہمیت ہی دیتا تھا اور حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ ﴿ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ ﴾ ''وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔'' اس خوف سے کہ کہیں ان کی تعداد زیادہ نہ ہو جائے اور اس کے ملک میں وہ غالب آ کر کہیں اقتدار کے مالک نہ بن جائیں۔ ﴿ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴾ یعنی وہ ان لوگوں میں سے تھا جن کا مقصد اصلاح دین ہوتا ہے نہ اصلاح دنیا اور اس کا مقصد زمین میں اس کی طرف سے بگاڑ پیدا کرنا تھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ ﴾ ''اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیے گئے ہیں ان پر احسان کریں۔'' کہ ان پر سے ذلت کے تمام نشانات مٹا دیں اور ان لوگوں کو ہلاک کر دیں جو ان کے ساتھ دشمنی کرتے تھے اور انہیں تنہا چھوڑ دیں جو ان کی مخالفت کرتے تھے۔ ﴿ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً ﴾ ''اور (دین میں) ہم ان کو امام بنا دیں'' اور یہ چیز زیردست رہتے ہوئے حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کو زمین میں اقتدار اور پورا اختیار عطا کیا جائے۔ ﴿ وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ﴾ ''اور ہم ان کو زمین کا وارث بنا دیں'' جن کا آخرت سے پہلے ہی دنیا میں اچھا انجام ہو۔ ﴿ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ ﴾ ''اور ملک میں ان کو قدرت دیں۔'' ان تمام امور کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرما لیا ان پر اس کی مشیت جاری

ہوگئی۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور''ہم اسی طرح چاہتے تھے کہ ﴿ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا ﴾ ''فرعون' (اس کے وزیر) ہامان اوران کے لشکروں کو(جن کی مدد سے وہ ظلم اور بغاوت اور سرکشی کرتے تھے) ﴿ مِنْهُمْ ﴾ یعنی اس کمزور گروہ کی طرف سے۔ ﴿ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴾ ''وہ چیز جس سے وہ ڈرتے تھے۔''یعنی ان کوان کے گھروں سے نکال دینا۔اس لئے وہ ان کا قلع قمع کرنے' ان کی شوکت کو توڑنے اوران کے بیٹوں کو قتل کرنے میں کوشاں تھے کیونکہ ان کے بیٹے ان کی طاقت اور شوکت کا سبب تھے۔

ان تمام امور کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے اسباب کو آسان اور اس کی راہ کو ہموار کر دیتا ہے۔ یہ معاملہ بھی کچھ ایسا ہی تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب جاری فرمائے جس کو اس کے اولیاء جانتے تھے نہ اعداء...... جو اس مطلوب ومقصود تک رسائی کا ذریعہ بن گئے۔اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول موسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمایا جن کے ذریعے سے بنی اسرائیل کے گروہ کو نجات دلانا تھی' ان کی پیدائش انتہائی خوف کے حالات میں ہوئی کہ جب وہ اسرائیلی بیٹوں کو ذبح کر دیا کرتے تھے......تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی کہ وہ اپنے بیٹے (موسیٰ علیہ السلام) کو دودھ پلاتی رہیں اور انہیں اپنے پاس رکھیں ﴿ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ ﴾ ''اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو''یعنی جب کسی ایسے شخص کی آمد کا خطرہ محسوس کریں جو اسے فرعون کے پاس لے جائے۔ ﴿ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ ﴾ ''تو اسے دریا میں بہا دینا''یعنی ایک صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دینا۔

﴿ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ ''اور نہ خوف اور غم کھانا بے شک ہم اس بچے کو تیری ہی طرف لوٹا دیں گے اور اسے اپنا رسول بنائیں گے۔''پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خوشخبری سنا دی کہ وہ اس بچے کو ان کے پاس واپس لوٹا دے گا' یہ بچہ بڑا ہوگا اور ان کی سازشوں سے محفوظ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو رسول بنائے گا۔ یہ بہت بڑی اور جلیل القدر بشارت ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دی گئی تاکہ ان کا دل مطمئن اور ان کا خوف زائل ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے وہی کچھ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا۔اللہ تعالیٰ اس صندوق کو حفاظت کے ساتھ چلاتا رہا۔حتیٰ کہ فرعون کے گھر والوں نے اسے نکال لیا گویا وہ ان کے لئے راستے میں پڑا ہوا بچہ بن گیا جنہوں نے اسے نکالا تھا اور وہ اسے پا کر بہت خوش ہوئے ﴿ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ﴾ تاکہ ان کی عاقبت اور انجام یہ ہو کہ اٹھایا ہوا بچہ ان کا دشمن اوران کے لئے حزن وغم اور صدمے کا باعث بنے' اس کا سبب یہ ہے کہ تقدیر الٰہی کے مقابلے میں احتیاط کام نہیں آتی۔وہ چیز جس کے بارے میں وہ بنی اسرائیل سے خائف تھے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ ان کا قائد ان کے ہاتھوں میں' ان کی نظروں کے سامنے اور ان کی کفالت میں تربیت پائے۔

جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں غور وفکر کریں گے تو اس ضمن میں آپ پائیں گے کہ بنی اسرائیل کے لیے بہت سے مصالح حاصل ہوئے اور بہت سے پریشان کن امور سے انہیں چھٹکارا حاصل ہوا، اسی طرح آپ کو رسالت ملنے سے پہلے بنی اسرائیل پر سے بہت سے مظالم ختم ہو گئے، کیونکہ آپ مملکت فرعون کے ایک بڑے عہدے دار کی حیثیت سے رہتے تھے...... چونکہ آپ ایک بلند ہمت اور انتہائی غیرت مند انسان تھے اسی لیے طبعی طور پر آپ کی قوم کے بہت سے حقوق کا دفاع ہونا ضروری تھا۔ آپ کی ضعیف اور کمزور قوم...... جن کی کمزوری و ناتوانی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے...... کے بعض افراد اس ظالم و غاصب قوم کے خلاف جھگڑنے لگے تھے جیسا کہ اس کا بیان آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ظہور کے مقدمات تھے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ تمام امور آہستہ آہستہ اور بتدریج وقوع پذیر ہوتے ہیں' کوئی واقعہ اچانک رونما نہیں ہوتا۔ فرمایا: ﴿ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ﴾ یعنی یہ سب مجرم تھے اس لئے ہم نے ان کو ان کے جرم کی سزا دینے کا ارادہ کیا اور ہم نے ان کے مکر اور سازش کرنے کی پاداش میں ان کے خلاف چال چلی۔ پس جب فرعون کے گھر والوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دریا سے نکال لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کی جلیل القدر اور مومنہ بیوی آسیہ بنت مزاحم کے دل میں رحم ڈال دیا۔ ﴿ وَقَالَتِ ﴾ ''وہ بولی'' یہ لڑکا ﴿ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ ﴾ ''میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے'' یعنی اسے زندہ رکھ لو تاکہ اس کے ذریعے سے ہم اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں اور اپنی زندگی میں اس کے ذریعے سے مسرت حاصل کریں۔ ﴿ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ﴾ ''شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔'' یعنی یہ بچہ ان خدام میں شامل ہو گا جو ہمارے مختلف کام کرنے اور خدمات سرانجام دینے میں کوشاں رہتے ہیں یا اس سے بلند تر مرتبہ عطا کر کے اسے اپنا بیٹا بنالیں گے اور اس کی عزت و تکریم کریں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مقدر فرما دیا کہ وہ بچہ فرعون کی بیوی کو فائدہ دے جس نے یہ بات کہی تھی۔ جب وہ بچہ فرعون کی بیوی کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن گیا اور اسے اس بچے سے شدید محبت ہو گئی اور وہ بچہ اس کے لئے حقیقی بیٹے کی حیثیت اختیار کر گیا یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا...... تو اس نے جلدی سے ایمان لا کر اسلام قبول کر لیا۔ رضی اللہ عنہا

موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے مابین ہونے والی مذکورہ گفتگو کی بابت اللہ نے فرمایا: ﴿ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ یعنی انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ لوح محفوظ میں کیا درج ہے تقدیر نے انہیں کس عظیم الشان مقام پر فائز کر دیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے۔ اگر انہیں اس حقیقت کا علم ہوتا تو ان کا اور موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ کچھ اور ہی ہوتا۔

جب موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ سے جدا ہو گئے تو وہ بہت زیادہ غمگین ہوئیں۔ بشری تقاضے کے مطابق صدمے

اور قلق سے ان کا دل سخت بے قرار اور غم سے اڑا جا رہا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غم کرنے اور خوف زدہ ہونے سے روک دیا تھا اور ان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو واپس ان کے پاس لوٹا دے گا۔ ﴿ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ ﴾ ”تو قریب تھا کہ وہ اس (قصے) کو ظاہر کر دیتی۔“ یعنی دلی صدمے کی وجہ سے ﴿ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا ﴾ پس ہم نے ان کو ثابت قدمی عطا کی اور انہوں نے صبر کیا اور اس راز کو ظاہر نہ کیا۔ ﴿ لِتَكُوْنَ ﴾ ”تاکہ ہو جائے وہ“ صبر و ثبات کو یاد رکھتے ہوئے ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ”مومنوں میں سے“ جب بندہ مومن پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے اور وہ اس پر صبر اور ثابت قدمی سے کام لے تو اس سے اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ بندے کا مصیبت کے وقت ہمیشہ بے صبری کا مظاہرہ کرنا ایمان کی کمزوری ہے۔

﴿ وَقَالَتْ ﴾ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا ﴿ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ﴾ ”آپ کی بہن سے کہ اس بچے کے پیچھے پیچھے چلتی جاؤ۔“ یعنی اپنے بھائی کے پیچھے پیچھے جاؤ اور اس پر اس طرح نظر رکھ کہ کسی کو تمہارے بارے میں پتہ نہ چلے اور نہ تمہارے مقصد کا ان کو علم ہو۔ پس وہ ان کے پیچھے پیچھے چلتی رہی ﴿ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ یعنی وہ ایک طرف ہو کر اس طرح موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتی رہی گویا کہ وہ کوئی راہ گیر عورت ہے اور اس کا کوئی قصد و ارادہ نہیں ہے۔ یہ انتہا درجے کی حزم و احتیاط تھی اگر وہ بچے کو دیکھتی رہتی اور ایک قصد و ارادہ کے ساتھ آتی تو لوگ سمجھ جاتے کہ اسی عورت نے صندوق کو دریا میں ڈالا ہے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے گھر والوں کو سزا دینے کی خاطر، ذبح کر دیتے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم تھا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو کسی عورت کا دودھ پینے سے روک دیا' چنانچہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر ترس کھاتے ہوئے ان کو بازار میں لے آئے تاکہ شاید کوئی اسے تلاش کرتا ہوا آ جائے۔

موسیٰ علیہ السلام اسی حال میں تھے کہ ان کی بہن آئی اور کہنے لگی: ﴿ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴾ ”کیا میں تمہیں ایسے گھر والے بتاؤں کہ تمہارے لیے اس (بچے) کی کفالت کریں اور اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔“ یہ ان کی سب سے بڑی غرض و غایت تھی کیونکہ وہ اس سے بہت شدید محبت کرتے تھے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام دودھ پلانے والیوں کو موسیٰ علیہ السلام کے لئے ممنوع کر دیا تھا اس لئے انہیں ڈر تھا کہ کہیں بچہ مر نہ جائے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے وہ بات کہی اور ترغیب دی کہ وہ اس گھرانے کو دودھ پلانے کے لئے منتخب کریں جو بچے کی پوری حفاظت اور مکمل کفالت کے ذمہ دار اور اس کے خیر خواہ ہیں تو انہوں نے فوراً موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی بات مان لی اور اس نے اس گھر کا پتہ بتا دیا جو بچے کو دودھ پلا سکتے تھے۔

﴿ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ ﴾ ”پس ہم نے ان (موسیٰ علیہ السلام) کو ان کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا۔“ جیسا کہ ہم نے اس کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ ﴿ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ﴾ ”تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ

کھائیں۔'' کیونکہ اس کے پاس اس طرح پرورش پائے گا کہ وہ اس سے مطمئن اور خوش ہوگی اور اس کے ساتھ دودھ پلانے کی بہت بڑی اجرت بھی حاصل کرے گی۔ ﴿ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ ''اور یہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔'' ہم نے اس کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس میں سے کچھ وعدہ پورا ہوتے اسے عیاں طور پر دکھا دیا تاکہ اس سے اس کا دل مطمئن اور اس کے ایمان میں اضافہ ہو اور تاکہ وہ یہ بھی جان لے کہ ہم نے اس کی حفاظت کرنے اور اس کو رسول بنانے کا جو وعدہ کیا ہے وہ بھی ضرور پورا ہوگا۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' پس جب وہ کسی سبب کو بے ترتیب دیکھتے ہیں تو اس حقیقت سے کم علمی کی وجہ سے' کہ جلیل القدر معاملات اور بلند مقاصد و مطالب کے حصول سے پہلے انسان کو آزمائشوں اور مشقتوں سے گزرنا پڑتا ہے' ان کا ایمان ڈول جاتا ہے۔

پس موسیٰ علیہ السلام آل فرعون کے پاس شاہی ماحول میں تربیت پاتے رہے وہ شاہی سواریاں استعمال کرتے اور شاہی لباس پہنتے تھے۔ ان کی والدہ اس پر مطمئن تھیں یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی رضاعی ماں ہیں۔ لہٰذا موسیٰ علیہ السلام کا (والدہ) کے ساتھ رہنے اور ان کے ساتھ مہربانی کرنے کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ ذرا اللہ تبارک و تعالیٰ کے لطف و کرم پر غور کیجئے کہ اس نے کیسے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو ان کی بات چیت میں جھوٹ سے محفوظ رکھا اور معاملے کو ان کے لئے کتنا آسان کر دیا جس کی بنا پر ماں بیٹے کے درمیان ایک تعلق قائم ہو گیا جو لوگوں کی نظر میں رضاعت کا تعلق تھا جس کی بنا پر موسیٰ علیہ السلام ان کو ماں کہتے تھے۔ اس لئے اس تعلق کے حوالے سے موسیٰ علیہ السلام اور دیگر لوگوں کا اکثر کلام صداقت اور حق پر مبنی تھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ ﴾ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی پوری قوت اور عقل و فہم کو پہنچ گئے اور یہ صفت انسان کو غالب طور پر چالیس سال کی عمر میں حاصل ہوتی ہے ﴿ وَاسْتَوٰٓى ﴾ اور ان مذکورہ صفات میں درجہ کمال کو پہنچ گئے ﴿ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ﴾ ''تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا کیا۔'' یعنی ان کو ایسی دانائی عطا کی جس کی بنا پر انہیں احکام شرعیہ کی معرفت حاصل ہوگئی اور وہ نہایت دانائی کے ساتھ لوگوں میں فیصلہ کرتے تھے اور ان کو بہت سے علم سے نوازا ﴿ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ''اور اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔'' یعنی اچھے طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان سے پیش آنے والوں کو، اللہ تعالیٰ ان کے احسان کے مطابق علم اور حکمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ موسیٰ علیہ السلام کے کمال احسان پر دلالت کرتی ہے۔

﴿ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا ﴾ ''اور وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے باشندے سو رہے تھے۔'' یہ وقت یا تو قیلولے کا وقت تھا یا کوئی ایسا وقت تھا کہ جب لوگ آرام کرتے ہیں۔ ﴿ فَوَجَدَ

﴿فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ﴾ پس انہوں نے دو آدمیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑتے ہوئے پایا'' وہ دونوں ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔ ﴿هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ﴾ ''ایک تو ان کی قوم سے تھا'' یعنی بنی اسرائیل میں سے ﴿وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ﴾ ''دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تھا'' مثلاً قبطی وغیرہ۔ ﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ﴾ ''پس جو شخص ان کی قوم میں سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلے میں، جو ان کے دشمنوں میں سے تھا، موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی۔'' کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا نسب اب مشہور ہو چکا تھا اور لوگوں کو علم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام سے اس شخص کا مدد کا خواستگار ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ دارالسلطنت میں ایک نہایت اہم منصب پر فائز تھے جس سے لوگ خوف کھاتے تھے اور اس سے اپنی امیدیں بھی وابستہ رکھتے تھے۔ ﴿فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى﴾ موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی کی مدد کرنے کے لئے اس دشمن شخص کو گھونسہ رسید کیا ﴿فَقَضٰى عَلَيْهِ﴾ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت اور گھونسے کی شدت نے اس قبطی کا کام تمام کر دیا۔ اس پر آپ کو سخت ندامت ہوئی۔ آپ نے تاسف سے کہا: ﴿هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ ''یہ شیطان کا عمل ہے۔'' یعنی شیطان نے وسوسہ ڈالا اور اس برائی کو مزین کر دیا۔ ﴿اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''بے شک وہ دشمن اور صریح بہکانے والا ہے۔'' اسی لئے اس کی کھلی عداوت اور بندوں کو گمراہ کرنے کی حرص کے سبب سے یہ حادثہ پیش آیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے رب سے بخشش طلب کرتے ہوئے عرض کیا ﴿رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اے میرے رب! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے، پس اللہ نے اسے بخش دیا، بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' خاص طور پر جو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور فروتنی کرتے ہیں اور توبہ و انابت کے ساتھ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قتل ہوا اور آپ نے فوراً استغفار کر لیا۔

﴿قَالَ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ﴿رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ﴾ ''اے رب! بہ سبب اس کے جو تو نے مجھ پر انعام کیا۔'' تو نے مجھے قبول توبہ، مغفرت اور بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا ﴿فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا﴾ تو میں ہرگز مددگار نہیں ہوں گا ﴿لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''گناہ گاروں کا'' یعنی معاصی میں کسی کی مدد نہیں کروں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و احسان کے سبب سے موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے وعدہ ہے کہ وہ کسی مجرم کی مدد نہیں کریں گے جیسا کہ وہ قبطی کے قتل کے سلسلے میں کر چکے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بندے سے نیکی کرنے اور برائی ترک کرنے کا تقاضا کرتی ہیں۔

جب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے وہ شخص قتل ہو گیا جو آپ کے دشمن گروہ سے تعلق رکھتا تھا ﴿فَاَصْبَحَ فِي

﴿ الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ﴾ ''تو وہ صبح کے وقت شہر میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوئے۔'' کہ آیا آل فرعون کو اس قتل کے بارے میں علم ہوا ہے یا نہیں؟...... اور آپ کو خوف صرف اس لئے تھا کہ وہ جانتے تھے کہ آپ اسرائیلیوں میں سے ہیں اور ان حالات میں' ان کے سوا کوئی اور شخص یہ اقدام کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ ابھی وہ اس حال ہی میں تھے کہ ﴿ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ﴾ ''یکا یک وہ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص جس نے کل آپ کو (اپنے دشمن کے خلاف) مدد کے لئے پکارا آج پھر (ایک اور قبطی کے خلاف) مدد کے لئے پکار رہا ہے۔''

﴿ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی ﴾ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے حال پر اس کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا۔ ﴿ اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴾ یعنی تم کھلے گمراہ اور واضح طور پر برائی کے ارتکاب کی جرأت کرنے والے ہو۔

﴿ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ ﴾ ''پھر جب اس نے پکڑنے کا ارادہ کیا'' یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ﴿ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ﴾ ''اس آدمی کو جو ان دونوں کا دشمن تھا'' یعنی موسیٰ علیہ السلام اور جھگڑا کرنے والے اس اسرائیلی کے دشمن کو جس نے موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارا تھا۔ یعنی قبطی اور اسرائیلی کے درمیان جھگڑا جاری رہا اور اسرائیلی موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارتا رہا اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حمیت نے آلیا حتیٰ کہ انہوں نے اس قبطی کو پکڑنا چاہا ﴿ قَالَ ﴾ ''کہا'' قبطی نے اپنے قتل پر موسیٰ علیہ السلام کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے: ﴿ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ ﴾ ''اے موسیٰ! کیا تم مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح تم نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا' تم تو یہی چاہتے ہو کہ ملک میں ظلم و ستم کرتے پھرو۔'' کیونکہ زمین میں جابروں اور متکبروں کی سب سے بڑی علامت' ناحق قتل کرنا ہے۔

﴿ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴾ ''اور یہ نہیں چاہتے کہ تم نیکو کاروں میں سے ہو جاؤ۔'' ورنہ اگر تم اصلاح چاہتے تو کسی ایک کو قتل کرنے کا ارادہ کئے بغیر میرے اور اس کے درمیان حائل ہو جاتے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کرنے کے ارادے سے باز آ گئے اور اس کے وعظ اور زجر و توبیخ کی بنا پر رک گئے۔ ان دونوں واقعات میں موسیٰ علیہ السلام کی خبر پھیل گئی۔ یہاں تک کہ فرعون اور اس کے سرداروں نے باہم مشورہ کر کے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مرد صالح کو مقرر کیا جس نے جلدی سے موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہ اہل دربار نے ان کے بارے میں متفقہ طور پر کیا فیصلہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ﴾ ''اور ایک شخص شہر کی پرلی طرف سے دوڑتا ہوا آیا۔'' یعنی موسیٰ علیہ السلام سے خیر خواہی کی بنا پر اور اس خوف سے کہ کہیں موسیٰ علیہ السلام کو خبر ہونے سے پہلے ہی نہ پکڑ لیں ﴿ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ ﴾ ''اس نے کہا' اے موسیٰ! بے شک فرعون کے درباری آپ کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں'' ﴿ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ ﴾ ''تا کہ آپ کو مار ڈالیں' پس آپ نکل جائیں۔'' یعنی

شہر سے فرار ہو جائیں ﴿ اِنِّیْ لَکَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴾ ''میں آپ کا انتہائی خیر خواہ انسان ہوں۔''

موسیٰ علیہ السلام نے اس خیر خواہ انسان کی خیر خواہی پر عمل کیا۔ ﴿ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ﴾ ''پس اس بات سے ڈرتے ہوئے (کہ کہیں ان کو قتل نہ کر دیا جائے) اس شہر سے نکل پڑے'' اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی: ﴿ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ ''میرے رب! مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔'' کیونکہ اب وہ اپنے اس فعل سے توبہ کر چکے ہیں جس کا انہوں نے بغیر کسی قصد و ارادے کے غصے کی حالت میں ارتکاب کیا تھا اب ان کا آپ کو دھمکی دینا ظلم اور زیادتی ہے۔ ﴿ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ ﴾ یعنی جب آپ نے مدین جانے کا ارادہ کیا۔ مدین جنوبی فلسطین میں واقع تھا جہاں فرعون کی عملداری نہ تھی۔ ﴿ قَالَ عَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴾ ''کہنے لگے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا راستہ بتائے۔'' یعنی معتدل اور مختصر راستہ جو نہایت آسانی اور سہولت سے مدین پہنچا تا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو سیدھا اور مختصر راستہ دکھایا اور وہ مدین پہنچ گئے۔ ﴿ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ ﴾ ''جب مدین کے پانی پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں لوگ جمع ہیں اور پانی پلا رہے ہیں۔'' یعنی اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ اہل مدین بہت زیادہ مویشیوں کے مالک تھے ﴿ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ ﴾ ''اور انہوں نے پائیں ان لوگوں سے ورے۔'' یعنی لوگوں سے الگ تھلگ ﴿ امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ ﴾ ''دو عورتیں (اپنی بکریوں کو لوگوں کے حوضوں سے) دور ہٹاتے ہوئے'' کیونکہ وہ مردوں کے بخل اور عدم مروت کی بنا پر ان سے مزاحم ہونے سے عاجز تھیں ﴿ قَالَ ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا ﴿ مَا خَطْبُكُمَا ﴾ اس صورت حال میں تمہیں کیا پریشانی ہے۔ ﴿ قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ ﴾ ''انہوں نے کہا' ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاتیں جب تک چرواہے لوٹ نہ جائیں'' یعنی عام طور پر یوں ہوتا ہے کہ بکریوں کو پانی پلانے کے لئے ہماری باری نہیں آتی جب تک کہ تمام چرواہے اپنی بکریوں کو پانی پلا کر وہاں سے ہٹ نہ جائیں۔ جب جگہ خالی ہوتی ہے تو ہم اپنے مویشوں کو پانی پلاتی ہیں۔ ﴿ وَاَبُوْنَا شَیْخٌ كَبِیْرٌ ﴾ ''اور ہمارا والد ایک بوڑھا آدمی ہے۔'' جس میں مویشیوں کو پانی پلانے کی طاقت ہے نہ ہم میں اتنی قوت ہے کہ ہم اپنے مویشیوں کو پانی پلا سکیں اور نہ ہمارے گھرانے میں مرد ہی ہیں جو ان چرواہوں سے مزاحم ہو سکیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان دونوں عورتوں پر بہت رحم آیا ﴿ فَسَقٰی لَهُمَا ﴾ پس موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کوئی اجرت لئے بغیر محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے مقصد سے ان کے مویشیوں کو پانی پلا دیا۔ جب آپ نے ان کے مویشیوں کو پانی پلایا تو دوپہر اور سخت دھوپ کا وقت تھا اور اس کی دلیل یہ ہے ﴿ ثُمَّ تَوَلّٰٓی اِلَی الظِّلِّ ﴾ ''پھر ایک سایہ دار جگہ کی طرف ہٹ آئے۔'' یعنی تھکاوٹ کے بعد آرام لینے کے لئے سائے میں آئے۔ ﴿ فَقَالَ ﴾ اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے رزق کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا: ﴿ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴾

یعنی تو جو بھلائی میری طرف بھیجے اور میرے لئے مہیا کرے میں اس کا محتاج ہوں۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی اپنی زبان حال کے ذریعے سے دعا تھی اور زبان حال کے ذریعے سے دعا کرنا زبان قال کے ذریعے سے دعا کرنے سے زیادہ بلیغ ہے' وہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔

وہ دونوں عورتیں اپنے والد کے پاس گئیں اور ان کو تمام واقعہ کہہ سنایا۔ ان کے والد نے ان میں سے ایک عورت کو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا وہ آپ کے پاس آئی ﴿ تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ ﴾ ''شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی۔'' یہ حیا اس عورت کی اچھی فطرت اور خلق حسن پر دلالت کرتی ہے۔ حیا اخلاق فاضلہ میں شمار ہوتی ہے...... خاص طور پر عورتوں میں۔ یہ چیز اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان خواتین کے مویشیوں کو جو پانی پلایا تھا کسی نوکر یا غلام کی حیثیت سے نہیں پلایا تھا کہ جن سے عموماً شرمایا نہیں جاتا بلکہ موسیٰ علیہ السلام تو عزت نفس رکھنے والے شخص تھے اس لئے اس عورت نے آپ کے جس حسن اخلاق کا مشاہدہ کیا وہ اس کی حیا کا موجب تھا۔

﴿ قَالَتْ ﴾ پس اس عورت نے آ کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ﴾ ''بے شک آپ کو میرے والد بلاتے ہیں کہ آپ نے جو ہمارے لیے پانی پلایا تھا اس کی آپ کو اجرت دیں۔'' یعنی آپ پر کسی قسم کا احسان کرتے ہوئے نہیں بلکہ آپ نے ہم پر احسان کی ابتدا کی ہے ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ ہم آپ کے احسان کا بدلہ دیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کی بات مان لی۔ ﴿ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ ﴾ ''پس جب موسیٰ ان کے پاس آئے اور ان کے سامنے اپنا واقعہ بیان کیا۔'' یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ابتدائی اسباب سے لے کر' جو وہاں سے آپ کے فرار کے موجب بنے' یہاں پہنچنے تک' تمام واقعات سنا دیئے ﴿ قَالَ ﴾ ''انہوں نے کہا'' موسیٰ علیہ السلام کا خوف دور کرتے اور ان کی دل جوئی کرتے ہوئے: ﴿ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ یعنی آپ کو ڈرنا اور خوف نہیں کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان ظالموں سے نجات دے دی ہے اور آپ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں ان کا کوئی اختیار نہیں۔

﴿ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا ﴾ یعنی ان کی ایک بیٹی نے کہا: ﴿ یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ﴾ یعنی انہیں اپنے پاس اجرت پر رکھ لیں یہ آپ کی بکریوں کو چرائیں گے اور انہیں پانی پلائیں گے ﴿ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴾ یعنی موسیٰ علیہ السلام تمام ملازموں سے بہتر ہیں کیونکہ یہ طاقتور بھی ہیں اور امین بھی اور بہترین ملازم وہ ہوتا ہے جس میں وہ کام کرنے کی قوت اور قدرت ہو جس کے لئے اسے ملازم رکھا گیا ہے اور اس میں خیانت نہ ہو اور وہ امین ہو۔ یہ دونوں صفات ہر اس شخص میں اہمیت دیئے جانے کے لائق ہیں جس کو کوئی منصب سونپا جائے یا اسے اجرت وغیرہ پر رکھا جائے۔ معاملات میں خلل اس وقت واقع ہوتا ہے جب یہ دونوں اوصاف یا ان میں سے ایک وصف مفقود ہو۔ ان دونوں اوصاف کے اجتماع سے اس کام کی بدرجہ احسن تکمیل ہوتی ہے۔

اس عورت نے اپنے باپ کو مشورہ اس لئے دیا تھا کہ اس نے بکریوں کو پانی پلاتے وقت موسیٰ علیہ السلام کی قوت اور نشاط کا مشاہدہ کر لیا تھا جس سے اس نے آپ کی قوت کا اندازہ لگا لیا تھا اور اسی طرح اس نے موسیٰ علیہ السلام کی امانت اور دیانت کو بھی پرکھ لیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں پر اس وقت اور اس حالت میں رحم کھایا تھا جب ان سے کسی فائدے کی امید نہ تھی آپ کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی تھا۔

﴿ قَالَ ﴾ یعنی صاحب مدین نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ ہٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ﴾ ''میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تم سے بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم میری خدمت کرو۔'' یعنی میرے ہاں نوکر ٹھہر جاؤ۔ ﴿ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ﴾ آٹھ سال تک ﴿ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ ﴾ ''پس اگر آپ دس سال پورے کر دیں تو یہ آپ کی طرف سے ہوگا۔'' یعنی آپ کی طرف سے عطیہ ہوگا زائد مدت آپ پر واجب نہیں ہے۔ ﴿ وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ ﴾ ''میں نہیں چاہتا کہ تم پر سختی کروں'' اور میں حتمی طور پر دس سال کی مدت مقرر کر دوں اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو پر مشقت کاموں کے لئے ملازم رکھوں۔ میں نے تو آپ کو نہایت آسان کام کے لئے ملازم رکھا ہے جس میں کوئی مشقت نہیں۔ ﴿ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴾ ''تم مجھے ان شاء اللہ نیک لوگوں میں پاؤ گے۔'' صاحب مدین نے آپ کو کام کی سہولت اور حسن معاملہ کے ذریعے سے ترغیب دی۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ مرد صالح کے لئے مناسب یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو حسن اخلاق سے کام لے۔

﴿ قَالَ ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے صاحب مدین کی شرائط اور اس کا مطالبہ قبول کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ ذٰلِکَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ ﴾ یعنی وہ شرط جس کا آپ نے ذکر کیا ہے مجھے منظور ہے میرے اور آپ کے درمیان معاہدہ پکا ہے۔ ﴿ اَیَّمَا الۡاَجَلَیۡنِ قَضَیۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَیَّ ﴾ ''میں دونوں مدتوں میں سے جو بھی مدت پوری کروں' تو مجھ پر زیادتی نہ ہو'' خواہ میں آٹھ (سال) پورے کروں جن کو پورا کرنا واجب ہے یا عطیہ کے طور پر آٹھ سال سے زائد کام کروں۔ ﴿ وَ اللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَکِیۡلٌ ﴾ ''اور ہم جو معاہدہ کرتے ہیں اللہ اس کا گواہ ہے۔'' یعنی حفاظت کرنے والا اور نگہبانی کرنے والا ہے وہ جانتا ہے کہ ہم نے کیا معاہدہ کیا ہوا ہے۔

مذکورہ شخص' ان دو عورتوں کا والد اور صاحب مدین' وہ شعیب نہیں جو معروف نبی ہیں جیسا کہ بہت سے لوگوں کے ہاں مشہور ہے۔ یہ ایک ایسا قول ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ اس ضمن میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شعیب علیہ السلام کا شہر بھی مدین ہی تھا اور یہ واقعہ بھی مدین ہی میں پیش آیا...... دونوں امور میں تلازم کیونکر واقع ہو گیا؟ نیز یہ بھی یقینی طور پر معلوم نہیں کہ آیا موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے یا نہیں ان کا شعیب علیہ السلام سے ملاقات کرنا کیونکر معلوم ہو سکتا ہے؟ اگر وہ شخص' شعیب علیہ السلام ہی ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ضرور فرماتا اور وہ

خواتین بھی اس بات کا ذکر کرتیں۔

نیز شعیب علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کر ڈالا تھا' ان میں سے صرف وہی لوگ باقی بچے تھے جو ایمان لے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس بات سے اپنی پناہ میں رکھا ہے کہ وہ اپنے نبی کی دو بیٹیوں کو پانی سے محروم کرنے اور ان کے مویشیوں کو پانی سے روکنے پر راضی ہوں یہاں تک کہ ایک اجنبی شخص آئے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے ان کے مویشیوں کو پانی پلا دے۔ خود حضرت شعیب بھی اس پر راضی نہیں ہو سکتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام ان کی بکریاں چرائیں اور ان کے پاس خادم بن کر رہیں حالانکہ موسیٰ علیہ السلام شعیب علیہ السلام سے افضل اور بلند تر درجے پر فائز تھے...... البتہ اگر یہ واقعہ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے پہلے کا ہے تب اس میں کوئی منافات نہیں۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت صحیحہ کے بغیر اس قول پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ شخص مذکور شعیب نبی تھے۔ واللہ اعلم۔

﴿ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ ﴾ ''پس جب موسیٰ (علیہ السلام) نے مدت پوری کر دی۔'' اس میں دونوں احتمال موجود ہیں کہ آپ نے وہ مدت پوری کی ہو جس کا پورا کرنا آپ پر واجب تھا یا اس کے ساتھ وہ زائد مدت بھی پوری کی ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کے ایفائے عہد کے وصف کی بنا پر یہی گمان کیا جا سکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اپنے گھر والوں' اپنی والدہ اور اپنے خاندان والوں کے پاس اپنے وطن پہنچنے کا اشتیاق پیدا ہوا...... جناب موسیٰ علیہ السلام کا خیال تھا کہ اس طویل مدت میں لوگ اس قبطی کے قتل کے واقعہ کو بھول گئے ہوں گے۔ ﴿ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ ﴾ ''اپنے گھر والوں کو لے کر چلے۔'' مصر کا قصد کر کے ﴿ اٰنَسَ ﴾ یعنی آپ نے دیکھا ﴿ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴾ ''طور کی طرف آگ' کو تو وہ اپنے گھر والوں سے کہنے لگے' ٹھہرو۔ مجھے آگ نظر آئی ہے۔ شاید میں وہاں سے کچھ پتہ لاؤں یا آگ کا انگارا لے آؤں تا کہ تم تاپو۔'' وہ راستے سے بھٹکے ہوئے بھی تھے اور موسم بھی سرد تھا۔

جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو آواز دیئے گئے کہ ﴿ يٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار۔'' پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی الوہیت اور ربوبیت کی خبر دی ہے اور اس سے یہ چیز لازم آتی ہے کہ وہ اپنی عبادت کا حکم دے جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں آتا ہے ﴿ فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴾ (طٰہٰ: ۲۰/۱۴) ''میری عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر۔''

﴿ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ﴾ ''اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دیں'' تو آپ نے اپنا عصا پھینک دیا۔ ﴿ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ ﴾ ''پس جب موسیٰ نے لاٹھی کو حرکت کرتے ہوئے دیکھا'' یعنی آپ نے اس کو دوڑتا ہوا دیکھا اس کی شکل بہت ہولناک تھی ﴿ كَاَنَّهَا جَآنٌّ ﴾ گویا کہ وہ بہت بڑا اژدہا سانپ ہے۔ ﴿ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ﴾ تو

موسیٰ علیہ السلام واپس بھاگے اور دل پر خوف کے غلبہ کی وجہ سے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ﴿ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴾ ''اے موسیٰ! آگے آؤ اور ڈرو مت، تم امن پانے والوں میں ہو۔'' یہ فقرہ عدم خوف اور امن عطا کرنے میں بلیغ ترین فقرہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿ اَقْبِلْ ﴾ سامنے آنے کے حکم اور اس کی تعمیل کا تقاضا کرتا ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان سامنے آتا ہے مگر وہ ابھی تک خوف کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿ وَلَا تَخَفْ ﴾ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دو امور کا حکم دیا۔ سامنے آنا اور دل میں کسی قسم کے خوف کو نہ رکھنا۔ مگر ان کے باوجود یہ احتمال باقی رہ جاتا ہے کہ وہ شخص مامور خوف سے آزاد ہو کر آئے مگر اسے امر مکروہ سے حفاظت اور امن کی ضمانت حاصل نہ ہو۔ اس لئے فرمایا: ﴿ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴾ ''بے شک آپ امن پانے والوں میں سے ہیں'' تب خوف ہر لحاظ سے زائل ہو جاتا ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام ہر خوف اور رعب سے آزاد اور مطمئن ہو کر اور اپنے رب کی خبر پر اعتماد کرتے ہوئے سامنے آئے، ان کے ایمان میں اضافہ اور ان کا یقین مکمل ہو چکا تھا۔ یہ معجزہ تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کے فرعون کے پاس جانے سے قبل آپ کو مشاہدہ کروایا تاکہ جب آپ فرعون کے پاس جائیں تو یقین کامل کے مقام پر فائز ہوں تو اس صورت میں آپ زیادہ جرأت، زیادہ قوت اور صلابت کے ساتھ فرعون کے پاس جائیں گے۔

پھر اللہ نے ایک اور معجزے کا مشاہدہ کروایا چنانچہ فرمایا: ﴿ اُسْلُكْ يَدَكَ ﴾ یعنی اپنا ہاتھ داخل کر ﴿ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ﴾ ''اپنے گریبان میں تو بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا۔'' موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر باہر نکال لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ ﴿ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ ﴾ اور اپنے بازوؤں کو بھینچ لیں تاکہ آپ کا ڈر اور خوف زائل ہو جائے ﴿ فَذٰنِكَ ﴾ ''پس یہ'' یعنی عصا کا سانپ بن جانا اور گریبان سے ہاتھ کا چمکتا ہوا نکلنا ﴿ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قطعی براہین ہیں۔ ﴿ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴾ ''فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف جاؤ کہ وہ نافرمان لوگ ہیں۔'' ان کے لئے مجرد انذار اور رسول کا ان کو حکم دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ان کے لئے ظاہری معجزات بھی ضروری ہیں اگر وہ کوئی فائدہ دیں۔

﴿ قَالَ ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور معذرت کرتے، رب تعالیٰ نے جو آپ پر ذمہ داری ڈالی تھی اس پر اس سے مدد کی درخواست کرتے اور اس راستے میں پیش آنے والے موانع کا ذکر کرتے ہوئے، تاکہ ان کا رب ان تمام مشکلات کو آسان کر دے...... عرض کیا: ﴿ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا ﴾ ''اے میرے رب! میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کیا ہے۔'' یعنی ﴿ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً ﴾ ''پس مجھے خوف ہے کہ وہ کہیں مجھ کو مار نہ ڈالیں اور ہارون جو میرا بھائی ہے اس کی زبان

مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج۔'' یعنی اس کو میرے ساتھ میرا معاون اور مددگار بنا کر بھیج ﴿یُّصَدِّقُنِیۡۤ﴾ ''جو میری تصدیق کرے'' کیونکہ ایک دوسرے کی موافقت کرتی ہوئی خبروں کے ساتھ تصدیق' حق کو طاقتور بنا دیتی ہے۔ ﴿اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ﴾ ''مجھے خوف ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے فرمایا: ﴿سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیۡکَ﴾ یعنی ہم آپ کے بھائی کے ذریعے سے آپ کی مدد کریں گے اور آپ کو طاقت اور قوت عطا کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قتل کے الزام کے خوف کو بھی زائل کر دیا۔ فرمایا: ﴿وَ نَجۡعَلُ لَکُمَا سُلۡطٰنًا﴾ ہم آپ کو دلیل اور برہان کے ذریعے سے آپ کی دعوت میں قوت اور آپ کے دشمن کے مقابلے میں ہیبت الٰہیہ عطا کریں گے۔ ﴿فَلَا یَصِلُوۡنَ اِلَیۡکُمَا﴾ ''پس وہ آپ دونوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے'' اور اس کا سبب ہماری نشانیاں اور وہ حق ہے جس پر یہ نشانیاں دلالت کرتی ہیں۔ نیز اس کا سبب یہ بھی ہے کہ جو کوئی ان نشانیوں کو دیکھتا خوف زدہ ہو جاتا ہے۔ انہی نشانیوں کے سبب سے آپ کو قوت حاصل ہو گی اور دشمن کے فریب کا تارو پود بکھر جائے گا اور یہ نشانیاں آپ کو' ساز وسامان سے لیس بڑے بڑے لشکروں سے بڑھ کر کام دیں گی۔

﴿اَنۡتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَکُمَا الۡغٰلِبُوۡنَ﴾ ''تم اور تمہارے متبعین غالب رہو گے۔'' یہ وعدہ موسیٰ علیہ السلام سے اس وقت کیا گیا تھا جب آپ بالکل تنہا تھے اور فرار رہنے کے بعد اپنے وطن واپس لوٹے تھے۔ حالات و واقعات بدلتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور آپ کو ملک اور بندوں پر اختیار عطا کر دیا آپ اور آپ کے پیروکار ملک میں غالب آ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے پیغام کے ساتھ فرعون کے پاس گئے۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَہُمۡ مُّوۡسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ﴾ ''پس جب موسیٰ (علیہ السلام) ان کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آئے۔'' یعنی موسیٰ علیہ السلام اپنی دعوت کی تائید میں واضح دلائل لائے جن میں کوئی کوتاہی تھی نہ کوئی پوشیدہ چیز ﴿قَالُوۡا﴾ تو فرعون کی قوم نے ظلم' تکبر اور عناد کی بنا پر کہا: ﴿مَا ہٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّفۡتَرًی﴾ ''یہ تو جادو ہے جو اس نے بنا کر کھڑا کیا ہے۔'' جیسا کہ فرعون نے اس وقت کہا تھا جب حق ظاہر ہو کر باطل پر غالب آ گیا اور باطل مضمحل ہو گیا' تمام بڑے بڑے سردار جو معاملات کے حقائق کو جانتے تھے آپ کے سامنے سرنگوں ہو گئے' تو فرعون نے کہا تھا: ﴿اِنَّہٗ لَکَبِیۡرُکُمُ الَّذِیۡ عَلَّمَکُمُ السِّحۡرَ﴾ (طٰہٰ : ۷۱/۲۰) ''یہ تمہارا سردار ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔'' یہ ذہین مگر ناپاک شخص جو مکر و فریب اور چالبازی کی انتہا کو پہنچ گیا تھا جس کا قصہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا' حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اسے زمین و آسمان کے رب نے نازل کیا ہے۔ مگر اس پر بدبختی غالب تھی۔

﴿وَ مَا سَمِعۡنَا بِہٰذَا فِیۡۤ اٰبَآئِنَا الۡاَوَّلِیۡنَ﴾ ''اور یہ ہم نے اپنے اگلے باپ دادا میں تو (کبھی یہ بات) نہیں

سنی۔'' یہ بھی انہوں نے جھوٹ بولا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح دلائل و براہین کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِن قَبْلُ بِالْبَيِّنَٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِى شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُم بِهِۦ حَتَّىٰٓ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ ٱللَّهُ مِنۢ بَعْدِهِۦ رَسُولًا كَذَٰلِكَ يُضِلُّ ٱللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴾ (غافر: ٤٠/ ٣٤) ''اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف واضح دلائل لے کر آئے مگر وہ جو کچھ لے کر آئے تھے اس کے بارے میں تم شک میں مبتلا رہے پھر جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہا اب اللہ ان کے بعد کوئی رسول مبعوث نہیں کرے گا۔ اسی طرح اللہ ہر ایسے شخص کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے جو حد سے تجاوز کرنے والا اور شکی ہوتا ہے۔''

﴿ وَقَالَ مُوسَىٰ ﴾ جب انہوں نے دعویٰ کیا کہ جو چیز موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ جادو اور گمراہی ہے اور ان کا موقف سراسر ہدایت پر مبنی ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ رَبِّىٓ أَعْلَمُ بِمَن جَآءَ بِٱلْهُدَىٰ مِنْ عِندِهِۦ وَمَن تَكُونُ لَهُۥ عَٰقِبَةُ ٱلدَّارِ ﴾ ''میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے اور جس لیے آخرت کا اچھا انجام ہوگا۔'' جب تمہارے ساتھ بحث کرنے اور تمہارے سامنے واضح دلائل بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، تم نے گمراہی ہی میں سرگرداں رہنے اور اپنے کفر کی تائید میں جھگڑنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ہدایت یافتہ کون ہے اور ہدایت سے محرومی کس کے حصے میں آئی ہے، نیز کس کا انجام اچھا ہے ہمارا یا تمہارا؟ ﴿ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴾ ''بے شک ظالم نجات نہیں پائیں گے۔'' اچھی عاقبت اور فوز و فلاح سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے متبعین سرفراز ہوئے اور ان منکرین حق کے نصیب میں برا انجام، خسارہ اور ہلاکت لکھ دیے گئے۔

﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ﴾ فرعون نے اپنے رب کے بارے میں جسارت اور اپنی قوم کے احمق اور کمزور عقل لوگوں کے سامنے خوشنما باتیں کرتے ہوئے کہا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِى ﴾ ''اے اہل دربار! میں تمہارا اپنے سوا کسی کو معبود نہیں جانتا'' یعنی میں اکیلا تمہارا الٰہ اور معبود ہوں اگر میرے سوا کوئی اور الٰہ ہوتا تو میرے علم میں ضرور ہوتا۔ ذرا فرعون کی یہ کامل احتیاط ملاحظہ کیجیے، اس نے یہ نہیں کہا: (مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي) ''میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔'' بلکہ یہ کہا ''میں تمہارا اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا۔'' کیونکہ وہ ان کے نزدیک ایک عالم فاضل شخص تھا وہ جو بھی کوئی بات کرتا تھا وہ ان کے نزدیک حق ہوتی تھی اور وہ جو بھی کوئی حکم دیتا تھا اس کی اطاعت کرتے تھے۔ پس جب اس نے یہ بات کہی جس میں یہ احتمال تھا کہ فرعون کے سوا کوئی اور بھی الٰہ ہے تو اس نفی کو متحقق کرنے کے ارادے سے ہامان سے کہا: ﴿ فَأَوْقِدْ لِى يَٰهَٰمَٰنُ عَلَى ٱلطِّينِ ﴾ ''اے ہامان! تو میرے لیے مٹی پر آگ جلا'' تاکہ وہ پکی اینٹیں تیار کرے۔ ﴿ فَٱجْعَل لِّى صَرْحًا ﴾ ''پھر میرے لیے ایک محل بنوا دو'' یعنی ایک بلند عمارت ﴿ لَّعَلِّىٓ أَطَّلِعُ إِلَىٰٓ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّى لَأَظُنُّهُۥ مِنَ ٱلْكَٰذِبِينَ ﴾ ''تاکہ میں موسیٰ کے

معبود کی طرف جھانک لوں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔'' مگر اس میں اس گمان کو سچ کر دکھاؤں گا اور تمہارے سامنے موسیٰ علیہ السلام کا جھوٹ عیاں کروں گا۔ ملاحظہ کیجئے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ کتنی بڑی جسارت ہے۔ کسی آدمی نے اتنی بڑی جسارت نہیں کی۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی' خود اللہ ہونے کا دعویٰ کیا' اس نے اس بات کی بھی نفی کی کہ اسے معبود حق کے بارے میں علم ہے اور اس نے موسیٰ علیہ السلام کے معبود تک پہنچنے کے لئے اسباب مہیا کرنے کا حکم دیا۔ یہ سب ابہام پیدا کرنے کی کوشش ہے' مگر حیرت ہے ان درباریوں پر جو اپنے آپ کو مملکت کے ستون اور سلطنت کے معاملات میں بڑا مدبر سمجھتے تھے۔ فرعون کیسے ان کی عقلوں کے ساتھ کھیلتا رہا اور کیسے ان کو بیوقوف بناتا رہا۔ اس کا سبب ان کا فسق تھا جو ان کا وصف راسخ بن گیا تھا۔ ان کا دین فاسد ہو گیا پھر اس کے نتیجے میں ان کی عقل بھی خرابی کا شکار ہو گئی۔ اے اللہ! ہم تجھ سے ایمان پر ثابت قدمی اور استقامت کا سوال کرتے ہیں ہمیں ہدایت سے سرفراز کرنے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔ تو ہمیں اپنی بے پایاں رحمت سے نواز بلاشبہ تو بہت زیادہ نوازش کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴾ ''اور فرعون نے اور اس کے لشکر نے ناحق طور پر ملک میں تکبر کیا۔'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ متکبرانہ رویہ رکھا اور ان کو سخت عذاب میں مبتلا کیا' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور ان کی دعوت کو تکبر کے ساتھ ٹھکرا دیا۔ انہوں نے آیات الٰہی کی تکذیب کی اور اس زعم باطل میں مبتلا رہے کہ ان کا مسلک اعلیٰ و افضل ہے۔ ﴿ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ﴾ ''اور وہ خیال کرتے تھے کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔'' اس لئے انہیں ایسا کرنے کی جرأت ہوئی ورنہ اگر انہیں علم ہوتا اور انہیں اس بات کا یقین ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو وہ کبھی بھی ایسا کام نہ کرتے جو انہوں نے کیا۔ ﴿ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ ﴾ جب وہ اپنے عناد اور سرکشی پر جمے رہے تو ہم نے فرعون اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا ﴿ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴾ ''پھر ہم نے انہیں دریا میں ڈال دیا' پس دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔'' ان کا انجام گھاٹے والا اور بدترین انجام تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیاوی سزا کے ساتھ ساتھ اخروی عذاب میں بھی مبتلا کیا۔

﴿ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ﴾ ''نیز ہم نے انہیں جہنم کی طرف دعوت دینے والے سرغنے بنا دیا'' یعنی ہم نے فرعون اور اس کے سرداروں کو ایسے راہنما بنایا جن کی پیروی کا انجام جہنم کی رسوائی اور بدبختی ہے۔ ﴿ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ﴾ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لئے ان کی مدد نہیں کی جا سکے گی' وہ کمزور ترین لوگ ہوں گے' اپنے آپ سے عذاب کو دور نہ کر سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی والی اور مددگار نہ ہوگا۔ ﴿ وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ﴾ ''اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی'' یعنی

اس سزا اور رسوائی کے علاوہ دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے۔ وہ مخلوق کے ہاں نہایت قبیح اوصاف کے ساتھ معروف، مغضوب اور مذموم ہیں اور یہ ایسا معاملہ ہے جس کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اس دنیا میں ائمہ ملعونین اور ان کے پیشواؤں میں شمار ہوتے ہیں۔ ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ﴾ "اور وہ قیامت کے دن بدحالوں میں سے ہوں گے۔" یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں گے' ان کے افعال نہایت گندے ہیں' جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض' اس کی مخلوق کے ہاں اور خود اپنی نظر میں ناپسندیدہ ہیں۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ "اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا کی۔" اس سے مراد تورات ہے ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى﴾ "پہلے زمانے کے لوگوں کو ہلاک کرنے کے بعد۔" وہ لوگ جن کا خاتمہ تمام لوگوں کو یعنی فرعون اور اس کی افواج کو ہلاک کر کے کیا گیا۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ نزول تورات کے بعد قوموں کی ہلاکت عامہ کی سزا منقطع ہو گئی اور کفار کے خلاف جہاد بالسیف مشروع ہوا۔ ﴿بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ﴾ "لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل" اس سے مراد کتاب اللہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی جس میں لوگوں کے لیے بصیرت ہے' یعنی اس میں ایسے اصول بیان کیے گئے ہیں جن کے ذریعے سے وہ دیکھ سکتے ہیں کہ کیا چیز ان کو فائدہ دیتی ہے اور کیا چیز ان کو نقصان دیتی ہے۔ پس اس سے نافرمان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جاتی ہے اور مومن اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تب یہ کتاب مومن کے حق میں رحمت اور اس کے لیے راہ راست کی طرف راہنمائی ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ "اور ہدایت اور رحمت بنا کر' تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔" جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان اخبار غیب سے آگاہ فرمایا تو پھر بندوں کو متنبہ کیا کہ یہ خبریں محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وحی الٰہی کے سوا کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس سے وہ یہ خبریں حاصل کر سکیں۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ﴾ "اور آپ (اس وقت) مغرب کی طرف نہیں تھے۔" یعنی کوہ طور کے مغربی گوشے میں جب ہم نے موسیٰ کو حکم احکام کی وحی پہنچائی تھی ﴿وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ "اور نہ آپ دیکھنے والوں میں سے تھے۔" یعنی آپ ان تمام واقعات کا مشاہدہ نہیں کر رہے تھے کہ یہ کہا جائے کہ اس طریقے سے آپ کو اس قصے کی خبر ہوئی ہے۔ ﴿وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ﴾ "لیکن ہم نے (موسیٰ کے بعد) کئی امتوں کو پیدا کیا پھر ان پر مدت طویل گزر گئی۔" اس لیے علم ناپید ہو گیا اور آیات الٰہی کو فراموش کر دیا گیا۔ ہم نے آپ کو ایسے وقت میں مبعوث کیا جب آپ کی سخت ضرورت' اور اس علم کی شدید حاجت تھی جو ہم نے آپ کو عطا کیا اور آپ کی طرف وحی کیا ﴿وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا﴾ یعنی آپ مقیم نہ تھے ﴿فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا﴾ "اہل مدین میں کہ ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے۔" یعنی آپ ان کو تعلیم دیتے تھے نہ ان سے تعلیم لیتے تھے' حتیٰ کہ (گمان گزرتا کہ) آپ

نے موسیٰ علیہ السلام اور اہل مدین کے بارے میں جو خبر دی ہے اسی بنا پر دی ہے۔ ﴿ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴾ ''لیکن ہم ہی رسول بھیجنے والے رہے ہیں۔'' یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ خبر جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں وہ آپ کی رسالت کے آثار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے اور ہماری طرف سے وحی بھیجے جانے کے بغیر اس کو جاننے کا آپ کے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں۔

﴿ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا ﴾ ''اور آپ طور کی جانب بھی نہیں تھے جب کہ ہم نے آواز دی۔'' موسیٰ علیہ السلام کو اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس ظالم قوم کے پاس جائیں' انہیں ہمارا پیغام پہنچائیں' انہیں ہماری نشانیاں اور معجزات دکھائیں جو ہم آپ کے سامنے بیان کر چکے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ وہ تمام واقعات جو ان مقامات پر موسیٰ علیہ السلام کو پیش آئے آپ ﷺ نے ان کو بغیر کسی کمی بیشی کے اسی طرح بیان کیا ہے جس طرح وہ حقیقت میں واقع ہوئے تھے اور یہ چیز دو امور میں سے کسی ایک امر سے خالی نہیں:

یا تو آپ وہاں موجود تھے اور آپ نے ان کا مشاہدہ کیا تھا یا آپ نے ان مقامات پر جا کر ان واقعات کو وہاں کے رہنے والوں سے معلوم کیا تب یہ چیز اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ جن امور کے بارے میں ان کے مشاہدے کے ذریعے سے اور ان کا علم حاصل کر کے خبر دی جائے وہ تمام لوگوں میں مشترک ہوتے ہیں' وہ صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتے ...... مگر یہ چیز پورے یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ ایسا نہیں ہوا اور اس حقیقت کو آپ کے دوست اور دشمن سب جانتے ہیں۔

پس امر ثانی متعین ہو گیا کہ یہ تمام خبریں' اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ تک پہنچی ہیں۔ لہٰذا قطعی دلیل سے آپ ﷺ کی رسالت ثابت ہو گئی اور یہ بات بھی پایہ تحقیق کو پہنچ گئی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آپ ﷺ پر اور اس کے بندوں پر سایہ فگن ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ ''لیکن یہ آپ کے رب کی رحمت ہے تاکہ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے ہاں آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا'' یعنی قریش اور عربوں کے پاس کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے زمانہ طویل سے رسالت ان کے ہاں معروف نہ تھی۔ ﴿ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ یعنی شاید کہ وہ خیر اور شر کے فرق میں غور کریں' خیر کو لائحہ عمل بنائیں اور شر کو ترک کر دیں۔ جب آپ ﷺ اس بلند مقام پر فائز ہیں تو ان پر فرض ہے کہ وہ آپ پر ایمان لانے اور اس نعمت کا شکر ادا کرنے میں جلدی کریں جس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے نہ اس کا شکر ادا کیا جا سکتا ہے۔

اہل عرب کے لئے آپ کا انذار و تنذیر اس امر کی نفی نہیں کرتا کہ آپ کو دوسری قوموں کے لئے بھی مبعوث کیا گیا ہے۔ عربوں کے لئے انذار و تنذیر کی وجہ یہ ہے کہ آپ عرب تھے' آپ پر نازل کیا گیا قرآن عربی میں تھا

اور آپ کی دعوت کے اولین مخاطب عرب تھے۔ اس لئے اصولی طور پر آپ کی دعوت عربوں کے لئے تھی اور تبعاً دیگر قوموں کے لئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ ﴾ (یونس: ١٠/٢) ''کیا لوگوں کو یہ بات عجیب لگتی ہے کہ ہم نے خود انہی میں سے ایک آدمی کی طرف وحی کی کہ لوگوں کو ان کی بداعمالیوں کے انجام سے ڈراؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ (الاعراف: ١٥٨/٧) ''کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔''

﴿ وَلَوْلَاۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ﴾ ''اور اگر ایسا نہ ہو کہ ان کے (اعمال) کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں ان پر کوئی مصیبت نازل ہو۔'' یعنی ان کے ارتکاب کفر و معاصی کی پاداش میں ﴿ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''تو یہ کہنے لگیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لانے والوں میں سے ہوتے۔'' یعنی اے محمد! (ﷺ) ہم نے ان کی حجت کو ختم کرنے اور ان کی بات کو رد کرنے کے لئے آپ کو مبعوث کیا ہے۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ ﴾ ''پس جب ان کے پاس حق آ گیا۔'' جس میں کوئی شک نہیں ﴿ مِنْ عِنْدِنَا ﴾ ''ہماری طرف سے'' اس سے مراد قرآن ہے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا۔ ﴿ قَالُوْا ﴾ تو اس قرآن کی تکذیب کرتے اور اس پر لایعنی اعتراضات کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ﴿ لَوْلَاۤ اُوْتِىَ مِثْلَ مَاۤ اُوْتِىَ مُوْسٰى ﴾ ''انہیں وہ کیوں نہیں دیا گیا جو موسیٰ (علیہ السلام) کو دیا گیا۔'' یعنی موسیٰ علیہ السلام پر تمام کتاب اکٹھی نازل کی گئی اور رہی وہ کتاب جو ٹکڑوں کی صورت میں نازل ہوئی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ ان کے اس قول میں کون سی دلیل ہے؟ اور یہ کونسا شبہ ہے کہ اگر کتاب ٹکڑوں میں نازل ہوئی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے؟ بلکہ یہ تو اس قرآن کا کمال ہے اور جس ہستی پر یہ قرآن نازل کیا گیا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اعتنائے خاص ہے کہ اس نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اپنے رسول کو ثابت قدمی اور استقامت عطا کرے اور مومنین کے ایمان میں اضافہ ہو۔ فرمایا: ﴿ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴾ (الفرقان: ٣٣/٢٥) ''اور وہ جب کبھی کوئی مثال لے کر آپ کے پاس آئے اس کا درست اور بروقت جواب ہم نے آپ کو دے دیا اور بہترین طریقے سے بات کو کھول کر بیان کر دیا۔''

نیز قرآن کو موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پر قیاس کرنا ایک ایسا قیاس ہے جسے یہ خود ہی توڑ رہے ہیں۔ یہ قرآن کریم کو ایک ایسی کتاب پر کیونکر قیاس کرتے ہیں جس کا یہ انکار کرتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں لاتے؟ بنابریں فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِىَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ﴾ ''کیا جو پہلے موسیٰ (علیہ السلام) کو دیا گیا تھا

انہوں نے اس کا کفر نہیں کیا' کہنے لگے کہ یہ دونوں جادوگر ہیں ایک دوسرے کے موافق۔'' یعنی قرآن مجید اور تورات مقدس' جو ان دونوں کی جادوگری اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں ان کی مدد کرتی ہیں۔ ﴿ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴾ ''انہوں نے کہا' ہم تو ہر ایک سے انکار کرنے والے ہیں۔'' اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ لوگ بلا دلیل حق کا ابطال اور ایسی چیز کے ذریعے سے حق کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں جو حق کی مخالفت نہیں کرسکتی۔ ان کے اقوال میں تناقض اور اختلاف ہے اور ہر کافر کا یہی رویہ ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے تصریح فرما دی کہ انہوں نے دونوں کتابوں اور دونوں رسولوں کا انکار کیا ہے۔

مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان کا ان دونوں کتابوں کا انکار کرنا طلب حق اور کسی اپنے حکم کی اتباع کی بنا پر تھا جو ان دونوں کتابوں سے بہتر تھا یا محض خواہش نفس پر مبنی تھا؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ ﴾ ''کہہ دیجئے' اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو۔'' یعنی تورات اور قرآن سے بڑھ کر ہدایت کی حامل ﴿ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''میں اس کی اتباع کروں گا اگر تم سچے ہو'' اور وہ ایسی کتاب لانے پر قادر نہیں اور نہ ہی کوئی دوسرا یہ طاقت رکھتا ہے کہ وہ قرآن اور تورات جیسی کتاب تصنیف کرلائے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے' تب سے علم و ہدایت' بیان و تبیین اور مخلوق کے لئے رحمت کے اعتبار سے ان دو کتابوں جیسی کوئی اور کتاب وجود میں نہیں آئی۔

یہ داعی کا کمال انصاف ہے کہ وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اس کا مقصد حق اور رشد و ہدایت ہے اور وہ ایسی کتاب لے کر آیا ہے جو حق پر مشتمل ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کے موافق ہے' اس لئے ان دونوں کے سامنے سرنگوں ہونا ہم پر واجب ہے کیونکہ دونوں کتابیں حق اور ہدایت پر مشتمل ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ حق اور ہدایت پر مشتمل ہو تو میں اس کی پیروی کروں گا۔ ورنہ میں ہدایت اور حق کو چھوڑ کر کسی ایسی کتاب کی اتباع نہیں کرسکتا جو ہدایت اور حق پر مشتمل نہ ہو۔

﴿ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ ﴾ ''پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں۔'' یعنی اگر وہ ایسی کتاب نہ لاسکیں جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت پر مشتمل پر ہو۔ ﴿ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ﴾ یعنی پھر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا آپ کی اتباع کو ترک کرنا اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے حق اور ہدایت کو پہچان کر اس کی طرف رجوع کیا ہے بلکہ یہ تو مجرد خواہشات نفس کی پیروی ہے ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ''اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہو؟'' پس یہ شخص لوگوں میں گمراہ ترین شخص ہے کیونکہ اس کے سامنے ہدایت پیش کی گئی اور اسے صراط مستقیم دکھایا گیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے' مگر اس نے اس راستے کی طرف التفات کیا نہ اس ہدایت کو

قبول کیا۔ اس کے برعکس اس کی خواہش نفس نے اس کو اس راستے پر چلنے کی دعوت دی جو ہلاکت اور بدبختی کی گھاٹیوں کی طرف جاتا ہے اور وہ راہ ہدایت کو چھوڑ کر اس راستے پر گامزن ہو گیا۔ جس کا یہ وصف ہو' کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور گمراہ ہو سکتا ہے؟ اس کا ظلم و تعدی اور حق کے ساتھ اس کی عدم محبت اس بات کے موجب ہیں کہ وہ اپنی گمراہی پر جما رہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے محروم کر دے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' یعنی وہ لوگ کہ ظلم و عناد جن کا وصف بن گیا' ان کے پاس ہدایت آئی مگر انہوں نے اسے رد کر دیا اور خواہشات نفس کے پیچھے لگ گئے اور خود اپنے ہاتھوں سے ہدایت کے دروازے کو بند اور ہدایت کی راہ کو مسدود کر کے گمراہی کے دروازوں اور اس کی راہوں کو اپنے لئے کھول لیا۔ پس وہ اپنی گمراہی اور ظلم میں سرگرداں' اپنی ہلاکت اور بدبختی میں مارے مارے پھرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ﴾ میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہر وہ شخص جو رسول ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کرتا اور اس قول کو اختیار کرتا ہے جو قول رسول ﷺ کے خلاف ہو' وہ ہدایت کے راستے پر گامزن نہیں بلکہ وہ اپنی خواہشات نفس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

﴿ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ ﴾ یعنی ہم نے اپنی بات کو لگاتار طریقے سے ان تک پہنچایا اور ان پر اپنی رحمت اور لطف و کرم کی بنا پر اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ﴿ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' جب ان پر آیات الٰہی بتکرار نازل ہوں گی اور بوقت ضرورت ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلائل نازل ہوں گے۔ پس کتاب اللہ کا ٹکڑوں میں نازل ہونا' ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا لطف و کرم ہے۔ تب وہ ایسی بات پر کیوں اعتراض کرتے ہیں جس میں ان کی بھلائی ہے؟

قصہ موسیٰ علیہ السلام سے بعض فوائد اور عبرتوں کا استنباط

* آیات الٰہی' اللہ تعالیٰ کے نشانات عبرت اور گزشتہ قوموں میں اس کے ایام سے صرف اہل ایمان ہی فائدہ اٹھاتے اور روشنی حاصل کرتے ہیں۔ بندۂ مومن اپنے ایمان کے مطابق عبرت حاصل کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انہی کی خاطر گزشتہ قوموں کے قصے بیان کرتا ہے۔ رہے دیگر لوگ تو اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پروا نہیں' ان کے نصیب میں روشنی ہے نہ ہدایت۔
* اللہ تبارک و تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور اسے یک لخت منصۂ شہود پر نہیں لاتا' بلکہ بتدریج آہستہ آہستہ وجود میں لاتا ہے۔
* ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مستضعفین خواہ کمزوری اور محکومی کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہوں ان کے

لئے مناسب نہیں کہ وہ سستی اور مایوسی کا شکار ہو کر اپنے حقوق کے حصول اور بلند مقاصد کے لئے جدوجہد کو چھوڑ دیں خاص طور پر جبکہ وہ مظلوم ہوں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل جیسی کمزور اور محکوم قوم کو فرعون اور اس کے سرداروں کی غلامی سے نجات دی' پھر انہیں زمین میں اقتدار بخشا اور انہیں اپنے شہروں کا مالک بنایا۔

❊ ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب تک قوم مقہور و محکوم رہتی ہے اور اپنے حقوق حاصل کرتی ہے نہ ان کا مطالبہ کرتی ہے اس کے دین و دنیا کا معاملہ درست نہیں ہوتا اور نہ وہ دین میں امامت سے سرفراز ہوتی ہے۔

❊ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم تھا کہ اس نے اس بشارت کے ذریعے سے ان کی مصیبت کو آسان کر دیا کہ وہ ان کو ان کا بیٹا واپس لوٹائے گا اور اسے رسول بنائے گا۔

❊ یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندے کے لئے بعض سختیاں مقدر کر دیتا ہے تاکہ مآل کار اسے ان شدائد سے بڑھ کر سرور حاصل ہو یا ان سے بڑا کوئی شر دور ہو' جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو شدید حزن و غم میں مبتلا کیا پھر یہی حزن و غم ان کے لئے اپنے بیٹے تک پہنچنے کا وسیلہ بنا جس سے ان کا دل مطمئن اور آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور ان کی فرحت و مسرت میں اضافہ ہوا۔

❊ ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مخلوق کا طبعی خوف ایمان کے منافی ہے نہ ایمان کو زائل کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو خوف کے مقام پر خوف لاحق ہوا۔

❊ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے اور سب سے بڑی چیز جس سے ایمان میں اضافہ اور یقین کی تکمیل ہوتی ہے' مصائب کے وقت صبر اور شدائد کے وقت ثابت قدمی اور استقامت ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (القصص:٢٨/١٠) ''اگر ہم اس کی ڈھارس نہ بندھاتے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے'' یعنی تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ایمان میں اضافہ ہو اور ان کا دل مطمئن ہو۔

❊ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر سب سے بڑی نعمت اور بندے کے معاملات میں اس کی طرف سے سب سے بڑی اعانت یہ ہے کہ وہ اس کو اپنی طرف سے ثابت قدمی اور استقامت سے سرفراز کرے' خوف اور اضطراب کے وقت اس کے دل کو قوت عطا کرے کیونکہ اسی صورت میں بندۂ مومن صحیح قول و فعل پر قادر ہو سکتا ہے اس کے برعکس جو شخص پریشانی' خوف اور اضطراب کا شکار ہے اس کے افکار ضائع اور اس کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور وہ اس حال میں اپنے آپ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

❊ اگر بندے کو اس حقیقت کی معرفت حاصل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر اور اس کے وعدے کا نفاذ

لازمی امر ہے تب بھی وہ اسباب کو ترک نہ کرے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی خبر پر ایمان کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ انہیں ان کا بیٹا لوٹا دے گا۔ بایں ہمہ وہ اپنے بیٹے کو واپس لینے کے لئے کوشش کرتی رہیں انہوں نے اپنی بیٹی کو بھیجا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے جائے اور دیکھے کہ وہ کہاں جاتا ہے۔

- اس قصہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ عورت کا اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور مردوں سے ہم کلام ہونا جائز ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن اور صاحب مدین کی بیٹیوں کے ساتھ پیش آیا۔
- اس قصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کفالت اور رضاعت پر اجرت لینا جائز ہے اور جو اس طرح کرتا ہے اس کے لیے دلیل ہے۔
- ان آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے کمزور بندے کو جسے وہ اپنے اکرام و تکریم سے سرفراز کرنا چاہتا ہے اسے اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور واضح دلائل کا مشاہدہ کراتا ہے جن سے اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کے پاس لوٹا دیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔
- اس قصہ سے ثابت ہوا کہ ایسے کافر کو جو کسی معاہدے اور عرف کی بنا پر ذمی ہو قتل کرنا جائز نہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کافر قبطی کے قتل کو گناہ شمار کیا اور اس پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔
- اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو کوئی لوگوں کو ناحق قتل کرتا ہے وہ ان جابروں میں شمار ہوتا ہے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔
- نیز جو کوئی لوگوں کو ناحق قتل کرتا ہے اور بزعم خود زمین میں اصلاح کرتا ہے اور اہل معاصی کو ہیبت زدہ کرتا ہے وہ جھوٹا اور فساد برپا کرنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قبطی کا قول نقل فرمایا: ﴿ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴾ (القصص: ۱۹/۲۸) ”تو زمین میں صاحب جبر و استبداد بن کر رہنا چاہتا ہے تو اصلاح کرنا نہیں چاہتا۔“ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ قول انکار کے لئے نہیں بلکہ تحقیق و تقریر کے لئے نقل فرمایا ہے۔
- کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کو اس کے بارے میں خبر دینا کہ اس کے خلاف کوئی منصوبہ بن رہا ہے تاکہ وہ اس کے شر سے بچ سکے چغلی اور غیبت کے زمرے میں نہیں آئے گا۔ بلکہ بسا اوقات ایسا کرنا واجب ہے جیسا کہ اس (درباری) شخص نے خیر خواہی کے طور پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لئے دربارِ فرعون کے منصوبے کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کیا تھا۔

* جب کسی جگہ قیام کرنے میں جان و مال کا خطرہ ہو تو انسان کو اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہیے اور نہ اپنے آپ کو ہلاکت کے حوالے کرنا چاہیے بلکہ اپنے آپ کو بچانے کے لئے وہاں سے نکل جانا چاہیے' جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے فرار ہوئے۔
* جب انسان کو دو برائیوں کا سامنا ہو اور ان میں سے کسی ایک کو اختیار کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو وہ خفیف تر برائی کو اختیار کرے جس میں قدرے زیادہ سلامتی ہو۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ دو امور کے مابین تھا:

① مصر میں رہتے' مگر اس صورت میں یقیناً قتل کر دیئے جاتے۔

② یا دور کسی شہر میں چلے جاتے جس کا راستہ بھی انہیں معلوم نہ تھا اور ان کے رب کے سوا کوئی راہنمائی کرنے والا بھی ان کے ساتھ نہ تھا' مگر اس صورت حال میں' مصر میں رہنے کی نسبت' مصر چھوڑ جانے میں سلامتی کی زیادہ توقع تھی۔

* علم میں شغف رکھنے والے کو جب کبھی علمی بحث کی ضرورت پیش آئے' دو اقوال میں سے کوئی قول اس کے نزدیک راجح نہ ہو تو وہ اپنے رب سے ہدایت کی استدعا کرے کہ وہ اس کی راہ صواب کی طرف راہنمائی کرے' اپنے دل میں حق کو مقصود و مطلوب بنائے رکھے اور حق ہی کو تلاش کرے اور جس کا یہ حال ہو اللہ تعالیٰ اس کو کبھی خائب و خاسر نہیں کرتا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے نکل کر مدین کی طرف رخ کیا تو کہنے لگے: ﴿قَالَ عَسٰی رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ﴾ (القصص:۲۸/۲۲)''امید ہے میرا رب سیدھے راستے کی طرف میری راہنمائی کرے گا۔''
* ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مخلوق پر رحم کرنا اور جان پہچان رکھنے والے یا اجنبی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا انبیائے کرام کا اخلاق ہے' پیاسے مویشیوں کو پانی پلانا اور کسی عاجز اور لاچار کی مدد کرنا احسان کے زمرے میں آتا ہے۔
* اپنے حال کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا مستحب ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کو بندے کے احوال کا علم ہوتا ہے' مگر اللہ تعالیٰ کو بندے کی عاجزی اور اس کے تذلل و مسکنت کا اظہار پسند ہے' جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ﴿رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ﴾ (القصص:۲۸/۲۴)''اے میرے رب! جو بھلائی بھی تو مجھ پر نازل کرے' میں اس کا ضرورت مند ہوں۔''
* شرم و حیاء' خاص طور پر باعزت لوگوں میں' ایک قابل مدح صفت ہے۔
* حسن سلوک کا اچھا بدلہ دینا گزشتہ قوموں کا بھی وتیرہ رہا ہے۔
* بندہ جب کوئی کام اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کرتا ہے اور بغیر کسی قصد و ارادے کے اس کو اس کام کا

اچھا بدلہ عطا ہو جاتا ہے تو وہ اس پر قابل ملامت نہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے 'صاحب مدین سے' اپنی نیکی کا بدلہ قبول کیا جو انہوں نے کسی عوض کے لئے کی تھی نہ وہ اپنے دل میں کسی عوض کے منتظر تھے۔

* اس قصہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ملازم رکھنا مشروع ہے نیز بکریاں وغیرہ چرانے یا کسی ایسے ہی کام کی اجرت ادا کرنا جائز ہے جسے کرنے پر وہ خود قادر نہ ہو' البتہ اس کا دارومدار عرف عام پر ہے۔
* کسی کام کی اجرت میں کوئی منفعت حاصل کرنا جائز ہے خواہ یہ منفعت نکاح کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو۔
* کسی ایسے شخص سے اپنی بیٹی کے رشتے کی درخواست کرنا جسے وہ پسند کرتا ہو تو یہ جائز ہے اس پر کوئی ملامت نہیں ہے۔
* بہترین نوکر اور مزدور وہ ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو۔
* اپنے خادم اور نوکر سے حسن سلوک سے پیش آنا اور اس سے پُرمشقت کام نہ لینا مکارم اخلاق میں شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ فرمایا: ﴿وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (القصص:۲۷/۲۸)
"میں تمہیں مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا اور تم مجھے ان شاء اللہ نیک آدمی پاؤ گے۔"
* آیت کریمہ: ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾ (القصص: ۲۸/۲۸) سے ثابت ہوتا ہے کہ بغیر کسی گواہی کے اجرت کا معاہدہ کرنا جائز ہے۔
* اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر واضح نشانات اور ظاہری معجزات جاری کئے' مثلاً عصا کا سانپ بن جانا' ہاتھ کا بغیر کسی عیب کے سفید ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کی اذیتوں اور سمندر میں غرق ہونے سے بچانا۔
* انسان کے لئے بدترین سزا یہ ہے کہ وہ برائی میں لوگوں کا امام ہو اور یہ امامت آیات الٰہی اور روشن دلائل کی مخالفت کے مطابق ہوتی ہے جس طرح بہترین نعمت جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو سرفراز فرماتا ہے' یہ ہے کہ وہ اسے نیکی کے راستے میں امامت کے مرتبے پر فائز کرے اور اسے لوگوں کے لئے ہادی اور مہدی بنا دے۔
* ان آیات کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر واضح دلیل ہے کیونکہ حضرت رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصہ کو تفصیل کے ساتھ اصل واقعات کے عین مطابق بیان کیا جس کے ذریعے سے آپ نے رسولوں کی تصدیق اور حق مبین کی تائید کی' حالانکہ آپ ان واقعات کے وقت حاضر تھے نہ آپ نے ان مقامات میں سے کسی مقام کا مشاہدہ کیا تھا' آپ نے ان امور کے بارے میں کچھ پڑھا تھا نہ کسی سے درس لیا تھا اور نہ کسی اہل علم کی مجلس میں بیٹھے تھے یہ تو صرف رحمٰن و رحیم کی طرف سے رسالت اور وحی ہے جسے بے

پایاں احسان کے مالک' اللہ کریم نے نازل کیا تا کہ وہ اس کے ذریعے سے جاہل اور انبیاء و رسل سے غافل قوم کو اس کے برے انجام سے ڈرائے۔

اللہ تعالیٰ کے درود و سلام ہوں اس ہستی پر جس کی مجرد خبر ہی آگاہ کرتی ہے کہ بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہے اور جس کے مجرد اوامر و نواہی عقلوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ یہ احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں' کیونکر نہ ہوں جبکہ اولین و آخرین کی خبر' اس کی لائی ہوئی خبر اور وحی کی صحت و صداقت کی تائید و تصدیق کرتی ہے۔

وہ شریعت جو رسول اللہ ﷺ' اللہ رب العالمین سے لے کر مبعوث ہوئے ہیں' وہ اخلاق فاضلہ جو آپ کی جبلت میں رکھ دیئے گئے' صرف اسی ہستی کے لائق اور اسی کے لئے مناسب ہیں جو اخلاق کے بلند ترین درجہ پر فائز ہو جس کے دین اور امت کو فتح مبین سے سرفراز کیا گیا ہو۔ یہاں تک کہ آپ کا دین اس مقام تک پہنچ گیا جہاں تک سورج طلوع ہوتا اور غروب ہوتا ہے۔ آپ کی امت نے بڑے بڑے شہروں کو شمشیر و سنان کے ذریعے سے اور لوگوں کے دلوں کو علم و ایمان کے ذریعے سے فتح کر لیا۔

تمام معاند قومیں اور شاہان کفار اسلام کے خلاف متحد رہے اس کی روشنی کو بجھانے اور روئے زمین سے اس کو نیست و نابود کرنے کے لئے سازشیں کرتے رہے مگر دین ظاہر اور غالب ہو کر رہا' دین بڑھتا ہی رہا اس کے دلائل و براہین ظاہر ہوتے رہے۔ ہر وقت دین کی ایسی نشانیاں ظاہر ہوتی رہی ہیں جو تمام جہانوں کے لئے عبرت' اہل علم کے لئے ہدایت اور فراست مندوں کے لئے روشنی اور بصیرت ہیں۔ والحمد للہ وحدہ

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا

وہ لوگ کہ دی ہم نے انکو کتاب اس (قرآن) سے پہلے، وہ اس پر ایمان لاتے ہیں○ اور جب تلاوت کیا جاتا ہے ان پر (قرآن) تو وہ کہتے ہیں،

اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ

ایمان لائے ہیں ہم اس پر، بیشک وہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے، بلاشبہ ہم تو تھے اس سے پہلے ہی مسلمان○ یہ لوگ دیئے جائینگے اپنا اجر

مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾

دوبار بوجہ اسکے کہ انہوں نے صبر کیا اور وہ دور کرتے ہیں بھلائی کیساتھ برائی کو اور اسمیں سے جو رزق دیا ہم نے انکو وہ خرچ کرتے ہیں○

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؗ سَلٰمٌ

اور جب وہ سنتے ہیں لغو بات تو اعراض کرتے ہیں وہ اس سے اور کہتے ہیں، ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، سلام ہو

عَلَيْكُمْ ؗ لَا نَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾

تم پر نہیں چاہتے ہم جاہلوں کو○

اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کی عظمت' صداقت اور حقانیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ حقیقت کا علم رکھنے

والے اہل علم ہی اس کو پہچانتے‘ اس پر ایمان لاتے اور اس کی حقانیت کا اقرار کرتے ہیں‘ چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ﴾ ”جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی۔“ اس سے مراد وہ اہل تورات اور اہل انجیل ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں میں تغیر و تبدل نہیں کیا۔ ﴿هُمْ بِهٖ﴾ وہی اس قرآن اور قرآن کے لانے والے پر ﴿یُؤْمِنُوْنَ﴾ ”ایمان رکھتے ہیں۔“ ﴿وَاِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ﴾ ”اور جب ان کے سامنے اس قرآن کو پڑھا جاتا ہے“ تو اسے غور سے سنتے ہیں اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ ﴿قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ﴾ ”تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے بے شک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے۔“ کیونکہ یہ ان کتابوں کے موافق ہے جنہیں انبیاء ورسل لے کر مبعوث ہوئے ہیں اور ان کتابوں میں جو کچھ مذکور ہے اس کے عین مطابق ہے‘ سچی خبروں اور حکمت پر مبنی اوامر و نواہی پر مشتمل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی شہادت مفید اور ان کا قول نفع مند ہے۔ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں‘ علم و بصیرت کی بنیاد پر کہتے ہیں کیونکہ وہ اہل خبر اور اہل کتاب ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کا قرآن کو رد کرنا اور اس کی مخالفت کرنا ان کے لئے حجت ہونا تو کجا‘ وہ کسی شبہ پر بھی دلالت نہیں کرتا کیونکہ وہ لوگ جاہل یا حق کے بارے میں معاند متجاہل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا﴾ (بنی اسراءیل: ۱۷/ ۱۰۷) ”کہہ دیجیے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ‘ جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدوں میں گر جاتے ہیں۔“

اور ان کا قول ہے: ﴿اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ﴾ ”ہم تو اس کے پہلے سے مطیع ہیں۔“ اسی لئے جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان اور اسلام سے سرفراز فرمایا تو ہم اس پر ثابت قدم رہے‘ ہم نے اس قرآن کی تصدیق کی اور ہم پہلی اور آخری کتاب پر ایمان لائے‘ ہمارے علاوہ دیگر لوگ جب اس کتاب کی تکذیب کرتے ہیں تو ان کی یہ تکذیب پہلی کتاب پر ایمان کے متناقض ہے۔

﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ”یہی لوگ۔“ یعنی جو دونوں کتابوں پر ایمان لائے۔ ﴿یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ﴾ ”ان کو دوبار اجر عطا کیا جائے گا“ ایک اجر پہلی کتاب پر ایمان لانے پر اور ایک اجر دوسری کتاب پر ایمان لانے پر ﴿بِمَا صَبَرُوْا﴾ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ایمان پر صبر کیا اور عمل پر ثابت قدم رہے کوئی شبہ ان کے ایمان کو متزلزل کر سکا نہ کوئی ریاست و شہوت ان کو اپنے ایمان سے ہٹا سکی ﴿وَ﴾ ”اور“ وہ اپنے بہترین خصائل‘ جو ان کے ایمان صحیح کے آثار ہیں‘ کے ذریعے سے بے شک وہ ﴿یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ﴾ ”برائی کو بھلائی کے ساتھ دفع کرتے ہیں۔“ یعنی ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ان کی عادت اور طریقہ ہے۔ یہاں تک کہ جو کوئی قول و فعل کے ذریعے سے ان کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے تو یہ اچھی بات اور اچھے فعل کے ذریعے سے ان کا مقابلہ کرتے

ہیں کیونکہ انہیں اس خلق عظیم کی فضیلت کا اچھی طرح علم ہے اور انہیں یہ بھی علم ہے کہ اس خلق عظیم کی توفیق کسی خوش قسمت ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

﴿ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ ﴾ ''اور جب وہ کوئی فضول بات سنتے ہیں'' کسی جاہل شخص سے جوان سے لغو گفتگو کرتا ہے ﴿ قَالُوا ﴾ تو وہ رحمان کے عقلمند بندوں کی مانند ان سے کہتے ہیں: ﴿ لَنَآ أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ﴾ ''ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔'' یعنی ہر شخص کو اسی اکیلے کے عمل کی جزا دی جائے گی اس پر کسی دوسرے کے عمل کا بوجھ نہیں ہوگا۔ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ جہلاء کے لغو اور باطل کاموں اور بے فائدہ کلام سے بچے ہوئے ہیں۔ ﴿ سَلَٰمٌ عَلَيْكُمْ ﴾ ''سلامتی ہو تم پر'' یعنی تم لوگ ہم سے بھلائی کے سوا کچھ نہیں سنو گے اور نہ ہم تم سے تمہاری جہالت کے تقاضے کے مطابق مخاطب ہوں گے۔ کیونکہ تم اگرچہ اپنے لئے اس کمینگی پر راضی ہو مگر ہم اپنے آپ کو اس کمینے رویے سے پاک رکھتے ہیں اور اس میں ملوث ہونے سے بچتے ہیں۔

﴿ لَا نَبْتَغِي الْجَٰهِلِينَ ﴾ ''ہم (کسی معاملے) میں جاہلوں سے نہیں الجھتے۔''

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَآءُ ۚ

بلاشبہ آپ نہیں ہدایت دے سکتے جس کو آپ چاہیں، لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے،

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ رسول مصطفیٰ ﷺ کو آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ...... اور آپ کے علاوہ لوگ بدرجہ اولیٰ...... کسی کو ہدایت دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے خواہ وہ آپ کو کتنا ہی زیادہ محبوب کیوں نہ ہو' کیونکہ یہ ایسا معاملہ ہے جو مخلوق کے اختیار میں نہیں۔ ہدایت کی توفیق اور قلب میں ایمان جاگزیں کرنا اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت سے سرفراز کرتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت کا اہل ہے پس اسے ہدایت عطا کر دیتا ہے اور کون ہدایت عطا کئے جانے کا اہل نہیں پس اسے اس کی گمراہی میں سرگرداں چھوڑ دیتا ہے۔

رہا اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَإِنَّكَ لَتَهْدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ (الشوریٰ: ۵۲/۴۲) ''اور بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کر رہے ہیں'' میں رسول اللہ ﷺ کے لئے ہدایت کا اثبات' تو یہ ہدایت بیان و ارشاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ صراط مستقیم کو واضح کرتے ہیں لوگوں کو اس پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں اور لوگوں کو اس پر گامزن کرنے کی بھرپور جدوجہد کرتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ آیا آپ دلوں میں ایمان پیدا کرنے پر قادر ہیں اور فعل کی توفیق عطا کر سکتے ہیں...... تو حاشا وکلا! ایسا ہرگز نہیں...... لہذا اگر آپ اس پر قادر ہوتے تو آپ اس شخص کو ضرور ہدایت سے سرفراز فرماتے جس نے آپ پر احسان فرمایا تھا' جس نے آپ کو اپنی قوم سے

بچایا اور آپ کی مدد کی...... یعنی آپ کا چچا ابو طالب ...... مگر آپ نے ابو طالب کو دین کی دعوت دی اور کامل خیر خواہی کے ساتھ اس پر احسان کیا اور یہ اس احسان سے بہت زیادہ ہے جو آپ کے چچا نے آپ کے ساتھ کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

وَقَالُوٓا اِنۡ نَّتَّبِعِ الۡهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفۡ مِنۡ اَرۡضِنَا ؕ اَوَلَمۡ نُمَكِّنۡ لَّهُمۡ حَرَمًا

اور وہ کہتے ہیں، اگر ہم نے پیروی کی ہدایت کی تیرے ساتھ تو ہم اچک لیے جائینگے اپنی زمین سے (اللہ نے فرمایا) کیا نہیں جگہ دی ہم نے انہیں حرم میں

اٰمِنًا يُّجۡبٰٓى اِلَيۡهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىۡءٍ رِّزۡقًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۷﴾

جو امن والا ہے؟ لائے جاتے ہیں (ہر جانب سے) اسکی طرف پھل ہر چیز (قسم) کے بطور رزق کے ہماری طرف سے لیکن اکثر انکے نہیں جانتے ○

وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍۢ بَطِرَتۡ مَعِيۡشَتَهَا ۚ فَتِلۡكَ مَسٰكِنُهُمۡ لَمۡ تُسۡكَنۡ مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ

اور کتنی ہی ہلاک کردیں ہم نے بستیاں جو اتراتی تھیں اپنی (عمدہ) گزران پر پس یہ (اجڑے پڑے) ہیں انکے گھر نہیں آباد کیے گئے انکے بعد

اِلَّا قَلِيۡلًا ؕ وَكُنَّا نَحۡنُ الۡوٰرِثِيۡنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰى حَتّٰى يَبۡعَثَ

مگر تھوڑے ہی، اور تھے ہم ہی وارث ○ اور نہیں ہے آپ کا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو یہاں تک کہ وہ بھیجتا ہے

فِىۡۤ اُمِّهَا رَسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهۡلِكِى الۡقُرٰٓى

ان میں سے بڑی بستی میں کوئی رسول، وہ تلاوت کرتا ہے ان پر ہماری آیتیں اور نہیں ہم ہلاک کرنے والے بستیوں کو

اِلَّا وَاَهۡلُهَا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۹﴾

مگر جب کہ ہوں ان کے باشندے ظالم ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ قریش میں سے اہل تکذیب اور دیگر اہل مکہ رسول اللہ ﷺ سے کہا کرتے تھے: ﴿ اِنۡ نَّتَّبِعِ الۡهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفۡ مِنۡ اَرۡضِنَا ﴾ ’’اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنے ملک سے اچک لیے جائیں۔‘‘ یعنی ہمیں قتل کر کے ‘قیدی بنا کر اور ہمارا مال ومتاع لوٹ کر زمین سے اچک لیا جائے گا کیونکہ لوگ آپ سے عداوت رکھتے ہیں اور آپ کی مخالفت کرتے ہیں لہٰذا اگر ہم نے آپ کی اتباع کی تو ہمیں تمام لوگوں کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑے گا اور ہم لوگوں کی دشمنی مول نہیں لے سکتے۔ ان کا یہ کلام اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کے سوءِ ظن پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو فتح ونصرت سے نوازے گا نہ اپنے کلمہ کو بلند کرے گا‘ بلکہ اس کے برعکس وہ لوگوں کو اپنے دین کے حاملین پر غالب کرے گا جو انہیں بدترین عذاب میں مبتلا کریں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ باطل حق پر غالب آجائے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی حالت بیان کرتے اور لوگوں کی بجائے ان کے اختصاص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَوَلَمۡ نُمَكِّنۡ لَّهُمۡ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجۡبٰٓى اِلَيۡهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىۡءٍ رِّزۡقًا مِّنۡ لَّدُنَّا ﴾ ’’کیا ہم نے پرامن حرم

کو ان کا جائے قیام نہیں بنایا جہاں ہماری طرف سے رزق کے طور پر ہر طرح کے پھل کھچے چلے آتے ہیں؟'' یعنی کیا ہم نے انہیں حرم میں اصحاب اختیار نہیں بنایا جہاں نہایت کثرت سے لوگ پے در پے آتے ہیں اور زائرین اس کی زیارت کا قصد کرتے ہیں۔ قریب والے اور بعید والے سب لوگ اس کا احترام کرتے ہیں۔ حرم کے رہنے والوں کو خوف زدہ نہیں کیا جاتا اور لوگ انہیں کم یا زیادہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتے۔ حالانکہ ان کے اردگرد ہر جگہ خوف میں گھری ہوئی ہے اور وہاں کے رہنے والے محفوظ ہیں نہ مامون۔ اس لئے انہیں اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کرنی چاہیے کہ اس نے انہیں کامل امن سے نوازا جو دوسروں کو میسر نہیں' انہیں اس رزق کثیر پر اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے جو ہر طرف سے پھلوں' کھانوں اور دیگر ساز و سامان کی صورت میں ان کے پاس پہنچتا ہے جس سے یہ متمتع ہوتے ہیں اور انہیں فراخی اور کشادگی حاصل ہوتی ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اس رسول کریم ﷺ کی اتباع کریں تاکہ انہیں امن تام اور فراخی سے نوازا جائے۔

وہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اترانے سے بچیں ورنہ ان کا امن خوف سے' ان کی عزت ذلت سے اور ان کی دولت مندی فقر سے بدل جائے گی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کو ان کی بداعمالیوں کی جو سزا دی ہے ان کو بھی اس سزا سے ڈرایا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا﴾ ''اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا جو اپنی معیشت پر اترایا کرتی تھیں'' یعنی یہ بستیاں اپنی معیشت پر فخر کرتی تھیں اور غفلت میں مبتلا تھیں اور ان کے رہائشی اللہ تعالیٰ کے رسول پر ایمان لانے کی بجائے اپنی خوشحالی میں مشغول رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر ڈالا' ان سے نعمت چھین لی اور ان پر عذاب نازل کیا ﴿فَتِلْكَ مَسَٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّنۢ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا﴾ یعنی ان پر لگا تار ہلاکت نازل ہونے' ان کے جان و مال کے تلف ہونے اور ان کے بعد ان کی بستیوں کے اجڑ جانے کے بعد وہ کبھی آباد نہ ہوئیں۔ ﴿وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ﴾ ''اور ہم ہی ان کے وارث ہوئے۔'' یعنی ہم بندوں کے وارث ہیں' ہم انہیں موت دیں گے اور وہ تمام نعمتیں ہماری طرف لوٹ آئیں گی جو ہم نے ان کو عطا کی تھیں پھر ہم ان کو واپس اپنی طرف لوٹائیں گے اور ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دیں گے۔

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت اور رحمت ہے کہ وہ قوموں پر ان کے مجرد کفر کی بنا پر' ان پر حجت قائم کرنے اور ان کی طرف رسول مبعوث کرنے سے قبل' عذاب نازل نہیں کرتا۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ﴾ ''اور تمہارا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا۔'' یعنی ان کے کفر اور ظلم کی بنا پر ﴿حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا﴾ ''جب تک ان کے بڑے شہر میں نہ بھیج لے۔'' یعنی اس بستی اور شہر میں' جہاں سے وہ گزرتے ہیں' جہاں وہ آتے جاتے رہتے ہیں' ان بستیوں کے اردگرد پھرتے رہتے ہیں اور ان سے ان کی خبریں اور واقعات مخفی نہیں رہتے ہیں۔

﴿ رَسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ﴾ ''رسول جوان پر ہماری آیتیں پڑھتا۔'' جو اس وحی کی صحت پر دلالت کرتیں جسے رسول لے کر آیا اور اس کی دعوت کی تصدیق کرتی تھیں اور اللہ کا رسول ان کے قریب اور دور سب کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا تھا۔ اس کے برعکس دور دراز بستیوں اور زمین کے دور دراز گوشوں میں، رسولوں کا مبعوث ہونا ان پر مخفی رہ سکتا ہے۔ مگر بڑے بڑے شہروں میں ان اخبار و واقعات کا شائع ہونا زیادہ یقینی ہے اور غالب حالات میں شہروں کے باشندوں میں دوسروں کی نسبت جفا کم ہوتی ہے۔

﴿ وَمَا كُنَّا مُهۡلِكِى الۡقُرٰٓى اِلَّا وَاَهۡلُهَا ظٰلِمُوۡنَ ﴾ ''اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے مگر اسی وقت جب کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں۔'' یعنی انہوں نے کفر اور معاصی کا ارتکاب کر کے ظلم کیا اور سزا کے مستحق ٹھہرے۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے ظلم کی بنا پر اور اس پر حجت قائم کرنے کے بعد ہی عذاب دیتا ہے۔

وَمَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتُهَا ۚ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ؕ

اور جو کچھ بھی دیئے گئے ہو تم کوئی چیز تو وہ سامان ہے زندگانی دنیا کا اور اسکی زینت اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت بہتر اور دیرپا ہے،

اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿٦٠﴾ اَفَمَنۡ وَّعَدۡنٰهُ وَعۡدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيۡهِ كَمَنۡ مَّتَّعۡنٰهُ

کیا پس نہیں عقل رکھتے تم؟ ○ کیا پس وہ شخص کہ وعدہ کیا ہم نے اس سے وعدہ اچھا، پھر وہ ملنے والا ہے اس کو، اس شخص جیسا ہے کہ فائدہ دیا ہم نے اسے

مَتَاعَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ثُمَّ هُوَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ مِنَ الۡمُحۡضَرِيۡنَ ﴿٦١﴾

(کچھ) فائدہ زندگانی دنیا کا، پھر وہ دن قیامت کے، حاضر کردہ لوگوں میں سے ہوگا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دنیا میں زہد کی ترغیب دی ہے نیز انہیں خبردار کیا ہے کہ وہ دنیا کے دھوکے میں نہ آئیں اور یہ کہ وہ آخرت میں رغبت رکھیں، نیز اس نے آخرت کو بندے کا مطلوب و مقصود قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ سب کچھ، جو مخلوق کو عطا کیا گیا ہے، مثلاً سونا چاندی، حیوانات، مال و متاع، عورتیں، بیٹے، ماکولات، مشروبات اور لذات صرف دنیا کی متاع اور اس کی زینت ہیں۔ بندہ جن سے بہت تھوڑے وقت کے لئے متمتع ہوتا ہے وہ بہت ہی تھوڑی سی متاع ہے جو تکدر سے گھری ہوئی اور غم و اندوہ سے لبریز ہے۔ بندہ نہایت قلیل مدت کے لئے فخر و ریا کے طور پر اس دنیا سے اپنے آپ کو آراستہ کرتا ہے پھر جلد ہی یہ دنیا زائل اور تمام کی تمام ختم ہو جاتی ہے اور اس دنیا سے محبت کرنے والا حسرت، ندامت، ناکامی اور حرماں نصیبی کے سوا اس دنیا سے کچھ حاصل نہیں کر پاتا۔

﴿ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ ﴾ ''اور جو اللہ کے پاس ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور ہر قسم کے تکدر سے محفوظ زندگی ﴿ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ﴾ اپنے اوصاف اور کمیت کے اعتبار سے بہتر ہے وہ زندگی دائمی، سرمدی اور ابدی ہے۔ ﴿ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴾ کیا تم لوگوں میں عقل نہیں جس کے ذریعے سے تم دونوں امور کے مابین موازنہ کر

سکو کہ کون سی زندگی ترجیح دیے جانے کی مستحق ہے اور کون سی زندگی اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لئے بھاگ دوڑ کی جائے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بندہ اپنی عقل کے مطابق آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے اور اگر کوئی آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے تو اس کا باعث اس کی کم عقلی ہے۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے انسانی عقلوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ دنیا کو ترجیح دینے والوں کے انجام اور آخرت کو ترجیح دینے والوں کے انجام کے مابین موازنہ کریں، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ ﴾ ”بھلا جسے ہم نے کوئی اچھا وعدہ دیا ہو اور وہ اسے پانے والا ہو“ کیا وہ مومن جو آخرت کے لئے کوشاں ہے، اپنے رب کے وعدۂ ثواب یعنی جنت کے لئے عمل پیرا ہے جس میں بڑی بڑی نعمتیں عطا ہوں گی اور بلاشبہ یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا کیونکہ یہ ایک کریم ہستی کی طرف سے کیا گیا وعدہ ہے جس کا وعدہ سچا ہوتا ہے، وہ اپنے اس بندے سے کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی جو اس کی رضا پر چلتا ہے اور اس کو ناراض کرنے والے امور سے اجتناب کرتا ہے۔ ﴿ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ”اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کے سروسامان سے نوازا ہو“ جو اس دنیا کو حاصل کرتا ہے وہ کھاتا پیتا اور اس سے یوں متمتع ہوتا ہے جیسے جانور متمتع ہوتے ہیں؟ یہ شخص اپنی آخرت سے غافل ہو کر اپنی دنیا میں مشغول ہے اس نے ہدایت الٰہی کی کوئی پروا کی نہ انبیاء ومرسلین کی اطاعت کی۔ یہ اپنے اسی رویے پر جما ہوا ہے۔ اس دنیا سے اس نے جو کچھ زاد راہ سمیٹا ہے وہ ہلاکت اور خسارے کے سوا کچھ نہیں۔ ﴿ ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴾ ”پھر قیامت کے دن وہ ان لوگوں میں ہوگا جو حاضر کیے جائیں گے۔“ یعنی پھر حساب کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ اسے معلوم ہے کہ اس کے دامن میں کوئی بھلائی نہیں، اس کے پاس جو کچھ ہے وہ سب اس کے لئے نقصان دہ ہے...... کیا تم جانتے ہو اس کا کیا انجام ہوگا؟ اور اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا...... عقل مند شخص کو وہی چیز اختیار کرنی چاہیے جو اختیار کیے جانے کی مستحق ہے اور اسی چیز کو ترجیح دینا چاہیے جو ترجیح دیے جانے کے قابل ہے۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيْنَ

اور جس دن ندا دے گا انہیں (اللہ)، پھر وہ کہے گا (ان سے)، کہاں ہیں میرے شریک وہ جنکو تھے تم (شریک) گمان کرتے؟○ کہیں گے وہ لوگ

حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ

کہ ثابت ہو چکا ان پر قول (عذاب) کا، اے ہمارے رب! یہی ہیں وہ لوگ جنہیں گمراہ کیا تھا ہم نے، ہم نے گمراہ کیا تھا انہیں جس طرح ہم گمراہ ہوئے تھے

تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ

ہم بیزاری ظاہر کرتے ہیں تیرے سامنے (ان سے) نہیں تھے وہ خاص ہماری ہی عبادت کرتے ○ اور کہا جائے گا، بلاؤ تم اپنے شریکوں کو پس وہ پکاریں گے انکو

فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ

تو وہ نہیں جواب دینگے انہیں، اور وہ (سب) دیکھ لینگے عذاب کاش کہ! بیشک ہوتے وہ ہدایت پر چلتے○ اور (یاد کرو!) جس دن پکاریگا انکو (اللہ)،

فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ

پھر وہ کہے گا، کیا جواب دیا تھا تم نے رسولوں کو؟○ پس اندھی ہو جائیں گی ان پر خبریں

يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾

اس دن! پس وہ نہیں کریں گے ایک دوسرے سے سوال بھی○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ قیامت کے روز خلائق سے چند سوال کرے گا۔

① اصولی چیزوں کے بارے میں سوال کرے گا۔

② اللہ تعالیٰ ان سے اپنی عبادت کے بارے میں سوال کرے گا۔

③ اور انہوں نے اس کے رسولوں کو کیا جواب دیا اس بارے میں سوال کرے گا۔

چنانچہ فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُنَادِيهِمْ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان مشرکین کو پکار کر کہے گا جنہوں نے اس کے شریک بنائے' وہ ان کی عبادت کرتے رہے' جلب منفعت اور دفع ضرر میں ان پر امیدیں رکھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے سامنے انہیں اس لئے پکار کر کہے گا تا کہ ان کے سامنے ان کے معبودوں کی بے بسی اور خود ان کی گمراہی ظاہر ہو جائے۔ ﴿ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِىَ ﴾ ''پس وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں؟'' حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اللہ تعالیٰ کی یہ ندا ان کے زعم اور ان کی بہتان طرازی پر طنز کے طور پر ہوگی' اس لیے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴾ ''جن کا تمہیں دعویٰ تھا۔'' تمہارے مزعومہ معبود اپنی ذات کے ساتھ کہاں ہیں اور کہاں ہے ان کی نفع دینے اور نقصان دینے کی طاقت؟

اور یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اس وقت ان کے سامنے یہ بات اچھی طرح عیاں ہو جائے گی کہ جن خودساختہ معبودوں کی وہ عبادت کرتے رہے ہیں جن پر ان کو بہت امیدیں اور توقعات تھیں' سب باطل اور کمزور تھے اور وہ امیدیں بھی بے ثمر تھیں جو انہوں نے ان معبودوں سے وابستہ کر رکھی تھیں وہ اپنے بارے میں ضلالت اور بے راہ روی کا اعتراف کریں گے۔ بنابریں ﴿ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ﴾ ''وہ لوگ جن پر عذاب کی بات واجب ہو جائے گی کہیں گے'' کفر وشر میں ان کی قیادت کرنے والے سردار اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرنے کا اقرار کرتے ہوئے کہیں گے ﴿ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ ﴾ ''اے ہمارے رب یہی'' وہ پیروکار ہیں ﴿ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ﴾ ''جن کو ہم نے بدراہ کیا' ہم نے ان کو اسی طرح بدراہ کیا جس طرح ہم خود بدراہ ہوئے۔'' یعنی گمراہی اور بدراہی میں ہم میں سے ہر ایک شریک ہے اور اس پر عذاب واجب ہو گیا۔ وہ کہیں گے: ﴿ تَبَرَّاْنَآ

﴿اِلَيْكَ﴾ یعنی ہم ان کی عبادت سے بری الذمہ ہیں ہم ان سے اور ان کے عمل سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ ﴿مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ﴾ ''یہ ہمیں نہیں پوجتے تھے۔'' یہ لوگ تو شیاطین کی عبادت کیا کرتے تھے۔

﴿وَقِيْلَ﴾ ''کہا جائے گا'' ان سے ﴿ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ﴾ ''اپنے ان معبودوں کو بلالو'' جن سے تمہیں کوئی نفع پہنچنے کی امید تھی چنانچہ مصیبت کی ایسی گھڑی میں ان کو اپنے مزعومہ معبودوں کو بلانے کا حکم دیا جائے گا جس میں عابد اپنے معبود کو پکارنے پر مجبور ہوتا ہے۔ ﴿فَدَعَوْهُمْ﴾ ''پس وہ ان کو پکاریں گے'' تاکہ وہ ان کو کوئی فائدہ پہنچائیں یا ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائیں ﴿فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ﴾ ''مگر وہ ان کو کوئی جواب نہ دیں گے'' تب کفار کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ جھوٹے اور سزا کے مستحق ہیں۔ ﴿وَرَاَوُا الْعَذَابَ﴾ ''اور وہ اس عذاب کو دیکھیں گے'' جو ان کے آنکھوں دیکھتے نازل ہو گا جس کو وہ جھٹلایا اور اس کا انکار کیا کرتے تھے۔ ﴿لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''کاش وہ ہدایت یاب ہوتے۔'' تو ان کو اس عذاب کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور انہیں جنت کے راستے کی طرف راہنمائی حاصل ہوتی' جیسے انہیں دنیا میں راہنمائی حاصل ہوئی تھی مگر اس کے برعکس وہ دنیا میں راہ راست پر گامزن نہ ہوئے' اس لیے آخرت میں انہیں جنت کا راستہ نہیں ملا۔

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور جس روز اللہ ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟'' یعنی آیا تم نے ان کی تصدیق کر کے ان کی اتباع کی یا تم نے ان کی تکذیب کر کے ان کی مخالفت کا راستہ اختیار کیا؟ ﴿فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىِٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ یعنی انہیں اس سوال کا جواب بن نہیں پڑے گا اور نہ انہیں صواب کا راستہ ہی ملے گا اور یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ اس مقام پر صریح اور صحیح جواب دیئے بغیر ان کی جان نہیں چھوٹے گی۔ یعنی اپنے احوال کے مطابق انہیں بتانا پڑے گا کہ انہوں نے ایمان اور اطاعت کے ساتھ رسولوں کی آواز پر لبیک کہی تھی' مگر جب انہیں اپنے رسولوں کو جھٹلانے کے رویے' ان کے ساتھ اپنے عناد اور ان کے احکام کی مخالفت کے بارے میں معلوم ہو گا تو وہ کچھ نہیں بولیں گے اور نہ ایک دوسرے سے پوچھ سکیں گے کہ کیا جواب دیں خواہ جواب جھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾

پس لیکن جس شخص نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور اس نے عمل کیا نیک تو امید ہے یہ کہ ہو گا وہ فلاح پانے والوں میں سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مخلوق سے ان کے معبود اور ان کے رسولوں کے بارے میں اپنے سوال کا ذکر کرنے کے بعد اس طریق کا ذکر کرتا ہے جس کے ذریعے سے بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتا ہے۔ بے شک صرف وہی شخص نجات حاصل کر سکتا ہے جو شرک اور معاصی سے توبہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے' اس کی عبادت کرتا ہے' اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہے' ان کی تصدیق کرتا ہے' نیک عمل کرتا ہے اور اپنے اعمال میں رسولوں کی اتباع کرتا ہے۔

﴿فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ﴾ ''پس امید ہے کہ وہ ہوں'' یعنی وہ لوگ جن میں یہ تمام خصائل جمع ہیں۔ ﴿مِنَ

﴿الْمُفْلِحِيْنَ﴾ ''کامیاب ہونے والوں میں سے۔'' اپنا مطلوب ومقصود حاصل کرنے اور خوف سے نجات پانے میں کامیاب ہونے والے۔ پس متذکرہ بالا امور کے بغیر فلاح کا کوئی راستہ نہیں۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى

اور آپکا رب پیدا کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے اور (جو) وہ پسند کرتا ہے، نہیں ہے ان (لوگوں) کیلئے کوئی اختیار، پاک ہے اللہ اور وہ برتر ہے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ

ان سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ○ اور آپکا رب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں سینے انکے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ○ اور وہی ہے اللہ،

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

نہیں کوئی اور الٰہ مگر وہی، اسی کیلئے ہے تمام حمد دنیا اور آخرت میں، اور اسی کا ہے حکم، اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے تم (سب) ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ اس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا پھر ان میں اپنی مشیت نافذ کی اور وہ اپنے اختیار میں متفرد ہے۔ وہ اشخاص' اوامر' ازمان اور اماکن میں سے جو چاہتا ہے چن کر مختص کر لیتا ہے کسی کو اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام شریکوں' مددگاروں' اولاد اور بیوی وغیرہ سے منزہ اور مبرا ہے جنہیں یہ مشرکین اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام امور کو خوب جانتا ہے جنہیں یہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں اور جنہیں یہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہ اکیلا ہی دنیا وآخرت میں اپنی صفات جمال وکمال اور اپنی مخلوق پر احسان و اکرام کی بنا پر مستحق عبادت اور لائق ستائش ہے۔ وہی دنیا وآخرت میں فیصلے کرنے والا ہے' دنیا میں اپنے حکم کونی و قدری کے مطابق فیصلے کرتا ہے جو تمام مخلوق میں جاری وساری ہیں اور وہ اپنے حکم دینی کے مطابق فیصلے کرتا ہے جس سے تمام شرائع اوامر ونواہی وجود میں آتے ہیں۔ وہ آخرت میں بھی اپنے حکم قدری وجزائی کے مطابق فیصلے کرے گا اس لئے فرمایا: ﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' تب وہ تم میں سے ہر ایک کو اس کے اچھے اور برے عمل کی جزا دے گا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ

کہہ دیجیے، بتلاؤ تو سہی! اگر کر دے اللہ تم پر رات ہمیشہ کے لیے قیامت کے دن تک، تو کون الٰہ ہے

غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ

سوائے اللہ کے جو لے آئے تمہارے پاس روشنی؟ کیا پس نہیں سنتے تم؟ ○ کہہ دیجیے، بتلاؤ تو سہی! اگر کر دے اللہ تم پر

النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ

دن ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک تو کون الٰہ ہے سوائے اللہ کے جو لے آئے تمہارے پاس رات کہ تم آرام کرلو

فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا

اس میں؟ کیا پس نہیں دیکھتے تم؟ ○ اور اپنی رحمت ہی سے اس (اللہ) نے بنایا تمہارے لئے رات اور دن کو تاکہ تم آرام کرو

فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۷۳﴾

اس (رات) میں اور تا کہ تلاش کرو تم (دن میں) فضل اس کا اور تا کہ تم شکر کرو ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بندوں پر احسان ہے۔ وہ ان کو اس احسان پر شکر ادا کرنے' اس کی عبودیت اور حق کو قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ بے شک اس نے اپنی بے پایاں رحمت کی وجہ سے ان کے لئے دن بنایا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کریں اور دن کی روشنی میں اپنے رزق اور معیشت کی طلب میں زمین میں پھیل جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رات پیدا کی تا کہ وہ اس میں سکون پائیں ان کے بدن' دن بھر کی تگ ودو کے بعد آرام کر کے تھکاوٹ کو دور کریں۔ یہ بندوں پر اس کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہے...... کیا مخلوق میں سے کوئی ایسی ہستی ہے جو ایسا کرنے پر قادر ہو؟ ﴿ إِن جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِضِيَاءٍ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴾ ''اگر اللہ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ رات ہی طاری کر دے تو اللہ کے سوا کوئی الہ ہے جو تمہیں روشنی لا دیتا کیا تم سنتے نہیں؟'' اللہ کی نصیحتوں اور آیتوں کو سمجھنے اور قبول کرنے کی غرض سے؟ اور ﴿ إِن جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ ''اگر اللہ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ دن ہی طاری کر دے تو اللہ کے سوا کوئی الہ ہے جو تمہارے لیے رات لے آتا جس میں تم آرام کر سکتے؟ کیا تم دیکھتے نہیں'' عبرت کے مواقع اور آیات الٰہی کے جگہیں تا کہ تمہاری بصیرت روشن رہے اور تم صراط مستقیم پر گامزن رہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رات کی آیت مبارکہ میں فرمایا: ﴿ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴾ ''کیا تم سنتے نہیں؟'' اور دن کی آیت مبارکہ میں فرمایا: ﴿ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ ''کیا تم دیکھتے نہیں؟'' اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کے وقت سماعت کا حاسہ' بصارت کے حاسہ کی نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے اور دن کے وقت بصارت کا حاسہ زیادہ قوی ہوتا ہے۔ ان آیات کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندے کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرے' ان میں بصیرت حاصل کرے اور ان کے وجود اور عدم وجود کے مابین موازنہ کرے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے وجود اور ان کے عدم وجود کے مابین موازنہ کرے گا تو اس کی عقل کو اللہ تعالیٰ کے احسان وعنایت پر تَنَبُّہ حاصل ہو گا۔ اس کے برعکس جو کوئی عادت کی پیروی کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ ایسا معاملہ ہے جو ہمیشہ سے اسی طرح چلا آ رہا ہے اور اسی طرح چلتا رہے گا اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کی حمد وثنا سے خالی اور اس حقیقت کی رؤیت سے بے بہرہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے...... تو وہ ایسا شخص ہے جس کے دل میں کبھی شکر اور ذکر کا خیال پیدا نہیں ہوتا۔

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا

اور جس دن ندا دے گا انہیں اللہ، پھر وہ کہے گا، کہاں ہیں میرے شریک وہ جنکو تھے تم (شریک) گمان کرتے؟ ○ اور ہم نکالیں گے

مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ

ہر امت میں سے ایک گواہ پھر کہیں گے ہم، لاؤ تم اپنی دلیل، پس جان لیں گے وہ کہ بلاشبہ سچی بات اللہ ہی کی ہے اور گم ہو جائیگا

عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٧٥﴾ ع

ان سے جو کچھ تھے وہ افترا باندھتے ○

جس روز اللہ تعالیٰ مشرکین کو اور ان لوگوں کو...... جو غیر اللہ کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ الوہیت میں غیر اللہ کا حصہ ہے اور ان کے یہ خود ساختہ معبود عبادت کے مستحق ہیں اور نفع ونقصان دینے کی طاقت رکھتے ہیں...... پکارے گا۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ مشرکین کی جسارت، ان کے زعم کاذب اور ان کی خود اپنے آپ کی تکذیب کو ظاہر کرنا چاہے گا۔ ﴿يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ﴾ ''تو ان کو پکار کر پوچھے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم، شریک سمجھتے تھے۔'' یہ نفس امر میں شریک نہیں بلکہ ان کے زعم باطل کے مطابق شریک ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُرَكَاءَ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ (یونس:١٠/٦٦) ''اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا اپنے خود ساختہ شریکوں کو پکارتے ہیں وہ تو محض اپنے وہم وگمان کے پیرو ہیں اور وہ صرف قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔''

جب یہ مشرکین اور ان کے معبودان باطل اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ﴿مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا﴾ ''ہر امت میں سے ایک گواہ'' یعنی جھٹلانے والی ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کرے گا جو دنیا میں ان کے کرتوتوں، ان کے شرک اور ان کے اعتقادات پر گواہی دے گا اور یہ منتخب لوگ ہوں گے یعنی ہم جھٹلانے والوں کے سرداروں میں سے کچھ لوگوں کو منتخب کر لیں گے جو اپنی طرف سے اور اپنے بھائیوں کی طرف سے جھگڑیں گے کیونکہ وہ ایک ہی راستے پر چلتے رہے ہیں اور جب وہ محاکمہ کے لئے سامنے آئیں گے ﴿فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ﴾ ''تو ہم (ان سے) کہیں گے اپنی دلیل لاؤ'' یعنی اپنے شرک کی صحت پر حجت و برہان کہ آیا ہم نے تمہیں اس شرک کا حکم دیا؟ کیا میرے رسولوں نے تمہیں اس کا حکم دیا؟ یا اس شرک کے جواز کے بارے میں تم نے میری کتابوں میں کچھ لکھا ہوا پایا؟ کیا ان خود ساختہ شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو الوہیت کا مستحق ہو؟ کیا یہ معبود تمہیں کوئی فائدہ دے سکتے ہیں؟ یا تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہٹانے میں تمہارے کوئی کام آ سکتے ہیں؟ اگر ان میں کوئی اہلیت ہے تو وہ یہ کام کر دیکھیں وہ تم سے عذاب الٰہی کو دور کریں اگر وہ ایسا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

﴿فَعَلِمُوا﴾ ''تب وہ جان لیں گے'' اپنے قول کے بطلان وفساد کو اور انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا ﴿أَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ﴾ ''کہ حق اللہ ہی کے لئے ہے'' خصومت ان کی طرف رخ کر لے گی۔ ان کی حجت ناکام اور اللہ تعالیٰ

کی حجت غالب آجائے گی۔ ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''جو جھوٹ اور بہتان انہوں نے گھڑا تھا سب مضمحل، ناپید اور معدوم ہو جائے گا۔'' انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں انصاف کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف اسی شخص کو سزا دی ہے جو اس کا مستحق اور اہل ہے۔

إِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ إِنَّ

بلاشبہ قارون تھا قوم موسیٰ میں سے، پس اس نے ظلم کیا ان پر اور دیا تھا ہم نے اسے خزانوں سے اس قدر کہ بلاشبہ

مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ ۚ إِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللّٰهَ

اسکی چابیاں (انکا اٹھانا) بھاری ہوتا تھا ایک جماعت قوت والی پر جب کہا اس سے اسکی قوم (کے لوگوں) نے، نہ اترا تو بلاشبہ اللہ

لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ

نہیں پسند کرتا اترانے والوں کو ○ اور تلاش کر تو اس میں جو کچھ دیا ہے تجھے اللہ نے، گھر آخرت کا اور مت بھول تو حصہ اپنا

مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَآ أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۖ إِنَّ

دنیا سے، اور احسان کر تو (لوگوں پر) جس طرح کہ احسان کیا اللہ نے تجھ پر اور نہ تلاش کر تو فساد زمین میں بے شک

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾ قَالَ إِنَّمَآ أُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ

اللہ نہیں پسند کرتا فساد کرنیوالوں کو ○ قارون نے کہا، یقیناً دیا گیا ہوں میں وہ (مال) اس علم کی بنا پر جو میرے پاس ہے، کیا نہیں جانا اس نے

أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّأَكْثَرُ

کہ بلاشبہ اللہ نے تحقیق ہلاک کیے ہیں پہلی امتوں میں سے وہ لوگ کہ وہ زیادہ تھے اس سے قوت میں اور بہت زیادہ تھے

جَمْعًا ۖ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ۖ

جمع پونجی (یا جماعت) میں اور نہیں پوچھے جاتے اپنے گناہوں کی بابت مجرم لوگ ○ پس وہ نکلا اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں

قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ أُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ إِنَّهٗ

تو کہا ان لوگوں نے جو چاہتے تھے زندگانی دنیا کی، اے کاش! ہوتا ہمارے لیے (بھی) مثل اس کے جو دیا گیا قارون کو، بلاشبہ وہ

لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ

البتہ بہت بڑے نصیبے والا ہے ○ اور کہا ان لوگوں نے جو دیے گئے تھے علم، افسوس تم پر! ثواب اللہ کا بہت بہتر ہے اس شخص کیلئے جو

اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ إِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۟

ایمان لایا اور اس نے عمل کیے نیک اور نہیں سکھلائی جاتی یہ بات مگر صبر کرنیوالوں ہی کو ○ پس دھنسا دیا ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں

فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾

پس نہ ہوئی اس کے لیے کوئی جماعت جو مدد کرتی اس کی سوائے اللہ کے، اور نہ ہوا وہ خود ہی بدلہ لینے والوں میں سے ○

وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اور ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے تمنا کی تھی اس کے مرتبے کی کل، کہتے تھے کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ کشادہ کرتا ہے رزق

لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَوْ لَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا

جس کیلئے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور وہی تنگ کرتا ہے (جس کیلئے چاہتا ہے)، اگر نہ ہوتا یہ کہ احسان کیا اللہ نے ہم پر

لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

تو البتہ وہ دھنسا دیتا ہمیں بھی، کیا نہیں دیکھا تو نے کہ نہیں فلاح پاتے کافر ○

اللہ تبارک وتعالیٰ قارون کے احوال اور اس کے کرتوتوں اور ان کرتوتوں کی پاداش میں اس کے ساتھ جو کیا گیا‘ اس کے ساتھ خیر خواہی اور جو اسے نصیحت کی گئی تھی ان سب کے بارے میں خبر دیتا ہے‘ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى ﴾ یعنی قارون‘ بنی اسرائیل میں سے تھا جن کو تمام جہانوں پر فضیلت اور اپنے دور میں ان کو سب پر فوقیت دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے احسانات سے نوازا پس ان کا حال استقامت سے مناسبت رکھتا تھا‘ مگر قارون اپنی قوم کے راستے سے منحرف ہو گیا‘ اس نے ان پر ظلم کیا اور سرکشی کی راہ اختیار کی کیونکہ بڑے بڑے امور اس کے سپرد کیے گئے تھے۔ ﴿ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ ﴾ ”ہم نے اسے (مال ودولت کے بہت سے) خزانے عطا کیے تھے“ ﴿ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ﴾ ”ان (خزانوں) کی کنجیاں ایک طاقتور ”عصبہ“ کو اٹھانی مشکل ہوتیں۔“ (عُصْبَة) کا اطلاق سات سے دس تک کی تعداد پر ہوتا ہے‘ یعنی حتیٰ کہ خزانوں کی کنجیاں اٹھانا ایک طاقتور جماعت کے لئے بھی بہت بھاری تھا۔ یہ تو تھیں ان خزانوں کی کنجیاں‘ تب ان خزانوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ ﴿ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ ﴾ ”جب اس کی قوم نے کہا“ اس کی خیر خواہی کرتے اور اسے سرکشی سے ڈراتے ہوئے: ﴿ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴾ یعنی اس دنیاوی شان وشوکت پر خوش ہو نہ اس پر فخر کر کہ یہ تجھے آخرت سے غافل کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اترانے والوں‘ فخر کرنے والوں اور دنیا کی محبت میں مشغول ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ ﴾ یعنی تجھے آخرت کے لئے ایسے مال وسائل حاصل ہیں جو دوسروں کو حاصل نہیں لہٰذا ان وسائل کے ذریعے سے وہ کچھ طلب کر جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے‘ اللہ کی راہ میں صدقہ کر محض لذات وشہوات کے حصول پر اقتصار نہ کر ﴿ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ﴾ ”اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلا۔“ ہم تجھے یہ نہیں کہتے کہ تو اپنا سارا مال صدقہ کر دے اور خود ضائع ہو جا‘ بلکہ اپنی آخرت کے لئے خرچ کر اور اپنی دنیا سے اس طرح فائدہ اٹھا جس سے تیرے دین کو نقصان پہنچے نہ تیری آخرت خراب ہو۔ ﴿ وَاَحْسِنْ ﴾ ”اور بھلائی کر“ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے ﴿ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ﴾ ”جیسے اللہ تعالیٰ نے (تجھے یہ مال ودولت عطا کر کے)

تیرے ساتھ بھلائی کی ہے۔'' ﴿ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ﴾ اور تکبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور منعم کو فراموش کر کے نعمتوں میں مشغول ہو کر زمین میں فساد برپا نہ کر ﴿ إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴾ ''کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔'' بلکہ فساد برپا کرنے پر انہیں سخت سزا دیتا ہے۔

﴿ قَالَ ﴾ قارون نے اپنی قوم کی خیر خواہی کو ٹھکراتے اور اپنے رب کی ناشکری کرتے ہوئے کہا: ﴿ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِندِي ﴾ ''یہ (مال) مجھے میرے علم کی وجہ سے ملا ہے۔'' یعنی یہ مال و دولت میں نے اپنے کسب' مختلف مکاسب کے بارے میں اپنی معرفت اور مہارت کے ذریعے سے حاصل کیا ہے۔ یا اس بنا پر یہ مال مجھے حاصل ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے حال کا علم ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں اس مال و دولت کا اہل ہوں تب تم اس چیز کے بارے میں مجھے کیوں نصیحت کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر رکھی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا و بخشش اس بات کی دلیل نہیں کہ جس کو عطا کیا جا رہا ہے اس کے احوال اچھے ہیں..... فرمایا: ﴿ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ﴾ ''کیا اس کو معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی امتیں' جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں' ہلاک کر ڈالی ہیں؟'' پس دوسرے زمانوں کے لوگوں کو ہلاک کرنے سے کون سی چیز مانع ہے حالانکہ ان جیسے اور ان سے بھی بڑے لوگوں کو ہلاک کرنے کے متعلق ہماری سنت اور اصول...... جب وہ ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو ان کی ہلاکت کے موجب ہوتے ہیں...... گزر چکے ہیں؟ ﴿ وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴾ ''اور گناہ گاروں سے ان کے گناہوں کے متعلق پوچھا نہیں جائے گا۔'' بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا دیتا ہے اور ان کی بداعمالیوں پر ان کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ پس اگر وہ اپنے بارے میں حسن احوال کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان احوال کو ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں تو ان کا یہ دعویٰ قابل قبول نہیں اور یہ دعویٰ ان سے عذاب کو دور نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ ان کے کرتوت چھپے ہوئے نہیں ہیں اس لئے ان کا انکار بے محل ہے۔

قارون اپنے عناد اور سرکشی پر جما رہا اس نے تکبر اور غرور کی بنا پر اپنی قوم کی خیر خواہی کو قبول نہ کیا' وہ خود پسندی میں مبتلا تھا' جو مال و دولت اسے عطا کیا گیا تھا اس نے اسے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ ﴿ فَخَرَجَ ﴾ ایک روز باہر آیا ﴿ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ﴾ ''اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے بڑی ٹھاٹھ باٹھ سے'' یعنی وہ اپنے بہترین دنیاوی حال میں اپنی قوم کے سامنے آیا' اس کے پاس بہت زیادہ مال و دولت تھا وہ پوری طرح تیار ہو کر اور پوری سج دھج کے ساتھ' اپنی قوم کے سامنے آیا۔ اس قسم کے لوگوں کی یہ سج دھج' عام طور پر' بہت ہی مرعوب کن ہوتی ہے جس میں دنیاوی زیب و زینت' اس کی خوبصورتی' اس کی شان و شوکت' اس کی آسودگی اور اس کا تفاخر سب شامل ہوتے ہیں۔

قارون کو اس حالت میں آنکھوں نے دیکھا' اس کے لباس کی ہیئت نے دلوں کو لبریز کر دیا اور اس کی سج دھج

نے نفوس کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ دیکھنے والے دو گروہوں میں منقسم ہو گئے ہر گروہ نے اپنے اپنے عزم و ہمت اور اپنی اپنی رغبت کے مطابق تبصرہ کیا۔ ﴿ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴾ یعنی وہ لوگ جن کے ارادے صرف دنیاوی شان و شوکت ہی سے متعلق ہیں' دنیا ہی ان کی منتہائے رغبت ہے اور دنیا کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں انہوں نے کہا: ﴿ یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ﴾ ''کاش ہمیں بھی وہ (دنیاوی ساز و سامان اور اس کی خوبصورتی) عطا کر دی جاتی جس سے قارون کو نوازا گیا ہے۔''

﴿ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴾ ''بے شک وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔'' اگر ان کی رغبتوں کا منتہائے مقصود یہی ہے کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد کوئی اور زندگی نہیں تو وہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ وہ تو بڑے نصیبے والا ہے کیونکہ وہ دنیا کی بہترین نعمتوں سے بہرہ ور ہے جن کے ذریعے سے وہ اپنی زندگی کے مطالب و مقاصد کے حصول پر قادر تھا۔ یہ عظیم حصہ لوگوں کے ارادوں کے مطابق تھا۔ یہ ان لوگوں کے ارادے اور ان کے مقاصد و مطالب ہیں جو نہایت گھٹیا ہمتوں کے مالک ہیں' جن کے ارادے اعلیٰ مقاصد و مطالب کی طرف ترقی کرنے سے قاصر ہیں۔

﴿ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ﴾ ''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے۔'' یعنی جنہوں نے اشیاء کے حقائق کو پہچانا اور دنیا کے باطن (بے ثباتی) کو مدنظر رکھا ہوا تھا۔ جبکہ ان لوگوں کی نظر دنیا کے ظاہر (زیب و زینت) پر تھی، ﴿ وَیْلَكُمْ ﴾ ''تم پر افسوس'' ان کے حال کو دیکھتے' ان کی تمناؤں پر دکھ محسوس کرتے اور ان کی بات پر نکیر کرتے ہوئے کہا: ﴿ ثَوَابُ اللّٰهِ ﴾ ثواب عاجل یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت' اس کی محبت کی لذت' اس کی طرف انابت' اس کی طرف اقبال اور ثواب آخرت یعنی جنت کی نعمتیں اور جو کچھ اس میں ہے کہ نفس جن کی خواہش کرتے اور آنکھیں لذت حاصل کرتی ہیں ﴿ خَیْرٌ ﴾ ''بہتر ہے'' اس چیز سے جس کی تم تمنا کر رہے ہو اور جس کی طرف تم رغبت رکھتے ہو۔

یہ تو ہے معاملے کی اصل حقیقت' مگر اس حقیقت کا علم رکھنے والے سب لوگ تو اس کی طرف توجہ نہیں کرتے ﴿ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴾ اس کی توفیق صرف ان لوگوں کو عطا کی گئی ہے جو صبر سے بہرہ ور ہیں اور جن لوگوں نے نافرمانی کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا پابند کر رکھا ہے' جو اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر کرتے ہیں' جو اپنے رب کو فراموش کر کے دنیا کی پرکشش لذات و شہوات میں مشغول ہوتے ہیں نہ یہ لذات و شہوات ان کے ان مقاصد کی راہ میں حائل ہوتی ہیں جن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے...... یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ثواب کو اس دنیائے فانی پر ترجیح دیتے ہیں۔

جب قارون کی سرکشی اور فخر کی حالت انتہا کو پہنچ گئی اور اس کے سامنے دنیا پوری طرح آراستہ ہو گئی اور دنیا نے اس کو بے انتہا تکبر اور غرور میں ڈال دیا تو اس کو اچانک عذاب نے آ لیا۔ ﴿ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ ﴾

''پس ہم نے سزا کے طور پر اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا'' سزا اس کے عمل کی جنس میں سے تھی۔ جس طرح وہ اپنے آپ کو اللہ کے بندوں سے بلند سمجھتا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اسے' اس کے گھر اور مال و دولت سمیت' جس نے اسے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا' انتہائی پستیوں میں اتار دیا ﴿فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ﴾ ''اس کی کوئی جماعت نہ تھی۔'' یعنی کوئی جماعت' گروہ' خدام اور افواج نہ تھیں ﴿يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾ ''اللہ کے سوا جو اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔'' یعنی عذاب الٰہی آ پہنچا کسی نے اس کی مدد کی نہ وہ کسی سے مدد حاصل کر سکا۔

﴿وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ﴾ ''اور وہ لوگ جو کل اس کے مقام و مرتبے کی تمنا کرتے تھے۔'' یعنی وہ لوگ جو دنیا کی زندگی کے خواہش مند تھے اور کہا کرتے تھے: ﴿يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ﴾ ''کاش ہمیں بھی وہ کچھ مل جاتا جو قارون کو عطا کیا گیا ہے۔'' ﴿يَقُوْلُوْنَ﴾ ''وہ کہنے لگے'' دکھ محسوس کرتے' عبرت پکڑتے اور ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ بھی عذاب کی گرفت میں نہ آ جائیں: ﴿وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ﴾ ''ہماری حالت پر افسوس! اللہ اپنے بندوں سے جس کا چاہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کا چاہے تنگ کر دیتا ہے'' تب ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قارون کے رزق میں فراخی' اس بات کی دلیل نہیں کہ اس میں کوئی بھلائی ہے' اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب نہ تھے ﴿اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ ''قارون تو بڑے ہی نصیبے والا ہے۔''

﴿لَوْلَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ ''اگر ہم پر اللہ کی عنایت نہ ہوتی'' تو وہ ہماری بات پر ہماری گرفت کر لیتا اور اگر اس کا فضل و کرم نہ ہوتا ﴿لَخَسَفَ بِنَا﴾ ''تو وہ ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا''۔ قارون کی ہلاکت اس کے لئے سزا اور دوسروں کے لئے عبرت اور نصیحت تھی۔ حتیٰ کہ وہ لوگ بھی' جو قارون پر رشک کیا کرتے تھے نادم ہوئے اور قارون کے بارے میں ان کا نقطہ نظر بدل گیا ﴿وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور حقیقت یہی ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے'' یعنی دنیا و آخرت میں۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا

یہ گھر آخرت کا کرتے ہیں ہم اس کو ان لوگوں کے لئے جو نہیں چاہتے بڑائی زمین میں اور نہ

فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾

فساد' اور (بہترین) انجام پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے O

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قارون اور جو کچھ اس کو عطا کیا گیا اور اس کے انجام کا ذکر کیا نیز اہل علم کے اس قول سے آگاہ فرمایا: ﴿ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اس شخص کے لئے اللہ کا ثواب بہتر ہے جو ایمان

لائے اور نیک عمل کرے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے آخرت کی ترغیب دی اور وہ سبب بیان فرمایا جو آخرت کے گھر تک پہنچاتا ہے۔ فرمایا: ﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ ﴾ ''آخرت کا یہ گھر'' جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں خبر دی' اس کے رسولوں نے آگاہ کیا' جس میں ہر نعمت جمع کر دی گئی اور جہاں سے ہر تکدر کو دور کر دیا گیا ہے ﴿ نَجْعَلُهَا ﴾ ہم اس کو گھر اور ٹھکانا بنا دیں گے ﴿ لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''ان لوگوں کے لئے جو زمین میں اپنی بڑائی چاہتے ہیں نہ فساد کرتے ہیں'' یعنی ان کا زمین میں فساد کرنے کا ارادہ تک نہیں تو پھر زمین میں اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بڑائی حاصل کرنے کی کوشش کرنا' ان کے ساتھ تکبر سے پیش آنا اور حق کے بارے میں تکبر کا رویہ رکھنا تو بہت دور کی بات ہے۔ ﴿ وَلَا فَسَادًا ﴾ ''اور نہ فساد'' اور یہ تمام معاصی کو شامل ہے۔

جب ان کا زمین میں بڑائی حاصل کرنے اور فساد برپا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تو اس سے یہ بات لازم آئی کہ ان کے ارادے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں مصروف' آخرت کا گھر ان کا مطلوب و مقصود' اللہ کے بندوں کے ساتھ تواضع سے پیش آنا ان کا حال ہے' وہ حق کی اطاعت اور عمل صالح میں مشغول رہتے ہیں۔ یہی وہ اہل تقویٰ ہیں' جن کے لئے اچھا انجام ہے بنا بریں فرمایا: ﴿ وَالْعَاقِبَةُ ﴾ یعنی فلاح اور کامیابی دائمی طور پر ان لوگوں کا حال ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر لوگ اگرچہ ان کو کچھ غلبہ اور راحت حاصل ہوتی ہے مگر یہ لمبی مدت کے لئے نہیں ہوتی' جلد ہی زائل ہو جاتی ہے۔ آیت کریمہ میں اس حصر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو لوگ زمین میں بڑائی یا فساد کا ارادہ کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کے گھر میں کوئی حصہ نہیں۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى

جو کوئی لائے گا نیکی تو اس کے لئے بہت بہتر (بدلہ) ہو گا اس (نیکی) سے اور جو کوئی لائے گا برائی تو نہیں بدلہ دیے جائیں گے

الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

وہ لوگ جنہوں نے عمل کیے برے، مگر جو کچھ کہ تھے وہ عمل کرتے ○

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے کئی گنا زیادہ ہونے اور اپنے عدل کامل کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ ﴾ ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا'' اس میں شرط عائد کی گئی ہے کہ عامل نیکی کے ساتھ آئے کیونکہ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان کوئی نیکی کرتا ہے اور اس نیکی کے ساتھ کچھ ایسے اعمال بھی ہوتے ہیں جو قابل قبول نہیں ہوتے یا وہ اس نیکی کو باطل کر دیتے ہیں...... تو یہ شخص درحقیقت نیکی لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر نہیں ہوتا۔ (اَلْحَسَنَةُ) ''نیکی'' یہاں اسم جنس ہے جو ان تمام امور کو شامل ہے جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) نے حکم دیا ہے مثلاً حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق تمام اقوال اور تمام ظاہری اور باطنی اعمال ﴿ فَلَهٗ خَيْرٌ ﴾

﴿مِّنْهَا﴾ ''تو اس کے لیے اس سے بہتر نیکی ملے گی'' یعنی اس کی جزا زیادہ بڑی اور زیادہ جلیل القدر ہے ایک اور آیت کریمہ میں آتا ہے: ﴿فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ (الانعام:٦/١٦٠) ''اس کے لئے ویسی ہی دس نیکیاں ہیں۔'' نیکی کا اس طرح کئی گنا ہونا لازمی امر ہے۔ بسا اوقات اس کے ساتھ کچھ اسباب مقرون ہوتے ہیں جو اس کو اور زیادہ کر دیتے ہیں: ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ (البقرۃ:٢/٢٦١) ''اللہ جس کی نیکیوں کو چاہتا ہے کئی گنا کر دیتا ہے' وہ بہت وسعت والا اور جاننے والا ہے۔'' اور یہ اضافہ نیکی کرنے والے کے حال' اس کے اس نیک عمل' اس عمل کے فائدے اور اس کے محل و مقام کے مطابق ہوتا ہے۔

﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ﴾ ''اور جو شخص برائی لے کر آئے'' یہاں (اَلسَّيِّئَةُ) ''برائی'' سے مراد ہر وہ کام ہے جس کو شارع نے حرام ٹھہرا کر اس سے روک دیا ہو ﴿فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''تو ایسے لوگوں کو برائیوں کا اتنا ہی بدلہ ملے گا جس قدر انہوں نے کی ہوں گی'' یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (الانعام:٦/١٦٠) ''جو کوئی اللہ کے حضور ایک نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لئے ویسی ہی دس نیکیاں ہیں اور جو کوئی ایک برائی لے کر حاضر ہوگا تو اس کو صرف اتنی ہی سزا ملے گی جتنی اس نے برائی کی ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ مَنْ

بلاشبہ وہ جس نے نازل کیا آپ پر قرآن البتہ وہ لوٹانے والا ہے آپکو (آپکے) لوٹنے کی جگہ کیطرف' کہہ دیجیے! میرا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو جو

جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ يُّلْقٰۤى

آیا ہے ساتھ ہدایت کے، اور اس کو بھی جو ہے گمراہی ظاہر میں ○ اور نہیں تھے آپ امید رکھتے یہ کہ القاء کی جائے گی

اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ

آپکی طرف (یہ) کتاب مگر (القا کی گئی ہے) رحمت سے آپکے رب کی، پس نہ ہوں آپ ہرگز مددگار کافروں کیلیے ○ اور نہ روک دیں وہ آپکو

عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾

اللہ کی آیتوں سے بعد اسکے جب وہ نازل کی گئیں آپکی طرف، اور آپ بلائیں اپنے رب کی طرف، اور ہرگز نہ ہوں آپ مشرکوں میں سے ○

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ

اور نہ پکاریں آپ ساتھ اللہ کے کسی اور معبود کو' نہیں کوئی معبود مگر وہی' ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے

لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

اسی کے لئے ہے حکم اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے تم (سب) ○

وقف لازم

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ ﴾ ''جس (اللہ) نے تم پر قرآن (کے احکام) کو فرض کیا ہے۔'' یعنی جس ہستی نے آپ پر قرآن نازل کیا' اس میں احکام فرض کیے' اس میں حلال اور حرام کو واضح کیا' آپ کو اسے تمام لوگوں تک پہنچانے کا حکم دیا' نیز آپ کو حکم دیا کہ آپ تمام مکلفین کو ان احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیں اس اللہ تعالیٰ کی حکمت کے لائق نہیں کہ صرف اسی دنیا کی زندگی ہوتی اور بندوں کو جزا و سزا نہ دی جاتی' بلکہ ضروری ہے کہ وہ آپ کو (معاد) ''انجام کار'' کی طرف لوٹائے جہاں نیکو کاروں کو ان کی نیکی کی جزا دی جائے اور بدکاروں کو ان کے گناہوں کی سزا۔ آپ نے ان کے سامنے ہدایت کو کھول کھول کر بیان کر دیا اور ہدایت کے راستے کو واضح کر دیا ہے اب اگر وہ آپ کی پیروی کریں تو یہ ان کی خوش نصیبی اور سعادت مندی ہے اور اگر وہ آپ کی مخالفت پر ڈٹ جائیں' اس ہدایت میں جرح وقدح کریں جسے آپ لے کر آئے ہیں اور اپنے باطل موقف کو حق پر ترجیح دیں تو بحث کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور غیب و موجود کا علم رکھنے والی اس ہستی کی طرف سے ان کے اعمال کی جزا کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا جو حق کا احقاق اور باطل کا ابطال کرتی ہے۔

بنابریں فرمایا: ﴿ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کا رسول (ﷺ) خود راہ راست پر گامزن اور راہ راست کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔ اور آپ کے دشمن گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں۔ فرمایا: ﴿ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤی اِلَیْكَ الْكِتٰبُ ﴾ یعنی آپ اس بات کے خواہش مند نہ تھے کہ یہ کتاب آپ پر نازل کی جاتی اور نہ اس کے لئے تیار تھے اور نہ اس کے درپے تھے ﴿ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ یہ تو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اور بندوں پر بے پایاں رحمت تھی کہ اس نے آپ کو اس کتاب کے ساتھ مبعوث کیا' اس نے تمام جہانوں پر رحم فرمایا اور انہیں وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتے تھے' انہیں پاک کیا اور انہیں کتاب وحکمت کا علم سکھایا اگرچہ اس سے پہلے لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔

جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے رحمت کے طور پر آپ کی طرف یہ کتاب نازل کی ہے تو آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ تمام امور جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے سب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل و کرم ہے' اس لئے آپ کے دل میں کسی قسم کی کچھ تنگی نہ ہو اور آپ یہ نہ سمجھیں کہ جو کچھ اس کے خلاف ہے' زیادہ درست اور زیادہ نفع مند ہے۔ ﴿ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴾ یعنی کفار کے کفر پر ان کی اعانت نہ کیجئے۔ کفار کے کفر پر منجملہ اعانت یہ ہے کہ قرآن کی کسی آیت یا حکم کے بارے میں کہا جائے کہ یہ حکمت' مصلحت اور منفعت کے خلاف ہے۔ ﴿ وَلَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ ﴾ ''اور وہ تمہیں اللہ کی آیتوں سے بعد اس کے کہ وہ آپ پر نازل ہو چکی ہیں روک نہ دیں۔'' بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو آگے پہنچائیے' ان کے احکام کو نافذ کیجئے' ان کی چالوں کی پروا نہ کیجئے' کفار آپ کو ان آیات کے بارے میں

فریب میں مبتلا نہ کریں اور آپ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔

﴿ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ﴾ یعنی اپنے رب کی طرف دعوت کو اپنا منتہائے مقصود اور اپنے عمل کی غرض وغایت بنائیے اور جو چیز بھی اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دیجئے مثلاً ریا' شہرت کی طلب اور اہل باطل کی اغراض کی موافقت وغیرہ۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں اہل باطل کی معیت اور ان کے امور میں ان کی اعانت کی داعی ہیں ﴿ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴾ یعنی ان کے ساتھ ان کے شرک میں شامل ہوں نہ اس کی فرع میں۔ شرک کی فروع سے مراد تمام گناہ ہیں۔

﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ﴾ ''اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارنا۔'' بلکہ اپنی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص رکھئے! ﴿ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی کامل اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہستی کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں جس کو الٰہ بنایا جائے' اس سے محبت کی جائے اور اس کی عبادت کی جائے ﴿ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ﴾ ''اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔'' جب اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز مضمحل ہو کر ہلاک ہونے والی ہے تو ہلاکت کا شکار ہونے والی باطل ہستی کی عبادت بھی انتہائی باطل ہے۔

﴿ لَهُ الْحُكْمُ ﴾ دنیا و آخرت میں اسی کا حکم نافذ ہے۔ ﴿ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ ''اور تمہیں صرف اسی کی طرف لوٹنا ہے۔'' جب اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل اور ہلاک ہونے والی ہے اور اللہ باقی رہنے والا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہی تمام خلائق کا مرجع ہے تاکہ وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا دے۔ جس شخص میں ادنیٰ سی بھی عقل ہے اس کے سامنے یہ حقیقت متعین ہو گئی کہ صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے ایسے اعمال کئے جائیں جو اس کے تقرب کا ذریعہ ہیں' اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے بچا جائے اور اس چیز سے بھی بچا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عدم توبہ کی حالت میں اور گناہ اور خطاؤں کو ختم کئے بغیر حاضر ہوا جائے۔

تفسیر سورۃ العنکبوت

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ (۲۹) مَكِّيَّةٌ (۸۵) | بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ | اٰیاتھا ۶۹ رکوعاتھا ۷

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ﴿١﴾ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴿٢﴾ وَلَقَدْ

الٓمّٓ ○ کیا گمان کیا ہے لوگوں نے یہ کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے (صرف) یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لائے، اور وہ نہیں آزمائے جائیں گے ○ اور البتہ تحقیق

فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ﴿٣﴾

آزمایا تھا ہم نے ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے پس البتہ ضرور جان لیگا اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے سچ بولا، اور البتہ وہ ضرور جان لیگا انکو جو جھوٹے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے بیان فرماتا ہے کہ یہ اس کی حکمت کا تقاضا نہیں کہ جس کسی نے کہہ دیا کہ ''وہ مومن ہے'' اور وہ ایمان کا دعویٰ کرے...... اسے ایسی حالت میں باقی رکھا جائے کہ جس میں وہ آزمائش وابتلا سے سلامت رہے گا اور اسے کوئی ایسا امر پیش نہیں آئے گا جو اس کے ایمان اور اس کی فروع کو مضطرب کرے اور اگر معاملہ اسی طرح ہو تو سچے اور جھوٹے' حق اور باطل میں امتیاز نہیں ہو سکتا لیکن اس کی عادت یہ رہی ہے کہ وہ اہل ایمان کو خوشحالی اور تنگدستی' راحت اور مشقت' بشاشت اور ناگواری' فراخی اور محتاجی' بعض اوقات دشمنوں کی فتح و غلبہ اور دشمنوں کے خلاف قول و فعل کے ساتھ جہاد وغیرہ جیسی آزمائشوں کے ذریعے سے آزماتا ہے جو تمام تر شبہات کے فتنے کی طرف لوٹتی ہیں جو عقیدے کی معارض ہیں اور شہوات (کے فتنے) کی طرف لوٹتی ہیں جو ارادے کی معارض ہیں۔

شبہات کے وارد ہونے کے وقت جس کسی کا ایمان مضبوط رہتا ہے اور متزلزل نہیں ہوتا اور وہ اس حق کے ذریعے سے شبہات کو دور کر دیتا ہے جو اس کے پاس ہے اور شہوات کے وارد ہونے کے وقت...... جو گناہ اور معاصی کے موجب اور داعی ہیں یا وہ اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم سے روگرداں کرتے ہیں...... وہ ایمان کے تقاضوں پر عمل کرتا ہے' اپنی شہوات کے خلاف جدوجہد کرتا ہے تو یہ چیز اس کے ایمان کی صداقت اور صحت پر دلالت کرتی ہے۔ شبہات کے وارد ہونے کے وقت جس کسی کے دل میں شک و ریب جڑ پکڑ لیتا ہے اور شہوات کے پیش آنے پر شہوات اسے گناہوں کی طرف موڑ دیتی یا واجبات کی ادائیگی سے روک دیتی ہیں تو یہ چیز اس کے ایمان کی عدم صحت اور عدم صداقت پر دلالت کرتی ہے۔

اس مقام پر لوگ بہت سے درجات میں منقسم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا کچھ لوگوں کے پاس بہت قلیل ایمان اور کچھ لوگ اس سے بہت زیادہ سے بہرہ ور ہیں۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دنیا و آخرت کی زندگی میں قول ثابت کے ذریعے سے ثابت قدمی عطا کرے اور ہمیں اپنے دین پر ثبات سے سرفراز کرے۔ ابتلاء اور امتحان نفوس انسانی کے لئے ایک بھٹی کی مانند ہے جو اچھی چیز میں سے گندگی اور میل کچیل کو نکال باہر کرتی ہے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۴﴾

کیا گمان کیا ہے ان لوگوں نے جو عمل کرتے ہیں برے، یہ کہ وہ بچ کر نکل جائینگے ہم سے؟ بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ○

یعنی کیا ان لوگوں نے' جن کے ارادوں پر جرائم کا ارتکاب اور برے افعال غالب ہیں' یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کے اعمال کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں عن قریب غافل ہو جائے گا یا وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نکل بھاگیں گے۔ اسی لئے وہ گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ان کے لیے ان گناہوں پر عمل کرنا بہت آسان اور سہل ہے؟ ﴿سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾ یعنی ان کا فیصلہ بہت برا ہے' یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور

حکمت کے انکار کو متضمن ہے نیز ان کے اس دعوے کو متضمن ہے کہ ان میں اتنی طاقت اور قدرت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکیں حالانکہ وہ سب سے کمزور اور سب سے عاجز مخلوق ہیں۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَمَنْ

جو شخص امید رکھتا ہے ملاقات کی اللہ سے پس بلاشبہ وعدہ اللہ کا ضرور آنے والا ہے اور وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ○ اور جو شخص

جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

جہاد کرے تو یقیناً وہ جہاد کرتا ہے اپنی ذات ہی کے فائدے کے لیے بے شک اللہ البتہ بے نیاز ہے تمام جہان والوں سے ○

اے اپنے رب کے ساتھ محبت کرنے والے! اس کے قرب اور اس کی ملاقات کا اشتیاق رکھنے والے! اور اس کی رضا کے حصول کی خاطر بھاگ دوڑ کرنے والے! اپنے محبوب کی ملاقات کے وقت کے قریب آنے پر خوش ہو جا کیونکہ وہ وقت آنے والا ہے اور ہر آنے والا وقت قریب ہوتا ہے۔ اپنے محبوب کی ملاقات کے لئے زادِ راہ لے کر امید کو اپنا ساتھی بنا کر اور محبوب کے وصل کی آرزو کرتے ہوئے اس کی طرف رواں دواں ہو جا۔ مگر ہر شخص کو اس کے دعویٰ کرنے پر عطا نہیں کر دیا جاتا اور نہ اس کی ہر تمنا پوری کر دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آوازوں کو سننے والا اور نیتوں کو جاننے والا ہے اس لئے جو کوئی اپنے دعوے اور تمناؤں میں سچا ہے اللہ تعالیٰ اس کی امیدوں کو پورا کر دیتا ہے اور جو کوئی اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اس کا دعویٰ اسے کوئی فائدہ نہیں دیتا وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی محبت کا اہل ہے اور کون اس کا اہل نہیں۔

﴿وَمَنْ جَاهَدَ﴾ جس نے اپنے نفس، شیطان اور کافر دشمن کے خلاف جہاد کیا ﴿فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ﴾ ''تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے جہاد کرتا ہے۔'' کیونکہ اس جہاد کا فائدہ اور اس کا ثمرہ اسی کی طرف لوٹتا ہے اور اللہ تو تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا ہے اس کا مقصد یہ نہیں کہ اس سے اسے کوئی فائدہ حاصل ہوگا اور نہ اللہ تعالیٰ نے بخل کی بنا پر بعض چیزوں سے روک رکھا ہے۔ یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اوامر و نواہی میں، مکلف جدوجہد کا محتاج ہے کیونکہ اس کا نفس طبعاً نیکی کرنے میں سستی کرتا ہے، اس کا شیطان اسے نیکی کی راہ سے روکتا ہے اور اس کا کافر دشمن اسے اقامت دین سے منع کرتا ہے ان تمام معارضات کو دور کرنے کے لئے مجاہدے اور سخت کوشش کی ضرورت ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے نیک، البتہ ضرور مٹا دیں گے ہم ان سے برائیاں انکی، اور البتہ ضرور جزا دیں گے ہم انہیں بہترین

الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ان کی جو تھے وہ عمل کرتے ○

یعنی وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح سے نوازا' وہ ان کے گناہوں کو ختم کر دے گا کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں ﴿ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ ''اور ہم ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا صلہ دیں گے۔'' اس سے مراد اعمال خیر ہیں' مثلاً واجبات و مستحباب وغیرہ اور یہ بندے کے بہترین اعمال ہیں کیونکہ بندہ مباح کام بھی کرتا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ

اور وصیت کی ہم نے انسان کو اپنے والدین کیساتھ نیکی کرنے کی اور اگر وہ کوشش کریں تیرے ساتھ کہ شریک ٹھہرائے تو میرے ساتھ اس چیز کو کہ نہیں تجھے

بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾

اسکا کوئی علم، تو نہ اطاعت کرتو ان دونوں کی، میری طرف واپسی ہے تمہاری، پس میں خبر دوں گا تمہیں اسکی جو کچھ کہ تھے تم عمل کرتے ○

یعنی ہم نے انسان کو حکم دیا اور اس کو وصیت کی ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے یعنی وہ اپنے قول و فعل کے ذریعے سے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اپنے اس رویے کی حفاظت کرے' نیز وہ اپنے قول و فعل میں والدین کی نافرمانی کرے نہ ان کے ساتھ برا سلوک کرے۔ ﴿ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ﴾ ''اور اگر وہ (والدین) دونوں تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جب کہ حقیقت سے تجھے واقفیت نہیں۔'' اور کسی کے پاس شرک کی صحت پر کوئی دلیل نہیں۔ اس آیت کریمہ میں شرک کے معاملے کی اہمیت کی بنا پر یہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ ﴿ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ ''تو ان کا کہنا نہ ماننا' تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے' پھر جو کچھ تم کرتے تھے میں تم کو بتاؤں گا۔'' پس میں تمہارے اعمال کی جزا دوں گا۔ اس لئے تم اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کر و ان کی اطاعت کو ہر شخص کی اطاعت پر مقدم رکھو' سوائے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہر چیز پر مقدم ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿٩﴾

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے نیک، البتہ ہم ضرور داخل کریں گے انہیں نیک صالح لوگوں میں ○

جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا' اس نے نیک عمل کئے' اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ اسے اپنے نیک بندوں کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا' یعنی انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین کے ساتھ' اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر ایک کا اپنا اپنا درجہ اور اپنا اپنا مرتبہ ہے۔ ایمان صحیح اور عمل صالح' بندے کی سعادت کا عنوان ہے اور بے شک وہ اہل رحمان میں سے ہے اور اللہ کے نیک بندوں میں سے ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ

اور بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں ایمان لائے ہم اللہ پر، پھر جب ایذا دیا جاتا ہے وہ اللہ (کی راہ) میں تو بنا تا ہے وہ ایذا رسانی کو لوگوں کی

كَعَذَابِ اللّٰهِؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ

مانند عذاب کی اللہ کے اور البتہ اگر آ جائے مدد آپ کے رب کی طرف سے تو وہ ضرور کہیں گے، بلا شبہ ہم تو تھے تمہارے ساتھ ہی کیا نہیں ہے اللہ

بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

خوب جاننے والا اسکو جو کچھ ہے سینوں میں جہاں والوں کے؟ ○ اور ضرور جان لیگا اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور ضرور جان لیگا منافقوں کو بھی ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ اس شخص کی آزمائش ہونا لازمی ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تاکہ سچے اور جھوٹے کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے، تو یہ بھی واضح کر دیا کہ لوگوں میں سے ایک گروہ محن وابتلاء پر صبر نہیں کر سکتا بعض تکلیفوں اور مصیبتوں پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا، چنانچہ فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ﴾ "اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور جب ان کو اللہ (کے راستے) میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔" مار کر مال چھین کر اور عار دلا کر اسے اذیت دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے دین کو چھوڑ کر باطل کی طرف لوٹ آئے ﴿جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ﴾ "تو لوگوں کی تکلیف (یوں) سمجھتے ہیں جیسے اللہ کا عذاب۔" لوگوں کی ایذا رسانی انہیں متزلزل کر کے ایمان سے روک دیتی ہے جیسے عذاب انہیں اس چیز سے روک دیتا ہے جو اس عذاب کی باعث بنتی ہے۔

﴿وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ﴾ "اور اگر تمہارے رب کی طرف سے مدد پہنچے تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔" کیونکہ یہ ان کی خواہشات نفس کے موافق ہے۔ یہ لوگوں کی اس صنف سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨاطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ (الحج: ۲۲/۱۱) "اور لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر بھلائی پہنچے تو مطمئن ہو جاتا ہے اور کوئی مصیبت آ جائے تو الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں خسارے میں ہے اور یہ واضح خسارہ ہے۔"

﴿اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ "کیا جو جہان والوں کے سینوں میں ہے اللہ اس سے واقف نہیں؟" اس نے تمہیں اس فریق کے بارے میں آگاہ فرمایا جن کا حال وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وصف بیان فرمایا ہے پس تم اس بات سے اس کے کامل علم اور بے پایاں حکمت کو جان سکتے ہو۔

﴿وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ﴾ "اور اللہ ان کو ضرور معلوم کر لے گا جو (سچے) مومن ہیں اور منافقوں کو بھی معلوم کر لے گا۔" اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آزمائش وابتلاء مقرر کی ہے تاکہ ان کے بارے میں اپنا علم ظاہر کرے اور ان سے جو اعمال ظاہر ہوتے ہیں ان کے مطابق ان کو جزا دے اور مجرد اپنے علم ہی پر ان کو جزا و سزا نہ دے کیونکہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حجت پیش کریں گے کہ اگر ان کو آزمایا گیا ہوتا تو وہ بھی

ثابت قدم رہتے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، ان لوگوں سے جو ایمان لائے، پیروی کرو تم ہمارے راستے کی، اور چاہیے کہ اٹھا لیں ہم تمہارے گناہ حالانکہ نہیں وہ

بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا

اٹھانے والے انکے گناہوں میں سے کچھ بھی، بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں ○ اور البتہ ضرور اٹھائینگے وہ اپنے بوجھ اور کئی بوجھ (دوسروں کے بھی)

مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ؗ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع ۱۲

ساتھ اپنے بوجھوں کے، اور البتہ ضرور پوچھے جائیں گے وہ دن قیامت کے ان باتوں کی بابت جو تھے وہ افترا باندھتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ کفار کی بہتان طرازی اور اہل ایمان کو اپنے دین کی طرف ان کی دعوت کا ذکر کرتا ہے۔ اس ضمن میں اہل ایمان کو آگاہ کیا ہے کہ وہ کفار سے دھوکہ کھائیں نہ ان کی چالوں میں آئیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا﴾ ''اور جو کافر ہیں وہ مومنوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے طریق کی پیروی کرو۔'' یعنی اپنے دین یا دین کے کچھ حصے کو ترک کر دو اور ہمارے دین میں ہماری پیروی کرو ہم تمام معاملے کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ ﴿وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ﴾ ''اور ہم تمہاری خطاؤں کو اپنے اوپر لے لیں گے''۔ حالانکہ یہ معاملہ ان کے ہاتھ میں نہیں ہے لہٰذا فرمایا: ﴿وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''حالانکہ وہ ان کے گناہوں کا کچھ بھی بوجھ اٹھانے والے نہیں۔'' یعنی وہ کم یا زیادہ' کچھ بھی خطائیں اپنے اوپر نہیں لے سکتے۔ خطاؤں کو اپنے ذمے لینے والا خواہ راضی ہی کیوں نہ ہو' وہ کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے حکم کے بغیر اپنے حق میں تصرف کی اجازت نہیں دیتا اور اس کا حکم: ﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ (النجم: ۳۸/۵۳) ''کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' کے اصول پر مبنی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ سے یہ وہم بھی ہو سکتا ہے کہ اہل ایمان کو کفر وغیرہ کی طرف دعوت دینے کا کفار کو صرف وہی گناہ ہوگا جس کا انہوں نے ارتکاب کیا دوسروں کے گناہوں میں ان کا کوئی حصہ نہیں خواہ وہ دوسروں کے گناہوں کا سبب ہی کیوں نہ بنے ہوں...... اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو دور کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ﴾ ''اور وہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے۔'' یعنی اپنے ان گناہوں کا بوجھ جن کا انہوں نے ارتکاب کیا ﴿وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾ ''اور اپنے بوجھ کے ساتھ اور بوجھ بھی (اٹھائیں گے)۔'' اس سے مراد وہ گناہ ہیں جو ان کے سبب سے اور ان کی جسارت کی بنا پر ان کے اعمال نامے میں لکھے گئے۔

وہ گناہ جس کا ارتکاب کوئی تابع شخص کرتا ہے اس میں تابع اور متبوع دونوں کا حصہ ہوتا ہے تابع کا حصہ اس لئے ہے کہ اس نے اس گناہ کا ارتکاب کیا اور متبوع کا حصہ اس لئے کہ وہ اس گناہ کا سبب بنا اور اس نے اس گناہ

کی طرف دعوت دی۔ بالکل اسی طرح جب کوئی تابع شخص نیکی کرتا ہے تو نیکی کرنے والے کو اس کا ثواب ملتا ہے اور وہ شخص بھی اس ثواب سے بہرہ ور ہوتا ہے جس نے اسے نیکی کی دعوت دی اور نیکی کا سبب بنا۔

﴿ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ ''اور جو بہتان یہ باندھتے رہے قیامت کے دن ان کی ان سے ضرور پرسش ہوگی۔'' یعنی انہوں نے جو بری بات گھڑی ہے پھر اس کو آراستہ کیا ہے' نیز ان سے ان کے اس قول: ﴿ وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ﴾ ''ہم تمہاری خطاؤں کو اپنے اوپر لے لیں گے۔'' کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف، پس ٹھہرا رہا وہ ان میں ہزار سال مگر پچاس سال (کم) پھر پکڑ لیا ان کو

الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ

طوفان نے اس حال میں کہ وہ ظالم تھے ○ پس نجات دی ہم نے اس کو اور کشتی والوں کو،

وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾

اور بنا دیا ہم نے اس (کشتی) کو (عظیم) نشانی جہانوں کے لیے ○

اللہ تعالیٰ گزشتہ امتوں کے عذاب کی بابت اپنے حکم اور اپنی حکمت بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم میں مبعوث فرمایا' جو ان کو توحید کی دعوت دیتے تھے' ان کو اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیتے' بتوں اور ان کے خود ساختہ معبودوں کی عبادت سے روکتے تھے۔ ﴿ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ﴾ ''پس وہ پچاس برس کم ایک ہزار سال ان کے درمیان رہے'' وہ نبی کی حیثیت سے ان کو دعوت دینے سے اکتائے نہ ان کی خیر خواہی سے باز آئے وہ رات دن اور کھلے چھپے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے' مگر وہ رشد و ہدایت کی راہ پر نہ آئے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے کفر اور سرکشی پر جمے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بے انتہا صبر' حلم اور تحمل کے باوجود ان کے لئے ان الفاظ میں بددعا کی: ﴿ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴾ (نوح:۲۶/۷۱) ''اے میرے رب! روئے زمین پر کسی کافر کو بستا نہ چھوڑ۔''

﴿ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ ﴾ ''پس ان کو طوفان نے آپکڑا۔'' یعنی ان کو اس پانی نے (طوفان کی صورت میں) آلیا جو بہت کثرت سے آسمان سے برساتھا اور نہایت شدت سے زمین سے پھوٹا تھا۔ ﴿ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴾ ''اور وہ ظالم تھے'' اور اس عذاب کے مستحق تھے۔ ﴿ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ ﴾ ''پس ہم نے ان کو اور کشتی والوں کو نجات دی۔'' یعنی وہ لوگ جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ یعنی ان کے گھر والے اور ان پر ایمان لانے والے دیگر لوگ ﴿ وَجَعَلْنٰهَآ ﴾ ''اور ہم نے اس کو بنایا۔'' یعنی کشتی کو یا قصۂ نوح کو ﴿ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾

''تمام جہانوں کے لئے نشانی'' جس سے لوگ عبرت پکڑتے ہیں کہ جو کوئی اپنے رسولوں کی تکذیب کرتا ہے اس کا انجام ہلاکت ہے' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ہر غم سے نجات دیتا اور ہر تنگی سے نکلنے کی راہ دکھاتا ہے' نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے کشتی کو...... یعنی کشتی کی جنس کو' تمام جہانوں کے لئے نشانی بنا دیا جسے وہ اپنے رب کی رحمت سے تعبیر کرتے ہیں' جس نے ان کے لئے اس کے اسباب مہیا کئے اور اس کے معاملے کو ان کے لئے آسان بنایا اور وہ انہیں اور ان کے مال و اسباب کو ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک اٹھائے پھرتی ہے۔

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور (یاد کیجئے) ابراہیم کو، جب کہا اس نے اپنی قوم سے، عبادت کرو تم اللہ کی اور ڈرو تم اس سے، یہ بہت بہتر ہے تمہارے لئے اگر ہو تم جانتے ○

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ

یقیناً تم تو عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے بتوں کی، اور گھڑتے ہو تم جھوٹ' بلاشبہ وہ جن کی تم عبادت کرتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا

سوائے اللہ کے' نہیں اختیار رکھتے وہ تمہارے لئے رزق کا، پس تلاش کرو تم اللہ کے ہاں رزق اور عبادت کرو تم اسکی اور شکر کرو تم

لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ

اسکا، اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے تم ○ اور اگر جھٹلاؤ تم (مجھے) تو تحقیق جھٹلایا تھا کئی امتوں نے تم سے پہلے بھی اور نہیں ہے اوپر رسول کے

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ

مگر صرف پہنچا دینا واضح طور پر ○ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ کیسے پہلی بار پیدا کرتا ہے اللہ مخلوق کو؟ پھر وہ لوٹائے گا اسکو' بلاشبہ یہ ہے

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ

اللہ پر بہت آسان ○ کہہ دیجئے! سیر کرو تم زمین میں پھر دیکھو تم کس طرح پہلی بار پیدا کی اس نے مخلوق، پھر اللہ ہی پیدا کریگا (اسکو)

النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ

پیدا کرنا دوسری بار، بلاشبہ اللہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے ○ وہ عذاب دے گا جس کو چاہے گا، اور وہ رحم کرے گا جس پر

يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۫ وَمَا

چاہے گا، اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے تم ○ اور نہیں تم عاجز کرنے والے (اللہ کو) زمین میں اور نہ آسمان میں، اور نہیں ہے

لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ ع

تمہارے لئے سوائے اللہ کے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ اس نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تھے' چنانچہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ اعْبُدُوا اللّٰهَ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک

مانو' صرف اسی کی عبادت کرو اور جو کچھ وہ تمہیں حکم دیتا ہے اس کی اطاعت کرو ﴿وَاتَّقُوْهُ﴾ "اور اس سے ڈرو" کہ وہ تم پر ناراض ہو کر تمہیں عذاب دے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ تم ان امور کو چھوڑ دو جو اس کی ناراضی کا باعث ہیں ﴿ذٰلِكُمْ﴾ "یہ" یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ ﴿خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ "تمہارے لیے بہتر ہے۔" یعنی عبادت اور تقویٰ کو اختیار کرنا ان کو ترک کرنے سے بہتر ہے۔

یہ اسم تفضیل کے ایسے باب میں سے ہے جس کے دوسری طرف کچھ نہیں ہوتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا تقویٰ ترک کرنے میں کسی طرح بھی کوئی بھلائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ صرف اس لئے لوگوں کیلئے بہتر ہے کہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی کرامت کا حصول' عبادت اور تقویٰ کے سوا ممکن نہیں۔ دنیا و آخرت میں جو بھی بھلائی پائی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ "اگر تم اس کا علم رکھتے ہو۔" پس تمام امور میں خوب غور کرو اور دیکھو کہ ان میں سے کون سا امر ترجیح کے لائق ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور تقویٰ کا حکم دیا ہے اس لئے ان کو بتوں کی عبادت سے روکا ہے اور ان کے نقص اور عبودیت کے لئے ان کے عدم استحقاق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا﴾ "تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور جھوٹ گھڑتے ہو۔" تم خود اپنے ہاتھوں سے گھڑ کر ان بتوں کو تخلیق کرتے ہو' پھر تم ان کے معبودوں والے نام رکھتے ہو اور پھر تم ان کی عبادت اور تمسک کے لئے جھوٹے احکام گھڑتے ہو ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ "بے شک جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو" وہ ناقص ہیں ان میں کوئی بھی ایسی صفت نہیں ہے جو ان کی عبادت کی مقتضی ہو۔ ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا﴾ "وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔" گویا یوں کہا گیا ہے کہ ہم پر واضح ہو چکا ہے کہ یہ بت گھڑے ہوئے اور ناقص ہیں جو کسی نفع و نقصان کے مالک ہیں نہ موت و حیات کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ دوبارہ اٹھانے ہی کا۔ پس جس ذات کے یہ اوصاف ہوں وہ ذرہ بھر عبادت کی مستحق نہیں۔ قلوب ایسے معبود کے طالب ہوتے ہیں جن کی وہ عبادت کریں اور ان سے اپنی حوائج کا سوال کریں...... پس ان کے جواب میں' اس ہستی کی عبادت کی ترغیب دی گئی ہے جو عبادت کی مستحق ہے۔ ﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ﴾ "پس اللہ ہی کے ہاں رزق طلب کرو۔" کیونکہ وہی رزق میسر اور مقدر کرتا ہے اور وہی اس شخص کی دعا قبول کرتا ہے جو اپنے دینی اور دنیاوی مصالح کے لئے اس سے دعا کرتا ہے۔

﴿وَاعْبُدُوْهُ﴾ "اور اسی (اکیلے) کی عبادت کرو" جس کا کوئی شریک نہیں کیونکہ وہ کامل' نفع و نقصان دینے والا اور تدبیر کائنات میں متفرد ہے۔ ﴿وَاشْكُرُوْا لَهٗ﴾ "اور اسی (اکیلے) کا شکر کرو۔" کیونکہ جتنی بھی تمہیں نعمتیں حاصل ہوئی ہیں یا تمام مخلوق کو حاصل ہو رہی ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جو بھی مصیبت ان سے دور

ہوتی ہے ان کو دور کرنے والا وہی ہے۔ ﴿اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ﴾ ''تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' تب وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا اور جو کچھ تم چھپاتے اور ظاہر کرتے رہے ہو اس کے بارے میں تمہیں آگاہ کرے گا پس تم شرک کی حالت میں اس کی خدمت میں حاضر ہونے سے بچو اور ان امور میں رغبت رکھو جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں اور جب تم اس کے پاس حاضر ہو گے تو وہ تمہیں ان پر ثواب عطا کرے گا۔

﴿اَوَ لَمۡ يَرَوۡا كَيۡفَ يُبۡدِئُ اللّٰهُ الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ﴾ ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے' پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔'' یعنی قیامت کے روز اس کا اعادہ کرے گا۔ ﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ﴾ ''بے شک مخلوق کا اعادہ کرنا تو اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے'' یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِىۡ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَهُوَ اَهۡوَنُ عَلَيۡهِ﴾ (الروم: ۲۷/۳۰) ''وہی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر وہ اس کا اعادہ کرے گا اور ایسا کرنا اس کے لئے زیادہ آسان ہے۔''

﴿قُلۡ﴾ ''آپ (ان سے) کہہ دیجئے!'' کہ اگر انہیں ابتدائے تخلیق میں کوئی شک وشبہ ہے' تو ﴿سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''تم زمین میں چلو پھرو'' اپنے قلب و بدن کے ساتھ ﴿فَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ بَدَاَ الۡخَلۡقَ﴾ ''پھر غور کرو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ابتدا کی'' تم دیکھو گے کہ انسانوں کے گروہ تھوڑا تھوڑا کر کے وجود میں آ رہے ہیں' تم دیکھو گے کہ درخت اور نباتات وقتاً فوقتاً جنم لے رہے ہیں' تم بادلوں اور ہواؤں کو پاؤ گے کہ وہ لگاتار اپنی تجدید کے مراحل میں رہتے ہیں بلکہ تمام مخلوق دائمی طور پر ابتدائے تخلیق اور اعادۂ تخلیق کے دائرے میں گردش کر رہی ہے۔ ان کی موت صغریٰ...... یعنی نیند...... کے وقت' ان پر غور کرو کہ رات اپنی تاریکیوں کے ساتھ ان کو ڈھانپ لیتی ہے تب تمام حرکات ساکن اور تمام آوازیں منقطع ہو جاتی ہیں۔ اپنے بستروں اور ٹھکانوں میں تمام مخلوق کی حالت یوں ہوتی ہے جیسے وہ مردہ ہوں۔ رات بھر وہ اس حالت میں رہتے ہیں حتیٰ کہ جب صبح نمودار ہوتی ہے تو وہ اپنی نیند سے بیدار اور اپنی اس عارضی موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہوئے اٹھتے ہیں: «اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ اَحۡيَانَا بَعۡدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيۡهِ النُّشُوۡرُ» ''تعریف ہے اللہ کی جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف قبر سے اٹھ کر جانا ہے۔''

بنابریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ اللّٰهُ﴾ ''پھر اللہ ہی'' یعنی اس اعادۂ تخلیق کے بعد ﴿يُنۡشِئُ النَّشۡاَةَ الۡاٰخِرَةَ﴾ ''دوسری نئی پیدائش کرے گا۔'' یہ ایسی زندگی ہے جس میں موت ہے نہ نیند اس زندگی کو جنت یا جہنم میں، خلود اور دوام حاصل ہوگا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کسی چیز میں عاجز نہیں جس طرح وہ تخلیق کی ابتدا پر قادر ہے اسی طرح تخلیق کے اعادہ پر اس کا قادر ہونا زیادہ اولیٰ اور زیادہ لائق ہے۔

﴿ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَرۡحَمُ مَنۡ یَّشَآءُ ﴾ ''وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے۔'' یعنی حکم جزائی میں وہ متفرد ہے۔ یعنی وہ اکیلا ہے جو اطاعت کرنے والوں کو ثواب عطا کرتا ہے انہیں اپنی وسیع رحمت کے سائے میں لیتا ہے اور نافرمانوں کو عذاب دیتا ہے۔ ﴿ وَ اِلَیۡهِ تُقۡلَبُوۡنَ ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' یعنی تم اس گھر کی طرف لوٹو گے جہاں تم پر اس کے عذاب یا رحمت کے احکام جاری ہوں گے' اس لئے اس دنیا میں نیکیوں کا اکتساب کر لو جو اس کی رحمت کا سبب ہیں اور اس کی نافرمانیوں سے دور رہو جو اس کے عذاب کا باعث ہیں۔

﴿ وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ﴾ ''اور تم اس کو زمین میں عاجز کر سکتے ہو نہ آسمان میں۔'' یعنی اے جھٹلانے والے لوگو جو گناہوں کے ارتکاب کی جسارت کرتے ہو! یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تم سے غافل ہے یا تم زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکو گے۔ تمہاری قدرت و اختیار تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ تمہارے نفس نے جن امور کو مزین کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات کے بارے میں تمہیں فریب میں مبتلا کر رکھا ہے' وہ تمہیں دھوکے میں نہ رکھیں۔ کائنات کے تمام گوشوں میں تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہ کر سکو گے ﴿ وَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِیٍّ ﴾ ''اور نہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست ہے۔'' جو تمہاری سرپرستی کرے اور تمہیں تمہارے دینی اور دنیاوی مصالح حاصل ہوں۔ ﴿ وَّ لَا نَصِیۡرٍ ﴾ ''اور نہ کوئی مددگار'' جو تمہاری مدد کرے اور تمہاری تکالیف کو دور کرے۔

وَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ یَئِسُوۡا مِنۡ رَّحۡمَتِیۡ

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کا، یہی لوگ ناامید ہیں میری رحمت سے

وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۲۳﴾

اور یہ لوگ، انہی کے لئے ہے عذاب نہایت دردناک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جن سے بھلائی زائل ہو گئی اور ان کو شر حاصل ہوا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ' اس کے رسولوں اور ان کی لائی ہوئی کتابوں کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو جھٹلایا' ان کے پاس دنیا کے سوا کچھ نہیں اسی لئے انہوں نے شرک اور معاصی کا ارتکاب کیا کیونکہ ان کے دلوں میں کوئی ایسی چیز نہیں جو انہیں ان گناہوں کے انجام سے ڈرائے' اس لئے فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ یَئِسُوۡا مِنۡ رَّحۡمَتِیۡ ﴾ ''یہ لوگ میری رحمت سے ناامید ہو گئے۔'' یعنی ان کے پاس کوئی ایسا سبب نہ ہو گا جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہرہ ور ہوں ورنہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید ہوتی تو اس رحمت کے حصول کے لئے عمل کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا بڑے بڑے ممنوعات میں سے ہے اور اس کی دو اقسام ہیں:

① کفار کا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو کر ان تمام اسباب کو ترک کر دینا جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔

② گناہ گاروں کا اپنے گناہوں اور جرائم کی کثرت کے سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا جو انہیں

وحشت میں مبتلا کر کے ان کے قلوب پر حاوی ہو جاتے ہیں اور یوں ان کے قلوب میں مایوسی جنم لیتی ہے۔

﴿ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ''اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' یعنی تکلیف دہ اور دل دوز، گویا کہ یہ آیات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنی قوم کے ساتھ کلام اور ان کی قوم کا آپ کی بات رد کرنے کے درمیان بطور جملہ معترضہ آئی ہیں۔ واللہ اعلم۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ

پس نہ تھا جواب اسکی قوم کا مگر یہ کہ کہا انہوں نے ہم قتل کردو اسے یا جلا دو اسے پس نجات دی اس کو اللہ نے (اس) آگ سے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

بلاشبہ اس (نجات) میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ○ اور کہا ابراہیم نے، یقیناً ٹھہرایا ہے تم نے سوائے اللہ کے

اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ

بتوں کو (معبود) آپس کی دوستی کی وجہ سے، زندگانی دنیا میں پھر دن قیامت کے کفر (انکار) کرے گا بعض تمہارا

بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

بعض کا، اور لعنت کرے گا بعض تمہارا بعض کو اور ٹھکانا تمہارا آگ ہے، اور نہیں ہو گا تمہارے لئے کوئی مددگار ○

یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو اپنے رب کی طرف بلایا تو آپ کی قوم نے آپ کی دعوت پر لبیک کہی نہ آپ کی خیر خواہی کی اور نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی بعثت کی نعمت کی رؤیت کو اپنا راہنما ہی بنایا۔ ان کا جواب تو بدترین جواب تھا۔ ﴿ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ ﴾ ''انہوں نے کہا' اسے مار ڈالو یا جلا دو۔'' یعنی اسے بدترین طریقے سے قتل کرو۔ وہ قدرت رکھنے والے اصحاب اقتدار لوگ تھے' چنانچہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا ﴿ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا آگ سے'' ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ ''بے شک اس میں ایمان دار لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔'' پس وہ اہل ایمان اور انبیاء و رسل کی تعلیمات کی صحت' ان کی نیکی اور ان کی خیر خواہی اور انبیاء و رسل کے مخالفین و معارضین کے موقف کے بطلان کو خوب جانتے تھے۔ گویا رسولوں کے مخالفین ان کی تکذیب کی ایک دوسرے کو وصیت کیا کرتے اور ایک دوسرے کو ترغیب دیا کرتے تھے۔

﴿ وَقَالَ ﴾ ابراہیم علیہ السلام نے' ان کے ساتھ خیر خواہی کی وجہ سے فرمایا: ﴿ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو' صرف دنیا میں باہم دوستی کے لیے۔'' اس کی غایت و انتہا بس دنیا میں دوستی اور محبت ہے جو عنقریب ختم ہو جائے گی۔ ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ ''پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کی دوستی کا انکار کرو گے اور ایک

دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔'' تمام عابد اور معبود ایک دوسرے سے براءت کا اظہار کریں گے۔ ﴿ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ﴾ (الاحقاف: ٦/٤٦) ''اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔'' تب تم ایسی ہستیوں سے کیونکر تعلق رکھتے ہو جو عنقریب اپنے عبادت گزاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گی۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' بے شک یعنی عابدوں اور معبودوں' سب کا ٹھکانا ﴿ النَّارُ ﴾ ''جہنم ہوگا'' اور کوئی انہیں اللہ کے عذاب سے بچا سکے گا نہ ان سے اس کے عقاب کو دور کر سکے گا۔

وقف لازم

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾

پس ایمان لایا ابراہیم پر لوط اور کہا ابراہیم نے، بیشک میں ہجرت کرنیوالا ہوں اپنے رب کی طرف' بلاشبہ وہ ہے نہایت غالب، خوب حکمت والا○

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَیْنٰهُ

اور عطا کیے ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب، اور رکھ دی ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب اور دیا ہم نے اس کو

اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

اس کا اجر (صلہ) دنیا میں اور بلاشبہ وہ آخرت میں البتہ نیک لوگوں میں سے ہوگا○

ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو دعوت دیتے رہے اور ان کی قوم اپنے عناد پر جمی رہی۔ سوائے لوط علیہ السلام کے جو ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرما کر ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ جس کا ذکر عنقریب آئے گا۔ ﴿ وَقَالَ ﴾ جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی دعوت کچھ فائدہ نہیں دے رہی تو کہنے لگے ﴿ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ﴾ ''میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔'' یعنی وہ برے خطہ ارض کو چھوڑ کر بابرکت سرزمین کی طرف نکل گئے ...... اس سے مراد ملک شام ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ ﴾ ''بے شک وہ بڑا ہی غالب ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ جو قوت کا مالک ہے تمہیں ہدایت دینے پر قادر ہے لیکن وہ حکمت والا ہے اور اس کی حکمت ایسا کرنے کی مقتضی نہیں۔

جب ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو اسی حال میں چھوڑ کر چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس نے ان کو ہلاک کر دیا تھا بلکہ صرف یہ ذکر فرمایا کہ آپ وہاں سے ہجرت کر گئے اور اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ رہا وہ قصہ جو اسرائیلیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی قوم پر مچھروں کا دروازہ کھول دیا۔ وہ ان کا خون پی گئے' گوشت کھا گئے اور ان کے آخری آدمی تک کو ہلاک کر ڈالا اس بارے میں حتمی رائے قائم کرنے کے لئے دلیل پر توقف کرنا چاہیے جو کہ موجود نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے عذاب کے ذریعے سے ان کو تہس نہس کیا ہوتا تو ضرور اس کا ذکر فرماتا جیسے دیگر جھٹلانے والی امتوں کی ہلاکت کا ذکر فرمایا ہے۔

مگر کیا اس قصہ کا یہ راز تو نہیں کہ حضرت خلیل علیہ السلام مخلوق میں سب سے زیادہ رحیم و شفیق، سب سے زیادہ افضل، سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ جلیل القدر لوگوں میں سے تھے۔ آپ نے کبھی اپنی قوم کے لئے بددعا نہیں کی جیسے دیگر بعض انبیائے کرام نے بددعا کی اور نہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کی قوم پر عذاب نازل فرمایا...... اس موقف پر یہ واقعہ بھی دلالت کرتا ہے کہ جب فرشتے قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے آپ کے پاس آئے تو آپ نے قوم لوط کی مدافعت کے لئے ان فرشتوں سے جھگڑا کیا حالانکہ وہ آپ کی قوم نہ تھی۔ اصل صورت حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ﴾ ''اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب (علیہما السلام) دیے۔'' یعنی آپ کے ملک شام کی طرف ہجرت کر جانے کے بعد ﴿ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ﴾ ''اور کر دی ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب۔'' آپ کے بعد جو بھی نبی مبعوث ہوا وہ آپ کی اولاد سے تھا اور جو بھی کتاب نازل ہوئی وہ آپ کی اولاد پر نازل ہوئی حتیٰ کہ انبیاء کا سلسلہ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ختم کر دیا گیا۔ یہ اعلیٰ ترین مناقب و مفاخر ہیں کہ ہدایت و رحمت، سعادت و فلاح اور کامیابی کا مواد آپ کی ذریت میں ہو، نیز اہل ایمان اور صالحین آپ کی اولاد کے ہاتھوں پر ایمان لائے اور انہوں نے آپ کی ذریت کے ذریعے سے ہدایت پائی۔

﴿ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ﴾ ''اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ عنایت کیا۔'' یعنی ہم نے آپ کو نہایت خوبصورت بیوی عطا کی جو حسن و جمال میں تمام عورتوں پر فوقیت رکھتی تھی، ہم نے آپ کو وسیع رزق اور اولاد سے سرفراز کیا جن سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی معرفت، محبت اور انابت سے نوازا۔

﴿ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ ''اور بے شک وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔'' بلکہ آپ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق تمام مخلوق میں سب زیادہ صالح اور سب سے زیادہ بلند منزلت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے دنیا و آخرت کی سعادت کو جمع کر دیا تھا۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ

اور (یاد کیجئے) لوط کو، جب کہا تھا اس نے اپنی قوم سے، بلاشبہ تم ارتکاب کرتے ہو ایسی بے حیائی کا کہ نہیں پہلے کی تم سے یہ (برائی) کسی نے بھی

مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ

جہان والوں میں سے ○ کیا بیشک تم البتہ آتے ہو مردوں کے پاس (جنسی تسکین کیلئے) اور قطع کرتے (کاٹتے) ہو تم راستے اور کرتے ہو تم اپنی مجلس میں

الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ

برے کام، پس نہ تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ کہا انہوں نے لے آ تو ہم پر عذاب اللہ کا اگر ہے تو

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ

سچوں میں سے ○ لوط نے کہا اے میرے رب! تو مدد فرما میری قوم فسادی پر ○ اور جب آئے

رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ اَهْلَهَا

ہمارے قاصد ابراہیم کے پاس ساتھ خوشخبری کے تو انہوں نے کہا بلاشبہ ہم ہلاک کرنیوالے ہیں اس بستی (سدوم) کے باشندوں کو بلاشبہ اس کے باشندے

كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا لَنُنَجِّيَنَّهٗ

ہیں ظالم ○ ابراہیم نے کہا، بیشک اس میں تو لوط (بھی) ہے، انہوں نے کہا، ہم خوب جانتے ہیں اسکو جو کوئی اس میں ہے البتہ ہم ضرور نجات دیں گے لوط

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا

اور اسکے گھر والوں کو سوائے اس کی بیوی کے وہ ہوگی پیچھے رہنے والوں میں سے ○ اور جب آئے ہمارے قاصد لوط کے پاس

سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ

تو وہ مغموم ہوا بوجہ ان (کے آنے) کے، اور تنگ ہوا انکی وجہ سے (اسکا) سینہ، اور فرشتوں نے کہا، نہ ڈر تو اور نہ غم کھا، بلاشبہ ہم نجات دینے والے ہیں تجھے

وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ

اور تیرے گھر والوں کو سوائے تیری بیوی کے وہ ہوگی پیچھے رہنے والوں میں سے ○ بیشک ہم نازل کرنیوالے ہیں اوپر باشندوں کے اس

الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ

بستی کے عذاب آسمان سے بہ سبب اس کے جو تھے وہ نافرمانی کرتے ○ اور البتہ تحقیق چھوڑی ہم نے اس (بستی) میں سے

اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

ایک نشانی واضح ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں ○

گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لا کر ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل ہوئے۔ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے نہیں بلکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ اگرچہ عام ہے مگر حضرت لوط علیہ السلام کا نبی ہونا حالانکہ وہ آپ کی اولاد میں سے نہ تھے اس آیت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آیت کریمہ حضرت خلیل علیہ السلام کی مدح وثنا کے سیاق میں آئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے اور جس شخص نے آپ کے ہاتھ پر ہدایت پائی وہ ہادی کی فضیلت کی طرف نسبت کی بنا پر آپ کی اولاد میں سے ہدایت پانے والے سے زیادہ کامل ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو ان کی قوم میں مبعوث فرمایا ان میں شرک کی بیماری کے ساتھ ساتھ مردوں کے ساتھ بدکاری، راہ زنی اور مجالس میں فواحش ومنکرات کے ارتکاب جیسے برے کام بھی جمع تھے۔

لوط علیہ السلام نے ان کو ان فواحش سے روکا اور ان پر ان فواحش کی قباحتیں واضح کیں اور ان کی پاداش میں نازل ہونے والے عذاب کے بارے میں آگاہ فرمایا مگر انہوں نے اس بات کی طرف کوئی توجہ دی نہ نصیحت پکڑی۔ ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''پس ان کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ لے آ اللہ کا عذاب اگر تو سچوں میں سے ہے۔'' ان کا نبی ان سے مایوس ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس کی قوم عذاب کی مستحق ہے' ان کے بہت زیادہ جھٹلانے کی وجہ سے حضرت لوط بے قرار ہو گئے آپ نے ان کے لئے بددعا کی ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''انہوں (لوط علیہ السلام) نے کہا' اے میرے رب! ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔'' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور ان کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے فرشتے بھیجے۔

لوط علیہ السلام کے پاس جانے سے قبل یہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرے انہوں نے آپ کو اسحاق کی اور اس کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ ان کا کہاں کا ارادہ ہے انہوں نے کہا کہ وہ قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ساتھ بحث کرتے ہوئے کہا: ﴿اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا﴾ ''اس میں تو لوط بھی ہیں۔'' فرشتوں نے جواب دیا: ﴿لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیں گے بجز ان کی بیوی کے وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔'' پھر وہ وہاں سے چلے گئے اور لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ ان کا آنا لوط علیہ السلام کو بہت ناگوار گزرا اور بہت تنگدل ہوئے کیونکہ آپ ان کو پہچان نہ پائے تھے وہ سمجھتے تھے کہ وہ مہمان اور مسافر ہیں اس لئے وہ ان کے بارے میں اپنی قوم کے رویے سے خائف تھے تو فرشتوں نے آپ سے کہا۔ ﴿لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ﴾ ''خوف کیجئے نہ رنج کیجئے۔'' اور انہوں نے لوط علیہ السلام کو بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں ﴿اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ ''ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچا لیں گے بجز آپ کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔ بے شک ہم اس بستی کے رہنے والوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں کیونکہ یہ بدکاری کر رہے تھے۔'' فرشتوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ وہ اپنے گھر والوں کو لے کر راتوں رات نکل جائیں۔ پس جب صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے گھروں کو ان پر الٹ دیا اور اوپر والا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر پے در پے کھنگر کے پتھر برسائے جنہوں نے ان کو ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا' لہٰذا وہ کہانیاں اور عبرت کا نشان بن کر رہ گئے۔

﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ یعنی ہم نے دیار قوم لوط کو عقل مند لوگوں کے لئے واضح آثار اور ان کے دلوں کے لئے عبرت بنا دیا پس وہ ان آثار سے متمتع ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ○ وَبِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۳۸-۱۳۷/۳۷) ’’اور تم دن رات ان کے اجڑے ہوئے گھروں پر گزرتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ؟‘‘

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ

اور (بھیجا ہم نے) مدین کی طرف انکے بھائی شعیب کو، تو اس نے کہا، اے میری قوم! عبادت کرو تم اللہ کی، اور امید رکھو تم یوم آخرت کی

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا

اور نہ پھرو تم زمین میں فساد کرتے ہوئے ○ پس انہوں نے جھٹلایا اسے تو پکڑ لیا انہیں زلزلے نے، پس ہو گئے وہ

فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾

اپنے گھروں میں (مردہ) گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ○

﴿ وَ ﴾ ’’اور‘‘ یعنی ہم نے مبعوث کیا: ﴿ اِلٰى مَدْيَنَ ﴾ ’’اہل مدین کی طرف‘‘ جو ایک مشہور و معروف قبیلہ تھا ﴿ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ﴾ ’’ان کے نسبی بھائی شعیب کو‘‘ جنھوں نے ان کو اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے‘ آخرت پر ایمان رکھنے‘ اللہ تعالیٰ پر امیدیں رکھنے اور صرف اسی کے لئے عمل کرنے کا حکم دیا اور ان کو زمین میں فساد پھیلانے‘ ناپ تول میں کمی کرنے اور ڈاکہ زنی سے روکا مگر انہوں نے ان کو جھوٹا سمجھا‘ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کو آ لیا ﴿ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴾ ’’پس وہ اپنے گھر میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔‘‘

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

اور (ہلاک کیا ہم نے) عاد اور ثمود کو اور تحقیق واضح ہو چکا ہے تم پر (انکا ہلاک ہونا) انکے گھروں سے اور مزین کر دیئے تھے ان کیلئے شیطان نے انکے عمل،

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ

پس اس نے روک دیا انہیں (سیدھی) راہ سے، حالانکہ تھے وہ سمجھنے والے ○ اور (ہلاک کیا) قارون اور فرعون اور ہامان کو (بھی)، اور البتہ تحقیق

جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا

آئے تھے انکے پاس موسیٰ ساتھ واضح دلیلوں کے، پس تکبر کیا انہوں نے زمین میں، اور نہ ہوئے وہ بچ کر نکل جانے والے (عذاب سے) ○ پس ہر ایک کو

اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ

پکڑا ہم نے بوجہ اسکے گناہوں کے، پس کوئی تو انمیں سے وہ ہے کہ بھیجی ہم نے اس پر پتھراؤ کرنیوالی آندھی اور کوئی انمیں سے وہ ہے کہ پکڑا اسے

الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ

چیخ نے اور کوئی انمیں سے وہ ہے کہ دھنسا دیا ہم نے اسے زمین میں اور کوئی انمیں سے وہ ہے کہ غرق کر دیا ہم نے (اسے) اور نہیں تھا

اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

اللہ کہ ظلم کرتا وہ ان پر، لیکن تھے وہ (خود ہی) اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ○

اور ہم نے عاد و ثمود کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا آپ کو ان کا قصہ معلوم ہے۔ اگر تم ان کے گھروں اور ان کے آثار کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرو جن کو وہ چھوڑ گئے ہیں تو تم پر کچھ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ ان کے رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے جو بصیرت کے لئے مفید تھے مگر انہوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ جھگڑا کیا۔

﴿ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ ﴾ ''اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے سامنے آراستہ کر دیا'' حتیٰ کہ وہ سمجھنے لگے کہ یہ اعمال ان اعمال سے افضل ہیں جنہیں انبیاء لے کر آئے ہیں۔ قارون' فرعون اور ہامان کا یہی رویہ تھا جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو واضح دلائل اور روشن براہین کے ساتھ مبعوث کیا تو انہوں نے ان دلائل کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا بلکہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ تکبر سے پیش آئے اور انہیں ذلیل کیا اور حق کو تکبر کے ساتھ ٹھکرا دیا مگر جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو وہ اس سے بچنے پر قادر نہ تھے۔

﴿ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴾ وہ اللہ سے بھاگ کر کہیں جا نہ سکے اور انہیں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا پڑا۔

﴿ فَكُلًّا ﴾ ''پس سب کو'' یعنی انبیاء کی تکذیب کرنے والی ان تمام قوموں کو ﴿ اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ﴾ ہم نے ان کے گناہ کی مقدار اور اس گناہ سے مناسبت والی سزا کے ذریعے سے پکڑ لیا۔ ﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ﴾ ''پس ان میں کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا۔'' یعنی ہم نے ان پر ایسا عذاب نازل کیا جس میں ان کو پتھر مار کر ہلاک کیا جیسے قوم عاد۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر تباہ کن آندھی بھیجی اور ﴿ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴾ (الحاقة: ۶۹/۷) ''اس ہوا کو سات رات اور آٹھ دن تک لگاتار چلائے رکھا تو تو ان نافرمان لوگوں کو اس میں اس طرح مرے پڑے ہوئے دیکھتا ہے جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں۔''

﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ﴾ ''اور کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آ پکڑا'' جیسے صالح علیہ السلام کی قوم ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ﴾ ''اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔'' جیسے قارون ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ﴾ ''اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے غرق کر دیا۔'' جیسے فرعون' ہامان اور ان کے لشکر ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے مناسب اور اس کے لائق نہیں کہ وہ اپنے کمال عدل اور مخلوق سے کامل بے نیازی کی بنا پر بندوں پر ظلم کرتا ﴿ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ ''لیکن وہ اپنے ہی نفوس پر ظلم کرتے تھے۔'' انہوں نے اپنے نفوس کو ان کے حقوق سے محروم کر دیا۔ کیونکہ نفوس اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان مشرکین نے ان کو ایسے کاموں میں استعمال کیا جن کے لئے وہ پیدا نہیں کئے گئے انہوں نے ان کو شہوات میں مشغول کر کے سخت نقصان پہنچایا جبکہ وہ اس گمان باطل میں مبتلا رہے کہ وہ ان کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ

مثال ان لوگوں کی جنہوں نے بنائے سوائے اللہ کے (اور) کارساز (وہ) مانند مثال مکڑی کی ہیں کہ بنایا اس نے

بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ اِنَّ اللّٰهَ

ایک گھر، اور بلاشبہ زیادہ کمزور سب گھروں سے البتہ گھر (جالا) ہے مکڑی کا، کاش! کہ ہوتے وہ جانتے ○ بلاشبہ اللہ

يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ

جانتا ہے جسکو وہ (مشرک) پکارتے ہیں سوائے اللہ کے جو بھی ہو، اور وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ○ اور یہ

الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾

مثالیں ہیں، بیان کرتے ہیں ہم ان کو لوگوں کے لئے اور نہیں سمجھتے انہیں مگر علم والے ہی ○

یہ مثال، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شخص کے لئے بیان کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسری ہستیوں کی عبادت بھی کرتا ہے اور اس کا مقصد ان سے عزت، قوت اور منفعت کا حصول ہے، حالانکہ حقیقت اس کے مقصود کے بالکل برعکس ہے۔ اس شخص کی مثال اس مکڑی کی سی ہے جس نے جالے کا گھر بنایا ہوتا کہ گرمی، سردی اور دیگر آفات سے محفوظ رہے۔ ﴿وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ﴾ "مگر سب سے کمزور گھر" ﴿لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ﴾ "مکڑی کا گھر ہوتا ہے۔" مکڑی کا شمار کمزور حیوانات میں ہوتا ہے اور اس کا گھر تو سب سے کمزور گھر ہے، وہ گھر بنا کر اس میں کمزوری کے سوا کچھ اضافہ نہیں کرتی۔ اسی طرح مشرکین نے جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں وہ ہر لحاظ سے محتاج اور عاجز ہیں۔ یہ لوگ غیر اللہ کی اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے سے عزت اور فتح و نصرت حاصل کریں مگر وہ اپنی کمزوری اور بے بسی ہی میں اضافہ کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بہت سے مصالح کو ان پر بھروسہ کرتے ہوئے، ان پر چھوڑ دیا اور ان سے الگ ہو گئے کہ عن قریب ان کے معبود ذمہ داری اٹھالیں گے تو ان کے معبودوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ پس انہیں ان سے کوئی فائدہ اور کوئی ادنیٰ سی مدد بھی حاصل نہیں ہو سکی۔ اگر انہیں اپنے حال کے بارے میں حقیقی علم ہوتا اور انہیں ان ہستیوں کی بے بسی کا حال بھی معلوم ہوتا تو وہ انہیں کبھی معبود نہ بناتے، ان سے بیزاری کا اظہار کرتے اور رب قادر و رحیم کو اپنا والی و مددگار بناتے۔ بندہ جب اس قادر و رحیم کو اپنا سرپرست بنا کر اس پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے دین و دنیا کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اس کے قلب و بدن اور حال و اعمال میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مشرکین کے معبودان باطل کی کمزوری بیان کرنے کے بعد اس سے زیادہ بلیغ اسلوب کی طرف ارتقاء کیا، فرمایا کہ ان معبودان کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں بلکہ یہ تو مجرد نام ہیں جو انہوں نے گھڑ لئے ہیں اور محض وہم و گمان ہے، جس کو انہوں نے عقیدہ بنالیا ہے۔ تحقیق کے وقت ایک عقل مند شخص پر اس کا بطلان واضح ہو جائے گا بنابریں فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے..... اور وہ غائب و موجود کا علم رکھنے والا ہے..... کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز کو پکارتے ہیں ان کا سرے سے کوئی

وجود ہی نہیں' ان کا کوئی وجود ہے نہ وہ حقیقت میں الٰہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ (النجم: ۲۳/۵۳) ''یہ صرف نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے گھڑ لیا ہے جس پر اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ (یونس: ۶۶/۱۰) ''اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا کچھ خود ساختہ شریکوں کو پکارتے ہیں وہ صرف وہم وگمان کے پیرو ہیں اور وہ محض قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔''

﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ جو تمام قوت کا مالک اور جو تمام مخلوق پر غالب ہے ﴿الْحَكِيْمُ﴾ جو تمام چیزوں کو ان کے لائق مقام پر رکھتا ہے' جس نے ہر چیز کو بہترین تخلیق سے نوازا اور اس نے جو حکم دیا بہترین حکم دیا۔

﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ﴾ ''اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ مثالیں لوگوں کے فائدے اور ان کی تعلیم کی خاطر بیان کی ہیں کیونکہ ضرب الامثال علوم کو توضیح کے ساتھ بیان کرنے کا طریقہ ہے۔ ضرب الامثال کے ذریعے سے امور عقلیہ کو امور حسیہ کے قریب لایا جاتا ہے اور مثالوں کے ذریعے سے معانی مطلوبہ واضح ہو جاتے ہیں۔ ﴿وَمَا يَعْقِلُهَاۤ﴾ مگر اس میں غور وفکر کے بعد اس میں وہی لوگ فہم حاصل کرتے ہیں اور پھر اپنے قلب میں عقل کے ساتھ وہی لوگ اس کی تطبیق کرتے ہیں۔ ﴿اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾ جو حقیقی اہل علم ہیں اور علم ان کے قلب کی گہرائیوں میں جاگزیں ہے۔ یہ ضرب الامثال کی مدح و توصیف ہے نیز ان میں تدبر کرنے اور ان کو سمجھنے کی ترغیب اور جو کوئی ان میں سمجھ پیدا کرتا ہے اس کی مدح وثنا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ضرب الامثال استعمال کرنے والا شخص اہل علم میں سے ہے اور نیز جو ان کو نہیں سمجھتا وہ اہل علم میں شمار نہیں ہوتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو امثال بیان کی ہیں وہ بڑے بڑے امور' مطالب عالیہ اور مسائل جلیلہ میں بیان کی ہیں' اہل علم جانتے ہیں کہ ضرب الامثال دیگر اسالیب بیان سے زیادہ اہم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کو درخور اعتناء قرار دیا ہے اور اپنے بندوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ ان میں غور وفکر کریں اور ان کی معرفت حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں۔

رہا وہ شخص جو ضرب الامثال کی اہمیت کے باوجود' ان کو نہیں سمجھتا' تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اہل علم میں سے نہیں ہے' کیونکہ جب وہ نہایت اہم مسائل کی معرفت نہیں رکھتا تو غیر اہم مسائل میں اس کی عدم معرفت زیادہ اولیٰ ہے' بنا بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے زیادہ تر اصول دین وغیرہ میں ضرب الامثال استعمال کی ہیں۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع

پیدا کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے، بلاشبہ اس میں البتہ (عظیم) نشانی ہے مومنوں کے لئے O

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے کہ جس نے آسمانوں کو ان کی بلندیوں ان کی کشادگی ان کی خوبصورتی اور ان کے اندر سورج، چاند، دیگر سیارگان اور فرشتوں کی موجودگی کے باوجود اکیلے تخلیق کیا ہے اور وہی ہے جو زمین اور اس کے پہاڑوں، سمندروں، صحراؤں، بیابانوں اور درختوں کی تخلیق میں متفرد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو عبث، بے کار اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو صرف اس لئے تخلیق فرمایا ہے کہ اس کا حکم اور شریعت نافذ ہو اور اس کے بندوں پر اس کی نعمت کا اتمام ہو تاکہ بندے اس کی حکمت اس کے غلبہ اور اس کی تدبیر کائنات کا مشاہدہ کریں جو اس حقیقت کی طرف ان کی راہنمائی کرتی ہے کہ وہ اکیلا ان کا معبود، محبوب اور الٰہ ہے۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ بے شک اس میں اہل ایمان کے لئے بہت سے مطالب ایمانیہ کی طرف راہنمائی کے لئے نشانیاں ہیں جب بندۂ مومن ان میں تدبر کرتا ہے تو ان نشانیوں کو عیاں دیکھتا ہے۔